وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

جو کچھ رسول ﷺ تمہیں عطا فرمائیں اسے لے لیا کرو، اور جس سے تمہیں منع فرمائیں اس سے رُک جایا کرو۔

فیوض الزاہی

فی شرح

سنن النسائی

جلد اوّل

حدیث نمبر ۱ـــ۱۰۰

تصنیف

ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان

پروگریسو بکس

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

جو کچھ رسول ﷺ تمہیں عطا فرمائیں اسے لے لیا کرو، اور جس سے تمہیں منع فرمائیں اس سے رُک جایا کرو۔

فیوض الرزاق

فی شرح

سنن النسائی

جلد اوّل

حدیث نمبر ۱ ـــــ ۱۰۰

تصنیف

ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان

پروگریسو بکس لاہور

یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ
اُردو بازار ○ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

فیوض الزاھی
فی شرح
سنن النسائی

جلد اول
حدیث نمبر ۱ ـــ ۱۰۰

ترجمہ و تخریج ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان

بار اول	جولائی 2015ء
پرنٹرز	آصف صدیق، پرنٹرز
تعداد	1100/-
ناشر	چوہدری غلام رسول۔ میاں جواد رسول میاں شہزاد رسول
قیمت	=/ روپے

ملنے کے پتے

ملت پبلی کیشنز
فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو
۱۲۔ گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941 0323-8836776

شوروم ملت پبلی کیشنز دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ۰ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ۰ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

انتساب

ممدوح خدائے ذوالجلال' آفتاب رسالت' منبع رشد و ھدایت' بحر جود و سخا'
سحابِ لطف و کرم' سلطان حسینان جہاں' سرور اورنگ نشینان عالم'
رحمت دو عالم' شافع یوم محشر' حضور اکرم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے نام

فہرست مشمولات

عرضِ ناشر

الحمد للہ کہ ادارہ پروگریسو بکس کے قیام سے لے کر اب تک ہم کارپردازان ادارہ ہمہ وقت اور ہر آن اسی کوشش میں مصروف رہتے ہیں کہ اس ادارے سے مذہبیات اور ادبیات پر بہترین کتب اپنے کرم فرما حضرات کی خدمت میں پیش کی جائیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی رحمت ﷺ کی نگاہِ رحمت اور قارئین کرام کے تعاون سے ہم آج تک اسی نصب العین کی تکمیل میں مشغول و مصروف رہے ہیں اور اب تک ہم نے اپنی جو مطبوعات آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں' ان کی پسندیدگی اور قبولیت نے اس راہ میں ہمیں اور زیادہ سرگرم عمل بنا دیا ہے اور اب تک دینی کتب کے اصل متون یا ان کے تراجم کو موجودہ نسل کی رہنمائی کے لیے پیش کرنا ہی ہمارا مقصود اور نصب العین بن گیا ہے۔ انشاء اللہ! ہم اس راہ میں اور زیادہ سرگرمی سے اپنے قدم اُٹھائیں گے۔

آفتابِ رسالت سے اقتباس شدہ ہدایت کا ذریعہ آیاتِ قرآنی اور احادیث رسول ﷺ ہیں۔

پھر فکرِ آخرت کا یہ تقاضا ہے کہ انسان ایسے عقائد و خیالات اور اعمال کو اپنائے جن پر اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو بلکہ راضی ہو اور یہ ان بارگاہِ رسالت کی رہنمائی کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی بات کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے آپ کا ادارہ پروگریسو بکس نے انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے بہت سی نادر کتابیں شائع کی ہیں' جیسے سنن ابوداؤد شریف' ریاض الصالحین' احیاء العلوم' غنیۃ الطالبین' تاریخ الخلفاء اور دیگر ادارہ خریدار حضرات کی ڈیمانڈ پوری کرنے میں مصروفِ عمل ہے۔

اسی حوصلہ افزائی کا نتیجہ ہے کہ ہم نے حدیث شریف کی عظیم اور مستند کتاب امام نسائی کی ''سنن نسائی'' کی شرح ''فیوض الزاهی فی شرح سنن النسائی'' پیش کر دی ہے۔

اس عظیم کتاب کے شرح کی خدمت کو سرانجام دینے والے شارح و محقق معروف مذہبی اسکالر ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان سندرانی زید مجدہٗ ہیں۔ انشاء اللہ یہ سلسلہ آگے جاری رہے گا۔ ہم نے اپنی مطبوعات کو حسن صوری سے آراستہ پیراستہ کرنے میں کبھی کوتاہی سے کام نہیں لیا ہے' جس قدر بھی ممکن ہو سکا اور جماعتی حسن سے اپنے کرم فرماؤں کی خدمت میں پیش کیا ہے اور آپ نے ہماری اس کوشش کو سراہا ہے۔

اسی نصب العین کے تحت پیش نظر کتاب ''فیوض الزاهی فی شرح سنن النسائی'' کو بھی بھرپور طریقے سے حسن معنوی کی طرح حسن ظاہری سے آراستہ کرنے میں بے اعتنائی نہیں برتی ہے۔

اُمید ہے کہ یہ گراں مایہ کتاب ہماری دیگر مطبوعات کی طرح آپ سے شرف قبول حاصل کرے گی۔ آخر میں گزارش ہے کہ جب آپ اس عظیم کتاب سے استفادہ کریں تو اپنے لیے دعا کرتے ہوئے ہمارے ادارہ کے تمام لوگوں کے لیے بھی ضرور دعا مانگیں۔

والسلام!

☆میاں غلام رسول ☆میاں شہباز رسول ☆میاں جواد رسول ☆میاں شہزاد رسول

صاحب تصنیف

نام : ڈاکٹر محمد کریم خان بن محمد لقمان خان

ولادت : 20اپریل1980ء

مقام پیدائش: سندرانہ، نزد واہنڈو، تحصیل کامونکی، ضلع گوجرانوالہ

تعلیم : ا۔Ph.D علوم اسلامیہ، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان (2014ء)

۲۔ایم فل علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور (2006ء)

۳۔ایم اے عربی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، (2004ء)

۴۔ایم اے اسلامیات، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور (2003ء)

۵۔فاضل عربی، لاہور بورڈ، لاہور (2002ء)

۶۔ایم اے تاریخ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور (2001ء)

۷۔تخصص فی الفقہ (مفتی کورس)، جامعہ نعیمیہ، لاہور (2001ء)

۸۔شہادۃ العالمیہ فی العربیۃ والاسلامیہ، تنظیم المدارس پاکستان (2000ء)

۹۔تکمیل درسِ نظامی، جامعہ نعیمیہ، لاہور (2000ء)

۱۰۔حفظ قرآن، جامعہ غوثیہ رضویہ، سوکنونڈ (سیالکوٹ) (1990ء)

تحقیقی کام: ا۔قصص الحدیث (تعلیمی، معاشرتی، سیاسی اور معاشی پہلو) کا تجزیاتی مطالعہ اور عصر حاضر میں اس کا اطلاق (مقالہ Ph.D)

۲۔امثال الحدیث۔۔۔عبر ونصائح (مقالہ ایم فل)

۳۔سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ۔۔۔ایک عظیم مدبر حکمران (مقالہ شہادۃ العالمیہ)

۴۔قانونِ وراثت ایکٹ اور شریعتِ اسلامیہ کا تجزیاتی مطالعہ (مقالہ علماء اکیڈمی)

۵۔امثالِ صحیح بخاری ۶۔امثالِ صحیح مسلم ۷۔امثالِ جامع ترمذی

۸۔نظریات سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ ۹۔ہمارے فکری وعملی مسائل اور تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۰۔مختلف مجلات ورسائل میں 40 سے زائد تحقیقی مضامین

تقریظ

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ولعلھم یتفکرون (النحل ۱۶:۴۴)

ہم نے آپ کی طرف قرآن نازل کیا ہے، تاکہ آپ لوگوں کیلئے وہ (پیغام اور احکام) خوب واضح کر دیں، جو ان کی طرف اتارے گئے ہیں، اور تاکہ وہ غور وفکر کریں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اپنے حبیب مکرم حضور نبی کریم ﷺ کو اس کی تبین، وضاحت اور شرح کا منصب عطا فرمایا۔ اسی لیے قرآن مجید کے بعد حدیث مبارکہ شریعت اسلامیہ کا دوسرا ماخذ ومنبع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں علماء وفقہاء ومحدثین کے ایسے گروہ پیدا کیے، جنہوں نے قرآن مجید کی تفاسیر لکھیں، احادیث مبارکہ کی شرحیں لکھیں اور اجتہاد وقیاس سے کام لیتے ہوئے امت کیلئے راہنما اصول اور قواعد وضع کیے، جن کی روشنی میں قرآن وحدیث سے رہنمائی لینے میں امت مسلمہ جو کام لینا چاہتی ہے، اس کیلئے بڑے بڑے ذہنوں کو اس طرف متوجہ کر دیتی ہے، پھر انہیں ہستیوں کی بدولت بڑے بڑے علوم معرض وجود میں آتے ہیں اور علم تحقیق کی نئی راہیں کھلتی ہیں، انہیں پاکیزہ ہستیوں میں سے محدثین کرام کا گروہ ہے، جنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال اور آثار کو مدوّن کر کے احادیث مبارکہ کی بڑی بڑی کتب تصنیف کیں، حدیث مبارکہ کی ہزاروں کتب میں سے صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) کو علماء کرام نے سب سے فائق قرار دیا، اسی لیے شارحین حدیث نے ان کتب کی شروحات وتعلیقات پر خصوصی توجہ دی۔ کتب صحاح ستہ میں سے امام نسائی کی تصنیف، سنن نسائی (صغری) کو علماء کرام نے عمومی طور پر پانچویں درجہ پر ذکر کیا ہے۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم پر علماء کرام نے شرح وتعلیقات کی صورت میں بہت کام کیا ہے، اسی طرح سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی پر بھی تسلی بخش کام عربی واردو زبان میں ہوا ہے، لیکن اس لحاظ سے سب سے کم شرح وتعلیقات کا کام سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ پر ہوا ہے، سنن نسائی پر میری معلومات کی حد تک تحقیقی کام بہت کم ہوا ہے، خاص طور پر اردو زبان میں بہت ہی کم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے سنن نسائی صغری پر کام کرنے کیلئے والد گرامی شہید پاکستان علامہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید کے تلمیذ خاص اور ہمارے دوست ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان صاحب کو شرح لکھنے کی طرف متوجہ کیا، مفتی صاحب نے عرق ریزی اور جانفشانی کے ساتھ جدید وقدیم اسلوب تحقیق کو اپناتے ہوئے اس کی پہلی جلد مکمل کی ہے، جس کو دیکھ کر انتہائی خوشی محسوس ہوئی۔اس شرح میں مفتی صاحب نے احادیث کو آٹھ عنوانات (مطابقت، اطراف، تعارف رجال، حکم روایت، خصوصیات، سند، لغات، مسائل ونصائح، خلاصہ) کے تحت موضوع تحقیق بنایا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ آغاز میں مبسوط مقدمہ بھی تحریر کیا ہے جو کہ امام نسائی اور سنن نسائی کے مقام ومرتبہ کو واضح کرتا ہے۔اوران پر تحقیق کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے طفیل ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان کی اس سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس کتاب کو علماء محققین اور عوام کیلئے دائمی نفع مند بنائے، آمین بجاہ النبی الکریم۔

مولانا محمد راغب حسین نعیمی

(پرنسپل جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور)

تقریظ

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم امابعدفاعوذباللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

"الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی"

اے حبیب آج کے دن میں نے آپ کے لیے آپ کا دین مکمل کر دیا اور آپ پر اپنی نعمت کو تمام کر دیا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضور ﷺ کے ذریعہ سے اپنے دین کی تکمیل کرنے کے بعد حضور ﷺ کی ذات پر ہی سلسلۂ نبوت ورسالت کا بھی اختتامیہ اعلان فرمادیا۔

"ماکان محمد ابآ احد من رجالکم و لکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔"

گویا حضور ﷺ کے دین سے پہلے جتنے ادیان تھے منسوخ کر دیئے گئے، جتنی شریعتیں تھیں منسوخ کر دی گئیں، جتنی نبوتیں اور رسالتیں تھیں، سب کی وسعتوں کو سمیٹ لیا گیا، پہلے انبیاء کے لیے جو خاصیاتِ نبوت تھیں ساری نبوتِ مصطفی ﷺ میں جمع ہوگئیں اور نبوتِ مصطفی ﷺ کی وسعت کو کائنات پر محیط کر دیا گیا، وما ارسلنٰك الارحمة للعلمین اسی وسعت کی دلیل ہے۔

جب نبوت محمدی ﷺ کی وسعت کا اطلاق ہر فردِ تخلیق پر عائد ہو گیا تو وہ تمام آیات واحکامات بھی ہر اُس فرد پر نافذ ہوتے گئے جس کو اطاعتِ محمدی ﷺ کی رسی سے باندھا گیا اور پھر آپ کی ذاتِ ستودہ صفات کو اسوۂ حسنہ کی معراج قرار دیا گیا، آپ کی اتباع کو رضائے ایزدی کی تحصیل کی بنیاد ٹھہرا دیا گیا، ہدایت کی نہروں کو آپ کے دریائے رحمت ونبوت کے کنارے سے جوڑا گیا اور اعلان کر دیا گیا، وان تطیعوہ تھتدوا جس طرح اھدنا الصراط المستقیم کی صدائیں زمانۂ نبوی میں گونجتی تھیں، آج بھی اُن کی صدائے بازگشت نوائے امتِ مسلمہ کی صورت میں سنائی دیتی ہے۔

رضا وہدایت دونوں ہی حضور ﷺ کی اتباع اور آپ کے نمونۂ حیات کی تقلید کے ساتھ وابستہ ہیں۔ پس امکان ایقان تک جا پہنچتا ہے کہ قدسی طہارتوں سے معطر سیرتِ رسول ﷺ کے وہ نمونے اور زبانِ ماینطق عن الھویٰ سے ظہور میں آنے والے وہ مقدس احکام بھی قرآن کے ساتھ ساتھ باقی رہیں کہ جن سے زمانۂ رسول ﷺ میں تربیت پانے والے ہدایت کی راہوں پر گامزن رہے، تاکہ قیامت تک آنے والی نسلیں اراۃ الطریق سے گزر کر ایصال الی المطلوب کی منزلوں کی امین بن سکیں۔

اگر حدیثِ رسول کو قرآن سے الگ کر دیا جائے تو یہ انقطاع کبھی بھی ہدایت کا مبدأ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

یہی وجہ تھی کہ صاحبِ جوامع الکلم ﷺ کی احادیث کی اہمیت، حیثیت اور انفرادیت وامتیازیت امت کے عالی دماغوں اور

دوراندیش نظروں کے سامنے تھی، بخاری ومسلم وترمذی وسنن اور موطا مسانید اسی کے نتائج ہیں۔

علامہ طاہر بن صالح الجزائری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب توجیه النظر فی اصول الاثر میں حدیث کی تعریف کرنے والوں کے دو طبقات کا ذکر کیا ہے۔

ایک تو اصولیین ہیں جو حدیث کی یہ تعریف کرتے ہیں: اقوال رسول اللہ ﷺ و افعاله

چونکہ علمائے اصول فقہ کا مقصد حدیث سے استنباط احکام ہے اور ان کے نقطۂ نظر سے حدیث صرف وہ ہے جس سے کوئی حکم مستنبط ہوتا ہو۔

ان کے برخلاف دوسرا طبقہ محدثین کا ہے جو حدیث کی تعریف یہ کرتا ہے: اقوال رسول اللہ ﷺ وافعاله واحواله

اب یہ تعریف حضور ﷺ کے افعال غیر اختیاریہ کو بھی شامل ہوگئی جبکہ اصولیین کے نزدیک چونکہ ان سے کوئی حکم مستنبط نہیں ہوتا اس لیے ان کا حدیث کی تعریف سے خارج ہو جانا مضر نہیں۔

اس چیز کے پیش نظر محدثین نے کتب احادیث کی ابواب وفصول بندی بھی کی، موضوع در موضوع اور نوع در نوع فصلیں اور ابواب قائم کیے، انہی معتبر اور قابل اعتماد کتب احادیث میں ایک نام سنن نسائی کا ہے۔

سنن نسائی کے بارے میں خود امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

كتاب السنن كله صحيح وبعضه معلول الا انه لم يبين علته و المنتخب المسمى بالمجتبىٰ صحيح كله۔

کتاب سنن ساری کی ساری صحیح ہے اور بعض روایات میں علت پائی جاتی ہے مگر یہ کہ جن کی علت کو بیان نہیں کیا گیا، اور مجتبیٰ کی منتخب کتاب (یعنی سنن نسائی) تمام تر صحیح ہے مگر اس کے باوجود علامہ خولی کا قول "مفتاح السنه" میں یہ ملتا ہے کہ سنن نسائی کا درجہ بخاری ومسلم کے بعد ہے۔ اسی طرح دیگر کئی آئمہ حدیث کا یہی موقف ہے بہر حال اس درجہ بندی کی ایک وجہ تو بخاری ومسلم کا اپنا ایک الگ فنی تحکم ہے کہ جس نے اپنی صحت اور متن وسند کی انفرادیت کی الگ تہذیبی سطح کو منوایا اور دوسری وجہ صحیح احادیث کا کثرت سے بخاری ومسلم کی صحیحین میں آجانا ہے کہ جن کی وجہ سے سنن نسائی کی طرف توجہ کا عمل کم رہا۔

اس ضمن میں حاجی خلیفہ کی کشف الظنون کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیے جو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ہے:

انه صنف السنن الكبرىٰ فساله بعض الامراء عنه أ كله صحيح فقال: لا، قال: فاكتب لنا الصحيح مجرداً فلخص السنن الصغيرة منها وترك كل حديث اورده فى الكبيرة مما تكلم فى اسناده بالتعليل و سماه المجتبىٰ

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ جب اپنی کتاب سنن کبریٰ کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو وہاں کے امیر نے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے استفسار کیا کہ کیا اس کتاب میں مذکور احادیث سب صحیح ہیں تو امام موصوف نے فرمایا: نہیں اس پر امیر نے کہا کہ ہمارے لیے تو صرف صحیح احادیث لکھ کر جمع کر دیجیے۔ تو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن کبریٰ کی تلخیص کر لی، جسے سنن صغریٰ کہا اور سنن کبریٰ کی وہ احادیث چھوڑ دیں جس کی اسناد کے متعلق کوئی تعلیل کی بات کی گئی اور اس تلخیص کا نام ''المجتبیٰ'' رکھا۔

اس واقعہ سے تو ایک طرف امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ احتیاط مفقود نظر آتی ہے جو بخاری و مسلم میں بدرجہ اتم موجود ہے مگر اس کے باوجود امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی احتیاط کے متعلق علامہ مقدسی کہتے ہیں کہ امام ابوالقاسم سعد بن علی زنجانی رحمۃ اللہ علیہ سے مکہ مکرمہ میں میں نے ایک راوی کا حال دریافت کیا تو انہوں نے اس کی توثیق کی۔ میں نے عرض کیا کہ امام عبدالرحمن نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تضعیف کی ہے اس پر امام ابوالقاسم نے کہا:

یا بنّی ان لابی عبدالرحمن فی الرجال شرطا اشد من شرطا البخاری و مسلم

بیٹا رجال کے بارے میں ابوعبدالرحمن نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی شرط امام بخاری و مسلم کی شرط سے زیادہ سخت ہے۔

تاہم یہ بات متفق علیہ ہے کہ سنن نسائی کا درجہ بخاری و مسلم کے بعد ہی ہے، درجہ بندی کی یہی وجہ تھی کہ شارحین حدیث نے سنن نسائی کی طرف وہ توجہ نہ دی جو بخاری و مسلم اور ترمذی کے حصے میں آئی۔

بہر حال علمی دنیا میں یہ ایک المیہ رہا اور آج تک سننِ نسائی شناسانِ حدیث سے توجہ کی طالب رہی۔ بالآخر عزیزم مفتی محمد کریم خان صاحب کو خداوندِ کریم نے لحاظِ امر کی تقسیم کا حصہ عنایت کیا اور حسن توفیق سے ان کے وجود میں خدمتِ حدیث کی تحریک پیدا کی کہ انہوں نے ''**فیوض الزامی فی شرح سنن نسائی**'' لکھ کر مصروف حال قلموں سے یہ بوجھ اتار دیا۔

میں امید کرتا ہوں کہ اہل علم اور حدیث سے ذوق رکھنے والے افراد کے ہاں اس شرح کو خاص مقام دیا جائے گا اور اس سے استفادہ کاری کا ایک الگ ماحول معرضِ وجود میں آئے گا۔ انوکھے اور اچھوتے طرزِ استدلال اور تخریج مسائل و احکامات کی حامل اس کتاب کا میں تہہ دل سے خیر مقدم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ عزیزم مفتی محمد کریم خان کو ادبِ حدیث کی خدمت میں یونہی سرگرمِ عمل رکھے۔ آمین!

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

ڈین فیکلٹی آف علومِ اسلامیہ وشرقیہ

جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

۲۲ شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ / ۱۰ جون ۲۰۱۵ء

تقریظ

(ڈاکٹر مفتی) محمد حسیب قادری

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

امت مسلمہ کے دین کا سرمایہ اوران کی شریعت کی کل متاع حضور ﷺ کا نمونہ حیات ہے۔ قرآن مجید برہان رشید کے ساتھ ساتھ حضور ختمی المرتبت، سید المرسلین، خاتم النبیین، سید الاولین والآخرین کی سنت مبارکہ قیامت تک آنے والی مسلم امت کے لیے ہدایت و رہنمائی کا سرچشمہ ہے، صاحب قرآن محبوب خلاق عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد عالی ہے:

عن ابی هريرة رضی الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی الله عليه وسلم قَالَ تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر انہیں تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے یعنی اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت۔

زمانہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے امت مسلمہ نے ہدایت کے ان دونوں ذرائع کو محفوظ رکھنے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کیں بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے کریم آقا و مولیٰ جناب رسول مکرم ﷺ کی کتاب زندگی کے ایک ایک ورق کو حفظ کیا۔ خلوت وجلوت، سفر وحضر اور نجی زندگی کے حالات سے لے کر آپ کی حیات مبارکہ کے جملہ معاملات یہاں تک کہ حیات طیبہ کے کسی پہلو اور واقعہ کو محفوظ کیے بغیر نہیں چھوڑا، صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کے بعد تابعین اور ان کے اتباع نے حفظ اور کتابت کے اس عمل کو جاری رکھا، یہاں تک کہ دوسری صدی ہجری کے بعد باقاعدہ حدیث کی تدوین شروع ہوئی اور ابواب وکتب کی ترتیب سے حدیث کی کتابیں مدون ہوئیں جن کو محدثین نے کتب حدیث کی صحت، شہرت اور مقبولیت کے اعتبار سے چار طبقوں میں تقسیم کیا ہے:

طبقہ اولیٰ میں وہ کتب حدیث تھیں جن کی صحت، شہرت اور مقبولیت سب سے زیادہ ہے جیسے صحیح بخاری، صحیح مسلم اور موطا امام مالک جبکہ طبقہ ثانیہ میں وہ کتب حدیث آتی ہیں جو صحت، شہرت اور مقبولیت میں پہلے طبقہ کے قریب ہیں اس طبقہ کی اکثر کتب میں اکثر احادیث صحیح اور حسن ہیں جیسے جامع ترمذی، سنن ابی داؤد اور سنن نسائی۔ طبقہ ثانیہ کی اہم کتب میں ایک کتاب المجتبیٰ المعروف سنن نسائی ہے جو کہ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن علی بن بحر بن سنان بن دینار نسائی کی تصنیف ہے۔ جو کہ ائمہ احادیث میں ایک منفرد اور نمایاں مقام کے حامل ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ امام نسائی نقد رجال میں انتہائی محتاط، معتمد اور اپنے تمام معاصرین پر مقدم تھے۔ فن رجال کے ماہرین کی ایک جماعت نے امام نسائی کو امام مسلم، امام ابوبکر بن خزیمہ پر بھی ترجیح دی ہے۔ امام ذہبی نے لکھا ہے کہ امام نسائی حدیث، علل حدیث اور علوم اسماء الرجال میں مسلم، ترمذی اور ابوداؤد سے زیادہ ماہر ہیں۔ امام نسائی کی سنن کتب صحاح ستہ میں اہم حیثیت کی حامل ہے۔ بعض ائمہ حدیث نے بیان کیا ہے کہ سنن نسائی امام بخاری اور امام مسلم دونوں کے طریقوں کی جامع ہے۔ جبکہ بیان علل میں ان سے منفرد اور ممتاز ہے۔ کتب صحاح

ستہ میں عموماً صحیحین (بخاری ومسلم) کی فوقیت کی وجہ سے کثیر شروحات لکھی گئی ہیں۔جبکہ سنن نسائی پر صرف عربی زبان میں بھی محدود کام ہوا ہے۔جن میں چند شروحات اور زیادہ تر تعلیقات اور حواشی ہیں۔اردو زبان میں بھی سنن نسائی پر ہونے والا زیادہ تر تحریری کام تراجم اور مختصر حواشی کی صورت میں ہے۔عصر حاضر میں اس امر کی شدید ضرورت تھی کہ اردو زبان میں سنن نسائی کی مفصل شرح لکھی جائے تاکہ امت مسلمہ کی اردو خوان اکثریت اس عظیم ذخیرہ حدیث سے زیادہ استفادہ کر سکے۔

یہ عظیم سعادت اللہ رب العزت نے ہمارے محترم دوست حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان صاحب کو عطاء فرمائی اور اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصدق سے توفیق بخشی جنہوں نے اس عظیم کام کے لیے ہمت باندھی اور سنن نسائی کی اردو زبان میں شرح ''فیوض الزاھی فی شرح سنن النسائی'' کے نام سے تحریر کرنی شروع کی جس کی بحمد اللہ پہلی جلد طباعت کے مرحلے سے گزر کر منظر عام پر آ رہی ہے۔

مفتی صاحب علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ علوم عصریہ میں بھی ماہر ہیں اور جدید وقدیم علوم یں مہارت رکھتے ہیں۔کئی مضامین میں ایم اے اور اسلامیات میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگری کے حامل مصنف محقق ہیں۔

فیوض الزاھی کی جلد اول میں مفتی صاحب نے چار سو سے زائد صفحات پر مشتمل مقدمہ تحریر کیا ہے جس میں شرح لکھنے کی غرض وغایت،ضرورت،اسلوبِ تحریر،مسائل کے استنباط کا طریقہ کار بیان کیا ہے۔علاوہ ازیں امام نسائی کے حالاتِ زندگی،سنن نسائی کا تعارف اور کتب حدیث میں اس کا مقام اور امتیازات پر تفصیلی گفتگو کی ہے مقدمہ میں نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریعی اختیارات اور اسلام میں حدیث کا مقام بھی تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ کتاب المناقب کے عنوان سے بیاسی (۸۲) صحابہ وصحابیات کے فضائل ومناقب پر مشتمل (۱۲۸۸) احادیث ترجمہ وتخریج کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔اسی طرح مولائے اہل ایمان حضرت سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے فضائل اور دیگر اہل بیت کے فضائل ومحاسن پر مشتمل امام نسائی کی کتاب الخصائص کا ترجمہ وتخریج بھی مقدمہ کا حصہ ہے۔مقدمہ کے آخر میں کتاب الفضائل کے عنوان سے شارح نے خال المسلمین حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب پر مشتمل احادیث واقوال صحابہ وتابعین اور اقوال علماء سلف وخلف پر مشتمل اپنی تالیف میں شامل کیا ہے،جبکہ جلد اول میں سنن نسائی کی کتب الطہارۃ کے پہلے تراسی (۸۳) ابواب اور ایک سو (۱۰۰) احادیث کی شرح کی گئی ہے۔

ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان صاحب زید مجدہ کی یہ تالیف عصر حاضر کے تحقیقی اصولوں اور تقاضوں سے اہم آہنگ ایک علمی وتحقیقی عمدہ کوشش کی ہے۔شرح میں احادیث نبویہ کے عام فہم بامحاورہ ترجمہ کے ساتھ باب کی سابقہ ابواب سے مناسبت اور مطابقت اور سند حدیث میں مذکور رواۃ حدیث کا تعارف ان کے طبقات کو بیان کیا گیا ہے۔اسی طرح حدیث کا حکم یعنی اس کی فنی حیثیت سند کی خصوصیات حدیث سے مستنبط مسائل ومعارف کا تحقیق وتخریج کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

مندرجہ بالا تمام خصوصیات کسی تصنیف کے عمدہ ہونے اور مصنف کے علم حدیث میں ماہر اور ثقہ ہونے کی علامات ہیں۔

الغرض اردو زبان میں ڈاکٹر صاحب کا علم حدیث میں یہ کام ایک لائق اتباع اضافہ ہے جو کہ علم حدیث کے علماء،طلباء سمیت ہر مسلمان کے لیے کسی قیمتی اثاثہ سے کم نہیں۔

خالق ارض وسماوات کی عالی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان صاحب کو اس شرح کی صحت وعافیت، بے پناہ برکات کے ساتھ تکمیل کی توفیق رفیق عطاء فرمائے۔ اس کتاب کو ائمہ احادیث کی کتب کی طرح شرف قبولیت بخشے اور تمام اہل علم، طلبہ اور عامۃ الناس کے لیے نفع بخش بنائے۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین۔

یک ذرہ غبار خاک راہ طیبہ خادم العلم والعلماء

(ڈاکٹر مفتی) محمد حسیب قادری غفرلہ

خطیب: جامعہ نعیمیہ، گڑھی شاہو لاہور

خادم الفقہ والحدیث جامعہ المرکز الاسلامی، شاد باغ، لاہور

خطبة الکتاب وتقدیم

خطبة الکتاب

الحمد لله رب العالمین، الذی جعلنا من المسلمین، ووصفنا بخیر امة من الامم الماضین، وانعم علینا بتنزیل القرآن الکریم، وهدانا به الی الصراط المستقیم، والصلوٰة والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین، الذی شرح الفرقان باحادیثه وبیانه القویم، وکشف عن اسراره وغوامضه لهدایة الناس اجمعین، وانقذنابحسن سیرته من الظلمات والضلال المبین، وعلی اله الطیبین واصحابه الطاهرین الذین قامو اباشاعة الدین المتین مع کمال الخلوص والجهد العظیم، وعلی ازواجه الطاهرات امهات المومنین، وعلی جمیع الائمة التابعین من المفسرین والمحدثین المخلصین الکاملین الی یوم الدین۔

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریك له واشهد ان سید نا ومولانا محمد اعبده ورسوله اعوذ بالله من شرورنفسی ومن سیئات اعمالی، من یهده الله فلا مضل له ومن یضلل فلاهادی له اللهم ارنی الحق حقاًوارزقنی اتباعه اللهم ارنی الباطل باطلاً وارزقنی اجتنابه اللهم اجعلنی فی تصنیف هذاالکتاب علی صراط مستقیم، واجعله موافقاً باسمه واحفظه من شرور الاشرار والحاسدین، اللهم اجعله خالصالوجهك الکریم، ومقبولاً عندك وعندرسولك الرؤف الرحیم، واجعله شائعاً ومستفیضاً ومفیضاًمرغوباً فی اطراف العالمین الی یوم الدین، واجعله لی والجمیع من انتسب الی من المسلمین صدقة جاریة الی یوم القیامة وارزقنی زیارة النبی الکریم ﷺ فی الدنیا وشفاعته فی الاخرة واحینی علی الاسلام بالسلامة وامتنی علی الایمان بالکرامة اللهم انت ربی لااله الاانت خلقتنی وانا عبدك وانا علی عهدك ووعدك مااستطعت اعوذبك من شرماصنعت ابوء لك بنعمتك علی وابوء لك بذنبی، فاغفرلی فانه لا یغفرالذنوب الا انت، رب اوزعنی ان اشکرنعمتك التی انعمت علی وعلی والذی وان اعمل صالحاًترضٰه آمین یارب العالمین بجاه سید المرسلین ﷺ۔

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین ﷻ کے لئے مخصوص ہیں، جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا، قرآن مجید نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں ﷺ پر درود و سلام ہو، جو سفید رو اور سفید ہاتھ پاؤں والوں کے قائد ہیں، جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی، اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لئے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا، اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ ﷺ کے بعد، آپ ﷺ کی اولاد پاک اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر رحمتوں کا نزول ہو، جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے، اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر رحمتوں کا نزول ہو، جو مسلمانوں کی مائیں ہیں، اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور باکمال آئمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ﷻ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ تعالیٰ ﷻ کے بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ﷻ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے، اس کو کوئی راہ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ تعالیٰ ﷻ! مجھ پر حق واضح فرما، اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ تعالیٰ ﷻ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراط مستقیم پر گامزن فرما، اور اس شرح کو اسم بہ مسمیٰ کر دے، اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ تعالیٰ ﷻ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے، اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے، اور صبح قیامت تک اس کو اکناف عالم میں مشہور و مقبول، مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنا دے، اس کو میرے لئے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لئے قیامت تک صدقہ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت اور قیامت میں آپ ﷺ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ تعالیٰ ﷻ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں، اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں، ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما، کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں، ان پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما، اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے، جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ **آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ** (ماخوذ نعمۃ الباری)

تقدیم

الحمد لله رب العالمین ،والعاقبة للمتقین، والصلوٰة والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین، وعلی اله واصحابه واولیاء ملته وعلماء اهل سنته اجمعین ، اما بعد :

اللہ تبارک وتعالیٰ ﷻ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے ہمیں مسلمان گھرانے میں پیدا کیا ،مسلمان بنایا،اپنے پیارے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اُمت میں پیدا فرمایا اور اسلام جیسی عظیم نعمت سے نوازا۔ بے شمار درود وسلام ہو،اس کے محبوب مکرم رسول معظم ﷺ پر، جنہوں نے اپنی ساری زندگی ہم جیسے گناہگاروں کی بخشش کیلئے دعائیں کرتے گذاری اور جب بھی کوئی اہم موقع آیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایات ونوازشات ہونے لگیں تو اس غمخوار اور سراپا رحمت ہستی نے یہ دعا ضرور کی: یا اللہ! میری اُمت کو بخش دے۔

حضور رحمت عالم ﷺ نے اپنی تمام عمر اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اپنے اُمتیوں کی ہدایت وراہنمائی فرماتے ہوئی گذاری اور جب اس دنیا سے وصال فرمایا،تو بھی امت کو ہدایت وراہنمائی کے دو سرچشمے عطا فرمائے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

"تر کت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما :کتاب الله وسنة نبيه" (۱) میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک تم ان دونوں کو تھامے رکھو گے، گمراہ نہ ہو گے (وہ دو چیزیں ہیں) اللہ کی کتاب اور سنتِ نبی ﷺ یعنی حدیث۔

قرآن اور حدیث دو ایسے مجموعے ہیں جن سے مسلمانوں کو اپنی تعلیمی ،معاشرتی ،سیاسی ،معاشی ،مذہبی غرضیکہ زندگی کے ہر پہلو کے متعلق ہر طرح کی معلومات ملتی ہیں۔قرآن اور حدیث کئی طریقوں سے ہمیں ہدایات اور راہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

ا۔سنن نسائی (صغریٰ) پر کام کی ضرورت:

اللہ تعالیٰ ﷻ کروڑوں رحمتیں اور برکتیں محدثین کرام پر نازل فرمائے ،جنہوں نے ہر دور میں احادیث نبوی ﷺ کے مختلف پہلوؤں پر قرونِ اولیٰ سے عصر حاضر تک کام کیا،اس موضوع پر ہزاروں کتب ،لاکھوں صفحات تحریر کئے ،محدثین کرام نے متنِ حدیث کی خدمت کے ساتھ ساتھ شروح پر بھی بسط وفرخ سے کام کیا،اب تک ہزاروں کی تعداد میں شروحات کتب حدیث لکھی جا چکی ہیں،سب سے زیادہ شروحات کتب صحاح ستہ کی لکھی گئی ہیں،ان میں سے بھی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی پر شروحات زیادہ لکھی گئی ہیں،صحاح ستہ میں سے سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ پر ہر جہت سے تحریری کام بہت کم ہوا ہے،ان دونوں کتب پر عربی زبان میں کچھ کام ہوا ہے،لیکن اردو زبان میں چند تراجم اور تعلیقات ومختصر حاشیہ جات کے علاوہ (ان کا ذکر آگے آرہا ہے) کوئی جامع کام نہیں ہوا،اس لئے سنن نسائی (صغریٰ) اور سنن ابن ماجہ پر عصر حاضر میں تحقیق وشرح کی ضرورت ہے،راقم ان دونوں کتب پر کافی عرصہ سے کام کرنے کا ارادہ رکھتا تھا،اس لئے ۲۰۱۲ء میں پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ کے مقالہ کی تکمیل کے بعد اس شرح پر لکھنے کا ارادہ کیا،اور اللہ تعالیٰ ﷻ سے خصوصی کرم کا طلب گار رہا۔اس کام کی ابتداء سنن نسائی پر شرح لکھنے سے کی ہے۔راقم اس شرح کا نام "فیوض الرامی فی شرح سنن النسائی" تجویز کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ ﷻ اس سعی کو قبول فرمائے اور اس شرح کو مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۱۔ i۔موطا مالک:۱۵۹۴ ii۔ مستدرک حاکم:۳۱۹

۲۔اسلوب تحریر:

شرح سنن نسائی کو تحریر کرنے کا اسلوب درج ذیل ہے:

ا۔ترجمہ:

کتاب، ابواب اور احادیث طیبات کا اردو زبان میں عام فہم اور آسان ترجمہ کیا گیا ہے، کہ عبارات کو عربی سے اردو قالب میں ڈھالتے ہوئے معنٰی مرادی پر دلالت ہو۔

۲۔مناسبت:

ہر باب کے شروع میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ باب میں کن مسائل کو بیان کیا گیا ہے، اور اس باب کی سابقہ باب کے ساتھ مناسبت کیا ہے۔

۳۔اطراف:

اس عنوان کے تحت ہر حدیث کی دوسری کتب احادیث او زدیگر سے تخریج کی گئی ہے۔

۴۔مطابقت:

اس عنوان کے تحت حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت کو واضح کیا گیا ہے۔

۵۔تعارف رجال:

اس عنوان کے تحت ہر حدیث کی سند کے راویوں کے اختصار کے ساتھ حالات اور ان کے مقام ومرتبہ کے بارے میں لکھا گیا ہے، البتہ صحابہ کرام کے حالات کو تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح اس بحث میں راویوں کے طبقہ کی نشاندہی کی گئی ہے، اور اس نشاندہی میں علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر کردہ طبقات پر اعتماد کیا گیا ہے، جو کہ مندرجہ ذیل ہے:

۷۔راویوں کے طبقات:

اصحاب جرح وتعدیل نے راویوں کے طبقات مختلف بیان کیے ہوئے ہیں، لیکن اس شرح میں جہاں بھی طبقات کا ذکر ہوگا، اس سے مراد وہ طبقات ہیں، جو علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف تقریب التھذیب کے مقدمہ میں ذکر کیے ہیں، انہوں نے راویوں کے بارہ طبقات لکھے ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں:

پہلا طبقہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔

دوسرا طبقہ: کبار تابعین جیسے ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ۔

تیسرا طبقہ: تابعین کا طبقہ وسطی جیسے امام حسن وابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ۔

چوتھا طبقہ: وہ طبقہ جو کبار تابعین سے روایت کرتا ہے جیسے امام زہری وقتادہ رحمۃ اللہ علیہ۔

پانچواں طبقہ: تابعین کا طبقہ صغار، جنہوں نے ایک یا دو صحابہ کی زیارت کی لیکن ان کا صحابہ رضی اللہ عنہم سے سماع ثابت نہیں جیسے امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ۔

چھٹا طبقہ: تابعین کے طبقہ صغار کے معاصرین، جن کی ملاقات صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہو۔ جیسے امام ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ۔

ساتواں طبقہ: کبار تبع تابعین جیسے امام مالک وسفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ۔

آٹھواں طبقہ: تبع تابعین کا طبقہ وسطی جیسے ابن عیینۃ وابن علیۃ رحمۃ اللہ علیہ

نواں طبقہ: تبع تابعین کا طبقہ صغار جیسے یزید بن ہارون، امام شافعی، ابوداؤد طیالسی اور امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ۔

دسواں طبقہ: ایسے کبار محدثین جو تبع تابعین سے روایات نقل کرتے ہیں اور ان کی ملاقات تابعین سے نہ ہوئی ہو جیسے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ۔

گیارہواں طبقہ: تبع تابعین سے روایت کرنے والے محدثین وسطی جیسے امام ذہلی وامام بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔

بارہواں طبقہ: تبع تابعین سے روایت کرنے والے محدثین صغار جیسے امام ترمذی۔(۱)

(۱۔تقریب التھذیب، مقدمہ، ص ۲۸)

۶۔حکم روات:

اس عنوان کے تحت حدیث کی فنی حیثیت واضح کی گئی ہے۔

۷۔خصوصیات سند:

اس عنوان کے تحت سند میں موجود راویوں کے حوالے سے نادر ابحاث اور نکات کو اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ رواۃ کے علاقہ جات، الفاظ اداء روایت اور دیگر ابحاث کو ذکر کیا گیا ہے۔

۸۔لغات:

اس عنوان کے تحت مشکل الفاظ حدیث کے معانی اور مرادی معانی کو بیان کیا گیا ہے۔

۹۔مسائل ونصائح:

اس عنوان کے تحت مذکورہ حدیث کے ضمن میں آئمہ سلف وخلف اور علماء کے مستنبط شدہ معارف ومسائل کو بیان کیا گیا ہے۔

۱۰۔خلاصہ:

اس عنوان کے تحت چار ابحاث کو ذکر کیا گیا ہے:

۱۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے مستنبط شدہ مسائل کا بیان۔ ۲۔آئمہ سلف وخلف کے اقوال وابحاث میں سے ترجیحی قول کا بیان۔

۳۔حدیث مبارکہ سے براہ راست مستنبط شدہ مسائل کا بیان۔ ۴۔حدیث مبارکہ سے عصر حاضر میں رہنمائی کی صورتیں۔

۱۱۔راجع:

اس سے مراد شرح میں پہلے گذری ہوئی احادیث کی طرف اشارہ ہے، مثلاً ''راجع:۱۱'' سے مراد ہے کہ یہ بحث حدیث نمبر گیارہ پر گذر چکی ہے۔

۱۲۔تقدم:

اس سے مراد ہے کہ یہ حدیث مبارکہ یا بحث آگے آرہی ہے، مثلاً ''تقدم:۹۲'' سے مراد ہے کہ یہ حدیث مبارکہ یا بحث آگے حدیث نمبر بانوے کے ضمن میں آرہی ہے۔

۳۔مسائل کے استنباط کا طریقہ کار:

احادیث سے مختلف پہلوؤں پر استنباط کے لیے درج ذیل طریقہ کار سے بحث کی گئی ہے:

☆ استنباط مسائل کے لیے کتب احادیث کی عربی، اردو، فارسی اور انگریزی کتب شروحات سے استفادہ کیا گیا ہے۔

☆ قرآنِ مجید کی آیات اور کتب تفاسیر سے مسائل کی وضاحت کی گئی ہے۔

☆ مشکل الفاظ ومقامات کی وضاحت کے لیے بنیادی کتب لغات سے استفادہ کیا گیا ہے۔

☆ فقہی مسائل سے متعلق مواد کو کتب فقہ سے لیا گیا ہے۔

☆ کلام وعقائد سے متعلق مسائل کے لیے کتب کلامیہ وعقائد سے رہنمائی حاصل کی گئی ہے۔

☆ دیگر فنون کی ابحاث کے لیے متعلقہ فنون کی بنیادی کتب کا مطالعہ کیا گیا ہے۔

☆ تعلیم، معاشرت، سیاست اور معیشت سے متعلق عصر حاضر کے لٹریچر سے استفادہ کیا گیا ہے۔

☆ متعلقہ امور کے ماہرین اور شعبہ علوم اسلامیہ کے اساتذہ کرام سے راہنمائی لی گئی ہے۔

☆ موضوع سے متعلق مضامین، جو مختلف جرائد میں چھپے ہیں، ان سے استفادہ کیا گیا ہے۔

☆ دائرہ ہائے اور انسائیکلو پیڈیاز سے استفادہ کیا گیا ہے۔

☆ موضوع سے متعلق مباحثوں، کانفرنسوں اور لیکچروں سے شرح لکھنے میں رہنمائی لی گئی ہے۔

☆ شرح میں زیادہ علماء اسلام کے متفقہ مسائل پر اعتماد کیا گیا ہے۔

☆ اختلافی مسائل پر علماء اہل سنت کے مؤقف کو ترجیح دی گئی ہے۔

☆ آئمہ اربعہ کے مابین فقہی اختلافی مسائل پر اکثر اوقات علماء احناف کے مؤقف کو ترجیح دی گئی ہے۔

☆ شرح میں جدید وقدیم شروحات عربی، فارسی، اردو اور انگریزی سے استفادہ کیا گیا ہے، البتہ زیادہ تر مواد عصر حاضر کے علماء کی تحریروں سے لیا گیا ہے۔

☆ شرح میں تمام مکتبہ ہائے فکر کی کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

☆ عصر حاضر کے مسائل پر عصری علماء کی آراء کو سامنے رکھتے امت مسلمہ کے لئے آسانی پیدا کرنے والے مؤقف کو ترجیح دی گئی ہے۔

۴۔تحقیق کا طریقہ کار:

شرح سنن نسائی میں طریقہ تحقیق بیانیہ اور تجزیاتی اپنایا گیا ہے، اور زیادہ تر مواد لائبریری تحقیق کے اسلوب میں جمع کیا گیا ہے۔

۵۔شرح سنن نسائی (جلد اول) کی ابحاث:

یہ جلد درج ذیل ابحاث پر مشتمل ہے:

ا۔مقدمہ:

کتاب کے شروع میں مقدمہ لکھا گیا ہے، جس میں شرح لکھنے کی غرض وغایت، ضرورت، اسلوب تحریر، مسائل کے استنباط کا طریقہ کار،

منہج ابحاث اور تحقیق کے طریقہ کار کو بیان کیا گیا ہے۔

۲۔فہرست:

اس میں پوری جلد میں آنے والی ابحاث کو عنوانات کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

۳۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ: احوال وآثار:

اس عنوان کے تحت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے مکمل حالات زندگی کو بیان کیا گیا ہے۔

۴۔سنن نسائی (صغریٰ):

اس عنوان کے تحت سنن نسائی (صغریٰ) کے حوالے سے مختلف زاویوں سے بحث کی گئی ہے، اور سنن نسائی کے مقام ومرتبہ کو بیان کیا گیا ہے۔

۵۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریعی اختیارات:

اس عنوان کے تحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریعی اختیارات کو قرآن وسنت اور آئمہ اسلام کی آراء کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

۶۔اسلام میں حدیث کا مقام:

اس بحث میں حدیث کے مقام وحیثیت کو بیان کیا گیا ہے۔

۷۔کتاب المناقب:

خلفائے راشدین اور دیگر بیاسی (۸۲) صحابہ وصحابیات کے فضائل ومناقب پر مشتمل دوسواٹھاسی (۲۸۸) احادیث پر مشتمل کتاب کا ترجمہ وتخریج ہے، جو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔

۸۔کتاب الخصائص:

یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور دیگر اہل بیت کے فضائل ومحاسن پر مشتمل تین سوا کانوے (۳۹۱) احادیث پر مشتمل امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف کا ترجمہ وتخریج ہے۔

۹۔کتاب الفضائل:

یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب پر مشتمل احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم، اقوال صحابہ وتابعین اور علماء سلف وخلف پر مشتمل راقم کی تالیف ہے۔اس میں کل دوسوتنتالیس (۲۴۳) احادیث مبارکہ، اقوال وآثار صحابہ وتابعین کو جمع کیا گیا ہے۔

۱۰۔شرح سنن نسائی میں احادیث کی تعداد:

جلد اول میں کتاب الطہارۃ کے پہلے تراسی (۸۳) ابواب کی شرح کی گئی ہے، اور یہ ابواب سو (۱۰۰) احادیث پر مشتمل ہیں۔

۱۱۔احادیث کا جدول:

جلد اول میں جن سو احادیث کی شرح کی گئی ہے، ان کا جدول باعتبار رباعیات، خماسیات، سداسیات، سباعیات اور ثمانیات درج ذیل ہے:

(جدول احادیث) جلداول

رباعیات	خماسیات	سداسیات	سباعیات	ثمانیات
۶، ۱۴، ۱۹، ۳۵،	۱،۲،۳،۵،۷،۱۱،۱۲،۱۳،۱۵،	۴،۸،۹،۱۰،۲۰،۲۲،۲۳،۲۵،	۳۸،۴۲،۴۹،۵۶،۶۵،	۹۵
۵۳، ۵۴، ۵۵، ۷۶	۱۶،۱۷،۱۸،۲۱،۲۴،۲۹،۳۰،	۲۶،۲۷،۲۸،۳۱،۳۳،۳۶،	۷۵،۷۷،۷۹،۸۴،۸۵	
	۳۲،۳۴،۴۳،۴۵،۴۶،۵۱،	۳۷،۳۹،۴۰،۴۱،۴۴،۴۷،		
	۵۷،۵۸،۶۰،۶۱،۶۳،۶۶،	۴۸،۵۰،۵۲،۵۹،۶۲،۶۴،		
	۶۹،۷۱،۷۲،۷۳،۷۸،۸۱	۶۷،۶۸،۷۰،۷۴،۷۵،		
	۸۶،۸۷،۸۸،۸۹،۹۲،۹۶،	۸۰،۸۲،۸۳،۸۶،۸۷،		
	۹۸،۹۹	۸۸،۹۰،۹۱،۹۳،۹۴،۹۷،		
		۱۰۰		

کل تعداد: اس طرح کل تعداد درج ذیل ہے:

رباعیات: ۸ خماسیات: ۴۲ سداسیات: ۴۳ سباعیات: ۱۰ ثمانیات: ۱

نوٹ: حدیث نمبر ۸۶، ۸۷، ۸۸ بیک وقت خماسیات اور سداسیات ہیں، اسی طرح حدیث نمبر ۷۵ سداسیات اور سباعیات ہے۔

۱۲۔اشاریہ: شرح کے آخر میں قرآنی آیات اور احادیث طیبات کو ہجائی ترتیب پر ذکر کیا گیا ہے۔

۱۳۔مصادر ومراجع: آخر میں فہرست مصادر ومراجع ذکر کی گئی ہے۔

میں اس شرح کے تحریر کرنے میں رہنمائی پر اپنے تمام اساتذہ کرام کا شکریہ ادا کرتا ہوں، خاص طور پر اپنے شفیق ومہربان استاد گرامی مفتی محمد عبد العلیم سیالوی صاحب (شیخ الحدیث والفقہ، جامعہ نعیمیہ، لاہور)، پروفیسر ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس صاحب، ڈاکٹر علامہ راغب حسین نعیمی صاحب اور پروفیسر راؤ ارتضٰی اشرفی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، کہ جن کی خصوصی تربیت وشفقت اور توجہ نے مجھے علمی، فکری، ذہنی اور قلبی جلاء بخشی اور قدم قدم پر میری رہنمائی فرمائی۔

میں اپنے تمام مخلص دوستوں اور خاص طور پر پروفیسر محمد عمران بھٹہ، محمد جاوید اقبال سنگھیڑا، مفتی محمد حسیب قادری، مفتی محمد عمران حنفی، مفتی انتخاب احمد نوری، ڈاکٹر محمد عمران انور نظامی، مفتی محبوب احمد شرقپوری، علامہ مشتاق احمد نوری، قاری میاں خان، علامہ مختار احمد ندیم، میاں طاہر یٰسین، ڈاکٹر عقیل احمد، کلیم اختر قیصرانی، علامہ برکات احمد صدیقی، محمد حماد انور، حافظ حق نواز، قاری محمد ریاض، رانا محمد عظیم ایڈووکیٹ، حافظ محمد رمضان، خواجہ محمد سکندر، حاجی شیخ سعید احمد، میاں جنید احمد جوزی، ملک محمد فیاض، چودھری نوید احمد صاحب کا ممنون ہوں، جنہوں نے اس شرح کے تحریر کرنے میں مخلصانہ تعاون کیا۔اسی طرح میں نہایت شکرگزار ہوں جناب علامہ محمد طاہر صاحب، محمد مظہر صاحب اور مولانا محمد علی کا کہ جنہوں نے شرح کی تصحیح

وترتیب میں انتہائی اخلاص کے ساتھ تعاون فرمایا۔خاص طور پر علامہ محمد طاہر صاحب (مدرس: المرکز الاسلامی، شاد باغ، لاہور) کا کہ اس نوجوان عالم نے عرق ریزی کے ساتھ اس شرح پر نظر ثانی کی اور بہت سارے مفید مشورے دیئے، اللہ تعالیٰ ﷻ اس نوجوان عالم کو دین ودنیا کی سعادتیں عطا فرمائے۔ میں اس شرح کی چھپوائی کے لئے چودھری غلام رسول اور چودھری جواد رسول رمالک پروگریسو بکس، اردو بازار لاہور) کا خصوصی طور پر شکر گزار ہوں، جنہوں نے پرنٹنگ کے لئے اس کا مالی بوجھ برداشت کیا، اللہ تعالیٰ ان دونوں کو دنیا وآخرت کی بھلائیاں عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ﷻ سے دعا ہے کہ وہ اس سعی کو قبول فرمائے اور اس کا نفع اہل دنیا کے لیے دائمی بنائے اور ہماری خطاؤں سے درگذر فرمائے۔آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سید نا ومولنا محمد وآله واصحابه اجمعین وبارك وسلم

ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان عفی عنہ

۸محرم الحرام ۱۴۳۵ھ، ۷ نومبر ۲۰۱۴ء

جامعہ علمیہ، اچھرہ، لاہور

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ۔۔۔ احوال و آثار

تیسری صدی ہجری میں جن علماء راسخین اور محدثین کرام نے علوم دینیہ کے لئے بالعموم اور علوم حدیث کے لئے بالخصوص اپنی زندگیاں وقف کیں اور اپنی صلاحیتوں کو حدیث کے علوم وفنون کی تدوین، تنقیح، توضیح، تشریح اور توسیع کے لئے بروئے کار لائے اور اس فن میں امامت کے درجہ پر فائز ہوئے، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ انہی عظیم ہستیوں میں سے ایک ہیں۔ آپ کا شمار فن حدیث کے آئمہ کبار میں ہوتا ہے۔ آپ آئمہ حدیث صحاح ستہ میں سے ہیں، اور آپ کی تصنیف ''السنن المجتبیٰ'' حدیث کی مشہور کتاب ہے، اور اس کا شمار صحاح ستہ میں ہوتا ہے۔ مؤلفین صحاح ستہ میں باعتبار ترتیب زمانی آپ آخری امام ہیں۔ البتہ سنن نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا صحاح ستہ میں پانچواں، چوتھا یا تیسرا نمبر ہے۔

نام: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام احمد، کنیت ابوعبدالرحمان اور نسبت نسائی خراسانی ہے۔(۱)

نسب: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نسب حسب ذیل ہے:

حافظ ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر خراسانی نسائی۔(۲)

ولادت: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ۲۱۵ھ کو خراسان کے شہر نساء میں پیدا ہوئے۔(۳)

کیونکہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا ۲۱۵ھ سن ولادت ہونے میں اپنا قول موجود ہے۔ اس لئے یہی اصح ہے۔ حافظ جمال الدین مزی ابوبکر بن مامون سے نقل کرتے ہیں:

قال ابوبکر ابن المأمون سمعت أبابکر الامام الدمیاطی یقول لابی عبدالرحمن النسائی :ولدت فی سنة اربع عشرة یعنی ومئتین ۔ ففی ای سنة ولدت یا أباعبدالرحمن ؟ فقال ابوعبدالرحمن :یشبه أن یکون فی سنة خمس عشرة ومئتین ، لان رحلتی الاولی الی قتیبة کانت فی سنة ثلاثین ومئتین ، اقمت عنده سنة وشهرین ۔(۴)

امام ابوبکر بن مامون دمیاطی فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعبدالرحمن نسائی سے کہا: کہ میرا سن ولادت ۲۱۴ھ ہے، آپ کا سن ولادت کیا ہے؟ امام ابوعبدالرحمن نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: زیادہ مناسب یہ ہے کہ میرا سن ولادت ۲۱۵ھ ہو۔ کیونکہ میں نے پہلی دفعہ شرف تلمذ کے لئے حضرت قتیبہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سفر ۲۳۰ھ میں کیا۔ میں ان کے پاس ایک سال اور دو ماہ رہا۔

البتہ شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۲۱۴ھ لکھا ہے۔(۵)

۱۔ ذھبی، شمس الدین، ابوعبداللہ، تذکرۃ الحفاظ، ج۲، ص ۶۹۸، احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان۔

۲۔ ایضاً

۳۔ ابن حجر، احمد بن علی، شہاب الدین حافظ عسقلانی، تھذیب التھذیب، ج۱، ص ۳۸، دائرۃ المعارف، حیدر آباد دکن، ۱۳۲۶ھ

۴۔ مزی، یوسف بن زکی، ابوالحجاج جمال الدین، تھذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج۱، ص ۳۳۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۹۹۲ء

۵۔ عبدالعزیز، شاہ، محدث دہلوی، بستان المحدثین، ص ۲۹۶، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی

وضاحت: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے قول سے چار باتیں مترشح ہوتی ہیں:

۱۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۲۱۵ھ ہے۔

۲۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علم حدیث کی تحصیل کے لئے پہلا سفر خراسان کی طرف کیا اور یہ سفر ۲۳۰ھ میں کیا۔

۳۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حدیث کے پہلے شیخ حضرت قتیبہ بن سعید بلخی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۴۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت قتیبہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک سال اور دو ماہ رہے۔

لفظ نسائی کی تحقیق: شہر نساء کی طرف نسبت کی وجہ سے نسائی ہے۔ اس کا تلفظ نون اور سین پر فتح کے ساتھ ہے اسی بارے میں عبدالمنعم شلبی لکھتے ہیں:

والنسائی نسبة الی نساء بفتح النون والسین (۱)

نسائی شہر نساء کی طرف نسبت کی وجہ سے ہے، جس کا تلفظ نون اور سین پر فتح کے ساتھ ہے۔

صاحب معجم البلدان علامہ یاقوت حموی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فاما اسم هذا البلد فهو اعجمي فيما احسب ، وقال ابو سعد: كان سبب تسميتها بهذا الاسم ان المسلمين لما وردواخراسان قصدوها فبلغ اهلها فهربوا ولم يتخلف بها غير النساء ، فلما اتاها المسلمون لم يروابها رجلافقالوا: هؤلاء نساء والنساء لا يقاتلن، فننسا امرها الان الى ان يعود واجالهن، فتركوها ومضوا فسموا بذلك نساء، والنسبة الصحيحة اليها نسائي وقيل نسوى ايضا، وكان من الواجب كسر النون: وهي مدينة بخراسان، بينها وبين سرخس يومان، وبينهاوبين مروخمسة ايام، وبين ابيورد يوم، وبين نيسابورستة اوسبعة، وهي مدينة وجنة جدايكثر بها خروج العرق المديني حتى ان الصيف قل من ينجومنه من اهلهاء

رہا اس شہر کا نام تو وہ عجمی ہے۔ ابوسعد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق، اس شہر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب مسلمانوں نے خراسان شہر کو فتح کیا ،تو وہاں کے تمام آدمی بھاگ گئے۔ مسلمانوں کو وہاں عورتوں کے علاوہ کوئی نظر نہ آیا تو انہوں نے کہا: "هؤلاء نساء والنساء لا يقاتلن۔" یہ عورتیں ہیں اور عورتوں کے ساتھ ہمارے ہاں لڑائی نہیں لڑی جاتی۔ اس لیے ان کے مردوں کے آنے تک ان کا معاملہ مؤخر کیا جاتا ہے۔ اس لیے انہوں نے اس شہر کو چھوڑ دیا، اور وہاں سے چلے گئے، اور اس وجہ سے اس شہر کا نام "نساء" پڑ گیا۔ اس شہر کی نسبت کرتے ہوئے نون کے کسرہ کے ساتھ نسائی پڑھا جائے گا اور بعض نے اسے نسوی بھی پڑھا ہے۔ یہ خراسان کا شہر سرخس اور نساء کے درمیان دو دن ، جبکہ "مرو" اور "نساء" کے درمیان پانچ دن کا اور "نیشاپور" اور "نساء" کے درمیان چھ یا سات دن کی مسافت ہے۔ اس شہر میں وبائیں بہت پھوٹتی ہیں۔ یہاں

۱۔ i۔ ابن منظور، محمد بن مکرم، ابوالفضل افریقی مصری، لسان العرب، ی، ج ۸، ص ۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط ۱، ۲۰۰۵/۱۴۲۶ھ
ii۔ شلبی، عبدالمنعم، حسن، مقدمہ السنن النسائی الکبری، ج ۱، ص ۱۳، موسسۃ الرسالۃ، بیروت

وقد خرج منها جماعة من اعيان العلماء ، منهم :ابو عبدالرحمن احمد بن شعيب بن علي بن بحربن سنان النسائي القاضي الحافظ صاحب كتاب السنن وكان امام عصره في علم الحديث وسكن مصر وانتشرت تصانيفه بهاوهواحد الائمة الاعلام، صنف السنن وغيرها من الكتب (۱)

تک کہ گرمیوں میں کم لوگ ہی وباؤں کی وجہ سے زندہ بچتے ہیں۔ اس شہر میں بڑے بڑے علماء نے جنم لیا ہے، جن میں امام ابو عبدالرحمٰن علی بن بحر بن سنان نسائی رحمۃ اللہ علیہ سرفہرست ہیں، آپ حافظ الحدیث اور سنن الکبریٰ کے مصنف ہیں، اپنے زمانے میں علم حدیث کے امام ہیں، آپ نے مصر میں سکونت اختیار کی، یہاں سے آپ کی تصانیف دور تک پھیل گئیں، آپ کا نام گرامی بلند پایہ کے علمائے کرام میں سے ایک ہے، آپ نے سنن النسائی کے علاوہ اور بھی کتابیں تصنیف کی ہیں۔

نسائی کی وجہ تسمیہ: نساء کی وجہ تسمیہ کے بارے میں عبدالفتاح ابوغدہ لکھتے ہیں:

وسبب تسميتها بهذا الاسم أن المسلمين الفاتحين لما وردوا أرض خراسان قصدوها فبلغ اهلها ذلك فهربوا ولم يتخلف بها غير النساء ،فلما أتاها المسلمون لم يروا ابها رجلا واحدا،فقالوا هؤلاء نساء والنساء لا يقاتلن فننسى ء امرها الآن الى أن يعود رجالها، فتركوها ومضوا فسميت نساء ، بذلك والنسبة الصحيحة اليها نسائي وقيل نسوي وكان الواجب كسر النون ۔(۲)

اس شہر کا نام "نساء" ہونے کا سبب یہ ہے کہ مسلمان فاتحین جب فتوحات کے سلسلہ میں خراسان پہنچے، اور انہوں نے اس شہر کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ جب اہل شہر کو اس کی خبر ملی، تو اس شہر کے مرد شہر چھوڑ کر چلے گئے اور عورتوں کو پیچھے چھوڑ گئے۔ جب مسلم فوج پہنچی تو انہوں نے وہاں پر ایک بھی مرد نہ پایا۔ تو انہوں نے کہا: کہ یہ عورتیں ہیں، اور مسلمان عورتوں سے جنگ نہیں کرتے، تو انہوں نے مردوں کے آنے تک اس جنگ کو چھوڑ دیا اور چلے گئے۔ اسی وجہ سے اس شہر کا نام نساء ہوا۔ اس کی طرف اسی وجہ سے نسائی نسبت صحیح ہے، اور بعض نے نسبت کی صورت میں نسوی بھی کہا ہے۔ نسوی کی صورت میں نون پر کسرہ پڑھنا ضروری ہے۔

اس شہر کو ابتداءً فیروز بن مزدجر نے آباد کیا تھا (۳)

شہر نساء کا محل وقوع:

بنساء، بلدة مشهورة بخراسان بينها وبين سرخس يومان وبين مروخمسة ايام وبين ابيورديوم وبين نيسابورستة اوسبعة يوم (۴)

شہر نساء، خراسان کے مضافات میں ہے۔ شرعی سفر کے اعتبار سے نساء شہر محمد حسن سے دو دن کی مسافت پر، شہر مرو سے پانچ دن کی مسافت پر، شہر ابیود سے ایک دن کی مسافت پر اور نیشاپور سے چھ یا سات دن کی مسافت پر واقع ہے۔

۱۔ معجم البلدان للیاقوت حموی، ج ۵، ص ۲۸۲　　۲۔ ابوغدہ، عبدالفتاح، مقدمہ سنن النسائی، ج ۱، ص ب، مکتبۃ المطبوعۃ الاسلامیہ، حلب، شام

۳۔ قاسمی، زاہد محمود، مقدمہ عمل الیوم واللیلۃ، بیکن بکس، ملتان، ۲۰۱۱ء

۴۔ مقدمہ سنن النسائی (ابوغدہ)، ب، ج ۱

شہر نسا کا موجودہ محل وقوع: سابقہ خراسان اس وقت ملک ایران کے شمال مشرقی حصہ اور ترکمانستان کے جنوبی حصہ پر مشتمل ہے، اور شہر نساء ایران کے شمال مشرقی سرحد کے قریب ترکمانستان میں واقع ہے۔ اس وقت کے خراسان کی موجودہ صورت حال درج ذیل نقشہ سے واضح کی جارہی ہے: (۱)

خراسان

ترکمانستان	ازبکستان	افغانستان	ایران
(۱) نساء	(۴) سمرقند	(۶) بلخ	(۸) مشہد
(۲) مرو	(۵) بخارا	(۷) ہرات	(۹) سبزوار
(۳) ابی وارد			(۱۰) نیشاپور
			(۱۱) کشمار

اس طرح نساء شہر اس وقت ترکمانستان میں واقع ہوا۔

نساء (Nisa) اور (Parthaunisa) شہر کی بنیاد آرسی اول نے رکھی۔ یہ جگہ پارتھیان بادشاہان (Parthian Kings) کے شاہی قبرستان کی وجہ سے بھی مشہور ہے۔ اس شہر میں ایک شاہی قلعہ بھی ہے، جو اس وقت عجائب گھر کے طور پر موجود ہے۔ یہ شہر پارتھیان بادشاہان کا دارالحکومت بھی رہا ہے۔ اس وقت نساء شہر، اشبغت (Ashbaghat) کے گاؤں بگیر (Bagir) سے ۱۸ کلو میٹر جنوب مغرب میں واقع ہے۔ ایک وقت تک یہ علم وفضل کا مرکز رہا ہے، اور یہاں بہت سے اولیاء کرام وعلماء عظام کے مزارات بھی ہیں۔ یہ شہر قبل از پیدائش مسیح، پہلے عشرے میں مکمل تباہ ہوا تھا۔ (۲)

ابتدائی حالات وتعلیم: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی حالات وتعلیم کے حوالے سے تذکرہ نگاران اور مؤرخین خاموش ہیں، جس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ امام رحمۃ اللہ علیہ کے اوائل عمری کے چودہ سال ''نساء'' میں ہی گذارے اور ابتدائی تعلیم بھی وہیں پر حاصل کی۔

علم حدیث کی ابتدائی تحصیل: اس امر پر تذکرہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سب سے پہلے علم حدیث کی تحصیل کے لئے امام قتیبہ بن سعید بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئے، امام قتیبہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ اس وقت خراسان میں تعلیم وتعلم میں مصروف تھے۔ اس وقت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک پندرہ سال تھی۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سال دو ماہ امام قتیبہ بن سعید بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر علم حدیث حاصل کیا۔ (۳)

۱۔ عونی، حاتم بن عارف، الشریف، مقدمہ تسمیہ مشائخ، ص ۸، دار عالم الفوائد للنشر والتوزیع، مکۃ المکرمۃ، السعودیۃ العربیۃ، ط ۱، ۱۴۲۳ھ

۲۔ انسائیکلو پیڈیا آف بریٹانیکا

۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۶۹۹

علم واحادیث کے لئے اسفار:

امام ابوعبدالرحمن نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی علوم اپنے ہی علاقہ شہر نساء میں حاصل کیے۔ اعلیٰ تعلیم وعلوم اور احادیث مبارکہ کے لئے درج ذیل بلاد وممالک کے اسفار کیے: خراسان، عراق، حجاز، مصر، شام، جزیرہ۔(۱)

آخر میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے شہر دمشق میں مستقل رہائش اختیار فرمائی تھی، اور یہیں آپ کا مکان مقام زقاق القصاد علی میں تھا۔ یہیں پر آپ کی شہادت ہوئی۔(۲)

اساتذہ کرام وشیوخ عظام:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کثیر تعداد علماء ومشائخ سے اکتساب علم کیا۔ جن اساتذہ کرام وشیوخ حضرات سے امام نے اکتساب علم اور سماعت وروایت حدیث کیا، ان میں سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:

حضرت قتیبۃ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ (ت ۲۴۰ھ)، حضرت اسحاق بن راھویہ رحمۃ اللہ علیہ (ت ۲۳۸ھ)، حضرت ھشام بن عمار رحمۃ اللہ علیہ (۲۴۵ھ)، حضرت عیسی بن حماد رحمۃ اللہ علیہ (ت ۲۴۸)، حضرت حسین بن منصور السلمی رحمۃ اللہ علیہ (ت ۲۳۸ھ)، حضرت عمرو بن زرارۃ رحمۃ اللہ علیہ (ت ۲۳۸ھ)، حضرت محمد بن النصر رحمۃ اللہ علیہ (ت ۲۳۹ھ)، حضرت سوید بن نصر رحمۃ اللہ علیہ (ت ۲۴۰ھ)۔

محمود بن غیلان، محمد بن بشار، علی بن حجر، ابوداؤد سلیمان بن اشعث اور ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری۔(۳)

محمد بن النضر بن مساور، سوید بن نصر، احمد بن عبدۃ الضبی، ابی الطاھر بن السرح، احمد بن منیع، اسحاق بن شاھین، بشر بن معاذ العقدی، بشر بن ھلال الصواف، تمیم بن المنتصر، الحارث بن مسکین، الحسن بن الصباح، البزار، حمید بن مسعدۃ، زیاد بن ایوب، زیاد بن یحیٰ الحسانی، سوار بن عبداللہ العنبری، العباس بن عبدالعظیم العنبری، ابی حصین عبداللہ بن احمد الیربوعی، عبدالاعلی بن واصل، عبدالجبار بن العلاء العطار، عبدالرحمٰن بن عبیداللہ الحلبی، ابن اخی الامام، عبدالملک بن شعیب بن اللیث، عبدۃ بن عبداللہ الصفار، ابی قدامۃ عبیداللہ بن سعید، عتبۃ بن عبداللہ المروزی، علی بن حجر، علی بن سعید بن مسروق الکندی، عمار بن خالد الواسطی، عمران بن موسیٰ القزاز، عمرو بن زرارۃ الکلابی، عمرو بن عثمان الحمصی، عمرو بن علی الفلاس، عیسی بن محمد الرملی، عیسی بن یونس الرملی، کثیر بن عبید، محمد بن ابان البلخی، محمد بن آدم المصیصی، محمد بن اسماعیل بن علیۃ قاضی دمشق، محمد بن بشار، محمد بن زنبور المکی، محمد بن سلیمان لوین، محمد بن عبداللہ بن عمار، محمد بن عبداللہ الخرمی، محمد بن عبدالعزیز بن ابی رزمۃ، محمد بن عبدالملک بن ابی الشوارب، محمد بن عبید المحاربی، محمد بن العلاء الھمدانی، محمد بن قدامۃ المصیصی الجوھری، محمد بن مثنی، محمد بن مصفی محمد بن معمر القیسی، محمد بن موسیٰ الحرشی، محمد بن ھاشم البعلبکی، ابی المعافی محمد بن وھب، مجاھد بن موسیٰ، محمود بن غیلان، مخلد بن حسن الحرانی، نصر بن علی الجھضمی، ھارون بن عبداللہ الحمال، ھناد بن السری، والھیثم بن ایوب الطالقانی، واصل بن عبدالاعلی، وھب بن بیان، یحیٰ بن درست البصری، یحیٰ بن موسیٰ خت، یعقوب الدورقی، یعقوب بن ماھان البناء، یوسف بن حماد المعنی، یوسف بن عیسی الزھری، یوسف بن واضح المؤدب۔(۴)

۱۔ تھذیب الکمال، ج۱، ص۲۳۸۔۲۳۹ ۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ج۲، ص۶۹۸

۳۔ شذرات الذھب، ج۲، ص۲۴۱ ۴۔ سیر اعلام النبلاء، ج۱۴، ص۱۲۶۔۱۲۷

اسحٰق بن حبیب بن الشہید، اسحٰق بن منصور الکوسج، اسحٰق بن موسیٰ الانصاری، ابراہیم بن سعید الجوہری، ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی، علی بن خشرم، مجاہد ابن موسیٰ، احمد بن بکار بن ابی میمونہ، الحسن بن محمد الزعفرانی، احمد بن عبدۃ، ھشام بن عمار (۱)

۲۔ نقدِ حدیث: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے نقد حدیث میں اکثر اقوال درج ذیل شیوخ سے لیے ہیں: حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابوحاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابوزرعۃ الرازی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابن راھویہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام الفلاس رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام عبدالرحمٰن بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام ابوداؤد السجستانی رحمۃ اللہ علیہ۔

۳۔ روایتِ حدیث: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی اکثر روایات درج ذیل شیوخ سے روایت ہیں: حضرت ابن راھویہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت احمد بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ بن عبدالمالک الجزری، حضرت اسماعیل بن مسعود الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت الحارث بن مسکین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سوید بن نصر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علی بن حجر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت الفلاس رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قتیبہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمد بن بشار رحمۃ اللہ علیہ بندار، حضرت محمد بن عبدالاعلی الصغانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمد بن المثنی ابوموسیٰ الزمن رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمد بن منصور بن داؤد الطوسی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمود بن غیلان رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ھناد بن السری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت یعقوب بن ابراہیم الدورقی رحمۃ اللہ علیہ۔

۴۔ روایتِ قرأت: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے علم قرأت درج ذیل شیوخ سے روایت کیا ہے:

حضرت احمد بن نصر نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت صالح بن زیاد السدوسی رحمۃ اللہ علیہ وغیرھما

۵۔ علمِ لغت: امام رحمۃ اللہ علیہ نے علم لغت زیادہ تر امام ابوحاتم السجستانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔

۶۔ علمِ فقہ: امام رحمۃ اللہ علیہ نے علم فقہ درج ذیل اصحاب سے اکتساب کیا ہے:

(i) اصحابِ شافعی: الربیع بن سلیمان المرادی، یونس بن عبدالاعلی۔

(ii) اصحابِ مالکی: محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم، یحیٰی ابن عبداللہ بن عبدالحکم۔

(iii) اصحابِ حنبلی: عبداللہ بن احمد، ابوداؤد السجستانی۔

iv۔ امام مجتہد اسحاق بن راھویہ۔

تلامذہ کرام:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے کثیر تعداد میں علماء وفضلاء نے علم حاصل کیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے سماعت وروایت حدیث کی، ان میں سے چند ایک کے نام حسب ذیل ہیں:

ابوحاتم بن حبان، ابوعلی نیشاپوری، حمزہ بن محمد کنانی، ابوبکر اسماعیلی، ابوبکر مقری، ابوعمرو بن حمدانی، نصر بن احمد مرجی، محمد بن نصر نحاس۔ (۲)

ابو بشر الدولابی، ابو جعفر الطحاوی، ابو علی النیسابوری، حمزة بن محمد الکنانی، ابو جعفر احمد بن محمد بن اسماعیل النحاس النحوی، ابوبکر محمد بن احمد بن الھداد الشافعی، عبدالکریم بن ابی عبدالرحمن

۱۔ مقدمہ السنن (ابوغدہ)، ص ا ۲۔ تہذیب التہذیب، ج ا، ص ۳

النسائی ، الخضر الا سیوطی،ابوبکر احمد بن محمد بن السنی ،ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی ،محمد بن معاویة بن الاحمر الاندلسی ،الحسن بن رشیق ، محمد بن عبدالله بن حیویه النیسابوری ، محمد بن موسی المامونی ، ابیض بن محمد بن ابیض۔(۱)

ابو علی الحسین ابن علی الحافظ النیاموزی الطبرانی، احمدبن عمیر بن جوصا،محمد بن جعفر بن فلاس ،ابو القاسم بن ابی العقب ،ابو المیمون بن راشد،ابو الحسن بن خذلم ،ابو سعید الاعرابی الامام ابو جعفر الطحاوی ، محمد بن هارون بن شعیب ، ابراهیم بن محمد بن صالح بن سنان،ابو بکر احمد بن اسحق السنی الحافظ ۔(۲)

امام ابوبکر بن الحداد ایسی شخصیت ہیں، جنہوں نے امام نسائی کے علاوہ کسی اور سے روایت نہیں کیا۔(۳)

حلیہ مبارک:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سرخ وسفید رنگت والے، نہایت حسین وجمیل اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔(۴)

علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

کان شیخا مهیبا ملیح الوجه ظاهر الدم حسن الشیبة و کان نضر الوجه مع کبر السنن۔(۵)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک قندیل کی طرح چمکتا تھا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بدن پر عموماً خون کی سرخی دوڑتی رہتی تھی۔ جسمانی لحاظ سے انتہائی توانا اور جسیم تھے۔بڑھاپے میں بھی چہرہ مبارک لال سرخ تھا۔

لباس: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ خوش وضع اور نہایت خوش پوشاک تھے۔انتہائی عمدہ،نفیس اور قیمتی لباس زیب تن فرماتے تھے۔

علامہ مزی نقل فرماتے ہیں:

و کان ابوعبدالرحمٰن یؤثر لباس البرود النوبیة الخضر و یقول: هذا عوض من النظر الی الخضرة من النبات فیما یراد لقوة البصر۔(۶)

آپ رحمۃ اللہ علیہ قیمتی، دھاریدار اور سبز ٹوپیاں اور چادریں استعمال فرماتے تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: سبز رنگ نباتات کا ہے، آنکھوں کو بینائی کی قوت عطا کرتا ہے۔

خوراک: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ خوراک کے معاملے میں بہت باذوق تھے،آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دستر خوان مختلف انواع واقسام کے کھانوں والا ہوتا تھا، کھانے میں اکثر کھجوروں اور مرغ کا گوشت استعمال کرتے تھے، بلکہ اکثر اوقات صحت مند مرغ خریدتے،انہیں گھر میں پالتے اور موٹا کرتے ،پھر ذبح کر کے کھاتے تھے۔

علامہ مزی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خوراک کے بارے میں لکھتے ہیں:

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ج۱۴،ص ۱۲۸ ۲۔ مقدمہ السنن (ابوغدہ)، ج۱،ص ۲ ۳۔ البدایۃ والنہایۃ، ج۶،ص ۱۸۴
۴۔ ایضاً ص ۱۸۶ ۵۔ تذکرۃ الحفاظ، ج۲،ص ۶۹۸ ۶۔ تھذیب الکمال، ج۱،ص ۳۳۶

وکان قوتہ فی کل یوم رطل خبز جید، یوخذلہ من سویقة العرافین، لایاکل غیرہ کان صائما او مفطرا، وکان یکثر اکل الدیوك الکبار، تشتری لہ وتسمن، ثم تذبح فیأ کلھا۔ (ا)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی یومیہ خوراک ایک رطل اعلیٰ قسم کی کھجوریں تھیں، جسے بازار حکیماں سے خریدا جاتا تھا۔ آپ حالت صوم اور غیر صوم میں کھجور ضرور کھاتے تھے۔ آپ اکثر اوقات فربہ مرغ کھاتے تھے، بڑے مرغ خرید کر، اسے موٹا کرتے، پھر ذبح کر کے اسے کھاتے تھے۔

نبیذ کے استعمال کی وضاحت: امام نسائی کے بارے میں بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کھانے کے بعد نبیذ کا استعمال کرتے تھے، لیکن علامہ مزی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوبکر محمد بن موسیٰ بن یعقوب بن المامون الہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ لکھا ہے: کہ جب امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نبیذ کے بارے میں سوال کیا، تو امام رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا:

فقال: مذھبی انہ حرام لحدیث ابی سلمة عن عائشة (کل شراب اسکر، فھو حرام) فلایحل لاحد ان یشرب منہ قلیلا و لا کثیرا۔ (۲)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نبیذ کے بارے میں میرا مذہب یہ ہے کہ وہ حرام ہے جیسا کہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے: ہر نشہ دینے والی شراب حرام ہے۔ لہٰذا کسی کے لئے بھی نبیذ کا تھوڑا یا زیادہ استعمال جائز نہیں ہے۔

ازواج:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی چار بیویاں تھیں، اس کے علاوہ ایک دو کنیزیں بھی تھیں، ازواج اور کنیزیں سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہتی تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تمام ازواج اور کنیزوں میں باری کے اعتبار سے دنوں کی تقسیم کی ہوتی تھی، اور کنیزوں میں بھی آزاد عورتوں کی طرح تقسیم کار تھی۔

امام مزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وکان لہ اربع زوجات یقسم لھن، ولایخلو مع ذلك من جاریة وأ سنتین، یشتری الواحدة المئة و نحوھا، و تقسیم لھا کما یقسم للحرائر۔ (۳)

امام نسائی کی چار بیویاں تھیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے درمیان دنوں کی تقسیم کی ہوئی تھی، اس کے ساتھ ساتھ خریدی ہوئی باندیاں بھی تھیں، آپ نے باندیوں کے لئے بھی آزاد عورتوں کی طرح دنوں کی تقسیم کی ہوئی تھی۔

امام نسائی بطور حاکم حمص:

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ حمص کے حاکم بھی رہے ہیں، علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ابن عدی کہتے ہیں کہ میں نے منصور الفقیہ اور احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آئمہ مسلمین میں سے تھے، اور اسی طرح دیگر آئمہ نے بھی امام نسائی کی تعریف کی ہے، اور ان کے فضل و علم کی گواہی دی ہے۔ امام نسائی کو حمص شہر کا حاکم بھی بنایا گیا تھا، یہ بات

ا۔ تھذیب الکمال، ج ا، ص ۳۳۷

۲۔ i۔ ایضاً، ص ۳۳۵ ii۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۱۴، ص ۱۳۰

۳۔ ایضاً، ص ۳۳۶

میں نے اپنے شیخ مزی رحمۃ اللہ علیہ سے سنی، انہوں نے طبرانی سے روایت کی، جنہوں نے اپنی کتاب المعجم الاوسط میں یہ بات یوں بیان کی ہے، کہ ہم سے حضرت احمد بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے، جو کہ حمص کے حاکم تھے، اور پھر انہوں نے ان کے بارے میں یہ بھی ذکر کیا ہے، کہ یہ بڑے حسین وجمیل تھے، ان کا چہرہ قندیل کی طرح چمکتا تھا، ان کی غذا یومیہ ایک مرغ تھی، کھجوری نبیذ استعمال کیا کرتے تھے۔(۱)
جبکہ امام طبرانی اور امام ابوعوانہ نے حاکم کی بجائے قاضی مصر اور قاضی حمص لکھا ہے۔(۲)

مسئلہ خلق قرآن:

امام نسائی عقائد میں بھی راسخ اور متصلب تھے، جس زمانہ میں معتزلہ کے عقیدہ خلق قرآن کا چرچا تھا، ان دنوں محمد بن امین نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: کہ فلاں شخص کہتا ہے کہ جو شخص آیہ کریمہ إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي (۳) کو مخلوق مانے وہ کافر ہے، حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ حق ہے، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ روایت سنی تو کہا: میرا بھی یہی مذہب ہے۔

عبادت وریاضت:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ بے حد عبادت گزار اور شب بیدار تھے، ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کرتے، صوم داؤدی کے طریقہ کو اپنایا ہوا تھا، طبیعت اور مزاج میں حد درجہ استغناء تھا، اس لیے حکام کی مجلس سے ہمیشہ احتراز کرتے تھے۔
عبادات میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی کثرت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے، کہ حافظ محمد بن مظفر رحمۃ اللہ علیہ اپنے مشائخ سے روایت کرتے ہیں، کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ دن کے وقت میں امیر مصر کے ساتھ جہاد کرتے اور رات ساری عبادت میں گزار دیتے تھے، طبعاً فیاض تھے اور مسلمان قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑایا کرتے تھے۔(۴)
امام حاکم فرماتے ہیں:

سمعت ابا الحسین محمد بن المظفر یقول :سمعت مشایخنا بمصر یعترفونَ لابی عبدالرحمن النسائی بالتقدم والامة، ویصفون من اجتهاده فی العبادة باللیل والنهارومواظبته علی الحج والاجتهاد، وانه خرج الی الفداء مع والی مصر، فوصف من شهادته واقامته السنن الماثورة فی فداء المسلمین، واحترازه عن مجالسة السلطان الذی خرج معه۔(۵)

میں نے ابوالحسین محمد بن المظفر سے سنا، کہ ان کے مصر کے اساتذہ، امام ابوعبدالرحمن نسائی کی فضیلت و امامت کے معترف تھے۔ وہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی دن رات عبادت وریاضت کی کوشش کی تعریف کرتے تھے، اور ان کی حج واجتہاد پر مواظبت کو سراہتے تھے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ حاکم مصر کے ساتھ جہاد کے لئے نکلے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے میدان جہاد میں شجاعت کے جوہر دکھلائے۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن کو تھامنے والے تھے۔ مسلمان قیدیوں کو فدیہ ادا کر کے قید سے آزاد کرواتے تھے۔ جس حاکم کے ساتھ جہاد کے لئے گئے، اسی کی مجلس میں جانے سے احتراز کرتے تھے۔

۱۔ البدایۃ والنھایۃ، ج۶، ص۱۸۶ ۲۔ سیر اعلام النبلاء، ج۱۴، ص۱۳۳ ۳۔ طٰہٰ ۲۰:۱۴
۴۔ سعیدی، غلام رسول، علامہ، تذکرۃ المحدثین، ص۲۹۳، فرید بک سٹال، لاہور، ط۲، ۱۴۲۳ھ ۲۰۰۲ء
۵۔ تھذیب الکمال، ج۱، ص۳۳۴

علم وفضل: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی کمالات وفضائل کی گواہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر علماء اور پھر بعد کے ہر دور کے علماء نے دی ہے۔ آپ کے علم وفضل کے بارے میں علماء ومشائخ کے اقوال حسب ذیل ہیں:

۱۔امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

کان ابوبکر الحداد الشافعی کثیر الحدیث و لم یحدث عن غیر النسائی و قال: رضیت به حجة بینی و بین الله تعالیٰ(۱)

امام ابوبکر حداد شافعی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کسی اور سے روایت نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے: میں اس پر راضی ہوں، جو میرے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے درمیان حجت ہے۔

۲۔امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

کلام النسائی علی فقه الحدیث کثیر و من نظر فی (سننه) تحیر فی حسن کلامه۔(۲)

حدیث کی فقاہت میں امام نسائی کی خدمات بہت زیادہ ہیں، جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سنن کو دیکھتا ہے، وہ آپ کے حسن کلام پر حیران ہو جاتا ہے۔

۳۔امام مامون مصری محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فخرجنا الی طرسوس مع النسائی سنة الفداء فاجتمع جماعة من الائمة: عبدالله بن احمد بن حنبل و محمد بن ابراهیم مربع و ابوالاذان و کیلجة فتشاوروا من ینتقی لهم علی الشیوخ؟ فاجمعوا علی ابی عبدالرحمٰن النسائی و کتبوا کلهم بانتخابه(۳)

ہم امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جہاد کے دنوں میں طرسوس گئے، وہاں پر آئمہ کرام کی ایک جماعت جمع تھی، جن میں حضرت عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمد بن ابراہیم مربع رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابوالاذان رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت کیلجہ رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے، انہوں نے آپس میں مشورہ کیا: کہ ان کے شیوخ میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار کون ہے؟ ان سب نے امام ابوعبدالرحمٰن نسائی پر اتفاق کیا۔ پھر ان تمام نے اپنے انتخاب کے بارے میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھ کر بھیجا۔

۴۔علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سمعت شیخنا ابا عبدالله الذهبی الحافظ وسالته ایهما احفظ مسلم بن الحجاج صاحب الصحیح او النسائی؟ فقال: النسائی۔

میں نے اپنے استاذ ابوعبداللہ ذہبی الحافظ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: کہ الصحیح کے مصنف امام مسلم بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ زیادہ حافظ والے ہیں یا امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ؟ انہوں نے جواب دیا: کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ۔

۵۔امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات کو سیر اعلام النبلاء میں ان الفاظ کے ساتھ شروع کرتے ہیں:

الامام، الحافظ، الثبت، شیخ الاسلام، ناقد الحدیث، ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر

۱۔ طبقات الشافعیہ، ج۲، ص ۱۱۳ ۲۔ سیر اعلام النبلاء، ج۱۴، ص۱۳۱ ۳۔ ایضاً

۴۔ طبقات الشافعیہ للسبکی، ج۳، ص۱۶

الخراسانی، النسائی، صاحب السنن ۔(۱)

۶۔آگے چل کر مزید فرماتے ہیں:

وکان من بحور العلم، مع الفهم، فالاتقان، والبصر، ونقد الرجال، وحسن التالیف رحل فی طلب العلم فی خراسان، والحجاز، ومصر، والعراق، والجزیرة، والشام، والثغور، ثم استوطن مصر، ورحل الحفاظ الیه، ولم یبق له نظیر فی هذا الشان۔(۲)

آپ رحمۃ اللہ علیہ فہم واتقان اور بصیرت میں علم کے سمندر اور اچھے قلم کار تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے طلب علم کے لئے خراسان، حجاز، مصر، عراق، جزیرہ، شام اور ثغور کا سفر کیا، پھر آخر میں مصر میں سکونت پذیر ہو گئے، حدیث کے حفاظ نے طلب علم کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رخ کیا۔

۷۔امام ابن یونس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے ثقہ امام اور حافظ تھے۔(۳)

اصحاب علم وکمال نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علم کا اعتراف کیا ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مسلمانوں کا مقتدیٰ وامام تسلیم کیا ہے۔

۸۔امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ابوعبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے قابل ذکر علماء میں سے سب سے زیادہ آگے تھے۔(۴)

۹۔حافظ ابوعلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هو الامام فی الحدیث بلا مدافعة۔(۵)

وہ بلا کسی حیل وحجت کے حدیث کے امام تھے۔

الغرض امام رحمۃ اللہ علیہ موصوف کے کمال وفضل کا اعتراف جملہ محدثین اور اصحاب الطبقات کے ہاں مسلم ہے۔

۱۰۔حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وکذلك النبی علیه غیر واحد من الائمة وشهدو اله بالفضل والتقدم فی هذاالشان۔(۶)

اسی طرح بہت سے آئمہ حدیث نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کی ہے، اور حدیث کے معاملہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فضل اور برتری کی شہادت دی ہے۔

امام نسائی اور رفض وتشیع کی بحث:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور دیگر اہل بیت کے فضائل پر ایک کتاب ''کتاب الخصائص کے نام سے تصنیف کی ہے۔اسی بناء پر بعض تذکرہ نگاروں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر تشیع کے میلان، اور بعض نے رفض کے میلان، کو منسوب کیا ہے۔اس بارے میں عصر حاضر کے عظیم محدث، مفسر، فقیہ اور مورخ علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ نے مختصر مگر بہت جامع ومانع بحث کی ہے، جو من وعن نقل کی جاتی ہے:

۱۔ سیر اعلام النبلاء الذہبی، ج۱۴، ص۱۲۶
۲۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج۱۴، ص۱۲۶
۳۔ ہدایۃ السائل لابن یونس، ص۱۲۳
۴۔ التذکرۃ الحفاظ للذہبی، ج۲، ص۲۴۳
۵۔ البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر، ج۱۱، ص۱۴۰
۶۔ البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر، ج۱۱، ص۱۴۰

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اخیر عمر میں مصر سے دمشق تشریف لے گئے، وہاں کے لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان اور فضیلت میں انتہائی غالی اور حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں انتہائی متعصب تھے، بلکہ دمشق میں اس وقت اکثریت ہی ان لوگوں کی تھی، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں علی الاعلان بدگوئی کیا کرتے تھے، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے جب وہاں بدعقیدگی کی یہ فضا دیکھی، تو اصلاح عقائد کی غرض سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب پر مشتمل "کتاب الخصائص" تصنیف فرمائی۔ اس کتاب کی تصنیف سے ان کا مقصد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب کا احصار کرنا تھا۔ اس لیے اس میں بعض ایسی روایات بھی آ گئی ہیں، جو روایت اور درایت کے اصول پر صحیح نہیں ہیں۔

کتاب الخصائص کی تصنیف کے بعد امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے دمشق کی جامع مسجد میں لوگوں کے سامنے اس کو پڑھ کر سنایا، چونکہ یہ کتاب وہاں کے لوگوں کے نظریات کے خلاف تھی، اس لیے اس کتاب کو سن کر وہاں کے لوگ مشتعل ہو گئے، مجمع میں سے کسی شخص نے کہا: ہمیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کوئی ایسی روایت سنائیں، جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کی گئی ہو، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: کیا معاویہ رضی اللہ عنہ اس پر راضی نہیں ہیں کہ ان کا معاملہ برابر سرابر ہو جائے، چہ جائیکہ ان کی فضیلت بیان کی جائے۔ (امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بہت احادیث ہیں)۔

اس بات کا سننا تھا کہ وہ لوگ آگ بگولہ ہو گئے، اور تمام آداب کو بالائے طاق رکھ کر، انہوں نے آپ کو زدوکوب کرنا شروع کر دیا، اس حادثہ میں آپ کو شدید ضربات پہنچیں۔ بعض اشقیاء نے آپ کے جسم کے نازک حصوں پر لاٹھیاں ماریں، جس کی وجہ سے آپ بہت نڈھال اور بے حال ہو گئے۔(۱)

یہ ہے وہ قضیہ جس کی بناء پر بعض لوگوں نے آپ کو رفض کی طرف منسوب کر دیا، حالانکہ اس الزام سے آپ کو دور کا علاقہ بھی نہیں تھا۔ بعض لوگوں نے اس باب میں ابن خلکان کی اس عبارت سے دھوکہ کھایا ہے: وکان یتشیع (۲) (وہ تشیع کرتے تھے)۔

علامہ ابن خلکان نے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے تشیع کا لفظ استعمال فرمایا ہے، اور تشیع اور رفض میں بہت فرق ہیں، اس کی تحقیق کے لیے علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام ملاحظہ فرمائیے:

فالتشیع فی عرف المتقدمین هو اعتقاد تفضیل علی علی عثمان وان کان علیا مصیبا فی حروبه وان مخالفه مخطی مع تقدیم الشیخین وتفضیلهما الی ان قال واما التشیع فی عرف المتاخرین فهو الرفض المحض۔(۳)

متقدمین کی اصطلاح میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دینے کو تشیع کہتے ہیں، جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام جنگوں میں حق پر اور ان کے مخالف کو خطا کار مانا جائے، اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر شیخین کے تقدم اور ان کی فضیلت کو بھی مانا جائے، اور متاخرین کی اصطلاح میں تشیع محض رفض کو کہتے ہیں۔

نیز علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اسی موضوع پر بحث کرتے ہوئے مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

والتشیع محبت علی وتقدیمه علی الصحابة فمن قدمه علی ابی بکر و عمر فهو غال فی تشیعه ویطلق علیه رافضی

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت اور انہیں صحابہ سے افضل جاننے کو تشیع کہتے ہیں، پس جو شخص انہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت

۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ج۲، ص۷۰۰ ۲۔ وفیات الاعیان، ج۱، ص۳۵

۳۔ تہذیب التہذیب، ج۱، ص۹۷

والافشعی، فان انضاف الی ذالک السب او التصریح البغض فغال فی الرفض (۱)

عمر رضی اللہ عنہ سے بھی افضل جانے، وہ غالی شیعہ ہے، جس کو رافضی کہتے ہیں، ورنہ وہ شیعی ہے، اور اگر وہ شیخین کو سب وشتم بھی کرے یا ان سے بغض ظاہر کرے، تو وہ غالی رافضی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین سے افضل جانے وہ رافضی، اور جو ان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل جانے، وہ شیعی ہے۔ لیکن امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف سے یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے ہوں، انہوں نے اپنی کتاب السنن میں بیعت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان روایت کیا ہے:

الستم تعلمون ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قدامر ابابکر ان یصلی بالناس فایکم تطیب نفسه ان یتقدم ابابکر قالوا نعوذ بالله ان نتقدم ابابکر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سقیفہ بنو ساعدہ میں مہاجرین اور انصار کے اجتماع سے خطاب کر کے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امامت کرانے کا حکم دیا، پھر تم میں سے کون ابوبکر رضی اللہ عنہ پر مقدم ہونا چاہتا ہے۔ ان سب نے یک زبان ہو کر کہا: ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ پر مقدم ہونے سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کے ہوتے ہوئے ان کی طرف تشیع کی نسبت کیسے صحیح ہو سکتی ہے، خصوصاً جبکہ انہوں نے باقی صحابہ کے فضائل بھی تصنیف کیے ہیں، چنانچہ ان کے شاگرد محمد بن موسیٰ ماموی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سمعت قد ما ینکرون علی ابی عبدالرحمان کتاب الخصائص لعلی رضی الله عنه و ترکه تصنیف فضائل الشخین فذکرت له ذالک فقال دخلت دمشق والمنحرف عن علی بها کثیر فصنفت کتاب الخصائص رجوت ان یهد یهم الله ثم انه صنف بعد ذالک فضائل الصحابه۔ (۲)

مجھے معلوم ہوا کہ بعض لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل لکھنے اور فضائل شیخین پر کچھ نہ لکھنے کی وجہ سے امام ابوعبدالرحمان نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا انکار کرتے ہیں، تو میں نے اس مسئلہ پر امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے گفتگو کی، انہوں نے فرمایا: جب میں دمشق گیا تو وہاں اکثر لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منحرف پایا۔ پس میں نے "خصائص علی" اس توقع سے تصنیف کی کہ وہ لوگ راہ راست پر آجائیں، ماموی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے باقی صحابہ کے فضائل بھی تصنیف کیے۔

اس اقتباس سے ثابت ہوا کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ حسب مراتب تمام صحابہ کے فضائل کے معتقد تھے، البتہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے محبت میں شدت کی وجہ سے ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ: ان کا تشیع کی طرف میلان تھا، اسی وجہ سے ابن کثیر نے لکھا ہے

وقد قیل عنه انه کان ینسب الی شیی من الشیع (۳)

کہا گیا ہے کہ وہ کچھ تشیع کی طرف مائل تھے۔

اسی طرح حسن عبدالمنعم شلبی نے آپ کی طرف تشیع کی نسبت پر جامع ومانع تبصرہ کیا ہے:

ومن زعم ان فی ابی عبدالرحمن تشیعاً، کالذهبی وغیره، فان فی هذه المقولة نظر اللآتی:

۱۔ هدی الساری، ج ۲، ص ۳۱
۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۶۹۹
۳۔ i۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۱۱، ص ۱۲۴
ii۔ تذکرۃ المحدثین، ص ۲۹۴۔۲۹۷

علامہ ذہبی اور بعض دیگر حضرات نے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف تشیع کی جو نسبت کی ہے، وہ تین وجوہ سے درست نہیں ہے۔

اولاً: روی عن بعض من اتهموا بالانحراف عن علی رضی الله عنه، منهم: ابراهيم بن يعقوب الجوزجانی - رمی بالنصب۔ روی عنه فاكثر، وشمر ابن عطية الاسدی۔ كان عثمانياً جداً۔ روی له ووثقه، وعمر بن سعد بن ابی وقاص ۔كان امير أعلى الجيش الذی قتل الحسين رضی الله عنه۔ روی له ايضاً۔

۱۔ان روایات کے بعض راوی ایسے لوگ ہیں، جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے منحرفین میں شامل ہیں، جیسے ابراھیم بن یعقوب جوزجانی، یہ ناصبی تھے، اکثر روایات انہیں سے ہیں، شمر بن عطیہ اسدی، یہ غالی عثمانی تھے، عمر بن سعد بن ابی وقاص، یہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے لشکر کے امیر تھے۔

ثانيا: اخرج فی سننه كتاب المناقب لاصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فيها اخرج مناقب عثمان بن عفان، وعمرو بن العاص رضی الله عنهما۔

۲۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے السنن الکبریٰ میں ''کتاب المناقب لاصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم '' تصنیف فرمائی ہے اور اس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے فضائل لکھے ہیں۔

ثالثاً: ان تصنيفه لكتاب "الخصائص" لعلی بن ابی طالب رضی الله عنه ـ وهو سبب رميه بالتشيع ـ انما كان لما رأى من اهل الشام من انحراف عن امير المؤمنين علی بن ابی طالب رضی الله عنه، وان كان اغلب ما خرج فی باب الخصائص ضعيفاً، ودون مستوى الاحاديث التی خرجها فی كتابه من حيث درجة الصحة۔

۳۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الخصائص'' (۱) جو تصنیف فرمائی، اس کا خاص سبب اہل شام کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بارے میں نامناسب رویہ تھا۔ اگرچہ اس کتاب کی اکثر احادیث ضعیف ہیں، اسی لیے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ان احادیث کو ''السنن المجتبیٰ'' میں شامل نہیں کیا۔

خلاصہ بحث:

اوپر ذکر کی گئی آراء سے درج ذیل باتیں مترشح ہوتی ہیں:

۱۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الخصائص'' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب پر مشتمل اس لئے تصنیف فرمائی، کیونکہ اہل دمشق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بدگوئی کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لئے یہ کتاب تصنیف کی۔

۲۔ کتاب الخصائص کے بعد امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ''فضائل صحابہ'' پر بھی کتاب لکھی۔ یہ تصنیف ''کتاب المناقب'' (۲) کے عنوان سے'' کتاب ''السنن الکبریٰ'' کا حصہ ہے اور ''کتاب الخصائص'' سے پہلے درج ہے۔

۳۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نہ رافضی تھے اور نہ ہی شیعہ تھے۔

۴۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ تمام صحابہ کرام کی فضیلت کے قائل تھے اور خلفاء راشدین کی افضلیت کے علی ترتیب الخلافۃ قائل تھے۔ اس بات کا ثبوت آپ کی کتاب المناقب ہے۔ جو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی افضلیت کی ترتیب پر مرتب کی ہے۔ اس میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

۱۔ امام نسائی کی یہ کتاب، السنن الکبریٰ، الکتاب، رقم الکتاب ۷۷، رقم الحدیث ۸۳۹۱_۸۵۷۹، ج ۵، ص ۱۰۵_۱۶۹ ادارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط ۱، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء کے تحت اس کتاب کا حصہ ہے۔

۲۔ السنن الکبریٰ، رقم ۸۱۰۲_۸۳۹۰، ج ۵، ۵۳_۱۰۴

کے فضائل، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فضائل، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فضائل اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کئے ہیں، اور پھر دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل بیان فرمائے ہیں۔

۵۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے شدید محبت رکھتے تھے۔

۶۔ اہل دمشق حضرت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان اور فضیلت میں غلو کرتے تھے، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں کمی کرتے تھے۔ اسی وجہ سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الخصائص'' تصنیف فرمائی۔

۷۔ البتہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ فرمایا: ''کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس پر راضی نہیں کہ ان کا معاملہ برابر سرابر ہو جائے، چہ جائیکہ ان کی فضیلت بیان کی جائے، آپ کے تسامحات میں سے ہے، کیونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بہت ساری احادیث وارد ہیں، اور اسی طرح بہت سارے اقوال سلف وخلف بھی منقول ہیں۔

۸۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الخصائص'' میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل ومناقب کا احصاء کرنے کی کوشش کی۔ اسی لئے اس کتاب میں بعض ایسی روایات بھی منقول ہیں، جو روایت ودرایت کے اصول پر صحیح نہیں ہیں۔ کیونکہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے جب خود بھی کل صحیح احادیث کا مجموعہ ''السنن المجتبیٰ'' کا چناؤ کیا، تو ان میں سے بہت ساری احادیث اس میں روایت نہیں کیں۔ بلکہ ''السنن المجتبیٰ'' میں فضائل ومناقب کا الگ باب ہی قائم نہیں کیا۔ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ عزوجل مناقب صحابہ رضی اللہ عنہم، خصائص علی رضی اللہ عنہ اور فضائل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے موضوع پر اہل سنت کا مؤقف تحقیق کے ساتھ فیوض الرّاحمی فی شرح سنن نسائی کے مقدمہ میں بیان کریں گے۔

عصر حاضر (۱۴۳۵ھ/۲۰۱۴ء) میں بھی بہت سارے لوگ شعوری ولاشعوری طور پر خارجیت، ناصبیت، رافضیت اور شیعیت کی طرف مائل دکھائی دیتے ہیں، جب کہ ان تمام گمراہیوں سے بچنا اور اہل سنت کے عقائد پر قائم رہنا ہی حق وصواب ہے۔

تصنیفات: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث، تفسیر، علل احادیث، اسماء الرجال اور علوم حدیث کے موضوع پر کثیر کتب تصنیف کیں۔ ان میں سے معلوم کتب مطبوعہ وغیر مطبوعہ درج ذیل ہیں:

۱۔ مطبوعہ کتب درج ذیل ہیں:

۱۔ المجتبیٰ من السنن المسندۃ ۲۔ السنن الکبریٰ ۳۔ کتاب الضعفاء والمتروکین

۴۔ الطبقات ۵۔ الاغراب ۶۔ تسمیۃ فقھاء الامصار

۷۔ تسمیۃ من لم یروعنہ غیر رجل واحد ۸۔ مجلسان من املائہ (روایۃ ابیض الفھری)

۹۔ ذکر من حدث عنہ ابن ابی عروبۃ ولم یسمع منہ ۱۰۔ احسن الاسانید التی تروی عن رسول اللہ ﷺ

۱۱۔ تسمیۃ الضعفاء والمتروکین و الثقات ممن حمل عنھم العلم من اصحاب ابی حنیفۃ

۱۲۔ الکذابون المعروفون بوضع الحدیث علی رسول اللہ ﷺ(۱) ۱۳۔ التفسیر ۱۴۔ الجمعۃ

۱۵۔ خصائص علی ۱۶۔ فضائل القرآن

۱۷۔ عمل الیوم واللیلۃ (وھذہ الکتب من التفسیر الی عمل الیوم واللیلۃ اجزاء من السنن الکبری)

۱۸۔تسمیۃ مشایخ ابی عبدالرحمن النسائی
۱۹۔ ذکر من یعرف من القضاۃ بالحدیث
۲۰۔ ذکر المدلسین (وھذہ الکتب الثلاثۃ ھی التی اخرجھا الیوم)

۲۔غیر مطبوعہ تصنیفات حسب درج ذیل ہیں:

۲۱۔الکنی
۲۲۔ التمیز
۲۳۔معرفۃ الاخوۃ والاخوات
۲۴۔ مسند حدیث مالک بن انس (ولعلہ ھو :مسند الموطا)
۲۵۔مسند حدیث الزھری بعللہ والکلام علیہ
۲۶۔مسند حدیث شعبۃ
۲۷۔ مسند حدیث سفیان الثوری
۲۸۔ مسند حدیث ابن جریج
۲۹۔ مسند حدیث یحییٰ القطان
۳۰۔ مسند حدیث فضیل بن عیاض وداود الطائی ومفضل بن مھلھل
۳۱۔ مسند علی بن ابی طالب
۳۲۔مسند منصور بن زاذان
۳۳۔منتقی مسند ابی یعقوب اسحاق بن ابراھیم المنجنیقی (ت۳۰۴ھ)
۳۴۔ الجرح والتعدیل
۳۵۔شیوخ الزھری
۳۶۔ الرواۃ عن الزھری، من کنیتہ ابو محمد من الصحابۃ
۳۷۔جزء من حدیثہ (مخطوط بالظاھریۃ)
۳۸۔ المناسك (منسك علی مذھب الشافعی)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کے راوی:

امام نسائی کی تصنیفات کے راوی مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ابواسحاق ابراھیم بن محمد بن احمد بن ہشام الھارونی۔(ت۳۵۴ھ)
۲۔احمد بن عبداللہ بن الحسن العدوی ابوھریرۃ بن ابی عصام المصری (ت۳۴۶ھ)
۳۔احمد بن محمد بن اسحاق الدینوری ابن السنی۔وھوآخر من روی المجتبیٰ:السنن الصغری (ت۳۶۴ھ)
۴۔ابوالحسن احمد بن محمد بن ابی تمام (لعلہ التوفی سنۃ (۳۵۵ھ)
۵۔ابوبکر احمد بن محمد بن المھندس (ت۳۸۵ھ) ۶۔ابوعلی الحسن بن الخضر الاسیوطی (ت۳۶۱ھ)
۷۔ابومحمد الحسن بن رشیق العسکری۔من رواۃ کتاب الضعفاء، والکنی، ویروی رسائل کثیرۃ للنسائی مثل: ''تسمیۃ من لم یروعنہ غیر رجل واحد''، ''تسمیۃ فقہاء الامصار''، ''الطبقات''، ''ذکر من حدث عنہ ابن ابی عروبۃ ولم یسمع منہ''، ''احسن الاسانید التی تروی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم''، ''تسمیۃ الضعفاء والمتروکین والثقات ممن حمل عنھم الحدیث من اصحاب ابی حنیفۃ''، ''الکذابون المعروف بوضع الحدیث علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم''، ''اسئلۃ وفوائد للنسائی''۔(ت۳۷۰ھ)

۷۔ابوالقاسم حمزۃ بن محمد الکنانی۔وھو من رواۃ ''مشیخۃ'' و''السنن الکبریٰ''۔(ت۳۵۷ھ)
۸۔عبداللہ بن محمد بن حکیم بن عبدالصمد الاصم ابومحمد الصیرفی۔من رواۃ مشیخۃ النسائی۔
۹۔عبدالرحمن بن اسماعیل بن عبداللہ بن سلیمان الخولانی النحوی الخشاب ابوعیسی العروضی۔ومن روایۃ اشتھرت مشیخۃ النسائی۔(ت۳۶۶ھ)
۱۰۔عبدالکریم ابن النسائی۔وھو من رواۃ ''المشیخۃ''، و''الضعفاء''، و''الکنی'' لابیہ، و''السنن الکبریٰ'' و''الصغری''۔(ت۳۴۴ھ)

۱۱۔علی بن ابی جعفر الطحاوی (ت ۳۵۱ھ)

۱۲۔محمد بن عبداللہ بن زکریا بن حیویہ النیسابوری۔ وھو راوی کتاب ''الاغراب''، ومن رواۃ ''السنن الکبریٰ'' ایضا۔(ت ۳۶۶ھ)

۱۳۔محمد بن القاسم بن محمد بن القاسم بن محمد بن سیار القرطبی الاندلسی (ت ۳۲۷ھ)

۱۴۔محمد بن معاویہ بن عبدالرحمن الاموی القرطبی المعروف۔''ابن الاحمر'' (ت ۳۵۸ھ)

۱۵۔آخر من روی عن النسائی وفاۃ: ابیض بن محمد المصری (ت ۳۷۷ھ)، وھو یروی عن النسائی مجلسین من امالیہ، وقد طبعا۔

وفات: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے حوالے سے پانچ امور ہیں:

۱۔سبب وفات ۲۔سن وفات ۳۔ماہ وفات ۴۔مقام وفات ۵۔مدفن

ان میں سے بعض پر آئمہ سیر ورجال کا اتفاق ہے اور بعض پر اختلاف ہے۔ان تمام کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔سبب وفات: اس بات پر آئمہ سیر ورجال کا اتفاق ہے کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی موت کا سبب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کا بیان کرنا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل نہ بیان کرنا ہے۔اس پر اہل دمشق یا اہل رملہ نے آپ پر تشدد کیا۔اسی تشدد کی وجہ سے آپ کی موت واقع ہوئی ہے۔(۱)

۲۔سن وفات: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سن ۳۰۳ھ میں وفات پائی۔اس پر بھی آئمہ سیر ورجال کا اتفاق ہے۔(۲)

۳۔ماہ وفات: ماہ وفات کے حوالے سے آئمہ سیر ورجال کے دو قول ہیں:

i۔امام دارقطنی اور حافظ ذھبی کے مطابق امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ماہ شعبان ۳۰۳ھ میں وفات پائی۔(۳)

ii۔امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوسعید بن یونس رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳ صفر المظفر ۳۰۳ھ کو وفات پائی۔(۴)

۴۔مقام وفات: مقام وفات کے بارے میں آئمہ کرام کے تین اقوال ہیں:

i۔ تشدد کی وجہ سے آپ شدید علیل ہوگئے، اسی حالت میں آپ کو مکۃ المکرمۃ لے جایا گیا، مکۃ المکرمۃ پہنچ کر آپ کا انتقال ہوا۔یہ قول امام حاکم ابو عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ، امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ذھبی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔(۵)

ii۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال شہر رملہ میں ہوا، جو کہ فلسطین کا مشہور شہر ہے، یہ قول امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوسعید بن یونس رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔(۶)

iii۔ امام نسائی پر تشدد دمشق میں ہوا، وہاں سے شدید علالت کی حالت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مکۃ المکرمۃ کی طرف لے جایا گیا، لیکن راستے میں

۱۔ i۔تذکرۃ الحفاظ، ج۲، ص۲۸۷ ii۔بستان المحدثین، ص۲۹۸ iii۔البدایۃ والنھایۃ، ج۶، ص۱۸۶ iv۔وفیات الاعیان، ج۱، ص۸۳

۲۔ ایضا

۳۔ سیر اعلام النبلاء، ج۱۴، ص۱۳۲

۴۔ i۔تھذیب الکمال، ج۱، ص۳۴۰ ii۔البدایۃ والنھایۃ، ج۶، ص۱۸۶

۵۔ i۔تھذیب الکمال، ج۱، ص۳۳۸ ii۔سیر اعلام النبلاء، ج۱۴، ص۱۳۲ iii۔تذکرۃ الحفاظ، ج۲، ص۲۸۷

۶۔ i۔تھذیب الکمال، ج۱، ص۳۴۰ ii۔وفیات الاعیان، ج۱، ص۸۳

شہر ''رملہ'' (فلسطین) میں آپ کا انتقال ہوا، پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جسد خاکی کو مکۃ المکرمۃ پہنچایا گیا۔ یہ قول شاہ عبد العزیز محدث دھلوی، علامہ ذھبی (دوسرا قول) کا ہے، جبکہ علامہ غلام رسول سعیدی نے بھی اسی تطبیق اور قول کو راجح قرار دیا ہے۔ (۱)

۵۔ مدفن: مذکورہ بالا مقامِ وفات کے اختلاف کی بناء ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مدفن کے بارے میں دو قول ہیں:

i۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کو کوہ صفا اور مروہ کے درمیان مکۃ المکرمۃ میں دفن کیا گیا۔ یہ قول امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذھبی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبد الحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ (۲)

ii۔ امام نسائی کو بیت المقدس (فلسطین) میں دفن کیا گیا۔ یہ قول امام ابو سعید بن یونس رحمۃ اللہ علیہ، امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابو بکر محمد بن عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ (۳)

۶۔ مسلک: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں۔

i۔ علامہ ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ (۴) شاہ ولی اللہ محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ (ایک قول) (۵) اور شاہ عبد العزیز محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک شافعی تھا (۶) بعض نے آپ کا مسلک حنبلی لکھا ہے۔ (۷)

ii۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ، شاہ ولی اللہ محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ (دوسرا قول)، علامہ طاہر جزری اور بعض دیگر آئمہ کرام نے آپ کو فقہاء الحدیث اور مجتہدین میں شمار کیا ہے۔ البتہ آپ مجتہد مطلق نہیں ہیں، بلکہ آپ کا شمار ان علماء میں ہے، جنہوں نے احادیث مبارکہ کو نقد و جرح کے اعتبار سے اکٹھا کیا اور ان سے مسائل اخذ کیے، لیکن باقاعدہ اصول مرتب نہیں کیے۔ اسی لئے مختلف مسائل میں مختلف مسالک کی طرف میلان نظر آتا ہے، جس کی وجہ سے علماء نے آپ کے بارے میں حکم لگایا ہے۔ (۸)

۱۔ i۔ بستان المحدثین، ص ۲۹۸ ii۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۴۸۷ iii۔ تذکرۃ المحدثین، ص ۲۹۷

۲۔ i۔ تھذیب الکمال، ج ۱، ص ۳۳۸۔۳۳۹ ii۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۱۴، ص ۱۳۲۔۱۳۳ iii۔ بستان المحدثین، ص ۲۹۸

۳۔ i۔ تھذیب الکمال، ج ۱، ص ۳۴۰ ii۔ وفیات الاعیان، ج ۱، ص ۸۳

۴۔ شرح المھذب، ج ۱، ص ۴۳ ۵۔ حجۃ اللہ البالغۃ، ج ۱، ص ۱۵۱ ۶۔ بستان المحدثین، ص ۲۹۶

۷۔ مقدمہ عمل الیوم واللیلۃ، ص ۱۹

۸۔ i۔ المعرفۃ علوم الحدیث، ص ۸۲۔ ii۔ توجیہ النظر، ص ۸۵ iii۔ مقدمہ سنن النسائی، ص ۱۶

سنن مجتبیٰ

السنن المجتبیٰ

اللہ تعالیٰ ﷻ نے جن کتب احادیث کو شرف دوام بخشا، علماء امت نے جن کو جرح وقدح اور تعدیل کے اصولوں پر پرکھنے کے بعد قبول کیا، اور امت نے ہر دور میں چراغ راہ ہدایت سمجھ کر روشنی حاصل کی، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی ''السنن المجتبیٰ'' انہیں کتب احادیث صحاح ستہ میں سے ایک ہے۔ پچھلے تقریباً ایک ہزار سال سے یہ کتاب مسلمانوں کے ہاں نصاب میں جزو لاینفک کے طور پر شامل ہے۔ حکومتی ونجی اداروں کے شعبہ اسلامیات کے نصاب میں ہر دور میں شامل رہی ہے اور پوری دنیا کے مدارس دینیہ میں لازمی نصاب کے طور پر پڑھائی جارہی ہے، جس سے اس کتاب کی عظمت وفضیلت اور نافع ہونے کا اندازہ ہوتا ہے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کی تعداد چالیس سے زائد ہے، لیکن ان تمام میں سے شہرت دوام اور قبولیت عامہ اسی کتاب کو حاصل ہوئی۔ یہ کتاب کئی لحاظ سے منفرد مقام کی حامل ہے اور اس کی خصوصیات کئی ایک ہیں۔ سنن نسائی (صغریٰ) کے دیگر پہلوؤں کے حوالے سے مباحث درج ذیل ہیں:

۱۔ تسمیہ: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب چار ناموں سے جانی جاتی ہے:

۱۔ الصغریٰ ۲۔ المجتبیٰ ۳۔ المجتنیٰ ۴۔ السنن النسائی

ان چاروں ناموں کی وجہ تسمیہ کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ الصغریٰ:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے ''السنن الکبریٰ'' کے نام سے کتاب تصنیف کی۔ اس کتاب میں تقریباً بارہ ہزار احادیث مبارکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کیں۔ پھر بعد میں السنن الصغریٰ کے نام سے کتاب تالیف کی۔ اس کتاب میں تقریباً چھ ہزار احادیث ہیں۔ جو کہ السنن الکبری سے تقریباً نصف ہیں۔ اس لئے یہ کتاب بہ نسبت ''السنن الکبریٰ'' کے چھوٹی ہے۔ اس لئے اسے ''السنن الصغریٰ'' کہا جاتا ہے۔

۲۔ المجتبیٰ:

المجتبیٰ کے معانی منتخب کے ہیں۔ (۱) چونکہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے السنن الکبریٰ سے احادیث کا انتخاب کر کے اس کتاب کو تصنیف کیا ہے۔ اس لئے اس کا نام المجتبیٰ رکھا۔ (۲)

۳۔ المجتنیٰ:

المجتنیٰ اجتناء سے ماخوذ ہے، جس کے معانی درخت سے پختہ میوے چننے کے ہیں۔ (۳) چونکہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ''السنن الکبریٰ'' سے صحیح احادیث کو چن کر اس کتاب میں جمع کیا ہے۔ اس لئے اس کا نام ''المجتنیٰ'' رکھا۔

۴۔ السنن النسائی:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب میں سے سب سے زیادہ شہرت اسی کتاب کو ملی، اس لئے عرف عام میں اسے ''السنن النسائی'' کہا جاتا ہے۔ جب محدثین اور اہل علم ''رواہ النسائی'' کا قول کرتے ہیں، تو بھی اس سے مراد یہی کتاب ہوتی ہے۔ اسی طرح جب مطلقاً کتب ستہ، صحاح ستہ یا

۱۔ لسان العرب، ی، ج ۸، ص ۱۲۲ ۲۔ بستان المحدثین، ص ۲۹۷ ۳۔ لسان العرب، ی، ج ۸، ص ۱۴۶

اصول ستہ کہیں تو ان کتب ستہ سے بھی یہی کتاب مراد ہوتی ہے۔(۱) اسی طرح جب آئمہ حدیث و رجال کتب خمسہ یا اصول خمسہ کہتے ہیں، تو اس سے مراد بخاری، مسلم، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی اور مجتبیٰ نسائی یہی مراد ہوتی ہے۔

ابوغدۃ عبدالفتاح لکھتے ہیں:

و کذلک اذاقالوا الکتب الخمسة او الاصول الخمسة لم یکن مراد هم غیر البخاری و مسلم و سنن ابی داؤد و جامع الترمذی و مجتبیٰ النسائی(۲)

جب محدثین و آئمہ رجال کتب خمسہ یا اصول خمسہ کہتے ہیں تو بخاری، مسلم، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی اور مجتبیٰ نسائی مراد ہوتی ہیں۔

۲۔مصنف سنن نسائی:

سنن نسائی (صغریٰ) کس کی تصنیف ہے۔اس بارے میں دوقول ہیں:

۱۔ حافظ ذھبی کے مطابق السنن المجتبیٰ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تصنیف نہیں ہے، بلکہ یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق الدینوری المعروف ابن السنی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، اور علامہ ابن سنی رحمۃ اللہ علیہ نے امام نسائی کی ''السنن الکبریٰ'' کا اختصار کیا، اور اس کا نام المجتبیٰ رکھا۔

حافظ ذھبی لکھتے ہیں:

ان هذه الروایة لم تصح بل المجتبی اختصار ابن السنی تلمیذ النسائی۔(۳)

بلاشبہ امیر رملہ والی روایت درست نہیں ہے، بلکہ المجتبیٰ، ابن سنی کا اختصار ہے، جو امام نسائی کے شاگرد ہیں۔

مولانا عبدالرشید نعمانی نے بھی حافظ ذھبی کے قول کو اختیار کیا ہے۔

نعمانی صاحب لکھتے ہیں:

یہ بھی واضح ہے کہ بالفعل جو کتاب ''سنن نسائی'' کے نام سے ہمارے یہاں داخل درس ہے، وہ اصل امام موصوف کی تصنیف نہیں، بلکہ ان کی کتاب کا اختصار ہے، جو ان کے نامور شاگرد حافظ ابوبکر ابن السنی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم کا مرہون منت ہے، اس مختصر کا نام 'المجتبیٰ' ہے اور اس کو سنن صغریٰ کہا جاتا ہے۔(۴)

۲۔ علامہ ابن اثیر، علامہ ابن حجر عسقلانی، امام جلال الدین سیوطی، حاجی خلیفہ، ملا علی قاری، شیخ عبدالحق، شاہ عبدالعزیز، علامہ غلام رسول سعیدی، علامہ انور شاہ کشمیری، سید احمد رضا بجنوری اور دیگر جمہور علماء و محققین کا اتفاق ہے کہ ''المجتبیٰ'' امام نسائی کی خود اپنی تصنیف ہے، اور یہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے امیر رملہ کی درخواست پر تصنیف کی۔ان حضرات کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان النسائی لما صنف السنن الکبریٰ اهداه الی امیر الرملة فقال له الامیر: کل مافی هذا صحیح؟

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ''السنن الکبریٰ'' لکھ کر امیر رملہ کی خدمت میں پیش کی، تو امیر رملہ نے امام سے دریافت کیا: کیا اس کتاب میں

۱۔ تذکرۃ المحدثین، ص۲۹۹
۲۔ مقدمہ سنن النسائی، ص۳
۳۔ امیر یمانی، محمد بن اسماعیل، ج۱، ص۲۲۱
۴۔ نعمانی، عبدالرشید، محمد، امام ابن ماجہ اور علم حدیث، ص۴۵۰۔۴۵۱، گوہر پبلیکیشنز، لاہور

قال: لا! قال: فجرد الصحيح منه فصنف له المجتبیٰ (۱)۔

ساری احادیث صحیح ہے؟ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: نہیں۔ امیر رملہ نے امام سے درخواست کی: کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس میں سے صحیح احادیث علیحدہ کر دیں۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے امیر رملہ کے لئے ''المجتبیٰ'' تصنیف کی۔

۲۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور سنن نسائی کے راوی امام محمد بن معاویہ احمد، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں:

قال النسائی کتاب السنن کله صحیح و بعضه معلول الا انه لم یبین علته و المنتخب المسمی بالمجتبی صحیح کله (۲)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''کتاب السنن'' میں صحیح روایات بھی ہیں اور معلول بھی، اور ان معلول احادیث کی علت کو بھی اس میں بیان نہیں کیا گیا۔ البتہ ''المجتبیٰ'' ساری کی ساری صحیح احادیث پر مشتمل ہے۔

یہ دو ایسی دلیلیں ہیں۔ جس کے بعد شک کی گنجائش نہیں رہتی، کہ سنن نسائی صغریٰ، خود امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تصنیف ہے۔

امام ذھبی کے قول کی تاویل: علامہ ابو یحییٰ محمد نے صاحب ''الیانع الجنی'' کے حوالے سے علامہ ذھبی کے کلام کی تاویل ذکر کی ہے'' کہ ''المجتبیٰ'' ابن سنی کی تصنیف ہے'' اس کے درج ذیل احتمال ہو سکتے ہیں:

یمکن حمل کلام الذهبی علی ان یکون ابن السنی باشرها اختصارها بامر النسائی او اعانه فی ذلك او ماشبه هذا (۳)

علامہ ذھبی کے کلام کو درج ذیل صورتوں میں سے کسی ایک پر محمول کرنا چاہیے: ابن سنی نے المجتبیٰ کا اختصار اپنے شیخ امام نسائی کے حکم پر کیا ہو، یا امام نسائی کے اختصار کرنے میں ابن سنی نے اعانت کی ہو، یا اسی طرح کا کوئی اور طریق اختیار کیا ہو۔

تصریحات آئمہ: سنن نسائی صغریٰ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تصنیف ہے، اس بارے میں علماء کرام کی تصریحات حسب ذیل ہیں:

ا۔ علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فامره الامیر بتجرید الصحاح منه فصنع من السنن الکبری کتابا سماه المجتنی او المجتبی و کلاهما صحیح لکن الاشهر هو الاخیر (۴)

امیر رملہ کے حکم پر امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ''السنن الکبریٰ'' سے صحیح احادیث کو علیحدہ کیا، اسی کتاب کا نام ''المجتنیٰ'' یا ''المجتبیٰ'' ہے۔ یہ دونوں نام صحیح ہیں۔ لیکن سنن نسائی المجتبیٰ زیادہ مشہور ہے۔

۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

احمد بن شعیب، ابوعبدالرحمٰن النسائی الحافظ صاحب السنن (۵)

ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی، سنن نسائی (المجتبیٰ) کے مصنف ہیں۔

ا۔ i۔ مقدمہ زہر الربی، ص ۲۲ ii۔ جامع الاصول، ج ا، ص ۱۱۶ ۲۔ مقدمہ زہر الربی، ص ۲۲

۳۔ حاشیہ مقدمہ زہر الربی، ص ۲۲ ۴۔ جامع الاصول، ج ا، ص ۱۱۶

۵۔ ابن حجر، احمد بن علی، عسقلانی، شہاب الدین تقریب التھذیب، ج ا، ص ۳۶، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، ط ۳، ۱۴۲۲ھ / ۲۰۰۱ء

۳۔امام ابویحییٰ محمد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان الامام ھوالذی باشر اختصار الکبری بنفسہ(۱)

بلاشبہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ''السنن الکبریٰ'' کا اختصار خود ہی (السنن المجتبیٰ کے نام سے) کیا ہے۔

۴۔شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امیر التماس نمود کہ از جملہ احادیث آنچہ در درجہ اعلای صحت باشد برائے من جدا باید نوشت پس مجتبیٰ راتصنیف کردہ (۲)

امیر رملہ نے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی: کہ ان تمام احادیث میں سے جو صحت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچی ہوں، میرے لئے ان سب کا مجموعہ مرتب فرمادیجئے، اس پر امام نے ''مجتبیٰ'' تصنیف فرمائی۔

۵۔علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

تمام علماء اور محققین کے نزدیک یہ امر معروف اور محقق ہے کہ کتاب ''السنن المجتبیٰ'' امام نسائی کی تصنیف ہے۔(۳)

۶۔سید احمد رضا بجنوری، سید انور شاہ کشمیری کے افادات میں لکھتے ہیں:

سنن کبریٰ نسائی میں صحیح وحسن دونوں قسم کی احادیث ہیں، پھر آپ نے سنن صغریٰ تالیف کی، جس میں صرف صحیح واعلیٰ مرتبہ کی احادیث تھیں، جس کا نام مجتبیٰ رکھا۔(۴)

۳۔سبب تالیف:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے ''المجتبیٰ'' تصنیف کرنے کی وجہ پر اکثر علماء اور محققین کا اتفاق ہے، کہ آپ نے یہ کتاب امیر رملہ کی درخواست پر تالیف کی۔علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

چون از تصنیف سنن کبریٰ فارغ شد امیرے از امرائے آن وقت از وے پرسید کہ این کتاب تو ہمہ صحیح ست؟ گفت صحیح وحسن ہمہ دارد آن امیر التماس نمود کہ از جملہ احادیث آنچہ در درجہ اعلای صحت باشد برائے من جدا باید نوشت پس مجتبیٰ راتصنیف کردہ۔ ولفظ مجتبیٰ اشہر اینست کہ بباءموحدہ است بعد از تاء فوقیہ وبعضے بنون نیز جائز داشتہ اند ومعنی قریب یک دیگرست الاجتباء بالباء الموحدہ برگزیدن الاجتناء بالنون چیدن میوۂ پختہ از درخت۔(۵)

جب امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سنن کبریٰ کی تصنیف سے فارغ ہوئے، تو امیر وقت نے ان سے دریافت کیا: کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب تمام صحیح احادیث پر مشتمل ہے؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ نہیں، اس میں حسن اور صحیح دونوں موجود ہیں۔اس امیر نے عرض کیا: کہ ان تمام احادیث میں سے جو صحت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچی ہوں، میرے لیے ان سب کا مجموعہ مرتب فرمادیجئے۔تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجتبیٰ تصنیف فرمائی۔

لفظ مجتبیٰ تاءفوقانیہ کے بعد باءموحدہ کے ساتھ زیادہ مشہور ہے۔بعض نے بجائے باء کے نون سے پڑھنا جائز رکھا ہے۔بہرحال دونوں لفظوں کے معنیٰ قریب قریب ہیں۔اجتباء جو باءموحدہ سے ہے: اس کے معنیٰ انتخاب اور برگزیدہ کرنے کے ہیں۔اور اجتناء جو نون سے ہے: اس کے معنی

۱۔ حاشیہ مقدمہ زہر الربی، ص۲۲ ۲۔ بستان المحدثین، ص۲۹۶۔۲۹۷ ۳۔ تذکرۃ المحدثین، ص۲۹۹

۴۔ بجنوری، احمد رضا، سید، مقدمہ انوار الباری، ص۲۶۰، ادارہ تالیفات، اشرفیہ، ملتان، ۱۴۲۵ھ

۵۔ بستان المحدثین، ص۲۹۶۔۲۹۷

درخت سے پختہ میوہ چننے کے ہیں۔

۴۔ سنن المجتبیٰ کے راوی:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے علماء وشیوخ کی ایک کثیر تعداد نے سنن نسائی کا سماع کیا۔ لیکن ان میں سے دس حضرات ایسے ہیں، جن کی روایت المجتبیٰ کو قبولیت عامہ حاصل ہوئی۔ عام طور پر علماء و محققین نے انہی کے نام ذکر کیے ہیں۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: (۱)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے جن لوگوں نے اس کتاب کو روایت کیا ہے ان کے اسماء یہ ہیں: (۱) عبدالکریم بن النسائی (۲) ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق ابن السنی (۳) ابوعلی الحسن بن الخضر الاسیوطی (۴) الحسن بن رشیق العسکری (۵) الحافظ ابوالقاسم حمزۃ بن محمد اکنانی (۶) ابوالحسن محمد بن عبداللہ بن زکریا (۷) محمد بن معاویہ بن الاحمر (۸) محمد بن قاسم الاندلسی (۹) علی بن ابی جعفر طحاوی (۱۰) ابوبکر بن محمد بن احمد (۲)

مذکورہ شیوخ میں سے عبدالکریم بن النسائی رحمۃ اللہ علیہ یہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں اور ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق ابن السنی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی نسخہ المجتبیٰ ہی اس وقت زیادہ رائج ہے، اور اسی روایت کو شہرت دوام حاصل ہوئی۔ یہی ابن سنی دینوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہیں۔ اس وقت عالم اسلام میں رائج نسخے زیادہ تر انہی سے مروی ہیں۔

۵۔ مؤلف شرح سنن نسائی کی اسناد متصلہ:

اس بات کا ذکر صرف تحدیث نعمت کے طور پر ہے کہ مؤلف کی سند متصل ''السنن المجتبیٰ'' کئی طرق سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ تک ہے۔ ان میں سے ایک سند عالی (نمبر ۵) جو مشہور محدث ابن سنی دینوری کے ذریعہ سے دس واسطوں سے ہے۔ دوسری سند عالی (نمبر ۶) امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے تلمیذ مشہور محدث محمد بن داؤد بن سلیمان نیشاپوری کے ذریعے سے گیارہ واسطوں سے ہے، باقی تیئس (۲۳) اسناد طویل ہیں، سب کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ارویه عاليا سندا جدا عن الشيخ المحدث الفقيه المفتي الاعظم الباكستان الاستاذ سيدی محمد عبد العليم السيالوی لا هو ری ، الشيخ الحديث والفقه بالجامعة النعيمية بلاهو ر ، باكستان، وارويها عالياً عن الشيخ ابی البركات السيد احمد اللاهوری والشيخ المعمر السيد عبدالرحمن عبدالحی الحسنی الكتانی كلاهماعن الامام احمد رضا خان البريلوی عن السيد احمد زينی دحلان عن الشيخ عثمان الدمياطی عن الشيخ محمد الامير الكبير المصری عن شيخه علی الصعيدی عن شيخه محمد بن عقيلة عن الشيخ حسن العجيمی عن احمد بن محمد العجل عن الامام يحيیٰ الطبری عن جده المحب الطبری عن الزين المراغی عن الحجاز عن القبيطی عن ابی زرعة المقدسی عن الدونی عن الكسار عن الامام النسائی رحمة الله تعالیٰ عليه وعليهم۔

۲۔اما بعد فيقول فقير ربه واسير ذنبه محمد حسين النعيمی ، مهتمم جامعه نعيميه لاهور ابدها الله تعالیٰ وايدها لما قرأ فی مدرستنا العربيةالعالية مولانا الفاضل الحافظ محمد كريم خان بن محمد لقمان خان متوطن سندرانه من مضافات

۱۔ تھذیب التھذیب، ج۱، ص۳۷

کامونکی ، غجرانواله ، الباکستان من کتب الاحادیث والتفاسیر التفاسیر والفقه وغیر هاثم التمس منی ان اجیزه بما احتوی علیه سندی من کتب الاحادیث والتفاسیر والفقه وغیر ها وذلك من حسن ظنه بانی اهل لذلك ولیس الامر كذلك ولكن قضی بانی اسئل عن تلك المسالك فاجبته لما سال واجزت له فیما قال كما اجابنی و اجازنی سیدی و مولائی فخر الاماثل صدر الافاضل السید محمد نعیم الدین المراد آبادی قدس الله تعالیٰ سره وهو مجاز عن استاذه امام العلماء الاعلام شیخ الكل فی الكل مولانا الحاج محمد كل قدس سره وهو مجاز عن استاذه قدو ة الفضلاء الكرام كوكب الهدیة عمد ة المحققین السید محمد المكی الكتبی الخطیب المدرس بالمسجد الحرام وهو مجاز عن والده قدوة المحققین السید محمد الكتبی الخطیب المدرس بالمسجد الحرام وهو مجاز عن والده مفتی الاحناف ببلدة الحرام السید محمد بن حسین الكتبی روح الله تعالیٰ روحه وهو مجاز بذلك عن استاذه خاتم المحققین مولانا مقتدانا السید احمد الطحطاوی المحشی الدرالمختار رحمة مولانه رحمة الابرارومذكور بالتفصیل فی مسانیده المطولة المشهور ة فی دیار العرب والعجم خصوصافی المدرسة العالیةالازهریة الواقعة قاهره (مصر) وعممتة بالعمامة المستحبة كماروی عن عبدالرحمن بن عوف رضی الله تعالیٰ عنه واسال الله تعالیٰ عنه ان ینفعنی وایاه ویبلغنا مانتمنا ه بمنه وكرمه۔(العبد المدعو بالد كتور محمد سرفراز النعیمی الازهری رحمة الله علیه، ناظم الجامعة النعیمیة بلاهو ر ، باكستان)

۳۔ارویه سندا جدا عن الشیخ الحدیث المحدث الفقیه المفتی الاستاذ محمد عبد اللطیف المجددی النقشبندی ، الشیخ الحدیث بالجامعۃ النعیمیة بلاهو ر ،عن الشیخ المحدث المفتی غلام نبی الشیخ الحدیث بالجامعة الرضویة مظهر الاسلام ، فیصل آباد ، باكستان ، عن امام المحدثین محدث الاعظم الباكستان ابی الفضل محمد سردار احمد القادری الجشتی مؤسس الجامعةالرضویه مظهرالاسلام فیصل آباد، باكستان عن شیوخه حجة الاسلام العلامة الشیخ محمد حامد رضا خان القادری البریلوی ومفتی الهند الاعظم محمد مصطفی رضا خان النوری القادری ابنی الامام المجدد الشیخ احمد رضا خان القادری البریلوی و صدر الشریعة المفتی العلامة محمد امجد علی الاعظمی الرضوی الحنفی البركاتی (صاحب بهار الشریعة فی الفقه سبعة عشر مجلدات) ومحدث الحرمین الشریفین الشیخ العلامة عمر محمد ان المحرسی كلهم عن زین المحدثین شیخ الاسلام الامام المجدد احمد رضا البریلوی(م۱۳۴۰ھ)عن المخدوم العلامة السید الشریف الشاه آل الرسول المارهروی القادری (م۱۲۹۶ھ)عن سراج الهند شاه عبدالعزیز المحدث الدهلوی عن ابیه امام المحد ثین فی الهند احمد المدعو بشاه ولی الله المحدث الدهلوی (م۱۱۷۶ھ)عن الشیخ العلامة ابی طاهر محمد عبدالسمیع بن ابراهیم بن حسن الكردی المدنی(م۱۱۴۵ھ) عن الشیخ احمد القشاشی عن الشیخ احمد الشناوی عن الشیخ محمد احمد الرملی عن شیخ الاسلام ابی یحیٰ زكریا بن محمد ابن احمد الانصاری عن الشیخ عزیز الدین عبدالرحیم بن محمد بن علی الفرات القاهری عن الشیخ عمر بی ابی الحسن

المراغی عن الشیخ فخر الدین ابن البخاری عن الشیخ احمد بن محمد اللبان عن الشیخ ابی علی حسن بن احمد الحداد عن الشیخ القاضی ابی نصر احمد بن الحسین الکسار عن الحافظ ابی بکر المعروف ابن السنی احمد بن محمد اسحاق الدنیوری عن الشیخ ابی عبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی النسائی (المتوفی ۳۰۳ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علیہم ۔الشیخ محمد احمدالرملی ، عن شیخ الاسلام ابی یحییٰ زکریا بن محمد بن احمد الانصاری ، عن الشیخ عزیز الدین عبدالرحیم بن محمد بن الفرات القاھری ، عن الشیخ عمر بن ابی الحسن المراغی، عن الشیخ فخر الدین ابن البخاری ، عن الشیخ العلامۃ احمد بن محمد اللبان ، عن الشیخ ابی علی حسن بن احمد الحداد، عن الشیخ القاضی ابی نصراحمد بن الحسین الکسار، عن الحافظ ابی بکر المعروف ابن السنی احمد بن محمد اسحاق الدینوری ، عن الشیخ ابی عبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی النسائی، (المتوفی ۳۰۳ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم ۔

۴۔اورویہ سندا جدا عن الشیخ المحدث المفتی الاستاذ محمد انور القادری ،الشیخ الحدیث بالجامعۃ النعیمیۃ بلاھو ر،باکستان ،عن الشیخ الفقیہ الاعظم المحدث المفتی محمد نو ر اللہ النعیمی البصیر فوری ، وارویھا عالیاً عن الشیخ ابی البرکات السید احمد اللاھوری والشیخ المعمر السید عبدالرحمن عبدالحی الحسنی الکتانی کلاھما عن الامام احمد رضا خان البریلوی عن السید احمد زینی دحلان عن الشیخ عثمان الدمیاطی عن الشیخ محمد الامیر الکبیر المصری عن شیخہ علی الصعیدی عن شیخہ محمد بن عقیلۃ عن الشیخ حسن العجیمی عن احمد بن محمد العجل عن الامام یحییٰ الطبری عن جدہ المحب الطبری عن الزین المراغی عن الحجاز عن القبیطی عن ابی زرعۃ المقدسی عن الدونی عن الکسار عن الامام النسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم ۔

۵۔وارویہ عالیا جدا عن (۱)الاستاذالکبیر المحدث الفقیہ المفتی العلامۃ علی احمد السندیلوی (۲) الزاھدۃالعابدۃالفقیھۃ المعمرۃ السیدۃ فاطمۃ عن (۳)زوجھا الشیخ العلامۃ السیدمحمد ادریس ملک لبیاسابقا عن (۴) ابیہ السید محمد مھدی عن،(۱)وارویہ بسند المتقدم الی(۵)الشیخ العمر عبدالعزیز الحبشی عن (۶) الشیخ فخر الدین ابن البخاری عن (۷) الشیخ احمد بن محمد اللبان عن (۸)الشیخ ابن علی حسن بن احمد الحداد عن (۹)الشیخ القاضی ابن نصر احمد بن الحسین الکسار عن(۱۰) الحافظ ابی بکر المعروف ابن السنی احمد بن محمد اسحاق الدینوری (۱۱)الشیخ ابی عبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی النسائی المتوفی (۳۰۳ھ) رحمۃ اللہ علیہ وعلیہم ۔ فعلی ھذا االسندیکون بینی وبین الامام النسائی عشرۃ واسطۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

۶۔وارویۃ بسند المتقدم الی(۴)الشیخ المعمرعبدالعزیز الحبشی عن (۵)الشیخ شھاب الدین احمدابن علی المعروف حافظ ابن حجر العسقلانی (م۸۵۲ھ) عن(۶)الامام ابی ھریرۃ ابن الذھبی عن (۷)الامام ابی نصر محمد بن العماد ابن الشیرازی عن(۸)الامام ابی زرعۃ طاھر بن ابی الفضل محمد بن طاھر عن(۹) الامام ابی بکر احمد بن علی بن حلف الشیرازی عن(۱۰) الامام ابی عبدالرحمن محمد بن الحسن الازدی الشلمی الصوفی عن (۱۱) محمد بن بن

داؤد بن سلیمان الزاهد النیسافوری عن (۱۲) الامام ابی عبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی ۔ فعلی هذا السند یکون بینی وبین الامام النسائی عشرة واسطة رحمة الله تعالیٰ علیهم۔

۷۔ارویه عن الاستاذ الکبیر المحدث الفقیه المفتی العلامه علی احمد سندیلوی یرویها امام المحدثین سیدی محدث الباکستان الاعظم ابی الفضل محمد سردار احمد القادری الجشتی مؤسس الجامعة الرضویه مظهر الاسلام فیصل آباد، باکستان عن شیوخه حجة الاسلام العلامة الشیخ محمد حامد رضا خان القادری البریلوی ومفتی الهند الاعظم محمد مصطفی رضا خان النوری القادری ابنی الامام المجدد الشیخ احمد رضا خان القادری البریلوی و صدر الشریعة المفتی العلامة محمد امجد علی الاعظمی الرضوی الحنفی البرکاتی (صاحب بهار الشریعة فی الفقه سبعة عشر مجلدات) ومحدث الحرمین الشریفین الشیخ العلامة عمر محمد ان المحرسی کلهم عن زین المحدثین شیخ الاسلام الامام المجدد احمد رضا البریلوی(م۱۳۴۰ھ)عن المخدوم العلامة السید الشریف الشاه آل الرسول المارهروی القادری (م۱۲۹۶ھ)عن سراج الهند شاه عبدالعزیز المحدث الدهلوی عن ابیه امام المحد ثین فی الهند احمد المدعو بشاه ولی الله المحدث الدهلوی(م۱۱۷۶ھ)عن الشیخ العلامة ابی طاهر محمد عبدالسمیع بن ابراهیم بن حسن الکردی المدنی(م۱۱۴۵ھ) عن الشیخ احمد القشاشی عن الشیخ احمد الشناوی عن الشیخ محمد احمد الرملی عن شیخ الاسلام ابی یحیٰ زکریا بن محمد ابن احمد الانصاری عن الشیخ عزیز الدین عبدالرحیم بن محمد بن علی الفرات القاهری عن الشیخ عمر بی ابی الحسن المراغی عن الشیخ فخرالدین ابن البخاری عن الشیخ احمد بن محمد اللبان عن الشیخ ابی علی حسن بن احمد الحداد عن الشیخ القاضی ابی نصراحمد بن الحسین الکسار عن الحافظ ابی بکر المعروف ابن السنی احمد بن محمد اسحاق الدنیوری عن الشیخ ابی عبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی النسائی (المتوفی ۳۰۳ھ)رحمة الله تعالیٰ علیه علیهم ۔الشیخ محمد احمدالرملی ، عن شیخ الاسلام ابی یحییٰ زکریا بن محمد بن احمد الانصاری ، عن الشیخ عزیز الدین عبدالرحیم بن محمد بن الفرات القاهری ، عن الشیخ عمر بن ابی الحسن المراغی، عن الشیخ فخر الدین ابن البخاری ، عن الشیخ العلامة احمد بن محمد اللبان ، عن الشیخ ابی علی حسن بن احمد الحداد، عن الشیخ القاضی ابی نصراحمد بن الحسین الکسار، عن الحافظ ابی بکر المعروف ابن السنی احمد بن محمد اسحاق الدینوری ، عن الشیخ ابی عبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی النسائی، (المتوفی ۳۰۳ھ)رحمة الله تعالیٰ علیه و علیهم ۔

۸۔یرویها سیدی محدث الباکستان الاعظم ، عن الشیخ عمر حمدان المحرسی ، قراۃواجازة عن السید احمد بن اسماعیل البرزنجی ، عن الشهاب السید احمد زینی دحلان، عن الشیخ عثمان ابن حسن الدمیاطی، عن الشیخ ابی عبدالله محمد الامیر الکبیر المصری ، عن شیخه علی الصعیدی ، عن شیخه محمد بن عقیلة ، عن الشیخ حسن العجیمی ، عن احمد بن محمد العجل ، عن الامام یحییٰ، عن الحافظ عبدالعزیز بن فهد، قال اخبرنا المسند ابو الیمن

محمد بن محمد بن عبدالله الزفتاوی، (بکسر الزای وسکون الفاء)، قال اخبر نا القاضی مجدالدین اسماعیل بن الکتانی الحنفی، قال اخبر نا به الاصیل ابو عبدالله محمد بن اسماعیل بن عبدالعزیز الایوبی المعروف بابن المملوك سماعاً لجمیعه الاجزء، الاول فاجازه، قال اخبر نا به شاکر الله بن غلام الله بن الشمعة، قال اخبر نا ابوزرعة طاهر بن محمد المقدسی، قال اخبر نا ابومحمد عبدالرحمن بن احمد الدونی، قال اخبر نا الحافظ ابوبکر احمد بن محمد الشهیر بابن السنی الدینوری، عن مؤلفها الامام النسائی، رحمة الله تعالیٰ علیه وعلیهم۔

۹۔یرویها سیدی محدث الباکستان الاعظم، عن الشیخ محمد الحافظ التیجانی، عن الشیخ محمد عبدالباقی الانصاری، وارویه عالیاً، عن صالح بن محمد الفلانی، عن محمد بن عبدالله المغربی، قراة علیه لبعضه واجازة السائره، عن عبدالله بن سالم البصری، عن محمد بن علاء الدین البابلی، سماعاً علیه لجمیعه بقراة عیسی التعالبی، عن الشهاب احمد بن خلیل السبکی، وابی النجاسالم بن محمد السنهوری، عن النجم الدین الغیطی، عن شیخ الاسلام ابی یحییٰ زکریا ابن محمد بن احمد الانصاری، سماعاً لبعضه واجازة لسائره، عن الزین رضوان بن محمد العقبی، قراة علیه لجمیعه، عن البرهان ابراهیم ابن احمد بن عبدالواحد التنوخی، مشافهة، عن الشیخ ابی العباس احمد بن ابی طالب المحدث الحجارسماعاً، عن ابی عبداللطیف بن محمد بن علی اجازة، عن ابی زرعه طاهر بن محمد بن طاهر المقدسی سماعاً، عن القاضی ابی نصراحمد بن الحسن الکسار، عن الحافظ ابی بکر المعروف ابن السنی احمد بن محمد اسحاق الدینوری، عن الشیخ ابی عبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی النسائی، (المتوفی ۳۰۳ھ) سماعالجمیع ستة رحمة الله تعالیٰ علیه وعلیهم۔

۱۰۔(ح)یرویها سیدی محدث الباکستان الاعظم، بسند المتقدم الی شیخ الاسلام الامام المجدد احمد رضا خان القادری البریلوی عن الشیخ المحدث احمد زینی دحلان، عن الشیخ عثمان الدمیاطی، بسند المتقدم الامام المؤلف رحمة الله علیه وعلیهم۔

۱۱۔ (ح) یرویها سیدی محدث الباکستان الاعظم، عن الشیخ المحدث العلامة محمد امجد علی الاعظمی الرضوی، عن شیخه رئیس المحدثین الشیخ وصی احمد السورتی، عن المحدث المعمر الشیخ فضل الرحمن بن اهل الله غنج مراد آبادی، عن سراج الهند الشاه عبدالعزیز المحدث الدهلوی، عن ابیه الکریم امام المحدثین فی الهند احمد المدعو بالشاه ولی الله المحدث الدهلوی، بسند المتقدم الی الامام بالمؤلف رحمة الله تعالیٰ علیه وعلیهم۔

۱۲۔(ح) یرویها سیدی محدث الباکستان الاعظم، عن الشیخ عمر حمدان المحرسی، عن المحدث الشیخ فضل الرحمن غنج مراد آبادی، عن سراج الهند الشاه عبدالعزیز المحدث الدهلوی، بسند المتقدم الی الامام المؤلف رحمة الله تعالیٰ علیه وعلیهم۔

۱۳۔ فارویها عن المحدث الکبیر الشیخ العلامة غلام الرسول الرضوی فیصل آبادی (مؤلف تفهیم البخاری شرح

صحیح البخاری احدی عشر مجلدات) وفضیلۃ الشیخ تاج الفقہاء الاستاذابی الظفر محمد عبدالحق البند یالوی دامت برکاتہ وشیخ الطریقۃ المحدث ابی المصباح محمد الیاس الھزاروی وغیرھم کلھم یروون عن محدث الباکستان الاعظم ابی الفضل محمد سردار احمد القادری الجشتی مؤسس الجامعۃ الرضویۃ مظھر الاسلام فیصل آباد وھویروی عن شیوخہ حجۃ الاسلام العلامۃ الشیخ محمد حامد رضا خان القادری البریلوی ومفتی الھند الاعظم محمد مصطفی رضا خان النوری القادری ابنی الامام المجدد الشیخ احمد رضا خان القادری البریلوی و صدر الشریعۃ المفتی العلامۃ محمد امجد علی الاعظمی الرضوی الحنفی البرکاتی (صاحب بھار الشریعۃ فی الفقہ سبعۃ عشر مجلدات) ومحدث الحرمین الشریفین الشیخ العلامۃ عمر محمد ان المحرسی کلھم عن زین المحدثین شیخ الاسلام الامام المجدد احمد رضا البریلوی(م۱۳۴۰ھ)عن المخدوم العلامۃ السید الشریف الشاہ آل الرسول المارھروی القادری (م۱۲۹۶ھ) عن سراج الھند شاہ عبدالعزیز المحدث الدھلوی عن ابیہ امام المحد ثین فی الھند احمد المدعو بشاہ ولی اللہ المحدث الدھلوی(م۱۱۷۶ھ)عن الشیخ العلامۃ ابی طاھر محمد عبدالسمیع بن ابراھیم بن حسن الکردی المدنی(م۱۱۴۵ھ) عن الشیخ احمد القشاشی عن الشیخ احمد الشناوی عن الشیخ محمد احمد الرملی عن شیخ الاسلام ابی یحیٰ زکریا بن محمد ابن احمد الانصاری عن الشیخ عزیز الدین عبدالرحیم بن محمد بن علی الفرات القاھری عن الشیخ عمر بن ابی الحسن المراغی عن الشیخ فخرالدین ابن البخاری عن الشیخ احمد بن محمد اللبان عن الشیخ ابی علی حسن بن احمد الحداد عن الشیخ القاضی ابی نصراحمد بن الحسین الکسار عن الحافظ ابی بکر المعروف ابن السنی احمد بن محمد اسحاق الدینوری عن الشیخ ابی عبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی النسائی (المتوفی ۳۰۳ھ)رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وعلیھم ۔

۱۴۔ (ح) وارویھاعن سیدی وسندی ملک العلماء واستاذالکل رئیس المدرسین عمدۃ المتکلمین الشیخ العلامۃ عطاء محمد الجشتی الکولروی البندیالوی بن اللہ بخش الاعوان رحمھما اللہ تعالیٰ عن الشیخ العلامۃ الحاج عبدالقادر بن عبدالرزاق البغدادی الخطیب بجامع الامام الاعظم ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن العلامۃ الشیخ مدینۃ الحدباء الحاج احمد بن العلامۃ الشیخ عبدالوھاب الجوادی عن العلامۃ الشیخ عبدالحق الہ آبادی عن العلامۃ الشیخ قطب الدین بن محب الدین المحدث الدھلوی ثم المکی "صاحب مظاھر الحق شرح المشکوۃ المصابیح " والعلامۃ الشیخ الشاہ عبدالغنی المحدث الدھلوی صاحب "الیانع الجنی " کلاھما عن العلامۃ الشیخ الشاہ محمد اسحاق المحدث الدھلوی عن سراج الھند الشاہ عبدالعزیز المحدث الدھلوی عن ابیہ امام المحدثین فی الھند احمد المدعو بشاہ ولی اللہ المحدث الدھلوی بسند المتقدم الی المؤلف الامام النسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وعلیھم ۔

۱۵۔(ح)وارویھا عن شیخ القرآن ابی الحقائق محمد عبدالغفور الھزاروی وشیخ القرآن العلامۃ محمد عبدالرازق الاتکی رحمھما اللہ تعالیٰ، کلاھما عن حجۃ الاسلام العلامۃ حامد رضا خان البریلوی القادری عن ابیہ امام اھل السنۃ

العلامۃ احمد رضا خان بریلوی بسند المتقدم الی المؤلف الامام النسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم ۔

۱۶۔(ح) وارویھاعن استاذ العلماء المفتی محمد اعجاز ولی اللاھوری عن صدرالشریعۃ محمد امجد علی الاعظمی وحجۃ الاسلام حامد رضا خان القادری ومفتی الھند الاعظم محمد مصطفیٰ رضا خان القادری کلھم عن الشیخ احمد رضا خان القادری بسند المتقدم الی المؤلف الامام النسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم ۔

۱۷۔(ح) وارویھا عن غزالی زمان، رازی دوران، العلامۃ السید احمد سعید الکاظمی الملتانی عن مفتی الھند الاعظم مصطفیٰ رضا خان القادری عن ابیہ امام المجدد الشیخ احمد رضا خان القادری بسند المتقدم الی المؤلف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم۔

۱۸۔(ح) وارویھا عن الشیخ الصوفی الصافی العلامۃ محمد ھاشم البصیر فوری عن فقیہ الاعظم محمد نوراللہ بصیر فوری عن الشیخ ابی البرکات السید احمد اللاھوری عن الامام احمد رضا خان الریلوی بسند المتقدم الی الامام النسائی رحمۃ اللہ علیہم ۔

۱۹۔(ح)وارویھا عالیاً عن الشیخ ابی البرکات السید احمد اللاھوری والشیخ المعمر السید عبدالرحمن الکتانی کلاھما عن الامام احمد رضا خان البریلوی بسند المتقدم الی الامام النسائی رحمۃ اللہ علیہ وعلیہم ۔

۲۰۔(ح) وارویھا عن الشیخ المحدث الکبیر السید محمد بن علوی ابن عباس المالکی عن والدہ السید علوی بن عباس المالکی المکی قرأۃ واجازۃ وکذا عن الشیخ حسن بن محمد المشاط کلاھما عن الشیخ عمر حمدان المحرسی قرأۃ واجازۃ عن السید احمد بن اسماعیل البرزنجی عن السید احمد زینی دحلان عن الشیخ عثمان الدمیاطی عن الشیخ ابی عبداللہ محمد الامیر الکبیر المصری عن شیخہ علی الصعیدی عن شیخہ محمدبن عقیلۃ عن الشیخ حسن العجیمی عن احمد ابن محمد العجل عن الامام یحییٰ عن الحافظ عبدالعزیز بن فھد قال اخبر نا لمسند ابو الیمن محمد بن محمدبن عبداللہ الزفتاوی قال اخبر نا القاضی مجدالدین اسماعیل بن ابراھیم الکتانی الحنفی قال اخبر نا بہ الأصیل ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن عبدالعزیز الایوبی المعروف بابن المملوک سماعاً لجمیعہ الاالجذء الاول فاجازۃ قال اخبر نا بہ شاکر اللہ بن غلام اللہ بن الشمعہ قال اخبر نا ابوزر عۃ طاھر بن محمد المقدسی قال اخبرنا ابو محمد عبدالرحمن بن احمد الدونی قال اخبرنا ابو نصر احمد بن احمد بن الحسین الکسار قال اخبرنا الحافظ ابوبکر احمد بن محمد الشھیر بابن السنی الدینوری عن مؤلفھا الامام النسائی رحمۃ اللہ علیہ وعلیہم ۔

۲۱۔(ح)وارویھا عن المحدث الکبیر محمد بن علوی بن عباس المالکی المکی عن الشیخ حسن یمانی والشیخ محمد الحافظ التیجانی والشیخ الشریف عبدالکبیر الصقلی کلھم عن الشیخ محمد عبدالباقی الانصاری عن صالح بن محمد الفلانی عن محمد ابن عبداللہ المغربی قراۃ علیہ لبعضہ واجازۃ لسائر عن عبداللہ ابن سالم البصری عن محمد بن علاء الدین البابلی سماعاً علیہ لجمیعہ بقراۃ عیسی الثعالبی عن الشھاب احمد بن خلیل السبکی وابی التجا سالم بن محمد

السنهوری عن النجم الدین الغیطی عن زکریا الانصاری سماعاً لبعضه واجازة لسائره عن الزین رضوان بن محمد العقبی قرأة علیه الجمیعه عن البرهان ابراهیم بن احمد التنوخی مشافهة عن ابی العباس احمد بن ابی طالب الحجاز سماعاً عن ابی عبداللطیف بن محمد بن علی القبیطی اجازة عن زرعة طاهر بن محمد بن طاهر المقدسی سماعاً لجمیعه عن ابی محمد عبدالرحمن بن احمد الدونی سماعاً عن القاضی ابی نصراحمد بن الحسین الکسار عن الحافظ ابی بکر المعروف بن السنی احمد بن محمد اسحاق الدینوری عن الشیخ ابی عبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی النسائی (المتوفی ۳۰۳ھ) سماعاً لجمیع ستة رحمة الله تعالیٰ علیه وعلیهم ۔

۲۲۔(ح) وارویها الشیخ العلامة غلام رسول الرضوی فیصل آبادی وفضیلة الشیخ تاج الفقها ء الاستاذابی الظفر محمد عبدالحق البندیالوی وشیخ الطریقة المحدث ابی المصباح محمد الیاس الهزاروی وغیرهم کلهم یروون عن محدث الباکستان الاعظم ابی الفضل محمد سردار احمد القادری الجشتی عن الشیخ محمد حافظ التیجانی بسند المتقدم الی المؤلف الحافظ الامام النسائی رحمة الله علیه وعلیهم ۔

۲۳۔(ح) وارویها عن ملك العلماء عطاء محمد البندیالوی وشیخ القرآن ابی الحقائق محمد عبدالغفور الهزاروی ثم وزیر آبادی و تاج الفقها ء العلامة ابی الظفر محمد عبدالحق البندیالوی کلهم عن فقیه العصر العلامة یار محمد البندیالوی عن شیخ الطریقة الصوفی محمد حسین اله آبادی عن الشیخ السید احمد زینی دحلان المکی عن الشیخ عثمان بن حسن الدمیاطی عن الشیخ ابی عبدالله محمد الامیر الکبیر المصری بسند المتقدم الی الحافظ الامام النسائی رحمة الله تعالیٰ علیه وعلیهم ۔

۲۴۔(ح) وارویها باسانیدالمتقدمة الی الامام الشاه احمد رضا خان البریلوی عن السید احمد زینی دحلان عن الشیخ عثمان الدمیاطی عن الشیخ عثمان الدمیاطی عن الشیخ ابی عبدالله محمد الامیر الکبیر المصری بسند المتقدم الی الامام الترمذی رحمة الله تعالیٰ علیه وعلیهم ۔

۲۵۔(ح) وارویها عالیاً عن الشیخ ابی البرکات السید احمد اللاهوری والشیخ المعمر السید عبدالرحمن عبدالحی الحسنی الکتانی کلاهماعن الامام احمد رضا خان البریلوی عن السید احمد زینی دحلان عن الشیخ عثمان الدمیاطی عن الشیخ محمد الامیر الکبیر المصری عن شیخه علی الصعیدی عن شیخه محمد بن عقیلة عن الشیخ حسن العجیمی عن احمد بن محمد العجل عن الامام یحییٰ الطبری عن جده المحب الطبری عن الزین المراغی عن الحجاز عن القبیطی عن ابی زرعة المقدسی عن الدونی عن الکسار عن الامام النسائی رحمة الله تعالیٰ علیه وعلیهم۔

۶۔تعداد مرویات: سنن نسائی المجتبیٰ کی مرویات کی تعداد مختلف نسخہ جات کے ارقام کے مطابق مختلف ہے، جن میں سے چند ایک کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔دارالفکر، بیروت، ۵۷۶۹ مرویات ۲۔المکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب: ۵۷۵۴ مرویات

۳۔دارالسلام، الریاض: ۵۷۶۱ مرویات ۴۔المکتبۃ السلفیۃ، لاہور: ۵۷۶۱ مرویات

۵۔مکتبۃ العلم، لاہور: ۵۷۶۵ مرویات ۶۔ضیاء القرآن، لاہور: ۵۶۶۲ مرویات

۷۔مکتبہ رحمانیہ، لاہور: ۵۷۵۸ مرویات ۸۔دارالمعرفۃ، بیروت ۵۷۷۴ مرویات

علامہ غلام رسول سعیدی نے دو قول لکھے ہیں۔(۱)

۹۔بعض تذکرہ نگاروں کے حوالے سے: ۵۷۶۱ مرویات ۱۰۔جدید نمبرنگ کے مطابق: ۵۷۷۴ مرویات

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے دارالمعرفۃ، بیروت والے نسخہ کی نمبرنگ کو رائج قرار دیا ہے۔

نوٹ: فیوض الرامی فی شرح سنن نسائی میں دارالمعرفۃ، بیروت، والے نسخہ کے مطابق ترقیم کی جائے گی اور باقی تمام نسخہ جات کے ساتھ موازنہ کیا جائے گا۔

۷۔شرائط امام نسائی: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ''السنن المجتبیٰ'' کو جن شرائط پر ترتیب دیا ہے، علماء اصول حدیث نے ان شرائط کو بڑی اہمیت دی ہے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے قبول حدیث میں بعض بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی کے راویوں سے بھی روایت کو نہیں لیا۔اسی طرح علل الحدیث کا بھی اہتمام سے بیان کیا ہے۔اسی لئے صحیحین کے بعد سب سے کم ضعیف حدیثیں اور مجروح راوی سنن نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ احادیث کے بارے میں حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر المقدسی لکھتے ہیں:

واما ابوداؤد فمن بعدہ فان کتبھم تنقسم علی ثلاثۃ اقسام :سنن ابوداؤد اور نسائی میں روایت کردہ احادیث تین قسم پر ہیں:

(القسم الاول) صحیح وھو الجنس المخرج فی ھذین الکتابین للبخاری ومسلم فان اکثر مافی ھذا الکتب مخرج فی ھذین الکتابین، والکلام علیہ کالکلام علی الصحیحین فیما اتفقا علیہ واختلفا فیہ۔

پہلی قسم: وہ صحیح احادیث جن کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تخریج کیا ہے۔اس لئے ان احادیث کا وہی حکم ہوگا، جو بخاری اور مسلم کی احادیث کا ہے۔

(القسم الثانی) صحیح علی شرطھم، حکی ابو عبداللہ بن مندہ ان شرط ابی داود والنسائی اخرج احادیث اقوام لم یجمع علی ترکھم، اذا صح الحدیث باتصال الاسناد من غیر قطع ولا ارسال، ویکون ھذا القسم من الصحیح، فان البخاری قال احفظ مائتی الف حدیث صحیح، مائتی الف حدیث غیر صحیح، ومسلم قال اخرجت المسند الصحیح من ثلاثمائۃ الف حدیث مسموعۃ، ثم انا رایناھما اخرجافی

دوسری قسم: وہ صحیح احادیث جو امام بخاری اور مسلم کی شرائط کے مطابق ہیں، امام ابوعبداللہ بن مندہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی گئی ہے کہ: بے شک امام داؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ان تمام راویوں سے روایت کرتے ہیں، کہ جن کے ترک پر تمام کا اجماع نہ ہو، بشرطیکہ حدیث متصل، غیر مقطوع اور غیر مرسل ہو۔یہ قسم صحیح حدیث کی ہے، کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: کہ انہیں دو لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث حفظ تھیں، اور امام مسلم کا قول ہے: کہ انہوں نے المسند الصحیح (صحیح مسلم) کا انتخاب تین لاکھ صحیح احادیث سے کیا

۱۔ تذکرۃ المحدثین، ص ۳۱۰

كتابيهما ما اتفقا عليه وما انفردا به قريب عشرة آلاف تزيد اوتنقص فعلمنا انه قدبقي من الصحيح الكثير الا ان طريقه لايكون كطريق مااخرجاه في هذين الكتابين فما اخرجوه مما انفردوا به دونهما فانه من جملة ماتركه البخاري ومسلم من جملة الصحيح۔

ہے۔ جب کہ ان دونوں کتابوں میں تقریباً دس ہزار احادیث مروی ہیں۔ باقی صحیح احادیث کی کثیر تعداد ان حضرات نے اپنی شرائط کی وجہ سے نقل نہیں کیں۔ اس لئے جو احادیث ان حضرات نے نقل نہیں کیں، وہ بھی صحیح احادیث ہی تھیں۔ اگر چہ ان کی اپنی شرائط پر وہ پوری نہیں اترتی تھیں، جو انہوں نے اپنی ان دو کتابوں کے لئے رکھی تھیں۔

اخرجوها الضدية في الباب (القسم الثالث) احاديث المتقدم واوردوها لاقطعامنهم بصحتها وربما ابان المخرج لما عن علتها بما يفهمه اهل المعرفة۔ (۱)

تیسری قسم: تیسری قسم وہ ہے جو ان دونوں قسموں کے علاوہ ہے ،اور ان کی صحت ان حضرات کے نزدیک قطعی نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے ان کی علل کو بیان کر دیا۔ تا کہ اہل معرفت کو اس کی تفہیم ہو جائے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنی کتاب میں بیان کیا ہے، اس کی وضاحت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وانما اوردها هذا القسم في كتابيهما لانه رواية قوم لها و احتجاجهم بها، فاوردها وبينا سقمها لتزول الشبهة، و ذلك اذالم يجداله طريقا غيره، لانه اقوى عندهما من راى الرجال۔ (۲)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے جو تیسری قسم کی احادیث ذکر کی ہیں، اور ان کی علل کو بیان بھی کیا ہے، ان احادیث میں سقم ہونے کے باوجود اس لئے بیان کیا، کہ ان کے پاس اس موضوع پر کوئی اور حدیث صحیح نہ تھی، امام رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کسی دوسرے شخص کی رائے سے اس قسم کی احادیث بہتر ہیں۔

حافظ ابوبکر محمد بن موسیٰ حازمی رحمۃ اللہ علیہ نے اصحاب خمسہ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی) کی شرائط اور رواۃ پر تفصیلی بحث کی ہے، جس سے ان اصحاب کی شرائط پر روشنی پڑتی ہے۔ امام نسائی کی شرائط کو سمجھنے سے پہلے ان کا سامنے ہونا ضروری ہے۔

حافظ ابوبکر حازمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وهو ان نعلم مثلاان اصحاب الزهري على طبقات خمس ولكل طبقة منها مزية على التي تلبها وتفاوت فمن كان في (الطبقة الاولى (فهوالغاية في الصحة وهو غاية(مقصد البخاري) شاركت الاولى في العدالة غير ان الاولى جمعت بين الحفظ والاتقان وبين طول اللازمة للزهري حتى كان فيهم من يزامله في السفر ويلازمه في الحضر۔
والطبقة الثانية لم تلازم الزهري الا مدة يسيرة فلم تمارس

راویوں کے پانچ طبقات کو ہم امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کی مثال سے سمجھ سکتے ہیں، یہ تمام ایک دوسرے سے باہم متفاوت ہیں۔ یہ کل پانچ طبقات ہیں:

۱۔ پہلا طبقہ: یہ وہ طبقہ ہے، جو عدالت، حفظ و اتقان کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہے، اور انہیں شیخ کی طویل صحبت بھی میسر رہی، حتیٰ کہ یہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفر و حضر میں شریک رہے۔ یہی وہ طبقہ ہے جس سے امام بخاری استیعاباً روایت کرتے ہیں۔ یہ امام بخاری کی

۱۔ المقدسی، محمد بن طاہر، ابوالفضل، شروط الائمۃ الستۃ، ص ۷، قدیمی کتب خانہ، کراچی

۲۔ مقدمہ زہر الربی، ص ۲۱

حديثه وكانو افي الاتقان دون الطبقة الاولى وهم (شرط مسلم)

(والطبقة الثالثة) جماعة الزموا الزهري مثل اهل الطبقة الاولى غير انهم لم يسلمو اعن غوائل الجرح فهم بين الردوالقبول، وهم (شرط ابى داؤد والنسوى)۔

(والطبقة الرابعة) قوم شاركوااهل الطبقة الثالثة فى الجرح والتعديل وتفردوا بقلة ممارستهم لحديث الزهري لا نهم لم يصاحبوا الزهري كثيراً، وهم (شرط ابى عيسى)، وفى الحقيقة شرط الترمذي ابلغ من شرط ابى داؤد لان الحديث اذا كان ضعيفاً اومطلعه من حديث اهل الطبقةالرابعة فانه يبين ضعفه وينبه عليه فيصير الحديث عنده من باب الشواهد والمتابعات ويكون اعتماده على ماصح عند الجماعة، وعلى الجملة فكتابه مشتمل على هذا الفن، فلهذا جعلنا شرطه دون شرط ابى داؤد۔

(والطبقة الخامسة) نفر من الضعفاء والمجهولين لايجوزلمن يخرج الحديث على الابواب، ان يخرج حديثهم الا على سبيل الاعتبارو الا ستشهادعند ابى داؤد فمن دونه فاما عند الشيخين فلا۔

فاما اهل الطبقة الاولى: فنحو مالك وابن عيينة وعبيد الله بن عمر ويونس وعقيل الايليان وشعيب بن ابى حمزة وجماعة سواهم۔

واما اهل الطبقة الثانية: فنحو عبدالرحمن بن عمرو الاوزاعي والليث بن سعد والنعمان بن راشد وعبدالرحمن بن خالد بن مسافر وغيرهم۔

والطبقة الثالثة: نحو سفيان بن حسين السلمي وجعفر بن برقان وعبدالله بن عمر ابن حفص العمري وزمعة بن صالح المكي وغيرهم۔

شرط ہے۔اس طبقہ کے رواۃ میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ، عبیداللہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ، یونس ایلی رحمۃ اللہ علیہ، عقیل ایلی رحمۃ اللہ علیہ، شعیب بن ابوحمزہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر شامل ہیں۔

۲۔**دوسرا طبقہ:** یہ وہ طبقہ ہے، جو عدالت میں پہلے طبقہ کی مانند ہے۔ البتہ حفظ واتقان میں پہلے طبقہ سے کم ہے، اور شیخ کی صحبت بھی طویل نہیں ہے۔ یہ وہ طبقہ ہے جس سے امام مسلم استیعاباً روایت کرتے ہیں۔ یہ امام مسلم کی شرط ہے۔ اس طبقہ کے رواۃ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ، نعمان بن راشد رحمۃ اللہ علیہ اور عبدالرحمٰن بن خالد بن مسافر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر شامل ہیں۔

۳۔**طبقہ ثالثہ:** یہ وہ طبقہ ہے، جو عادل ہے، اور شیخ کی طویل صحبت بھی میسر ہے، لیکن حفظ واتقان میں کمی ہے، اور ان پر اصحاب جرح وتعدیل نے رد وقبول کے اعتبار سے جرح کی ہے۔ یہ وہ طبقہ ہے جس سے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ استیعاباً روایت لیتے ہیں۔ یہ امام ابوداؤد اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی شرط ہے۔ اس طبقہ کے رواۃ میں حضرت سفیان بن حسین سلمی رحمۃ اللہ علیہ، جعفر بن برقان رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن عمر بن حفص عمری رحمۃ اللہ علیہ، زمعہ بن صالح مکی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر شامل ہیں۔

۴۔**طبقہ رابعہ:** یہ وہ طبقہ ہے جو عادل ہے، لیکن ان پر جرح وتعدیل کی گئی ہے، ان کو شیخ کی طویل صحبت میسر نہیں ہے، اور یہ ناقص الضبط بھی ہے۔ اس طبقہ سے امام ترمذی استیعاباً روایت کرتے ہیں۔ یہ امام ترمذی کی شرط ہے، اور حقیقت میں امام ترمذی کی شرائط امام ابوداؤد اور نسائی کی شرائط سے زیادہ توسع والی ہیں۔ کیونکہ جب حدیث ضعیف یا طبقہ رابعہ کی ہوتو امام ترمذی اس کے ضعف کو بیان کرتے ہیں، اور اس پر مطلع کر دیتے ہیں۔ اس طرح ان کے نزدیک حدیث شواھد اور متابعات والی ہو جاتی ہے، اور ان کا طریقہ دوسروں کے نزدیک صحیح ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اسی قسم پر مشتمل ہے۔

والطبقة الرابعة: نحو اسحاق بن يحيىٰ الكلبي ومعاوية بن يحيىٰ الصدفي واسحاق بن عبدالله بن ابي فروة المدني وابراهيم بن يزيد المكي والمثنى بن الصباح وجماعة سواهم۔

والطبقة الخامسة: نحو بحر بن كنيز السقا والحكم بن عبدالله الايلي وعبد القدوس بن حبيب الدمشقي ومحمد بن سعيد المصلوب وغيرهم، وهم خلق كثير اقتصرت منهم على هؤلا، وقد افرت لهم كتاباً استوفيت فيه ذكر هم۔

وقد يخرج البخاري احياناً عن اعيان الطبقة الثانية، ومسلم عن اعيان الطبقة الثالثة، ابوداؤد عن مشاهين الطبقة الرابعة۔(۱)

اسی لئے ہم نے اس شرط کو علیحدہ ذکر کیا ہے۔اس طبقہ کے رواۃ میں حضرت اسحاق بن یحییٰ کلبی رحمۃ اللہ علیہ، معاویہ بن یحییٰ صدفی رحمۃ اللہ علیہ، اسحاق بن عبداللہ بن ابوفروہ مدنی رحمۃ اللہ علیہ، ابراہیم بن یزید مکی رحمۃ اللہ علیہ، مثنیٰ بن صباح رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر شامل ہیں۔

۵۔طبقہ خامسہ: یہ طبقہ ضعیف اور مجہول رواۃ پر مشتمل ہے، ان سے روایت کرنا جائز نہیں ہے۔امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام نسائی کے نزدیک ضعف اور جہالت کے بیان کے لئے، ان کی روایت بیان کرنا درست ہے۔البتہ امام بخاری اور امام مسلم کے نزدیک یہ بھی درست نہیں ہے۔اس طبقہ کے رواۃ میں بحر بن کنیز سقا، حکم بن عبداللہ ایلی، عبدالقدوس بن حبیب دمشقی، محمد بن سعید مصلوب اور دیگر کثیر تعداد رواۃ کی شامل ہے۔

ان طبقات میں سے امام بخاری پہلے طبقہ سے استیعاباً اور دوسرے طبقہ سے انتخاباً روایت کرتے ہیں۔امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ پہلے دوسرے طبقہ سے استیعاباً اور تیسرے طبقہ سے انتخاباً روایت کرتے ہیں۔ جبکہ امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام نسائی پہلے تین طبقہ سے استیعاباً اور چوتھے طبقہ کے کبار سے انتخاباً روایت کرتے ہیں۔

تجزیہ: حافظ ابوبکر حازمی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے یہ بات واضح ہے، کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ پہلے تین طبقات سے استیعاباً روایت کرتے ہیں، اور چوتھے طبقہ کبار سے انتخاباً روایت کرتے ہیں۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط کے بارے میں دیگر آئمہ حدیث ورجال کی چند ایک آراء درج ذیل ہیں:

۱۔امام ابوالقاسم سعد بن علی زنجانی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحرم الشریف کی رائے:

سالت الامام اباالقاسم سعد بن علي الزنجاني بمكة عن حال رجل من الرواة فوثقه، فقلت: ان اباعبدالرحمٰن النسائي ضعفه، فقال: يا بني ان لابي عبدالرحمٰن في الرجال شرطا اشد من شرط البخاري و مسلم(۲)

حافظ ابوالفضل مقدسی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوالقاسم سعد بن علی زنجانی رحمۃ اللہ علیہ سے مکۃ المکرمۃ میں ایک راوی کے متعلق پوچھا، امام ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ نے اس راوی کو ثقہ قرار دیا، تو میں نے کہا کہ: ابوعبدالرحمن نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس راوی کو ضعیف قرار دیا ہے؟ اس پر امام ابو القاسم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے بیٹے! راویوں کے بارے میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

۱۔ حازمی، محمد بن موسیٰ، ابوبکر، شروط الائمۃ الخمسۃ، ص۷۹۔۸۰ قدیمی کتب خانہ، کراچی

۲۔ شروط الائمۃ الستۃ، ص۲۷

۲۔علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

قال الحافظ ابن حجر و اذا تقررذلك ظهر ان الذي يتبادر الى الذهن من ان مذهب النسائي في الرجال مذهب متسع ليس كذلك، فكم من رجل اخرج ابو داؤد والترمذي، تجنب النسائي اخراج حديثه، بل تجنب النسائي اخراج حديث جماعة من رجال الصحيحين۔ (۱)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حافظ ابوالفضل عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے کہ ''امام نسائی کے مذہب رجال میں بہت وسعت ہے'' سے ذہن اس طرف جاتا ہے کہ واقعی ایسا ہی ہے۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ کتنے ہی ایسے راوی ہیں، جن سے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایات کی تخریج کی ہے، لیکن امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اجتناب کیا ہے، بلکہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری اور مسلم کے بہت سارے رواۃ سے بھی احادیث لینے سے اجتناب کیا ہے۔

۳۔علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں:

وكان عنده عاليا عن قتيبة عنه ولم يحدث به لا في السنن ولا في غيرها (۲)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس (ابن لھیعہ کے علاوہ) حضرت قتیبہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ سے ایک اور سند عالی سے بھی روایت تھی، لیکن انہوں نے ان سے بھی روایت نہیں کی، نہ سنن نسائی (صغریٰ) میں اور نہ ہی کسی اور کتاب میں۔

۴۔شیخ دارقطنی امام ابوطالب الدین نصر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

من يصبر على مايصبر عليه النسائي كان عنده حديث ابن لهيعة ترجمة ترجمة فما حدث عنه بشيء (۳)

جن مصائب پر امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے صبر کیا، ان جیسی استقامت کون دکھلا سکتا ہے۔ انہوں نے ابن لھیعہ سے بھی روایت نہیں لی (حالانکہ ابن لھیعہ سے امام مسلم، امام ابوداؤد امام ترمذی روایت لیتے ہیں)۔

۵۔امام ابوالحسن معافری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

اذا نظرت الى مايخرجه اهل الحديث فماخرجه النسائي اقرب الى الصحة مماخرجه غيره۔ (۴)

جب تم محدثین کی روایات پر نظر ڈالو گے، تو تمہیں معلوم ہوگا کہ جس حدیث کا امام نسائی اخراج کرتے ہیں۔ وہ باقی محدثین کے اخراج کی نسبت صحت کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔

۶۔علامہ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

اما النسائي فشرط اشد ولايكاد يخرج يغلب عليه الوهم ولالمن يفحش الخطاء كثير۔ (۵)

امام نسائی کی اخذ حدیث میں شرائط بہت زیادہ سخت ہیں، وہ وھم کے غلبہ اور فحش غلطی والے راوی سے روایت بالکل نہیں لیتے۔

۱۔ فتح المغیث، ص۳۲ ۲۔ مقدمہ زہر الربی، ص۲۲ ۳۔ مقدمہ زہر الربی، ص۲۲

۴۔ ایضاً ۵۔ تذکرۃ المحدثین (سوہدروی)، ص۷۰

۷۔علامہ ابن تیمیہ کی رائے:

لکن نبه شیخ الاسلام ابن تیمیة انه لیس مراد الامام به ضعف المتاخرین بل هو مایقابل الصحیح الذی یشمل الحسن علی مصطلح المتقدمین۔(۱)

(حافظ مقدسی نے جوکہا ہے کہ امام نسائی اس حدیث کو بھی روایت کر لیتے ہیں، جس کی صحت یقینی نہ ہو، پھر اس کی علت بیان کرتے ہیں) اس سے متاخرین والی ضعیف حدیث مرادنہیں ہے، بلکہ متقدمین کے ہاں اس سے صحیح کے مقابل مراد ہے، اور وہ ان کے ہاں ''حسن'' کے درجہ کی حدیث ہے۔

۸۔علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

وفی الجمله فکتاب السنن اقل الکتب بعدالصحیحین حدیثا ضعیفا ورجلا مجروحا۔(۲)

سنن نسائی (صغریٰ) میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بعد سب سے کم ضعیف حدیثیں ہیں، اور سب سے کم اس کے راوی مجروح ہیں۔

تجزیہ: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط کے حوالے سے مذکورہ بالا آراء سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ رجال کے معاملہ میں شدت رکھتے تھے، اور آپ کی شرائط رواۃ کے حوالے سے باقی آئمہ سے بھی فوق تھیں۔ اسی لئے امام رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی رحمہم اللہ کے بعض راویوں سے بھی روایت لینے میں احتراز کیا ہے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی ''السنن المجتبیٰ'' کے بارے میں بعض علماء کی رائے اس کے برعکس ہے، جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابوالفضل بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

القسم الثالث احادیث اخرجاهامن غیر قطع منها لصحتهما وقدابانا علتها وذلك اذا لم یجداله طریقاً غیره لانه اقوی عندهما من رای الرجال۔(۳)

امام ابوداؤد اور امام نسائی نے تیسری قسم احادیث کی وہ تخریج کی ہے، جو ان کے نزدیک قطعی صحیح نہ تھیں، البتہ ان کی علت بھی بیان کر دی ہے۔ تیسری قسم اسی صورت میں بیان کی ہے، جب ان کے پاس کوئی اور صحیح حدیث موجود نہ تھی۔ کیونکہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دوسرے لوگوں کی رائے کی بہ نسبت احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہر حال قوی ہیں۔

یہ مذکورہ طریق اور عمل امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت ہے، امام ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

ان ضعیف الحدیث احب الی من رای الرجال۔(۴)

میرے نزدیک لوگوں کی رائے سے حدیث ضعیف زیادہ پسندیدہ ہے۔

۲۔امام محمد بن سعد باوردی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

کان من مذهب ابی عبدالرحمٰن النسائی ان یخرج عن کل من لم یجمع علی ترکه۔(۵)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ہر اس راوی سے روایت کرتے ہیں، جس کے ترک پر اجماع نہ ہو۔

۱۔ قواعد التحدیث، ص ۹۸
۲۔ مقدمہ زہر الربی، ص ۲۲
۳۔ مقدمہ زہر الربی، ص ۲۱
۴۔ تدریب الراوی، ص ۵۵
۵۔ مقدمہ زہر الربی، ص ۲۱

ترک اجماع کی وضاحت:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے ترک اجماع کی تفصیل بیان کرتے ہیں:

فانه ارادبذلك اجماعا خاصا، و ذلك ان كل طبقة من نقاد الرجال لاتخلومن متشدد و متسوط۔

فمن الاولیٰ شعبة و سفيان الثوری و شعبة اشدمنه۔

ومن الثانية يحيیٰ القطان و عبدالرحمٰن بن مهدی و يحيیٰ اشدمن عبدالرحمٰن۔

و من الثالثة يحيیٰ بن معين و احمد بن حنبل و يحيیٰ اشد من احمد۔

ومن الرابعة ابوحاتم و البخاری و ابوحاتم اشد من البخاری۔

فقال النسائی: لايترك الرجل عندی حتی يجتمع الجميع علی تركه، فما اذا وثقه ابن مهدی و ضعفه يحيیٰ القطان مثلاً، فانه لايترك، لما عرف من تشديديحيیٰ ومن هو مثله فی النقل۔(۱)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے ترک اجماع سے خاص اجماع مراد ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آئمہ نقد ورجال کے ہر طبقہ میں متشدد اور معتدل لوگ ہیں۔ یہ چار طبقات ہیں:

۱۔ **پہلا طبقہ:** اس طبقہ میں حضرت شعبہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت شعبہ رحمۃ اللہ علیہ متشدد ہیں اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ معتدل ہیں۔

۲۔ **دوسرا طبقہ:** اس طبقہ میں حضرت یحییٰ قطان رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت یحییٰ قطان رحمۃ اللہ علیہ متشدد ہیں اور حضرت عبدالرحمٰن بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ معتدل ہیں۔

۳۔ **تیسرا طبقہ:** اس طبقہ میں حضرت یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ متشدد اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ معتدل ہیں۔

۴۔ **چوتھا طبقہ:** اس طبقہ میں حضرت ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ متشدد اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ معتدل ہیں۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں کسی راوی کو اسی وقت ترک کرتا ہوں، جب اس کے ترک پر تمام کا اجماع ہو۔ جب کسی راوی کی توثیق ابن مہدی رحمۃ اللہ علیہ کریں اور حضرت یحییٰ قطان رحمۃ اللہ علیہ اسے ضعیف قرار دیں، تو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اسے ترک نہیں کرتے، کیونکہ حضرت یحییٰ قطان رحمۃ اللہ علیہ متشدد ہیں۔

۳۔ حافظ ابوالفضل زین الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

هذا مذهب متسع۔(۲)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط میں بہت وسعت ہے۔

۱۔ مقدمہ زہر الربی، ص ۲۱ ۲۔ ایضاً

۴۔حافظ ابن کثیر کی رائے:

انہ غیر مسلم فان فیہ رجالا و مجھولین اما عینا او حالا و فیھم المجروح وفیہ احادیث ضعیفۃ معللۃ و منکرۃ۔(۱)

(امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا السنن المجتبیٰ کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ سب صحیح احادیث پر مشتمل ہے) غیر مسلم ہے، کیونکہ اس میں مجروح اور مجہول رواۃ سے بھی احادیث کی تخریج ہے، یہ کبھی ذات اور کبھی حالات کے حوالے سے ہے۔اس کتاب میں ضعیف، معلل اور منکر احادیث بھی ہیں۔

۵۔علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں:

فن حدیث کے ماہرین نے امام نسائی کی شرائط کو بڑی اہمیت سے بیان کیا ہے۔بعض لوگ شرائط کے لحاظ سے امام نسائی کو امام مسلم پر ترجیح دیتے ہیں، حافظ ابوعلی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کہ رجال میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ سخت ہیں۔اسی طرح حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ اور خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط سے زیادہ سخت قرار دیا ہے۔(۲)
بعض لوگ تو شرائط کے لحاظ سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر بھی ترجیح دیتے تھے، چنانچہ ابن طاہر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے امام ابوالقاسم سعد بن علی زنجانی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک راوی کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے اس کی توثیق کی، میں نے کہا: کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ تو اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں، تو انہوں نے جواب دیا: کہ رجال میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ سخت ہیں۔(۳)
اور حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: کہ بہت سے راوی ایسے ہیں، جن کی روایت کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ قبول کر لیتے ہیں، لیکن امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ان سے روایت نہیں لیتے، بلکہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے تو صحیحین کے راویوں کی ایک جماعت سے بھی روایت میں احتراز کیا ہے۔(۴)
امام نسائی کی شرائط کے بارے میں اس قسم کی اور بھی بہت سی باتیں بیان کی گئی ہیں، لیکن ان کو ماننے میں ہمیں تامل ہے، کیونکہ ان باتوں کے ماننے سے یہ لازم آتا ہے کہ سنن نسائی کی احادیث صحت اور قوت کے اعتبار سے صحیحین کی احادیث سے زیادہ معتمد ہوں، اور یہ واقعہ اور تحقیق کے سراسر خلاف ہے، کیونکہ خود امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریحات سے یہ بات ثابت ہے کہ ان کی اس کتاب میں شاذ، منکر، منقطع معلول، مضطرب اور مرسل روایات بکثرت موجود ہیں۔اس لیے امام نسائی کی شرائط کے بارے میں ان کا اپنا بیان کیا ہوا ضابطہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔ **لا یترک عندی حتی یجتمع الجمیع علی ترکہ۔**(۵)
یعنی وہ کسی راوی کو اس وقت جائز الروایت سمجھتے ہیں، جب تک کہ اس کے ترک پر سب کا اتفاق نہ ہو، اور سنن نسائی میں ان کا یہ طریقہ ہے کہ اولاً: کسی موضوع پر حدیث صحیح کو درج کرتے ہیں، اور اگر حدیث صحیح نہ مل سکے تو حدیث ضعیف کو بھی لے آتے ہیں، مگر اس کے ضعف کی تصریح کردیتے ہیں۔(۶)

۱۔ الباعث، ص۳۲
۲۔ کشف الظنون، ج۲، ص۱۰۰۶
۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ج۲، ص۷۰۰
۴۔ مقدمہ زہر الربی، ص۳۵
۵۔ فتح المغیث، ص۳۱
۶۔ تذکرۃ المحدثین، ص۳۰۸۔۳۰۹

تجزیہ:

حافظ مقدسی، امام باوردی، حافظ عراقی، علامہ ابن کثیر اور علامہ غلام رسول سعیدی کی تصریحات کے مطابق امام نسائی کی ''السنن المجتبیٰ'' میں مجروح اور مجہول راویوں سے بھی بعض روایات لی گئی ہیں۔ اس طرح اس کتاب میں بعض شاذ، منکر، منقطع، معلول، مضطرب اور مرسل حدیثیں موجود ہیں۔ البتہ یہ تعداد سنن رابعہ میں سب سے کم ہے۔

السنن المجتبیٰ کی شرائط کے بارے میں دونوں قسم کی آراء کے مزید تجزیے سے پہلے ضروری ہے کہ اس حوالے سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تصریحات کا جائزہ لیا جائے، اس بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے چار اقوال مروی ہیں:

۱۔ امام محمد بن معاویہ ابن احمر محدث اندلس رحمۃ اللہ علیہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں:

قال النسائي كتاب السنن كله صحيح و بعضه معلول الاانه لم يبين علته و المنتخب المسمى بالمجتبىٰ صحيح كله (۱)۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کتاب السنن (الکبریٰ) زیادہ صحیح روایات پر مشتمل ہے، البتہ اس میں بعض معلول احادیث بھی ہے اور ان کی علل کو بھی بیان نہیں کیا گیا، جبکہ السنن المجتبیٰ (صغریٰ) ساری صحیح احادیث پر مشتمل ہے۔

۲۔ امام محمد بن سعد باوردی رحمۃ اللہ علیہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں:

فقال النسائي لاينزك عندى حتىٰ يجتمع الجميع على تركه۔ (۲)

جب تک کسی راوی کے ترک پر سب کا اتفاق نہ ہو، اس وقت وہ (امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ) اس راوی سے روایت جائز سمجھتے ہیں۔

۳۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حافظ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

القسم الثالث: احاديث اخرجاها من غير قطع منها لصحتها و قد ابانا علتها... وذلك اذالم يجداله طريقا غيره لانه اقوى عندهما من راى الرجال۔ (۳)

سنن نسائی کی تیسری قسم میں وہ احادیث ہیں، جن کی صحت غیر قطعی ہے، اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس صورت میں تخریج کیا ہے، جب انہیں کسی طریق سے بھی صحیح حدیث نہیں ملی، کیونکہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسی احادیث بہرحال کسی اور انسان کی رائے سے بہتر ہیں۔

۴۔ حضرت امام احمد بن محبوب رملی رحمۃ اللہ علیہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں:

يقول لماعزمت على جمع السنن استخرت الله فى الرواية عن شيوخ كا ن فى القلب منهم بعض الشئى فوقعت الخيرة على تركهم فتركت جملة من الحديث كنت اعلم انها عنهم۔ (۴)

جب میں نے ''السنن'' کو جمع کرنے کا ارادہ کیا، تو بعض شیوخ کے حوالے سے میرا دل غیر مطمئن تھا، میں نے ان کی روایت کے بارے میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے استخارہ کیا۔ مجھے ان کے ترک کرنے میں خیر نظر آئی، اس لئے میں نے ان شیوخ سے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔

۱۔ مقدمہ زہر الربی، ص۲۲ ۲۔ فتح المغیث، ص۳۱

۳۔ مقدمہ زہر الربی، ص۲۱ ۴۔ ایضاً

تجزیہ:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے السنن المجتبیٰ میں جن شرائط احادیث کو ملحوظ رکھا، ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ پہلے تین طبقات سے استیعاباً، چوتھے طبقہ سے انتخاب کرتے ہیں، ممکن ہے اس کے ساتھ ساتھ ان طبقاتؒ کے راویوں میں سے بعض کو استخارہ کی بناء پر چھوڑ دیا ہو، اس طرح بعض بخاری اور مسلم کے رواۃ سے بھی روایت نہ لی ہو، اس لئے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط بنسبت دوسروں کے سخت ہیں۔

۲۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کوشش اور بساط کے مطابق صحت کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی احادیث کا انتخاب کیا ہے۔ اس تمام تر کوشش کے باوجود ''السنن المجتبیٰ'' میں ضعیف و معلول احادیث موجود ہیں۔ لیکن صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بعد سب سے کم ضعیف حدیثیں ہیں اور سب سے کم راوی مجروح ہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی ضعیف حدیثیں اور مجروح راوی موجود ہیں، اگرچہ بہت کم ہیں۔

۳۔ بعض علماء نے یہ تطبیق بیان کی ہے:

ویمکن ان یکون اشدیة شرطه فی المجتبیٰ و مذهبه المتسع فی الکبری۔	ممکن ہے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ''المجتبیٰ'' میں سخت شرائط رکھی ہوں اور ''الکبریٰ'' میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا طریق وسیع تر ہو۔

۴۔ کسی موضوع پر جب کوئی حدیث صحیح نہ ملی، تو حدیث ضعیف کو روایت کیا اور اس کی علل بھی بیان فرما دیں۔

۸۔ سنن نسائی صغریٰ کی بارگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شرف قبولیت:

علامہ تجیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حضرت ابو علی بن الخضر الاسیوطی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: کہ انہوں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کافی کتابیں موجود تھیں۔ ان میں امام نسوی کی کتاب ''السنن'' بھی تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: کب تک اور کہاں تک یہ کافی ہیں؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام ابو عبدالرحمان النسوی رحمۃ اللہ علیہ کی ''السنن'' کی کتاب الطھارۃ کو ہاتھ میں لیا، امام اسیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرے دل میں یہ یقین ہوگیا کہ یہ امام نسوی کی کتاب ہے۔ (۱)

۹۔ صحاح ستہ میں مقام:

سنن نسائی کے صحاح ستہ میں مقام و مرتبے کے اعتبار سے آئمہ کرام کی آراء درج ذیل ہیں:

۱۔ حافظ امام ابوعبداللہ ابن رشید رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

انه ابدع الکتب المصنفة فی السنن تصنیفا واحسنها توصیفا، وهو جامع بین طریقتی البخاری و مسلم مع حظ کثیر من بیان العلل (۲)	علم حدیث میں جس قدر کتابیں تصنیف ہوئی ہیں، سنن نسائی ان سب سے بہتر اور ترتیب کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ ہے۔ یہ کتاب صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اسلوب کی جامع ہے، جبکہ علل کے بیان میں ان سے منفرد اور ممتاز ہے۔

۱۔ مقدمۃ تفسیر النسائی، ج ۱، ص ۶۷۔۶۸

۲۔ سخاوی، محمد بن عبدالرحمن، حافظ شمس الدین، فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث، ج ۱، ص ۷۱، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ، مصر

۲۔ امام ابن احمر رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

انه اشرف المصنفات کلها وما وضع فی الاسلام مثله۔(۱)

سنن نسائی علم حدیث میں تمام تصنیفات سے افضل ہے، اور کتب اسلامیہ میں سنن نسائی کی مثل کوئی کتاب نہیں ہے۔

۳۔ امام ابوالحسن معافری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اذا نظرت الی مایخرجه اهل الحدیث فماخرجه النسائی اقرب الی الصحة مماخرجه غیره۔(۲)

جو روایات محدثین نے تخریج کی ہیں، ان میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی تخریج کردہ روایات باقی محدثین کی روایات کی بہ نسبت صحت کے زیادہ قریب ہیں۔

۴۔ حافظ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

صرح بعض المغاربة بتفضیل کتاب النسائی علی صحیح البخاری۔(۳)

بعض مغربی علماء نے سنن نسائی کی صحیح بخاری پر فضیلت کی تصریح فرمائی ہے۔

۵۔ امام ابوالقاسم سعد بن علی زنجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان لابی عبدالرحمٰن فی الرجال شرطا اشد من شرط البخاری و مسلم۔(۴)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی رجال کے معاملے میں شرائط امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

۶۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قدمه قوم من الحذاق فی معرفة ذلك علی مسلم بن الحجاج و قدمه الدار قطنی وغیره فی ذلك وغیره علی امام الائمة ابی بکر بن خزیمة صاحب الصحیح۔(۵)

بعض آئمہ رجال نے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ پر ترجیح دی ہے۔ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کو فن رجال اور علوم حدیث میں امام الائمہ ابوبکر بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ (مصنف صحیح ابن خزیمہ) پر بھی ترجیح دی ہے۔

۷۔ حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هواحذق بالحدیث و علله و رجاله من مسلم و الترمذی وابی داؤد وهوجار فی مضمار البخاری وابی زرعة۔(۶)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ حدیث، علل اور رجال کے فن میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے بڑے عالم ہیں، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ و امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم پلہ ہے۔

۸۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وفی الجملة فکتاب السنن اقل الکتب بعد الصحیحین حدیثا ضعیفا ورجلا مجروحا۔(۷)

سنن نسائی کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بعد سب سے کم ضعیف حدیثیں اور سب سے کم مجروح راوی اس کے ہیں۔

۱۔ سخاوی، محمد بن عبدالرحمٰن، حافظ شمس الدین، فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث، ج۱، ص۱۷، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاھرہ، مصر

۲۔ مقدمہ زہر الربی، ص۲۲ ۳۔ فتح المغیث، ص۲۶ ۴۔ شروط الائمۃ الستۃ، ص۲۷

۵۔ مقدمہ فتح الباری، ج۱، ص۸ ۶۔ سیر اعلام النبلاء، ج۱، ص۲۲۰ ۷۔ مقدمہ زہر الربی، ص۲۲

۹۔ امام ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے آئمہ صحاح ستہ کی ترتیب حسب ذیل لکھی ہے:

هولاء الائمة الستة يعني البخاري و مسلما و ابا داؤد و الترمذي و النسائي و ابن ماجة۔(۱)

چھ آئمہ حدیث یہ ہیں: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۰۔ امام ابوبکر محمد بن موسیٰ حازمی رحمۃ اللہ علیہ نے کتب صحاح خمسہ کی ترتیب حسب ذیل لکھی ہے:

ان اذكر لك شروط الائمة الخمسة في كتبهم المعتمد على نقلهم و حكمهم، ابي عبدالله محمد بن اسماعيل بن ابراهيم بن المغيرة بن الاحنف بن بردز الجعفي مولاهم البخاري، وابي الحسين مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري، وابي داؤد سليمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشر بن شداد بن عمرو بن عمران الازدي السجستاني، وابي عيسى محمد بن عيسى بن سورة الترمذي، وابي عبدالرحمٰن احمد بن شعيب النسوي رحمهم الله عزوجل۔(۲)

آئمہ خمسہ نے اپنی کتب حدیث میں روایت و درایت کے جن اصولوں کو مدنظر رکھا: یہ آئمہ خمسہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۱۱۔ عصر حاضر کے عظیم محدث، مفسر، فقیہ اور مؤرخ علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ نے سنن نسائی کو بخاری، مسلم، ترمذی اور ابوداؤد کے بعد پانچویں درجہ پر ذکر کیا ہے۔(۳)

مولانا عبدالرشید نعمانی دیوبندی نے سنن نسائی کو بخاری اور مسلم کے بعد تیسرے درجہ پر ذکر کیا ہے۔(۴)

تجزیہ:

مذکورہ بالا تصریحات وآراء سے سنن نسائی کے صحاح ستہ میں مقام ومرتبہ کے بارے میں چار باتیں مترشح ہوتی ہیں:

۱۔ بعض مغاربہ اور دیگر علماء کے مطابق سنن نسائی کو تمام کتب احادیث پر فوقیت حاصل ہے۔ اس اعتبار سے صحاح ستہ میں اس کا درجہ پہلا ہے۔

۲۔ بعض آئمہ کرام صحیح بخاری کے بعد باقی کتب پر سنن نسائی کی فوقیت کے قائل ہیں۔ اس اعتبار سے اس کا صحاح ستہ میں درجہ دوسرا ہے۔

۳۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر آئمہ کا رجحان اس طرف ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بعد سنن نسائی کا درجہ ہے۔ اس لحاظ سے سنن نسائی کا صحاح ستہ میں درجہ تیسرا ہے۔

۴۔ حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوبکر محمد بن موسیٰ حازمی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کا رجحان اس طرف ہے کہ سنن نسائی کا درجہ صحیح

۱۔ شروط الائمة الستة، ص ۷۰
۲۔ شروط الآئمة الخمسة، ص ۷۳
۳۔ تذکرۃ المحدثین، ص ۲۹۸۔۳۱۴
۴۔ امام ابن ماجہ اور علم حدیث، ص ۴۴۷۔۴۵۲

بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی کے بعد ہے۔ اس اعتبار سے سنن نسائی کا صحاح ستہ میں درجہ پانچواں ہے۔ متاخرین علماء کی اکثریت نے حافظ طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ حازمی رحمۃ اللہ علیہ کی ترتیب کو راجح قرار دیا ہے، اور پھر اسی ترتیب کو قبولیت عامہ نصیب ہوئی۔ واللہ تعالیٰ جل جلالہ اعلم بالصواب۔

۱۰۔ سنن نسائی کا اسلوب:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس تصنیف کی ترتیب اور تالیف میں جو اسلوب اختیار کیا ہے، وہ اکثر کتب صحاح کے اسالیب کا جامع ہے، انہوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ایک حدیث کو متعدد ابواب میں ذکر کر کے اس سے مختلف مسائل کا اثبات کیا ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی طرز پر ایک حدیث کے تمام طرق کو اختلاف الفاظ کے ساتھ روایت کر کے ایک جگہ جمع کیا ہے، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے انداز پر صرف احکام فقہیہ سے متعلق احادیث کی تدوین کی ہے، اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح احادیث کے ذیل میں ان پر فنی نقطہ نگاہ سے گفتگو کی ہے، اس کے علاوہ اس کتاب میں اور بھی بہت سی خوبیاں ہیں، جن میں سے چند کا ذکر مع امثلہ کیا جاتا ہے:

(۱) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک حدیث کو متعدد مسائل کے اثبات کے لیے مختلف ابواب کے تحت ذکر کرتے ہیں، مثلاً اسامہ بن عمیر سے ایک روایت ہے: **ان اللہ عزوجل لا یقبل صلوٰۃ بغیر طھور ولا صدقۃ من غلول**، اس حدیث کو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الطہارۃ میں بھی ذکر کیا ہے اور **کتاب الزکوٰۃ** میں بھی۔ اسی طرح ضمام بن ثعلبہ کی وہ روایت جس میں اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ارکان اسلام دریافت کیے ہیں، اس کو امام نسائی نے کتاب الصلوٰۃ کے باب **کم فرضتِ فی الیوم و اللیلہ** اور **کتاب الایمان** میں **باب الزکوٰۃ** کے تحت ذکر کیا۔ نیز حدیث جبرئیل کو **کتاب الایمان** کے باب **نعت الایمان** اور باب **صفت الایمان و الاسلام** میں ذکر کیا ہے۔

(۲) ایک حدیث جس قدر طرق اور اسانید سے مروی ہو، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو اختلاف الفاظ کے ساتھ ان تمام طرق سے ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں، جیسا کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ ہے، لیکن امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں یہ خوبی زائد ہے کہ: وہ تمام طرق ذکر کرنے کے بعد بسا اوقات ان طرق میں جو اسانید مجروح ہوں، ان کی نشاندہی کر دیتے ہیں، اور بسا اوقات ان طرق کے درمیان محاکمہ کرتے ہیں، اور بتلاتے ہیں کہ ان میں سے کونسا طریقہ صحیح اور کونسا مبنی برخطا ہے، اور اگر تمام اسانید صحیح ہوں، تو بتلاتے ہیں کہ ان میں سے اصح اور ارجح کون سی اسناد ہیں۔ مثلاً امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ باب **النھی عن التبتل** کے تحت وہ حدیث لائے، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجرد سے منع فرمایا ہے، اس حدیث کو انہوں نے پانچ طرق سے ذکر کیا ہے، جن میں سے تین طرق پر جرح کی ہے، ایک روایت اسماعیل بن مسعود کی ہے، جس کی سند میں اشعث ہے، دوسری روایت اسحاق بن ابراہیم کی ہے، جس کی سند میں قتادہ ہے، فرماتے ہیں: قتادہ اشعث سے زیادہ احفظ اور اشعث اثبت ہے، مگر اشعث کی حدیث اشبہ بالصواب ہے۔ تیسری روایت یحییٰ بن موسیٰ کی ہے، اس کی سند میں اوزاعی ہیں، جو زہری سے روایت کرتے ہیں، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ اوزاعی کا زہری سے سماع ثابت نہیں ہے۔ اسی طرح باب **التوقیت فی الخیار** کے تحت وہ حدیث لائے ہیں، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اختیار دیا تھا کہ: وہ تنگی گزران کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیں، یا اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں رہیں، اس حدیث کو انہوں نے دو سندوں کے ساتھ ذکر کیا ہے، پہلی سند **یونس بن عھد عن ابن وھب عن موسیٰ بن علی** ہے اور دوسری سند **محمد بن عبدالاعلیٰ عن محمد بن ثور عن معمر** ہے، ان دونوں سندوں کے ساتھ حدیثوں کو ذکر کرنے کے بعد، دوسری حدیث کے متعلق لکھتے ہیں: **قال ابو**

عبدالرحمان هذا خطاء والا ول اولیٰ بالصواب۔(۱)

اسی طرح مردار جانور کی کھال کے استعمال کے جواز میں حدیث **ان لا تنتفعوا من المیتة باهاب** کوانہوں نے باب **جلود المیتة** میں اختلاف الفاظ کے ساتھ چار اور طرق سے ذکر کیا ہے، اس طرح اس حدیث کوانہوں نے اٹھارہ طرق سے ذکر کیا ہے، اس کے بعد ان اٹھارہ طرق کے درمیان محاکمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **قال ابو عبدالرحمان اصح مافی هذا الباب فی جلود المیتة اذا دبغت حدیث الزهری عن عبید الله بن عبدالله عن ابن عباس عن میمو نه**(۲) یعنی ان اٹھارہ حدیثوں میں جو صحیح ترین حدیث ہے، وہ زہری کی عن عبیداللہ بن عبداللہ عن ابن عباس عن میمونہ ہے اور وہ حدیث یہ ہے: **ان النبی ﷺ مر علی شاة میتةٌ ملقاة فقال لمن هذا فقالو ا المیمونة فقال ما علیها لو انتفعت باهابها قالو انها میتة فقال انما حرم اله عز واکلها** (۳)

(۳) بعض مرتبہ ایک حدیث سند غریب سے مرفوعاً مروی ہوتی ہے، اور سند مشہور کے لحاظ سے وہ حدیث موقوف ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں امام نسائی اس کی غرابت اور وقف کا بیان کر دیتے ہیں، مثلاً روایت کرتے ہیں:

ان قتیبة بن سعید عن مالك عن مودبن یحییٰ عن سعید بن یسار عن ابن عمر قال رایت رسول الله ﷺ یصلی علی حماروهو متوجه الی خیر ۔ اس کے بعد امام نسائی لکھتے ہیں: **قال ابو عبدالرحمان لانعلم احد اتابع عمرو بن یحییٰ عن قوله یصلی علی حماروحدیث یحییٰ بن سعید عن انس الصواب موقوف**(۴)

یعنی اس حدیث کے رفع میں عمرو بن یحییٰ متفرد ہیں، اور اصل میں یہ حدیث موقوف ہے۔

(۴) بعض اوقات ایک حدیث مضطرب المتن ہوتی ہے یعنی راوی ایک حدیث کے متن کو دوسری حدیث کے متن میں ملا دیتا ہے، ایسی صورت میں امام نسائی اس کی وضاحت کر دیتے ہیں، مثلاً انہوں نے ایک روایت ذکر کی ہے:

عن عائشه قالت مالعن رسول الله ﷺ من لعنته تذکر واکان اذاکان قریب عهد بجبرئیل علیه السلام یدارسه کان اجود بالخیر من الریح المرسلة،

دراصل یہ الگ الگ حدیثیں ہیں جن کو راوی نے ملا دیا ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **قال ابو عبدالرحمن هذا خطاء و ادخل هذا حدیثا فی حدیث**(۵)

(۵) بعض اوقات ایک حدیث فی نفسہ مشہور ہوتی ہے لیکن بعض الفاظ کے لحاظ سے اس کو غریب قرار دیا جاتا ہے، ایسی شکل میں امام نسائی اس کی غرابت کا بیان کر دیتے ہیں، مثلاً وہ روایت کرتے ہیں: **اخبر نا علی بن حجر اخبر نا علی بن مسهر عن الاعمش عن ابی زرین وابی صالح عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ اذا ولغ الکلب فی اناء احد کم فلیرقه فلیغله سبع مرات**(۶)

اس حدیث میں صرف علی بن مسہر نے **فلیرقه** کے الفاظ کی روایت کی ہے۔ دوسرے راوی اس کی متابعت نہیں کرتے، اس لیے امام نسائی فرماتے ہیں۔ **قال ابو عبدالرحمان لا اعلم احد اتابع علی بن مسهر علی قوله فلیرقه** ۔

۱۔ سنن نسائی، ج ۲، ص ۸۶ ۲۔ ایضاً ص ۱۶۹ ۳۔ ایضاً ص ۱۶۸

۴۔ ایضاً ص ۷۶ ۵۔ ایضاً ص ۱۲۳ ۶۔ ایضاً ص ۱۰

(۶) جو حدیث شاذ اور غیر محفوظ ہو، اس کی تصریح کر دیتے ہیں، مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، ان رسول اللہ ﷺ رای علیها مسکتی ذهب الحدیث (۱) اس کے بعد فرماتے ہیں قال ابو عبدالرحمان هذا غیر محفوظ۔ یعنی یہ حدیث شاذ ہے۔

(۷) جو حدیث منکر ہو اس کی تعیین کر دیتے ہیں مثلاً انہوں نے حضرت ابو ہریرہ سے ایک روایت ذکر کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: امرك بیدك تین طلاقیں ہیں، اس کے بعد فرماتے ہیں: قال ابو عبدالرحمان هذا حدیث منکر (۲) یعنی یہ حدیث منکر ہے۔

(۸) بعض اوقات ایک حدیث کسی راوی سے موصولاً ذکر کرتے ہیں لیکن وہ روایت درحقیقت مرسل ہوتی ہے، ایسی صورت میں امام نسائی اس کا ذکر کر دیتے ہیں مثلاً وہ روایت کرتے ہیں۔ اخبر نا محمد بن وهب قال حدثنا محمد بن سلمة عن ابی عبدالرحیم قال حدثنی زید بن ابی انیسه عن طلحة بن مصرف عن یحییٰ بن سعید عن انس بن مالك قال قدم اعراب من عرینة الی النبی ﷺ الحدیث، اس کے بعد امام نسائی لکھتے ہیں، قال ابو عبدالرحمن لا نعلم احد اقال عن یحییٰ بن انس فی هذا الحدیث غیر طلحة والصواب عندی والله اعلم یحییٰ عن سعید بن المسیب مرسل (۳) یعنی اس حدیث کے تمام طریق میں سے صرف طلحہ نے عن یحییٰ عن سعید عن انس روایت کر کے اس کو موصول قرار دیا اور درحقیقت یہ حدیث سعید بن المسیب سے مرسلاً مروی ہے۔

(۹) امام نسائی حدیث مرسل اور منقطع میں کوئی فرق نہیں کرتے اور حدیث منقطع پر بھی مرسل کا اطلاق کر دیتے ہیں، مثلاً وہ روایت کرتے ہیں: اخبر نا اسحاق بن ابراهیم قال حدثنا نصر بن محمد المروزی ثقة قال حدثنا العلاء بن المسیب عن عمرو بن مرة عن طلحة بن یزید الانصاری عن حذیفة انه صلی مع رسول الله ﷺ فی رمضان فرکع فقال فی رکوعه سبحان ربی العظیم مثل ما کان قائما الحدیث۔ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد امام نسائی لکھتے ہیں۔ قال ابو عبدالرحمان هذا الحدیث عندی مرسل وطلحة بن یزید لا اعلم سمع من حذیفه وغیر العلاء بن المسیب قال فی هذا الحدیث عن طلحة عن رجل عن حذیفه (۴)

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں طلحہ اور حذیفہ کے درمیان ایک اور شیخ کا واسطہ ہے، جس کا دوسرے راوی ذکر کرتے ہیں مگر طلحہ نے اس کا ذکر نہیں کیا، اس لیے یہ حدیث منقطع قرار پائی، اور امام نسائی نے اس کو مرسل کہا ہے، خیال رہے کہ امام نسائی کا حدیث منقطع پر مرسل کا اطلاق کرنا بعض محدثین کے مذہب کے مطابق ہے، کیونکہ بہت سے محدثین مثلاً امام ابوزرعہ، ابو حاتم اور دارقطنی وغیرہ حدیث مرسل اور منقطع میں فرق نہیں کرتے۔

(۱۰) بعض دفعہ شیخ کی بیان کی ہوئی سند میں کسی راوی کا نام صحیح نہیں ہوتا تو حدیث ذکر کرنے کے بعد امام نسائی راوی کی اصلاح کر دیتے ہیں، مثلاً روایت کرتے ہیں۔ اخبر نا سوید بن نصر قال اخبر نا عبدالله وهو ابن مبارك عن شعبه عن مالك عن عرفطة عن عبدخیر عن علی انه اتی بکرسی فقعد علیه مشود عابتور فیه ماء الحدیث: اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد امام نسائی لکھتے ہیں: قال ابو عبدالرحمان هذا خطاء والصواب خالد بن علقمة لیس مالك بن عرفطة (۵) یعنی سند حدیث میں جس راوی کا نام مالك بن عرفطة ذکر کیا گیا ہے، اس کا نام اصل میں خالد بن علقمہ ہے۔

۱۔ سنن نسائی، ج۱، ص۲۴۵ ۲۔ ایضاً، ص۸۲ ۳۔ ایضاً، ج۱، ص۳۲

۴۔ ایضاً، ص۱۷۲ ۵۔ ایضاً، ج۱، ص۱۳

(۱۱) اگر کسی حدیث کی سند میں کوئی غریب راوی آجائے تو اس کی نشاندہی کر دیتے ہیں، مثلاً روایت کرتے ہیں۔ اخبر نا بشر بن خالد والعسکری قال حدثنا غندو قال حدثنا شعبة عن سلیمان و منصور و عماد ومغیرہ وابی ھاشم عن ابی وائل عن عبداللہ عن النبی ﷺ قال فی التشھد التحیات للہ الحدیث ،اس کے بعد لکھتے ہیں قال ابو عبدالرحمان ابو ھاشم غریب (۱)

(۱۲) بعض اوقات سند حدیث میں کوئی راوی قوی نہیں ہوتا، تو اس کا تعین کر دیتے ہیں مثلاً روایت کرتے ہیں: اخبر نا احمد بن نصر قال حدثنا یحییٰ بن ابی بکیر قال حدثنا ابو جعفر الرازی عن محمد بن المنکدر عن سعید بن جبیر عن عائشة ان رسول اللہ ﷺ قال فذکر بنحوہ۔ اس کے بعد لکھتے ہیں: قال ابو عبدالرحمن ابو جعفر الرازی لیس بالقوی فی الحدیث (۲)
یعنی اس سند میں ابوجعفر نام کا ایک راوی ہے جو قوی نہیں ہے۔

(۱۳) اسی طرح اگر سند میں کوئی راوی ضعیف ہو، تو اس کی نشاندہی کر دیتے ہیں، مثلاً روایت کرتے ہیں: اخبر نا محمد بن عبداللہ بن المبارك قال حدثنی یحییٰ بن اسحاق قال حدثنا محمد بن سلیمان عن سھیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال من صلی فی یوم اثنتی عشر رکعة الحدیث: اس کے بعد لکھتے ہیں: قال ابو عبدالرحمان ھذا خطاء و محمد بن سلمان ضعیف وھو ابن الاصبھانی (۳)
یعنی اس سند میں محمد بن سلیمان نام کا ایک ضعیف راوی ہے۔

(۱۴) اگر ایک نام کے دو راوی ہوں اور ان میں سے ایک راوی ضعیف اور دوسرا قوی ہو تو اس کا بیان کر دیتے ہیں، مثلاً روایت کرتے ہیں: اخبر نا محمد بن عبداللہ بن بزیع قال ثنا بشر یعنی ابن المفضل قال اخبر نا عبدالرحمان بن اسحاق عن الزھری عن سھل بن سعد قال رایت مروان بن الحکم جالسا الحدیث ،اس کے بعد لکھتے ہیں: قال ابو عبدالرحمان عبدالرحمان بن اسحاق ھذا لیس بہ باس وعبدالرحمان بن اسحاق یروی عنہ علی بن مسھر وابو معاویة وعبدالواحد بن زیاد عن النعمان بن سعد لیس بثقة (۴)

یعنی عبدالرحمان بن اسحاق نام کے دو راوی ہیں، ایک وہ جن سے بشر بن مفضل اور ابراہیم بن طھمان روایت کرتے ہیں، یہ قوی راوی ہیں، اور اس حدیث میں انہیں سے روایت ہے اور ایک عبدالرحمان بن اسحاق، وہ ہیں جن سے علی بن مسہر اور ابومعاویہ وغیرہ روایت کرتے ہیں، یہ ضعیف راوی ہیں۔

(۱۵) بسا اوقات امام نسائی حدیث کے راویوں کے مراتب اور ایک استاذ کے متعدد شاگردوں کے درجات کا بھی تعین کرتے ہیں، مثلاً انہوں نے وتر کے بعد ذکر بالجہر کے جواز پر یہ روایت ذکر کی: فاذا اراد ان ینصرف قال سبحان الملك القدوس ثلثا یرفع بھا صوتہ :اس روایت کو اختلاف الفاظ کے ساتھ انہوں نے پانچ طرق سے ذکر کیا ہے: اولاً: یہ روایت قاسم بن یزید سے، ثانیاً: محمد بن عبید سے، اور ثالثاً: ابونعیم سے ذکر کی ہے، پھر ان تینوں طرق کے مراتب کا فرق بیان کیا ہے، فرماتے ہیں: قال ابو عبدالرحمان ابو نعیم اثبت عندنا من محمد بن عبید

۱۔ سنن نسائی، ج ۱، ص ۱۱۷ ۲۔ ایضاً، ص ۱۸۲
۳۔ ایضاً، ج ۱، ص ۱۸۵ ۴۔ ایضاً، ج ۲، ص ۴۳

ومن قاسم بن یزید یعنی پہلے دوراویوں کی نسبت ابونعیم راجح ہے اور ابونعیم سفیان سے روایت کرتے ہیں، اس لیے سفیان کے شاگردوں میں ابو نعیم کی حیثیت متعین کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **واثبت اصحاب سفیان عند نا واللہ اعلم یحییٰ بن سعید القطان ثم عبداللہ بن المبارک ثم وکیع بن الجراح ثم عبدالرحمان بن مھدی ثم ابو نعیم (۱)**

یعنی سفیان کے شاگردوں میں ابونعیم پانچویں درجہ میں شمار ہوتے ہیں۔

(۱۷) بعض دفعہ امام نسائی کسی حدیث کی تخریج میں دوسرے آئمہ حدیث سے اختلاف کرتے ہیں، پھر اپنے مؤقف پر عقلی اور نقلی دلائل فراہم کرتے ہیں، مثلاً انہوں نے ایک روایت ذکر کی: **اخبر نا اسحاق بن ابراھیم قال قرأت علی ابی قوۃ موسیٰ بن طارق عن ابن جریج قال حدثنا عبداللہ بن عثمان بن خثیم عن ابی الزبیر عن جابر ان النبی ﷺ حین رجع من عمرۃ الجعرانۃ بعث ابابکر علی الحج الحدیث:** اس حدیث کی سند میں ابن جریج اور ابوالزبیر کے درمیان ایک راوی ہے۔ ابن خثیم جوضعیف ہے، دوسرے ائمہ حدیث جب اس روایت کوذکر کرتے ہیں، تو ابن جریج اور ابوالزبیر کے درمیان ابن خثیم کا ذکر نہیں کرتے، امام نسائی نے اس کا ذکر اس وجہ سے کیا ہے کہ درمیان میں اس کا ذکر نہ کرنے کی صورت میں یہ حدیث منقطع ہو جائے گی، چنانچہ لکھتے ہیں: **قال ابو عبدالرحمان ابن خثیم لیس بالقوی فی الحدیث وانما اخرجت ھذا لئلا یجعل ابن جریج عن ابی الزبیر** : پھر اپنی تخریج کی تائید کے لیے ان محدثین کے حوالے دیتے ہیں جنہوں نے ابن خثیم کا اسناد میں ذکر کیا ہے۔ پس لکھتے ہیں: **وما کتبناہ الا عن اسحاق بن راھویہ ابن ابراھیم ۔ ویحییٰ بن سعید القطان لم یترك الحدیث** ابن خثیم ولاعبدالرحمان یعنی اسحاق، یحیٰ اور عبدالرحمان یہ سب لوگ ابن خثیم سے روایت کرتے ہیں۔ اخیر میں ابن خثیم کے ضعف کی وجہ بتلاتے ہیں کہ وہ منکر الحدیث ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ **ان علی بن المدینی قال ابن خثیم منکرا الحدیث (۲)**

(۱۸) سنن نسائی میں ایک جگہ امام نسائی نے ایک حدیث سب سے طویل اسناد کے ساتھ بیان فرمائی ہے، جس میں چھ تابعین کا ذکر ہے اور اس حدیث کے بعد امام نسائی لکھتے ہیں: میرے علم میں اس سے طویل سند اور کوئی نہیں ہے، وہ روایت یہ ہے: **اخبر نا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمان حدثنا زائدۃ عن منصور عن ھلال بن سیاف عن ربیع بن خثیم عن عمرو بن میمون عن ابن ابی لیلیٰ عن امرأۃ عن ابی ایوب عن النبی ﷺ قال: قل ھو اللہ احد ثلث القران قال ابو عبد الرحمان مااعرف اسناداً** یہ کہاہے؟ **من ھذا (۳)**

(۱۹) بعض دفعہ متن حدیث میں کوئی مشکل لفظ مستعمل ہوتا ہے، تو امام نسائی اس کا آسان لفظ کے ساتھ معنی بیان کر دیتے ہیں، چنانچہ امام نسائی نے ایک روایت ذکر کی، کہ ایک اعرابی نے مسجد میں آ کر پیشاب کر دیا، صحابہ کرام اس کو ڈانٹنے لگے، تو حضور ﷺ نے فرمایا، **لاتذرموہ** امام نسائی اس کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں **قال ابو عبدالرحمان یعنی لا تقطعوا علیہ (۴)**

(۲۰) امام نسائی نے سنن صغریٰ کی تالیف میں انتہائی غور و فکر، تتبع اور تحقیق سے کام لیا ہے، اس کے باوجود جس بات کی کنہ تک پہنچنے سے قاصر رہتے ہیں، صاف کہہ دیتے ہیں: **لم افھم کما اردت** میں اس بات کو حسب منشا نہیں سمجھ سکا۔ (۵)

۱۔ سنن نسائی، ج ۱، ص ۱۸۰ ۲۔ ایضاً، ج ۱، ص ۱۸۰ ۳۔ ایضاً، ج ۱، ص ۱۰۰

۴۔ ایضاً ص ۹ ۵۔ تذکرۃ المحدثین (سوھدروی)، ص ۶۹۔۷۰

۱۱۔سنن نسائی کی خصوصیات:

خصوصیات سنن نسائی میں جو چیزیں ہمیں نمایاں طور پر نظر آتی ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ حسن ترتیب چنانچہ ابن رشید کا قول ہے کہ یہ تصنیف ترتیب کے لحاظ سے بہتر اور عمدہ نمونہ ہے۔

۲۔ متعدد مسائل کو ثابت کرنے کے لیے ایک روایت کو کئی جگہوں میں ذکر کرتے ہیں جیسا کہ امام بخاری کا طریقہ ہے۔

۳۔ احادیث کے طرق کی خوب وضاحت کرتے ہیں اور اختلاف الفاظ کو ملحوظ رکھتے ہیں جیسا کہ امام مسلم کا انداز ہے۔

۴۔ بسا اوقات علل حدیث پر بھی گفتگو فرماتے ہیں اور آپ کو علل حدیث میں غیر معمولی ملکہ حاصل تھا، حافظ ذہبی نے آپ کو اس فن میں امام بخاری اور امام ابوزرعہ کا ہمسر قرار دیا ہے۔

۵۔ کبھی کبھی رواۃ کے اسماء والقاب اور کنیتوں کے ابہام کی وضاحت راویوں کے تفرد واختلاف، متابعت وعدم متابعت کا بیان، سماع وعدم سماع کا ذکر، حدیث کے مرسل، متصل، ضعیف ومنکر کی نشاندہی اور غریب الفاظ کی توضیح بھی بیان فرماتے ہیں۔

۱۲۔تسامحات:

کتاب السنن میں بعض مقامات پر تتبع کی کمی کی وجہ سے امام نسائی سے تسامح بھی واقع ہوا ہے، عام طور پر کسی حدیث کے بارے میں امام نسائی یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ فرد ہے اور اس کا کوئی متابع نہیں ہے، حالانکہ واقع میں اس کے بہت سے متابع ہوتے ہیں مثلاً امام نسائی نے حماد سے فاطمہ بنت ابی جیش کی روایت میں حضور ﷺ کا یہ فرمان ذکر ہے: **انما ذالك عرق وليست بالحيضة فاذا اقبلت الحيضة فرعي الصلوٰة واذابرت فاغتسلي عنك الدم وتوضئي وصلي فانما ذالك عرق وليست بالحيضة**: اس حدیث کے بارے میں امام نسائی فرماتے ہیں: **قال ابو عبدالرحمان قد روى هذا الحديث غير واحد عن هشام بن عروه ولم يذكرفيه وتوضئي غير حماد** (۱) یعنی اس حدیث کے راویوں میں سے صرف حماد نے **وتوضئي** کا لفظ ذکر کیا ہے حالانکہ حماد اس زیادتی میں منفرد نہیں ہیں بلکہ اور راویوں نے بھی اس حدیث میں **وتوضئي** کا ذکر کیا ہے، چنانچہ امام بخاری نے **محمد بن سلام عن ابی معاويه عن هشام عن عروة عن عائشه** کی سند سے یہ حدیث روایت کی ہے اور اس میں ہے **ثم توضئي لكل صلوٰة حتى يجئي ذالك الوقت** (۲)

اسی طرح امام ترمذی نے بھی ابومعاویہ کی روایت سے **وتوضئي** کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں: **قال ابو معاوية في حديثه وقال توضئي لكل صلوٰة حتى يجئي ذالك الوقت** (۳)

امام ابوداؤد نے حماد اور ابومعاویہ کے علاوہ ایک اور سند سے اس حدیث کو روایت کیا جس میں **وتوضئي** کا لفظ مذکور ہے، اور وہ روایت اس طرح ہے: **حدثنا محمد بن المثنى نا محمد بن ابی عدی عمر يعني ابن عمر قال ثنی ابن شهاب عن عروة بن الزبير عن فاطمة بنت ابي جيش ...... فاذاكان الآخر فتوضئي وصلي فانما هو عرق** (۴)

اس کے علاوہ بیہقی نے ایک اور سند سے **وتوضئي** کا ذکر کیا ہے (۵)

۱۔ سنن نسائی، ج ۱، ص ۳۹ ۲۔ صحیح بخاری، ج ۱، ص ۳۶ ۳۔ جامع ترمذی، ج ۱، ص ۴۴

۴۔ سنن ابوداؤد، ج ۱، ص ۳۹ ۵۔ سنن کبریٰ، ج ۱، ص ۳۲۵

پس اس تفصیل اور تحقیق سے یہ ظاہر ہو گیا کہ وتوضئی کی روایت میں حماد تنہا نہیں ہیں، اور ان پر تفرد کا حکم لگانا، امام نسائی کا محض تسامح ہے۔ یہ صرف ایک مثال ہے ورنہ اس قسم کے تسامحات سنن نسائی میں کافی تعداد میں ہیں۔

۱۲۔شروح: صحاح ستہ کی دیگر کتب کی جس طرح شروح، حواشی اور تعلیقات لکھی گئی ہیں، سنن نسائی کی شروح اور حواشی اتنی نہیں لکھی گئیں، بلکہ صرف چند ایک ہی ضبط تحریر میں آئی ہیں۔ صحاح ستہ کی دیگر کتب کی عربی شروحات کے علاوہ دیگر زبانوں میں بھی شروحات لکھی گئی ہیں۔ اکثر کتب کی فارسی اور اردو میں بھی شروحات، حواشی یا تعلیقات موجود ہیں، لیکن سنن نسائی کی فارسی، یا دیگر زبانوں میں شاید کوئی بھی شرح، حاشیہ یا تعلیق موجود نہیں ہے۔ البتہ اردو زبان میں ایک مختصر حاشیہ حال ہی میں شائع ہوا ہے، جسے مکتبہ دار السلام، لاہور نے شائع کیا ہے۔

عربی میں سنن نسائی کی درج ذیل شروحات ہیں:

۱۔الامعان فی شرح سنن النسائی لابی عبدالرحمٰن:

یہ موجود شروحات میں سنن نسائی کی پہلی شرح ہے، یہ علامہ ابوالحسن علی بن عبداللہ انصاری کی تصنیف ہے۔ یہ ایک مبسوط شرح ہے، جس کے مباحث علمی بہت مفید اور جامع و مانع ہیں۔ علامہ انصاری کی تاریخ وفات ۵۷۶ھ ہے۔(۱)

۲۔شرح سنن النسائی:

یہ ایک نامکمل شرح ہے جو کہ محدث حافظ محمد بن علی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے۔ حافظ دمشقی کی تاریخ وفات ۷۶۵ھ ہے۔ اس کا ذکر بعض تذکرہ نگاروں نے کیا ہے۔(۲)

۳۔زوائد النسائی:

یہ شرح مختصر ہے اور علامہ سراج الدین عمر بن علی بن احمد رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے، جو کہ علامہ ابن ملقن کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ غالباً سنن نسائی کی تیسری شرح ہے، جو معلوم ہو سکی۔ علامہ ابن ملقن کی تاریخ وفات ۸۰۴ھ ہے۔(۳)

۴۔زہر الربیٰ علی المجتبیٰ:

سنن نسائی کی یہ پہلی شرح ہے، جسے قبولیت عامہ حاصل ہوئی۔ پہلی تینوں شروح عام طور پر دستیاب نہیں ہیں۔ البتہ یہ شرح تقریباً ہر جگہ دستیاب ہے اور اکثر سنن نسائی کے حاشیہ کے طور پر شائع شدہ ہے۔ یہ علامہ حافظ جلال الدین سیوطی کی تصنیف لطیف ہے۔ علامہ سیوطی کی تاریخ وفات ۹۱۱ھ ہے۔ متاخرین کے ہاں یہ شرح ایک سند کی حیثیت رکھتی ہے۔

۵۔ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح المجتبیٰ: یہ شرح اب تک کی لکھی گئی شرح میں سب سے زیادہ ضخیم ہے اور چالیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ شیخ علامہ علی بن آدم بن موسیٰ الاشیوبی اللولوی کی تصنیف ہے۔

۱۳۔تعلیقات وحواشی:

سنن نسائی پر چند ایک تعلیقات اور حواشی بھی لکھے گئے ہیں، یہ سب عربی زبان میں ہیں اور ان کی تعداد چھ ہے۔

۱۔ نیل الابتہاج، ص ۲۰۰ ۲۔ تذکرۃ المحدثین (سوہدروی)، ص ۲۷ ۳۔ کشف الظنون، ج ۲، ص ۱۰۰۷

۱۔التعلیق علی المجتبیٰ: یہ تعلیق حاشیہ سندھی کے نام سے مشہور ہے،سنن نسائی کی تعلیقات اور حواشی میں علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیق کو اولیت حاصل ہے۔اس تعلیق کو قبولیت عامہ حاصل ہوئی اور اب اکثر سنن نسائی کے نسخہ جات پر اسے شائع کر دیا گیا ہے۔یہ علامہ ابوالحسن محمد بن حادی سندھی کی تعلیق ہے۔علامہ سندھی کی تاریخ وفات ۱۱۳۸ھ ہے۔

۲۔الحواشی الجدیدۃ: یہ مختصر حاشیہ علامہ ابوعبدالرحمٰن محمد پنجابی دھلوی سلفی کا تحریر کردہ ہے۔اور ایک نامکمل حاشیہ ہے۔علامہ محمد پنجابی سلفی کی تاریخ وفات ۱۳۱۵ھ ہے۔

۳۔تکملۃ الحواشی الجدیدۃ: یہ حاشیہ علامہ محمد پنجابی کے حاشیہ کا تکملہ ہے اور علامہ ابویحییٰ محمد بن کفایت اللہ شاہجہانپوری کا تحریر کردہ ہے۔علامہ شاہجہانپوری کی تاریخ وفات ۱۳۳۸ھ ہے۔علامہ شاہ جہانپوری نے جدید انداز تحقیق اور مکمل حوالہ جات کے ساتھ اس کی تکمیل کی ہے۔

۴۔تعلیقہ لطیفہ علی المجتبیٰ: یہ حاشیہ علامہ شیخ حسین بن محسن انصاری یمانی کا تحریر کردہ ہے۔علامہ شیخ انصاری یمانی کی تاریخ وفات ۱۳۲۷ھ ہے۔

۵۔تعلیقات سلفیہ: یہ تعلیقات علامہ ابوطیب محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی امرتسری کی تحریر کردہ ہیں۔علماءاھل حدیث کی طرف سے لکھے گئے حواشی وتعلیقات میں سے یہ ایک محققانہ اسلوب اور جدید انداز تحریر پر مشتمل تعلیق ہے۔علامہ بھوجیانی کی تاریخ وفات ۱۹۸۷ھ ہے۔

نوٹ:مؤخرالذکر چاروں حواشی اور تعلیقات المکتبۃ السلفیۃ،لاہور کی جانب سے شائع کردہ سنن النسائی کے حاشیہ پر موجود ہیں۔

۶۔حاشیہ ابوطیب: یہ حاشیہ علامہ ابوطیب محدث دیانوی کا تحریر کردہ ہے۔بعض تذکرہ نگاروں نے اس کا ذکر کیا ہے۔(۱)

۱۔ تذکرۃ المحدثین(سوہدروی)،ص۲۷

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریعی اختیارات

حضور نبی کریم ﷺ کے تشریعی اختیارات

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حضور اکرم ﷺ کو شارع بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ امر و نہی اور تحلیل و تحریم جس طرح قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں، اسی طرح نبی کریم ﷺ نے قرآن کے علاوہ بھی اوامر و نواہی اور تحلیل و تحریم کو بیان فرمایا ہے، جو کہ احادیث کی صورت میں محفوظ ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے آپ ﷺ کو عطا کردہ تشریعی اختیارات کی بناء پر ہے۔ اس لیے یہ سب بھی قانون خداوندی کا ایک حصہ اور قرآن ہی کی طرح واجب الاتباع ہیں، قرآن کے بعد حدیث و سنت اسلامی شریعت کا دوسرا بنیادی ماخذ ہے، اس مضمون میں نبی کریم ﷺ کے تشریعی اختیارات کو بیان کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کے تشریعی اختیارات کی وضاحت حدیث و سنت کی صورت میں امت کے پاس محفوظ ہیں۔ تشریعی امور سے مراد ہے:

حضور کریم ﷺ کے وہ اقوال و افعال جن کا تعلق عبادات سے ہے یا ایسی چیزوں کو منع کرنے سے ہے۔ جن سے دین کے اصولوں کو ضعف پہنچتا ہے مثلاً شرک و کفر اور غیر اللہ کے لیے حیوانات ذبح کرنا یا ان سے عقل، جسم، مال اور آبرو کے تلف اور برباد ہو جانے کا خطرہ ہی۔ یا ان میں ایسے حقوق مادیہ اور معنویہ کا بیان ہے، جن کے ادا کرنے کا ہمیں حکم ہے جیسے وراثت، اقارب کے نفقہ اور میاں بیوی کے حسن معاشرت کے احکام یا ایسے حقوق جن کی پابندی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے جیسے معاملات میں اپنے قول کی پابندی وغیرہ۔ ایسے تمام اقوال و افعال تشریعی ہیں اور ان کی اطاعت تمام امت پر فرض ہے۔

لیکن حضور ﷺ کے ایسے اقوال و افعال جن کا تعلق حقوق اللہ یا حقوق العباد سے نہیں اور نہ ہی ان سے ان بنیادی امور سے ضرر و فساد کا ازالہ مقصود ہے یہ اقوال و افعال غیر تشریعی ہیں۔ مثلاً عادات، صناعت، زراعت اور وہ علوم و فنون جن کا دار و مدار بحث و تجربہ پر ہے۔ ان امور کے متعلق جو اقوال ہیں اسے علماء کی اصطلاح میں ارشاد کہا جاتا ہے وہ تشریعی نہیں ہے۔ (۱)

حضور نبی کریم ﷺ کا منصب شارع پر فائز ہونا امت محمدیہ کا اجماعی عقیدہ ہے، جس پر قرآن و حدیث اور آئمہ سلف و خلف کے اقوال و عمل شاہد ہے، اس بارے میں قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور اقوال آئمہ سلف و خلف کو بالترتیب بیان کیا جاتا ہے۔

ا۔ قرآن مجید:

حضور نبی کریم ﷺ کے شارع ہونے کے حوالے سے قرآنی آیات اور ان کا مفہوم درج ذیل ہے:

ا۔ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ (۲)

وہ انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں، اور ان سے بار گراں اور طوق ساقط فرماتے (اور انہیں نعمت آزادی سے بہرہ یاب کرتے) ہیں۔

اس کا معنی یہ ہے کہ جن پاک چیزوں کو انہوں نے اپنی خواہش سے حرام کر لیا ہے، ان کو یہ نبی حلال کرے گا، اور جن ناپاک چیزوں کو انہوں نے

ا۔ الازہری، کرم شاہ، محمد پیر، سنت خیر الانام، ص ۱۸۴-۱۸۵، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۰۳ء

۲۔ الاعراف ۷: ۱۵۷

اپنی مرضی سے حلال کرلیا ہے، ان کو یہ نبی حرام کرے گا، یا اس کا یہ معنی ہے کہ جو پاک چیزیں بنی اسرائیل پر بطور سزا حرام کردی گئی تھیں، ان کو یہ نبی حلال کردے گا۔ مثلاً حلال جانوروں کی چربی، اور ناپاک اور گندی چیزوں کو حرام کردے گا مثلاً خون، مردار جانور اور شراب وغیرہ۔ جو چیزیں حرام ذریعہ آمدنی سے حاصل ہوں ان کو بھی حرام کردے گا۔ مثلاً سود، رشوت اور جوا وغیرہ۔ (۱)

اس آیت سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے نبی کریم ﷺ کو حلال اور حرام کرنے کا منصب عطا فرمایا ہے، اور آپ کو یہ منصب عطا کیا ہے کہ آپ پاک چیزوں کو حلال اور ناپاک چیزوں کو حرام کردیں۔

۲۔ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (۲)

اور جو کچھ رسول ﷺ تمہیں عطا فرمائیں سو اسے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں سو (اس سے) رک جایا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو (یعنی رسول ﷺ کی تقسیم وعطا پر کبھی زبان طعن نہ کھولو)، بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

سلسلہ بیان کے لحاظ سے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اموال بنی نضیر کے انتظام، اور اسی طرح بعد کے اموال فے کی تقسیم کے معاملہ میں رسول اللہ ﷺ جو فیصلہ فرمائیں، اسے بے چون و چرا تسلیم کرلو، جو کچھ حضور ﷺ کسی کو دیں وہ اسے لے لے، اور جو کسی کو نہ دیں وہ اس پر کوئی احتجاج یا مطالبہ نہ کرے۔ لیکن چونکہ حکم کے الفاظ عام ہیں، اس لئے یہ صرف اموال فے کی تقسیم تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس کا منشا یہ ہے کہ تمام معاملات میں مسلمان رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کریں۔ اس منشا کو یہ بات اور زیادہ واضح کردیتی ہے کہ ''جو کچھ رسول تمہیں دے'' کے مقابلہ میں ''جو کچھ نہ دے'' کے الفاظ استعمال نہیں فرمائے گئے ہیں، بلکہ فرمایا یہ گیا ہے کہ ''جس چیز سے وہ تمہیں روک دے (یا منع کردے) اس سے رک جاؤ''۔ اگر حکم کا مقصود صرف اموال فے کی تقسیم کے معاملہ تک اطاعت کو محدود کرنا ہوتا تو جو کچھ دے'' کے مقابلہ میں ''جو کچھ نہ دے'' فرمایا جاتا۔ منع کرنے یا روک دینے کے الفاظ اس موقع پر لانا خود یہ ظاہر کردیتا ہے کہ حکم کا مقصود حضور ﷺ کے امر و نہی کی اطاعت ہے۔ یہی بات ہے جو خود رسول اللہ ﷺ نے بھی ارشاد فرمائی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اذا امرتکم بشیء فاتوا امنه ما استطعتم واذا نهیتکم عن شیء فدعوه (۳) ''جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو جہاں تک ممکن ہو اس پر عمل کرو۔ اور جس بات سے روک دوں اس کو چھوڑ دو'' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے تقریر کرتے ہوئے کہا ''اللہ تعالیٰ نے فلاں فلاں فیشن کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے''۔ اس تقریر کو سن کر ایک عورت ان کے پاس آئی اور اس نے عرض کیا: یہ بات آپ نے کہاں سے اخذ کی ہے؟ کتاب اللہ میں تو یہ مضمون کہیں میری نظر سے نہیں گزرا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے اگر اللہ کی کتاب پڑھی ہوتی تو یہ بات ضرور تجھے اس میں مل جاتی۔ کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی کہ ما آتکم الرسول فخذوه وما نهکم عنه فانتهو؟ اس نے عرض کیا، ہاں، یہ آیت تو میں نے پڑھی ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو رسول اللہ ﷺ نے اس فعل سے منع فرمایا ہے اور یہ خبر دی ہے کہ اللہ نے ایسا فعل کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ عورت نے عرض کیا اب میں سمجھ گئی۔ (۴)(۵)

۱۔ تبیان القرآن، ج ۴، ص ۳۷۵
۲۔ الحشر ۵۹: ۷
۳۔ مسلم: ۳۲۵۷
۴۔ بخاری: ۴۸۸۶
۵۔ تفہیم القرآن، ج ۵، ص ۳۹۳۔۳۹۴

۳۔ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ۔ (۱)

(اے مسلمانو!) تم اہل کتاب میں سے ان لوگوں کے ساتھ (بھی) جنگ کرو، جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں نہ یوم آخرت پر، اور ان چیزوں کو حرام نہیں جانتے ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی حرام کردہ چیزوں کو حرام نہ سمجھنے والوں پر وعید فرمائی اور مسلمانوں کو ان کے ساتھ جہاد کا حکم فرمایا۔

۴۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا (۲)

اور نہ کسی مومن مرد کو (یہ) حق حاصل ہے اور نہ کسی مومن عورت کو کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ کسی کام کا فیصلہ (یا حکم) فرما دیں، تو ان کے لئے اپنے (اس) کام میں (کرنے یا نہ کرنے کا) کوئی اختیار ہو، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ یقیناً کھلی گمراہی میں بھٹک گیا۔

یہ آیت اگرچہ ایک خاص موقع پر نازل ہوئی ہے مگر جو حکم اس میں بیان کیا گیا ہے، وہ اسلامی آئین کا اصل الاصول ہے، اور اس کا اطلاق پورے اسلامی نظام زندگی پر ہوتا ہے۔ اس کی رو سے کسی مسلمان فرد، یا قوم، یا ادارے، یا عدالت یا پارلیمنٹ، یا ریاست کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جس معاملہ میں اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے کوئی حکم ثابت ہو، اس میں وہ خود اپنی آزادی رائے استعمال کرے۔ مسلمان ہونے کے معنی ہی خدا اور رسول ﷺ کے آگے اپنے آزادانہ اختیار سے دستبردار ہو جانے کے ہیں، کسی شخص یا قوم کا مسلمان بھی ہونا اور اپنے لئے اس اختیار کو محفوظ بھی رکھنا، دونوں ایک دوسرے کی نفی کرتے ہیں۔ کوئی ذی عقل انسان ان دونوں رویوں کو جمع کرنے کا تصور نہیں کر سکتا۔ جسے مسلمان رہنا ہو اس کو لازماً حکم خدا جل جلالہ ورسول ﷺ کے آگے جھک جانا ہوگا۔ اور جسے نہ جھکنا ہو اس کو سیدھی طرح ماننا پڑے گا کہ وہ مسلمان نہیں ہے، نہ مانے گا تو چاہے اپنے مسلمان ہونے کا وہ کتنا ہی ڈھول پیٹے، خدا جل جلالہ اور خلق دونوں کی نگاہ میں وہ منافق ہی قرار پائے گا۔ (۳)

۵۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (۴)

پس (اے حبیب!) آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے؟ یہاں تک کہ وہ اپنے درمیان واقع ہونے والے ہر اختلاف میں آپ کو حاکم بنالیں، پھر اس فیصلہ سے جو آپ صادر فرمائیں، اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور (آپ کے حکم کو) بخوشی پوری فرمانبرداری کے ساتھ قبول کرلیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے فیصلہ کو نہ ماننے والا مومن نہیں ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان ایک فیصلہ کو بظاہر مان لیتا ہے، لیکن دل سے قبول نہیں کرتا اس لئے فرمایا: کہ وہ آپ کے کیے ہوئے فیصلہ کے خلاف دل میں بھی تنگی نہ پائیں، بعض اوقات ایک عدالت سے فیصلہ کے بعد اس سے اوپر کی عدالت میں اس فیصلہ کے خلاف رٹ کرنے کا اختیار ہوتا ہے، جیسے ہائی کورٹ کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں

۱۔ التوبۃ ۹:۲۹ ۲۔ الاحزاب ۳۳:۳۶ ۳۔ تفہیم القرآن ج ۴، ص ۹۸۔۹۹ ۴۔ النساء ۴:۶۵

رٹ کی جا سکتی ہے۔ لیکن نبی ﷺ کے فیصلہ کرنے کے بعد پھر کسی عدالت میں اس فیصلہ کے خلاف رٹ نہیں کی جا سکتی، اس لیے بعد میں فرمایا اس فیصلہ کو خوشی سے مان لو، اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ جو فیصلہ کریں وہ خطا سے مامون اور محفوظ بلکہ معصوم ہوتا ہے۔ یہ حکم قیامت تک کے لیے ہے۔ اگر کوئی شخص کتنا ہی عبادت گزار ہو، لیکن اس کے دل میں یہ خیال آئے کہ اگر حضور ﷺ ایسا نہ کرتے اور ایسا کر لیتے تو وہ مومن نہیں رہے گا۔(۱)

۶۔ وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقٌ مِّنْهُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ٥ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم مُّعْرِضُونَ ٥ وَإِن يَكُن لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ٥ أَفِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَمِ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَن يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ٥ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ٥ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ٥ (۲)

اور وہ (لوگ) کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول ﷺ پر ایمان لے آئے ہیں، اطاعت کرتے ہیں، پھر اس (قول) کے بعد ان میں ایک گروہ (اپنے اقرار سے) روگردانی کرتا ہے اور یہ لوگ (حقیقت میں) مومن (ہی) نہیں ہیں۔ اور جب ان لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرما دے، تو اس وقت ان میں سے ایک گروہ (دربارِ رسالت ﷺ میں آنے سے) گریزاں ہوتا ہے۔ اور اگر وہ حق والے ہوتے تو وہ اس (رسول ﷺ) کی طرف مطیع ہو کر تیزی سے چلے آتے۔ کیا ان کے دلوں میں (منافقت کی) بیماری ہے یا وہ (شان رسالت ﷺ میں) شک کرتے ہیں یا وہ اس بات کا اندیشہ رکھتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ ان پر ظلم کریں گے، (نہیں) بلکہ وہی لوگ خود ظالم ہیں۔ ایمان والوں کی بات تو فقط یہ ہوتی ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے، تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے تو وہ یہی کچھ کہیں کہ ہم نے سن لیا، اور ہم (سراپا) اطاعت پیرا ہو گئے، اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا اور اس کا تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ پس ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک روز مسجد نبوی ﷺ میں کھڑے تھے، اچانک ایک رومی دہقانی آدمی بالکل آپ کے برابر آ کھڑا ہو گیا، اور کہنے لگا: انا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا بات ہے؟ تو کہا میں اللہ جل جلالہ کے لئے مسلمان ہو گیا ہوں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا اس کا کوئی سبب ہے؟ اس نے کہا: ہاں! بات یہ ہے کہ میں نے تورات، انجیل، زبور اور انبیاء سابقین کی بہت سی کتابیں پڑھی ہیں۔ مگر حال میں ایک مسلمان قیدی قرآن کی ایک آیت پڑھ رہا تھا، وہ سنی، تو معلوم ہوا کہ اس چھوٹی سی آیت نے تمام کتب قدیمہ کو اپنے اندر سمو لیا ہے، تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ اللہ جل جلالہ ہی کی طرف سے ہے۔

۱۔ تبیان القرآن: ج ۲، ص ۷۱۸ ۲۔ النور ۲۴: ۴۷-۵۱

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کہ وہ کونسی آیت ہے؟ تو اس رومی دہقان نے یہی آیت مذکور تلاوت کی، اور اس کے ساتھ اس کی تفسیر بھی عجیب وغریب اس طرح بیان کی کہ: من یطع اللہ فرائض الٰہیہ کے متعلق ہے۔ ورسولہ سنت نبوی کے متعلق ہے۔ ویخش اللہ گزشتہ عمر کے متعلق ہے۔ ویتقہ آئندہ باقی عمر کے متعلق ہے۔ جب انسان ان چار چیزوں کا عامل ہو جائے، تو اس کو اولیك هم الفائزون کی بشارت ہے، اور فائز وہ شخص ہے جو جہنم سے نجات پائے اور جنت میں اس کو ٹھکانا ملے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا: کہ نبی کریم ﷺ (کے کلام میں اس کی تصدیق موجود ہے آپ ﷺ) نے فرمایا ہے: اوتیت جوامع الکلم یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے جامع کلمات عطا فرمائے ہیں جن کے الفاظ مختصر اور معانی نہایت وسیع ہیں (۱)

۷۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا۔ (۲)

فی الحقیقت تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونۂ (حیات) ہے۔ ہر اس شخص کے لئے جو اللہ (سے ملنے) کی اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔

نظریات جب تک صرف نظریات ہوں، نہ ان کے حسن وقبح کا صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ہے، نہ ان میں یہ کشش اور جاذبیت پائی جاسکتی ہے کہ وہ کسی کو عمل پر ابھار سکیں۔ دلائل کے آپ انبار لگا دیجیے، فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیجیے، لوگ تحسین و آفرین ضرور کریں گے، لیکن ان نظریات کو اپنانے اور اس اپنانے کی جو ذمہ داریاں ہیں، اور ان ذمہ داریوں کو نباہنے کی راہ میں جو خطرات ہیں، ان کو وہ اٹھانے کے لئے آمادہ نہیں ہوں گے۔ اسلام فلسفیانہ نظریات کا مجموعہ نہیں کہ آپ اپنے ڈرائنگ روم میں آرام دہ صوفوں پر بیٹھ کر انہیں موضوع بحث بنائیں۔ اپنے ذہن رسا سے طرح طرح کی ترمیمیں پیش کریں۔ مجلس مذاکرہ منعقد کر کے مقالے پڑھیں اور پھر یہ سمجھ لیں کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا، بلکہ یہ تو ایک نظام حیات ہے، جو زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کرتا ہے، اور ہر مرحلہ پر پیغام دیتا ہے، اس پر عمل کرنا اور اس کی تعلیمات پر کاربند ہونا، اس وقت تک آسان نہیں، جب تک ایک عملی نمونہ ہمارے پاس نہ ہو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لیے صرف قرآن نازل کرنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اس کی تبلیغ کرنے کے لئے اپنے محبوب کو منتخب فرمایا، تاکہ وہ ارشادات خداوندی پر خود عمل کر کے دکھائے اور ان پر عمل کرنے سے زندگی میں جو زیبائی اور نکھار پیدا ہوتا ہے، اس کا عملی نمونہ پیش کرے، تاکہ جو حق کے متلاشی ہیں، وہ قرآنی تعلیمات کی عملی تصویر دیکھ کر اس کو اپنے سینہ سے لگالیں۔

یہ آیت اپنے الفاظ کے اعتبار سے عام ہے۔ اسے زندگی کے کسی ایک شعبہ کے ساتھ وابستہ نہیں کیا جاسکتا۔ (۳)

۸۔ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ (۴)

پس وہ لوگ ڈریں جو رسول (ﷺ) کے امر (ادب) کی خلاف ورزی کر رہے ہیں، کہ (دنیا میں ہی) انہیں کوئی آفت آپہنچے گی یا (آخرت میں) ان پر دردناک عذاب آن پڑے گا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فتنے کا مطلب ''ظالموں کا تسلط'' لیا ہے۔ یعنی اگر مسلمان رسول اللہ ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی کریں گے تو ان پر جابر و ظالم حکمران مسلط کر دیئے جائیں گے۔ بہر حال فتنے کی یہ بھی ایک صورت ہوسکتی ہے اور اسکے سوا دوسری بے شمار صورتیں بھی ممکن ہیں۔ مثلاً آپس کے تفرقے اور خانہ جنگیاں، اخلاقی زوال، نظام جماعت کی پراگندگی، داخلی انتشار، سیاسی اور مادی طاقت کا ٹوٹ جانا، غیروں کا محکوم ہو جانا وغیرہ۔ (۵)

۱۔ معارف القرآن، ج ۶، ص ۴۳۷ ۲۔ الاحزاب ۳۳:۲۱ ۳۔ ضیاء القرآن: ج ۴، ص ۴۳
۴۔ النور ۲۴:۶۳ ۵۔ تفہیم القرآن، ج ۳، ص ۴۲۷۔۴۲۸

۹۔مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ۔(۱) جس نے رسول (ﷺ) کا حکم مانا، بیشک اس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ سیدنا محمد ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی اطاعت ہے، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے اور رسول ﷺ کی اطاعت حجت ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے الرسالہ میں ذکر کیا ہے کہ: ہر وہ کام جس کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنی کتاب میں فرض کیا ہے، مثلاً حج، نماز اور زکوۃ، اگر رسول اللہ ﷺ ان کا بیان نہ فرماتے تو ہم ان کو کیسے ادا کرتے؟ اور کسی بھی عبادت کو انجام دینا ہمارے لیے کس طرح ممکن ہوتا؟ جب احکام شرعیہ کا آپ کے بیان کے بغیر ادا کرنا ممکن نہیں ہے تو پھر آپ کی اطاعت کرنا حقیقت میں اللہ عزوجل کی اطاعت ہے۔(۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی اطاعت کی، اور جس نے میری معصیت کی اس نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی معصیت کی، اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی، اور جس نے امیر کی معصیت کی اس نے میری معصیت کی۔(۳)

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ امیر کی اطاعت غیر معصیت میں واجب ہے، اور معصیت میں اس کی اطاعت حرام ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا حکم دینا اللہ جل جلالہ کا حکم دینا ہے، آپ کا منع کرنا اللہ جل جلالہ کا منع کرنا ہے، آپ کا وعدہ اللہ جل جلالہ کا وعدہ ہے، اور آپ کی وعید اللہ جل جلالہ کی وعید ہے، آپ کی رضا اللہ جل جلالہ کی رضا ہے، اور آپ کا غضب اللہ جل جلالہ کا غضب ہے، اور آپ کو ایذاء پہنچانا اللہ جل جلالہ کو ایذاء پہنچانا ہے۔

اس آیت میں نبی ﷺ کے معصوم ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ آپ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنی اطاعت قرار دیا ہے اور سورہ آل عمران: ۳۱، میں آپ کی اتباع کو واجب قرار دیا ہے، اگر آپ کے قول یا عمل میں معصیت اور گناہ آسکے، تو پھر معصیت اور گناہ میں بھی آپ کی اتباع واجب ہوگی اور یہ محال ہے۔(۴)

۱۰۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللهِ۔(۵) اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

خدا کی طرف سے رسول اس لئے نہیں آتا ہے کہ: بس اس کی رسالت پر ایمان لے آؤ اور پھر اطاعت جس کی چاہو کرتے رہو۔ بلکہ رسول کے آنے کی غرض ہی یہ ہوتی ہی کہ زندگی کا جو قانون وہ لے کر آیا ہے، تمام قوانین کو چھوڑ کر صرف اسی کی پیروی کی جائے اور خدا کی طرف سے جو احکام وہ دیتا ہے، تمام احکام کو چھوڑ کر صرف انہی پر عمل کیا جائے، اگر کسی نے یہی نہ کیا تو پھر اس کا محض رسول کو رسول مان لینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔(۶)

۱۔ النساء۴: ۸۰

۲۔ امین، محمد تقی، المعجم الوسیط، ج۲، ص۸۴، مطبوعہ اشرف علی الطبع حسن علی عطیہ دار الفکر، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۵ء

۳۔ i۔ مسلم، رقم: ۱۸۳۵ ii۔ بخاری، رقم: ۷۱۳۷ iii۔ ابن ماجہ: ۲۸۵۹

۴۔ تبیان القرآن: ج۲، ۷۳۱ ۵۔ النساء۴: ۶۴ ۶۔ تفہیم القرآن، ج۱، ص۳۶۸

اے رحمت مجسم ﷺ اگر یہ دنیا بھر کے قصور کر کے اور اپنی جانوں پر طرح طرح کے ظلم توڑنے کے بعد بھی نادم و تائب ہو کر، تیرے حضور میں حاضر ہوں تو ان پر اپنا در کرم باز رکھ۔ جب ان کی شفاعت و بخشش و رستگاری کے لیے تیرا ہاتھ میری بارگاہ جود و عطاء میں اٹھے گا، تو خواہ وہ کتنے گنہ گار روسیاہ اور بدکار کیوں نہ ہوں تیرے رب کی رحمت ان کو مایوس نہیں کرے گی، بلکہ ان کی توبہ قبول کر لی جائے گی اور ان بیگانوں کو اپنا بنا لیا جائے گا۔ حضور اکرم شفیع المذنبین ﷺ کی یہ برکت حضور ﷺ کی ظاہری زندگی تک محدود نہ تھی بلکہ تا ابد ہے۔ اہل دل اور اہل نظر ہر لحہ اور ہر آن اس کا مشاہدہ کرتے ہیں، حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے وصال کے تین روز بعد ایک اعرابی ہمارے پاس آیا اور (فرط رنج وغم سے) مزار پرانوار پر گر پڑا اور خاک پاک کو اپنے سر پر ڈالا۔ اور عرض کرنے لگا: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے رسول ﷺ! جو آپ ﷺ نے فرمایا ہم نے سنا، جو آپ ﷺ نے اپنے رب سے سیکھا، وہ ہم نے آپ ﷺ سے سیکھا اور اسی میں یہ آیت بھی تھی ولو انهم اذ ظلموا الخ میں نے اپنی جان پر بڑے بڑے ستم کیے ہیں، اب تیری بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔ اے سراپا شفقت و رحمت! میری مغفرت کے لیے دعا فرمایئے فنودی من القبر انه قد غفر لك تو مرقد منور سے آواز آئی تجھے بخش دیا گیا۔ (۱)

۱۱۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (۲)۔

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے (اہل حق) صاحبانِ امر کی، پھر اگر کسی مسئلہ میں تم باہم اختلاف کرو تو اسے (حتمی فیصلہ کے لئے) اللہ اور رسول (ﷺ) کی طرف لوٹا دو، اگر تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، (تو) یہی (تمہارے حق میں) بہتر اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔

اس آیت مبارکہ کے پہلے حصہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم ہے۔ ساتھ ہی امت کے جو لوگ اولوالامر مقرر ہوں ان کی اطاعت کو بھی ضروری قرار دیا گیا (کیونکہ اس کے بغیر معاشرہ کا نظم ونسق چلانا ممکن نہیں)، آیت مبارکہ کے دوسرے حصہ میں حکم یہ ہے کہ اگر کسی معاملہ میں اختلاف رائے ہو جائے تو اختلاف کو دور کرنے کے لئے اصولی ہدایت یہ دی گئی ہی کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول علیہ السلام کی سنت کی طرف رجوع کیا جائے۔

اس حصہ کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے چند پہلوؤں پر روشنی ڈالنا ضروری ہے۔ ایک یہ کہ اہل ایمان میں اختلاف رائے صرف ان مسائل میں ہو سکتا ہے جو صراحتاً نصوص میں مذکور نہ ہوں، دوسرے یہ کہ اس آیت میں فی شی نکرہ استعمال ہوا ہے جو عموم پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہی کہ جس قسم کا بھی مسئلہ پیش آ جائے، خواہ وہ مسائل عبادات سے متعلق ہوں یا معاملات اور امور دنیا سے، قرآن وسنت کی روشنی ہی میں اس کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے اور ایسا کرنا واجب ہے۔ تیسرے یہ کہ ایسا کرنے کو ایمان سے منسلک کر دیا گیا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو تمہیں ایسا ضرور کرنا چاہیے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ اگر تم اس ضابطہ پر عمل کرو گے تو اس کے بہتر نتائج اور ثمرات سے دنیا اور آخرت میں تم بہرہ مند ہو گے۔ (۳)

۱۔ ضیاء القرآن، ج ۱، ص ۳۵۹ ۲۔ النساء ۴:۵۹

۳۔ فارقی، محمد یوسف، رسول اللہ ﷺ بحیثیت شارع ومقنن، ص ۸۔۹، شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد، ۲۰۰۵ء

۱۲۔ قُلْ أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ۔(۱) آپ فرمادیں کہ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو پھر اگر وہ روگردانی کریں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

اس آیت میں بھی دعوت اسلام قبول کرنے والوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ آج کل بعض لوگ اس تحریک کو بڑی سرگرمی سے چلا رہے ہیں کہ ہمیں صرف قرآن کا اتباع کرنا چاہیے۔ سنت نبوی ﷺ کی پیروی کی ضرورت نہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ قرآن کے احکام کا اتباع کرنے کے دعویٰ کے ساتھ وہ انکار سنت کی کیسے جرأت کرتے ہیں۔ کیا قرآن نے ہی بے شمار مقامات پر نہایت واضح اور زوردار انداز میں یہ حکم نہیں دیا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے اس رسول ﷺ برحق کی اطاعت کرو، اس کا حکم مانو اور اس کے اسوہ حسنہ کو اپناؤ۔ تو گویا حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری قرآن سے کوئی الگ چیز نہیں۔ بلکہ قرآن ہی کی بے شمار آیات کی تعمیل ہے۔ اگر آپ سنت نبوی ﷺ کی پیروی سے انکار کریں گے تو آپ نے صرف سنت کا ہی انکار نہیں کیا، بلکہ قرآن کی بے شمار آیات کا انکار کر دیا۔ اتباع رسول ﷺ اور اطاعت رسول ﷺ کسے کہتے ہیں؟ یہ بتا دینا بھی ضروری ہے تا کہ کوئی لفظی ابہام راہ راست سے منحرف کرنے کا باعث نہ بنے۔ امام ابوالحسن آمدی نے ''اتباع'' کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔ **الاتباع فی الفعل هو التاسی بعينه والتاء سی ان تفعل مثل فعله علی وجهه من اجله:** کسی کے فعل اتباع کا یہ معنی ہے کہ اس کے اس فعل کو اس طرح کیا جائے جس طرح وہ کرتا ہے اور اس لیے کیا جائے کیونکہ وہ کرتا ہے۔ امام آمدی اطاعت کے مفہوم کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں **ومن اتی بمثل فعل الغير علی قصد اعظامه فهو مطيع له** جب کوئی شخص کسی دوسرے کی عزت واحترام کے باعث بعینہ اس کے فعل کی طرح کوئی فعل کرے تو وہ اس کا مطیع کہلاتا ہے۔ اتباع واطاعت رسالتمآب ﷺ کے متعلق جو حکم قرآن نے ہم کو دیا ہے (جس کی اطاعت وہ بھی فرض سمجھتے ہیں) اس کی تعمیل کی صرف یہی صورت ہے کہ ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے افعال کو بالکل اسی طرح ادا کریں جیسے حضور ﷺ نے ادا فرمایا، اور صرف اس لیے ادا کریں کہ یہ افعال اس ذات اطہر واقدس سے ظہور پذیر ہوئے ہیں، جو جمال وکمال کا وہ پیکر ہے، جس سے حسین تر اور جمیل تر چیز کا تصور تک ممکن نہیں۔ کاش ہم قرآن کے الفاظ کو اپنی من گھڑت تاویلات کا اکھاڑہ بنانے سے باز رہیں۔(۲)

۱۳۔ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ۔(۳) اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کیا کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کیا کرو اور اپنے اعمال برباد مت کرو۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت نہ کرنے کو اعمال کی بربادی کا سبب قرار دیا، گویا آپ ﷺ کی اطاعت واجب ہوئی، اور اس سے روگرانی باعث عتاب ہے۔

۲۔ احادیث مبارکہ:

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے نبی کریم ﷺ کو قرآن وشرح بیان کرنے کے ساتھ ساتھ واضع اور شارع کا منصب بھی عطا فرمایا ہے، اس لیے احکام شرعیہ کو بیان کرنے کے ساتھ احکام شرعیہ کو مقرر کرنا، تحلیل وتحریم، عمومات شرعیہ میں احکام اور افراد کی تخصیص کرنا اور مخصوصیات شرعیہ میں تعمیم کرنا بھی آپ ﷺ کے منصب نبوت میں شامل ہے۔ اس بارے میں احادیث مبارکہ سے چند استشہاد درج ذیل ہیں:

۱۔ آل عمران ۳:۳۲ ۲۔ ضیاء القرآن: ج ا، ص ۲۲۲۔۲۲۳ ۳۔ محمد ۴۷:۳۳

۱۔عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِی كَرِبَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ :أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ، وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ، وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ، أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ، وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ، وَلَا لُقَطَةُ مُعَاهِدٍ، إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا، وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرُوهُ فَإِنْ لَمْ يَقْرُوهُ فَلَهُ أَنْ يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ۔(۱)

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سن لو! بیشک مجھے کتاب اور اس کی مثل دی گئی ہے۔عنقریب ایک شکم سیر شخص (یعنی آسودہ آدمی) اپنے بستر پر لیٹا ہوا کہے گا کہ تم لوگ اس قرآن کریم ہی کو اختیار کرو، اور تم قرآن کریم میں جو حلال پاؤ اسکو حلال سمجھو، اور قرآن کریم میں جو حرام پاؤ اس کو حرام سمجھو۔یادرکھو! گھریلو گدھے کا گوشت تمہارے لیے حلال نہیں ہے اور نہ ہی درندوں میں سے دانت والا جانور حلال ہے (یعنی شیر، چیتا، بھیڑیا وغیرہ)، اور نہ ذمی شخص کا پڑا ہوا مال، لیکن جب اس مال کا مالک مستغنی ہو۔اور جو آدمی کسی قوم کے پاس مہمان ہو تو اس قوم کے ذمہ اس شخص کی مہمانداری کرنا ضروری ہے۔اواگر کوئی قوم اس کی مہمانداری نہ کرے تو اس مہمان کو حق حاصل ہے کہ اس قوم سے اپنی مہمانداری کا حق وصول کرے۔

اس حدیث مبارکہ میں حضور نبی کریم ﷺ نے صرف قرآن مجید کو ماننے اور حدیث وسنت کے نہ ماننے والے کی مذمت بیان فرمائی، اور خود چار چیزوں کی حلت وحرمت کو بیان فرمایا، جس سے واضح ہوا کہ چیزوں کی تحلیل وتحریم کا منصب حضور نبی کریم ﷺ کو عطا فرمایا گیا ہے۔

۲۔عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِی كَرِبَ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :أَلَا هَلْ عَسَى رَجُلٌ يَبْلُغُهُ الْحَدِيثُ عَنِّي وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلَى أَرِيكَتِهِ، فَيَقُولُ :بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللَّهِ، فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَلَالًا اسْتَحْلَلْنَاهُ .وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَرَامًا حَرَّمْنَاهُ، وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ كَمَا حَرَّمَ اللَّهُ ":هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ۔(۲)

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جان لو! عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے کہ کسی شخص کو میری حدیث پہنچے گی اور وہ تکیہ لگائے ہوئے اپنی مسند پر بیٹھا ہوا کہے گا کہ: ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب (کافی) ہے۔پس ہم جو کچھ اس میں حلال پائیں گے اسے حلال سمجھیں گے، اور جو حرام پائیں گے اس کو حرام سمجھیں گے۔جبکہ (حقیقت یہ ہے کہ) جسے اللہ کے رسول ﷺ نے حرام کیا وہ بھی اسی چیز کی طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں بھی نبی کریم ﷺ نے صرف قرآن مجید کے ماننے اور حدیث وسنت کے نہ ماننے کی مذمت بیان فرمائی، اور ساتھ ہی یہ وضاحت بھی فرمادی کہ خود نبی کریم ﷺ کو بھی چیزوں کے حرام اور حلال قرار دینے کا اختیار ہے، اور وہ ایسے ہی حرام وحلال ہوں گی جیسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے انہیں حرام وحلال قرار دیا ہو۔

۱۔ ابوداؤد:۴۶۰۴ ۲۔ ترمذی:۲۶۶۴

۳۔عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ، إِلَّا بَابُ أَبِي بَكْرٍ۔(۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشادفرمایا: مسجد میں تمام دروازوں کو بند کر دیا جائے سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازہ کے۔

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازے کو مسجد نبوی ﷺ میں کھلا رہنے کی اجازت فرمائی اور باقی تمام دروازوں کے لیے ممانعت فرمادی، جس سے واضح ہوا کہ آپ ﷺ کو تخصیص و تعمیم کا اختیار حاصل ہے۔

۴۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ خُزَاعَةَ قَتَلُوا رَجُلًا مِنْ بَنِي لَيْثٍ -عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ- بِقَتِيلٍ مِنْهُمْ قَتَلُوهُ، فَأُخْبِرَ بِذَلِكَ النَّبِيُّ صلّى الله عليه وسلم، فَرَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَخَطَبَ، فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْقَتْلَ، أَوِ الْفِيلَ -قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ كَذَا، قَالَ أَبُو نُعَيْمٍ وَاجْعَلُوهُ عَلَى الشَّكِّ الْفِيلَ أَوِ الْقَتْلَ وَغَيْرُهُ يَقُولُ الْفِيلَ- وَسَلَّطَ عَلَيْهِمْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِينَ، أَلَا وَإِنَّهَا لَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ بَعْدِي، أَلَا وَإِنَّهَا حَلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، أَلَا وَإِنَّهَا سَاعَتِي هَذِهِ حَرَامٌ، لَا يُخْتَلَى شَوْكُهَا، وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا تُلْتَقَطُ سَاقِطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ، فَمَنْ قُتِلَ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ: إِمَّا أَنْ يُعْقَلَ، وَإِمَّا أَنْ يُقَادَ أَهْلُ الْقَتِيلِ. "فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ: اكْتُبْ لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ: اكْتُبُوا لِأَبِي فُلَانٍ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ: إِلَّا الْإِذْخِرَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَإِنَّا نَجْعَلُهُ فِي بُيُوتِنَا وَقُبُورِنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِلَّا الْإِذْخِرَ إِلَّا الْإِذْخِرَ۔(۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: خزاعہ والوں نے بنی لیث کے ایک آدمی کو فتح مکہ کے سال اپنے ایک مقتول کے بدلے قتل کردیا۔ نبی کریم ﷺ کو اس کی خبر دی گئی تو آپ ﷺ سوار ہو کر تشریف لے گئے اور خطبہ دیتے ہوئے ارشادفرمایا: اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ سے قتل یا ہاتھی کو روک دیا ہے، محمد راوی کا بیان ہے کہ اسے شک میں رکھو۔ ابونعیم نے بھی قتل یا ہاتھی کہا ہے۔ جبکہ دوسرے ہاتھی کہتے ہیں۔ اور اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو ان پر مسلط کیا اور ایمان والوں کو۔ خبردار! یہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھا، اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہے۔ آگاہ رہو! کہ میرے لیے بھی دن کی ایک ساعت کے لیے حلال ہوا تھا اور اس ساعت کے بعد حرام ہے۔ نہ اس کا کانٹا توڑا جائے، نہ اس کا درخت کاٹا جائے، اور نہ اس کی گری پڑی چیز اٹھائی جائے۔ جس آدمی کا قتل ہوا نہیں دو میں سے ایک بات کا اختیار ہے، چاہے دیت لیں، اور چاہے قصاص۔ پس اہل یمن کا آدمی آکر عرض گذار ہوا: یارسول اللہ! یہ مجھے لکھ دیجیے۔ فرمایا: کہ ابوفلاں کو لکھ دو۔ قریش میں سے ایک شخص عرض گذار ہوا: یارسول اللہ! اذخر کے سوا، کیونکہ اسے ہم اپنے گھروں اور قبروں کے لیے استعمال کرتے ہیں فرمایا: اذخر کے سوا۔

یہ حدیث مبارکہ نبی کریم ﷺ کے منصب شارع ہونے کے بارے میں بڑی واضح ہے کہ آپ ﷺ نے کئی چیزوں کی حلت و حرمت کو بیان فرمایا، بلکہ درخت کاٹنے کا پہلے عام حکم فرمایا، پھر صحابی رضی اللہ عنہ کے عرض کرنے پر ''اذخر'' کے لیے تخصیص فرمادی۔ جس سے آپ ﷺ کے شارع ہونے کی وضاحت ہوتی ہے۔

۱۔ i۔ بخاری: ۴۶۶، ۳۶۵۴، ۳۹۰۴ ii- مسلم: ۶۱۷۰-۶۱۷۱ iii- ترمذی: ۳۶۶۰

۲۔ i- بخاری: ۱۱۲، ۲۴۳۴، ۶۸۸۰ ii- مسلم: ۳۳۰۵

۵۔عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: جَاءَتْهُ امْرَأَةٌ، فَقَالَتْ :يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي قَدْ وَهَبْتُ نَفْسِي لَكَ، فَقَامَتْ قِيَامًا طَوِيلًا، فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللّٰهِ، زَوِّجْنِيهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصْدِقُهَا إِيَّاهُ؟ ، فَقَالَ :مَا عِنْدِي إِلَّا إِزَارِي هٰذَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّكَ إِنْ أَعْطَيْتَهَا إِزَارَكَ جَلَسْتَ وَلَا إِزَارَ لَكَ فَالْتَمِسْ شَيْئًا ، قَالَ :لَا أَجِدُ شَيْئًا، قَالَ :فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ ، فَالْتَمَسَ فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :فَهَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ؟ ، قَالَ :نَعَمْ سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا لِسُوَرٍ سَمَّاهَا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :قَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ .(۱)

حضرت سھل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ایک عورت آئی تو اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے اپنی جان آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کردی۔ وہ کافی دیر کھڑی رہی تو ایک آدمی کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا: کہ یارسول اللہ! اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیجئے، اگر آپ کو اس کی کوئی حاجت نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے مہر میں دینے کے لیے کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ عرض کی: نہیں! سوائے اس چادر کے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ چادر تم اسے دو گے تو خود چادر کے بغیر بیٹھ رہو گے۔ جاؤ کوئی اور چیز تلاش کرو۔ عرض کی میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ فرمایا: تلاش تو کرو خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔ اس نے تلاش کیا مگر کچھ نہ ملا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں کچھ قرآن مجید یاد ہے؟ عرض کی فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں اور ان کے نام لیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ تمہیں جو قرآن کریم یاد ہے، میں نے اُس کے بدلے اس عورت کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا۔

اس واقعہ میں حضور نبی کریم ﷺ نے اس صحابی رضی اللہ عنہ کے لیے قرآن مجید پڑھنے کو حق مہر قرار دیا۔ جس سے واضح ہوا کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تشریعی، تخصیصی اور تعمیمی اختیارات تفویض کیے ہیں۔

۶۔أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ :بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلَكْتُ .قَالَ :مَا لَكَ؟ قَالَ :وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي وَأَنَا صَائِمٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا؟ قَالَ :لَا، قَالَ :فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ، قَالَ :لَا، فَقَالَ :فَهَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّينَ مِسْكِينًا . قَالَ :لَا، قَالَ :فَمَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذٰلِكَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيهَا تَمْرٌ - وَالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ -قَالَ :أَيْنَ السَّائِلُ؟ فَقَالَ :أَنَا، قَالَ :خُذْهَا، فَتَصَدَّقْ بِهِ فَقَالَ الرَّجُلُ :أَعَلَى أَفْقَرَ مِنِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ہم نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی حاضرِ بارگاہ ہو کر عرض گزار ہوا: یارسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا، فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا؟ عرض کی: کہ میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت کر بیٹھا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ کیا تمہیں آزاد کرنے کے لیے ایک گردن میسر ہے؟ عرض کی: نہیں۔ فرمایا: کہ کیا تم دو مہینوں کے متواتر روزے رکھ سکتے ہو؟ عرض کی: نہیں۔ فرمایا کہ کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ عرض کی: نہیں۔ پس نبی کریم ﷺ کچھ دیر خاموش رہے اور ہم وہیں تھے کہ نبی

i- ابوداؤد: ۲۱۱۱-۲۱۱۲ ii- ترمذی: ۱۱۱۴ iii- سنن النسائی (المجتبیٰ): ۳۳۵۶

فَوَاللّٰهِ مَا بَیْنَ لَابَتَیْهَا - یُرِیدُ الْحَرَّتَیْنِ - أَهْلُ بَیْتٍ أَفْقَرُ مِنْ أَهْلِ بَیْتِي، فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ أَنْیَابُهُ، ثُمَّ قَالَ: أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ۔(۱)

کریم ﷺ کی خدمت میں ایک عرق پیش کیا گیا، جس میں کھجوریں تھیں۔عرق ایک پیمانہ ہے۔فرمایا: کہ سائل کہاں ہے۔عرض کی: کہ میں ہوں۔فرمایا: کہ انہیں لے کر خیرات کردو۔وہ آدمی عرض گزار ہوا: یارسول اللہ! کیا اپنے سے زیادہ غریب پر؟ خدا کی قسم! ان دونوں سنگلاخ میدانوں کے درمیان کوئی گھر والے ایسے نہیں جو میرے گھر والوں سے زیادہ غریب ہوں۔پس نبی کریم ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ پچھلے دانت نظر آنے لگے پھر فرمایا: کہ اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔

اس حدیث مبارکہ میں حضور نبی کریم ﷺ نے نادار صحابی رضی اللہ عنہ خود کھجوریں کھانے کو اس کے لیے روزہ توڑنے کا کفارہ قرار دیا، یہ آپ ﷺ کے تشریعی و تخصیصی اختیارات کی بڑی عمدہ مثال ہے۔

۷۔عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ سَالِمًا، مَوْلَى أَبِي حُذَیْفَةَ كَانَ مَعَ أَبِي حُذَیْفَةَ وَأَهْلِهِ فِي بَیْتِهِمْ، فَأَتَتْ - تَعْنِي ابْنَةَ سُهَیْلٍ - النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: إِنَّ سَالِمًا قَدْ بَلَغَ مَا یَبْلُغُ الرِّجَالُ. وَعَقَلَ مَا عَقَلُوا. وَإِنَّهُ یَدْخُلُ عَلَیْنَا. وَإِنِّي أَظُنُّ أَنَّ فِي نَفْسِ أَبِي حُذَیْفَةَ مِنْ ذٰلِكَ شَیْئًا. فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَرْضِعِیهِ تَحْرُمِي عَلَیْهِ، وَیَذْهَبِ الَّذِي فِي نَفْسِ أَبِي حُذَیْفَةَ فَرَجَعَتْ فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ أَرْضَعْتُهُ. فَذَهَبَ الَّذِي فِي نَفْسِ أَبِي حُذَیْفَةَ۔(۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سالم جو کہ ابو حذیفہ کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) تھے، وہ ابو حذیفہ اور ان کے گھر والوں کے ساتھ ان کے گھر میں رہتے تھے۔تو بنت سہیل نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: کہ سالم نوجوانوں کی طرح جوان ہو گیا اور مردوں کی طرح ہر بات سمجھنے لگا ہے، وہ ہمارے پاس آتا جاتا رہتا ہے اور میرا گمان ہے کہ ابو حذیفہ کے دل میں اس کے بارے میں کوئی بات ہے۔آپ ﷺ نے اس سے ارشاد فرمایا: تو اسے دودھ پلا دے تو تو اس پر حرام ہو جائے گی، اور ابو حذیفہ کے دل میں جو بات ہے وہ چلی جائے گی۔وہ پھر حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کیا: میں نے (سالم کو) دودھ پلا دیا ہے اور ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے دل سے کراہت جاتی رہی۔

رضاعت کی مدت اڑھائی سال تک ہے، جب کہ اس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے لیے بلوغت کے بعد بھی رضاعت قرار دیا، جس سے نبی کریم ﷺ کے تشریعی اختیارات کی وضاحت ہوتی ہے۔

۱۔ i- بخاری: ۱۹۳۶ ii- مسلم: ۲۵۹۵، ۲۵۹۶، ۲۵۹۷، ۲۵۹۹، ۲۶۰۰

iii- ابوداؤد: ۲۳۹۰، ۲۳۹۱، ۲۳۹۲ iv- ترمذی: ۷۲۴

v- ابن ماجہ: ۱۶۷۱

۲۔ i- مسلم: ۳۶۰۱-۳۶۰۵ ii- نسائی: ۳۳۱۶-۳۳۲۲

iii- ابن ماجہ: ۱۹۴۳

۸۔عن ابی هریره ضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ انی قدتر کت فیکم شیئین لن تضلوا بعدهما کتاب الله وسنتی ولن یتفرقا حتی یر اداعلی الحوض۔(۱)

میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، تم ان دونوں کو جب تک مضبوطی سے تھامے رکھو گے، کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ان میں سے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت ہے۔ یہ دونوں کسی صورت میں الگ الگ نہیں ہوں گی اور حوض کوثر پر یہ دونوں میرے پاس اکٹھی ہوں گی۔

اس حدیث مبارکہ میں حضور نبی کریم ﷺ نے امت کے لیے قرآن کے ساتھ ساتھ سنت پر عمل اور تھامے رکھنے کو لازمی قرار دیا ہے، اور گمراہی سے بچنے کا راستہ قرآن وسنت دونوں کو قرار دیا ہے۔ جس سے حدیث وسنت کے شارع ہونے کی وضاحت ہوتی ہے۔

۳۔اقوال آئمہ سلف وخلف:

احادیث مبارکہ فی نفسہ شرع ہیں اور آپ ﷺ خود بھی شارع ہیں، اس بارے میں علماء کرام اور آئمہ اطہار کی آراء درج ذیل ہیں:

۱۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان المرجع فی الاحکام انماهو الی النبی ﷺ وانه قدیخص بعض امته بجکم ویمنع غیره ولو کان بغیر عذر۔(۲)

احکام کا رجوع نبی کریم ﷺ کی طرف ہوتا ہے بعض اوقات آپ ﷺ امت کے بعض افراد کو کسی حکم کے ساتھ خاص کر لیتے اور دوسروں کو اس حکم سے منع فرما دیتے خواہ عذر نہ ہو۔

۲۔علامہ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

کان الحق تعالیٰ جعل له ﷺ ان یشرع قبل نفسه ماشاء کمافی حدیث تحریم شجرمکة فان عمه العباس رضی الله عنه لماقال له یارسول الله ﷺ الاالاذخر فقال ﷺ الاالاذخر حرمه الله۔(۳)

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو یہ منصب عطا فرمایا ہے کہ آپ شریعت میں جو چاہیں حکم مقرر کر دیں، جس طرح کہ حرم مکہ کے نباتات کو حرام فرمانے کا حدیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ اذخر (گھاس) کو اس حکم سے نکال دیں، آپ ﷺ نے فرمایا: چلو اذخر کے علاوہ۔

اگر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنی طرف سے احکام جاری اور نافذ کرنے کا اختیار اور منصب نہ دیا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس بات کی ہرگز جرأت نہ کرتے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے، اس میں کسی کو مستثنیٰ کر دیں۔

۳۔علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الشارع (ﷺ) ان یخص من العموم ماشاء۔(۴)

۱۔ مستدرک: ۳۲۴ ۲۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج۱۰، ص۱۶

۳۔ میزان الشریعۃ الکبریٰ، ج۱، ص۴۸ ۴۔ شرح مسلم، ج۱، ص۳۰۴

شارع ﷺ کے لیے جائز ہے کہ عمومی احکام میں سے جس چیز کو چاہیں خاص فرما دیں۔

۴۔ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عندائمتنامن خصائصه عليه الصلاة والسلام انه يخص من شاء بماشاء۔(۱)

ہمارے آئمہ نے رسول اللہ ﷺ کے خصائص سے اس چیز کو شمار کیا ہے کہ آپ ﷺ جس شخص کو چاہیں، جس حکم کے ساتھ چاہیں خاص فرمادیں۔

۵۔علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان النبی ﷺ مفوض فی شرع الاحکام۔(۲)

نبی ﷺ کی طرف احکام کی مشروعیت سپرد کر دی گئی ہے۔

۶۔نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں:

ومذهب بعضے آنست که احکام مفوض بودهر چه خواهدوبرهر که خواهدحلال وحرام گرداند، وبعضے گویندبااجتهاد گفت واول اصح واظهر است۔(۳)

بعض کا مذہب یہ ہے کہ احکام حضور ﷺ کے سپرد ہیں، جو چاہیں اور جس پر چاہیں حلال اور حرام فرمادیں، بعض کہتے ہیں، کہ آپ ﷺ اجتہاد سے کہتے تھے اور پہلا مذہب زیادہ صحیح اور زیادہ ظاہر ہے۔

۷۔ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں:

قرآن اور حدیث، ابدی ماخذ قانون ہیں۔ چونکہ حضرت خاتم النبیین ﷺ کے بعد رسالت و نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کا لایا ہوا قانون یعنی قرآنی قانون قیامت تک نافذ رہے گا۔ اسی طرح پیغمبر ﷺ کے حکم کو منسوخ کرنے کے لئے ایک نئے پیغمبر کی ضرورت ہوگی، اس کے نہ آسکنے کی بنا پر حدیث و سنت بھی ابدی بن جائیں گے، اور قیامت تک ان پر عمل کرنا ہمارے لیے واجب ہو جائے گا۔ کتاب و سنت میں بعض چیزیں مستحب ہیں، بعض حرام ہیں اور بعض مکروہ ہیں۔ محض امر کا صیغہ استعمال کرنے سے وہ ایک درجہ میں نہیں پہنچ جاتیں۔ مثلاً قرآن مجید میں زکوۃ دینے کا حکم ہے، جو فرض ہے۔ اور قرآن میں اسی صیغے کے ذریعے حکم آئے گا کہ خیرات کرو، ظاہر ہے کہ یہ فرض نہیں بلکہ اس کی ترغیب دلائی جاتی ہے۔(۴)

اسلامی قانون کا دوسرا ماخذ حدیث و سنت ہیں اور وہ قیامت تک برقرار تو رہتے ہیں لیکن ان کا بننا اور بدل سکنا ایک محدود زمانے یعنی رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں وقوع میں آتا ہے، رسول اکرم ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ان کے بننے اور بدلنے کا زمانہ ختم ہو جاتا ہے۔ وہ ہمارے پاس محفوظ رہتے ہیں۔ اس کے بعد، ان میں تبدیلی غیر ممکن ہو جاتی ہے۔(۵)

۱۔ علی قاری، ملا حنفی، مرقات، شرح مشکوۃ، ج ۲، ص ۳۲۳، مکتبہ امدادیہ، ملتان، ۱۳۹۲ھ

۲۔ شوکانی، محمد بن علی، شیخ، نیل الاوطار، ج ۶، ص ۴، مکتبۃ الکلیات الازہریہ، مصر، ۱۳۹۸ھ

۳۔ صدیق حسن، بھوپالی، مسک الختام، ص ۵۱۲-۵۱۳، مکتبہ عثمانیہ، حیدر آباد، دکن

۴۔ حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ص ۲۹۸-۲۹۹، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ط ۹، ۲۰۰۳ء

۵۔ ایضاً ص ۲۹۴

۸۔علامہ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کو قرآن کریم میں بیان کردہ قوانین کے علاوہ دیگر قوانین بنانے کا بھی اختیار تفویض کیا گیا تھا۔(۱)

۹۔مولانا مودودی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو تشریعی اختیارات عطا کیے ہیں۔اللہ کی طرف سے امر و نہی اور تحلیل و تحریم صرف وہی نہیں ہے، جو قرآن میں بیان ہوئی ہے، بلکہ جو کچھ نبی ﷺ نے حرام یا حلال قرار دیا ہے، اور جس چیز کا حضور ﷺ نے حکم دیا ہے، یا جس سے منع کیا ہے، وہ بھی اللہ کے دیے ہوئے اختیارات سے ہے، اس لیے وہ بھی قانون خداوندی کا ایک حصہ ہے۔(۲)

۱۰۔علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

اہل اسلام کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کا منصب صرف پیغام رسانی اور صرف احکام شریعت کو بیان کرنا نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ احکام شرعیہ کو مقرر کرنا، تحلیل و تحریم اور عمومات شرعیہ میں احکام اور افراد کی تخصیص کرنا بھی منصب نبوت میں داخل ہے۔(۳)

۱۱۔ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

یہ سمجھنا درست نہیں ہوگا کہ سنت کا کام بس یہی ہے کہ قرآن پاک کے اجمال کی تفصیل کرے یا اس کے دائرے میں توسیع کردے اور اس کے علاوہ سنت کا کوئی کردار نہیں۔سنت کا کردار براہ راست احکام دینا بھی ہے۔قرآن پاک میں ہے کہ ہم نے رسول ﷺ کو بھیجا **لیحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث**، تاکہ وہ رسول ﷺ طیبات کو ان کے لیے حلال قرار دے اور خبائث کو ناجائز قرار دے۔گویا رسول ﷺ خود بھی جس چیز کو طیب دیکھیں اس کو جائز قرار دیں اور جس چیز کو خبیث دیکھیں اس کو حرام قرار دے سکتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جائز و ناجائز کے کئی ایسے احکام ہیں جو سنت میں براہ راست ملتے ہیں، جن کی کوئی بنیاد براہ راست قرآن پاک میں نہیں ہے۔مثلاً خیار شرط کی حضور ﷺ نے اجازت دے دی ہے۔ایک صحابی رضی اللہ عنہ تھے جو بڑے سادہ لوح تھے ان کا نام حبان ابن منقذ رضی اللہ عنہ تھا۔وہ جب خرید و فروخت کیا کرتے تھے تو اکثر دھوکہ کھا کے آتے تھے، گھر والے کہتے تھے کہ آپ تو یہ چیز مہنگی لے آئے، آپ تو غلط لے آئے، یہ تو سستی مل سکتی تھی، انہوں نے حضور ﷺ سے شکایت کی کہ میں اس طرح جاتا ہوں اور خریداری کر کے گھر واپس آتا ہوں تو گھر والے کہتے ہیں کہ یہ سودا تو غلط ہوا، دوبارہ بازار جاتا ہوں تو بازار کے لوگ مانتے نہیں، مجھے کیا کرنا چاہیے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ **اذا بايعت**، جب تم آئندہ بیع و شراء کرو، **فقل**، تو یہ کہہ دیا کرو، کہ **لا خلابه**، میں دھوکہ نہیں دینا چاہتا، **ولی الخيار ثلاثة ايام**، مجھے اختیار ہوگا کہ میں تین دن تک چاہوں تو اس کو واپس کرسکوں۔یہ تین دن کی شرط رکھ لیا کرو۔یہ بنیاد ہے تین دن کی شرط کی کہ گویا اگر کوئی خریدار تین دن خیار شرط رکھنا چاہے کہ میں تین دن تک اس پر دوبارہ غور کرسکتا ہوں اور اگر رائے بدلی تو واپس کرسکتا ہوں تو اس کی اجازت ہے اگر دونوں فریق طے کریں۔اس کی کوئی بنیاد براہ راست قرآن پاک میں نہیں ہے۔لیکن بالواسطہ تراضی میں یہ بھی شامل ہے کہ اگر دونوں فریق راضی ہوں تو یہ ہوسکتا ہے۔لہٰذا قرآن پاک میں اس حکم کی بالواسطہ بنیادیں تو ہیں لیکن براہ راست بنیاد کا تعین کرنا مشکل ہے۔(۴)

۱۔ حجیت حدیث، ص ۶۴ ۲۔ سنت کی آئینی حیثیت، ص ۷۹

۳۔ شرح صحیح مسلم، ج ۲، ص ۷۸۷ ۴۔ غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضرات حدیث، ص ۱۲۵۔۱۲۶، الفیصل ناشران، لاہور، ط ۳، ۲۰۰۷ء

اسلام میں حدیث کا مقام وحیثیت

اسلام میں حدیث کا مقام وحیثیت

مسلمانوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے جو تعلق ہے اس نے دنیا کو علم کی کئی جہتیں عطا کی ہیں، یہ تعلق کئی علوم وفنون کی تخلیق کا باعث بنا ہے اور مسلم علماء ومفکرین نے علمی دنیا کو فکر وجستجو کے نئے زاویوں سے روشناس کرایا۔ ابن خلدون نے ''مقدمہ تاریخ'' میں، حاجی خلیفہ نے ''کشف الظنون'' میں اور نواب صدیق حسن خان نے ''ابجد العلوم'' میں ان علوم کا تذکرہ کیا ہے، جن میں مسلمانوں نے اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھائے ہیں، ان علوم میں حدیث کو خصوصی حیثیت حاصل ہے۔ عہد صحابہ سے تا ہنوز حدیث سے مسلمانوں کا شغف جاری ہے۔ حدیث سے متعلق جو علوم ہیں ان کی تعداد ابن الصلاح نے پینسٹھ (۶۵) بیان کی ہے، ان میں سے ہر ایک کے بارے میں مفصل بحثیں موجود ہیں۔

مسلمان دنیا کی اولین قوم ہے جس نے حدیث کے حوالے سے نقد وجرح کے اصول وضوابط وضع کیے، نقد متن (Texual criticism) اور تعدیل وتجریح رجال (Soundness of the narrates) کے معیارات طے کیے اور خبر دینے والے کی ثقاہت اور غیر جانبداری (Authenticity and neuterality) اور اس کے انداز کی معروفیت (Objectivity) کے اصول متعارف کروائے، تحقیق وتنقید کے تمام جدید اسالیب میں ان قواعد وضوابط اور اس طریق ومنہاج کی جھلک کسی نہ کسی طرح دکھائی دیتی ہے، تحقیق وتنقید کے جن مناہج پر آج بڑے فخر کا اظہار کیا جاتا ہے ان کے اولین آثار ہمیں مسلمانوں کے اسالیب تحقیق میں نظر آتے ہیں۔

مسلمان اس اعتبار سے دنیا کی ایسی منفرد قوم ہے جس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وآثار کو محفوظ کرنے میں بے مثال سرگرمی کا مظاہرہ کیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی حفاظت میں ان جزئیات کا بھی استقصاء کیا جو بظاہر غیر اہم معلوم ہوتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء نے آپ کی جملہ تفصیلات کو نقل کیا، یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ یہ نقل وروایت کا عمل بے ہنگم نہیں تھا۔ اول روز سے ہی احتیاط پیش نظر رہی۔ ابتدائی دور میں سادہ احتیاطی تدابیر تھیں، جو آگے چل کر اصول علمیہ کی صورت اختیار کر گئیں۔

حافظ ذہبی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے احوال میں لکھا ہے:

''کان اول من احتاط فی قبول الاخبار''۔

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے آدمی تھے جنہوں نے قبول خبر میں احتیاط سے کام لیا۔ (۱)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے احوال میں ہے:

''وھو الذی سن للمحدثین التثبت فی النقل وربما یتوقف فی خبر الواحد اذا ارتاب''۔ (۲)

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے محدثین کے لیے روایت میں جانچ پڑتال کا طریقہ وضع کیا، اور جب آپ کو شک ہوتا تو خبر واحد کے قبول کرنے میں توقف سے کام لیتے تھے۔

۱۔ i- ذہبی، احمد بن عثمان، ابو عبد اللہ، تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۲، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد دکن، ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء

ii- عقیلی، محمد بن عمرو، ابو جعفر، الضعفاء الکبیر، ج ۱، ص ۱۰، مکتبہ علمیہ، بیروت، لبنان، ط ۱، ۱۹۸۴ء

۲۔ i- الضعفاء الکبیر، ج ۱، ص ۹-۱۰ ii- تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۰

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے حالات میں ہے:

"کان اماماً عالماً متحريا في الاخذ بحيث انه يستحلف من يحدثه بالحديث"۔(۱)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ امام عالم تھے اور روایت قبول کرنے میں چھان پھٹک سے کام لیتے یہاں تک کہ حدیث روایت کرنے والے سے حلف کا مطالبہ کرتے۔

ان حضرات کی احتیاط صحابہ کرام پر کسی عدم اعتماد کا نتیجہ نہ تھی، کیونکہ یہ سب لوگ صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض یافتہ تھے یہ متقیانہ روش تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سماع وفہم کی غلطی سے کوئی غلط بات منسوب نہ ہو جائے، اکثر صحابی روایت کرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی یہ قول پیش نظر رکھتے:

من كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار۔(۲)

ترجمہ: جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کرتا ہے، اسے اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالینا چاہیے۔

مسلمانوں کے دین کا سرمایہ اور ان کی شریعت کی متاع کل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ حیات ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شب وروز کے معمولات ہی ان کے لیے سرچشمہ ہدایت ہیں، صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب زندگی کے ایک ایک ورق کو حفظ کیا، خلوت وجلوت، سفر وحضر اور نجی حالات سے لے کر عام سیاسی حالات تک، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کوئی ایسا واقعہ نہیں، جسے انہوں نے محفوظ نہ کیا ہو۔(۳)

اکابر علماء ملت اور اساتید شریعت نے علم حدیث کی تحصیل کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں، انہوں نے بارہا صرف ایک حدیث کی خاطر سینکڑوں میل کا سفر کیا، طلب حدیث میں کوئی چیز ان کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی تھی، وہ اپنے شاگردوں سے بھی احادیث روایت کر لیتے تھے۔ انہوں نے احادیث کو اپنے سینوں میں اور پھر نوشتوں میں محفوظ کیا، ناقلین حدیث کو پرکھنے کے لیے علم رجال ایجاد کیا اور اس میدان میں حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیے۔(۴)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے انسانی معیشت کے اصول ومبادی اجمالاً بیان فرمائے ہیں، جن کی تعبیر بغیر احادیث نبویہ کے ممکن نہیں ہے نیز احکام کی عملی صورت بیان کرنے کے لیے اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت ہے، احادیث رسول ہمیں قرآنی احکام کی عملی تصویر مہیا کرتی ہے علاوہ ازیں نماز، زکوۃ، تیمم، حج اور عمرہ، یہ محض الفاظ ہیں، لغت عربی ان الفاظ کے وہ معانی نہیں بتاتی جو شرع میں مطلوب ہیں، پس اگر احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہ ہوں تو ہمارے پاس قرآن کریم کے معانی شرعیہ متعین کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہے گا۔(۵)

۱۔ i-الضعفاء الکبیر، ج۱،ص۱۰ ii-تذکرۃ الحفاظ، ج۱،ص۱۰

۲۔ i-بخاری: رقم ۱۱۰ ii-مسلم: ۲-۶ iii-ترمذی: ۲۶۵۹-۲۶۶۱

iv-ابوداؤد: ۳۶۸۱ v-ابن ماجہ: ۳۰-۳۷

۳۔ نعمۃ الباری ج۱،ص۵۳ ۴۔ ایضاً ۵۔ ایضاً

عہد نبوت سے لے کر اس وقت تک تمام امت محمدیہ کے علماء وصلحاء اور عوام وخواص کا یہ عقیدہ رہا ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک رہے گا کہ حضور ﷺ کی ذات بابرکات آفتاب نبوت ورسالت ہے، آپ کا وجود باجود تمام عالم کے لیے رحمت ہے، آپ ﷺ کی حدیث اور سنت امت کے لیے حجت اور مشعل ہدایت ہے، آپ کے اسوۂ حسنہ کا اتباع کیمیائے سعادت اور کلید جنت ہے۔ آپ ﷺ کا عشق اور آپ کی محبت موجب شفاعت اور جنت میں معیت ومرافقت ہے۔(۱)

حدیث کا مقام وحیثیت:

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو کہ تمام شعبہ ہائے حیات میں کامیاب عملی راہنمائی کا نظام ہے، اللہ تعالیٰ ﷻ کے ہاں مقبول دین بھی اسلام ہی ہے۔(۲) اسلام کی بنیادی تعلیمات قرآن وحدیث کی صورت میں محفوظ ہیں۔ اس نظریاتی وعملی دین کا مکمل نمونہ رسول اکرم ﷺ کی ذات بابرکات ہے، اسلام کے اساسی اصول اور بنیادی تعلیمات، تو قرآن میں موجود ہیں جبکہ اس کی تشریح وتوضیح رسول اللہ ﷺ کی احادیث وسنن مبارکہ ہیں، اس طرح دین اسلام کا پہلا بنیادی ماخذ قرآن مجید ہے اور دوسرا بنیادی ماخذ حدیث وسنت ہے، اس مصدر ثانی کی دین اسلام میں کیا اہمیت ہے؟ اس بارے میں قرآن، حدیث، اجماع، قیاس، آئمہ سلف وخلف اور علمائے کرام کی تصریحات حسب ذیل ہیں:

۱۔حدیث وحی باری تعالیٰ ہے:

قرآن مجید میں ہے:

۱۔وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۝ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحٰی ۝(۱۰)

آپ ﷺ اپنی خواہش سے کلام (حکم دین) نہیں فرماتے بلکہ وہ تو وحی ہے جو آپ ﷺ پر بھیجی جاتی ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کی آراء حسب ذیل ہیں:

i۔دین کے باب میں (آپ ﷺ) جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحی کے بغیر نہیں فرماتے۔ معلوم ہوا کہ حدیث بھی قرآن کی طرح وحی ہے اور واجب الاتباع ہونے کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ علماء نے قرآن کو وحی متلو اور حدیث کو وحی غیر متلو کہا ہے۔(۳)

ii۔خواہ الفاظ کی بھی وحی ہو جو قرآن کہلاتا ہے، خواہ صرف معانی کی ہو جو سنت کہلاتی ہے، اور خواہ وحی جزئی ہو یا کسی قاعدہ کلیہ کی وحی ہو، جس سے اجتہاد فرماتے ہیں۔(۴)

iii۔یہ باتیں اگرچہ اس طرح لفظاً لفظاً آپ ﷺ پر نازل نہیں کی جاتی تھیں جس طرح قرآن آپ پر نازل کیا جاتا تھا، مگر یہ لازماً اسی علم پر مبنی تھیں جو وحی کے ذریعے سے آپ ﷺ کو دیا گیا تھا۔ ان میں اور قرآن میں فرق صرف یہ تھا کہ قرآن کے الفاظ اور معانی سب کچھ اللہ کی طرف سے تھے، اور ان دوسری باتوں میں معانی ومطالب وہ تھے جو اللہ نے آپ ﷺ کو سکھلائے تھے اور ان کو ادا آپ ﷺ اپنے الفاظ میں کرتے تھے۔ اسی فرق کی بناء پر قرآن کو وحی جلی اور آپ ﷺ کے ان ارشادات کو وحی خفی کہا جاتا ہے۔(۵)

۱۔ کاندھلوی، محمد ادریس، حجیت حدیث، ص ۲۳، مکتبہ عثمانیہ، لاہور، ط ۲، ۱۹۹۶ء

۲۔ آل عمران ۳: ۸۵ ۳۔ النجم ۵۳: ۴-۵

۳۔ الفلاح، محمد عبدہ، تفسیر الحدیث المسمٰی اشرف الحواشی، ص ۶۲۸، شیخ محمد اشرف ناشران، لاہور

۴۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ج ۸، ص ۱۸۹، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء

۵۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ج ۵، ص ۱۹۴، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ط ۴۰، ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء

iv- بعض علماء کی رائے ہے کہ ھو کا مرجع صرف قرآن کریم نہیں، بلکہ قرآن کریم اور جو بات حضور ﷺ کی زبان فیض ترجمان سے نکلتی ہے، وہ سب وحی ہے۔ وحی کی دوقسمیں ہیں: جب معانی اور کلمات سب منزل من اللہ ہوں، اسے وحی جلی کہتے ہیں، جو قرآن کریم کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے۔ اور جب معانی کا نزول تو من جانب اللہ ہو، لیکن ان کو الفاظ کا جامہ حضور ﷺ نے خود پہنایا ہو، اسے وحی خفی یا وحی غیر متلو کہا جاتا ہے، جیسے احادیث طیبہ (۱)

v- اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ نبی ﷺ اللہ تعالیٰ ﷻ کے ذات وصفات اور افعال میں فنا کے اس اعلیٰ مقام پر پہنچے کہ اپنا کچھ باقی نہ رہا، تجلی ربانی کا یہ استیلائے تام ہوا کہ جو کچھ فرماتے ہیں، وہ وحی الٰہی ہوتی ہے۔ (۲)

vi- یعنی کوئی کام تو کیا ایک حرف بھی آپ ﷺ کے دہن مبارک سے ایسا نہیں نکلتا جو خواہش نفس پر مبنی ہو۔ بلکہ آپ ﷺ جو کچھ دین کے باب میں ارشاد فرماتے ہیں، وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ اس میں وحی متلو کو 'قرآن' اور غیر متلو کو 'حدیث' کہا جاتا ہے۔ (۳)

vii- اور اس وحی میں سے متلو کو قرآن اور وحی غیر متلو کو حدیث کہتے ہیں۔ (۴)

viii- اس سے اس کلام کی حقیقت معلوم ہوگئی جو بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ وحی کی دوقسمیں ہیں:
متلو (جو تلاوت کی جاتی ہے) اور غیر متلو (جو تلاوت نہیں کی جاتی)۔ وحی متلو قرآن کا نام ہے جس کے معانی اور الفاظ دونوں اللہ کی جانب سے ہیں، اور غیر متلو حدیث رسول ﷺ کا نام ہے، جن کے الفاظ آنحضرت ﷺ کے ہیں اور معانی اللہ کی طرف سے ہیں۔ (۵)

ix- پس اس سے ہم کو معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل کی اپنے رسول ﷺ کی طرف بھیجی گئی وحی دو اقسام میں منقسم ہے: وحی متلو جو مؤلف تالیفاً اور معجز النظام ہے اور وحی جو مروی ومنقول، غیر مؤلف، غیر معجز النظام اور غیر متلو ہے۔ وحی کی یہ قسم رسول اللہ ﷺ سے مروی اخبار پر مبنی ہے۔ (۶)

۲- وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ ○ (۷)

کسی بھی انسان کے لیے اللہ تعالیٰ ﷻ سے گفتگو کرنا ممکن نہیں سوائے ان صورتوں کے کہ وحی کے ذریعے، پردہ کے پیچھے سے یا اس کے بھیجے ہوئے پیغامبر کے ذریعے اور وہ اللہ کی اجازت سے جو اللہ چاہے نازل کر دے۔

اس آیت مبارکہ میں وحی کی تین صورتیں بیان ہوئی ہیں:

۱۔ وحیا: اس سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ﷻ کوئی بات نازل کرنا چاہتا ہے تو وہ براہِ راست نبی کے دل پر اتارتا ہے اور درمیان میں کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ ۲۔ او من ورآء حجاب: کانوں سے صرف آواز سنے اور متکلم دکھائی نہ دے۔

۳۔ او یرسل رسولا: قاصد کے توسط سے وحی آئے۔

۱۔ الازہری، کرم شاہ، محمد پیر، ضیاء القرآن، ج ۵، ص ۱۱، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۰۵ھ

۲۔ مرادآبادی، نعیم الدین، سید محمد، خزائن العرفان، ص ۹۴۶، حافظ کمپنی، لاہور

۳۔ عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، ص ۶۹۸، پاک کمپنی، لاہور

۴۔ حجیت حدیث، ص ۴۱ ۵۔ معارف القرآن، ج ۲، ص ۴۳

۶۔ آمدی، علی بن ابی علی، سیف الدین، الاحکام فی اصول الاحکام، ص ۸۷، مطبع محمد علی واولادہ، مصر، ۱۳۴۷ھ ۷۔ الشوریٰ ۴۲: ۵۱

اس میں پہلی صورت الہام نبوی ﷺ کی ہے اور یہ وحی غیر متلو (حدیث) ہے، کہ ایک چیز نبی ﷺ کے دل میں القاء فرما دی اور نبی نے اس کو اپنے الفاظ میں بیان کر دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبی ﷺ کی گفتگو میں اگرچہ الفاظ نبی کے ہوتے ہیں لیکن وہ معانی ومفاہیم منزل من اللہ ہوتے ہیں۔(۱)

۳۔i-وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (۲) — اللہ تعالیٰ ﷻ نے آپ پر کتاب اتاری اور حکمت اتاری اور جو آپ نہیں جانتے تھے وہ آپ کو سکھلایا۔

ii-وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَا اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ۔(۳) — اور اللہ تعالیٰ ﷻ نے تم پر جو احسان کیا اسے یاد کرو اور جو تم پر کتاب اور حکمت تمہارے سمجھانے کے لیے اتاری۔

تصریحات مفسرین:

حکمت سے کیا مراد ہے اس سے متعلق تصریحات علماء کرام حسب ذیل ہیں:

i-الحکمة ای السنة۔(۴) یعنی حکمت سے مراد سنت رسول ہے۔

ii-سمعت من ارضی من اهل العلم بالقرآن ان یقول الحکمة سنة رسول الله ﷺ (۵)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ میں نے قرآن کے ان اہل علم سے جنہیں میں پسند کرتا ہوں، یہ سنا کہ حکمت رسول اللہ ﷺ کی سنت وحدیث ہے۔

iii-ان آیات میں الحکمۃ سے مراد سنت ہے یعنی کتاب وسنت کی جو نعمت تم پر نازل کی ہے اسے مت بھولو۔ یہ دونوں وحی الٰہی ہیں اور دلیل ہونے میں برابر ہیں۔ لہٰذا منکرِ حدیث کا وہی حکم ہے جو منکرِ قرآن کا ہے۔(۶)

iv-علماء امت متفق ہیں کہ حکمت سے مراد نبی کا خاص فہم ہوتا ہے، جس کی راہنمائی اللہ تعالیٰ ﷻ کرتا ہے۔ اس خاص فہم کو پیغمبرانہ بصیرت کے ساتھ ساتھ وحی خفی کے نام سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔(۷)

v-اور قرین قیاس یہی ہے کہ حکمت یعنی سنت منزل من اللہ ہو، کیونکہ اگر کتاب اللہ کے احکام کے مصداق ومدلول کا تعین عقل انسانی کے سپرد کر دیا جائے، تو احکام الٰہی فرد کی موشگافیوں کی بھینٹ چڑھ جائیں گے، اور امت کی وحدت ویکجہتی جو اس کی زندگی کی کفیل اور بقا کی ضامن ہے، کسی ٹھوس اور مضبوط نظام حیات کی غیر موجودگی کے باعث، تشتت وافتراق کی نذر ہو جائے گی۔(۸)

قرآن مجید میں لفظ حکمۃ سے مراد حدیث وسنت ہے جبکہ لفظ حکمۃ کتاب کے بعد مذکور ہو۔ آیات قرآنیہ کی تفصیل درج ذیل ہے:

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ (۹)۔ — وہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے (کردانائے راز بنا دے) اور ان (کے نفوس وقلوب) کو خوب پاک وصاف کر دے۔

۱۔ معارف القرآن، ج ۷، ص ۱۴۷ ۔ ۲۔ النساء۴: ۱۱۳ ۔ ۳۔ البقرۃ۲: ۲۳۱

۴۔ طبری، محمد بن جریر، جامع البیان عن تفسیر القرآن، ج ۳، ص ۷۷، المکتبۃ التجاریہ، القاہرہ

۵۔ شافعی، محمد بن ادریس، امام، الرسالۃ، ص ۷۸، مصطفیٰ البابی الحلبی، القاہرہ، المصر، ط۳، ۱۹۸۳ء

۶۔ تفسیر الحدیث، ص ۴۵ ۔ ۷۔ خالد علوی، ڈاکٹر، حفاظت حدیث، ص ۹۴، الفیصل ناشران، لاہور، ۲۰۰۸ء

۸۔ الازہری، کرم شاہ، محمد پیر، سنت خیر الانام، ص ۵۶-۵۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۳ء

۹۔ البقرۃ۲: ۱۲۹

يَتْلُوا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔(۱)

وہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں (نفساً وقلباً) پاک صاف کرتا ہے اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت ودانائی سکھاتا ہے۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالإِنجِيلَ۔(۲)

اور اللہ اسے کتاب، حکمت، تورات اور انجیل (سب کچھ) سکھائے گا۔

يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔(۳)

وہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالإِنجِيلَ ۔(۴)

اور جب میں نے تمہیں کتاب اور حکمت (ودانائی) اور تورات اور انجیل سکھائی۔

ذَٰلِكَ مِمَّا أَوْحَى إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ۔(۵)

یہ حکمت اور دانائی کی ان باتوں میں سے ہے جو آپ کے رب نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہیں۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ۔(۶)

اور تم یاد کرو اللہ کی آیتوں کو اور (رسول ﷺ کی) سنت وحکمت کو جن کی تمہارے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہے۔

۴۔وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ۔(۷)

سو اسی طرح ہم نے آپکی طرف اپنے حکم سے روح (قلوب وارواح) کی وحی فرمائی (جو قرآن ہے)۔

یہاں "روحا من امرنا" سے مراد قرآن کے علاوہ حدیث مبارکہ بھی ہے۔ جو الفاظ کی بجائے معانی کی صورت میں نازل ہوئی۔

۵۔ إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًاO(۸)

(اے حبیب!) بیشک ہم نے آپ کی طرف (اُسی طرح) وحی بھیجی ہے جیسے ہم نے نوح (علیہ السلام) کی طرف اور ان کے بعد (دوسرے) پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی۔ اور ہم نے ابراہیم واسماعیل اور اسحاق ویعقوب اور (ان کی) اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان (علیہم السلام) کی طرف (بھی) وحی فرمائی، اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو (بھی) زبور عطا فرمائی تھی۔

۱۔ ایضاً:۱۵۱
۲۔ آل عمران۳:۴۸
۳۔ i-ایضاً:۱۶۴ ii-الجمعۃ۶۲:۲
۴۔ المآئدۃ۵:۱۱۰
۵۔ بنی اسرائیل۱۷:۳۹
۶۔ الاحزاب۳۳:۳۴
۷۔ الشوریٰ۴۲:۵۲
۸۔ النسآء۴:۱۶۳

اس آیت مبارکہ میں جن انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر ہے، ان میں سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے صرف حضرت ابراہیم، حضرت عیسیٰ، حضرت داؤد اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہم السلام کو ''کتاب'' وحی متلو عطا فرمائی۔ دوسرے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف جو وحی اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے بھیجی گئی وہ ان چار صحف سماوی کی طرح متلو نہ تھی بلکہ ان کی حیثیت غیر متلو کی تھی جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل ہوئی وہ دو قسم کی تھی: ایک تو قرآن کریم کی آیات، جن کے الفاظ اور معانی دونوں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے تھے اور جو قرآن کریم میں ہمیشہ کے لیے اس طرح محفوظ کر دی گئیں، کہ ان کا ایک نقطہ یا شوشہ بھی نہ بدلا جا سکا ہے اور نہ بدلا جا سکتا ہے۔ اس وحی کو علماء کی اصطلاح میں ''وحی متلو'' کہا جاتا ہے یعنی وہ وحی جس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ دوسری قسم اس وحی کی ہے جو قرآن کریم کا جز نہیں بنی، لیکن اس کے ذریعے آپ کو بہت سے احکام عطا فرمائے گئے۔ اس وحی کو ''وحی غیر متلو'' کہتے ہیں، یعنی وہ وحی جس کی تلاوت نہیں کی جاتی۔ عموماً وحی متلو یعنی قرآن کریم میں اسلام کے اصولی عقائد اور بنیادی تعلیمات کی تشریح پر اکتفا کیا گیا ہے، ان تعلیمات کی تفصیل اور جزوی مسائل زیادہ تر ''وحی غیر متلو'' کے ذریعہ عطا فرمائے گئے ہیں۔ یہ وحی غیر متلو صحیح احادیث کی شکل میں محفوظ ہے، اور اس میں سے عموماً صرف مضامین وحی کے ذریعہ آپ پر نازل کئے گئے ہیں ان مضامین کی تعبیر کے لیے الفاظ کا انتخاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے۔(۱)

۶۔ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّن يَنقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ۔(۲)

اور جس قبلے پر تم تھے اس کو ہم نے اس لئے مقرر کیا تھا کہ معلوم کریں کون رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع رہتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھرتا ہے۔

یہاں سابقہ مقرر کردہ قبلے کے حکم کی خود اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی جانب نسبت کی گئی ہے۔ جس سے واضح ہے کہ بیت المقدس کو خود اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے حکم سے قبلہ مقرر کیا گیا تھا۔ اب قرآن کریم کو شروع سے آخر تک پڑھا جائے، اس حکم کا قرآن کریم میں کہیں ذکر نہیں ہے اور نہ کوئی آیت ایسی ہے جس میں بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم موجود ہو۔ درحقیقت یہ حکم خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی کسی آیت کے حوالے کے بغیر دیا تھا لیکن اس کے باوجود قرآن کریم میں اسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا حکم قرار دیا گیا ہے۔

قرآن کریم کا یہ بیان ثابت کرتا ہے کہ سابقہ حکم جو رسالت مآب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے دیا گیا تھا، ایک ایسی وحی پر مبنی تھا جو کہ قرآن کا جزو نہیں تھی۔ اور یہی ''وحی غیر متلو'' کا مطلب ہے۔

۷۔ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ۔(۳)

روزوں کی راتوں میں تمہارے لیے اپنی عورتوں کے پاس جانا جائز کر دیا گیا ہے، وہ تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو۔ خدا کو معلوم ہے کہ تم اپنے حق میں خیانت کرتے تھے، سو اس نے تم کو معاف کیا اور تمہاری حرکات سے درگزر فرمایا، اب (تم کو اختیار ہے کہ) ان سے مباشرت کرو۔ اور خدا نے جو چیز تمہارے لیے لکھ رکھی ہے اس کو (خدا سے) طلب کرو اور کھاؤ اور پیو۔ یہاں تک صبح کی سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے۔ پھر روزہ رات تک پورا کرو۔

۱۔ سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ص ۴۵، ج ۱، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، ط ۸،۸،۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء

۲۔ البقرۃ ۲:۱۴۳ ۳۔ البقرۃ ۲:۱۸۷

اس آیت کے نزول سے قبل رمضان المبارک کی راتوں میں مذکورہ صورت میں مباشرت ممنوع تھی یہ ممانعت کسی واجب الاطاعت اتھارٹی کی طرف سے تھی اور تمام مسلمانوں پر اس حکم کی پابندی لازمی تھی۔

لیکن قرآن کریم میں ایسی کوئی آیت نہیں ہے جس میں اس پابندی کا حکم ہو۔ درحقیقت یہ پابندی رسول اللہ ﷺ کی عائد کردہ تھی۔ پھر بھی قرآن کریم نہ صرف اس کی تائید کرتا ہے بلکہ اسے اس طریقے پر بیان کرتا ہے کہ گویا یہ اس کی خود لگائی ہوئی پابندی تھی۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم اپنی خواہش سے نہیں دیا تھا، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ ﷻ کی جانب سے ایسی وحی پر مبنی تھا جو قرآن کریم میں مذکور نہیں ہے۔

۸۔ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِينَ ۝ بَلَىٰ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ بِهِ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝ (۱)

اور یہ بات محقق ہے کہ حق تعالیٰ نے تم کو بدر میں منصور فرمایا، حالانکہ تم بے سروسامان تھے، سو اللہ تعالیٰ ﷻ سے ڈرتے رہا کرو تا کہ تم شکرگزار رہو۔ جبکہ آپ مسلمانوں سے فرما رہے تھے کہ کیا تم کو یہ امر کافی نہ ہوگا کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے، تین ہزار فرشتوں کے ساتھ، جو اتارے جائیں گے۔ ہاں! کیوں نہیں؟ اگر تم مستقل رہو گے اور متقی رہو گے اور وہ لوگ تم پر ایک دم سے آ پہنچیں گے تو تمہارا رب تمہاری امداد فرمائے گا، پانچ ہزار فرشتوں سے جو ایک خاص وضع بنائے ہوئے ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ﷻ نے یہ محض اس لئے کیا کہ تمہارے لئے بشارت ہو اور تا کہ تمہارے دلوں کو قرار ہو جائے اور نصرت صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے، جو کہ زبردست ہے، حکیم ہے۔

یہاں فرشتوں کی غیبی امداد کی خوشخبری کا انتساب اللہ تعالیٰ ﷻ کی جانب کیا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ امداد کی خوشخبری خود اللہ تعالیٰ ﷻ نے دی تھی۔ لیکن بدر کے موقع پر دی جانے والی یہ خوشخبری قرآن مجید میں کسی بھی جگہ موجود نہیں ہے۔ بالفاظ دیگر جنگ بدر کے موقع پر نازل ہونے والی ایسی ایک بھی آیت نہیں ملتی، جس میں فرشتوں کی امداد کی خوشخبری دی گئی ہو۔ مذکورہ بالا آیت میں محض یہ حوالہ ہے کہ ایسی ایک خوشخبری جنگ بدر کے موقع پر دی گئی تھی اور صراحتاً اس بات کا ذکر ہے کہ مسلمانوں کو یہ خوشخبری رسول اللہ ﷺ نے دی تھی۔ لیکن اس کے باوجود اس کا انتساب اللہ تعالیٰ ﷻ ہی کی طرف کیا گیا ہے۔

ایک اور موقعے پر جنگ بدر کے حوالے سے قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

۹۔ وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ ۔ (۲)

اور جب کہ اللہ تعالیٰ ﷻ تم سے ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کرتے تھے کہ وہ تمہارے ہاتھ آ جائے گی۔

اس آیت کریمہ میں دونوں جماعتوں میں سے ایک سے مراد وہ تجارتی قافلہ ہے جو شام کی جانب سے ابوسفیان کی سرکردگی میں آ رہا تھا۔ اور دوسری جماعت سے مراد کفار مکہ کا لشکر ہے، جو ابوجہل کی سالاری میں روانہ ہوا تھا۔ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ﷻ کا مسلمانوں سے

۱۔ آل عمران ۳: ۱۲۳-۱۲۶ ۲۔ الانفال ۹: ۷

وعدہ تھا کہ وہ ان دونوں جماعتوں میں سے ایک پر فتح یاب ہوں گے۔ اس وعدے کی تکمیل اس طرح ہوئی کہ مسلمانوں نے ابوجہل کے لشکر پر میدان بدر میں فتح حاصل کی۔

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا مسلمانوں سے یہ وعدہ کہ وہ ان دونوں میں سے کسی ایک جماعت پر غالب ہوں گے قرآن پاک میں کہیں مذکور نہیں ہے۔ مسلمانوں کو اس بات کی نوید خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی کسی آیت کریمہ کے حوالے کے بغیر دی تھی۔ پھر بھی اوپر دی گئی آیت میں اس وعدے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہی سے منسوب کیا گیا ہے۔

۱۰۔ وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثاً فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَن بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنبَأَكَ هَذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ۔ (۱)

اور جب کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی سے ایک بات چپکے سے فرمائی۔ پھر جب اس بیوی نے وہ بات بتلا دی۔ اور پیغمبر کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اس کی خبر کر دی تو پیغمبر نے تھوڑی سی بات تو بتلا دی اور تھوڑی سی بات کو ٹال گئے۔ سو جب پیغمبر نے اس بیوی کو وہ بات بتلائی، وہ کہنے لگی، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی کس نے خبر کر دی، آپ نے فرمایا: کہ مجھ کو بڑے جاننے والے خبر رکھنے والے (یعنی خدا) نے خبر کر دی۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس افشائے راز سے مطلع فرمایا تھا۔ لیکن یہ اطلاع بھی قرآن کریم میں کہیں نہیں ہے۔

۱۱۔ مَا قَطَعْتُم مِّن لِّينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُولِهَا۔ (۲)

جو کھجوروں کے درخت کے تنے تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا سو خدا ہی کے حکم کے موافق ہے۔

اس آیت کریمہ میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانوں نے یہ درخت اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی اجازت سے کاٹے تھے۔ لیکن کوئی بھی شخص قرآن کریم کی کوئی آیت کریمہ نہیں بتلا سکتا، جس میں اس جنگ کے دوران درخت کاٹنے کی اجازت ہو۔ سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس اجازت کا کس طرح علم ہوا؟ اس کا جواب اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی جانب سے یہ اجازت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو دی تھی اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اجازت کا علم ''وحی غیر متلو'' کے ذریعے ہوا تھا۔

۱۲۔ وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَراً زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَراً وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولاً۔ (۳)

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص سے فرما رہے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا، اور آپ نے بھی انعام کیا، کہ اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور خدا سے ڈر۔ اور آپ اپنے دل میں وہ چھپائے ہوئے تھے، جس کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ ظاہر کرنے والا تھا۔ اور آپ لوگوں سے اندیشہ کرتے تھے اور ڈرنا تو آپ کو خدا ہی سے زیادہ سزاوار ہے پھر جب زید کا ان سے جی بھر گیا۔ ہم نے آپ سے ان کا نکاح کر دیا۔ تاکہ مسلمانوں پر اس کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کچھ تنگی نہ رہے، جب وہ ان سے اپنا جی بھر چکیں اور خدا کا یہ حکم تو ہونے والا ہی تھا۔

۱۔ التحریم ۶۶: ۳　　۲۔ الحشر ۵۹: ۵　　۳۔ الاحزاب ۳۳: ۳۷

اس آیت کریمہ کے الفاظ اس حقیقت کا اظہار ہیں کہ اللہ تعالیٰ ﷻ رسول اللہ ﷺ کو مطلع فرما دیا تھا: کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے طلاق دینے کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے نکاح میں آجائیں گی لیکن حیا اور شرم کے باعث آپ نے یہ بات ظاہر نہ فرمائی اور جب حضرت زید نے اس بارے میں آپ سے مشورہ لیا، تو آپ نے نباہنے اور طلاق نہ دینے ہی کی رائے دی۔

۱۳۔ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ ○ فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالاً أَوْ رُكْبَاناً فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَا لَمْ تَكُوْنُوا تَعْلَمُوْنَ (۱)

موافقت کرو سب نمازوں کی اور درمیان والی نماز کی۔ اور کھڑے ہوا کرو اللہ کے سامنے عاجز بنے ہوئے۔ پھر اگر تم کو اندیشہ ہو تو کھڑے کھڑے اور سواری پر چڑھے چڑھے پڑھ لیا کرو۔ پھر جب تم کو اطمینان ہو جائے تو تم خدا تعالیٰ کی یاد اس طریق سے کرو۔ اس نے تم کو سکھلایا ہے، جس کو تم نہ جانتے تھے۔

اس آیت کریمہ کے سلسلے میں کئی نکات قابل ذکر ہیں: پہلی بات تو یہ کہ آیت کریمہ میں بین السطور یہ بات موجود ہے کہ مسلمانوں پر ایک سے زائد نمازیں فرض ہیں۔ لیکن نہ اس آیت کریمہ میں اور نہ ہی قرآن کریم کی کسی دوسری آیت کریمہ میں نمازوں کی کل تعداد بتلائی گئی ہے۔ یہ بات کہ فرض نمازوں کی تعداد پانچ ہے، مسلمانوں کو صرف نبی کریم ﷺ ہی کے ذریعہ معلوم ہوئی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں یہ کہہ کر کہ ''تمام نمازوں کی حفاظت کرو'' نبی کریم ﷺ کے ذریعے مسلمانوں کو معلوم ہونے والی بات کی توثیق کی گئی ہے۔ اور یہی وحی غیر متلو یعنی حدیث ہے۔

۱۴۔ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلٰى مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيْدُوْنَ أَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلَامَ اللّٰهِ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ۔ (۲)

جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ عنقریب جب تم غنیمتیں لینے چلو گے کہیں گے، کہ ہم کو بھی اجازت دو کہ تمہارے ساتھ چلیں، وہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ خدا کے حکم کو بدل ڈالیں، آپ کہہ دیجئے: کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔ خدا تعالیٰ نے پہلے سے یوں ہی فرما دیا ہے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ قبل ازیں اس بارے میں اللہ تعالیٰ ﷻ کا واضح حکم آچکا تھا، جس میں منافقین کو غزوہ خیبر میں شرکت کی ممانعت اور صرف شرکاء حدیبیہ کو شرکت کی اجازت دی گئی تھی۔ لیکن یہ الفاظ اور یہ حکم قرآن کریم میں کسی بھی جگہ نہیں ملتا۔ یہ ایک پیغمبری حکم تھا لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ ﷻ نے اسے خود اپنے حکم کے طور پر ذکر کیا ہے۔ وجہ واضح اور بالکل صاف ہے۔ پیغمبری حکم اللہ تعالیٰ ﷻ کے حکم پر ہی مبنی تھا اور اللہ تعالیٰ ﷻ کا حکم پیغمبر علیہ السلام پر ایسی وحی کے ذریعہ نازل کیا گیا تھا، جو قرآن میں شامل نہیں تھی، لیکن اس کے باوجود یہ وحی تھی۔ اتنی واضح اور یقینی بات اللہ تعالیٰ ﷻ کی طرف سے وحی ہی ہو سکتی ہے۔

۱۵۔ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ؕ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ○ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ○ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ○ (۳)

اے پیغمبر! آپ قرآن پاک پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجئے تا کہ آپ اس کو جلدی جلدی لیں۔ ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کر دینا اس کا پڑھوا دینا۔ تو جب ہم اس کو پڑھنے لگا کریں (یعنی ہمارا فرشتہ پڑھنے لگا کرے) تو آپ اس کا تابع ہو جایا کیجئے۔ پھر اس کا بیان کرا دینا ہمارا ذمہ ہے۔

۱۔ البقرۃ ۲:۲۳۸-۲۳۹ ۲۔ الفتح ۴۸:۱۵ ۳۔ القیامۃ ۷۵:۱۶

اس آیت کریمہ کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ ﷻ نے قرآن کریم کی توضیح وتشریح اپنے ذمہ لیتے ہوئے، رسول اللہ ﷺ سے وعدہ فرمایا، کہ آپ ﷺ سے قرآن کریم کی تشریح بیان کی جائے گی۔ یہاں یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ توضیح وتشریح قرآن کریم سے ''جداگانہ کوئی چیز'' ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ یہ قرآن کریم سے کوئی جداگانہ شکل اور اس کے الفاظ سے علیحدہ کسی امتیازی خصوصیت کی حامل ہو۔ یہی حدیث وسنت ہے۔

۱۶۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ٥ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ٥ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا قُلْ مَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ٥۔(۱)

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن (جمعہ کی) نماز کیلئے آذان دی جائے تو فوراً اللہ کے ذکر (یعنی خطبہ ونماز) کی طرف تیزی سے چل پڑو اور خرید وفروخت (یعنی کاروبار) چھوڑ دو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ پھر جب نماز ادا کر چکے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور (پھر) اللہ کا فضل (یعنی رزق) تلاش کرنے لگو اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اور جب انہوں نے کوئی تجارت یا کھیل تماشا دیکھا تو (اپنی حاجت مندی اور معاشی تنگی کے باعث) اس کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے اور آپ کو (خطبہ میں) کھڑے چھوڑ گئے، فرما دیجئے: جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ کھیل اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

جمعہ کی نماز، اس کی آذان اور اس کے خطبہ سے متعلق یہاں مسلمانوں کو جو ہدایات دی گئی ہیں، اور ان کی ایک غلطی پر جس طرح تنبیہ کی گئی ہے اس کا اندازہ شاہد ہے کہ جمعہ کے قیام سے متعلق ساری باتیں اللہ کے حکم سے انجام پائی ہیں۔ حالانکہ قرآن میں کہیں بھی جمعہ کا ذکر نہ اس سے پہلے آیا ہے نہ اس کے بعد ہے۔ بلکہ روایات سے ثابت ہے کہ اس کے قیام کا اہتمام ہجرت کے بعد مدینہ پہنچ کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اور لوگوں کو آپ ہی نے اس کے احکام وآداب کی تعلیم دی، پھر جب لوگوں سے اس کے آداب ملحوظ رکھنے میں کوتاہی ہوئی، تو اس پر قرآن نے اس طرح گرفت فرمائی گویا براہ راست اللہ تعالیٰ ﷻ ہی کے بتائے ہوئے احکام وآداب کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے دیئے ہوئے احکامات بعینہٖ اللہ تعالیٰ ﷻ کے احکام ہیں۔ ان کا ذکر قرآن میں ہو یا نہ ہو۔ رسول ﷺ کی طرف نسبت کی تحقیق تو ضروری ہے، لیکن اگر ثابت ہے تو ان کا انکار خود اللہ تعالیٰ ﷻ کے احکام کا انکار ہے۔(۲)

۱۷۔ وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَلَعِبًا ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُونَ۔(۳)

اور جب تم نماز کیلئے (لوگوں کو بصورت اذان) پکارتے ہو تو یہ (لوگ) اسے ہنسی اور کھیل بنا لیتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو (بالکل عقل نہیں رکھتے۔

مذکورہ بالا آیات سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن کے نازل ہونے سے پہلے بھی اذان ایک دینی عمل کی حیثیت سے رائج تھی لیکن قرآن میں کوئی ایسی آیت نہیں، جس میں اذان دینے کا حکم دیا گیا ہو یا اذان دینے کا طریقہ بتلایا گیا ہو۔

۱۔ الجمعہ ۶۲:۱۱-۹

۲۔ اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، ج ۷، ص ۳۸۸، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ط ۱۱، ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۵ء

۳۔ المائدہ ۵:۵۸

۱۸۔ وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ۔(۱)

اور آپ کبھی بھی ان (منافقوں) میں سے جو کوئی مرجائے، اس (کے جنازے) پر نماز نہ پڑھیں اور نہ ہی آپ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ (کیونکہ آپ کا کسی جگہ قدم رکھنا بھی رحمت و برکت کا باعث ہوتا ہے اور یہ آپ کی رحمت و برکت کے حق دار نہیں ہیں)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے مومنوں پر نماز جنازہ پڑھنا مشروع تھی، اور آپ ﷺ نماز جنازہ پڑھاتے تھے، اور صحابہ کرام بھی۔ حالانکہ قرآن مجید میں نماز جنازہ پڑھنے کے حکم والی کوئی آیت موجود نہیں اور نہ ہی اسکے طریقہ کار کا بیان ہے۔ یہ سب کچھ آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے بتلایا گیا جو کہ غیر متلو اور احادیث کی شکل میں موجود ہے۔

۲۔احادیث مبارکہ:

حدیث وحی باری تعالیٰ ہے، اس سے متعلق احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

۱۔عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ، وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ، وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ، أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ، وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ، وَلَا لُقَطَةُ مُعَاهِدٍ، إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا، وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرُوهُ فَإِنْ لَمْ يَقْرُوهُ فَلَهُ أَنْ يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ.(۲)

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سن لو! بیشک مجھے کتاب اور اس کی مثل دی گئی ہے۔ عنقریب ایک شکم سیر شخص (یعنی آسودہ آدمی) اپنے بستر پر لیٹا ہوا کہے گا کہ تم لوگ اس قرآن کریم ہی کو اختیار کرو اور تم قرآن کریم میں جو حلال پاؤ اس کو حلال سمجھو اور قرآن کریم میں جو حرام پاؤ اس کو حرام سمجھو۔ یاد رکھو! گھریلو گدھے کا گوشت تمہارے لیے حلال نہیں ہے اور نہ ہی درندوں میں سے دانت والا جانور حلال ہے (یعنی شیر، چیتا، بھیڑیا وغیرہ) اور نہ ذمی شخص کا پڑا ہوا مال، مگر جب اس مال کا مالک مستغنی ہو۔ اور جو آدمی کسی قوم کے پاس مہمان ہو تو اس قوم کے ذمہ اس شخص کی مہمانداری کرنا ضروری ہے۔ اوا گر کوئی قوم اس کی مہمانداری نہ کرے تو اس مہمان کو حق حاصل ہے کہ اس قوم سے اپنی مہمانداری کا حق وصول کرے۔

۱۔ التوبۃ ۹:۸۴

۲۔ ابوداؤد، کتاب السنۃ، رقم ۴۶۰۴، ص ۸۶۲

۲۔عَنِ المِقْدَامِ بْنِ مَعْدِی کَرِبَ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :أَلَا هَلْ عَسَی رَجُلٌ يَبْلُغُهُ الحَدِيثُ عَنِّی وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلَی أَرِيكَتِهِ، فَيَقُولُ :بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ، فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَلَالًا اسْتَحْلَلْنَاهُ .وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَرَامًا حَرَّمْنَاهُ، وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ كَمَا حَرَّمَ اللّٰهُ ":هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الوَجْهِ (۱)

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جان لو! عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے کہ کسی شخص کو میری حدیث پہنچے گی اور وہ تکیہ لگائے ہوئے، اپنی مسند پر بیٹھا ہوا کہے گا، کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب (کافی) ہے۔ پس ہم جو کچھ اس میں حلال پائیں گے اسے حلال سمجھیں گے اور جو حرام پائیں گے اس کو حرام سمجھیں گے۔ جبکہ (حقیقت یہ ہے کہ) جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا وہ بھی اسی چیز کی طرح ہے، جسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حرام کیا ہے۔

۳۔عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِی رَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلَی أَرِيكَتِهِ يَأْتِيهِ الْأَمْرُ مِنْ أَمْرِی مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُولُ لَا نَدْرِی مَا وَجَدْنَا فِی كِتَابِ اللّٰهِ اتَّبَعْنَاهُ۔(۲)

حضرت عبید اللہ بن ابی رافع اپنے والد ابو رافع سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم لوگوں میں کسی شخص کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ وہ اپنے تخت پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اس کے پاس کوئی ایسی بات آئے جس کا میں نے حکم دیا، یا جس سے میں نے منع کیا ہو تو وہ کہے گا میں نہیں جانتا۔ ہم تو جو چیز قرآن میں پائیں گے اس کی پیروی کریں گے۔

۴۔عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِ يكَرِبَ الْكِنْدِیِّ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :يُوشِكُ الرَّجُلُ مُتَّكِئًا عَلَی أَرِيكَتِهِ، يُحَدَّثُ بِحَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِی، فَيَقُولُ :بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ .فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ مِنْ حَلَالٍ اسْتَحْلَلْنَاهُ، وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ مِنْ حَرَامٍ حَرَّمْنَاهُ، أَلَا وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ(۳)

حضرت مقدام بن معدیکرب کندی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بہت جلد ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی اپنے تخت پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو گا اور اس کے سامنے میری حدیث بیان کی جائے گی تو جواب میں کہے گا ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والی اللہ کی کتاب ہے، جو کچھ ہم اس میں حلال پائیں گے اسے حلال جانیں گے اور جو کچھ حرام پائیں گے اس کو حرام سمجھیں گے۔ آگاہ ہو جاؤ! جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام فرما دیا، وہ بھی ویسا ہی حرام ہے جیسے اللہ نے حرام کیا۔

۱۔ ترمذی، کتاب العلم، رقم ۲۶۶۴، ص ۱۰۳۷

۲۔ i-ابوداؤد، کتاب السنۃ، رقم ۴۶۰۵، ص ۸۶۲ ii-ترمذی، کتاب العلم، رقم ۲۶۶۳، ص ۱۰۳۶
iii-ابن ماجہ، المقدمۃ، رقم ۱۳، ج ۱، ص ۳۰

۳۔ ابن ماجہ، المقدمہ، رقم ۱۲، ج ۱، ص ۳۰

۵۔ أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي رَافِعٍ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :لَأَعْرِفَنَّ مَا بَلَغَ أَحَدَكُمْ مِنْ حَدِيثِي شَيْءٌ، وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلَى أَرِيكَتِهِ، فَيَقُولُ :مَا أَجِدُ هَذَا فِي كِتَابِ اللَّهِ "(۱)

حضرت عبیداللہ بن ابی رافع اپنے باپ سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تم میں سے کسی ایک کے پاس میری حدیث پہنچے گی درآنحالیکہ وہ اپنی مسند پر ٹیک لگائے ہوئے کہے گا، میں اسے کتاب اللہ میں نہیں پاتا۔

۶۔ عَنْ حَسَّانَ، قَالَ :كَانَ جِبْرِيلُ يَنْزِلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسُّنَّةِ، كَمَا يَنْزِلُ عَلَيْهِ بِالْقُرْآنِ (۲)

حضرت حسان بن عطیہ سے مروی ہے: حضرت جبریل امین علیہ السلام جس طرح قرآن لے کر آتے تھے اسی طرح سنت بھی لے کر آتے تھے، سنت بھی اسی طرح سکھاتے تھے جس طرح قرآن سکھاتے تھے۔

۷۔ کان الوحی ینزل علی رسول اللہ ﷺ ویحفرہ جبریل بالسنہ التی تفسر بذلك۔(۳)

رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی اور حضرت جبریل امین علیہ السلام سنت کی شکل میں اس وحی کی تفسیر لے کر نازل ہوتے تھے۔

۸۔ کان جبریل ینزل بالقرآن والسنة ویعلمه ایاها کمایعلمه القرآن۔(۴)

حضرت جبریل امین علیہ السلام جس طرح قرآن لے کر آتے تھے اسی طرح سنت بھی لے کر آتے تھے، سنت بھی اسی طرح سکھاتے تھے جس طرح قرآن سکھاتے تھے۔

۹۔ کان جبریل اذانزل بالقرآن علی النبی ﷺ یاخذہ بالغشوۃ فیلقه علی قلبه فیسیری عنه وقد حفظه فیقرؤہ واما السنن فکان یعلمه جبریل ویشابهه به۔(۵)

حضرت عبداللہ سے امام مروزی نے روایت کی ہے: حضرت جبریل امین علیہ السلام آپ ﷺ پر قرآن نازل فرماتے تو آپ ﷺ کی طبیعت گراں ہوجاتی تھی، قرآن آپ کے قلب پر آسان کردیا جاتا تھا، آپ ﷺ اسے یاد کرتے اور پڑھتے تھے اور سنت جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کو سکھلاتے تھے یہ قرآن ہی کے مشابہ ہوتی تھی۔

۱۔ ابن حنبل، احمد، مسند، ابورافع، رقم ۲۳۹۲۳، ج ۶، ص ۱۱، نشر السنۃ، ملتان

۲۔ i-دارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن، حافظ، سنن الدارمی، ج ۱، ص ۱۴۵، قدیمی کتب خانہ، کراچی

ii- خطیب بغدادی، احمد بن علی، ابوبکر، الکفایۃ فی علم الروایۃ، ص ۱۲، دائرۃ المعارف، حیدرآباد دکن، ۱۳۵۷ھ

iii-ابن حجر، احمد بن علی، عسقلانی، فتح الباری، ج ۱۳، ص ۲۹۱، دارنشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

iv- قاسمی، جمال الدین، قواعد التحدیث، ص ۵۹، مکتبہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن، ۱۳۵۸ھ

v-مبارکپوری، عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم، ابوالعلیٰ، تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی، ج ۳، ص ۳۷۴، بیت الافکار الدولیۃ، بیروت، لبنان

۳۔ شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ، ابواسحاق، الموافقات فی اصول الشریعۃ، ج ۴، ص ۲۶، المطبعۃ الرحمانیۃ، القاہرۃ، المصر

۴۔ ابن حجر مکی، احمد، علامہ، الصواعق المحرقۃ، ج ۲، ص ۲۴۰، مکتبۃ القاہرۃ، مصر، ۱۳۸۵ھ

۵۔ مروزی، محمد بن نصر، امام فقیہ شیخ الاسلام، المسند، ص ۳۰، مکتبہ مصطفیٰ البابی، بولاق، مصر، ۱۴۰۲ھ

۱۰۔ حضرت مکحول سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اتانی اللہ القرآن ومن الحکمۃ مثلہ۔(۱)

مجھے اللہ تعالیٰ ﷻ نے قرآن بھی عطا فرمایا اور اس کی مثل حکمت بھی۔

۱۱۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ

یارسول اللہ ﷺ ای البلدان احب الی اللہ وای البلدان ابغض الی اللہ ؟قال النبی ﷺ لاادری حتی اسال جبریل ۔(۲)

اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کے ہاں سب سے پسندیدہ شہر کا کون سا حصہ ہے اور سب سے ناپسندیدہ شہر کا کون سا حصہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں جبریل سے پوچھ کر بتاؤں گا۔ پھر جبریل وحی لے کر آئے کہ اللہ تعالیٰ ﷻ کے نزدیک شہروں میں مساجد کا حصہ محبوب ترین ہے اور بازاروں کا حصہ مبغوض ترین ہے۔

۳۔ تصریحات آئمہ سلف وخلف:

حدیث وحی باری تعالیٰ ہے، اس کے بارے میں آئمہ کرام کے ارشادات درج ذیل ہیں:

۱۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هذاالحديث يحتمل وجهين: احدهماانه اوتى من الوحى الباطن غير المتلومثل ماأوتى من الظاهر المتلو، والثانى ان معناه انه اوتى الكتاب وحيايتلى واوتى مثله من البيان اى اذن له ان يبين مافى الكتاب، فيعم ويخص، وان يزيد عليه، فيشرع ماليس فى الكتاب له ذكر، فيكون ذلك فى وجوب الحكم ولزوم العمل به كالظاهر المتلومن القرآن۔(۳)

ترجمہ: اس حدیث کے دو معنیٰ ہو سکتے ہیں:

۱۔ آپ ﷺ کو وحی متلو (قرآن) کی طرح ہی وحی باطن غیر متلو (حدیث وسنت) عطا فرمائی گئی۔

۲۔ آپ ﷺ کو وحی متلو (قرآن) عطا کی گئی اور اس کے بیان وتشریح، وضاحت، عام وخاص کی وضاحت اور قرآن کے علاوہ مزید احکام کا اختیار بھی دیا گیا (یہ حدیث وسنت ہی ہے)، یہ حکم اور عمل کے لحاظ سے قرآن کی طرح لازم وواجب ہے۔

۲۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

معناه على وجهين: انه اوتى من الوحى الباطن غير المتلومثل ماأوتى من الظاهر المتلو، اوتى الكتاب وحيايتلى واوتى مثله من البيان اى اذن له ان يعم ويخص وان يزيد عليه وان يشرع ماليس فى الكتاب له ذكر فيكون ذلك فى وجوب الحكم ولزوم العمل كالظاهر المتلومن القرآن يعنى اوتيت القرآن واحكاما ومواعظا وامثالا تماثل القرآن فى كونها واجبة القبول اوفى المقدار، فيه ردعلى الخوارج والروافض تعلقوا بظاهر القرآن وتركوا السنن التى قدضمنت بيان الكتاب فتحيروا وضلوا۔(۴)

۱۔ قواعد التحدیث، ص ۵۹

۲۔ ہیثمی، علی بن ابوبکر، نورالدین، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج ۲، ص ۶، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۲ھ

۳۔ شمس الحق، محمد، ابوطیب عظیم آبادی، عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، ج ۴، ص ۳۲۸، قدیمی کتب خانہ، کراچی

۴۔ خطابی، حمد بن محمد۔ ابوسلیمان بستی، معالم السنن شرح سنن ابی داؤد، ج ۳، ص ۸، مکتبۃ العارف للنشر والتوضیح، الریاض، ط ۱، ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء

ترجمہ: حدیث کے مثل قرآن ہونے کی تشریح دوطرح کی جاسکتی ہے: پہلی جس طرح آپ کو وحی متلو (قرآن) عطا ہوئی اسی طرح آپ کو وحی غیر متلو (حدیث وسنت) بھی عطا کی گئی ہے۔ دوسری آپ کو بطور وحی متلو (جو تلاوت کی جاتی ہے) دیا گیا ہے اور اسی کی طرح آپ ﷺ کو قرآن توضیح وتشریح پر مشتمل وحی (غیر متلو) بھی دی گئی ہے، یعنی آپ کو اجازت دی گئی ہے کہ آپ قرآن کے عموم کو خاص اور خصوص کو عام قرار دیں، قرآن سے زائد احکام بیان فرمائیں۔ اور جن امور کا قرآن میں ذکر نہیں ہے ان کو قانونی طور پر امت پر نافذ کریں۔ یہ بھی حکم کے واجب وضروری ہونے اور عمل کے لازم ہونے میں قرآن ہی کی طرح ہے۔ یعنی مجھے قرآن بھی دیا گیا ہے اور اس کیساتھ ساتھ احکامات، نصائح اور نظائر وامثال بھی دیا گیا ہوں جن کا قبول کرنا اور عمل کرنا قرآن ہی کی طرح لازم ہے، یا یہ بھی مراد ہوسکتا ہے کہ ایک اعتبار سے دونوں کی باہمی مماثلت مراد ہو۔ اس بات میں خارجیوں اور رافضیوں کا رد موجود ہے، جنہوں نے قرآن کے ظاہری الفاظ کو لے لیا اور قرآن کی تشریح وتوضیح پر مشتمل سنن کو چھوڑ دیا اور گمراہی میں پڑ گئے۔

۳۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كان الوحي ينزل على رسول الله ﷺ ويحفره جبريل بالسنة التي تفسر بذلك۔(۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی اور حضرت جبریل علیہ السلام سنت کے ساتھ آپ ﷺ کے پاس تشریف لاتے جو اس وحی کی تفسیر کر دیتی تھی۔

۴۔ حضرت عامر بن سیاف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اذابلغك عن رسول الله ﷺ حديث فاياك ان تقول بغيره فانه كان مبلغاعن الله۔(۲)

ترجمہ: اگر تیرے پاس رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث پہنچے تو تجھے چاہیے کہ اس کے خلاف یا اس کے علاوہ کچھ کہنے سے بچے، کیونکہ وہ حدیث دراصل اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔

۵۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ يسال عن الشيء فلايجيب حتى ياتيه الوحي من السمآء۔(۳)

ترجمہ: اگر رسول اللہ ﷺ سے کسی شئے کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ ﷺ اس وقت تک جواب نہیں دیتے تھے، جب تک کہ آسمان سے وحی نہ آجاتی۔

۶۔ علامہ ابن حزم اندلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جب نبی کریم ﷺ قرآن کی تلاوت فرماتے تو اس کی تشریح وتوضیح بھی فرماتے۔ اگر قرآن کا کوئی حکم مجمل ہوتا، جس کے معانی الفاظ سے پوری طرح سمجھ نہ آسکتے ہوں، تو موصولہ وحی کے ذریعے اس کی توضیح فرماتے، خواہ وہ وحی متلو ہو یا غیر متلو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے اس ارشاد میں مذکور ہے فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۝ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۝ (۴) اس آیت میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ خبر دے رہا ہے کہ قرآن کی تشریح اس کے ذمہ ہے۔ پس اگر یہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے ذمہ ہی ہے تو نبی کریم ﷺ کا اس کو بیان کرنا اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی جانب ہی سے ہوا۔ پس قرآن اور اس کی تفسیر میں ہر چیز خواہ وحی متلو ہو یا غیر متلو ہو اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی جانب سے ہی وحی ہوتی ہے۔(۵)

۱۔ الموافقات شاطبی، ج ۴، ص ۲۶　۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۸۰　۳۔ الاحکام فی اصول الاحکام، ص ۱۷۶

۴۔ القیامۃ ۷۵: ۱۸-۱۹　۵۔ الاحکام فی اصول الاحکام، ص ۱۰۹

۷۔علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فالکتاب مایتلی والحکمۃ السنۃ وھو ماجاء بہ عن اللہ بغیر تلاوۃ ۔(۱)

ترجمہ: کتاب وہ وحی ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے، اور حکمت سنت ہے، جو کہ بصورت وحی اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے بغیر تلاوت کے آتی ہے۔

۸۔امام جوینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا کلام دوقسموں میں نازل ہوا ہے: ان میں سے ایک قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا: کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرماتا ہے: اس طرح کرو یا اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اس اس طرح حکم دیا ہے۔ پس حضرت جبریل امین علیہ السلام نے اپنے رب کے حکم کو سمجھا اور اس کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے اور آپ سے اپنے رب کا ارشاد بیان کیا، لیکن اس کے لیے کوئی مخصوص عبارت نہ ہوتی تھی۔ مثال کے طور پر مالک یہ کہے کہ فلاں سے کہو کہ مالک نے تیرے لیے یہ حکم دیا ہے: اجتھد فی الخدمۃ واجمع جندک للقتال۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی بات کو اپنے الفاظ میں یوں بیان فرمائیں مالک نے کہا ہے: لاتتھاون فی خدمتی ولاتترک الجند تتفرق وحثھم علی المقاتلۃ۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہ کذب پر محمول ہوگا اور نہ ہی ادائیگی رسالت میں تقصیر پر۔

کلام اللہ کی دوسری قسم وہ ہے جب کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ جبریل امین علیہ السلام کو حکم دے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کتاب قراءت کرو، تو جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے انہیں کلمات کے ساتھ بلاتغیر نازل ہوں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مالک کوئی کتاب لکھ کر اپنے امین کو یہ کہہ کردے کہ: اسے فلاں شخص کو پڑھ کر سناؤ، تو وہ اس میں کوئی بھی کلمہ یا حرف اپنی طرف سے نہیں بدلتا۔(۲)

۹۔امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں! کہ دوقسموں میں سے قرأت کا تعلق دوسری قسم سے اور سنت کا تعلق پہلی قسم سے ہے، جیسا کہ وارد ہے کہ جبریل امین علیہ السلام جس طرح قرآن لے کر نازل ہوتے تھے اسی طرح سنت کے ساتھ بھی نازل ہوتے تھے۔ پس اس سے سنت کی بالمعنی روایت جائز ہوئی، کیونکہ جبریل علیہ السلام نے اسے بالمعنی ادا فرمایا ہے، لیکن قرآن کی بالمعنی روایت جائز نہیں ہے، کیونکہ جبریل علیہ السلام نے اسے باللفظ ہی ادا کیا تھا اور بالمعنی وحی کرنا جائز نہ سمجھتے تھے۔(۳)

۱۰۔امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ لدلالۃ المعجزۃ علی صدقہ ولأمر اللہ تعالیٰ ایانا باتباعہ ولانہ لاینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ ولکن بعض الوحی یتلی فیسمی کتابا وبعضہ لایتلی وھو السنۃ۔(۴)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول حجت ہے اس لیے کہ معجزات آپ کے صدق پر دلالت کرتے ہیں، اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آپ کی اتباع کا حکم دیا ہے، اور اس لیے بھی کہ آپ اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے، بلکہ آپ کا کلام نرا وحی ہوتا ہے، جو کہ آپ کی طرف وحی کیا جاتا ہے۔ لیکن بعض وحی کی تلاوت کی جاتی ہے پس اس کا نام کتاب (قرآن) ہے اور بعض وحی کی تلاوت نہیں کی جاتی اور یہی سنت ہے۔

۱۔ فتح الباری، ج ۱۳، ص ۲۹۱ ۔ ۲۔ الاتقان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۵۹ ۔ ۳۔ ایضاً

۴۔ غزالی، محمد بن محمد، ابو حامد امام، المستصفی من علم الاصول، ج ۱، ص ۱۲۹، امیریہ کبری، بولاق، مصر، ۱۲۹۴ھ

۱۱۔امام مروزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کی اجازت اور وحی کے ذریعہ ہی شرائع کو مشروع اور سنن کو مسنون بنایا ہے، نہ کہ اپنی مرضی اور خواہش نفس کے مطابق۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے خود اس بات کی شہادت یوں ارشاد فرمائی:

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى ۝ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى (۱) تمہیں اپنی محبت سے نوازنے والے نہ راہ بھولے اور نہ کبھی بھٹکے اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے۔(۲)

۱۲۔علامہ ابوالبقاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی جانب سے نازل کردہ وحی کی حیثیت سے قرآن وحدیث ایک ہی ہیں اور باہم وابستہ ہیں۔ جس کی دلیل یہ آیت ہے کہ:

إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى (۳) ان کا کلام وحی ہے جوان کی طرف کی جاتی ہے''۔(۴)

ان دونوں چیزوں میں اگر کچھ فرق ہے تو وہ اس حیثیت سے ہے کہ حدیث کے برخلاف قرآن اعجاز وتحدی کے ساتھ نازل ہوا ہے، اس کے الفاظ لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں جن میں تصرف کا حق اصلاً نہ جبریل علیہ السلام کو حاصل ہے اور نہ رسول اللہ ﷺ کو۔ لیکن احادیث اس بات کی متحمل تھیں کہ جبریل علیہ السلام پر ان کے حرفاً معانی نازل ہوں، جنہیں یا تو وہ عبارت کی شکل میں رسول اللہ ﷺ کو بیان کر دیں یا بذریعہ الہام آپ تک پہنچا دیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ اپنی فصیح عبارت میں اس کو بیان کر دیں۔(۵)

۱۳۔مفتی محمد شفیع ذیل کی آیت کے تحت لکھتے ہیں:

وَأَنزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (۶) اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی ہے اور اس نے آپ کو وہ سب علم عطا کر دیا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے۔

میں کتاب کے ساتھ حکمت کو بھی داخل فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ حکمت جو نام ہے نبی کریم ﷺ کی سنت اور تعلیمات کا، یہ بھی اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہی کی نازل کی ہوئی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس کے الفاظ اللہ کی طرف سے نہیں ہیں، اس لیے داخل قرآن نہیں، اور معانی اس کے اور قرآن کے دونوں اللہ ہی کی جانب سے ہیں۔ اس لیے دونوں پر عمل کرنا واجب ہے۔(۷)

۱۴۔مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

جس طرح نبی ﷺ نے احکامی آیات کے اجمالات کی وضاحت فرمائی، اسی طرح حکمت کے دقیق اشارات قرآن میں ہیں، ان کی بھی وضاحت فرمائی۔ یہی چیز ہے جس کی بابت نبی ﷺ نے فرمایا: الا انی اوتیت القرآن ومثله معه (۸)

ترجمہ: دیکھو مجھے قرآن دیا گیا اور اس کے مثل اور بھی۔

۱۔ النجم ۵۳: ۲-۳ ۲۔ النجم ۵۳: ۴ ۳۔ المسند للمروزی، ص ۱۰

۴۔ النجم ۵۳: ۴ ۵۔ ابوبقاء، کلیات ابی البقاء، ص ۲۸۸، مطبعۃ الامیر، قاھرہ، ۱۲۸۱ھ

۶۔ النساء ۴: ۱۱۳ ۷۔ معارف القرآن، ج ۲، ص ۵۴۳-۵۴۴

۸۔ ابوداؤد، کتاب السنۃ، رقم ۴۶۰۴، ص ۸۶۲

اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ سنت مثل قرآن ہے۔اس لیے قرآن امت کے قولی تواتر سے ہے اور سنت عملی تواتر سے۔ہم ان دونوں کو مقدم ومؤخر نہیں کر سکتے اور کسی کو ادنیٰ نہیں قرار دے سکتے۔دونوں دین کے قیام کے لیے یکساں ضروری ہیں۔(۱)

۱۵۔حافظ ابن قیم جوزی لکھتے ہیں:

الکتاب ھو القرآن والحکمۃ ھی السنۃ باتفاق السلف۔(۲)

کتاب سے مراد قرآن ہے اور حکمت سے مراد سنت ہے، سلف صالحین کا اس پر اتفاق ہے۔

۱۶۔مولانا محمد برجیس کریمی لکھتے ہیں:

بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ جس طرح قرآن شریعت کی بنیاد ہے اور وحی پرمبنی ہے، اسی طرح سنت رسول یا احادیث رسول ﷺ بھی شریعت کی بنیاد ہے اور وہ بھی وحی پرمبنی ہیں۔(۳)

۱۷۔پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اور قرین قیاس یہی ہے کہ حکمت یعنی سنت منزل من اللہ ہو، کیونکہ اگر کتاب اللہ کے احکام مصداق ومدلول کا تعین عقل انسانی کے سپرد کر دیا جائے تو احکام الٰہی اہل فرد کی موشگافیوں کی بھینٹ چڑھ جائیں گے، اور امت کی وحدت ویکجہتی، جو اس کی زندگی کی کفیل اور بقا کی ضامن ہے، کسی ٹھوس اور مضبوط نظام حیات کی غیر موجودگی کے باعث تشتت وافتراق کی نذر ہو جائے گی۔(۴)

۱۸۔سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے پیغمبر کی حیثیت سے جو کچھ بھی کیا اور کہا ہے، وہ بر بنائے وحی ہے۔آپ ﷺ کا پورا پیغمبرانہ کارنامہ اپنی پرائیویٹ حیثیت میں نہ تھا، بلکہ خدا کے نمائندہ مجاز ہونے کی حیثیت میں تھا۔اس حیثیت میں آپ ﷺ کوئی کام بھی خدا کی مرضی کے خلاف یا اس کے بغیر نہ کر سکتے تھے۔ایک معلم، ایک مربی، ایک مصلح اخلاق، ایک معمار تہذیب وتمدن، ایک قاضی، ایک مقنن، ایک مدبر، ایک سپہ سالار، ایک حکمران کی حیثیت میں آپ ﷺ نے جتنا کام بھی کیا وہ سب دراصل خدا کے رسول ہونے کی حیثیت میں آپ ﷺ کا کام تھا۔اس میں خدا کی وحی آپ کی رہنمائی اور نگرانی کرتی تھی، اور اگر کہیں ذرا سی چوک بھی ہو جاتی تھی تو خدا کی وحی بروقت اس کی اصلاح کر دیتی تھی۔(۵)

۱۹۔مفتی محمد عبدالفلاح لکھتے ہیں:

دین کے باب میں آپ ﷺ جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحی کے بغیر نہیں فرماتے، معلوم ہوا کہ حدیث بھی قرآن کی طرح وحی ہے اور واجب الاتباع ہونے کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں۔علماء نے قرآن کو وحی متلو اور حدیث کو وحی غیر متلو کہا ہے۔(۶)

۱۔ اصلاحی، امین احسن، مبادی تدبر حدیث، ص۳۵، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ط۳، ۲۰۰۸ء

۲۔ ابن قیم، محمد، شمس الدین ابو عبداللہ جوزی، کتاب الروح، ص۱۱۹، حیدرآباد، دکن، ط۲، س ن

۳۔ کریمی، محمد برجیس، تحقیقات اسلامی، وحی پرمبنی دین، ص۵۹، ج۲۸، شمارہ۱۰، جنوری، ۲۰۰۹ء، ادارہ تحقیق وتصنیف، علی گڑھ، بھارت

۴۔ سنت خیر الانام، ص۵۶-۵۷

۵۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، سنت کی آئینی حیثیت، ص۱۳۲، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ط۲۰، ۲۰۰۰ء

۶۔ تفسیر الحدیث المسمیٰ اشرف الحواشی، ص۶۲۸

۲۰۔ڈاکٹر محمد سعد صدیقی لکھتے ہیں:

خلاصہ مقصود یہ ہوا کہ حدیث بھی وحی الٰہی ہے، اگر چہ اس کے الفاظ نبی کریم ﷺ کے الفاظ ہیں، لیکن معانی ومفاہیم کے اعتبار سے یہ القائے رحمانی ہوتا ہے، جو اللہ تعالیٰ ﷻ نبی کریم ﷺ کے قلب پر اتارتے ہیں۔اس اعتبار سے جہاں ایک طرف ہم قرآن کو حجت اور مصدر شرعی مانتے ہیں دوسری طرف ہمیں حدیث کو بھی بحیثیت وحی الٰہی، حجت ماننا ہوگا۔(۱)

۲۱۔علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

وسنة الحكمة التى القى فى روعه عن الله عزوجل۔(۲)

ترجمہ: اور آپ ﷺ کی سنت وہ حکمت ہے جو آپ ﷺ کے دل میں اللہ تعالیٰ ﷻ کی طرف سے ڈالی گئی۔

۲۲۔سید سلمان ندوی لکھتے ہیں:

خلاصہ بحث یہ ہے کہ اصل حکمت نبوی وہ نور نبوت اور الہامی معرفت ہے، جس کو اللہ تعالیٰ ﷻ نے محمد رسول اللہ ﷺ کے قلب ودماغ میں ودیعت کیا تھا۔(۳)

۲۳۔ڈاکٹر محمد حمید اللہ بیان کرتے ہیں:

قرآنی تصور میں حدیث کوئی کم درجے کی چیز نہیں، بلکہ ایک لحاظ سے اس کا درجہ قرآن کے برابر ہی ہے۔فرض کیجئے کہ ایک سفیر کسی بادشاہ کی طرف سے دوسرے بادشاہ کے پاس ایک خط لے کر جاتا ہے، ظاہر ہے خط میں زیادہ تفصیلیں نہیں ہوں گی، لیکن جس مسئلے کے لیے سفیر بھیجا جاتا ہے، اس مسئلے پر جب گفتگو ہوگی، تو سفیر کا بیان کیا ہوا وہ ہر ہر لفظ بھیجنے والے بادشاہ ہی کا پیغام سمجھا جائے گا۔اس مثال کے بیان کرنے سے میرا منشاء یہ ہے کہ حقیقت میں حدیث اور قرآن ایک ہی چیز ہیں دونوں کا درجہ بالکل مساوی ہے۔(۴)

۲۴۔علامہ قرطبی مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سنت بھی عمل میں وحی منزل کی طرح ہے۔(۵)

۲۵۔علامہ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

آپ ﷺ جو بھی قرآن یا قرآن کے علاوہ کلام کرتے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ ﷻ کی طرف سے بھیجی ہوئی وحی سے ہے۔(۶)

۲۶۔علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ مفسرین میں سے محققین نے لکھا ہے کہ آپ کا ہر قول وحی کے موافق تھا۔(۷)

۱۔ صدیقی، محمد سعد، ڈاکٹر، علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت، ص ۶۴، شعبہ تحقیق قائد اعظم لائبریری، لاہور، ط ۱، ۱۹۸۸ء

۲۔ تفسیر طبری، ص ۸۷، ج ۳

۳۔ ندوی، سید سلمان، سیرۃ النبی ﷺ، ج ۴، ص ۱۵۸، ندوۃ العلماء، اعظم گڑھ

۴۔ حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ص ۳۵، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ط ۹، ۲۰۰۳ء

۵۔ قرطبی، محمد بن احمد، ابوعبداللہ مالکی، الجامع لاحکام القرآن، ج ۱۸، ص ۹۷، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ

۶۔ بیضاوی، عبداللہ بن عمر، ناصر الدین قاضی، انوار التنزیل واسرار التاویل، ج ۸، ص ۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ

۷۔ نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری، ج ۱، ص ۴۵۱

۲۔حدیث بیانِ قرآن ہے:

اللہ تعالی ﷻ نے قرآن پاک کے حقائق ودقائق، مجملات ومشکلات اور مطلقات ومقیدات کی توضیح وتشریح کی ذمہ داری آقا کریم ﷺ کو سونپی، کہ آپ ﷺ اپنے عملی مظاہرہ سے قرآن کا منشاء ومقصود عیاں کریں۔ نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی کتاب اللہ کی مقتضیات کا عملی بیان ہے، یہ سب کچھ حدیث مبارکہ کی صورت میں امت کے پاس محفوظ ہے۔قرآن مجید میں ہے۔حدیث قرآن کا بیان ہے اس کے بارے میں قرآنی ارشادات، آقا کریم ﷺ کی احادیث اور آئمہ سلف وخلف کے ارشادات بیان کیے جاتے ہیں:

ا۔قرآنی آیات:

۱۔وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ٥(۱)

ہم نے آپ ﷺ پر اس لیے قرآن اتارا تا کہ آپ لوگوں کے لیے اس کتاب کے معانی بیان فرمائیں کہ جو ان کی ہدایت کے لیے اتاری گئی ہے تا کہ لوگ اس میں غور وفکر کریں۔

۲۔ وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ٥(۲)

اور ہم نے آپ ﷺ کی طرف کتاب نہیں اتاری مگر اس لیے کہ آپ ان پر وہ امور واضح کر دیں، جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں، اور اس لیے کہ یہ کتاب ہدایت اور رحمت ہے، اس قوم کے لیے جو ایمان لائے۔

۳۔ هَٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ٥(۳)

یہ قرآن لوگوں کے لیے واضح بیان ہے اور ہدایت ہے اور پرہیز گاروں کے لیے نصیحت ہے۔

۴۔ خَلَقَ الْإِنسَانَ ٥ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ٥(۴)

اسی نے (اس کامل) انسان کو پیدا فرمایا۔ اسی نے اسے (یعنی نبی برحق ﷺ کو ما کان وما یکون کا) بیان سکھایا۔

۵۔ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ٥(۵)

پھر بیشک اس (کے معانی) کا کھول کر بیان کرنا ہمارا ہی ذمہ ہے۔

ان آیات طیبات میں بیان سے مراد احادیث مبارکہ ہیں۔اس بارے میں مفسرین کرام کی آراء حسب ذیل ہیں:

i۔میرے خیال میں اس آیت کریمہ میں جس بیان کا ذکر ہے اس کے دو پہلو ہیں:

۱۔لفظ ونظم کا بیان ہو، یعنی نبی، قرآن کریم کو جس طرح کہ وہ نازل ہوا، اسے اسی طرح امت تک پہنچادیں اور کسی حصہ کو چھپا نہ رکھیں۔

۲۔دوم یہ کہ لفظ یا جملہ یا آیت کے اس مفہوم کا بیان جس کی امت کو ضرورت ہے، ایسا عام طور پر ان آیات میں ہوتا ہے جو مجمل، عام یا مطلق ہوں اور پھر سنت کے ذریعے ان کی توضیح، تخصیص یا تقیید ہو۔وہ سنت خواہ قولی ہو یا فعلی یا تقریری۔(۶)

۱۔ النحل ۱۶:۴۴ ۲۔ النحل ۱۶:۶۴ ۳۔ آل عمران ۳:۱۳۸

۴۔ الرحمٰن ۵۵:۴-۳ ۵۔ القیامۃ ۷۵:۱۹

۶۔ البانی، ناصر الدین، محمد، حجیت حدیث، ص ۳۱-۳۲ مکتبہ محمدیہ، لاہور، ط ۱، ۲۰۰۸ء

ii۔ یعنی یہ کتاب حکیم جو آپ ﷺ پر اتاری گئی ہے، وہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے صحیفوں کی اجمالی یادداشت ہے، جس میں تمام کتب الٰہیہ کے علوم نہایت ایجاز اور اعجاز کے ساتھ بھرے ہوئے ہیں، ہر کس و ناکس کی ان علوم تک رسائی نہ ہوگی۔ اس ذکر حکیم کے مشکلات کی شرح اور مجملات کی تفسیر آپ کے ذمہ ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ اس کتاب کے مضامین کو واضح فرمائیں، اور آپ کی توضیح وتشریح کے بعد بھی اس میں اتنے حقائق ودقائق باقی رہیں گے، کہ ان تک پہنچنے کے لیے غور وفکر کی ضرورت ہوگی، جن کا عقدہ حضرات صحابہ وتابعین اور آئمہ مجتہدین کے ناخنِ فکر سے کھلے گا۔(۱)

iii۔ قرآن کریم نے رسول اللہ ﷺ کو کتاب اللہ کے شارح کی حیثیت سے پیش کیا ہے کہ وہ کتاب اللہ کے اجمال کی تفصیل سے تفسیر، اس کے اطلاق کی تقیید بیان فرمائیں۔ ظاہر بات ہے یہ توضیح وتشریح صرف کتاب اللہ کے الفاظ پڑھ کر سنا دینے سے نہیں ہوتی، اس کے قول وعمل کی تفسیر ضروری ہے۔ مندرجہ بالا تفصیل سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ارشادات واعمال کے بغیر کتاب اللہ اور منشاء الٰہی کو سمجھنا ممکن نہیں۔(۲)

iv۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کے سپرد یہ خدمت کی گئی تھیں کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ جو احکام وہدایات دے، ان کی آپ ﷺ توضیح فرمائیں، ایک موٹی سی عقل کا آدمی بھی کم از کم اتنی بات تو سمجھ سکتا ہے کہ کسی کتاب کی توضیح وتشریح محض اس کتاب کے الفاظ پڑھ دینے سے نہیں ہو جاتی۔ بلکہ تشریح کرنے والا اس کے الفاظ سے زائد کچھ کہتا ہے تا کہ سننے والا کتاب کا مطلب پوری طرح سمجھ جائے۔ اور کتاب کی کوئی بات کسی عملی مسئلے سے متعلق ہو تو شارح عملی مظاہرہ کر کے بتاتا ہے، کہ مصنف کا منشاء اس طرح عمل کرنا ہے۔(۳)

v۔ اس آیت کریمہ سے واضح ہو گیا ہے کہ قرآن کریم کی جو تفسیر اور تشریح حضور اکرم ﷺ نے فرمائی، وہی قابل اعتماد ہے، اور اس کے خلاف اگر کوئی اور قرآن کی تفسیر کرے، خواہ وہ کتنا ہی علامہ، کتنا ہی دانشمند اور کتنا ہی قرآن واسلام کی خدمت کا مدعی ہو، وہ ناقابل التفات ہے۔(۴)

vi. It is unequivocally established here that the basic function of the Holy prophet is to explain the Holy Book and to interpret the revelation sent down to him.(5)

vii. It is this obvious that the explanation entrested to the Holy Prophet was something more then the literal meaning of the Book.It was an explanation of what Allah Almighty intended,including all the implications involved and the details needed,these details are also recieved by the Holy Prophet through the unrecited revelation.(6)

۱۔ حجیت حدیث (کاندھلوی)، ص ۵۰-۵۱ ۲۔ حفاظت حدیث، ص ۷۱

۳۔ سنت کی آئینی حیثیت، ص ۷۱-۷۲ ۴۔ سنت خیر الانام، ص ۹۳-۹۴

5. Taqi Usmani,Muhammad,The Authority of Sunnah,p53,Idaratul Quran,Karachi,1425A.H/ 2004

6. do,P54

viii۔ یعنی قرآن مجید کے حقائق ودقائق ،مجملات ومشکلات کی توضیح وتشریح امت کا ہرفرد کرنے سے قاصر ہوگا،ان کی تفسیر کے لیے آپ ﷺ کے اقوال وافعال ہی معتبر ہوں گے۔آپ ﷺ کے اقوال وافعال کو قرآن سے جدا کر کے اگر کوئی شخص محض زبان دانی ،اپنی عقل وفکر اور ذہن ودانش سے سمجھنے کی کوشش کرے گا تو قرآن کے صحیح مفہوم اور معنیٰ ومراد کو نہیں سمجھ سکتا اور گمراہی کی راہ اختیار کرے گا۔(۱)

۶۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبْلُ لَفِيْ ضَلالٍ مُّبِيْنٍo(۲)

بیشک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں انہیں میں سے (عظمت والا) رسول ﷺ بھیجا جوان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اگر چہ وہ لوگ اس سے پہلے گمراہی میں تھے۔

۷۔ إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللّٰهُ (۳)

(اے رسول گرامی!) بیشک ہم نے آپ کی طرف حق پر مبنی کتاب نازل کی ہے تا کہ آپ لوگوں میں اس (حق) کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو اللہ نے آپ کو دکھایا۔

۸۔ الَّذِيْنَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ o(۴)

جن لوگوں نے کتاب کو (بھی) جھٹلا دیا اور ان (نشانیوں) کو (بھی) جن کے ساتھ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا تھا،تو وہ عنقریب (اپنا انجام) جان لیں گے۔

۹۔ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّيْنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ(۵)

وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک (باعظمت) رسول کو بھیجا،وہ ان پر اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں،اور ان (کے ظاہر وباطن) کو پاک کرتے ہیں،انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

۱۰۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ إِنَّكَ أَنتَ العَزِيْزُ الحَكِيْمُ (۶)

اے ہمارے رب!ان میں انہیں میں سے(وہ آخری اور برگزیدہ) رسول مبعوث فرما،جوان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے ،اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے(کر دانائے راز بنادے)،اور ان (کے نفوس وقلوب) کو خوب پاک صاف کر دے،بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

۱۱۔ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلاً مِّنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ(۷)

اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تمہیں میں سے (اپنا) رسول بھیجا،جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے،اور تمہیں (نفساً قلباً) پاک صاف کرتا ہے،اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے،اور حکمت ودانائی سکھاتا ہے اور وہ (اسرار معرفت وحقیقت) سکھاتا ہے، جو تم نہ جانتے تھے۔

۱۔ علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت،ص۸۷ ۲۔ آل عمران ۳:۱۶۴ ۳۔ النساء ۴:۱۰۵
۴۔ المؤمن ۴۰:۷۰ ۵۔ الجمعہ ۶۲:۲ ۶۔ البقرۃ ۲:۱۲۹ ۷۔ ایضاً:۱۵۱

۱۲۔يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَ كُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيراً مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ (۱)

اے اہل کتاب! بیشک تمہارے پاس ہمارے (یہ) رسول ﷺ تشریف لائے ہیں جو تمہارے لئے بہت سی ایسی باتیں (واضح طور پر) ظاہر فرماتے ہیں، جو تم کتاب میں چھپائے رکھتے تھے اور (تمہاری) بہت سی باتوں سے درگزر (بھی) فرماتے ہیں۔

۲۔احادیث مبارکہ:

احادیث مبارکہ قرآن کا بیان ہیں، اس بارے میں احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

ا۔انی لااحل مااحل الله فی کتابه ولااحرم الاماحرم الله فی کتابه۔(۲)

بے شک میں اسی (چیز) کو حلال کروں گا جسے اللہ تعالیٰ ﷻ نے اپنی کتاب میں حلال کیا ہے اور میں اسی (چیز) کو حرام کروں گا جسے اللہ تعالیٰ ﷻ نے اپنی کتاب میں حرام کیا ہے۔

۲۔عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ :لَمَّا نَزَلَتْ :(حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ) (البقرة:۲:۱۸۷) مِنَ الْفَجْرِ قَالَ لَهُ عَدِيُّ بْنُ حَاتِمٍ :يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أَجْعَلُ تَحْتَ وِسَادَتِي عِقَالَيْنِ :عِقَالاً أَبْيَضَ وَعِقَالاً أَسْوَدَ، أَعْرِفُ اللَّيْلَ مِنَ النَّهَارِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّ وِسَادَتَكَ لَعَرِيضٌ، إِنَّمَا هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ، وَبَيَاضُ النَّهَارِ۔(۳)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ''یہاں تک کہ واضح ہوجائے سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے، تو میں نے دو دھاگے (سیاہ وسفید) اپنے تکیے تلے رکھ لیے اور جب تک ان کے رنگ میں تمیز نہ ہوئی تب تک کھاتا پیتا رہا۔صبح کو آپ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا تکیہ بڑا لمبا چوڑا نکلا، اس سے مراد تو صبح کی سفیدی کا رات کی سیاہی سے ظاہر ہونا ہے۔

۳۔عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، قَالَ :كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ هَذِهِ الآيَةَ :(مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ) (النساء:۴:۱۲۳) بِهِ وَلَا يَجِدْ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يَا أَبَا بَكْرٍ أَلَا أُقْرِئُكَ آيَةً أُنْزِلَتْ عَلَيَّ ؟ قُلْتُ :بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ : فَأَقْرَأَنِيهَا فَلَا أَعْلَمُ إِلَّا أَنِّي وَجَدْتُ انْقِصَامًا فِي ظَهْرِي، فَتَمَطَّأْتُ لَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَا شَأْنُكَ يَا أَبَا بَكْرٍ ؟ قُلْتُ :يَا رَسُولَ اللَّهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، وَأَيُّنَا لَمْ يَعْمَلْ سُوءًا، وَإِنَّا لَمَجْزِيُّونَ بِمَا عَمِلْنَا؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا تو یہ آیت اتری۔جو برا عمل کرے گا اسے اس برے عمل کی سزا دی جائے گی اور اس کے لیے اللہ کے سوا کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا۔جب حضور ﷺ نے اسے پڑھ کر سنایا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غم ناک ہو گئے، انہیں یہ معلوم ہونے لگا کہ گویا ہر ہر عمل کا بدلہ ہی ملنا جب ٹھہرا، تو نجات مشکل ہوجائے گی۔آپ ﷺ نے فرمایا: سنو! تم اور تمہارے ساتھی یعنی مومن تو دنیا میں ہی بدلہ دے دیے جاؤ گے اور ان مصیبتوں کے باعث تمہارے گناہ معاف ہوجائیں گے۔قیامت کے دن

۱۔ المائدہ ۵:۱۵ ۲۔ قواعد التحدیث، ص ۵۹ ۳۔ مسلم، کتاب الصیام، رقم ۲۵۳۳، ص ۴۲۵

فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا أَنْتَ يَا أَبَا بَكْرٍ وَالْمُؤْمِنُونَ فَتُجْزَوْنَ بِذَلِكَ فِي الدُّنْيَا حَتَّى تَلْقَوْا اللّٰهَ وَلَيْسَ لَكُمْ ذُنُوبٌ، وَأَمَّا الآخَرُونَ فَيُجْمَعُ ذَلِكَ لَهُمْ حَتَّى يُجْزَوْا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .(۱)

پاک صاف اٹھو گے، ہاں اور لوگوں کی برائیاں جمع ہوتی جائیں گی اور قیامت کے دن انہیں سزا دی جائے گی۔

۴۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ :لَمَّا نَزَلَتْ :(الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا) (الأنعام:۶:۸۲) إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ شَقَّ ذَلِكَ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالُوا :أَيُّنَا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :لَيْسَ هُوَ كَمَا تَظُنُّونَ، إِنَّمَا هُوَ كَمَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ :(يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ)(۲)

حضرت عبداللہ سے مروی ہے: فرمایا کہ جب یہ آیت اتری ''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں ظلم شامل نہیں کیا'' تو صحابہ کرام گھبرا اٹھے اور دربار رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں ایسا کون شخص ہے جس نے ایمان لانے کے بعد کوئی ظلم اور معصیت نہ کی ہو؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ بات ایسی نہیں جیسی تم سوچ رہے ہو، بلکہ وہ خاص بات جو لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمائی ''اے میرے بیٹو! تم اللہ کے ساتھ شریک نہ بنانا بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''

۵۔ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ :أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي عُنُقِي صَلِيبٌ مِنْ ذَهَبٍ .فَقَالَ :يَا عَدِيُّ اطْرَحْ عَنْكَ هَذَا الْوَثَنَ ، وَسَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فِي سُورَةِ بَرَاءَةٌ :(اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللّٰهِ) (التوبة۹:۳۱) ، قَالَ: أَمَا إِنَّهُمْ لَمْ يَكُونُوا يَعْبُدُونَهُمْ، وَلَكِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا أَحَلُّوا لَهُمْ شَيْئًا اسْتَحَلُّوهُ، وَإِذَا حَرَّمُوا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوهُ :هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ۔(۳)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور میرے گلے میں سونے کی صلیب لٹک رہی تھی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عدی! اپنے گلے سے اسے اتار پھینک۔ اور میں نے آپ کو سورہ توبہ کی یہ آیت تلاوت کرتے سنا ''انہوں نے اللہ کے سوا اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنا لیا ہے'' فرمایا ایسا نہیں ہے کہ وہ ان کی عبادت کرتے تھے لیکن وہ (اپنی عقل سے) جس چیز کو چاہتے حلال کر لیتے اور جس چیز کو چاہتے حرام کر لیتے۔

۶۔ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللّٰهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔(۴)

اور ان تین شخصوں پر (بھی نظر رحمت فرما دی) جن (کے فیصلہ) کو مؤخر کیا گیا تھا، یہاں تک کہ جب زمین باوجود کشادگی کے ان پر تنگ ہو گئی اور (خود) ان کی جانیں (بھی) ان پر دوبھر ہو گئیں، اور انہیں یقین ہو گیا کہ اللہ (کے عذاب) سے پناہ کا کوئی ٹھکانہ نہیں، بجز اس کی طرف (رجوع کے)، تب اللہ ان پر لطف و کرم سے مائل ہوا تا کہ وہ (بھی) توبہ و رجوع پر قائم رہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ جل جلالہ بڑا توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان ہے۔

۱۔ ترمذی:۳۰۳۹ ۲۔ مسلم:۳۲۷ ۳۔ ترمذی:۳۰۹۵ ۴۔ التوبة۹:۱۱۸

اس آیت مبارکہ میں تین آدمیوں سے مراد کون ہیں؟اس کی تعیین آپ ﷺ نے فرمائی: کہ اس سے حضرت کعب بن مالک ،حضرت ہلال بن امیہ اور حضرت مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔(۱)

۷۔عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ :بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى نَجْرَانَ، قَالَ :فَقَالُوا :أَرَأَيْتَ مَا تَقْرَءُونَ يَا أُخْتَ هَارُونَ وَمُوسَى قَبْلَ عِيسَى بِكَذَا وَكَذَا؟ قَالَ: فَرَجَعْتُ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ :أَلَا أَخْبَرْتَهُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا يُسَمُّونَ بِالْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ قَبْلَهُمْ(۲)

حضرت مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں: کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے نجران کی طرف بھیجا، وہاں مجھ سے سوال ہوا کہ تم یا اخت ھارون پڑھتے ہو، حالانکہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان لمبی مدت ہے، آپ فرماتے ہیں جب میں واپس آیا تو اس بات کا میں نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے ان کو یہ نہ بتایا کہ بنی اسرائیل (اپنی اولاد کے نام) اپنے انبیاء وصالحین کے ناموں پر رکھتے تھے۔

۸۔أَبُو سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ :مَرَّ بِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ، قَالَ :قُلْتُ لَهُ :كَيْفَ سَمِعْتَ أَبَاكَ يَذْكُرُ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى؟ قَالَ :قَالَ أَبِي: دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ بَعْضِ نِسَائِهِ، فَقُلْتُ :يَا رَسُولَ اللهِ، أَيُّ الْمَسْجِدَيْنِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى؟ قَالَ :فَأَخَذَ كَفًّا مِنْ حَصْبَاءَ، فَضَرَبَ بِهِ الْأَرْضَ، ثُمَّ قَالَ :هُوَ مَسْجِدُكُمْ هَذَا لِمَسْجِدِ الْمَدِينَةِ، قَالَ: فَقُلْتُ :أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ أَبَاكَ هَكَذَا يَذْكُرُهُ۔(۳)

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ عبدالرحمان بن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے، تو میں نے ان سے پوچھا جس مسجد کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی آپ نے اپنے والد سے اس کے متعلق کیا سنا ہے؟ توانہوں نے کہا کہ میرے والد نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کی ازواج میں سے کسی کے گھر گیا اور رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا یارسول اللہ !ان دو میں سے کون سی مسجد ہے جس کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی ہے؟ آپ نے کنکریوں کی ایک مٹھی لے کر زمین پر ماری اور فرمایا وہ تمہاری یہی مسجد ہے ،مدینہ منورہ کی مسجد! میں نے کہا میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے تمہارے والد سے اسی طرح سنا ہے۔

۹۔عَنْ فَرْوَةَ بْنِ مُسَيْكٍ الْمُرَادِيِّ، قَالَ :أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ :يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا أُقَاتِلُ مَنْ أَدْبَرَ مِنْ قَوْمِي بِمَنْ أَقْبَلَ مِنْهُمْ؟ فَأَذِنَ لِي فِي قِتَالِهِمْ وَأَمَّرَنِي، فَلَمَّا خَرَجْتُ مِنْ عِنْدِهِ سَأَلَ عَنِّي، مَا فَعَلَ الْغُطَيْفِيُّ؟ فَأُخْبِرَ أَنِّي قَدْ سِرْتُ، قَالَ :فَأَرْسَلَ فِي أَثَرِي فَرَدَّنِي فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَقَالَ :ادْعُ الْقَوْمَ فَمَنْ أَسْلَمَ مِنْهُمْ فَاقْبَلْ مِنْهُ، وَمَنْ لَمْ يُسْلِمْ فَلَا تَعْجَلْ حَتَّى أُحْدِثَ إِلَيْكَ قَالَ :وَأُنْزِلَ فِي سَبَإٍ مَا أُنْزِلَ،

حضرت فروہ بن مسیک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ کیا میں اپنی قوم کے اسلام قبول کرنے والے ساتھیوں کیساتھ مل کر ان لوگوں سے جنگ نہ کروں جو اسلام سے منہ موڑیں؟ آپ ﷺ نے مجھے اس کی اجازت دے دی اور مجھے اپنی قوم کا امیر بنادیا۔ پھر جب میں آپ ﷺ کے پاس سے نکلا تو آپ نے پوچھا غطیفی نے کیا کہا؟ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ وہ چلا گیا ہے۔

۱۔ مسلم:۷۰۱۶ ۲۔ مسند احمد،الکوفیین:۱۸۲۲۸ ۳۔ مسلم: قم ۵۳۳۸۷

فَقَالَ رَجُلٌ :يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا سَبَأٌ، أَرْضٌ أَوْ امْرَأَةٌ؟ قَالَ ": لَيْسَ بِأَرْضٍ وَلَا امْرَأَةٍ، وَلَكِنَّهُ رَجُلٌ وَلَدَ عَشَرَةً مِنَ الْعَرَبِ فَتَيَامَنَ مِنْهُمْ سِتَّةٌ، وَتَشَاءَمَ مِنْهُمْ أَرْبَعَةٌ .فَأَمَّا الَّذِينَ تَشَاءَمُوا فَلَخْمٌ، وَجُذَامُ، وَغَسَّانُ، وَعَامِلَةُ، وَأَمَّا الَّذِينَ تَيَامَنُوا: فَالأَزْدُ، وَالأَشْعَرِيُّونَ، وَحِمْيَرٌ، وَمَذْحِجٌ، وَأَنْمَارٌ، وَكِنْدَةُ ." فَقَالَ رَجُلٌ :يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا أَنْمَارٌ؟ قَالَ :الَّذِينَ مِنْهُمْ خَثْعَمُ، وَبَجِيلَةُ .هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ۔(۱)

راوی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے واپس بلوالیا، جب آپ ﷺ کے پاس پہنچا تو کچھ صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے۔آپ نے حکم دیا کہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دو، جو لوگ اسلام لے آئیں قبول کرلو، اور جو نہ لائیں ان کے متعلق جلدی نہ کرو۔ یہاں تک کہ میں دوسرا حکم دوں۔ راوی کہتے ہیں کہ سورۂ سباء اس وقت نازل ہو چکی تھی۔ ایک شخص نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! یہ سباء کیا ہے؟ کوئی عورت یا کوئی زمین؟ آپ نے فرمایا: نہ زمین اور نہ عورت بلکہ یہ عرب کا ایک آدمی ہے جس کے دس بیٹے تھے، جن میں سے چھ یمن میں آباد ہوئے اور چار عرب میں۔ جو شام میں آباد ہوئے وہ یہ ہیں: لخم، جذام، غسان اور عاملہ، اور جو یمن میں آباد ہوئے وہ یہ ہیں: ازد، اشعر، حمیر، کندہ، مذحج اور انمار۔ ایک شخص نے پوچھا انمار کون سا قبیلہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس سے خثعم اور بجیلہ ہیں۔

۳۔اقوال آئمہ سلف وخلف:

حدیث قرآن کا بیان ہے، اس کے بارے میں آئمہ سلف وخلف کے ارشادات حسب ذیل ہیں:

۱۔حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بعد کتاب الله عزوجل سنن رسول الله ﷺ فهي المبنية لمراد الله عزوجل من مجملات کتابه والدالة على حدوده والمفسرة له۔(۲)

اللہ تعالیٰ ﷻ کی کتاب کے بعد رسول اللہ ﷺ کی سنن ہیں، جو قرآن مجید کے مجملات سے اللہ تعالیٰ ﷻ کی مراد بیان کرتی ہیں، اس کی حدود پر دلالت کرتی اور اس کی تفسیر وتوضیح کرتی ہیں۔

۲۔علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فكانت السنة بمنزلة التفسير والشرح لمعاني احكام الكتاب۔(۳)

ترجمہ: سنت قرآن مجید کے احکام کے معانی کے لیے تفسیر وتشریح کا درجہ رکھتی ہے۔

۳۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جميع ماتقوله الأئمة شرح للسنة وجميع السنة شرح للقرآن۔(۴)

ترجمہ: آئمہ کرام جو تمام چیزیں بیان کرتے ہیں وہ سنت کی شرح ہیں اور تمام سنن قرآن کی شرح ہیں۔

۱۔ ترمذی: ۳۲۲۲
۲۔ خطبة الاستیعاب علی ہوامش الاصابة، ج۱، ص۲
۳۔ الموافقات، ج۴، ص۱۰
۴۔ قواعد التحدیث، ص۵۹

۴۔علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لاخلاف فی وجوب افعاله التی هی لبیان مجمل الکتاب ۔(۱)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال جو کہ مجملات قرآن کے بیان سے عبارت ہیں، ان کے وجوب کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۵۔مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:

صحابہ وتابعین نے حکمت کی تفسیر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے، جس سے واضح ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ جس طرح معانی قرآن کا سمجھانا بتلانا فرض ہے، اسی طرح پیغمبرانہ تربیت کے اصول وآداب، جن کا نام سنت ہے ان کی تعلیم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض منصبی میں داخل ہے۔ اوراس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "انمابعثت معلما" میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔(۲)

۶۔علامہ حمید الدین فراہی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعت کی تعلیم کے لیے مبعوث فرمایا تو حکمت اور اسرار شریعت کی تعلیم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض منصبی میں داخل کر دی، تاکہ امت اجتہاد کے قابل ہو سکے، اپنی عقلوں کا استعمال کرنا سیکھے اور ظاہری وباطنی دلائل سے استدلال کر سکے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے کتاب اللہ کی تبیین کرتے تھے، تاکہ ہم پر قرآن کے اشارات پر تفکر وتدبر کا منہاج واضح ہو۔(۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کتاب اللہ کے مبین ومفسر تھے۔ اس لیے شرائع ہوں یا عقائد، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاویلات ایک مفسر کے لیے علم کی مضبوط ترین بنیاد ہیں۔ پہلی چیز جو قرآن کی تفسیر میں مرجع کا کام دے سکتی ہے خود قرآن ہے۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا فہم ہے۔ پس میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھے سب سے زیادہ محبوب وہی تفسیر ہے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہو۔(۴)

۷۔مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

قرآن مجید اور شریعت کی اصطلاحات کا مفہوم بیان کرنے کا حق صرف صاحب وحی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح کتاب لانے والے تھے اسی طرح اس کے معلم اور مبین بھی تھے۔ اور یہ تعلیم وتبیین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فریضۂ رسالت ہی کا ایک حصہ تھی۔(۵)

۸۔علامہ جاوید احمد غامدی لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ بات صاف الفاظ میں فرمائی گئی ہے کہ خالق کائنات نے اپنا یہ فرمان محض اس لیے پیغمبر کی وساطت سے نازل کیا ہے کہ وہ لوگوں کے لیے اس کی تبیین کرے، گویا تبیین یا بیان پیغمبر کی منصبی ذمہ داری بھی ہے اور اس کے لازمی نتیجے کے طور پر اس کا حق بھی، جو اسے خود پروردگار عالم نے دیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ پیغمبر مامور من اللہ مبین کتاب ہے۔(۶)

۱۔ فتح الباری، ج۲، ص۲۵۴

۲۔ معارف القرآن، ج۱، ص۲۷۷-۲۷۸

۳۔ احکام الاصول، رسالہ "تدبر" لاہور، عدد ۲۷، ص۳۲، نومبر ۱۹۹۱ء

۴۔ ایضاً ص۳۷

۵۔ مقدمہ تدبر قرآن، ص۴، ج۱

۶۔ غامدی، جاوید احمد، میزان، ج۱، ص۸۳، المورد لاہور، ط۳، ۲۰۰۹ء

۹۔مولانا تقی عثمانی لکھتے ہیں:

یہ آیت اس موضوع پر خود اپنی تفسیر ہے اللہ تعالیٰ ﷻ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی کتاب کی تشریح خود بیان کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی جانب سے کتاب اللہ کی جو بھی تفسیر کی گئی ہے وہ خود اللہ تعالیٰ ﷻ کی بیان کردہ تشریح پر مبنی ہے۔لہٰذا کسی آیت کے بارے میں آپ ﷺ کی بیان کردہ تفسیر تمام ممکنہ تفاسیر پر بالاتر ہے۔پس آپ ﷺ کی ذات اقدس قرآن مجید کی تفسیر وتعبیر کے لیے معتبر ترین ٹھہری اور اس بارے میں آپ ﷺ کا بیان حرف آخر قرار پایا۔(۱)

۱۰۔علامہ ناصر الدین البانی لکھتے ہیں:

میرے خیال میں آیت کریمہ میں جس بیان کا ذکر ہے اس کے دو پہلو ہیں:

۱۔لفظ ونظم کا بیان ہو، یعنی نبی قرآن کریم کو جس طرح کہ وہ نازل ہوا ہے اسی طرح امت تک پہنچادیں اور کسی چیز کو چھپا نہ رکھیں۔

۲۔لفظ یا جملہ یا آیت کے اس مفہوم کا بیان جس کی امت کو ضرورت ہے، ایسا عام طور پر ان آیات میں ہوتا ہے جو مجمل یا عام یا مطلق ہوں اور پھر سنت کے ذریعہ سے ان کی توضیح یا تخصیص یا تقیید ہو، وہ سنت خواہ قولی ہو یا فعلی یا تقریری۔(۲)

۱۱۔ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

کتاب اللہ کی جامعیت اور اس کی صحیح مراد سمجھنے کے لیے ایک ایسے معلم کی بھی ضرورت ہے جو اپنی عقل سے نہیں بلکہ اللہ کی ہدایت کے مطابق حسب ضرورت اس کی تفصیل مہیا کرتا رہے۔کتاب اللہ کے ساتھ اگر کوئی معلم نہ ہو تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے معلم کے ساتھ کتاب نہ ہو۔اس لیے کتاب اللہ کا رشتہ رسول سے ہرگز قطع نہیں کیا جا سکتا۔جو رشتہ کہ خدا اور رسول کے مابین ہے، وہی کتاب اللہ اور حدیث رسول ﷺ کے درمیان سمجھنا چاہیے۔(۳)

۱۲۔مولانا محمد ادریس کاندہلوی لکھتے ہیں:

اس ذکر حکیم کے مشکلات کی شرح اور مجملات کی تفسیر آپ ﷺ کے ذمہ ہے۔لہٰذا آپ ﷺ اس کتاب کے مضامین کو واضح فرمائیں، اور آپ ﷺ کی توضیح وتشریح کے بعد بھی اس میں اتنے حقائق ودقائق باقی رہیں گے کہ ان تک پہنچنے کے لیے غور وفکر کی ضرورت ہوگی، جن کا عقدہ حضرات صحابہ وتابعین اور آئمہ مجتہدین کے ناخن فکر سے کھلے گا۔(۴)

۱۳۔مولانا مودودی لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کے سپرد یہ خدمت کی گئی تھی کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ ﷻ جو احکام وہدایات دے، ان کی آپ ﷺ توضیح وتشریح فرمائیں۔(۵)

۱۴۔پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قرآن مجید کی جو تفسیر اور تشریح حضور اکرم ﷺ نے فرمائی، وہی قابل اعتماد ہے اور اس کے خلاف اگر کوئی اور قرآن کی تفسیر کرے، خواہ وہ کتنا ہی علامہ، کتنا ہی دانشمند اور کتنا ہی قرآن واسلام کی خدمت کا داعی ہو، وہ ناقابل التفات ہے۔(۶)

۱۔ تقی عثمانی، محمد، حجیت حدیث، ص ۲۷، ادارہ اسلامیات، لاہور، ط ۱، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء
۲۔ حجیت حدیث، ص ۳۱-۳۲
۳۔ حفاظت حدیث، ص ۶۱-۶۲
۴۔ حجیت حدیث، ص ۵۰-۵۱
۵۔ سنت کی آئینی حیثیت، ص ۷۱
۶۔ سنت خیر الانام، ص ۹۳-۹۴

۱۵۔ مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

قرآن مجید کی رو سے زندگی کے نقشے میں رنگ بھرنے کا کام نبی ﷺ نے محض بطور احسان کے نہیں کیا ہے، بلکہ بطور فریضہ نبوت کے کیا ہے، یہ کام آپ ﷺ کی نبوت کا جزو لاینفک ہے۔ آپ ﷺ نے ایک معلم کی طرح پوری دل سوزی اور بے مثل شفقت کے ساتھ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دی۔ آپ ﷺ کا معلم ہونا، آپ ﷺ کے منصب رسالت کا ہی ایک پہلو ہے۔ اس وجہ سے اپنی اس حیثیت میں آپ نے جو کچھ لوگوں کو بتایا اور سکھایا، اس کو آپ ﷺ کے فرائض نبوت سے نہ تو خارج کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کا درجہ اصل کتاب کے مقابلہ میں گرایا جا سکتا ہے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ قرآن مجید کے صرف سنا دینے والے نہ تھے جیسا کہ منکرین سنت کا گمان ہے، بلکہ اس کے معلم اور مبین بھی تھے۔(۱)

واضح رہے کہ حدیث نبوی ہی قرآن کریم کے معانی ومفاہیم اس طور پر متعین کرتی ہے کہ اس سے قرآنی مجملات کی تفصیل، مبہمات کی تبیین، مشکلات کی تفسیر، کنایات کی تصریح اور اس کے اشارات کی توضیح ہو جاتی ہے۔(۲)

۳۔ حدیث فی نفسہ شرع ہے:

اللہ تعالیٰ ﷻ نے حضور اکرم ﷺ کو شارع بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ امر ونہی اور تحلیل وتحریم جس طرح قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں، اسی طرح نبی کریم ﷺ نے قرآن کے علاوہ بھی اوامر ونواہی اور تحلیل وتحریم کو بیان فرمایا ہے، جو کہ احادیث کی صورت میں محفوظ ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ﷻ کی طرف سے آپ ﷺ کو عطا کردہ تشریعی اختیارات کی بناء پر ہے۔ اس لیے یہ سب بھی قانون خداوندی کا ایک حصہ ہیں۔ اس بارے میں قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور اقوال سلف وخلف کو بالترتیب بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ قرآن مجید: حدیث کے خود شرع ہونے کے حوالے سے قرآنی آیات اور ان کا مفہوم درج ذیل ہے:

۱۔ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ(۳)

وہ انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں، اور ان سے بار گراں اور طوق ساقط فرماتے (اور انہیں نعمت آزادی سے بہرہ یاب کرتے) ہیں۔

۲۔ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ(۴)

اور جو کچھ رسول ﷺ تمہیں عطا فرمائیں سو اسے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں سو (اس سے) رک جایا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو (یعنی رسول ﷺ کی تقسیم وعطا پر کبھی زبان طعن نہ کھولو)، بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

۳۔ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ۔(۵)

(اے مسلمانو!) تم اہل کتاب میں سے ان لوگوں کے ساتھ (بھی) جنگ کرو، جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں نہ یوم آخرت پر، اور ان چیزوں کو حرام جانتے ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے۔

۱۔ مبادی تدبر حدیث، ص ۳۴　۲۔ حماد، عبدالستار، ابو محمد، حجیت حدیث، ص ۱۴، دارالسلام، الریاض

۳۔ الاعراف ۷:۱۵۷　۴۔ الحشر ۵۹:۷　۵۔ التوبۃ ۹:۲۹

۴۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا (۱)

اور نہ کسی مومن مرد کو (یہ) حق حاصل ہے اور نہ کسی مومن عورت کو کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ کسی کام کا فیصلہ (یا حکم) فرما دیں ،تو ان کے لئے اپنے (اس) کام میں (کرنے یا نہ کرنے کا) کوئی اختیار ہو، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ یقیناً کھلی گمراہی میں بھٹک گیا۔

۵۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (۲)

پس (اے حبیب!) آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے؟ یہاں تک کہ وہ اپنے درمیان واقع ہونے والے ہر اختلاف میں آپ کو حاکم بنالیں، پھر اس فیصلہ سے جو آپ صادر فرمائیں، اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور (آپ کے حکم کو) بخوشی پوری فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔

۶۔ وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقٌ مِّنْهُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۝ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم مُّعْرِضُونَ ۝ وَإِن يَكُن لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ۝ أَفِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَمِ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَن يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ (۳)

اور وہ (لوگ) کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول ﷺ پر ایمان لے آئے ہیں، اطاعت کرتے ہیں، پھر اس (قول) کے بعد ان میں ایک گروہ (اپنے اقرار سے) روگردانی کرتا ہے اور یہ لوگ (حقیقت میں) مومن (ہی) نہیں ہیں۔ اور جب ان لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمادے، تو اس وقت ان میں سے ایک گروہ (دربار رسالت ﷺ میں آنے سے) گریزاں ہوتا ہے۔ اور اگر وہ حق والے ہوتے تو وہ اس (رسول ﷺ) کی طرف مطیع ہو کر تیزی سے چلے آتے۔ کیا ان کے دلوں میں (منافقت کی) بیماری ہے یا وہ (شان رسالت ﷺ میں) شک کرتے ہیں یا وہ اس بات کا اندیشہ رکھتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ ان پر ظلم کریں گے، (نہیں) بلکہ وہی لوگ خود ظالم ہیں۔ ایمان والوں کی بات تو فقط یہ ہوتی ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے تو وہ یہی کچھ کہیں کہ ہم نے سن لیا، اور ہم (سراپا) اطاعت پیرا ہو گئے، اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا اور اس کا تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ پس ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔

۱۔ الاحزاب ۳۳: ۳۶ ۲۔ النساء ۴: ۶۵ ۳۔ النور ۲۴: ۴۷-۵۱

۷۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْراً۔(۱)

فی الحقیقت تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونۂ (حیات) ہے۔ ہر اس شخص کے لئے جو اللہ (سے ملنے) کی اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔

۸۔ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ۔(۲)

پس وہ لوگ ڈریں جو رسول (ﷺ) کے امر (ادب) کی خلاف ورزی کر رہے ہیں، کہ (دنیا میں ہی) انہیں کوئی آفت آ پہنچے گی یا (آخرت میں) ان پر دردناک عذاب آن پڑے گا۔

۹۔مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ۔(۳)

جس نے رسول (ﷺ) کا حکم مانا، بیشک اس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا۔

۱۰۔وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُوْلٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ۔(۴)

اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

۱۱۔ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَأُوْلِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيْلاً ۔(۵)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے (اہل حق) صاحبانِ امر کی، پھر اگر کسی مسئلہ میں تم باہم اختلاف کرو تو اسے (حتمی فیصلہ کے لئے) اللہ اور رسول (ﷺ) کی طرف لوٹا دو، اگر تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، (تو) یہی (تمہارے حق میں) بہتر اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔

۱۲۔ قُلْ أَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ لاَ يُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ۔(۶)

آپ فرمادیں کہ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو پھر اگر وہ روگردانی کریں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

۱۳۔يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ۔(۷)

اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کیا کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کیا کرو اور اپنے اعمال برباد مت کرو۔

۲۔احادیث مبارکہ:

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے نبی کریم ﷺ کو قرآن وشرع بیان کرنے کے ساتھ ساتھ واضع اور شارع کا منصب بھی عطا فرمایا ہے اس لیے احکام شرعیہ کو بیان کرنے کے ساتھ احکام شرعیہ کو مقرر کرنا، تحلیل وتحریم، عمومات شرعیہ میں احکام اور افراد کی تخصیص کرنا اور مخصوصیات شرعیہ میں تعمیم کرنا بھی آپ ﷺ کے منصب نبوت میں شامل ہے۔ اس بارے میں احادیث مبارکہ سے چند استشہاد درج ذیل ہیں:

۱۔ الاحزاب ۲۱:۳۳ ۲۔ النور ۶۳:۲۴ ۳۔ النساء ۸۰:۴
۴۔ النساء ۶۴:۴ ۵۔ النساء ۵۹:۴ ۶۔ آل عمران ۳۲:۳ ۷۔ محمد ۳۳:۴۷

۱۔عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِی كَرِبَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ :أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ، وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ، وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ، أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ، وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ، وَلَا لُقَطَةُ مُعَاهِدٍ، إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا، وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرُوهُ فَإِنْ لَمْ يَقْرُوهُ فَلَهُ أَنْ يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ۔(۱)

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سن لو! بیشک مجھے کتاب اور اس کی مثل دی گئی ہے۔عنقریب ایک شکم سیر شخص (یعنی آسودہ آدمی) اپنے بستر پر لیٹا ہوا کہے گا کہ تم لوگ اس قرآن کریم ہی کو اختیار کرو، اور تم قرآن کریم میں جو حلال پاؤ اس کو حلال سمجھو، اور قرآن کریم میں جو حرام پاؤ اس کو حرام سمجھو۔یادرکھو! گھریلو گدھے کا گوشت تمہارے لیے حلال نہیں ہے اور نہ ہی درندوں میں سے دانت والا جانور حلال ہے (یعنی شیر، چیتا، بھیڑیا وغیرہ)، اور نہ ذمی شخص کا پڑا ہوا مال، مگر جب اس مال کا مالک مستغنی ہو۔اور جو آدمی کسی قوم کے پاس مہمان ہو تو اس قوم کے ذمہ اس شخص کی مہمانداری کرنا ضروری ہے۔اور اگر کوئی قوم اس کی مہمانداری نہ کرے تو اس مہمان کو حق حاصل ہے کہ اس قوم سے اپنی مہمانداری کا حق وصول کرے۔

۲۔عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِی كَرِبَ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :أَلَا هَلْ عَسَى رَجُلٌ يَبْلُغُهُ الْحَدِيثُ عَنِّي وَهُوَ مُتَّكِءٌ عَلَى أَرِيكَتِهِ، فَيَقُولُ :بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللَّهِ، فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَلَالًا اسْتَحْلَلْنَاهُ .وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَرَامًا حَرَّمْنَاهُ، وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ كَمَا حَرَّمَ اللَّهُ ":هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ۔(۲)

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جان لو! عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے کہ کسی شخص کو میری حدیث پہنچے گی اور وہ تکیہ لگائے ہوئے اپنی مسند پر بیٹھا ہوا کہے گا کہ: ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب (کافی) ہے۔پس ہم جو کچھ اس میں حلال پائیں گے اسے حلال سمجھیں گے، اور جو حرام پائیں گے اس کو حرام سمجھیں گے۔ جبکہ (حقیقت یہ ہے کہ) جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا وہ بھی اسی چیز کی طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حرام کیا ہے۔

۳۔عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ :خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ، إِلَّا بَابُ أَبِي بَكْرٍ۔(۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: مسجد میں تمام دروازوں کو بند کردیا جائے سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازہ کے۔

۴۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ :أَنَّ خُزَاعَةَ قَتَلُوا رَجُلًا مِنْ بَنِي لَيْثٍ عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ بِقَتِيلٍ مِنْهُمْ قَتَلُوهُ، فَأُخْبِرَ بِذَلِكَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، فَرَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَخَطَبَ، فَقَالَ :إِنَّ اللَّهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْقَتْلَ، أَوِ الْفِيلَ ،قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ كَذَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: خزاعہ والوں نے بنی لیث کے ایک آدمی کو فتح مکہ کے سال اپنے ایک مقتول کے بدلے قتل کردیا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر تشریف لے گئے اور خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ

۱۔ ابوداؤد: ۴۶۰۴ ۲۔ ترمذی: ۲۶۶۴

i- بخاری: ۴۶۶، ۳۶۵۴، ۳۹۰۴ ii- مسلم: ۶۱۷۰-۶۱۷۱ iii- ترمذی: ۳۶۶۰

قَالَ أَبُو نُعَيْمٍ وَاجْعَلُوهُ عَلَى الشَّكِّ الْفِيلَ أَوِ الْقَتْلَ وَغَيْرُهُ يَقُولُ الْفِيلَ -وَسَلَّطَ عَلَيْهِمْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِينَ، أَلَا وَإِنَّهَا لَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ بَعْدِي، أَلَا وَإِنَّهَا حَلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، أَلَا وَإِنَّهَا سَاعَتِي هَذِهِ حَرَامٌ، لَا يُخْتَلَى شَوْكُهَا، وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا تُلْتَقَطُ سَاقِطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ، فَمَنْ قُتِلَ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ :إِمَّا أَنْ يُعْقَلَ، وَإِمَّا أَنْ يُقَادَ أَهْلُ الْقَتِيلِ ."فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ :اكْتُبْ لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ :اكْتُبُوا لِأَبِي فُلَانٍ . فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ :إِلَّا الْإِذْخِرَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَإِنَّا نَجْعَلُهُ فِي بُيُوتِنَا وَقُبُورِنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِلَّا الْإِذْخِرَ إِلَّا الْإِذْخِرَ۔(۱)

نے مکہ مکرمہ سے قتل یا ہاتھی کو روک دیا ہے، محمد راوی کا بیان ہے کہ اسے شک میں رکھو۔ ابونعیم نے بھی قتل یا ہاتھی کہا ہے۔ جبکہ دوسرے ہاتھی کہتے ہیں۔ اور اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو ان پر مسلط کیا اور ایمان والوں کو۔ خبردار! یہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھا، اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہے۔ آگاہ رہو! کہ میرے لئے بھی دن کی ایک ساعت کے لیے حلال ہوا تھا اور اس ساعت کے بعد حرام ہے۔ نہ اس کا کانٹا توڑا جائے، نہ اس کا درخت کاٹا جائے، اور نہ اس کی گری پڑی چیز اٹھائی جائے۔ جس آدمی کا قتل ہوا انہیں دو میں سے ایک بات کا اختیار ہے، چاہے دیت لیں، اور چاہے قصاص۔ پس اہل یمن کا آدمی آکر عرض گذار ہوا: یا رسول اللہ! یہ مجھے لکھ دیجیے۔ فرمایا: کہ ابوفلاں کو لکھ دو۔ قریش میں سے ایک شخص عرض گذار ہوا: یا رسول اللہ! اذخر کے سوا، کیونکہ اسے ہم اپنے گھروں اور قبروں کے لیے استعمال کرتے ہیں فرمایا: اذخر کے سوا۔

نوٹ: اس کے علاوہ یہ حدیث مبارکہ سنن ابوداؤد میں رقم ۲۰۱۷، ۳۶۴۹، ۳۶۵۰، ۴۵۰۵، جامع ترمذی میں رقم ۱۴۰۵، ۲۶۶۷، سنن نسائی میں ۴۷۹۹، ۴۸۰۱ اور سنن ابن ماجہ میں رقم ۲۶۲۴ پر منقول ہے۔

۵۔عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :جَاءَتْهُ امْرَأَةٌ، فَقَالَتْ :يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي قَدْ وَهَبْتُ نَفْسِي لَكَ، فَقَامَتْ قِيَامًا طَوِيلًا، فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ، زَوِّجْنِيهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصْدِقُهَا إِيَّاهُ؟ ، فَقَالَ :مَا عِنْدِي إِلَّا إِزَارِي هَذَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّكَ إِنْ أَعْطَيْتَهَا إِزَارَكَ جَلَسْتَ وَلَا إِزَارَ لَكَ فَالْتَمِسْ شَيْئًا ، قَالَ :لَا أَجِدُ شَيْئًا، قَالَ :فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ ، فَالْتَمَسَ فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :فَهَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ؟ ، قَالَ :نَعَمْ سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا لِسُوَرٍ سَمَّاهَا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :قَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ .(۲)

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ایک عورت آئی تو اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے اپنی جان آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دی۔ وہ کافی دیر کھڑی رہی تو ایک آدمی کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا: کہ یا رسول اللہ! اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیجیے، اگر آپ کو اس کی کوئی حاجت نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے مہر میں دینے کے لیے کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ عرض کی: نہیں! سوائے اس چادر کے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ چادر تم اسے دو گے تو خود چادر کے بغیر بیٹھ رہو گے۔ جاؤ کوئی اور چیز تلاش کرو۔ عرض کی میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ فرمایا: تلاش تو کرو خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔ اس نے تلاش کیا مگر کچھ نہ ملا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں کچھ قرآن مجید یاد ہے؟ عرض کی فلاں

۱۔ i۔بخاری: ۱۱۲، ۲۴۳۴، ۶۸۸۰ iv۔مسلم: ۳۳۰۵
۲۔ i۔ابوداؤد: ۲۱۱۱-۲۱۱۲ ii۔ترمذی: ۱۱۱۴

فلاں سورتیں یاد ہیں اوران کے نام لیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ تمہیں جو قرآن کریم یاد ہے، میں نے اُس کے بدلے اس عورت کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا۔

نوٹ: اس حدیث کو امام بخاری نے تیرہ مقامات پر صحیح بخاری میں نقل کیا ہے۔ان کے ارقام درج ذیل ہیں۔

۲۳۱۰،۵۰۲۹،۵۰۸۷،۵۱۲۱،۵۱۲۶،۵۱۳۲،۵۱۳۵،۵۱۴۱،۵۱۴۹،۵۱۵۰،۵۸۷۱،۷۴۱۷

۲۔أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلَكْتُ. قَالَ: مَا لَكَ؟ قَالَ: وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي وَأَنَا صَائِمٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ، قَالَ: لَا، فَقَالَ: فَهَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّينَ مِسْكِينًا. قَالَ: لَا، قَالَ: فَمَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذَلِكَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيهَا تَمْرٌ - وَالعَرَقُ المِكْتَلُ - قَالَ: أَيْنَ السَّائِلُ؟ فَقَالَ: أَنَا، قَالَ: خُذْهَا، فَتَصَدَّقْ بِهِ فَقَالَ الرَّجُلُ: أَعَلَى أَفْقَرَ مِنِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ فَوَاللّٰهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا - يُرِيدُ الحَرَّتَيْنِ - أَهْلُ بَيْتٍ أَفْقَرُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ، ثُمَّ قَالَ: أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ۔(۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی حاضر بارگاہ ہوکر عرض گزار ہوا: یارسول اللہ! میں ہلاک ہوگیا، فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا؟ عرض کی: کہ میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت کر بیٹھا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ کیا تمہیں آزاد کرنے کے لیے ایک گردن میسر ہے؟ عرض کی: نہیں۔ فرمایا: کہ کیا تم دو مہینوں کے متواتر روزے رکھ سکتے ہو؟ عرض کی: نہیں۔ فرمایا کہ کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ عرض کی: نہیں۔ پس نبی کریم ﷺ کچھ دیر خاموش رہے اور ہم وہیں تھے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک عرق پیش کیا گیا، جس میں کھجوریں تھیں۔ عرق ایک پیمانہ ہے۔ فرمایا: کہ سائل کہاں ہے۔ عرض کی: کہ میں ہوں۔ فرمایا: کہ انہیں لے کر خیرات کردو۔ وہ آدمی عرض گزار ہوا: یارسول اللہ! کیا اپنے سے زیادہ غریب پر؟ خدا کی قسم! ان دونوں سنگلاخ میدانوں کے درمیان کوئی گھر والے ایسے نہیں جو میرے گھر والوں سے زیادہ غریب ہوں۔ پس نبی کریم ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ پچھلے دانت نظر آنے لگے پھر فرمایا: کہ اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔

نوٹ: امام بخاری نے یہ حدیث دس مختلف مقامات پر نقل فرمائی ہے باقی احادیث وکتب متفرقہ کے ارقام درج ذیل ہیں:

۱۹۳۷،۲۹۰۰،۵۳۶۸،۶۰۸۷،۶۱۶۴،۶۷۰۹،۶۷۱۰،۶۷۱۱،۶۷۲۱

ii- مسلم: ۲۵۹۵،۲۵۹۶،۲۵۹۷،۲۵۹۹،۲۶۰۰ iii- ابوداؤد: ۳۳۹۰،۲۳۹۱،۲۳۹۲ iv- ترمذی: ۷۲۴ v- ابن ماجہ: ۱۶۷۱

۱- بخاری، کتاب الصوم، رقم ۱۹۳۶، ص ۳۸۵

۷۔عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ سَالِمًا، مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ كَانَ مَعَ أَبِي حُذَيْفَةَ وَأَهْلِهِ فِي بَيْتِهِمْ، فَأَتَتْ -تَعْنِي ابْنَةَ سُهَيْلٍ -النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: إِنَّ سَالِمًا قَدْ بَلَغَ مَا يَبْلُغُ الرِّجَالُ. وَعَقَلَ مَا عَقَلُوا. وَإِنَّهُ يَدْخُلُ عَلَيْنَا. وَإِنِّي أَظُنُّ أَنَّ فِي نَفْسِ أَبِي حُذَيْفَةَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا. فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْضِعِيهِ تَحْرُمِي عَلَيْهِ، وَيَذْهَبِ الَّذِي فِي نَفْسِ أَبِي حُذَيْفَةَ فَرَجَعَتْ فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ أَرْضَعْتُهُ. فَذَهَبَ الَّذِي فِي نَفْسِ أَبِي حُذَيْفَةَ۔(۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سالم جو کہ ابوحذیفہ کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) تھے، وہ ابوحذیفہ اوران کے گھر والوں کے ساتھ ان کے گھر میں رہتے تھے۔تو بنت سہیل نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: کہ سالم نوجوانوں کی طرح جوان ہوگیا اور مردوں کی طرح ہر بات سمجھنے لگا ہے، وہ ہمارے پاس آتا جاتا رہتا ہے اور میرا گمان ہے کہ ابوحذیفہ کے دل میں اس کے بارے میں کوئی بات ہے۔آپ ﷺ نے اس سے ارشاد فرمایا: تو اسے دودھ پلادے تو تو اس پر حرام ہوجائے گی، اور ابوحذیفہ کے دل میں جو بات ہے وہ چلی جائے گی۔وہ پھر حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کیا: میں نے (سالم کو) دودھ پلادیا ہے اور ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے دل سے کراہت جاتی رہی۔

۸۔عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ انی قد ترکت فیکم شیئین لن تضلو ابعدھما کتاب اللہ وسنتی ولن یتفرقا حتی یر اداعلی الحوض۔(۲)

میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، تم ان دونوں کو جب تک مضبوطی سے تھامے رکھو گے، کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ان میں سے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت ہے۔یہ دونوں کسی صورت میں الگ الگ نہیں ہوں گی اور حوض کوثر پر یہ دونوں میرے پاس اکٹھی ہوں گی۔

۳۔اقوال آئمہ سلف وخلف:

احادیث مبارکہ فی نفسہ شرع ہیں اور آپ ﷺ خود شارع ہیں، اس بارے میں علماء کرام اور آئمہ اطہار کی آراء درج ذیل ہیں:

ا۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان المرجع فی الاحکام انما ھو الی النبی ﷺ وانہ قد یخص بعض امتہ بحکم ویمنع غیرہ ولو کان بغیر عذر۔(۳)

ترجمہ: احکام کا رجوع نبی کریم ﷺ کی طرف ہوتا ہے بعض اوقات آپ ﷺ امت کے بعض افراد کو کسی حکم کے ساتھ خاص کر لیتے اور دوسروں کو اس حکم سے منع فرمادیتے خواہ عذر نہ ہو۔

۱۔ i-مسلم: ۳۶۰۱-۳۶۰۵ ii-نسائی: ۳۳۱۶-۳۳۲۲ iii-ابن ماجہ: ۱۹۴۳

۲۔ حاکم، محمد بن عبداللہ، ابوعبداللہ نیشاپوری، المستدرک علی الصحیحین، العلم، رقم ۳۲۴، ج ۱، ص ۲۸۴، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، ط ۲، ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء

۳۔ فتح الباری، ج ۱۰، ص ۱۶

۲۔علامہ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

کان الحق تعالیٰ جعل له ﷺ ان یشرع قبل نفسه ماشاء کمافی حدیث تحریم شجر مکة فان عمه العباس رضی الله عنه لماقال له یارسول الله ﷺ الاالاذخر فقال ﷺ الاالاذخر حرمه الله۔(۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ نے نبی ﷺ کو یہ منصب عطا فرمایا ہے کہ آپ شریعت میں جو چاہیں حکم مقرر کردیں، جس طرح کہ حرم مکہ کے نباتات کو حرام فرمانے کا حدیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ اذخر (گھاس) کو اس حکم سے نکال دیں، آپ ﷺ نے فرمایا: چلو اذخر کے علاوہ۔

اگر اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ نے آپ ﷺ کو اپنی طرف سے احکام جاری اور نافذ کرنے کا اختیار اور منصب نہ دیا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس بات کی ہرگز جرأت نہ کرتے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے، اس میں کسی کو مستثنیٰ کر دیں۔

۳۔علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الشارع (ﷺ) ان یخص من العموم ماشاء۔(۲)

ترجمہ: شارع ﷺ کے لیے جائز ہے کہ عمومی احکام میں سے جس چیز کو چاہیں خاص فرمادیں۔

۴۔ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عندائمتنامن خصائصه علیه الصلاة والسلام انه یخص من شاء بماشاء۔(۳)

ترجمہ: ہمارے آئمہ نے رسول اللہ ﷺ کے خصائص سے اس چیز کو شمار کیا ہے کہ آپ ﷺ جس شخص کو چاہیں، جس حکم کے ساتھ چاہیں خاص فرمادیں۔

۵۔علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان النبی ﷺ مفوض فی شرع الاحکام۔(۴)

ترجمہ: نبی ﷺ کی طرف احکام کی مشروعیت سپرد کردی گئی ہے۔

۶۔نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں:

ومذهب بعضے آنست که احکام مفوض بودهر چه خواهدوبرهر که خواهدحلال وحرام گرداند،وبعضے گویندبااجتهاد گفت واول اصح واظهراست۔(۵)

۱۔ شعرانی، عبدالوہاب، میزان الشریعۃ الکبریٰ، ج۱،ص ۴۸، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ط۱، ۱۳۵۹ھ

۲۔ نووی، یحییٰ بن شرف، شافعی، شرح مسلم، ج۱،ص ۳۰۴، نور محمد، کراچی، ط۲، ۱۳۷۵ھ

۳۔ علی قاری، ملا حنفی، مرقات، شرح مشکوۃ، ج۲،ص ۳۲۳، مکتبہ امدادیہ، ملتان، ۱۳۹۲ھ

۴۔ شوکانی، محمد بن علی، شیخ، نیل الاوطار، ج۶،ص ۴، مکتبۃ الکلیات الازہریہ، مصر، ۱۳۹۸ھ

۵۔ صدیق حسن، بھوپالی، مسک الختام، ص ۵۱۲-۵۱۳، مکتبہ عثمانیہ، حیدرآباد، دکن

ترجمہ: بعض کا مذہب یہ ہے کہ احکام حضور ﷺ کے سپرد ہیں، جو چاہیں اور جس پر چاہیں حلال اور حرام فرمادیں، بعض کہتے ہیں، کہ آپ ﷺ اجتہاد سے کہتے تھے اور پہلا مذہب زیادہ صحیح اور زیادہ ظاہر ہے۔

۷۔علامہ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کو قرآن کریم میں بیان کردہ قوانین کے علاوہ دیگر قوانین بنانے کا بھی اختیار تفویض کیا گیا تھا۔(۱)

۸۔مولانا مودودی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے نبی ﷺ کو تشریعی اختیارات عطا کیے ہیں۔اللہ کی طرف سے امر و نہی اور تحلیل و تحریم صرف وہی نہیں ہے، جو قرآن میں بیان ہوئی ہے، بلکہ جو کچھ نبی ﷺ نے حرام یا حلال قرار دیا ہے، اور جس چیز کا حضور ﷺ نے حکم دیا ہے، یا جس سے منع کیا ہے، وہ بھی اللہ کے دیے ہوئے اختیارات سے ہے، اس لیے وہ بھی قانون خداوندی کا ایک حصہ ہے۔(۲)

۹۔علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

اہل اسلام کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کا منصب صرف پیغام رسانی اور صرف احکام شریعت کو بیان کرنا نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ احکام شرعیہ کو مقرر کرنا، تحلیل و تحریم اور عمومات شرعیہ میں احکام اور افراد کی تخصیص کرنا بھی منصب نبوت میں داخل ہے۔(۳)

۴۔حدیث کے بغیر احکام قرآن پر عمل ناممکن ہے:

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے جو دین نبی آخر الزمان ﷺ کے ذریعے سے عطا کیا ہے۔اس کی نوعیت یہ ہے کہ اس نے قرآن میں اصولی احکام بیان کیے ہیں اور جزئیات و تفصیلات اس نے تمام تر معلم قرآن یعنی حضور ﷺ کے سپرد کی ہیں۔اس طرح دین اسلام کا پورا اور مکمل ڈھانچہ حدیث وسنت سے کھڑا ہوتا ہے۔حدیث وسنت کے بغیر قرآن مجید پر عمل ممکن ہی نہیں ہے۔اس کی چند ایک مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔قرآن مجید میں ہے:

أَقِيمُوا الصَّلَاةَ(۴) نماز قائم کرو۔

یہ حکم قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ہے مگر نماز کے تفصیلی احکام اوقاتِ نماز، ارکان وفرائض، شرائط وواجبات، سنن ومستحبات اور ممنوعات ومکروہات کے بارے میں قرآن خاموش ہے۔ان سب امور کی تفصیل احادیث مبارکہ میں ہے۔

۲۔قرآن مجید میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ۔(۵) اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں۔

روزہ رکھنے کا حکم تو قرآن مجید میں موجود ہے لیکن اس کی باقی تفاصیل کے بارے میں قرآن خاموش ہے۔قرآن کریم میں اس امر کی کوئی صراحت نہیں کہ روزہ کن احوال و وجوہ کی وجہ سے فاسد ہو جاتا ہے اور کن صورتوں میں کفارہ لازم ہے، قضا کس صورت میں ہے فدیہ دینے کی اجازت کن لوگوں کو ہے، کن صورتوں میں روزہ توڑنے کی اجازت ہے۔ان تمام امور کی وضاحت حدیثِ رسول ﷺ سے ہوتی ہے۔

۱۔ حجیت حدیث، ص۶۴ ۲۔ سنت کی آئینی حیثیت، ص۷۴

۳۔ سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، ج۲، ص۷۸۷، فرید بک سٹال، لاہور، ط۱۰، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء

۴۔ البقرۃ۲:۴۳ ۵۔ البقرۃ۲:۱۸۳

۳۔اسی طرح قرآن کریم نے مختلف مقامات پر حج کے ارکان اور وظائف کا ذکر کیا ہے۔مثلاً وقت کا تعین کرتے ہوئے فرمایا:

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ (۱) حج کے مہینے مقرر ہیں۔

عرفات کے حوالے سے حکم ہے۔

فَاِذَا اَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ (۲) جب تم عرفات سے واپس لوٹو۔

طواف کے حوالے سے فرمایا:

وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (۳) اور قدیم گھر کا طواف کرو۔

حج کے بارے میں حکم دیا:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (۴) اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے، جسے اس کی طاقت ہو۔

ان مذکورہ آیات میں ایام حج کی تخصیص نہیں، میدان عرفات میں کس تاریخ کو جانا ہے، وہاں کیا کرنا ہے، کتنا ٹھہرنا ہے اور کب لوٹنا ہے، اس کی وضاحت نہیں۔طواف کے کتنے چکر ہوں گے، ابتداء کہاں سے ہوگی، اور اختتام کہاں ہوگا۔اس کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔حج بشرط استطاعت ہر سال فرض ہوگا یا عمر میں ایک دفعہ، احرام کی جملہ تفصیلات کا ذکر بھی نہیں ہے۔ان تمام جزئیات وتفاصیل کا علم ہمیں بذریعہ حدیث ملتا ہے۔

۴۔زکوۃ کے بارے میں قرآن مجید میں ہے:

وَآتُوا الزَّكَاةَ۔(۵) زکوۃ ادا کرو۔

لیکن زکوۃ کا نصاب، اس کی شرح، اس کی مدت، زرعی پیداوار کے احکام اور عشر وخراج کے مسائل کیا ہیں، اس بارے میں قرآن ہماری رہنمائی نہیں کرتا، بلکہ یہ تمام چیزیں ہمیں رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے ملتی ہیں۔

۵۔قرآن مجید میں چوری کرنے کی سزا بیان ہوئی:

السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا اَيْدِيَهُمَا۔(۶) چور مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ دیا کرو۔

اس آیت میں لفظ سارق اور ید دونوں مطلق ہیں اور اس سے وضاحت نہیں ہوتی، کہ کتنے مال کی چوری مراد ہے اور کون سا ہاتھ کاٹنا مراد ہے، اس کی تفصیل ہمیں احادیث مبارکہ سے ملتی ہیں۔

۶۔نماز قصر کے حوالے سے قرآن کریم میں ہے:

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوا (۷) جب تم زمین میں سفر کرنے کے لیے نکلو تو تمہیں نماز کا قصر کرنا جائز ہے، اگر تمہیں ڈر ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے۔

۱۔ البقرۃ۲:۱۹۷ ۲۔ ایضاً۲:۱۹۸ ۳۔ الحج۲۲:۲۹

۴۔ آل عمران۳:۹۷ ۵۔ البقرۃ۲:۴۳ ۶۔ المائدۃ۵:۳۸

۷۔ النساء۴:۱۰۱

آیت کے ظاہری مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں نماز قصر کرنے کا حکم خوف کے ساتھ مشروط ہے، جبکہ حالت امن، سفر کی حد، مسافت کا تعین، قصر کی شرائط کا ذکر، ہمیں احادیث مبارکہ سے ملتا ہے، جس سے اس قرآنی حکم پر عمل کرنا ممکن ہوتا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ قرآن اور سنت کا آپس میں تعلق روح اور قالب کا ہے یعنی قرآن مجید روح ہے اور سنت رسول اللہ اس کا قالب ہے۔ان دونوں کی باہمی ترکیب ہی سے دین اسلام مکمل ہوتا ہے۔ان میں سے کسی ایک کو بھی الگ کرلیں تو سارا شیرازہ بکھر جائے گا۔

کتاب المناقب

کتاب المناقب

مہاجرین وانصار صحابہ اور صحابیات رضی اللہ عنہم کے مناقب

ا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱(۸۱۰۲): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبِي، عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ عَاصِبٌ رَأْسَهُ بِخِرْقَةٍ فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ، ثُمَّ حَمِدَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: إِنَّهُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ أَمَنَّ عَلَيَّ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ مِنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي قُحَافَةَ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا، وَلَكِنْ خُلَّةُ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ، سُدُّوا عَنِّي كُلَّ خَوْخَةٍ فِي الْمَسْجِدِ غَيْرَ خَوْخَةِ أَبِي بَكْرٍ (۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض وصال میں (حجرہ مبارک سے) باہر تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک کپڑے سے لپیٹا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر مبارک پر جلوہ افروز ہوئے، اللہ عزوجل کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا: لوگوں میں سے جان و مال (قربان کرنے) کے اعتبار سے ابوبکر بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر مجھ پر احسان کرنے والا کوئی نہیں۔ اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا، لیکن اسلام کی اخوت سب سے بہتر ہے۔ میری طرف سے ابوبکر کی کھڑکی کے علاوہ مسجد (نبوی) کی تمام کھڑکیاں بند کر دو۔

۲(۸۱۰۳): أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبُو بَكْرٍ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا، وَلَكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ، وَلَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ خَوْخَةٌ إِلَّا خَوْخَةَ أَبِي بَكْرٍ (۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام لوگوں میں سب سے زیادہ مجھ پر احسان ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہے، ہم نشینی کا بھی اور مال کا بھی، اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا، لیکن اسلام کی اخوت (ہی سب سے بڑھ کر ہے)، مسجد (نبوی) میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے علاوہ کوئی کھڑکی باقی نہ رکھی جائے۔

۳(۸۱۰۴): أَخْبَرَنَا أَزْهَرُ بْنُ جَمِيلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي الْهُذَيْلِ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوِ اتَّخَذْتُ خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا، وَلَكِنَّهُ أَخِي وَصَاحِبِي وَقَدِ اتَّخَذَ اللهُ صَاحِبَكُمْ خَلِيلًا (۳)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا۔ لیکن وہ میرے بھائی اور ہم نشین نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں صحبت سے فیض یاب (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کرنے والے کو خلیل بنایا ہے۔

۱۔ i۔ احمد: ج ۲، ص ۲۵۳ ii۔ بخاری: ۳۶۵۷، ۳۶۵۶

۲۔ i۔ بخاری: ۳۶۵۴ ii۔ مسلم: ۲۳۸۲

۳۔ i۔ احمد، ج ۱، ص ۳۷۷ ii۔ مسلم: ۲۳۸۳

۴(۸۱۰۵): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي أَبْرَأُ إِلَى كُلِّ خَلِيلٍ مِنْ خِلِّهِ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ ابْنَ أَبِي قُحَافَةَ خَلِيلًا، وَإِنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيلُ اللّٰهِ(۱)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ہر خلیل کی دوستی سے برأت (کا اظہار) کرتا ہوں، اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ بن ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو بناتا، بے شک تمہیں صحبت سے فیض یاب کرنے والے کا اللہ تعالیٰ خلیل ہے۔

۵(۸۱۰۶): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ "قَالَ: عَائِشَةُ قُلْتُ: لَيْسَ مِنَ النِّسَاءِ، قَالَ: أَبُوهَا(۲)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ پسندیدہ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا۔ میں نے عرض کی! میری مراد عورتیں نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ کے والد (ابوبکر رضی اللہ عنہ)

۶(۸۱۰۷): أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ صَائِمًا؟ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا قَالَ: فَمَنْ أَطْعَمَ الْيَوْمَ مِسْكِينًا؟ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا قَالَ: فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ جِنَازَةً؟ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا قَالَ: فَمَنْ عَادَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مَرِيضًا؟ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا(۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آج تم میں سے روزہ کس نے رکھا ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی! میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا! آج مسکین کو کھانا کس نے کھلایا ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی! میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آج تم میں سے جنازہ کے ساتھ کون حاضر ہوا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آج تم میں سے مریض کی عیادت کس نے کی؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں نے۔

۷(۸۱۰۸): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ شُعَيْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ مِنْ شَيْءٍ مِنَ الْأَشْيَاءِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ دُعِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ هٰذَا خَيْرٌ، وَلِلْجَنَّةِ أَبْوَابٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک چیز کا جوڑا خرچ کرے گا، اسے جنت کے دروازوں میں سے بلایا جائے گا، یہ خیر ہے۔

۱۔ i۔ احمد، ج ۱، ص ۳۷۷ ii۔ مسلم: ۲۳۸۳

۲۔ i۔ احمد، ج ۴، ص ۲۰۳ ii۔ بخاری: ۳۶۶۲ iii۔ مسلم: ۲۳۸۴

۳۔ i۔ مسلم: ۱۰۲۸ ii۔ الادب المفرد للبخاری: ۵۱۵

دُعِيَ مِنْ بَابْ الصَّلَاةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابْ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابْ الصَّدَقَةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابْ الرَّيَّانَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ :هَلْ عَلَى الَّذِي يُدْعَى مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُورَةٍ؟ فَهَلْ يُدْعَى مِنْهَا كُلِّهَا أَحَدٌ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ :نَعَمْ، وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ (۱)

نمازی کو باب الصلاۃ سے بلایا جائے گا، مجاہد کو باب الجہاد سے بلایا جائے گا، سخی کو باب الصدقۃ سے بلایا جائے گا، روزہ دار کو باب الریان سے بلایا جائے گا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: جوان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا، اسے تو کوئی خدشہ ہی نہ ہوگا۔ پھر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کوئی ایسا بھی ہے جو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، مجھے امید ہے کہ تم انہیں لوگوں میں سے ہو۔

۸(۸۱۰۹):أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ :حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ نُبَيْطٍ، عَنْ نُعَيْمٍ، عَنْ نُبَيْطٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ :وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الصُّفَّةِ قَالَ :قَالَتِ الْأَنْصَارُ :مِنَّا أَمِيرٌ، وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ قَالَ عُمَرُ :سِيفَانِ فِي غِمْدٍ وَاحِدٍ، إِذًا لَا يَصْلُحَانِ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ " :مَنْ لَهُ هَذِهِ الثَّلَاثُ :(إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ) (التوبة:۴۰) :مَنْ صَاحِبُهُ؟ (إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ) (التوبة:۴۰) مَنْ هُمَا؟ (إِنَّ اللهَ مَعَنَا) (التوبة:۴۰) مَعَ مَنْ؟ ثُمَّ بَايَعَهُ "ثُمَّ قَالَ :بَايِعُوهُ فَبَايَعَ النَّاسُ أَحْسَنَ بَيْعَةٍ وَأَجْمَلَهَا(۲)

حضرت سالم بن عبید رضی اللہ عنہ (جو اصحاب صفہ میں سے ہیں) بیان کرتے ہیں: انصار صحابہ نے کہا: ایک امیر ہم سے اور ایک تم میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک کمان میں دو تلواریں ہوں تو بہتری نہیں ہے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: یہ تین (مقام) کس کے ہیں؟ (اذ یقول یصاحبہ) جب وہ اپنے ساتھی سے فرمار ہے تھے۔ صاحب کون تھا؟ (اذھما فی الغار) جب وہ دونوں غار میں تھے۔ وہ دونوں کون تھے؟ (ان اللہ معنا) بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے، ساتھ کون تھا؟ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی، اور لوگوں سے بیعت کرنے کا کہا: پس لوگوں نے نہایت اچھے اور خوبصورت انداز سے بیعت کی۔

۹(۸۱۱۰):أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنُ غَزْوَانَ قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ :حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَا نَفَعَنَا مَالٌ مَا نَفَعَنَا مَالُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ : فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ : وَهَلْ أَنَا وَمَالِي إِلَّا لَكَ؟ (۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیں کسی کے مال نے اتنا فائدہ نہیں دیا، جتنا ابوبکر کے مال نے دیا ہے، یہ بات سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے روتے ہوئے کہا: میں اور میرا مال صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔

۱۔ i۔بخاری:۳۶۶۶ ii۔مسلم:۱۰۲۸

۲۔ i۔شمائل الترمذی:۳۹۷ ii۔ابن ماجہ:۱۲۳۴ iii۔الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم:۱۲۹۹ iv۔ابن خزیمہ:۱۶۲۴

۳۔ i۔احمد بن حنبل:۲۸ ii۔مسند الحمیدی:۲۵۰ iii۔مسند ابی یعلی:۴۹۰۵ iv۔ترمذی:۳۶۶۱ v۔تاریخ بغداد للخطیب، ج۳، ص۳۵۸ vi۔بخاری:۳۶۵۴

۲۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے فضائل

۱۰(۸۱۱۱):أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ :أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفْرِيُّ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ :حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :بَيْنَمَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَقَرَةً فَأَرَادَ أَنْ يَرْكَبَهَا فَقَالَتْ :إِنَّا لَمْ نُخْلَقْ لِهَذَا، إِنَّمَا خُلِقْنَا لِيُحْرَثَ عَلَيْنَا فَقَالَ مَنْ حَوْلَهُ :سُبْحَانَ اللهِ، سُبْحَانَ اللهِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :آمَنْتُ بِهِ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَمَا هُمَا ثَمَّ قَالَ :وَبَيْنَمَا رَجُلٌ فِي غَنَمٍ لَهُ فَجَاءَ الذِّئْبُ فَأَخَذَ شَاةً مِنْهَا، فَتَبِعَهَا الرَّاعِي لِيَأْخُذَهَا فَقَالَ الذِّئْبُ :فَكَيْفَ تَصْنَعُ يَوْمَ السَّبَاعِ يَوْمَ لَا رَاعِيَ لَهَا غَيْرِي؟ فَقَالَ مَنْ حَوْلَهُ :سُبْحَانَ اللهِ سُبْحَانَ اللهِ فَقَالَ :آمَنْتُ بِهِ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَمَا هُمَا ثَمَّ (۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی بیل کے ساتھ جارہا تھا، اس نے بیل پر سوار ہونے کا ارادہ کیا، تو بیل نے کہا: ہماری خلقت اس کام کے لئے نہیں ہے، بلکہ ہمیں تو کھیتی باڑی کے لئے پیدا کیا گیا ہے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد بیٹھے ہوئے صحابہ نے کہا: سبحان اللہ، سبحان اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر میں صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ایمان رکھتے ہیں، حالانکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں موجود نہیں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: ایک آدمی اپنی بکریوں میں موجود تھا، اسی اثنا میں ایک بھیڑیا آیا اور ایک بکری کو پکڑ لیا۔ اس چرواہے نے اس بھیڑیے کا پیچھا کیا اور اس سے بکری کو چھڑوا لیا۔ اس پر بھیڑیے نے کہا: تو یوم السباع (درندوں کے دن) کو اس کی حفاظت کیسے کرے گا، اس دن بکریوں کے لئے میرے علاوہ کوئی چرواہا نہیں ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد بیٹھے ہوئے صحابہ نے کہا: سبحان اللہ، سبحان اللہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس بات پر میں یقین رکھتا ہوں، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما یقین رکھتے ہیں، حالانکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں موجود نہیں تھے۔

۱۱(۸۱۱۲):أَخْبَرَنَا هَارُونُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بَكَّارِ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ بْنِ سُمَيْعٍ قَالَ :حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ :بَيْنَمَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَقَرَةً أَرَادَ أَنْ يَرْكَبَهَا فَأَقْبَلَتْ عَلَيْهِ فَقَالَتْ :إِنَّا لَمْ نُخْلَقْ لِهَذَا، إِنَّمَا خُلِقْنَا لِلْحِرَاثَةِ فَقَالَ مَنْ حَوْلَهُ :سُبْحَانَ اللهِ تَكَلَّمَتْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے پاس تشریف لا فرمایا: ایک آدمی بیل کے ساتھ جارہا تھا، اس نے بیل پر سوار ہونے کا ارادہ کیا۔ بیل نے اس کی طرف مڑ کر کہا: ہم اس کے لئے پیدا نہیں کئے گئے، ہمیں کھیتی باڑی کے لئے پیدا کیا گیا ہے، اس پر اردگرد بیٹھے ہوئے صحابہ نے کہا: سبحان اللہ، سبحان اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر اور عمر

۲۔ i۔ بخاری: ۳۶۶۳، ۳۴۷۱ ii۔ مسلم: ۲۳۸۸

بَقَرَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :فَإِنِّي آمَنْتُ بِهِ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَلَيْسَ هُمَا ثَمَّ وَقَالَ رَجُلٌ :بَيْنَمَا أَنَا فِي غَنَمٍ إِذْ أَقْبَلَ ذِئْبٌ فَأَخَذَ شَاةً فَطَلَبْتُهَا فَأَخَذْتُهَا مِنْهُ فَقَالَ لِي :كَيْفَ لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ حِينَ لَا يَكُونُ لَهَا رَاعٍ غَيْرِي قَالُوا :سُبْحَانَ اللهِ تَكَلَّمَ ذِئْبٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :فَإِنِّي آمَنْتُ بِهِ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَلَيْسَا ثَمَّ (۱)

رضی اللہ عنہما اس پر یقین رکھتے ہیں۔ حالانکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما وہاں موجود نہیں تھے۔ پھر ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ بیان کیا: میں بکریاں چرا رہا تھا، ایک بھیڑیا آیا، اسنے ایک بکری اٹھالی۔ میں نے اس کا پیچھا کر کے اس سے بکری چھڑا لی، اس نے مجھے کہا یوم السبع کو تو بکری کو کیسے چھڑائے گا، اس دن میرے علاوہ بکریوں کا کوئی چرواہا نہیں ہوگا۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے تعجب سے کہا: سبحان اللہ! بھیڑیا بھی کلام کرتا ہے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بلا شبہ میں یقینا، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما اس پر یقین رکھتے ہیں، حالانکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اس مجلس میں نہ تھے۔

۱۲(۸۱۱۳):أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ :حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ اللَّيْثِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :انْصَرَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الصَّلَاةِ فَأَقْبَلَ عَلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ :بَيْنَمَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَقَرَةً فَبَدَا لَهُ أَنْ يَرْكَبَهَا فَأَقْبَلَتْ عَلَيْهِ فَقَالَتْ :إِنَّا لَمْ نُخْلَقْ لِهَذَا إِنَّمَا خُلِقْنَا لِلْحِرَاثَةِ فَقَالَ مَنْ حَوْلَهُ :سُبْحَانَ اللهِ سُبْحَانَ اللهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :فَإِنِّي آمَنْتُ بِهِ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَبَيْنَمَا رَجُلٌ فِي غَنَمِهِ إِذْ جَاءَ الذِّئْبُ فَأَخَذَ شَاةً مِنْ غَنَمِهِ فَطَلَبَهُ رَاعِيهَا فَلَمَّا أَدْرَكَهُ لَفِظَهَا وَأَقْبَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ :مَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ لَا يَكُونُ لَهَا رَاعٍ غَيْرِي؟ فَقَالَ مَنْ حَوْلَهُ :سُبْحَانَ اللهِ سُبْحَانَ اللهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :فَإِنِّي آمَنْتُ بِهِ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ(۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی تکمیل کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف چہرہ انور کر کے فرمایا: ایک شخص بیل کے ساتھ جا رہا تھا، وہ شخص اس بیل پر بیٹھنے لگا تو اس بیل نے کہا ہمیں اس کام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا، بلکہ ہمیں کھیتی باڑی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ ایک کے پاس بیٹھے ہوئے صحابی نے تعجب سے کہا سبحان اللہ، سبحان اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اس پر میں، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما یقین رکھتے ہیں۔ ایک چرواہا اپنی بکریوں کے ریوڑ میں موجود تھا کہ ایک بھیڑیا آیا اور ریوڑ میں سے ایک بکری اٹھالی، چرواہے نے اس کا پیچھا کیا۔

۱۔ i۔ بخاری: ۳۶۶۳، ۳۴۷۱ ii۔ مسلم: ۲۳۸۸

۱۔ i۔ بخاری: ۳۶۶۳، ۳۴۷۱ ii۔ مسلم: ۲۳۸۸

جب بھیڑیے کو اس نے گھیر لیا تو بھیڑیے نے بکری چھوڑ دی اور اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر کہا: یوم السبع کے دن اس کا کون محافظ ہوگا؟ اس دن میرے علاوہ کوئی چرواہا نہیں ہوگا۔ پاس بیٹھے ہوئے صحابی نے تعجب سے کہا: سبحان اللہ، سبحان اللہ! اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اس پر میں ﷺ، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما یقین رکھتے ہیں۔

۱۳ (۸۱۱۴) أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَقَرَةً قَدْ حَمَلَ عَلَيْهَا، الْتَفَتَتْ إِلَيْهِ الْبَقَرَةُ فَقَالَتْ: إِنِّي لَمْ أُخْلَقْ لِهَذَا، وَلَكِنَّا خُلِقْنَا لِلْحَرْثِ فَقَالَ النَّاسُ: سُبْحَانَ اللهِ تَعَجُّبًا بَقَرَةٌ تَتَكَلَّمُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " فَإِنِّي أُؤْمِنُ بِهِ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص بیل کے اوپر بوجھ لادے جا رہا تھا، بیل نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا: بے شک میں سواری کے لئے پیدا نہیں کیا گیا، بلکہ ہماری تخلیق تو کھیتی باڑی کے لئے ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سبحان اللہ! کہا اور تعجب سے پوچھا: بیل بھی کلام کرتا ہے! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ میں ﷺ، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما اس پر یقین رکھتے ہیں۔

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَيْنَا رَاعٍ فِي غَنَمِهِ عَدَا الذِّئْبُ فَأَخَذَ شَاةً فَطَلَبَهُ الرَّاعِي يَسْتَنْقِذُهَا مِنْهُ فَالْتَفَتَ الذِّئْبُ إِلَيْهِ فَقَالَ: مَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ؟ يَوْمَ لَيْسَ لَهَا رَاعٍ غَيْرِي قَالَ النَّاسُ: سُبْحَانَ اللهِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِنِّي أُؤْمِنُ بِذَلِكَ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک چرواہا بکریاں چرا رہا ہے کہ ایک بھیڑیا آیا اور اس نے ایک بکری اٹھالی، چرواہے نے اس کا پیچھا کر کے بکری چھڑوالی، بھیڑیا نے چرواہے کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اس کے لئے یوم السبع کے دن کون حفاظت کرے گا؟ جس دن میرے علاوہ کوئی اس کا چرواہا نہیں ہوگا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: سبحان اللہ! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پس بلاشبہ میں ﷺ، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما اس پر یقین رکھتے ہیں۔

۱۴ (۸۱۱۵) أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ آدَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: وُضِعَ عُمَرُ عَلَى سَرِيرِهِ فَتَكَنَّفَهُ النَّاسُ يُصَلُّونَ عَلَيْهِ وَيَدْعُونَ قَبْلَ أَنْ يُرْفَعَ، وَأَنَا فِيهِمْ فَلَمْ يَرُعْنِي إِلَّا رَجُلٌ قَدْ أَخَذَ مَنْكِبِي مِنْ وَرَائِي، فَالْتَفَتُّ إِلَى عَلِيٍّ يَتَرَحَّمُ عَلَى عُمَرَ، ثُمَّ قَالَ: مَا خَلَّفْتُ أَحَدًا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَلْقَى اللهَ بِمِثْلِ عَمَلِهِ مِنْكَ وَايْمُ اللهِ إِنْ كُنْتُ لَأَرَى

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا جنازہ تخت پر رکھا گیا۔ لوگ ان کے اردگرد جمع ہو گئے، لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا کی، میں بھی لوگوں میں شامل تھا، جنازہ اٹھانے سے پہلے، اچانک ایک شخص نے پیچھے سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا، میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے

ا۔ i۔ بخاری: ۳۶۶۳، ۳۴۷۱ ii۔ مسلم: ۲۳۸۸

أَنْ يَجْعَلَكَ اللهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ وَذَلِكَ أَنِّي كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :ذَهَبْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرَ وَدَخَلْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَخَرَجْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَإِنْ كُنْتُ لَأَظُنُّ أَنْ يَجْعَلَكَ اللهُ مَعَهُمَا "(۱)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لئے رحمت کی دعا کی اور فرمایا: (اے عمر رضی اللہ عنہ!) آپ نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا، جس کے اعمال کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ سے ملاقات پسند ہو۔ بخدا! مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کا مقام آپ کے دونوں ساتھیوں (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کرے گا، اس لئے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: میں، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما گئے۔ میں، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما داخل ہوئے، میں، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نکلے۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا۔

۱۵ (۸۱۱۶): أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ قَالَ :حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي عَلَى قَلِيبٍ عَلَيْهَا دَلْوٌ، فَنَزَعْتُ مِنْهَا مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ أَخَذَهَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ فَنَزَعَ ذَنُوبًا أَوْ ذَنُوبَيْنِ، وَفِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ وَلْيَغْفِرِ اللهُ لَهُ ثُمَّ اسْتَحَالَتِ الدَّلْوُ غَرْبًا فَأَخَذَهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَنْزِعُ نَزْعَ ابْنِ الْخَطَّابِ حَتَّى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ (۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: میں نے خواب میں ایک کنواں ڈول سمیت دیکھا، میں نے اس سے پانی نکالا، جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا، پھر وہ ابو قحافہ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے پکڑ لیا، اور انہوں نے ایک ڈول یا دو ڈول پانی نکالا، لیکن ان کو پانی نکالنے میں مشکل پیش آ رہی تھی، اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے۔ پھر وہ ڈول ایک بڑا ڈول بن گیا۔ اس کو عمر بن خطاب نے پکڑ لیا۔ میں نے کسی بھی جوان مرد کو، ابن خطاب کی طرح ڈول سے پانی نکالتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حتی کہ لوگ خود بھی سیراب ہوئے اور جانور بھی اس حوض سے سیراب ہوئے۔

۱۶ (۸۱۱۷): أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ :حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ :أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ :حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ قَالَ :اسْتَعْمَلَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَيْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ فَأَتَيْتُهُ "فَقُلْتُ :يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ :عَائِشَةُ قُلْتُ: مِنَ الرِّجَالِ؟ قَالَ :أَبُوهَا قُلْتُ :ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ :ثُمَّ عُمَرُ، فَعَدَّ رِجَالًا "قَالَ :أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ بَعْضُ حُرُوفِ أَبِي عُثْمَانَ لَمْ تَصِحَّ (۳)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے غزوہ ذات سلاسل کے لئے امیر لشکر بنا کر روانہ فرمایا، جب میں واپس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو میں نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! لوگوں میں سے آپ کو سب سے زیادہ پسند کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا۔ میں نے عرض کی: مردوں میں سے کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا کا باپ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اور مردوں کے نام لئے۔

نقد: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوعثمان کے بعض حروف صحیح نہیں ہیں۔

۱۔ i۔ بخاری: ۳۶۸۵ ii۔ مسلم: ۲۳۸۹ ۲۔ i۔ بخاری: ۳۶۸۲ ii۔ مسلم: ۲۳۹۲

۳۔ i۔ بخاری: ۳۶۶۲ ii۔ مسلم: ۲۳۸۴

۱۷(۸۱۱۸) أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ: أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قُبِضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَسْتَخْلِفْ قَالَتْ: وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كُنْتُ مُسْتَخْلِفًا أَحَدًا لَاسْتَخْلَفْتُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ (۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمانے تک کسی کو خلیفہ مقرر نہیں فرمایا تھا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا: اگر میں کسی کو اپنا خلیفہ نامزد کرتا، تو ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو کرتا۔

۱۸(۸۱۱۹) أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ كَانَ يَكُونُ فِي الْأُمَمِ مُحَدَّثُونَ فَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ فَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ (۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سابقہ امتوں میں محدثین تھے، میری امت کا محدث اگر کوئی ہے تو وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہے۔

۱۹(۸۱۲۰) أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، وَالْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ قَالَ: أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ هُوَ ابْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ كَانَ فِيمَا خَلَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ نَاسٌ يُحَدَّثُونَ فَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي هَذِهِ أَحَدٌ مِنْهُمْ فَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ (۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں ایسے لوگ ہوئے تھے، جنہیں محدث کہا جاتا تھا، اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہے۔

۲۰(۸۱۲۱) أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو أُمَامَةَ بْنُ سَهْلٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ، رَأَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُونَ عَلَيَّ، وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ، وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ دُونَ ذَلِكَ وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ يَجُرُّهُ قَالُوا: فَمَاذَا أَوَّلْتَ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: الدِّينَ (۴)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا، قمیص پہنے ہوئے لوگ مجھ پر پیش کیے جارہے ہیں، ان میں سے بعض کی قمیصیں سینے تک اور بعض کی اس سے بھی چھوٹی تھیں، پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پیش کیے گئے، ان کی قمیص ایسی تھی، جسے وہ گھسیٹ رہے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کی تعبیر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی تعبیر دین ہے۔

۱۔ مسلم: ۲۳۸۵ ۲۔ مسلم: ۲۳۹۸ ۳۔ بخاری: ۳۶۸۹
۴۔ i۔ بخاری: ۳۶۹۱ ii۔ مسلم: ۲۳۹۰

۲۱ (۸۱۲۲): أَخْبَرَنَا نُوحُ بْنُ حَبِيبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ أَنِّي أُتِيتُ بِقَدَحٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ حَتَّى إِنِّي أَرَى الرِّيَّ يَخْرُجُ، ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِي عُمَرَ قَالُوا: فَمَا أَوَّلْتَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: الْعِلْمَ (۱)

حضرت سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا، کہ مجھے ایک پیالہ دیا گیا ہے۔ میں نے اس سے خوب سیر ہوکر پیا، یہاں تک کہ اس کی تازگی ظاہر ہونے لگی، پھر بچا ہوا میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو دیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اس کی تعبیر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی تعبیر علم ہے۔

۲۲ (۸۱۲۳): أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ قَالَ: حَدَّثَنِي الزُّبَيْدِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِقَدَحٍ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ حَتَّى إِنِّي لَأَرَى الرِّيَّ يَجْرِي فِي أَظْفَارِي، ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِي عُمَرَ قَالُوا: فَمَا أَوَّلْتَ ذَلِكَ؟ قَالَ: الْعِلْمَ (۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: مجھے خواب میں دودھ کا پیالہ دیا گیا، میں نے اس سے پیا، یہاں تک کہ اس کی تازگی میرے ناخنوں سے ظاہر ہوئی، پھر میں نے بچا ہوا دودھ عمر رضی اللہ عنہ کو دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ اس کی تعبیر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی تعبیر علم ہے۔

۲۳ (۸۱۲۴): أَخْبَرَنَا نُصَيْرُ بْنُ الْفَرَجِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُرِيتُ أَنِّي دَخَلْتُ الْجَنَّةَ وَإِذَا قَصْرٌ أَبْيَضُ بِفِنَائِهِ جَارِيَةٌ فَقُلْتُ: لِمَنْ هَذَا يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ: هَذَا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَأَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَهُ فَأَنْظُرَ إِلَيْهِ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَكَ فَقَالَ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ أَوَ عَلَيْكَ أَغَارُ؟ (۳)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے (حالت خواب میں) اپنے آپ کو جنت میں موجود پایا۔ وہاں پر ایک انتہائی سفید خوبصورت محل ہے، اس کے ایک کونے میں ایک عورت تھی، میں نے جبریل امین علیہ السلام سے پوچھا: اے جبریل علیہ السلام! یہ کس کے لئے ہے؟ انہوں نے جواباً عرض کیا: یہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لئے ہے۔ میں نے اس محل میں داخل ہوکر اسے دیکھنے کا ارادہ کیا، تو مجھے (اے عمر رضی اللہ عنہ!) تمہاری غیرت یاد آ گئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں!! کیا میں آپ ﷺ پر بھی غیرت کرسکتا ہوں؟

۱۔ i۔ احمد، ج ۷، ص ۱۳۰ ii۔ المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۱۵۵ iii۔ المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۸۶۔۸۵

۲۔ i۔ بخاری: ۳۶۸۱ ii۔ مسلم: ۲۳۹۱

۳۔ i۔ بخاری: ۳۶۷۹ ii۔ مسلم: ۲۳۹۴

۲۴ (۸۱۲۵) أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ جَابِرٍ، وَابْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَرَأَيْتُ فِيهَا قَصْرًا أَوْ دَارًا فَقُلْتُ: لِمَنْ هَذَا؟ قَالُوا: لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَأَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَهُ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَكَ يَا أَبَا حَفْصٍ، فَلَمْ أَدْخُلْهَا فَبَكَى عُمَرُ وَقَالَ: أَوَ عَلَيْكَ أُغَارُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ (۱)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اس میں ایک محل یا گھر دیکھا، میں نے پوچھا: یہ کس کے لئے ہے؟ فرشتوں نے بتلایا: یہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لئے ہے۔ میں نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو اے ابوحفص! مجھے تمہاری غیرت یاد آ گئی، اس لئے میں داخل نہ ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رونے لگ گئے اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی غیرت کرسکتا ہوں؟

۲۵ (۸۱۲۶) أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَنَا بِقَصْرٍ مِنْ ذَهَبٍ قُلْتُ: لِمَنْ هَذَا؟ قَالُوا: لِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ، فَمَا يَمْنَعُنِي أَنْ أَدْخُلَهُ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ إِلَّا مَا أَعْلَمُ مِنْ غَيْرَتِكَ قَالَ: وَعَلَيْكَ أُغَارُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ (۲)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا، تو میں نے سونے کا ایک محل دیکھا۔ میں نے پوچھا: یہ کس کے لئے ہے؟ فرشتوں نے جواباً عرض کیا: قبیلہ قریش کے ایک آدمی کے لئے ہے، اے ابن خطاب رضی اللہ عنہ! آپ رضی اللہ عنہ کی غیرت نے مجھے اس محل میں داخل ہونے سے روک دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی غیرت کرسکتا ہوں؟

۲۶ (۸۱۲۷) أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَنَا بِقَصْرٍ مِنْ ذَهَبٍ قُلْتُ: لِمَنْ هَذَا الْقَصْرُ؟ قَالُوا: لِشَابٍّ مِنْ قُرَيْشٍ، فَظَنَنْتُ أَنِّي أَنَا هُوَ، فَقُلْتُ: وَمَنْ هُوَ؟ قَالُوا: عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ (۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا، تو میں نے سونے کا ایک محل دیکھا، میں نے پوچھا: یہ محل کس کے لئے ہے؟ فرشتوں نے جواباً عرض کیا: ایک قریشی جوان کے لئے۔ میں نے سوچا: میں ہی وہ قریشی ہوں، پھر میں نے پوچھا: وہ کون ہے؟ فرشتوں نے بتلایا: وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہے۔

۱۔ مسلم: ۲۳۹۴ ۲۔ بخاری: ۷۰۲۴

۳۔ i۔ احمد، ج ۳، ص ۱۰۷ ii۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۲، ص ۲۷ iii۔ ترمذی: ۳۶۸۸

iv۔ السنۃ لابن ابی عاصم: ۱۲۶۶ v۔ مسند ابی یعلی: ۳۸۶۰ vi۔ الجعدیات للبغوی: ۳۰۱۲

vii۔ امام حبان: ۶۸۸۷ viii۔ المختارۃ: ۲۰۶۹

۲۷(۸۱۲۸): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ(۱)

یہ روایت ایک دوسری سند عن الزبیدی عن الزہری سے بھی مروی ہے۔

۲۸(۸۱۲۹): وَأَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ إِذَا امْرَأَةٌ تَوَضَّأُ إِلَى جَانِبِ قَصْرٍ فَقُلْتُ: لِمَنْ هَذَا الْقَصْرُ؟ فَقَالُوا: لِعُمَرَ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهُ فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا فَبَكَى عُمَرُ وَهُوَ فِي الْمَجْلِسِ قَالَ: عَلَيْكَ بِأَبِي أَغَارُ يَا رَسُولَ اللهِ(۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا تو میں نے خود کو جنت میں پایا، وہاں میں نے ایک محل کے کونے میں ایک عورت کو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ میں نے پوچھا: یہ محل کس کا ہے؟ فرشتوں نے بتلایا: عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ مجھے ان کی غیرت یاد آ گئی، اس لئے واپس آ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی مجلس میں موجود تھے، آپ رونے لگ گئے اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر میرا باپ قربان ہو! کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی غیرت کر سکتا ہوں؟

۲۹(۸۱۳۰): أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْحَكَمِ، عَنْ شُعَيْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْهَادِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: اسْتَأْذَنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَعِنْدَهُ نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ يُكَلِّمْنَهُ وَيَسْتَكْثِرْنَهُ عَالِيَةً أَصْوَاتُهُنَّ، فَلَمَّا اسْتَأْذَنَ عُمَرُ تَبَادَرْنَ الْحِجَابَ فَدَخَلَ عُمَرُ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُ فَقَالَ: أَضْحَكَ اللهُ سِنَّكَ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَجِبْتُ مِنْ هَؤُلَاءِ اللَّاتِي كُنَّ عِنْدِي، فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ تَبَادَرْنَ الْحِجَابَ فَقَالَ عُمَرُ: وَأَنْتَ أَحَقُّ أَنْ يَهَبْنَ ثُمَّ قَالَ عُمَرُ: أَيْ عَدُوَّاتِ أَنْفُسِهِنَّ أَتَهَبْنَنِي وَلَمْ تَهَبْنَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قُلْنَ: نَعَمْ، أَنْتَ أَفَظُّ وَأَغْلَظُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ قَطُّ سَالِكًا فَجًّا إِلَّا سَلَكَ غَيْرَ فَجِّكَ(۳)

حضرت سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت مانگی، اس وقت انصار کی کچھ عورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی تھیں اور خوب اونچی آواز میں باتیں کر رہی تھیں۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی، تو وہ پردے میں چلی گئیں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان کو تبسم ریز رکھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ان عورتوں پر حیران ہوں جو میرے پاس تھیں، جب تمہاری آواز سنی تو وہ پردے میں چھپ گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ حق دار ہیں کہ یہ عورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈریں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اپنی جان کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتیں؟ عورتوں نے جواباً کہا: ہاں! آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت زیادہ سخت گیر اور سخت دل ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! جب شیطان تمہیں کسی راستے پر چلتے ہوئے دیکھتا ہے تو وہ اپنا راستہ بدل لیتا ہے۔

۱۔ ایضاً ۲۔ i۔ بخاری: ۳۶۸۰ ii۔ مسلم: ۲۳۹۵

۳۔ i۔ بخاری: ۳۶۸۳ ii۔ مسلم: ۲۳۹۶

۳۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے فضائل

۳۰ (۸۱۳۱): أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمِّي قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ نَافِعِ بْنِ عَبْدِ الْحَارِثِ الْخُزَاعِيَّ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي حَائِطٍ بِالْمَدِينَةِ عَلَى قُفِّ الْبِئْرِ مُدَلِّيًا رِجْلَيْهِ فَدَقَّ الْبَابَ أَبُو بَكْرٍ "فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَفَعَلَ فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَدَلَّى رِجْلَيْهِ ثُمَّ دَقَّ الْبَابَ عُمَرُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَفَعَلَ ثُمَّ دَقَّ الْبَابَ عُثْمَانُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ وَسَيَلْقَى بَلَاءً (۱)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے ایک باغ میں کنویں کے منڈیر پر پاؤں لٹکائے ہوئے تشریف فرما تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھٹکھٹایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو آنے کی اجازت دو اور جنت کی خوشخبری دو، پس حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھولا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جنت کی خوشخبری دی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور اپنے پاؤں کنویں میں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھٹکھٹایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو آنے کی اجازت دو اور جنت کی خوشخبری دو۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھولا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جنت کی خوشخبری دی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھٹکھٹایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو آنے کی اجازت دو اور جنت کی خوشخبری سناؤ اور عنقریب آزمائش میں مبتلا ہونے کا بھی بتلاؤ۔

۳۱ (۸۱۳۲): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ نَافِعِ بْنِ عَبْدِ الْحَارِثِ الْخُزَاعِيِّ قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَائِطًا مِنْ حَوَائِطِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ لِبِلَالٍ: أَمْسِكْ عَلَيَّ الْبَابَ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَاسْتَأْذَنَ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقُفِّ مَادًّا رِجْلَيْهِ فَجَاءَ بِلَالٌ فَقَالَ: هَذَا أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ فَقَالَ: ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَجَاءَ فَجَلَسَ وَدَلَّى رِجْلَيْهِ عَلَى الْقُفِّ مَعَهُ ثُمَّ ضَرَبَ الْبَابَ فَجَاءَ بِلَالٌ فَقَالَ: هَذَا عُمَرُ يَسْتَأْذِنُ قَالَ: ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ قَالَ: فَجَاءَ فَجَلَسَ مَعَهُ عَلَى الْقُفِّ وَدَلَّى رِجْلَيْهِ ثُمَّ ضَرَبَ الْبَابَ فَجَاءَ بِلَالٌ فَقَالَ: هَذَا عُثْمَانُ يَسْتَأْذِنُ قَالَ: ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ وَمَعَهَا بَلَاءٌ (۲)

حضرت نافع بن عبدالحارث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے باغات میں سے ایک باغ میں داخل ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا: دروازے کو بند کر دو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آکر داخل ہونے کی اجازت مانگی، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منڈیر پر دونوں پاؤں لٹکائے تشریف فرما تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آکر بتلایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دروازے پر اجازت مانگ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو آنے دو اور جنت کی خوشخبری دو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منڈیر پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ دروازہ دوبارہ کھٹکھٹایا گیا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے اور بتلایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اجازت مانگ رہے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو آنے دو اور

۱۔ i۔ احمد، ج ۴، ص ۴۰۷ ii۔ الادب المفرد للبخاری: ۱۱۹۵

۲۔ i۔ احمد، ج ۳، ص ۴۰۸ ii۔ ابی داؤد: ۵۱۸۸ iii۔ السنۃ لابن ابی عاصم: ۱۱۴۷

جنت کی خوشخبری دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ منڈیر پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ دروازہ پھر کھٹکھٹایا گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آکر بتلایا: کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اجازت مانگ رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں آنے دو اور جنت کی خوشخبری کے ساتھ ساتھ آزمائش کا بھی بتلاؤ۔

۳۲(۸۱۳۳): أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَاللَّفْظُ لَهُ عَنْ يَحْيَى، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ غِيَاثٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَائِطٍ، فَاسْتَفْتَحَ رَجُلٌ "فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَفَتَحْتُ لَهُ وَبَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ فَإِذَا أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ اسْتَفْتَحَ آخَرُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَإِذَا عُمَرُ، ثُمَّ اسْتَفْتَحَ آخَرُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلَى بَلْوَى فَفَتَحْتُ وَبَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ وَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي قَالَ قَالَ: اللهُ الْمُسْتَعَانُ(۱)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف فرما تھے، ایک آدمی نے دروازہ کھٹکھٹایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دروازہ کھولو اور جنت کی خوشخبری دو، میں نے دروازہ کھولا اور جنت کی خوشخبری دی، حضرت ابوبکر صدیق دروازے پر تھے۔ دوسری دفعہ دروازہ کھٹکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دروازہ کھولو اور جنت کی خوشخبری دو۔ اس دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دروازے پر موجود تھے۔ تیسری دفعہ دروازہ کھٹکا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دروازہ کھولو اور جنت کی خوشخبری دو، ساتھ آزمائش کا بھی بتلاؤ، میں نے دروازہ کھولا، جنت کی خوشخبری دی اور ساتھ آزمائش کا بھی بتلایا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ مدد فرمانے والا ہے۔

۳۳(۸۱۳۴): أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ(۲)

یہ حدیث دوسرے طریق عبید اللہ بن سعد، انا یحیٰ، ثنا ابن ابی عروبۃ سے بھی مروی ہے۔

۳۴(۸۱۳۵): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ وَهُوَ ابْنُ زُرَيْعٍ، وَيَحْيَى قَالَا: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ أُحُدًا وَمَعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ وَقَالَ: اثْبُتْ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ، وَصِدِّيقٌ، وَشَهِيدَانِ اللَّفْظُ لِعَمْرٍو(۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے، اچانک پہاڑ جھومنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے پہاڑ! رک جا، تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

نوٹ: روایت کے الفاظ حضرت عمرو بن علی کے ہیں۔

۱۔ i۔ بخاری: ۳۶۹۵ ii۔ مسلم: ۲۴۰۳ ۲۔ ایضاً
۳۔ بخاری: ۳۶۷۵

۳۵(۸۱۳۶): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ: مَنْ رَأَى مِنْكُمْ رُؤْيَا؟ فَقَالَ رَجُلٌ: أَنَا رَأَيْتُ مِيزَانًا نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ، فَوُزِنْتَ أَنْتَ وَأَبُو بَكْرٍ فَرَجَحْتَ أَنْتَ بِأَبِي بَكْرٍ، ثُمَّ وُزِنَ عُمَرُ وَأَبُو بَكْرٍ فَرَجَحَ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ وُزِنَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَحَ عُمَرُ، ثُمَّ رُفِعَ الْمِيزَانُ فَرَأَيْتُ الْكَرَاهِيَةَ فِي وَجْهِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۱)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم میں سے کسی شخص نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ ایک شخص نے بتلایا: میں نے آسمان سے اترتا ایک ترازو دیکھا، اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پلڑا بھاری تھا۔ پھر حضرت عمر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کا وزن کیا گیا، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری تھا، پھر حضرت عثمان اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری تھا۔ پھر ترازو اٹھالیا گیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے۔

فصل ۴: حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل

۳۶(۸۱۳۷): أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ، عَنْ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَمْزَةَ مَوْلَى الْأَنْصَارِ قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ يَقُولُ: أَوَّلُ مَنْ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: فِي مَوْضِعٍ آخَرَ: أَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ عَلِيٌّ (۲)"

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس شخص نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، دوسری روایت کے مطابق: جو سب سے پہلے ایمان لایا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

۳۷(۸۱۳۸): أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ، عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ: لَمَّا غَزَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوكَ خَلَّفَ عَلِيًّا بِالْمَدِينَةِ فَقَالُوا فِيهِ مَلَّهُ وَكَرِهَ صُحْبَتَهُ فَتَبِعَ عَلِيٌّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى لَحِقَهُ بِالطَّرِيقِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ خَلَّفْتَنِي بِالْمَدِينَةِ مَعَ الذَّرَارِيِّ وَالنِّسَاءِ حَتَّى قَالُوا: مَلَّهُ وَكَرِهَ صُحْبَتَهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَلِيُّ إِنَّمَا خَلَّفْتُكَ عَلَى أَهْلِي، أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى غَيْرَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي (۳)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غزوہ تبوک کا ارادہ فرمایا: تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں خلیفہ بنایا، بعض لوگوں نے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا اور ان کی سنگت کو ناپسند فرمایا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو راستے میں آکر ملے اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بچوں اور عورتوں میں مدینہ منورہ میں رہنے دیا اور بعض لوگ کہتے ہیں: اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ دیا ہے اور اس کی سنگت کو ناپسند کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! میں نے تجھے اپنے اہل و عیال میں

۱۔ i۔ابی داؤد: ۴۶۳۴ ii۔ترمذی: ۲۲۸۷ iii۔الحاکم، ج ۳، ص ۷۱

۲۔ i۔احمد، ج ۴، ص ۳۷۱، ۳۶۸ ii۔ترمذی: ۳۷۳۵ iii۔المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۱۴۷

۳۔ مسلم: ۲۴۰۴

چھوڑا ہے، کیا تو اس بات پر راضی نہیں! کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۳۸(۸۱۳۹): أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ دِينَارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى (۱)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تم میرے لئے ایسے ہی ہے، جیسے حضرت موسیٰ کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔

۳۹(۸۱۴۰): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ الْمَاجِشُونُ أَبُو سَلَمَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ: سَأَلْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ، فَهَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِعَلِيٍّ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ مَعِي أَوْ بَعْدِي نَبِيٌّ؟ قَالَ: نَعَمْ، سَمِعْتُهُ قُلْتُ: أَنْتَ سَمِعْتَهُ فَأَدْخَلَ إِصْبَعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ قَالَ: نَعَمْ وَإِلَّا فَاسْتَكَّتَا (۲)

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ سنا ہے: تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، سوائے اس کے کہ بے شک میرے ساتھ یا میرے بعد کوئی نبی نہیں؟ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں میں نے سنا ہے۔ میں نے دوبارہ پوچھا: کیا آپ رضی اللہ عنہ نے سنا ہے؟ انہوں نے کانوں میں انگلیاں رکھ کر کہا: ہاں، یہاں تک کہ ہم دونوں خاموش ہو گئے۔

۴۰(۸۱۴۱): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ قَالَ: خَلَّفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ تُخَلِّفُنِي فِي النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ فَقَالَ: أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى غَيْرَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي (۳)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو (مدینہ منورہ میں) چھوڑا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ دیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں! کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۱۔ ایضاً ۲۔ ایضاً

۳۔ i۔ بخاری: ۴۴۱۶ ii۔ مسلم: ۲۴۰۴

۴۱(۸۱۴۲): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ بْنَ سَعْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لِعَلِيٍّ: أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى؟(۱)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے؟

۴۲(۸۱۴۳): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى الْجُهَنِيُّ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ عَلِيٍّ، فَقَالَ لَهَا رَفِيقِي: عِنْدَكِ شَيْءٌ عَنْ وَالِدِكِ مُثْبَتٌ قَالَتْ: حَدَّثَتْنِي أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى، إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي(۲)

حضرت موسیٰ جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، میں نے فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہا سے کہا میری مدد کیجئے؟ کیا تمہارے پاس اپنے والد کے حوالے سے کوئی ثبت چیز ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تم میرے لئے اسی طرح ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۴۳(۸۱۴۴): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كُنْتُ وَلِيَّهُ فَعَلِيٌّ وَلِيُّهُ(۳)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں ولی ہو، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے ولی ہیں۔

۴۴(۸۱۴۵): أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ سَيْفٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي غَنِيَّةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عَلِيٍّ إِلَى الْيَمَنِ، فَرَأَيْتُ مِنْهُ جَفْوَةً فَقَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْتُ عَلِيًّا فَتَنَقَّصْتُهُ فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَغَيَّرُ وَجْهُهُ قَالَ: يَا بُرَيْدَةُ أَلَسْتُ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ قُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ(۴)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن گیا، اس دوران مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کچھ شکایت ہوئی، جب میں واپس آیا، تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تنقیص پر مبنی گفتگو کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور رنگ متغیر ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بریدہ رضی اللہ عنہ! کیا میں مومنوں کی جانوں سے بھی قریب نہیں ہوں؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں، اس کا علی رضی اللہ عنہ مولا ہے۔

۱۔ i۔بخاری:۳۷۰۶ ii۔مسلم:۲۴۰۴

۲۔ احمد،ج۶،ص۳۶۹

۳۔ i۔مصنف ابن ابی شیبۃ،ج۱۲،ص۵۷ ii۔احمد،ج۵،ص۳۵۰ iii۔السنۃ لابن ابی عاصم:۱۳۵۴ iv۔ابن حبان:۶۹۳۰ v۔والحاکم،ج۲،ص۱۳۰۔۱۲۹

۴۔ i۔مصنف ابن ابی شیبۃ،ج۱۲،ص۸۳،۴۸ ii۔احمد،ج۵،ص۳۴۷ iii۔المستدرک للحاکم،ج۳،ص۱۱۰

۴۵ (۸۱۴۶): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ، وَهُوَ ابْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ عَلِيًّا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ بَعْدِي (۱)

حضرت عمران حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے۔

۴۶ (۸۱۴۷): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي حُبْشِيُّ بْنُ جُنَادَةَ السَّلُولِيُّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلِيٌّ مِنِّي، وَأَنَا مِنْهُ وَلَا يُؤَدِّي عَنِّي إِلَّا أَنَا أَوْ عَلِيٌّ (۲)

حضرت حبشی بن جنادہ سلولی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں، میری ذمہ داری میں خود ہی ادا کروں گا یا علی رضی اللہ عنہ ادا کریں گے۔

۴۷ (۸۱۴۸): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: لَمَّا رَجَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَنَزَلَ غَدِيرَ خُمٍّ أَمَرَ بِدَوْحَاتٍ فَقُمِمْنَ ثُمَّ قَالَ: "كَأَنِّي قَدْ دُعِيتُ فَأَجَبْتُ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ، أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ: كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي، فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخْلُفُونِي فِيهِمَا؟ فَإِنَّهُمَا لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ" ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللهَ مَوْلَايَ وَأَنَا وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ فَقَالَ: مَنْ كُنْتُ وَلِيَّهُ فَهَذَا وَلِيُّهُ اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ فَقُلْتُ لِزَيْدٍ: سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا كَانَ فِي الدَّوْحَاتِ رَجُلٌ إِلَّا رَآهُ بِعَيْنِهِ وَسَمِعَ بِأُذُنِهِ (۳)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے لوٹے اور غدیر خم پر قیام فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائبان لگانے کا حکم دیا۔ وہ لگا دیئے گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے لگتا ہے عنقریب مجھے بلاوا آنے کو ہے، جسے میں قبول کرلوں گا۔ بے شک میں تم میں دو اہم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ جو ایک دوسرے سے بڑھ کر اہمیت کی حامل ہیں۔ اللہ کی کتاب اور میری عترت۔ غور کرو! میرے بعد تم ان دونوں کے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی، حتیٰ کہ حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ میرا مولا ہے اور میں ہر مومن کا مولا ہوں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: جس کا میں مولیٰ ہوں، اس کا یہ مولیٰ ہے۔ اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! جو اسے دوست رکھے، تو اسے دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے، تو اس سے عداوت رکھ۔ راوی کہتے ہیں: میں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور فرمایا: سائبانوں میں کوئی ایسا شخص نہیں تھا، جس نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا ہو اور یہ الفاظ اپنے کانوں سے نہ سنے ہوں۔

۱۔ i۔ مسند الطیالسی: ۸۲۹ ii۔ احمد، ج ۴، ص ۴۳۸۔ ۴۳۷ iii۔ ترمذی: ۳۷۱۲ iv۔ الحاکم، ج ۳، ص ۱۱۱۔ ۱۱۰ v۔ ابن حبان: ۶۹۲۹

۲۔ i۔ احمد، ج ۴، ص ۱۶۴

۳۔ i۔ احمد، ج ۱، ص ۱۱۸ ii۔ السنۃ لابن ابی عاصم: ۱۳۶۵ iii۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۱۱۸

۴۸ (۸۱۴۹) أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: لَأُعْطِيَنَّ هَذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللهُ عَلَى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ يُعْطَاهَا قَالَ: أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالُوا: هُوَ يَا رَسُولَ اللهِ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ قَالَ: فَأَرْسِلُوا إِلَيْهِ فَأُتِيَ بِهِ فَبَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ فَبَرَأَ حَتَّى كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ، فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيٌّ: يَا رَسُولَ اللهِ أُقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا قَالَ: انْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ، فَوَاللهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللهُ بِكَ رَجُلًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ (۱)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر کے دن فرمایا: کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا، وہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس شخص سے محبت کرتے ہیں، اگلی صبح تمام لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، یہ امید رکھے ہوئے کہ جھنڈا انہیں عطا کیا جائے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کدھر ہیں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! حضرت علی رضی اللہ عنہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور ان کو لے کر آؤ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لایا گیا، آپ ﷺ نے لعاب دھن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر لگایا اور ان کے لئے دعا کی۔ وہ اسی وقت صحت یاب ہو گئے، جیسا کہ وہ کبھی اس بیماری میں مبتلا ہی نہیں ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں ان سے جہاد کروں گا، یہاں تک کہ وہ ہماری طرح مسلمان ہو جائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نرمی کے ساتھ روانہ ہو، جب تم ان کے ساتھ میدان میں اترو، تو انہیں اسلام کی دعوت دینا۔ اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے تمہاری وجہ سے کسی ایک شخص کو بھی ہدایت عطا کر دی، تو وہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔

۴۹ (۸۱۵۰) أَخْبَرَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ أَوْ قَالَ: يُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ فَدَعَا عَلِيًّا وَهُوَ أَرْمَدُ فَفَتَحَ اللهُ عَلَى يَدَيْهِ (۲)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے، یا فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ آشوب چشم میں مبتلا تھے، اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذریعے فتح عطا فرمائی۔

۱۔ i۔ بخاری: ۳۷۰۱ ii۔ مسلم: ۲۴۰۶
۲۔ المعجم الکبیر للطبرانی: ۵۹۴

۵۰ (۸۱۵۱): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأَدْفَعَنَّ الرَّايَةَ الْيَوْمَ إِلَى رَجُلٍ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ فَتَطَاوَلَ الْقَوْمُ فَقَالَ: أَيْنَ عَلِيٌّ؟ قَالُوا: يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ فَدَعَا بِهِ فَبَزَقَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي كَفَّيْهِ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا عَيْنَيْ عَلِيٍّ وَدَفَعَ إِلَيْهِ الرَّايَةَ فَفَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ يَوْمَئِذٍ (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آج جھنڈا اس شخص کو دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انتظار کرنے لگے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: علی کدھر ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دھن ہتھیلیوں پر ڈال کر، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھوں پر لگا دیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح عطا فرمائی۔

۵۱ (۸۱۵۲): قَرَأْتُ عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ، مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ وَلَمْ يَقُلْ مَرَّةً عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ قَوْمٌ جُلُوسٌ، فَدَخَلَ عَلِيٌّ، فَلَمَّا دَخَلَ خَرَجُوا، فَلَمَّا خَرَجُوا تَلَاوَمُوا فَقَالُوا: وَاللهِ مَا أَخْرَجَنَا وَأَدْخَلَهُ فَرَجَعُوا فَدَخَلُوا فَقَالَ: وَاللهِ مَا أَنَا أَدْخَلْتُهُ وَأَخْرَجْتُكُمْ، بَلِ اللهُ أَدْخَلَهُ وَأَخْرَجَكُمْ (۲)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے اسی اثناء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ داخل ہوئے، باقی لوگ باہر چلے گئے۔ جب وہ باہر نکلے تو ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور کہنے لگے: اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نہیں نکالا اور نہ ہی حضرت رضی اللہ عنہ کو داخل کیا ہے؟، تمام لوگ لوٹ کر واپس آ گئے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو داخل کیا ہے اور نہ ہی تمہیں باہر نکالا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو داخل کیا ہے اور تمہیں باہر نکالا ہے۔

۵۲ (۸۱۵۳): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ إِنَّهُ لَعَهْدُ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ إِلَيَّ، أَنْ لَا يُحِبَّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضَنِي إِلَّا مُنَافِقٌ (۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: اس رب کی قسم! جو دانے کو پھاڑنے والا اور روح کو بالیدگی عطا کرنے والا ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ: مجھ سے ہر مومن محبت کرے گا اور مجھ سے بغض رکھنے والا ہر شخص منافق ہوگا۔

۱۔ i۔ مصنف ابن ابی شیبۃ، ج ۱۲، ص ۶۹　ii۔ مسند اسحاق بن راہویۃ: ۲۰۹　iii۔ ابن حبان: ۶۹۳۳

۲۔ i۔ مسند البزار، کشف الاستار: ۲۵۵۶　ii۔ طبقات المحدثین باصبہان لابی الشیخ: ۱۶۵　iii۔ تاریخ اصبہان لابی نعیم، ج ۲، ص ۱۷۷

iv۔ تاریخ بغداد للخطیب، ج ۳، ص ۲۲۰۔ ۲۱۹

۳۔ مسلم: ۷۸

۵۳(۸۱۵۴): وَفِيمَا قَرَأَ عَلَيْنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، عَنْ هُشَيْمٍ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يُقْسِمُ قَسَمًا أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي الَّذِينَ تَبَارَزُوا يَوْمَ بَدْرٍ حَمْزَةَ وَعَلِيٍّ، وَعُبَيْدَةَ بْنِ الْحَارِثِ وَعُتْبَةَ وَشَيْبَةَ ابْنَا رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ(۱)

حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو قسمیں اٹھا کر بیان کرتے ہوئے ہے کہ: یہ آیات ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، جنہوں نے غزوہ بدر کے دن مقابلہ کیا: ان میں (مسلمانوں کی طرف سے) حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم تھے اور (کفار مکہ کی طرف سے) عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ تھے۔

فصل ۵: حضرت ابوبکر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے فضائل:

۵۴(۸۱۵۵): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ جُمْهَانَ عَنْ سَفِينَةَ مَوْلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْخِلَافَةُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُونَ سَنَةً ثُمَّ مُلْكًا بَعْدَ ذَلِكَ قَالَ: فَحَسَبْنَا فَوَجَدْنَا أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيًّا(۲)

حضرت سفینہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں خلافت تیس سال تک ہوگی، اس کے بعد بادشاہت ہوگی۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمارے مطابق اس سے مراد حضرت ابوبکر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا زمانہ خلافت ہے۔

۵۵(۸۱۵۶): أَخْبَرَنَا عُبَيْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَالْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا عَنْ حُسَيْنٍ، عَنْ زَائِدَةَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنِ الْحُرِّ بْنِ صَيَّاحٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَخْنَسِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: اهْتَزَّ حِرَاءٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اثْبُتْ حِرَاءُ، فَلَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ، أَوْ صِدِّيقٌ، أَوْ شَهِيدٌ وَعَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَأَنَا(۳)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حراء پہاڑ جھومنے لگا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حراء ٹھہر جا! تیرے اوپر نبی ہے یا صدیق ہے یا شہید ہیں۔ اس وقت حراء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور میں (حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ) موجود تھے۔

۱۔ i۔ بخاری: ۳۹۶۵ ii۔ مسلم: ۳۰۳۳

۲۔ i۔ المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۶ ii۔ الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم: ۱۴۰ iii۔ الشریعۃ للآجری: ۱۱۷۸

۳۔ i۔ مصنف ابن ابی شیبۃ، ج ۱۲، ص ۱۵ ii۔ مسند الشاشی: ۱۹۲،۱۹۴،۱۹۵ iii۔ واخرجہ ابوداؤد: ۴۶۴۹ iv۔ ترمذی: ۳۷۵۷

۶۔ حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل

۵۶ (۸۱۵۷): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: مَا احْتَذَى النِّعَالَ وَلَا رَكِبَ الْكُورَ وَلَا رَكِبَ الْمَطَايَا وَلَا وَطِئَ التُّرَابَ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ مِنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: جوتا پہننے، سوار ہونے، اونٹنی پر بیٹھنے اور پیدل چلنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی شخص نہیں ہے۔

۵۷ (۸۱۵۸): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ عَامِرٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا سَلَّمَ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ ذِي الْجَنَاحَيْنِ (۲)

حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب بھی عبداللہ بن جعفر کو سلام کرتے تو یہ الفاظ کہتے: السلام علیك یا ابن ذی الجناحین تم پر سلامتی ہو، اے دو پروں والے کے بیٹے

۵۸ (۸۱۵۹): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ نُعَيْمٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: أَبِي، أَخْبَرَنَا قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ شَيْبَانَ عَنْ خَالِدِ بْنِ سُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَأَمَرَ الْمُنَادِيَ أَنْ يُنَادِيَ الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَابَ خَيْرٌ، ثَابَ خَيْرٌ، ثَابَ خَيْرٌ، أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنْ جَيْشِكُمْ هَذَا الْغَازِي؟ إِنَّهُمُ انْطَلَقُوا حَتَّى إِذَا لَقُوا الْعَدُوَّ، لَكِنَّ زَيْدًا أُصِيبَ شَهِيدًا فَاسْتَغْفِرُوا لَهُ ثُمَّ أَخَذَ اللِّوَاءَ جَعْفَرٌ فَشَدَّ عَلَى الْقَوْمِ فَقُتِلَ شَهِيدًا أَنَا أَشْهَدُ لَهُ بِالشَّهَادَةِ فَاسْتَغْفِرُوا لَهُ ثُمَّ أَخَذَ اللِّوَاءَ عَبْدُ اللهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَأَثْبَتَ قَدَمَيْهِ حَتَّى أُصِيبَ شَهِيدًا فَاسْتَغْفِرُوا لَهُ ثُمَّ أَخَذَ اللِّوَاءَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ وَلَمْ يَكُنْ مِنَ الْأُمَرَاءِ فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَبْعَيْهِ وَقَالَ: اللَّهُمَّ هَذَا سَيْفٌ مِنْ سُيُوفِكَ فَانْتَصِرْ بِهِ فَيَوْمَئِذٍ سُمِّيَ خَالِدٌ سَيْفَ اللهِ (۳)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور منادی کو ندا کا حکم دیا، اس نے آواز دی: الصلوة جامعة (اکٹھے ہو جاؤ)۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبر سنو (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ تین دفعہ ادا فرمائے)! میں تمہیں تمہارے غازی لشکر کے بارے میں بتلاتا ہوں، بے شک وہ (مسلمان فوج) روانہ ہوئے، یہاں تک کہ ان کی دشمن سے مڈبھیڑ ہوئی، سب سے پہلے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہادت نصیب ہوئی تم ان کے لیے بخشش کی دعا کرو۔ پھر علم حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اٹھا لیا، وہ بڑی دلیری کے ساتھ دشمن سے لڑے، انہیں بھی شہید کر دیا گیا، میں ان کی شہادت کی گواہی دیتا ہوں، تم ان کی لیے بھی بخشش کی دعا کرو۔ پھر علم حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اٹھا لیا، وہ بڑے ثابت قدم رہے، یہاں تک کہ انہیں بھی شہادت نصیب ہوئی، پس تم ان کے لئے بھی طلب

۱۔ i۔ احمد، ج ۲، ص ۴۱۳ ii۔ ترمذی: ۳۷۶۴ iii۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۲۰۹، ۴۱
iv۔ المعجم الاوسط للطبرانی: ۷۰۶۹
۲۔ بخاری: ۳۷۰۹
۳۔ i۔ احمد، ج ۵، ص ۳۰۱۔ ۳۰۰۔ ۲۹۹ ii۔ السنن الکبیر للبیہقی، ج ۴، ص ۳۶۸۔ ۳۶۷ iii۔ ابن حبان: ۷۰۴۸

مغفرت کرو۔ پھر علم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اٹھالیا، حالانکہ وہ امراء لشکر میں سے نہ تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کو بلند کر کے یہ دعا مانگی: اے اللہ تعالیٰ! یہ تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے، تو اس کی مدد فرما۔ اس دن سے حضرت خالد بن ولید سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کے لقب سے مشہور ہوئے۔

۵۹ (۸۱۶۰): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي يَعْقُوبَ يُحَدِّثُ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْهَلَ آلَ جَعْفَرٍ ثَلَاثًا أَنْ يَأْتِيَهُمْ ثُمَّ أَتَاهُمْ فَقَالَ: لَا تَبْكُوا أَخِي بَعْدَ الْيَوْمِ ثُمَّ قَالَ: ايتُونِي بِبَنِي أَخِي فَجِيءَ بِنَا كَأَنَّا أَفْرَاخٌ فَأَمَرَ بِحَلْقِ رُءُوسِنَا "ثُمَّ قَالَ: أَمَّا مُحَمَّدٌ فَشَبِيهُ عَمِّنَا أَبِي طَالِبٍ وَأَمَّا عَبْدُ اللهِ فَشَبِيهُ خَلْقِي وَخُلُقِي ثُمَّ أَخَذَ بِيَدَيَّ ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ اخْلُفْ جَعْفَرًا فِي أَهْلِهِ وَبَارِكْ لِعَبْدِ اللهِ فِي صَفْقَةِ يَمِينِهِ اللَّهُمَّ اخْلُفْ جَعْفَرًا فِي أَهْلِهِ وَبَارِكْ لِعَبْدِ اللهِ فِي صَفْقَةِ يَمِينِهِ اللَّهُمَّ اخْلُفْ جَعْفَرًا فِي أَهْلِهِ وَبَارِكْ لِعَبْدِ اللهِ فِي صَفْقَةِ يَمِينِهِ (۱)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تک آل جعفر کے گھر تشریف نہ لے گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اور فرمایا: آج کے بعد میرے بھائی پر نہ رونا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: میرے بھائی کے بیٹوں کو میرے پاس لاؤ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے دونوں بیٹے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غمگین حالت میں آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سروں کے مونڈھنے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا: محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ میرے چچا ابو طالب کی شبیہ ہیں اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ صورت اور سیرت میں میری شبیہ ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے ہاتھوں کو پکڑ کر دعا کی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! تو جعفر کے گھر والوں کے لئے قائم مقام بن جا اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے سودے میں برکت عطا فرما (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تین مرتبہ فرمائی)

۷۔ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے فضائل

۶۰ (۸۱۶۱): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: إِنِّي مَعَ أَبِي بَكْرٍ حِينَ مَرَّ عَلَى الْحَسَنِ فَوَضَعَهُ عَلَى عُنُقِهِ ثُمَّ قَالَ: بِأَبِي شَبِيهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا شَبِيهٌ عَلِيٍّ، وَعَلِيٌّ مَعَهُ فَجَعَلَ يَضْحَكُ (۲)

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، اسی اثنا میں وہاں سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ گذرے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو گردن سے پکڑا اور فرمایا: مجھے میرے باپ کی قسم! آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شبیہ نہیں ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے، آپ رضی اللہ عنہ مسکرانے لگ گئے۔

۱۔ i۔ احمد، ج ۱، ص ۲۰۵۔۲۰۴ ii۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۴، ص ۳۷۔۳۶ iii۔ ابوداؤد: ۴۱۹۲
iv۔ ریاض الصالحین للنووی: ۱۶۴۴

۲ بخاری: ۳۷۵۰

۶۱ (۸۱۶۲): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو جُحَيْفَةَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يُشْبِهُهُ (۱)

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شباہت تھی۔

۶۲ (۸۱۶۳): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ قَالَ: حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَسَنُ عَلَى عَاتِقِهِ وَهُوَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّ هَذَا فَأَحِبَّهُ (۲)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھایا ہوا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرما رہے تھے: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت فرما۔

۶۳ (۸۱۶۴): أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْحَسَنِ: اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ (۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ! میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت فرما اور جو حسن سے محبت کرے، تو اس سے بھی محبت فرما۔

۶۴ (۸۱۶۵): أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ أَشْعَثَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي أَنَسًا قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " يَخْطُبُ وَالْحَسَنُ عَلَى فَخِذِهِ فَيَتَكَلَّمُ مَا بَدَا لَهُ ثُمَّ يُقْبِلُ عَلَيْهِ فَيُقَبِّلُهُ فَيَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ قَالَ وَيَقُولُ: إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنْ أُمَّتِي (۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: میں نے دیکھا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک میں تھے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کچھ بات کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف چہرہ مبارک کر کے ان کا بوسہ لیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ! میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت فرما۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: مجھے یقین ہے کہ اس کے ذریعے سے میری امت کے دو گروہوں میں صلح ہو گی۔

۶۵ (۸۱۶۶): أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْتَضِنٌ الْحَسَنَ وَيَقُولُ: إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ عَلَى يَدَيْهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ (۵)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو گود میں لیا ہوا تھا اور فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے دو مسلمان گروہوں میں صلح کروائے گا۔

۱۔ i۔ بخاری: ۳۵۴۴   ii۔ مسلم: ۲۳۴۳

۲۔ i۔ بخاری: ۳۷۴۹   ii۔ مسلم: ۲۴۲۲

۳۔ مسلم: ۲۴۲۱

۴۔ i۔ ابوداؤد: ۴۶۶۲   ii۔ ترمذی: ۳۷۷۳   iii۔ بخاری: ۳۶۲۹

۵۔ بخاری: ۳۷۴۶، ۲۷۰۴

۶۶ (۸۱۶۷): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَعْنِي أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: دَخَلْتُ أَوْ رُبَّمَا دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يَتَقَلَّبَانِ عَلَى بَطْنِهِ قَالَ: وَيَقُولُ: رَيْحَانَتَيَّ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ(۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا یا اکثر حاضر ہوتا تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم مبارک پر کھیل رہے تھے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دونوں اس امت کے پھول ہیں۔

۶۷ (۸۱۶۸): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الْجَحَّافِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَحَبَّهُمَا فَقَدْ أَحَبَّنِي، وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ(۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے حسن اور حسین سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

۶۸ (۸۱۶۹): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ آدَمَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ مَرْوَانَ عَنِ الْحَكَمِ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي نُعْمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا ابْنَيِ الْخَالَةِ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ وَيَحْيَى بْنَ زَكَرِيَّا(۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جنت کے جوانوں کے سردار ہیں: سوائے دو خالہ زاد بھائیوں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے۔

۶۹ (۸۱۷۰): أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فَإِذَا سَجَدَ وَثَبَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَى ظَهْرِهِ فَإِذَا أَرَادُوا أَنْ يَمْنَعُوهُمَا أَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنْ دَعُوهُمَا فَلَمَّا صَلَّى وَضَعَهُمَا فِي حِجْرِهِ ثُمَّ قَالَ: مَنْ أَحَبَّنِي فَلْيُحِبَّ هَذَيْنِ(۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت سجدہ میں گئے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دونوں کو روکنے کا ارادہ کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے صحابہ کرام کو منع کر دیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل فرمائی، تو دونوں کو اپنی گود مبارک میں بٹھالیا اور فرمایا: جو مجھ سے محبت کرتا ہے، اس پر ان دونوں کی محبت لازم ہے۔

۱۔ i۔ احمد، ج ۲، ص ۸۵ ii۔ بخاری: ۳۷۵۳ iii۔ ترمذی: ۳۷۷۰

۲۔ i۔ ابن ماجہ: ۱۴۳ ii۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۳، ص ۴۸ iii۔ المستدرک علی الصحیحین للحاکم، ج ۳، ص ۱۸۷

۳۔ i۔ احمد، ج ۳، ص ۸۲، ۶۴، ۸۰، ۶۲، ۳ ii۔ ترمذی: ۳۷۶۸ iii۔ المستدرک، ج ۳، ص ۱۶۷، ۱۶۶ iv۔ ابن حبان: ۶۹۵۹

۴۔ i۔ مسند ابن ابی شیبۃ: ۳۹۷ ii۔ مسند الشاشی: ۷۳۸ iii۔ مسند ابی یعلی: ۵۰۱۷ iv۔ مسند البزار: ۱۸۳۴ v۔ ابن خزیمہ: ۸۸۷

۷۰ (۸۱۷۱): أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ التَّيْمِيِّ، وَأَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ قَزَعَةَ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حَبِيبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا التَّيْمِيُّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُنِي وَالْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ فَيَقُولُ: اللَّهُمَّ أَحِبَّهُمَا فَإِنِّي أُحِبُّهُمَا (۱)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو اٹھایا ہوا تھا اور یہ دعا فرمائی: اے اللہ تعالیٰ! تو ان دونوں سے محبت فرما، کیونکہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔

۸۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

۷۱ (۸۱۷۲): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عِبَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يُقْسِمُ: لَقَدْ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ) (الحج: ۱۹) فِي عَلِيٍّ وَحَمْزَةَ وَعُبَيْدَةَ بْنِ الْحَارِثِ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ اخْتَصَمُوا يَوْمَ بَدْرٍ" (۲)

حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو قسم اٹھا کر بیان کرتے ہوئے سنا: "دو فریق جو اپنے رب کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں۔" یہ آیت مبارکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ، حضرت عبیدہ بن حارث (مسلمان گروہ) اور شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ (کفار مکہ کا گروہ) کے بارے میں نازل ہوئی، جو کہ بدر کے دن جھگڑے تھے۔

۹۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے فضائل

۷۲ (۸۱۷۳): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى، أَنَّهُ سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، يَقُولُ: أَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْعَبَّاسَ مِنِّي، وَأَنَا مِنْهُ (۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک حضرت عباس رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

۷۳ (۸۱۷۴): أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ التَّيْمِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا نَافِعٌ أَبُو سُهَيْلٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: هَذَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَجْوَدُ قُرَيْشٍ كَفًّا وَأَوْصَلُهَا (۴)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: یہ عباس بن عبدالمطلب ہیں، جو قبیلہ قریش سے، بہت سخی، آبرو اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔

۱۔ بخاری: ۳۷۴۷

۲۔ i۔ بخاری: ۴۷۴۳ ii۔ مسلم: ۳۰۳۳

۳۔ i۔ احمد، ج ۱، ص ۳۰۰ ii۔ ترمذی: ۳۷۵۹ iii۔ الطبقات الکبریٰ، ج ۴، ص ۲۴۔۲۳ iv۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۳۲۹، ۳۲۵

۴۔ i۔ احمد، ج ۱، ص ۱۸۵ ii۔ المعرفۃ والتاریخ للفسوی، ج ۱، ص ۵۰۲ iii۔ المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۹۴۷ iv۔ المستدرک، ج ۳، ص ۳۲۹، ۳۲۸ v۔ ابن حبان: ۷۰۵۲

۷۴(۸۱۷۵): أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ: أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّيْمِيِّ يَحْيَى بْنِ سَعِيدِ بْنِ حَيَّانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ حَيَّانَ قَالَ: انْطَلَقْتُ أَنَا وَحُصَيْنُ بْنُ سَمْرَةَ بْنِ عُمَرَ بْنِ مُسْلِمٍ، إِلَى زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ فَجَلَسْنَا إِلَيْهِ فَقَالَ حُصَيْنٌ: يَا زَيْدُ حَدِّثْنَا مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَا شَهِدْتَ مَعَهُ قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَاءٍ يُدْعَى خُمًّا فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَوَعَظَ وَذَكَّرَ ثُمَّ قَالَ: "أَمَّا بَعْدُ أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَنِي رَسُولُ رَبِّي فَأُجِيبَهُ وَإِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ: أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللهِ فِيهِ الْهُدَى وَالنُّورُ، وَمَنِ اسْتَمْسَكَ بِهِ وَأَخَذَ بِهِ كَانَ عَلَى الْهُدَى، وَمَنْ أَخْطَأَهُ وَتَرَكَهُ كَانَ عَلَى الضَّلَالَةِ، وَأَهْلُ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي" ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ حُصَيْنٌ: فَمَنْ أَهْلُ بَيْتِهِ يَا زَيْدُ؟ أَلَيْسَ نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ؟ قَالَ: بَلَى، إِنَّ نِسَاءَهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَلَكِنَّ أَهْلَ بَيْتِهِ مَنْ حُرِمَ الصَّدَقَةَ قَالَ: مَنْ هُمْ؟ قَالَ: آلُ عَلِيٍّ، وَآلُ عُقَيْلٍ، وَآلُ جَعْفَرٍ، وَآلُ الْعَبَّاسِ(۱)

حضرت حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: آپ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام خم پر ایک چشمہ کے قریب کھڑے ہوئے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان فرمائی، پھر وعظ ونصیحت کرنے کے بعد فرمایا: اے لوگو! بہرحال میں ایک انسان ہوں، امید ہے عنقریب میرے پروردگار کا فرشتہ (اجل) میرے پاس آئے گا اور میں اسے جواب (اجازت) دوں گا: بے شک میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں: پہلی چیز اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) ہے، اس میں ہدایت اور روشنی ہے، جو اس کو (قرآن) مضبوطی سے تھامے گا، وہ ہدایت پر ہوگا اور جو اس پر عمل نہیں کرے گا اور چھوڑ دے گا، وہ گمراہی پر ہوگا۔ دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں، میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا خوف دلاتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ تین دفعہ دہرائے۔ حضرت حصین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اہل بیت سے کون مراد ہیں؟ کیا ازواج مطہرات اہل بیت نہیں ہیں؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں نہیں! ازواج مطہرات اہل بیت ہی ہیں، لیکن اہل بیت سے مراد وہ سب لوگ ہیں، جن پر صدقہ حرام ہے۔ حضرت حصین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: وہ کون ہیں؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ آل علی رضی اللہ عنہ، آل عقیل رضی اللہ عنہ، آل جعفر رضی اللہ عنہ اور آل عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔

۷۵(۸۱۷۶): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنِي الْمُطَّلِبُ بْنُ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّ الْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُغْضَبًا وَأَنَا عِنْدَهُ فَقَالَ: مَا أَغْضَبَكَ؟ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ مَا لَنَا وَلِقُرَيْشٍ،

حضرت مطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بن حارث رضی اللہ عنہما کرتے ہیں: حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غصہ کی حالت میں آئے، میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ کی حالت میں کیوں ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، ہمارے ساتھ

۱۔ مسلم: ۲۴۰۸

إِذَا تَلَاقَوْا بَيْنَهُمْ تَلَاقَوْا بِوُجُوهٍ مُبْشَرَةٍ وَإِذَا لَقُونَا لَقُونَا بِغَيْرِ ذَلِكَ فَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى احْمَرَّ وَجْهُهُ ثُمَّ قَالَ :وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الْإِيمَانُ حَتَّى يُحِبَّكُمْ لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ ثُمَّ قَالَ :يَا أَيُّهَا النَّاسُ، مَنْ آذَى عَمِّي فَقَدْ آذَانِي، إِنَّمَا عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيهِ(۱)

قریش والوں کا رویہ درست نہیں ہے؟ جب وہ آپس میں ملتے ہیں، تو خوشگوار موڈ میں ملتے ہیں، لیکن جب ہم سے ملتے ہیں تو ان کا انداز خوشگوار نہیں ہوتا۔ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور غصہ کی وجہ سے سرخ ہو گیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی عزت کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! (تم میں سے) کسی بھی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو سکتا، جب تک تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت نہ کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! جس شخص نے میرے چچا کو اذیت دی، اس نے مجھے اذیت دی، کیونکہ آدمی کا چچا، اس کے باپ کی مثل ہے۔

۱۰۔ حبر الامۃ، عالم الامۃ، ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم کے فضائل

۷۶(۸۱۷۷): أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي النَّضْرِ قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ هَاشِمٌ قَالَ :حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ بْنُ عُمَرَ الْيَشْكُرِيُّ قَالَ :سَمِعْتُ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ أَبِي يَزِيدَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْخَلَاءَ فَوَضَعْتُ لَهُ مَاءً فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :مَنْ صَنَعَ ذَا؟ قُلْتُ :ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ :اللَّهُمَّ فَقِّهْهُ(۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا میں داخل ہوئے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پانی رکھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلا سے باہر تشریف لائے تو پوچھا: پانی کس نے رکھا تھا؟ میں نے عرض کیا: ابن عباس رضی اللہ عنہ نے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی: اے اللہ تعالیٰ! تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کو فقاہت عطا فرما۔

۷۷(۸۱۷۸): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ :حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ :دَعَا لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُؤْتِيَنِي الْحِكْمَةَ مَرَّتَيْنِ(۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دفعہ میرے لئے یہ دعا فرمائی: اے اللہ تعالیٰ: اس کو حکمت عطا فرما۔

۱۔ i۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۲، ص ۱۰۸ ii۔ ترمذی: ۳۷۵۸ iii۔ مسلم: ۹۸۳۔

۲۔ i۔ بخاری: ۱۴۳ ii۔ مسلم: ۲۴۷۷

۳۔ ترمذی: ۳۸۲۳

۷۸(۸۱۷۹): أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ضَمَّنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى صَدْرِهِ وَقَالَ: اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ(۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سینہ مبارک سے لگایا اور دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! اسے حکمت عطا فرما۔

۱۱۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

۷۹(۸۱۸۰): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: لَمَّا انْقَضَتْ عِدَّةُ زَيْنَبَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا زَيْدُ مَا أَحَدٌ أَوْثَقُ فِي نَفْسِي، وَلَا آمَنُ عِنْدِي مِنْكَ فَاذْكُرْهَا عَلَيَّ فَانْطَلَقْتُ، فَإِذَا هِيَ تُخَمِّرُ عَجِينَهَا، فَلَمَّا رَأَيْتُهَا عَظُمَتْ فِي صَدْرِي حَتَّى مَا اسْتَطَعْتُ أَنْ أَنْظُرَ إِلَيْهَا حِينَ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَهَا، فَوَلَّيْتُهَا ظَهْرِي، وَقُلْتُ: يَا زَيْنَبُ أَبْشِرِي أَرْسَلَنِي نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُكِ فَقَالَتْ: مَا أَنَا بِصَانِعَةٍ شَيْئًا حَتَّى أُوَامِرَ رَبِّي، فَقَامَتْ إِلَى مَسْجِدِهَا، وَنَزَلَ الْقُرْآنُ وَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ عَلَيْهَا بِغَيْرِ إِذْنٍ(۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہو گئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم میرے معتمد اور امین ہو: تم زینب کے پاس جا کر میرا ذکر کرو۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں ان کے پاس گیا، اس وقت وہ آٹا گوندھ رہی تھیں، جب میں نے ان کو دیکھا تو میرے دل میں ان کی بہت عظمت پیدا ہو گئی، یہاں تک کہ میں ان کی طرف دیکھنے کی تاب نہ لا پایا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا میرے علم میں تھا۔ پس میں ان کی طرف پیٹھ پھر کر کھڑا ہو گیا اور میں نے کہا: اے زینب! تمہیں خوشخبری مبارک ہو! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے، وہ تمہارا ذکر فرما رہے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا: میں اپنے رب کے حکم کے بغیر کچھ نہیں کروں گی، پھر وہ اپنی نماز پڑھنے کی جگہ چلی گئیں۔ اسی وقت قرآن نازل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اجازت کے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس آ گئے۔

۸۰(۸۱۸۱): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَطَعَنَ بَعْضُ النَّاسِ فِي إِمْرَتِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ تَطْعَنُوا فِي إِمْرَتِهِ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُونَ فِي إِمْرَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلُ، وَايْمُ اللهِ إِنْ كَانَ لَخَلِيقًا لِلْإِمْرَةِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ، وَإِنَّ هَذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ(۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا اور اس کا امیر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ بعض لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کی امارت پر اعتراض کرتے ہو، حالانکہ تم اس سے پہلے ان کے والد کی امارت پر بھی اعتراض کر چکے ہو، خدا کی قسم: وہ امارت کے حق دار تھے اور وہ لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ تھے اور ان کے بعد یہ (مراد حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ) مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

۱۔ بخاری: ۳۷۵۶
۲۔ مسلم: ۱۴۲۸
۳۔ أ۔ بخاری: ۴۴۶۹ ب۔ مسلم: ۲۴۲۶

۸۱(۸۱۸۲):أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ :حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ :حَدَّثَنَا وَائِلُ بْنُ دَاوُدَ قَالَ :سَمِعْتُ الْبَهِيَّ، يُحَدِّثُ أَنَّ عَائِشَةَ كَانَتْ تَقُولُ :مَا بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ فِي جَيْشٍ قَطُّ إِلَّا أَمَّرَهُ عَلَيْهِمْ، وَلَوْ بَقِيَ بَعْدَهُ لَاسْتَخْلَفَهُ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ :اسْمُ الْبَهِيِّ عَبْدُ اللهِ(۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لشکر بھی بھیجا، اگر اس میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ہوتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو ہی امیر لشکر بناتے۔ اگر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ زندہ رہتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد ان کو خلیفہ بناتے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سند میں موجود راوی حضرت بھی کا نام عبداللہ ہے۔

۱۲۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے فضائل

۸۲(۸۱۸۳):أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ :حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ :كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ بِيَدِي وَيَدِ الْحَسَنِ فَيَقُولُ :اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا(۲)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے اللہ تعالیٰ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت فرما۔

۸۳(۸۱۸۴):أَخْبَرَنَا سَوَّارُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَوَّارٍ قَالَ :حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ :سَمِعْتُ أَبَا تَمِيمَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ :كَانَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُنِي فَيُقْعِدُنِي عَلَى فَخِذِهِ وَيُقْعِدُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَى فَخِذِهِ الْأُخْرَى، ثُمَّ يَضُمُّنَا ثُمَّ يَقُولُ :اللَّهُمَّ أَحِبَّهُمَا، فَإِنِّي أُحِبُّهُمَا(۳)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑا اور اپنی ران پر بٹھایا اور دوسری ران پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ بیٹھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دونوں کے لئے یہ دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! تو ان دونوں سے محبت کر، کیونکہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔

۸۴(۸۱۸۵):أَخْبَرَنَا هَارُونُ بْنُ مُوسَى قَالَ :حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ :قَالَ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ :قَالَ عَبْدُ اللهِ طَعَنَ النَّاسُ فِي إِمَارَةِ ابْنِ زَيْدٍ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :إِنْ تَطْعَنُوا فِي إِمَارَةِ ابْنِ زَيْدٍ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُونَ فِي إِمَارَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلِهِ وَايْمُ اللهِ إِنْ كَانَ حَقِيقًا لِلْإِمَارَةِ وَإِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ كُلِّهِمْ إِلَيَّ، وَإِنَّ هَذَا لَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ فَاسْتَوْصُوا بِهِ خَيْرًا، فَإِنَّهُ مِنْ خِيَارِكُمْ(۴)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بعض لوگوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی امارت پر اعتراض کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا: اگر تم اسامہ بن زید کی امارت پر اعتراض کر رہے ہو، تو تم اس سے پہلے اس کے والد کی امارت پر بھی اعتراض کر چکے ہو۔ خدا کی قسم! وہ امارت کے حقدار تھے اور مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھے۔ زید کے بعد اسامہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ تم ان کے بارے میں خیر کو لازم پکڑو، وہ تمہارے بہترین لوگوں میں سے ہیں۔

۱۔ i۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۴، ص ۴۶ ii۔ احمد، ج ۶، ص ۲۲۷ iii۔ مصنف ابن ابی شیبۃ، ج ۱۲، ص ۵۱۹، ج ۱۲، ص ۱۴۰ iv۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۳۱۵

۲۔ بخاری: ۳۷۳۵

۳۔ بخاری: ۶۰۰۳

۴۔ i۔ بخاری: ۶۶۲۷ ii۔ مسلم: ۲۴۲۶

۸۵(۸۱۸۶):أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ الْحَارِثِ قَالَ :حَدَّثَنَا الْمُعَافَى قَالَ :حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ :حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ :أَمَّرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ فَبَلَغَهُ أَنَّ النَّاسَ يَعِيبُونَ أُسَامَةَ وَيَطْعَنُونَ فِي إِمَارَتِهِ فَقَالَ :إِنَّكُمْ تَعِيبُونَ أُسَامَةَ وَتَطْعَنُونَ فِي إِمَارَتِهِ وَقَدْ فَعَلْتُمْ ذَلِكَ بِأَبِيهِ مِنْ قَبْلُ، وَإِنْ كَانَ لَخَلِيقًا لِلْإِمَارَةِ وَإِنْ كَانَ لَأَحَبَّ النَّاسِ كُلِّهِمْ إِلَيَّ، وَإِنَّ ابْنَهُ هَذَا مِنْ بَعْدِهِ لَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ، فَاسْتَوْصُوا بِهِ خَيْرًا، فَإِنَّهُ مِنْ خِيَارِكُمْ قَالَ سَالِمٌ :فَمَا سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ يُحَدِّثُ هَذَا الْحَدِيثَ قَطُّ إِلَّا قَالَ :مَا حَاشَا فَاطِمَةَ(۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی کہ کچھ لوگ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو ناپسند کر رہے ہیں اور ان کی امارت پر اعتراض کر رہے ہیں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسامہ رضی اللہ عنہ کو ناپسند کر رہے ہو اور اس کی امارت پر طعن کر رہے ہو، حالانکہ تم اس کے والد کے بارے میں بھی یہی کر چکے ہو، وہ امارت کے حقدار تھے اور لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ پسند تھے۔ ان کے بعد ان کا بیٹا، مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ تم ان کے بارے میں بھلائی کو لازم پکڑو، بے شک وہ تمہارے اچھے لوگوں میں سے ہیں۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جب بھی یہ حدیث سنی، تو آپ رضی اللہ عنہ سے اس سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا استثنیٰ فرماتے تھے۔

۱۳۔ حضرت زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کے فضائل

۸۶(۸۱۸۷):أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مَنْصُورِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ :حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ :رَأَيْتُ زَيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ وَهُوَ مُسْنِدٌ ظَهْرَهُ إِلَى الْكَعْبَةِ وَهُوَ يَقُولُ :مَا مِنْكُمُ الْيَوْمَ أَحَدٌ عَلَى دِينِ إِبْرَاهِيمَ غَيْرِي وَكَانَ يَقُولُ :إِلَهِي إِلَهُ إِبْرَاهِيمَ، وَدِينِي دِينُ إِبْرَاهِيمَ قَالَتْ: وَذَكَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أُمَّةً وَحْدَهُ بَيْنِي وَبَيْنَ عِيسَى (۲)

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے تھے اور یہ کہہ رہے تھے: آج تم میں سے میرے علاوہ کوئی دین ابراہیم پر نہیں ہے اور یہ بھی کہہ رہے تھے: میرا معبود، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معبود ہے، میرا دین حضرت ابراہیم علیہ السلام والا دین ہے، جب اس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ قیامت کے دن اکیلا ہی امت کے طور پر اٹھایا جائے گا۔ اس کا زمانہ میرے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہے۔

۱۔ i۔ بخاری: ۶۶۲۷ ii۔ مسلم: ۲۴۲۶

۲۔ بخاری: ۳۸۲۸

۸۷(۸۱۸۸): أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ حِزَامٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَيَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَاطِبٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " وَهُوَ مُرْدِفِي إِلَى نُصُبٍ مِنَ الْأَنْصَابِ فَذَبَحْنَا لَهُ شَاةً ثُمَّ صَنَعْنَاهَا لَهُ حَتَّى إِذَا نَضِجَتْ جَعَلْنَاهَا فِي سُفْرَتِهِ ثُمَّ أَقْبَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيرُ وَهُوَ مُرْدِفِي فِي يَوْمٍ حَارٍّ مِنْ أَيَّامِ مَكَّةَ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِأَعْلَى الْوَادِي لَقِيَهُ زَيْدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ، فَحَيَّا أَحَدُهُمَا الْآخَرَ بِتَحِيَّةِ الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا لِي أَرَى قَوْمَكَ قَدْ شَنِفُوا لَكَ فَقَالَ: أَمَا وَاللهِ إِنَّ ذَلِكَ لَبِغَيْرِ نَائِرَةٍ كَانَتْ مِنِّي إِلَيْهِمْ، وَلَكِنِّي أَرَاهُمْ عَلَى ضَلَالَةٍ فَخَرَجْتُ أَبْتَغِي هَذَا الدِّينَ حَتَّى قَدِمْتُ عَلَى أَحْبَارِ يَثْرِبَ فَوَجَدْتُهُمْ يَعْبُدُونَ اللهَ وَيُشْرِكُونَ بِهِ قُلْتُ: مَا هَذَا بِالدِّينِ الَّذِي أَبْتَغِي، فَخَرَجْتُ حَتَّى أَقْدَمَ عَلَى أَحْبَارِ خَيْبَرَ فَوَجَدْتُهُمْ يَعْبُدُونَ اللهَ وَيُشْرِكُونَ بِهِ فَقُلْتُ: مَا هَذَا بِالدِّينِ الَّذِي أَبْتَغِي، فَخَرَجْتُ حَتَّى قَدِمْتُ عَلَى أَحْبَارِ فَدَكٍ فَوَجَدْتُهُمْ يَعْبُدُونَ اللهَ وَيُشْرِكُونَ بِهِ فَقُلْتُ: مَا هَذَا بِالدِّينِ الَّذِي أَبْتَغِي، خَرَجْتُ حَتَّى أَقْدَمَ عَلَى أَحْبَارِ أَيْلَةَ فَوَجَدْتُهُمْ يَعْبُدُونَ اللهَ وَيُشْرِكُونَ بِهِ فَقُلْتُ: مَا هَذَا بِالدِّينِ الَّذِي أَبْتَغِي، فَقَالَ لِي حَبْرٌ مِنْ أَحْبَارِ الشَّامِ: أَتَسْأَلُ عَنْ دِينٍ مَا نَعْلَمُ أَحَدًا يَعْبُدُ اللهَ بِهِ إِلَّا شَيْخًا بِالْجَزِيرَةِ؟ فَخَرَجْتُ فَقَدِمْتُ عَلَيْهِ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي خَرَجْتُ لَهُ فَقَالَ: إِنَّ كُلَّ مَنْ رَأَيْتَ فِي ضَلَالٍ إِنَّكَ تَسْأَلُ عَنْ دِينٍ هُوَ دِينُ اللهِ وَدِينُ مَلَائِكَتِهِ، وَقَدْ خَرَجَ فِي أَرْضِكَ نَبِيٌّ أَوْ هُوَ خَارِجٌ يَدْعُو إِلَيْهِ ارْجِعْ فَصَدِّقْهُ وَاتَّبِعْهُ وَآمِنْ بِمَا جَاءَ بِهِ فَلَمْ أُحِسَّ نَبِيًّا بَعْدُ وَأَنَاخَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَعِيرَ الَّذِي تَحْتَهُ ثُمَّ قَدَّمْنَا إِلَيْهِ السُّفْرَةَ الَّتِي كَانَ فِيهَا الشِّوَاءُ فَقَالَ: مَا هَذَا؟ قُلْنَا: هَذِهِ الشَّاةُ ذَبَحْنَاهَا لِنُصُبِ كَذَا

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں موجود ایک پتھر کے پیچھے تشریف فرما ہوئے، ہم نے وہاں پر ایک بکری ذبح کی، اس کا گوشت صاف کیا اور پکا کر اپنے دستر خوان میں رکھ لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلے، یہ دن انتہائی گرم دنوں میں سے ایک تھا، ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ چلتے چلتے مکہ کی اوپر والی وادی میں پہنچے، وہاں پر ہمیں زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ ملے۔ ہم نے ایک دوسرے کو جاہلیت والا سلام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن عمرو سے پوچھا: آپ کی قوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر معترض کیوں ہے؟ حضرت زید بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم: مجھے ان کے ساتھ کوئی ہیجان نہیں، سوائے اس کے کہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ گمراہی پر ہیں۔ میں اس دین کو تلاش کرنے کے لئے نکلا اور یثرب کے احبار کے پاس پہنچا، میں نے ان کو دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرتے ہیں اور شرک بھی کرتے ہیں۔ میں نے سوچا: یہ وہ دین نہیں ہے، جس کی مجھے تلاش ہے۔ پھر میں خیبر کے احبار کے پاس پہنچا، میں نے ان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور شرک کرتے ہوئے پایا۔ میں نے سوچا، یہ وہ دین نہیں ہے، جس کا میں متلاشی ہوں۔ پھر میں فدک کے احبار کے پاس پہنچا۔ میں نے ان کو بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور شرک کرتے ہو پایا۔ میں نے سوچا: یہ وہ دین نہیں ہے، جس کا میں متلاشی ہوں۔ پھر میں ایلہ کے احبار کے پاس گیا۔ میں نے ان کو بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور شرک کرتے ہوئے پایا۔ میں نے سوچا: یہ وہ دین نہیں ہے، جس کا میں متلاشی ہوں۔ پھر مجھے شام کے ایک عالم نے بتلایا، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت والے دین کے بارے میں تجھے جزیرہ کا ایک شیخ ہی بتلا سکتا ہے۔ میں جزیرہ میں اس شیخ کے پاس پہنچا۔ میں نے انہیں اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔ اس نے کہا: بے شک تو نے جو کچھ دیکھا ہے، وہ سب گمراہی ہے۔

وَكَذَا فَقَالَ: إِنِّي لَا آكُلُ شَيْئًا ذُبِحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ ثُمَّ تَفَرَّقْنَا، وَكَانَ صَنَمَانِ مِنْ نُحَاسٍ يُقَالُ لَهُمَا إِسَافُ وَنَائِلَةُ فَطَافَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطُفْتُ مَعَهُ فَلَمَّا مَرَرْتُ مَسَحْتُ بِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَمَسَّهُ وَطُفْنَا فَقُلْتُ فِي نَفْسِي: لَأَمَسَّنَّهُ أَنْظُرُ مَا يَقُولُ: فَمَسَحْتُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَمَسَّهُ أَلَمْ تُنْهَ قَالَ: فَوَالَّذِي أَكْرَمَهُ وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ مَا اسْتَلَمَ صَنَمًا حَتَّى أَكْرَمَهُ بِالَّذِي أَكْرَمَهُ وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ قَالَ: وَمَاتَ زَيْدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ قَبْلَ أَنْ يُبْعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أُمَّةً وَحْدَهُ(۱)

بے شک تو دین کے بارے میں پوچھ رہا ہے اور وہ دین، اللہ تعالیٰ کا دین ہے اور اس کے فرشتوں کا دین ہے۔ اس دین کا داعی نبی ﷺ تیری سرزمین سے ظاہر ہو چکا ہے یا ہونے والا ہے، اس لئے تو واپس اپنی سرزمین کی طرف لوٹ جا، ان کی تصدیق کر، ان کی پیروی کر اور جو وہ لے کر آئے ہیں، اس پر ایمان لا۔ میرے علم کے مطابق ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی سواری کو بٹھایا۔ ہم نے زید بن عمرو بن نفیل کے سامنے دستر خوان رکھا، جس میں بکری کا بھنا ہوا گوشت تھا۔ اس نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ ہم نے بتلایا: یہ بکری ہے، جسے ہم نے فلاں فلاں بت کے نام پر ذبح کیا ہے۔ اس نے کہا: میں کوئی ایسی چیز نہیں کھاتا، جسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ اس نے کہا: پھر ہم وہاں سے چل دیئے۔ کعبہ میں دو بت تانبے کے تھے، جن کے نام اساف اور نائلہ تھے، پھر رسول اللہ ﷺ نے طواف کیا، میں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ طواف کیا۔ جب میں بت کے پاس سے گذرا، میں نے اس کو چھوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو ہاتھ مت لگاؤ۔ ہم پھر طواف کرنے لگ گئے۔ میں نے اپنے دل میں سوچا: میں اس کو ضرور چھوؤں گا، تاکہ جان سکوں: آپ ﷺ اس پر کیا فرماتے ہیں۔ میں نے دوبارہ اس کو چھوا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو نہ چھو، کیا میں نے تجھے منع نہیں کیا؟ میں نے عرض کیا: اس ذات کی قسم: جس نے آپ ﷺ کو عزت دی اور آپ ﷺ پر کتاب نازل کی، آپ ﷺ نے کبھی کسی بت کو نہیں چھوا، یہاں تک اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عزت دی اور آپ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت سے قبل فوت ہو گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن عمرو رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: وہ قیامت کے دن اکیلا ہی ایک امت ہوگا۔

۱۔ i۔ الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم: ۲۵۷ ii۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۵، ص ۸۶ iii۔ مسند البزار: ۱۳۳۱
iv۔ مسند ابی یعلیٰ: ۷۲۱۲ v۔ السنن الکبیر للبیہقی، ج ۲، ص ۱۲۴ vi۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۲۳۸

۸۸۔(۸۱۸۹):أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ :حَدَّثَنَا عَفَّانُ قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ :حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ :أَخْبَرَنَا سَالِمٌ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَنَّهُ لَقِيَ زَيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ بِأَسْفَلِ بَلْدَحَ قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ، فَقَدَّمَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُفْرَةً فِيهَا لَحْمٌ، فَأَبَى أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا ثُمَّ قَالَ :إِنِّي لَا آكُلُ مِمَّا تَذْبَحُونَ عَلَى أَصْنَامِكُمْ، وَلَا آكُلُ إِلَّا مَا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ، حَدَّثَ بِهَذَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تھی، اس وقت مکہ کے بالائی حصہ پر رہتے تھے اور یہ نزول وحی سے پہلے کا زمانہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے دستر خوان رکھا، جس میں گوشت تھا، حضرت زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ نے وہ گوشت کھانے سے انکار کر دیا اور یہ کہا: میں وہ چیز نہیں کھاتا، جسے تم بتوں کے نام پر ذبح کرتے ہو، اور نہ ہی وہ چیز کھاتا ہوں، جس پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی ہی حدیث بیان کی ہے۔

۱۴۔ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کے فضائل

۸۹(۸۱۹۰):أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ :حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ظَالِمٍ قَالَ :دَخَلْتُ عَلَى سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ فَقُلْتُ :أَلَا تَعْجَبُ مِنْ هَذَا الظَّالِمِ أَقَامَ خُطَبَاءَ يَشْتِمُونَ عَلِيًّا؟ فَقَالَ :أَوَقَدْ فَعَلُوهَا أَشْهَدُ عَلَى التِّسْعَةِ أَنَّهُمْ فِي الْجَنَّةِ وَلَوْ شَهِدْتُ عَلَى الْعَاشِرِ لَصَدَقْتُ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حِرَاءٍ، فَتَحَرَّكَ فَقَالَ :اثْبُتْ حِرَاءُ، فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ، أَوْ صِدِّيقٌ، أَوْ شَهِيدٌ قُلْتُ :وَمَنْ كَانَ عَلَى حِرَاءٍ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ، وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدٌ قُلْنَا :فَمَنِ الْعَاشِرُ؟ قَالَ :أَنَا(۲)

حضرت عبداللہ بن ظالم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کو ان ظالموں پر حیرت نہیں! جو اپنے خطبوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کرتے ہیں؟ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا واقعی وہ ایسا کرتے ہیں؟ میں نو لوگوں کے جنتی ہونے کی گواہی دیتا ہوں اور اگر میں دسویں کے جنتی ہونے کی گواہی دوں، تو میں سچا ہوں گا۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوہ حراء پر تھے، کوہ حراء نے جھومنا شروع کر دیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حراء! ٹھہر جا: تیرے اوپر نبی ہے، یا صدیق ہے، یا شہید ہے۔ حضرت عبداللہ بن ظالم رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس وقت کوہ حراء پر کون کون تھا؟ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت سعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں ہم نے پوچھا: دسواں کون تھا؟ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں۔

۱۔ بخاری: ۳۸۲۶ ۲۔ احمد، ج ۱ص ۱۸۷

۹۰(۸۱۹۱): أَخْبَرَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ قَالَ: سَمِعْتُ حُصَيْنًا يُحَدِّثُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ. هِلَالُ بْنُ يَسَافٍ لَمْ يَسْمَعْهُ مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ظَالِمٍ (۱)

حضرت حصین رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

نقد سند: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہلال بن یساف کا عبداللہ ظالم سے سماع ثابت نہیں ہے۔

۹۱(۸۱۹۲): عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنِ ابْنِ حَيَّانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ظَالِمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: تَحَرَّكَ حِرَاءُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَذَكَرَ مِثْلَهُ (۲)

ہلال بن یساف عن ابن حیان عن عبداللہ بن ظالم عن سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ: تحرك حراء فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوتے ہیں۔ (یعنی ابتدائی الفاظ اس روایات میں نہیں ہے۔)

۹۲(۸۱۹۳): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنِي جَدِّي رِيَاحُ بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ " :أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي، وَإِنِّي لَمْ أَكُنْ لِأَرْوِيَ عَلَيْهِ كَذِبًا يَسْأَلُنِي عَنْهُ إِذَا لَقِيتُهُ أَنَّهُ قَالَ: أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ فِي الْجَنَّةِ وَتَاسِعُ الْمُؤْمِنِينَ لَوْ شِئْتُ أَنْ أُسَمِّيَهُ لَسَمَّيْتُهُ فَرَجَّ أَهْلُ الْمَسْجِدِ يُنَاشِدُونَهُ يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ التَّاسِعُ؟ قَالَ: نَاشَدْتُمُونِي بِاللهِ الْعَظِيمِ، أَنَا تَاسِعُ الْمُؤْمِنِينَ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَاشِرُ (۳)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کانوں سے سنا ہے اور دل میں محفوظ کیا ہے، اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سوال کے جواب میں فرمایا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ جنتی ہیں اور ایک نویں جنتی کا نام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا، اگر تم چاہو تو میں بتا دیتا ہوں۔ مسجد میں موجود لوگوں نے بلند آواز سے پوچھا: اے صحابی رسول نواں کون ہیں؟ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے مجھ سے اللہ تعالیٰ، عظمت والے کے نام پر پوچھا ہے: نواں مومن میں ہوں اور دسویں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۱۔ ایضاً

۲۔ i۔ احمد، ج ۱، ص ۱۸۷ ii۔ المسند لعبداللہ بن احمد: ۸۴،۲۵۴ iii۔ مسند الشاشی: ۲۱۴
iv۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۳۱۶۔۳۱۷

۳۔ i۔ مصنف ابن ابی شیبۃ، ج ۱۲، ص ۱۲،۱۳،۴۲ ii۔ احمد، ج ۱، ص ۱۸۷ iii۔ ابوداود: ۴۶۵۰
iv۔ ابن ماجہ: ۱۳۳

۱۵۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے فضائل

۹۳ (۸۱۹۴): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حُمَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَقَالَ مَرَّةً أُخْرَى: وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ فِي الْجَنَّةِ وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ(۱)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ پھر فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جنتی ہیں اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔

۹۴ (۸۱۹۵): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ يَعْقُوبَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ وَهْبِ بْنِ زَمْعَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حُمَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ حَدَّثَهُ فِي نَفَرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "عَشْرَةٌ فِي الْجَنَّةِ: أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ، وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ، وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ" فَعَدَّ هَؤُلَاءِ التِّسْعَةَ ثُمَّ سَكَتَ عَنِ الْعَاشِرِ، فَقَالَ الْقَوْمُ: نَنْشُدُكَ اللهَ يَا أَبَا الْأَعْوَرِ، أَنْتَ الْعَاشِرُ قَالَ: إِذْ نَشَدْتُمُونِي بِاللهِ أَبُو الْأَعْوَرِ فِي الْجَنَّةِ(۲)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے ایک مجمع میں بیان کیا، کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: دس لوگ جنتی ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے ان نو لوگوں کے نام لیے اور دسویں کا نام لیے بغیر خاموش ہو گئے۔ لوگوں نے عرض کیا: اے ابواعور! اللہ تعالیٰ کے لیے دسویں کا نام بھی بتلائیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا، تم نے چونکہ اللہ تعالیٰ کے نام پر پوچھا ہے، اس لئے میں تمہیں بیان کرتا ہوں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابواعور رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔

۱۔ i۔ احمد، ج ۱، ص ۱۹۳ ii۔ ترمذی: ۳۷۴۷ iii۔ مسند ابی یعلیٰ: ۸۳۵
iv۔ ابن حبان: ۷۰۰۲

۲۔ i۔ التاریخ الکبیر للبخاری، ج ۵، ص ۲۷۳ ii۔ احمد بن حنبل: ۸۵ iii۔ ترمذی: ۳۷۴۸
iv۔ نعیم الاصبہانی: ۵۵،۵۲۶ v۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۴۴۰

۹۵ (۸۱۹۶): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا قَاسِمٌ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: إِنَّ الْعَاقِبَ وَالسَّيِّدَ صَاحِبَيْ نَجْرَانَ أَتَيَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرَادَا أَنْ يُلَاعِنَاهُ فَقَالَ: أَحَدُهُمَا لَا تُلَاعِنْهُ فَوَاللهِ لَئِنْ كَانَ نَبِيًّا لَعَلَّنَا لَا نُفْلِحُ وَلَا عَقِبُنَا مِنْ بَعْدِنَا قَالَا لَهُ: نُعْطِيكَ مَا سَأَلْتَ، فَابْعَثْ مَعَنَا رَجُلًا أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ، فَاسْتَشْرَفَ لَهَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " قُمْ يَا أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ فَلَمَّا قَفَّى قَالَ: هَذَا أَمِينُ هَذِهِ الْأُمَّةِ (۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عیسائی قبیلہ نجران کے دوسردار عاقب اور سید نامی آئے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مباہلہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ان دونوں میں سے ایک نے کہا: ان سے مباہلہ نہیں کرنا چاہیے: اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم: اگر یہ نبی ہوئے، تو ہم کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اور ہم میں سے کوئی باقی نہیں بچے گا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ہم آپ کو جزیہ دیں گے، ہمارے ساتھ اپنا امین بھیج دیں۔ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے لیے تیار تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تم جاؤ۔ جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ چلے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس امت کے امین ہیں۔

۹۶ (۸۱۹۷): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ صِلَةَ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: جَاءَ الْعَاقِبُ وَالسَّيِّدُ وَهُمَا صَاحِبَا نَجْرَانَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَا: ابْعَثْ مَعَنَا رَجُلًا أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ، فَجَثَا النَّاسُ فَقَالَ: قُمْ يَا أَبَا عُبَيْدَةَ (۲)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عیسائی قبیلہ نجران کے دوسردار عاقب اور سید آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ہمارے ساتھ اپنا امین شخص بھیجیں، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متوجہ ہو گئے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ! تم جاؤ۔

۹۷ (۸۱۹۸): أَخْبَرَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ نَصْرٍ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ، عَنْ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَنَّ أَبَا إِسْحَاقَ، أَخْبَرَهُمْ قَالَ: سَمِعْتُ صِلَةَ بْنَ زُفَرَ يَقُولُ: سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ ذَكَرَ أَهْلَ نَجْرَانَ أَتَوْا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: ابْعَثْ عَلَيْنَا رَجُلًا أَمِينًا قَالَ: لَأَبْعَثَنَّ عَلَيْكُمْ رَجُلًا أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ فَاسْتَشْرَفَ لَهَا أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ (۳)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اہل نجران نے آ کر عرض کیا: ہمارے ساتھ امین شخص کو بھیجیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے ساتھ ایک سچے امین کو بھیجوں گا۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متوجہ ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

۱۔ i۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۳، ص ۴۱۲ ii۔ احمد، ج ۱، ص ۴۱۴ iii۔ ابن ماجہ: ۱۳۶
iv۔ بخاری: ۴۳۸۰ v۔ مسلم: ۲۴۲۰/۵۵
۲۔ i۔ بخاری: ۴۳۸۱ ii۔ مسلم: ۲۴۲۰/۵۵
۳۔ i۔ بخاری: ۳۷۴۵ ii۔ مسلم: ۲۴۲۰

۹۸(۸۱۹۹) أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ فِي حَدِيثِهِ عَنْ بِشْرِ بْنِ الْمُفَضَّلِ قَالَ :حَدَّثَنَا خَالِدٌ(۱)

یہ حدیث دوسری سند حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

۹۹(۸۲۰۰) أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ :حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ خَالِدٍ :وَقَالَ أَبُو قِلَابَةَ :قَالَ أَنَسٌ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينٌ، وَإِنَّ أَمِينَنَا أَيَّتُهَا الْأُمَّةُ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ(۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ہیں۔

۱۰۰(۸۲۰۱) أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى، عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ :سَأَلْتُ عَائِشَةَ قُلْتُ: أَيُّ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَحَبَّ إِلَيْهِ؟ قَالَتْ :أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ قُلْتُ :ثُمَّ مَنْ؟ فَسَكَتَتْ(۳)

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ میں سب سے زیادہ کون پسند تھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضرت ابوبکر، پھر حضرت عمر، پھر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ میں نے عرض کیا: پھر کون زیادہ پسندیدہ ہے؟ اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خاموش رہیں۔

۱۰۱(۸۲۰۲) أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، وَمُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ :حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، عَنْ أَبِي عُمَيْسٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ :سَمِعْتُ عَائِشَةَ وَسُئِلَتْ مَنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَخْلِفًا لَوِ اسْتَخْلَفَ؟ قَالَتْ :أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ قِيلَ لَهَا :مَنْ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ؟ قَالَتْ :عُمَرُ ثُمَّ قِيلَ لَهَا مَنْ بَعْدَ عُمَرَ؟ قَالَتْ :أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ ثُمَّ انْتَهَتْ إِلَى ذَا(۴)

حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو خلیفہ نامزد کرتے تو کسے نامزد کرتے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، آپ سے پوچھا گیا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد کون ہوتا؟ آپ نے فرمایا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، آپ سے پوچھا گیا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد کون ہوتا؟ آپ نے فرمایا: حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اس کے بعد آپ نے مزید کسی کا نام نہیں لیا۔

۱۔ ایضاً
۲۔ i۔ بخاری: ۳۷۴۴ ii۔ مسلم: ۲۴۱۹
۳۔ i۔ احمد، ج ۶، ص ۲۱۸ ii۔ ترمذی: ۳۶۵۷ iii۔ ابن ماجہ: ۱۰۲
iv۔ ابن خزیمہ: ۱۲۴۱ v۔ ابوعوانہ، ج ۲، ص ۲۶۸
۴۔ مسلم: ۲۳۸۵

۱۶۔ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ

۱۰۲(۸۲۰۳): عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يُقْسِمُ قَسَمًا لَقَدْ أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ) (الحج:۱۹) فِي عَلِيٍّ، وَحَمْزَةَ وَعُبَيْدَةَ بْنِ الْحَارِثِ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ، وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ اخْتَصَمُوا يَوْمَ بَدْرٍ (۱)

حضرت قیس بن عباد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو قسم اٹھا کر بیان کرتے سنا: یہ آیت مبارکہ (ھذان خصمن اختصموا فی ربھم) (یہ دو فریق ہیں جو اپنے رب کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں۔) حضرت علی، حضرت حمزہ، حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم (مسلمان فریق) اور شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ (کافر فریق) کے بارے میں غزوہ بدر کے موقع پر نازل ہوئی۔

۱۷۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

۱۰۳(۸۲۰۴): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُرُّ بْنُ صَيَّاحٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَخْنَسِ قَالَ: قَامَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدٌ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ، وَلَوْ شِئْتُ أَنْ أُسَمِّيَ التَّاسِعَ لَسَمَّيْتُ فَظَنَنَّاهُ يَعْنِي نَفْسَهُ (۲)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ اگر تم چاہو تو میں نویں آدمی کا نام بھی بتلا سکتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ نویں سے مراد وہ خود ہی ہیں۔

۱۰۴(۸۲۰۵): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ظَالِمٍ قَالَ: خَطَبَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فَسَبَّ عَلِيًّا فَقَالَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ: أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: اثْبُتْ حِرَاءُ، فَإِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ، أَوْ صِدِّيقٌ، أَوْ شَهِيدٌ وَعَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ، وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَسَعْدٌ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ هِلَالُ بْنُ يَسَافٍ لَمْ يَسْمَعْهُ مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ظَالِمٍ. (۳)

حضرت عبداللہ بن ظالم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ناخوشگوار باتیں کہیں۔ اس پر حضرت سعید بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اے کوہ حراء ٹھہر جا! بلاشبہ تیرے اوپر نبی ہے، یا صدیق ہے، یا شہید ہے اور اس وقت کوہ حراء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہم تھے۔

نقدِ سند: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہلال بن یساف کا سماع عبداللہ بن ظالم سے ثابت نہیں ہے۔

۱۔ i۔ بخاری: ۴۷۴۴ ii۔ مسلم: ۳۰۳۳

۲۔ i۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵/۱۲ ii۔ ترمذی: ۳۷۵۷ iii۔ ابوداؤد: ۴۶۴۹ ۳۔ احمد، ج ۱، ص ۱۸۷

۱۰۵(۸۲۰۶): أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا قَاسِمٌ الْجَرْمِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ فُلَانِ بْنِ حَيَّانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ظَالِمٍ قَالَ: اسْتَقْبَلْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ: أُمَرَاؤُنَا يَأْمُرُونَنَا أَنْ نَلْعَنَ إِخْوَانَنَا وَإِنَّا لَا نَلْعَنُهُمْ وَلَكِنْ نَقُولُ: عَفَا اللهُ عَنْهُمْ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: سَتَكُونُ بَعْدِي فِتَنٌ يَكُونُ فِيهَا وَيَكُونُ فَقَالَ رَجُلٌ: لَئِنْ أَدْرَكْنَاهَا لَنَهْلِكَنَّ قَالَ: بِحَسْبِكُمُ الْقَتْلُ قَالَ: ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنِّي أَحْبَبْتُ عَلِيًّا لَمْ أُحِبَّهُ شَيْئًا قَطُّ قَالَ: أَحْبَبْتَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ، وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ، وَسَعْدٌ وَلَوْ شِئْتُ عَدَدْتُ الْعَاشِرَ يَعْنِي نَفْسَهُ فَقَالَ: اثْبُتْ حِرَاءُ، فَإِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ، أَوْ صِدِّيقٌ، أَوْ شَهِيدٌ(۱)

حضرت عبداللہ بن ظالم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: ہمارے امیر ہمیں اپنے بھائیوں کو برا بھلا کہنے کا حکم دیتے ہیں، ہم ہرگز ایسا نہیں کریں گے، ہم انہیں کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ ان سے درگذر فرمائے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ میرے بعد عنقریب فتنے ہوں گے، ان میں یہ ہو گا اور وہ ہوگا۔ ایک آدمی نے کہا: اگر ہم اس وقت موجود ہوئے تو ضرور ہلاکت میں پڑ جائیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہاری مراد قتل ہے۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا: بے شک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں، اتنی محبت کسی اور سے نہیں کرتا۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو ایک جنتی شخص سے محبت کرتا ہے، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان فرمائی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن، حضرت سعد رضی اللہ عنہم، اگر تو چاہے تو دسواں بھی شامل کر لے، یعنی وہ خود (حضرت سعید رضی اللہ عنہ) سب موجود تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے کوہ حراء! تو ٹھہر جا! بلاشبہ تیرے اوپر نبی ہے، یا صدیق ہے، یا شہید ہے۔

۱۸۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۰۶(۸۲۰۷): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلَى حِرَاءٍ هُوَ وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ، وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ، فَتَحَرَّكَتِ الصَّخْرَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اهْدَئِي فَمَا عَلَيْكِ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدٌ(۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کوہ حراء پر موجود تھے، کوہ حراء نے جھومنا شروع کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے کوہ حراء! رک جا! تیرے اوپر نبی ہے، یا صدیق ہے، یا شہید ہے۔

۱۔ i۔ احمد، ج ۱، ص ۱۸۷ ii۔ عبداللہ بن احمد: ۸۴،۲۵۴ iii۔ مسند الشاشی: ۲۱۴
iv۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۳۱۷۔۳۱۶

۲۔ مسلم: ۲۴۱۷

۱۰۷(۸۲۰۸): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ قَالَ: أَخْبَرَنَا حَصِينٌ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ظَالِمٍ، وَعَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ظَالِمٍ، وَذَكَرَ سُفْيَانُ رَجُلًا فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ظَالِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ مُعَاوِيَةُ الْكُوفَةَ أَقَامَ مُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ خُطَبَاءَ يَتَنَاوَلُونَ عَلِيًّا فَأَخَذَ بِيَدِي سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ فَقَالَ: أَلَا تَرَى هَذَا الظَّالِمَ الَّذِي يَأْمُرُ بِلَعْنِ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَأَشْهَدُ عَلَى التِّسْعَةِ أَنَّهُمْ فِي الْجَنَّةِ وَلَوْ شَهِدْتُ عَلَى الْعَاشِرِ قُلْتُ: مَنِ التِّسْعَةُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَهُوَ عَلَى حِرَاءٍ: اثْبُتْ إِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ، أَوْ صِدِّيقٌ، أَوْ شَهِيدٌ قَالَ: وَمَنِ التِّسْعَةُ؟ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ، وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ، وَسَعْدٌ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ قُلْتُ: مَنِ الْعَاشِرُ قَالَ: أَنَا(۱)

حضرت عبداللہ بن ظالم رضی اللہ عنہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں: جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے، تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازیبا کلمات کہے، اس پر حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کیا تو اس ظالم کو دیکھ رہا ہے، جو ایک جنتی شخص کو برا بھلا کہنے کا کہہ رہا ہے؟ میں نو لوگوں کے جنتی ہونے کی گواہی دیتا ہوں اور میں دسویں کے جنتی ہونے پر بھی شاہد ہوں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: نو جنتی کون ہیں؟ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہ حراء پر فرمایا: اے کوہ حراء! ٹھہر جا! تیرے اوپر نبی ہے، یا صدیق ہے، یا شہید ہے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: نو جنتی یہ ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: دسواں جنتی کون ہے؟ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ہوں۔

۱۹۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۰۸(۸۲۰۹): أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَرْوَانَ قَالَ: لَا إِخَالُهُ يَتَّهِمُ عَلَيْنَا قَالَ: أَصَابَ عُثْمَانَ رُعَافٌ سَنَةَ الرُّعَافِ فَقِيلَ لَهُ: اسْتَخْلِفْ فَقَالَ: فَقَالُوا: الزُّبَيْرُ فَقَالَ: أَمَا وَاللّٰهِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنْ كَانَ لَأَخْيَرَهُمْ وَأَحَبَّهُمْ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۲)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مروان بن حکم نے کہا: ہمارے ماموں (مراد حضرت عثمان غنی) ہمارا خیال نہیں کرتے، اس سال گرمی بہت تھی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اکثر نکسیر پھوٹتی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو صحابہ نے عرض کیا: آپ رضی اللہ عنہ کسی کو خلیفہ نامزد کر دیں۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

۱۔ i۔ احمد، ج ۱ ص ۱۸۷ ii۔ عبداللہ بن احمد: ۸۴، ۲۵۴ iii۔ مسند الشاشی: ۲۱۴
iv۔ المستدرک للحاکم، ج ۳ ص ۳۱۷۔۳۱۶

۲۔ بخاری: ۳۷۱۷

۱۰۹(۸۲۱۰): أَخْبَرَنَا حَاجِبُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ وَكِيعٍ، عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حُرِّ بْنِ صَيَّاحٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَخْنَسِ قَالَ: شَهِدْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ عِنْدَ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ فَذَكَرَ مِنْ عَلِيٍّ شَيْئًا فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ " عَشَرَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ فِي الْجَنَّةِ: أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعِيدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرٍو "؟(۱)

حضرت عبدالرحمٰن بن اخنس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا، وہاں پر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازیبا بات کہی۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: قبیلہ قریش کے دس لوگ جنتی ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جنتی ہیں اور حضرت سعید بن زید بن عمرو رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔

۱۱۰(۸۲۱۱): أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ وَسُفْيَانَ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ؟ فَقَالَ الزُّبَيْرُ: أَنَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ(۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ہمارے پاس قوم کے حالات کی خبر کون لائے گا؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کا ایک حواری (مددگار) تھا اور میرا حواری (مددگار) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہے۔

۱۱۱(۸۲۱۲): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الزُّبَيْرُ هُوَ ابْنُ عَمَّتِي، وَحَوَارِيَّ مِنْ أُمَّتِي(۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ میری پھوپھی کے بیٹے ہیں اور میری امت کے حواری (مددگار) ہیں۔

۱۔ i۔ مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۲/۱۵ ii۔ مسند الشاشی: ۱۹۵۔۱۹۴، ۱۹۲ iii۔ ابوداؤد: ۴۶۴۹
iv۔ ترمذی: ۳۷۵۷

۲۔ i۔ بخاری: ۲۷۶۱ ii۔ مسلم: ۲۴۱۵

۳۔ i۔ احمد، ج ۳، ص ۳۱۴ ii۔ مصنف ابن ابی شیبۃ، ج ۱۲، ص ۹۲

۱۱۲ (۸۲۱۳): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ نُعَيْمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا حِبَّانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: كُنْتُ يَوْمَ الْأَحْزَابِ جُعِلْتُ أَنَا وَعُمَرُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ مَعَ النِّسَاءِ فَنَظَرْتُهُ فَإِذَا أَنَا بِالزُّبَيْرِ عَلَى فَرَسِهِ يَخْتَلِفُ إِلَى قُرَيْظَةَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً فَلَمَّا رَجَعَ قُلْتُ: لَهُ يَا أَبَتِ رَأَيْتُكَ تَخْتَلِفُ قَالَ: أَوَهَلْ رَأَيْتَنِي يَا بُنَيَّ؟ قُلْتُ: نَعَمْ قَالَ: فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ يَأْتِي بَنِي قُرَيْظَةَ فَيَأْتِيَنِي بِخَبَرِهِمْ؟ فَانْطَلَقْتُ فَلَمَّا رَجَعْتُ جَمَعَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَوَيْهِ فَقَالَ: فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي (۱)

حضرت عبدالرحمن بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ خندق کے دن میں اور عمر بن مسلمہ عورتوں کی حفاظت پر مامور تھے۔ اچانک میں نے دیکھا: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ دو یا تین دفعہ بنوقریظہ کی طرف تشریف لے گئے، جب واپس آئے تو میں نے پوچھا: اے اباجان! میں نے آپ کو بار بار آتے جاتے دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا: کیا واقعی تو نے مجھے دیکھا ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں۔ اس پر انہوں نے بیان کیا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: بنوقریظہ کے حالات کی خبر کون لائے گا، پس میں ان کے حالات کی خبر لایا۔ میں خبر لانے کے لئے گیا، جب واپس لوٹا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے اپنے ماں باپ کے الفاظ اکٹھے ادا فرمائے اور کہا: اے زبیر! تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔

۱۱۳ (۸۲۱۴): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: جَمَعَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَوَيْهِ يَوْمَ قُرَيْظَةَ فَقَالَ: فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي (۲)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ قریظہ کے دن میرے لئے اپنے ماں باپ کے الفاظ اکٹھے ادا فرمائے اور کہا: اے زبیر! تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔

۲۰۔ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۱۴ (۸۲۱۵): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: جَمَعَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَوَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ (۳)

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد کے دن میرے لئے اپنے ماں باپ کے الفاظ ادا فرمائے۔

۱۱۵ (۸۲۱۶): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ وَأَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ سَعْدٍ قَالَ: جَمَعَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَوَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ قَالَ: ارْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي قَالَ قُتَيْبَةُ: وَهُوَ يُقَاتِلُ وَلَمْ يَذْكُرْ قُتَيْبَةُ ارْمِ (۴)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد کے دن اپنے ماں باپ کے الفاظ میرے لئے اکٹھے ادا فرمائے اور کہا: تیر برساؤ! تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔
امام نسائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت قتیبہ رضی اللہ عنہ اس غزوہ میں شریک تھے لیکن ان کی روایت میں اِرم کے الفاظ نہیں ہیں۔

۱۔ i۔ بخاری: ۳۷۲۰ ii۔ مسلم: ۲۴۱۶ ۲۔ i۔ بخاری: ۳۷۲۰ ii۔ مسلم: ۲۴۱۶
۳۔ i۔ بخاری: ۳۷۲۵ ii۔ مسلم: ۲۴۱۲ ۴۔ i۔ بخاری: ۴۰۵۷ ii۔ مسلم: ۲۴۱۲

۱۱۶(۸۲۱۷): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنُ الْحَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَوَّلِ مَا قَدِمَ الْمَدِينَةَ يَسْهَرُ مِنَ اللَّيْلِ، فَقَالَ: لَيْتَ رَجُلًا صَالِحًا مِنْ أَصْحَابِي يَحْرُسُنِي اللَّيْلَةَ فَبَيْنَا نَحْنُ كَذَلِكَ، إِذْ سَمِعْنَا صَوْتَ السِّلَاحِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: أَنَا سَعْدٌ، جِئْتُ أَحْرُسُكَ قَالَتْ: وَنَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع شروع میں جب مدینۃ المنورہ تشریف لائے، تو ساری رات جاگتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کاش میرا کوئی نیک صحابی رات کو میرا پہرہ دے۔ اسی دوران ہم نے اسلحہ لے کر چلنے کی آواز سنی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کون ہے؟ جواب آیا: میں سعد ہوں اور رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے۔

۱۱۷(۸۲۱۸): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: إِنِّي لَأَوَّلُ الْعَرَبِ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ (۲)

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں پہلا عربی ہوں، جس نے اللہ کی راہ میں تیر پھینکا۔

۱۱۸(۸۲۱۹): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ جَدِّهِ رِيَاحِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدٌ فِي الْجَنَّةِ وَلَوْ شِئْتُ أَنْ أُسَمِّيَ التَّاسِعَ لَسَمَّيْتُهُ أَنَا تَاسِعُ الْمُؤْمِنِينَ، وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَاشِرُ (۳)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ اگر تم چاہو تو میں نویں جنتی کا نام بھی بتلا سکتا ہوں: میں مومنوں کا نواں ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دسویں ہیں۔

۱۔ i۔ بخاری: ۷۲۳۱ ii۔ مسلم: ۲۴۱۰

۲۔ i۔ بخاری: ۳۷۲۸ ii۔ مسلم: ۲۹۶۶

۳۔ i۔ مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۵/۱۲ ii۔ مسند الشاشی: ۱۵۹۔۱۹۴،۱۹۲ iii۔ ابوداؤد: ۴۶۴۹ iv۔ ترمذی: ۳۷۵۷

۱۱۹ (۸۲۲۰): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَعْدٍ قَالَ: نُزِّلَ فِيَّ وَفِي سِتَّةٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْهُمُ ابْنُ مَسْعُودٍ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ لَوْ طَرَدْتَ هَؤُلَاءِ السَّفَلَةَ عَنْكَ هُمُ الَّذِينَ يَلُونَكَ فَوَقَعَ فِي نَفْسِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ) (الأنعام: ۵۲) يُرِيدُونَ وَجْهَهُ إِلَى قَوْلِهِ (أَلَيْسَ اللهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ) (الأنعام: ۵۳)(۱)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے اور چھ صحابہ کرام کے بارے میں قرآن نازل ہوا، ان چھ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں، ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کم تر لوگوں کو اپنے سے دور کر دیں، تو وہ (مراد صاحب حیثیت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مائل ہو جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں سوچا تو یہ آیات نازل ہوئیں:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِم مِّن شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ (۵۲)

ترجمہ: اور آپ ان (شکستہ دل اور خستہ حال) لوگوں کو (اپنی صحبت وقربت سے) دور نہ کیجئے جو صبح وشام اپنے رب کو صرف اس کی رضا چاہتے ہوئے پکارتے رہتے ہیں۔ ان کے (عمل وجزا کے) حساب میں سے آپ پر کوئی چیز (واجب) نہیں اور نہ آپ کے حساب میں سے کوئی چیز ان پر (واجب) ہے (اگر) پھر بھی آپ انہیں (اپنے لطف وکرم سے) دور کر دیں تو اپ حق تلفی کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے (جو آپ کے شایان شان نہیں)۔

وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوا أَهَؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّن بَيْنِنَا أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ (۵۳)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم ان میں سے بعض کو بعض کے ذریعے آزماتے ہیں تاکہ وہ (دولتمند کافر غریب مسلمانوں کو دیکھ کر استہزاء یہ) کہیں: کیا ہم میں سے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہے۔ کیا اللہ شکر گزاروں کو خوب جاننے والا نہیں ہے؟

۱۔ مسلم: ۲۴۱۶

۲۱۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ (قبیلہ اوس کے سردار) کے فضائل

۱۲۰(۸۲۲۱): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُولُ: أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَوْبِ حَرِيرٍ، فَجَعَلُوا يَعْجَبُونَ مِنْ حُسْنِهِ وَلِينِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمَنَادِيلُ سَعْدٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنْ هَذَا(۱)

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ریشم کا ایک کپڑا ہدیہ کیا گیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی خوبصورتی اور نرمی پر تعجب کررہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سعد کے رومال اس سے زیادہ اچھے ہوں گے۔

۱۲۱(۸۲۲۲): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ بْنَ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ يُحَدِّثُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ " نَزَلَ أَهْلُ قُرَيْظَةَ عَلَى حُكْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فَأَتَاهُ عَلَى حِمَارٍ فَلَمَّا دَنَا قَرِيبًا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْأَنْصَارِ: قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ هَؤُلَاءِ نَزَلُوا عَلَى حُكْمِكَ قَالَ: تُقْتَلُ مُقَاتِلَتُهُمْ، وَتُسْبَى ذُرِّيَّتُهُمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَضَيْتَ بِحُكْمِ اللهِ وَرُبَّمَا قَالَ: قَضَيْتَ بِحُكْمِ الْمَلِكِ(۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بنوقریظہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ثالث بنانے پر راضی ہوئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بلایا، وہ دراز گوش پر سوار ہوکر آئے۔ جب مسجد کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے کہا: اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا: یہ لوگ تمہارے حکم کے منتظر ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کے جنگجوؤں کو قتل کر دیا جائے اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کیا ہے، اور بعض روایت کے الفاظ یہ ہیں: تم نے مالک حقیقی کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کیا۔

۱۲۲(۸۲۲۳): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَامِرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَالِحٍ، وَأَخْبَرَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَامِرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ سَعْدًا حَكَمَ عَلَى بَنِي قُرَيْظَةَ: أَنْ يُقْتَلَ مِنْهُمْ كُلُّ مَنْ جَرَتْ عَلَيْهِ الْمَوَاسِي، وَأَنْ تُسْبَى ذَرَارِيُّهُمْ، وَأَنْ تُقْسَمَ أَمْوَالُهُمْ فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَقَدْ حَكَمَ فِيهِمْ حُكْمَ اللهِ الَّذِي حَكَمَ بِهِ فَوْقَ سَبْعِ سَمَوَاتِهِ(۳)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے بنوقریظہ کے بارے میں فیصلہ دیا: جن لوگوں نے مقابلہ کیا ہے، ان کو قتل کر دیا جائے، بچوں کو غلام بنالیا جائے اور ان کے مال تقسیم کر دیے جائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فیصلے کا بتایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سعد رضی اللہ عنہ نے وہی فیصلہ کیا ہے، جو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر کیا ہے۔

۱۔ i۔ بخاری: ۳۸۰۲ ii۔ مسلم: ۲۴۶۸

۲۔ i۔ بخاری: ۳۸۰۴ ii۔ مسلم: ۱۷۶۸

۳۔ i۔ مسند عبد بن حمید: ۱۴۹ ii۔ مسند البزار: ۱۰۹۱

۱۲۳ (۸۲۲۴): أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ وَيَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُسَامَةَ وَهُوَ ابْنُ الْهَادِ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسَعْدٍ وَهُوَ يُدْفَنُ: إِنَّ هَذَا الْعَبْدَ الصَّالِحَ تَحَرَّكَ لَهُ الْعَرْشُ، وَفُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ (۱)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے حضرت سعد کو دفنانے کے بعد فرمایا: بے شک اس نیک بندے پر عرش الٰہی جنبش میں آ گیا اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے۔

۱۲۴ (۸۲۲۵): أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عَوْفٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ (۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی موت کی وجہ سے عرش الٰہی نے جنبش کی۔

۲۲۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ (سردار خزرج) کے فضائل

۱۲۵ (۸۲۲۶): أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَحْمَدَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ (وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ) (النور 4:) قَالَ سَعْدُ بْنُ عِبَادَةَ: يَا رَسُولَ اللهِ فَإِنْ أَنَا رَأَيْتُ لَكَاعِ قَدْ تَفَخَّذَهَا رَجُلٌ، لَا أَجْمَعُ الْأَرْبَعَةَ حَتَّى يَقْضِيَ الْآخَرُ حَاجَتَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْمَعُوا مَا يَقُولُ سَيِّدُكُمْ (۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی (اور وہ لوگ جو پاکباز عورتوں پر تہمت لگائیں پھر وہ چار گواہ نہ لاسکیں) (النور ۲۴:۴) ۔ تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میں کسی کمینی عورت کو مرد کے ساتھ ناپسندیدہ حالت میں دیکھوں تو میرے چار گواہوں کے جمع کرنے سے پہلے وہ مرد اپنی حاجت پوری کر لے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے صحابہ! تم اپنے سردار کی بات کو سنو۔

۱۔ i۔ احمد، ج ۳، ص ۳۲۷ ii۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۶، ص ۱۱ iii۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۲۰۶
iv۔ ابن حبان: ۷۰۳۳

۲۔ i۔ احمد، ج ۳، ص ۲۴ ii۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۳، ص ۴۳۴ iii۔ مصنف ابن ابی شیبۃ، ج ۱۴، ص ۱۴۲/۱۲، ۴۱۶
iv۔ مسند عبد بن حمید: ۸۷۱ v۔ مسند ابی یعلیٰ: ۱۲۶۰ vi۔ المعجم الکبیر للطبرانی ج ۶، ص ۱۰
vii۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۲۲۷ viii۔ تاریخ اصبہان لابی نعیم الاصبہانی، ج ۲، ص ۲۷۴ ix۔ البخاری: ۳۸۰۳
x۔ مسلم: ۲۴۶۶، ۲۴۶۷

۳۔ i۔ ابوداؤد: ۲۲۵۶ ii۔ مسند الطیالسی: ۲۶۶۷ iii۔ مسند ابی یعلیٰ: ۲۷۴۱، ۲۷۴۰
iv۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۱۸، ص ۸۳۔۸۲ v۔ بخاری: ۲۷۴۷

۲۳۔ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۲۶ (۸۲۲۷): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ وَهُوَ ابْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: لَمَّا أُنْزِلَتْ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ) (الحجرات:۲) قَالَ: قَالَ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ: أَنَا وَاللَّهِ الَّذِي كُنْتُ أَرْفَعُ صَوْتِي عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَكُونَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ غَضِبَ عَلَيَّ فَحَزِنَ وَاصْفَرَّ، فَفَقَدَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَ عَنْهُ فَقِيلَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنَّهُ يَقُولُ " :إِنِّي أَخْشَى أَنْ أَكُونَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ إِنِّي كُنْتُ أَرْفَعُ صَوْتِي عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَلْ هُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ: فَكُنَّا نَرَاهُ يَمْشِي بَيْنَ أَظْهُرِنَا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ (۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی: (اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور ان کے ساتھ اس طرح بلند آواز سے بات نہ کیا کرو، جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز سے کرتے ہو، کہیں تمہارے سارے اعمال ہی غارت ہو جائیں اور تمہیں شعور ہی نہ ہو۔) حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے سوچا: میں ہی وہ شخص ہوں جس کی آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بلند ہوتی ہے اور بے شک مجھے ہی اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر غضب ناک ہوا ہے۔ پس حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بہت غمگین ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر حاضر پا کر ان کے بارے میں پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کہتا ہے: مجھے خوف ہے کہ میں دوزخیوں میں سے ہوں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بلند آواز میری ہی ہوتی ہے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جنتی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب ہم ان کو اپنے درمیان چلتے دیکھتے تھے، تو ہم ایک جنتی شخص کو دیکھتے تھے۔

۱۲۷ (۸۲۲۸): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: خَطَبَ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ مَقْدَمَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَقَالَ: نَمْنَعُكَ مِمَّا نَمْنَعُ مِنْهُ أَنْفُسَنَا وَأَوْلَادَنَا، فَمَا لَنَا؟ قَالَ: الْجَنَّةُ قَالَ: رَضِينَا (۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مدینہ منورہ میں عرض کیا: ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اپنی جان و اولاد سے بڑھ کر کی، ہمارا انعام کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم راضی ہو گئے ہیں۔

۱۔ i۔ بخاری: ۴۸۴۶ ii۔ مسلم: ۱۱۹

۲۔ i۔ مسند ابی یعلی: ۳۷۷۲ ii۔ مسند البزار: ۶۸۶۴ iii۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۲۶۰

۲۴۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۲۸ (۸۲۲۹) أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ أَخْبَرَنِي عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: ذُكِرَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ عِنْدَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، فَقَالَ: لَا أَزَالُ أُحِبُّهُ بَعْدَمَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اسْتَقْرِئُوا أَرْبَعَةً فَذَكَرَ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ وَسَالِمًا مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ وَأُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ (۱)

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب سے سنا ہے میں ان سے محبت کرتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن پاک چار لوگوں سے سیکھو، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔

۲۵۔ حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۲۹ (۸۲۳۰) أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نِعْمَ الرَّجُلُ أَبُو بَكْرٍ، نِعْمَ الرَّجُلُ عُمَرُ، نِعْمَ الرَّجُلُ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ نِعْمَ الرَّجُلُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ، نِعْمَ الرَّجُلُ مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوحِ نِعْمَ الرَّجُلُ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، نِعْمَ الرَّجُلُ سُهَيْلُ بْنُ بَيْضَاءَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ كَذَا: قَالَ سُهَيْلُ بْنُ بَيْضَاءَ (۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کتنے اچھے آدمی ہیں، عمر رضی اللہ عنہ کتنے اچھے آدمی ہیں، ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کتنے اچھے آدمی ہیں، ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کتنے اچھے آدمی ہیں، معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کتنے اچھے آدمی ہیں، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کتنے اچھے آدمی ہیں، سہل بن بیضاء رضی اللہ عنہ کتنے اچھے آدمی ہیں۔ شیخ عبدالرحمٰن کہتے ہیں: آپ نے سہل بن بیضاء رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح فرمایا۔

۱۔ i۔ بخاری: ۳۸۰۶ ii۔ مسلم: ۲۴۶۴

۲۔ i۔ احمد، ج ۲، ص ۴۱۹ ii۔ الادب المفرد للبخاری: ۳۵۴ iii۔ السنۃ لابن ابی عاصم: ۱۲۴۴ iv۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۲۶۸، ۲۳۳ v۔ حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء لابی نعیم، ج ۹، ص ۴۲ vi۔ الترمذی: ۳۷۹۵ vii۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۲۲۵، ۲۸۹

۲۶۔حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۳۰(۸۲۳۱):أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ :حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ أُمَّ حَارِثَةَ أَتَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ هَلَكَ حَارِثَةُ يَوْمَ بَدْرٍ وَأَصَابَهُ سَهْمُ غَرْبٍ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ عَلِمْتَ مَوْقِعَ حَارِثَةَ مِنْ قَلْبِي، فَإِنْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ لَمْ أَبْكِ عَلَيْهِ وَإِلَّا فَسَوْفَ تَرَى مَا أَصْنَعُ فَقَالَ لَهَا :هُبِلْتِ أَوَ جَنَّةٌ وَاحِدَةٌ؟ هِيَ إِنَّهَا لَجِنَانٌ كَثِيرَةٌ وَإِنَّهُ لَفِي الْفِرْدَوْسِ الْأَعْلَى (۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ بدر میں حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کی نامعلوم تیر کے سبب شہادت کے بعد ام حارثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائیں، اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حارثہ کی وجہ سے میرے دل کو جو دکھ پہنچا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں: اگر حارثہ رضی اللہ عنہ جنت میں ہے تو میں اس کے لئے آنسو نہیں بہاؤں گی، وگرنہ عنقریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھیں گے، جو میں کروں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کہا: تجھے کیا ہو گیا ہے؟ کیا وہ ایک جنت ہے؟!! بے شک وہ بے شمار جنتیں ہیں اور حارثہ رضی اللہ عنہ سب سے اعلیٰ جنت (فردوس اعلیٰ) میں ہے۔

۱۳۱(۸۲۳۲):أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ نُعَيْمٍ قَالَ :أَخْبَرَنَا حِبَّانُ قَالَ :أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ :انْطَلَقَ حَارِثَةُ ابْنُ عَمَّتِي نَظَّارًا يَوْمَ بَدْرٍ مَا انْطَلَقَ لِقِتَالٍ فَأَصَابَهُ سَهْمٌ، فَقَتَلَهُ فَجَاءَتْ عَمَّتِي أُمُّهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ :يَا رَسُولَ اللهِ ابْنِي حَارِثَةَ إِنْ يَكُنْ فِي الْجَنَّةِ أَصْبِرْ وَأَحْتَسِبْ وَإِلَّا فَسَتَرَى مَا أَصْنَعُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يَا أُمَّ حَارِثَةَ إِنَّهَا جِنَانٌ كَثِيرَةٌ وَإِنَّ حَارِثَةَ فِي الْفِرْدَوْسِ الْأَعْلَى (۲)

حضرت انس بیان کرتے ہیں: حضرت حارثہ میرے پھوپھی زاد غزوہ بدر کے بڑے جوش کے ساتھ نکلے، وہ ایک تیر کے لگنے سے شہید ہوئے۔ میری پھوپھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا بیٹا حارثہ رضی اللہ عنہ اگر جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی اور ضبط کروں گی، وگرنہ عنقریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھیں گے جو میں کروں گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام حارثہ! رضی اللہ عنہا بے شک بہت ساری جنتیں ہیں اور یقیناً حارثہ سب سے اعلیٰ جنت (فردوس اعلیٰ) میں ہے۔

۱۳۲(۸۲۳۳):أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ :حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ :أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، وَأَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ :أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ :حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :نِمْتُ فَرَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ فَسَمِعْتُ صَوْتَ قِرَاءَةٍ تَقْرَأُ فَقُلْتُ :قِرَاءَةُ مَنْ هَذَا؟ فَقِيلَ :قِرَاءَةُ حَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :كَذَاكَ الْبِرُّ، كَذَاكَ الْبِرُّ، وَكَانَ مِنْ أَبَرِّ النَّاسِ بِأُمِّهِ وَاللَّفْظُ لِإِسْحَاقَ (۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں اپنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں پایا۔ میں نے قرآن مجید کی خوبصورت آواز میں تلاوت کی آواز سنی، میں نے پوچھا، یہ آواز کس کی ہے؟ بتلا گیا: یہ حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرمانبردار ایسا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ چار دفعہ ادا فرمائے۔ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ اپنی ماں کے ساتھ سب سے زیادہ بھلائی کرنے والے تھے۔ اس روایت کے الفاظ حضرت اسحاق رضی اللہ عنہ کے ہیں۔

۱۔ بخاری: ۶۵۶۷ ۲۔ بخاری: ۳۹۸۲

۳۔ i۔ مصنف عبدالرزاق: ۲۰۱۱۹ ii۔ بخاری احمد، ج ۶، ص ۱۵۱،۱۶۶ iii۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۲۰۸

۱۳۳(۸۲۳۴): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَمُوسَى قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي أُرَانِي فِي الْجَنَّةِ فَبَيْنَمَا أَنَا فِيهَا سَمِعْتُ صَوْتَ رَجُلٍ بِالْقُرْآنِ فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: حَارِثَةُ بْنُ النُّعْمَانِ كَذَاكَ الْبِرُّ، كَذَاكَ الْبِرُّ، كَذَاكَ الْبِرُّ(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں پایا۔ وہاں پر میں نے ایک آدمی کے قرآن پڑھنے کی آواز کو سنا۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ فرشتوں نے عرض کیا: یہ حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ فرمانبردار ہو تو ایسا ہو، فرمانبردار ہو تو ایسا ہو، فرمانبردار ہو تو ایسا ہو۔

۲۷۔ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۳۴(۸۲۳۵): أَخْبَرَنَا نَصْرُ بْنُ الْفَرَجِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُرِيتُ أَنِّي دَخَلْتُ الْجَنَّةَ وَسَمِعْتُ خَشْفًا أَمَامِي فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ: هَذَا بِلَالٌ فَإِذَا قَصْرٌ أَبْيَضُ بِفِنَائِهِ جَارِيَةٌ فَقُلْتُ: لِمَنْ هَذَا يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ: هَذَا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ(۲)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ میں جنت میں ہوں۔ میں نے اپنے آگے چلنے کی آواز سنی۔ میں نے پوچھا: اے جبرئیل علیہ السلام یہ کون ہے؟ انہوں نے بتلایا: یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہاں پر میں نے ایک سفید محل دیکھا، جس کے ایک کونے میں ایک عورت تھی۔ میں نے پوچھا: اے جبرئیل علیہ السلام! یہ کس کے لئے ہے؟ انہوں نے بتلایا: یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لئے ہے۔

۱۳۵(۸۲۳۶): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبِلَالٍ عِنْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ: حَدِّثْنِي بِأَرْجَى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ عِنْدَكَ فِي الْإِسْلَامِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ الْبَارِحَةَ خَشْفَ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ قَالَ: مَا عَمِلْتُ فِي الْإِسْلَامِ أَرْجَى عِنْدِي أَنِّي لَمْ أَطَّهَّرْ طُهُورًا تَامًّا فِي سَاعَةٍ مِنْ لَيْلٍ وَلَا نَهَارٍ، إِلَّا صَلَّيْتُ لِرَبِّي مَا كُتِبَ لِي أَنْ أُصَلِّيَ(۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے وہ عمل بتلاؤ، جس کی تمہیں اسلام میں سب سے زیادہ امید ہو۔ کیونکہ رات میں نے اپنے آگے جنت میں تمہارے جوتوں کی آہٹ سنی ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا، جس کی مجھے زیادہ امید ہو۔ بے شک رات ہو یا دن جب میں مکمل وضو کرتا ہوں تو میں اس کے ساتھ اپنے رب کی نماز پڑھتا ہوں، جتنی اس نے میرے لئے مقدر کردی ہو۔

۱۔ العبادللبخاری: ۵۴۷

۲۔ i۔ بخاری: ۳۶۷۹ ii۔ مسلم: ۲۴۵۷

۳۔ i۔ بخاری: ۱۱۴۹ ii۔ مسلم: ۲۴۵۸

۱۳۶(۸۲۲۷):أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ :حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى قَالَ :أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ :"كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ سِتَّةُ نَفَرٍ فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ :اطْرُدْ هَؤُلَاءِ عَنْكَ فَإِنَّهُمْ وَإِنَّهُمْ قَالَ " :وَكُنْتُ أَنَا وَابْنُ مَسْعُودٍ وَرَجُلٌ مِنْ هُذَيْلٍ وَبِلَالٌ وَرَجُلَانِ نَسِيتُ أَسْمَاءَهُمَا قَالَ :فَوَقَعَ فِي يَعْنِي نَفْسِهِ مَا شَاءَ اللهُ وَحَدَّثَ بِهِ نَفْسَهُ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ (وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ) (الأنعام:۵۲) وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ إِلَى (الظَّالِمِينَ) (الأنعام:۵۲)(۱)

حضرت سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم چھ لوگوں کی موجودگی میں مشرکوں نے کہا: فلاں فلاں لوگوں کو اپنے سے علیحدہ کردیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، قبیلہ ہذیل کا ایک آدمی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور دیگر دو آدمی تھے۔ جن کے نام مجھے یاد نہیں ہیں۔ بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں جو اللہ تعالیٰ نے چاہا، وہ آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بات اپنے دل میں ہی رکھی۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ انعام کی آیت نمبر ۵۲ نازل فرمائی: وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِم مِّن شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ (۵۲) اور آپ ان (شکستہ دل اور خستہ حال) لوگوں کو (اپنی صحبت وقربت سے) دور نہ کیجئے جو صبح وشام اپنے رب کو صرف اس کی رضا چاہتے ہوئے پکارتے رہتے ہیں۔ ان کے (عمل وجزا کے) حساب میں سے آپ پر کوئی چیز (واجب) نہیں اور نہ آپ کے حساب میں سے کوئی چیز ان پر (واجب) ہے (اگر) پھر بھی آپ انہیں (اپنے لطف وکرم سے) دور کردیں تو آپ حق تلفی کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے (جو آپ کے شایان شان نہیں)۔

۲۸۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۳۷(۸۲۲۸):أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ :حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ :حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ :سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ :إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ قَالَ :وَسَمَّانِي قَالَ :سَمَّاكَ فَبَكَى (۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے قرآن مجید پڑھوں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ سے میرا نام لیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام لیا ہے۔ پس حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رونے لگے۔

۱۔ مسلم:۲۴۱۳
۲۔ i۔ بخاری:۴۹۶۱ ii۔ مسلم:۷۹۹

۱۳۸(۸۲۳۹) أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ الرَّبِيعَ بْنَ أَنَسٍ يَقُولُ: قَرَأْتُ الْقُرْآنَ عَلَى أَبِي الْعَالِيَةِ وَقَرَأَ أَبُو الْعَالِيَةِ عَلَى أُبَيٍّ وَقَالَ أُبَيٌّ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمِرْتُ أَنْ أُقْرِئَكَ الْقُرْآنَ قَالَ: أَوَ ذُكِرْتُ هُنَاكَ؟ قَالَ: نَعَمْ فَبَكَى أُبَيٌّ قَالَ: وَلَا أَدْرِي شَوْقًا أَوْ خَوْفًا(۱)

حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے قرآن مجید ابوالعالیہ کے سامنے پڑھا، ابوالعالیہ نے حضرت ابی کے سامنے پڑھا اور حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں قرآن مجید تمہارے سامنے پڑھوں۔ حضرت ابی نے پوچھا: کیا میرا نام لیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ پھر حضرت ابی رونے لگے۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ آپ رضی اللہ عنہ محبت سے روئے یا خوف سے روئے۔

۱۳۹(۸۲۴۰) أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ، عَنْ ذَرٍّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ فَتَرَكَ آيَةً فَقَالَ: أَفِي الْقَوْمِ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ؟ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ نَسِيتَ آيَةَ كَذَا وَكَذَا، أَوْ نُسِخَتْ؟ قَالَ: نُسِّيتُهَا(۲)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر پڑھائی اور تلاوت میں ایک آیت چھوڑ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ جماعت میں موجود ہیں؟ حضرت ابی نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں آیت اس طرح ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نسیان لاحق ہوا ہے یا آیت منسوخ کر دی گئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے نسیان لاحق ہوا ہے۔

۱۴۰(۸۲۴۱) أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ آدَمَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ: ابْنِ مَسْعُودٍ، وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، وَسَالِمٍ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ"(۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن مجید چار لوگوں سے سیکھو: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ سے۔

۱۔ i۔المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۶۷۹ ii۔لابی نعیم الاصبہانی، ج۱، ص۲۵۱ iii۔المقدسی: ۱۱۴۷

۲۔ i۔بخاری: ۱۹۳ ii۔احمد، ج۵، ص۱۲۲ iii۔ابن خزیمہ: ۱۶۴۷

۳۔ مسلم: ۲۴۶۴

۱۴۱ (۸۲۴۲): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ، وَأَشَدُّهُمْ فِي أَمْرِ اللهِ عُمَرُ، وَأَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ، وَأَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَأَفْرَضُهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَأَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينًا أَلَا وَإِنَّ أَمِينَ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ (۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت ہیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ شرم وحیا والے ہیں، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ خوبصورت قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے ہیں، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ علم وراثت جاننے والے ہیں، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حلال وحرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں۔ خبردار! ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ہیں۔

۲۹۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے فضائل:

۱۴۲ (۸۲۴۳): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَافَى بْنُ عِمْرَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نِعْمَ الرَّجُلُ أَبُو بَكْرٍ، نِعْمَ الرَّجُلُ عُمَرُ، نِعْمَ الرَّجُلُ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ نِعْمَ الرَّجُلُ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ، نِعْمَ الرَّجُلُ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، نِعْمَ الرَّجُلُ مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوحِ (۲)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کتنے اچھے آدمی ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کتنے اچھے آدمی ہیں، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کتنے اچھے آدمی ہیں، حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کتنے اچھے آدمی ہیں، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کتنے اچھے آدمی ہیں، حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کتنے اچھے آدمی ہیں۔

۱۔ i۔ احمد، ج۳، ص۲۸۱ — ii۔ مسند الطیالسی: ۲۰۹۶ — iii۔ مشکل الآثار للطحاوی، ج۱، ص۳۵۱۔۳۵۰
iv۔ المستدرک للحاکم، ج۳، ص۴۲۲ — v۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج۶، ص۲۱۰ — vi۔ ابن حبان: ۷۱۳۱

۲۔ i۔ احمد، ج۲، ص۴۱۹ — ii۔ الادب المفرد للبخاری: ۳۵۴ — iii۔ السنۃ لابن ابی عاصم: ۱۲۴۴
iv۔ المستدرک للحاکم، ج۳، ص۲۶۸، ۲۳۳ — v۔ حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء لابی نعیم، ج۹، ص۴۲
vi۔ ترمذی: ۳۷۹۵ — vii۔ الحاکم، ج۳، ص۴۲۵، ۲۸۹

۱۴۳(۸۲۴۴): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ الْهَادِ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ خَبَّابٍ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ أُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ بَيْنَمَا هُوَ لَيْلَةً يَقْرَأُ فِي مِرْبَدِهِ إِذْ جَالَتْ فَرَسُهُ فَقَرَأَ، ثُمَّ جَالَتْ أُخْرَى فَقَرَأَ، ثُمَّ جَالَتْ أَيْضًا قَالَ أُسَيْدٌ: فَخَشِيتُ أَنْ تَطَأَ يَحْيَى، فَقُمْتُ إِلَيْهَا، فَإِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فَوْقَ رَأْسِي، فِيهَا أَمْثَالُ السُّرُجِ، عَرَجَتْ فِي الْجَوِّ حَتَّى مَا أَرَاهَا قَالَ: فَغَدَوْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ بَيْنَمَا أَنَا الْبَارِحَةَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فِي مِرْبَدِي، إِذْ جَالَتْ فَرَسِي فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْرَأْ ابْنَ حُضَيْرٍ فَقَرَأْتُ، ثُمَّ جَالَتْ أَيْضًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْرَأْ ابْنَ حُضَيْرٍ فَقَرَأْتُ فَكَانَ يَحْيَى قَرِيبًا مِنْهَا فَخَشِيتُ أَنْ تَطَأَهُ فَرَأَيْتُ مِثْلَ الظُّلَّةِ فِيهَا أَمْثَالُ السُّرُجِ عَرَجَتْ فِي الْجَوِّ حَتَّى مَا أَرَاهَا "فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ كَانَتْ تَسْتَمِعُ لَكَ وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ تَرَاهَا النَّاسُ لَا تَسْتَتِرُ مِنْهُمْ (۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: انہوں نے رات کو کھجوروں کے کھلیان میں قرآن مجید کی تلاوت شروع کی تو گھوڑا اچھلنا شروع ہوگیا، پھر دوبارہ قرآن مجید پڑھا تو گھوڑا دوبارہ اچھلنا شروع ہوگیا، پھر دوبارہ تلاوت شروع کی تو وہ پھر اچھلنا شروع ہوگیا، حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ اے میرے بیٹے! یحیٰی میرے ساتھ تھا، مجھے اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں گھوڑا اسے کچل نہ دے، میں یحیٰی کے پاس آگیا اس وقت میں نے اپنے سر کے اوپر سائبان دیکھا، اس میں نورانی چیزیں تھیں، جو فضا میں چلی گئیں، میں صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا: پچھلی رات میں کھجوروں کے کھلیان میں تھا، تو میرا گھوڑا کودنا شروع ہوگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن حضیر پڑھتے رہتے، (میں نے عرض کیا) پس میں نے تلاوت کی تو گھوڑا پھر کودنا شروع ہوگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن حضیر پڑھتے رہتے، (میں نے عرض کیا) میں نے پھر پڑھنا شروع کیا تو میرا بیٹا یحیٰی قریب ہی تھا، مجھے اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں گھوڑا اسے کچل نہ دے۔ پس میں نے سائبان دیکھا، اس میں نورانی چیزیں تھیں، جو فضاء کی طرف بلند ہوگئیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ فرشتے تھے جو تمہارا قرآن سننے آئے تھے، اگر تو صبح تک پڑھتا رہتا تو لوگ فرشتوں کو دیکھ لیتے اور وہ لوگوں سے نہ چھپتے۔

۳۰۔ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۴۴(۸۲۴۵): أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ أُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ، وَعَبَّادَ بْنَ بِشْرٍ كَانَا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةٍ ظَلْمَاءَ حِنْدِسٍ فَخَرَجَا مِنْ عِنْدِهِ فَأَضَاءَتْ عَصَا أَحَدِهِمَا فَجَعَلَا يَمْشِيَانِ بِضَوْئِهَا فَلَمَّا تَفَرَّقَا أَضَاءَتْ عَصَا الْآخَرِ (۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ ایک گھپ اندھیری رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے جب یہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلے تو ان دونوں میں سے ایک کی چھڑی نے روشنی کی، یہ دونوں اس چھڑی کی روشنی میں چلتے رہے، جب یہ دونوں جدا ہوئے تو دوسرے کی چھڑی نے روشنی کی۔

۱۔ i۔ بخاری: ۵۰۱۸　　ii۔ مسلم: ۷۹۶

۲۔ بخاری: ۳۸۰۵

۳۱۔حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۴۵(۸۲۴۶):أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْهَيْثَمِ قَالَ :حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ :حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ كِنَانَةَ بْنِ نُعَيْمٍ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَقَالَ :هَلْ تَفْقِدُونَ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالُوا :نَعَمْ، فَقَدْنَا فُلَانًا وَفُلَانًا فَقَالَ :هَلْ تَفْقِدُونَ مِنْ أَحَدٍ فِي الثَّانِيَةِ؟ قَالُوا :لَا قَالَ: لَكِنِّي أَفْقِدُ جُلَيْبِيبًا، انْطَلِقُوا فَالْتَمِسُوهُ فِي الْقَتْلَى فَإِذَا هُوَ قُتِلَ إِلَى جَنْبِهِ سَبْعَةٌ قَدْ قَتَلَهُمْ، ثُمَّ قَتَلُوهُ فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُخْبِرَ فَجَاءَ حَتَّى قَامَ عَلَيْهِ فَقَالَ :هَذَا مِنِّي، وَأَنَا مِنْهُ قَتَلَ سَبْعَةً ثُمَّ قَتَلُوهُ هَذَا مِنِّي، وَأَنَا مِنْهُ قَتَلَ سَبْعَةً ثُمَّ قَتَلُوهُ يَقُولُهَا مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ حَمَلَهُ عَلَى سَاعِدِهِ مَا لَهُ سَرِيرٌ إِلَّا سَاعِدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى حُفِرَ لَهُ وَدُفِنَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ غُسْلًا (۱)

حضرت ابو برزہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک غزوہ میں دشمن سے جہاد کے بعد پوچھا کوئی مفقود تو نہیں ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: فلاں فلاں گم ہیں ۔آپ ﷺ نے فرمایا مجھے جلیبیب رضی اللہ عنہ نظر نہیں آرہے،تم ان کو شہیدوں میں تلاش کرو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو سات مقتول دشمنوں کے پہلو میں پایا،حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ نے ساتوں کو واصل جہنم کیااور ان ساتوں کے ہاتھوں سے خود شہادت پائی،حضور نبی کریم ﷺ کو جب یہ خبر پہنچائی گئی تو نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں ،انہوں نے سات دشمنوں کوواصل جہنم کیااوران ساتوں نے ان کوشہید کیا،آپ ﷺ نے دو دفعہ یہ فرمایا ،پھر نبی کریم ﷺ نے ان کو اپنے بازوں پر اٹھایا،اس دن حضرت جلیبیب کا تکیہ حضور نبی کریم ﷺ کے بازو تھے۔ان کے لئے قبر کھودی گئی اوران کودفن کیا گیا،حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ کوغسل نہیں دیا گیا تھا۔

۳۲۔حضرت عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۴۶(۸۲۴۷):أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ :حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ قَالَ :سَمِعْتُ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ :جِيءَ بِأَبِي قَتِيلًا يَوْمَ أُحُدٍ، فَجَعَلَتْ فَاطِمَةُ أُخْتُهُ تَبْكِيهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا تَبْكِيهِ مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتَّى رُفِعَ (۲)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :غزوہ احد میں میرے باپ شہید ہوگئے ،ان کی بہن فاطمہ رونے لگی ۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:تو عبداللہ پر نہ رو، ان کی شان یہ ہے کہ:فرشتوں نے اپنے پروں سے ان پر سایہ کئے رکھا یہاں تک کہ ان کا جنازہ اٹھا گیا۔

۱۔ مسلم:۲۴۷۲

۲۔ i۔بخاری:۲۸۱۶ ii۔مسلم:۲۴۷۱

۳۳۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۴۷ (۸۲۴۸) أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ سَلْمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا النَّضْرُ قَالَ: أَخْبَرَنَا حَمَّادٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: اسْتَغْفَرَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسًا وَعِشْرِينَ مَرَّةً لَيْلَةَ الْبَعِيرِ (۱)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لیلۃ البعیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے پچیس مرتبہ دعاۓ مغفرت فرمائی۔

۳۴۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۴۸ (۸۲۴۹) أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ شَيْبَانَ عَنْ خَالِدِ بْنِ سُمَيْرٍ قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَبَاحٍ فَأَتَيْتُهُ وَكَانَتِ الْأَنْصَارُ تُفَقِّهُهُ فَقَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيُّ، فَارِسُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَ الْأُمَرَاءِ فَقَالَ: عَلَيْكُمْ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ فَإِنْ أُصِيبَ زَيْدٌ فَجَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، فَإِنْ أُصِيبَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَوَثَبَ جَعْفَرٌ فَقَالَ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي مَا كُنْتُ أَرْهَبُ أَنْ تَسْتَعْمِلَ عَلَيَّ زَيْدًا فَقَالَ: امْضِ، فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي فِي أَيِّ ذَلِكَ خَيْرٌ؟ فَانْطَلَقُوا، فَلَبِثُوا مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ الْمِنْبَرَ، وَأَمَرَ أَنْ يُنَادَى الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنْ جَيْشِكُمْ هَذَا الْغَازِي؟ إِنَّهُمُ انْطَلَقُوا، فَلَقُوا الْعَدُوَّ، فَأُصِيبَ زَيْدٌ شَهِيدًا، فَاسْتَغْفِرُوا لَهُ فَاسْتَغْفَرَ لَهُ النَّاسُ ثُمَّ أَخَذَ الرَّايَةَ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَشَدَّ عَلَى الْقَوْمِ حَتَّى قُتِلَ شَهِيدًا، أَشْهَدُ لَهُ بِالشَّهَادَةِ فَاسْتَغْفِرُوا لَهُ ثُمَّ أَخَذَ اللِّوَاءَ عَبْدُ اللهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَأَثْبَتَ قَدَمَيْهِ حَتَّى قُتِلَ شَهِيدًا، فَاسْتَغْفِرُوا لَهُ ثُمَّ أَخَذَ اللِّوَاءَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ، وَلَمْ يَكُنْ مِنَ الْأُمَرَاءِ هُوَ أَمَّرَ نَفْسَهُ ثُمَّ رَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِصْبَعَيْهِ ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنَّهُ سَيْفٌ مِنْ سُيُوفِكَ فَانْتَصِرْ بِهِ ثُمَّ قَالَ: انْفِرُوا فَأَمِدُّوا إِخْوَانَكُمْ، وَلَا يَتَخَلَّفَنَّ أَحَدٌ فَنَفَرَ النَّاسُ فِي حَرٍّ شَدِيدٍ مُشَاةً وَرُكْبَانًا (۲)

حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ فارس رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر امراء کو روانہ کیا تو فرمایا: تمہارے لئے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ امیر لشکر ہیں، اگر زید شہید ہو جائیں، تو جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے، اگر جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے کھڑے ہو کر عرض کیا: میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں: زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنانے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نامناسب نہ ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اور تمہیں نہیں معلوم، کہ بھلائی کس چیز میں ہے، پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت زید رضی اللہ عنہ کی امارت میں چلے اور جتنی دیر اللہ تعالیٰ نے چاہا ٹھہرے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور لوگوں کو اکٹھے ہونے کے لئے اعلان کا حکم دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں تمہارے غازی لشکر کے حالات نہ بتلاؤں؟ بے شک مسلمان چلے اور دشمن سے مقابلہ کیا، حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہادت نصیب ہوئی، پس تم ان کے لئے دعاۓ مغفرت کرو، صحابہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے لئے دعاۓ مغفرت کی، پھر جھنڈا حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے اٹھالیا، انہوں نے دشمن پر پے در پے حملے کئے، یہاں تک کہ انہیں شہید کر دیا گیا، پس میں ان کی

۱۔ i۔ مسند الطیالسی: ۱۸۴۰ ii۔ ترمذی: ۳۸۵۲ iii۔ ابن حبان: ۱۴۳۲۷

۲۔ i۔ احمد، ج ۵، ص ۳۰۱۔ ۳۰۰۔ ۲۹۹ ii۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۴، ص ۳۶۸۔ ۳۶۷ iii۔ ابن حبان: ۷۰۴۸

شہادت کی گواہی دیتا ہوں، پس تم ان کے لئے دعائے مغفرت کرو۔ پھر جھنڈا حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے تھام لیا، وہ ثابت قدم رہے، یہاں تک کہ شہید کردیئے گئے، تم ان کے لئے دعائے مغفرت کرو۔ پھر جھنڈا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بطور امیر کے تھام لیا، حالانکہ وہ منتخب امراء میں سے نہ تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ بلند کئے اور دعا کی: اے اللہ: بلاشبہ وہ تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے تو اس کی مدد فرما۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا: تم نکلو اور اپنے بھائیوں کی مدد کرو اور کوئی اختلاف نہ کرے، پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیدل اور سوار شدید ترین گرمی میں نکلے۔

۱۴۹(۸۲۵۰): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ :حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى بْنُ أَعْيَنَ قَالَ :حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ قَالَ :قَالَ عُمَرُ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ رَوَاحَةَ :لَوْ حَرَّكْتَ بِنَا الرِّكَابَ .فَقَالَ: قَدْ تَرَكْتُ قَوْلِي، قَالَ لَهُ عُمَرُ :اسْمَعْ وَأَطِعْ، قَالَ:(البحر الرجز)

اللهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا ...وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا ...وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اللهُمَّ ارْحَمْهُ فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ(۱)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحۃ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کاش تو ہمارے ساتھ سفر کرتا، حضرت عبداللہ نے عرض کیا: میں نے اپنی بات چھوڑ دی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے کہا: غور سے سنو اور فرمانبرداری کرو، انہوں نے یہ اشعار کہے:

اے اللہ تعالیٰ: اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے
نہ صدقہ وخیرات کرتے اور نہ ہی نماز ادا کرسکتے
تو ہم پر سکون واطمینان نازل فرما
اگر ہمارا دشمنوں سے آمنا سامنا ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرما۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قبول ہوگئی۔

۱۔ i۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۳، ص ۳۹۳ ii۔ مصنف ابن ابی شیبۃ، ج ۶، ص ۳۹۵
iii۔ الغیلانیات لابی بکر محمد بن عبداللہ البزار: ۸۳۳ iv۔ الخلعیات لابی الطاہر: ۱۴۶۱
v۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۱۰، ص ۲۲۷ vi۔ المقدسی: ۲۶۴
vii۔ تاریخ دمشق لابن عساکر: ۱۰۴/۲۸ viii۔ بخاری: ۶۶۲۰ ix۔ مسلم: ۱۸۰۳

۱۵۰ (۸۲۵۱) أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَوَاحَةَ أَنَّهُ كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسِيرٍ لَهُ فَقَالَ لَهُ: يَا ابْنَ رَوَاحَةَ انْزِلْ فَحَرِّكِ الرِّكَابَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ تَرَكْتُ ذَاكَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: اسْمَعْ وَأَطِعْ، قَالَ: فَرَمَى بِنَفْسِهِ وَقَالَ: (البحر الرجز)

اللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا ... وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا ... وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ (۱)

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن رواحہ رضی اللہ عنہ! اترو اور سواری کو حرکت دو، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اسے چھوڑ دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: غور سے سنو اور فرمانبرداری کرو، انہوں نے کہا: میں نے اپنے آپ کو چھوڑ دیا اور یہ اشعار کہے:

اے اللہ تعالیٰ! اگر تو نہ ہوتا تو ہمیں ہدایت نصیب نہ ہوتی
نہ ہم صدقہ وخیرات کرتے اور نہ ہی نمازیں پڑھتے
تو ہم پر سکون و اطمینان نازل فرما
اگر ہم دشمنوں سے جہاد کریں تو ہمیں ثابت قدم رکھ

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ ان پر رحم فرما تو حضرت عمر نے کہا قبول ہوگئی۔

۳۵۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے فضائل:

۱۵۱ (۸۲۵۲) أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو النَّضْرِ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لِأَحَدٍ يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا لِعَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ (۲)

حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روئے زمین پر چلنے والے لوگوں میں حضرت عبد اللہ بن سلام کے علاوہ کسی کے متعلق نہیں سنا: کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں۔

۱۵۲۔ (۸۲۵۳) أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَمِيرَةَ قَالَ: لَمَّا حَضَرَ مُعَاذًا الْمَوْتُ قِيلَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَوْصِنَا قَالَ: أَجْلِسُونِي قَالَ: إِنَّ الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ مَكَانَهُمَا مَنِ ابْتَغَاهُمَا وَجَدَهُمَا يَقُولُهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَالْتَمِسُوا الْعِلْمَ عِنْدَ أَرْبَعَةِ رَهْطٍ عِنْدَ عُوَيْمِرٍ أَبِي الدَّرْدَاءِ، وَعِنْدَ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ، وَعِنْدَ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَعِنْدَ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ الَّذِي كَانَ يَهُودِيًّا فَأَسْلَمَ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت یزید بن عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ پر موت کا وقت قریب آیا تو آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: اے ابو عبید الرحمن رضی اللہ عنہ! ہمیں وصیت کیجئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے بٹھاؤ، پھر فرمایا: بے شک علم اور ایمان ایک جگہ پر ہیں، جو ان کو تلاش کرے گا وہ پالے گا، آپ رضی اللہ عنہ نے تین دفعہ یہی فرمایا: پس تم علم کو چار آدمیوں کے پاس تلاش کرو، حضرت عویمر ابو درداء، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے پاس، جو پہلے یہودی تھے پھر

۱۔ تحفۃ الاشراف، ج۴، ص۳۱۹

۲۔ i۔ بخاری: ۳۸۱۲ ii۔ مسلم: ۲۴۸۳

يَقُولُ :إِنَّهُ عَاشِرُ عَشَرَةٍ فِي الْجَنَّةِ(١)

مسلمان ہو گئے اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے: وہ جنت میں جانے والے دس شخصوں میں سے دسویں ہیں۔

۱۵۳(۸۲۵۴):أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ :حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ، إِنْ شَاءَ اللهُ قَالَ :جَاءَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْدَمَهُ الْمَدِينَةَ فَقَالَ " :إِنِّي سَائِلُكَ عَنْ ثَلَاثٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا نَبِيٌّ :مَا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ؟ وَأَوَّلُ مَا يَأْكُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ؟ وَالْوَلَدُ يَنْزِعُ إِلَى أَبِيهِ وَإِلَى أُمِّهِ؟ "قَالَ: أَخْبَرَنِي بِهِنَّ جِبْرِيلُ آنِفًا قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ :ذَاكَ عَدُوُّ الْيَهُودِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ قَالَ :أَمَّا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُهُمْ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ وَأَمَّا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوتٍ وَأَمَّا الْوَلَدُ فَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ نَزَعَهُ وَإِنْ سَبَقَ مَاءُ الْمَرْأَةِ نَزَعَتْهُ قَالَ :أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللهِ قَالَ :يَا رَسُولَ اللهِ الْيَهُودُ قَوْمٌ بُهُتٌ وَإِنْ عَلِمُوا بِإِسْلَامِي قَبْلَ أَنْ تَسْأَلَهُمْ عَنِّي بَهَتُونِي عِنْدَكَ فَجَاءَتِ الْيَهُودُ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَيُّ رَجُلٍ عَبْدُ اللهِ فِيكُمْ؟ فَقَالُوا :خَيْرُنَا وَسَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا وَأَعْلَمُنَا قَالَ :أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ؟ قَالُوا: أَعَاذَهُ اللهُ مِنْ ذَلِكَ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ :أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ قَالُوا :شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا وَاسْتَنْقَصُوهُ فَقَالَ :هَذَا كُنْتُ أَخَافُهُ يَا رَسُولَ اللهِ(٢)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر کہا: میں آپ ﷺ سے تین چیزیں پوچھوں گا، جنہیں نبی ﷺ کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا، پہلی: قیامت کے قائم ہونے کی پہلی علامت کیا ہوگی؟ دوسری: جنتی پہلی چیز کیا کھائیں گے؟ تیسری: بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے یا ماں کے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت جبریل امین علیہ السلام نے ان چیزوں کے بارے میں مجھے ابھی بتلایا ہے، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا وہ فرشتوں میں یہودیوں کے دشمن ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

۱۔ قیامت کی پہلی علامت یہ ہوگی کہ ایک آگ مشرق سے مغرب کی طرف چلے گی۔

۲۔ جنتی پہلا کھانا مچھلی کے جگر کا گوشت کھائیں گے۔

۳۔ اگر باپ کے پانی کا غلبہ ہو تو بچے کی مشابہت باپ سے ہوتی ہے اور اگر ماں کا پانی غالب ہو تو بچے کی مشابہت ماں سے ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! یہودی بہت الزام تراشی کرنے والے ہیں، اگر ان کو آپ ﷺ کے پوچھنے سے پہلے میرے اسلام لانے کا پتہ چل گیا، تو وہ آپ ﷺ کے پاس

۱۔ i۔ احمد، ج۵ص۲۴۳۔۲۴۲ ii۔ التاریخ الصغیر للبخاری، ج۱ص۷۳ iii۔ ترمذی: ۳۸۰۴

iv۔ المعجم الکبیر للطبرانی: ۸۵۱۴ v۔ المستدرک للحاکم، ج۳ص۴۱۶، ۲۷۰ vi۔ ابن حبان: ۷۱۶۵

۲۔ بخاری: ۳۳۲۹

میری بدگوئی کریں گے، اسی اثناء میں یہودی آئے، آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: تم میں سے سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا بندہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: وہ ہمارا بہترین ہے، ہمارا سردار ہے، اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے اور سب سے زیادہ علم والا ہے، آپ ﷺ نے پوچھا: اگر عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرلیں، تو تمہارا ردعمل کیا ہوگا؟ انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور بے شک محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، انہوں نے کہا: یہ بدبخت ہے اور بدبخت کا بیٹا ہے اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی عیب جوئی کی۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے اسی بات کا خوف تھا۔

۳۶۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۵۴(۸۲۵۵): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ عَنِ ابْنِ فُضَيْلٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ خَيْثَمَةَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مَرْوَانَ عَنْ عُمَرَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَقْرَأَ الْقُرْآنَ غَضًّا كَمَا أُنْزِلَ فَلْيَقْرَأْهُ عَلَى قِرَاءَةِ ابْنِ مَسْعُودٍ(۱)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو قرآن کی تلاوت اس اصل پر کرنا چاہتا ہے جیسا کہ قرآن مجید نازل ہوا ہے، اسے چاہیے کہ وہ ابن ام معبد رضی اللہ عنہ کے طریقہ پر ہے۔

۱۵۵(۸۲۵۶): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، وَأَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَّامٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ الْمِقْدَامِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عُمَرَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَقْرَأَ الْقُرْآنَ غَضًّا وَقَالَ إِسْحَاقُ: رَطْبًا كَمَا أُنْزِلَ فَلْيَقْرَأْهُ عَلَى قِرَاءَةِ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ(۲)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو قرآن مجید کو اصل طریقہ پر پڑھنا پسند کرتا ہے (امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ ﷺ نے غضا کی بجائے رطبا فرمایا ہے) جیسا کہ وہ نازل ہوا ہے، اسے چاہئے کہ وہ ابن معبد کے طریقہ پر پڑھے۔

۱۵۶(۸۲۵۷): أَخْبَرَنَا أَبُو صَالِحٍ الْمَكِّيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا فُضَيْلٌ وَهُوَ ابْنُ عِيَاضٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ وَخَيْثَمَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ مَرْوَانَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عُمَرَ: فَقَالَ عُمَرُ: مِنْ أَيْنَ جِئْتَ؟ قَالَ: مِنَ الْعِرَاقِ وَتَرَكْتُ بِهَا رَجُلًا يُمْلِي الْمُصْحَفَ عَنْ ظَهْرِ قَلْبِهِ

حضرت قیس بن مروان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا، آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: تو کہاں سے آیا ہے؟ اس نے کہا: عراق سے، وہاں پر ایک شخص ایسا ہے جو قرآن مجید کی املاء زبانی طور پر کرواتا ہے۔

۱۔ i- مسند الحارث، رقم ۱۰۱۱ ii- المعجم الکبیر للطبرانی، رقم ۸۴۲۳

۲۔ i- ابن ماجہ، ص ۳۹، رقم ۱۳۷ ii- مسند الحمیدی ار، ج ۱، ص ۶۶، رقم ۱۳

قَالَ :وَمَنْ هُوَ؟ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ قَالَ :مَا فِي النَّاسِ أَحَدٌ أَحَقُّ بِذَلِكَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ :أُحَدِّثُكَ عَنْ ذَلِكَ سَمَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ أَبِي بَكْرٍ فَخَرَجْنَا فَسَمِعْنَا قِرَاءَةَ رَجُلٍ فِي الْمَسْجِدِ فَتَسَمَّعَ فَقِيلَ :رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ يُصَلِّي قَالَ :سَلْ تُعْطَهْ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ :مَنْ أَرَادَ أَنْ يَقْرَأَ الْقُرْآنَ رَطْبًا كَمَا أُنْزِلَ فَلْيَقْرَأْهُ كَمَا يَقْرَأُ ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ(۱)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ کون ہے؟ اس نے جواب دیا: وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس بات کا لوگوں میں اس سے زیادہ کوئی مستحق نہیں ہے۔ پھر فرمایا: میں اس کے بارے میں تمہیں بتلاتا ہوں۔ ایک رات ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں باتیں کر رہے تھے۔ جب ہم وہاں سے نکلے تو ایک شخص کو قرآن مجید پڑھتے ہوئے سنا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا کہ مہاجرین میں سے ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو مانگ! تجھے دیا جائے گا۔ یہ تین دفعہ فرمایا، پھر فرمایا: جو قرآن مجید کو اس کی اصل پر پڑھنا چاہتا ہے جیسا کہ وہ نازل ہوا ہے، اسے چاہیے کہ وہ ابن ام معبد رضی اللہ عنہ کے طریقہ پر قرآن پڑھے۔

۱۵۷(۸۲۵۸):أَخْبَرَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ مُعْتَمِرٍ، وَهُوَ ابْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ قَالَ :قَالَ لَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ :أَيُّ الْقِرَاءَتَيْنِ تَقْرَءُونَ؟ قُلْنَا :قِرَاءَةَ عَبْدِ اللهِ قَالَ :إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْرِضُ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ عَامٍ مَرَّةً وَإِنَّهُ عُرِضَ عَلَيْهِ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ مَرَّتَيْنِ فَشَهِدَ عَبْدُ اللهِ مَا نُسِخَ(۱)

حضرت ابوظبیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ہم سے پوچھا: تم کون کون سی قرأت میں قرآن مجید پڑھتے ہو۔ ہم نے عرض کیا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت۔ انہوں نے فرمایا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال میں ایک دفعہ قرآن مجید پیش کیا جاتا تھا، اور جس سال آپ کا وصال مبارک ہوا، اس سال دو مرتبہ پیش کیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ منسوخ آیات کے گواہ ہیں۔

۱۵۸(۸۲۵۹):أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: ذَكَرُوا ابْنَ مَسْعُودٍ عِنْدَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ :لَا أَزَالُ أُحِبُّهُ بَعْدَمَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ " :اسْتَقْرِئُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ :ابْنِ مَسْعُودٍ، وَسَالِمٍ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ "قَالَ شُعْبَةُ وَسَالِمٌ :لَا أَدْرِي مَنِ الثَّالِثُ أُبَيٌّ أَوْ مُعَاذٌ(۲)

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ان سے بہت محبت کرتا ہوں، جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے: قرآن مجید چار لوگوں سے سیکھو: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے۔ امام شعبہ فرماتے ہیں: میں علم نہیں سالم کے بعد تیسرے حضرت ابی ہیں یا حضرت معاذ ہیں۔

۱۔ i۔ المصاحف لابن ابی داؤد، ج۱، ص۳۱۵ ii۔ مسند احمد، ج۱، ص۳۰۸، رقم ۱۷۵

۱۔ i۔ مصنف ابن ابی شیبۃ، ج۱۰، ص۵۵۹ ii۔ احمد، ج۱، ص۳۶۳ iii۔ احمد، ج۱، ص۲۷۵ iv۔ مسلم: ۲۳۰۸ v۔ المستدرک للحاکم، ج۲، ص۲۳۰ vi۔ بخاری: ۴۹۹۷

۲۔ i۔ بخاری: ۳۷۵۸ ii۔ مسلم: ۲۴۶۴

١٥٩(٨٢٦٠) أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا قُطْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ قَالَ: كُنَّا فِي دَارِ أَبِي مُوسَى فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ يَنْظُرُونَ فِي مُصْحَفٍ، فَقَامَ عَبْدُ اللهِ فَقَالَ أَبُو مَسْعُودٍ: مَا أَعْلَمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ بَعْدَهُ رَجُلًا أَعْلَمَ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ مِنْ هَذَا الْقَائِمِ فَقَالَ أَبُو مُوسَى: لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ لَقَدْ كَانَ يَشْهَدُ إِذَا غِبْنَا، وَيُؤْذَنُ لَهُ إِذَا حُجِبْنَا(١)

حضرت ابوا حوص ؓ بیان کرتے ہیں: ہم صحابہ کرام کی ایک جماعت حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ کے گھر میں قرآن مجید کو دیکھ رہے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کھڑے ہوئے، تو حضرت ابومسعود ؓ نے کہا: نبی کریم ﷺ نے اپنے بعد اس کھڑے ہونے والے شخص سے بڑھ کر کوئی قرآن مجید کا علم جاننے والا نہیں چھوڑا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ نے کہا: تو نے جیسا کہا وہ ویسے ہی ہیں، کیونکہ جب ہم آپ ﷺ سے غائب ہوتے تھے، تو وہ موجود ہوتے تھے، جب ہم محجوب ہوتے تھے، تو انہیں اجازت ہوتی تھی۔

١٦٠(٨٢٦١) أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سُوَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ: قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذْنُكَ عَلَيَّ أَنْ تَرْفَعَ الْحِجَابَ وَأَنْ تَسْتَمِعَ سِوَادِي حَتَّى أَنْهَاكَ(٢)

حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میرے لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تجھے میرے پاس آنے کی اجازت ہے، تمہارے لیے حجاب اٹھا دیا گیا ہے اور تمہیں میری راز کی باتیں سننے کی اجازت ہے، جب تک میں تمہیں منع نہ کروں۔

١٦١(٨٢٦٢) أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ مُرْسَلٌ(٣)

ایک دوسری سند سے یہ حدیث مرسل ہے۔

١٦٢(٨٢٦٣) أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا أُرَى أَنَّ عَبْدَ اللهِ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ(٤)

حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، تو میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کو اہلِ بیت میں دیکھا۔

١٦٣(٨٢٦٤) أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَعْدٍ فِي هَذِهِ الْآيَةِ (وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ) (الأنعام: ٥٢) قَالَ: نَزَلَتْ فِي سِتَّةٍ أَنَا وَابْنُ مَسْعُودٍ فِيهِمْ، فَأُنْزِلَتْ أَنِ ائْذَنْ لِهَؤُلَاءِ(٥)

حضرت سعد ؓ بیان کرتے ہیں: یہ آیت مبارکہ (اور آپ ان لوگوں کو دور نہ کیجئے گا جو اپنے پروردگار کو صبح وشام پکارتے ہیں) چھ لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی، ان چھ میں میں اور عبداللہ بن مسعود ؓ شامل ہیں۔ اس آیت کے نزول سے ان تمام کو اجازت ملی۔

۱۔ مسلم: ۲۴۶۱ ۲۔ مسلم: ۲۱۶۹ ۳۔ ایضاً
۴۔ i۔ بخاری: ۴۳۸۴ ii۔ مسلم: ۲۴۶۰ ۵۔ مسلم: ۲۴۱۳

۱۶۴(۸۲۶۵):أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ :حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ قَالَ :حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: قُلْنَا لِحُذَيْفَةَ :أَخْبِرْنَا بِرَجُلٍ قَرِيبِ الْهَدْيِ وَالسَّمْتِ وَالدَّلِّ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى نَلْزَمَهُ قَالَ :مَا أَعْلَمُ أَحَدًا أَشْبَهَ سَمْتًا وَهَدْيًا وَدَلًّا بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يُوَارِيَهُ مِنِ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ(۱)

حضرت عبدالرحمن بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا: ہمیں اس شخص کے بارے میں بتلائیں جو چال ڈھال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہو تاکہ ہم اس کی پیروی کو لازم پکڑ لیں، انہوں نے کہا: میں ان تمام معاملات میں حضرت ابن ام معبد رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی اور کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہیں سمجھتا۔

۱۶۵(۸۲۶۶):أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ :أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى قَالَ :أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ :كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ سِتَّةُ نَفَرٍ فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ :اطْرُدْ هَؤُلَاءِ عَنْكَ فَإِنَّهُمْ وَإِنَّهُمْ قَالَ :وَكُنْتُ أَنَا وَابْنُ مَسْعُودٍ وَرَجُلٌ مِنْ هُذَيْلٍ وَبِلَالٌ وَرَجُلَانِ نَسِيتُ أَسْمَاءَهُمَا فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ (وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ) (الأنعام:۵۲) إِلَى قَوْلِهِ (الظَّالِمِينَ) (الأنعام:۵۲)(۲)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم چھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے تو مشرکین نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو اپنے سے دور کر دیں، فلاں اور فلاں حضرت سعد کہتے ہیں: وہاں پر میں، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، قبیلہ ہذیل کا شخص، حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور دو لوگ اور تھے، جن کا میں نام بھول گیا ہوں، موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اور ان میں کچھ وہ (بھی) ہیں جو آپ کی طرف کان لگائے رہتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر (ان کی اپنی بدنیتی کے باعث) پردے ڈال دیئے ہیں (سو اب ان کے لئے ممکن نہیں) کہ وہ اس (قرآن) کو سمجھ سکیں اور (ہم نے) ان کے کانوں میں ڈاٹ دے دی ہے، اور اگر وہ تمام نشانیوں کو (کھلا بھی) دیکھ لیں تو (بھی) اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔ حتیٰ کہ جب آپ کے پاس آتے ہیں، آپ سے جھگڑا کرتے ہیں (اس وقت) کافر لوگ کہتے ہیں کہ یہ (قران) پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیوں کے سوا (کچھ) نہیں۔

۱۶۶(۸۲۶۷):أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ الْحَارِثِ قَالَ :حَدَّثَنَا الْمُعَافَى قَالَ :أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ وَهُوَ ابْنُ مَعْنٍ، عَنْ مَنْصُورِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَوْ كُنْتُ مُسْتَخْلِفًا أَحَدًا عَلَى أُمَّتِي مِنْ غَيْرِ مَشْوَرَةٍ لَاسْتَخْلَفْتُ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ(۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اپنی امت پر بغیر مشورہ کے کسی کو خلیفہ نامزد کرتا، تو عبداللہ بن مسعود کو خلیفہ نامزد کرتا۔

۱۔ بخاری: ۳۷۶۲ ۲۔ مسلم: ۲۴۱۳

۳۔ i۔ المستدرک للحاکم، ج ۳ ص ۳۱۸ ii۔ احمد، ج ۱ ص ۷۶ iii۔ مسند البزار: ۸۳۷

iv۔ ترمذی: ۳۸۰۸ v۔ المعرفۃ والتاریخ للفسوی، ج ۲ ص ۵۴۴ vi۔ تاریخ بغداد للخطیب، ج ۱ ص ۱۴۸

۳۷۔حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۶۷(۸۲۶۸):اخبرنا محمد بن ابان قال: ثنا یزید قال: انا العوام عن سلمة بن کهیل

حضرت سلمہ بن کھیل رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت ہے جو کہ آگے آرہی ہے۔

۱۶۸(۸۲۶۹):أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ قَالَ :حَدَّثَنَا يَزِيدُ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ .وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ :حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ :أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ قَالَ :كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَمَّارٍ كَلَامٌ، فَأَغْلَظْتُ لَهُ فِي الْقَوْلِ، فَانْطَلَقَ عَمَّارٌ يَشْكُو خَالِدًا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ خَالِدٌ وَعَمَّارٌ يَشْكُوهُ، فَجَعَلَ يُغْلِظُ لَهُ وَلَا يَزِيدُهُ إِلَّا غِلْظَةً وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاكِتٌ فَبَكَى عَمَّارٌ، فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا تَرَاهُ؟ قَالَ :فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ قَالَ :مَنْ عَادَى عَمَّارًا عَادَاهُ اللهُ وَمَنْ أَبْغَضَ عَمَّارًا أَبْغَضَهُ اللهُ قَالَ خَالِدٌ :فَخَرَجْتُ فَمَا كَانَ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رِضَى عَمَّارٍ، فَلَقِيتُهُ فَرَضِيَ ."اللَّفْظُ لِأَحْمَدَ(۱)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے درمیان تلخ کلامی ہوگئی، میں نے ان کے بارے میں سخت کلمات کہے۔حضرت عمار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے تاکہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا شکوہ بیان کریں۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ آگئے،حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے بارے میں مزید سخت گفتگو کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ رونے لگ گئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھ رہے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر بلند کیا اور فرمایا: جس نے عمار رضی اللہ عنہ سے دشمنی کی، اس نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے بغض رکھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں وہاں سے اس حال میں نکلا کہ مجھے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی رضا سے بڑھ کر کوئی چیز پسند نہ تھی۔ پھر میں ان سے اس حال میں ملا کہ وہ مجھ سے راضی ہو چکے تھے۔

۱۶۹(۸۲۷۰):أَخْبَرَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ :أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ :سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْأَشْتَرِ، عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ يُعَادِ عَمَّارًا يُعَادِهِ اللهُ وَمَنْ يَسُبَّ عَمَّارًا يَسُبَّهُ اللهُ(۲)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عمار سے دشمنی کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے دشمنی کرتا ہے۔اور جو عمار کو گالی دیتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو گالی دیتا ہے۔

۱۔ i۔مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۲، ص ۱۲۰ ii۔احمد، ج ۴، ص ۸۹ iii۔المعجم الکبیر للطبرانی: ۳۸۳۵ iv۔المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۳۹۱۔۳۹۰ v۔ابن حبان: ۷۰۸۱ vi۔مسند احمد، ج ۴، ص ۹۰ vii۔الحاکم، ج ۳، ص ۳۹۰۔۳۸۹

۲۔ i۔احمد، ج ۴، ص ۹۰ ii۔مسند الطیالسی: ۱۱۵۶ iii۔المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۳۸۹

۱۷۰ (۸۲۷۱): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا مَسْعُودُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الْأَشْتَرِ قَالَ: كَانَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ يَضْرِبُ النَّاسَ عَلَى الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ قَالَ: فَقَالَ خَالِدٌ بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ فَأَصَبْنَا أَهْلَ بَيْتٍ قَدْ كَانُوا وَحَّدُوا فَقَالَ عَمَّارٌ: هَؤُلَاءِ قَدِ احْتَجَزُوا مِنَّا بِتَوْحِيدِهِمْ فَلَمْ أَلْتَفِتْ إِلَى قَوْلِ عَمَّارٍ فَقَالَ عَمَّارٌ: أَمَا لَأُخْبِرَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَيْهِ شَكَانِي إِلَيْهِ فَلَمَّا رَأَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْتَصِرُ مِنِّي أَدْبَرَ وَعَيْنَاهُ تَدْمَعَانِ فَرَدَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ: يَا خَالِدُ لَا تَسُبَّ عَمَّارًا، فَإِنَّهُ مَنْ سَبَّ عَمَّارًا يَسُبُّهُ اللهُ وَمَنْ يَنْتَقِصْ عَمَّارًا يَنْتَقِصْهُ اللهُ وَمَنْ سَفَّهَ عَمَّارًا يُسَفِّهُهُ اللهُ قَالَ خَالِدٌ: فَمَا مِنْ ذُنُوبِي شَيْءٌ أَخْوَفُ عِنْدِي مِنْ تَسْفِيهِي عَمَّارًا (۱)

حضرت یزید بن اشتر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نماز عصر کے بعد لوگوں کو خطاب کیا اور فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک سریہ میں بھیجا، ہماری ملاقات ایک ایسے گھرانے کے افراد سے ہوئی، جو توحید الٰہی کا اقرار کرنے والے تھے، حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: ان لوگوں نے توحید کی وجہ سے ہمیں اپنے سے روک دیا ہے۔ میں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی بات پر کوئی توجہ نہ دی، حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس کی خبر ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوں گا، جب ہم واپس پہنچے تو عمار رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میرا شکوہ کیا، جب انہوں نے محسوس کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مدد نہیں کر رہے، تو وہ روتے ہوئے، وہاں سے واپس مڑ گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور فرمایا: اے خالد! عمار کو برا بھلا نہ کہو، پس بے شک جس نے عمار رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا، اس نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو برا بھلا کہا، جو حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی عیب جوئی کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی عیب جوئی کرتا ہے، جس نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی رائے کو غلط قرار دیا، اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو غلط قرار دیا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس دن سے میرے نزدیک سب سے بڑا گناہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی رائے کو رد کرنا ہے، میرے نزدیک سب سے زیادہ خوف والی یہی بات ہے۔

۱۷۱ (۸۲۷۲): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الْأَشْتَرِ قَالَ: سَمِعْتُ خَالِدًا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَسُبَّ عَمَّارًا، فَإِنَّهُ مَنْ يَسُبَّ عَمَّارًا يَسُبَّهُ اللهُ وَمَنْ يُبْغِضْ عَمَّارًا يُبْغِضْهُ اللهُ وَمَنْ سَفَّهَ عَمَّارًا يُسَفِّهْهُ اللهُ (۲)

حضرت اشتر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت خالد سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو برا بھلا نہ کہو، کیونکہ جس نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا، اس نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو برا بھلا کہا، جس نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا، اس نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے بغض رکھا، جس نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی رائے کو رد کیا اس نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے فرمان کو رد کیا۔

۱۔ i۔المعجم الکبیر للطبرانی، ج۴، ص۱۱۲ ii۔المستدرک للحاکم، ج۳، ص۴۳۹

۲۔ مشکل الآثار للطحاوی، ج۸، ص۲۷۱

۱۷۲ (۸۲۷۳): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي عَمَّارٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُلِءَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ إِيمَانًا إِلَى مُشَاشِهِ (۱)

حضرت عمرو بن شرحبیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عمار رضی اللہ عنہ ایمان کے لحاظ سے کناروں تک بھرے ہوئے ہیں۔

۱۷۳ (۸۲۷۴): أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذٌ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: قَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ: إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ لَا يَكُونَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ يَوْمَ مَاتَ وَهُوَ يُحِبُّ رَجُلًا، فَيُدْخِلَهُ اللهُ النَّارَ قَالُوا: قَدْ كُنَّا نَرَاهُ يُحِبُّكَ قَدْ كَانَ يَسْتَعْمِلُكَ قَالَ: اللهُ أَعْلَمُ، أَحَبَّنِي أَمْ تَأَلَّفَنِي، وَلَكِنَّا قَدْ كُنَّا نَرَاهُ يُحِبُّ رَجُلًا قَالُوا: مَنْ ذَاكَ الرَّجُلُ؟ قَالَ: عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ قَالُوا: فَذَاكَ قَتِيلُكُمْ يَوْمَ صِفِّينَ قَالَ: قَدْ وَاللهِ قَتَلْنَاهُ (۲)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بے شک مجھے یقین ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرمانے تک، جس شخص سے بھی محبت فرماتے تھے، اللہ تعالیٰ اس شخص کو دوزخ میں داخل نہیں کرے گا، لوگوں نے عرض کیا: ہمیں یقین ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ سے محبت فرماتے تھے، اسی لئے آپ رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر کیا تھا، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے محبت فرماتے تھے یا مجھے آزمائش میں چھوڑا، لیکن ہم ایک ایسے شخص کے بارے میں جانتے ہیں، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم محبت فرماتے تھے، لوگوں نے پوچھا: وہ کون شخص ہے؟ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ہیں، لوگوں نے کہا: یہ تو وہی ہیں جن کو آپ کے لوگوں نے جنگ صفین کے دن شہید کیا تھا، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم: ہم نے ہی ان کو شہید کیا ہے۔

۱۷۴ (۸۲۷۵): أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أُمِّهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَمَّارٍ: تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ (۳)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تمہیں ایک باغی گروہ شہید کرے گا۔

۱۔ i۔ کتاب الایمان لابن ابی شیبۃ: ۹۳ ii۔ ابن ماجہ: ۱۴۱ iii۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۳۹۲
iv۔ نعیم الاصبہانی، ج ۱، ص ۱۳۹ v۔ ابن حبان: ۷۰۷۶
۲۔ i۔ المعجم الاوسط للطبرانی: ۶۱۱ ii۔ احمد بن حنبل: ۱۲۰۰۶ iii۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۴۴۲
۳۔ مسلم: ۲۹۱۶

۱۷۵(۸۲۷۶): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ سِيَاهٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا خُيِّرَ عَمَّارٌ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا اخْتَارَ أَشَدَّهُمَا(۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ دو کاموں میں سے مشکل کام کو اختیار فرمایا۔

۳۸۔ حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ کے فضائل:

۱۷۶(۸۲۷۷): أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ وَإِسْحَاقُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ إِسْحَاقَ قَالَا: أَخْبَرَنَا عَفَّانُ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ سَلْمَانَ وَصُهَيْبًا وَبِلَالًا كَانُوا قُعُودًا فَمَرَّ بِهِمْ أَبُو سُفْيَانَ فَقَالُوا: مَا أَخَذَتْ سُيُوفُ اللهِ مِنْ عُنُقِ عَدُوِّ اللهِ مَأْخَذَهَا بَعْدُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: تَقُولُونَ هَذَا لِشَيْخِ قُرَيْشٍ وَسَيِّدِهَا قَالَ: فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ قَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ لَعَلَّكَ أَغْضَبْتَهُمْ، لَئِنْ كُنْتَ أَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ أَغْضَبْتَ رَبَّكَ فَرَجَعَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ: يَا إِخْوَتَاهُ لَعَلِّي أَغْضَبْتُكُمْ قَالُوا: لَا يَا أَبَا بَكْرٍ، يَغْفِرُ اللهُ لَكَ اللَّفْظُ لِإِبْرَاهِيمَ (۲)

حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، ان کے پاس حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا، انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی تلواریں، اللہ تعالیٰ کے دشمن کی گردن میں اپنی جگہ نہیں پہنچیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم قریش کے شیخ اور سردار کے متعلق اس طرح کہتے ہو پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ! نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! شاید تم نے ان کو ناراض کر دیا، اگر تم نے ان کو ناراض کر دیا، تو اپنے رب کو ناراض کر دیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوٹ کر ان کے پاس آئے اور کہا: اے میرے بھائیو! شاید میں نے تم کو ناراض کر دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ آپ کی بخشش فرمائے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ الفاظ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہیں۔

۱۔ i۔ احمد، ج ۶، ص ۱۱۳ ii۔ ترمذی: ۳۹۷۷ iii۔ ابن ماجہ: ۱۴۸
iv۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۳۸۸ v۔ تاریخ بغداد للخطیب، ج ۱۱، ص ۲۸۸
۲۔ مسلم: ۲۵۰۴

۳۹۔حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۷۷(۸۲۷۸):أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ :حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :إِذْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْجُمُعَةِ فَلَمَّا قَرَأَ (وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ) (الجمعة3 :) قَالَ :مَنْ هَؤُلَاءِ يَا رَسُولَ اللهِ فَلَمْ يُرَاجِعْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى سَأَلَهُ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا قَالَ :وَفِينَا سَلْمَانُ فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلَى سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ :لَوْ كَانَ الْإِيمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ مِنْ هَؤُلَاءِ (۱)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۃ الجمعہ نازل ہوئی ،جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: اوران میں سے دوسروں کو بھی جو ابھی ان پہلوں سے نہیں ملے۔ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا،حتیٰ کہ اس نے دو یا تین بار پوچھا،اس وقت ہم میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: اگر دین ثریا (ستارے) کے پاس بھی ہوتو ان لوگوں میں سے ایک شخص اس کو پالے گا۔

۴۰۔حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۷۸(۸۲۷۹):أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ :حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ :سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :اسْتَقْرِئُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ :مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَسَالِمٍ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ، وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ "(۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن مجید چار لوگوں سے پڑھو: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ،حضرت سالم مولی حذیفہ رضی اللہ عنہ ،حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے۔

۱۷۹(۸۲۸۰):أَخْبَرَنَا أَبُو صَالِحٍ الْمَكِّيُّ قَالَ :أَخْبَرَنَا فُضَيْلٌ وَهُوَ ابْنُ عِيَاضٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ :لَا أَزَالُ أُحِبُّ ابْنَ مَسْعُودٍ بَعْدَمَا بَدَأَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ :ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، وَسَالِمٍ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ "(۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ سنا ہے،اس وقت سے میں ان سے ہمیشہ محبت کرتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن مجید چار لوگوں سے حاصل کرو: حضرت ابن ام معبد رضی اللہ عنہ ،حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ،حضرت معاذ بن جبل اور حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ سے۔

۱۔ i۔بخاری:۴۸۹۷ ii۔مسلم:۲۵۴۶

۲۔ i۔بخاری:۳۷۵۸ ii۔مسلم:۲۴۶۴

۳۔ i۔بخاری:۴۹۹۹ ii۔مسلم:۲۴۶۴

۴۱۔ حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۸۰ (۸۲۸۱) أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: جَزَاكُمُ اللهُ مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ خَيْرًا، وَلَا سِيَّمَا آلُ عَمْرِو بْنِ حَرَامٍ وَسَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ(۱)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ گروہ انصار کو بہترین جزا عطا فرمائے، خاص طور پر عمرو بن حزم اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی آل کو۔

۴۲۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۸۱ (۸۲۸۲) أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ نُعَيْمٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ أَبِي أَخْبَرَنَا قَالَ: خَبَّرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ شَيْبَانَ عَنْ خَالِدِ بْنِ سُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَأَمَرَ الْمُنَادِيَ أَنْ يُنَادِيَ الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَابَ خَبَرٌ، ثَابَ خَبَرٌ، ثَابَ خَبَرٌ، أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنْ جَيْشِكُمْ هَذَا الْغَازِي؟ إِنَّهُمُ انْطَلَقُوا حَتَّى لَقُوا الْعَدُوَّ لَكِنْ زَيْدٌ أُصِيبَ شَهِيدًا، فَاسْتَغْفِرُوا لَهُ ثُمَّ أَخَذَ اللِّوَاءَ جَعْفَرٌ فَشَدَّ عَلَى الْقَوْمِ، فَقُتِلَ شَهِيدًا، أَنَا أَشْهَدُ لَهُ بِالشَّهَادَةِ فَاسْتَغْفِرُوا لَهُ ثُمَّ أَخَذَ اللِّوَاءَ عَبْدُ اللهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَأَثْبَتَ قَدَمَيْهِ حَتَّى أُصِيبَ شَهِيدًا فَاسْتَغْفِرُوا لَهُ ثُمَّ أَخَذَ اللِّوَاءَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ، وَلَمْ يَكُنْ مِنَ الْأُمَرَاءِ فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَبْعَيْهِ وَقَالَ: اللَّهُمَّ هُوَ سَيْفٌ مِنْ سُيُوفِكَ فَانْتَصِرْ بِهِ فَيَوْمَئِذٍ سُمِّيَ خَالِدٌ سَيْفَ اللهِ(۲)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور منادی کو ندا کا حکم دیا، اس نے آواز دی الصلوۃ جامعۃ (اکٹھے ہو جاؤ)۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبر سنو (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ تین دفعہ ادا فرمائے)! میں تمہیں تمہارے غازی لشکر کے بارے میں بتلاتا ہوں، بے شک وہ (مسلمان فوج) روانہ ہوئے، یہاں تک کہ ان کی دشمن سے مڈبھیڑ ہوئی، سب سے پہلے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہادت نصیب ہوئی تم ان کے لیے بخشش کی دعا کرو۔ پھر علم حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اٹھا لیا، وہ بڑی دلیری کے ساتھ دشمن سے لڑے، انہیں بھی شہید کر دیا گیا، میں ان کی شہادت کی گواہی دیتا ہوں، تم ان کی لیے بھی بخشش کی دعا کرو۔ پھر علم حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اٹھا لیا، وہ بڑے ثابت قدم رہے، یہاں تک کہ انہیں بھی شہادت نصیب ہوئی، پس تم ان کے لئے بھی طلب مغفرت کرو۔ پھر علم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اٹھا لیا، حالانکہ وہ امراء لشکر میں سے نہ تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کو بلند کر کے یہ دعا مانگی: اے اللہ تعالیٰ! یہ تیری تلواروں میں

۱۔ i۔ مسند ابی یعلیٰ: ۲۰۷۹، ۲۰۸۸ ii۔ الخلصیات للمخلص: ۱۲۳۱، iii۔ مسند البزار: ۲۷۰۶
iv۔ ابن السنی: ۲۷۶ v۔ المستدرک للحاکم، ج ۴، ص ۱۱۲۔۱۱۱ vi۔ ابن حبان: ۷۰۲۰

۲۔ i۔ احمد، ج ۵، ص ۲۹۹ ii۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۴، ص ۳۶۸۔۳۶۷ iii۔ ابن حبان: ۷۰۴۸

سے ایک تلوار ہے، تو اس کی مدد فرما۔ اس دن سے حضرت خالد بن ولید سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کے لقب سے مشہور ہوئے۔

۱۸۲ (۸۲۸۳): أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي وَهْبُ بْنُ زَمْعَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَارِثَ بْنَ يَزِيدَ الْحَضْرَمِيَّ، يُحَدِّثُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ نَاشِرَةَ بْنِ سُمَيٍّ الْيَزَنِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَهُوَ يَخْطُبُ النَّاسَ فَقَالَ: "إِنِّي أَعْتَذِرُ إِلَيْكُمْ مِنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، فَإِنِّي أَمَرْتُهُ أَنْ يَحْبِسَ هَذَا الْمَالَ عَلَى ضَعَفَةِ الْمُهَاجِرِينَ، فَأَعْطَاهُ ذَا الْبَأْسِ، وَذَا الشَّرَفِ وَذَا اللِّسَانِ فَنَزَعْتُهُ، وَأَمَّرْتُ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ فَقَالَ أَبُو عَمْرِو بْنُ حَفْصِ بْنِ الْمُغِيرَةِ: لَقَدْ نَزَعْتَ عَامِلًا اسْتَعْمَلَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَغْمَدْتَ سَيْفًا سَلَّهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَوَضَعْتَ لِوَاءً نَصَبَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَقَدْ قَطَعْتَ الرَّحِمَ، وَحَسَدْتَ ابْنَ الْعَمِّ فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّكَ قَرِيبُ الْقَرَابَةِ، حَدِيثُ السِّنِّ، مُغْضَبٌ فِي ابْنِ عَمِّكَ"(۱)

حضرت ناشرہ بن سمی یزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا: بے شک میں تمہیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں وضاحت کرتا ہوں: میں نے خالد بن ولید کو حکم دیا تھا کہ وہ اس مال کو غریب مہاجرین کے لئے بچائے۔ لیکن خالد نے وہ مال خوشحال، صاحب ثروت اور شاعروں پر لٹا دیا۔ اس وجہ سے میں نے ان کو معزول کر کے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا ہے۔ حضرت ابو عمرو بن حفص رضی اللہ عنہ نے کہا: بلاشبہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے عامل کو معزول کیا ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا تھا، آپ نے ایک ایسی تلوار کو میان میں رکھا ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر نکالا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے ایک ایسا جھنڈا سرنگوں کیا ہے، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لہرایا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قطع رحمی کی ہے اور چچازاد سے حسد کیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: بے شک آپ قریبی رشتہ دار ہیں، ہم عمر ساتھی ہیں اور اپنے چچازاد کے بارے میں غصہ کرنے والے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خندق کھود رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ آخرت کی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔

۴۳۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۸۳ (۸۲۸۴): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ: سَمِعْتُ حُمَيْدًا يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ أَبَا طَلْحَةَ كَانَ يَرْمِي بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَطَاوَلُ يَنْظُرُ أَيْنَ تَقَعُ نَبْلُهُ؟ فَيَقُولُ أَبُو طَلْحَةَ: هَكَذَا يَا نَبِيَّ اللهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي نَحْرِي دُونَ نَحْرِكَ "(۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑے ہو کر تیر اندازی کر رہے تھے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونچا ہو کر دیکھا کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا تیر کہاں گرتا ہے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف ہو جائیں، تاکہ اگر نقصان پہنچے تو مجھے پہنچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ رہیں۔

۱۔ أ۔ احمد، ج ۳، ص ۴۷۶۔ ۴۷۵ ii۔ المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۱۱، ۷۶۰

۲۔ بخاری: ۳۸۱۱

۴۴۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۸۴(۸۲۸۵): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنُ الْحَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَبِي سَلَمَةَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرَهُ وَأَغْمَضَهُ ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَبِي سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّينَ، وَاخْلُفْهُ فِي عَقِبِهِ فِي الْغَابِرِينَ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ، اللّٰهُمَّ افْسَحْ لَهُ فِي قَبْرِهِ وَنَوِّرْ لَهُ فِيهِ(۱)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ وفات پا چکے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! تو ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی بخشش فرما، اس کے درجات ہدایت یافتہ لوگوں میں بلند فرما، اس کے گھر والوں کو اچھا جانشین عطا فرما، اے تمام جہانوں کے پالنے والے! ہمیں بھی بخش اور اس کی بھی بخشش فرما، اے اللہ تعالیٰ! اس کی قبر کو کشادہ فرما، اور اسے قبر میں روشنی عطا فرما۔

۴۵۔ حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۸۵(۸۲۸۶): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَرَأَ الْقُرْآنَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُبَيٌّ، وَمُعَاذٌ، وَزَيْدٌ وَأَبُو زَيْدٍ(۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں قرآن حضرت ابی، حضرت معاذ، حضرت زید اور حضرت ابوزید رضی اللہ عنہم نے پڑھا۔

۴۶۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۸۶(۸۲۸۷): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ، وَأَشَدُّهُمْ فِي دِينِ اللهِ عُمَرُ، وَأَفْرَضُهُمْ زَيْدٌ وَأَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينًا وَأَمِينُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ(۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت پر سب سے زیادہ مہربان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، اللہ کے دین کے معاملے میں سب سے زیادہ سخت حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، علم کی میراث کے سب سے زیادہ جاننے والے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں، حلال وحرام کے بڑے عالم حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں، خبردار! ہر امت کا ایک امین ہے اور اس امت کے امین حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ہیں۔

۱۔ مسلم: ۹۲۰

۲۔ i۔ بخاری: ۳۸۱۰ ii۔ مسلم: ۲۴۶۵

۳۔ i۔ احمد، ج ۳، ص ۲۸۱ ii۔ مسند الطیالسی: ۲۰۹۶ iii۔ مشکل الآثار للطحاوی، ج ۱، ص ۳۵۱-۳۵۰
iv۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۴۲۲ v۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۶، ص ۲۱۰ vi۔ ابن حبان: ۷۱۳۱

۱۸۷(۸۲۸۸) أَخْبَرَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ قَالَ: إِنَّكَ غُلَامٌ شَابٌّ عَاقِلٌ، لَا نَتَّهِمُكَ قَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَتَبَّعِ الْقُرْآنَ فَاجْمَعْهُ(۱)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ (مراد زید بن ثابت رضی اللہ عنہ) نوجوان سمجھدار آدمی ہیں، آپ رضی اللہ عنہ قابل بھروسہ ہیں، آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی لکھتے رہے ہیں، پس تم کوشش کر کے قرآن پاک کو جمع کرو۔

۴۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۸۸(۸۲۸۹) أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي شُعَيْبٍ قَالَ: حَدَّثَنِي الْحَارِثُ بْنُ عُمَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ رَأَى كَأَنَّ بِيَدِهِ سَرَقَةً مِنْ إِسْتَبْرَقٍ لَا يُشِيرُ بِهَا إِلَى شَيْءٍ مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا طَارَتْ إِلَيْهِ فَقَصَصْتُهَا عَلَى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّ عَبْدَ اللهِ رَجُلٌ صَالِحٌ(۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں ریشم کا ایک ٹکڑا ہے، میں جنت میں جس طرف اشارہ کرتا ہوں، وہ ٹکڑا اڑ کر اس جگہ آ جاتا ہے، میں نے یہ خواب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ عبداللہ نیک آدمی ہے۔

۴۸ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۸۹(۸۲۹۰) أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَسَرَتِ الرُّبَيِّعُ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ فَطَلَبُوا إِلَيْهِمُ الْعَفْوَ فَأَبَوْا فَعُرِضَ عَلَيْهِمُ الْأَرْشُ، فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ بِالْقِصَاصِ قَالَ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ: يَا رَسُولَ اللهِ تُكْسَرُ ثَنِيَّةُ الرُّبَيِّعِ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسَرُ قَالَ: يَا أَنَسُ كِتَابُ اللهِ الْقِصَاصُ فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَعَفَوْا قَالَ: إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ(۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ربیع رضی اللہ عنہا نے ایک باندی کے دو دانت توڑ دیئے، ان لوگوں سے معافی مانگی گئی لیکن انہوں نے معاف کرنے سے انکار کر دیا، ان کو دیت کی پیش کش کی گئی، لیکن وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقدمہ لے کر آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم دیا۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا حضرت ربیع رضی اللہ عنہا کے دانت توڑ دیئے جائیں گے؟ اس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برحق مبعوث فرمایا! حضرت ربیع رضی اللہ عنہا کے دانت نہیں

۱۔ i۔ بخاری: ۴۹۸۶ ii۔ مسلم: ۷۱۹۱

۲۔ i۔ بخاری: ۷۰۱۵ ii۔ مسلم: ۲۴۷۸

۳۔ i۔ بخاری: ۲۷۰۳ ii۔ مسلم: ۱۶۷۵

ٹوٹنے چاہیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے انس اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی کتاب نے قصاص لازم قرار دیا ہے، اس کے بعد وہ لوگ راضی ہو گئے اور انہوں نے حضرت ربیع رضی اللہ عنہا کو معاف کر دیا، آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے بہت سارے بندے ایسے ہیں، جب وہ کسی کام کے بارے میں قسم اٹھا لیتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کام کو پورا کر دیتا ہے۔

۱۹۰(۸۲۹۱): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ نُعَيْمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا حَبَّانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ عَمِّي أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ: سُمِّيتَ بِهِ. وَلَمْ يَشْهَدْ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبُرَ ذَلِكَ عَلَيْهِ وَقَالَ: أَوَّلُ مَشْهَدٍ شَهِدَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُيِّبْتُ عَنْهُ أَمَا وَاللهِ لَئِنْ أَرَانِي اللهُ مَشْهَدًا فِيمَا بَعْدُ لَيَرَيَنَّ اللهُ مَا أَصْنَعُ قَالَ: وَهَابَ أَنْ يَقُولَ غَيْرَهَا، فَشَهِدَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ، فَاسْتَقْبَلَهُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ: يَا أَبَا عَمْرٍو أَيْنَ؟ قَالَ: وَاهًا لِرِيحِ الْجَنَّةِ أَجِدُهَا دُونَ أُحُدٍ، فَقَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ، فَوُجِدَ فِي جَسَدِهِ بِضْعٌ وَثَمَانُونَ مِنْ بَيْنِ يَعْنِي ضَرْبَةٍ وَرَمْيَةٍ وَطَعْنَةٍ فَقَالَتْ عَمَّتِي الرُّبَيِّعُ بِنْتُ النَّضْرِ أُخْتُهُ: فَمَا عَرَفْتُ أَخِي إِلَّا بِبَنَانِهِ قَالَ: وَأُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا) (الأحزاب۳۳:۲۳)(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا حضرت انس بن نضر غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے، اس کا ان کو بہت قلق تھا وہ کہتے تھے کہ جو کفر اور اسلام کا پہلا بڑا معرکہ ہوا، میں اس میں حاضر نہ ہو سکا، اگر اللہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مجھے کسی اور غزوہ میں حاضر ہونے کا موقع دیا تو پھر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ضرور دکھائے گا کہ میں کیا کرتا ہوں، پھر وہ غزوہ احد میں حاضر ہوئے اور ان کی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، انہوں نے پوچھا اے ابو عمرو کہاں جا رہے ہو؟ حضرت انس بن نضر نے کہا وہ دیکھو مجھے احد پہاڑ کے پاس سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے، انہوں نے قتال کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے، ان کے جسم پر تلواروں، نیزوں اور تیروں کے اسی (۸۰) سے زیادہ زخم تھے۔ میری پھوپھی اور حضرت ربیع بن نضر رضی اللہ عنہا کی بہن نے کہا: میں نے اپنے بھائی کو ان کی انگلیوں کے پوروں سے پہچانا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی: مومنوں میں کچھ ایسے (ہمت والے) مرد ہیں، جنہوں نے اس وعدہ کو سچا کر دکھایا، جو انہوں نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے کیا تھا، سو ان میں سے بعض نے شہید ہو کر اپنی نذر پوری کر دی اور ان میں سے بعض منتظر ہیں، اور انہوں نے اپنے وعدوں میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ (الاحزاب ۳۳:۲۳)

۱۔ i۔ بخاری: ۲۸۰۵ ii۔ مسلم: ۱۹۰۳

۴۹۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۹۱ (۸۲۹۲): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أُمِّ سُلَيْمٍ فَأَتَتْهُ بِتَمْرٍ وَسَمْنٍ فَقَالَ: أَعِيدُوا سَمْنَكُمْ فِي سِقَائِهِ وَتَمْرَكُمْ فِي وِعَائِهِ فَإِنِّي صَائِمٌ، ثُمَّ قَامَ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ الْبَيْتِ فَصَلَّى صَلَاةً غَيْرَ مَكْتُوبَةٍ وَدَعَا لِأُمِّ سُلَيْمٍ، وَلِأَهْلِ بَيْتِهَا فَقَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ لِي خُوَيْصَّةً فَقَالَ: مَا هِيَ؟ قُلْتُ: خَادِمُكَ أَنَسٌ، فَمَا تَرَكَ خَيْرًا مِنْ خَيْرِ آخِرَةٍ وَلَا دُنْيَا إِلَّا دَعَا لِي، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ ارْزُقْهُ مَالًا، وَوَلَدًا وَبَارِكْ لَهُ قَالَ: فَإِنِّي لَمِنْ أَكْثَرِ الْأَنْصَارِ مَالًا قَالَ: وَحَدَّثَتْنِي ابْنَتِي أَنَّهُ قَدْ دُفِنَ لِصُلْبِي إِلَى مَقْدَمِ الْحَجَّاجِ إِلَى الْبَصْرَةِ بِضْعٌ وَعِشْرُونَ وَمِائَةٌ (۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے مہمان نوازی کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھجوریں اور گھی رکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھی کو کٹورے میں واپس رکھو اور اپنی کھجوروں کو برتن میں سنبھالو، کیونکہ میں روزے سے ہوں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کے ایک کونے میں کھڑے ہو کر نفل پڑھے اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا اور ان کے گھرانے کے لئے دعا کی، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: میرا ایک لاڈلہ ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم انس رضی اللہ عنہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی کی میرے لئے دعا کی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! اس کو مال اور اولاد عطا فرما، اور ان میں برکت عطا فرما۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پس میں انصار میں سب سے زیادہ مال والا ہوں، مزید مجھے آپ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی نے بیان کیا: کہ حجاج بن یوسف کے بصرہ آنے سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ کی صلبی اولاد کی تعداد ایک سو بیس سے کچھ اوپر تھی، جنہیں دفن کیا جا چکا تھا۔

۱۹۲ (۸۲۹۳): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ الْجَعْدِ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَسَمِعَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ صَوْتَهُ فَقَالَتْ: بِأَبِي وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ أُنَيْسٌ، فَدَعَا لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ دَعَوَاتٍ قَدْ رَأَيْتُ مِنْهَا اثْنَتَيْنِ، وَأَنَا أَرْجُو الثَّالِثَةَ فِي الْآخِرَةِ (۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا تو ام سلیم رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہو، یہ چھوٹا انس ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے تین دعائیں کی، ان میں سے دو دعاؤں کے اثرات میں نے اسی دنیا میں دیکھ لئے ہیں اور تیسری دعا کی میں آخرت میں امید رکھتا ہوں۔

۱۔ ا۔ بخاری: ۱۹۸۲ ii۔ مسلم: ۲۴۸۱

۲۔ مسلم: ۲۴۸۱

۵۰۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۹۳ (۸۲۹۴): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَفْصِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَوْمَ قُرَيْظَةَ لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ: اهْجُ الْمُشْرِكِينَ، فَإِنَّ جِبْرِيلَ مَعَكَ(۱)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، غزوہ قریظہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت کے لئے فرمایا: تم مشرکین کی ہجو کرو، بے شک جبریل امین علیہ السلام تمہارے مددگار ہیں۔

۱۹۴ (۸۲۹۵): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَسَّانَ: اهْجُ الْمُشْرِكِينَ، فَإِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ مَعَكَ(۲)

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان کے لئے فرمایا: تم مشرکین کی ہجو کرو بے شک روح القدس تمہارے مددگار ہیں۔

۵۱۔ حضرت حاطب بن ابوبلتعہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۹۵ (۸۲۹۶): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ عَبْدًا لِحَاطِبٍ جَاءَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْكُو حَاطِبًا فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ لَيَدْخُلَنَّ حَاطِبٌ النَّارَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَذَبْتَ، لَا يَدْخُلُهَا فَإِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا وَالْحُدَيْبِيَةَ(۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت حاطب کا ایک غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور حضرت حاطب کی شکایت کرتے ہوئے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حاطب دوزخ میں داخل ہو جائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جھوٹ کہتے ہو، وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا، کیونکہ وہ غزوہ بدر اور حدیبیہ میں شریک ہوا ہے۔

۵۲۔ حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۹۶ (۸۲۹۷): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ نُعَيْمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا حِبَّانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا يَقُولُ: لَمَّا طُعِنَ حَرَامُ بْنُ مِلْحَانَ وَكَانَ خَالَهُ يَوْمَ بِئْرِ مَعُونَةَ قَالَ: بِالدَّمِ هَكَذَا فَنَضَحَهُ عَلَى وَجْهِهِ وَرَأْسِهِ وَقَالَ: فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ(۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ (جو کہ حضرت انس کے ماموں ہیں) کو سریہ بئر معونہ کے دن جب نیزہ مار کر زخمی کیا گیا تو انہوں نے خون کو اپنے چہرے اور سر پر چھڑکتے ہوئے کہا: کعبہ کے رب کی عزت کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔

۱۔ i۔ بخاری: ۴۱۲۴ ii۔ مسلم: ۲۴۸۶

۲۔ i۔ احمد، ج ۴، ص ۳۰۱۔ ۲۹۸ ii۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۴، ص ۴۲ iii۔ مشکل الآثار للطحاوی، ج ۴، ص ۲۹۸ iv۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۴۸۷ v۔ ابن حبان: ۷۱۴۶

۳۔ مسلم: ۲۴۹۵

۴۔ i۔ بخاری: ۴۰۹۲ ii۔ مسلم: ۶۷۷

۵۳۔حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۹۷(۸۲۹۸): أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَبُو أَحْمَدَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ بْنُ يُونُسَ، عَنْ مَيْسَرَةَ بْنِ حَبِيبٍ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ: سَأَلَتْنِي أُمِّي مُنْذُ مَتَى عَهْدُكَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهَا: مُنْذُ كَذَا وَكَذَا، فَنَالَتْ مِنِّي وَسَبَّتْنِي فَقُلْتُ لَهَا: دَعِينِي فَإِنِّي آتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُصَلِّي مَعَهُ الْمَغْرِبَ وَلَا أَدَعُهُ حَتَّى يَسْتَغْفِرَ لِي وَلَكِ، فَصَلَّيْتُ مَعَهُ الْمَغْرِبَ فَصَلَّى إِلَى الْعِشَاءِ، ثُمَّ انْفَتَلَ وَتَبِعْتُهُ فَعَرَضَ لَهُ عَارِضٌ، فَأَخَذَهُ وَذَهَبَ فَاتَّبَعْتُهُ فَسَمِعَ صَوْتِي فَقَالَ: مَنْ هَذَا فَقُلْتُ: حُذَيْفَةُ فَقَالَ: مَا لَكَ فَحَدَّثْتُهُ بِالْأَمْرِ فَقَالَ: غَفَرَ اللهُ لَكَ وَلِأُمِّكَ أَمَا رَأَيْتَ الْعَارِضَ الَّذِي عَرَضَ لِي قَبْلُ قُلْتُ: بَلَى قَالَ: هُوَ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ لَمْ يَهْبِطْ إِلَى الْأَرْضِ قَطُّ قَبْلَ هَذِهِ اللَّيْلَةِ اسْتَأْذَنَ رَبَّهُ أَنْ يُسَلِّمَ عَلَيَّ، وَبَشَّرَنِي أَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ(۱)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے ماں نے مجھ سے پوچھا: تو کب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں گیا؟ میں نے اتنے دنوں سے، والدہ نے مجھے زدوکوب کیا اور برا بھلا کہا: میں نے والدہ سے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے معاف کر دیں، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نماز مغرب پڑھنے کیلئے حاضر ہوتا ہوں، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنگت اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی اور آپ رضی اللہ عنہا کی بخشش کی دعا نہیں کرواؤں گا۔ پس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء تک عبادت میں مشغول رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفل ادا کیے، میں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی گزارش پیش کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا اور چل دیئے، میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چل پڑا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آواز سنی تو فرمایا: یہ کون ہے؟ میں نے عرض کی: میں حذیفہ ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تیرا کیا معاملہ ہے؟ میں نے مدعا بیان کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اللہ تعالیٰ! آپ کی اور آپ کی ماں کی بخشش فرمائے، کیا تو نے میرے ساتھ پیش آنے والا معاملہ نہیں دیکھا؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھا، جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا، اس نے اللہ تعالیٰ سے مجھ پر سلام بھیجنے کے لئے اجازت مانگی تھی، اس نے مجھے خوشخبری دی ہے۔ کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

۱۔ i۔ احمد، ج۵، ص۳۹۱ ii۔ ابن حبان: ۶۹۶۰ iii۔ ج۱۲، ص۹۶، ج۲، ص۱۹۸
iv۔ ترمذی: ۳۷۸۱ v۔ المستدرک للحاکم، ج۳، ص۳۸۱، ۱۵۱ vi۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ج۷، ص۷۸
vii۔ ابن خزیمہ: ۱۱۹۴

۱۹۸ (۸۲۹۹): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مِسْكِينُ بْنُ بُكَيْرٍ، عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ: قَدِمْتُ الشَّامَ فَدَخَلْتُ مَسْجِدَ دِمَشْقَ فَصَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قُلْتُ " :اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي جَلِيسًا صَالِحًا فَجَلَسْتُ إِلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ، فَقَالَ لِي: مِمَّنْ أَنْتَ؟ قُلْتُ مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ قَالَ " :فَكَيْفَ كَانَ يَقْرَأُ عَبْدُ اللهِ: (وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى .وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى وَالذَّكَرَ وَالْأُنْثَى) قُلْتُ: هَكَذَا كَانَ يَقْرَؤُهَا عَبْدُ اللهِ فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: هَكَذَا سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: فِيكُمُ الَّذِي أُجِيرَ مِنَ الشَّيْطَانِ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ، وَفِيكُمُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ لَا يَعْلَمُهُ غَيْرُهُ يَعْنِي حُذَيْفَةَ (۱)

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ملک شام پہنچ کر جامع مسجد دمشق میں داخل ہوا اور دو رکعت نفل ادا کئے اور دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! مجھے نیک آدمی کی صحبت عطا فرما، پس میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی مجلس میں گیا، آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟ میں نے عرض کی: میں اہل عراق سے ہوں، آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ان آیات کو کیسے پڑھتے ہیں: واللیل اذا یغشی، والنہار اذا تجلی والذکر والانثی میں نے عرض کیا: اس طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پڑھتے ہیں، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہوں نے کہا: میں نے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم میں حضرت عمار بن یاسر بھی ہیں، جن سے شیطان بھاگتا ہے، اور تم میں وہ بھی ہیں، جو علم سر (راز) کو جانتے ہیں، اور ان کے علاوہ کوئی اور جاننے والا نہیں ہے یعنی حضرت حذیفہ (بن یمان) ہیں۔

۵۴۔ حضرت ہشام بن عاصی رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۹۹ (۸۳۰۰): أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :ابْنَا الْعَاصِ مُؤْمِنَانِ: هِشَامٌ وَعَمْرٌو "(۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عاصی کے دونوں بیٹے ہشام اور عمرو مومن ہیں۔

۱۔ i۔ بخاری: ۳۷۴۳ ii۔ مسلم: ۸۲۴

۲۔ i۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۴، ص ۱۹۱ ii۔ احمد، ج ۲، ص ۳۲۷، ۳۰۴ iii۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۲۲، ص ۱۷۷
iv۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۲۴۰

۵۵۔حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے فضائل

۲۰۰(۸۳۰۱): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ .أَخْبَرَنَا حِبَّانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ مُوسَى بْنِ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ قَالَ :سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ :سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ يَقُولُ :فَزِعَ النَّاسُ بِالْمَدِينَةِ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَفَرَّقُوا، فَرَأَيْتُ سَالِمًا احْتَبَى سَيْفَهُ فَجَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ، فَلَمَّا رَأَيْتُ ذَلِكَ فَعَلْتُ مِثْلَ الَّذِي فَعَلَ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :فَرَآنِي وَسَالِمًا وَأَتَى النَّاسَ فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَا كَانَ مَفْزَعُكُمْ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ أَلَا فَعَلْتُمْ كَمَا فَعَلَ هَذَانِ الرَّجُلَانِ الْمُؤْمِنَانِ(۱)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام مدینہ منورہ میں خوفزدہ تھے، اور علیحدہ علیحدہ کھڑے ہوئے تھے، میں نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ تلوار گلے میں لٹکا کر مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، جب میں نے ان کو اس حالت میں دیکھا، تو میں نے بھی ایسا ہی کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں دیکھ کر دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: خبردار! تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ والے کیوں نہیں ہو، تم بھی اس طرح کرو جیسا کہ ان دو مومن مردوں نے کیا ہے۔

۵۶۔حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

۲۰۱(۸۳۰۲): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ :حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ جَرِيرٍ قَالَ :مَا رَآنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا تَبَسَّمَ فِي وَجْهِي، وَقَالَ :يَدْخُلُ عَلَيْكُمْ مِنْ هَذَا الْبَابِ مِنْ خَيْرِ ذِي يَمَنٍ، عَلَى وَجْهِهِ مَسْحَةُ مَلَكٍ(۲)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ میری طرف دیکھ کر تبسم فرماتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس دروازے سے تم پر یمن کا بہترین شخص داخل ہوگا، اس کے چہرہ پر فرشتے کے چھونے کی نشانی ہوگی۔

۲۰۲(۸۳۰۳): أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ جَرِيرٍ قَالَ :قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ؟ قُلْتُ: بَلَى، فَانْطَلَقْتُ فِي خَمْسِينَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ وَكَانُوا أَصْحَابَ خَيْلٍ، فَكُنْتُ لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبَ يَدَهُ عَلَى صَدْرِي فَقَالَ :اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا قَالَ :فَمَا قُلِعْتُ عَنْ فَرَسٍ قَطُّ(۳)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: کیا تم مجھے ذوالخلصہ کے بارے میں راحت نہیں دو گے؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں! پھر میں فارسی قبیلہ احمس کے ڈیڑھ سولوگوں کے ساتھ روانہ ہوئے، وہ گھوڑوں پر سوار تھے اور میں گھوڑے کے اوپر جم نہیں سکتا تھا، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر مارا اور دعا کی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! اس کو جما دے اور ہادی ومہدی بنا دے، حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کے بعد کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں گھوڑے پر جم کر نہ بیٹھا ہوں۔

۱۔ i۔احمد، ج۴، ص۲۰۳ ii۔ابن حبان: ۷۰۹۲

۲۔ i۔مسند الحمیدی: ۸۱۸ ii۔المعجم الکبیر للطبرانی، ج۲، ص۳۰۱

۳۔ i۔بخاری: ۳۰۳۶، ۶۰۹۰ ii۔مسلم: ۲۴۷۵

۲۰۳(۸۳۰۴): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ غَزْوَانَ وَالْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَا: أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ مُغِيرَةَ بْنِ شُبَيْلٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: لَمَّا قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ أَنَخْتُ رَاحِلَتِي، فَحَلَلْتُ عَيْبَتِي، وَلَبِسْتُ حُلَّتِي، وَدَخَلْتُ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ، فَسَلَّمَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَمَانِي النَّاسُ بِالْحَدَقِ، فَقُلْتُ لِجَلِيسِي: أَيْ عَبْدَ اللهِ هَلْ ذَكَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَمْرِي شَيْئًا؟ قَالَ: نَعَمْ، فَأَحْسَنَ الذِّكْرَ قَالَ: بَيْنَمَا هُوَ يَخْطُبُ إِذْ عَرَضَ لَهُ فِي خُطْبَتِهِ فَقَالَ: إِنَّهُ سَيَدْخُلُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ مِنْ هَذَا الْبَابِ مِنْ هَذَا الْفَجِّ مِنْ خَيْرِ ذِي يَمَنٍ، وَإِنَّ عَلَى وَجْهِهِ مَسْحَةَ مَلَكٍ قَالَ: فَحَمِدْتُ اللهَ عَلَى مَا أَبْلَانِي اللَّفْظُ لِمُحَمَّدٍ(۱)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب میں مدینہ منورہ پہنچا تو میں نے اپنی سواری بٹھائی، اپنا سوٹ کیس کھولا اور حلہ پہن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا، لوگوں نے مجھے آنکھوں سے اشارہ کیا، میں نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص سے پوچھا: اے اللہ کے بندے! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بارے میں کوئی بات کی ہے؟ اس نے کہا ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارا اچھے الفاظ میں تذکرہ کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران خطبہ ارشاد فرمایا ہے ابھی ابھی تمہارے پاس اس دروازے یا کھڑکی سے یمن کا بہترین شخص داخل ہوگا اور اس کے چہرے پر فرشتے کے چھونے کی علامت ہوگی، میں نے اس عزت افزائی پر خدا کا شکرادا کیا۔

۵۷۔ حضرت اصحمہ نجاشی رضی اللہ عنہ کے فضائل

۲۰۴(۸۳۰۵): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَاتَ رَجُلٌ صَالِحٌ أَصْحَمَةُ، فَقُومُوا فَصَلُّوا عَلَيْهِ فَقُمْنَا فَصَلَّيْنَا عَلَيْهِ(۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اصحمہ نیک آدمی فوت ہوگیا ہے، پس تم کھڑے ہوکر اس کی نماز جنازہ پڑھو، ہم کھڑے ہوئے اور ہم نے اس کی نماز جنازہ ادا کی۔

۵۸۔ حضرت اشج عبدالقیس رضی اللہ عنہ کے فضائل

۲۰۵(۸۳۰۶): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ يُونُسَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: قَالَ أَشَجُّ بَنِي عَصَرٍ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ فِيكَ خُلُقَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ قُلْتُ: مَا هُمَا؟ قَالَ: الْحِلْمُ وَالْحَيَاءُ قُلْتُ: أَقَدِيمًا أَوْ حَدِيثًا؟

حضرت اشج رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے فرمایا: تم میں دو اچھی عادات ایسی ہیں، جن کو اللہ تعالی پسند فرماتا ہے۔ حضرت اشج رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون سی دو خصلتیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بردباری اور حیا، حضرت اشج رضی اللہ عنہ نے عرض

۱۔ i۔ احمد، ج۴، ص۳۶۴ ii۔ مصنف ابن ابی شیبۃ، ج۱۲، ص۱۵۳۔۱۵۲ iii۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ج۲، ص۳۵۲ iv۔ المستدرک للحاکم، ج۱، ص۲۸۵ v۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج۳، ص۲۲۲ vi۔ ابن حبان: ۷۱۹۹

۲۔ بخاری: ۳۸۷۷، ۹۵۱

قَالَ :لَا بَلْ قَدِيمًا قُلْتُ :الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَبَلَنِي عَلٰى خَلْقَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ(۱)

کیا: یہ پرانی ہیں یا نئی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: پرانی ہیں ۔ میں نے عرض کیا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے لئے ہیں، جس نے مجھے یہ دو خصلتیں اپنانے کی توفیق عطا فرمائی، جن کو اللہ تعالی جل جلالہ پسند فرماتا ہے۔

۵۹۔حضرت قرہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

۲۰۲ (۸۳۰۷):أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ :حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ :حَدَّثَنَا قُرَّةُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ :أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَأْذَنْتُهُ أَنْ أُدْخِلَ يَدِي فَأَمَسَّ الْخَاتَمَ قَالَ :فَأَدْخَلْتُ يَدِي فِي جُرُبَّانِهِ وَإِنَّهُ لَيَدْعُو فَمَا مَنَعَهُ وَأَنَا أَلْمَسُهُ أَنْ دَعَا لِي قَالَ :فَوَجَدْتُ عَلَى نُغْضِ كَتِفِهِ مِثْلَ السِّلْعَةِ خَاتَمَ النُّبُوَّةِ(۲)

حضرت قرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوکر اپنے ہاتھ سے مہر خاتمیت کو چھونے کی اجازت طلب کی۔آپ ﷺ نے مجھے اجازت مرحمت فرمائی اور منع نہیں فرمایا۔ میں نے آپ ﷺ کے گریبان مبارک سے ہاتھ داخل کر کے مہر خاتمیت کو چھوا۔وہ مہر آپ ﷺ کے شانہ مبارک کی ہڈی کے قریب کھال مبارک میں ابھری ہوئی تھی اور گوشت کی گرہ کے مانند تھی۔

۶۰۔مطلقاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل اوران کو برا بھلا کہنے کی ممانعت

قَالَ :أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ :اللّٰهُ جَلَّ ثَنَاؤُهُ (وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ) وَقَالَ :جَلَّ ثَنَاؤُهُ (وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ) (التوبة:۱۰۰) الْآيَةَ وَقَالَ تَعَالَى :(مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ) (الفتح:۲۹)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان کے بارے میں درج ذیل آیات مبارکہ ہیں: ترجمہ: اور وہ لوگ (بھی) جوان (مہاجرین وانصار) کے بعد آئے (اور) عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی، جو ایمان لانے میں ہم سے آگے بڑھ گئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کوئی کینہ اور بغض باقی نہ رکھ، اے ہمارے رب! بیشک تو بہت شفقت فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔ (سورۃ الحشر:۱۰)

۱۔ i۔احمد، ج۴،ص۲۰۶۔۲۰۵ ii۔الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج۷،ص۸۵،ج۵،ص۵۵۷
iii۔مصنف ابن ابی شیبۃ، ج۱۲،ص۲۰۲ iv۔الادب المفرد للبخاری:۵۸۴

۲۔ i۔احمد، ج۵،ص۳۵ ii۔مسند الطیالسی:۱۰۷۱ iii۔المعجم الکبیر للطبرانی، ج۱۹،ص۵۲
iv۔دلائل النبوۃ للبیہقی، ج۱،ص۲۶۴

ترجمہ: اور مہاجرین اوران کے مددگار (انصار) میں سے سبقت لے جانے والے، سب سے پہلے ایمان لانے والے اور درجہ احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے، اللہ ان (سب) سے راضی ہوگیا اور وہ (سب) اس سے راضی ہوگئے اور اس نے ان کے لئے جنتیں تیار فرما رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی زبردست کامیابی ہے۔
(سورۃ التوبہ: ۱۰۰)

ترجمہ: محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ (ﷺ) کی معیت اور سنگت میں ہیں (وہ) کافروں پر بہت سخت اور زور آور ہیں آپس میں بہت نرم دل اور شفیق ہیں۔ آپ انہیں کثرت سے رکوع کرتے ہوئے، سجود کرتے ہوئے دیکھتے ہیں وہ (صرف) اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طلب گار ہیں۔ ان کی نشانی ان کے چہروں پر سجدوں کا اثر ہے (جو بصورت نور نمایاں ہے)۔ ان کے یہ اوصاف تورات میں (بھی مذکور) ہیں اور ان کے (یہی) اوصاف انجیل میں (بھی مرقوم) ہیں۔ وہ (صحابہ ہمارے محبوب مکرم کی) کھیتی کی طرح ہیں جس نے (سب سے پہلے) اپنی باریک سی کونپل نکالی، پھر اسے طاقتور اور مضبوط کیا، پھر وہ موٹی اور دبیز ہوگئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی (اور جب سرسبز و شاداب ہو کر لہلہائی تو) کاشتکاروں کو کیا ہی اچھی لگنے لگی (اللہ نے اپنی حبیب ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اسی طرح ایمان کے تناور درخت بنایا ہے) تاکہ ان کے ذریعے وہ (محمد رسول اللہ ﷺ سے جلنے والے) کافروں کے دل جلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔
(سورۃ الفتح: ۲۹)

۲۰۷(۸۳۰۸): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ خَالِدٍ، وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ قَالَ :حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا لَمْ يَبْلُغْ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ(۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو، اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کرے، تو وہ ان کے ایک مد کے برابر نہیں ہوسکتا اور نہ ہی مد کے آدھے کے برابر ہوسکتا ہے۔

۲۰۸(۸۳۰۹):أَخْبَرَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ :حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ(۲)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو، اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کی مقدار سونا صدقہ کرے تو وہ ان کے مد کے برابر اور نہ ہی اس کے آدھے کی مقدار کو پہنچ سکتا ہے۔

۶۱۔مہاجر وانصار صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل

۲۰۹(۸۳۱۰):أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مَنْصُورِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ :حَدَّثَنَا مُبَشِّرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ :حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ يَعْلَى بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ :قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَأَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ، لِأَنَّهُمْ هَجَرُوا الْمُشْرِكِينَ، وَكَانَ الْأَنْصَارُ مُهَاجِرِينَ، لِأَنَّ الْمَدِينَةَ كَانَتْ دَارَ شِرْكٍ فَجَاءُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ(۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مہاجرین تھے، کیونکہ انہوں نے مشرکین سے علیحدگی اختیار کی تھی، اور مدینہ منورہ کے انصار بھی مہاجرین تھے، کیونکہ اس وقت مدینہ دار شرک تھا۔ اہل مدینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عقبہ والی رات آئے تھے۔

۲۱۰(۸۳۱۱):أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ خَالِدٍ قَالَ :حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ :قَالَ أَنَسٌ :كَانَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يُحِبُّ أَنْ يَلِيَهُ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ لِيَأْخُذُوا عَنْهُ(۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مہاجر اور انصار سے گھل مل کر رضا پسند فرماتے تھے، تاکہ انصار و مہاجرین (دونوں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ فیض کریں۔

۱۔ i۔بخاری:۳۶۷۳ ii۔مسلم:۲۵۴۱ ۲۔ مسلم:۲۵۴۰

۳۔ i۔نسائی:۴۱۶۶ ii۔المعجم الکبیر للطبرانی، ج۱۲،ص۱۷۹

۴۔ i۔احمد، ج۳،ص۲۶۳،۱۹۹،۱۰۰ ii۔ابن ماجہ:۹۷۷ iii۔مسند ابی یعلی:۳۸۱۶

iv۔المستدرک للحاکم، ج۱،ص۲۰۸ v۔ابن حبان:۷۲۵۸

۲۱۱ (۸۳۱۲): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْخَنْدَقِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ فَاغْفِرْ لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ (۱)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے غزوہ خندق والے دن فرمایا: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، تو مہاجرین وانصار کی بخشش فرمادے۔

۲۱۲ (۸۳۱۳): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِيَاسٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ إِنَّ الْخَيْرَ خَيْرُ الْآخِرَةِ فَأَصْلِحِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ (۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! اصل بھلائی آخرت کی بھلائی ہے، تو انصار ومہاجرین کی اصلاح فرمادے۔

۲۱۳ (۸۳۱۴): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ النَّضْرِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ إِنَّ الْخَيْرَ خَيْرُ الْآخِرَةِ اغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ (۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! اصل بھلائی آخرت کی بھلائی ہے، تو انصار ومہاجرین کی بخشش فرمادے۔

۲۱۴ (۸۳۱۵): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْحَدِيثِ: أَكْرِمِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ (۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم انصار ومہاجرین کی عزت واکرام کرو۔

۲۱۵ (۸۳۱۶): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا مِسْكِينُ بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَتِ الْأَنْصَارُ تَقُولُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ: (البحر الرجز)

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدَا ... عَلَى الْجِهَادِ مَا حَيِينَا أَبَدَا

فَأَجَابَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ (۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ خندق کے دن انصار یہ شعر گنگناتے تھے:

ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ جہاد کی بیعت کی ہے، ہم جب تک زندہ ہیں، اس پر قائم ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے یہ دعا فرمائی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ: اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، تو انصار ومہاجرین کی بخشش فرمادے۔

۱۔ i۔ بخاری: ۶۴۱۴ ii۔ مسلم: ۱۸۰۴

۲۔ i۔ بخاری: ۶۴۱۳ ii۔ مسلم: ۱۸۰۵

۳۔ i۔ بخاری: ۳۷۹۶ ii۔ مسلم: ۱۸۰۵

۴۔ ایضاً ۵۔ ایضاً

۲۱۶(۸۳۱۷): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَدَاةٍ بَارِدَةٍ وَالْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ يَحْفِرُونَ الْخَنْدَقَ فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنَّ الْخَيْرَ خَيْرُ الْآخِرَةِ فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ. فَأَجَابُوهُ: (البحر الرجز)

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدَا ... عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِينَا أَبَدَا (۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق کے دن صبح سویرے تشریف لائے، انصار خندق کھود رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! اصل بھلائی تو آخرت کی بھلائی ہے، تو انصار و مہاجرین کی بخشش فرما۔ انصار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواباً عرض کیا:

ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ جہاد کی بیعت کی ہے، ہم جب تک زندہ ہیں اس پر قائم ہیں۔

۲۱۷(۸۳۱۸): أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: جَعَلَ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ يَحْفِرُونَ الْخَنْدَقَ حَوْلَ الْمَدِينَةِ وَهُمْ يَرْتَجِزُونَ وَيَنْقُلُونَ التُّرَابَ عَلَى مُتُونِهِمْ وَيَقُولُونَ: نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا عَلَى الْإِسْلَامِ مَا بَقِينَا أَبَدًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَهُوَ يُجِيبُهُمُ اللَّهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَةِ فَبَارِكْ فِي الْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ (۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مہاجرین و انصار مدینہ منورہ کے اردگرد خندق کھود رہے تھے، وہ شعر گنگنا رہے تھے، مٹی کو اپنے کندھو پر اٹھا کر پھینک رہے تھے اور کہہ رہے تھے: ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام کی بیت کی ہے جس تک ہم زندہ ہیں، اس پر قائم ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ان کے لئے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ: اصل بھلائی آخرت کی بھلائی ہے، تو انصار و مہاجرین کو برکت عطا فرما۔

۶۲۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا

۲۱۸(۸۳۱۹): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَرُبَّمَا قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ أَنَّ الْأَنْصَارَ سَلَكُوا وَادِيًا أَوْ شِعْبًا وَسَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا أَوْ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ، وَلَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: مَا ظَلَمَ بِأَبِي وَأُمِّي لَقَدْ آوَوْهُ وَنَصَرُوهُ وَكَلِمَةً أُخْرَى (۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ابو القاسم نے فرمایا: اگر انصار ایک وادی یا گھاٹی کی طرف چلتے اور باقی لوگ دوسری وادی یا گھاٹی کی طرف چلتے تو میں انصار کی وادی کی طرف چلتا۔ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کی جماعت کا فرد ہوتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے اپنے ماں باپ کی قسم! انصار نے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ نہیں پہنچایا، بلکہ ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر حاضر ہوئے اور آپ کی مدد کی۔

۱۔ i۔ بخاری: ۷۲۰۱ ii۔ مسلم: ۱۸۰۵

۲۔ i۔ بخاری: ۴۱۰۰ ii۔ مسلم: ۱۸۰۵

۳۔ بخاری: ۳۷۷۹

۲۱۹ (۸۳۲۰): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ قَدِمُوا وَلَيْسَ بِأَيْدِيهِمْ شَيْءٌ، وَكَانَ الْأَنْصَارُ أَهْلَ أَرْضٍ وَعَقَارٍ، فَقَاسَمَهُمُ الْأَنْصَارُ عَلَى أَنْ أَعْطُوهُمْ أَنْصَافَ ثِمَارِ أَمْوَالِهِمْ كُلَّ عَامٍ وَيَكْفُونَهُمُ الْعَمَلَ وَالْمُؤْنَةَ وَكَانَتْ أُمُّهُ أُمُّ أَنَسٍ، وَهِيَ تُدْعَى أُمَّ سُلَيْمٍ، كَانَتْ أُمَّ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَخٍ لِأَنَسٍ لِأُمِّهِ وَكَانَتْ أُمُّ أَنَسٍ أَعْطَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْذَاقًا لَهَا، فَأَعْطَاهُنَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّ أَيْمَنَ مَوْلَاتَهُ أُمَّ أُسَامَةَ "قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَأَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا فَرَغَ مِنْ قَتْلِ أَهْلِ خَيْبَرَ وَانْصَرَفَ إِلَى الْمَدِينَةِ رَدَّ الْمُهَاجِرُونَ إِلَى الْأَنْصَارِ مَنَائِحَهُمُ الَّتِي كَانُوا مَنَحُوهُمْ مِنْ ثِمَارِهِمْ، فَرَدَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أُمِّ أَنَسٍ أَعْذَاقَهَا وَأَعْطَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّ أَيْمَنَ مَكَانَهُنَّ (۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب مہاجر صحابہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لائے، وہ بے سروسامان تھے۔ جب کہ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم زمین و باغات کے مالک تھے۔ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم نے مہاجرین سے یہ معاملہ طے کیا کہ وہ اپنے باغات سے ہر سال انہیں پھل دیا کریں گے اور وہ سال بھر ان کے باغات میں کام کریں گے، حضرت انس کی والدہ ام انس رضی اللہ عنہا، جو کہ ام سلیم کے نام سے مشہور ہیں، یہ ام عبداللہ بن ابوطلحہ بھی ہیں، عبداللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اخیافی بھائی ہیں۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجور کا باغ بطور ہدیہ پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ باغ اپنی کنیز حضرت ام ایمن والدہ اسامہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا۔

ابن شہاب فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ پہنچے، تو مہاجر صحابہ رضی اللہ عنہم نے وہ تمام اشیاء جو انصار رضی اللہ عنہم نے ان کو دی تھیں، واپس لوٹا دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت نے ام انس کو باغ لوٹایا اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امّ ایمن رضی اللہ عنہا کی طرف سے لوٹا یا، اور ام ایمن کو اپنی طرف سے باغ عطا فرمایا۔

۲۲۰ (۸۳۲۱): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ، عَنْ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزِّنَادِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَتِ الْأَنْصَارُ: يَا رَسُولَ اللهِ يَا رَسُولَ اللهِ اقْسِمِ النَّخِيلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا فَقَالَ: نَعَمْ قَالَ: تَكْفُونَا الْمُؤْنَةَ وَنُشْرِكُكُمْ فِي الثَّمَرِ قَالُوا: سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا (۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انصار صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے درمیان کھجوروں کے باغات تقسیم فرمادیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے اور فرمایا: تم نے ہم سے باغ کے پودے روک لیے اور ہم تمہارے پھلوں میں شریک ہوگئے، انصار نے کہا: ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

۱۔ i۔ بخاری: ۲۶۳۰ ii۔ مسلم: ۱۷۷۱

۲۔ بخاری: ۲۳۲۵

۲۲۱ (۸۳۲۲): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فَآخَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ، وَكَانَ مِنْ أَكْثَرِهِمْ مَالًا فَقَالَ سَعْدٌ: قَدْ عَلِمَتِ الْأَنْصَارُ أَنِّي مِنْ أَكْثَرِهَا مَالًا فَسَأُقَسِّمُ مَالِي بَيْنِي وَبَيْنَكَ شَطْرَيْنِ، وَلِي امْرَأَتَانِ فَانْظُرْ أَعْجَبَهُمَا إِلَيْكَ فَأُطَلِّقُهَا فَإِذَا حَلَّتْ تَزَوَّجْتَهَا فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: بَارَكَ اللهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ دُلُّونِي عَلَى السُّوقِ، فَلَمْ يَرْجِعْ يَوْمَئِذٍ حَتَّى أَفْضَلَ شَيْئًا مِنْ سَمْنٍ وَأَقِطٍ (۱)

حضرت انس ﷺ بیان کرتے ہیں: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور حضرت سعد بن ربیع کے درمیان اخوت قائم فرمادی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: تمام انصار جانتے ہیں کہ میں ان میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ پس میں عنقریب اپنا مال اپنے اور تمہارے درمیان آدھا آدھا تقسیم کروں گا۔ میری دو بیویاں ہیں، تمہیں ان میں سے جو پسند ہو، میں اسے طلاق دے دوں گا، جب وہ عدت پوری کرے گی، تو تمہارے ساتھ نکاح کردوں گا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ تمہارے لئے اہل وعیال میں برکت دے۔ آپ رضی اللہ عنہ مجھے بازار کا راستہ بتلا دیں، اس دن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بازار سے جو سامان بطور نفع لے کر واپس آئے، وہ گھی اور پنیر تھا۔

۲۲۲ (۸۳۲۳): عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يُبْغِضُ الْأَنْصَارَ رَجُلٌ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَقَالَ: لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ، وَلَوْ سَلَكَتِ الْأَنْصَارُ وَادِيًا، وَشِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَهُمْ، وَشِعْبَهُمْ الْأَنْصَارُ شِعَارِي، وَالنَّاسُ دِثَارِي (۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ جل جلالہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض نہیں رکھ سکتا۔ اگر انصار کسی وادی اور گھاٹی کی طرف چلتے تو میں بھی اسی وادی اور گھاٹی کی طرف چلتا۔ انصار میرا لباس ہیں اور باقی لوگ میری کملی کی مانند ہیں۔

۲۲۳ (۸۳۲۴): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ، عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْأَنْصَارُ كَرِشِي وَعَيْبَتِي، فَالنَّاسُ سَيَكْثُرُونَ وَيَقِلُّونَ فَاقْبَلُوا مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوا عَنْ مُسِيئِهِمْ (۳)

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انصار میرے مخلص ساتھی اور رازدان ہیں۔ عنقریب لوگ افراط وتفریط کا شکار ہوں گے، تم انصار کی نیکیوں کو یاد رکھنا اور ان کی خطاؤں کو نظر انداز کرنا۔

۱۔ بخاری: ۳۷۸۱ ۲۔ مسلم: ۷۶

۳۔ i۔ بخاری: ۳۸۰۱ ii۔ مسلم: ۲۵۱۰

۲۲۴(۸۳۲۵): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْأَنْصَارَ كَرِشِي وَعَيْبَتِي، وَإِنَّ النَّاسَ سَيَكْثُرُونَ وَيَقِلُّونَ فَاقْبَلُوا مِنْ مُحْسِنِهِمْ، وَتَجَاوَزُوا عَنْ مُسِيئِهِمْ (۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک انصار میرے مخلص ساتھی اور رازدان ہیں۔ عنقریب لوگ افراط وتفریط کا شکار ہو جائیں گے۔ تم ان کی نیکیوں کو یاد رکھنا اور خطاؤں کو نظر انداز کرنا۔

۲۲۵(۸۳۲۶): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَخَذَ النَّاسُ وَادِيًا وَأَخَذَتِ الْأَنْصَارُ وَادِيًا لَأَخَذْتُ شِعْبَ الْأَنْصَارِ، الْأَنْصَارُ كَرِشِي وَعَيْبَتِي، وَلَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِنَ الْأَنْصَارِ (۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے: اگر لوگ ایک وادی کو لیتے اور انصار دوسری وادی کو لیتے تو میں انصار کی گھاٹی کو لازم پکڑتا۔ انصار میرے مخلص ساتھی اور راز دان ہیں، اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا۔

۲۲۶(۸۳۲۷): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: قَالَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ: إِنَّ سُيُوفَنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَاءِ قُرَيْشٍ، وَيَذْهَبُ هَؤُلَاءِ بِالْغَنَائِمِ خَاصَّةً فَقَالَ: مَا الَّذِي بَلَغَنِي عَنْكُمْ؟ وَكَانُوا لَا يَكْذِبُونَ قَالَ: هُوَ الَّذِي بَلَغَكَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ هَؤُلَاءِ بِالْغَنَائِمِ إِلَى بُيُوتِهِمْ وَتَذْهَبُونَ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بُيُوتِكُمْ؟ قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ سَلَكَتِ الْأَنْصَارُ وَادِيًا أَوْ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ، أَوْ شِعْبَهُمْ (۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے دن انصار نے کہا: قریش کے خون ہماری تلواروں نے بہائے اور مال غنیمت یہ لئے جا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تمہارے حوالے سے مجھے جو بات پہنچی ہے وہ کیا ہے؟ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم نے انکار نہ کیا اور عرض کیا: وہ درست ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں کہ وہ لوگ مال غنیمت اپنے گھروں کو لے جائیں اور تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے گھروں کو جاؤ، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: اگر انصار کسی وادی یا گھاٹی کی طرف چلتے تو میں بھی انصار کی وادی اور گھاٹی کی طرف چلتا۔

۱۔ i۔ احمد، ج ۳، ص ۲۷۲، ۱۷۶ ii۔ بخاری: ۳۸۰۱ iii۔ مسلم: ۲۵۱۰

۲۔ i۔ بخاری: ۳۸۰۱ ii۔ مسلم: ۲۵۱۰

۳۔ i۔ بخاری: ۳۷۷۸ ii۔ مسلم: ۱۰۵۹

۶۳۔ نبی کریم ﷺ کی انصار سے محبت

۲۲۷(۸۳۲۸): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا عَاصِبًا رَأْسَهُ فَتَلَقَّاهُ ذَرَارِيُّ الْأَنْصَارِ وَخَدَمُهُمْ مَا هُمْ بِوُجُوهِ الْأَنْصَارِ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأُحِبُّكُمْ مَرَّتَيْنِ، أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ: إِنَّ الْأَنْصَارَ قَدْ قَضَوُا الَّذِي عَلَيْهِمْ وَبَقِيَ الَّذِي عَلَيْكُمْ فَأَحْسِنُوا إِلَى مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوا عَنْ مُسِيئِهِمْ (۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن نبی کریم ﷺ سر کو باندھے ہوئے تشریف لائے، آپ ﷺ کی ملاقات انصار کی اولاد اور غلاموں سے ہوئی، جن کی شکل وشباہت انصار جیسی تھی۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: بے شک میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے دو یا تین دفعہ فرمانے کے بعد کہا: بلاشبہ انصار پر جو قرض تھا، وہ ادا کر چکے، البتہ ان کا حق باقی ہے۔ تم ان کی نیکیوں کو یاد رکھو اور خطاؤں کو نظر انداز کرو۔

۲۲۸(۸۳۲۹): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْهُ وَمَعَهَا صَبِيٌّ لَهَا تُكَلِّمُهُ فَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّكُمْ لَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ كَأَنَّهُ يَعْنِي نَفْسَهُ (۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے پاس ایک عورت اپنے بچے سمیت آئی، اس نے آپ ﷺ سے کچھ کلام کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے: مجھے لوگوں میں تم سب سے زیادہ پسند ہو۔ آپ ﷺ نے یہ کلمات تین دفعہ ادا فرمائے۔

۲۲۹(۸۳۳۰): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ جَدِّهِ أَنَسٍ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّكُمْ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ، مَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِي أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِي أَبْغَضَهُمْ (۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے پاس انصار کی ایک عورت آئی، آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے: جو انصار سے محبت کرتا ہے، وہ میری وجہ سے محبت کرتا ہے اور جو انصار سے بغض رکھتا ہے، وہ میری وجہ سے بغض رکھتا ہے۔

۶۴۔ انصار صحابہ کی محبت کی ترغیب

۲۳۰(۸۳۳۱): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَبْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: آيَةُ الْمُنَافِقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ، وَآيَةُ الْمُؤْمِنِ حُبُّ الْأَنْصَارِ (۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق کی علامت انصار سے بغض رکھنا ہے اور مومن کی علامت انصار سے محبت کرنا ہے۔

۱۔ i۔ احمد، ج۳، ص۲۸۵، ۱۵۰ ii۔ مسند ابی یعلی: ۳۷۷۰ iii۔ شرح السنۃ للبغوی: ۳۹۷۷ iv۔ ابن حبان: ۷۲۶۶

۲۔ i۔ بخاری: ۳۷۸۶ ii۔ مسلم: ۲۵۰۹ ۳۔ i۔ بخاری: ۳۷۸۶ ii۔ مسلم: ۲۵۰۹

۴۔ i۔ بخاری: ۳۷۸۴ ii۔ مسلم: ۷۴

۶۵۔ انصار سے بغض کی شدید مذمت

۲۳۱ (۸۳۳۲): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ أَنَّ سَعْدَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَهُ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ مِينَاءَ، أَنَّ يَزِيدَ بْنَ جَارِيَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ أَحَبَّ الْأَنْصَارَ أَحَبَّهُ اللهُ وَمَنْ أَبْغَضَ الْأَنْصَارَ أَبْغَضَهُ اللهُ (۱)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو انصار سے محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔ جو انصار سے بغض رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس سے ناراضگی رکھتا ہے۔

۲۳۲ (۸۳۳۳): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ آدَمَ بْنِ سُلَيْمَانَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُبْغِضُ الْأَنْصَارَ رَجُلٌ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر رکھتا ہے، وہ انصار سے بغض نہیں رکھتا۔

۲۳۳ (۸۳۳۴): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ، عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فِي الْأَنْصَارِ لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا كَافِرٌ، مَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللهُ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللهُ قَالَ شُعْبَةُ: قُلْتُ لِعَدِيٍّ: أَنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنَ الْبَرَاءِ قَالَ: إِيَّايَ حَدَّثَ (۳)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بارے میں فرمایا: ہر مؤمن انصار سے محبت کرتا ہے اور ان سے بغض صرف کافر رکھتا ہے، جو ان سے محبت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے، جو ان سے بغض رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے ناراضگی رکھتا ہے۔

حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عدی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ نے یہ حضرت براء سے سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، انہوں نے اسی طرح بیان کیا۔

۱۔ i۔ احمد، ج ۴، ص ۱۰۰، ۹۶ ii۔ مصنف ابن ابی شیبۃ، ج ۱۲، ص ۱۵۸ iii۔ التاریخ الکبیر للبخاری، ج ۳، ص ۳۸۹ iv۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۱۹، ص ۳۱۷

۲۔ i۔ احمد، ج ۱، ص ۳۰۹ ii۔ مصنف ابن ابی شیبۃ، ج ۱۲، ص ۱۶۳ iii۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۱۲، ص ۱۷ iv۔ مسلم: ۷۶ v۔ ابی سعید الخدری: ۷۷

۳۔ i۔ احمد، ج ۴، ص ۲۸۳، ۲۸۴ ii۔ مسلم: ۷۵

۲۲۴ (۸۳۳۵): أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمِّي قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ: لَمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ مَا أَفَاءَ مِنْ أَمْوَالِ هَوَازِنَ طَفِقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي رِجَالًا مِنْ قُرَيْشٍ الْمِائَةَ مِنَ الْإِبِلِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: يَغْفِرُ اللهُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَتْرُكُنَا وَسُيُوفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ قَالَ أَنَسٌ: فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَرْسَلَ إِلَى الْأَنْصَارِ، فَجَمَعَهُمْ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ، وَلَمْ يَدَعْ مَعَهُمْ أَحَدًا، فَلَمَّا اجْتَمَعُوا قَالَ: مَا حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكُمْ؟ قَالَ فُقَهَاءُ الْأَنْصَارِ: أَمَّا ذَوُو الرَّأْيِ مِنَّا فَلَمْ يَقُولُوا شَيْئًا وَإِنَّمَا أُنَاسٌ حَدِيثَةٌ أَسْنَانُهُمْ فَقَالُوا: يَغْفِرُ اللهُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَتْرُكُنَا وَسُيُوفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لَأُعْطِي رِجَالًا حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِالْكُفْرِ، فَأَتَأَلَّفُهُمْ أَفَلَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالْأَمْوَالِ، وَتَرْجِعُونَ إِلَى رِحَالِكُمْ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَوَاللهِ لَمَا تَنْقَلِبُونَ بِهِ خَيْرٌ مِمَّا يَنْقَلِبُونَ بِهِ قَالُوا: بَلَى، يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ رَضِينَا فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً شَدِيدَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوُا اللهَ وَرَسُولَهُ عَلَى الْحَوْضِ قَالَ أَنَسٌ: فَلَمْ نَصْبِرْ (۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے قبیلہ ہوازن کے مال غنیمت اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مال تقسیم کرنا شروع کیا اور چند قریشیوں کو سو سو اونٹ عطا فرمائے۔ ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کرم فرمائے، جو قریشیوں کو عطا کرتے ہیں اور ہمیں محروم رکھتے ہیں، حالانکہ ان کے خون ہماری تلواروں نے بہائے! حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا اور ان کو قبہ آدم میں جمع کیا۔ وہاں پر انصار کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں تھا۔ جب وہ جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: جو بات تمہاری طرف سے مجھے پہنچی ہے، اس کی حقیقت کیا ہے؟ انصار کے عقل مند لوگوں نے عرض کیا: ہم میں سے جو اہل رائے ہیں، انہوں نے کوئی بات نہیں کی، چند لوگوں نے غیر ضروری بات کرتے ہوئے کہا: اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کرم فرمائے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کو عطا کرتے ہیں اور ہمیں محروم رکھتے ہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں کسی شخص کو اس لئے عطا کرتا ہوں کہ وہ ابھی ابھی کفر سے نکلا ہے، تاکہ اس کے دل کو مائل کیا جا سکے۔ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ مال غنیمت لے جائیں اور تم اللہ کے رسول کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! جو چیز تم لے کر جاؤ گے، وہ اس سے بہتر ہے، جو دوسرے لوگ لے کر جائیں گے۔ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم راضی ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: بلاشبہ عنقریب میرے بعد تم سخت آزمائش میں مبتلا ہو گے، اس حالت میں تم صبر کرنا، یہاں تک کہ تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حوض کوثر پر ملاقات کرو گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لیکن ہم صبر نہ کر سکے۔

۱۔ i۔ بخاری: ۴۳۳۱ ii۔ مسلم: ۱۰۵۹

٦٦۔ انصار رضی اللہ عنہم کے بہترین قبائل کا ذکر

۲۳۵(۸۳۳٦): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ دُورِ الْأَنْصَارِ، أَوْ بِخَيْرِ الْأَنْصَارِ؟ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: بَنُو النَّجَّارِ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ بَنُو عَبْدِ الْأَشْهَلِ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ بَنُو سَاعِدَةَ ثُمَّ قَالَ بِيَدِهِ فَقَبَضَ أَصَابِعَهُ ثُمَّ بَسَطَهُنَّ كَالرَّامِي بِيَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ: دُورُ الْأَنْصَارِ كُلُّهَا خَيْرٌ(۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں انصار کے بہترین قبائل یا انصار کے بہتر لوگوں کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور بتلائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب بہتر بنو نجار ہیں، پھر بنو عبدالاشھل ہیں، پھر بنو حارث بن خزرج ہیں، پھر بنو ساعدہ بہتر ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارہ سے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں باہم ملائیں، دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو تیر کی مثل کشادہ کیا اور فرمایا: انصار کے تمام قبیلوں میں بھلائی ہی بھلائی ہے۔

۲۳٦(۸۳۳۷): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عِيسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ دُورِ الْأَنْصَارِ؟ بَنُو النَّجَّارِ، ثُمَّ بَنُو عَبْدِ الْأَشْهَلِ، ثُمَّ بَلْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ، ثُمَّ بَنُو سَاعِدَةَ قَالَ: وَفِي كُلِّ دُورِ الْأَنْصَارِ كُلِّهَا خَيْرٌ "(۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں انصار کے بہترین قبائل کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ سب سے بہتر بنو نجار، پھر بنو عبدالاشھل، پھر بنو حارث بن خزرج، پھر بنو ساعدہ، اور فرمایا: انصار کے ہر قبیلہ میں بھلائی ہی بھلائی ہے۔

۲۳۷(۸۳۳۸): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ دُورِ الْأَنْصَارِ؟ قَالُوا: بَلَى، يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: دَارُ بَنِي النَّجَّارِ، ثُمَّ دَارُ بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ، ثُمَّ دَارُ بَلْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ، ثُمَّ دَارُ بَنِي سَاعِدَةَ وَفِي كُلِّ دُورِ الْأَنْصَارِ خَيْرٌ(۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں انصار کے بہترین قبائل کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور بتلائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبیلہ بنو نجار، پھر قبیلہ بنو عبدالاشھل، پھر قبیلہ بنو حارث بن خزرج، پھر قبیلہ بنو ساعدہ اور انصار کے ہر قبیلہ میں بھلائی ہے۔

۱۔ i۔ بخاری: ۵۳۰۰ ii۔ مسلم: ۲۵۱۱

۲۔ i۔ احمد، ج۳، ص۲۰۲ ii۔ مسند الحمیدی: ۱۹۷ iii۔ مسلم: ۲۵۱۱

۳۔ i۔ شرح السنۃ للبغوی: ۳۹۷۹ ii۔ ابن حبان: ۷۲۸۵

۲۳۸ (۸۳۳۹): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ دُورِ الْأَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ، ثُمَّ بَنُو عَبْدِ الْأَشْهَلِ، ثُمَّ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ، ثُمَّ بَنُو سَاعِدَةَ وَفِي كُلِّ دُورِ الْأَنْصَارِ خَيْرٌ قَالَ سَعْدٌ: مَا أَرَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلَّا قَدْ فَضَّلَ عَلَيْنَا فَقِيلَ: قَدْ فَضَّلَكُمْ عَلَى كَثِيرٍ (۱)

حضرت اسید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار کے قبائل میں سب سے بہتر بنونجار ہیں، پھر بنوعبدالاشھل ہیں، پھر بنوحارث بن خزرج ہیں، پھر بنوساعدہ ہیں اور انصار کے ہر قبیلہ میں بھلائی ہے۔
حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر فضیلت کو بیان کیا اور یہ بھی کہا گیا: کہ تم کو بہت ساروں پر فضیلت دی۔

۲۳۹ (۸۳۴۰): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا أُسَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: خَيْرُ الْأَنْصَارِ، أَوْ خَيْرُ دُورِ الْأَنْصَارِ، بَنُو النَّجَّارِ، ثُمَّ بَنُو عَبْدِ الْأَشْهَلِ، ثُمَّ بَنُو الْحَارِثِ ثُمَّ بَنُو سَاعِدَةَ (۲)

حضرت ابواسید انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار کے بہترین یا قبائل انصار کے بہترین بنونجار ہیں، پھر بنوعبدالاشھل ہیں، پھر بنوحارث ہیں، پھر بنوساعدہ ہیں۔

۲۴۰ (۸۳۴۱): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا قَاسِمٌ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَيْرُ الْأَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ، ثُمَّ بَنُو عَبْدِ الْأَشْهَلِ، ثُمَّ بَنُو عَبْدِ الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ، ثُمَّ بَنُو سَاعِدَةَ وَكُلُّكُمْ خَيْرٌ (۳)

حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار کے بہترین بنونجار ہیں، پھر بنوعبدالاشھل ہیں، پھر بنوحارث بن خزرج ہیں، پھر بنوساعدہ ہیں اور انصار کے سارے قبیلے ہی بہترین ہیں۔

۱۔ i۔ بخاری: ۳۷۸۹ ii۔ مسلم: ۲۵۱۱
۲۔ i۔ بخاری: ۳۷۹۰ ii۔ مسلم: ۲۵۱۱
۳۔ i۔ بخاری: ۶۰۵۳ ii۔ مسلم: ۲۵۱۱

۲۴۱ (۸۳۴۲): أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا أُسَيْدٍ يَشْهَدُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَيْرُ دُورِ الْأَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ، ثُمَّ بَنُو عَبْدِ الْأَشْهَلِ، ثُمَّ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ، ثُمَّ بَنُو سَاعِدَةَ (۱)

حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار کا بہترین قبیلہ بنونجار ہے، پھر بنوعبدالاشھل ہے، پھر بنوحارث بن خزرج ہے، پھر بنوساعدہ ہے۔

۲۴۲ (۸۳۴۳): أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمِّي قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: قَالَ: أَبُو سَلَمَةَ وَعُبَيْدُ اللهِ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ وَهُوَ فِي مَجْلِسٍ عَظِيمٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ دُورِ الْأَنْصَارِ؟ قَالُوا: نَعَمْ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ قَالُوا: ثُمَّ مَنْ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: ثُمَّ بَنِي النَّجَّارِ قَالُوا: ثُمَّ مَنْ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: ثُمَّ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ قَالُوا: ثُمَّ مَنْ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَنِي سَاعِدَةَ قَالُوا: ثُمَّ مَنْ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: فِي كُلِّ دُورِ الْأَنْصَارِ خَيْرٌ (۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مسلمانوں کے ایک بڑے اجتماع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو انصار کے بہترین قبائل کے بارے میں بتلانے کا پوچھا: تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا: ضرور یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنوعبدالاشھل، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے بعد کون ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنونجار، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے بعد کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنوحارث بن خزرج، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے بعد کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنو ساعدہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے بعد کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار کے ہر قبیلے میں بھلائی ہے۔

۲۴۳ (۸۳۴۴): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يُحَدِّثُ عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ، أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ جَاءَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَلَا تَسْتَعْمِلُنِي كَمَا اسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا؟ قَالَ: إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي أُثْرَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ (۳)

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک انصاری شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر عرض کیا: کیا آپ مجھے عامل مقرر نہیں فرماتے؟ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں شخص کو عامل مقرر فرمایا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ عنقریب تم میرے بعد خود غرضی پاؤ گے، پس تم صبر سے کام لینا، یہاں تک کہ تم مجھے حوض کوثر پر ملو۔

۱۔ i۔ بخاری: ۳۰۵۳ ii۔ مسلم: ۲۵۱۱

۲۔ مسلم: ۲۵۱۲

۳۔ i۔ بخاری: ۳۷۹۲ ii۔ مسلم: ۱۸۴۵

۲۴۴(۸۳۴۵):أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ :أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ سُوَيْدِ بْنِ عَامِرِ بْنِ زَيْدِ بْنِ جَارِيَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ :جَاءَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ الْأَشْهَلِيُّ النَّقِيبُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ كَانَ قَسَمَ طَعَامًا، فَذَكَرَ لَهُ أَهْلَ بَيْتٍ مِنْ بَنِي ظَفَرٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فِيهِمْ حَاجَةٌ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أُسَيْدُ تَرَكْتَنَا حَتَّى إِذَا ذَهَبَ مَا فِي أَيْدِينَا فَإِذَا سَمِعْتَ بِشَيْءٍ قَدْ جَاءَنَا فَاذْكُرْ لِي أَهْلَ ذَلِكَ الْبَيْتِ قَالَ :فَجَاءَهُ بَعْدَ ذَلِكَ طَعَامٌ مِنْ خَيْبَرَ شَعِيرٌ وَتَمْرٌ قَالَ :فَقَسَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ، وَقَسَمَ فِي الْأَنْصَارِ فَأَجْزَلَ، وَقَسَمَ فِي أَهْلِ ذَلِكَ الْبَيْتِ فَأَجْزَلَ فَقَالَ لَهُ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ مُتَشَكِّرًا: جَزَاكَ اللهُ أَيْ نَبِيَّ اللهِ أَطْيَبَ الْجَزَاءِ، أَوْ قَالَ :خَيْرًا فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :وَأَنْتُمْ مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ، فَجَزَاكُمُ اللهُ أَطْيَبَ الْجَزَاءِ أَوْ قَالَ :خَيْرًا، فَإِنَّكُمْ مَا عَلِمْتُ أَعِفَّةٌ صُبُرٌ، وَسَتَرَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً فِي الْأَمْرِ وَالْقَسْمِ، فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ(۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت اسید بن حضیر اشہلی نقیب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، اس وقت آپ ﷺ مال تقسیم فرمارہے تھے، حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے بنوظفر کے ایک گھرانے کی ضرورت کا ذکر کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اسید: تو نے اس وقت ذکر کیا ہے، جب مال تقسیم ہو چکا ہے، جب تو دیکھے کہ کوئی اور چیز ہمارے پاس آئی ہے، پھر مجھے اس گھرانے کا یاد کرا دینا۔ اس کے بعد خیبر سے خوراک کا سامان آیا، اس میں جو اور کھجوریں بھی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ سامان لوگوں میں بانٹا اور انصاری لوگوں میں دل کھول کر بانٹا، اور اس گھرانے کو وافر مال دیا۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا: اے اللہ کے نبی ﷺ! اللہ تعالیٰ آپ کو پاکیزہ جزاء عطا فرمائے یا فرمایا: بہترین جزاء عطا فرمائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: تم انصار کے گروہ ہو، اللہ تعالیٰ تمہیں پاکیزہ اور بہترین جزاء عطا فرمائے، بلاشبہ تم سوال سے بچنے والے ہو اور تمہارا صبر پہاڑ کی مانند ہے۔ عنقریب میرے بعد تم کاموں میں اور تقسیم میں خودغرضی دیکھو گے، ان حالات میں تم صبر کرنا، یہاں تک کہ تم مجھے حوضِ کوثر پر ملو۔

۲۴۵(۸۳۴۶):أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْمَرْوَزِيُّ قَالَ :حَدَّثَنَا شَاذَانُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ :حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ :أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ :سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ :مَرَّ أَبُو بَكْرٍ بِمَجْلِسٍ مِنْ مَجَالِسِ الْأَنْصَارِ وَهُمْ يَبْكُونَ فَقَالَ :مَا يُبْكِيكُمْ قَالُوا :ذَكَرْنَا مَجْلِسَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنَّا فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَهُ بِذَلِكَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ، وَلَمْ يَصْعَدْهُ بَعْدَ ذَلِكَ الْيَوْمِ، فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ :أُوصِيكُمْ بِالْأَنْصَارِ، فَإِنَّهُمْ كَرِشِي وَعَيْبَتِي، وَقَدْ قَضَوْا الَّذِي عَلَيْهِمْ، وَبَقِيَ الَّذِي لَهُمْ فَاقْبَلُوا مِنْ مُحْسِنِهِمْ، وَتَجَاوَزُوا عَنْ مُسِيئِهِمْ(۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انصار کی ایک مجلس کے قریب سے گذرے، تو وہ رو رہے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم کیوں روتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلسوں کو یاد کر کے روتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو آ کر یہ ماجرا سنایا۔ نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے اور منبر مبارک پر جلوہ افروز ہوئے۔ اس دن کے بعد آپ ﷺ منبر مبارک پر جلوہ افروز نہیں ہوئے۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی اور فرمایا: میں تمہیں انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں، بے شک وہ میرے مخلص ساتھی اور ہم راز ہیں۔ جو فرض ان کے ذمہ تھا وہ ادا کر چکے اور ان کا قرض ابھی باقی ہے۔ تم ان کے لوگوں کی نیکیوں کو قبول کرنا اور ان کے خطا کاروں سے درگذر کرنا۔

۱۔ i۔المستدرک للحاکم، ج۴، ص۷۹ ii۔ابن حبان: ۷۲۷۷ ۲۔ i۔بخاری: ۳۷۹۹

۲۴۶(۸۳۴۷): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَلَمْ آتِكُمْ وَأَنْتُمْ ضُلَّالٌ فَهَدَاكُمُ اللهُ بِي؟ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: أَوَلَمْ آتِكُمْ وَأَنْتُمْ أَعْدَاءٌ فَأَلَّفَ بَيْنَكُمْ بِي؟ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ " أَفَلَا تَقُولُونَ: أَلَمْ تَأْتِنَا خَائِفًا فَآمَنَّاكَ؟ وَطَرِيدًا فَآوَيْنَاكَ؟ وَمَخْذُولًا فَنَصَرْنَاكَ؟ " قَالَتِ الْأَنْصَارُ: بَلِ الْمَنُّ لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ(۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انصار کے گروہ: کیا ایسا نہیں کہ میں تمہارے پاس آیا، تو تم گمراہی میں تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے تمہیں ہدایت عطا فرمائی، انصار صحابہ نے عرض کیا، ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ایسا نہیں! کہ میں تمہارے پاس آیا، تو تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے تمہارے درمیان الفت پیدا فرمادی؟ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیوں نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم یہ کیوں نہیں کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس خوف کی حالت میں آئے اور ہم نے آپ کو سکون دیا، اہل مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جلا وطن کیا اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دی، لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے سروسامان کیا اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدد فراہم کی۔ انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: بلکہ احسان تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ہے۔

۲۴۷(۸۳۴۸): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَارَ إِلَى بَدْرٍ فَاسْتَشَارَ الْمُسْلِمِينَ وَأَشَارَ عَلَيْهِ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ اسْتَشَارَهُمْ فَأَشَارَ عَلَيْهِ عُمَرُ فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ، إِيَّاكُمْ يُرِيدُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " إِذًا لَا نَقُولُ مَا قَالَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ لِمُوسَى: فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَوْ ضَرَبْتَ أَكْبَادَهَا إِلَى بَرْكِ الْغِمَادِ لَاتَّبَعْنَاكَ "(۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے معاملے میں مسلمانوں سے مشورہ طلب کیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس پر مشورہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مشورہ طلب کیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رائے کا اظہار کیا۔ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بعض نے کہا: اے انصار صحابہ کے گروہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد تمہاری رائے ہے۔ ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ بات نہیں کہیں گے، جو بات بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی: کہ تو اور تیرا رب جا کر قتال کرو۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برحق مبعوث فرمایا ہے: اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں برک غماد پہاڑ پر سواریاں چڑھانے کا حکم دیں گے، ہم چڑھا دیں گے۔

۱۔i۔احمد، ج۳، ص۱۰۴ ii۔بخاری: ۷۲۴۵ iii۔مسلم: ۲۱۱۰

۲۔i۔مسلم: ۱۷۷۹ ii۔ابی داؤد: ۲۶۸۱

۶۷۔ انصار کے بیٹوں کے فضائل

۲۴۸(۸۳۴۹): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُورُ الْأَنْصَارَ فَيُسَلِّمُ عَلَى صِبْيَانِهِمْ، وَيَمْسَحُ بِرُءُوسِهِمْ، وَيَدْعُو لَهُمْ (۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات انصار صحابہ سے ہوتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بچوں کو سلام کرتے، ان بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرتے اور ان کو دعائیں دیتے تھے۔

۶۸۔ انصار کے پوتوں کے فضائل

۲۴۹(۸۳۵۰): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ، وَلِأَبْنَائِهِمْ وَلِأَبْنَاءِ أَبْنَائِهِمْ (۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ تعالیٰ! تو انصار کی بخشش فرما دے، انصار کے بیٹوں کی بخشش فرما دے، انصار کے پوتوں کی بخشش فرما دے۔

۶۹۔ قبیلہ مذحج کے فضائل

۲۵۰(۸۳۵۱): أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ عَنْ صَفْوَانَ عَنْ شُرَيْحٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَائِذٍ الْأَزْدِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ السُّلَمِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَكْثَرُ الْقَبَائِلِ فِي الْجَنَّةِ مَذْحِجٌ (۳)

حضرت عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں اکثریت قبیلہ مذحج کے قبائل کی ہے۔

۷۰۔ قبیلہ اشعر کے فضائل

۲۵۱(۸۳۵۲): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ: قَالَ أَنَسٌ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ أَقْوَامٌ هُمْ أَرَقُّ مِنْكُمْ قُلُوبًا قَالَ: فَقَدِمَ الْأَشْعَرِيُّونَ مِنْهُمْ أَبُو مُوسَى، فَلَمَّا دَنَوْا مِنَ الْمَدِينَةِ جَعَلُوا يَرْتَجِزُونَ:

غَدًا نَلْقَى الْأَحِبَّةْ ... مُحَمَّدًا وَحِزْبَهْ (۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس مختلف قبیلوں کے لوگ آئے اور ان میں سے بعض بہت نرم دلوں والے بھی ہیں۔ ان میں قبیلہ اشعر کے لوگ زیادہ نرم دل ہیں، جن میں سے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ہیں، جب وہ مدینہ منورہ سے آئے تو وہ لوگ رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے:
ہم صبح ملاقات کر رہے ہیں، پیارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں سے۔

۱۔ i۔ بخاری: ۶۲۴۷ ii۔ مسلم: ۲۱۶۸
۲۔ احمد، ج ۳، ص ۱۶۲
۳۔ i۔ احمد، ج ۴، ص ۳۸۷ ii۔ المستدرک للحاکم، ج ۴، ص ۸۱
۴۔ i۔ احمد، ج ۳، ص ۲۶۲، ۱۸۲، ۱۰۵ ii۔ مصنف ابن ابی شیبۃ، ج ۱۲، ص ۱۲۲ iii۔ مسند عبد بن حمید: ۱۴۱۰ iv۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۴، ص ۱۰۶ v۔ مسند ابی یعلی: ۳۸۴۵ vi۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۵، ص ۳۵۱
ii۔ ابن حبان: ۷۱۹۲

۷۱۔ حضرت مریم بنت عمران کے فضائل

۲۵۲ (۸۳۵۳): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ مُرَّةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ، وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ وَآسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ (۱)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کامل مرد بہت ہیں لیکن کامل عورتیں صرف حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا اور حضرت آسیہ زوجہ فرعون رضی اللہ عنہا ہیں۔

۲۵۳ (۸۳۵۴): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيجَةُ (۲)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین عورتیں حضرت مریم بنت عمران اور حضرت خدیجہ ہیں۔

۲۵۴ (۸۳۵۵): أَخْبَرَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ قَالَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ، عَنْ عِلْبَاءَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْضَلُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ، وَآسِيَةُ بِنْتُ مُزَاحِمٍ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ (۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین جنتی عورتیں حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا، حضرت فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا، حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا اور حضرت آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون رضی اللہ عنہا ہیں۔

۷۲۔ حضرت آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا کے فضائل

۲۵۵ (۸۳۵۶): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ، وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَآسِيَةُ بِنْتُ مُزَاحِمٍ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ (۴)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کامل مرد بہت ہے اور کامل عورتیں صرف حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا اور حضرت آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون رضی اللہ عنہا ہیں۔

۱۔ i۔بخاری: ۳۴۳۳ ii۔مسلم: ۲۴۳۱

۲۔ i۔بخاری: ۳۸۱۵ ii۔مسلم: ۲۴۳۰

۳۔ i۔احمد، ج ۱، ص ۲۹۳ ii۔مسند ابی یعلی: ۲۷۲۲ iii۔المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۱۸۵-۱۶۰ iv۔ابن حبان: ۷۰۱۰

۴۔ i۔بخاری: ۳۴۳۳ ii۔مسلم: ۲۴۳۱

۲۵۶(۸۳۵۷) أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ عَنْ عِلْبَاءَ بْنِ أَحْمَرَ، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: خَطَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَ خُطُوطٍ ثُمَّ قَالَ: هَلْ تَدْرُونَ مَا هٰذَا؟ قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْضَلُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَآسِيَةُ بِنْتُ مُزَاحِمٍ، امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ(۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار خط کھینچے اور پوچھا: تم جانتے ہو، یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی عورتوں میں سب سے افضل حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا، حضرت فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا، حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا اور حضرت آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون رضی اللہ عنہا ہیں۔

۷۳۰۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے فضائل

۲۵۷(۸۳۵۸) أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَارَةُ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ سَمِعَهُ يَقُولُ: أَتَى جِبْرِيلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَقْرِءْ خَدِيجَةَ مِنَ اللهِ وَمِنِّي السَّلَامَ، وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ(۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ اور میرا سلام پہنچا دیں اور انہیں جنت میں موتیوں کے ایسے محل کی خوشخبری دیں، جس میں نہ شور ہوگا اور نہ کوئی تکلیف ہوگی۔

۲۵۸(۸۳۵۹) أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ فَضَالَةَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: جَاءَ جِبْرِيلُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعِنْدَهُ خَدِيجَةُ قَالَ: إِنَّ اللهَ يُقْرِءُ خَدِيجَةَ السَّلَامَ فَقَالَتْ: إِنَّ اللهَ هُوَ السَّلَامُ، وَعَلَى جِبْرِيلَ السَّلَامُ، وَعَلَيْكَ السَّلَامُ، وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ(۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے، اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس موجود تھیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ حضرت خدیجہ پر سلام بھیجتا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: بے شک اللہ تعالیٰ ہی سلامتی والا ہے، حضرت جبرئیل امین علیہ السلام پر سلامتی ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلامتی ہو، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکات ہوں۔

۱۔ i۔ احمد، ج ۱، ص ۲۹۳ ii۔ مسند ابی یعلی: ۲۷۲۲ iii۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۱۸۵۔۱۶۰، ج ۲، ص ۵۹۴
iv۔ ابن حبان: ۷۰۱۰

۲۔ i۔ بخاری: ۳۸۲۰ ii۔ مسلم: ۲۴۳۲

۳۔ i۔ المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۵/۲۳ ii۔ المستدرک للحاکم، ج ۴، ص ۷۵

۲۵۹ (۸۳۵۰): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ: بَشَّرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَدِيجَةَ بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ (۱)

حضرت ابواوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں ایسے محل کی بشارت دی، جس میں نہ شور و غل ہوگا اور نہ ہی کوئی تکلیف ہوگی۔

۲۶۰ (۸۳۶۱): أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ سَلْمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا النَّضْرُ قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: مَا غِرْتُ عَلَى امْرَأَةٍ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا غِرْتُ لِخَدِيجَةَ لِكَثْرَةِ ذِكْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاهَا وَثَنَائِهِ عَلَيْهَا وَقَدْ أُوحِيَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ (۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے کسی پر اتنی غیرت نہیں آتی تھی، جتنی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آتی تھی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان کو یاد فرماتے تھے اور ان کی تعریف بیان کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی گئی: کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا گھر جنت میں ہے۔

۲۶۱ (۸۳۶۲): أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا حَسَدْتُ امْرَأَةً مَا حَسَدْتُ خَدِيجَةَ وَلَا تَزَوَّجَنِي إِلَّا بَعْدَمَا مَاتَتْ وَذَلِكَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَّرَهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ (۳)

حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مجھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی اور عورت پر رشک نہیں آیا، حالانکہ میری شادی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی وفات کے بعد ہوئی۔ یہ اس وجہ سے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنت میں گھر کی خوشخبری دی تھی، جس میں نہ شور و غل ہوگا اور نہ ہی کوئی تکلیف ہوگی۔

۲۶۲ (۸۳۶۳): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا غِرْتُ عَلَى امْرَأَةٍ مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ مِنْ كَثْرَةِ ذِكْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهَا قَالَتْ: وَتَزَوَّجَنِي بَعْدَهَا بِثَلَاثِ سِنِينَ (۴)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مجھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی اور عورت کے بارے میں رشک نہیں آیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان کا ذکر کرتے تھے، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ نکاح ان کی وفات کے تین سال بعد فرمایا۔

۱۔ أ۔ بخاری: ۳۸۱۹ ii۔ مسلم: ۲۴۳۳
۲۔ أ۔ بخاری: ۳۸۱۷ ii۔ مسلم: ۲۴۳۴
۳۔ أ۔ بخاری: ۳۸۱۷ ii۔ مسلم: ۲۴۳۴
۴۔ أ۔ بخاری: ۳۸۱۷ ii۔ مسلم: ۲۴۳۴

۲۶۳ (۸۳۶۴): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ الْمِنْهَالِ قَالَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ عَنْ عِلْبَاءَ، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: خَطَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْأَرْضِ خُطُوطَهُ قَالَ: أَتَدْرُونَ مَا هَذَا؟ قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْضَلُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَآسِيَةُ بِنْتُ مُزَاحِمٍ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ (۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چند لکیریں کھینچیں اور پوچھا: کیا تم جانتے ہو، یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی زیادہ جانتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی عورتوں میں سب سے بہتر حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا، حضرت فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا، حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا اور حضرت آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون رضی اللہ عنہا ہیں۔

۴۷۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل

۲۶۴ (۸۳۶۵): أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ دِينَارٍ قَالَ: حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْرَائِيلُ بْنُ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ مَيْسَرَةَ بْنِ حَبِيبٍ النَّهْدِيِّ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو الْأَسَدِيِّ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ هُوَ ابْنُ الْيَمَانِ أَنَّ أُمَّهُ قَالَتْ لَهُ: مَتَى عَهْدُكَ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ مَا لِي بِهِ عَهْدٌ مُنْذُ كَذَا، فَهَمَّتْ أَنْ تَنَالَ مِنِّي، فَقُلْتُ: دَعِينِي، فَإِنِّي أَذْهَبُ فَلَا أَدَعُهُ حَتَّى يَسْتَغْفِرَ لِي، وَيَسْتَغْفِرَ لَكِ، وَصَلَّيْتُ مَعَهُ الْمَغْرِبَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي حَتَّى صَلَّى الْعِشَاءَ، ثُمَّ خَرَجَ فَخَرَجْتُ مَعَهُ فَإِذَا عَارِضٌ قَدْ عَرَضَ لَهُ ثُمَّ ذَهَبَ فَرَآنِي فَقَالَ: حُذَيْفَةُ؟ فَقُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ هَلْ رَأَيْتَ الْعَارِضَ الَّذِي عَرَضَ لِي؟ قُلْتُ: نَعَمْ قَالَ: فَإِنَّهُ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ اسْتَأْذَنَ رَبَّهُ لِيُسَلِّمَ عَلَيَّ، وَلِيُبَشِّرَنِي أَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ الْجَنَّةِ وَأَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ (۲)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میری والدہ نے مجھے ڈانٹتے ہوئے پوچھا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کب گئے تھے؟ میں نے کہا: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اتنے دن پہلے گیا تھا، وہ غصے سے مجھے زدوکوب کرنے کے لئے آمادہ ہوئیں، تو میں نے عرض کیا، مجھے چھوڑ دیں، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابھی جاتا ہوں اور میں اس وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہوں گا، جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے اور آپ رضی اللہ عنہا کے لئے بخشش کی دعا نہ فرمادیں، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز مغرب ادا کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نوافل پڑھنے میں مشغول ہوگئے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء ادا فرمائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہولیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام سے تھوڑی دیر کے لیے رکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر چل دیئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ساتھ آتا دیکھ کر پوچھا حذیفہ ہے؟ میں نے عرض کیا: لبیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تو نے میرے ساتھ آنے والا معاملہ دیکھا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ تھا، جس نے اللہ تعالیٰ سے مجھے سلام کرنے کے لئے اجازت مانگی تھی اور مجھے خوشخبری دینے کے لئے

۱۔ i۔ احمد، ج ۱، ص ۲۹۳ — ii۔ مسند ابی یعلیٰ: ۲۷۲۲ — iii۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۱۸۵، ۱۶۰، ج ۲، ص ۵۹۴ — iv۔ ابن حبان: ۷۰۱۰

۲۔ i۔ احمد، ج ۵، ص ۳۹۱ — ii۔ مصنف ابن ابی شیبۃ، ج ۱۲، ص ۹۶، ج ۲، ص ۱۹۸ — iii۔ ترمذی: ۳۷۸۱ — iv۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۳۸۱۔۱۵۱ — v۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۷، ص ۷۸ — vi۔ ابن حبان: ۷۱۲۴

اجازت مانگی تھی کہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں اور حضرت فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

۲۶۵(۸۳۶۶): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ :حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ :حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَرِضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَكَبَّتْ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَّهَا فَبَكَتْ ثُمَّ أَكَبَّتْ عَلَيْهِ فَسَارَّهَا فَضَحِكَتْ فَلَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُهَا "فَقَالَتْ :لَمَّا أَكْبَبْتُ عَلَيْهِ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ مَيِّتٌ مِنْ وَجَعِهِ ذَلِكَ فَبَكَيْتُ ثُمَّ أَكْبَبْتُ عَلَيْهِ فَأَخْبَرَنِي أَنِّي أَسْرَعُ أَهْلِهِ بِهِ لُحُوقًا وَأَنِّي سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا مَرْيَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَضَحِكْتُ(۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وصال میں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سرگوشی فرمائی، تو حضرت فاطمہ رونے لگیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ سرگوشی فرمائی، تو وہ ہنسنے لگیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے تو میرے پوچھنے پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا: جب میں پہلی دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتلایا: کہ اسی بیماری میں میرا وصال ہو جائے گا، پس میں رونے لگ گئی۔ پھر جب میں دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتلایا: کہ اہل بیت میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے والی ہوں، میں جنتی عورتوں کی سردار ہوں، سوائے مریم بنت عمران کے، میں نے اپنے سر کو اٹھایا اور میں ہنسنے لگ گئی۔

۲۶۶(۸۳۶۷): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ :حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ :حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَرِضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَكَبَّتْ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَّهَا فَبَكَتْ ثُمَّ أَكَبَّتْ عَلَيْهِ فَسَارَّهَا فَضَحِكَتْ فَلَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُهَا "فَقَالَتْ :لَمَّا أَكْبَبْتُ عَلَيْهِ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ مَيِّتٌ مِنْ وَجَعِهِ ذَلِكَ فَبَكَيْتُ ثُمَّ أَكْبَبْتُ عَلَيْهِ فَأَخْبَرَنِي أَنِّي أَسْرَعُ أَهْلِهِ بِهِ لُحُوقًا وَأَنِّي سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا مَرْيَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَضَحِكْتُ(۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وصال میں اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ سرگوشی فرمائی۔ وہ رونے لگ گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ بلایا اور سرگوشی فرمائی، وہ ہنسنے لگ گئیں۔ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس بارے میں پوچھا، تو انہوں نے بتلایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتلایا: کہ اس مرض میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو جائے گا، تو میں رونے لگ گئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ اہل بیت میں سے میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے والی ہوں، تو میں ہنسنے لگ گئی۔

۱۔ i۔ مصنف ابن ابی شیبۃ، ج۱۲، ص۱۲۶ ii۔ المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۳۴ iii۔ ابن حبان: ۶۹۵۲

۲۔ i۔ بخاری: ۴۴۳۳ ii۔ مسلم: ۲۴۵۰

٢٦٧ (٨٣٦٨): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعْدَانُ بْنُ يَحْيَى، عَنْ زَكَرِيَّا، عَنْ فِرَاسٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تُغَادِرْ مِنْهُنَّ امْرَأَةٌ قَالَتْ: فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ تَمْشِي كَأَنَّ مِشْيَتَهَا مِشْيَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَرْحَبًا بِابْنَتِي، ثُمَّ أَجْلَسَهَا، فَأَسَرَّ إِلَيْهَا حَدِيثًا فَبَكَتْ فَقُلْتُ: حِينَ بَكَتْ خَصَّكِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَدِيثِهِ دُونَنَا ثُمَّ تَبْكِينَ، ثُمَّ أَسَرَّ إِلَيْهَا حَدِيثًا فَضَحِكَتْ فَقُلْتُ: مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ فَرَحًا قَطُّ أَقْرَبَ مِنْ حُزْنٍ فَسَأَلْتُهَا عَمَّا قَالَ لَهَا فَقَالَتْ: مَا كُنْتُ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا قُبِضَ سَأَلْتُهَا فَقَالَتْ: إِنَّهُ كَانَ حَدَّثَنِي قَالَ: كَانَ جِبْرِيلُ يُعَارِضُنِي كُلَّ عَامٍ مَرَّةً وَإِنَّهُ عَارَضَنِي الْعَامَ مَرَّتَيْنِ، وَلَا أُرَانِي إِلَّا وَقَدْ حَضَرَ أَجَلِي، وَإِنَّكِ أَوَّلُ أَهْلِي بِي لُحُوقًا، وَنِعْمَ السَّلَفُ أَنَا لَكِ فَبَكَيْتُ، ثُمَّ إِنَّهُ سَارَّنِي أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ، أَوْ نِسَاءِ هَذِهِ الْأُمَّةِ قَالَتْ: فَضَحِكْتُ لِذَلِكَ (١)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ساری ازواج نبی کریم ﷺ کے پاس جمع تھیں، اسی اثناء میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں، ان کی چال ڈھال بالکل رسول اللہ ﷺ جیسی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا: اے میری بیٹی خوش آمدید! پھر آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بٹھا کر، ان کے ساتھ سرگوشی کے انداز میں کوئی بات کی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے ساتھ کوئی خاص بات کی ہے، جو ہمارے ساتھ نہیں کی، اسی لئے آپ رو رہی ہے۔ آپ ﷺ نے دوبارہ سرگوشی کے انداز میں ان سے کوئی بات کی، تو وہ ہنسنے لگیں۔ میں نے کہا: میں نے آج کے دن سے پہلے خوشی کو غم کے اتنے قریب نہیں دیکھا۔ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا سے کیا بات کی ہے۔ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے راز کو افشا نہیں کرتی۔ جب آپ ﷺ وصال فرما گئے تو میں نے حضرت فاطمہ سے پوچھا، انہوں نے جواب دیا، آپ ﷺ نے مجھ سے یہ بات بیان کی تھی کہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ہر سال میرے ساتھ ایک دفعہ (قرآن مجید کا) دور کرتے تھے، اس سال انہوں نے دو دو دفعہ دور کیا ہے۔ اس سے میں سمجھتا ہوں کہ میرے وصال کا وقت آن پہنچا ہے اور اہل خانہ میں سے تو سب سے پہلے میرے ساتھ ملے گی۔ میں تمہارے لئے جانے والا کتنا اچھا ہوں۔ یہ سن کر میں رونے لگ گئی۔ پھر آپ ﷺ نے میرے ساتھ سرگوشی کے انداز میں فرمایا: کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ تو جنتی عورتوں کی سردار ہو، یا یہ فرمایا کہ تو اس امت کی جنتی عورتوں کی سردار ہو، اس پر میں ہنسنے لگ گئی۔

٢٦٨ (٨٣٦٩): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ مَيْسَرَةَ بْنِ حَبِيبٍ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشْبَهَ سَمْتًا وَهَدْيًا وَدَلًّا بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قِيَامِهَا وَقُعُودِهَا مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ

م المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے چال ڈھال، فہم وفراست اور بول چال میں رسول اللہ ﷺ کے مشابہہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہیں پایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بیٹھنا، اٹھنا بالکل رسول اللہ ﷺ جیسا تھا۔ وہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائیں، آپ ﷺ ان

ا۔ i۔ بخاری: ۶۲۸۵ ii۔ مسلم: ۲۴۵۰

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ " :وَكَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ إِلَيْهَا وَقَبَّلَهَا وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ مِنْ مَجْلِسِهَا فَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا فَلَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَتْ فَاطِمَةُ فَأَكَبَّتْ عَلَيْهِ وَقَبَّلَتْهُ ثُمَّ رَفَعَتْ رَأْسَهَا فَبَكَتْ، ثُمَّ أَكَبَّتْ عَلَيْهِ ثُمَّ رَفَعَتْ رَأْسَهَا فَضَحِكَتْ فَقُلْتُ :إِنْ كُنْتُ لَأَظُنُّ أَنَّ هَذِهِ مِنْ أَعْقَلِ النِّسَاءِ، فَإِذَا هِيَ مِنَ النِّسَاءِ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ :أَرَأَيْتِ حِينَ أَكْبَبْتِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعْتِ رَأْسَكِ فَبَكَيْتِ، ثُمَّ أَكْبَبْتِ عَلَيْهِ فَرَفَعْتِ رَأْسَكِ فَضَحِكْتِ، مَا حَمَلَكِ عَلَى ذَلِكَ؟ قَالَتْ :أَخْبَرَنِي، تَعْنِي أَنَّهُ مَيِّتٌ مِنْ وَجَعِهِ هَذَا فَبَكَيْتُ، ثُمَّ أَخْبَرَنِي أَنِّي أَسْرَعُ أَهْلِ بَيْتِهِ لُحُوقًا بِهِ فَذَلِكَ حِينَ ضَحِكْتُ(۱)

کے لئے کھڑے ہو جاتے، ان کو چومتے اور ان کو اپنی جگہ بٹھاتے تھے۔ اسی طرح جب رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے، وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہو جاتیں، آپ ﷺ کا بوسہ لیتیں اور آپ ﷺ کو اپنی جگہ بٹھاتیں۔ جب نبی کریم ﷺ کا مرض وصال شروع ہوا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں۔ انہوں نے جھک کر آپ ﷺ کا بوسہ لیا، پھر سر اٹھایا تو رونے لگیں۔ پھر دوبارہ آپ ﷺ کی طرف جھکیں، پھر سر اٹھایا تو ہنسنے لگیں۔ میں نے سوچا یہ عورتوں کی عادات سے ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ایک عورت ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ کا وصال مبارک ہو گیا تو میں نے پوچھا: جب آپ ﷺ نے نبی کریم پر جھکیں، اور سر اٹھایا، تو آپ رونے لگیں۔ پھر دوبارہ آپ ﷺ پر جھکیں، سر اٹھایا تو آپ مسکرانے لگیں، اس کی کیا وجہ تھی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا۔ آپ ﷺ نے مجھے بتایا کہ وہ اسی بیماری میں وصال فرما جائیں گے، میں رونے لگی۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے بتایا کہ میرے اہل بیت میں سے تو سب سے پہلے میرے ساتھ ملے گی، یہ بات سن کر میں مسکرائی تھی۔

۲۶۹(۸۳۷۰):أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ :حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :إِنَّمَا فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِنِّي يَرِيبُنِي مَا أَرَابَهَا وَيُؤْذِينِي مَا آذَاهَا(۲)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا حصہ ہے، جس نے اسے خوش کیا، اس نے مجھے خوش کیا، جس نے اسے تکلیف دی، اس نے مجھے تکلیف دی۔

۲۷۰(۸۳۷۱):الْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :إِنَّ فَاطِمَةَ بِضْعَةٌ مِنِّي، مَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي (۳)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا حصہ ہے، جس نے اسے غضبناک کیا، اس نے مجھے غضبناک کیا۔

۱۔ i۔ابی داود: ۵۲۱۷ ii۔ترمذی: ۳۸۷۲ iii۔المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۲۲، ص ۴۲۱

۲۔ i۔بخاری: ۵۲۳۰ ii۔مسلم: ۲۴۴۹

۳۔ i۔بخاری: ۳۷۶۷ ii۔مسلم: ۲۴۴۹

۲۷۱ (۸۳۷۲): أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمِّي قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ حَدَّثَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ حُسَيْنٍ حَدَّثَهُ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ مُحْتَلِمٌ: إِنَّ فَاطِمَةَ مِنِّي (۱)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ میں فرمایا: بے شک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مجھ سے ہے۔

حضرت مسور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس وقت مجھ پر غسل واجب تھا۔

۷۵۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے فضائل

۲۷۲ (۸۳۷۳): أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الزِّنَادِ، مِمَّا حَدَّثَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجُ، مِمَّا ذَكَرَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: هَاجَرَ إِبْرَاهِيمُ بِسَارَةَ فَدَخَلَ بِهَا قَرْيَةً فِيهَا مَلِكٌ مِنَ الْمُلُوكِ أَوْ جَبَّارٌ مِنَ الْجَبَابِرَةِ فَقِيلَ: دَخَلَ إِبْرَاهِيمُ اللَّيْلَةَ بِامْرَأَةٍ هِيَ أَحْسَنُ النِّسَاءِ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ، مَنْ هَذِهِ الَّتِي مَعَكَ؟ قَالَ: أُخْتِي، ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهَا فَقَالَ: لَا تُكَذِّبِينِي، قَدْ أَخْبَرْتُهُمْ أَنَّكِ أُخْتِي فَوَاللهِ إِنْ عَلَى الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَغَيْرُكِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ أَنْ أَرْسِلْ بِهَا فَأَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ فَقَامَ إِلَيْهَا، فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّي فَقَالَتْ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِي إِلَّا عَلَى زَوْجِي فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ هَذَا الْكَافِرَ فَغُطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَتِ: اللَّهُمَّ إِنَّهُ إِنْ يَمُتْ، يُقَلْ هِيَ قَتَلَتْهُ فَأُرْسِلَ، ثُمَّ قَامَ إِلَيْهَا، فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّي وَتَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِي إِلَّا عَلَى زَوْجِي، فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ هَذَا الْكَافِرَ، فَغُطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَتِ: اللَّهُمَّ إِنْ يَمُتْ يُقَالُ هِيَ قَتَلَتْهُ فَأُرْسِلَ فِي الثَّانِيَةِ وَفِي الثَّالِثَةِ فَقَالَ: وَاللهِ مَا أَرْسَلْتُمْ إِلَيَّ إِلَّا شَيْطَانًا ارْجِعُوا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَأَعْطُوهَا آجَرَ، فَرَجَعَتْ إِلَى إِبْرَاهِيمَ فَقَالَتْ: أَشَعَرْتَ أَنَّ اللهَ كَبَتَ الْكَافِرَ، وَأَخْدَمَ وَلِيدَةً (۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ علیہا السلام کے ساتھ ہجرت فرمائی، وہ ایک ایسی بستی میں داخل ہوئے، جہاں پر ایک جابر وظالم بادشاہ حکمران تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام رات کے وقت اپنی زوجہ کے ساتھ داخل ہوئے، آپ ﷺ کی زوجہ دنیا کی حسین وجمیل عورت تھی۔ بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلا کر پوچھا: تمہارے ساتھ یہ عورت کون ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: میری بہن ہے۔ پھر آپ حضرت سارہ علیہا السلام کے پاس آئے اور کہا: تو مجھے جھٹلانا مت! کیونکہ میں نے بادشاہ کو بتلایا ہے کہ تو میری بہن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمہارے علاوہ کون مومن نہیں ہے۔ بادشاہ نے حضرت سارہ علیہا السلام کو بلوانے کے لئے قاصد بھیجا، حضرت سارہ علیہا السلام بادشاہ کے پاس گئیں، وہ حضرت سارہ علیہا السلام کی طرف کھڑا ہوا، تو حضرت سارہ علیہا السلام نے کھڑے ہو کر وضو کیا اور نماز پڑھنی شروع کر دی اور دعا کی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول ﷺ پر ایمان رکھتی ہوں اور میں نے اپنے شوہر کے علاوہ اپنی عصمت کی حفاظت کی ہے، تو تو اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ فرما۔ وہ کافر اپنے قدموں پر زمین میں دھنسا دیا گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت سارہ علیہا السلام نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! اگر یہ مر گیا تو یہ الزام لگے گا کہ میں نے اسے قتل کیا ہے۔ اس دعا کے بعد وہ تندرست ہو گیا۔ پھر دوبارہ بری نیت سے حضرت سارہ علیہا السلام کی طرف بڑھا۔

۱۔ i۔ بخاری: ۳۱۱۰ ii۔ مسلم: ۲۴۴۹

۲۔ بخاری: ۲۲۱۷

حضرت سارہ علیہا السلام نے دوبارہ وضو کیا، نماز پڑھی اور دعا کی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان رکھتی ہوں اور میں نے اپنے شوہر کے علاوہ اپنی عصمت کی حفاظت کی ہے، تو تو اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ فرما۔ وہ ظالم دوبارہ اپنے قدموں پر زمین میں دھنسا دیا گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت سارہ علیہا السلام نے پھر دعا کی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! اگر یہ مر گیا تو یہ الزام لگے گا کہ میں نے اسے قتل کیا ہے، اسے پھر چھٹکارا حاصل ہو گیا پھر اسی طرح تیسری دفعہ بھی ہوا۔ اس پر بادشاہ نے اپنے قاصدوں سے کہا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی عزت کی قسم! تم میرے پاس کوئی انسان نہیں، بلکہ شیطان لائے ہو (نعوذ باللہ)۔ تم اس کو حضرت ابراہیم کو لوٹا دو اور ایک خادمہ بھی بطور تحفہ دے دو۔ حضرت سارہ علیہا السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آ کر بتلایا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے کافر کی سازش کو اس کے حلق میں اتار دیا اور اس نے خدمت کے لئے باندی دی ہے۔

۲۷۳ (۸۳۷۴): أَخْبَرَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَمْ يَكْذِبْ إِلَّا فِي ثَلَاثِ ثِنْتَيْنِ فِي ذَاتِ اللهِ قَوْلُهُ (إِنِّي سَقِيمٌ) (الصافات: ۸۹) وَقَوْلُهُ (قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ) (الأنبياء: ۶۳) هٰذَا قَالَ: "وَبَيْنَمَا هُوَ يَسِيرُ فِي أَرْضِ جَبَّارٍ مِنَ الْجَبَابِرَةِ إِذْ نَزَلَ مَنْزِلًا، فَأَتَى الْجَبَّارَ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ نَزَلَ هَاهُنَا فِي أَرْضِكَ رَجُلٌ مَعَهُ امْرَأَةٌ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَقَالَ: مَا هٰذِهِ الْمَرْأَةُ مِنْكَ؟ قَالَ: هِيَ أُخْتِي قَالَ: اذْهَبْ فَأَرْسِلْ بِهَا قَالَ: فَانْطَلَقَ إِلَى سَارَةَ فَقَالَ لَهَا: إِنَّ هٰذَا الْجَبَّارَ سَأَلَنِي عَنْكِ فَأَخْبَرْتُهُ: أَنَّكِ أُخْتِي فَلَا تُكَذِّبِينِي عِنْدَهُ فَإِنَّكِ أُخْتِي فِي كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَإِنَّهُ لَيْسَ فِي الْأَرْضِ مُسْلِمٌ غَيْرِي وَغَيْرُكِ فَانْطَلَقَ بِهَا وَقَامَ إِبْرَاهِيمُ يُصَلِّي فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيْهِ فَرَآهَا أَهْوَى إِلَيْهَا فَتَنَاوَلَهَا، فَأُخِذَ أَخْذًا شَدِيدًا فَقَالَ: ادْعِي اللهَ لِي، وَلَا أَضُرُّكِ فَدَعَتْ لَهُ فَأُرْسِلَ، فَأَهْوَى إِلَيْهَا فَتَنَاوَلَهَا فَأُخِذَ بِمِثْلِهَا أَوْ أَشَدَّ مِنْهَا، ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِكَ الثَّالِثَةَ فَأُخِذَ فَذَكَرَ مِثْلَ الْمَرَّتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ، وَكَفَّ فَقَالَ: ادْعِي اللهَ لِي وَلَا أَضُرُّكِ فَدَعَتْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین دفعہ کے علاوہ کبھی جھوٹ (صورتاً) نہیں بولا۔ ان میں سے دو اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں تھے۔ ایک بار فرمایا: انی سقیم (الصافات ۳۷:۸۹) میں بیمار ہوں اور دوسرا: بل فعلہ کبیرھم ھذا (الانبیاء ۲۱:۶۳) ان کے بڑے نے یہ کام کیا ہوگا؟ تیسرا: ایک دفعہ وہ سفر کر رہے تھے، اور ایک جابر و ظالم حکمران کے علاقہ میں پہنچے، تو ایک شخص نے ظالم بادشاہ کو بتلایا: تمہاری اس سرزمین پر ایک شخص آیا ہے، اور اس کے ساتھ ایسی حسین و جمیل عورت ہے کہ لوگوں میں کوئی اور نہیں ہے۔ اس بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلوا کر پوچھا: یہ تیرے ساتھ عورت کون ہے؟ آپ علیہ السلام نے کہا: یہ میری بہن ہے۔ بادشاہ نے آپ سے کہا: جاؤ اور اس کو لے کر آؤ۔ آپ نے حضرت سارہ علیہا السلام سے آ کر کہا: اس ظالم نے مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھا، تو میں نے اسے بتلایا: کہ تو میری بہن ہے۔ پس تو اس کے پاس مجھے جھٹلانا مت، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تو میری بہن ہے، کیونکہ زمین پر اس وقت میرے اور تمہارے

لَهُ فَأُرْسِلَ، ثُمَّ دَعَا أَدْنَى حِجَابَهُ فَقَالَ: إِنَّكَ لَمْ تَأْتِنِي بِإِنْسَانٍ وَلَكِنَّكَ أَتَيْتَنِي بِشَيْطَانٍ أَخْرِجْهَا وَأَعْطِهَا هَاجَرَ قَالَ: فَخَرَجَتْ وَأُعْطِيَتْ هَاجَرَ، فَأَقْبَلَتْ فَلَمَّا أَحَسَّ إِبْرَاهِيمُ بِمَجِيئِهَا انْفَتَلَ مِنْ صَلَاتِهِ فَقَالَ: مَهْيَمْ فَقَالَتْ: قَدْ كَفَى اللهُ كَيْدَ الْكَافِرِ، وَأَخْدَمَنِي هَاجَرَ وَقَفَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَوْنٍ (۱)

علاوہ کوئی اور مسلمان نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ علیہا السلام کو ساتھ لے کر آئے اور خود کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ علیہا السلام کو ساتھ لے کر آئے اور خود کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دی، حضرت سارہ علیہا السلام بادشاہ کے پاس داخل ہوئیں، تو اس نے از راہ شیطانیت آپ کی طرف ہاتھ بڑھانے کی کوشش کی تو اسی وقت سخت پکڑ میں جکڑا گیا۔ اس نے حضرت سارہ علیہا السلام سے کہا: میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں دوں گا، حضرت سارہ علیہا السلام نے دعا کی، تو اسے خلاصی مل گئی۔ اس نے دوبارہ شیطانی خیال سے آپ کی طرف ہاتھ بڑھایا، تو پہلے سے بھی زیادہ سخت پکڑ میں آ گیا۔ پھر اس نے تین دفعہ ایسے ہی کیا اور پکڑ میں آیا۔ پھر تیسری دفعہ بھی پہلی دو دفعہ کی طرح واقعہ ہوا۔ پس اس نے التجا کی: میرے لئے اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے دعا کرو، میں تمہیں کوئی نقصان نہیں دوں گا۔ حضرت سارہ علیہا السلام نے دعا کی۔ تو اسے خلاصی مل گئی۔ پھر اس نے اپنے بعض دربانوں کو بلوایا اور کہا: تم میرے پاس کوئی انسان نہیں، بلکہ شیطان لے کر آئے ہو (نعوذ باللہ)۔ اس کو لے جاؤ اور ہاجرہ علیہا السلام بطور تحفہ دے دو۔ حضرت سارہ علیہا السلام حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ علیہا السلام کو محسوس کیا تو حالت نماز میں ہی پوچھا: کیا معاملہ ہوا ہے۔ حضرت سارہ علیہا السلام نے بتایا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ کافر کی سازش کے لئے کافی ہو گیا اور اس نے میرے لئے خادمہ ہاجرہ علیہا السلام دی ہے۔

۲۷۴ (۸۳۷۵): أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ سَلْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ " لَمْ يَكْذِبْ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَطُّ إِلَّا ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ: ثِنْتَانِ فِي ذَاتِ اللهِ (فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ) (الصافات: ۸۹) وَقَوْلُهُ فِي سُورَةِ الْأَنْبِيَاءِ (قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا) (الأنبياء: ۶۳) قَالَ: وَأَتَى عَلَى مَلِكٍ مِنْ بَعْضِ الْمُلُوكِ وَمَعَهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین دفعہ (صورتاً) کے علاوہ کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ ان میں سے دو اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ہیں۔ ایک: جب انہوں نے ستاروں کی طرف دیکھا تو کہا: میں بیمار ہوں۔ دوسرا: سورۃ الانبیاء میں ان کا کہنا: بلکہ یہ کام ان کے اس بڑے نے کیا ہو گا۔

۱۔ i۔ بخاری: ۳۳۵۸، ۳۳۵۷ ii۔ مسلم: ۲۳۷۱

امْرَأَةٍ فَسَأَلَهُ عَنْهَا فَأَخْبَرَهُ أَنَّهَا أُخْتُهُ قَالَ: قُلْ لَهَا: تَأْتِينِي، أَوْ مُرْهَا أَنْ تَأْتِيَنِي، فَأَتَاهَا فَقَالَ لَهَا: إِنَّ هَذَا قَدْ سَأَلَنِي عَنْكِ وَإِنِّي أَخْبَرْتُهُ أَنَّكِ أُخْتِي وَإِنَّكِ أُخْتِي فِي كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَإِنَّهُ لَيْسَ عَلَى الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ وَلَا مُؤْمِنَةٌ غَيْرِي وَغَيْرَكِ وَإِنَّهُ قَدْ أَمَرَكِ أَنْ تَأْتِيَهُ قَالَ: فَأَتَتْ فَنَظَرَ إِلَيْهَا فَضُغِطَ فَقَالَ: ادْعِي لِي وَلَكِ أَنْ لَا أَعُودَ قَالَ: فَخَلَّى عَنْهُ فَعَادَ قَالَ: فَضُغِطَ مِثْلَهَا أَوْ أَشَدَّ قَالَ: ادْعِي لِي، وَلَكِ أَلَّا أَعُودَ قَالَ: فَخَلَّى عَنْهُ فَأَمَرَ لَهَا بِطَعَامٍ، وَأَخْدَمَهَا جَارِيَةً يُقَالُ لَهَا هَاجَرُ، فَلَمَّا أَتَتْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: مَهْيَمْ فَقَالَتْ: كَفَى اللهُ كَيْدَ الْكَافِرِ الْفَاجِرِ وَأَخْدَمَ جَارِيَةً قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: تِلْكَ أُمُّكُمْ يَا بَنِي مَاءِ السَّمَاءِ، وَمَدَّ بِهَا ابْنُ عَوْنٍ صَوْتَهُ(۱)

تیسرا: آپ علیہ السلام ایک بادشاہ کے پاس آئے۔ آپ علیہ السلام کے ساتھ آپ علیہ السلام کی زوجہ تھیں۔ اس بادشاہ نے پوچھا: تو آپ علیہ السلام نے کہا: وہ میری بہن ہے۔ بادشاہ نے کہا: اسے میرے پاس لاؤ یا اس کے ساتھ میرے پاس آؤ۔ آپ علیہ السلام زوجہ کے پاس آئے اور بتلایا: اس نے مجھے تمہارے بارے میں پوچھا، تو میں نے اسے بتلایا: کہ تو میری بہن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق تو میری بہن ہے۔ اس وقت زمین پر میرے اور تمہارے علاوہ کوئی ایمان دار نہیں ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے لے کر اس کے پاس جاؤں، حضرت سارہ علیہا السلام جب اس کے پاس آئیں۔ اس نے حضرت سارہ علیہا السلام کی طرف دیکھا، تو عذاب میں مبتلا کر دیا گیا۔ اس نے التجا کی: میرے لئے دعا کرو اور میں دوبارہ ایسی حرکت نہیں کروں گا۔ حضرت سارہ علیہا السلام کی دعا سے اسے خلاصی مل گئی۔ اس نے پھر وہی حرکت کی۔ دوبارہ پکڑا گیا۔ بلکہ پہلے سے بھی سخت پکڑ میں آ گیا۔ اس نے حضرت سارہ علیہا السلام سے التجا کی: میرے لئے دعا کرو، میں دوبارہ حرکت نہیں کروں گا۔ حضرت سارہ علیہا السلام کی دعا سے، اسے پھر خلاصی مل گئی۔ اس نے حضرت سارہ علیہا السلام کے لئے کھانے کا حکم دیا اور آپ کی خدمت کے لئے باندی حضرت ہاجر علیہا السلام بطور تحفہ دی۔ حضرت سارہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں، تو آپ نے ان سے پوچھا تیرا معاملہ کیا ہوا۔ حضرت سارہ علیہا السلام نے کہا: ظالم و فاسق و کافر کے مکر کے لئے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کافی ہو گیا اور اس نے خدمت کے لئے باندی دی ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بارش کے بیٹو! یہی ہاجر علیہا السلام تمہاری ماں ہے۔ حضرت ابن عون رحمۃ اللہ علیہ نے یہ الفاظ کہتے ہوئے اپنی آواز کو بلند فرمایا:

۱۔ i۔ بخاری: ۳۳۵۸، ۳۳۵۷ ii۔ مسلم: ۲۳۷۱

۷۶۔ حضرت ہاجر علیہا السلام کے فضائل

۲۷۵ (۸۳۷۶): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَنَّ جِبْرِيلَ حِينَ رَكَضَ زَمْزَمَ بِعَقِبِهِ فَنَبَعَ الْمَاءُ، فَجَعَلَتْ هَاجَرُ تَجْمَعُ الْبَطْحَاءَ حَوْلَ الْمَاءِ لِئَلَّا يَتَفَرَّقَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَحِمَ اللهُ هَاجَرَ لَوْ تَرَكَتْهَا لَكَانَتْ عَيْنًا مَعِينًا(۱)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے جب زمزم پر اپنی ایڑھی ماری، تو وہاں سے چشمہ پھوٹ پڑا، حضرت ہاجر علیہا السلام نے اس پانی کو حوض کی شکل میں جمع کیا۔ تاکہ اپنی ادھر ادھر بہہ نہ جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت ہاجر علیہا السلام پر رحم فرمائے! اگر وہ پانی کو اسی طرح چھوڑ دیتیں، تو وہ بہنے والا چشمہ ہوتا۔

۲۷۶ (۸۳۷۷): أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ أَيُّوبَ يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: نَزَلَ جِبْرِيلُ إِلَى هَاجَرَ وَإِسْمَاعِيلَ، فَرَكَضَ عَلَيْهِ مَوْضِعَ زَمْزَمَ بِعَقِبِهِ فَنَبَعَ الْمَاءُ قَالَ: فَجَعَلَتْ هَاجَرُ تَجْمَعُ الْبَطْحَاءَ حَوْلَهُ لَا يَتَفَرَّقُ الْمَاءُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَحِمَ اللهُ هَاجَرَ، لَوْ تَرَكَتْهَا كَانَ عَيْنًا مَعِينًا. قَالَ: فَقُلْتُ لِأَبِي حَمَّادٌ: لَا يَذْكُرُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَلَا يَرْفَعُهُ قَالَ: أَنَا أَحْفَظُ لِذَا هَكَذَا حَدَّثَنِي بِهِ أَيُّوبُ قَالَ وَهْبٌ(۲)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: حضرت جبرائیل امین علیہ السلام حضرت ہاجر علیہا السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس آئے، انہوں نے اپنی ایڑھی آب زمزم کی جگہ پر ماری، تو اس سے چشمہ پھوٹ پڑا۔ حضرت ہاجر علیہا السلام نے اس پانی کو حوض کی شکل میں جمع کیا، تاکہ پانی ادھر ادھر بہہ نہ جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ حضرت ہاجر علیہا السلام پر رحم فرمائے، اگر وہ پانی کو چھوڑ دیتیں، تو وہ بہنے والا چشمہ ہوتا۔

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے کہا: حضرت حماد تو حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کرتے اور نہ ہی مرفوع روایت کرتے ہیں: انہوں نے کہا: میں اس بات کو زیادہ یاد رکھنے والا ہوں۔ حضرت ایوب رضی اللہ عنہ نے مجھے اسی طرح بیان کیا ہے۔

۲۷۷ (۸۳۷۸): وَحَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ أُبَيًّا وَلَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهْبٌ: "فَأَتَيْتُ سَلَّامَ بْنَ أَبِي مُطِيعٍ فَحَدَّثَنِي هَذَا الْحَدِيثَ فَرَوَى لَهُ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، فَرَدَّ ذَلِكَ رَدًّا شَدِيدًا ثُمَّ قَالَ لِي: فَأَبُوكَ مَا يَقُولُ؟ قُلْتُ: أَبِي يَقُولُ: أَيُّوبُ

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مذکورہ حدیث روایت کرتے ہیں۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے نہ تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اور نہ ہی اس کی سند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک بیان کی: حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں حضرت سلام بن ابومطیع کے پاس آیا، تو انہوں نے مجھے یہ حدیث بیان کی۔ ان کے سامنے: عن حماد بن زید عن ایوب عن عبداللہ بن

۱۔ i۔ احمد، ج۵، ص۱۲۱ ii۔ بخاری: ۳۳۶۲

۲۔ i۔ احمد، ج۵، ص۱۲۱ ii۔ بخاری: ۳۳۶۲

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: الْعَجَبُ وَاللّٰهِ مَا يَزَالُ الرَّجُلُ مِنْ أَصْحَابِنَا الْحَافِظُ قَدْ غَلِطَ إِنَّمَا هُوَ أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ (۱)

سعید بن جبیر : کی سند بیان کی گئی، تو انہوں نے اس کی سختی سے تردید کی۔ پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا: آپ کے والد کی کیا رائے ہے؟ میں نے کہا: میرے والد: ایوب عن سعید بن جبیر کی سند سے بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: یہ بڑی تعجب والی بات ہے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی عزت کی قسم! ہمارے تمام ساتھی میں سے جو ہمیشہ حافظ کہلاتا رہا اس نے بھی غلطی کی اور صحیح سند: ایوب عن عکرمہ بن خالد ہے۔

۷۷۔ حضرت ہاجر علیہا السلام کے (مزید) فضائل

۲۷۸ (۸۳۷۹): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَوْرٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ أَيُّوبَ وَكَثِيرِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَبِي وَدَاعَةَ يَزِيدُ أَحَدُهُمَا عَلَى الْآخَرِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: "أَوَّلُ مَا اتَّخَذَ النِّسَاءُ الْمِنْطَقَ مِنْ قِبَلِ أُمِّ إِسْمَاعِيلَ اتَّخَذَتْ مِنْطَقًا لَتُعَفِّيَ أَثَرَهَا عَلَى سَارَةَ ثُمَّ جَاءَ بِهَا إِبْرَاهِيمُ وَابْنِهَا إِسْمَاعِيلَ وَهِيَ تُرْضِعُهُ، حَتَّى وَضَعَهَا عِنْدَ الْبَيْتِ وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ فَوَضَعَهَا هُنَالِكَ وَوَضَعَ عِنْدَهَا جِرَابًا فِيهِ تَمْرٌ وَسِقَاءً فِيهِ مَاءٌ، ثُمَّ قَفَّى إِبْرَاهِيمُ، فَاتَّبَعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ فَقَالَتْ: يَا إِبْرَاهِيمُ، أَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهَذَا الْوَادِي الَّذِي لَيْسَ بِهِ أَنِيسٌ وَلَا شَيْءٌ، فَقَالَتْ لَهُ ذَلِكَ مِرَارًا، وَجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهَا فَقَالَتْ لَهُ: آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهَذَا؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَتْ: إِذًا لَا يُضَيِّعُنَا، ثُمَّ رَجَعَتْ فَانْطَلَقَ إِبْرَاهِيمُ، اسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ، ثُمَّ دَعَا بِهَؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ: (إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ) (ابراهيم ۱۴:۳۷) إِلَى (لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ) (ابراهيم ۱۴:۳۷)، فَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ تُرْضِعُ إِسْمَاعِيلَ وَتَشْرَبُ ذَلِكَ الْمَاءَ، حَتَّى إِذَا نَفِدَ مَا فِي ذَلِكَ السِّقَاءِ عَطِشَتْ وَعَطِشَ ابْنُهَا وَجَاءَ، وَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَيْهِ فَوَجَدَتِ الصَّفَا أَقْرَبَ جَبَلٍ يَلِيهَا فَقَامَتْ عَلَيْهِ وَاسْتَقْبَلَتِ الْوَادِيَ هَلْ تَرَى أَحَدًا؟ فَلَمْ تَرَ أَحَدًا فَهَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْوَادِيَ رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جس عورت نے سب سے پہلے کمر کا پٹکا باندھا، وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والد (حضرت ہاجر علیہا السلام) تھیں۔ انہوں نے پٹکا اس لئے باندھا، تاکہ وہ حضرت سارہ علیہا السلام سے اپنے قدموں کے نشانات بتا دے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت ہاجر علیہا السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر بیت اللہ کے پاس تشریف لائے۔ ان دنوں مکہ مکرمہ میں آبادی نہیں تھی، یہاں پر پانی کا بھی کوئی بندوبست نہیں تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجر علیہا السلام کو یہاں چھوڑا۔ انہوں نے ایک مٹکا کھجوروں والا اور ایک مشکیزہ پانی والا، ان کے پاس رکھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام الٹے پاؤں واپس چل دیئے۔ حضرت ہاجر علیہا السلام ان کے پیچھے پیچھے گئیں اور پوچھا: اے ابراہیم علیہ السلام! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ اور ہمیں ایک ایسی وادی میں چھوڑ ے جا رہے ہیں، جہاں نہ کوئی انسان ہے اور نہ کوئی اور چیز؟ حضرت ہاجر علیہا السلام نے متعدد بار پوچھا، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر حضرت ہاجر علیہا السلام نے کہا: کیا آپ کو اس کام کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے جواباً کہا: ہاں حضرت ہاجر علیہا السلام نے کہا: تب تو وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا اور واپس لوٹ گئیں۔ ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام چلتے رہے۔ ایک جگہ کھڑے ہو کر بیت اللہ کی طرف چہرہ کر کے، ہاتھ اٹھا کر، یہ دعا مانگی: اے ہمارے رب جل جلالہ! میں نے اپنی اولاد کو،

ا۔ احمد، ج ۵، ص ۱۲۱

ii۔ بخاری: ۳۳۶۲

ثُمَّ سَعَتْ سَعْيَ الْمَجْهُودِ، ثُمَّ أَتَتِ الْمَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا وَنَظَرَتْ هَلْ تَرَى أَحَدًا، فَلَمْ تَرَ أَحَدًا، فَعَلَتْ ذَلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلِذَلِكَ سَعَى النَّاسُ بَيْنَهُمَا، فَلَمَّا نَزَلَتْ عَنِ الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا فَقَالَتْ: صَهٍ تُرِيدُ نَفْسَهَا، ثُمَّ تَسَمَّعَتْ فَسَمِعَتْ أَيْضًا قَالَتْ: قَدْ أَسْمَعْتَ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ غَوْثٌ، فَإِذَا هِيَ بِالْمَلَكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ يَبْحَثُ بِعَقِبِهِ أَوْ بِجَنَاحِهِ حَتَّى ظَهَرَ الْمَاءُ، فَجَاءَتْ تُحَوِّضُهُ هَكَذَا وَتَقُولُ بِيَدِهَا، وَجَعَلَتْ يَعْنِي تَغْرِفُ مِنَ الْمَاءِ فِي سِقَائِهَا وَهُوَ يَفُورُ بِقَدْرِ مَا تَغْرِفُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَرْحَمُ اللهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ، لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ أَوْ قَالَ: لَوْ لَمْ تَغْتَرِفْ مِنَ الْمَاءِ لَكَانَتْ عَيْنًا مَعِينًا، فَشَرِبَتْ وَأَرْضَعَتْ وَلَدَهَا "فَقَالَ الْمَلَكُ: لَا تَخَافِي الضَّيْعَةَ فَإِنَّ هَاهُنَا بَيْتَ اللهِ يَبْنِيهِ هَذَا الْغُلَامُ وَأَبُوهُ وَإِنَّ اللهَ لَا يُضَيِّعُ أَهْلَهُ وَكَانَ الْبَيْتُ مُرْتَفِعًا مِنَ الْأَرْضِ كَالرَّابِيَةِ تَأْتِيهِ السُّيُولُ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ فَكَانُوا كَذَلِكَ حَتَّى مَرَّتْ رُفْقَةٌ أَوْ قَالَ: بَيْتٌ مِنْ جُرْهُمَ مُقْبِلِينَ، فَنَزَلُوا فِي أَسْفَلِ مَكَّةَ فَرَأَوْا طَائِرًا عَارِضًا فَقَالُوا: إِنَّ هَذَا الطَّائِرَ لَيَدُورُ عَلَى مَاءٍ، وَلَعَهْدُنَا بِهَذَا الْوَادِي وَمَا فِيهِ مَاءٌ، فَأَرْسَلُوا فَإِذَا هُمْ بِالْمَاءِ، فَرَجَعُوا فَأَخْبَرُوهُمْ بِالْمَاءِ، وَأُمُّ إِسْمَاعِيلَ عِنْدَ الْمَاءِ فَقَالُوا: أَتَأْذَنِينَ لَنَا أَنْ نَنْزِلَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، وَلَا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَأَلْفَى ذَلِكَ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ وَهِيَ تُحِبُّ الْأُنْسَ، فَنَزَلُوا وَأَرْسَلُوا إِلَى أَهَالِيهِمْ، فَنَزَلُوا مَعَهُمْ، وَشَبَّ الْغُلَامُ، وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ، وَأَعْجَبَهُمْ حِينَ شَبَّ فَلَمَّا أَدْرَكَ زَوَّجُوهُ امْرَأَةً مِنْهُمْ، وَمَاتَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ(۱)

اس بے آب وگیاہ وادی میں تیرے عزت والے گھر کے قریب آباد کیا ہے۔ اے ہمارے رب! تاکہ یہ نماز قائم کریں، پس تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں میووں سے رزق دے، تاکہ وہ شکر ادا کریں۔ ادھر حضرت ہاجر علیہا السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتی تھیں اور پانی پی کر گذارہ کرتی تھیں، یہاں تک کہ جب مشکیزے سے پانی ختم ہوگیا، تو وہ خود بھی پیاسی ہوگئیں اور بیٹا بھی بھوکا پیاسا ہوگیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مشکل صورتحال میں دیکھ، آپ وہاں سے چلیں اور قریبی پہاڑ صفا پر پہنچیں۔ آپ پہاڑ کے اوپر کھڑی ہوئیں اور وادی کی دوسری طرف رخ کر کے دیکھنے لگیں کہ شاید کوئی نظر آئے، لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ پھر آپ صفا سے اتر آئیں، جب وادی میں پہنچیں، تو اپنی چادر کا ایک پلو اونچا کیا اور آپ پریشانی کی صورت میں دوڑنے لگیں۔ پھر مروہ پہاڑ پر آئیں اور کھڑے ہو کر دیکھا کہ شاید کوئی نظر آئے۔ لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ آپ نے سات دفعہ یہی عمل کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسی وجہ سے صفا و مروہ کے مابین لوگوں کے لئے سعی لازم کی گئی۔ جب آپ مروہ سے اتریں، تو آپ نے ایک آواز سنی، تو اپنے آپ سے کہا: خاموش ہو جا۔ پھر دوبارہ آواز سنی تو کہا: اگر تمہارے پاس کوئی مدد ہے، (تو تم کرو) وہ ایک فرشتہ تھا، جو آب زمزم کے پاس موجود تھا، اس نے اپنی ایڑھی یا پر مارا، جس سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ حضرت ہاجر علیہا السلام اس پانی کو حوض کی شکل میں محفوظ کرنے لگیں اور اپنے ہاتھ کے اشارے سے کہنے لگیں: اس طرح، اس طرح پھر اس پانی کو مشکیزے میں بھرنے لگیں اور جب مشکیزہ بھر گیا تو پانی ابلنے لگا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پر رحم فرمائے! اگر وہ زمزم کو یونہی چھوڑ دیتیں یا فرمایا: اسے محفوظ نہ کرتیں، تو زمزم آب زمزم جاری چشمہ ہوتا۔ حضرت ہاجر علیہا السلام نے پانی پیا اور اپنے بیٹے کو دودھ پلایا۔ فرشتے نے آپ سے کہا: اپنی ہلاکت کا خوف نہ کر، یہاں پر اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، جسے یہ لڑکا اور اس کا باپ تعمیر

۱۔ بخاری: ۳۳۶۴

کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کے رہنے والوں کو ضائع نہیں فرماتا۔ اس زمانہ میں بیت اللہ زمین سے اونچائی پر ٹیلے کی مانند موجود تھا۔ کیونکہ سیلابوں کی وجہ سے بیت اللہ کے دائیں بائیں حصوں کو نقصان پہنچتا تھا۔ اسی طرح دن گذرتے رہے، یہاں تک کہ وہاں سے چند لوگوں کا گذر ہوا یا فرمایا: قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ وہاں آئے، جو مکہ کے نشیبی علاقہ میں فروکش ہوئے، انہوں نے ایک پرندے کو منڈلاتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے سوچا: یہ پرندہ پانی پر منڈلاتا ہے، لیکن اس وادی میں نہ تو آبادی ہے اور نہ ہی پانی ہے۔ انہوں نے کچھ آدمیوں کو بھیجا۔ جب انہوں نے پانی موجود پایا تو واپس جا کر اس کی خبر دی۔ اس وقت حضرت ہاجر علیہا السلام پانی کے پاس تھیں۔ ان لوگوں نے عرض کیا: کیا آپ ہمیں یہاں رہنے کی اجازت دیں گی؟ حضرت ہاجر علیہا السلام نے کہا: ٹھیک ہے، لیکن پانی پر تمہارا کوئی حق نہ ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کو مانوسیت ہوئی اور وہ انس چاہتی تھیں۔ وہ لوگ وہاں ٹھہرے اور اپنے اہل وعیال کو بھی وہیں بلالیا۔ وہ سب یہیں فروکش ہوگئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہوگئے اور آپ نے ان سے عربی زبان بھی سیکھی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام جب جوان ہوئے تو سب سے زیادہ نفیس تھے۔ جب آپ شعور کو پہنچے تو قبیلہ بنو جرہم والوں نے اپنی ایک عورت سے آپ کی شادی کردی۔ پھر حضرت ہاجر علیہا السلام کا انتقال ہوگیا۔

۲۷۹ (۸۳۸۰): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا كَانَ بَيْنَ إِبْرَاهِيمَ وَبَيْنَ أَهْلِهِ مَا كَانَ خَرَجَ هُوَ وَإِسْمَاعِيلُ وَأُمُّ إِسْمَاعِيلَ وَمَعَهُمْ شَنَّةٌ يَعْنِي فِيهَا مَاءٌ، فَجَعَلَتْ تَشْرَبُ الْمَاءَ وَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلَى صَبِيِّهَا حَتَّى إِذَا دَخَلُوا مَكَّةَ وَضَعَهَا تَحْتَ دَوْحَةٍ ثُمَّ تَوَلَّى رَاجِعًا وَتَتْبَعُهُ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ أَثَرَهُ حَتَّى إِذَا بَلَغَتْ كُدَاءَ نَادَتْهُ: يَا إِبْرَاهِيمُ، إِلَى مَنْ تَتْرُكُنَا؟ قَالَ أَبُو عَامِرٍ: إِلَى مَنْ تَكِلُنَا؟ قَالَ: إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ہاجر علیہا السلام نکلے، اس وقت ان کے پاس پانی کا مشکیزہ تھا۔ حضرت ہاجر علیہا السلام پانی پیتی تھیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتی تھیں۔ جب یہ تینوں مکہ مکرمہ پہنچے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے زوجہ اور بچے کو ایک سائبان کے نیچے چھوڑا اور خود واپس چل پڑے۔ حضرت ہاجر علیہا السلام بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑیں۔ جب مقام "کدا" پر پہنچیں تو آواز دی: اے ابراہیم علیہ السلام! ہمیں چھوڑ کر آپ کدھر جارہے ہیں؟ ابوعامر کہتے ہیں آپ نے کہا: آپ کس کے بھروسے پر ہمیں چھوڑ کر جارہے

قَالَتْ: رَضِيتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ رَجَعَتْ، فَجَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنْهَا، وَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلَى صَبِيِّهَا، فَلَمَّا فَنِيَ بَلَغَ مِنَ الصَّبِيِّ الْعَطَشُ، قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُهُ لَعَلِّي أُحِسُّ أَحَدًا، فَقَامَتْ عَلَى الصَّفَا، فَإِذَا هِيَ لَا تُحِسُّ أَحَدًا "فَنَزَلَتْ فَلَمَّا حَاذَتْ بِالْوَادِي رَفَعَتْ إِزَارَهَا، ثُمَّ سَعَتْ حَتَّى تَأْتِيَ الْمَرْوَةَ فَنَظَرَتْ فَلَمْ تُحِسَّ أَحَدًا، فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ أَشْوَاطًا ثُمَّ قَالَتْ: لَوِ اطَّلَعْتُ حَتَّى أَنْظُرَ مَا فَعَلَ، فَإِذَا هُوَ عَلَى حَالِهِ فَأَبَتْ نَفْسُهَا حَتَّى رَجَعَتْ لَعَلَّهَا تُحِسُّ أَحَدًا، فَصَنَعَتْ ذٰلِكَ حَتَّى أَتَمَّتْ سَبْعَهُ ثُمَّ قَالَتْ: لَوِ اطَّلَعْتُ حَتَّى أَنْظُرَ مَا فَعَلَ، فَإِذَا هُوَ عَلَى حَالِهِ وَإِذَا هِيَ تَسْمَعُ صَوْتًا فَقَالَتْ: قَدْ سَمِعْتُ، فَقُلْ تُجَبْ أَوْ يَأْتِي مِنْكَ خَيْرٌ، قَالَ أَبُو عَامِرٍ: قَدْ سَمِعْتُ فَأَغِثْ فَإِذَا هُوَ جِبْرِيلُ، فَرَكَضَ بِقَدَمِهِ فَنَبَعَ، فَذَهَبَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ تَحْفِرُ. قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ تَرَكَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ الْمَاءَ كَانَ ظَاهِرًا. فَمَرَّ نَاسٌ مِنْ جُرْهُمَ، فَإِذَا هُمْ بِالطَّيْرِ فَقَالُوا: مَا يَكُونُ هٰذَا الطَّيْرُ إِلَّا عَلَى مَاءٍ، فَأَرْسَلُوا رَسُولَهُمْ وَكَرِيَّهُمْ، فَجَاءُوا إِلَيْهَا فَقَالُوا: أَلَا نَكُونُ مَعَكِ؟ قَالَتْ: بَلَى، فَسَكَنُوا مَعَهَا، وَتَزَوَّجَ إِسْمَاعِيلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةً مِنْهُمْ ثُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَا لَهُ قَالَ: إِنِّي مُطَّلِعٌ تَرِكَتِي فَجَاءَ فَسَأَلَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ أَيْنَ هُوَ؟ فَقَالُوا: يَصِيدُ، وَلَمْ يَعْرِضُوا عَلَيْهِ شَيْئًا قَالَ ": إِذَا جَاءَ فَقُولُوا لَهُ: يُغَيِّرُ عَتَبَةَ بَيْتِهِ فَجَاءَ فَأَخْبَرَتْهُ "فَقَالَ: أَنْتِ ذٰلِكِ فَانْطَلِقِي إِلَى أَهْلِكِ ثُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَا لَهُ فَقَالَ: إِنِّي مُطَّلِعٌ تَرِكَتِي، فَجَاءَ أَهْلَ إِسْمَاعِيلَ فَقَالَ: أَيْنَ هُوَ؟ قَالُوا: ذَهَبَ يَصِيدُ وَقَالُوا لَهُ: انْزِلْ فَاطْعَمْ، وَاشْرَبْ قَالَ: وَمَا طَعَامُكُمْ وَشَرَابُكُمْ؟ قَالُوا: طَعَامُنَا اللَّحْمُ، وَشَرَابُنَا الْمَاءُ قَالَ: اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي طَعَامِهِمْ وَشَرَابِهِمْ، قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَلَا تَزَالُ فِيهِ بَرَكَةٌ بِدَعْوَةِ إِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ثُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ

ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر۔ حضرت ہاجرہ ؓ نے کہا: ہم اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہیں، پھر آپ واپس لوٹ آئیں۔ آپ پانی پیتی تھیں اور اپنے بیٹے کو دودھ پلاتی تھیں۔ جب پانی ختم ہوگیا تو بچے کو پیاس نے ستایا، پھر آپ یہ دیکھنے کے لئے کہ شاید کوئی انسان موجود ہو، صفا پہاڑ پر گئیں، وہاں کھڑے ہوکر دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا۔ وہاں سے آپ اتریں۔ جب نیچے وادی میں پہنچیں تو اپنا دوپٹہ بلند کیا۔ پھر آپ دوڑ کر مروہ پہاڑ پر پہنچیں۔ وہاں سے بھی کوئی نظر نہ آیا۔ اس طرح صفا اور مروہ کا ایک چکر آپ نے لگایا۔ پھر اپنے آپ سے کہا: کاش! مجھے پتہ ہوتا کہ بیٹا کس حال میں ہے۔ جب ان کو درست حال میں پایا۔ پھر دوبارہ ضبط کے ساتھ چل پڑیں، تاکہ کوئی سہارا مل جائے۔ اسی حال میں حضرت ہاجرہ ؓ نے سات چکر مکمل کئے۔ پھر کہا: کاش! میں جانتی کہ بیٹا کس حال میں ہے، جب واپس آئیں، تو حضرت اسماعیل درست حالت میں تھے۔ اسی اثناء میں حضرت ہاجرہ ؓ نے ایک آواز سنی۔ آپ نے کہا: تو سنا گیا ہے تو پوچھ، تجھے جواب دیا جائے گا یا تیرے پاس کوئی بھلائی ہے۔ حضرت ابوعامر فرماتے ہیں: حضرت ہاجرہ ؓ نے یہ کہا: تحقیق تو سنا گیا ہے، تو مدد کر۔ اس وقت حضرت جبریل امین علیہ السلام موجود تھے۔ آپ نے اپنا پاؤں مارا تو پانی کا چشمہ جاری ہوگیا۔ حضرت ہاجرہ ؓ نے گڑھا کھودنا شروع کر دیا۔ حضور ابو القاسم رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پانی کو چھوڑ دیتیں، تو چشمہ جاری پانی ہوتا۔ وہاں سے قبیلہ جرہم کے کچھ لوگوں کا گزر ہوا، تو انہوں نے وہاں پر پرندہ دیکھا، انہوں نے کہا: یہ پرندہ تو صرف پانی والی جگہ ہوتا ہے۔ قبیلہ جرہم نے اپنے کچھ لوگ اور سوار بھیجے۔ انہوں نے آکر حضرت ہاجرہ ؓ سے کہا: کیا ہم آپ کے پاس ٹھہر سکتے ہیں۔ حضرت ہاجرہ ؓ نے کہا: کیوں نہیں، آپ ٹھہر سکتے ہیں۔ ان لوگوں نے

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَا لَهُ فَقَالَ: إِنِّي مُطَّلِعٌ تَرِكَتِي، فَجَاءَ فَإِذَا إِسْمَاعِيلُ وَرَاءَ زَمْزَمَ، يُصْلِحُ نَبْلًا لَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا إِسْمَاعِيلُ، إِنَّ رَبَّكَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَمَرَنِي أَنْ أَبْنِيَ لَهُ بَيْتًا" قَالَ: أَطِعْ رَبَّكَ قَالَ: وَقَدْ أَمَرَنِي أَنْ تُعِينَنِي عَلَيْهِ قَالَ: فَجَعَلَ إِسْمَاعِيلُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَاوِلُ إِبْرَاهِيمَ الْحِجَارَةَ وَيَقُولَانِ: (رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ) (البقرة: ۱۲۷) فَلَمَّا أَنْ رَفَعَ الْبُنْيَانَهُ وَضَعُفَ الشَّيْخُ عَنْ رَفْعِ الْحِجَارَةِ فَقَامَ عَلَى الْمَقَامِ، وَجَعَلَ إِسْمَاعِيلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَيَقُولَانِ: (رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ) (البقرة: ۲ ۱۲۷)(۱)

وہاں سکونت اختیار کر لی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اسی قبیلے کی ایک عورت سے شادی کر لی۔ ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام فکر مند ہوئے۔ یہ سوچتے ہوئے کہ: مجھے ان کی خبر گیری کرنی چاہئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں پوچھا کہ کہاں ہیں؟ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اہل خانہ نے کہا: کہ وہ شکار کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ اہل خانہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی نہ کی۔ آپ نے فرمایا: جب وہ آئیں تو انہیں کہنا: کہ گھر کی چوکھٹ تبدیل کر لیں۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام تشریف لائے تو زوجہ نے مذکورہ صورت حال بتلائی۔ آپ نے کہا: وہ چوکھٹ تو ہی ہے تو اپنے ماں باپ کے گھر چلی جا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام دوبارہ فکر مند ہوئے کہ انہیں اس گھرانے کی خبر گیری کرنی چاہئے۔ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گھر تشریف لائے اور پوچھا: حضرت اسماعیل علیہ السلام کہاں ہیں؟ انہوں نے بتلایا: کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام شکار کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ ان لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عرض کی: آپ کچھ دیر رکئے، کھانا کھائیے اور مشروب پیجئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: تمہارا کھانا پینا کیا ہے؟ انہوں نے بتلایا۔ گوشت ہمارا کھانا ہے اور پانی ہمارا مشروب ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ ان کے طعام اور مشروب میں برکت نازل فرما۔ حضرت ابوالقاسم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت ہمیشہ رہ گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس گھرانے کی خبر گیری کی فکر پھر لاحق ہوئی، تو آپ وہاں تشریف لائے۔ اسوقت حضرت اسماعیل علیہ السلام آپ زمزم کے پیچھے اپنے تیر ٹھیک کر رہے تھے۔ آپ نے کہا: اے اسماعیل علیہ السلام! بے شک تیرے رب نے مجھے اس گھر کے بنانے کا حکم دیا ہے۔ انہوں نے جواباً عرض کیا

۱- بخاری: ۳۳۶۵

آپ اپنے رب کی فرمانبرداری کیجئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اس نے مجھے یہ بھی حکم دیا ہے کہ تم میری مدد کرو۔ پس حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر لا لا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیتے تھے اور دونوں یہ دعا بھی کر رہے تھے: اے ہمارے رب جل جلالہ! تو ہم سے قبول فرما۔ بے شک تو سننے والا، جاننے والا ہے۔ جب بنیادیں اونچی ہوگئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے پتھر اٹھانا مشکل ہوگیا تو وہ (مقام ابراہیم والے) پتھر پر کھڑے ہوگئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام ان کو پتھر لا لا کر دیتے تھے اور دونوں یہ دعا بھی پڑھتے تھے: اے ہمارے رب جل جلالہ! تو ہم سے قبول فرما۔ بے شک تو سننے والا، جاننے والا ہے۔

۷۸۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل

حَبِيبَةُ حَبِيبِ اللهِ وَحَبِيبَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَضِيَ عَنْهَا، وَعَنْ أَبِيهَا عَبْدِ اللهِ بْنِ عُثْمَانَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهَا

آپ اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حبیبہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بھی راضی تھے اور ان کے والد حضرت عبداللہ بن عثمان ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی راضی تھے۔

۲۸۰ (۸۳۸۱): أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرٌ وَهُوَ ابْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ مُرَّةَ عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ (۱)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسے ہے، جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔

۲۸۱ (۸۳۸۲): أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا شَاذَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أُمَّ سَلَمَةَ لَا تُؤْذِينِي فِي عَائِشَةَ، فَإِنَّهُ وَاللهِ مَا أَتَانِي الْوَحْيُ فِي لِحَافِ امْرَأَةٍ مِنْكُنَّ إِلَّا هِيَ (۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا! مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اذیت نہ پہنچاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! تم تمام عورتوں میں سے صرف عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس لحاف میں موجود ہونے کے باوجود میرے پاس وحی آتی ہے۔

۲۸۲ (۸۳۸۳): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ آدَمَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ هُدَيْرٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أُوحِيَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَعَهُ فَقُمْتُ فَأَجَفْتُ الْبَابَ فَلَمَّا رُفِّهَ عَنْهُ قَالَ: يَا عَائِشَةُ إِنَّ جِبْرِيلَ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ (۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول شروع ہوا۔ میں نے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس خاص کیفیت سے فارغ ہوگئے، تو فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! حضرت جبریل امین علیہ السلام تمہیں سلام کہتے ہیں۔

۱۔ i۔ بخاری: ۳۷۶۹ ii۔ مسلم ۲۴۳۱ ۲۔ بخاری: ۳۷۷۵
۳۔ i۔ بخاری: ۳۷۶۸ ii۔ مسلم: ۲۴۴۷

۷۹۔ حضرت غمیصا بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے فضائل

انہیں کی کنیت ام سلیم ہے اور بعض نے غمیصا کی بجائے رمیصا بنت ملحان بھی نام ذکر کیا ہے۔

۲۸۳ (۸۳۸۴): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ أَنَسٌ: قَالَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ خَشْفَةً بَيْنَ يَدَيَّ، فَإِذَا أَنَا بِالْغُمَيْصَاءِ ابْنَةِ مِلْحَانَ قَالَ حُمَيْدٌ هِيَ أُمُّ سُلَيْمٍ (۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے کسی کے چلنے کی آہٹ سنی، جب میں نے دیکھا: وہ حضرت غمیصا ملحان رضی اللہ عنہا تھیں۔
حضرت حمید فرماتے ہیں: یہی ام سلیم رضی اللہ عنہا ہیں۔

۲۸۴ (۸۳۸۵): أَخْبَرَنَا نُصَيْرُ بْنُ الْفَرَجِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُرِيتُ أَنِّي أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَنَا بِالرُّمَيْصَاءِ امْرَأَةِ أَبِي طَلْحَةَ أُمِّ سُلَيْمٍ (۲)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ میں جنت میں ہوں اور حضرت رمیصا زوجہ ابوطلحہ، ام سلیم بھی جنت میں ہیں۔

۲۸۵ (۸۳۸۶): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَفْصِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرَّ بِجَنَبَاتِ أُمِّ سُلَيْمٍ، دَخَلَ عَلَيْهَا فَسَلَّمَ عَلَيْهَا "(۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب بھی گزر حضرت ام سلیم کے محلے سے ہوتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس جاتے اور انہیں سلام کرتے۔

۸۰۔ حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا کے فضائل

۲۸۶ (۸۳۸۷): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْأَخَوَاتُ مُؤْمِنَاتٌ مَيْمُونَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمُّ الْفَضْلِ بِنْتُ الْحَارِثِ وَسَلْمَى امْرَأَةُ حَمْزَةَ وَأَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ أُخْتُهُنَّ لِأُمِّهِنَّ (۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل ایمان بہنیں ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا، سلمی زوجہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ہیں، یہ اخیافی بہن ہیں۔

۱۔ i۔ احمد، ج ۳، ص ۱۲۵۔۱۰۶ ii۔ مسلم: ۲۴۵۶
۲۔ i۔ بخاری: ۳۶۷۹ ii۔ مسلم: ۲۴۵۷
۳۔ i۔ بخاری: ۵۱۶۳ ii۔ مسلم: ۹۴،۱۴۳۸
۴۔ i۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۸، ص ۱۳۸ ii۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۲۴، ص ۱۳۰ iii۔ شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۸۶۸
iv۔ المستدرک للحاکم، ج ۴، ص ۳۲

۸۱۔حضرت ام عبد رضی اللہ عنہا کے فضائل

۲۸۷ (۸۳۸۸) أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ :أَخْبَرَنَا يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ آدَمَ قَالَ :أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: قَدِمْتُ أَنَا وَأَخِي مِنَ الْيَمَنِ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَكَثْنَا حِينًا، وَمَا نَحْسَبُ ابْنَ مَسْعُودٍ وَأُمَّهُ إِلَّا مِنْ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كَثْرَةِ دُخُولِهِمْ، وَلُزُومِهِمْ لَهُ(۱)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اور میرا بھائی یمن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اور ہمیں انتظار کرنا پڑتا، لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کثرت سے آنا جانا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ان کو میسر رہتی تھی۔

۸۲۔حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے فضائل

۲۸۸۔(۹۸۳۸) أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ :حَدَّثَنِي بُرَيْدٌ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: دَخَلَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ عَلَى حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَةً وَقَدْ كَانَتْ هَاجَرَتْ إِلَى النَّجَاشِيِّ فِيمَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِ فَدَخَلَ عُمَرُ عَلَى حَفْصَةَ وَأَسْمَاءُ عِنْدَهَا فَقَالَ عُمَرُ :حِينَ رَأَى أَسْمَاءَ :مَنْ هَذِهِ؟ قَالَتْ :أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ قَالَ عُمَرُ :الْحَبَشِيَّةُ هَذِهِ الْبَحْرِيَّةُ؟ فَقَالَتْ أَسْمَاءُ :نَعَمْ فَقَالَ عُمَرُ :سَبَقْنَاكُمْ بِالْهِجْرَةِ فَنَحْنُ أَحَقُّ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكُمْ، فَغَضِبَتْ وَقَالَتْ :كَلَّا وَاللهِ كُنْتُمْ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطْعِمُ جَائِعَكُمْ وَيَعِظُ جَاهِلَكُمْ، وَكُنَّا فِي دَارٍ، أَوْ فِي أَرْضِ الْبُعَدَاءِ الْبُغَضَاءِ، فِي الْحَبَشَةِ وَذَلِكَ فِي ذَاتِ اللهِ وَفِي رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَايْمُ اللهِ لَا أَطْعَمُ طَعَامًا وَلَا أَشْرَبُ شَرَابًا حَتَّى أَذْكُرَ مَا قُلْتَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ كُنَّا نُؤْذَى، وَنَخَافُ فَسَأَذْكُرُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللهِ لَا أَكْذِبُ وَلَا أَزِيدُ عَلَى ذَلِكَ فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَتْ :يَا نَبِيَّ اللهِ إِنَّ عُمَرَ قَالَ :كَذَا وَكَذَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس ملاقات کے لئے گئیں۔ حضرت اسماء نے بھی ہجرت کرنے والوں کے ساتھ نجاشی کی طرف ہجرت کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے، اس وقت ان کے پاس حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اسماء رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو پوچھا: یہ کون ہیں؟ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا۔ یہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اسماء حبشہ بحریہ ہیں، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: ہاں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ حقدار ہیں، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو غصہ آ گیا اور انہوں نے کہا: ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی عزت کی قسم: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے اور تمہارے جاہلوں کو نصیحت فرماتے تھے، اور ہم دشمن کے گھر یا دشمن کی زمین، دور دراز حبشہ میں تھے اور ہمارا فعل صرف اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لئے تھا۔ بخدا! میں اس

۱۔ i۔بخاری: ۴۳۸۴ ii۔مسلم: ۲۴۶۰

مَا قُلْتِ؟ قَالَتْ: قُلْتُ: كَذَا وَكَذَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ بِأَحَقَّ بِي مِنْكُمْ وَلَهُ وَلِأَصْحَابِهِ هِجْرَةٌ وَاحِدَةٌ وَلَكُمْ أَهْلُ السَّفِينَةِ هِجْرَتَانِ قَالَتْ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ أَبَا مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ يَأْتُونِي أَرْسَالًا يَسْأَلُونَ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ مَا مِنَ الدُّنْيَا شَيْءٌ هُوَ أَفْرَحُ وَلَا أَعْظَمُ فِي أَنْفُسِهِمْ مِمَّا قَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو بُرْدَةَ قَالَتْ أَسْمَاءُ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ أَبَا مُوسَى وَإِنَّهُ لَيَسْتَعِيدُ مِنِّي هَذَا الْحَدِيثَ(۱)

وقت تک نہ کھاؤں گی، اور نہ پیوں گی جب تک کہ میں تمہاری اس بات کو رسول اللہ ﷺ سے بیان نہ کردوں۔ حبشہ میں ہمیں اذیت دی جاتی تھی اور ہمیں خوف زدہ کیا جاتا تھا۔ میں عنقریب رسول اللہ ﷺ اس کا ذکر کروں گی، اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی عزت کی قسم میں نہ جھوٹ بولوں گی اور نہ ہی اس بات پر زیادہ کروں گی۔ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے نبی ﷺ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ یہ کہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا انہوں نے کیا کہا ہے؟ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: انہوں نے اس اس طرح کہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کا مجھ پر تم سے زیادہ حق نہیں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے ایک ہجرت کی ہے اور اے اہل سفینہ تم نے دو ہجرتیں کی ہیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے دیکھا کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اور اصحاب سفینہ گروہ در گروہ آتے اور مجھ سے اس حدیث کے متعلق سوال کرتے، ان کے نزدیک دنیا کی کوئی چیز رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے زیادہ خوش کن اور عظیم نہ تھی، جو رسول اللہ ﷺ نے اصحاب سفینہ کے متعلق فرمایا تھا۔ حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو اکثر مجھ سے دہرایا کرتے تھے۔

۱۔ i۔ بخاری: ۴۲۳۱، ۴۲۳۰ ii۔ مسلم: ۲۵۰۳، ۲۵۰۲

۲۸۹ (۸۳۹۰): أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ شُعَيْبَ بْنَ اللَّيْثِ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَزَوَّجَ أَسْمَاءَ بِنْتَ عُمَيْسٍ، بَعْدَ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، فَأَقْبَلَ دَاخِلًا عَلَى أَسْمَاءَ، فَإِذَا نَفَرٌ جُلُوسٌ فِي بَيْتِهِ فَوَجَدَ فِي نَفْسِهِ فَرَجَعَ إِلَى نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: مَا ذَاكَ أَنِّي رَأَيْتُ بَأْسًا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرَّأَهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ ذَلِكَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَا يَدْخُلَنَّ رَجُلٌ عَلَى مُغِيبَةٍ إِلَّا وَغَيْرُهُ مَعَهُ(۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے شادی کی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے، تو ان کے گھر سے کسی شخص کو نکلتے ہوئے پایا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں خلش پیدا ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماجرا سنایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں حرج محسوس نہیں کرتے، جو میں نے دیکھا ہے؟ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نا پسند بات محسوس فرمائیں تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کیا ہوگی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو اس بات سے پاک فرما دیا ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا: آج کے بعد کوئی شخص کسی عورت کے پاس، اس کے خاوند کی عدم موجودگی میں نہ جائے۔

الحمد للہ رب العلمین الذی بتوفیقه تتم الصالحات والصلوٰة والسلام علی حبیبه الذی بجامه تقبل الحسنات و یحفظ السالك عن العثرات وعلی آله واصحابه منابع الخیرات ومصادر البرکات

مفتی محمد کریم خان

۲۲ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ یوم السبت کیم جون ۲۰۱۳ء بروز ہفتہ

ا۔ i۔ احمد، ج۲، ص۲۱۳ ii۔ مسلم: ۲۱۸۳

كتاب الخصائص

کتاب الخصائص

۱- ذِكْرُ خَصَائِصِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَذِكْرِ صَلَاتِهِ قَبْلَ النَّاسِ وَأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ صَلَّى مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ

امیر المؤمنین حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل (آپ رضی اللہ عنہ کا امت محمدیہ میں سب سے پہلے نماز پڑھنے کا بیان)

۱-۸۳۹۱: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ: سَمِعْتُ حَبَّةَ الْعُرَنِيَّ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ: أَنَا أَوَّلُ مَنْ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے والا میں پہلا شخص ہوں۔

۲-۸۳۹۱: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: أَوَّلُ مَنْ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيٌّ (۲)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھی، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

۲- ذِكْرُ اخْتِلَافِ النَّاقِلِينَ لِهَذَا الْخَبَرِ عَنْ شُعْبَةَ

حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کرنے والوں کے اختلاف کا بیان۔

۳-۸۳۹۲: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: أَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ (۳)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لایا، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابو طالب ہیں۔

۱۔ i-السنن الکبریٰ: ۸۳۹۱،۸۴۳۲ ii-احمد: ۱۱۹۱،۱۱۹۲ iii-فضائل الصحابۃ: ۹۹۹ iv- کتاب الاوائل لابن ابی عاصم: ۶۸ v-المصنف لابن ابی شیبۃ: ۳۲۰۷۶ vi-الاستیعاب، ج ۳، ص ۲۰۰ vii-اسد الغابۃ، ج ۴، ص ۱۰۲ viii-الآحاد والمثانی، ج ۱، ص ۱۴۹ ix- تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۳۱ x- مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۷، ص ۳۰۴ xi- مجمع الزوائد: ۱۴۶۰۷۔

۲۔ i-السنن الکبریٰ: ۸۴۳۳ ii-فضائل الصحابۃ: ۱۰۰۳ iii-ترمذی: ۳۷۴۳، ابی داؤد: ۶۷۸ iv-المستدرک للحاکم: ۴۷۱۸ v-الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۳، ص ۱۳ vi-الاستیعاب، ج ۳، ص ۲۰۰،۲۰۱ vii-مجمع الزوائد: ۱۴۶۰۸ vii- تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۳۷ viii-اتحاف الخیرۃ المہرۃ: ۶۶۷۹ ix-احمد: ۱۹۴۹۹

۳۔ i-السنن الکبریٰ: ۸۳۹۲،۸۴۳۴ ii- کتاب الاوائل لابن ابی عاصم: ۷۰ iii-الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم: ۱۸۰ iv-المستدرک للحاکم: ۴۷۱۸ v- مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۲۰۹۷ vi-المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۱۱، ص ۲۵

۴-۸۳۹۲: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ قَالَ: سَمِعْتُ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: أَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ عَلِيٌّ (۱)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

۵-۸۳۹۳: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ، عَنْ خَالِدٍ وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَمْزَةَ مَوْلَى الْأَنْصَارِ قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ يَقُولُ: أَوَّلُ مَنْ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيٌّ وَقَالَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ: أَسْلَمَ عَلِيٌّ (۲)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے نماز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پڑھی۔ دوسری روایت میں ہے: سب سے پہلے اسلام حضرت علی رضی اللہ عنہ لائے۔

۶-۸۳۹۴: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْكُوفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ خُثَيْمٍ، عَنْ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَفِيفٍ عَنْ عَفِيفٍ قَالَ: جِئْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِلَى مَكَّةَ فَنَزَلْتُ عَلَى الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمَّا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ، وَحَلَّقَتْ فِي السَّمَاءِ، وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْكَعْبَةِ أَقْبَلَ شَابٌّ فَرَمَى بِبَصَرِهِ إِلَى السَّمَاءِ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَقَامَ مُسْتَقْبِلَهَا فَلَمْ يَلْبَثْ حَتَّى جَاءَ غُلَامٌ، فَقَامَ عَنْ يَمِينِهِ فَلَمْ يَلْبَثْ حَتَّى جَاءَتِ امْرَأَةٌ فَقَامَتْ خَلْفَهُمَا فَرَكَعَ الشَّابُّ فَرَكَعَ الْغُلَامُ وَالْمَرْأَةُ فَرَفَعَ الشَّابُّ فَرَفَعَ الْغُلَامُ وَالْمَرْأَةُ فَخَرَّ الشَّابُّ سَاجِدًا، فَسَجَدَا مَعَهُ فَقُلْتُ: يَا عَبَّاسُ أَمْرٌ عَظِيمٌ فَقَالَ لِي: أَمْرٌ عَظِيمٌ؟ فَقَالَ: أَتَدْرِي مَنْ هَذَا الشَّابُّ؟ فَقُلْتُ: لَا فَقَالَ " هَذَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ هَذَا ابْنُ أَخِي، وَقَالَ: تَدْرِي مَنْ هَذَا الْغُلَامُ؟ فَقُلْتُ: لَا قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ هَذَا ابْنُ أَخِي هَلْ تَدْرِي مَنْ هَذِهِ الْمَرْأَةُ الَّتِي خَلْفَهُمَا؟ قُلْتُ: لَا قَالَ: هَذِهِ خَدِيجَةُ ابْنَةُ خُوَيْلِدٍ زَوْجَةُ ابْنِ أَخِي هَذَا حَدَّثَنِي أَنَّ رَبَّكَ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَمَرَهُ بِهَذَا الدِّينِ الَّذِي هُوَ عَلَيْهِ وَلَا وَاللهِ مَا عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ كُلِّهَا أَحَدٌ

حضرت عفیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں زمانہ جاہلیت اپنے گھر والوں کے لئے کپڑے اور خوشبو خریدنے کی غرض سے مکہ مکرمہ آیا۔ میں حضرت عباس بن عبدالمطلب کے پاس آیا۔ آپ ان دنوں تجارت کرتے تھے۔ میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ سورج نکلا اور اس کی روشنی آسمان پر پھیل گئی۔ اس وقت میں خانہ کعبہ کی طرف دیکھ رہا تھا کہ ایک نوجوان آیا اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور کعبہ کی طرف چہرہ کر کے کھڑا ہو گیا، تھوڑی دیر بعد ایک بچہ آیا اور اس نوجوان کی دائیں جانب کھڑا ہو گیا، پھر تھوڑی دیر بعد ایک عورت آئی اور ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ پس نوجوان نے رکوع کیا تو بچے اور عورت نے بھی رکوع کیا، پھر اس نوجوان نے سر اٹھایا تو اس بچے اور عورت نے بھی سر اٹھایا۔ پھر نوجوان نے سجدہ، تو ان دونوں نے بھی سجدہ کیا۔ میں نے کہا: اے عباس! بڑی بات ہے۔ حضرت عباس نے جواب دیا: بڑی بات ہے۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو! کہ یہ نوجوان کون ہے؟ میں نے جواب دیا: نہیں۔ انہوں نے بتلایا: یہ میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔ پھر انہوں نے

۱۔ ایضاً ۲۔ السنن الکبری: ۸۸۱، ۸۳۳۶، ۸۱۳۷، ۸۳۹۳۔

عَلَى هَذَا الدِّينِ غَيْرُ هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ (۱)

پوچھا: کیا تم جانتے ہو! کہ یہ بچہ کون ہے؟ میں نے جواب دیا: نہیں۔ انہوں نے بتلایا یہ بھی میرا بھتیجا علی بن ابو طالب بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہے۔ (پھر انہوں نے پوچھا:) کیا تم جانتے ہو کہ ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہونے والی عورت کون ہے؟ میں نے جواب دیا: نہیں۔ انہوں نے بتلایا۔ یہ میرے اس بھتیجے کی بیوی خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہے۔ میرے اس بھتیجے نے مجھے بتلایا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کے رب نے اسے اس دین کا حکم دیا ہے۔ جس پر وہ قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم: اس وقت روئے زمین پر ان تینوں کے علاوہ کوئی اور اس دین پر نہیں ہے۔

۸۳۹۵-۷: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: أَنَا عَبْدُ اللهِ وَأَخُو رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا الصِّدِّيقُ الْأَكْبَرُ، لَا يَقُولُهَا بَعْدِي إِلَّا كَاذِبٌ صَلَّيْتُ قَبْلَ النَّاسِ بِسَبْعِ سِنِينَ (۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: میں اللہ تعالیٰ کا بندہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی (چچازاد) اور صدیق اکبر ہوں۔ میرے بعد کوئی جھوٹا آدمی ہی یہ دعویٰ کرے گا۔ میں نے تمام لوگوں سے پہلے سات برس کی عمر میں نماز پڑھی۔

۱۔ السنن الکبریٰ: ۸۳۳۷، ۸۳۹۴، احمد، ج ۱، ص ۲۰۹، ۲۱۰، مسند ابی یعلی ۱۵۴۴، المقصد العلی: ۱۲۷۴، السیرۃ النبوۃ لابن اسحاق، ص ۱۸۲، المستدرک للحاکم: ۴۸۹۵، المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۱۰۰، ۱۰۱، دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۲، ص ۱۶۲، الاشراف علی مناقب الاشراف لابن ابی الدنیا، ص ۴۹، معجم الصحابہ لابن قانع البغدادی: ۱۳۲۸، کتاب الضعفاء للعقیلی، ج ۱، ص ۳۸، ۵۴، الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۸، ص ۲۵۱، الوفا باحوال المصطفیٰ لابن الجوزی، ص ۱۶۳، ۱۶۴، اسد الغابہ، ج ۴، ص ۵۴، تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۳۴، ۳۵، مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، ج ۱۷، ص ۳۰۵، عیون الاثر، ج ۱، ص ۱۸۱، السیرۃ النبویۃ لابن کثیر، ج ۱، ص ۴۴۷، البدایۃ والنہایۃ، ج ۲، ص ۳۶۲، ۳۶۳، الریاض النضرۃ، ج ۴، ص ۹۶، ذخائر العقبیٰ، ص ۴۷، مجمع الزوائد: ۱۴۶۰۵، جمع الجوامع: ۱۳۹۵۶، سبل الھدیٰ، ج ۲، ص ۲۹۷، اتحاف الخیرۃ المہرۃ: ۶۶۸۰، وص ۲۴۶، ۶۸۸۷، انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱، ص ۴۳۶، نساء اہل البیت، ص ۵۶، ۵۷، مناقب علی والحسنین وامہما فاطمۃ الزہراء للفواد عبدالباقی، ص ۱۱۔

۲۔ i- السنن الکبریٰ: ۸۴۳۸، ۸۳۹۶ ii- ابن ماجہ: ۱۲۰ iii- المستدرک للحاکم: ۴۶۴۱

iv- مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۰۷۵ v- کتاب السنۃ لابن ابی عاصم: ۱۳۲۴۔

۳- ذِكْرُ عِبَادَةِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عبادت کا بیان

۸-۸۳۹۶: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَجْلَحُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي الْهُذَيْلِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: مَا أَعْرِفُ أَحَدًا مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ عَبَدَ اللهَ بَعْدَ نَبِيِّهَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرِي، عَبَدْتُ اللهَ قَبْلَ أَنْ يَعْبُدَهُ أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ بِسَبْعِ سِنِينَ (۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: میرے اپنے علم کے مطابق اس امت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے عبادت کرنے والا میں ہی ہوں۔ میں نے باقی تمام سے سات سال پہلے عبادت کی۔ (یہ حدیث منکر ہے)

۴- ذِكْرُ مَنْزِلَةِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ

اللہ تعالیٰ کے ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت کا بیان

۹-۸۳۹۷: أَخْبَرَنِي هِلَالُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ، وَهُوَ ابْنُ عَثْمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي مُهَاجِرُ بْنُ مِسْمَارٍ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ قَالَتْ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُحْفَةِ وَأَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ، فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي وَلِيُّكُمْ قَالُوا: صَدَقْتَ يَا رَسُولَ اللهِ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ فَرَفَعَهَا وَقَالَ: هَذَا وَلِيِّي، وَالْمُؤَدِّي عَنِّي، وَإِنَّ اللهَ مُوَالٍ مَنْ وَالَاهُ وَمُعَادٍ مَنْ عَادَاهُ (۲)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام جحفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر خطبہ دیا، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا: اے لوگو! میں تمہارا ولی ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے سچ فرمایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو پکڑ کر بلند کر کے فرمایا: یہ میرا ولی ہے اور میری ذمہ داری پوری کرنے والا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس کا دوست ہے، جو اس کا دوست ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا دشمن ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دشمن ہے۔

۱۰-۸۳۹۸: أَخْبَرَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ حَمَّادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُسْهِرُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عِيسَى بْنِ عُمَرَ، عَنِ السُّدِّيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَهُ طَائِرٌ فَقَالَ: اللَّهُمَّ ائْتِنِي بِأَحَبِّ خَلْقِكَ إِلَيْكَ يَأْكُلُ مَعِي مِنْ هَذَا الطَّيْرِ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَرَدَّهُ وَجَاءَ عُمَرُ فَرَدَّهُ وَجَاءَ عَلِيٌّ فَأَذِنَ لَهُ (۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پرندے کا گوشت موجود تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ تعالیٰ! تو میرے پاس اس کو بھیج، جو تجھے مخلوق میں سب سے زیادہ پسند ہو، تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کو کھائے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت نہ فرمائی، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت نہ فرمائی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت عطا فرما دی۔

۱۔ i- السنن الکبریٰ: ۸۳۹۶،۸۳۳۹ ii- المستدرک للحاکم: ۴۶۴۲۔

۲۔ i- السنن الکبریٰ: ۸۳۹۷،۸۳۴۰ ii- کتاب السنۃ لابن ابی عاصم: ۱۱۸۹۔

۳۔ السنن الکبریٰ: ۸۴۳۹،۸۳۹۹،۸۳۸۵،۸۳۸۲

۱۱-۸۳۹۹: أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَهِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا حَاتِمٌ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ مِسْمَارٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ: أَمَرَ مُعَاوِيَةُ سَعْدًا، فَقَالَ: "مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسُبَّ أَبَا تُرَابٍ؟". قَالَ: أَمَا مَا ذَكَرْتُ ثَلَاثًا قَالَهُنَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَنْ أَسُبَّهُ لَأَنْ تَكُونَ لِي وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ. سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَهُ وَخَلَّفَهُ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ، فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: يَا رَسُولَ اللهِ تُخَلِّفُنِي مَعَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى، إِلَّا أَنَّهُ لَا نُبُوَّةَ بَعْدِي؟ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ فِي يَوْمِ خَيْبَرَ: لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ فَتَطَاوَلْنَا لَهَا فَقَالَ: ادْعُوا لِي عَلِيًّا فَأُتِيَ بِهِ أَرْمَدَ فَبَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَفَعَ الرَّايَةَ إِلَيْهِ وَلَمَّا نَزَلَتْ، زَادَ هِشَامٌ: (إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ) (الأحزاب: ۳۳) دَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا فَقَالَ: اللَّهُمَّ، يَعْنِي هَؤُلَاءِ أَهْلِي (۱)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو امیر مقرر فرمایا اور پوچھا: ابوتراب (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو برا بھلا کہنے سے تمہیں کیا چیز روکتی ہے؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین ارشاد مبارکہ ان کے بارے میں کئے ہوئے یاد ہیں، اس لئے میں کبھی ان کے بارے میں ناپسندیدہ بات نہیں کہوں گا، اگر ان تین باتوں میں سے ایک بھی میرے لئے ہوتی، تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ عزیز تھی۔ ۱- میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے بارے میں کہتے ہوئے سنا، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض جہاد کے موقع پر ان کو پیچھے چھوڑا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عورتوں اور بچوں کے پاس چھوڑ دیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ ۲- اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن فرمایا: میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسے محبوب رکھتے ہیں۔ ہم سب اس پرچم کو تھامنے کے امیدوار تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کو میرے پاس لاؤ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لایا گیا تو وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں پر لگایا اور جھنڈا انہیں عطا کر دیا۔ ۳- جب یہ آیت نازل ہوئی (اس کا اضافہ ہشام نے کیا:) بے شک اللہ تعالیٰ اہل بیت تم سے ناپاکی دور کرنے کا ارادہ کرتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: اے اللہ تعالیٰ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔

۱- i-السنن الکبری للنسائی: ۸۳۸۲ ii- مسند سعد بن ابی وقاص: ۱۹ iii- مسلم: ۶۲۲۰ iv-احمد: ۱۶۰۸
v- ترمذی: ۳۷۲۴ vi-المستدرک: ۴۶۳۲ vii- مسند بزار: ۱۱۲۰ viii- تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۱۱۱
ix-البدایہ والنھایہ، ج ۵، ص ۴۵۲ x- سیر اعلام النبلاء، ص ۶۱۹ xi- الاصابہ، ج ۴، ص ۴۶۸
xii- مناقب علی للفواد عبدالباقی، ص ۳۳ xiii- الانوار الباھرۃ الطاھرۃ للخلیدی، ص ۴۱

۸۳۹۹-۱۲: أَخْبَرَنَا حَرَمِيُّ بْنُ يُونُسَ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ، عَنْ مُوسَى الصَّغِيرِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَابِطٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا فَتَنَقَّصُوا عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ: لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَهُ خِصَالٌ ثَلَاثَةٌ لَأَنْ تَكُونَ لِي وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ، سَمِعْتُهُ يَقُولُ: إِنَّهُ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى، إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ(۱)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میری موجودگی میں کچھ لوگ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں ناپسندیدہ باتیں کرنے لگے، میں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تین شانیں سنی ہیں، اگر ان میں سے ایک بات بھی میرے لئے ہوتی تو مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ پسند تھی۔

۱- میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: بے شک وہ (حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم) میرے لئے ایسے ہی ہیں، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، سوائے اس بات کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۲- میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: کل میں ایسے شخص کو پرچم دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسے محبوب رکھتے ہیں۔

۳- میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا! جس کا میں مولیٰ ہوں، اس کا علی مولیٰ ہے۔

۸۴۰۰-۱۳: أَخْبَرَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ أَيْمَنَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ سَعْدًا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأَدْفَعَنَّ الرَّايَةَ غَدًا إِلَى رَجُلٍ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ يَفْتَحُ اللهُ عَلَى يَدَيْهِ فَاسْتَشْرَفَ لَهَا أَصْحَابُهُ فَدَفَعَ إِلَى عَلِيٍّ (۲)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب رکھتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسے محبوب رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پرچم لینے کی تمنا کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پرچم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔

۱- i- السنن الکبریٰ: ۸۳۴۳، ۸۳۹۹، ابن ماجہ: ۱۲۱ ii- تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۱۱۵، ۱۱۶۔

۲- السنن الکبریٰ: ۸۳۴۴، ۸۴۰۰۔

۱۴-۸۴۰۱: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْحَكَمِ، وَالْمِنْهَالِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ لِعَلِيٍّ وَكَانَ يَسِيرُ مَعَهُ: إِنَّ النَّاسَ قَدْ أَنْكَرُوا مِنْكَ أَنَّكَ تَخْرُجُ فِي الْبَرْدِ فِي الْمُلَاءَتَيْنِ، وَتَخْرُجُ فِي الْحَرِّ فِي الْحَشْوِ، وَالثَّوْبِ الْغَلِيظِ قَالَ: أَوَلَمْ تَكُنْ مَعَنَا بِخَيْبَرَ؟ قَالَ: بَلَى قَالَ: فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَبَا بَكْرٍ وَعَقَدَ لَهُ لِوَاءً فَرَجَعَ، وَبَعَثَ عُمَرَ وَعَقَدَ لَهُ لِوَاءً فَرَجَعَ بِالنَّاسِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ لَيْسَ بِفَرَّارٍ فَأَرْسَلَ إِلَيَّ، وَأَنَا أَرْمَدُ قُلْتُ: إِنِّي أَرْمَدُ، فَتَفَلَ فِي عَيْنِي وَقَالَ: اللّٰهُمَّ اكْفِهِ أَذَى الْحَرِّ وَالْبَرْدِ، فَمَا وَجَدْتُ حَرًّا بَعْدَ ذٰلِكَ وَلَا بَرْدًا(۱)

حضرت ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ: انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا: لوگ آپ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ سردیوں میں نرم و ملائم لباس پہنتے ہیں اور گرمیوں میں موٹا اور سخت لباس پہنتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا تم خیبر میں ہمارے ساتھ نہیں تھے؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پرچم دے کر بھیجا اور وہ (بغیر فتح) واپس لوٹ آئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پرچم تھما کر بھیجا، وہ بھی (بغیر فتح) لوگوں کے ساتھ واپس آئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایسے آدمی کو جھنڈا دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہیں۔ وہ بھاگنے والا نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلوایا اور میں آشوب چشم تھا، میں نے عرض کی: میں آشوب چشم ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن میری آنکھوں میں ڈالا اور دعا فرمائی: اے اللہ! اسے گرمی اور سردی کی اذیت سے محفوظ فرما۔ اس دن کے بعد نہ مجھے گرمی محسوس ہوتی ہے اور نہ ہی سردی محسوس ہوتی ہے۔

۱۵-۸۴۰۲: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ حَرْبٍ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ وَاقِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي بُرَيْدَةَ يَقُولُ: حَاصَرْنَا خَيْبَرَ، فَأَخَذَ اللِّوَاءَ أَبُو بَكْرٍ وَلَمْ يُفْتَحْ لَهُ وَأَخَذَ مِنَ الْغَدِ عُمَرُ، فَانْصَرَفَ وَلَمْ يُفْتَحْ لَهُ وَأَصَابَ النَّاسَ يَوْمَئِذٍ شِدَّةٌ وَجَهْدٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

حضرت ابو بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے خیبر کا محاصرہ کیا، تو پرچم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اٹھایا، لیکن ان کے ہاتھ پر خیبر فتح نہ ہوا۔ اگلے دن پرچم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تھاما، وہ بھی اس حال میں لوٹے کہ خیبر فتح نہ ہوا، اس دن لوگوں کو شدید مشکلات پیش آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱۔ السنن الکبریٰ: ۸۳۳۵، ۸۴۰۱، احمد: ۷۷۸، ۱۱۱۷، فضائل الصحابة: ۹۵۰، ۱۰۸۴، ابن ماجہ: ۱۱۷، فضائل الصحابة: ۹۵۰، ۱۰۸۴، ابن ماجہ: ۱۱۷، مصنف ابن ابی شیبة: ۳۲۰۷۱، ۳۶۸۷۲، مسند البزار: ۴۹۶، المعجم الاوسط: ۲۳۰۷، ۵۷۸۵، شرف المصطفیٰ لابی سعید، ج ۳، ص ۲۷۴ وج ۵ ص ۵۰۱، دلائل النبوة للبیہقی، ج ۴، ص ۲۱۲، دلائل النبوة لابی نعیم: ۳۹۱، الوفا لابن الجوزی، ص ۳۵۰، الریاض النضرة، ج ۴، ص ۱۳۳، ذخائر العقبیٰ، ص ۹۰، سیر اعلام النبلاء، ص ۶۱۸، البدایة والنھایة، ج ۵، ص ۳۵۲ طبع جدید، ج ۷، ص ۵۶۳، مجمع الزوائد: ۱۴۷۰۷، کشف الاستار للہیثمی: ۲۵۳۶، مجمع البحرین للہیثمی: ۳۶۹۲، اتحاف الخیرة المھرة للبوصیری: ۶۶۳۳، الانوار فی آیات النبی المختار للعوالبی، ج ۳، ص ۸۴۰، مختصر زوائد البزار للعسقلانی: ۱۹۶۴، فتح الباری، ج ۸، ص ۲۵۵، جمع الجوامع للسیوطی: ۵۴۲۵، الخصائص الکبریٰ للسیوطی، ج ۱، ص ۲۱۸، سبل الہدیٰ، ج ۱۰، ص ۲۰۱، مناقب علی، ص ۶۶، ۶۷، ۶۹، ۷۰۔

إِنِّي دَافِعٌ لِوَائِي غَدًا إِلَى رَجُلٍ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ لَا يَرْجِعُ حَتَّى يُفْتَحَ لَهُ وَبِتْنَا طَيِّبَةً أَنْفُسُنَا أَنَّ الْفَتْحَ غَدًا، فَلَمَّا أَصْبَحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْغَدَاةَ ثُمَّ قَامَ قَائِمًا وَدَعَا بِاللِّوَاءِ، وَالنَّاسُ عَلَى مَصَافِّهِمْ، فَمَا مِنَّا إِنْسَانٌ لَهُ مَنْزِلَةٌ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا هُوَ يَرْجُو أَنْ يَكُونَ صَاحِبَ اللِّوَاءِ، فَدَعَا عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَهُوَ أَرْمَدُ، فَتَفَلَ فِي عَيْنَيْهِ وَمَسَحَ عَنْهُ وَدَفَعَ إِلَيْهِ اللِّوَاءَ، وَفَتَحَ اللهُ لَهُ قَالَ: وَأَنَا فِيمَنْ تَطَاوَلَ لَهَا(۱)

فرمایا: کل میں اپنا پرچم ضرور ایسے شخص کو دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اسے محبوب رکھتے ہیں۔ وہ خیبر فتح کر کے ہی واپس لوٹے گا۔ ہم سب نے رات خوشی خوشی گذاری کہ کل فتح ضرور نصیب ہو گی۔ صبح رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر پڑھائی۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور پرچم منگوایا اور لوگ اپنی اپنی صفوں میں تھے۔ ہم میں سے ہر شخص، جو بھی رسول اللہ ﷺ کے ہاں قدر و منزلت رکھتا تھا، اس پرچم کو اٹھانے کا امیدوار تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کو بلوایا، وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے، آپ ﷺ نے لعاب دہن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر ملا اور پرچم ان کو عطا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی۔ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو پرچم اٹھانے کے امیدوار تھے۔

۱۶-۸۴۰۳: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مَيْمُونٍ أَبِي عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ بُرَيْدَةَ حَدَّثَهُ عَنْ بُرَيْدَةَ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ: لَمَّا كَانَ حَيْثُ نَزَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَضْرَةِ أَهْلِ خَيْبَرَ أَعْطَى رَسُولُ اللهِ اللِّوَاءَ عُمَرَ، فَنَهَضَ مَعَهُ مَنْ نَهَضَ مِنَ النَّاسِ فَلَقُوا أَهْلَ خَيْبَرَ، فَانْكَشَفَ عُمَرُ وَأَصْحَابُهُ فَرَجَعُوا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأُعْطِيَنَّ اللِّوَاءَ رَجُلًا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ تَصَادَرَ أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، فَدَعَا عَلِيًّا وَهُوَ أَرْمَدُ، فَتَفَلَ فِي عَيْنَيْهِ، وَنَهَضَ مَعَهُ مِنَ النَّاسِ مَنْ نَهَضَ فَلَقِيَ أَهْلَ خَيْبَرَ، فَإِذَا مَرْحَبٌ يَرْتَجِزُ وَهُوَ يَقُولُ: (البحر الرجز)

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي مَرْحَبُ ... شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ

أَطْعَنُ أَحْيَانًا وَحِينًا أَضْرِبُ ... إِذَا اللُّيُوثُ أَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ اہل خیبر کے پاس پہنچے، تو رسول اللہ ﷺ نے پرچم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جن لوگوں نے ان کے ساتھ جانا تھا، وہ گئے، ان کا اہل خیبر سے مقابلہ ہوا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہ پر ان کا معاملہ واضح ہوا، وہ سب رسول اللہ ﷺ کے پاس لوٹ آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کل میں پرچم ضرور ایسے شخص کو دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اسے محبوب رکھتے ہیں۔ جب اگلی صبح ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے، لیکن آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آشوب چشم میں مبتلا تھے، آپ ﷺ نے لعاب دہن ان کی آنکھوں پر لگایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کچھ تیار ہو کر ان کے ساتھ گئے۔ ان کا اہل خیبر سے آمنا سامنا ہوا تو مرحب یہ شعر گنگنا رہا تھا:

۱- i- السنن الکبری: ۸۴۴۶، ۸۵۴۷، ۸۴۰۲، ۸۶۰۱ ii- السیرۃ النبویۃ لابن اسحاق، ص ۴۷۶ iii- فضائل الصحابۃ، ج ۳، ص ۷۳۵،

iv- السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، ج ۳، ص ۲۹۳ v- دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۴، ص ۲۰۹، ۲۱۰ vi- تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۹۳

vii- مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، ج ۱۷، ص ۳۲۷ viii- السیرۃ النبویۃ لابن کثیر، ج ۳، ص ۳۳۹ ix- البدایۃ والنھایۃ، ج ۳۵۹

فَاخْتَلَفَ هُوَ وَعَلِيٌّ ضَرْبَتَيْنِ، فَضَرَبَهُ عَلِيٌّ عَلَى هَامَتِهِ حَتَّى عَضَّ السَّيْفُ مِنْهَا أَبْيَضَ رَأْسِهِ وَسَمِعَ أَهْلُ الْعَسْكَرِ صَوْتَ ضَرْبَتِهِ فَمَا تَتَامَّ آخِرُ النَّاسِ مَعَ عَلِيٍّ فَفَتَحَ اللَّهُ لَهُ وَلَهُمْ (۱)

میرا نام مرحب ہے، اہل خیبر اچھی طرح مجھے جانتے ہیں
ہتھیار بند، بہادر اور تجربہ کار ہوں
میں کبھی زخمی کرتا ہوں اور کبھی گردن اڑاتا ہوں
میرے سامنے اگر شہر آئیں، تو غبار ہو جاتے ہیں۔

مرحب اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دوسرے پر وار کیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے سر پر تلوار سے وار کیا اور اس کے سر کے دو حصے کر دیے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وار کی آواز تمام لشکر نے سنی۔ لشکر علی رضی اللہ عنہ کے آخری حصہ تک نوبت ہی نہ آئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی۔

۸۴۰۳-۱۷: أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: لَأُعْطِيَنَّ هَذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيْهِ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ يُعْطَى، فَقَالَ: أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ؟ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ قَالَ: فَأَرْسِلُوا إِلَيْهِ فَأُتِيَ بِهِ فَبَصَقَ رَسُولُ اللَّهِ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ فَبَرَأَ كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ، فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيٌّ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أُقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا؟ "قَالَ: انْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللَّهِ فَوَاللَّهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ (۲)

حضرت سعد بن سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا: کل میں ایسے شخص کو پرچم دوں گا، جس کے ہاتھ کے ذریعے اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسے محبوب رکھتے ہیں۔ جب صبح ہوئی تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے، ہر کوئی پرچم لینے کا امیدوار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کدھر ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انہیں آنکھوں کی بیماری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ بلوا بھیجا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دھن ان کی آنکھوں پر لگایا

۱۔ السنن الکبری: ۸۳۴۷، ۳۵۳۶، ۸۴۰۳، ۸۶۰۰، احمد: ۲۳۴۹، فضائل الصحابة: ۱۰۳۴، مصنف ابن ابی شیبة: ۳۲۸۶۸، کتاب السنة لابن ابی عاصم: ۱۳۷۹، کشف الاستار: ۱۸۱۴، مجمع الزوائد: ۱۰۲۰۰، اتحاف الخیرة المهرة: ۶۶۳۶، الدرر لابن عبدالبر، ص ۱۴۶، تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۹۳، مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۷، ص ۳۲۶، مناقب علی، ص ۶۵، ۱۲۱۔

۲۔ السنن الکبری: ۸۳۴۸، ۸۴۰۳، بخاری: ۲۹۴۲، مسلم: ۶۲۲۲، احمد: ۲۳۲۰۹، فضائل الصحابة: ۱۰۳۷، مسند ابن ابی شیبة: ۱۱۴، سنن سعید بن منصور: ۲۴۷۲، ۲۴۷۳، ابن حبان: ۶۹۳۲، ۶۸۹۳، مسند ابی یعلی: ۳۴۹، المسند للرویانی: ۱۰۲۳، دلائل النبوة للاصبهانی، ج ۲، ص ۹۲، دلائل النبوة للبیهقی ج ۴، ص ۲۰۵، السنن الکبری للبیهقی: ۱۸۲۳، حلیة الاولیاء لابی نعیم، ج ۱، ص ۱۰۱، شرح السنة: ۳۹۰۵، مصابیح السنة: ۴۷۶۴، مشکاة: ۶۰۸۹، المطالب لابن حجر مکی، ص ۳۸۳۔

اور ان کے لیے دعا فرمائی، انہیں اسی وقت آفاقہ ہوگیا، جیسا کہ وہ بیمار ہی نہ تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پرچم عطا فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں ان سے اس وقت تک جہاد کروں گا، یہاں تک کہ وہ ہماری مانند ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے نصیحت فرمائی: نرمی کے ساتھ جاؤ، جب تم ان کے ساتھ میدان جنگ میں اترو، تو انہیں اسلام کی دعوت دینا اور انہیں اللہ تعالیٰ کے حقوق کا بتلانا اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم اگر اللہ تعالیٰ تیرے ذریعے ایک شخص کو بھی ہدایت عطا فرما دے، تو تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

۵- ذِكْرُ اخْتِلَافِ أَلْفَاظِ النَّاقِلِينَ لِخَبَرِ أَبِي هُرَيْرَةَ فِيهِ

حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات کے الفاظ

۱۸-۸۴۰۴: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأَدْفَعَنَّ الْيَوْمَ الرَّايَةَ إِلَى رَجُلٍ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ فَتَطَاوَلَ الْقَوْمُ فَقَالَ: أَيْنَ عَلِيٌّ؟ فَقَالُوا: يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ قَالَ: فَبَصَقَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي كَفَّيْهِ وَمَسَحَ بِهَا عَيْنَيْ عَلِيٍّ، وَدَفَعَ إِلَيْهِ الرَّايَةَ فَفَتَحَ اللهُ عَلَى يَدَيْهِ(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج میں پرچم ضرور ایسے شخص کو دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اسے محبوب رکھتے ہیں۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پرچم لینے کے امیدوار تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کدھر ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنا لعاب دھن ہتھیلی پر ڈال کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر لگایا، اور پرچم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی۔

۱۹-۸۴۰۵: أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: لَأُعْطِيَنَّ هَذِهِ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ يَفْتَحُ اللهُ عَلَيْهِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مَا أَحْبَبْتُ الْإِمَارَةَ إِلَّا يَوْمَئِذٍ فَدَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَ أَبِي طَالِبٍ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا وَقَالَ: امْشِ، وَلَا تَلْتَفِتْ حَتَّى يَفْتَحَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح خیبر کے دن فرمایا: یہ پرچم میں اسے عطا کروں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب رکھتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول، اسے محبوب رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے فتح عطا فرمائے گا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

۱- i- السنن الکبریٰ: ۸۰۹۵، ۸۳۴۹، ۸۱۵۱، ۸۴۰۴ ii- مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۶۸۸۴ iii- مسند اسحاق بن راھویہ: ۲۹۱

iv- الاحسان فی ترتیب صحیح ابن حبان: ۶۹۳۳، ۶۸۹۴ v- تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۹۱

اللهُ عَلَيْكَ فَسَارَ عَلِيٌّ ثُمَّ تَوَقَّفَ - يَعْنِي - فَصَرَخَ يَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَامَ أُقَاتِلُ النَّاسَ؟ قَالَ: قَاتِلْهُمْ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ فَقَدْ مَنَعُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ، وَأَمْوَالَهُمْ، إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ (۱)

اس دن مجھے امیر بننا بہت زیادہ پسند تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور پرچم انہیں عطا کیا اور نصیحت فرمائی: جاؤ اور اِدھر اُدھر متوجہ نہ ہونا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح عطا فرمائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چلے، پھر رک گئے اور بلند آواز سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں کس مقصد کے لئے لوگوں سے جہاد کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ان سے جہاد کرو، یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ ہوں۔ اگر وہ ایسا کریں، تو انہوں نے اپنے خون اور مالوں کو مجھ سے محفوظ کر لیا، سوائے بدلے کے اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

۸۴۰۶-۲۰: أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ يَفْتَحُ عَلَيْهِ. قَالَ عُمَرُ: فَمَا أَحْبَبْتُ الْإِمَارَةَ قَطُّ إِلَّا يَوْمَئِذٍ. قَالَ: فَاشْرَأَبَّ لَهُ فَدَعَا عَلِيًّا فَبَعَثَهُ ثُمَّ قَالَ: اذْهَبْ فَقَاتِلْ حَتَّى يَفْتَحَ اللهُ عَلَيْكَ وَلَا تَلْتَفِتْ قَالَ: فَمَشَى مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ وَقَفَ فَلَمْ يَلْتَفِتْ فَقَالَ: عَلَامَ أُقَاتِلُ النَّاسَ؟ قَالَ: قَاتِلْهُمْ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ فَقَدْ مَنَعُوا دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ (۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کل میں پرچم اس شخص کو دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اسے محبوب رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے فتح عطا فرمائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے اس دن کے علاوہ کبھی بھی امارت اچھی نہ لگی۔ اس دن میرے دل میں امارت کی شدید خواہش تھی، آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور امیر مقرر فرمادیا اور انہیں نصیحت فرمائی: جاؤ اور اس وقت تک جہاد کرو، جب تک اللہ تعالیٰ تمہیں فتح عطا فرمادے، کسی اور طرف دھیان نہ دینا، حضرت علی رضی اللہ عنہ چلے، جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر رک گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ادھر ادھر متوجہ ہوئے بغیر عرض کیا: میں کس بنیاد پر لوگوں سے جہاد کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ان سے لڑو، یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور بے شک محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ جب وہ اس بات کا اقرار کرلیں تو ان کے خون اور مال محفوظ ہیں، سوائے بدلہ کے اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

۱۔ i- السنن الکبریٰ: ۸۳۵۱، ۸۴۰۶ ii- فضائل الصحابة: ۱۰۳۰، ۱۰۴۴ iii- الاحسان فی ترتیب صحیح ابن حبان: ۶۹۳۴: ۶۸۹۴
iv- تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵ v- مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، ج ۱۷، ص ۳۲۵۔

۲۔ i- السنن الکبریٰ: ۸۳۵۱، ۸۴۰۶ ii- فضائل الصحابة: ۱۰۳۰، ۱۰۴۴ iii- الاحسان فی ترتیب صحیح ابن حبان: ۶۹۳۴: ۶۸۹۴
iv- تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵ v- مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، ج ۱۷، ص ۳۲۵۔

۲۱-۸۴۰۶: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ: لَأَدْفَعَنَّ الرَّايَةَ إِلَى رَجُلٍ يُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَيَفْتَحُ اللهُ عَلَيْهِ. قَالَ عُمَرُ فَمَا أَحْبَبْتُ الْإِمَارَةَ قَطُّ قَبْلَ يَوْمَئِذٍ، فَدَفَعَهَا إِلَى عَلِيٍّ فَقَالَ: قَاتِلْ، وَلَا تَلْتَفِتْ فَسَارَ قَرِيبًا فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ عَلَامَ أُقَاتِلُ النَّاسَ؟ قَالَ: عَلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ فَإِذَا فَعَلُوا فَقَدْ عَصَمُوا دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ مِنِّي إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا: میں پرچم ایسے شخص کو دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اُسے محبوب رکھتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے اس دن کے علاوہ کبھی امارت کو پسند نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پرچم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور نصیحت فرمائی: جہاد کرنا اور کسی اور طرف دھیان نہ لگانا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تھوڑی دور چل کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں کس بنیاد پر لوگوں سے جہاد کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس بات پر کہ وہ گواہی دیں کہ: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اگر انہوں نے گواہی دی، تو انہوں نے اپنی جانوں اور مالوں کو مجھ سے محفوظ کر لیا۔ سوائے اس کے کہ ان پر کوئی بدلہ ہو اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

٦- ذِكْرُ خَبَرِ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ فِي ذَلِكَ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت

۲۲-۸۴۰۷: أَخْبَرَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ أَوْ قَالَ: يُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ فَدَعَا عَلِيًّا، وَهُوَ أَرْمَدُ، فَفَتَحَ اللهُ عَلَى يَدَيْهِ (۲)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایسے شخص کو پرچم دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے۔ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسے محبوب رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی۔

۱۔ i- السنن الکبریٰ: ۸۴۰۶، ۸۳۵۲ ii- فضائل الصحابۃ: ۱۱۲۲،۱۰۵۶ iii- الاحسان فی ترتیب صحیح ابن حبان: ۶۹۳۴، ۶۸۹۴
iv- تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲ ص ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵ v- مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، ج ۱۷ ص ۳۲۵
vi- ذخائر العقبیٰ ص ۹۰

۲۔ i- السنن الکبریٰ: ۸۴۰۶، ۸۱۵۰، ۸۳۵۲، ۸۰۹۴ ii- المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۱۸ ص ۲۳۷، ۲۳۸ iii- مجمع الزوائد: ۱۴۷۱۶
iv- تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲ ص ۱۰۳ v- مختصر تاریخ دمشق لابن منظور ج ۱۷ ص ۳۳۰ vi- البدایۃ والنھایۃ، ج ۵ ص ۳۵۱۔

۷۔ ذِكْرُ خَبَرِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذٰلِكَ وَأَنَّ جِبْرِيلَ يُقَاتِلُ عَنْ يَمِينِهِ وَمِيكَائِيلَ عَنْ يَسَارِهِ

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی روایت اور حضرت جبرئیل امین علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام کا غزوہ خیبر میں شریک ہونا۔

۲۳-۸۴۰۸: أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ هُبَيْرَةَ بْنِ يَرِيمَ قَالَ: خَرَجَ إِلَيْنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ فَقَالَ: لَقَدْ كَانَ فِيكُمْ بِالْأَمْسِ رَجُلٌ مَا سَبَقَهُ الْأَوَّلُونَ وَلَا يُدْرِكُهُ الْآخِرُونَ وَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ فَقَاتَلَ جِبْرِيلُ عَنْ يَمِينِهِ، وَمِيكَائِيلُ عَنْ يَسَارِهِ ثُمَّ لَا تُرَدُّ -يَعْنِي رَايَتَهُ- حَتّٰى يَفْتَحَ اللهُ عَلَيْهِ مَا تَرَكَ دِينَارًا، وَلَا دِرْهَمًا إِلَّا سَبْعَمِائَةِ دِرْهَمٍ أَخَذَهَا مِنْ عَطَائِهِ كَانَ أَرَادَ أَنْ يَبْتَاعَ بِهَا خَادِمًا لِأَهْلِهِ (۱)

حضرت ہبیرہ بن مریم رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے، اس وقت آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کل تمہارے درمیان ایسا شخص (حضرت علی رضی اللہ عنہ) تھا، جو پہلوں میں سبقت لینے والا تھا اور بعد والوں میں کوئی اس کے رتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، کل میں ایسے شخص کو پرچم دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسے محبوب رکھتے ہیں۔ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے ان کے دائیں جانب اور حضرت میکائیل علیہ السلام نے ان کے بائیں جانب جہاد کیا اور وہ نہ پلٹے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی۔ انہوں نے سات سو درہم کے علاوہ کوئی ترکہ نہیں چھوڑا، وہ بھی مال غنیمت سے حصہ ملا تھا۔ ان پیسوں سے ان کا ارادہ اپنے گھر والوں کے لئے غلام خریدنے کا تھا۔

۱۔ السنن الکبریٰ: ۸۳۵۴، ۸۴۰۸، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان: ۶۹۳۶، ۶۸۹۷، احمد: ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، کتاب الزھد للامام احمد: ۷۰۹، فضائل الصحابۃ: ۹۲۲، ۱۰۱۳، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۲۰۸۵، ۳۲۰۹۶، ۳۲۱۰۱، مسند ابی یعلیٰ: ۶۷۴۴، ۶۷۴۵، المستدرک للحاکم: ۴۸۵۵، تاریخ الطبری، ج ۳، ص ۱۶۴، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، ج ۱، ص ۱۰۵، المجالسۃ وجواھر العلم للدینوری، ص ۱۸۱، صفۃ الصفوۃ، ج ۱، ص ۱۶۵، الکامل فی التاریخ لابن اثیر الجزری، ج ۳، ص ۴۰۱، ۴۰۲، وطبع مجلد واحد، ص ۴۶۳، مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۸، ص ۹۷، ۹۸، الریاض النضرۃ، ج ۴، ص ۱۳۳، البدایۃ والنھایۃ، ج ۵، ص ۳۴۴، وطبع جدید، ج ۷، ص ۵۵۳، اتحاف الخیرۃ المھرۃ: ۶۶۹۵، مجمع البحرین للہیثمی: ۳۷۴۴، مجمع الزوائد للہیثمی: ۱۴۷۹۸، مختصر زوائد البزار للعسقلانی: ۱۹۳۷، المطالب العالیۃ: ۴۵۱۴، ۴۵۱۵، مناقب علی والحسنین وامھما فاطمۃ الزھراء، ص ۱۶۰۔

٨- ذِكْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَلِيٍّ: إِنَّ اللهَ جَلَّ ثَنَاؤُهُ لَا يُخْزِيهِ أَبَدًا

نبی کریم ﷺ کا فرمان: اللہ تعالیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کبھی رسوانہیں کرے گا۔

٢٣-٨٤٠٩: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَضَّاحُ وَهُوَ أَبُو عَوَانَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ قَالَ: إِنِّي لَجَالِسٌ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ إِذْ أَتَاهُ تِسْعَةُ رَهْطٍ، فَقَالُوا إِمَّا أَنْ تَقُومَ مَعَنَا وَإِمَّا أَنْ تُخْلُونَا يَا هَؤُلَاءِ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ صَحِيحٌ قَبْلَ أَنْ يَعْمَى قَالَ: أَنَا أَقُومُ مَعَكُمْ فَتَحَدَّثُوا فَلَا أَدْرِي مَا قَالُوا: فَجَاءَ وَهُوَ يَنْفُضُ ثَوْبَهُ وَهُوَ يَقُولُ: أُفٍّ وَتُفٍّ يَقَعُونَ فِي رَجُلٍ لَهُ عَشْرٌ، وَقَعُوا فِي رَجُلٍ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأَبْعَثَنَّ رَجُلًا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ لَا يُخْزِيهِ اللهُ أَبَدًا فَأَشْرَفَ مَنِ اسْتَشْرَفَ فَقَالَ: أَيْنَ عَلِيٌّ؟ وَهُوَ فِي الرَّحَا يَطْحَنُ، وَمَا كَانَ أَحَدُكُمْ لِيَطْحَنَ، فَدَعَاهُ وَهُوَ أَرْمَدُ مَا يَكَادُ أَنْ يُبْصِرَ، فَنَفَثَ فِي عَيْنَيْهِ ثُمَّ هَزَّ الرَّايَةَ ثَلَاثًا فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ فَجَاءَ بِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ وَبَعَثَ أَبَا بَكْرٍ بِسُورَةِ التَّوْبَةِ وَبَعَثَ عَلِيًّا خَلْفَهُ فَأَخَذَهَا مِنْهُ فَقَالَ: لَا يَذْهَبُ بِهَا رَجُلٌ إِلَّا رَجُلٌ هُوَ مِنِّي، وَأَنَا مِنْهُ وَدَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ، وَالْحُسَيْنَ، وَعَلِيًّا وَفَاطِمَةَ فَمَدَّ عَلَيْهِمْ ثَوْبًا فَقَالَ: هَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي وَخَاصَّتِي، فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ مِنَ النَّاسِ بَعْدَ خَدِيجَةَ وَلَبِسَ ثَوْبَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَامَ فَجَعَلَ الْمُشْرِكُونَ يَرْمُونَ كَمَا يَرْمُونَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ فَقَالَ عَلِيٌّ: إِنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ ذَهَبَ نَحْوَ بِئْرِ مَيْمُونٍ فَاتَّبَعَهُ فَدَخَلَ مَعَهُ الْغَارَ، وَكَانَ الْمُشْرِكُونَ يَرْمُونَ عَلِيًّا حَتَّى أَصْبَحَ وَخَرَجَ بِالنَّاسِ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَقَالَ عَلِيٌّ أَخْرُجُ مَعَكَ؟ فَقَالَ: لَا فَبَكَى فَقَالَ: أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّكَ لَسْتَ بِنَبِيٍّ؟

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک دس رکنی وفد نے آکر آپ رضی اللہ عنہ سے عرض: یا تو آپ علیحدہ ہوکر ہماری بات سنیں یا ان لوگوں کو اپنے پاس سے اٹھادیں، آپ ﷺ نے ان دنوں بینا تھے، آپ نے فرمایا: میں علیحدہ ہوکر تمہاری بات سنتا ہوں۔ ان لوگوں نے آپ سے کچھ باتیں کیں، جن کا ہمیں پتہ نہ چلا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کپڑے جھاڑتے ہوئے آئے اور فرمایا: افسوس! یہ لوگ اس ہستی کے بارے ناپسندیدہ باتیں کرتے ہیں، جن کو دس خصوصیات ہوئی ہیں:

١- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس شخص کو مقرر کروں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے کبھی شرمندہ نہ کرے گا۔ تمام صحابہ اس کے طلبگار تھے، آپ ﷺ نے پوچھا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کدھر ہیں؟ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتلایا) وہ چکی میں آٹا پیس رہے ہیں، (آپ ﷺ نے فرمایا): تم میں سے کوئی اور آٹا نہیں پیستا۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، آپ رضی اللہ عنہ کو چشم آشوب کی وجہ کچھ نظر نہ آتا تھا۔ آپ ﷺ نے لعاب دھن ان کی آنکھوں میں ڈالا، پھر تین دفعہ پرچم لہرایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تھمادیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ام المومنین حضرت صفیہ بن لی کو قیدی بنا کر لائے۔

٢- حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سورۃ توبہ دے کر بھیجا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے پیچھے بھیجا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ سورۃ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لی اور کہا: اس سورۃ کے ساتھ صرف وہی جاسکتا ہے، جو مجھ سے ہو یا میں اس سے ہوں۔

٣- رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چادر کے نیچے لے کر

ثُمَّ قَالَ: أَنْتَ خَلِيفَتِي يَعْنِي فِي كُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ بَعْدِي قَالَ: وَسَدَّ أَبْوَابَ الْمَسْجِدِ غَيْرَ بَابِ عَلِيٍّ، فَكَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَهُوَ جُنُبٌ وَهُوَ فِي طَرِيقِهِ لَيْسَ لَهُ طَرِيقٌ غَيْرُهُ وَقَالَ: مَنْ كُنْتُ وَلِيَّهُ فَعَلِيٌّ وَلِيُّهُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَأَخْبَرَنَا اللهُ فِي الْقُرْآنِ أَنَّهُ قَدْ رَضِيَ عَنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ فَهَلْ حَدَّثَنَا بَعْدُ أَنَّهُ سَخِطَ عَلَيْهِمْ قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ حِينَ قَالَ: ائْذَنْ لِي، فَلْأَضْرِبْ عُنُقَهُ - يَعْنِي حَاطِبًا - وَقَالَ: مَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللهَ قَدِ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ؟ فَقَالَ: اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ (۲۴)

فرمایا: اے اللہ تعالیٰ! یہ میرے اہل بیت ہیں، تو ان سے ناپاکی کو دور فرمادے اور انہیں پاک فرمادے۔

۴- حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ ہستی ہیں، جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے ایمان لائے۔

۵- (ہجرت کی رات) حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اوڑھ کر بستر پر سوئے تھے، مشرکین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گمان کرکے پر پتھر اور تیر برساتے رہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور پکارا: یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیر میمون کی طرف تشریف لے گئے ہیں، تم بھی اسی طرف جاؤ۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں داخل ہوئے۔ مشرکین۔ مکہ صبح تک حضرت علی رضی اللہ عنہ پر پتھر برساتے رہے۔

۶- جب صحابہ کرام غزوہ تبوک کے لئے نکلے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ساتھ جانے کی اجازت مانگی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کردیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رونے لگے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام، سوائے اس کے کہ تم نبی نہیں ہو۔

۷- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تم میرے جانشین ہو، یعنی میرے بعد ہر مومن کے۔

۸- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد نبوی میں کھلنے والے تمام دروازے بند کردیے جائیں، سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے،

۱- السنن الکبریٰ: ۸۳۵۵، ۸۴۰۹، احمد: ۳۰۶۲، فضائل الصحابۃ: ۱۱۶۸، المستدرک للحاکم: ۴۷۰۸، کتاب السنۃ لابن ابی عاصم: ۱۳۵۱، المعجم الکبیر: ۱۲۵۹۳، المعجم الاوسط: ۲۷۱۵، مجمع البحرین فی زوائد المعجمین: ۳۷۱۶، مجمع الزوائد: ۱۴۶۹۶، اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری: ۶۶۶۲، تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۹۷ تا ۱۰۲، مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۷، ص ۳۲۸، الریاض النضرۃ، ج ۴، ص ۱۵۰، البدایۃ والنھایۃ، ج ۵، ص ۳۵۰ طبع جدید، ج ۷، ص ۵۶۱، الاصابۃ، ج ۴، ص ۴۶۶، ازالۃ الخفاء فی تاریخ الخلفاء، ج ۴، ص ۴۴۵، مناقب علی والحسنین وامھما فاطمۃ الزھراء للفواد عبدالباقی، ص ۹، ۲۷، ۳۷، ۴۲، ۴۴، ۶۳، ۷۱۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ حالت جنابت میں بھی داخل ہوتے تھے، کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کے گھر کا کوئی اور راستہ نہیں تھا۔

۹-آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں ولی ہوں، اس کا علی ولی ہے۔

۱۰-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ذریعے اعلان فرمایا ہے کہ وہ تمام درخت کے نیچے بیعت کرنے والے صحابہ سے راضی ہے۔ کیا اس تمام کے بعد وہ پھر ان سے ناراض ہو گیا ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی اجازت مانگی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ اہل بدر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ تم جو چاہو عمل کرو، میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

۹-ذِكْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ :إِنَّهُ مَغْفُورٌ لَكَ

رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: حضرت علی رضی اللہ عنہ بخشے ہوئے ہیں۔

۸۴۱۰-۲۵:أَخْبَرَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ :حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ الْأَسَدِيُّ قَالَ :حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَلَا أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ إِذَا قُلْتَهُنَّ غُفِرَ لَكَ مَعَ أَنَّهُ مَغْفُورٌ لَكَ؟ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ، سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ، وَرَبِّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ، الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھلاؤں کہ جب تم انہیں پڑھو، تو تمہیں بخش دیا جائے، حالانکہ تم (پہلے ہی) بخشے ہوئے ہو، کلمات یہ ہے: لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ، سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ، وَرَبِّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ، الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ''اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، وہی بردبار اور سخی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، وہی مرتبے والا، عظمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے، وہ ساتوں آسمان کا پالنے والا ہے اور عزت والے عرش کا رب ہے۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے''۔

۱- i-السنن الکبریٰ: ۷۶۳۰، ۷۶۳۱، ۸۴۱۰ ii-احمد: ۷۰۱، ۷۱۲، ۸۲۶ iii-فضائل الصحابة: ۱۰۵۳، ۱۲۱۶

iv- صحیح ابن حبان: ۶۹۲۸، ۶۸۸۹ v-المستدرک للحاکم: ۴۷۲۵

vi- کتاب السنة لابن ابی عاصم: ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶ vii-مسند البزار: ۶۲۷، ۷۰۵۔

۱۰- ذِكْرُ الِاخْتِلَافِ عَلَى أَبِي إِسْحَاقَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ

حضرت ابواسحاق رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ

۲۶-۸۴۱۱: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ وَهُوَ ابْنُ مَخْلَدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيٌّ وَهُوَ ابْنُ صَالِحِ بْنِ حَيٍّ أَخُو حَسَنِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَا عَلِيُّ أَلَا أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ إِذَا أَنْتَ قُلْتَهُنَّ غُفِرَ لَكَ مَعَ أَنَّهُ مَغْفُورٌ لَكَ؟ تَقُولُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ، سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ السَّمٰوَاتِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! کیا میں تمہیں خوشحال کرنے والے کلمات نہ سکھلاؤں: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ، سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ السَّمٰوَاتِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

۲۷-۸۴۱۲: أَخْبَرَنَا صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: كَلِمَاتُ الْفَرَجِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ، وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھلاؤں، جنہیں تم پڑھو تو اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش فرما دے، اس کے باوجود کہ تم بخشے ہوئے ہو: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ، وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

۲۸-۸۴۱۳: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ يَعْنِي نَحْوَ حَدِيثِ خَالِدٍ (۳)

روایت کے الفاظ حدیث خالد والے ہیں۔ البتہ سند مختلف ہے۔

۲۹-۸۴۱۴: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ تَمِيمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ إِذَا قُلْتَهُنَّ غُفِرَ لَكَ عَلَى أَنَّهُ مَغْفُورٌ لَكَ؟ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھلاؤں، جنہیں تم پڑھو، تو تمہاری بخشش کر دی جائے، اس کے باوجود کہ تم بخشے ہوئے ہو: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

۱۔ السنن الکبریٰ: ۸۴۱۱،۸۳۵۷۔ ۲۔ السنن الکبریٰ: ۸۴۱۲،۸۳۵۸۔ ۳۔ السنن الکبریٰ: ۸۴۱۳،۸۳۵۹۔

۴۔ السنن الکبریٰ: ۸۴۱۵،۸۳۶۰۔

۸۴۱۵-۳۰: أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أُعَلِّمُكَ دُعَاءً إِذَا دَعَوْتَ بِهِ غُفِرَ لَكَ وَإِنْ كُنْتَ مَغْفُورًا لَكَ؟ قُلْتُ بَلَى قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَبُو إِسْحَاقَ لَمْ يَسْمَعْ مِنَ الْحَارِثِ إِلَّا أَرْبَعَةَ أَحَادِيثَ لَيْسَ هٰذَا مِنْهَا، وَإِنَّمَا أَخْرَجْنَاهُ لِمُخَالَفَةِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ لِإِسْرَائِيلَ، وَلِعَلِيِّ بْنِ صَالِحٍ وَالْحَارِثُ الْأَعْوَرُ لَيْسَ بِذَاكَ فِي الْحَدِيثِ، وَعَاصِمُ بْنُ ضَمْرَةَ أَصْلَحُ مِنْهُ(۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی دعا نہ سکھلاؤں، جب تم وہ دعا پڑھو، تو تم بخش دیے جاؤ، اگرچہ تم بخشے ہوئے ہو؟ میں نے عرض کی: ضرور سکھلائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ

نقد سند: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حضرت ابو اسحاق رضی اللہ عنہ نے حضرت حارث رضی اللہ عنہ سے صرف چار احادیث سماعت کی ہیں۔ یہ حدیث ان چار میں سے نہیں ہے۔ اسی لیے ہم نے حسین بن واقد اسرائیل اور علی بن صالح کی مخالفت کی وجہ سے احادیث ان سے تخریج کی ہیں۔ حارث امور معتبر نہیں ہے اور حضرت عاصم بن حمزہ زیادہ معتبر ہیں۔

۱۱- ذِكْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدِ امْتَحَنَ اللهُ قَلْبَ عَلِيٍّ لِلْإِيمَانِ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل کو ایمان کے لیے آزمایا

۸۴۱۶-۳۱: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: جَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُنَاسٌ مِنْ قُرَيْشٍ فَقَالُوا: يَا مُحَمَّدُ، إِنَّ جِيرَانَكَ وَحُلَفَاءَكَ وَإِنَّ أُنَاسًا مِنْ عَبِيدِنَا قَدْ أَتَوْكَ لَيْسَ بِهِمْ رَغْبَةٌ فِي الدِّينِ، وَلَا رَغْبَةٌ فِي الْفِقْهِ إِنَّمَا فَرُّوا مِنْ ضِيَاعِنَا، وَأَمْوَالِنَا فَارْدُدْهُمْ إِلَيْنَا فَقَالَ لِأَبِي بَكْرٍ: مَا تَقُولُ؟ فَقَالَ: صَدَقُوا، إِنَّهُمْ لَجِيرَانُكَ وَأَحْلَافُكَ فَتَغَيَّرَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ: مَا تَقُولُ؟ قَالَ: صَدَقُوا، إِنَّهُمْ لَجِيرَانُكَ وَحُلَفَاؤُكَ فَتَغَيَّرَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ وَاللهِ لَيَبْعَثَنَّ اللهُ عَلَيْكُمْ رَجُلًا مِنْكُمْ قَدِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قریشی آئے اور عرض کیا: اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کے ہمسائے اور حلیف ہیں۔ ہمارے کچھ غلام آپ کے پاس آئے ہیں: جنہیں دین اور فقہ میں کوئی رغبت نہیں ہے، وہ محض ہمارے جائیدادیں اور مالوں کی حفاظت سے بچنے کے لئے آئے ہیں، آپ مہربانی فرما کر وہ ہمیں واپس کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے رائے پوچھی؟ انہوں نے جواب دیا: قریشی سچ کہتے ہیں، بے شک وہ آپ کے ہمسائے اور حلیف ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور متغیر ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں رائے طلب کی؟ انہوں نے بھی عرض کیا: قریشی سچے ہیں، بلاشبہ وہ آپ کے ہمسائے اور حلیف ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا

۱۔ السنن الکبریٰ: ۸۳۶۱، ۸۴۱۵۔

امْتَحَنَ اللهُ قَلْبَهُ لِلْإِيمَانِ فَلَيَضْرِبَنَّكُمْ عَلَى الدِّينِ، أَوْ يَضْرِبُ بَعْضَكُمْ. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا هُوَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: لَا. قَالَ عُمَرُ: أَنَا هُوَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: لَا وَلَكِنْ ذٰلِكَ الَّذِي يَخْصِفُ النَّعْلَ وَقَدْ كَانَ أَعْطَى عَلِيًّا نَعْلَهُ يَخْصِفُهَا(۱)

چہرہ انور اور متغیر ہو گیا۔ آپ آپ ﷺ نے فرمایا: اے قریشیو! اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! عنقریب میں تمہارے پاس ایسے آدمی کو بھیجوں گا، جسے کے دل کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے لئے آزمالیا ہے، وہ تمہارے ساتھ دین کے بارے میں جہاد کرے گا یا تمہارے کچھ لوگوں کو قتل کرے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں وہ شخص ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں وہ شخص ہوں آپ ﷺ نے جواب دیا: نہیں، بلکہ وہ آدمی وہ ہے جو اس وقت جوتا ٹھیک کر رہا ہے۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے جوتے مبارک ٹھیک کر رہے تھے۔

۱۲- ذِكْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ إِنَّ اللهَ سَيَهْدِي قَلْبَكَ وَيُثَبِّتُ لِسَانَكَ

نبی کریم ﷺ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے ارشاد: اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے دل کو ہدایت اور تمہاری زبان کو استقامت دے گا۔

۳۲-۸۴۱۷: أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ، وَأَنَا شَابٌّ حَدِيثُ السِّنِّ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّكَ بَعَثْتَنِي إِلَى قَوْمٍ يَكُونُ بَيْنَهُمْ أَحْدَاثٌ وَأَنَا شَابٌّ حَدِيثُ السِّنِّ قَالَ: إِنَّ اللهَ سَيَهْدِي قَلْبَكَ وَيُثَبِّتُ لِسَانَكَ فَمَا شَكَكْتُ فِي قَضَاءٍ بَيْنَ اثْنَيْنِ(۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے جب مجھے یمن کی طرف بھیجا، اس وقت میں نوجوان تھا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھے ایک ایسی قوم کی طرف بھیج رہے ہیں، جس میں نئے نئے واقعات پیش آئیں گے اور میں نوجوان ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے دل کی رہنمائی فرمائے اور تمہاری زبان کو سلامت رکھے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس دن کے بعد کبھی بھی مجھے دو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے، شک نہیں ہوا۔

۱۔ i- السنن الکبری: ۸۳۶۲، ۸۴۱۶ ii- ترمذی: ۳۷۲۴ iii- ابی داؤد: ۲۷۰۰
iv- احمد: ۱۳۳۶ v- مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۲۰۷۲ vi- تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۳۴۲، ۳۴۳
vii- مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، ج ۱۷، ص ۳۸۹ viii- اتحاف الخیرۃ المھرۃ: ۶۶۳۴ ix- الریاض النضرۃ، ج ۴، ص ۱۳۵
x- جمع الجوامع: ۵۶۲۱، ۵۷۶۱، ۵۷۶۳، ۷۹۹۶

۲۔ i- السنن الکبری: ۸۳۶۳، ۸۴۱۷ ii- ابن ماجہ: ۲۳۱۰ iii- احمد: ۶۳۶، ۶۶۶، ۱۱۴۵
iv- تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار: ۳۰۷۷، ۳۰۷۹ v- مسند البزار: ۷۲۱، ۹۱۲
vi- مسند ابی داؤد الطیالسی: ۹۸، ۱۰۰ vii- مسند ابی یعلی: ۲۸۸، ۳۱۱، ۳۹۷ viii- المستدرک للحاکم: ۴۷۱۴
ix- السنن الکبری للبیہقی: ۲۰۱۵۴، ۲۰۱۵۵
x- مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۰۹۰۸۹، ۳۲۰۵۹ xi- الطبقات الکبری لابن سعد، ج ۶، ص ۴۹

۱۳- ذِكْرُ اخْتِلَافِ أَلْفَاظِ النَّاقِلِينَ لِهَذَا الْخَبَرِ

حدیث مذکورہ کے الفاظ کا اختلاف

۳۳-۸۴۱۸: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عِيسَى، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ إِلَى الْيَمَنِ فَقُلْتُ: إِنَّكَ تَبْعَثُنِي إِلَى قَوْمٍ أَسَنَّ مِنِّي فَكَيْفَ الْقَضَاءُ فِيهِمْ؟ فَقَالَ: اللهُ سَيَهْدِي قَلْبَكَ وَيُثَبِّتُ لِسَانَكَ قَالَ: فَمَا تَعَايَيْتُ فِي حُكُومَةٍ بَعْدُ(۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے نبی کریم ﷺ نے یمن بھیجا، تو میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے ایسی قوم کی طرف بھیج رہے ہیں، جس کے باشندے عمر میں مجھ سے بڑے ہیں، تو میں ان کے درمیان کیسے فیصلے کروں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: عنقریب اللہ تعالیٰ تیرے دل کو اور ہدایت دے گا اور تمہاری زبان کو استقامت عطا فرمائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کے بعد مجھے حکومت کرنے میں کبھی دشواری پیش نہیں آئی۔

۳۴-۸۴۱۹: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ لِأَقْضِيَ بَيْنَهُمْ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ لَا عِلْمَ لِي بِالْقَضَاءِ، فَضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى صَدْرِي وَقَالَ: اللَّهُمَّ اهْدِ قَلْبَهُ وَسَدِّدْ لِسَانَهُ فَمَا شَكَكْتُ فِي قَضَاءٍ بَيْنَ اثْنَيْنِ حَتَّى جَلَسْتُ مَجْلِسِي هَذَا قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ عَلِيًّا قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: أَبُو الْبَخْتَرِيِّ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عَلِيٍّ شَيْئًا(۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میرے پاس قانون کا علم نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور دعا کی: اے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت عطا فرما اور اس کی زبان کو سلامت رکھ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (اس کے بعد) مجھے دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے، کبھی بھی تذبذب نہیں ہوا۔

نقد سند: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث شعبۃ عن عمرو بن مرۃ، عن ابی البختری سے بھی روایت ہے، جس میں ابوالبختری نے کہا: مجھے اس شخص نے خبر دی، جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔ ابوالبختری کا براہ راست حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

۱۔ السنن الکبری للنسائی: ۸۳۶۴، ۸۴۱۸۔ ۲۔ السنن الکبری للنسائی: ۸۳۶۵، ۸۴۱۹۔

۳۵-۸۴۲۰: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ حَنَشِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ وَأَنَا شَابٌّ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ تَبْعَثُنِي وَأَنَا شَابٌّ إِلَى قَوْمٍ ذَوِي أَسْنَانٍ لِأَقْضِيَ بَيْنَهُمْ وَلَا عِلْمَ لِي بِالْقَضَاءِ؟ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى صَدْرِي ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللهَ سَيَهْدِي قَلْبَكَ وَيُثَبِّتُ لِسَانَكَ يَا عَلِيُّ، إِذَا جَلَسَ إِلَيْكَ الْخَصْمَانِ فَلَا تَقْضِ بَيْنَهُمَا حَتَّى تَسْمَعَ مِنَ الْآخَرِ كَمَا سَمِعْتَ مِنَ الْأَوَّلِ، فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ تَبَيَّنَ لَكَ الْقَضَاءُ قَالَ عَلِيٌّ: فَمَا أَشْكَلَ عَلَيَّ قَضَاءٌ بَعْدُ (۳۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن بھیجا، میں اس وقت نوجوان تھا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نوجوان ہو اور آپ مجھے عمر رسیدہ لوگوں کا قاضی بنا کر بھیج رہے ہیں۔ حالانکہ میرے پاس قضاء کا علم بھی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھا فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے دل کو ہدایت عطا فرمائے گا اور تمہاری زبان کو استقامت عطا فرمائے گا۔ اے علی رضی اللہ عنہ! جب تم فیصلہ کرنے کے لئے بیٹھو، تو دونوں فریقوں کو سننے تک فیصلہ نہ کرنا۔ جب تم دونوں فریقین کو سن لو گے، تو تم پر فیصلہ واضح ہو جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اس کے بعد مجھے فیصلہ کرنے میں کبھی دشواری پیش نہیں آئی۔

۱۴- ذِكْرُ الِاخْتِلَافِ عَلَى أَبِي إِسْحَاقَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ

مذکورہ روایت میں حضرت ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف

۳۶-۸۴۲۱: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ فَقُلْتُ: إِنَّكَ تَبْعَثُنِي إِلَى قَوْمٍ هُمْ أَسَنُّ مِنِّي لِأَقْضِيَ بَيْنَهُمْ فَقَالَ: إِنَّ اللهَ سَيَهْدِي قَلْبَكَ وَيُثَبِّتُ لِسَانَكَ قَالَ شُعْبَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ حَبَشِيٍّ، عَنْ عَلِيٍّ (۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن بھیجا، میں نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسے قوم کی طرف قاضی بنا کر بھیج رہے ہیں، جو مجھ سے عمر میں بڑی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے دل کو ہدایت اور تمہاری زبان کو استقامت عطا فرمائے گا۔

نقد سند: حضرت شعبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ حدیث ابواسحاق عن عمرو بن حبشی عن علی کے طریق سے بھی مروی ہے۔

۱- i- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۶۶، ۸۴۲۰ ii- احمد: ۶۹۰، ۱۲۱۱، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۳۸۵
iii- مسند ابی داؤد الطیالسی: ۱۲۵، ۱۲۷ iv- ابی داؤد: ۳۵۸۲ v- ترمذی: ۱۳۳۱
vi- المستدرک للحاکم: ۷۰۴ vii- مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۰۸۸ viii- مشکوٰۃ: ۳۷۳۸-
ix- تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار: ۳۰۵۸، ۳۰۸۰ x- مسند ابی یعلیٰ: ۳۶۷
xi- الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۶، ص ۴۲۰ xii- السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۰۱۵۳، ۲۰۲۸۶، ۲۰۲۸۷
۲- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۶۷، ۸۴۲۱

۳۷-۸۴۲۲: أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ شَيْبَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُبْشِيٍّ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّكَ تَبْعَثُنِي إِلَى شُيُوخٍ ذَوِي أَسْنَانٍ إِنِّي أَخَافُ أَنْ لَا أُصِيبَ قَالَ: إِنَّ اللهَ سَيُثَبِّتُ لِسَانَكَ وَيَهْدِي قَلْبَكَ (۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن بھیجا، تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسی قوم کی طرف بھیج رہے ہیں، جس میں بڑی بڑی عمر کے شیوخ ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں درست فیصلہ نہ کرسکوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ عنقریب تمہاری زبان کو استقامت اور تمہارے دل کو ہدایت فرمائے گا۔

۱۵- ذِكْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ بِسَدِّ هَذِهِ الْأَبْوَابِ غَيْرَ بَابِ عَلِيٍّ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام دروازے بند کرنے کا حکم دیا گیا ہے

۳۸-۸۴۲۳: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مَيْمُونٍ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: كَانَ لِنَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْوَابٌ شَارِعَةٌ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سُدُّوا هَذِهِ الْأَبْوَابَ إِلَّا بَابَ عَلِيٍّ فَتَكَلَّمَ فِي ذَلِكَ أُنَاسٌ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّي أُمِرْتُ بِسَدِّ هَذِهِ الْأَبْوَابِ غَيْرَ بَابِ عَلِيٍّ فَقَالَ فِيهِ قَائِلُكُمْ، وَاللهِ مَا سَدَدْتُهُ وَلَا فَتَحْتُهُ وَلَكِنِّي أُمِرْتُ بِشَيْءٍ فَاتَّبَعْتُهُ (۲)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دروازے مسجد کی جانب کھلتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ تمام دروازے بند کردو۔ لوگوں نے اس بارے میں چہ میگوئیاں کیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا: بلاشبہ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام دروازے بند کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس بارے میں تم میں سے بعض نے چہ میگوئیاں کیں، اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! میں نہ کسی دروازے کو بند کرتا ہوں اور نہ ہی کھولتا ہوں، لیکن مجھے جب کسی چیز کا حکم دیا جاتا ہے، تو میں اس کی پیروی کرتا ہوں۔

۱- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۶۹، ۸۴۲۲

۲- i- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۶۹، ۸۴۲۳ ii- احمد: ۱۹۵۰۲ iii- فضائل الصحابۃ: ۹۸۵
iv- المستدرک: ۴۶۸۸ v- مجمع الزوائد: ۱۴۶۷۱ vi- البدایۃ والنہایۃ، ج۵، ص۴۵۶
vii- الحاوی للفتاوی، ص۴۲۲ viii- الریاض النضرۃ، ج۴، ص۱۳۶

۱۶۔ ذِكْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَنَا أَدْخَلْتُهُ وَأَخْرَجْتُكُمْ بَلِ اللهُ أَدْخَلَهُ وَأَخْرَجَكُمْ

نبی کریم ﷺ کا ارشاد: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو داخل اور تمہیں خارج نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں داخل اور تمہیں خارج کیا ہے۔

۳۹-۸۴۲۴: قَرَأْتُ عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ لُوَيْنٍ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ، وَلَمْ يَقُلْ مَرَّةً عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ قَوْمٌ جُلُوسٌ، فَدَخَلَ عَلِيٌّ فَلَمَّا دَخَلَ خَرَجُوا، فَلَمَّا خَرَجُوا تَلَاوَمُوا فَقَالُوا: وَاللهِ مَا أَخْرَجَنَا وَأَدْخَلَهُ فَرَجَعُوا، فَدَخَلُوا فَقَالَ: وَاللهِ مَا أَنَا أَدْخَلْتُهُ وَأَخْرَجْتُكُمْ بَلِ اللهُ أَدْخَلَهُ وَأَخْرَجَكُمْ (۱)

حضرت ابو وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ داخل ہوئے، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو سارے لوگ باہر چلے گئے، باہر جا کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک دوسرے پر ملامت کی اور کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم ہمیں آپ ﷺ نے باہر نہیں نکالا اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو داخل کیا ہے۔ سب صحابہ واپس آ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو داخل اور تمہیں خارج نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو داخل کیا اور تمہیں باہر نکالا ہے۔

۴۰-۸۴۲۵: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ قَادِمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَرِيكٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: أَتَيْتُ مَكَّةَ فَلَقِيتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ فَقُلْتُ: هَلْ سَمِعْتَ لِعَلِيٍّ مَنْقَبَةً؟ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَنُودِيَ فِينَا لَيْلًا: لِيَخْرُجْ مِنَ الْمَسْجِدِ إِلَّا آلَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَآلَ عَلِيٍّ قَالَ: فَخَرَجْنَا فَلَمَّا أَصْبَحَ أَتَاهُ عمر فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَخْرَجْتَ أَصْحَابَكَ وَأَعْمَامَكَ وَأَسْكَنْتَ هَذَا الْغُلَامَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَنَا أَمَرْتُ بِإِخْرَاجِكُمْ وَلَا بِإِسْكَانِ هَذَا الْغُلَامِ، إِنَّ اللهَ هُوَ أَمَرَ بِهِ قَالَ فِطْرٌ: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَرِيكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الرُّقَيْمِ، عَنْ سَعْدٍ: أَنَّ الْعَبَّاسَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: سَدَدْتَ أَبْوَابَنَا إِلَّا بَابَ عَلِيٍّ فَقَالَ: مَا أَنَا فَتَحْتُهَا وَلَا سَدَدْتُهَا قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: عَبْدُ اللهِ بْنُ شَرِيكٍ لَيْسَ بِذَلِكَ وَالْحَارِثُ بْنُ مَالِكٍ لَا أَعْرِفُهُ وَلَا عَبْدَ اللهِ بْنَ الرُّقَيْمِ (۲)

حضرت حارث بن مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں مکہ مکرمہ آیا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی فضیلت والی بات سنی ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں موجود تھے کہ رات کو اعلان کیا گیا، آل رسول ﷺ اور آل علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام مسجد سے چلے جائیں، ہم تمام چلے گئے، جب صبح ہوئی، تو آپ ﷺ کے چچا نے آ کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے اپنے تمام صحابہ اور تمام چچاؤں کو نکال دیا اور اس بچے کو ٹھہرایا! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہارے نکلنے کا حکم نہیں دیا اور نہ ہی اس لڑکے کو ٹھہرے گا، بے شک اس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا تھا۔

نقد سند: فطر نے عن عبداللہ بن شریک عن عبداللہ بن الرقیم عن سعد سے روایت کیا کہ: حضرت عباس نے نبی کریم ﷺ سے آ کر کہا: آپ ﷺ نے ہمارے دروازے بند کروا دیے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دروازہ بند نہیں کروایا، آپ ﷺ نے فرمایا: نہ میں نے دروازہ کھولنے کا حکم دیا اور نہ ہی دروازہ بند کرنے کا۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ عبداللہ بن شریک نا قابل اعتبار ہے۔ حارث بن عبداللہ اور عبداللہ بن الرقیم مجہول ہیں۔

۱۔ i- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۰۹۶، ۸۴۲۰، ۸۱۵۲ ii- البحر الزخار: ۱۱۹۵ iii- مختصر زوائد البزار: ۱۹۱۸
iv- کشف الاستار: ۲۵۵۴ v- مجمع الزوائد: ۱۴۶۸۷ vi- طبقات المحدثین لابی الشیخ: ۱۶۵
vii- تاریخ اصبہان لابی نعیم، ج ۲ ص ۱۷۷ viii- تاریخ بغداد: ۲۲۸۲۱ ۲۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۲۱، ۸۴۲۵۔

۸۴۲۶-۴۱ أَخْبَرَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ، عَنْ فِطْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَرِيكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الرُّقَيْمِ، عَنْ سَعْدٍ، نَحْوَهُ (۱)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے ہی سند مختلف سے روایت ہے۔

۸۴۲۷-۴۲ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ وَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مِسْكِينٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي بَلْجٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبُو بَلْجٍ هُوَ يَحْيَى بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ قَالَ: أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَسُدَّتْ إِلَّا بَابَ عَلِيٍّ (۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو تمام دروازے بند کر دیے گئے، سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے۔

۸۴۲۸-۴۳ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَضَّاحُ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَسُدَّ أَبْوَابُ الْمَسْجِدِ غَيْرَ بَابِ عَلِيٍّ فَكَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَهُوَ جُنُبٌ وَهُوَ طَرِيقُهُ لَيْسَ لَهُ طَرِيقٌ غَيْرُهُ (۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: مسجد نبوی کے تمام دروازے بند کر دیے گئے، سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے، وہ حالت جنابت میں مسجد میں داخل ہوتے تھے، ان کا راستہ مسجد کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔

۱۷- ذِكْرُ مَنْزِلَةِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ

۸۴۲۹-۴۴ أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ، وَهُوَ ابْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ: لَمَّا غَزَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوكَ خَلَّفَ عَلِيًّا بِالْمَدِينَةِ فَقَالُوا فِيهِ: مَلَّهُ وَكَرِهَ صُحْبَتَهُ فَتَبِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى لَحِقَهُ فِي الطَّرِيقِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ خَلَّفْتَنِي فِي الْمَدِينَةِ مَعَ الذَّرَارِيِّ وَالنِّسَاءِ حَتَّى قَالُوا: مَلَّهُ وَكَرِهَ صُحْبَتَهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَلِيُّ إِنَّمَا خَلَّفْتُكَ عَلَى أَهْلِي، أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى؟ غَيْرَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي (۴)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک کے لئے روانہ ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں نائب مقرر کیا، اس پر بعض لوگوں نے چہ میگوئیاں کیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا ہے اور ان کے ساتھ کسی کو نہ پسند کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آ کر ملے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بچوں اور عورتوں کے ساتھ مدینہ منورہ چھوڑ دیا ہے اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا ہے اور اس کے ساتھ کو ناپسند کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے

۱۔ السنن الکبری للنسائی: ۸۴۲۶،۸۳۷۲ ۲۔ السنن الکبری للنسائی: ۸۴۲۷،۸۳۷۳ ۳۔ السنن الکبری للنسائی: ۸۴۲۷،۸۳۷۴

۴۔ i- السنن الکبری للنسائی: ۸۴۲۹،۸۱۳۸،۸۳۷۵،۸۰۸۴ ii- مسند سعد بن ابی وقاص للدورقی: ۱۰۰

iii- مسند ابی یعلی: ۷۳۴ iv- شرف المصطفیٰ، ج ۵، ص ۵۰۰ v- شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ للالکائی، ج ۲، ص ۳۰۸

vi- تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۱۵۱، ۱۰۶ vii- مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، ج ۱۷، ص ۳۴۴

علی رضی اللہ عنہ! تجھے میں نے اپنے گھر والوں پر نائب مقرر کیا ہے، کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ویسے ہی ہو، جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے؟ سوائے اس بات کے کہ میری بعد کوئی نبی نہیں۔

۴۵-۸۴۳۰: أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ دِينَارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى (۱)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے۔

۴۶-۸۴۳۱: أَخْبَرَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ أَنَّ الدَّرَاوَرْدِيَّ حَدَّثَهُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَفْوَانَ الْجُمَحِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ سَمِعَ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ: أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا النُّبُوَّةَ؟ (۲)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ سوائے نبوت کے۔

۴۷-۸۴۳۲: أَخْبَرَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ عَنِ الدَّرَاوَرْدِيِّ، عَنْ هَاشِمِ بْنِ هَاشِمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ سَعْدٍ قَالَ: لَمَّا خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى تَبُوكَ خَرَجَ عَلِيٌّ يُشَيِّعُهُ فَبَكَى وَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَتَتْرُكُنِي مَعَ الْخَوَالِفِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَلِيُّ أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا النُّبُوَّةَ (۳)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک کے لئے نکلے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ روتے ہوئے پیچھے آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پیچھے رہ جانے والے لوگوں میں چھوڑ جا رہے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! کیا تم اس بات پر راضی نہیں، کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون تھے، سوائے نبوت کے۔

۱۔ i-السنن الکبری للنسائی: ۸۴۳۰،۸۴۷۶ ii-ترمذی: ۳۷۳۰ iii-المعجم الصغیر: ۸۲۴
iv-حلیۃ الاولیاء: ۱۰۳۰۳ v-الفوائد المنتقاۃ والغرائب الحسان للصوری: ۱۴۔
۲۔ السنن الکبری للنسائی: ۸۴۳۱،۸۴۷۸ ۳۔ السنن الکبری للنسائی: ۸۴۳۲،۸۴۷۸۔

۱۸ـ ذِكْرُ الِاخْتِلَافِ عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ

حضرت محمد بن منکدر کی روایت کے الفاظ

۴۸-۸۴۳۳: أَخْبَرَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ كَثِيرٍ الرَّقِّيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ سَعْدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي (۱)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

۴۹-۸۴۳۴: أَخْبَرَنِي صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ الْمَاجِشُونُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ: أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ سَعْدًا وَهُوَ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ: أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نُبُوَّةَ قَالَ سَعِيدٌ: فَلَمْ أَرْضَ حَتَّى أَتَيْتُ سَعْدًا فَقُلْتُ: شَيْئًا حَدَّثَنِي بِهِ ابْنُكَ عَنْكَ قَالَ: وَمَا هُوَ؟ وَانْتَهَرَنِي، فَقُلْتُ: أَمَا عَلَى هَذَا فَلَا، فَقَالَ: مَا هُوَ يَا ابْنَ أَخِي؟ فَقُلْتُ: هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِعَلِيٍّ كَذَا وَكَذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، وَأَشَارَ إِلَى أُذُنَيْهِ وَإِلَّا فَاسْتَكَّتَا لَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ ذَلِكَ. قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: وَمَا أَعْلَمُ أَنَّ أَحَدًا تَابَعَ عَبْدَ الْعَزِيزِ بْنَ الْمَاجِشُونِ عَلَى رِوَايَتِهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ عَلَى أَنَّ إِبْرَاهِيمَ بْنَ سَعْدٍ قَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ، عَنْ أَبِيهِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: خَالَفَهُ يُوسُفُ بْنُ الْمَاجِشُونِ فَرَوَاهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ وَتَابَعَهُ عَلَى رِوَايَتِهِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَلِيُّ بْنُ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ (۲)

حضرت سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے والد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے، سوائے نبوت کے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے اطمینان نہ ہوا، میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے آ کر پوچھا: آپ کے بیٹے نے آپ کے حوالے سے مجھ سے حدیث بیان کی ہے۔ انہوں نے پوچھا: کیا بیان کی ہے؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مجھے جھڑک دیا، میں نے کہا: اگر ایسا ہی ہے تو کوئی بات نہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: اے میرے بھتیجے! کیا حدیث ہے؟ میں نے عرض کیا: کہ آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فلاں فلاں الفاظ سنے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، اور اپنے کانوں کی طرف اشارہ کر کے کہا: اگر نہ سنا ہو تو یہ بہرے ہو جائیں۔ تحقیق میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی سنا ہے۔

نقد سند: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یوسف بن ماحشون نے اس کی مخالفت کی ہے اور انہوں نے محمد بن منکدر سے سعید عن عامر بن سعد عن سعد کے طریق سے روایت کی ہے اور اس کی متابعت میں علی بن زید بن جدعان نے عامر بن سعد سے روایت کی ہے۔

۱۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۳۳،۸۴۷۹۔

۲۔ i- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۳۴،۸۴۸۰ ii- فضائل الصحابۃ: ۱۰۷۹ iii- کتاب السنۃ لابن ابی عاصم: ۱۳۳۵ iv- مسند ابی یعلیٰ: ۷۵۱۔

۵۰-۸۴۳۵: أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الشَّوَارِبِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ سَعْدٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى غَيْرَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي قَالَ: سَعِيدٌ: فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُشَافِهَ بِذَلِكَ سَعْدًا فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: مَا حَدِيثٌ حَدَّثَنِي بِهِ عَنْكَ عَامِرٌ فَأَدْخَلَ إِصْبَعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ وَقَالَ: سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِلَّا فَاسْتَكَّتَا وَقَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ شُعْبَةُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ فَلَمْ يَذْكُرْ عَامِرَ بْنَ سَعْدٍ (۱)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں، جب میں نے عامر بن سعد رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مبارکہ سنی، تو میں نے چاہا کہ میں براہ راست حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے سنوں۔ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا: آپ کے بیٹے حضرت عامر جو حدیث بیان کرتے ہیں۔ وہ درست ہے؟ انہوں نے اپنی انگلیاں، اپنے کانوں میں داخل کرتے ہوئے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، وگرنہ میرے کان بہرے ہو جائیں۔

نقدِ سند: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت شعبہ نے یہ حدیث علی بن زید سے روایت کی ہے اور انہوں نے عامر بن سعد کا ذکر نہیں کیا۔

۵۱-۸۴۳۶: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ وَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مِسْكِينٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى فَقَالَ أَوَّلَ مَرَّةٍ: رَضِيتُ رَضِيتُ، فَسَأَلَهُ بَعْدَ ذَلِكَ فَقَالَ: بَلَى، بَلَى قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَمَا أَعْلَمُ أَنَّ أَحَدًا تَابَعَ عَبْدَ الْعَزِيزِ بْنَ الْمَاجِشُونِ عَلَى رِوَايَتِهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ غَيْرَ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ عَلَى أَنَّ إِبْرَاهِيمَ بْنَ سَعْدٍ قَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ، عَنْ أَبِيهِ (۲)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ پہلی دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں راضی ہوں، میں راضی ہوں۔ جب دوبارہ پوچھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں، کیوں نہیں۔

نقدِ سند: میرے علم کے مطابق کسی نے بھی عبدالعزیز بن الماجشون سے محمد بن منکدر عن سعید بن المسیب عن ابراہیم بن سعد کے طریق سے موافقت نہیں کی اور یہ کہ ابراہیم بن سعد نے اس کی نسبت اپنے والد کی طرف ہو۔

۱- i- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۱۴۰، ۸۳۸۱، ۸۰۸۴ ii- مسلم: ۶۲۱۷ iii- مسند ابی یعلیٰ: ۷۳۵
iv- الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع، ج۱، ص۱۲۰۔

۲- i- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۳۶، ۸۳۸۲ ii- مسند ابی یعلیٰ: ۷۰۵ iii- احمد، ج۱، ص۱۷۵: ۱۵۰۹،
iv- حلیۃ الاولیاء، ج۷، ص۲۲۹ v- تاریخ دمشق لابن عساکر، ج۴۲
vi- مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، ج۱۷، ص۳۴۷، ۳۴۸

۸۴۳۷-۵۲: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ غُنْدَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ بْنَ سَعْدٍ يُحَدِّثُهُ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لِعَلِيٍّ: أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى؟ (۱)

حضرت سعد کا بیان ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کے لیے فرمایا: کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے؟

۸۴۳۸-۵۳: أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمِّي قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ بْنِ يَزِيدَ بْنِ رُكَانَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ سَعْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِعَلِيٍّ حِينَ خَلَّفَهُ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ عَلَى أَهْلِهِ: أَلَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي؟ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ مِنْ غَيْرِ حَدِيثِ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ (۲)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ سنا: جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے غزوہ تبوک کے موقع پر اہل بیت کے لئے نائب مقرر فرمایا تھا: کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

نقد سند: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حضرت عامر بن سعد عن ابیہ سے سعید بن المسیب کے طریق کے علاوہ بھی روایت کی گئی ہے۔

۸۴۳۹-۵۴: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا بُكَيْرُ بْنُ مِسْمَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَامِرَ بْنَ سَعْدٍ يَقُولُ: قَالَ مُعَاوِيَةُ لِسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسُبَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ؟ قَالَ: لَا أَسُبُّهُ مَا ذَكَرْتُ ثَلَاثًا قَالَهُنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ تَكُونَ لِي قَالَ: وَاحِدَةٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ، لَا أَسُبُّهُ مَا ذَكَرْتُ حِينَ نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ، فَأَخَذَ عَلِيًّا، وَابْنَيْهِ، وَفَاطِمَةَ فَأَدْخَلَهُمْ تَحْتَ ثَوْبِهِ ثُمَّ قَالَ: رَبِّ هٰؤُلَاءِ أَهْلِي وَأَهْلُ بَيْتِي وَلَا أَسُبُّهُ حِينَ خَلَّفَهُ فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا قَالَ: خَلَّفْتَنِي مَعَ

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا: تم حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کیوں نہیں کرتے؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے جب تک رسول اللہ ﷺ کی کہی ہوئی تین باتیں یاد ہیں، میں انہیں کبھی بھی برا بھلا نہیں کہوں گا۔ اگر ان میں سے ایک بات بھی آپ ﷺ نے میرے لئے فرمائی ہوتی تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ پسند تھی۔ (وہ تین فرمان یہ ہیں)

۱۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۰۸۲، ۸۱۳۹، ۸۴۳۷ ii۔ مسند سعد بن ابی وقاص الدورقی: ۸۵ iii۔ احمد، ج ۱، ص ۱۷۵: ۱۵۰۵
iv۔ بخاری: ۳۷۰۶ v۔ مسلم: ۶۲۲۱ vi۔ ابن ماجہ: ۱۱۵
vii۔ مسند ابی داؤد الطیالسی: ۲۰۵، ۲۱۰

۲۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۸۴، ۸۴۳۸ ii۔ کتاب السنۃ لابن ابی عاصم: ۱۳۳۲

الصِّبْيَانِ وَالنِّسَاءِ؟ قَالَ: أَوَ لَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نُبُوَّةَ وَلَا أَسُبُّهُ مَا ذَكَرْتُ يَوْمَ خَيْبَرَ حِينَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأُعْطِيَنَّ هَذِهِ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيَفْتَحُ اللهُ عَلَى يَدَيْهِ فَتَطَاوَلْنَا فَقَالَ: أَيْنَ عَلِيٌّ؟ فَقَالُوا: هُوَ أَرْمَدُ فَقَالَ: ادْعُوهُ فَدَعَوْهُ فَبَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ ثُمَّ أَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَفَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ وَاللهِ مَا ذَكَرَهُ مُعَاوِيَةُ بِحَرْفٍ حَتَّى خَرَجَ مِنَ الْمَدِينَةِ(۱)

۱۔ میں انہیں برا بھلا نہیں کہوں گا، جب تک مجھے یاد ہے کہ جب وحی نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی کملی کے نیچے لے کر فرمایا: اے میرے رب! یہ میرے اہل اور اہل بیت ہیں۔

۲۔ میں انہیں برا بھلا نہیں کہوں گا۔ جب کہ آپ ﷺ نے ایک غزوہ میں ان کو نائب مقرر فرمایا، تو انہوں نے عرض کیا: کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ویسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، سوائے نبوت کے۔

۳۔ میں انہیں برا بھلا نہیں کہوں گا، جب کہ مجھے یاد ہے کہ رسول اللہ نے غزوہ خیبر کے دن فرمایا تھا: پرچم میں ضرور ایسے شخص کو دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں فتح عطا فرمائے گا۔ ہم تمام اس پرچم کو تقاضے کے امیدوار تھے، آپ ﷺ نے پوچھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کدھر ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتلایا: وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کو بلاؤ، جب آپ رضی اللہ عنہ کو لایا گیا، تو آپ ﷺ نے لعاب دھن ان کی آنکھوں پر لگایا اور پرچم عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذریعے فتح عطا فرمائی۔ راوی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک حرف بھی نہ کیا، یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے تشریف لے گئے۔

۱۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۸۵، ۸۳۴۲، ۸۴۳۹، ۸۳۹۹، ۸۴۳۹، مسند سعد بن ابی وقاص للدورقی: ۱۹، مسلم: ۶۲۲۰، احمد: ۱۶۰۸، ترمذی: ۶۹۹۹، ۳۷۲۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۰۶۹، المستدرک للحاکم: ۶۴۳۲، مسند البزار: ۱۲۰، السنن الکبریٰ للبیھقی: ۱۳۳۹۲، تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۱۱۱، مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، ج ۱۷، ص ۳۳۲، شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ للالکائی، ج ۲، ص ۳۰۸، البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر، ج ۵، ص ۳۵۲، سیر اعلام النبلاء للذھبی، ص ۶۱۹، الاصابۃ، ج ۴، ص ۴۶۸، مناقب علی والحسنین للفواد عبدالباقی، ص ۳۳، ۶۰، ۱۱۶، ۱۱۷، الانوار الباھرۃ للتلیدی، ص ۴۱

۵۵-۸۴۴۰:أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ :أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ عَنِ الدَّرَاوَرْدِيِّ عَنِ الْجُعَيْدِ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ أَبِيهَا أَنَّ عَلِيًّا "خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى جَاءَ ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ يُرِيدُ غَزْوَةَ تَبُوكَ وَعَلِيٌّ يَشْتَكِي وَهُوَ يَقُولُ :أَتُخَلِّفُنِي مَعَ الْخَوَالِفِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا النُّبُوَّةَ؟(۱)

حضرت عائشہ بنت سعد اپنے والد سے روایت کرتی ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلتے ہوئے ثنیۃ الوداع کے مقام پر آئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شکایت کے انداز میں عرض کیا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ چھوڑے جا رہے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ویسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، سوائے نبوت کے۔

۵۶:۸۴۴۱:أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ :حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ سَعْدٍ قَالَ: خَلَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللهِ تُخَلِّفُنِي فِي النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ؟ فَقَالَ: أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى غَيْرَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي؟ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ خَالَفَهُ لَيْثٌ فَقَالَ :عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ(۲)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نائب مقرر فرمایا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو، کہ تم میرے لیے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

نقد سند: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، لیث نے اس سند کی مخالفت کی ہے اور کہا کہ یہ از حکم از عائشہ بنت سعد سے روایت ہے۔

۵۷-۸۴۴۲:أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ :أَخْبَرَنَا الْمُطَّلِبُ عَنْ لَيْثٍ عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ، عَنْ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ: أَنْتَ مِنِّي مَكَانَ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ :وَشُعْبَةُ أَحْفَظُ، وَلَيْثٌ ضَعِيفٌ وَالْحَدِيثُ قَدْ رَوَتْهُ عَائِشَةُ(۳)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا: تم میرے لیے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

نقد سند: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت شعبہ زیادہ قابل اعتماد ہیں اور حضرت لیث ضعیف ہیں۔ یہ حدیث عائشہ بنت سعد سے روایت ہے۔

۱۔ i۔السنن الکبری للنسائی:۸۴۸۹ ii۔مسند احمد:۱۴۶۳ iii۔فضائل الصحابہ:۱۰۰۶
v i۔مسند البزار:۱۲۰۰ ۷۔تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۱۶۲

۲۔ السنن الکبری للنسائی:۸۰۸۵، ۶۳۸۷، ۸۱۴۱، ۸۴۴۱، بخاری:۴۴۱۶، مسلم:۶۲۱۸، فضائل الصحابۃ:۹۶۰، احمد:۱۵۸۳، مسند سعد بن ابی وقاص للدورقی:۴۹، مصنف ابن ابی شیبۃ:۳۲۰۶۵، مسند ابی داؤد الطیالسی:۲۰۹، ۲۰۶، مسند البزار:۱۱۷۰، مسند ابی یعلی:۳۳۹، دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۵، ص ۲۲۰، الاعتقاد للبیہقی، ص ۵۵۰

۳۔ السنن الکبری للنسائی:۸۴۸۸، ۸۴۴۲

۵۸- ۸۴۴۳: أَخْبَرَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ :أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنِ الدَّرَاوَرْدِيِّ، عَنِ الْجُعَيْدِ، عَنْ عَائِشَةَ عَنْ أَبِيهَا، أَنَّ عَلِيًّا خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى جَاءَ ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ يُرِيدُ غَزْوَةَ تَبُوكَ وَعَلِيٌّ يَشْتَكِي وَهُوَ يَقُولُ :أَتُخَلِّفُنِي مَعَ الْخَوَالِفِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا النُّبُوَّةَ؟ (۱)

حضرت عائشہ بنت سعد اپنے والد سے روایت کرتی ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثنیۃ الوداع کے مقام تک آئے، اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے جا رہے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ شکوہ کے انداز میں عرض کیا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ چھوڑ جا رہے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ویسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، سوائے نبوت کے۔

۵۹- ۸۴۴۴: أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ :حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَعْدٍ قَالَ :خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ وَخَلَّفَ عَلِيًّا، فَقَالَ لَهُ أَتُخَلِّفُنِي؟ فَقَالَ لَهُ :أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي؟ (۲)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک کے لیے نکلے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر فرمایا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پیچھے چھوڑ جا رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم میرے لیے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

۱۹- ذِكْرُ الِاخْتِلَافِ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ شَرِيكٍ فِي هَذَا الْحَدِيثِ

حضرت عبداللہ بن شریک کی روایت کے الفاظ

۶۰- ۸۴۴۵: أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ دِينَارٍ قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ :حَدَّثَنَا فِطْرٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَرِيكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رُقَيْمٍ الْكِنَانِيِّ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ :أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى قَالَ إِسْرَائِيلُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَرِيكٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ سَعْدٍ (۳)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا: تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے۔

نقد سند: اسرائیل فرماتے ہیں: عبداللہ بن شریک سے دوسری سند از حارث بن مالک از سعد سے بھی حدیث مروی ہے۔

۱۔ i۔ السنن الکبری للنسائی: ۸۴۴۳،۸۳۸۹ ii۔ احمد، ج ۱، ص ۱۷۰: ۱۴۶۳ iii۔ فضائل الصحابۃ: ۱۰۰۶
iv۔ مسند البزار: ۱۲۰۰ v۔ تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۱۶۲

۲۔ i۔ السنن الکبری للنسائی: ۸۴۴۴،۸۳۹۰ ii۔ احمد، ج ۱، ص ۱۸۴: ۱۶۰۰ iii۔ کتاب السنۃ لابن ابن عاصم: ۱۳۳۴

۳۔ i۔ السنن الکبری للنسائی: ۸۴۴۵،۸۳۹۱ ii۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۳، ص ۱۵ iii۔ تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۱۶۵

٦١-٨٤٤٦: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ قَادِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَرِيكٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا عَلَى نَاقَتِهِ الْحَمْرَاءِ وَخَلَّفَ عَلِيًّا فَجَاءَ عَلِيٌّ حَتَّى أَخَذَ بِغَرْزِ النَّاقَةِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ زَعَمَتْ قُرَيْشٌ أَنَّكَ إِنَّمَا خَلَّفْتَنِي أَنَّكَ اسْتَثْقَلْتَنِي، وَكَرِهْتَ صُحْبَتِي وَبَكَى عَلِيٌّ، فَنَادَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ: أَمِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا وَلَهُ حَامَّةٌ؟ يَا ابْنَ أَبِي طَالِبٍ أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي؟ قَالَ: عَلِيٌّ: رَضِيتُ عَنِ اللهِ وَعَنْ رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۱)

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ کے لیے اپنی اونٹنی حمراء پر سوار ہو کر نکلے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور اونٹنی کی مہار پکڑ کر عرض کیا: یا رسول اللہ قریش والوں کا خیال ہے کہ آپ نے مجھے پیچھے چھوڑ دیا ہے اور مجھے بوجھ سمجھا اور میرے سنگت کو ناپسند کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ رونے لگ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں اعلان کروایا: کیا تم میں سے ہر کسی کا کوئی نہ کوئی قریبی نہیں ہے؟ اے ابو طالب کے بیٹے! کیا تم اس پر رضائی نہیں کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر راضی ہو گیا۔

٦٢-٨٤٤٧: أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى الْجُهَنِيُّ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى فَاطِمَةَ ابْنَةِ عَلِيٍّ فَقَالَ لَهَا: رَفِيقِي هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ عَنْ وَالِدِكِ مُثْبَتٌ؟ قَالَتْ: حَدَّثَتْنِي أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي؟ (۲)

حضرت موسیٰ جہنی رحمہ اللہ ذکر کرتے ہیں: میں حضرت فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، میرے ساتھی نے ان سے پوچھا: کیا آپ کے پاس اپنے والد کے حوالے سے کوئی مضبوط بات ہے؟ انہوں نے بتلایا: مجھے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تمہارا میرے نزدیک وہی مقام ہے، جو حضرت ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا۔

٦٣-٨٤٤٨: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، عَنْ مُوسَى الْجُهَنِيِّ قَالَ: أَدْرَكْتُ فَاطِمَةَ ابْنَةَ عَلِيٍّ، وَهِيَ ابْنَةُ ثَمَانِينَ سَنَةً فَقُلْتُ: لَهَا تَحْفَظِينَ عَنْ أَبِيكِ شَيْئًا؟ قَالَتْ: لَا، وَلَكِنِّي أَخْبَرَتْنِي أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ، أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: يَا عَلِيُّ أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ بَعْدِي نَبِيٌّ (۳)

حضرت موسیٰ جہنی بیان کرتے ہیں: میں حضرت فاطمہ بنت علی کو ملا، اس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی، میں نے ان سے پوچھا: تمہیں اپنے والد کے بارے میں کوئی بات یاد ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، سوائے اس بات کے جو مجھے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے بیان کی، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: اے علی! تم میرے لیے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۱۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۹۲، ۸۴۴۶ ii۔جمع الجوامع: ۸۴۳۰۔

۲۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۹۳، ۸۴۴۷ ii۔ احمد، ج ٦، ص ۳٦۹: ۲۷٦۲۱ iii۔ فضائل الصحابۃ: ۱۰۲۰ iv۔مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۲۰٦۷ v۔ کتاب السنۃ لابن ابی عاصم: ۱۳۴٦ vi۔اتحاف الخیرۃ المهرۃ: ٦٦۳۱ vii۔تاریخ الثقات للعجلی: ۲۱۰٦ viii۔تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۱۸۲ تا ۱۸۵

۳۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۹۴، ۸۴۴۸ ii۔فضائل الصحابۃ: ۱۰۹۱

۶۴-۸۴۴۹ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ الْأَوْدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَسَنٌ، وَهُوَ ابْنُ صَالِحٍ، عَنْ مُوسَى الْجُهَنِيِّ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ عَلِيٍّ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ: «أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ بَعْدِي نَبِيٌّ»(۱)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۲۰- ذِكْرُ الْأُخُوَّةِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اخوت کا بیان

۶۵-۸۴۵۰ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ النَّيْسَابُورِيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ، -وَاللَّفْظُ لِمُحَمَّدٍ- قَالَا: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ طَلْحَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ عَلِيًّا، كَانَ يَقُولُ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ يَقُولُ: «أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ» وَاللهِ لَا نَنْقَلِبُ عَلَى أَعْقَابِنَا بَعْدَ إِذْ هَدَانَا اللهُ، وَاللهِ لَئِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ لَأُقَاتِلَنَّ عَلَى مَا قَاتَلَ عَلَيْهِ حَتَّى مَاتَ، وَاللهِ إِنِّي لَأَخُوهُ وَوَلِيُّهُ وَوَارِثُهُ، وَابْنُ عَمِّهِ، وَمَنْ أَحَقُّ بِهِ مِنِّي؟(۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں فرمایا کرتے تھے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر وہ وصال فرما جائیں، یا شہید کر دیے جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو پھرے گا۔ (آل عمران 144:3)

اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! ہم اللہ تعالیٰ کی ہدایت مل جانے کے بعد ہرگز نہیں پھریں گے، اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر آپ وصال فرما جائیں، یا آپ شہید کر دیئے جائیں، تو میں ضرور بالضرور اس پر امر پر جہاد کروں گا، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کیا، یہاں تک کہ میں شہید کر دیا جاؤں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی، ولی، وارث اور چچازاد ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھ سے بڑھ کر کون حقدار ہے؟

۶۶-۸۴۵۱ أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ أَبِي صَادِقٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ نَاجِدٍ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَلِيٍّ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لِمَ وَرِثْتَ ابْنَ عَمِّكَ دُونَ عَمِّكَ؟ قَالَ: جَمَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -أَوْ قَالَ- : دَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَصَنَعَ لَهُمْ مُدًّا مِنْ طَعَامٍ قَالَ: فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا

حضرت ربیعہ بن ناجذ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے امیر المومنین! آپ چچاؤں کے ہوتے ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث کیسے ہو سکتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبدالمطلب کو جمع کیا یا بلایا۔ ان کے لیے ایک مد کھانا تیار کیا، ان تمام نے سیر ہو کر کھایا، لیکن کھانا اسی طرح باقی تھا، گویا کہ اسے کسی

۱۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۹۵، ۸۴۴۹

۲۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۹۶، ۸۴۵۰ ii۔المعجم الکبیر: ۱۷۴ iii۔المستدرک، ج۳، ص۱۲۶: ۴۶۹۱
iv۔تفسیر ابن ابی حاتم، ج۳، ص۷۷۷ v۔مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۳۴: ۱۴۷۶۵ vi۔الدر المنثور، ج۲، ص۳۳۸

وَبَقِيَ الطَّعَامُ كَمَا هُوَ كَأَنَّهُ لَمْ يُمَسَّ، ثُمَّ دَعَا بِغُمَرٍ فَشَرِبُوا حَتَّى رَوَوْا وَبَقِيَ الشَّرَابُ كَأَنَّهُ لَمْ يُمَسَّ أَوْ لَمْ يُشْرَبْ فَقَالَ: يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِنِّي بُعِثْتُ إِلَيْكُمْ بِخَاصَّةٍ وَإِلَى النَّاسِ بِعَامَّةٍ وَقَدْ رَأَيْتُمْ مِنْ هَذِهِ الْآيَةِ مَا قَدْ رَأَيْتُمْ، فَأَيُّكُمْ يُبَايِعُنِي عَلَى أَنْ يَكُونَ أَخِي، وَصَاحِبِي، وَوَارِثِي؟ فَلَمْ يَقُمْ إِلَيْهِ أَحَدٌ فَقُمْتُ إِلَيْهِ وَكُنْتُ أَصْغَرَ الْقَوْمِ فَقَالَ: اجْلِسْ ثُمَّ قَالَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ كُلُّ ذَلِكَ أَقُومُ إِلَيْهِ فَيَقُولُ: اجْلِسْ حَتَّى كَانَ فِي الثَّالِثَةِ ضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى يَدِي ثُمَّ قَالَ " :فَبِذَلِكَ وَرِثْتُ ابْنَ عَمِّي دُونَ عَمِّي(۱)

نے چھوا ہی نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے پانی کا چھوٹا پیالہ منگوایا، ان تمام نے اس سے سیر ہو کر پانی پیا، لیکن اس میں پانی ویسے ہی باقی تھا، گویا کہ کسی نے پانی کو چھوا ہی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے بنو عبدالمطلب! میں تمہاری طرف بالخصوص اور باقی تمام لوگوں کی طرف بالعموم مبعوث کیا گیا ہوں اور تم نے معجزہ ابھی دیکھا ہے۔ بس تم میں سے کون ہے، جو میری بیعت کرے اور وہ میرا بھائی، میرا ساتھی اور میرا وارث ہو؟ ان میں سے کوئی بھی کھڑا نہ ہوا، صرف میں کھڑا ہوا اور میں عمر میں سب سے چھوٹا تھا۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: تم بیٹھ جاؤ آپ ﷺ نے تین دفعہ فرمایا اور تینوں دفعہ میرے علاوہ کوئی کھڑا نہ ہوا۔ آپ ﷺ ہر دفعہ مجھے بیٹھنے کا فرما دیتے۔ تیسری دفعہ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا: تو میرا بھائی میرا ساتھی، میرا وارث اور میرا وزیر ہے۔ پس اس سبب سے میں چچاؤں کی بجائے آپ ﷺ کا وارث ہوں۔

۶۷-۸۴۵۲: أَخْبَرَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ حَصِيرَةَ عَنْ أَبِي سُلَيْمَانَ الْجُهَنِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ: أَنَا عَبْدُ اللهِ وَأَخُو رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا يَقُولُهَا إِلَّا كَذَّابٌ مُفْتَرٍ فَقَالَ رَجُلٌ أَنَا عَبْدُ اللهِ وَأَخُو رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخُنِقَ فَحُمِلَ "(۲)

حضرت ابو سلیمان جہنی بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منبر پر ارشاد فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کے رسول ﷺ کا بھائی ہوں۔ یہ دعویٰ (میرے سوا) صرف جھوٹا اور بہتان تراش ہی کرے گا۔ ایک شخص نے کہا: میں بھی اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کے رسول ﷺ کا بھائی ہوں، وہ اسی وقت وہ خناق کی بیماری میں مبتلا ہو گیا حتیٰ کہ وہ مر گیا۔

۱۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۹۷، ۸۴۵۱، احمد: ۱۳۷۱، فضائل الصحابۃ: ۱۱۰۸، ۱۱۹۶، ۱۲۲۰، مسند البزار: ۴۵۵، تفسیر ابن ابی حاتم، ج ۹ ص ۲۸۲۶، المعجم الاوسط: ۱۹۹۲، تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲ ص ۴۶، ۴۷، مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، ج ۱۷ ص ۳۰۷ تا ۳۱۲، تفسیر الطبری، ج ۱۹ (مجلد ۱۱) ص ۱۴۸، الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۱ ص ۸۹، ۹۰، دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۲ ص ۱۷۹، ۱۸۰، الدر المنثور، ج ۶ ص ۳۲۸، سبل الھدیٰ، ج ۲ ص ۳۲۴، حجۃ اللہ علی العالمین ص ۲۴۳، ۲۴۴

۲۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۹۸، ۸۴۵۲

۲۱-ذِكْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلِيٌّ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ

نبی کریم ﷺ کا فرمان: علی مجھ سے اور میں علی سے ہوں

۶۸-۸۴۵۳: أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ عَلِيًّا مِنِّي، وَأَنَا مِنْهُ وَوَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ (۱)

حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوں، اور علی رضی اللہ عنہ ہر مومن کے ولی ہیں۔

۲۲-ذِكْرُ الِاخْتِلَافِ عَلَى أَبِي إِسْحَاقَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ

حضرت ابو اسحاق رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ

۶۹-۸۴۵۴: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي حُبْشِيُّ بْنُ جُنَادَةَ السَّلُولِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: عَلِيٌّ مِنِّي، وَأَنَا مِنْهُ فَقُلْتُ لِأَبِي إِسْحَاقَ: أَيْنَ سَمِعْتَهُ؟ قَالَ: وَقَفَ عَلَيَّ هَاهُنَا فَحَدَّثَنِي رَوَاهُ إِسْرَائِيلُ فَقَالَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ (۲)

حضرت حبشی بن جنادہ سلولی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔
نقد حدیث: حضرت شریک کہتے ہیں، میں نے ابو اسحاق رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ نے یہ حدیث کیسے سنی ہے؟ انہوں نے کہا: حبشی بن جنادہ سلولی ایسے میرے پاس کھڑے تھے، جب انہوں نے یہ حدیث مجھ سے بیان کی۔ (حضرت ابو اسحاق رضی اللہ عنہ نے عملاً کر کے دکھایا) حضرت اسرائیل نے یہ یہ حدیث ابو اسحاق از براء سے بھی روایت کی ہے۔

۱۔ السنن الکبری للنسائی: ۸۰۹۰، ۸۳۹۹، ۸۱۴۶، ۸۴۵۳، احمد: ۲۰۱۷۰، فضائل الصحابۃ: ۱۰۳۵، ۱۰۶۰، ۱۱۰۴، ترمذی: ۳۷۱۲، ابن حبان: ۶۸۹۰، ۶۹۲۹ مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۲۱۱۲، مسند البزار: ۳۵۵۸، مسند ابی یعلی: ۳۵۰، مسند الصحابۃ للرویانی: ۱۱۹، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۸۲۹، ۸۶۸، المستدرک للحاکم: ۴۶۳۶، الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم، ج ۴، ص ۳۲۱، المعجم الکبیر، ج ۱۸، ص ۱۲۸، حلیۃ الاولیاء، ج ۶، ص ۳۲۱، تاریخ دمشق لابن منظور، ج ۱۷، ص ۳۴۸ تا ۳۵۰، سیر اعلام النبلاء (سیرۃ) ص ۶۲۲، مشکوۃ: ۶۰۹۰، اسد الغابۃ، ج ۴، ص ۱۱۶، ۱۱۷، الریاض النضرۃ، ج ۴، ص ۱۱۱، الاصابۃ، ج ۴، ص ۴۶۸

۲۔ i۔ السنن الکبری للنسائی: ۸۰۹۱، ۸۴۰۰، ۸۱۴۷، ۸۴۵۴ ii۔ ابن ماجہ: ۱۱۹ iii۔ ترمذی: ۳۷۱۹
iv۔ احمد: ۱۷۶۴۵، ۱۷۶۵۱، ۱۷۶۵۲، ۱۷۶۵۳ v۔ فضائل الصحابۃ: ۱۰۱۰، ۱۰۳۲
vi۔ مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۲۰۶۳ vii۔ کتاب السنۃ لابن ابی عاصم: ۳۱۲۰ viii۔ مشکوۃ: ۶۰۹۲

۷۰-۸۴۵۵:أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ :حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ قَالَ :حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ :أَنْتَ مِنِّي، وَأَنَا مِنْكَ وَرَوَاهُ الْقَاسِمُ بْنُ يَزِيدَ الْجَرْمِيُّ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ هُبَيْرَةَ وَهَانِئٍ عَنْ عَلِيٍّ(۱)

حضرت براء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔

نقد سند: یہ حدیث قاسم بن یزید جرمی نے اسرائیل از ابواسحاق از ہبیرہ اور ہانی از علی کے طریق سے بھی روایت کی ہے۔

۷۱-۸۴۵۶:أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ :حَدَّثَنَا قَاسِمٌ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ هُبَيْرَةَ بْنِ يَرِيمَ، وَهَانِئِ بْنِ هَانِئٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ :لَمَّا صَدَرْنَا مِنْ مَكَّةَ إِذَا ابْنَةُ حَمْزَةَ تُنَادِي يَا عَمِّ، يَا عَمِّ، فَتَنَاوَلَهَا عَلِيٌّ فَأَخَذَهَا فَقَالَ لِفَاطِمَةَ دُونَكِ ابْنَةَ عَمِّكِ فَحَمَلَهَا فَاخْتَصَمَ فِيهَا عَلِيٌّ، وَجَعْفَرٌ، وَزَيْدٌ فَقَالَ عَلِيٌّ أَنَا أَحَقُّ بِهَا وَهِيَ ابْنَةُ عَمِّي وَقَالَ جَعْفَرٌ :ابْنَةُ عَمِّي وَخَالَتُهَا تَحْتِي وَقَالَ زَيْدٌ: بِنْتُ أَخِي فَقَضَى بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَالَتِهَا وَقَالَ :الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ وَقَالَ لِعَلِيٍّ :أَنْتَ مِنِّي، وَأَنَا مِنْكَ وَقَالَ: لِجَعْفَرٍ :أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي وَقَالَ لِزَيْدٍ :يَا زَيْدُ أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا(۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: جب ہم مکہ مکرمہ سے جانے لگے تو حضرت حمزہ کی صاحبزادی نے آواز دی: اے چچا! اے چچا! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو لے لیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا اس کو لیجیے، یہ آپ کے چچا کی بیٹی ہے۔ اس لڑکی کو لینے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ میں تنازع ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میرے چچا کی بیٹی ہے، اس لیے میں اس کا زیادہ حقدار ہوں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میرے بھی چچا کی بیٹی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی خالہ میری زوجہ ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میرے (مواخاتی) بھائی کی بیٹی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ اسے خالہ کو دے دیا جائے۔ کیونکہ خالہ ماں کی طرح ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا: تم صورت اور سیرت میں میرے مشابہ ہو اور حضرت زید کے لیے فرمایا: اے زید! تم ہمارے بھائی اور مولیٰ ہو۔

۱۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی:۸۴۰۱، ۸۴۵۵ ii۔بخاری:۲۶۹۹، ۴۲۵۱ iii۔مصنف عبدالرزاق:۴۸۴۵
iv۔ مصنف ابن ابی شیبۃ:۳۲۰۸۱ v۔دلائل النبوۃ للبیہقی، ج۴، ص۳۳۸ vi۔السنن الکبریٰ للبیہقی:۱۵۷۶۸، ۱۵۷۷۰، ۱۵۷۷۵
vii۔شرح السنۃ:۳۹۳۶

۲۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی:۸۴۰۲، ۸۴۵۷ ii۔احمد:۷۷۰، ۹۳۱، ۸۵۷، ۹۳۱
iii۔تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار:۲۳۱۸، ۲۳۲۱ iv۔المستدرک للحاکم:۴۶۷۲
v۔مشکوۃ:۳۳۷۷ vi۔السنن الکبریٰ للبیہقی:۲۱۰۲۷

۲۳-ذِكْرُ قَوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلِيٌّ كَنَفْسِي

آپ ﷺ کا فرمان: علی رضی اللہ عنہ میری جان کی طرح ہے

۷۲-۸۴۵۷: أَخْبَرَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا الْأَحْوَصُ بْنُ جَوَّابٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ يُثَيْعٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيَنْتَهِيَنَّ بَنُو وَلِيعَةَ أَوْ لَأَبْعَثَنَّ إِلَيْهِمْ رَجُلًا كَنَفْسِي يُنْفِذُ فِيهِمْ أَمْرِي، فَيَقْتُلَ الْمُقَاتِلَةَ وَيَسْبِيَ الذُّرِّيَّةَ فَمَا رَاعَنِي إِلَّا وَكَفُّ عُمَرَ فِي حُجْزَتِي مِنْ خَلْفِي مَنْ يَعْنِي؟ فَقُلْتُ: مَا إِيَّاكَ يَعْنِي، وَلَا صَاحِبَكَ قَالَ: فَمَنْ يَعْنِي؟ قَالَ: خَاصِفُ النَّعْلِ قَالَ: وَعَلِيٌّ يَخْصِفُ نَعْلًا (۱)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنوولیعہ کو چاہیے باز آ جائیں، وگرنہ میں ان پر ایسے شخص کو بھیجوں گا، جو میری جان کی طرح ہے، وہ ان پر میرا حکم نافذ کرے گا، جنگجوؤں سے جنگ کرے گا اور ان کی اولادوں کو غلام بنائے گا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اسی وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیچھے سے میرا دامن پکڑا اور پوچھا: اس سے مراد کون ہے؟ میں نے کہا: اس سے مراد نہ آپ ہیں اور نہ ہی میں ہوں۔ انہوں نے کہا: پھر کون مراد ہے؟ میں نے کہا: اس سے مراد جوتے درست کرنے والا ہے۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ جوتے مرمت فرما رہے تھے۔

۲۴-ذِكْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْتَ صَفِيِّي وَأَمِينِي

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد: علی رضی اللہ عنہ میرے صفی اور امین ہیں

۷۳(۸۴۵۸): أَخْبَرَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، وَأَبُو مَرْوَانَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ نَافِعِ بْنِ عُجَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا أَنْتَ يَا عَلِيُّ فَصَفِيِّي وَأَمِينِي (۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! تم میرے صفی اور امین ہو۔

۱۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۰۳، ۸۴۵۷ ii۔ فضائل الصحابۃ: ۹۶۶، ۱۰۰۸ iii۔ مصنف عبد الرزاق: ۲۰۵۵۷
iv۔ مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۲۰۷۷، ۳۲۰۸۳ v۔ مسند البزار: ۱۰۵۰ vi۔ مسند ابی یعلی: ۸۵۶
vii۔ مجمع الزوائد: ۱۴۷۶۶، ۱۴۹۶۰ viii۔ کشف الاستار: ۲۶۱۸ ix۔ الریاض النضرۃ، ج ۴، ص ۱۰۳
x۔ ازالۃ الخفاء، ج ۴، ص ۴۲۵

۲۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۰۳، ۸۴۵۸ ii۔ کتاب السنۃ لابن ابی عاصم: ۱۳۳۰
iii۔ تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار: ۲۳۲۱ iv۔ مسند البزار: ۸۹۱ v۔ جمع الجوامع: ۵۷۲۳

۲۵۔ذِکْرُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :لَا یُؤَدِّی عَنِّی إِلَّا أَنَا أَوْ عَلِیٌّ

نبی کریم ﷺ کا فرمان: میری ذمہ داری میں یا علی ہی ادا کریں گے

۷۴(۸۴۵۹):أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَیْمَانَ قَالَ :حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ آدَمَ قَالَ :حَدَّثَنَا إِسْرَائِیلُ، عَنْ أَبِی إِسْحَاقَ، عَنْ حُبْشِیِّ بْنِ جُنَادَةَ السَّلُولِیِّ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :عَلِیٌّ مِنِّی، وَأَنَا مِنْهُ وَلَا یُؤَدِّی عَنِّی إِلَّا أَنَا أَوْ عَلِیٌّ (۱)

حضرت حبشی بن جنادہ سلولی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں۔ میری ذمہ داری میں خود ادا کروں گا یا حضرت علی رضی اللہ عنہ ادا کریں گے۔

۲۶۔ذِکْرُ تَوْجِیهِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِبَرَاءَةَ مَعَ عَلِیٍّ

نبی کریم ﷺ کی توجیہ: سورہ براءۃ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ

۷۵(۸۴۶۰):أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ :حَدَّثَنَا عَفَّانُ وَعَبْدُ الصَّمَدِ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ :بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِبَرَاءَةَ مَعَ أَبِی بَکْرٍ، ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ :لَا یَنْبَغِی أَنْ یُبَلِّغَ هَذَا إِلَّا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِی فَدَعَا عَلِیًّا فَأَعْطَاهُ إِیَّاهُ (۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سورۃ براءۃ دے کر روانہ کیا، پھر آپ ﷺ نے واپس بلوایا اور فرمایا: اس کام کو میرے اہل بیت کے علاوہ کسی کا سرانجام دینا مناسب نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سورۃ براءت دے کر روانہ فرمایا۔

۷۶(۸۴۶۱):أَخْبَرَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو نُوحٍ وَاسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ غَزْوَانَ قُرَادٌ، عَنْ یُونُسَ بْنِ أَبِی إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِی إِسْحَاقَ، عَنْ زَیْدِ بْنِ یُثَیْعٍ، عَنْ عَلِیٍّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "بَعَثَ بِبَرَاءَةَ إِلَی أَهْلِ مَکَّةَ مَعَ أَبِی بَکْرٍ ثُمَّ أَتْبَعَهُ بِعَلِیٍّ فَقَالَ لَهُ :خُذِ الْکِتَابَ فَامْضِ بِهِ إِلَی أَهْلِ مَکَّةَ قَالَ :فَلَحِقْتُهُ فَأَخَذْتُ الْکِتَابَ مِنْهُ فَانْصَرَفَ أَبُو بَکْرٍ، وَهُوَ کَئِیبٌ فَقَالَ :یَا رَسُولَ اللهِ أُنْزِلَ فِیَّ شَیْءٌ؟ قَالَ :لَا إِنِّی أُمِرْتُ أَنْ أُبَلِّغَهُ أَنَا أَوْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَیْتِی (۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سورۃ براءۃ دے کر اہل مکہ کی طرف بھیجا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے پیچھے بھیجا اور کہا، تم ان سے لکھا ہوا سورۃ لے لو اور اہل مکہ کی طرف چلے جاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے وہ سورۃ لکھا ہوا لے لی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غمگین حالت میں واپس آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا میرے بارے میں کوئی شئے نازل ہوئی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، بلکہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں اس کو خود پہنچاؤں یا میرے اہل بیت میں سے کوئی شخص پہنچائے۔

۱۔ i۔السنن الکبری للنسائی:۸۴۰۵،۸۴۵۹ ii۔مسند ابن ابی شیبة:۸۴۴ iii۔مختصر تاریخ دمشق، ج۱۸،ص۵،۶،۷

۲۔ i۔السنن الکبری للنسائی:۸۴۰۶،۸۴۶۰ ii۔ترمذی:۳۰۹۰ iii۔مسند احمد:۱۳۲۴۶،۱۴۰۶۴ iv۔فضائل الصحابة:۹۴۶،۱۰۹۰ v۔مصنف ابن ابی شیبة:۳۲۱۲۶ vi۔مختصر تاریخ دمشق، ج۱۸،ص۶

۳۔ i۔السنن الکبری للنسائی:۸۴۰۷،۸۴۶ ii۔احمد:۴،۱۲۹۷ iii۔فضائل الصحابة:۱۲۰۳ iv۔مسند ابی یعلی:۹۹ v۔السیرۃ النبویة لابن اسحاق،ص۶۲۳ vi۔مجمع الزوائد:۱۱۰۳۹ vii۔الریاض النضرۃ، ج۴،ص۱۱۴

۷۷(۸۴۶۲) أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ، عَنْ فِطْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَرِيكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رُقَيْمٍ، عَنْ سَعْدٍ قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ بِبَرَاءَةَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِبَعْضِ الطَّرِيقِ أَرْسَلَ عَلِيًّا فَأَخَذَهَا مِنْهُ ثُمَّ سَارَ بِهَا، فَوَجَدَ أَبُو بَكْرٍ فِي نَفْسِهِ فَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُ لَا يُؤَدِّي عَنِّي إِلَّا أَنَا أَوْ رَجُلٌ مِنِّي (۱)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سورۃ براءۃ دے کر روانہ فرمایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے بھیجا، انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے وہ لے لی اور چل پڑے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے ناپسند کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو میں ہی ادا کروں گا یا میرے گھرانے کا کوئی شخص ادا کرے گا۔

۷۸(۸۴۶۳) أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى أَبِي قُرَّةَ مُوسَى بْنِ طَارِقٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَجَعَ مِنْ عُمْرَةِ الْجِعْرَانَةِ بَعَثَ أَبَا بَكْرٍ عَلَى الْحَجِّ، فَأَقْبَلْنَا مَعَهُ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْعَرْجِ ثُوِّبَ بِالصُّبْحِ، ثُمَّ اسْتَوَى لِيُكَبِّرَ، فَسَمِعَ الرَّغْوَةَ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَوَقَفَ عَنِ التَّكْبِيرِ، فَقَالَ: "هَذِهِ رَغْوَةُ نَاقَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. لَقَدْ بَدَا لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَجِّ، فَلَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنُصَلِّيَ مَعَهُ، فَإِذَا عَلِيٌّ عَلَيْهَا، فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ: أَمِيرٌ أَمْ رَسُولٌ؟ فَقَالَ: لَا بَلْ رَسُولٌ أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَرَاءَةَ أَقْرَؤُهَا عَلَى النَّاسِ فِي مَوَاقِفِ الْحَجِّ، فَقَدِمْنَا مَكَّةَ فَلَمَّا كَانَ قَبْلَ التَّرْوِيَةِ بِيَوْمٍ قَامَ أَبُو بَكْرٍ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَدَّثَهُمْ عَنْ مَنَاسِكِهِمْ، حَتَّى إِذَا فَرَغَ قَامَ عَلِيٌّ فَقَرَأَ عَلَى النَّاسِ بَرَاءَةَ حَتَّى خَتَمَهَا ثُمَّ خَرَجْنَا مَعَهُ حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ قَامَ أَبُو بَكْرٍ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَدَّثَهُمْ عَنْ مَنَاسِكِهِمْ، حَتَّى إِذَا فَرَغَ قَامَ عَلِيٌّ فَقَرَأَ عَلَى النَّاسِ سُورَةَ بَرَاءَةَ حَتَّى خَتَمَهَا ثُمَّ كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ، فَأَفَضْنَا فَلَمَّا رَجَعَ أَبُو بَكْرٍ خَطَبَ النَّاسَ، فَحَدَّثَهُمْ عَنْ إِفَاضَتِهِمْ، وَعَنْ نَحْرِهِمْ، وَعَنْ مَنَاسِكِهِمْ، فَلَمَّا فَرَغَ قَامَ عَلِيٌّ فَقَرَأَ عَلَى النَّاسِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرہ جعرانہ سے واپس تشریف لائے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر روانہ فرمایا، ہم تمام ان کے ساتھ تھے، جب ہم مقام عرج پر پہنچے، تو نماز صبح کے لئے اعلان کیا گیا اور تکبیر کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تیار کھڑے ہوئے، انہوں نے پیچھے سے اونٹنی کے بلبلانے کی آواز سنی، تو وہ تکبیر سے رک گئے اور فرمایا: یہ بلبلانے کی آواز تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی ہے، شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج کے بارے میں کوئی حکم پہنچا ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تو ہم نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں پڑھیں گے۔ دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اونٹنی پر سوار تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ امیر ہیں یا قصد ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: امیر نہیں، قاصد ہوں۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ براءۃ دے کر بھیجا ہے تا کہ میں اسے حج کے موقع پر لوگوں کے سامنے پڑھوں۔ حضرت جابر کہتے ہیں۔ ہم مکہ مکرمہ پہنچے یوم ترویہ سے ایک دن پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور لوگوں کو حج کے مناسک سکھلائے۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فارغ ہو گئے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور سورۃ براءۃ مکمل تلاوت

۱۔ السنن الکبری للنسائی: ۸۴۰۸، ۸۴۶۲

بَرَاءَةً حَتّٰی خَتَمَهَا فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ النَّفْرِ الْأَوَّلِ قَامَ أَبُو بَكْرٍ فَخَطَبَ النَّاسَ، فَحَدَّثَهُمْ كَيْفَ يَنْفِرُونَ وَكَيْفَ يَرْمُونَ فَعَلَّمَهُمْ مَنَاسِكَهُمْ، فَلَمَّا فَرَغَ قَامَ عَلِيٌّ، فَقَرَأَ عَلَى النَّاسِ بَرَاءَةً حَتّٰی خَتَمَهَا (۱)"

فرمائی۔ پھر ہم نکلے اور عرفہ کے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ دیا، انہوں نے مناسک حج کے بارے میں گفتگو کی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ فارغ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر سورۃ براۃ کی تلاوت مکمل کی۔ پھر قربانی کا دن آیا، تو ہم سب نے قربانی کی۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ واپس آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور آپ نے قربانی کے فوائد و مسائل بیان فرمائے، جب آپ رضی اللہ عنہ فارغ ہوئے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر پوری سورۃ براءۃ پڑھ کر سنائی۔ جب رمی کا پہلا دن آیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا اور واپسی اور پتھر پھینکنے کے مسائل پر گفتگو کی اور اس کے طور طریقے سکھلائے، جب فارغ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر مکمل سورۃ براءۃ پڑھ کر سنائی۔

۲۷۔بَابٌ قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كُنْتُ وَلِيَّهُ فَعَلِيٌّ وَلِيُّهُ

نبی کریم کا فرمان: جس کا میں ولی ہوں، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے ولی ہیں

۷۹(۸۴۶۴): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: لَمَّا رَجَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، وَنَزَلَ غَدِيرَ خُمٍّ أَمَرَ بِدَوْحَاتٍ فَقُمِمْنَ ثُمَّ قَالَ " : كَأَنِّي قَدْ دُعِيتُ، فَأَجَبْتُ، إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ: كِتَابُ اللهِ وَعِتْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي، فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخْلُفُونِي فِيهِمَا، فَإِنَّهُمَا لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتّٰی يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ "ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللهَ مَوْلَايَ، وَأَنَا وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ فَقَالَ: مَنْ كُنْتُ وَلِيَّهُ فَهٰذَا وَلِيُّهُ اللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ فَقُلْتُ لِزَيْدٍ: سَمِعْتَهُ مِنْ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے جب واپس لوٹے، تو غدیر خم کے مقام پر رکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے خیمے لگا دیئے گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے بلایا گیا ہے اور میں نے بلاوے کو قبول کر لیا ہے۔ بے شک میں تم میں دو مضبوط چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جو دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب اور دوسری میری اولاد و اہل بیت۔ پس تم غور و فکر کرو کہ تم ان دونوں کی کیسی پیروی کرو گے۔ یہ دونوں جدا نہیں ہوں گی، یہاں تک حوض (کوثر) پر میرے پاس آئیں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ میرا مولیٰ ہے اور میں ہر ایمان والے کا ولی ہوں۔

۱۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۶۳، ۳۹۸۷، ۸۴۰۹ ii۔سنن الدارمی: ۱۹۱۵ iii۔ابن خزیمہ: ۲۹۷۴
iv۔ابن حبان: ۶۶۱۱ v۔دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۵ ص ۲۹۷، ۲۹۸

رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: مَا كَانَ فِي الدَّوْحَاتِ أَحَدٌ إِلَّا رَآهُ بِعَيْنَيْهِ وَسَمِعَهُ بِأُذُنَيْهِ(۱)

پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: جس کا میں ولی ہوں، اس اس کا یہ ولی ہے۔ اے اللہ تعالیٰ! تو اس کے دوست کا دوست ہو جا اور جو اس سے دشمنی کرے تو اس کا دشمن ہو جا۔ حضرت ابو طفیل کہتے ہیں: میں نے حضرت زید بن ارقم سے پوچھا: کیا آپ رضی اللہ عنہ نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے انہوں نے فرمایا: ہر وہ شخص جو خیموں میں موجود تھا، اس نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا اور کانوں سے یہ الفاظ سنے تھے۔

۸۰(۸۴۶۵) أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْنَا عَلِيًّا فَلَمَّا رَجَعْنَا سَأَلَنَا: كَيْفَ رَأَيْتُمْ صُحْبَةَ صَاحِبِكُمْ؟ فَإِمَّا شَكَوْتُهُ أَنَا وَإِمَّا شَكَاهُ غَيْرِي، فَرَفَعْتُ رَأْسِي وَكُنْتُ رَجُلًا مِكْبَابًا فَإِذَا بِوَجْهِ رَسُوْلِ اللهِ قَدِ احْمَرَّ فَقَالَ: مَنْ كُنْتُ وَلِيَّهُ فَعَلِيٌّ وَلِيُّهُ(۲)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جہاد کے لئے بھیجا اور ہمارا امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ جب ہم واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تم نے اپنے امیر کو کیسے پایا؟ میں نے یا میرے کسی ساتھی نے شکوہ کیا۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا کیونکہ میں سر جھکا کر سامنے بات کرتا تھا) تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور سرخ تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: جس کا میں ولی ہوں، اس کا علی رضی اللہ عنہ ولی ہے۔

۸۱(۸۴۶۶) أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي غَنِيَّةَ عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي بُرَيْدَةُ قَالَ: بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ عَلِيٍّ إِلَى الْيَمَنِ، فَرَأَيْتُ مِنْهُ جَفْوَةً فَلَمَّا رَجَعْتُ شَكَوْتُهُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَيَّ وَقَالَ: يَا بُرَيْدَةُ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ(۳)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم ﷺ نے مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن بھیجا، میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جفا محسوس کی۔ واپس آ کر میں نے رسول اللہ سے شکوہ کیا۔ آپ ﷺ نے میری طرف سر مبارک اٹھاتے ہوئے فرمایا: اے بریدہ! جس کا میں مولیٰ ہوں، اس کے علی رضی اللہ عنہ مولیٰ ہیں۔

۱۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۰۹۲، ۸۴۱۰، ۸۱۴۸، ۸۴۶۴، احمد: ۹۵۰، ۱۹۵۱۷، فضائل الصحابہ: ۹۹۱، ۹۹۲، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۴۲، ترمذی: ۳۷۱۳، زوائد عبداللہ بن احمد بن حنبل: ۱۹۷، کتاب السنۃ لابن ابی عاصم: ۱۳۵۴ تا ۱۳۷۶، مسند البزار: ۷۸۶، ابن حبان: ۶۸۹۲، ۶۹۳۱، المستدرک للحاکم: ۴۶۳۳، ۴۶۳۴، المعجم الکبیر للطبرانی: ۴۲۲۹، المعجم الصغیر للطبرانی: ۱۷۵، ۱۹۱، جزء فیہ بانتقاء ابوبکر بن مردویہ من حدیث المطیر انی لاھل البصرۃ: ۱۰۵، کتاب التوحید لابن خزیمۃ، ج ۱، ص ۴۷، کتاب الضعفاء للعقیلی، ج ۳، ص ۹۸۹، مختصر تاریخ دمشق ج ۱۷، ص ۳۴۸، قطف الازھار المتناثرۃ فی الحدیث التواتر وللسیوطی، ص ۲۷۷۔

۲۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۰۸۸، ۸۰۸۹، ۸۰۹۲، ۸۴۱۱، ۸۱۴۴، ۸۴۶۵ ii۔ احمد: ۲۳۳۳۹، ۲۳۴۱۶، ۲۳۴۴۵
iii۔ فضائل الصحابہ: ۹۴۷، ۱۱۶۷ iv۔ مسند البزار: ۴۳۵۲، ۴۳۵۲، ۴۳۵۴
v۔ کتاب السنۃ لابن ابی عاصم: ۱۳۵۴

۳۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۰۸۹، ۸۴۱۲، ۸۱۴۵، ۸۴۶۶ ii۔ فضائل الصحابۃ: ۹۸۹ iii۔ المستدرک للحاکم: ۴۶۳۵
iv۔ مسند البزار، ج ۱۰، ص ۴۳۵۲ v۔ مختصر زوائد البزار: ۱۹۱۰ vi۔ اتحاف الخیرۃ المھرۃ: ۶۶۸۵

۸۲(۸۴۶۷):أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي غَنِيَّةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عَلِيٍّ إِلَى الْيَمَنِ، فَرَأَيْتُ مِنْهُ جَفْوَةً فَقَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ عَلِيًّا فَتَنَقَّصْتُهُ فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَغَيَّرُ وَجْهُهُ وَقَالَ: يَا بُرَيْدَةُ أَلَسْتُ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ؟ قُلْتُ: بَلَى، يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ(۱)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن گیا، میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے زیادتی محسوس کی۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور متغیر ہوگیا اور فرمایا: اے بریدہ کیا میں مومنوں سے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب نہیں ہوں؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولیٰ ہوں، اس کا علی رضی اللہ عنہ مولیٰ ہے۔

۸۳(۸۴۶۸):أَخْبَرَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ أَيْمَنَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ سَعْدًا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ(۲)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولیٰ ہوں، اس کا علی رضی اللہ عنہ مولیٰ ہے۔

۸۴(۸۴۶۹):أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ عَوْفٍ، عَنْ مَيْمُونٍ أَبِي عَبْدِ اللهِ قَالَ: زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: أَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ أَنِّي أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ؟ قَالُوا: بَلَى، نَحْنُ نَشْهَدُ لَأَنْتَ أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ قَالَ: فَإِنِّي مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهَذَا مَوْلَاهُ أَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ(۳)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مومن کے لیے اس کی جان سے بھی زیادہ قریب ہوں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں، ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مومن کے لیے اس کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: بے شک جس کا میں مولیٰ ہوں، یہ بھی اس کے مولیٰ ہیں۔

۱۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی:۸۰۸۹،۸۴۱۳،۸۱۴۵،۸۴۶۷ ii۔احمد:۲۳۳۳۳ iii۔فضائل الصحابۃ:۹۸۹
iv۔الآحاد والمثانی:۲۳۵۷ v۔مختصر تاریخ دمشق، ج۱۷،ص۳۴۸ vi۔جمع الجوامع:۹۷۵۹۔

۲۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی:۸۴۱۴،۸۴۶۸ ii۔کتاب السنۃ لابن ابی عاصم:۱۳۵۹

۳۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی:۸۴۱۵،۸۴۶۹ ii۔احمد:۱۹۵۴۰،۱۹۵۴۳ iii۔البحر الزخار:۴۲۹۸،۴۳۲۷
iv۔المعجم الکبیر، ج۵،ص۲۰۲ v۔کتاب السنۃ لابن ابی عاصم:۱۳۶۲

۸۵(۸۴۷۰):أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ النَّيْسَابُورِيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ الْأَوْدِيُّ قَالَا :حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى قَالَ :أَخْبَرَنِي هَانِءُ بْنُ أَيُّوبَ عَنْ طَلْحَةَ الْأَيَامِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمِيرَةُ بْنُ سَعْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيًّا وَهُوَ يَنْشُدُ فِي الرَّحْبَةِ مَنْ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، فَقَامَ بِضْعَةَ عَشَرَ فَشَهِدُوا(۱)

حضرت عمیرہ بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک بڑے میدان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمان کس کس نے سنا ہے، جس کا میں مولی ہوں، علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے مولی ہیں، تقریباً اس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی گواہی دی۔

۸۶(۸۴۷۱):أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ :حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ :سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ: قَامَ خَمْسَةٌ أَوْ سِتَّةٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَهِدُوا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ(۲)

حضرت سعید بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا، تو پانچ یا چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولی ہوں، علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے مولی ہیں۔

۸۷(۸۴۷۲):أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ :حَدَّثَنَا خَلَفٌ قَالَ :حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ :حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ وَهْبٍ أَنَّهُ قَامَ مِمَّا يَلِيهِ سِتَّةٌ وَقَالَ زَيْدُ بْنُ يُثَيْعٍ :وَقَامَ مِمَّا يَلِينِي سِتَّةٌ فَشَهِدُوا أَنَّهُمْ سَمِعُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَإِنَّ عَلِيًّا مَوْلَاهُ(۳)

حضرت سعید بن وہب رحمہ اللہ اور حضرت زید بن یثیع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میرے پاس سے چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے گواہی دی، کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: جس کا میں مولی ہوں، بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے مولی ہیں۔

۸۸(۸۴۷۳):أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ :حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ أَبَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ زَيْدِ بْنِ يُثَيْعٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ عَلَى مِنْبَرِ الْكُوفَةِ :إِنِّي مُنْشِدٌ اللهَ رَجُلًا، وَلَا أَنْشُدُ إِلَّا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَنْ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ "يَوْمَ غَدِيرِ خُمٍّ :مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ؟

حضرت زید بن یثیع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسجد کوفہ میں منبر پر اعلان کیا: میں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ کوئی دوسرا شخص گواہی نہ دے: کس کس نے غدیر خم کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا: جس کا میں مولی ہوں، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے مولی ہیں۔ اے اللہ تعالی جو اس سے محبت کرے، تو بھی اس پر نظر کرم فرما۔

۱۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی:۸۴۱۶، ۸۴۷۰ ii۔المعجم الاوسط، ج۲ص ۵۷۶، ۹۱۸۷ iii۔المعجم الصغیر:۱۷۵ iv۔مجمع الزوائد:۱۴۶۳۴

۲۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی:۸۴۱۷، ۸۴۷۱ ii۔احمد:۲۳۳۹۵ iii۔البدایۃ والنھایۃ، ج۵ص ۴۶۲

۳۔ السنن الکبریٰ للنسائی:۸۴۱۸، ۸۴۷۲

فَقَامَ سِتَّةٌ مِنْ جَانِبِ الْمِنْبَرِ، وَسِتَّةٌ مِنَ الْجَانِبِ الْآخَرِ، فَشَهِدُوا أَنَّهُمْ سَمِعُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذٰلِكَ "قَالَ شَرِيكٌ: فَقُلْتُ لِأَبِي إِسْحَاقَ :هَلْ سَمِعْتَ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يُحَدِّثُ بِهٰذَا عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ :نَعَمْ (۱)

جو اس سے دشمنی کرے، تو اس کا دشمن ہو جا، چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے منبر کی جانب سے اور چھ نے دوسری جانب سے کھڑے ہو کر گواہی دی کہ انہوں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

نقد حدیث: حضرت شریک کہتے ہیں: میں نے ابو اسحاق رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ نے یہ حدیث مبارک براء بن عازب از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنی ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں

نقد سند: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عمران بن ابان حدیث بیان کرنے میں ثقہ نہیں ہے۔

۲۸۔ ذِكْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :عَلِيٌّ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِي

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: میرے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر مومن کے ولی ہیں۔

۸۹ (۸۴۷۴): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ :حَدَّثَنِي جَعْفَرٌ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ عَنْ يَزِيدَ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ :بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشًا وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَمَضَى فِي السَّرِيَّةِ فَأَصَابَ جَارِيَةً فَأَنْكَرُوا عَلَيْهِ وَتَعَاقَدُوا أَرْبَعَةٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِذَا لَقِينَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرْنَاهُ بِمَا صَنَعَ، وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ إِذَا رَجَعُوا مِنَ السَّفَرِ بَدَءُوا بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمُوا عَلَيْهِ ثُمَّ انْصَرَفُوا إِلَى رِحَالِهِمْ، فَلَمَّا قَدِمَتِ السَّرِيَّةُ سَلَّمُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ أَحَدُ الْأَرْبَعَةِ فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللهِ أَلَمْ تَرَ إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ صَنَعَ كَذَا وَكَذَا؟ فَأَعْرَضَ عَنْهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَامَ يَعْنِي الثَّانِي، فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ الثَّالِثُ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ ثُمَّ قَامَ الرَّابِعُ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالُوا، فَأَقْبَلَ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالْغَضَبُ فِي وَجْهِهِ فَقَالَ :مَا تُرِيدُونَ مِنْ عَلِيٍّ؟ إِنَّ عَلِيًّا مِنِّي، وَأَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ بَعْدِي (۲)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زیر امارت لشکر بھیجا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زیر امارت جہاد ہوا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک باندی سے مباشرت فرمائی، باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ بات ناگوار گذری۔ چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں طے کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع کریں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب بھی سفر سے واپس لوٹتے، تو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دیتے تھے اور پھر اپنے گھروں کو جاتے تھے۔ جب اس لشکر کے لوگ واپس آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام کے لیے حاضر ہوئے، ان چاروں میں سے ایک نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس اس طرح کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سے چہرہ انور پھیر لیا۔ پھر دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر وہی بات دہرائی، پھر تیسرے اور چوتھے صحابی رضی اللہ عنہ نے بھی وہی بات دہرائی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متغیر چہرہ انور کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمہارا کیا ارادہ ہے؟ بے شک علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر ایمان والے کا ولی ہے۔

۱۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۱۹، ۸۴۷۳ ii۔ البحر الزخار: ۴۲۹۹ iii۔ الاحادیث المختارۃ: ۴۸۰

۲۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۲۰، ۸۴۷۴ ii۔ البدایۃ النھایۃ، ج ۷، ص ۵۷۱

۲۹۔ ذِكْرُ قَوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : عَلِيٌّ وَلِيُّكُمْ بَعْدِي

آپ ﷺ کا فرمان: میرے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ تمہارا ولی ہے

۹۰ (۸۴۷۵) أَخْبَرَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنِ ابْنِ فُضَيْلٍ، عَنِ الْأَجْلَحِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ مَعَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، وَبَعَثَ عَلِيًّا عَلَى جَيْشٍ آخَرَ، وَقَالَ : إِنِ الْتَقَيْتُمَا فَعَلِيٌّ عَلَى النَّاسِ، وَإِنْ تَفَرَّقْتُمَا فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْكُمَا عَلَى جُنْدِهِ فَلَقِينَا بَنِي زَيْدٍ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ، وَظَهَرَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ فَقَتَلْنَا الْمُقَاتِلَةَ وَسَبَيْنَا الذُّرِّيَّةَ فَاصْطَفَى عَلِيٌّ جَارِيَةً لِنَفْسِهِ مِنَ السَّبْيِ، فَكَتَبَ بِذَلِكَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَمَرَنِي أَنْ أَنَالَ مِنْهُ " قَالَ : فَدَفَعْتُ الْكِتَابَ إِلَيْهِ وَنِلْتُ مِنْ عَلِيٍّ، فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ : هَذَا مَكَانُ الْعَائِذِ، بَعَثْتَنِي مَعَ رَجُلٍ وَأَمَرْتَنِي بِطَاعَتِهِ فَبَلَّغْتُ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا تَقَعَنَّ يَا بُرَيْدَةُ فِي عَلِيٍّ، فَإِنَّ عَلِيًّا مِنِّي، وَأَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّكُمْ بَعْدِي (۱)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں یمن بھیجا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک دوسرے لشکر کا امیر بنا کر روانہ کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر دونوں لشکر اکٹھے ہو جائیں، تو امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں گے اور اگر علیحدہ علیحدہ رہیں تو دونوں اپنے اپنے لشکر کے امیر ہوں گے۔ دونوں لشکر یمن میں مقام زبید پر اکٹھے ہو گئے، مسلمانوں نے زبردست لڑائی کے بعد مشرکین پر فتح حاصل کی، اور بہت سارے مشرکین کو قیدی بنالیا۔ قیدیوں میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک باندی کو اپنے لیے پسند فرمایا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس صورت حال کو لکھ کر نبی کریم ﷺ کی طرف بھیجا اور مجھے قاصد بنایا۔ میں نے وہ خط آپ ﷺ کو دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور متغیر ہو گیا۔ میں نے عرض کیا۔ یہ مقام پناہ ہے۔ آپ ﷺ نے مجھے ایک آدمی کے ماتحت بھیجا اور اس کی اطاعت حکم دیا۔ میں نے آپ ﷺ کو وہی پہنچایا، جس کے ساتھ اس نے مجھے بھیجا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بریدہ! حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلط فہمی کا شکار نہ ہو، بلاشبہ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور علی رضی اللہ عنہ میرے بعد تمہارے ولی ہیں۔

۱۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۲۱، ۸۴۷۵ ii۔ احمد: ۲۳۴۰۰ iii۔ فضائل الصحابۃ: ۱۱۷۵
iv۔ البحر الزخار: ۴۳۹۱ v۔ کشف الاستار عن زوائد البزار، ج ۳، ص ۲۰۰
vi۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۵۷۰

۳۰۔ذِكْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِي

نبی کریم ﷺ کا فرمان: جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا، اس نے مجھے برا بھلا کہا

۹۱(۸۴۷۶):أَخْبَرَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ :حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ قَالَ :حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْجَدَلِيِّ قَالَ :دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ :أَيُسَبُّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيكُمْ؟ فَقُلْتُ :سُبْحَانَ اللهِ أَوْ مَعَاذَ اللهِ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِي(۱)

حضرت ابوعبداللہ جدلی فرماتے ہیں: میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا، آپ رضی اللہ عنہا نے پوچھا، کیا تمہاری مجلسوں میں کوئی رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہتا ہے؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ پاک ہے یا اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ انہوں نے فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا، اس نے مجھے برا بھلا کہا۔

۹۲(۸۴۷۷):أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ وَاصِلِ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، عَنْ شَقِيقِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللهِ قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَالِدِ بْنِ عُرْفُطَةَ قَالَ :رَأَيْتُ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ بِالْمَدِينَةِ فَقَالَ :ذُكِرَ أَنَّكُمْ تَسُبُّونَ عَلِيًّا قُلْتُ :قَدْ فَعَلْنَا قَالَ :لَعَلَّكَ سَبَبْتَهُ؟ قُلْتُ :مَعَاذَ اللهِ قَالَ :لَا تَسُبَّهُ فَإِنْ وُضِعَ الْمِنْشَارُ عَلَى مَفْرِقِي عَلَى أَنْ أَسُبَّ عَلِيًّا مَا سَبَبْتُهُ بَعْدَمَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا سَمِعْتُ(۲)

حضرت ابوبکر بن خالد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں ملا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: بتایا گیا ہے کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتے ہو۔ میں نے جواب دیا: ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔ انہوں نے پوچھا: شاید تم بھی ایسا ہی کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ انہوں نے فرمایا: تم ہرگز برا بھلا نہ کہنا اور اگر آدمی میرے سر کے درمیان کاٹنے کے لئے رکھ دی جائے، میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا نہیں کہوں گا، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے جو سنا ہوا ہے، اس کے بعد ایسا نہیں کر سکتا۔

۱۔ السنن الکبریٰ للنسائی:۸۴۲۲،۸۴۷۶، احمد:۲۶۷۴۸، فضائل الصحابۃ:۱۰۱۱، المستدرک للحاکم:۴۶۷۳،۴۶۷۴،۴۶۷۶،۴۶۷۷، شرف المصطفیٰ، ج۵،ص۵۰۲، اتحاف الخیرۃ المھرۃ:۶۶۷۰، مجمع الزوائد:۱۴۷۴۰، تاریخ دمشق لابن عساکر، ج۴۲،ص۲۶۶، مختصر تاریخ دمشق، ج۱۷،ص۳۶۶، الریاض النضرۃ، ج۴،ص۱۰۶، سیر اعلام النبلاء للذہبی (سیرت) ص۶۲۴، البدایۃ والنہایۃ، ج۵،ص۶۹ طبع جدید، ج۷،ص۵۸۴، مشکوۃ:۶۹۲، الجامع الصغیر:۸۷۳۶، ازالۃ الخفاء، ج۴،ص۴۵۰، مناقب علی والحسنین وامھما فاطمۃ الزہراء، ص۳۲، السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی، ج۳،ص۲۸۸۔

۲۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی:۸۴۲۳،۸۴۷۷ ii۔مسند ابی یعلیٰ:۷۷۳ iii۔اتحاف الخیرۃ المھرۃ:۶۶۶۹
iv۔کتاب السنۃ لابن ابی عاصم:۱۳۵۳ v۔مصنف ابن ابی شیبۃ:۳۲۱۱۳ vi۔تاریخ دمشق لابن عساکر، ج۴۲،ص۱۲۴
v۔مختصر تاریخ دمشق، ج۱۸،ص۲۸ vi۔جمع الجوامع:۸۳۴۹ vii۔المقصد العلی فی زوائد مسند ابی یعلی للموصلی:۱۳۳۷
viii۔المطالب العالیۃ:۳۹۶۷

۳۱۔ التَّرْغِيبُ فِي مُوَالَاةِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَالتَّرْهِيبُ فِي مُعَادَاتِهِ

محبت علی کی ترغیب اور دشمنی کی ترہیب

۹۳(۸۴۷۸): أَخْبَرَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ الْمِقْدَامِ قَالَ: حَدَّثَنَا فِطْرُ بْنُ خَلِيفَةَ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، وَأَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا فِطْرٌ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ قَالَ: جَمَعَ عَلِيٌّ النَّاسَ فِي الرَّحْبَةِ فَقَالَ: أَنْشُدُ بِاللهِ كُلَّ امْرِءٍ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَوْمَ غَدِيرِ خُمٍّ مَا سَمِعَ، فَقَامَ أُنَاسٌ فَشَهِدُوا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ غَدِيرِ خُمٍّ: أَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ أَنِّي أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ؟، وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ فَقَالَ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ قَالَ أَبُو الطُّفَيْلِ: فَخَرَجْتُ وَفِي نَفْسِي مِنْهُ شَيْءٌ، فَلَقِيتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ، فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: أَوَمَا تُنْكِرُ؟ أَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّفْظُ لِأَبِي دَاوُدَ(۱)

حضرت عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو میدان میں جمع کیا اور کہا۔ میں اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، وہ لوگ بتائیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غدیر خم کے دن سنا تھا۔ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھڑے ہو کر گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے دن فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ میں اہل ایمان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کھڑے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: جس کا میں مولیٰ ہوں، اس کا علی رضی اللہ عنہ مولیٰ ہے۔ اے اللہ تعالیٰ! تو بھی اس سے محبت کر جو علی رضی اللہ عنہ سے پیار کرے، تو اس سے دشمنی رکھ، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی کرے۔

نقد حدیث: حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں اس مجلس سے آیا، تو میرے دل میں اس فرمان کے بارے میں خلق تھا، میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور بیان کیا، انہوں نے کہا: کیا تم اس بارے میں شک کرتے ہو؟ حالانکہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ یہ الفاظ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔

۹۴(۸۴۷۹): أَخْبَرَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ: حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ يَعْقُوبَ عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ مِسْمَارٍ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ وَعَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ: أَمَّا بَعْدُ أَيُّهَا النَّاسُ، فَإِنِّي وَلِيُّكُمْ قَالُوا: صَدَقْتَ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ فَرَفَعَهَا ثُمَّ قَالَ: هَذَا وَلِيِّي وَالْمُؤَدِّي عَنِّي، وَالِ اللهُ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ(۱)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ میں فرمایا: حمد وثناء کے بعد، اے لوگو! بے شک میں تمہارا مولیٰ ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواباً عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا: یہ میرا دوست ہے اور میری طرف سے ذمہ داری ادا کرنے والا ہے، جو شخص اس سے پیار کرے گا، اللہ تعالیٰ اس سے پیار کرے گا، جو اس سے دشمنی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس سے دشمنی کرے گا۔

۱۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۰۹۲، ۸۴۱۰، ۸۴۲۸، ۸۱۴۸، ۸۴۶۴، ۸۴۷۸، احمد: ۱۳۱۱، مسند ابی یعلی: ۵۶۳، ۶۳۹۲، تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ۶۵۸۶، ۶۴۸۷، ۶۴۹۰، ۶۴۹۱، ۶۴۹۲، ۳۹۴۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۲۰۸۲، ۳۲۰۸۳، ۳۲۱۰۹، اتحاف الخیرۃ المھرۃ، ج ۷، ص ۲۱۱، ۶۶۸۴، ۶۶۹۰، ۶۶۹۱، مختصر زوائد البزار للعسقلانی: ۱۹۵۸، ۳، انتخاب ارتقاء الغرف، ج ۱، ص ۳۴۷

۲۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۴۰، ۸۴۲۵، ۳۸۹۷، ۸۴۷۹

۹۵(۸۴۸۰): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ أَبُو الْجَوْزَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَثْمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ يَعْقُوبَ عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ مِسْمَارٍ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ قَالَتْ: أَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِ عَلِيٍّ، فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: أَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ أَنِّي أَوْلَى بِكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ؟ قَالُوا: نَعَمْ، صَدَقْتَ يَا رَسُولَ اللهِ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ فَرَفَعَهَا فَقَالَ: مَنْ كُنْتُ وَلِيَّهُ فَهَذَا وَلِيُّهُ فَإِنَّ اللهَ يُوَالِي مَنْ وَالَاهُ وَيُعَادِي مَنْ عَادَاهُ(۱)

حضرت عائشہ بنت سعد بیان کرتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر خطبہ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کر کے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ میں تمہارے لیے تمہاری جانوں سے بھی زیادہ قریبی ہوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہاں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا۔ جس کا میں دوست ہوں۔ اس کا یہ بھی دوست ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس سے دوستی کرے گا، جو اس سے دوستی کرے گا اور اس سے دشمنی کرے گا، جو اس سے دشمنی کرے گا۔

۹۶(۸۴۸۱): أَخْبَرَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ مُهَاجِرِ بْنِ مِسْمَارٍ قَالَ: أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ ابْنَةُ سَعْدٍ، عَنْ سَعْدٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِطَرِيقِ مَكَّةَ، وَهُوَ مُوَجِّهٌ إِلَيْهَا فَلَمَّا بَلَغَ غَدِيرَ خُمٍّ وَقَفَ النَّاسَ ثُمَّ رَدَّ مَنْ مَضَى، وَلَحِقَهُ مَنْ تَخَلَّفَ فَلَمَّا اجْتَمَعَ النَّاسُ إِلَيْهِ قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ هَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالُوا: نَعَمْ قَالَ: اللَّهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يَقُولُهَا ثُمَّ قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ وَلِيُّكُمْ؟ قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ ثَلَاثًا ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ، فَأَقَامَهُ ثُمَّ قَالَ: مَنْ كَانَ اللهُ وَرَسُولُهُ وَلِيَّهُ فَهَذَا وَلِيُّهُ اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ(۲)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں مکہ مکرمہ کے راستے میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور مکہ کی طرف تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غدیر خم کے مقام پر پہنچے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روک دیا، جو آگے جا چکے تھے، ان کو واپس بلا لیا اور جو پیچھے رہ گئے تھے، ان کو ساتھ ملا لیا۔ جب تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اکٹھے ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! کیا میں نے تمہیں (خدا کا پیغام) پہنچا دیا؟ تمام نے جواباً کہا: ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ! گواہ ہو جا۔ اے اللہ تعالیٰ! گواہ ہو جا۔ اے اللہ تعالیٰ! گواہ ہو جا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے لوگو! تمہارا ولی کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواباً عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ یہی پوچھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تینوں دفعہ یہی جواباً عرض کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا کیا اور فرمایا۔ جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ولی ہے، اس کا یہ بھی ولی ہے۔ اے اللہ تعالیٰ! تو اس سے محبت کر جو اس سے محبت کرے اور تو اس سے دشمنی کر جو اس سے دشمنی کرے۔

۱۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۲۶، ۸۴۸۰

۲۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۲۷، ۸۴۸۱

۳۲۔ التَّرْغِيبُ فِي حُبِّ عَلِيٍّ، وَذِكْرِ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ أَحَبَّهُ وَدُعَائِهِ عَلَى مَنْ أَبْغَضَه

نبی کریم ﷺ کی محب علی کے لیے دعا اور دشمن کے لیے بددعا

۹۷ (۸۴۸۲): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْجَلِيلِ بْنُ عَطِيَّةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ حَتَّى أَحْبَبْتُ رَجُلًا مِنْ قُرَيْشٍ لَا أُحِبُّهُ إِلَّا عَلَى بُغْضَاءِ عَلِيٍّ، فَبُعِثَ ذَلِكَ الرَّجُلُ عَلَى خَيْلٍ، فَصَحِبْتُهُ وَمَا أَصْحَبُهُ إِلَّا عَلَى بُغْضَاءِ عَلِيٍّ، فَأَصَابَ سَبْيًا فَكَتَبَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبْعَثَ إِلَيْهِ مَنْ يُخَمِّسُهُ فَبَعَثَ إِلَيْنَا عَلِيًّا وَفِي السَّبْيِ وَصِيفَةٌ مِنْ أَفْضَلِ السَّبْيِ، فَلَمَّا خَمَّسَهُ صَارَتِ الْوَصِيفَةُ فِي الْخُمُسِ، ثُمَّ خَمَّسَ فَصَارَتْ فِي أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ خَمَّسَ فَصَارَتْ فِي آلِ عَلِيٍّ، فَأَتَانَا وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ فَقُلْنَا: مَا هَذَا؟ فَقَالَ: أَلَمْ تَرَوْا الْوَصِيفَةَ؟ صَارَتْ فِي الْخُمُسِ، ثُمَّ صَارَتْ فِي أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ صَارَتْ فِي آلِ عَلِيٍّ، فَوَقَعْتُ عَلَيْهَا فَكَتَبَ وَبَعَثَنِي مُصَدِّقًا لِكِتَابِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُصَدِّقًا لِمَا قَالَ عَلِيٌّ: فَجَعَلْتُ أَقُولُ عَلَيْهِ: وَيَقُولُ: صَدَقَ وَأَقُولُ: وَيَقُولُ: صَدَقَ، فَأَمْسَكَ بِيَدِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: أَتُبْغِضُ عَلِيًّا؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ فَقَالَ: لَا تُبْغِضْهُ وَإِنْ كُنْتَ تُحِبُّهُ فَازْدَدْ لَهُ حُبًّا فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَنَصِيبُ آلِ عَلِيٍّ فِي الْخُمُسِ أَفْضَلُ مِنْ وَصِيفَةٍ فَمَا كَانَ أَحَدٌ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ عَلِيٍّ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ: وَاللهِ مَا فِي الْحَدِيثِ بَيْنِي، وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ أَبِي (۱)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے نزدیک حضرت علی بن ابو طالب سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی شخص نہ تھا، یہاں تک کہ ایک قریشی سے میری دوستی صرف اس وجہ سے تھی کہ وہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ناپسند کرتا تھا۔ اس شخص کو نبی کریم ﷺ نے ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا، میں بھی اس کے لشکر میں شامل ہو گیا، اس کی وجہ بھی صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ناپسند کرنا تھی۔ اس جنگ میں کچھ دشمن قیدی ہوئے۔ اس امیر لشکر نے نبی کریم ﷺ کی طرف لکھا، کہ کسی ایسے آدمی کو بھیجیں، جو مال غنیمت تقسیم کر دے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔ ان قیدیوں میں ایک وصیفہ نامی باندی بھی تھی، جو کہ سب سے زیادہ حسین و جمیل تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب تقسیم فرمائی، تو وصیفہ نامی باندی خمس کے طور پر اہل بیت کے حصہ میں آئی۔ پھر جب اہل بیت میں تقسیم ہوئی تو وہ وصیفہ آل علی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ رضی اللہ عنہ کے سر انور سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ ہم نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نے وصیفہ نامی باندی نہیں دیکھی؟ وہ خمس کے طور پر اہل بیت رسول ﷺ کے حصہ میں آئی، پھر اہل بیت سے آل علی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی، میں نے اس سے مباشرت کی ہے۔ قریشی امیر لشکر نے ایک قاصد مکتوب اور مجھے نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجا، مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقرار کے گواہ کے طور پر بھیجا۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو خط پڑھ کر سنانا شروع کیا، تو وہ

۱۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۲۸، ۸۴۸۲، بخاری: ۴۳۵۰، احمد: ۲۳۳۵۵، ۲۳۴۰۰، ۲۳۴۲۳، فضائل الصحابۃ: ۱۱۷۵، ۱۱۷۷، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، المستدرک للحاکم: ۲۶۳۵، ۴۶۳۵، تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار: ۳۵۸۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۲۹۵۷، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۴۰۰۱، مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۷، ص ۳۴۸، ۳۴۹، الریاض النضرۃ، ج ۴، ص ۱۱۱، ۱۱۲، زاد المعاد، ج ۵، ص ۶۳۷، مجمع الزوائد: ۱۴۷۳۰، مناقب علی والحسنین للفواد عبد الباقی، ص ۲۴۷

(قاصد) تصدیق کرتا اور کہتا یہ سچ کہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کیا تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ناپسند کرتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اسے ناپسند مت کر، اگر تو اس سے محبت کرتا ہے تو اور زیادہ محبت کرے۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! آل علی کا خمس میں حصہ وصیفہ سے زیادہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کے بعد مجھے سب سے زیادہ محبوب حضرت علی علیہ السلام کی ذات تھی۔

نقدِ حدیث: حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اس حدیث کی روایت میں میرے اور نبی کریم ﷺ کے درمیان میرے والد کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔

۹۸(۸۴۸۳): أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ فِي الرَّحْبَةِ: أَنْشُدُ بِاللهِ مَنْ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ غَدِيرِ خُمٍّ يَقُولُ: إِنَّ اللهَ وَلِيِّي وَأَنَا وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ، وَمَنْ كُنْتُ وَلِيَّهُ فَهَذَا وَلِيُّهُ اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَهُ. قَالَ: فَقَالَ سَعِيدٌ: قَامَ إِلَى جَنْبِي سِتَّةٌ وَقَالَ زَيْدُ بْنُ يُثَيْعٍ: قَامَ عِنْدِي سِتَّةٌ. وَقَالَ عَمْرٌو ذُو مُرٍّ: أَحِبَّ مَنْ أَحَبَّهُ وَأَبْغِضْ مَنْ أَبْغَضَهُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ. رَوَاهُ إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَمْرٍو ذِي مُرٍّ أَحِبَّ(۱)

حضرت سعید بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک کھلے مقام میں فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں، جس نے رسول اللہ ﷺ سے غدیر خم کے دن سنا تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ میرا دوست ہے اور میں تمام ایمان والوں کا ولی ہوں، جس کا میں ولی ہوں، اس کا یہ بھی ولی ہے۔ اے اللہ تعالیٰ!! تو اسے پسند فرما، جو اسے پسند کرتا ہے، جو اس سے دشمنی کرتا ہے، تو بھی اسے دشمن بنا، جو اس کی مدد کرے، تو اس کی مدد کر۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میری جانب سے چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھڑے ہوئے حضرت زید بن یثیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میری جانب سے کھڑے ہوئے حضرت عمرو ذو مر کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ تو اس سے محبت فرما، جو اس سے محبت کرے، جو اس سے بغض رکھے، تو بھی اسے ناپسند فرما۔

نقدِ حدیث: اسرائیل از ابواسحاق شیبانی از عمرو ذو مر نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے اور اس میں بھی ''احب'' کے الفاظ ہیں۔

۱۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۱۹، ۸۴۲۹، ۸۴۸۹، ۸۴۷۳، ۸۵۴۲

۹۹ (۸۴۸۴) أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا خَلَفُ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرٍو ذِي مُرٍّ قَالَ: "شَهِدْتُ عَلِيًّا بِالرَّحْبَةِ يَنْشُدُ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ": "أَيُّكُمْ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: يَوْمَ غَدِيرِ خُمٍّ مَا قَالَ: فَقَامَ أُنَاسٌ فَشَهِدُوا أَنَّهُمْ سَمِعُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَإِنَّ عَلِيًّا مَوْلَاهُ اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ وَأَحِبَّ مَنْ أَحَبَّهُ وَأَبْغِضْ مَنْ أَبْغَضَهُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَهُ" (۱)

حضرت عمرذومر بیان کرتے ہیں: میں اس کھلے مقام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں موجود تھا، جب آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو قسم دے کر پوچھا: تم میں سے غدیر خم کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد مبارک کس کس نے سنا ہے؟ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھڑے ہو کر گواہی دی کہ بلاشبہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمان سنا: جس کا میں مولیٰ ہوں، بلاشبہ اس کے علی رضی اللہ عنہ مولیٰ ہیں۔ اے اللہ تعالیٰ! تو اس کو دوست بنا، جو اس کو دوست بنائے۔ تو اس سے دشمنی فرما، جو اس سے دشمنی کرے، تو اس سے محبت فرما، جو اس سے محبت کرے، تو اس کی مدد فرما، جو اس کی مدد کرے۔

۳۳۔ الْفَرْقُ بَيْنَ الْمُؤْمِنِ وَالْمُنَافِقِ

مؤمن اور منافق کے درمیان فرق کی علامت

۱۰۰ (۸۴۸۵) أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ لَعَهْدُ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيَّ: لَا يُحِبُّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضُنِي إِلَّا مُنَافِقٌ (۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم! جس نے دانے کو نکالا اور انسان کو پیدا فرمایا، نبی امی نے مجھ سے وعدہ فرمایا: ہر مومن مجھ سے محبت کرے گا اور مجھ سے بغض صرف منافق رکھے گا۔

۱۰۱ (۸۴۸۶) أَخْبَرَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: عَهِدَ إِلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ لَا يُحِبَّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضُنِي إِلَّا مُنَافِقٌ (۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ فرمایا: ہر مومن مجھ سے محبت کرے گا اور مجھ سے بغض رکھنے والا منافق ہوگا۔

۱۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۸۴، ۴۴۳۰ ii۔ احمد: ۹۵۰، ۹۵۱ iii۔ مسند البزار: ۷۸۶ iv۔ جزء فیہ ما انتقاہ ابن مردویہ: ۱۰۵

۲۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۰۹۷، ۸۴۳۱، ۸۱۵۳، ۸۴۸۵، احمد: ۶۴۲، ۷۳۱، ۱۰۶۲، ۲۷۰۴۰ عن سلمة، فضائل الصحابة: ۹۶۱، ۴۹۸، مسلم: ۲۴۰، ترمذی: ۳۷۳۶، نسائی: ۵۰۳۳، ابن ماجہ: ۱۱۴، مصنف ابن ابی شیبة: ۵۰۳۳، ۵۰۳۷، مسند الحمیدی: ۵۸، البحر الزخار المعروف بمسند البزار: ۵۶۰، کتاب السنة لابن ابی عاصم: ۱۳۲۵، مسند ابی یعلی: ۲۸۶، ۲۹۱، کتاب الایمان لابن مندة: ۶۶۱، معرفة علوم الحدیث للحاکم، ص ۱۸۰، البدایة والنھایة، ج ۵، ص ۳۶۹، ۳۷۰، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان: ۶۸۸۵، مشکاة: ۶۰۸۸۔

۳۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۳۲، ۸۴۸۶ ii۔ الفوائد المنتقاة والغرائب الحسان للصوری، ص ۳۸

۱۰۲(۸۴۸۷): أَخْبَرَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَدِيٍّ، عَنْ زِرٍّ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: إِنَّهُ لَعَهْدُ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيَّ إِنَّهُ لَا يُحِبُّكَ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يَبْغَضُكَ إِلَّا مُنَافِقٌ (۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی امی نے مجھ سے وعدہ فرمایا: ہر مؤمن تجھ سے پیار کرے گا اور تجھ سے بغض رکھنے والا منافق ہو گا۔

۳۴۔ ذِكْرُ الْمَثَلِ الَّذِي ضَرَبَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے مثال بیان کرنا

۱۰۳(۸۴۸۸): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ الْأَبَّارُ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ حَصِيرَةَ عَنْ أَبِي صَادِقٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ نَاجِدٍ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَلِيُّ فِيكَ مَثَلٌ مِنْ عِيسَى، أَبْغَضَتْهُ يَهُودُ حَتَّى بَهَتُوا أُمَّهُ وَأَحَبَّتْهُ النَّصَارَى حَتَّى أَنْزَلُوهُ بِالْمَنْزِلِ الَّذِي لَيْسَ بِهِ (۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ! تمہاری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے، یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بغض کیا، یہاں تک کہ ان کی والدہ پر تہمت لگائی عیسائیوں نے ان سے محبت کی اور اس محبت میں غلو کیا۔

۳۵۔ ذِكْرُ مَنْزِلَةِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَقُرْبِهِ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلُزُوقِهِ بِهِ وَحُبِّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قرب اور قدر ومنزلت

۱۰۴(۸۴۸۹): أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْعَلَاءِ قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ، عَنْ عُثْمَانَ قَالَ: كَانَ مِنَ الَّذِينَ تَوَلَّوْا يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَتَابَ اللهُ عَلَيْهِ ثُمَّ أَصَابَ ذَنْبًا فَقَتَلُوهُ وَسَأَلَهُ عَنْ عَلِيٍّ فَقَالَ: لَا تَسْأَلْ عَنْهُ إِلَّا قُرْبَ مَنْزِلَتِهِ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۳)

حضرت علاء بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں، جو غزوہ احد کے دن پھرنے والے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا، پھر انہیں تھوڑی سی بھول کی وجہ سے لوگوں نے شہید کر دیا۔ اس شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کی شان نہ پوچھو کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی شان نہیں دیکھی۔

۱۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۳۳، ۸۴۸۷

۲۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۳۴، ۸۴۸۸، احمد: ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، فضائل الصحابۃ: ۱۰۲۵، ۱۰۸۷، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، البحر الزخار المعروف بمسند البزار: ۷۵۸، ابن احمد: ۱۹۵، ۱۹۶، السنۃ لعبداللہ بن احمد: ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۳۰، المستدرک للحاکم: ۴۶۸۰، کشف الاستار: ۲۵۶۶، ذخائر العقبی، ص ۱۱۲، الریاض النضرۃ، ج ۴، ص ۱۶۷، البدایۃ والنھایۃ، ج ۵، ص ۴۷۰، طبع آخر، ج ۷، ص ۵۸۶، تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۲۹۳، مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۷، ص ۳۷۳، ۳۷۴، مجمع الزوائد: ۱۴۷۶۲، الفتح المبین فی فضل الخلفاء الراشدین، ص ۲۴۹، مشکاۃ: ۶۱۰۲، الصواعق المحرقۃ، ص ۱۲۳، اتحاف الخیرۃ المھرۃ: ۶۶۷۶۔

۳۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۳۵، ۸۴۸۹　ii۔ مصنف عبدالرزاق: ۹۸۲۹　iii۔ فضائل الصحابۃ: ۱۰۱۲
iv۔ المعجم الاوسط: ۱۱۶۶　v۔ مجمع البحرین: ۳۶۸۴　vi۔ مجمع الزوائد: ۱۴۶۷۵

۱۰۵(۸۴۹۰): أَخْبَرَنِي هِلَالُ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ هِلَالٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَرَارٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قُلْتُ: أَلَا تُحَدِّثُنِي عَنْ عَلِيٍّ، وَعُثْمَانَ؟ قَالَ: أَمَّا عَلِيٌّ فَهَذَا بَيْتُهُ مِنْ حُبِّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا أُحَدِّثُكَ عَنْهُ بِغَيْرِهِ وَأَمَّا عُثْمَانُ فَإِنَّهُ أَذْنَبَ يَوْمَ أُحُدٍ ذَنْبًا عَظِيمًا، فَعَفَا اللهُ عَنْهُ وَأَذْنَبَ فِيكُمْ صَغِيرًا، فَقَتَلْتُمُوهُ(۱)

حضرت علاء بن عرار رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مجھے کچھ بتائیں گے نہیں؟ انہوں نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا گھر سمجھتے تھے۔ میں اس کے علاوہ کچھ اور بیان نہیں کروں گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد کے دن بہت بڑی خطا کی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرمادیا اور تمہارے ہوتے ہوئے بہت چھوٹی خطا ان سے سرزد ہوئی، لیکن تم نے ان کو شہید کردیا۔

۱۰۶(۸۴۹۱): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَرَارٍ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ وَهُوَ فِي مَسْجِدِ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ عَلِيٍّ، وَعُثْمَانَ فَقَالَ: أَمَّا عَلِيٌّ فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْهُ وَانْظُرْ إِلَى مَنْزِلِهِ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِي الْمَسْجِدِ بَيْتٌ غَيْرَ بَيْتِهِ وَأَمَّا عُثْمَانُ فَإِنَّهُ أَذْنَبَ ذَنْبًا عَظِيمًا تَوَلَّى يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَعَفَا اللهُ عَنْهُ وَغَفَرَ لَهُ وَأَذْنَبَ فِيكُمْ ذَنْبًا دُونَ فَقَتَلْتُمُوهُ(۲)

حضرت علاء بن عرار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مسجد نبوی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان کے کیا کہنے، تم صرف اس بات کو دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کی کتنی قدر و منزلت تھی کہ ان کے علاوہ مسجد نبوی میں کسی اور کا گھر نہیں تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے غزوہ احد کے دن بہت بڑی خطا سرزد ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرمادیا اور ان کی بخشش فرمادی۔ جب کہ تمہارے زمانے میں ان سے بہت چھوٹی خطا سرزد ہوئی، تو تم نے انہیں شہید کردیا۔

۱۰۷(۸۴۹۲): أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عُمَرَ، فَسَأَلَهُ عَنْ عَلِيٍّ فَقَالَ: لَا تَسْأَلْ عَنْ عَلِيٍّ، وَلَكِنِ انْظُرْ إِلَى بَيْتِهِ مِنْ بُيُوتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَإِنِّي أُبْغِضُهُ قَالَ: أَبْغَضَكَ اللهُ(۳)

حضرت سعد بن عبیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے آکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان نہ پوچھو! ان کی صرف یہ ایک شان دیکھو کہاں کا گھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر تھا۔ اس شخص نے کہا: میں انہیں ناپسند کرتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں ناپسند کرتا ہے۔

۱۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۳۶، ۸۴۹۰

۲۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۳۷، ۸۴۹۱

۳۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۳۸، ۸۴۹۲ ii۔ بخاری: ۳۷۰۴

۱۰۸(۸۴۹۳): أَخْبَرَنِي هِلَالُ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ هِلَالٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ: سَأَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ قُثَمَ بْنَ الْعَبَّاسِ مِنْ أَيْنَ وَرِثَ عَلِيٌّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: "إِنَّهُ كَانَ أَوَّلَنَا بِهِ لُحُوقًا وَأَشَدَّنَا لَهُ لُزُومًا" خَالَفَهُ زَيْدُ بْنُ أَبِي أُنَيْسَةَ فَقَالَ: عَنْ خَالِدِ بْنِ قُثَمَ (۱)

حضرت ابواسحاق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبدالرحمن قثم بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے کیسے وارث ہیں؟ انہوں نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ ہم سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی قربت میں آئے اور ہم سب سے بڑھ کر آپ ﷺ کے ساتھ وابستہ رہے۔

نقدِ سند: حضرت زید بن ابوانیسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ حدیث خالد بن قثم سے مروی ہے۔

۱۰۹(۸۴۹۴): أَخْبَرَنَا هِلَالُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ خَالِدِ بْنِ قُثَمَ إِنَّهُ قِيلَ لَهُ: مَا لِعَلِيٍّ وَرِثَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُونَ جَدِّكَ وَهُوَ عَمُّهُ؟ قَالَ: إِنَّ عَلِيًّا كَانَ أَوَّلَنَا بِهِ لُحُوقًا وَأَشَدَّنَا بِهِ لُصُوقًا (۲)

حضرت ابواسحاق رضی اللہ عنہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت خالد بن قثم رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: آپ کے دادا کے ہوتے ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے وارث کیسے بن گئے، حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ کے دادا رسول اللہ کے چچا تھے؟ انہوں نے فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہم سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی قربت میں آئے اور ہم سب سے زیادہ آپ ﷺ کی محبت میں رہے۔

۱۱۰(۸۴۹۵): أَخْبَرَنِي عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْعَيْزَارِ بْنِ حُرَيْثٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ: اسْتَأْذَنَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَمِعَ صَوْتَ عَائِشَةَ عَالِيًا وَهِيَ تَقُولُ: وَاللهِ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ عَلِيًّا أَحَبُّ إِلَيْكَ مِنْ أَبِي، فَأَهْوَى إِلَيْهَا أَبُو بَكْرٍ لِيَلْطِمَهَا وَقَالَ: يَا ابْنَةَ فُلَانَةَ أَرَاكِ تَرْفَعِينَ صَوْتَكِ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمْسَكَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ مُغْضَبًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَائِشَةُ كَيْفَ رَأَيْتِنِي أَنْقَذْتُكِ مِنَ الرَّجُلِ؟ ثُمَّ اسْتَأْذَنَ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَ ذَلِكَ وَقَدِ اصْطَلَحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَائِشَةُ فَقَالَ: أَدْخِلَانِي فِي السِّلْمِ كَمَا أَدْخَلْتُمَانِي فِي الْحَرْبِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ فَعَلْنَا (۳)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کاشانہ نبوی ﷺ میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی، تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بلند سے بات کرتے ہوئے سنا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہہ رہی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ﷺ کی عزت کی قسم میں جانتی ہوں کہ آپ ﷺ میرے باپ کی بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انہیں تھپڑ مارنے کے لئے آگے بڑھے اور کہا۔ اے فلاں کی بیٹی! تمہاری یہ جرات کہ تم رسول اللہ ﷺ کے سامنے بلند آواز سے بات کرتی ہو! رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو روک دیا وہ غصہ کی حالت میں باہر چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! میں نے اس شخص سے تمہیں کیسے بچایا ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ آنے کی

۱۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۳۹، ۸۴۹۳ ii۔المعجم الکبیر، ج۱۹، ص۴۰ iii۔المستدرک للحاکم: ۴۶۹۰
iv۔مختصر تاریخ دمشق، ج۱۸، ص۲۰ v۔ازالۃ الخفاء، ج۴، ص۴۶۵

۲۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۴۰، ۸۴۹۴

۳۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۴۱، ۹۱۱۰، ۸۴۹۵، ۹۱۵۵ ii۔احمد: ۱۸۶۱۱ iii۔مجمع الزوائد: ۱۵۱۹۴

اجازت طلب کی، تو رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں صلح ہو چکی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ تم نے جس طرح اپنی لڑائی میں مجھے شامل کیا تھا، اسی طرح اپنی صلح میں بھی شامل کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم نے شامل کرلیا۔

۱۱۱(۸۴۹۶) أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ آدَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي غَنِيَّةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ جُمَيْعٍ وَهُوَ ابْنُ عُمَيْرٍ قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ أُمِّي عَلَى عَائِشَةَ، وَأَنَا غُلَامٌ فَذَكَرْتُ لَهَا عَلِيًّا فَقَالَتْ: مَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ وَلَا امْرَأَةً أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ امْرَأَتِهِ (۱)

حضرت جمیع بن عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اپنی والدہ کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا، میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا، میری والدہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ان سے پسندیدہ کوئی شخص نہیں دیکھا اور نہ ہی ان کی زوجہ (فاطمہ رضی اللہ عنہا) سے بڑھ کر کوئی عورت پسندیدہ دیکھی ہے۔

۱۱۲(۸۴۹۷) أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْخَطَّابِ ثِقَةٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ الزُّبَيْدِيُّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ جُمَيْعِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ أُمِّي عَلَى عَائِشَةَ، فَسَمِعْتُهَا تَسْأَلُهَا مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ عَنْ عَلِيٍّ فَقَالَتْ: تَسْأَلِينِي عَنْ رَجُلٍ مَا أَعْلَمُ أَحَدًا كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ وَلَا أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ امْرَأَتِهِ (۲)

حضرت جمیع بن عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اپنی والدہ کے ہمراہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا، میری والدہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا، میں نے پردے کے پیچھے سے آپ رضی اللہ عنہا کو فرماتے ہوئے سنا، تم جس شخصیت کے بارے میں پوچھ رہی ہو، میرے علم کے مطابق ان سے بڑھ رسول اللہ ﷺ کو کوئی شخص محبوب نہ تھا اور نہ ان کی زوجہ سے بڑھ کر کوئی عورت آپ ﷺ کی محبوب تھی۔

۱۱۳(۸۴۹۸) أَخْبَرَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَاذَانُ عَنْ جَعْفَرٍ الْأَحْمَرِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى أَبِي، فَسَأَلَهُ: أَيُّ النَّاسِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النِّسَاءِ؟ فَقَالَ: كَانَ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النِّسَاءِ

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: میرے والد سے ایک آدمی نے آکر پوچھا: رسول اللہ ﷺ کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب کون تھیں؟ انہوں نے فرمایا: عورتوں میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں اور مردوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ محبوب تھے۔

۱۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۹۶،۸۴۴۲ ii۔ ترمذی: ۳۸۷۴ iii۔ تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار: ۶۳۹۵،۶۳۹۴
iv۔ المستدرک للحاکم: ۴۷۴۸،۴۷۴۸ v۔ تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲
vi۔ مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۷، ص ۳۶۵، ۳۶۶ vii۔ مشکاۃ: ۶۱۵۵ viii۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۴۸
ix۔ الریاض النضرۃ، ج ۳، ص ۱۰۰ x۔ الصواعق المحرقۃ، ص ۱۲۱

۲۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۹۷،۸۴۴۳

فَاطِمَةُ وَمِنَ الرِّجَالِ عَلِيٌّ .قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ :عَبْدُ اللهِ بْنُ عَطَاءٍ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ فِي الْحَدِيثِ(۱)

نقدِ سند: امام نسائی فرماتے ہیں: عبداللہ بن عطاء ثقہ نہیں ہے۔

۳۶۔ذِكْرُ مَنْزِلَةِ عَلِيٍّ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ دُخُولِهِ وَمَسْأَلَتِهِ وَسُكُوتِهِ

رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مختلف امور میں قدر ومنزلت

۱۱۴(۸۴۹۹):أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ وَهْبٍ قَالَ :حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ :حَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ :حَدَّثَنِي زَيْدٌ وَهُوَ ابْنُ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُجَيٍّ، سَمِعَ عَلِيًّا يَقُولُ :كُنْتُ أَدْخُلُ عَلَى نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنْ كَانَ يُصَلِّي سَبَّحَ فَدَخَلْتُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ يُصَلِّي أَذِنَ لِي فَدَخَلْتُ(۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا ت، اگر آپ ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے تو سبحان اللہ کہتے اور اگر نماز میں نہ ہوتے، تو آپ ﷺ مجھے داخل ہونے کی اجازت مرحمت فرماتے اور میں داخل ہو جاتا۔

۱۱۵(۸۵۰۰):أَخْبَرَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ :حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ وَأَبُو كَامِلٍ قَالَا :حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ :حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ، عَنِ الْحَارِثِ الْعُكْلِيِّ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُجَيٍّ قَالَ :قَالَ عَلِيٌّ :كَانَتْ لِي سَاعَةٌ مِنَ السَّحَرِ أَدْخُلُ فِيهَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنْ كَانَ فِي صَلَاتِهِ سَبَّحَ فَكَانَ ذَلِكَ إِذْنَهُ لِي، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي صَلَاتِهِ أَذِنَ لِي(۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تہجد کے وقت میرے لئے ایک مقررہ وقت تھا، جب میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوتا آپ ﷺ اگر نماز پڑھ رہے ہوتے تو سبحان اللہ کہتے، یہ میرے لئے اجازت کے الفاظ تھے، اور اگر آپ ﷺ نماز میں ہوتے، تو مجھے اجازت مرحمت فرما دیتے۔

۱۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۴۴، ۸۴۹۸ ii۔ترمذی: ۳۸۶۸ iii۔المستدرک للحاکم: ۴۷۸۸
iv۔المعجم الاوسط: ۱۷۲۵۸ v۔تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۲۶۰
vi۔مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۷، ص ۳۶۵ viii۔ذخائر العقبیٰ، ص ۴۸

۲۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۴۵، ۸۴۹۹

۳۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۳۵ ii۔احمد: ۵۷۰ iii۔مسند ابی یعلیٰ: ۵۸۸
iv۔مسند بزار: ۸۸۲ v۔السنن الصغریٰ للنسائی: ۱۲۱۰ vi۔السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۳۳۸
vii۔تلخیص الحبیر، ج ۱، ص ۶۷۵، ۶۷۶

۳۷۔ذِكْرُ الِاخْتِلَافِ عَلَى الْمُغِيرَةِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ

۱۱۶(۸۵۰۱): أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ قَالَ :حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ مُغِيرَةَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرٍو قَالَ :حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُجَيٍّ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ :كَانَتْ لِي مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةٌ مِنَ السَّحَرِ آتِيهِ فِيهَا، إِذَا أَتَيْتُهُ اسْتَأْذَنْتُهُ فَإِنْ وَجَدْتُهُ يُصَلِّي سَبَّحَ فَدَخَلْتُ وَإِنْ وَجَدْتُهُ فَارِغًا أَذِنَ لِي (۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تہجد کے وقت میرے لئے ایک وقت مقرر نکالا، جس میں حاضری دیتا تھا، میں آ کر اجازت مانگتا، اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے پاتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ کہتے اور میں داخل ہو جاتا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوتے، تو مجھے اجازت عنایت فرما دیتے تھے۔

۱۱۷(۸۵۰۲):أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ :حَدَّثَنَا ابْنُ عَيَّاشٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ عَنِ الْحَارِثِ الْعُكْلِيِّ، عَنِ ابْنِ نُجَيٍّ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ :كَانَ لِي مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدْخَلَانِ مَدْخَلٌ بِاللَّيْلِ وَمَدْخَلٌ بِالنَّهَارِ، فَكُنْتُ إِذَا دَخَلْتُ بِاللَّيْلِ تَنَحْنَحَ لِي .خَالَفَهُ شُرَحْبِيلُ بْنُ مُدْرِكٍ فِي إِسْنَادِهِ وَوَافَقَهُ عَلَى قَوْلِهِ تَنَحْنَحَ (۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مجھے دو دفعہ داخل ہونے کی اجازت تھی: ایک دن کے وقت اور دوسری رات کے وقت میں جب میں رات کو داخل ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے کھنگارتے۔

نقد روایت: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند میں شرجیل بن مدرک نے اختلاف کیا ہے، البتہ لفظ ''تنحنح'' میں موافقت کی ہے۔

۱۱۸(۸۵۰۳):أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ دِينَارٍ قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ :حَدَّثَنِي شُرَحْبِيلُ يَعْنِي ابْنَ مُدْرِكٍ الْجُعْفِيَّ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ نُجَيٍّ الْحَضْرَمِيُّ، عَنْ أَبِيهِ وَكَانَ صَاحِبَ مَطْهَرَةِ عَلِيٍّ قَالَ :قَالَ عَلِيٌّ :كَانَتْ لِي مَنْزِلَةٌ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ تَكُنْ لِأَحَدٍ مِنَ الْخَلَائِقِ، فَكُنْتُ آتِيهِ كُلَّ سَحَرٍ فَأَقُولُ لَهُ :السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللهِ فَإِنْ تَنَحْنَحَ انْصَرَفْتُ إِلَى أَهْلِي، وَإِلَّا دَخَلْتُ عَلَيْهِ (۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مجھے ایسا مقام حاصل تھا، جو کسی اور کو حاصل نہیں تھا، میں ہر روز تہجد کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض کرتا تھا: اے اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہو۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھنگارتے تو میں واپس گھر لوٹ جاتا، اگر نہ کھنگارتے تو میں داخل ہو جاتا تھا۔

۱۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی:۸۵۰۱،۱۱۳۵،۸۴۴۷،۱۱۳۴ ii۔السنن الصغریٰ للنسائی:۱۲۱۰ iii۔زاد المعاد، ج۱،ص۲۶۲

۲۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی:۸۵۰۲،۱۱۳۶،۸۴۴۸،۱۱۳۷ ii۔السنن الصغریٰ للنسائی:۱۲۱۱ iii۔ابن ماجہ:۳۷۰۸ iv۔مسند احمد:۸۴۵،۶۰۸ v۔مصنف ابن ابی شیبۃ:۲۵۶۶۷ vi۔سبل الھدیٰ، ج۱،ص۱۸۶ vii۔مناقب علی والحسنین،ص۵۶ viii۔زاد المعاد، ج۱،ص۲۶۲

۳۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی:۸۵۰۳،۱۱۳۷،۸۴۴۹،۱۱۳۸ ii۔السنن الصغریٰ للنسائی:۱۲۱۲ iii۔مسند البزار:۸۷۹ iv۔مشکاۃ:۶۱۰۶ v۔جمع الجوامع:۵۰۹۴ vi مناقب علی والحسنین،ص۵۶

۱۱۹(۸۵۰۴):أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ :حَدَّثَنِي أَبُو الْمُسَاوِرِ قَالَ :حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ هِنْدٍ الْجَمَلِيِّ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ :كُنْتُ إِذَا سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَانِي، وَإِذَا سَكَتُّ ابْتَدَأَنِي ()

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب سوال کرتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عطا فرماتے تھے، جب میں خاموش رہتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع مجھ سے فرماتے۔

۱۲۰(۸۵۰۵):أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ :حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ :كُنْتُ إِذَا سَأَلْتُ أُعْطِيتُ، وَإِذَا سَكَتُّ ابْتُدِيتُ ()

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا تھا، تو مجھے عطا کیا جاتا تھا، اور جب میں خاموش رہتا تھا، تو مجھ سے شروع کیا جاتا تھا۔

۱۲۱(۸۵۰۶):أَخْبَرَنَا يُوسُفُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ :حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو حَرْبٍ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ، وَرَجُلٌ آخَرُ، عَنْ زَاذَانَ قَالَا :قَالَ عَلِيٌّ :كُنْتُ وَاللهِ إِذَا سَأَلْتُ أُعْطِيتُ، وَإِذَا سَكَتُّ ابْتُدِيتُ ()

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! جب میں سوال کرتا تھا، تو مجھے عطا کیا جاتا تھا، اور جب میں خاموش رہتا تھا، تو مجھ سے شروع کیا جاتا تھا۔

نقد سند: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن جریج نے ابوحرب سے سماع نہیں کیا۔

۳۸-ذِكْرُ مَا خُصَّ بِهِ عَلِيٌّ مِنْ صُعُودِهِ عَلَى مَنْكِبَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانوں پر سوار ہونے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت

۱۲۲(۸۵۰۷):أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ :حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ حَكِيمٍ الْمَدَائِنِيِّ قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو مَرْيَمَ قَالَ :قَالَ عَلِيٌّ: انْطَلَقْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَتَيْنَا الْكَعْبَةَ فَصَعِدَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَنْكِبَيَّ، فَنَهَضَ بِهِ عَلِيٌّ فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعْفَهُ قَالَ لَهُ: اجْلِسْ، فَجَلَسَ، فَنَزَلَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :اصْعَدْ عَلَى مَنْكِبَيَّ فَنَهَضَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلِيٌّ: إِنَّهُ لَيُخَيَّلُ إِلَيَّ أَنِّي لَوْ شِئْتُ لَنِلْتُ أُفُقَ السَّمَاءِ، فَصَعِدَ عَلِيٌّ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خانہ کعبہ آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے کندھوں پر سوار ہوئے، میں نے کھڑے ہونے کی کوشش کی، لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری کمزوری دیکھی، تو مجھے بیٹھنے کا حکم دیا، میں بیٹھ گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے کندھوں سے اترے اور فرمایا: تم میرے کندھوں پر بیٹھ جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ مجھے محسوس ہوا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کو چھو لوں۔ پھر میں کعبہ شریف کے اوپر چڑھا، اور وہاں پر موجود

۱۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۵۰، ۵۸۰۴، فضائل الصحابۃ: ۱۰۹۹، ترمذی: ۳۷۲۲، ۳۷۲۹، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۲۰۶۰، ۳۲۰۶۱، اطراف الغرائب والافراد للدارقطنی: ۴۰۲، المستدرک للحاکم: ۴۶۸۷، الاحادیث المختارۃ: ۶۱۴، مشکاۃ: ۶۰۹۵، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم: ۶۰۸۳، الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۲، ص ۳۲۰، مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۸، ص ۱۶، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، ج ۳، ص ۱۶۵، ذخائر العقبی، ص ۱۱۴، جمع الجوامع: ۵۴۲۳، الصواعق المحرقۃ، ص ۱۲۳، مناقب علی والحسنین، ص ۱۹

۲۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۵۱، ۸۵۰۵

۳۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۵۲، ۵۸۰۶

الْكَعْبَةِ وَعَلَيْهَا تِمْثَالٌ مِنْ صُفْرٍ أَوْ نُحَاسٍ فَجَعَلْتُ أُعَالِجُهُ لِأُزِيلَهُ يَمِينًا وَشِمَالًا، وَقُدَّامًا وَمِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ حَتَّى إِذَا اسْتَمْكَنْتُ مِنْهُ قَالَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اقْذِفْهُ فَقَذَفْتُ بِهِ فَكَسَرْتُهُ كَمَا تُكْسَرُ الْقَوَارِيرُ، ثُمَّ نَزَلْتُ، فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَبِقُ حَتَّى تَوَارَيْنَا بِالْبُيُوتِ خَشْيَةَ أَنْ يَلْقَانَا أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ "(۱)

پیتل یا تانبے کے بت کو اکھاڑنے لگا، میں نے اسے اکھاڑنے کے لئے دائیں بائیں اور آگے پیچھے ہلایا، جس سے وہ اکھڑ گیا، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسے پٹخو، میں نے اسے پٹخ دیا، میں نے اسے ایسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، جیسے شیشہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ پھر میں کعبہ شریف سے نیچے اترا۔ میں اور رسول اللہ ﷺ جلدی جلدی گھروں کی اوٹ لے کر چلے، تا کہ کوئی ہمیں دیکھ نہ لے۔

۳۹۔ ذِكْرُ مَا خُصَّ بِهِ عَلِيٌّ دُونَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَضْعَةٌ مِنْهُ وَسَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا مَرْيَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت

۱۲۳(۸۵۰۸): أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ :أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ :خَطَبَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَاطِمَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّهَا صَغِيرَةٌ فَخَطَبَ عَلِيٌّ فَزَوَّجَهَا مِنْهُ(۲)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش کا اظہار کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ ابھی چھوٹی ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خواہش کا اظہار کیا، تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا۔

۱۲۴(۸۵۰۹): أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ :حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ قَالَ :حَدَّثَنَا أَيُّوبُ السَّخْتِيَانِيُّ، عَنْ أَبِي يَزِيدَ الْمَدَنِيِّ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ قَالَتْ :كُنْتُ فِي زِفَافِ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا أَصْبَحْنَا جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبَ الْبَابَ فَفَتَحَتْ لَهُ أُمُّ أَيْمَنَ الْبَابَ فَقَالَ :يَا أُمَّ أَيْمَنَ ادْعِي لِي أَخِي .قَالَتْ :هُوَ أَخُوكَ وَتُنْكِحُهُ؟ قَالَ :نَعَمْ، يَا أُمَّ أَيْمَنَ

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رسم رخصتی میں شریک تھی پس میں نے سیدہ کو مبارکباد دی۔ جب صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے دروازہ کھٹکھٹایا، حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے دروازہ کھولا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ام ایمن! ہمارے بھائی کو بلاؤ، ام ایمن نے کہا: وہ آپ ﷺ کے بھائی ہیں اور آپ ﷺ ان سے فاطمہ کا نکاح کر رہے ہیں؟ آپ

۱۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۵۳، ۸۵۰۷، مسند احمد: ۶۴۴، ۱۳۰۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۶۸۹۶، تہذیب الآثار لابن جریر الطبری: ۱۸۳۳، ۱۸۳۲، مسند ابی یعلی: ۲۸۷، البحر الزخار المعروف بمسند البزار: ۷۶۹، المستدرک للحاکم: ۳۳۳۹، ۳۳۲۴، المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۱۷، ص ۲۹۲، صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی، ج ۱، ص ۱۶۳، اتحاف الخیرۃ المھرۃ بزوائد المسانید العشرۃ: ۳۵۲۴، ذخائر العقبی، ص ۱۰۳، مجمع الزوائد: ۸۹۳۶، الریاض النضرۃ، ج ۳، ص ۱۳۶، ۱۴۷، جمع الجوامع: ۵۵۱۳، انسان العیون للحلبی، ج ۳، ص ۲۹، ازالۃ الخفاء، ج ۴، ص ۴۱۱، مناقب علی والحسنین، ص ۵۵

۲۔ i- السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۳۱۰، ۸۴۵۴، ۸۵۰۸ ii- السنن الصغریٰ للنسائی: ۳۲۲۱ iii- فضائل الصحابۃ: ۱۰۵۱ iv- ابن حبان: ۶۹۰۹ v- المستدرک للحاکم: ۲۷۵۳ vi- الریاض النضرۃ، ج ۳، ص ۱۴۲

وَسَمِعْنَ النِّسَاءُ صَوْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَنَحَّيْنَ قَالَتْ: وَاخْتَبَأْتُ أَنَا فِي نَاحِيَةٍ قَالَتْ: فَجَاءَ عَلِيٌّ، فَدَعَا لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَضَحَ عَلَيْهِ مِنَ الْمَاءِ، ثُمَّ قَالَ: ادْعُوا لِي فَاطِمَةَ فَجَاءَتْ خَرِقَةً مِنَ الْحَيَاءِ فَقَالَ لَهَا: قَدْ يَعْنِي أَنْكَحْتُكِ أَحَبَّ أَهْلِ بَيْتِي إِلَيَّ، وَدَعَا لَهَا وَنَضَحَ عَلَيْهَا مِنَ الْمَاءِ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَى سَوَادًا فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ قُلْتُ: أَسْمَاءُ قَالَ: ابْنَةُ عُمَيْسٍ "قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: كُنْتِ فِي زِفَافِ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُكْرِمِينَهُ؟ قُلْتُ: نَعَمْ قَالَتْ: فَدَعَا لِي.
خَالَفَهُ سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ فَرَوَاهُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ(۱)

ﷺ نے کہا: ہاں! ام ایمن۔ باقی موجود عورتوں نے آپ ﷺ کی آواز سنی تو وہ ایک کونے کیطرف علیحدہ ہوگئیں، اسی طرح میں بھی ایک طرف ہوگئی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے، رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی اور ان پر پانی چھڑکا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلاؤ، تو حضرت فاطمہ شرم وحیا کا پیکر بنے ہوئے تشریف لائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہارا نکاح اپنے اہل بیت میں سے سب سے پسندیدہ آدمی سے کیا ہے۔ آپ ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے دعا فرمائی اور پھر دونوں پر پانی چھڑکا۔ پھر آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو کالی رنگت دیکھ کر پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا: اسماء ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: عمیس کی بیٹی؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی میں اس کی عزت وتکریم کے لئے کوجود تھی؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے میرے لئے بھی دعا فرمائی۔

نقد سند: سعید بن ابی عروبہ نے اس سند کی مخالفت کی ہے اور ایوب از عکرمہ از ابن عباس روایت کی ہے۔

۱۲۵ (۸۵۱۰): أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صُدْرَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ خَلَّادٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَوَاءٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا زَوَّجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِيٍّ كَانَ فِيمَا أَهْدَى مَعَهَا سَرِيرًا مَشْرُوطًا وَوِسَادَةً مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ وَقِرْبَةً قَالَ: وَجَاءُوا بِبَطْحَاءِ الرَّمْلِ فَبَسَطُوهُ فِي الْبَيْتِ؟ وَقَالَ لِعَلِيٍّ: إِذَا أَتَيْتَ بِهَا فَلَا تَقْرَبْهَا حَتَّى آتِيَكَ فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَقَّ الْبَابَ فَخَرَجَتْ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا، تو سیدہ کو بطور ہدیہ ایک چارپائی، ایک چمڑے کا تکیہ جو کھجور کی چھال سے بھرا تھا، اور ایک پانی کا مشکیزہ عنایت فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بطحاء سے ریت لاکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں بچھائی۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میرے آنے تک تم زوجہ کے قریب نہ جانا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا، حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے دروازہ کھولا۔ آپ ﷺ نے

۱۔ i-السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۰۹،۸۴۵۵ ii-فضائل الصحابۃ: ۱۳۴۲ iii-المستدرک للحاکم: ۴۸۰۶
iv-المعجم الکبیر، ج ۲۴، ص ۳۶ v-تاریخ دمشق، ج ۴۲، ص ۱۳۳ vi-مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۷، ص ۳۴۱

إِلَيْهِ أُمُّ أَيْمَنَ فَقَالَ لَهَا: ثَمَّ أَخِي؟ فَقَالَتْ: وَكَيْفَ يَكُونُ أَخَاكَ وَقَدْ زَوَّجْتَهُ ابْنَتَكَ؟ قَالَ: فَإِنَّهُ أَخِي قَالَ: ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهَا فَقَالَ لَهَا: جِئْتِ تُكْرِمِينَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَدَعَا لَهَا وَقَالَ لَهَا: خَيْرًا قَالَ ثُمَّ دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَكَانَ الْيَهُودُ يُؤْخِذُونَ الرَّجُلَ عَنِ امْرَأَتِهِ إِذَا دَخَلَ بِهَا قَالَ": فَدَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَوْرٍ مِنْ مَاءٍ، فَتَفَلَ فِيهِ وَعَوَّذَ فِيهِ ثُمَّ دَعَا عَلِيًّا فَرَشَّ مِنْ ذَلِكَ الْمَاءِ عَلَى وَجْهِهِ وَصَدْرِهِ وَذِرَاعَيْهِ ثُمَّ دَعَا فَاطِمَةَ فَأَقْبَلَتْ تَعْثُرُ فِي ثَوْبِهَا حَيَاءً مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَفَعَلَ بِهَا مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ قَالَ لَهَا: إِنِّي وَاللهِ مَا آلَوْتُ أَنْ أُزَوِّجَكِ خَيْرَ أَهْلِي، ثُمَّ قَامَ فَخَرَجَ(۱)

پوچھا: کیا میرا بھائی یہیں ہے؟ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی کیسے ہے، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کا نکاح اس کے ساتھ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ وہ میرا بھائی ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پوچھا: کیا تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی عزت وتکریم کے لئے آئی ہو؟ میں نے جواباً عرض کی: جی ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے۔ راوی کہتے ہیں: یہودی مرد کو اس کی زوجہ سے موخر رکھتے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا چھوٹا برتن منگوایا، اس پر استعاذہ کے الفاظ سے دم کیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر پانی کے چھینٹے ان کے چہرے، سینے اور بازوؤں پر چھینکے، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا، حضرت فاطمہ شرم وحیا کے پیکر بن کو تشریف لائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے چھینٹے سیدہ فاطمہ کے چہرے، سینے اور بازوؤں پر چھینکے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! میں نے تمہارا نکاح اہل بیت کے بہترین شخص سے کیا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے۔

۱۲۶(۸۵۱۱): أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا بَهْزٌ، عَنِ الْقَاسِمِ وَهُوَ ابْنُ الْفَضْلِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَمْرُقُ مَارِقَةٌ عِنْدَ فِرْقَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَقْتُلُهَا أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ (۲)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مسلمانوں میں تفریق کے وقت علیحدہ ہونے والے گروہ سے دور رہنا، کیونکہ وہ حق پرست گروہ سے لڑائی کرے گا۔

۱۲۷(۸۵۱۱): أَخْبَرَنِي عِمْرَانُ بْنُ بَكَّارِ بْنِ رَاشِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ مُعَاوِيَةَ ذَكَرَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ: وَاللهِ لَأَنْ تَكُونَ لِي إِحْدَى خِلَالِهِ الثَّلَاثِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُونَ لِي مَا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ لَأَنْ يَكُونَ قَالَ لِي مَا قَالَ لَهُ

حضرت ابو نجیح بیان کرتے ہیں: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا، تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم: جو تین شانیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہیں، اگر ان میں سے ایک شان بھی مجھے حاصل ہوتی، تو وہ مجھے دنیا کی ہر شئے سے زیادہ

۱۔ i- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۵۶، ۵۸۱۰ ii- الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۸، ص ۲۵۴
iii- مصنف عبدالرزاق: ۹۸۴۴، ۲۷۳۲ iv- فضائل الصحابۃ: ۹۵۸۔

۲۔ i- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۵۸، ۸۵۱۱ ii- مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۷، ص ۳۳۵ iii- البدایۃ والنھایۃ، ج ۵، ص ۴۵۳

حِينَ رَدَّهُ مِنْ تَبُوكَ :أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي؟ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُونَ لِي مَا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ، وَلَأَنْ يَكُونَ قَالَ لِي مَا قَالَ فِي يَوْمِ خَيْبَرَ: لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ يَفْتَحُ اللهُ عَلَى يَدَيْهِ لَيْسَ بِفَرَّارٍ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُونَ لِي مَا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ، وَلَأَنْ أَكُونَ كُنْتُ صِهْرَهُ عَلَى ابْنَتِهِ لِي مِنْهَا مِنَ الْوَلَدِ مَا لَهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُونَ لِي مَا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ (۱)

پسند تھی۔ پہلی: اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے فرمایا ہوتا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے غزوہ تبوک پر نہ لیجانے کے وقت فرمایا تھا: کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

دوسری: اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے فرمایا ہوتا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا تھا، میں یہ پرچم ضرور ایسے شخص کو عطا کروں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں فتح عطا فرمائے گا اور وہ میدان چھوڑنے والا نہیں ہے۔ اگر یہ ارشاد میرے لیے ہوتا تو مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ پسند تھا۔

تیسری: اگر مجھے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سسرالی رشتے کا شرف حاصل ہوتا، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کا شوہر ہوتا اور ان سے میری اولاد ہوتی۔ یہ چیز مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز تھی۔

۴۰۔ذِكْرُ الْأَخْبَارِ الْمَأْثُورَةِ بِأَنَّ فَاطِمَةَ ابْنَةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا مَرْيَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ

حضرت مریم کے علاوہ تمام جنتی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں

۱۲۸(۸۵۱۲):أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ :حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ :حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَرِضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَكَبَّتْ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَّهَا فَبَكَتْ، ثُمَّ أَكَبَّتْ عَلَيْهِ فَسَارَّهَا فَضَحِكَتْ فَلَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُهَا فَقَالَتْ :لَمَّا أَكْبَبْتُ عَلَيْهِ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ مَيِّتٌ مِنْ وَجَعِهِ ذَلِكَ فَبَكَيْتُ، ثُمَّ أَكْبَبْتُ عَلَيْهِ فَأَخْبَرَنِي أَنِّي أَسْرَعُ أَهْلِ بَيْتِي بِهِ لُحُوقًا وَأَنِّي سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا مَرْيَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ فَرَفَعْتُ رَأْسِي، فَضَحِكْتُ (۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وصال میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ سرگوشی فرمائی، تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ پھر دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ سرگوشی فرمائی، تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہنسنے لگیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد میں نے سیدہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، تو انہوں نے بتلایا: جب میں پہلی مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ آپ

۱۔ ایضاً

۲۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی:۸۳۰۸، ۸۴۵۹، ۸۳۶۶ ii۔مصنف ابن ابی شیبۃ:۳۲۲۶۰ iii۔ابن حبان:۲۰۱۳

ﷺ اسی بیماری میں وصال فرمائیں گے، میں رونے لگ گئی۔ پھر جب دوبارہ قریب ہوئی، تو آپ ﷺ نے بتلایا کہ: میں سب سے پہلے آپ ﷺ کے ساتھ ملنے والی ہوں، میں حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام کے علاوہ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہوں۔ میں ہنسنے لگ گئی۔

۱۲۹ (۸۵۱۳): أَخْبَرَنِي هِلَالُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ وَهْبٍ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا فَاطِمَةَ فَنَاجَاهَا فَبَكَتْ، ثُمَّ حَدَّثَهَا فَضَحِكَتْ قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُهَا عَنْ بُكَائِهَا وَضَحِكِهَا فَقَالَتْ: أَخْبَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ يَمُوتُ ثُمَّ أَخْبَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ بَعْدَ مَرْيَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ فَضَحِكْتُ ()

حضرت سلمہ بیان کرتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلوایا، ان کے کان میں سرگوشی فرمائی، تو سیدہ رونے لگ گئیں۔ آپ ﷺ نے دوبارہ ان سے کوئی بات کی، تو وہ ہنسنے لگ گئیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے آپ ﷺ کے وصال کے بعد رونے اور ہنسنے کا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اپنے وصال کا مجھے بتلایا تو میں رونے لگ گئی، پھر آپ ﷺ نے مجھے بتلایا کہ میں حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام کے علاوہ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہوں، تو میں ہنسنے لگ گئی۔

۱۳۰ (۸۵۱۴): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، عَنْ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي نُعْمٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَفَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا مَا كَانَ مِنْ مَرْيَمَ ابْنَةِ عِمْرَانَ ()

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں اور سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام کے علاوہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

۱۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۶۰، ۸۵۱۳ ii۔ ترمذی: ۳۸۷۳، ۳۸۹۳ iii۔ مناقب علی والحسنین للفواد، ص ۱۹۴

۲۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۶۱، ۸۵۱۴ ii۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۱۶۷ iii۔ احمد: ۱۱۰۲، ۱۱۶۱۶، ۱۱۶۳۱، ۱۱۷۷۸

۴۱ـ ذِكْرُ الْأَخْبَارِ الْمَأْثُورَةِ بِأَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ هَذِهِ الْأُمَّةِ

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی امت محمدیہ کی عورتوں کی سردار ہونے کے بارے میں احادیث مبارکہ

۱۳۱(۸۵۱۵): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّبَيْرِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ وَاسْمُهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أَبْطَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنَّا يَوْمًا صَدْرَ النَّهَارِ، فَلَمَّا كَانَ الْعَشِيُّ قَالَ لَهُ قَائِلُنَا: يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ شَقَّ عَلَيْنَا لَمْ نَرَكَ الْيَوْمَ قَالَ: إِنَّ مَلَكًا مِنَ السَّمَاءِ لَمْ يَكُنْ رَآنِي، فَاسْتَأْذَنَ اللهَ فِي زِيَارَتِي، فَأَخْبَرَنِي أَوْ بَشَّرَنِي أَنَّ فَاطِمَةَ ابْنَتِي سَيِّدَةُ نِسَاءِ أُمَّتِي، وَأَنَّ حَسَنًا وَحُسَيْنًا سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ(۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ایک دن آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کافی دیر سے ہمارے ہاں جلوہ افروز ہوئے، شام کو ہم میں سے ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف نہ ہو سکے اور ہمارے لیے یہ بہت گراں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک فرشتہ نے میری زیارت نہیں کی تھی، اس نے اللہ تعالیٰ سے میری زیارت کی اجازت طلب کی، اس نے مجھے خوشخبری سنائی، بلاشبہ میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا میری امت کی عورتوں کی سردار ہے اور حسن وحسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

۱۳۲(۸۵۱۶): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ قَالَ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا عَنْ فِرَاسٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ كَأَنَّ مِشْيَتَهَا مِشْيَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَرْحَبًا بِابْنَتِي، ثُمَّ أَجْلَسَهَا عَنْ يَمِينِهِ أَوْ عَنْ شِمَالِهِ ثُمَّ أَسَرَّ إِلَيْهَا حَدِيثًا فَبَكَتْ فَقُلْتُ لَهَا: اسْتَخَصَّكِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَدِيثِهِ وَتَبْكِينَ؟ ثُمَّ إِنَّهُ أَسَرَّ إِلَيْهَا حَدِيثًا فَضَحِكَتْ فَقُلْتُ لَهَا: مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ فَرَحًا أَقْرَبَ مِنْ حُزْنٍ وَسَأَلْتُهَا عَمَّا قَالَ: فَقَالَتْ: مَا كُنْتُ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى إِذَا قُبِضَ سَأَلْتُهَا فَقَالَتْ: إِنَّهُ أَسَرَّ إِلَيَّ فَقَالَ: إِنَّ جِبْرِيلَ كَانَ يُعَارِضُنِي بِالْقُرْآنِ كُلَّ سَنَةٍ مَرَّةً وَإِنَّهُ عَارَضَنِي بِهِ الْعَامَ مَرَّتَيْنِ، وَلَا أُرَانِي إِلَّا قَدْ حَضَرَ أَجَلِي، وَإِنَّكِ أَوَّلُ أَهْلِ بَيْتِي لَحَاقًا بِي، وَنِعْمَ السَّلَفُ أَنَا لَكِ قَالَتْ: فَبَكَيْتُ لِذَلِكَ ثُمَّ قَالَ: أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوْ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ؟ قَالَتْ: فَضَحِكْتُ(۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت فاطمہ تشریف لائیں، آپ چال ڈھال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی مشابہ تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بیٹی! خوش آمدید، پھر سیدہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں یا بائیں جانب بٹھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرگوشی کے انداز میں ان سے کوئی بات کی، تو وہ رونے لگیں۔ میں نے سیدہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سی خاص بات کی ہے، جس سے آپ رضی اللہ عنہا رونے لگ گئیں؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرگوشی کے انداز میں دوبارہ ان سے کوئی بات کی، جس سے وہ ہنسنے لگ گئیں۔ میں نے سیدہ رضی اللہ عنہا سے کہا: میں نے آج تک خوشی کو غم کے اتنے قریب نہیں دیکھا، میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا، تو انہوں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو افشا نہیں کرتی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہوا، تو میرے پوچھنے پر انہوں نے بتلایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی دفعہ سرگوشی میں فرمایا: حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ہر سال قرآن مجید کا ایک دفعہ

۱۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۱۵،۸۴۶۲

۲۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۱۶،۷۰۸۷،۸۴۶۳،۷۰۴۱ ii۔ بخاری: ۳۶۲۴،۶۲۸۵ iii۔ مسلم: ۶۳۱۳،۶۳۱۴
iv۔ احمد: ۲۶۹۴۵ v۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ج۶، ص۳۶۴

دور فرماتے تھے، اس دفعہ انہوں نے دو دفعہ دور فرمایا ہے، اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ میرے وصال کا وقت قریب ہے، اہل بیت میں سے تو سب سے پہلے میرے ساتھ ملنے والی ہے اور میں تمہارے لیے آگے بہترین مددگار ہوں گا۔ سیدہ نے فرمایا: اس پر میں رونے لگ گئی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم اس امت یا مومن عورتوں کی سردار ہو۔ سیدہ نے فرمایا۔ اس پر میں ہنسنے لگ گئی۔

۱۳۳ (۸۵۱۷): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ فِرَاسٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ قَالَتْ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيعًا مَا تُغَادِرُ مِنَّا وَاحِدَةٌ فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ تَمْشِي، وَلَا وَاللهِ إِنْ تُخْطِءُ مِشْيَتَهَا مِشْيَةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى انْتَهَتْ إِلَيْهِ فَقَالَ: مَرْحَبًا بِابْنَتِي، فَأَقْعَدَهَا عَنْ يَمِينِهِ أَوْ عَنْ يَسَارِهِ ثُمَّ سَارَّهَا بِشَيْءٍ فَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيدًا، ثُمَّ سَارَّهَا بِشَيْءٍ فَضَحِكَتْ فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ لَهَا: خَصَّكِ رَسُولُ اللهِ مِنْ بَيْنِنَا بِالسِّرَارِ، وَأَنْتِ تَبْكِينَ أَخْبِرِينِي مَا قَالَ لَكِ؟ قَالَتْ: مَا كُنْتُ لِأُفْشِيَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِرَّهُ فَلَمَّا تُوُفِّيَ قُلْتُ لَهَا: أَسْأَلُكِ بِالَّذِي لِي عَلَيْكِ مِنَ الْحَقِّ مَا الَّذِي سَارَّكِ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: أَمَّا الْآنَ فَنَعَمْ، سَارَّنِي أَمَّا مَرَّتَهُ الْأُولَى فَقَالَ: إِنَّ جِبْرِيلَ كَانَ يُعَارِضُنِي بِالْقُرْآنِ فِي كُلِّ عَامٍ مَرَّةً وَإِنَّهُ عَارَضَنِي بِهِ الْعَامَ مَرَّتَيْنِ، وَلَا أُرَى الْأَجَلَ إِلَّا قَدِ اقْتَرَبَ فَاتَّقِي اللهَ وَاصْبِرِي ثُمَّ قَالَ: يَا فَاطِمَةُ أَمَا تَرْضَيْنَ أَنَّكِ سَيِّدَةُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوْ سَيِّدَةُ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ؟ فَضَحِكْتُ ()

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: ہم تمام امہات المومنین نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر تھیں، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا چلتے ہوئے تشریف لائیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! ان کی چال ڈھال بالکل رسول اللہ ﷺ جیسی تھی، وہ جیسے پہنچیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اے میری بیٹی! خوش آمدید!! آپ ﷺ نے سیدہ کو دائیں یا بائیں جانب بٹھا کر، ان کے ساتھ سرگوشی فرمائی تو سیدہ شدت سے رونے لگ گئیں، آپ ﷺ نے دوبارہ سرگوشی فرمائی، تو سیدہ ہنسنے لگ گئیں۔ میں نے سیدہ سے کہا: ہم تمام کی موجودگی میں آقا کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا کو راز دان بنایا اور آپ رونے لگ گئیں؟ مجھے بتلایئے آپ ﷺ نے کون سی بات کہی سیدہ نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے راز کو ظاہر نہیں کرتی۔ پھر جب آقا کریم ﷺ نے وصال فرمایا تو میں نے سیدہ سے کہا: میں اپنے حق کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کیسا سرگوشی فرمائی تھی؟ سیدہ نے فرمایا: ہاں، اب بتلاتی ہوں۔ آپ ﷺ نے پہلی دفعہ فرمایا: حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ہر سال ایک دفعہ قرآن مجید کا دور فرماتے تھے، اس دفعہ انہوں نے دو دفعہ قرآن مجید کا دور فرمایا ہے۔ اس لیے میں سمجھتا

۱۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۶۴، ۸۵۱۷ ii۔ مسند ابی داؤد الطیالسی: ۱۳۷۳، ۱۴۷۰ iii۔ ابن ماجہ: ۱۶۲۱
iv۔ فضائل الصحابۃ: ۱۳۴۳ v۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۸، ص ۲۵۶ vi۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۷، ص ۱۶۵
vii۔ مشکوٰۃ: ۶۱۲۸

ہوں، میرے وصال کا وقت قریب ہے، پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صبر کرو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے فاطمہ! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم اس امت یا تمام عورتوں کی سردار ہو؟ اس پر میں ہنسنے لگ گئی۔

۴۲۔ذِكْرُ الْأَخْبَارِ الْمَأْثُورَةِ بِأَنَّ فَاطِمَةَ بِضْعَةٌ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے رسول اللہ ﷺ کے جسم کا حصہ ہونے کے بارے میں احادیث مبارکہ

۱۳۴ (۸۵۱۸): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ: إِنَّ بَنِي هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ اسْتَأْذَنُونِي فِي أَنْ يُنْكِحُوا ابْنَتَهُمْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَلَا آذَنُ ثُمَّ لَا آذَنُ إِلَّا أَنْ يُرِيدَ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ أَنْ يُطَلِّقَ ابْنَتِي وَيَنْكِحَ ابْنَتَهُمْ، فَإِنَّمَا هِيَ بِضْعَةٌ مِنِّي يَرِيبُنِي مَا أَرَابَهَا وَيُؤْذِينِي مَا آذَاهَا (۱)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خبر پر فرمایا: بے شک بنو ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت علی بن ابو طالب سے کرنے کے لئے اجازت مانگی ہے۔ میں اجازت نہیں دیتا۔ میں اجازت نہیں دیتا پھر بھی اگر ابن ابو طالب نکاح کرنا چاہتا ہے، تو میری بیوی کو طلاق دے دے۔ کیونکہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا حصہ ہے۔ اس کی بے قراری میری بے قراری، ہے اور اس کی اذیت، میری اذیت ہے۔

۴۳۔ذِكْرُ اخْتِلَافِ أَلْفَاظِ النَّاقِلِينَ لِهَذَا الْخَبَرِ

روایت کے الفاظ کا اختلاف

۱۳۵ (۸۵۱۹): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ يَخْطُبُ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ بَنِي هِشَامٍ اسْتَأْذَنُونِي فِي أَنْ يُنْكِحُوا ابْنَتَهُمْ عَلِيًّا وَإِنِّي لَا آذَنُ ثُمَّ لَا آذَنُ إِلَّا أَنْ يُرِيدَ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ أَنْ يُفَارِقَ ابْنَتِي، وَأَنْ يَنْكِحَ ابْنَتَهُمْ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ فَاطِمَةَ مُضْغَةٌ أَوْ بِضْعَةٌ مِنِّي يُؤْذِينِي مَا آذَاهَا وَيَرِيبُنِي مَا أَرَابَهَا وَمَا كَانَ لَهُ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنَ بِنْتِ عَدُوِّ اللهِ وَبَيْنَ ابْنَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۲)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے مکہ مکرمہ میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: بے شک بنو ہشام نے اپنی لڑکی کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح کرنے کے لئے مجھ سے اجازت مانگی ہے۔ میں ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ میں ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ پھر بھی اگر ابو طالب کے بیٹے نے نکاح کرنا ہے، تو وہ میری بیٹی کو علیحدہ کر دے۔ بے شک فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا حصہ ہے، اس کی اذیت میری اذیت ہے، اس کی بے قراری میری بے قراری ہے اور اللہ تعالیٰ کے دشمن اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی بیٹی اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔

۱۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۱۳، ۸۴۶۶، ۸۴۷۱، ۸۶۱۹

۲۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۱۳، ۸۴۶۶، ۸۴۷۱، ۸۶۱۹

۱۳۶(۸۵۲۰): الْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ، قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ فَاطِمَةَ مُضْغَةٌ مِنِّي، مَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي (۱)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا حصہ ہے، جس نے اسے غضب ناک کیا، اس نے مجھے غضب ناک کیا۔

۱۳۷(۸۵۲۱): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ خَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ فَاطِمَةَ مُضْغَةٌ مِنِّي (۲)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہے۔

۱۳۸(۸۵۲۲): أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمِّي قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ حَدَّثَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ حُسَيْنٍ، حَدَّثَهُ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَى مِنْبَرِهِ هَذَا، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ مُحْتَلِمٌ فَقَالَ: إِنَّ فَاطِمَةَ مِنِّي (۳)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا، اس وقت میں حالت جنابت میں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بے شک فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا حصہ ہے۔

۴۴- ذِكْرُ مَا خُصَّ بِهِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ مِنَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ ابْنَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَيْحَانَتَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا، وَأَنَّهُمَا سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ وَيَحْيَى بْنَ زَكَرِيَّا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِمْ وَسَلَّمَ

امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت

۱۳۹(۸۵۲۳): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ بَكَّارٍ الْحَرَّانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُسَيْطٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا أَنْتَ يَا عَلِيُّ فَخَتَنِي، وَأَبُو وَلَدَيَّ، وَأَنْتَ مِنِّي، وَأَنَا مِنْكَ (۴)

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! تم میرے داماد اور میری اولاد کے باپ ہو، تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔

۱- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۲۰،۸۳۶۷ ۲- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۱۴، ۸۳۶۹، ۸۳۷۲

۳- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۱۴، ۸۳۶۹، ۸۵۲۲

۴- i- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۷۰، ۸۵۲۳ ii- احمد: ۲۲۱۲۰ iii- المعجم الکبیر، ج ۱، ص ۱۲۳

iv- المستدرک للحاکم: ۵۰۱۰ v- جمع الجوامع: ۸۸۳۵۔

۴۵ـ ذِكْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ ابْنَايَ

نبی کریم ﷺ کا فرمان: حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ میرے بیٹے ہیں

۱۴۰(۸۵۲۴): أَخْبَرَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ دِينَارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مُوسَى وَهُوَ ابْنُ يَعْقُوبَ الزَّمْعِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُسْلِمُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ النَّبَّالُ قَالَ: أَخْبَرَنِي حَسَنُ بْنُ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ: طَرَقْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً لِبَعْضِ الْحَاجَةِ فَخَرَجَ وَهُوَ مُشْتَمِلٌ عَلَى شَيْءٍ لَا أَدْرِي مَا هُوَ، فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْ حَاجَتِي قُلْتُ: مَا هَذَا الَّذِي أَنْتَ مُشْتَمِلٌ عَلَيْهِ؟ فَكَشَفَهُ فَإِذَا الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَى وَرِكَيْهِ فَقَالَ: هَذَانِ ابْنَايَ وَابْنَا ابْنَتِي، اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا(۱)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک رات میں نے اپنی کسی ضرورت کے لئے رسول اللہ ﷺ کے در اقدس پر دستک دی، آپ ﷺ کوئی چیز اٹھائے ہوئے تشریف لائے، میں نے جان سکا کہ آپ ﷺ نے کیا چیز اٹھائی ہے۔ جب میں حاجت سے فارغ ہوا تو میں نے آپ ﷺ سے پوچھا: آپ ﷺ نے کیا چیز اٹھائی ہوئی ہے؟ آپ ﷺ نے چادر مبارک ہٹائی، تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دونوں پہلوؤں پر موجود تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ تعالیٰ بے شک تو جانتا ہے کہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔ پس تو بھی ان سے محبت فرما۔ اے اللہ تعالیٰ! بے شک تو جانتا ہے کہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، پس تو بھی ان سے محبت فرما۔

۴۶ـ ذِكْرُ الْآثَارِ الْمَأْثُورَةِ بِأَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہونے کے بارے میں احادیث مبارکہ

۱۴۱(۸۵۲۵): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ مَرْدَانُبَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي نُعْمٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ(۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

۱۴۲(۸۵۲۶): أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، عَنْ سُفْيَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ(۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

۱ـ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۷۱، ۸۵۲۴ ii۔ سنن الترمذی: ۳۷۶۹ iii۔ ابن حبان: ۶۹۲۸، ۶۹۶۷
iv۔ مشکاۃ: ۶۱۶۵ v۔ مصابیح السنۃ: ۴۸۲۹ vi۔ مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۲۱۷۳

۲ـ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۷۲، ۸۵۲۵

۳ـ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۷۳، ۸۵۲۶ ii۔ احمد: ۱۱۰۱۲، ۱۱۶۱۶، ۱۱۶۴۱، ۱۱۷۹۹ iii۔ ترمذی: ۳۷۶۸
iv۔ مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۲۱۶۷ v۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم: ۶۴۰۹ vi۔ مصابیح السنۃ: ۴۸۲۸

۱۴۳(۸۵۲۷): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي نُعْمٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ حَسَنًا وَحُسَيْنًا سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ(۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں، البتہ بعض کا استثنیٰ ہے۔

۱۴۴(۸۵۲۸): أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ آدَمَ، عَنْ مَرْوَانَ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَهُوَ ابْنُ أَبِي نُعْمٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا ابْنَيِ الْخَالَةِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، وَيَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا(۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ، دو خالہ زاد حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے علاوہ تمام جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

۴۷- ذِكْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رَيْحَانَتَيَّ مِنْ هَذِهِ الدُّنْيَا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ میری اس دنیا کے دو پھول ہیں

۱۴۵(۸۵۲۹): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَشْعَثُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَعْنِي أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ " دَخَلْنَا وَرُبَّمَا قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يَتَقَلَّبَانِ عَلَى بَطْنِهِ " قَالَ: وَيَقُولُ: رَيْحَانَتَيَّ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ(۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا، تو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ مبارک پر کھیل رہے ہوتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یہ دونوں میری اس امت کے دو پھول ہیں۔

۱۴۶(۸۵۳۰): أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ، فَسَأَلَهُ عَنْ دَمِ الْبَعُوضِ، يَكُونُ فِي ثَوْبِهِ أَيُصَلِّي بِهِ؟ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: مِمَّنْ أَنْتَ؟ قَالَ: مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ قَالَ: مَنْ يَعْذِرُنِي مِنْ هَذَا

حضرت ابن ابونعیم بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا کہ ایک شخص نے آکر پوچھا: کیا مچھر کا خون اگر کپڑے پر لگ جائے تو اس سے نماز ہو جائے گی؟ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تو کہاں سے آیا ہے؟ اس نے کہا: میں عراق سے ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس سے میری جان

۱- i- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۱۱۳، ۸۴۷۵، ۸۱۶۹، ۸۵۲۸ ii- ابن حبان: ۶۹۲۰ iii- تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار: ۶۴۲۱ iv- المستدرک للحاکم: ۴۸۳۱ v- حلیۃ الاولیاء: ۶۴۰۸ vi- مجمع الزوائد: ۱۵۰۸۳ vii- الجامع الصغیر: ۳۸۲۲

۲- السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۱۱۱، ۸۴۷۶، ۸۵۲۹ ۳- السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۱۱۱، ۸۴۷۶، ۸۵۲۹

يَسْأَلُنِي عَنْ دَمِ الْبَعُوضِ، وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: هُمَا رَيْحَانَتَيَّ مِنَ الدُّنْيَا(۱)

کون چھڑائے گا! یہ مجھ سے مچھر کے خون کے بارے میں پوچھتا ہے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بیٹے کو شہید کر دیا ہے؟ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے: وہ دونوں (حسن وحسین) دنیا کے میرے دو پھول ہیں۔

۴۸۔ذِكْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ: أَنْتَ أَعَزُّ عَلَيَّ مِنْ فَاطِمَةَ وَفَاطِمَةُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْكَ

نبی کریم ﷺ کا فرمان: اے علی! تم میرے نزدیک فاطمہ سے زیادہ معزز ہو اور فاطمہ مجھے تم سے زیادہ محبوب ہے۔

۱۴۷(۸۵۳۱): أَخْبَرَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رَجُلٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا عَلَى الْمِنْبَرِ بِالْكُوفَةِ يَقُولُ: خَطَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ فَزَوَّجَنِي فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَنَا أَحَبُّ إِلَيْكَ أَمْ هِيَ؟ فَقَالَ: هِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْكَ وَأَنْتَ أَعَزُّ عَلَيَّ مِنْهَا(۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے بیان کیا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت فاطمہ کے لیے نکاح کا پیغام بھیجا، تو آپ ﷺ نے میرے ساتھ ان کا نکاح فرما دیا۔ میں نے آپ ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو میں زیادہ محبوب ہوں یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا؟ آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مجھے تم سے زیادہ محبوب ہے اور تم مجھے اس سے زیادہ عزیز ہو۔

۴۹۔ذِكْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ: مَا سَأَلْتُ لِنَفْسِي شَيْئًا إِلَّا قَدْ سَأَلْتُهُ لَكَ

نبی کریم ﷺ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے فرمان: میں نے جو چیز اپنے لیے مانگی وہی تمہارے لئے بھی مانگی

۱۴۸(۸۵۳۲): أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ وَاصِلِ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: مَرِضْتُ فَعَادَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ عَلَيَّ، وَأَنَا مُضْطَجِعٌ، فَاتَّكَأَ إِلَى جَنْبِي، ثُمَّ سَجَّانِي بِثَوْبِهِ فَلَمَّا رَآنِي قَدْ هُدِيتُ قَامَ إِلَى الْمَسْجِدِ يُصَلِّي، فَلَمَّا قَضَى

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں بیمار ہوا، تو رسول اللہ ﷺ میرے عیادت کے لئے تشریف لائے، میں اس وقت لیٹا ہوا تھا، آپ ﷺ میرے پہلو میں تشریف فرما ہوئے اور میرے اوپر کپڑا ڈال دیا جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ مجھے آفاقہ ہوا ہے تو آپ ﷺ نماز کے لئے مسجد تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نماز کی ادائیگی کے بعد تشریف لائے، تو میرے

ا۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۷۷، ۸۵۳۰ ii۔بخاری: ۳۷۵۳، ۵۹۹۴ iii۔ترمذی: ۳۷۷۰
iv۔احمد: ۵۵۶۸، ۵۶۸۷، ۵۹۴۰، ۶۴۰۶ v۔مسند ابی داود الطیالسی: ۱۹۲۷، ۲۰۳۹ vi۔الادب المفرد للبخاری: ۸۵
vii۔مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۲۱۸۰ viii۔شرح السنۃ: ۳۰۳۴

ا۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۷۸، ۸۵۳۱ ii۔سنن سعید بن منصور: ۶۰۰ iii۔مسند الحمیدی: ۳۸
iv۔فضائل الصحابۃ: ۱۰۷۶ v۔جمع الجوامع، ج ۱۳، ص ۲۵

صَلَاتَهُ جَاءَ فَرَفَعَ الثَّوْبَ عَنِّي وَقَالَ :قُمْ يَا عَلِيُّ فَقَدْ بَرِئْتَ، فَقُمْتُ كَأَنَّمَا لَمْ أَشْتَكِ شَيْئًا قَبْلَ ذٰلِكَ فَقَالَ :مَا سَأَلْتُ رَبِّي شَيْئًا فِي صَلَاتِي إِلَّا أَعْطَانِي، وَمَا سَأَلْتُ لِنَفْسِي شَيْئًا إِلَّا قَدْ سَأَلْتُ لَكَ خَالَفَهُ جَعْفَرٌ الْأَحْمَرُ فَقَالَ :عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ (۱)

اوپر سے کپڑا اٹھاتے ہوئے فرمایا، اے علی رضی اللہ عنہ! اٹھو، بے شک تمہیں تندرستی مل چکی، میں اٹھا تو واقعی ایسا تھا، جیسا کہ میں کبھی اس سے پہلے بیمار ہی نہیں ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: میں نے نماز میں اپنے رب تعالیٰ سے جو بھی مانگا، اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادیا ہے، میں نے جو کچھ بھی اپنے لیے مانگا ہے، وہی تمہارے لئے بھی مانگا ہے۔

نقد سند: جعفر الاحمر نے اس سند کی مخالفت کی ہے اور دوسری سند یزید بن ابوزیاد از عبداللہ بن حارث از علی روایت کی ہے۔

۱۴۹ (۸۵۳۳): أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ دِينَارٍ قَالَ :حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ :حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ الْأَحْمَرُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ :وُجِعْتُ وَجَعًا فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَقَامَنِي فِي مَكَانِهِ وَقَامَ يُصَلِّي، وَأَلْقَى عَلَيَّ طَرَفَ ثَوْبِهِ ثُمَّ قَالَ :قُمْ يَا عَلِيُّ قَدْ بَرِئْتَ لَا بَأْسَ عَلَيْكَ وَمَا دَعَوْتُ لِنَفْسِي بِشَيْءٍ إِلَّا دَعَوْتُ لَكَ مِثْلَهُ وَمَا دَعَوْتُ بِشَيْءٍ إِلَّا قَدِ اسْتُجِيبَ لِي أَوْ قَالَ " :أُعْطِيتُ إِلَّا أَنَّهُ قِيلَ لِي :لَا نَبِيَّ بَعْدَكَ "(۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دفعہ میں شدید بیمار ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس بھی حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جگہ مجھے عطا فرمائی۔ مجھ پر اپنی چار مبارک کا ایک پلو مجھ ڈال کر، نماز پڑھنا شروع کردی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! اٹھو، تم سے بیماری دور ہو چکی، اب تمہیں کوئی شکایت نہیں۔ میں نے جو دعا اپنے لیے مانگی، تمہارے لئے بھی وہی دعا مانگی ہے۔ میں نے جو چند مانگی ہے وہ مجھے عطا کردی گئی، مگر مجھے فرمایا گیا ہے، تیرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

۵۰۔ ذِكْرُ مَا خَصَّ بِهِ عَلِيًّا مِنَ الدُّعَاءِ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت

۱۵۰ (۸۵۳۴): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ :حَدَّثَنَا قَاسِمٌ وَهُوَ ابْنُ يَزِيدَ قَالَ :حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ نَاجِيَةَ بْنِ كَعْبٍ الْأَسَدِيِّ عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّهُ جَاءَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :إِنَّ عَمَّكَ الشَّيْخَ الضَّالَّ قَدْ مَاتَ فَمَنْ يُوَارِيهِ؟ قَالَ :اذْهَبْ فَوَارِ أَبَاكَ وَلَا تُحْدِثْ حَدَثًا حَتَّى تَأْتِيَنِي فَفَعَلْتُ ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَأَمَرَنِي أَنْ أَغْتَسِلَ، فَاغْتَسَلْتُ وَدَعَا لِي بِدَعَوَاتٍ مَا يَسُرُّنِي مَا عَلَى الْأَرْضِ بِشَيْءٍ مِنْهُنَّ (۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر گزارش کی: بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بوڑھے چچا وفات پا گئے ہیں، ان کو کون دفنائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ اپنے والد کو دفناؤ، اور میرے پاس واپس آنے تک کوئی بات نہ کرنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں ان کو دفنا کر واپس ایسے ہی آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے میں نے غسل کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کچھ دعائیں سکھلائیں۔ مجھے ان دعاؤں سے زیادہ عزیز لائے زمین پر کوئی چیز نہیں ہے۔

۱۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۲،۸۴۷۹ ii۔ مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۸، ص ۳۷۷

۲۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۳،۸۴۸ ii۔ کتاب السنة لابن ابی عاصم: ۱۳۱۳ iii۔ المعجم الاوسط: ۷۹۱۳
iv۔ تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۳۱۰، ۳۱۱ v۔ مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۷، ص ۳۷۷ vi۔ مجمع البحرین: ۳۶۸۹
vii۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۱۰ viii۔ جمع الجوامع: ۶۰۱۲

۳۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۵،۸۴۸۱ ii۔ احمد: ۱۰۹۳، ۸۰۷ iii۔ مسند ابی یعلی: ۴۲۰
iv۔ دلائل النبوة للبیہقی، ج ۲، ص ۳۴۹ v۔ السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۳۵۲، ۱۳۵۳

۱۵۱(۸۵۳۵):أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ أَبِي دَاوُدَ قَالَ :حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ :أَخْبَرَنِي فُضَيْلُ أَبُو مُعَاذٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ ": لَمَّا رَجَعْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِي :كَلِمَةً مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِهَا الدُّنْيَا "(۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس حاضر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے ایسے پسندیدہ کلمات کہے، جو مجھے دنیا و مافیھا سے زیادہ پسند ہیں۔

۵۱۔ذِكْرُ مَا خُصَّ بِهِ عَلِيٌّ مِنْ صَرْفِ أَذَى الْحَرِّ وَالْبَرْدِ عَنْهُ

سردی اور گرمی سے بچاؤ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت

۱۵۲(۸۵۳۶):أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ :حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ مَخْلَدٍ الثَّقَفِيُّ قَالَ :حَدَّثَنَا عَمِّي أَيُّوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى وَهُوَ جَدِّي، عَنْ إِبْرَاهِيمَ الصَّائِغِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، أَنَّ عَلِيًّا خَرَجَ عَلَيْنَا فِي حَرٍّ شَدِيدٍ وَعَلَيْهِ ثِيَابُ الشِّتَاءِ، وَخَرَجَ عَلَيْنَا فِي الشِّتَاءِ، وَعَلَيْهِ ثِيَابُ الصَّيْفِ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَشَرِبَ ثُمَّ مَسَحَ الْعَرَقَ عَنْ جَبْهَتِهِ فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى أَبِيهِ قَالَ :يَا أَبَهْ أَرَأَيْتَ مَا صَنَعَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ؟ خَرَجَ إِلَيْنَا فِي الشِّتَاءِ، وَعَلَيْهِ ثِيَابُ الصَّيْفِ وَخَرَجَ عَلَيْنَا فِي الصَّيْفِ وَعَلَيْهِ ثِيَابُ الشِّتَاءِ فَقَالَ أَبُو لَيْلَى :هَلْ فَطِنْتَ؟ وَأَخَذَ بِيَدِ ابْنِهِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، فَأَتَى عَلِيًّا فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ :إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ بَعَثَ إِلَيَّ، وَأَنَا أَرْمَدُ شَدِيدُ الرَّمَدِ فَبَزَقَ فِي عَيْنِي ثُمَّ قَالَ :افْتَحْ عَيْنَيْكَ فَفَتَحْتُهُمَا فَمَا اشْتَكَيْتُهُمَا حَتَّى السَّاعَةِ وَدَعَا لِي فَقَالَ :اللَّهُمَّ أَذْهِبْ عَنْهُ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ، فَمَا وَجَدْتُ حَرًّا، وَلَا بَرْدًا حَتَّى يَوْمِي هَذَا(۲)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے، آپ رضی اللہ عنہ نے شدید گرمی میں سردیوں والا لباس پہنا ہوا تھا، اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے سردیوں میں گرمیوں والا لباس پہنا ہوتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پانی منگوا کر پیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر کو تشریف لے گئے، تو میں نے اپنے والد گرامی سے پوچھا: کیا آپ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کی طرف دیکھا۔ انہوں نے کیا کیا ہوا تھا؟ اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے سردیوں میں گرمیوں والا لباس پہنا ہوتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پانی منگوا کر پیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر کو تشریف لے گئے، تو میں نے اپنے والد گرامی سے پوچھا: کیا آپ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کی طرف دیکھا، انہوں نے کیا کیا ہوا تھا۔ وہ ہمارے پاس سردیوں میں تشریف لائے تو گرمیوں والا لباس پہنا ہوا تھا، جب گرمیوں میں تشریف لائے تو سردیوں والا لباس زیب تن کیے ہوئے تھے۔ ابولیلیٰ نے پوچھا: کیا تم نے غور سے دیکھا تھا؟ اور اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کا ہاتھ پکڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے۔

۱۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۵،۸۴۸۲ ii۔مسند ابی داؤد الطیالسی: ۱۲۳،۱۲۱ iii۔الکامل فی ضعفاء الرجال، ج ۵،ص ۲۶۶

۲۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۶،۸۴۰۱،۸۴۸۳،۸۳۴۵ ii۔تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲،ص ۱۰۹،۱۰۸

iii۔مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، ج ۱۷،ص ۳۳۱،۳۳۰ iv۔البدایۃ والنھایۃ، ج ۷،ص ۵۶۳

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلوایا، تو میں آشوب چشم کی بیماری میں مبتلا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دھن میری آنکھوں پر لگا کر فرمایا: اپنی آنکھوں کھولو، میں نے اپنی آنکھیں کھولیں تو وہ بالکل درست تھیں اور اس دن سے آج تک درست ہیں۔ اس موقعہ پر آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے دعا فرمائی، اے اللہ تعالیٰ! اس سے سردی اور گرمی کی تکلیف کو دور فرما دے۔ اس کے بعد آج تک نہ میں نے گرمی محسوس کی ہے اور نہ ہی سردی محسوس کی ہے۔

۵۲۔ النَّجْوَى وَمَا خُفِّفَ بِعَلِيٍّ عَنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ

سرراز کی بات اور اس امت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے آسانی کا بیان

۱۵۳ (۸۵۳۷): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمَّارٍ الْمُوصِلِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا قَاسِمٌ الْجَرْمِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عُثْمَانَ وَهُوَ ابْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ سَالِمٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: لَمَّا أُنْزِلَتْ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ) (المجادلة:۱۲) الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ: مُرْهُمْ أَنْ يَتَصَدَّقُوا قَالَ: بِكَمْ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: بِدِينَارٍ قَالَ: لَا يُطِيقُونَ قَالَ: فَبِنِصْفِ دِينَارٍ قَالَ: لَا يُطِيقُونَ قَالَ: فَبِكَمْ؟ قَالَ: بِشَعِيرَةٍ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكَ لَزَهِيدٌ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: (أَأَشْفَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ) (المجادلة:۱۳) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ وَكَانَ عَلِيٌّ يَقُولُ: بِي خُفِّفَ عَنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ(۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی: اے ایمان والو! جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی راز کی بات تنہائی میں عرض کرنا چاہو تو اپنی راز دارانہ بات کہنے سے پہلے کچھ صدقہ و خیرات کرلیا کرو۔ (المجادلۃ:۱۲) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: صحابہ کو صدقہ کرنے کا حکم دو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کتنا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دینار۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: وہ اس کی استطاعت نہیں رکھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدھا دینار۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: وہ اس کی بھی اطاعت نہیں رکھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: پھر کتنا ہونا چاہئے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ایک جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تم عبادت وریاضت والے ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا: کیا

۱۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۸۴، ۸۵۳۷، ترمذی: ۳۳۰۰، ابن حبان: ۶۹۰۲، ۶۹۴۱، البحر الزخار المعروف بمسند البزار: ۶۶۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۲۱۱۶، مسند ابی یعلی: ۳۹۶، المستدرک للحاکم، ج۲، ص۴۸۱، وطبع جدید: ۳۸۴۶، المطالب العالیۃ: ۳۷۶۹، جمع الجوامع: ۵۸۶۸، تفسیر الطبری، ج۱۴، ص۲۵، ۲۶، تفسیر ابن کثیر، ج۴، ص۳۴۹، ۳۵۰، الدر المنثور، ج۸، ص۸۳، ۸۴، فتح البیان، ج۱۴، ص۲۸، فتح القدیر، ج۵، ص۲۲۸، لباب المنقول للسیوطی، ص۸۲، اسباب نزول القرآن الکریم للواحدی: ۷۹۷، الوسیط للواحدی، ج۴، ص۲۶۶۔

(بارگاہِ رسالت میں) تنہائی و رازداری کے ساتھ بات کرنے سے قبل صدقات وخیرات دینے سے تم گھبرا گئے؟ (المجادلۃ: ۱۳)
حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: اس امت پر میری وجہ سے آسانی پیدا کی گئی ہے۔

۵۳- ذِكْرُ أَشْقَى النَّاسِ

بدبخت ترین کا بیان

۱۵۴ (۸۵۳۸): أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ وَهْبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سِمَاكِ بْنِ أَبِي كَرِيمَةَ الْحَرَّانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ: كُنْتُ أَنَا وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَفِيقَيْنِ فِي غَزْوَةٍ فَلَمَّا نَزَلَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَقَامَ بِهَا رَأَيْنَا أُنَاسًا مِنْ بَنِي مُدْلِجٍ يَعْمَلُونَ فِي عَيْنٍ لَهُمْ، أَوْ فِي نَخْلٍ "فَقَالَ لِي عَلِيٌّ: يَا أَبَا الْيَقْظَانِ هَلْ لَكَ أَنْ تَأْتِيَ هَؤُلَاءِ، فَنَنْظُرَ كَيْفَ يَعْمَلُونَ؟ قَالَ: قُلْتُ: إِنْ شِئْتَ فَجِئْنَاهُمْ، فَنَظَرْنَا إِلَى عَمَلِهِمْ سَاعَةً ثُمَّ غَشِيَنَا النَّوْمُ، فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَعَلِيٌّ حَتَّى اضْطَجَعْنَا فِي ظِلِّ صُوَرٍ مِنَ النَّخْلِ، وَدَقْعَاءَ مِنَ التُّرَابِ فَنِمْنَا فَوَاللهِ مَا أَنْبَهَنَا إِلَّا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّكُنَا بِرِجْلِهِ وَقَدْ تَتَرَّبْنَا مِنْ تِلْكَ الدَّقْعَاءِ الَّتِي نِمْنَا فِيهَا، فَيَوْمَئِذٍ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ: مَا لَكَ يَا أَبَا تُرَابٍ؟ لِمَا يَرَى مِمَّا عَلَيْهِ مِنَ التُّرَابِ ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُحَدِّثُكُمَا بِأَشْقَى النَّاسِ؟ قُلْنَا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: أُحَيْمِرُ ثَمُودَ الَّذِي عَقَرَ النَّاقَةَ وَالَّذِي يَضْرِبُكَ يَا عَلِيُّ عَلَى هَذِهِ وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى قَرْنِهِ حَتَّى يَبُلَّ مِنْهَا هَذِهِ وَأَخَذَ بِلِحْيَتِهِ (۱)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں اور حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ غزوہ عشیرہ میں اکٹھے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں تشریف لا کر قیام فرمایا تو ہم نے بنو مدلج کے لوگوں کو کنوئیں یا کھجوروں کے درختوں میں کام کرتے دیکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا، اے ابو یقظان! کیا ہم ان لوگوں کو نہ دیکھیں کہ وہ کیسے کام کرتے ہیں؟ میں نے کہا: جیسے آپ کی مرضی ہم ان کے پاس گئے اور ایک وقت تک انہیں کام کرتا دیکھتے رہے۔ پھر ہم پر نیند کا غلبہ ہونے لگا، تو ہم کھجوروں کے سائے میں مٹی کے اوپر جا کر سو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہمیں پاؤں کی حرکت سے جگایا۔ ہم مٹی پر الٹ پلٹ تھے، اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جسم پر مٹی لگی ہوئی دیکھ فرمایا، اے ابوتراب! تمہیں کیا ہوا ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں دنیا کے بدبخت ترین کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں نہیں!! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلا بدبخت ترین شخص امیر نامی ہے، جس نے قوم ثمود کی اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں اور دوسرا بدبخت ترین وہ شخص ہوگا، جو تمہیں یہاں مارے گا۔ (آپ نے ہاتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھتے ہوئے فرمایا) اور اس سے یہ تر ہو جائے گی۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی داڑھی کو پکڑتے ہوئے فرمایا۔)

۱۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۸۵، ۸۵۳۸، احمد: ۱۸۵۱۱، فضائل الصحابۃ للامام احمد: ۲: ۱۱۷۲، المستدرک للحاکم: ۴۷۳۴، الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم: ۱۷۵
تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار: ۶۵۶۰، دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۴۹۰، دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۳ ص ۱۲، ۱۳، السیرۃ النبوۃ لابن ہشام، ج ۲ ص ۱۹۰، ۱۹۱، البدایۃ، ج ۲، ص ۲۴۸، ۲۴۹، السیرۃ النبویۃ لابن کثیر، ج ۲، ص ۳۱۹، تاریخ مدینۃ دمشق، ج ۴۲، ص ۵۴۹، مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۸ ص ۸۶، ۸۷

۵۴۔ ذِكْرُ أَحْدَثِ النَّاسِ عَهْدًا بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ ﷺ کا سب سے زیادہ قرب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا

۱۵۵(۸۵۳۹): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ أُمِّ مُوسَى قَالَتْ: قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: إِنَّ أَحْدَثَ النَّاسِ عَهْدًا بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيٌّ(۱)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کے سب سے بڑے محرم راز حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

۱۵۶(۸۵۴۰): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ أُمِّ مُوسَى قَالَتْ: قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: وَالَّذِي تَحْلِفُ بِهِ أُمُّ سَلَمَةَ إِنْ كَانَ أَقْرَبُ النَّاسِ عَهْدًا بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيٌّ قَالَتْ: لَمَّا كَانَ غَدَاةَ قُبِضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ أُرَى فِي حَاجَةٍ أَظُنُّهُ بَعَثَهُ فَجَعَلَ يَقُولُ: جَاءَ عَلِيٌّ؟ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتْ: فَجَاءَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، فَلَمَّا أَنْ جَاءَ عَرَفْنَا أَنَّ لَهُ إِلَيْهِ حَاجَةً فَخَرَجْنَا مِنَ الْبَيْتِ وَكُنَّا عُدْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ فَكُنْتُ فِي آخِرِ مَنْ خَرَجَ مِنَ الْبَيْتِ ثُمَّ جَلَسْتُ أَدْنَاهُنَّ مِنَ الْبَابِ فَأَكَبَّ عَلَيْهِ عَلِيٌّ، فَكَانَ آخِرَ النَّاسِ بِهِ عَهْدًا جَعَلَ يُسَارُّهُ وَيُنَاجِيهِ(۲)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حلفاً بیان کیا ہے: رسول اللہ ﷺ کے سب سے بڑے محرم راز حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، جس دن رسول اللہ ﷺ نے وصال فرمایا، اس صبح آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی کام سے بھیجا، پھر آپ ﷺ نے پوچھنا شروع کیا: کیا علی رضی اللہ عنہ آگئے ہیں؟ تین دفعہ آپ ﷺ نے یہ پوچھا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ طلوع آفتاب سے پہلے تشریف لائے، ہم نے یہ سمجھتے ہوئے کہ رسول اللہ ﷺ کو ان سے کوئی خاص کام ہے، گھر خالی کر دیا، اس دن ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رسول اللہ ﷺ کی عیادت کے لئے جمع تھیں، میں سب سے آخر میں گھر سے نکلی اور دروازے کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی طرف جھکے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے آخری شخص تھے، جن کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے سرگوشی فرمائی اور جنہیں محرم راز بنایا۔

۱۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۸۶، ۸۵۳۹

۲۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۴۰ ii۔ مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۲۰۵۷ iii۔ احمد: ۲۷۱۰۰
iv۔ مسند ابی یعلیٰ: ۶۸۹۸، ۶۹۳۴ v۔ المستدرک للحاکم: ۴۶۷۲ vi۔ المعجم الکبیر: ۱۹۳۳۰
vii۔ تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۳۹۴ viii۔ مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۸، ص ۲۱

۵۵۔ذِكْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :عَلِيٌّ يُقَاتِلُ عَلَى تَأْوِيلِ الْقُرْآنِ كَمَا قَاتَلْتُ عَلَى تَنْزِيلِهِ

نبی کریم ﷺ کا فرمان: جس طرح میں نے قرآن کے نزول پر جہاد کیا ہے، اسی طرح علی رضی اللہ عنہ قرآن کے معانی پر جہاد کریں گے۔

۱۵۷(۸۵۴۱):أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ وَاللَّفْظُ لَهُ عَنْ جَرِيرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ :كُنَّا جُلُوسًا نَنْتَظِرُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ إِلَيْنَا قَدِ انْقَطَعَ شِسْعُ نَعْلِهِ فَرَمَى بِهَا إِلَى عَلِيٍّ فَقَالَ :إِنَّ مِنْكُمْ مَنْ يُقَاتِلُ عَلَى تَأْوِيلِ الْقُرْآنِ كَمَا قَاتَلْتُ عَلَى تَنْزِيلِهِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ :أَنَا؟ قَالَ :لَا قَالَ عُمَرُ :أَنَا قَالَ: لَا وَلَكِنْ صَاحِبَ النَّعْلِ(۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ آپ تشریف لائے اور آپ ﷺ کے جوتے مبارک کا تسمہ ٹوٹ چکا تھا، آپ ﷺ نے جوتا مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا کیا اور فرمایا: تم میں سے ایک شخص ایسا ہے، جو قرآن کے معانی کے لیے ایسے ہی جہاد کرے گا، جیسے میں نے اس کے نزول پر کیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: میں ہوں آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ وہ ہے جس کے پاس جوتا ہے۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جوتا مبارک تھا)

۵۶۔التَّرْغِيبُ فِي نُصْرَةِ عَلِيٍّ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدد کی ترغیب

۱۵۸(۸۵۴۲):أَخْبَرَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى قَالَ :حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى قَالَ :حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ :قَالَ عَلِيٌّ فِي الرَّحْبَةِ أَنْشُدُ بِاللهِ مَنْ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ غَدِيرِ خُمٍّ يَقُولُ :اللهُ وَلِيِّي، وَأَنَا وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ، وَمَنْ كُنْتُ وَلِيَّهُ فَهَذَا وَلِيُّهُ اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَهُ فَقَالَ سَعِيدٌ :قَامَ إِلَى جَنْبِي سِتَّةٌ وَقَالَ حَارِثَةُ بْنُ مُضَرِّبٍ :قَامَ عِنْدِي سِتَّةٌ وَقَالَ زَيْدُ بْنُ يُثَيْعٍ :قَامَ عِنْدِي سِتَّةٌ وَقَالَ عَمْرُو ذُو مُرٍّ :أَحِبَّ مَنْ أَحَبَّهُ وَأَبْغِضْ مَنْ أَبْغَضَهُ(۲)

حضرت سعید بن وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک کھلے مقام پر خطبہ دیتے ہوئے کہا: میں اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ سے غدیر خم کے دن کس نے سنا تھا: میرا دوست اللہ تعالیٰ ہے اور میں تمام اہل ایمان کا ولی ہوں، جس کا میں ولی ہوں، اس کا یہ ولی ہے اے اللہ تعالیٰ!! تو اس کو دوست رکھ، جو اسے دوست رکھے اور اسے دشمن سمجھ جو اس سے دشمنی کرے، تو اس کی مدد فرما، جو اس کی مدد کرے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میری جانب سے چھ صحابہ نے گواہی دی۔

۱۔ السنن الکبریٰ للنسائی:۸۴۸۸، ۸۵۴۱، مصنف ابن ابی شیبۃ :۳۲۰۷۳، احمد: ۱۱۲۷۸، ۱۱۷۹۵، ۱۳۰۹، فضائل الصحابۃ ،ج ۲،ص ۷۷۲، ابن حبان : ۶۸۹۸، ۶۹۳۷، مسند ابی یعلی :۱۰۸۱، المستدرک للحاکم: ۴۶۷۹، دلائل النبوۃ للبیہقی ،ج ۶،ص ۴۳۵، ۴۳۶، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ،ج ا،ص ۱۰۸، البدایۃ والنہایۃ، ج ۵،ص ۲۷۸، تاریخ دمشق لابن عساکر ،ج ۴۲،ص ۴۵۱ تا ۴۵۵، مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، ج ۱۷،ص ۳۸۹ وج ۱۸،ص ۴۶، اتحاف الخیرۃ المہرۃ: ۶۶۴۰، شرح السنۃ :۲۵۵۷، المقصد العلی: ۸۴۹، الریاض النضرۃ، ج ۴،ص ۱۳۵، مجمع الزوائد: ۱۴۷۶۳، جمع الجوامع: ۱۵۱۶۲، الخصائص الکبریٰ، ج ۲،ص ۲۳۴

۲۔ السنن الکبریٰ للنسائی:۸۴۸۹، ۸۵۴۲

حضرت حارثہ بن مضرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے پاس سے چھ صحابہ نے گواہی دی۔ حضرت زید بن یثیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے پاس سے چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے گواہی دی۔ عمرو ذومر نے درج ذیل الفاظ کا اضافہ کیا ہے: تو اس سے محبت فرما، جو اس سے محبت کرے، تو اس کو ناپسند فرما، جو اس سے بغض رکھے۔

۵۷۔ ذِكْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَمَّارٌ تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ

نبی کریم ﷺ کا فرمان: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو باغی گروہ قتل کرے گا

۱۵۹ (۸۵۴۳): أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ خَالِدًا يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ، عَنْ أُمِّهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَمَّارٍ: تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: خَالَفَهُ أَبُو دَاوُدَ فَقَالَ: عَنْ شُعْبَةَ عَنْ خَالِدٍ عَنِ الْحَسَنِ (۱)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا۔
نقد سند: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرمایت ہیں: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس سند کی مخالفت کی ہے اور از شعبہ از خالد از حسن روایت کی ہے۔

۱۶۰ (۸۵۴۴): أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ وَخَالِدٌ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أُمِّهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَمَّارٍ: تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَقَدْ رَوَاهُ ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الْحَسَنِ (۲)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا۔
نقد سند: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرمایت ہیں: یہ حدیث ابن عون از حسن بھی مروی ہے۔

۱۶۱ (۸۵۴۵): أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ يَزِيدَ وَهُوَ ابْنُ زُرَيْعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أُمِّهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْخَنْدَقِ وَهُوَ يُعَاطِيهِمُ اللَّبِنَ، وَقَدِ اغْبَرَّ شَعْرُ صَدْرِهِ قَالَتْ: فَوَاللهِ مَا نَسِيتُهُ وَهُوَ يَقُولُ: اللّٰهُمَّ إِنَّ الْخَيْرَ خَيْرُ الْآخِرَةِ فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ قَالَتْ: وَجَاءَ عَمَّارٌ فَقَالَ: ابْنَ سُمَيَّةَ تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ (۳)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: غزوہ خندق کے دن نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پتھر اٹھوا رہے تھے، آپ ﷺ کا سینہ مبارک ابر آلود تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں وہ منظر نہیں بھول سکتی، کہ آپ ﷺ اسی حالت میں یہ شعر گنگنا رہے تھے: اے اللہ تعالیٰ! بے شک اصل بھلائی، آخرت کی بھلائی ہے۔ تو انصار و مہاجرین کی بخشش فرما دے۔ اسی دوران حضرت عمار رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: اے سمیہ کے بیٹے! تجھے باغی گروہ قتل کر دے گا۔

۱۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۱۷، ۸۴۹۰، ۸۲۷۵، ۸۵۴۳ ii۔ مسلم: ۲/۳۷۲ iii۔ مسند ابی داؤد الطیالسی: ۱۵۹۸، ۱۷۰۳
iv۔ ابن حبان: ۶۷۳۶، ۷۰۷۷ v۔ الجمع بین الصحیحین: ۳۳۶۷، ۳۳۶۸

۲۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۹۱، ۸۵۴۴ ii۔ احمد: ۲۷۰۹۸، ۲۷۱۸۶ iii۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۲، ص ۵۴۹
iv۔ مسند ابی یعلیٰ: ۶۹۵۴ v۔ ابن حبان: ۶۷۳۶ vi۔ المصنف لعبد الرزاق: ۲۰۵۹۴

۳۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۹۲، ۸۵۴۵ ii۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۲، ص ۵۵۰ iii۔ المعجم الکبیر: ۱۹۳۹۸

۱۶۲(۸۵۴۶): حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: قَالَتْ أُمُّ الْحَسَنِ: قَالَتْ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ أُمُّ سَلَمَةَ: مَا نَسِيتُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ، وَهُوَ يُعَاطِيهِمُ اللَّبَنَ، وَقَدِ اغْبَرَّ شَعْرُهُ وَهُوَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنَّ الْخَيْرَ خَيْرُ الْآخِرَةِ فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ. وَجَاءَ عَمَّارٌ فَقَالَ: يَا ابْنَ سُمَيَّةَ تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ(۱)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں غزوہ خندق دن کو نہیں بھول سکتی، جب آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم پتھر اٹھوار ہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک غبار آلود ہو گئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم گنگنا رہے تھے۔ اے اللہ تعالیٰ بے شک اصل بھلائی، آخرت کی بھلائی ہے۔ پس تو انصار و مہاجرین کی بخشش فرما دے، اسی اثناء میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ تشریف لائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سمیہ کے بیٹے! تمہیں باغی گروہ قتل کر دے گا۔

۱۶۳(۸۵۴۷): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَكَمِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَمَّارٍ: تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ(۲)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تمہیں باغی گروہ قتل کر دے گا۔

۱۶۴(۸۵۴۸): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي مَسْلَمَةَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي أَبُو قَتَادَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لِعَمَّارٍ بُؤْسًا لَكَ يَا ابْنَ سُمَيَّةَ وَمَسَحَ الْغُبَارَ عَنْ رَأْسِهِ تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ(۳)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے سر سے گرد جھاڑتے ہوئے فرمایا: تمہارے لئے آزمائش کی بات یہ ہے کہ تمہیں باغی گروہ شہید کر دے گا۔

۱۶۵(۸۵۴۹): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ خُوَيْلِدٍ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ فَأَتَاهُ رَجُلَانِ يَخْتَصِمَانِ فِي رَأْسِ عَمَّارٍ يَقُولُ: كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنَا قَتَلْتُهُ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو لِيَطِبْ بِهِ أَحَدُكُمَا نَفْسًا لِصَاحِبِهِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: خَالَفَهُ

حضرت حنظلہ بن خویلد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا کہ دو شخص حضرت عمار کے سر کے بارے میں جھگڑتے ہوئے آئے، ان میں سے ہر کوئی حضرت عمار کو شہید کرنے کا دعویدار تھا، اس پر حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: تم میں سے ہر کوئی اپنے آپ کو بہتر ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے، حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے:

۱۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۹۳، ۸۵۴۶
۲۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۹۳، ۸۵۴۶
۳۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۹۴، ۸۵۴۸ ii۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۲، ص ۵۴۸، ۵۴۹ iii۔ مسلم ۷۳۲۰
iv۔ مسند ابی داؤد الطیالسی: ۲۱۶۸، ۲۳۱۶ v۔ الآحاد والمثانی: ۱۸۷۰ vi۔ احمد ۱۱۱۸۳
vii۔ مسند ابن الجعد: ۱۶۲۴ viii۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۱، ص ۲۸۲

شُعْبَةُ فَقَالَ :عَنِ الْعَوَّامِ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ سُوَيْدٍ(۱)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو باغی گروہ شہید کرے گا۔

نقدِ سند: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرمایتے ہیں: حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ نے اس کی مخالفت کی ہے اور عوام از اجل از حنظلہ بن سوید روایت کی ہے۔

۱۶۶(۸۵۵۰):أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ :حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْعَوَّامِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي شَيْبَانَ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ " :جِيءَ بِرَأْسِ عَمَّارٍ، فَقَالَ :عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ(۲)

حضرت حنظلہ بن سوید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا، تو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ان کو باغی گروہ شہید کردے گا۔

۱۶۷(۸۵۵۱):أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ قَالَ :حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :تَقْتُلُ عَمَّارًا الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ .
قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ :خَالَفَهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ فَرَوَاهُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ(۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو باغی گروہ شہید کردیں گے۔

نقدِ سند: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرمایتے ہیں: اس سند کی ابو معاویہ نے مخالفت کی ہے اور عن الاعمش عن عبدالرحمن بن زیاد عن عبداللہ بن الحارث کی سند سے روایت کی ہے۔

۱۶۸(۸۵۵۲):أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ :حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو نَحْوَهُ .خَالَفَهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ فَقَالَ :عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي زِيَادٍ(۴)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے اسی حدیث کی مثل روایت ہے۔

نقد سند: اس سند کی سفیان ثوری نے مخالف کی ہے اور اعمش از عبدالرحمان بن ابوزیاد سے رویات کی ہے۔

۱۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۹۰، ۸۵۴۹ ii۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، ج ۷، ص ۲۳۳ iii۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۳، ص ۱۳۵
iv۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۳، ص ۲۲۱ v۔ مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۸، ص ۲۱۹ vi۔ احمد: ۶۵۳۸، ۶۹۲۹
vii۔ جمع الجوامع: ۱۳۳۲۸ viii۔ المطالب العالیۃ: ۴۳۸۳ ix۔ تحقیق منیف للکیکلدی، ص ۸۸
۲۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۹۷، ۸۵۵۰ ۳۔ ایضاً
۴۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۹۸، ۱۶۹۸۵۵۱

۱۶۹۔(۸۵۳): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: إِنِّي لَأُسَايِرُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو وَعَمْرَو بْنَ الْعَاصِ وَمُعَاوِيَةَ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ عَمَّارًا فَقَالَ عَمْرٌو لِمُعَاوِيَةَ أَتَسْمَعُ مَا يَقُولُ هَذَا؟ فَحَذَفَهُ قَالَ: نَحْنُ قَتَلْنَاهُ؟ إِنَّمَا قَتَلَهُ مَنْ جَاءَ بِهِ لَا تَزَالُ دَاحِضًا فِي بَوْلِكَ (۱)

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جا رہے تھے، اسی دوران حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو باغی گروہ شہید کرے گا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات کو سنا ہے؟ انہوں نے الفاظ نہیں دھرائے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے ان کو شہید کیا ہے؟ ان کو اس نے شہید کیا ہے، جو ان کو لے کر آیا ہے۔ تم اپنے ہی پیشاب پر پھیل جاتے ہو۔

۵۸۔ذِكْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمْرُقُ مَارِقَةٌ مِنَ النَّاسِ يَلِي قَتْلَهُمْ أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: خوارج کو اہل حق قتل کریں گے:

۱۷۰(۸۵۴): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَمْرُقُ مَارِقَةٌ مِنَ النَّاسِ يَلِي قَتْلَهُمْ أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ (۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب خوارج کا گروہ ظاہر ہوگا اور ان کو اہل حق کا بہترین گروہ قتل کرے گا۔

۱۷۱(۸۵۵): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَتَكُونُ أُمَّتِي فِرْقَتَيْنِ، فَتَخْرُجُ مِنْ بَيْنِهِمَا مَارِقَةٌ يَلِي قَتْلَهَا أَوْلَاهُمَا بِالْحَقِّ (۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب میری امت دو گروہوں میں تقسیم ہو جائے گی، ان میں سے ایک گروہ خوارج کا ہوگا، ان کو اہل حق کا بہترین گروہ قتل کرے گا۔

۱۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۵۳،۸۵۰۰، احمد، ج ۲، ص ۱۶۱ وطبع آخر: ۶۴۹۹، ۶۵۰۰ وطبع قدیم، ج ۲، ص ۲۰۶ وطبع جدید: ۶۹۲۲، ۶۹۲۷، مسند ابی یعلی: ۷۳۱۳، المعجم الکبیر: ۱۶۱۱۴، الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۳، ص ۱۳۴، تاریخ الاسلام للذھبی، ج ۲، ص ۲۰۵، ۲۰۶، سیر اعلام النبلاء للذھبی ج ۳، ص ۲۶۲، اتحاف الخیرۃ المھرۃ: ۷۳۸۶، ۷۳۶۷، البدایۃ والنھایۃ، ج ۴، ص ۶۲۱ و ج ۵، ص ۳۷۱، مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۸۷، ۲۸۸ وطبع آخر ۱۵۶۱۸، ۱۵۶۲۱، المطالب العالیۃ، ج ۴، ص ۳۰۵، جمع الجوامع: ۱۳۳۰۱

۲۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۵۷، ۸۵۰۱، ۸۵۱۱، ۸۵۵۴ ii۔ مسلم: ۲۴۵۸، ۲۴۶ iii۔ ابی داؤد: ۴۶۶۷
iv۔ احمد: ۱۱۲۱۴، ۱۱۲۹۵، ۱۱۴۳۶، ۱۱۳۶۸، ۱۱۷۷۴، ۱۱۹۴۳ v۔ ابن حبان: ۶۷۳۵ vi السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۶۷۷۹

۳۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۰۲، ۸۵۵۵ ii۔ احمد: ۱۱۶۳۴
iii۔ مسند ابی داؤد الطیالسی: ۲۱۶۵، ۲۲۷۹ iv۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۵، ص ۱۸۹
v۔ کتاب السنۃ لابن ابی عاصم: ۱۳۲۸

۱۷۲(۸۵۵۶):أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ :حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :تَفْتَرِقُ أُمَّتِي فِرْقَتَيْنِ يَمْرُقُ بَيْنَهُمَا مَارِقَةٌ تَقْتُلُهُمْ أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ (۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت دو گروہوں میں تقسیم ہو جائے گی، ایک گروہ دین سے نکلنے والا ہوگا، ان کو وہ گروہ قتل کرے گا، جو حق کے قریب ہوگا۔

۱۷۳(۸۵۵۷):أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو الْغَيْلَانِيُّ قَالَ :حَدَّثَنَا بَهْزٌ، عَنِ الْقَاسِمِ وَهُوَ ابْنُ الْفَضْلِ قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَمْرُقُ مَارِقَةٌ عِنْدَ فِرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ تَقْتُلُهَا أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ (۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں میں افتراق کے وقت ایک بے دین گروہ کا خروج ہوگا اور اس کو اہل حق کا بہترین گروہ قتل کرے گا۔

۱۷۴(۸۵۵۸):أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ :حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ :سَمِعْتُ أَبِي قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ نَاسًا فِي أُمَّتِهِ يَخْرُجُونَ فِي فِرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ سِيمَاهُمُ التَّحْلِيقُ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ هُمْ مِنْ شَرِّ الْخَلْقِ أَوْ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ، تَقْتُلُهُمْ أَدْنَى الطَّائِفَتَيْنِ إِلَى الْحَقِّ "قَالَ :وَقَالَ كَلِمَةً أُخْرَى قُلْتُ بَيْنِي وَبَيْنَهُ :مَا هِيَ؟ قَالَ :وَأَنْتُمْ قَتَلْتُمُوهُمْ يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ (۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لوگوں کا ذکر فرمایا کہ لوگوں کا ایک گروہ خروج کرے گا، جن کی علامت سر منڈ ہوا ہونا ہوگا، وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے، جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے، وہ بدترین لوگ ہوں گے، ان کو اہل حق کا بہترین گروہ قتل کرے گا۔ راوی کہتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی اور جملہ بھی کہا تھا۔ ابونضرہ کہتے ہیں، میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے پوچھا: میرے اور اس گروہ کے درمیان کیا تعلق ہے؟ آپ نے فرمایا: اے عراقیو! تم نے ہی اس گروہ کو قتل کیا ہے۔

۱۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی:۸۵۰۳، ۸۵۵۶ ii۔مسند ابی یعلی:۱۲۴۱، ۱۳۴۰، ۱۰۳۲ iii۔شرح السنۃ:۲۵۵
iv۔تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار:۲۶۸۲ v۔سنن سعید بن منصور:۲۹۷۲

۲۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی:۸۵۰۴، ۸۵۵۷ ii۔نیل الاوطار:۳۱۹۰ iii۔جمع الجوامع:۱۵۲۷۲، ۱۶۲۷۳، ۱۵۲۷۶

۳۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی:۸۵۰۶، ۸۵۵۹ ii۔مسلم:۲۴۵۷

۱۷۵(۸۵۵۹): أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ وَاصِلِ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَاضِرُ بْنُ الْمُوَرِّعِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَجْلَحُ، عَنْ حَبِيبٍ، أَنَّهُ سَمِعَ الضَّحَّاكَ الْمَشْرِقِيَّ، يُحَدِّثُهُمْ وَمَعَهُمْ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَمَيْمُونُ بْنُ أَبِي شَبِيبٍ وَأَبُو الْبَخْتَرِيِّ وَأَبُو صَالِحٍ، وَذَرٌّ الْهَمْدَانِيُّ وَالْحَسَنُ الْعُرَنِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَرْوِي عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْمٍ يَخْرُجُونَ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ، فَذَكَرَ مِنْ صَلَاتِهِمْ، وَزَكَاتِهِمْ، وَصَوْمِهِمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يُجَاوِزُ الْقُرْآنُ تَرَاقِيَهُمْ يَخْرُجُونَ فِي فِرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ يُقَاتِلُهُمْ أَقْرَبُ النَّاسِ إِلَى الْحَقِّ (۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت میں ایک گروہ خروج کرے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نمازوں، صدقات اور روزوں کا ذکر فرمایا، وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے، جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے، قرآن ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا، وہ مسلمانوں سے ایک گروہ کی صورت میں خروج کریں گے، ان کو وہ شخص قتل کرے گا جو اہل حق کا بہترین فرد ہوگا۔

۶۰۔ ذِكْرُ مَا خُصَّ بِهِ عَلِيٌّ مِنْ قِتَالِ الْمَارِقِينَ

حضرت علی کرم اللہ کی خوارج کو قتل کرنے میں خصوصیت

۱۷۶(۸۵۶۰): أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، وَالْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ، قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ، وَاللَّفْظُ لَهُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَقْسِمُ قَسْمًا أَتَاهُ ذُو الْخُوَيْصِرَةِ وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ اعْدِلْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ؟ قَدْ خِبْتَ وَخَسِرْتَ إِنْ لَمْ أَعْدِلْ قَالَ عُمَرُ: ائْذَنْ لِي فِيهِ أَضْرِبْ عُنُقَهُ قَالَ: دَعْهُ فَإِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، يَنْظُرُ إِلَى نَصْلِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ، ثُمَّ يَنْظُرُ إِلَى رِصَافِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ، ثُمَّ يَنْظُرُ إِلَى نَضِيِّهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ، وَهُوَ الْقِدْحُ ثُمَّ يَنْظُرُ إِلَى قُذَذِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ، آيَتُهُمْ رَجُلٌ أَسْوَدُ إِحْدَى

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے، اسی دوران ذوالخویصرہ تمیمی آیا اس نے اور کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! انصاف کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں انصاف نہیں کروں گا، تو اور کون انصاف کرے گا؟ اگر میں انصاف نہ کروں، تو ناکام و نامراد رہ جاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اسے قتل کرنے کی اجازت عنایت فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، اسے چھوڑ دو، اس کے اور بھی ساتھی ہوں، تو تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلے میں حقیر سمجھو، اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلے میں کم تر جانو گے، وہ قرآن پڑھیں گے، لیکن قرآن ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا، وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے، جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ اس تیر کی نوک، پھل کی جڑ، پیکان میں کوئی اثر نہ ہوگا، حالانکہ وہ تیر گوشت پوست سے گزرا ہوگا۔ ان

۱۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۵۹،۸۵۰۶ ii۔ مسلم: ۲۴۶۱

عَضُدَیْهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ أَوْ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ، يَخْرُجُونَ عَلَى خَيْرِ فِرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ :فَأَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ هٰذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَشْهَدُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ قَاتَلَهُمْ، وَأَنَا مَعَهُ فَأَمَرَ بِذٰلِكَ الرَّجُلِ فَالْتُمِسَ فَوُجِدَ فَأُتِيَ بِهِ حَتَّى نَظَرْتُ إِلَيْهِ عَلَى نَعْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي نَعَتَ(۱)

کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک سیاہ آدمی ہوگا، جس کا ایک بازو عورت کے پستان یا لوتھڑے کی طرح ڈھلکتا ہوگا۔ وہ ایسے لوگوں میں خروج کریں گے، جو بہترین لوگ ہوں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں، میں نے یہ حدیث خود آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے، اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ان خوارج سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جہاد کیا اور میں بھی شریک تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کی لاش کو تلاش کرنے کا حکم دیا، تو اس کی لاش مل گئی۔ اس کی لاش کو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا، تو میں نے دیکھا کہ وہ ساری علامتیں اس میں موجود تھیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھیں۔

۱۷۷(۸۵۶۱):أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى بْنِ بُهْلُولٍ قَالَ :حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ :وَحَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، وَذَكَرَ آخَرُ قَالُوا: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَالضَّحَّاكِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ :بَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ ذَاتَ يَوْمٍ قَسْمًا فَقَالَ ذُو الْخُوَيْصِرَةِ التَّمِيمِيُّ :يَا رَسُولَ اللهِ اعْدِلْ قَالَ :وَيْحَكَ وَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ؟ فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللهِ ائْذَنْ لِي حَتَّى أَضْرِبَ عُنُقَهُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا، إِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْتَقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ حَتَّى إِنَّ أَحَدَهُمْ لَيَنْظُرُ إِلَى نَصْلِهِ فَلَا يَجِدُ فِيهِ شَيْئًا ثُمَّ يَنْظُرُ إِلَى رِصَافِهِ فَلَا يَجِدُ فِيهِ شَيْئًا ثُمَّ يَنْظُرُ إِلَى نَضِيِّهِ فَلَا يَجِدُ فِيهِ شَيْئًا ثُمَّ يَنْظُرُ إِلَى قُذَذِهِ فَلَا يَجِدُ فِيهِ شَيْئًا سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ،

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے، اسی دوران **ذوالخویصرہ تمیمی** نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم انصاف کیجئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھ پر افسوس ہے! اگر میں انصاف نہیں کروں گا، تو کون انصاف کرے گا؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اس کی گردن اڑانے کی اجازت عنایت فرمائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کرکے فرمایا: اس کے کچھ ساتھی ہوں گے، تم اپنی نماز کو ان کی نماز کے، اپنے روزے کو ان کے روزے کے مقابلے میں حقیر سمجھو گے، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے، جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے، یہاں تک کہ اگر تم میں سے کوئی اس تیر کی نوک، پھل اور پیکان پر کوئی اثر نہیں دیکھے گا، وہ

۱- i۔السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۶۰،۸۵۰۷ ii۔بخاری: ۶۹۳۳،۳۶۱۰ iii۔مسلم: ۲۴۵۶
iv۔ابن حبان: ۶۷۴۱،۱۴۱ v۔دلائل النبوۃ للبیہقی، ج۶ص۴۲۷ vi۔شرح السنۃ: ۲۵۵۲
vii۔کتاب السنۃ لابن ابی عاصم: ۹۲۴

يَخْرُجُونَ عَلَى خَيْرِ فِرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ، آيَتُهُمْ رَجُلٌ أَدْعَجُ إِحْدَى يَدَيْهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ أَوْ كَالْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَشْهَدُ أَنِّي كُنْتُ مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ حِينَ قَاتَلَهُمْ، فَأَرْسَلَ إِلَى الْقَتْلَى، فَأُتِيَ بِهِ عَلَى النَّعْتِ الَّذِي نَعَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۱)

تیر گوشت پوست سے گزر جائے گا۔ وہ لوگ بہترین لوگوں پر خروج کریں گے، ان کی نشانی یہ ہے کہ ان کے ایک شخص کی آنکھ بڑی اور بازو عورت کے پستان یا لوتھڑے کی طرح ڈھلکتا ہوگا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث مبارکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنی ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب ان لوگوں سے جہاد کیا تو میں بھی شریک تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل ہونے کی طرف بھیجا، تو اس شخص کو لایا گیا، جس میں وہ ساری علامات تھیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھیں۔

۱۷۸ (۸۵۶۲): الْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، أَنَّ الْحَرُورِيَّةَ لَمَّا خَرَجَتْ مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَقَالُوا: لَا حُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ قَالَ عَلِيٌّ: كَلِمَةُ حَقٍّ أُرِيدَ بِهَا بَاطِلٌ، إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَ نَاسًا إِنِّي لَأَعْرِفُ صِفَتَهُمْ فِي هَؤُلَاءِ الَّذِينَ يَقُولُونَ الْحَقَّ بِأَلْسِنَتِهِمْ لَا يَجُوزُ هَذَا مِنْهُمْ، وَأَشَارَ إِلَى حَلْقِهِ مِنْ أَبْغَضِ خَلْقِ اللهِ إِلَيْهِ مِنْهُمْ أَسْوَدُ إِحْدَى يَدَيْهِ طُبْيُ شَاةٍ أَوْ حَلَمَةُ ثَدْيٍ، فَلَمَّا قَاتَلَهُمْ عَلِيٌّ قَالَ: انْظُرُوا فَنَظَرُوا، فَلَمْ يَجِدُوا شَيْئًا فَقَالَ: ارْجِعُوا وَاللهِ مَا كَذَبْتُ وَلَا كُذِبْتُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، ثُمَّ وَجَدُوهُ فِي خَرِبَةٍ فَأَتَوْا بِهِ حَتَّى وَضَعُوهُ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ عُبَيْدُ اللهِ: أَنَا حَاضِرٌ ذَلِكَ مِنْ أَمْرِهِمْ، وَقَوْلُ عَلِيٍّ فِيهِمْ (۲)

حضرت عبیداللہ بن ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب فرقہ حروریہ کے لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا، تو کہا: حکم صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کلمہ حق ہے اور اس سے مراد باطل ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی نشانیاں بیان فرمائی ہیں، جنہیں میں پہچانتا ہوں، یہی وہ لوگ ہیں جو زبان سے حق کہتے ہیں، لیکن یہ بات ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ لوگ ہیں۔ ان میں ایک سیاہ شخص ہوگا، جس کا ایک ہاتھ بکری کی شرم گاہ یا پستان کی طرح ڈھلکا ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کرلیا تو فرمایا: تلاش کرو، لوگوں نے تلاش کیا، لیکن انہیں نہ ملا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دوبارہ تلاش کرو، اللہ تعالیٰ کی قسم! نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ ہی مجھے جھٹلایا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دو یا تین دفعہ ارشاد

۱۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۰۸، ۸۵۶۱ ii۔ مصابیح السنۃ: ۴۶۰۹ iii۔ مشکاۃ: ۸۵۹۶
iv۔ السنۃ لعبداللہ بن احمد: ۱۴۷۷ v۔ الموطا للامام مالک بن انس: ۴۸۷
vi۔ موطا الامام مالک بروایۃ امام محمد بن الحسن الشیبانی: ۸۶۴

۲۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۰۹، ۸۵۶۲ ii۔ مسلم: ۲۴۶۸ iii۔ کتاب السنۃ لابن ابی عاصم: ۹۶۵

فرمایا: پھر لوگوں نے اسے ایک ویران جگہ سے تلاش کر لیا، لوگوں نے اس کی لاش آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے لا کر رکھ دی۔ حضرت عبید اللہ بن ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اس موقع پر موجود تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں فرمان کے حق ہونے کا گواہ ہوں۔

۱۸۰ (۸۵۶۳) أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ هَاشِمٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ: إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ نَفْسِي فَإِنَّ الْحَرْبَ خَدْعَةٌ وَإِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " فَلَأَنْ أَخِرَّ مِنَ السَّمَاءِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَكْذِبَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: يَخْرُجُ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ لَا يُجَاوِزُ إِيمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَإِنْ أَدْرَكْتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ(۱)

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سنا: جب میں تمہیں کوئی بات اپنی طرف سے بیان کروں، تو بے شک جنگ ایک چال کا نام ہے، لیکن جب میں کوئی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بیان کروں، تو میں اس بات کو زیادہ پسندیدہ سمجھتا ہوں کہ مجھے آسمان سے گرا دیا جائے، بجائے اس کے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ بات منسوب کروں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: ایک ایسی قوم خروج کرے گی، جو کم عمر اور کم عقل لوگوں پر مشتمل ہوگی، وہ زبان سے بہتری بات کہے گی، لیکن ایمان ان کے حلقوں سے نہیں اترے گا، وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے، اگر تم ان کو پاؤ، تو ان کو قتل کرنا۔ کیونکہ ان کے قتل کرنے اجر قاتل کو قیامت کے دن ملے گا۔

۱۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۱۰، ۸۵۶۳، احمد: ۱۶۱، ۱۰۸۶، مسلم: ۲۴۶۲، ابی داؤد: ۴۷۶۷، نسائی: ۴۱۱۳، بخاری: ۳۶۱۱، ۵۰۵۷، ۶۹۳۰، مسند البزار: ۵۶۸، ۵۶۹، مسند ابی یعلی: ۲۵۶، ۳۱۹، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۱۶۸، ۱۲۳، ابن حبان: ۶۷۳۹، الکامل فی ضعفاء الرجال، ج ۱، ص ۹۳، دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۶، ص ۴۳۰، سنن الصالحین وسنن العابدین للباجی، ج ۱، ص ۴۳۵، ۴۸۷

۶۰۔ ذِكْرُ الِاخْتِلَافِ عَلَى أَبِي إِسْحَاقَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ

حضرت ابواسحاق رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ

۱۸۱(۸۵۶۴): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَالْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا قَالَا: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ آخِرِ الزَّمَانِ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ قِتَالُهُمْ حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ خَالَفَهُ يُوسُفُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ فَأَدْخَلَ بَيْنَ أَبِي إِسْحَاقَ وَبَيْنَ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ ثَرْوَانَ (۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخری زمانے میں ایک قوم نکلے گی، وہ قرآن پڑھیں گے، لیکن قرآن ان کے حلق سے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے، جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ ان سے جہاد کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

نقد سند: یوسف بن ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مخالفت کی ہے اور سند میں ابواسحاق اور سوید بن غفلہ کے درمیان عبدالرحمن بن ثروان کو ذکر کیا ہے۔

۱۸۲(۸۵۶۵): أَخْبَرَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي قَيْسٍ الْأَوْدِيِّ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ قِتَالُهُمْ حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ۔ سِيمَاهُمْ (۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخری زمانے میں ایک قوم ظاہر ہوگی، وہ قرآن پڑھیں گے، لیکن قرآن کے ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے، جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے، ان سے جہاد کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ ان کی نشانی سر منڈ ہوا ناہے۔

۱۸۳(۸۵۶۶): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ بَكَّارٍ الْحَرَّانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مَخْلَدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ طَارِقِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ عَلِيٍّ إِلَى الْخَوَارِجِ فَقَتَلَهُمْ ثُمَّ قَالَ: انْظُرُوا، فَإِنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّهُ سَيَخْرُجُ قَوْمٌ يَتَكَلَّمُونَ بِالْحَقِّ لَا يُجَاوِزُ حُلُوقَهُمْ، يَخْرُجُونَ مِنَ الْحَقِّ كَمَا يَخْرُجُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَسِيمَاهُمْ أَنَّ فِيهِمْ رَجُلًا أَسْوَدَ مُخْدَجَ الْيَدِ فِي يَدِهِ شَعَرَاتٌ سُودٌ، إِنْ كَانَ هُوَ، فَقَدْ قَتَلْتُمْ شَرَّ النَّاسِ وَإِنْ

حضرت طارق بن زیاد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خوارج سے قتال کے لئے نکلے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تلاش کرو، بے شک اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: عنقریب ایسی قوم نکلے گی جو زبان سے حق بات کرے گی، لیکن وہ حق ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ حق ایسے نکل جائیں گے، جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے اور ان کی علامت یہ ہوگی کہ ان میں ایک

۱۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۱۱، ۸۵۶۴ ii۔ احمد: ۱۳۴۶ iii۔ مسند البزار: ۵۶۶
iv۔ کتاب السنۃ لابن ابی عاصم: ۹۱۱ v۔ مسند ابی یعلیٰ: ۳۱۹

۲۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۵۵۱، ۸۵۶۱۲، ۸۵۶۵

لَمْ يَكُنْ هُوَ فَقَدْ قَتَلْتُمْ خَيْرَ النَّاسِ فَبَكَيْنَا ثُمَّ قَالَ " :اطْلُبُوهُ، فَطَلَبْنَاهُ، فَوَجَدْنَا الْمُخْدَجَ، فَخَرَرْنَا سُجُودًا، وَخَرَّ عَلِيٌّ مَعَنَا سَاجِدًا غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ :يَتَكَلَّمُونَ بِكَلِمَةِ الْحَقِّ "(۱)

ایسا شخص ہوگا، جس کا ہاتھ عیب دار ہوگا، اس کے ہاتھ پر سیاہ بال ہوں گے، اگر وہ شخص ان میں موجود ہے تو تم نے بدترین لوگوں کو قتل کیا ہے اور اگر وہ شخص نہیں ہے، تو تم نے بہترین لوگوں کو قتل کیا ہے۔ ہم رونے لگ گئے، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تلاش کرو، جب ہم نے تلاش کیا، تو اس عیب دار شخص کو پالیا۔ ہم نے سجدہ شکر ادا کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی سجدہ شکر ادا کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے: انہوں نے بات حق کہی۔

۱۸۴(۸۵۶۷): أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ قَالَ :حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ :أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ قَالَ :أَخْبَرَنَا أَبُو بَلْجٍ يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ بْنِ بَلْجٍ قَالَ :أَخْبَرَنِي أَبِي سُلَيْمُ بْنُ بَلْجٍ، أَنَّهُ كَانَ مَعَ عَلِيٍّ فِي النَّهْرَوَانِ قَالَ :كُنْتُ قَبْلَ ذَلِكَ أُصَارِعُ رَجُلًا عَلَى يَدِهِ شَيْءٌ فَقُلْتُ :مَا شَأْنُ يَدِكَ؟ قَالَ :أَكَلَهَا بَعِيرٌ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ النَّهْرَوَانِ وَقَتَلَ عَلِيٌّ الْحَرُورِيَّةَ فَجَزِعَ عَلِيٌّ مِنْ قَتْلِهِمْ حِينَ لَمْ يَجِدْ ذَا الثُّدَيِّ فَطَافَ حَتَّى وَجَدَهُ فِي سَاقِيَةٍ فَقَالَ :صَدَقَ اللَّهُ وَبَلَّغَ رَسُولُهُ وَقَالَ :وَفِي مَنْكِبِهِ ثَلَاثُ شَعَرَاتٍ فِي مِثْلِ حَلَمَةِ الثَّدْيِ(۲)

حضرت ابو سلیم بن بلج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ جنگ نہروان کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ اس سے پہلے وہ ایک ایسے شخص کو ملے تھے، جس کا ہاتھ عیب دار تھا، فرماتے ہیں: میں نے اس سے پوچھا: تیرے ہاتھ کو کیا ہوا ہے؟ اس نے بتلایا: اونٹ نے چبایا ہے۔ نہروان کے دن جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرقہ حروریہ کے لوگوں کو قتل کیا، تو آپ رضی اللہ عنہ اس وقت پریشان ہوگئے، جب اس ناقص ہاتھ والے کو نہ پایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ تلاش کیا، تو اسے ایک ندی میں موجود پایا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا، اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حق پہنچایا۔ راوی کہتے ہیں: اس شخص کے کندھے پر پستان کے سرے کی طرح کے تین گوشت کے لوتھڑے تھے۔

۱۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۱۳، ۸۵۶۶ ii۔ احمد: ۸۴۸، ۱۲۵۵ iii۔ مسند البزار: ۸۹۷
iv۔ فضائل الصحابہ: ۱۲۲۴

۲۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۱۴، ۸۵۶۷

۷۱۔ثَوَابُ مَنْ قَاتَلَهُمْ

خوارج سے قتال کا اجر

۱۸۵ (۸۵۶۸):أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ :أَخْبَرَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ قَالَ :حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ الْجَرْمِيُّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ :كُنْتُ عِنْدَ عَلِيٍّ جَالِسًا إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابُ السَّفَرِ قَالَ :وَعَلِيٌّ يُكَلِّمُ النَّاسَ وَيُكَلِّمُونَهُ فَقَالَ :يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَتَأْذَنُ أَنْ أَتَكَلَّمَ؟ فَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلَيْهِ وَشَغَلَهُ مَا هُوَ فِيهِ، فَجَلَسْتُ إِلَى الرَّجُلِ فَسَأَلْتُهُ مَا خَبَرُكَ؟ قَالَ :كُنْتُ مُعْتَمِرًا، فَلَقِيتُ عَائِشَةَ فَقَالَتْ لِي :هَؤُلَاءِ الْقَوْمُ الَّذِينَ خَرَجُوا فِي أَرْضِكُمْ يُسَمَّوْنَ حَرُورِيَّةَ قُلْتُ :خَرَجُوا فِي مَوْضِعٍ يُسَمَّى حَرُورَاءَ، فَسُمُّوا بِذَلِكَ فَقَالَتْ :طُوبَى لِمَنْ شَهِدَ هَلَكَتَهُمْ، لَوْ شَاءَ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ لَأَخْبَرَكُمْ خَبَرَهُمْ ، فَجِئْتُ أَسْأَلُهُ عَنْ خَبَرِهِمْ، فَلَمَّا فَرَغَ عَلِيٌّ قَالَ :أَيْنَ الْمُسْتَأْذِنُ؟ فَقَصَّ عَلَيْهِ كَمَا قَصَّ عَلَيْنَا قَالَ :إِنِّي دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ عِنْدَهُ أَحَدٌ غَيْرُ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ لِي :كَيْفَ أَنْتَ يَا عَلِيُّ، وَقَوْمٌ كَذَا وَكَذَا؟ قُلْتُ :اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ وَقَالَ :ثُمَّ أَشَارَ بِيَدِهِ فَقَالَ :قَوْمٌ يَخْرُجُونَ مِنَ الْمَشْرِقِ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ فِيهِمْ رَجُلٌ مُخْدَجٌ كَأَنَّ يَدَهُ ثَدْيٌ أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ أَخْبَرْتُكُمْ بِهِمْ؟ قَالُوا: نَعَمْ قَالَ :أَنَاشِدُكُمْ بِاللهِ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّهُ فِيهِمْ؟ قَالُوا :نَعَمْ قَالَ: فَأَتَيْتُمُونِي، فَأَخْبَرْتُمُونِي أَنَّهُ لَيْسَ فِيهِمْ، فَحَلَفْتُ لَكُمْ بِاللهِ أَنَّهُ فِيهِمْ، فَأَتَيْتُمُونِي بِهِ تَسْحَبُونَهُ كَمَا نُعِتَ لَكُمْ؟ قَالُوا :نَعَمْ قَالَ: صَدَقَ اللهُ وَرَسُولُهُ(۱)

حضرت کلیب جرمی بیان کرتے ہیں: میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا، اور آپ رضی اللہ عنہ لوگوں سے مخاطب تھے، اسی اثنا میں ایک مسافر شخص آیا اور اس نے عرض کی: اے امیر المومنین! کیا آپ مجھے بات کرنے کی اجازت مرحمت فرماتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی گفتگو جاری رکھی اور اس کی طرف توجہ نہ دی۔ میں اس شخص کے پاس گیا اور اس سے پوچھا: تیرے پاس کیا خبر ہے؟ اس نے بتلایا: میں عمرہ کی ادائیگی کے لئے گیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا، آپ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے پوچھا: جو قوم تمہارے علاقے سے نکلی ہے، اسے حروریہ کیوں کہتے ہیں: میں نے عرض کی: وہ حروراء نامی بستی سے نکلے ہیں، اس لئے حروریہ نام ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: خوش بخت ہے وہ، جوان کو قتل کرنے میں شریک ہوا، اگر تم چاہو تو حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں بتلا سکتے ہیں۔ میں اسی کے بارے میں پوچھنے کے لئے آیا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب فارغ ہوئے تو پوچھا: اجازت طلب کرنے والا کدھر ہے؟ اس شخص نے ساری داستان بیان کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی اور موجود نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا، جب تمہارا ایسی ایسی قوم سے واسطہ ہوگا؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا: ایک قوم مشرق سے نکلے گی، جو قرآن

۱۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۶۸،۸۵۱۵ ii۔احمد: ۱۳۷۹،۱۳۷۸ iii۔فضائل الصحابۃ: ۱۲۲۳
iv۔السنۃ لعبداللہ بن احمد: ۱۴۱۲،۱۴۱۱،۱۴۱۰ v۔مسند البزار: ۷۷۳،۷۷۲ vi۔مسند ابی یعلیٰ: ۴۷۸،۴۶۸
vii۔کتاب السنۃ لابن ابی عاصم: ۹۱۳ viii۔البدایۃ والنہایۃ، ج ۷، ص ۲۹۳

پڑھیں گے، لیکن قرآن ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے، جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ ان میں ایک شخص عیب دار ہوگا، جس کا ہاتھ پستان کی طرح ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا میں نے تمہیں ان کے بارے میں بتلایا تھا؟ لوگوں نے کہا: ہاں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ کہا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا میں نے اس شخص کے بارے میں بھی تمہیں بتلایا تھا؟ لوگوں نے کہا: ہاں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے مجھے آ کر بتلایا تھا کہ وہ شخص ان میں نہیں ہے، اور میں نے قسم کھا کر کہا تھا کہ وہ انہی میں ہے۔ پھر تم اسے گھسیٹتے ہوئے میرے پاس لائے تھے، جیسا کہ میں نے تمہیں بیان کیا تھا؟ لوگوں نے کہا: ہاں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔

۱۸۶ (۸۵۶۹): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ زَيْدٍ وَهُوَ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ النَّهْرَوَانِ لَقِيَ الْخَوَارِجَ فَلَمْ يَبْرَحُوا حَتَّى شَجَرُوا بِالرِّمَاحِ فَقُتِلُوا جَمِيعًا قَالَ عَلِيٌّ: اطْلُبُوا ذَا الثُّدَيَّةِ فَطَلَبُوهُ فَلَمْ يَجِدُوهُ فَقَالَ عَلِيٌّ: مَا كَذَبْتُ وَلَا كُذِبْتُ اطْلُبُوهُ فَطَلَبُوهُ فَوَجَدُوهُ فِي وَهْدَةٍ مِنَ الْأَرْضِ عَلَيْهِ نَاسٌ مِنَ الْقَتْلَى، فَإِذَا رَجُلٌ عَلَى يَدِهِ مِثْلُ سَبَلَاتِ السِّنَّوْرِ، فَكَبَّرَ عَلِيٌّ وَالنَّاسُ وَأَعْجَبَهُمْ ذَلِكَ (۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نہروان کے دن میں خوارج سے جنگ ہوئی، تو وہ ڈٹ گئے، حتی کہ ان پر تیروں سے حملہ کیا گیا، جس سے وہ سارے مارے گئے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پستان کی مثل ہاتھ والے کو تلاش کرو۔ لوگوں نے تلاش کیا، لیکن وہ نہ مل سکا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ ہی جھٹلایا جا سکتا ہوں۔ تلاش کرو۔ لوگوں نے دوبارہ تلاش کیا، تو اسے ایک گڑھے میں لاشوں کے نیچے پالیا، ان میں ایک ایسا آدمی تھا، جس کے ہاتھ پر بلی کی مونچھوں کی مثل بال تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور باقی تمام نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور اس پر اظہار تعجب کیا۔

۱۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۱۶، ۸۵۶۹ ii۔ مسلم: ۲۴۶۷، احمد: ۵۰۶ iii۔ ابی داؤد: ۴۷۶۸

iv۔ مسند البزار: ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱

۱۸۷ (۸۵۷۰): أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ وَاصِلِ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ قَيْسٍ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ: خَطَبَنَا عَلِيٌّ بِقَنْطَرَةِ الدِّيزَجَانِ فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ ذُكِرَ لِي خَارِجَةٌ تَخْرُجُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ وَفِيهِمْ ذُو الثُّدَيَّةِ فَقَاتِلْهُمْ فَقَالَتِ الْحَرُورِيَّةُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: لَا تُكَلِّمُوهُ فَيَرُدَّكُمْ كَمَا رَدَّكُمْ يَوْمَ حَرُورَاءَ، فَشَجَرَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِالرِّمَاحِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ: اقْطَعُوا الْعَوَالِيَ، وَالْعَوَالِي الرِّمَاحُ فَدَارُوا وَاسْتَدَارُوا، وَقُتِلَ مِنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا، أَوْ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا فَقَالَ عَلِيٌّ: الْتَمِسُوا الْمُخْدَجَ، وَذَلِكَ فِي يَوْمٍ شَاتٍ فَقَالُوا: مَا نَقْدِرُ عَلَيْهِ فَرَكِبَ عَلِيٌّ بَغْلَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهْبَاءَ، فَأَتَى وَهْدَةً مِنَ الْأَرْضِ فَقَالَ: الْتَمِسُوهُ فِي هَؤُلَاءِ، فَأُخْرِجَ فَقَالَ: مَا كَذَبْتُ وَلَا كُذِبْتُ فَقَالَ: اعْمَلُوا وَلَا تَتَّكِلُوا، لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَتَّكِلُوا لَأَخْبَرْتُكُمْ بِمَا قَضَى اللهُ لَكُمْ عَلَى لِسَانِهِ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَقَدْ شَهِدَنَا أُنَاسٌ بِالْيَمَنِ قَالُوا: كَيْفَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ قَالَ: كَانَ هَوَاهُمْ مَعَنَا (۱)

حضرت زید بن وھب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیزجان کے پل پر ہمیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: بے شک انہیں بتلایا گیا تھا کہ مشرق کی طرف سے ایک گروہ خروج کرے گا، جن میں پستان کی مثل ہاتھ والا شخص ہوگا۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کی۔ حروریہ فرقہ کے لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا: اس سے مذاکرات نہ کرو، اور ان پر حملہ حروراء والے حملے کی طرح کرو۔ دونوں گروہوں نے ایک دوسرے پر خوب تیراندازی کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے ایک شخص نے کہا: دشمن کے تیروں کی کاٹ کرو، وہ آگے بڑھے اور لشکر کا گھیراؤ کیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے بارہ یا تیرہ افراد نے جام شہادت نوش کیا: پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عیب دار ہاتھ کو تلاش کرو، یہ سخت گرمی کا دن تھا۔ لوگوں نے عرض کیا: ہم تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ حضرت علی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید خچر پر سوار ہوئے اور ایک گڑھے پر پہنچ کر فرمایا: اس میں تلاش کرو اس شخص کو اس سے نکالا اور فرمایا: نہ میں نے جھوٹ بولا ہے، اور نہ جھٹلایا گیا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا: تم کوشش کرتے رہو اور سستی نہ کرو، اگر مجھے تمہارے سست پڑ جانے کا خدشہ نہ ہوتا، تو میں ضرور تمہیں بتلاتا، جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے فیصلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جاری فرمایا تھا۔ اس وقت کچھ یمنی لوگ حاضر تھے، انہوں نے عرض کیا: اے امیر المومنین! وہ کیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ ان کے بارے میں تھا جو ہمارے ساتھ ہیں۔

۱۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۱۷، ۸۵۷۰

١٨٨(٨٥٧١) أَخْبَرَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ أَنَّهُ كَانَ فِي الْجَيْشِ الَّذِينَ كَانُوا مَعَ عَلِيٍّ الَّذِينَ سَارُوا إِلَى الْخَوَارِجِ فَقَالَ عَلِيٌّ: أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ " :سَيَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَيْسَ قِرَاءَتُكُمْ إِلَى قِرَاءَتِهِمْ شَيْئًا وَلَا صَلَاتُكُمْ إِلَى صَلَاتِهِمْ شَيْئًا وَلَا صِيَامُكُمْ إِلَى صِيَامِهِمْ شَيْئًا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ يَحْسَبُونَ أَنَّهُ لَهُمْ، وَهُوَ عَلَيْهِمْ، لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَوْ تَعْلَمُونَ الْجَيْشَ الَّذِي يُصِيبُونَهُمْ مَا قُضِيَ لَهُمْ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكِلُوا عَلَى الْعَمَلِ، وَآيَةُ ذَلِكَ أَنَّ فِيهِمْ رَجُلًا لَهُ عَضُدٌ وَلَيْسَتْ لَهُ ذِرَاعٌ عَلَى رَأْسِ عَضُدِهِ مِثْلُ حَلَمَةِ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ عَلَيْهِ شَعَرَاتٌ بِيضٌ قَالَ سَلَمَةُ: فَنَزَّلَنِي زَيْدٌ مَنْزِلًا مَنْزِلًا حَتَّى مَرَرْنَا عَلَى قَنْطَرَةٍ عَلَى الْخَوَارِجِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ الرَّاسِبِيُّ فَقَالَ لَهُمْ: أَلْقُوا الرِّمَاحَ وَسُلُّوا سُيُوفَكُمْ مِنْ جُفُونِهَا فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يُنَاشِدُوكُمْ قَالَ: فَسَلُّوا السُّيُوفَ وَأَلْقَوْا جُفُونَهَا وَشَجَرَهُمُ النَّاسُ يَعْنِي بِرِمَاحِهِمْ فَقُتِلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، وَمَا أُصِيبَ مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ إِلَّا رَجُلَانِ قَالَ عَلِيٌّ: الْتَمِسُوا فِيهِمُ الْمُخْدَجَ فَلَمْ يَجِدُوهُ فَقَامَ عَلِيٌّ بِنَفْسِهِ حَتَّى أَتَى نَاسًا قُتِلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ قَالَ: جَرِّدُوهُمْ، فَوَجَدُوهُ مِمَّا يَلِي الْأَرْضَ، فَكَبَّرَ عَلِيٌّ وَقَالَ: صَدَقَ اللَّهُ وَبَلَّغَ رَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ إِلَيْهِ عَبِيدَةُ السَّلْمَانِيُّ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سَمِعْتَ هَذَا الْحَدِيثَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: إِي وَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَسَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى اسْتَحْلَفَهُ ثَلَاثًا وَهُوَ يَحْلِفُ لَهُ(١)

حضرت زید بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جو لشکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امارت میں خوارج کی طرف نکلا، وہ بھی اس کے ساتھ تھے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے: عنقریب میری امت میں سے ایسی قوم خروج کرے گی، وہ قرآن ایسے پڑھیں گے کہ تمہاری قرأت ان کے پاس کچھ نہ ہوگی، نہ تمہاری نمازیں ان کی نمازوں کے مقابل کی ہوں گی اور نہ ہی تمہارے روزے ان کے روزے کے مقابل کے ہوں گے۔ وہ قرآن ایسے پڑھیں گے کہ گمان کریں گے کہ قرآن کا نزول انہیں کے لئے ہے، ان کی نمازیں ان کے حلقوں سے نہیں اتریں گی، وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے، جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ جو لشکر ان کا قلع قمع کرنے کے لئے جائے گا، اگر ان کو ان کے نبی ﷺ کی زبان سے صادر ہونے والے فیصلے کا علم ہو جائے، تو وہ عمل سے سستی کریں گے۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک بازو کٹا شخص ہوگا، جس کا بازو کہنی تک ہوگا اور ہاتھ نہیں ہوگا۔ اس کے کٹے بازو کے سرا عورت کے پستان کی طرح ہوگا اور اس پر سفید بال ہوں گے۔ پس تم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام کی طرف جانا چاہتے ہو اور ان خوارج کو چھوڑنا چاہتے ہو، حالانکہ یہ تمہاری اولادوں اور اموال کے دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں۔ بے شک وہ حرام خون بہاتے ہیں اور لوگوں کو نکلنے کے لئے غیرت پر ابھارتے ہیں۔ پس تم اللہ تعالیٰ کے لئے آگے بڑھو۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے حضرت زید بن قدم قدم بتلاتے رہے، یہاں تک کہ ہم پل سے گزرے۔ (حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا) جب ہم خوارج کے مدمقابل آئے، تو امیر لشکر عبداللہ بن وہب رضی اللہ عنہ راسبی تھا، اس نے خوارج سے کہا: نیزے پھینکو اور

۱۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۱۸، ۸۵۷۱ ii۔ احمد، ج۱، ص۸۳ iii۔ ابی داؤد: ۴۷۶۸
iv۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ج۶، ص۴۳۲

تلواریں میان سے نکال لو۔ پس مجھے خدشہ ہے کہ کہیں وہ تمہیں الجھا نہ دیں۔ خوارج نے تلواریں نکال لیں اور میان پھینک دیں، دونوں لشکر ایک دوسرے پر تیروں کے ساتھ ٹوٹ پڑے، لوگوں نے ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ اس دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کے دو لوگ شہید ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان میں بازو کٹا شخص تلاش کرو، لوگوں کو وہ شخص نہ ملا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ خود کھڑے ہوئے اور مقتولین کے پاس آئے، جن کی لاشیں ایک دوسرے کے اوپر پڑی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کو ہٹاؤ، پس اس شخص کی لاش سب سے نیچے زمین سے ملی، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نعرہ تکبیر بلند کیا، اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ پہنچایا۔ اس وقت حضرت عبیدہ سلمانی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر پوچھا: اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ وہ ہستی ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، کیا آپ رضی اللہ عنہ نے واقعی یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا: ہاں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی وہ ہستی ہے، جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ حضرت عبیدہ سلمانی رضی اللہ عنہ نے تین دفعہ حلفاً آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا، آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے تین دفعہ حلفاً بیان کیا۔

۱۸۹ (۸۵۷۲): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عُبَيْدَةَ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ": لَوْلَا أَنْ تَبْطَرُوا لَأَنْبَأْتُكُمْ مَا وَعَدَ اللهُ الَّذِينَ يَقْتُلُونَهُمْ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ؟ قَالَ: إِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ إِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ إِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ(۱)

حضرت عبیدہ سلمانی رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر مجھے تمہاری سستی کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں تمہیں ضرور بتلاتا، جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس کے ذریعے خوارج کو قتل کرنے والوں کے بارے میں فرمایا ہے۔ میں نے پوچھا: آپ رضی اللہ عنہ نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! رب کعبہ کی قسم، ہاں! رب کعبہ کی قسم، ہاں رب کعبہ کی قسم۔

۱۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۱۹، ۸۵۷۲ ii۔ مسلم: ۲۴۶۵ iii۔ ابی داؤد: ۴۷۶۳
iv۔ ابن ماجہ: ۱۶۷ v۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۶، ص ۴۳۱

۱۹۰(۸۵۷۳): أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَوْفٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ قَالَ: قَالَ عُبَيْدَةُ السَّلْمَانِيُّ لَمَّا كَانَ حَيْثُ أُصِيبَ أَصْحَابُ النَّهَرِ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: ابْتَغُوا فِيهِمْ، فَإِنَّهُمْ إِنْ كَانُوا هُمُ الْقَوْمُ الَّذِينَ ذَكَرَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ فِيهِمْ رَجُلًا مُخْدَجَ الْيَدِ أَوْ مَثْدُونَ الْيَدِ أَوْ مُودَنَ الْيَدِ فَابْتَغَيْنَاهُ فَوَجَدْنَاهُ فَدَلَلْنَاهُ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَآهُ قَالَ: اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ قَالَ: وَاللهِ لَوْلَا أَنْ تَبْطَرُوا، ثُمَّ ذَكَرَ كَلِمَةً مَعْنَاهَا لَحَدَّثْتُكُمْ بِمَا قَضَى اللهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ وَلِيَ قَتْلَ هَؤُلَاءِ قُلْتُ: أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: إِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ ثَلَاثًا(۱)

حضرت عبیدہ سلمانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب اہل نہروان اپنے انجام کو پہنچ گئے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان میں تلاش کرو، اگر یہ وہی لوگ ہیں، جن کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، تو ان میں ایک شخص بازو کٹا ہوگا یا پستان کی مثل بازو والا یا ڈھلکتے بازو والا شخص ہوگا۔ ہم نے اسے تلاش کیا، تو اسے پالیا، ہم اس اٹھا کر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے، جب آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو کہا: اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے، اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے، اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے۔ مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر مجھے تمہاری کاہلی کا اندیشہ نہ ہوتا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسی کے ہم معنی اور جملہ بھی کہا۔ تو میں تمہیں ضرور بیان کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے ان کو قتل کرنے والوں کے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے۔ حضرت عبیدہ سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے پوچھا: کیا آپ رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً کہا: ہاں! رب کعبہ کی قسم، آپ نے تین دفعہ فرمایا۔

۱۹۱(۸۵۷۴): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مَالِكٍ عَمْرٌو وَهُوَ ابْنُ هَاشِمٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ وَهُوَ ابْنُ أَبِي خَالِدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ قَيْسٍ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيًّا يَقُولُ: أَنَا فَقَأْتُ عَيْنَ الْفِتْنَةِ، وَلَوْلَا أَنَا مَا قُوتِلَ أَهْلُ النَّهْرَوَانِ، وَلَوْلَا أَنِّي أَخْشَى أَنْ تَتْرُكُوا الْعَمَلَ لَأَخْبَرْتُكُمْ بِالَّذِي قَضَى اللهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ قَاتَلَهُمْ، مُبْصِرًا لِضَلَالَتِهِمْ، عَارِفًا بِالْهُدَى الَّذِي نَحْنُ عَلَيْهِ "(۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے فتنے کی آنکھ پھوڑ دی ہے، اگر میں نہ ہوتا تو اہل نہروان نہ مارے جاتے، اگر مجھے تمہاری سستی کا خوف نہ ہوتا، تو میں تمہیں بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے خوارج کو قتل کرنے والوں کے بارے میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کیا فیصلہ صادر فرمایا ہے، جنہوں نے کی خارجیوں کی گمراہی بھانپا، اور اپنی ہدایت کو پہنچانا ہے۔

۱۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۲۰، ۸۵۷۳ ii۔ ابی داود: ۴۷۶۳ iii۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۶، ص ۴۳۱

۲۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۲۱، ۸۵۷۴ ii۔ حلیۃ الاولیاء: ۲۱۳، ۵۲۶۹ iii۔ جمع الجوامع: ۵۹۵۹

۶۲۔ ذِكْرُ مُنَاظَرَةِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ الْحَرُورِيَّةَ وَاحْتِجَاجِهِ فِيمَا أَنْكَرُوهُ عَلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا حروریہ سے مناظرہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کے جوابات

۱۹۲ (۸۵۷۵): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو زُمَيْلٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا خَرَجَتِ الْحَرُورِيَّةُ اعْتَزَلُوا فِي دَارٍ، وَكَانُوا سِتَّةَ آلَافٍ فَقُلْتُ لِعَلِيٍّ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَبْرِدْ بِالصَّلَاةِ لَعَلِّي أُكَلِّمُ هَؤُلَاءِ الْقَوْمَ قَالَ: إِنِّي أَخَافُهُمْ عَلَيْكَ قُلْتُ: كَلَّا. فَلَبِسْتُ، وَتَرَجَّلْتُ، وَدَخَلْتُ عَلَيْهِمْ فِي دَارٍ نِصْفَ النَّهَارِ، وَهُمْ يَأْكُلُونَ فَقَالُوا: مَرْحَبًا بِكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، فَمَا جَاءَ بِكَ؟ قُلْتُ لَهُمْ: أَتَيْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُهَاجِرِينَ، وَالْأَنْصَارِ، وَمِنْ عِنْدِ ابْنِ عَمِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِهْرِهِ وَعَلَيْهِمْ نَزَلَ الْقُرْآنُ فَهُمْ أَعْلَمُ بِتَأْوِيلِهِ مِنْكُمْ، وَلَيْسَ فِيكُمْ مِنْهُمْ أَحَدٌ لِأُبَلِّغَكُمْ مَا يَقُولُونَ وَأُبَلِّغَهُمْ مَا تَقُولُونَ فَانْتَحَى لِي نَفَرٌ مِنْهُمْ قُلْتُ: هَاتُوا مَا نَقِمْتُمْ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنِ عَمِّهِ قَالُوا: ثَلَاثٌ قُلْتُ: مَا هُنَّ؟ قَالَ: أَمَّا إِحْدَاهُنَّ، فَإِنَّهُ حَكَّمَ الرِّجَالَ فِي أَمْرِ اللهِ وَقَالَ اللهُ: (إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ) (الأنعام 57:) مَا شَأْنُ الرِّجَالِ وَالْحُكْمِ؟ قُلْتُ: هَذِهِ وَاحِدَةٌ قَالُوا: وَأَمَّا الثَّانِيَةُ فَإِنَّهُ قَاتَلَ، وَلَمْ يَسْبِ وَلَمْ يَغْنَمْ، إِنْ كَانُوا كُفَّارًا لَقَدْ حَلَّ سِبَاهُمْ، وَلَئِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ مَا حَلَّ سِبَاهُمْ وَلَا قِتَالُهُمْ قُلْتُ: هَذِهِ ثِنْتَانِ فَمَا الثَّالِثَةُ؟ "وَذَكَرَ كَلِمَةً مَعْنَاهَا قَالُوا: مَحَى نَفْسَهُ مِنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، فَهُوَ أَمِيرُ الْكَافِرِينَ" قُلْتُ: هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ غَيْرُ هَذَا؟ قَالُوا: حَسْبُنَا هَذَا قُلْتُ: لَهُمْ أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ قَرَأْتُ عَلَيْكُمْ مِنْ كِتَابِ اللهِ جَلَّ ثَنَاؤُهُ وَسُنَّةِ نَبِيِّهِ مَا يَرُدُّ قَوْلَكُمْ أَتَرْجِعُونَ؟ قَالُوا: نَعَمْ قُلْتُ: أَمَّا قَوْلُكُمْ: حُكْمُ الرِّجَالِ فِي أَمْرِ اللهِ، فَإِنِّي أَقْرَأُ عَلَيْكُمْ فِي كِتَابِ اللهِ أَنْ قَدْ صَيَّرَ اللهُ حُكْمَهُ إِلَى الرِّجَالِ فِي ثَمَنِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب حروریہ نے خروج کیا، تو وہ ایک جگہ جمع ہوئے، ان کی تعداد چھ ہزار تھی۔ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین! آپ نماز آرام سے پڑھیں، تاکہ میں حروریہ سے بات کرلوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے ان سے تمہاری ذات کے بارے میں خطرہ ہے۔ میں نے عرض کی: کوئی بات نہیں۔ میں جوتی کپڑے پہن کر دوپہر کو ان کے پاس پہنچ گیا، وہ اس وقت کھانا کھا رہے تھے۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور پوچھا: اے عباس کے بیٹے! کیسے آنا ہوا؟ میں نے انہیں کہا: میں تمہارے پاس اصحاب نبی مہاجرین وانصار اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد اور داماد کی طرف سے حاضر ہوا ہوں۔ یہ تمام وہ ہستیاں ہیں جن پر قرآن نازل ہوا تھا، اور وہ قرآن کے معانی ومفاہیم کو تم سے بہتر جانتے ہیں۔ تم دونوں کے درمیان کوئی ایسا شخص نہیں ہے، جو ایک دوسرے کے موقف کو دونوں تک پہنچائے۔ اس بات پر ان میں سے کچھ لوگ میری طرف متوجہ ہوئے۔ میں نے کہا: تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور چچازاد پر جو اعتراضات ہیں، وہ بیان کرو۔ انہوں نے کہا: تین اعتراض ہیں۔ میں نے پوچھا: وہ کون کون سے ہیں؟

۱۔ پہلا اعتراض: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے معاملہ لوگوں کو حکم بنا رکھا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ کہاں انسان اور کہاں حکم؟

میں نے کہا: یہ پہلا اعتراض ہے۔

۲۔ دوسرا اعتراض: خوارج نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ کی لیکن نہ قیدی بنائے اور نہ ہی مال غنیمت حاصل کیا، اگر مد مقابل کافر تھے، تو انہیں قید کرنا حلال تھا۔ اگر وہ مومن تھے، تو نہ انہیں

رُبْعِ دِرْهَمٍ، فَأَمَرَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنْ يَحْكُمُوا فِيهِ أَرَأَيْتَ قَوْلَ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ، وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ) (المائدة:۹۵) وَكَانَ مِنْ حُكْمِ اللهِ أَنَّهُ صَيَّرَهُ إِلَى الرِّجَالِ يَحْكُمُونَ فِيهِ وَلَوْ شَاءَ لَحَكَمَ فِيهِ فَجَازَ مِنْ حُكْمِ الرِّجَالِ أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ أَحُكْمُ الرِّجَالِ فِي صَلَاحِ ذَاتِ الْبَيْنِ، وَحَقْنِ دِمَائِهِمْ أَفْضَلُ أَوْ فِي أَرْنَبٍ؟ قَالُوا: بَلَى، هَذَا أَفْضَلُ وَفِي الْمَرْأَةِ وَزَوْجِهَا: (وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا) (النساء:۳۵) فَنَشَدْتُكُمْ بِاللهِ حُكْمَ الرِّجَالِ فِي صَلَاحِ ذَاتِ بَيْنِهِمْ، وَحَقْنِ دِمَائِهِمْ أَفْضَلُ مِنْ حُكْمِهِمْ فِي بُضْعِ امْرَأَةٍ؟ خَرَجْتُ مِنْ هَذِهِ؟ "قَالُوا: نَعَمْ قُلْتُ: وَأَمَّا قَوْلُكُمْ قَاتَلَ وَلَمْ يَسْبِ وَلَمْ يَغْنَمْ، أَفَتَسْبُونَ أُمَّكُمْ عَائِشَةَ تَسْتَحِلُّونَ مِنْهَا مَا تَسْتَحِلُّونَ مِنْ غَيْرِهَا وَهِيَ أُمُّكُمْ؟ فَإِنْ قُلْتُمْ: إِنَّا نَسْتَحِلُّ مِنْهَا مَا نَسْتَحِلُّ مِنْ غَيْرِهَا فَقَدْ كَفَرْتُمْ، وَإِنْ قُلْتُمْ: لَيْسَتْ بِأُمِّنَا فَقَدْ كَفَرْتُمْ: (النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ) (الأحزاب:٦) فَأَنْتُمْ بَيْنَ ضَلَالَتَيْنِ، فَأْتُوا مِنْهَا بِمَخْرَجٍ، أَفَخَرَجْتُ مِنْ هَذِهِ؟ قَالُوا: نَعَمْ، وَأَمَّا مَحَى نَفْسَهُ مِنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، فَأَنَا آتِيكُمْ بِمَا تَرْضَوْنَ. إِنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ صَالَحَ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ لِعَلِيٍّ: اكْتُبْ يَا عَلِيُّ هَذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ قَالُوا: لَوْ نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللهِ مَا قَاتَلْنَاكَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: امْحُ يَا عَلِيُّ اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ امْحُ يَا عَلِيُّ، وَاكْتُبْ هَذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَاللهِ لَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرٌ مِنْ عَلِيٍّ، وَقَدْ مَحَى نَفْسَهُ وَلَمْ يَكُنْ مَحْوُهُ نَفْسَهُ ذَلِكَ مَحَاهُ مِنَ النُّبُوَّةِ أَخَرَجْتُ مِنْ هَذِهِ؟ "قَالُوا: نَعَمْ، فَرَجَعَ مِنْهُمْ أَلْفَانِ وَخَرَجَ سَائِرُهُمْ، فَقُتِلُوا عَلَى ضَلَالَتِهِمْ، فَقَتَلَهُمُ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ(۱)

قیدی بنانا جاتا تھا اور نہ ہی ان سے جنگ جائز تھی۔ میں نے کہا: یہ دوسرا اعتراض ہے، اور تیسرا اعتراض کیا ہے؟

۳۔ تیسرا اعتراض: خوارج نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین کے منصب سے گرالیا ہے، اس لئے اب وہ امیر المومنین نہیں رہے، بلکہ امیر الکافرین ہوگئے ہیں۔

میں نے پوچھا: ان کے علاوہ بھی تمہارا کوئی اعتراض ہے، انہوں نے جواباً کہا: ہمارے یہی اعتراضات ہیں۔ میں نے انہیں کہا: اگر میں قرآن وسنت سے ایسے دلائل پیش کروں، جو تمہارے خیالات کی تردید کرتے ہوں، تو کیا تم اپنے موقف سے رجوع کرلو گے، انہوں نے جواب دیا: ہم رجوع کرلیں گے۔

۱۔ پہلے اعتراض کا جواب: انسانوں کو حکم بنانے کے بارے میں تمہارے قول کی تردید میں قرآن مجید کی آیات پیش کرتا ہوں، کہ اللہ تعالیٰ نے چوتھائی درہم میں انسانوں کو فیصل بنانے کا حکم دیا ہے، اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے: (اے نبی مکرم!) آپ فرما دیجئے، اے اہل کتاب تمہیں ہماری کون سی بات بری لگی ہے بجز اس کے کہ ہم اللہ پر اور اس (کتاب) پر جو ہماری طرف نازل کی گئی ہے اور ان (کتابوں) پر جو پہلے نازل ہو چکی ہیں ایمان لائے ہیں اور بیشک تمہارے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔ (المائدہ۵:۵۹)

اللہ تعالیٰ نے اپنے امر میں بھی انسانوں کو فیصلہ کرنے کے لئے حکم بنانے کا حکم دیا ہے، اگر وہ چاہتا تو خود ہی فیصلہ فرما دیتا، لیکن اس نے انسانوں کے فیصلے کو جائز رکھا۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں: انسانوں کا حکم اپنی ذات یا خون ناحق روکنے کے بارے میں افضل ہے یا خرگوش؟ انہوں نے کہا: بلکہ یہ افضل ہے۔ اسی امر کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاوند اور بیوی کے جھگڑے کے بارے میں فرمایا: اگر تمہیں ان دونوں کے درمیان

۱۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۲۲، ۸۵۷۵ ii۔ مصنف عبدالرزاق: ۸۹۴۹ iii۔ المستدرک للحاکم، ج۲، ص۱۵۰

مخالفت کے خاندان سے مقرر کرو۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ: انسانوں کا اپنی ذات اور خون ناحق روکنے میں حکم بنانے کا معاملہ اہم ہے یا ایک عورت کا؟ کیا تمہارے اعتراض کا جواب میں نے دے دیا ہے؟ خارجیوں نے کہا: ہاں۔

۲۔ دوسرے اعتراض کا جواب: تمہارا یہ اعتراض کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ کی، لیکن نہ قیدی بنائے اور نہ مال غنیمت لیا۔ کیا تم اپنی ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو باندی بناؤ گے، اور ان کے ساتھ وہ امور جائز جانو گے، جو باندیوں سے جائز ہوتے ہیں، حالانکہ وہ تمہاری ماں ہیں؟ اگر تم کہو کہ ہم ان کے ساتھ وہ امور حلال جانیں گے جو دوسری باندیوں سے حلال ہوتے ہیں، تو تم نے کفر کیا۔ اگر تم کہو کہ وہ ہماری ماں نہیں، تو یہ بھی کفر ہے۔ (کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں، اور ان کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔ اس لئے تم دو گمراہیوں میں گرے ہوئے ہو، تو اس سے نکلنے کا تمہارے پاس کیا راستہ ہے؟ کیا میں نے تمہارے اس اعتراض کا جواب دے دیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔

۳۔ تیسرے اعتراض کا جواب: تمہارا اعتراض کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو امیر المومنین کے منصب سے گرا دیا ہے، اس کے بارے میں تمہیں ایسی دلیل دیتا ہوں، جس سے تمہیں اطمینان ہوگا۔ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن جب مشرکین سے صلح کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا لکھو: یہ صلح نامہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے؟ اس پر مشرکین نے اعتراض کیا: اگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا رسول مانتے تو آپ سے جنگ ہی نہ کرتے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اسے مٹا دو۔ اے اللہ تعالیٰ بے شک تو جانتا ہے کہ میں تیرا رسول ہوں۔ اے علی رضی اللہ عنہ! تو اسے مٹا کر لکھ: یہ صلح نامہ محمد بن

عبداللہ کی جانب سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم: رسول اللہ کی ذات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل واعلیٰ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نام کو مٹایا، اور یہ مٹانا اپنے آپ رضی اللہ عنہ کو منصب نبوت سے گرانا نہیں ہے۔ کیا میں نے تمہارے اس اعتراض کا جواب دے دیا ہے؟ انہوں نے ہا: ہاں۔ پس یہ دلائل سننے کے بعد دو ہزار خارجیوں نے رجوع کرلیا اور باقیوں نے جنگ کی، وہ گمراہی پر قتل کئے گئے اور ان کو مہاجر و انصار صحابہ رضی اللہ عنہم نے واصل جہنم کیا۔

۶۳۔ ذِكْرُ الْأَخْبَارِ الْمُؤَيِّدَةِ لِمَا تَقَدَّمَ وَصْفُهُ

اسی امر کی وضاحت میں مزید احادیث

۱۹۳(۸۵۶۷): أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ هَاشِمٍ الْجَنْبِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ قَيْسٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَلِيٍّ: تَجْعَلُ بَيْنَكَ وَبَيْنَ ابْنِ آكِلَةِ الْأَكْبَادِ حَكَمًا قَالَ: إِنِّي كُنْتُ كَاتِبَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ فَكَتَبَ هَذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ وَسُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فَقَالَ سُهَيْلٌ: لَوْ عَلِمْنَا أَنَّهُ رَسُولُ اللهِ مَا قَاتَلْنَاهُ امْحُهَا فَقُلْتُ: هُوَ وَاللهِ رَسُولُ اللهِ وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُكَ لَهُ وَاللهِ لَا أَمْحُهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرِنِي مَكَانَهَا فَأَرَيْتُهُ فَمَحَاهَا وَقَالَ: أَمَا إِنَّ لَكَ مِثْلَهَا سَتَأْتِيهَا وَأَنْتَ مُضْطَرٌّ (۱)

حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے اور خوارج کے درمیان فیصل بنالیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صلح حدیبیہ کے دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کاتب تھا، میں نے لکھا، یہ صلح نامہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سہیل بن عمرو کے درمیان ہے، اس پر سہیل نے اعتراض کیا: اگر ہم ان کو اللہ تعالیٰ کا رسول مانتے تو ان سے جنگ نہ کرتے، اس لئے اس لفظ کو مٹاؤ۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اگرچہ تمہیں ناپسند ہو۔ اس لئے میں اس لفظ کو کبھی نہیں مٹاؤں گا۔ اس پر آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لفظ مجھے دکھلاؤ، میں نے دکھلایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مٹا دیا، اور فرمایا: عنقریب تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ پیش آئے گا اور تم مجبور ہو گے۔

۱۔ أ۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۲۳، ۸۵۷۶ ii۔ احمد، ج ۱، ص ۸۶، ۸۷

۱۹۴(۸۵۷۷): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ قَالَ: لَمَّا صَالَحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَ الْحُدَيْبِيَةِ وَقَالَ ابْنُ بَشَّارٍ: أَهْلَ مَكَّةَ كَتَبَ عَلِيٌّ كِتَابًا بَيْنَهُمْ قَالَ: فَكَتَبَ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ: لَا تَكْتُبْ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ لَوْ كُنْتَ رَسُولَ اللهِ لَمْ نُقَاتِلْكَ قَالَ: عَلِيٌّ امْحُهُ قَالَ: مَا أَنَا بِالَّذِي أَمْحَاهُ فَمَحَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ فَصَالَحَهُمْ عَلَى أَنْ يَدْخُلَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَا يَدْخُلَهَا إِلَّا بِجُلُبَّانِ السِّلَاحِ فَسَأَلْتُهُ قَالَ ابْنُ بَشَّارٍ: فَسَأَلُوهُ مَا جُلُبَّانُ السِّلَاحِ؟ قَالَ: الْقِرَابُ بِمَا فِيهِ(۱)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: جب رسول اللہ ﷺ نے اہل حدیبیہ۔ ابن بشار نے کہا: اہل مکہ سے صلح فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صلح نامہ تحریر کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے لکھا: محمد رسول اللہ ﷺ، مشرکین نے کہا: محمد رسول اللہ ﷺ نہ لکھو، اگر آپ رسول اللہ ﷺ ہوتے، تو ہم آپ ﷺ سے لڑائی نہ کرتے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ لفظ مٹانے کا کہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اسے کبھی نہیں مٹاؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اسے مٹادیا۔ اس طرح اس شرط پر صلح ہوئی کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم تین دن کے لئے کعبہ اللہ حاضر ہوں گے، لیکن تلواریں میان میں ہوں گی۔ راوی کہتے ہیں: میں نے پوچھا اور ابن بشار کی روایت میں ہے انہوں نے پوچھا: جلبان السلاح کیا ہے، تو براء بن عازب نے فرمایا: میان، جس میں تلوار ہوتی ہے۔

۱۹۵(۸۵۷۸): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: اعْتَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ فَأَبَى أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ يَدَعُوهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ حَتَّى قَاضَاهُمْ عَلَى أَنْ يُقِيمَ فِيهَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَلَمَّا كَتَبُوا الْكِتَابَ كَتَبُوا: هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ "قَالُوا": لَا نُقِرُّ بِهَذَا لَوْ نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللهِ مَا مَنَعْنَاكَ بَيْتَهُ وَلَكِنْ أَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: أَنَا رَسُولُ اللهِ وَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: لِعَلِيٍّ: امْحُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَاللهِ لَا أَمْحُوكَ أَبَدًا، فَأَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكِتَابَ وَلَيْسَ يُحْسِنُ يَكْتُبُ فَكَتَبَ مَكَانَ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ماہ ذی مقدس میں عمرہ کرنے کا ارادہ فرمایا، اہل مکہ نے داخل ہونے سے آپ کا راستہ روکا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کا ان کے ساتھ تین دن قیم کا معاہدہ ہوا۔ جب انہوں نے معاہدہ لکھا تو عبارت لکھی: یہ معاہدہ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہے۔ مشرکین نے کہا: ہم اسے نہیں مانتے۔ اگر ہم آپ کو رسول اللہ ﷺ سمجھتے، تو بیت اللہ سے روکتے ہی نہ، آپ ﷺ صرف محمد بن عبداللہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ کے الفاظ مٹادو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں کبھی نہیں مٹاؤں گا۔ آپ ﷺ نے وہ تحریر لی، اور وہ انداز تحریر

۱۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۲۴، ۸۵۷۷ ii۔ بخاری: ۲۶۹۸، ۲۷۰۰، ۳۳۲۳۱۸۴ iii۔ مسلم: ۴۶۲۹
iv۔ احمد، ج ۴، ص ۲۹۱ v۔ مسند ابی داؤد الطیالسی: ۷۱۳ vi۔ مسند ابی یعلیٰ: ۱۷۰۷
vii۔ ابن حبان: ۴۸۶۹ viii۔ سنن الدارمی: ۲۵۰۷

رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَمَّدُ، فَكَتَبَ هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ لَا يَدْخُلُ مَكَّةَ سِلَاحٌ إِلَّا السَّيْفُ فِي الْقِرَابِ وَأَنْ لَا يَخْرُجَ مِنْ أَهْلِهَا بِأَحَدٍ إِنْ أَرَادَ أَنْ يَتْبَعَهُ وَأَنْ لَا يَمْنَعَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِهِ إِنْ أَرَادَ أَنْ يُقِيمَ فَلَمَّا دَخَلَهَا وَمَضَى الْأَجَلُ أَتَوْا عَلِيًّا فَقَالُوا: قُلْ لِصَاحِبِكَ فَلْيَخْرُجْ عَنَّا فَقَدْ مَضَى الْأَجَلُ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبِعَتْهُ ابْنَةُ حَمْزَةَ تُنَادِي يَا عَمِّ يَا عَمِّ فَتَنَاوَلَهَا عَلِيٌّ، فَأَخَذَ بِيَدِهَا فَقَالَ لِفَاطِمَةَ: دُونَكِ ابْنَةَ عَمِّكِ فَحَمَلَتْهُ فَاخْتَصَمَ فِيهَا عَلِيٌّ، وَزَيْدٌ، وَجَعْفَرٌ فَقَالَ عَلِيٌّ: أَنَا آخُذُهَا وَهِيَ ابْنَةُ عَمِّي وَقَالَ جَعْفَرٌ: ابْنَةُ عَمِّي، وَخَالَتُهَا تَحْتِي وَقَالَ زَيْدٌ: ابْنَةُ أَخِي، فَقَضَى بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَالَتِهَا وَقَالَ: الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ: أَنْتَ مِنِّي، وَأَنَا مِنْكَ وَقَالَ لِجَعْفَرٍ أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي ثُمَّ قَالَ لِزَيْدٍ: أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا فَقَالَ عَلِيٌّ: أَلَا تَتَزَوَّجُ ابْنَةَ حَمْزَةَ؟ فَقَالَ: إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ خَالَفَهُ يَحْيَى بْنُ آدَمَ، فَرَوَى آخِرَ هَذَا الْحَدِيثِ عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ هَانِئٍ وَهُبَيْرَةَ بْنِ يَرِيمَ، عَنْ عَلِيٍّ (۱)

واضح نہ تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی جگہ محمد ﷺ لکھا، اور معاہدہ اس طرح لکھا: یہ معاہدہ محمد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے ہے، وہ اسلحہ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہوں گے، مگر وہ تلوار جو میان میں ہوگی، اگر کوئی مکی باشندہ اسلام قبول کر لے، تو آپ ﷺ اسے ساتھ لے کر نہیں جائیں گے، اگر کوئی مسلمان مکہ میں رہنا چاہے تو آپ ﷺ اسے روکیں گے نہیں۔ جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ حاضر ہوئے اور مدت متعینہ پوری ہوگئی، تو اہل مکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: مدت پوری ہو چکی ہے، اس لئے اپنے سردار سے کہیے کہ وہ چلے جائیں۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لے جانے لگے، تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی اے چچا! اے چچا! پکارتی ہوئی آئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے ہاتھ سے پکڑتے ہوئے کہا، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اپنے چچا کی بیٹی کو سنبھالو، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسے لے لیا۔ اس بچی کو لینے کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ میں جھگڑا ہوگیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میرے چچا کی بیٹی ہے، اس لئے اسے لینے کا میرا حق ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میرے چچا کی بیٹی ہے، اور اس کی خالہ میری زوجہ ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خالہ کو دینے کا فیصلہ فرمایا اور کہا: خالہ میاں کی قائم مقام ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے فرمایا: تو مجھ سے ہے اور میں تم سے ہوں۔ آپ ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تم صورت اور سیرت میں میری شباہت کے مالک ہو۔ آپ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تم ہمارے بھائی اور ہمارے سردار ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا آپ ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی

ا۔ i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۲۵، ۸۵۷۸ ii۔ بخاری: ۲۶۹۹، ۴۲۵۱ iii۔ ابن حبان: ۴۸۷۳

صاحبزادی سے نکاح نہیں کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔

نقد سند: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت یحییٰ بن آدم نے اس سند کی مخالفت کی ہے اور انہوں نے ایک اور سند سے روایت کی ہے، اور وہ اسرائیل از ابواسحاق از ہانی بن ہانی وہبیرہ بن مریم از حضرت علی رضی اللہ عنہ ہے۔

۱۹۶(۸۵۷۹): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ آدَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ هَانِئِ بْنِ هَانِئٍ، وَهُبَيْرَةَ بْنِ يَرِيمَ، عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّهُمُ اخْتَصَمُوا فِي ابْنَةِ حَمْزَةَ فَقَضَى بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَالَتِهَا وَقَالَ: إِنَّ الْخَالَةَ أُمٌّ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا تَزَوَّجُهَا؟ قَالَ: إِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِي، إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ وَقَالَ لِعَلِيٍّ: أَنْتَ مِنِّي، وَأَنَا مِنْكَ وَقَالَ لِزَيْدٍ: أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا وَقَالَ لِجَعْفَرٍ: أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي (۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: بے شک وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کے بارے میں جھگڑے، تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کو خالہ کی کفالت میں دینے کا فیصلہ فرمایا اور کہا: بے شک خالہ ماں ہی ہے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ اس سے شادی نہیں کریں گے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: وہ میرے لئے حلال نہیں ہے، کیونکہ یہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ آپ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تم ہمارے بھائی اور ہمارے سردار ہو۔ آپ ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تم صورت اور سیرت میں میرے مشابہ ہو۔

الحمد الله رب العالمین و صلی الله تعالیٰ علی حبیبه خیر خلقه محمد صلی الله علیه وسلم و علیٰ اٰله و اصحابه و اولیاء ملته و علماء امته اجمعین

تکمیل ترجمہ: ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ ۲۴ جولائی ۲۰۱۳ء بروز جمعرات، بوقت رات: ۹:۳۰

ا۔ i۔السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۶۲، ۸۵۷۹ ii۔احمد: ۷۷۰، ۹۳۱ iii۔مسند البزار: ۸۹۱

کتاب الفضائل

کتاب الفضائل

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اسلام کی ان چند عظیم الشان ہستیوں میں سے ایک ہیں، جن کے احسانات امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس قدر ہیں، کہ شاید یہ امت قیامت تک ان کے احسانات سے سبکدوش نہ ہو سکے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان چند صحابہ کرام میں سے ہیں، جن کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسلسل حاضری، رب تعالیٰ جل اللہ جلالہ کی طرف سے نازل شدہ وحی کی کتابت، آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط لکھنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صھری رشتے دار (برادر نسبتی) ہونے کا شرف حاصل ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عالم اسلام کی وہ مظلوم ترین ہستی بھی ہیں، کہ جن کے ذاتی کمالات ومحاسن اور اعلیٰ کردار کو نہ صرف نظر انداز کیا گیا، بلکہ ان کو چھپانے کی پیہم کوششیں کی گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ذات پر نہ صرف بے بنیاد الزامات لگائے گئے، بلکہ ایسی ایسی من گھڑت باتیں پھیلائی گئیں کہ جن کا کسی بھی عام مسلمان تو در کنار، کسی بھی شریف النفس انسان میں پایا جانا بہت مشکل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف مختلف فتنوں نے جو بے سروپا پروپیگنڈہ کیا، وہ اتنا زور آور تھا، کہ اس سے آپ رضی اللہ عنہ کا وہ حسین وعالی کردار جو آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور نظر کرم سے پیدا ہوا تھا۔ نظروں سے اوجھل ہوتا چلا گیا۔ اس پروپیگنڈے میں پرایوں کے ساتھ ساتھ بہت سارے اپنے بھی بہہ گئے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عصر حاضر کا انسان زیادہ تر آپ رضی اللہ عنہ کو جنگ صفین کے قائد یا یزید کے والد کے طور پر جانتا ہے۔ لیکن وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منظور نظر، وحی خدا کے کاتب، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر نسبتی، جن کو نبی کریم نے ھادی اور مہدی ہونے کی دعائیں دیں، جن کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ ہونے کا مژدہ سنایا، جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں غزوہ حسنین وطائف میں شرکت کی، جنہوں نے سلیمہ کذاب جیسے جھوٹے مدعی نبوت کا قلع قمع کرنے میں اہم کردار ادا کیا، جنہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے خلیفہ کے دور میں قائدانہ صلاحیتوں کا لوہا منوایا، جنہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں عیسائیوں کی طاقت کا قلع قمع کیا، جنہوں نے تاریخ اسلام میں سب سے پہلے بحری بیڑہ تیار کیا، جنہوں نے اپنی زندگی کا بہترین حصہ رومی عیسائیوں کے خلاف جہاد میں گزارا، آج کا مسلمان انہیں فراموش کر چکا ہے۔ عصر حاضر میں اکثر لوگ یہ تو جانتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وہ ہیں: جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کی تھی، لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ قبرص، روڈس، صقلیہ، سوڈان، قسطنطنیہ، افرنطیہ، ملطیہ، روم کے قلعے، ذی خشب، بجستان، سندھ، کابل، قندابیل (ہندوستان)، افریقہ، بخارا، سمرقند کو فتح کرنے کا سہرا کس کے سر ہے؟۔ سالہا سال کے خلفشار کے بعد ایک جھنڈے تلے مسلمانوں کو اکٹھا کس نے کیا؟ جہاد کا فریضہ از سر نو کس نے زندہ کیا؟ اپنے دور حکومت میں حالات کے مطابق شجاعت وجوان مردی، علم وعمل، حلم وبردباری، امانت ودیانت، جود وسخا، محبت اہل بیت وصحابہ کرام، حکومتی امراء کی احتسابی اور نظم وضبط کی بہترین مثالیں کس نے قائم کیں؟ افسوس حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ ساری خصوصیات وصفات نامناسب سوچ وفکر اور رویوں کی بھینٹ چڑھ گئیں۔ اس مختصر مقالہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حسین کردار کے انہی پہلوؤں کو بیان کرنا مقصود ہے، تاکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقی کردار کی دلکش تصویر سامنے آ سکے، جو کہ ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان بھی ہے، حقیقت کا بیان بھی اور گمراہی وبے اعتدالی سے بچنے کا سامان بھی ہے۔

سبب تالیف: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الخصائص'' کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے اہل مصر اور خصوصاً اہل دمشق کو حضرت

علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب سے غافل پایا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلو کرتے دیکھا اس لئے یہ کتاب تحریر کی۔

موجودہ دور میں (۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء) معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ آج لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان و فضیلت میں غلو کرتے ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی کی شان تو درکنار ایک عام مسلمان ماننا بھی بعض کو ناگوار ہے۔ اس تالیف کا عمومی سبب تو یہی ہے، کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب پر ایک جامع و مانع تحریر لکھی جائے، تا کہ آپ رضی اللہ عنہ کا اصل مقام و مرتبہ واضح ہو اور آپ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے شکوک و شبہات کا ازالہ ہو۔ اس تالیف کا خاص سبب امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دو منسوب دو قول ہیں۔ ہمارا ارادہ تو سنن نسائی صغریٰ پر توضیح و شرح کا تھا، لیکن جب امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی اور خدمات و تالیفات کے لئے کتب تراجم و اسماء الرجال اور دیگر کتب کا مطالعہ کیا، تو آپ کے حوالے سے بعض مصنفین کی طرف سے تشیع کی بحث نظر سے گزری۔ اس لئے پہلے اسی حوالے سے کچھ لکھنے کا ارادہ کیا۔ اس سلسلے میں سنن نسائی کے مقدمہ کے طور پر تین کتابوں پر کام کیا، جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ کتاب المناقب (نسائی) کا ترجمہ

۲۔ کتاب الخصائص (نسائی) کا ترجمہ

۳۔ کتاب الفضائل (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل پر مشتمل رسالہ کی تالیف)

یہ رسالہ شرح سنن نسائی کے مقدمے کا تتمہ ہے۔

منسوب اقوال: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دو منسوب قول درج ذیل ہیں:

پہلا قول:

علامہ حافظ ذھبی نقل فرماتے ہیں:

۱۔ محمد بن موسیٰ المامونی صاحب النسائی قال: **سمعت قوما ینکرون علی ابی عبدالرحمن النسائی کتاب الخصائص لعلی رضی اللہ عنہ وترکہ تصنیف فضائل الشیخین، فذکرت لہ ذلک فقال: دخلت دمشق والمنحرف بها عن علی کثیر، فصنفت کتاب "الخصائص" رجوت ان یھدیھم اللہ تعالیٰ۔ ثم انہ صنف بعد ذلک فضائل الصحابة، فقیل لہ: وانا اسمع الاتخرج فضائل معاویة۔ رضی اللہ عنہ؟ فقال: ای شی اخرج؟ حدیث: اللھم لاتشبع بطنہ۔ فسکت السائل (۱)**

امام نسائی کے شاگرد حضرت محمد بن موسیٰ مامونی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کچھ لوگوں نے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کیا کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خصائص پر کتاب لکھی ہے، لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فضائل کو چھوڑ دیا ہے، حضرت مامونی فرماتے ہیں: میں نے لوگوں کا یہ اعتراض امام نسائی سے ذکر کیا، تو آپ نے وضاحت فرمائی: میں دمشق گیا تو اکثر لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان سے ناواقف پایا، اس لئے میں نے "کتاب الخصائص" لکھی، تا کہ اللہ تعالیٰ اسکے ذریعے لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ پھر امام نسائی نے فضائل صحابہ پر (کتاب المناقب) کتاب لکھی۔ اس کے بعد آپ سے پوچھا گیا: آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کیوں نہیں لکھے؟ آپ نے فرمایا: کیا میں یہ حدیث لکھتا: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! اسکا پیٹ نہ بھرنا۔ اس پر سائل خاموش ہو گیا۔

۱۔ ذھبی، محمد بن احمد، ابو عبداللہ شمس الدین، سیر اعلام النبلاء، رقم الترجمة ۲۵۸۶، ج ۱۱ ص ۷۹، دار الحدیث، قاہرہ، مصر، ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء

امام نسائی نے آخری جملہ جو فرمایا، یہ صحیح مسلم کی طویل حدیث کا ایک جملہ ہے، جو امام مسلم نے دو سندوں سے ذکر کی ہے مکمل حدیث مبارکہ درج ذیل ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ :كُنْتُ أَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ، فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَارَيْتُ خَلْفَ بَابٍ، قَالَ فَجَاءَ فَحَطَأَنِي حَطْأَةً، وَقَالَ :اذْهَبْ وَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ قَالَ :فَجِئْتُ فَقُلْتُ :هُوَ يَأْكُلُ، قَالَ :ثُمَّ قَالَ لِيَ :اذْهَبْ فَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ قَالَ :فَجِئْتُ فَقُلْتُ :هُوَ يَأْكُلُ، فَقَالَ :لَا أَشْبَعَ اللهُ بَطْنَهُ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى :قُلْتُ لِأُمَيَّةَ :مَا حَطَأَنِي؟ قَالَ :قَفَدَنِي قَفْدَةً(۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے، میں دروازے کے پیچھے چھپ گیا، آپ نے آ کر میرے شانوں کے درمیان تھپکی دی اور فرمایا: جاؤ میرے پاس معاویہ کو بلا کر لاؤ، میں نے آپ سے آ کر کہا وہ کھانا کھا رہے ہیں: آپ نے پھر مجھ سے فرمایا: جاؤ معاویہ کو بلاؤ، میں نے پھر آ کر کہا: وہ کھانا کھا رہے ہیں، آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کا پیٹ نہ بھرے''۔ ابن المثنی کہتے ہیں: میں نے امیہ سے حطائی کا معنی پوچھا: انہوں نے کہا: تھپکی دینا۔

اس حدیث مبارکہ کو امام مسلم نے کتاب البر والصلۃ والآداب کے تحت باب نمبر ۲۵ میں زیر عنوان، ''من لعنہ النبی ﷺ او سبہ اودعاعلیہ، ولیس ھو اھلا لذلك، كان له زكاة واجرا ورحمة'' کے تحت نقل کیا ہے:

اس حدیث مبارکہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ہیں یا مذمت؟ اس کے لئے امام مسلم نے اس باب میں اس سے پہلے جو احادیث مبارکہ نقل فرمائی ہیں، صرف ان کا مطالعہ کر لیا جائے، تو بات واضح ہو جائے گی اور اشکال دور ہو جائیں گے۔

امام مسلم کی اس باب میں روایت کردہ احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ :دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ فَكَلَّمَاهُ بِشَيْءٍ، لَا أَدْرِي مَا هُوَ فَأَغْضَبَاهُ، فَلَعَنَهُمَا، وَسَبَّهُمَا، فَلَمَّا خَرَجَا، قُلْتُ :يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ أَصَابَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا، مَا أَصَابَهُ هَذَانِ، قَالَ :وَمَا ذَاكِ قَالَتْ: قُلْتُ :لَعَنْتَهُمَا وَسَبَبْتَهُمَا، قَالَ " :أَوَ مَا عَلِمْتِ مَا شَارَطْتُ عَلَيْهِ رَبِّي؟ قُلْتُ :اللهُمَّ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، فَأَيُّ الْمُسْلِمِينَ لَعَنْتُهُ، أَوْ سَبَبْتُهُ فَاجْعَلْهُ لَهُ زَكَاةً وَأَجْرًا "(۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو شخص آئے اور نہ جانے کس مسئلہ پر آپ سے گفتگو کی، جس کے نتیجہ میں انہوں نے آپ کو ناراض کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لعنت کی اور ان کی مذمت کی، جب وہ چلے گئے تو میں نے عرض کیا: ان دونوں کو جو مصیبت پہنچی ہے وہ کسی اور کو نہ پہنچی ہوگی! آپ نے فرمایا وہ کیسے؟ میں نے عرض کیا آپ نے ان کو لعنت اور سب کی ہے، آپ نے فرمایا کیا تم کو علم نہیں ہے میں نے اپنے رب سے کیا شرط کی ہے؟ میں نے کہا اے اللہ میں صرف بشر ہوں، سو میں جس مسلمان کو لعنت یا سب کر دوں تو تو اس لعنت کو اس کے گناہوں کی پاکیزگی اور اجر کا سبب بنا دے۔

۱۔ مسلم، ابن حجاج، ابو الحسین قشیری، صحیح مسلم، رقم ۶۶۲۸۔۶۶۲۹، ص ۱۰۷۶، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء۔

۲۔ مسلم: ۶۶۱۴

حَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَبُو كُرَيْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، ح وَحَدَّثَنَاهُ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ، جَمِيعًا عَنْ عِيسَى بْنِ يُونُسَ، كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ، نَحْوَ حَدِيثِ جَرِيرٍ، وَقَالَ: فِي حَدِيثِ عِيسَى فَخَلَوَا بِهِ فَسَبَّهُمَا وَلَعَنَهُمَا وَأَخْرَجَهُمَا(۱)

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، عیسیٰ کی سند سے مروی ہے، آپ ﷺ نے ان سے خلوت میں ملاقات کی، ان پر سب اور لعنت کی اور ان کو نکال دیا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ سَبَبْتُهُ، أَوْ لَعَنْتُهُ، أَوْ جَلَدْتُهُ، فَاجْعَلْهَا لَهُ زَكَاةً وَرَحْمَةً(۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میں بھی بشر ہوں، سو میں جس مسلمان کو سب کروں یا اس پر لعنت کروں یا اس کو سزا دوں تو اس کو اس کے لئے پاکیزگی اور رحمت بنادے۔

عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِثْلَهُ، إِلَّا أَنَّ فِيهِ زَكَاةً وَأَجْرًا(۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے اس حدیث کی مثل روایت کی اس میں پاکیزگی اور اجر کا ذکر ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَبُو كُرَيْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ، بِإِسْنَادِ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، مِثْلَ حَدِيثِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ عِيسَى جَعَلَ وَأَجْرًا فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَجَعَلَ وَرَحْمَةً فِي حَدِيثِ جَابِرٍ(۴)

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، ایک سند سے اجر اور دوسری سے رحمت مروی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَتَّخِذُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِيهِ، فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، فَأَيُّ الْمُؤْمِنِينَ آذَيْتُهُ شَتَمْتُهُ، لَعَنْتُهُ، جَلَدْتُهُ، فَاجْعَلْهَا لَهُ صَلَاةً وَزَكَاةً، وَقُرْبَةً تُقَرِّبُهُ بِهَا إِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ(۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! میں تجھ سے عہد کرتا ہوں اور تو عہد کے خلاف نہیں کرتا، میں ایک بشر ہوں، سو میں جس بشر کو اذیت دوں، اس کو سب کروں، اس پر لعنت کروں یا اس کو سزا دوں، اس سب وغیرہ کو اس شخص کے لئے رحمت، پاکیزگی اور ایسا درجہ قرب بنادے کہ وہ قیامت کے دن تیرے قریب ہو۔

حَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: أَوْ جَلَدُّهُ قَالَ أَبُو الزِّنَادِ وَهِيَ لُغَةُ أَبِي هُرَيْرَةَ وَإِنَّمَا هِيَ جَلَدْتُهُ(۶)

حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں اوجلدتہ ہے، ابوالزناد نے کہا: یہ ابو ہریرہ کی لغت ہے، یہ لفظ جلدتہ ہے۔

۱۔ مسلم: ۲۶۵۴ ۲۔ ایضاً: ۲۶۱۶ ۳۔ ایضاً: ۲۶۱۷
۴۔ ایضاً: ۲۶۱۸ ۵۔ ایضاً: ۲۶۱۹ ۶۔ ایضاً: ۲۶۲۰

حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ مَعْبَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ (۱)

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ سَالِمٍ، مَوْلَى النَّصْرِيِّينَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنَّمَا مُحَمَّدٌ بَشَرٌ، يَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ، وَإِنِّي قَدِ اتَّخَذْتُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِيهِ، فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ آذَيْتُهُ، أَوْ سَبَبْتُهُ، أَوْ جَلَدْتُهُ، فَاجْعَلْهَا لَهُ كَفَّارَةً، وَقُرْبَةً، تُقَرِّبُهُ بِهَا إِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک بشر ہے، جس طرح بشر کو غصہ آتا ہے اسے غصہ آتا ہے، اور میں تجھ سے عہد کرتا ہوں، اور تو عہد کی ہرگز خلاف ورزی نہیں کرتا، سو میں جس مومن کو ایذا دوں، یا سب کروں یا اس کو سزا دوں تو اس کو اس کے لئے کفارہ اور ایسا قرب بنادے کہ وہ قیامت کے دن تیرے قریب ہو۔

حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: اللَّهُمَّ فَأَيُّمَا عَبْدٍ مُؤْمِنٍ سَبَبْتُهُ، فَاجْعَلْ ذَلِكَ لَهُ قُرْبَةً إِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! میں جس بندہ مومن کو سب کروں، تو اس کو اس بندے کے لئے قیامت کے دن قرب بنادے۔

حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ: زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَمِّهِ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي اتَّخَذْتُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِيهِ، فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ سَبَبْتُهُ، أَوْ جَلَدْتُهُ، فَاجْعَلْ ذَلِكَ كَفَّارَةً لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ میں تجھ سے عہد کرتا ہوں، تو عہد کے خلاف نہیں کرتا، میں جس مومن کو بھی سب کروں یا سزا دوں تو قیامت کے دن اس کو اس کے لئے کفارہ بنادے۔

حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَإِنِّي اشْتَرَطْتُ عَلَى رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ، أَيُّ عَبْدٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ سَبَبْتُهُ أَوْ شَتَمْتُهُ، أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ لَهُ زَكَاةً وَأَجْرًا (۵)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ: میں بشر ہوں اور میں نے اپنے رب عزوجل سے یہ عہد کیا ہے کہ میں جس بندہ مسلمان کو سب وشتم کروں، تو اس سب وشتم کو اس کے لئے پاکیزگی اور اجر بنادے۔

۱۔ مسلم: ۶۶۲۱ ۲۔ ایضا: ۶۶۲۲ ۳۔ ایضا: ۶۶۲۳

۴۔ ایضا: ۶۶۲۴ ۵۔ ایضا: ۶۶۲۵

حَدَّثَنِيهِ ابْنُ أَبِي خَلَفٍ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ، ح وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، جَمِيعًا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ(۱)

امام مسلم نے اس حدیث کی دوسندیں بیان کیں۔

حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَأَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ -وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ- قَالَا :حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ، حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، قَالَ :كَانَتْ عِنْدَ أُمِّ سُلَيْمٍ يَتِيمَةٌ، وَهِيَ أُمُّ أَنَسٍ، فَرَأَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَتِيمَةَ، فَقَالَ :آنْتِ هِيَهْ؟ لَقَدْ كَبِرْتِ، لَا كَبِرَ سِنُّكِ فَرَجَعَتِ الْيَتِيمَةُ إِلَى أُمِّ سُلَيْمٍ تَبْكِي، فَقَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ: مَا لَكِ؟ يَا بُنَيَّةُ قَالَتِ الْجَارِيَةُ :دَعَا عَلَيَّ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ لَا يَكْبَرَ سِنِّي، فَالْآنَ لَا يَكْبَرُ سِنِّي أَبَدًا، أَوْ قَالَتْ قَرْنِي فَخَرَجَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ مُسْتَعْجِلَةً تَلُوثُ خِمَارَهَا، حَتَّى لَقِيَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَا لَكِ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ فَقَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللهِ أَدَعَوْتَ عَلَى يَتِيمَتِي قَالَ :وَمَا ذَاكِ؟ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ قَالَتْ :زَعَمَتْ أَنَّكَ دَعَوْتَ أَنْ لَا يَكْبَرَ سِنُّهَا، وَلَا يَكْبَرَ قَرْنُهَا، قَالَ فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ " :يَا أُمَّ سُلَيْمٍ أَمَا تَعْلَمِينَ أَنَّ شَرْطِي عَلَى رَبِّي، أَنِّي اشْتَرَطْتُ عَلَى رَبِّي فَقُلْتُ :إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، أَرْضَى كَمَا يَرْضَى الْبَشَرُ، وَأَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ، فَأَيُّمَا أَحَدٍ دَعَوْتُ عَلَيْهِ، مِنْ أُمَّتِي، بِدَعْوَةٍ لَيْسَ لَهَا بِأَهْلٍ، أَنْ يَجْعَلَهَا لَهُ طَهُورًا وَزَكَاةً، وَقُرْبَةً يُقَرِّبُهُ بِهَا مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ "وَقَالَ أَبُو مَعْنٍ: يُتَيِّمَةٌ، بِالتَّصْغِيرِ، فِي الْمَوَاضِعِ الثَّلَاثَةِ مِنَ الْحَدِيثِ (۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ام سلیم کے پاس ایک یتیم لڑکی تھی اور یہ ام انس تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو فرمایا تو وہی ہے، تو بڑی ہوگئی ہے، تیری عمر بڑی نہ ہو، وہ لڑکی روتی ہوئی حضرت ام سلیم کے پاس گئی، حضرت ام سلیم نے پوچھا: اے بیٹی! تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے دعا ضرر کی ہے کہ میری عمر زیادہ نہ ہو، اب میری عمر ہرگز زیادہ نہ ہوگی، یا کہا اب میرا زمانہ زیادہ نہیں ہوگا، حضرت ام سلیم جلدی سے دوپٹہ اوڑھتی ہوئی نکلیں، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: اے ام سلیم! کیا بات ہے؟ حضرت ام سلیم نے کہا: یا نبی اللہ جل جلالہ! کیا آپ نے میری یتیم لڑکی کے خلاف دعاء ضرر کی ہے؟ آپ نے پوچھا: اس سوال کا کیا سبب ہے؟ حضرت ام سلیم نے کہا: وہ کہتی ہے کہ آپ نے دعا کی ہے کہ اس کی عمر زیادہ نہ ہو، یا فرمایا اس کا قرن زیادہ نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے، پھر آپ نے فرمایا: اے ام سلیم: کیا تم کو یہ علم نہیں ہے کہ میں نے اپنے رب سے یہ عہد لیا ہے کہ میں ایک بشر ہوں، جس طرح بشر راضی ہوتے ہیں، میں راضی ہوتا ہے اور جس طرح بشر غصہ ہوتے ہیں، میں بھی غصہ ہوتا ہوں، میں نے اپنی امت میں سے جس غیر مستحق کے لئے دعاء ضرر کروں، اس دعا کو اس کے لئے پاکیزگی، رحمت اور ایسا قرب بنادے جس کے ساتھ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے قریب ہو۔ راوی ابومعن نے تینوں جگہ تصغیر کے ساتھ یتیمہ کہا ہے۔

۱۔ مسلم: ۶۶۲۶ ۲۔ ایضاً: ۶۶۲۷

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ، ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، - وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى -قَالَا :حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ الْقَصَّابِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ :كُنْتُ أَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ، فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَارَيْتُ خَلْفَ بَابٍ، قَالَ فَجَاءَ فَحَطَأَنِي حَطْأَةً، وَقَالَ: اذْهَبْ وَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ قَالَ :فَجِئْتُ فَقُلْتُ :هُوَ يَأْكُلُ، قَالَ: ثُمَّ قَالَ لِيَ :اذْهَبْ فَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ قَالَ :فَجِئْتُ فَقُلْتُ :هُوَ يَأْكُلُ، فَقَالَ :لَا أَشْبَعَ اللهُ بَطْنَهُ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى :قُلْتُ لِأُمَيَّةَ: مَا حَطَأَنِي؟ قَالَ :قَفَدَنِي قَفْدَةً(۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، اچانک رسول اللہ ﷺ آگئے، میں دروازے کے پیچھے چھپ گیا، آپ ﷺ نے آکر میرے شانوں کے درمیان تھپکی دی اور فرمایا: جاؤ میرے پاس معاویہ کو بلا کر لاؤ، میں نے آپ سے آکر کہا: وہ کھانا کھا رہے ہیں، آپ ﷺ نے پھر مجھ سے فرمایا: جاؤ معاویہ کو بلاؤ، میں نے پھر آکر کہا: وہ کھانا کھا رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے'' ابن المثنی کہتے ہیں میں نے امیہ سے حطائی کا معنی پوچھا، انہوں نے کہا تھپکی دینا۔

حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنَا أَبُو حَمْزَةَ، سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ :كُنْتُ أَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَبَأْتُ مِنْهُ فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ(۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، رسول اللہ ﷺ آئے تو میں آپ سے چھپ گیا۔

دعاضرر کی توجیہہ میں علامہ نووی لکھتے ہیں:

ان احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو امت پر کس قدر شفقت اور رحمت تھی، اور آپ ان کی خیر خواہی پر بہت حریص تھے، حدیث مبارکہ میں ہے ''اگر میں غیر مستحق کے خلاف دعا ضرر کروں تو اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ تو اس کو ان کے لئے پاکیزگی اور رحمت بنادے''، یہ قید تمام احادیث میں معتبر ہے، اس لئے آپ کی دعاضرر اس مسلمان کے حق میں رحمت ہوگی جو دعاضرر کا مستحق نہ ہو، ورنہ نبی ﷺ نے کفار اور منافقین کے لئے جو دعاء ضرر کی وہ ان کے حق میں رحمت نہیں ہوئی، بلکہ کسی ردوبدل کے بغیر وہ دعا مستجاب ہوگئی۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ نبی ﷺ نے غیر مستحق کے لئے دعاء ضرر کیوں کی؟ اس کے دو جواب ہیں: ایک یہ ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور باطن میں دعاضرر کا غیر مستحق تھا اور ظاہر میں یہ مستحق تھا، ظاہری علامات سے نبی ﷺ پر اس کا استحقاق ظاہر ہوا، ہر چند کہ باطن میں وہ ایسا نہ تھا اور نبی ﷺ ظاہر کے مکلف ہیں، باطن کے مکلف نہیں ہیں، دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے بہ ظاہر ضرر کے جو کلمات فرمائے، ان سے آپ نے ان کے حقیقی معنی کا ارادہ نہیں کیا، بلکہ یہ ان کلمات کی طرح ہیں جن کو اہل عرب معنی کی نیت اور قصد کے بغیر بولتے ہیں، جیسے تربت یمینک (تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں، عقری (زخمی)، حلقی (سرمندی) وغیرہ، اور ان کلمات کا صدور بھی شاذ و نادر ہوا، ورنہ نبی ﷺ درشت کلام نہیں تھے، لعنت کرنے والے تھے نہ اپنے نفس کا بدلہ لینے والے، صحابہ نے آپ سے کہا دوس پر لعنت کریں، آپ نے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! دوس کو ہدایت دے، اور فرمایا: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! میری قوم کی مغفرت فرما وہ میرا مقام نہیں پہچانتے۔(۳)

۱۔ مسلم:۶۶۲۸ ۲۔ مسلم:۶۶۲۹ ۳۔ شرح مسلم، ج۲، ص۳۲۴

حدیث مبارکہ میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس کو شکم سیر نہ کرے'' علامہ نووی لکھتے ہیں.
نبی ﷺ کا حضرت معاویہ کے متعلق یہ ارشاد یا بلانیت اور بلا قصد جاری ہوا، اور یا اس وجہ سے کہ انہوں نے آنے میں تاخیر کی، امام مسلم نے یہ سمجھا کہ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف دعاء ضرر ہے، اس لئے انہوں نے اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا اور دوسرے آئمہ حدیث نے اس کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا خیر قرار دیا اور اس کو ان کے مناقب میں شمار کیا۔ اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ اگر کوئی کھیل حرام نہ ہو تو بچوں کو اس کھیل سے منع نہیں کرنا چاہیے، جس طرح رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو کھیل سے منع نہیں فرمایا۔ (۱)

اکثر تذکرہ نگاروں نے امام نسائی کا یہ قول علامہ ذھبی اور علامہ ابن کثیر کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ ان دونوں صاحبان علم وفضل کی اس حدیث مبارکہ پر توجیہ درج ذیل ہے:

ا۔ علامہ ذھبی لکھتے ہیں:

قلت: لعل ان تعال هذه منقبة لمعاوية لقوله ﷺ: اللهم من لعنته او سببته فاجعل ذلك له زكاة ورحمة (۲)

میں کہتا ہوں، یہ حدیث مبارکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ہے، کیونکہ آقا کریم ﷺ نے فرمایا ہے: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! میں جس شخص پر لعنت کروں یا برا بھلا کہوں، تو اسے اس شخص کے لئے بدلہ اور رحمت بنادے۔

۲۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

هذا لحديث فضيلة لمعاوية۔ (۳)

یہ حدیث مبارکہ اصل میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وارد ہے۔

۲۔ دوسرا قول: علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

ودخل الى دمشق فسا له اهلها ان يحدلهم بشئى من فضائل معاوية، فقال: امالكفى معاوية ان يذهب راسابراس حتى يروى له فضائل؟ (۴)

امام نسائی کے یہ الفاظ مختلف تذکرہ نگاروں نے ذکر کئے ہیں۔ ان الفاظ سے امام کی مراد کیا ہے؟ اور کیا واقعی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث وارد نہیں ہے؟ اس حوالے سے خود امام نسائی اور دیگر آئمہ کرام کی تصریحات درج ذیل ہیں:

ا۔ امام ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وهذه الحكاية لاتدل على سوء الاعتقاد ابى عبدالرحمن فى معاوية ابن ابى سفيان، وانما تدل على الكف فى ذكره بكل حال (۵)

ا۔ شرح مسلم، ج ۲، ص ۳۲۵

۲۔ i۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۱۱، ص ۷۹۔ ii۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ٦۹۹) (۳۔ البدایۃ النھایۃ، ج ۳، ص ۱٦۳۵

۴۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، ابوالفدا عمادالدین، البدایۃ والنھایۃ، ج ۴، ص ۲۲۵، موسسۃ المعارف، بیروت، لبنان، ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء

iii۔ ذھبی، محمد بن احمد، ابوعبداللہ شمس الدین، سیر اعلام النبلاء، ترجمہ ۲۵۸٦، ج ۱۱، ص ۷۹، مکتبہ دارالحدیث، قاھرہ، مصر، ۱۴۲۷ھ، ۲۰۰٦ء

۵۔ مذی، یوسف بن عبدالرحمن، ابوالحجاج جمال الدین، تھذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱، ص ۱۰۹، الف، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۲۰۰۲ء

یہ حکایت امام نسائی کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوءِ اعتقاد پر دلالت نہیں کرتی، بلکہ یہ اس امر پر امر پر یہ دلالت کرتی ہے کہ ہر حال میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بدزبانی سے بچا جائے۔

۲۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عن ابی الحسن علی بن محمد القابسیی قال: سمعت ابا علی الحسن بن ابی هلال یقول: سئل ابو عبدالرحمن النسائی عن معاویة بن ابی سفیان صاحب رسول اللہ ﷺ فقال: انما الاسلام کدار لها باب فباب الاسلام الصحابة. فمن اذی الصحابة انما اراد الاسلام کمن نقر الباب انما یرید دخول الدار، قال: فمن اراد معاویة فانما اراد الصحابة۔(۱)

امام نسائی کے شاگرد حضرت ابو علی الحسن بن ابی ھلال روایت کرتے ہیں:

امام نسائی سے صحابی رسول ﷺ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا: بے شک اسلام ایک گھر کی مانند ہے اور ہر گھر کا ایک دروازہ ہوتا ہے، بلاشبہ اسلام کا دروازہ صحابہ کرام ہیں، جس نے صحابہ کرام کو اذیت دینے کا سوچا، اس نے اسلام کا برا سوچا، جیسا کہ گھر میں داخل ہونے کے لئے دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے۔ اسی طرح جس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں برا خیال کیا، اس نے صحابہ کرام کے بارے میں برا چاہا۔

۳۔علامہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واکتفینا بما اور دناہ من الاحادیث الصحاح والحسان والمستجادات (۲)

علامہ ابن کثیر نے تقریباً پچیس (۲۵) احادیث مبارکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

ہم نے حضرت معاویہ کی فضیلت میں واردشدہ صرف صحیح، حسن اور جید اسناد والی احادیث ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

۴۔علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

ورد فی فضائلہ احادیث قلما ثبت (۳)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضائل میں بہت ساری احادیث وارد ہیں، جن میں سے چند ایک ثابت شدہ ہیں۔ (امام سیوطی نے پانچ احادیث مبارکہ نقل کی ہیں، جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وارد ہیں)

۵۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی فرماتے ہیں: (۴)

(فضائل مناقب میں باتفاق علماء حدیث ضعیف مقبول وکافی ہے) تیسرا مرتبہ فضائل ومناقب کا ہے یہاں باتفاق علما ضعیف حدیث بھی کافی ہے، مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا اتنا ثواب پائے گا یا کسی نبی یا صحابی کی خوبی بیان ہوئی کہ انہیں اللہ

۱۔ تھذیب الکمال، ج ۱، ص ۱۰۹ ۲۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۳، ص ۱۶۳۵

۳۔ سیوطی، جلال الدین، ابو عبدالرحمٰن، تاریخ الخلفاء، ص ۱۴۸۔۱۴۹، نزار مصطفیٰ الباز، ط ۱، ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء

۴۔ اعلیٰ حضرت، احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، ج ۵، ص ۴۷۸۔۴۷۹، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۳ء

عزوجل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا، تو ان کے مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے، ایسی جگہ صحت حدیث میں کلام کرکے اسے پایہ قبول سے ساقط کرنا فرق مراتب نہ جاننے سے ناشی، جیسے بعض جاہل بول اٹھتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں، یہ ان کی نادانی ہے علمائے محدثین اپنی اصطلاح پر کلام فرماتے ہیں، یہ بے سمجھے خدا جانے کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں، عزیز و مسلم کہ صحت نہیں پھر حسن کیا کم ہے، حسن بھی نہ سہی یہاں ضعیف بھی مستحکم ہے، رسالہ قاری و مرقاۃ و شرح ابن حجر مکی، تعقبات ولآلی امام سیوطی وقول مسدد امام عسقلانی کی پانچ عبارتیں افادۂ دوم و سوم و چہارم و دہم میں گزریں، عبارت تعقبات میں تصریح تھی کہ نہ صرف ضعیف محض بلکہ منکر بھی فضائل اعمال میں مقبول ہے، باآنکہ اس میں ضعف راوی کے ساتھ اپنے سے اوثق کی مخالفت بھی ہوتی ہے کہ تنہا ضعف سے کہیں بدتر ہے، امام اجل شیخ العلماء والعرفاء سیدی ابو طالب محمد بن علی مکی قدس اللہ سرہ الملکی کتاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب میں فرماتے ہیں: (۱)

الاحادیث فی فضائل الاعمال وتفضیل الا صحاب متقبلة محتملة علی کل حال مقاطیعها و مراسیلها لا تعارض ولاترد د، کذلك کان السلف یفعلون (۲)

فضائل اعمال و تفضیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حدیثیں کیسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول و ماخوذ ہیں مقطوع ہوں خواہ مرسل نہ ان کی مخالفت کی جائے نہ انہیں رد کریں، آئمہ سلف کا یہی طریقہ تھا۔

۶۔علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

امام نسائی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بہت احادیث ہیں۔(۳)

۷۔علامہ نووی فرماتے ہیں:

بلاشبہ صحابہ کرام کو برا بھلا کہنا حرام امور میں سے ہے، اس میں چاہے وہ صحابہ کرام ہوں، جن کے درمیان جنگ وجدل ہوئے، یا دوسرے صحابہ کرام ہوں، کیونکہ تمام صحابہ کرام ان جنگوں میں اجتہاد کرنے والے تھے، جیسا کہ ہم پہلے اس کی وضاحت کر چکے ہیں، علامہ قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں: کسی بھی صحابی کو برا بھلا کہنا گناہ کبیرہ ہے۔ایسا کرنے والے کو کوڑے مارے جائیں گے۔لیکن قتل نہیں کیا جائے گا، ہمارا اور جمہور علماء کا یہی مذہب ہے۔البتہ بعض مالکی علماء فرماتے ہیں: صحابہ کرام کو برا بھلا کہنے والے کو قتل کیا جائے گا۔(۴)

علامہ نووی احادیث کے مفہوم کی وضاحت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

علماء فرماتے ہیں:

وہ احادیث جن میں بظاہر کسی صحابی کی شان پر حرف آتا ہو، اس کی تاویل کرنا واجب ہے۔صحیح احادیث میں کوئی ایسی بات نہیں ہے، جس کی تاویل ممکن نہ ہو۔(۵)

۱۔ منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر الانبیاء منزہون عن الکبائر والصغائر مصطفیٰ البابی مصر ص ۵۷

۲۔ قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب فصل الحادی والعشرون مطبوعہ دار صادر مصر ۱/۱۷۸

۳۔ تذکرۃ المحدثین، ص ۲۹۴

۴۔ نووی، یحییٰ بن شرف، ابوزکریا، المنہاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج، ص ۱۵۲۶، بیت الافکار الدولیۃ، لبنان، ط ۱، ۲۰۰۷ء

۵۔ شرح مسلم نووی، ص ۱۴۷۰

۱۔ علامہ نووی صحابہ کرام کی عصمت کے بارے میں لکھتے ہیں:

ولسنا نقطع بالعصمة الالنبی ﷺ ولمن شهد له بها لكنا مامورون بحسن الظن بالصحابة ونفی كل رذيلة عنهم، واذا انسدت طرق تاويلها نسبنا الكذب الی رواتها۔(۱)

اگرچہ ہم صرف نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت کے قائل ہیں، لیکن ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں حسن ظن کا حکم دیا گیا ہے، اسی طرح ان سے ہر رذیل صفت کی نفی کا حکم ہے۔ جب کسی حدیث کی تاویل کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے، تو ہم جھوٹ کی نسبت راوی کی طرف کریں گے۔

i۔ حضرت امیر معاویہ اللہ عزوجل کے آخری نبی سیدنا محمد رسول اللہ فداہ ابی و امی وروحی و جسدی ﷺ کے صحابی، بلکہ آپ کے والد سیدنا ابوسفیان صخر، والدہ سیدہ ہند، بھائی: سیدنا ابوخالد اور سیدنا عتبہ رضی اللہ عنہم، بہنیں: سیدہ ام حبیبہ رملہ، سیدہ ام الحکم اور سیدہ عزہ رضی اللہ عنہن بھی شرف صحابیت سے مشرف ہیں۔(۲)

ii۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی اقدس ﷺ کے رشتہ دار بھی ہیں: وہ اس طرح کہ والد اور والدہ کی طرف سے آپ کا شجرہ نسب پانچویں پشت میں جا کر حضور ﷺ سے مل جاتا ہے۔(۳)

iii۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ سیدہ ام حبیبہ رملہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی زوجیت کے شرف سے بھی مشرف ہیں۔(۴)

iv۔ اور یہی وہ دو رشتے ہیں (یعنی نسبتی وسسرالی) کہ شرف صحابیت کے بعد، جو خود بہت بڑے شرف کے حامل ہیں: انہی کی بزرگی کا خود حبیب خدا ﷺ نے اس طرح اظہار فرمایا:

كل نسب و صهر ينقطع يوم القيامة الا نسبی و صهری۔ (۵)

بروز قیامت تمام نسبی اور سسرالی رشتے منقطع ہو جائیں گے ماسوا میرے نسب والوں اور سسرال والوں کے۔

اس حدیث پاک کے بارے میں ثقہ محدث، حافظ ابوالحسن عبدالملک بن عبدالحمید میمونی (متوفی ۲۷۴ھ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے عرض کی: کیا یہ نبی پاک ﷺ کا فرمان نہیں:

كل صهر ونسب ينقطع الا صهری ونسبی ؟قال بلیٰ۔قلت :وهذه لمعاوية؟قال :نعم له صهر ونسب۔ (۶)

۱۔ شرح مسلم نووی، ص۱۱۲۹

۲۔ i۔ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج۴، ص۴۷۷، ۵۹۶۹: ii۔ ایضاً، ج۵، ص۴۱۶، ۷۳۵۱:
iii۔ ایضاً، ج۴، ص۳۴۱، ۵۵۵۹: iv۔ ایضاً، ج۳، ص۱۹۸، ۳۵۴۶:
v۔ ج۵، ص۴۴۳، ص۴۳۷، ۷۴۱۸:

۳۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، ص۴۰ ۴۔ کتاب الاربعین فی مناقب امہات المؤمنین، ص۴۵

۵۔ i۔ حدیث الزہری، ص۳۸۸، ۹۵۳: ii۔ الفوائد، ج۲، ص۲۳۳، ۶۰۳:

۶۔ i۔ السنۃ: ذکر ابی عبدالرحمٰن معاویۃ، ج۲، ص۴۳۲، ۶۵۴: ii۔ شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، ج۸، ص۱۵۳۲، ۲۷۸۶:

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کیوں نہیں، میں نے عرض کی: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس میں داخل ہیں؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہاں! سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبی وسسرالی رشتہ دار ہیں۔

۲۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے شرف صحابیت وسسرالی رشتہ داری کے بارے میں مشہور ولی اللہ حضرت بشر بن حارث حافی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۲۷ھ) کے استاذ، حافظ الحدیث، یاقوتۃ العلماء، ولی کامل وباکرامت، امام ابومسعود معافی بن عمران علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفی ۱۸۵ھ) کا فرمان درج ذیل ہے:

آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک آدمی نے سوال کیا:

یا ابا مسعود !ابن عمر بن عبدالعزیز من معاویۃ بن ابی سفیان ؟فغضب من ذلك غضباً شدیدا وقال :لا یقاس باصحاب رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم احد،معاویۃ صاحبه وصهره وکاتبه وامینه علی وحی الله عزوجل وقدقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم : دعوالی اصحابی واصهاری فمن سبهم فعلیه لعنة الله والملئكة والناس اجمعین ۔(۱)

اے ابومسعود! حضرت عمر بن عبدالعزیز سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں کیسے ہیں؟ اس کی یہ بات سن کر امام صاحب کو انتہائی غصہ آیا اور فرمانے لگے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی پر غیر صحابی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، سسرالی رشتہ دار، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب اور وحی الٰہی پر آپ کے امین ہیں، اور بے شک حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: میرے صحابہ اور سسرال والوں سے درگزر کرو! جس نے ان سے کسی کی بھی بدگوئی کی، اس پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت۔

۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَمْشَاذٍ الْعَدْلُ، ثنا بِشْرُ بْنُ مُوسَى، ثنا الْحُمَيْدِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ التَّيْمِيُّ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَالِمِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ عُوَيْمِ بْنِ سَاعِدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ عُوَيْمِ بْنِ سَاعِدَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى اخْتَارَنِي وَاخْتَارَ بِي أَصْحَابًا فَجَعَلَ لِي مِنْهُمْ وُزَرَاءَ وَأَنْصَارًا وَأَصْهَارًا، فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ (۲)

سیدنا عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے (اپنی ساری مخلوق سے) مجھے برگزیدہ کیا، اور میرے لیے صحابہ منتخب کیے، انہی میں سے میرے وزیر، مددگار اور سسرال والے ہیں، پس جو ان (میں سے کسی) کی بدگوئی کرے گا، اس پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی، اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی، اور اس کا کوئی فرض ونفل قبول نہیں کیا جائے گا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

امام حاکم فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے، لیکن امام بخاری ومسلم نے اسے روایت نہیں کیا۔ حافظ ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے موافقت کی ہے۔

۱۔ تاریخ بغداد، ج۱، ص۵۷۷، ۱۳۴

۲۔ i۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۷۳۲، ۶۶۵۶
ii۔ الاحاد والمثانی، ج۴، ص۴، ۱۹۴۶
iii۔ السنۃ لابن ابی عاصم، ج۲، ص۴۸۳، ۱۰۰۰
iv۔ السنۃ لابی بکر الخلال، ج۳، ص۵۱۵، ۸۳۴

۴۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الله اختارني واختار اصحابي فجعلهم اصهاري وجعلهم انصاري وانه سيجيء في آخر الزمان قوم ينتقصونهم الا فلا تناكحوهم الا فلا تنكحوا اليهم الا فلا تصلوا معهم الا فلا تصلوا عليهم حلت اللعنة۔(۱)

اللہ عزوجل نے مجھے پسند فرمایا، اور میرے لیے میرے صحابہ کا انتخاب کیا، انہی میں سے میرے سسرال والے اور مددگار ہیں۔ آخر زمانہ میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے، جو ان کی تنقیص کریں گے، (اے میرے امتیو!) خبردار! ان سے رشتہ لینا، نہ انہیں رشتہ دینا، ان کے ساتھ نماز پڑھنا نہ ان کی نماز (جنازہ) پڑھنا کیونکہ وہ لعنتی ہیں۔

۵۔ محدث وفقیہ، شیخ ابوالمواہب عبدالوہاب بن احمد شعرانی حنفی (متوفی ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں:

فمن طعن في الصحابة فقد طعن في نفس دينه فيجب سد الباب جملة واحدة لاسيما الخوض في امر معاوية وعمرو بن العاص۔(۲)

جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کرتا ہے بے شک وہ اپنے دین پر طعن کرتا ہے لہٰذا واجب وضروری ہے کہ یہ دروازہ بالکل بند کر دیا جائے بالخصوص سیدنا معاویہ اور سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے۔

۶۔ فقیہ اعظم، صدرالشریعہ، مفتی محمد امجد علی بن حکیم جمال الدین اعظمی حنفی (متوفی ۱۳۶۷ھ) اہل سنت کے عقائد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل خیر وصلاح ہیں اور عادل، ان کا جب ذکر کیا جائے تو خیر ہی کی ساتھ ہونا فرض ہے، کسی صحابی کے ساتھ سوئے عقیدت بدمذہبی وگمراہی واستحقاق جہنم ہے، کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض ہے، ایسا شخص رافضی ہے، اگرچہ چاروں خلفا کو مانے اور اپنے آپ کو سنی کہے۔ مثلاً: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے والد ماجد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور والدہ ماجدہ حضرت ہند رضی اللہ عنہا، اسی طرح حضرت سید نا عمرو بن عاص وحضرت مغیرہ بن شعبہ وحضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم، حتی کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ جنہوں نے قبل اسلام حضرت سیدنا سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، اور بعد اسلام اخبث الناس خبیث مسیلمہ کذاب ملعون کو واصل جہنم کیا، (وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے خیر الناس وشر الناس کو قتل کیا۔) ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی، تبرا ہے، اور اس کا قائل رافضی، اگرچہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کی توہین کے مثل نہیں ہوسکتی کہ ان کی توہین، بلکہ ان کی خلافت سے انکار ہی فقہائے کرام کے نزدیک کفر ہے۔(۳)

۷۔ امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر (ابن کثیر) قرشی شافعی (متوفی ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

وقال بعضهم: رايت رسول الله ﷺ وعنده ابوبكر وعمر وعثمان وعلي ومعاوية، اذجاء رجل فقال عمر: يا رسول الله ﷺ! هذا يتنقصنا۔ فكانه انتهره رسول الله ﷺ، فقال: يا رسول الله ﷺ اني لا اتنقص هؤلاء ولكن هذا. يعني معاوية۔ فقال: ويلك! وليس هو من اصحابي؟ قالها ثلاثا، ثم اخذ رسول الله حربة فناولها معاوية فقال جابها في لبته، فضربه بها وانتبهت فبكرت الى منزلي فاذا ذلك الرجل قد اصابته الذبحة من الليل ومات، وهو راشد الكندي۔(۴)

۱۔ i۔ الکفایۃ فی علم الروایۃ، ص۴۸ ii۔ الخلعیات، ج۳، ص۳۶۸، (۲۲۸) ۲۷۳۲

۲۔ الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، ج۲، ص۳۲۳ ۳۔ بہار شریعت، ج۱، ص۲۵۳۔۲۵۲

۴۔ البدایۃ والنھایۃ، ج۸، ص۱۴۹

بعض بزرگ فرماتے ہیں: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خواب میں اس حال میں زیارت کی کہ آپ ﷺ کے پاس سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہم تھے۔ آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا، تو سیدنا عمر پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے رسول ﷺ! یہ ہماری تنقیص کرتا ہے۔ حضور ﷺ نے اسے جھڑکا تو وہ کہنے لگا: یارسول اللہ ﷺ! میں ان کی تنقیص نہیں کرتا، میں تو صرف معاویہ کی تنقیص کرتا ہوں۔ (اس بدبخت کی یہ بات سن کر) نبی پاک ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: تیرا ناس ہو جائے، کیا یہ میرے صحابی نہیں؟ پھر آپ ﷺ نے ایک نیزہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو دے کر فرمایا: یہ اس کے سینے میں مارو! آپ رضی اللہ عنہ نے اسے نیزہ مارا۔ یہ بزرگ فرماتے ہیں: صبح بیدار ہو کر جب میں اس کے گھر گیا، تو معلوم ہوا: کہ راشد کندی نامی وہ آدمی رات کا واقعی مر چکا ہے۔

حافظ ابن کثیر نے اس واقعہ کا ذکر بہ صیغۂ تمریض (''بعضہم'' سے) کیا ہے، راوی کا نام ذکر نہیں کیا، لیکن صاحب لسان العرب علامہ ابن منظور نے یہ خواب محمد بن عبدالملک بن ابی الشوارب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔(۱)

اور کہا ہے: یہ بزرگ ابدال میں سے ہیں۔ (۲)

انہی امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالملک بن ابی الشوارب قرشی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۴۴ھ) کے بارے میں حافظ ذہبی کہتے ہیں: یہ ثقہ امام، محدث اور فقیہ تھے۔ امام نسائی نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ (۳)

۸۔ امام ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بغدادی (متوفی ۴۰۶ھ) کہتے ہیں: محمد بن حسن نے بیان کیا کہ میں نے ملک شام کے ایک پہاڑ پر ہاتف کو یہ کہتے سنا:

من ابغض الصديق فذاك زنديق، من ابغض عمر الىٰ جهنم زمر، من ابغض عثمان فذاك خصمه الرحمن، من ابغض عليا فذاك خصمه النبى ﷺ، من ابغض معاوية تسحبه الزبانية الى نار الله الحامية۔ (۴)

جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض رکھے وہ زندیق ہے۔ جس نے سیدنا عمر پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض رکھا وہ جہنمی گروہ میں ہوگا۔ جس نے سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض رکھا اس کا مدمقابل رحمٰن عزوجل ہوگا۔ جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اس کے مدمقابل نبی کریم ﷺ ہوں گے، جس نے سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض رکھا، فرشتے اسے پیشانی سے پکڑ کر بھڑکتی آگ میں پھینکیں گے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہم جو مشاجرات واختلافات ہوئے مثلاً: امام مظلوم سیدنا عثمان پاک رضی اللہ عنہ کی شہادت کے سانحۂ دل دوز کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصاص کی بابت جو اختلافات رونما ہوئے، اور معاملہ جدال تک پہنچ گیا وغیرہ، ان کی بنا پر بھی کسی صحابی پر طعن کرنا جائز نہیں، ان معاملات میں اکابر اہل سنت نے روافض وخوارج سے الگ راہ اختیار کی ہے، اور وہ یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ان معاملات میں خاموشی اختیار کی جائے اور ان کے شرف صحبت کو ملحوظ رکھتے ہوئے سب کا حسب مراتب احترام کیا جائے۔

۱۔ مختصر تاریخ دمشق، ج ۵۲، ص ۷۶ ۲۔ ایضاً ۳۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۱۱، ص ۱۰۳، ۳۲

۴۔ i۔ تاریخ دمشق، ج ۵۹، ص ۲۱۲ ii۔ مختصر تاریخ دمشق ج ۲۵، ص ۷۶ iii۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۸، ص ۱۳۹

صحابہ کرام کے باہمی مشاجرات اور خاص طور پر حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین اختلاف کے حوالے سے علماء امت کی آراء حسب ذیل ہیں:

۹۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

امر اللہ عزوجل بالاستغفار لاصحاب محمد ﷺ وھو یعلم انھم سیقتلون ۔(۱)

اللہ عزوجل نے تمہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے استغفار کا حکم دیا ہے، حالاں کہ وہ جانتا تھا کہ ان میں مقاتلہ ہوگا۔

(یعنی جب اس عالم الغیب والشہادہ نے سب کچھ جانتے ہوئے ان کے لیے استغفار کا حکم دیا ہے، تو تمہیں چاہیے کہ اپنے رب کی بات مانو نہ کہ ان کے مشاجرات کی آڑ لے کر ان میں سے کسی پر طعن کرو!)

۱۰۔ امام احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

ذکر محاسن اصحاب رسول اللہ ﷺ کلھم اجمعین ، والکف عن ذکر مساوبھم والخلاف الذی شجر بینھم فمن سب اصحاب رسول اللہ ﷺ اواحد منھم اور تنقصہ اور طعن علیھم اور عرض بعیبھم او عاب احدا منھم فھو مبتدع رافضی خبیث مخالف لا یقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا بل حبھم سنۃ والدعاء لھم قربۃ والاقتداء بھم وسیلۃ والاخذبآثارھم فضیلۃ،لایجوزلا حد ان یذکر شیئامن مساویھم ولا یطعن علی احد منھم بعیب ولا بنقص فمن فعل ذلك فقد وجب علی السلطان تادیبہ وعقوبتہ لیس لہ ان یعفو عنہ بل یعاقبہ ویستیبہ فان تاب قبل منہ وان ثبت عاد عالیہ بالعقوبۃ وخلدہ الحبس حتی یموت اویراجع۔(۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خوبیاں ہی بیان کی جائیں، ان کی لغزشوں اور ان کے باہمی اختلافات کے ذکر سے اجتناب کیا جائے۔ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم یا ان میں سے کسی ایک کی بھی تنقیص کرتا ہے، یا ان پر طعن کرتا ہے، یا انہیں عیب دار کرنے کے درپے ہوتا ہے، یا ان میں سے کسی ایک کی عیب جوئی کرتا ہے، تو (خوب جان لو کہ) وہ بدعتی (سنی نہیں) رافضی خبیث ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کا کوئی فرض و نفل قبول نہیں فرمائے گا۔ (اے مسلمان! یاد رکھ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت سنت ہے، ان کے لیے دعا قرب الٰہی کا ذریعہ ہے اور ان کی پیروی وسیلہ نجات اور ان کے آثار کی اتباع باعث فضیلت ہے، کسی کے لیے جائز نہیں کہ صحابہ کرام کی کمزوریاں بیان کرے اور کسی عیب ونقص کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک پر بھی طعن کرے۔ پس جو اس فعل کا مرتکب ہو، حاکم پر ضروری ہے کہ اس کی تادیب کرے، اور اسے سزا دے معاف نہ کرے، نیز اس سے توبہ بھی کروائے: اگر وہ توبہ کرلے تو فبہا، ورنہ پھر اسے سزا دے، اور قید کردے یہاں تک کہ وہ توبہ کرلے یا مرجائے۔

۱۱۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ مزید فرمایا کرتے:

ترحم علی جمیع اصحاب محمد (ﷺ) صغیرھم وکبیرھم و حدث بفضائلھم وامسك عما شجر بینھم ۔ (۳)

سیدنا محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چھوٹے بڑے سب صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے رحمت کی دعا کرو، ان کے فضائل بیان کرو اور ان کے مابین ہونے والے مشاجرات کے ذکر سے زبانیں بند رکھو۔

۱۔ الشریعۃ، ج ۵، ص ۲۴۹۲، ۱۹۸۰ء ۲۔ طبقات الحنابلۃ، ج ۱، ص ۳۰ ۳۔ طبقات الحنابلۃ، ج ۱، ص ۲۹۴

۱۲۔ امام ابومحمد عبدالرحمٰن بن محمد (بن ابی حاتم) رازی تمیمی (متوفی ۳۲۷ھ) کہتے ہیں: میں نے اپنے والد گرامی اور امام ابوزرعہ رحمہما اللہ سے سوال کیا کہ اصول دین میں اہل سنت کا مذہب کیا ہے؟ اور آپ تمام بلاد (اسلامیہ) میں جن علماء سے ملے ہیں، ان کا اس بابت کیا عقیدہ ہے؟

ان دونوں بزرگوں نے اس سوال کے جواب میں یہ بھی فرمایا: کہ ہم تمام بلاد کے علما سے ملے، جن میں حجاز و عراق اور شام و یمن بھی ہیں، ان سب کا مذہب یہی تھا کہ:

الترحم علی جمیع اصحاب محمد (ﷺ) والکف عما شجر بینھم۔ (۱)

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں رحمت کی دعا کرو، اور ان کے باہمی مشاجرات میں نہ پڑو!

۱۳۔ شیخ ابومحمد حسن بن علی بربہاری (متوفی ۳۲۹ھ) فرماتے ہیں:

والکف عن حرب علی ومعاویة وعائشة وطلحة والزبیر، ومن کان معھم، ولا تخاصم (فیھم) وکل امرھم الی اللہ تبارك وتعالیٰ۔ لایسلم لك قلبك ان سمعت واعلم انه من تناول احدامن اصحاب محمد ﷺ فاعلم انه انما اراد محمد ﷺ وقد اذاہ فی قبرہ۔ (۲)

حضرت علی ومعاویہ، عائشہ، طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم کے باہمی محاربات میں خاموشی اختیار کرو، اس جھگڑے میں نہ پڑو، ان کا معاملہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سپرد کردو، (ان کے متعلق کوئی غلط بات ہرگز نہ سنو! کیوں کہ) ایسی باتیں سننے سے دل سلامت نہیں رہتا۔ اور یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ جو کسی ایک صحابی کی بھی تنقیص کرتا ہے، دراصل وہ سید عالم ﷺ کی تنقیص کا ارادہ کرتا ہے اور ایسا کرنے والا حضور ﷺ کو قبر شریف میں تکلیف پہنچاتا ہے۔

۱۴۔ امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی شافعی (متوفی ۵۰۵ھ) فرماتے ہیں:

واعتقاداھل السنة تزکیة جمیع الصحابة والثناء علیھم کما اثنی اللہ سبحانه وتعالیٰ ورسوله ﷺ۔ وما جری بین معاویة وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنھما کان مبنیاعلی الاجتھاد لا منازعة من معاویة فی الا مامة، اذظن علی رضی اللہ تعالیٰ عنه ان تسلیم قتلة عثمان مع کثرة عشائرھم واختلاطھم بالعسکریؤدی الی اضطراب امر الامامة فی بدایتھا فرای التاخیر اصوب، وظن معاویة ان تاخیر امر ھم مع عظم جنایتھم یوجب الاغراء بالائمة ویعرض الدماء للسفاك۔ وقد قال افاضل العلماء: کل مجتھد مصیب۔ وقال قائلون: المصیب واحد، ولم یذھب الی تخطئة علی ذو تحصیل اصلا۔ (۳)

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پاک اور قابل تعریف ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ان کی تعریف فرمائی۔ حضرت معاویہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے مابین جو اختلاف ہوا، وہ اجتہاد پر مبنی تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے امامت کا جھگڑا نہ تھا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ چوں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلین کے قبائل بھی زیادہ ہیں، اور وہ لشکر میں بھی شامل ہیں، لہٰذا ان قاتلین کو (فوراً سزا دینا یا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے رشتہ داروں کے) حوالے کرنا خلافت کے ابتدائی دور میں ہی اس میں خلل کا باعث ہوگا،

۱۔ شرح اصول اعتقاد اھل السنة والجماعة، ج ۱، ص ۱۹۸، ۳۲۱

۲۔ شرح السنة، ص ۱۰۶، ۱۲۰، ۱۱۲، ۱۱۱، ۱۲۴، ۱۲۷

۳۔ احیاء علوم الدین، الاصل السابع، ص ۱۳۶

لہٰذا آپ نے تاخیر کو زیادہ بہتر سمجھا، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا: کہ ان لوگوں کے اتنے بڑے جرم کے باوجود اس معاملہ میں تاخیر انہیں ائمہ کے خلاف ابھارنے کے مترادف ہے، اور اس سے خون ریزی ہوگی۔ جلیل القدر علمائے کرام فرماتے ہیں: کہ ہر مجتہد کی رائے صحیح ہوتی ہے (ولہٰذا سیدنا علی و معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کی رائے ہی درست تھی)، لیکن دوسرے حضرات نے فرمایا: ایک کی بات درست ہوتی ہے، مگر کسی بھی اہل علم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سوچ کو غلط قرار نہیں دیا۔

۱۵۔ محبوب سبحانی، قطب ربانی، شیخ سید ابو محمد عبدالقادر (حضور غوث پاک) بن ابو صالح موسیٰ حسنی حسینی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۶۱ھ) فرماتے ہیں:

واتفق اهل السنة على و جوب الكف عما شجر بينهم و الامساك عن مساويهم واظهار فضائلهم و محاسنهم وتسليم امرهم الى الله عزوجل على ماكان وجرى من اختلاف على وطلحة والزبير وعائشة ومعاوية رضي الله عنهم على ماقدمنا بيانه واعطاء ه كل ذى فضل فضله۔ (۱)

اہل سنت و جماعت کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی درمیان بپا ہونے والے اختلاف اور جھگڑے کے بارے میں گفتگو سے باز رہنا چاہیے، ان کی برائی بیان کرنے سے رکنا، ان کے فضائل و محاسن کا اظہار کرنا ضروری ہے، اور جو کچھ حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف رونما ہوا، اسے سپرد خدا کیا جائے: ہر صاحب فضل کی فضیلت کو تسلیم کیا جائے۔

۱۶۔ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ ناصحانہ انداز میں مزید فرماتے ہیں:

فاحسن احوالنا الامساك فى ذلك وردهم الى الله عزوجل وهو احكم الحكمين و خير الفاصلين، والاشتغال بعيوب انفسنا و تطهير قلوبنا من امهات الذنوب وظواهرها من موبقات الامور۔ (۲)

(صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلافات میں دخل اندازی کی بجائے) ہمارے لیے اس مسئلہ میں خاموش رہنا، اور اسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے حوالے کر دینا زیادہ بہتر ہے، وہی تمام حاکموں سے بڑا حاکم اور بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ ہمیں (ان باتوں میں پڑنے کی بجائے) اپنے نفسانی عیوب کی طرف متوجہ ہونے، بڑے بڑے گناہوں سے دلوں کو پاک کرنے اور مہلک باتوں سے (ظاہر و باطن) پاک رکھنے کی ضرورت ہے۔

۱۷۔ علامہ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد قسطلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۲۳ھ) فرماتے ہیں:

ومما يجب ايضاً: الا مساك عما شجر بينهم، اى وقع بينهم من الاختلاف، والاضراب عن اخبار المؤرخين وجهلة الرواة، وضلال الشيعة والمبتدعين، القادحة فى احد منهم، قال صلى الله عليه وسلم اذا ذكر اصحابى فامسكوا۔ وان يلتمس لهم مما نقل من ذلك فيما كان بينهم من الفتن احسن التاويلات، ويخرج لهم اصوب المخارج، اذهم اهل ذلك كما هو فى مناقبهم، ومعدود من ماثرهم، مما يطول ايراد بعضه۔ و ماروقع بينهم من المنازعات و المحاربات فله محامل وتاويلات، فسبهم والطعن فيهم اذا كان مما يخالف الا دلة القطعية كفر، كقذف عائشة رضى الله عنها، والا فبدعة وفسق، وقال صلى الله عليه وسلم: الله، الله فى اصحابى! لاتتخذوهم غرضا من بعدى، من احبهم فقد احبنى، ومن ابغضهم فقد ابغضنى، ومن اذاهم فقد اذانى، ومن اذانى فقد اذى الله، و من اذى الله فيوشك ان ياخذه الله۔ رواه المخلص الذهبى۔

۱۔ الغنیۃ الطالبی طریق الحق، ج ۱، ص ۲۰۶ ۲۔ ایضاً، ج ۱، ص ۲۰۳

(ابو طاهر محمد بن عبدالرحمن الذهبی) وهذا الحديث كما قال بعضهم خرج مخرج الوصية باصحابة على طريق التاكيد والترغيب في حبهم، و الترهيب عن بغضهم، وفيه اشارة الى ان حبهم من الايمان، وبغضهم كفر، لانه اذا كان بغضهم بغضاله كان كفرا بلانزاع، للحديث السابق . لن يؤمن احدكم حتى اكون احب اليه من نفسه، وهذايدل على كمال قربهم منه بتنزيلهم منزلة نفسه، حتى كان اذاهم واقع عليه وواصل اليه ﷺ۔ "والغرض" :الهدف الذی يرمی فيه۔ فهو نهی عن رميهم مؤكدا ذلك بتحذيرهم الله منه، وما ذالك الا لشدة الحرمة...... وقال مالك بن انس وغيره۔ فيما ذكره القاضی عياض :من ابغض الصحابة فليس له فی فیء المسلمين حق۔ قال :ونزع باية الحشرو الذين جاء وامن بعدهم ۔ الآية۔ وقال :من غاظه اصحاب محمد فهو كافر۔ قال الله تعالىٰ :ليغيظ بهم الكفار۔ والله اعلم۔ (۱)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت میں یہ بات بھی واجب ہے، کہ ان کے درمیان جو اختلاف ہوا، اس پر خاموشی اختیار کرے، مؤرخین کی خبروں اور راویوں کی جہالت، نیز شیعہ اور بدعتی لوگوں کی ایسی باتوں کی طرف توجہ نہ دے، جو ان کی شان میں نقص ثابت کرتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو رک جاؤ! نیز ان کے درمیان جو اختلاف ہوا، اس کی کوئی تاویل کرے، اور اچھا ہی راستہ تلاش کرے، کیونکہ ان کی شان کے لائق یہی بات ہے۔ (اور یہ بھی یاد رکھے کہ) ان کے مابین جو محاربات ومنازعت کا سلسلہ ہوا، اس کی کوئی وجہ ہے، تو ان کی بدگوئی کرنا یا ان پر طعن کرنا، جو قطعی دلائل کے خلاف ہو، وہ کفر ہے: جیسے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر الزام تراشی۔ اور اگر دلائل قطعیہ کے خلاف نہ ہو تو بدعت وفسق ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ ﷻ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ ﷻ سے ڈرو! میرے بعد انہیں اپنی ''غرض'' کا نشانہ نہ بنالینا، جس نے ان سے محبت کی، تحقیق اس نے مجھ سے محبت کی، اور جس نے ان سے دشمنی رکھی، اس نے مجھ سے دشمنی رکھی، اور جس نے ان کو ایذا پہنچائی، اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی، اس نے اللہ تعالیٰ ﷻ کو اذیت دی، اور جس نے اللہ تعالیٰ ﷻ کو اذیت دی، تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ﷻ اس کا مواخذہ فرمائے۔ اسے ابو طاہر محمد بن عبدالرحمٰن مخلص ذہبی بغدادی (متوفی ۳۹۳ھ) نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کے متعلق بعض (علما) فرماتے ہیں: اس حدیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں تاکیدی وصیت، ان سے محبت کی ترغیب اور ان کے بغض سے ڈرانا ہے، نیز اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے: کہ ان سے محبت کرنا ایمان سے ہے، اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے، کیوں کہ اگر ان سے بغض سید عالم ﷺ سے بغض کی وجہ سے ہو تو بلا اختلاف کفر ہے، جیسا کہ حدیث پاک گزر چکی ہے، جس میں فرمایا گیا:

لن يؤمن احدكم حتى اكون احب اليه من نفسه۔

تم میں سے کوئی شخص ہرگز مومن نہیں ہوسکتا، جب تک مجھے اپنی جان سے زیادہ محبوب نہ سمجھے۔ نیز حضور ﷺ کا یہ فرمان اس پر بھی دلالت کرتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ ﷺ سے بہ طور کمال قرب حاصل تھا، اسی لیے حضور ﷺ نے انہیں اپنی ذات کی جگہ رکھا یہاں تک کہ ان کی ایذا رسانی حضور ﷺ کی ہی ایذا رسانی قرار پائی۔ ''غرض'' کسے کہتے ہیں؟ مذکورہ حدیث پاک (الله الله فی اصحابی لاتتخذوهم غرضا بعدی ۔۔۔ الخ) میں جو لفظ غرض ہے، یہ اس نشانے کو کہتے ہیں، جس پر تیر چلائے جاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ﷻ سے ڈرانے کی تاکید کے ساتھ

۱۔ المخلصیات، ج ۱، ص ۲۳۲، رقم ۳۱۲

ساتھ اس بات سے بھی منع کیا گیا، اور ایسا اس کی شدت حرمت کی بناپر فرمایا گیا۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے: کہ حضرت مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں: کہ جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھے اس کا مسلمانوں کے مال فے (یعنی اس مال میں جو بغیر جنگ کیے کافروں سے حاصل ہو) میں کوئی حصہ نہیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بات پر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ حشر کی اس آیت سے استدلال کیا

اور وہ جو ان کے بعد آئے، عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب جل جلالہ! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گزر گئے، اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کینہ نہ رکھ! اے ہمارے رب! بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔(۱)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جلے وہ کافر ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

تاکہ ان (صحابہ) سے کافروں کے دل جلیں۔(۲) واللہ اعلم۔'' (۳)

۱۸۔ علامہ ابو عبد الرحمٰن عبد العزیز بن احمد ملتانی پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۳۹ھ) فرماتے ہیں:

ذکر کثیر من المحققین ان ذکره حرام مخالفة ان یؤ دی الی سوء الظن ببعض الصحابة ویعضده الحدیث المرفوع: لا یبلغنی احد من اصحابی عن احد شیئاً فانی احب ان اخرج الیکم وانا سلیم الصدر (۴).....وانما اضطر اهل السنة الی ذکر تلك القصص لان المبتدعة اخترعوا فیها مفتریات واکاذیب حتی ذهب بعض المتکلمین الی ان روایات التشاجر کلها کذب۔ ونعم القول هؤ لاء ان بعضها ثابت بالتواتر واجمع اهل السنة والجماعة علی تاویل ماثبت منها تخلیصاللعامة عن الوساوس والهواجس واما مالم یقبل التاویل فهومردود۔ فان فضل الصحابة وحسن سیرتهم واتباعهم الحق لثابت بالنصوص القاطعة واجماع اهل الحق فکیف یعارضه روایة الا حاد، سیما من الروافض المتعصبة الکذابین ۔(۵)

کثیر محققین (علماء ومحدثین رحمہم اللہ) کہتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاجرات کا تذکرہ حرام ہے، کیونکہ اندیشہ ہے کہ اس سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں بدگمانی پیدا ہو جائے (جو کہ ایمان کے لیے انتہائی تباہ کن ہے)، اور اس بات کی تائید حدیث مرفوع (یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان) سے ہوتی ہے، جس میں فرمایا گیا: کوئی شخص کسی صحابی کے بارے میں مجھ سے شکایت نہ کرے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری طرف صاف دل نکلوں۔۔۔ اہل سنت کو ان واقعات کا تذکرہ مجبوراً کرنا پڑا (جو مشاجرات صحابہ سے متعلق تھے)، اس لیے کہ بدعتیوں نے ان میں بہت سی من گھڑت اور جھوٹی باتیں شامل کر دی تھیں، یہاں تک کہ بعض متکلمین رحمہم اللہ فرمانے لگے: کہ مشاجرات صحابہ کی سب روایات جھوٹ کا پلندہ ہیں: اگرچہ یہ قول بہت اچھا ہے، مگر بعض واقعات تواتر سے بھی ثابت ہیں۔ لہٰذا سب اہل سنت وجماعت نے اس پر اجماع کیا: کہ ان میں سے ثابت شدہ واقعات کی مناسب تاویل کی جائے، تاکہ عامۃ المسلمین وساوس وشبہات سے بچیں، اور وہ واقعات جو ناقابل تاویل ہیں، انہیں رد کر دیا جائے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت، حسن سیرت اور اتباع حق نصوص قاطعہ اور اہل حق کے اجماع سے ثابت ہے، پس یہ اکا دکا روایتیں خصوصاً متعصب وکذاب رافضیوں کی (وضع کردہ) اس کے مقابل کیا حیثیت رکھتی ہیں۔

۱۔ الحشر ۵۹: ۱۰ ۲۔ الفتح ۴۸: ۱۹ ۳۔ المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة، ج ۲، ص ۷۰۵۔۷۰۷

۴۔ i۔ سنن ابوداود، ج ۴، ص ۲۶۵: ۴۸۶۰ ii۔ سنن ترمذی، ج ۵، ص ۷۱۰: ۳۸۹۶

۵۔ الناهیة عن طعن امیر المؤمنین معاویة رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ص ۵

۱۹۔ اعلیٰ حضرت امام حافظ احمد رضا بن مفتی نقی علی ہندی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اہل سنت کے عقیدہ میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم فرض ہے، اور ان میں کسی پر طعن حرام اور ان کے مشاجرات میں خوض ممنوع۔ حدیث میں ارشاد: **اذا ذکر اصحابی فامسکوا**۔ جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو (بحث وخوض سے) رک جاؤ رب عزوجل کہ عالم الغیب والشہادہ ہے، اس نے صحابہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں:

۱۔ مومنین قبل الفتح، جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں خرچ و جہاد کیا۔

۲۔ اور مومنین بعد الفتح، جنہوں نے بعد کو اللہ کی راہ میں خرچ اور جہاد کیا۔

فریق اول کو دوم پر تفضیل عطا فرمائی کہ **لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولئك اعظم درجة من الذین انفقو من بعد و قاتلوا**۔ (۱)

تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں۔ جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا۔

ان کے افعال پر جاہلانہ نکتہ چینی کا دروازہ بھی بند فرما دیا کہ ساتھ ہی ارشاد ہوا: **واللہ بما تعملون خبیر**۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو تمہارے اعمال کی خوب خبر ہے۔ یعنی جو کچھ تم کرنے والے ہو، وہ سب جانتا ہے۔ بایں ہمہ سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا، خواہ سابقین ہوں یا لاحقین۔ اور یہ بھی قرآن عظیم سے ہی پوچھ دیکھیئے کہ: مولیٰ عزوجل جس سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا، اس کے لیے کیا فرماتا ہے: (اس کے بارے میں فرماتا ہے) **ان الذین سبقت لهم منا الحسنیٰ اولئك عنها مبعدون لا یسمعون حسیسها وهم فیما اشتهت انفسهم خلدون لا یحزنهم الفزع الاکبر وتتلقهم الملئكة هذا یومكم الذی كنتم توعدون**۔ (۲) بے شک جن سے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں، اس کی بھنک (دھیمی سی آواز) تک نہ سنیں گے، اور وہ اپنی من مانتی مرادوں میں ہمیشہ رہیں گے، انہیں غم میں نہ ڈالے گی بڑی گھبراہٹ، فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے، یہ کہتے ہوئے: کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

سچا اسلامی دل اپنے رب عزوجل کا یہ ارشاد عام سن کر کبھی کسی صحابی پر نہ سوئے ظن کر سکتا ہے نہ اس کے اعمال کی تفتیش، بہ فرض غلط (صحابہ نے) کچھ بھی کیا، تم حاکم ہو یا اللہ تعالیٰ تم زیادہ جانو یا اللہ، ء انتم اعلم ام اللہ (کیا تمہیں علم زیادہ ہے یا اللہ تعالیٰ کو)، دلوں کی جاننے والا سچا حاکم یہ فیصلہ فرما چکا کہ مجھے تمہارے سب اعمال کی خبر ہے میں تم سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا، اس کے بعد مسلمان کو اس کے خلاف کی گنجائش کیا ہے۔ ضرور (سیدنا معاویہ سمیت) ہر صحابی کے ساتھ حضرت کہا جائے گا، ضرور رضی اللہ عنہ کہا جائے گا، ضرور اس کا اعزاز و احترام فرض ہے۔ **ولو کرہ المجرمون**۔ (اگرچہ مجرم برا مانیں) (۳)

۱۔ الحدید ۵۷: ۱۰ ۔ ۲۔ الانبیاء ۲۱: ۱۰۱۔۱۰۳

۳۔ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ج ۲۹، ص ۲۲۸۔۲۲۷

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور سب وشتم کا مفہوم:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ کے عمال وگورنروں اور ساتھیوں کے بارے میں ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ یہ حضرات اپنے خطبات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آل واصحاب پر سب وشتم کرتے تھے، اس بارے میں دوروایات امام نسائی نے بھی کتاب الخصائص میں نقل کی ہیں۔ اس لئے مناسب ہے کہ ان تمام روایات واقوال کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ لیا جائے۔ سب وشتم کے حوالے سے جو روایات بیان کی جاتی ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، فَقَالَ: هَذَا فُلَانٌ لِأَمِيرِ الْمَدِينَةِ يَدْعُو عَلِيًّا عِنْدَ الْمِنْبَرِ، قَالَ: فَيَقُولُ: مَاذَا؟ قَالَ: يَقُولُ لَهُ: أَبُو تُرَابٍ فَضَحِكَ قَالَ: وَاللَّهِ مَا سَمَّاهُ إِلَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا كَانَ لَهُ اسْمٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْهُ فَاسْتَطْعَمْتُ الْحَدِيثَ سَهْلًا، وَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبَّاسٍ كَيْفَ ذَلِكَ قَالَ: دَخَلَ عَلِيٌّ عَلَى فَاطِمَةَ ثُمَّ خَرَجَ فَاضْطَجَعَ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ": أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ قَالَتْ: فِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ فَوَجَدَ رِدَاءَهُ قَدْ سَقَطَ عَنْ ظَهْرِهِ، وَخَلَصَ التُّرَابُ إِلَى ظَهْرِهِ فَجَعَلَ يَمْسَحُ التُّرَابَ عَنْ ظَهْرِهِ " فَيَقُولُ: اجْلِسْ يَا أَبَا تُرَابٍ مَرَّتَيْنِ (۱)

حضرت ابوحازم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ فلاں شخص گورنر مدینہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر بیٹھ کر برا بھلا کہتا ہے، انہوں نے دریافت کیا کہ آخر وہ کیا کہتا ہے۔ جواب دیا وہ ان کو ابوتراب کہتا ہے۔ یہ ہنس پڑے اور فرمایا: خدا کی قسم ان کا یہ نام تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا ہے اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ نام اپنے اصلی نام سے بھی زیادہ پیارا ہے۔ پس راوی کو حضرت سہل سے پوری حدیث سننے کی طمع ہوئی اور کہنے لگے اے ابوعباس! واقعہ کیا تھا؟ فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک روز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور پھر مسجد میں آکر لیٹ گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: تمہارے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مسجد میں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ چادر ان کی پیٹھ سے ہٹ گئی ہے اور ان کی پیٹھ مٹی سے آلودہ ہو گئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پیٹھ سے مٹی جھاڑنے لگے اور دو مرتبہ فرمایا اے ابوتراب! بیٹھ جایئے۔

تجزیہ: اس حدیث سے واضح ہے کہ سب وشتم سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب کی کنیت سے یاد کرنا تھا، اس حدیث مبارکہ میں مذکور گورنر مدینہ سے مراد غالباً مروان بن حکم ہیں۔

۲۔ أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَسَأَلَهُ عَنْ دَمِ الْبَعُوضِ يَكُونُ فِي ثَوْبِهِ أَيُصَلِّي بِهِ؟ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: مِمَّنْ أَنْتَ؟

حضرت ابوبکر بن خالد کا بیان ہے: میں حضرت سعد بن مالک کو مدینہ منورہ میں ملا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: بتایا گیا ہے کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتے ہو۔ میں نے جواب دیا: ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔ انہوں نے پوچھا: شاید تم

۱۔ بخاری: ۳۷۰۳

قَالَ :مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ قَالَ :مَنْ يَعْذُرُنِي مِنْ هٰذَا يَسْأَلُنِي عَنْ دَمِ الْبَعُوضِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :هُمَا رَيْحَانَتَيَّ مِنَ الدُّنْيَا(۱)

بھی ایسا ہی کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ انہوں نے فرمایا: تم ہرگز برا بھلا نہ کہنا اور اگر آدمی میرے سر کے درمیان کاٹنے کے لئے رکھ دی جائے، میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا نہیں کہوں گا، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے جو سنا ہوا ہے، اس کے بعد ایسا نہیں کر سکتا۔

تجزیہ: اس حدیث مبارکہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرنے کا ذکر موجود ہے، لیکن کس نے کیا، یہ واضح نہیں ہے، اور نہ ہی وضاحت ہے کہ سب وشتم کے الفاظ کیا تھے۔

۳۔ امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْمُثَنَّى النَّخَعِيُّ، حَدَّثَنِي جَدِّي رِيَاحُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ :كُنْتُ قَاعِدًا عِنْدَ فُلَانٍ فِي مَسْجِدِ الْكُوفَةِ وَعِنْدَهُ أَهْلُ الْكُوفَةِ فَجَاءَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ فَرَحَّبَ بِهِ وَحَيَّاهُ وَأَقْعَدَهُ عِنْدَ رِجْلِهِ عَلَى السَّرِيرِ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ يُقَالُ لَهُ قَيْسُ بْنُ عَلْقَمَةَ فَاسْتَقْبَلَهُ فَسَبَّ وَسَبَّ فَقَالَ سَعِيدٌ :مَنْ يَسُبُّ هٰذَا الرَّجُلُ؟ قَالَ: يَسُبُّ عَلِيًّا قَالَ أَلَا أَرَى أَصْحَابَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَبُّونَ عِنْدَكَ ثُمَّ لَا تُنْكِرُ، وَلَا تُغَيِّرُ، أَنَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَإِنِّي لَغَنِيٌّ أَنْ أَقُولَ عَلَيْهِ مَا لَمْ يَقُلْ فَيَسْأَلُنِي عَنْهُ غَدًا إِذَا لَقِيتُهُ :أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَسَاقَ مَعْنَاهُ ثُمَّ قَالَ :لَمَشْهَدُ رَجُلٍ مِنْهُمْ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْبَرُّ فِيهِ وَجْهُهُ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ عُمُرَهُ وَلَوْ عُمِّرَ عُمُرَ نُوحٍ(۲)

حضرت ریاح بن حارث فرماتے ہیں کہ میں کوفہ کی مسجد میں فلاں صاحب کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا تو حضرت سعید بن زید تشریف لائے تو مغیرہ نے انہیں مرحبا کہا اور انہیں سلام کیا اور ان کو اپنے پاؤں کے پاس اپنی مسند پر بٹھایا، اس دوران ایک شخص اہل کوفہ سے آیا جسے قیس بن علقمہ کہا جاتا تھا اور اس نے برائی کی جس کی برائی کی (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازیبا کلمات کہے)، تو سعید بن زید نے کہا کہ یہ کس کو برا بھلا کہہ رہا ہے؟ تو مغیرہ نے کہا کہ یہ کس کو برا بھلا کہہ رہا ہے؟ تو حضرت مغیرہ نے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ رہا ہے۔ حضرت سعید نے کہا ارے میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے برائی سے یاد کیا جا رہا ہے، پھر بھی آپ اسے منع نہیں کرتے اور اس کو ختم کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بیشک میں اس سے بے نیاز ہوں کہ آپ سے منسوب کوئی بات کہوں جو آپ نے نہیں کہی اور پھر کل کو جب آپ ﷺ سے ملاقات کروں تو آپ ﷺ مجھ سے اس بارے میں پوچھ گچھ کریں، آپ نے فرمایا: کہ ابوبکر جنت میں ہیں، عمر جنت میں ہیں، آگے سابقہ حدیث کی مانند ذکر کیا پھر فرمایا کہ حضرت صحابہ میں کسی آدمی کا آپ کے ساتھ دعوت وجہاد کے میدانوں میں حاضر رہنا، کہ جس سے اس کا چہرہ غبار آلود ہو جائے بہتر ہے تم میں سے کسی ایک کے ساری عمر کے عمل سے اگرچہ اسے حضرت نوح علیہ السلام کے برابر عمر مل جائے۔

۱۔ سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۲۳ ۲۔ ابوداؤد: ۴۶۵۰

۳۔تجزیہ: امام ابوداؤد اور امام احمد بن حنبل کی روایت کردہ اس حدیث سے واضح ہے کہ سب وشتم گورنر کوفہ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے نہیں کیا، بلکہ ایک اور کوئی شخص قیس بن علقمہ نے کیا۔اس میں حضرت امیر معاویہ یا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقرر کردہ گورنر کے سب وشتم کا ذکر نہیں ہے۔اسی طرح یہ بھی واضح نہیں ہے کہ کن الفاظ کے ساتھ سب وشتم کیا گیا۔

۴۔امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ صَدَقَةَ بْنِ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي رِيَاحُ بْنُ الْحَارِثِ: أَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ كَانَ فِي الْمَسْجِدِ الْأَكْبَرِ، وَعِنْدَهُ أَهْلُ الْكُوفَةِ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ فَجَاءَهُ رَجُلٌ يُدْعَى سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ فَحَيَّاهُ الْمُغِيرَةُ وَأَجْلَسَهُ عِنْدَ رِجْلَيْهِ عَلَى السَّرِيرِ. فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ فَاسْتَقْبَلَ الْمُغِيرَةَ فَسَبَّ وَسَبَّ فَقَالَ: مَنْ يَسُبُّ هَذَا يَا مُغِيرَةُ؟ قَالَ: يَسُبُّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: يَا مُغِيرَ بْنَ شُعْبَ يَا مُغِيرَ بْنَ شُعْبَ ثَلَاثًا أَلَا أَسْمَعُ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَبُّونَ عِنْدَكَ؟ لَا تُنْكِرُ وَلَا تُغَيِّرُ، فَأَنَا أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِمَا سَمِعَتْ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنِّي لَمْ أَكُنْ أَرْوِي عَنْهُ كَذِبًا يَسْأَلُنِي عَنْهُ إِذَا لَقِيتُهُ أَنَّهُ قَالَ: أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ فِي الْجَنَّةِ وَتَاسِعُ الْمُؤْمِنِينَ فِي الْجَنَّةِ لَوْ شِئْتُ أَنْ أُسَمِّيَهُ لَسَمَّيْتُهُ قَالَ: فَضَجَّ أَهْلُ الْمَسْجِدِ يُنَاشِدُونَهُ يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ التَّاسِعُ؟ قَالَ: نَاشَدْتُمُونِي بِاللَّهِ وَاللَّهِ عَظِيمٌ أَنَا تَاسِعُ الْمُؤْمِنِينَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، الْعَاشِرُ، ثُمَّ أَتْبَعَ ذَلِكَ يَمِينَهُ قَالَ: وَاللَّهِ لَمَشْهَدٌ شَهِدَهُ رَجُلٌ يُغَبِّرُ فِيهِ وَجْهَهُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَفْضَلُ مِنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ. وَلَوْ عُمِّرَ عُمُرَ نُوحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ (۱)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کوفہ کی جامع مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، ان کے دائیں بائیں اہل کوفہ بیٹھے ہوئے تھے، اتنی دیر میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ آگئے، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں خوش آمدید کہا، اور چارپائی کی پائنتی کے پاس انہیں بٹھالیا، کچھ دیر کے بعد ایک کوفی حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے آکر کھڑا ہوا، اور کسی کو گالیاں دینے لگا، انہوں نے پوچھا، مغیرہ! یہ کسے برا بھلا کہہ رہا ہے؟ انہوں نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کو، انہوں نے تین مرتبہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو ان کا نام لے کر پکارا، اور فرمایا: آپ کی موجودگی میں نبی علیہ السلام کے صحابہ کو برا بھلا کہا جارہا ہے، اور آپ لوگوں کو منع نہیں کررہے، اور نہ اپنی مجلس کو تبدیل کررہے ہیں، میں اس بات کا گواہ ہوں کہ میرے کانوں نے نبی علیہ السلام سے یہ سنا ہے اور میرے دل نے اسے محفوظ کیا ہے اور میں اس سے کوئی جھوٹی بات روایت نہیں کرتا، کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: ابوبکر جنت میں ہوں گے، عمر، علی، عثمان، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن مالک رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ایک نواں مسلمان بھی جنت میں ہوگا، جس کا نام اگر میں بتانا چاہتا تو بتا سکتا ہوں۔اہل مسجد نے بآواز بلند انہیں قسم دے کر پوچھا: کہ اے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ نواں آدمی کون ہے؟ فرمایا تم مجھے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی قسم دے رہے ہو، اللہ کا نام بہت بڑا ہے، وہ نواں آدمی میں ہی ہوں، اور دسویں خود نبی علیہ السلام تھے، اس کے بعد وہ دائیں طرف چلے گئے اور فرمایا: کہ بخدا! وہ ایک غزوہ جس میں کوئی شخص نبی علیہ السلام کے ساتھ شریک ہوا، اور اس میں اس کا چہرہ غبار آلود ہوا، وہ تمہارے ہر عمل سے افضل ہے اگرچہ تمہیں عمر نوح ہی مل جائے۔

مسند احمد: ۱۶۲۹

۵۔امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ -وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ- قَالَا: حَدَّثَنَا حَاتِمٌ وَهُوَ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ -عَنْ بُكَيْرِ بْنِ مِسْمَارٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَمَرَ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ سَعْدًا فَقَالَ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسُبَّ أَبَا التُّرَابِ؟ فَقَالَ: أَمَّا مَا ذَكَرْتُ ثَلَاثًا قَالَهُنَّ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَنْ أَسُبَّهُ لَأَنْ تَكُونَ لِي وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَهُ خَلَّفَهُ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: يَا رَسُولَ اللهِ خَلَّفْتَنِي مَعَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى؟ إِلَّا أَنَّهُ لَا نُبُوَّةَ بَعْدِي وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ يَوْمَ خَيْبَرَ لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ قَالَ فَتَطَاوَلْنَا لَهَا فَقَالَ: ادْعُوا لِي عَلِيًّا فَأُتِيَ بِهِ أَرْمَدَ فَبَصَقَ فِي عَيْنِهِ وَدَفَعَ الرَّايَةَ إِلَيْهِ فَفَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ وَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: (فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ) (آل عمران ۶۱) دَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا فَقَالَ: اللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلِي (۱)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد کو امیر بنایا، تو ان سے دریافت کیا کہ تمہیں ابوتراب کو برا کہنے سے کیا چیز مانع ہے؟ حضرت سعد نے کہا: مجھے وہ تین باتیں یاد ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمائی تھیں، اس لئے میں ان کو کبھی برا نہیں کہہ سکتا، اگر ان تین باتوں میں سے ایک بات بھی میرے لئے فرمائی ہوتی، تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مغازی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ دیا، تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ فرماتے ہوئے سنا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ غزوہ خیبر کے دن میں نے آپ سے یہ سنا: کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا، جو اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوگا، اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتا ہے، حضرت سعد نے کہا: پھر ہم سب اس کے انتظار میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کو میرے پاس لاؤ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لایا گیا ،درآں حالیکہ ان کی آنکھیں دکھتی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا، اور ان کو جھنڈا عطا کیا، اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ان پر خیبر فتح کردیا۔ اور جب آیت نازل ہوئی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیے! آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! یہ میرے اہل ہیں۔

۱۔ مسلم: ۶۲۲۰

۶۔امام ترمذی نے بھی امام مسلم والی روایت نقل کی ہے:

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ :حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ مِسْمَارٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ :أَمَرَ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ سَعْدًا، فَقَالَ :مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَسُبَّ أَبَا تُرَابٍ؟ قَالَ :أَمَّا مَا ذَكَرْتَ ثَلَاثًا قَالَهُنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَنْ أَسُبَّهُ لَأَنْ تَكُونَ لِي وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ. سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِعَلِيٍّ وَخَلَفَهُ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ :يَا رَسُولَ اللَّهِ تَخْلُفُنِي مَعَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نُبُوَّةَ بَعْدِي، وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ يَوْمَ خَيْبَرَ :لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ .قَالَ :فَتَطَاوَلْنَا لَهَا فَقَالَ :ادْعُوا لِي عَلِيًّا فَأَتَاهُ وَبِهِ رَمَدٌ فَبَصَقَ فِي عَيْنِهِ، فَدَفَعَ الرَّايَةَ إِلَيْهِ فَفَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ ﴿فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ﴾ (آل عمران ۶۱) الْآيَةَ دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا فَقَالَ :اللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلِي :هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ(۱)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد سے پوچھا کہ تم ابوتراب کو برا کیں نہیں کہتے؟ انہوں نے فرمایا: کیا آپ کو وہ تین باتیں یادنہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائیں ہیں، لہٰذا میں انہیں کبھی برا نہیں کہوں گا۔ اوان تینوں میں سے ایک کا میرے لیے ہونا میرے نزدیک سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کچھ فرماتے ہوئے سنا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی جنگ میں جاتے ہوئے چھوڑ دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا آپ اس بات سے راضی نہیں ہیں کہ تمہارا مقام میرے نزدیک ایسا ہو جیسا ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے ہاں تھا۔ (فرق صرف اتنا ہے کہ وہ نبی تھے) اور میرے بعد نبوت نہیں۔ اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر کے روز یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں یہ جھنڈا اس شخص کے ہاتھ میں دوں کا جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم سب چاہتے تھے کہ آج جھنڈا اسے دیا جائے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی کو میرے پاس بلاؤ، چنانچہ جب آپ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب ڈالا اور جھنڈا انہیں دے دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے انہی کے ہاتھ پر فتح فرمائی اور جب یہ آیت نازل ہوئی: فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ (آل عمران ۳:۶۱) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، فاطمہ، حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت (گھر والے) ہیں۔

۱۔ ترمذی: رقم ۳۷۲۴۔

۷۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا بُكَيْرُ بْنُ مِسْمَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَامِرَ بْنَ سَعْدٍ يَقُولُ: قَالَ مُعَاوِيَةُ لِسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسُبَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ؟ قَالَ: لَا أَسُبُّهُ مَا ذَكَرْتُ ثَلَاثًا قَالَهُنَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ تَكُونَ لِي وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ، لَا أَسُبُّهُ مَا ذَكَرْتُ حِينَ نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ، فَأَخَذَ عَلِيًّا وَابْنَيْهِ وَفَاطِمَةَ فَأَدْخَلَهُمْ تَحْتَ ثَوْبِهِ ثُمَّ قَالَ: رَبِّ هَؤُلَاءِ أَهْلِي وَأَهْلُ بَيْتِي وَلَا أَسُبُّهُ حِينَ خَلَّفَهُ فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا قَالَ: خَلَّفْتَنِي مَعَ الصِّبْيَانِ وَالنِّسَاءِ؟ قَالَ: أَوَلَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نُبُوَّةَ وَلَا أَسُبُّهُ مَا ذَكَرْتُ يَوْمَ خَيْبَرَ حِينَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأُعْطِيَنَّ هَذِهِ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيَفْتَحُ اللهُ عَلَى يَدَيْهِ فَتَطَاوَلْنَا فَقَالَ: أَيْنَ عَلِيٌّ؟ فَقَالُوا: هُوَ أَرْمَدُ فَقَالَ: ادْعُوهُ فَدَعَوْهُ فَبَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ ثُمَّ أَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَفَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ وَاللهِ مَا ذَكَرَهُ مُعَاوِيَةُ بِحَرْفٍ حَتَّى خَرَجَ مِنَ الْمَدِينَةِ(۱)

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے کہا: تم حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کیوں نہیں کرتے؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہی ہوئی تین باتیں یاد ہیں، میں انہیں کبھی بھی برا بھلا نہیں کہوں گا۔ اگر ان میں سے ایک بات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے فرمائی ہوتی تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ پسند تھی۔ (وہ تین فرمان ہی ہیں) (۱)۔ میں انہیں برا بھلا نہیں کہوں گا، جب تک مجھے یاد ہے کہ جب وحی نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی کملی کے نیچے لے کر فرمایا: اے میرے رب! یہ میرے اہل اور اہل بیت ہیں۔ (۲)۔ میں انہیں برا بھلا نہیں کہوں گا۔ جب کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک غزوہ میں ان کو نائب مقرر فرمایا، تو انہوں نے عرض کیا: کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ویسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، سوائے نبوت کے۔ (۳)۔ میں انہیں برا بھلا نہیں کہوں گا، جب کہ مجھے یاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن فرمایا تھا: پرچم میں ضرور ایسے شخص کو دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں فتح عطا فرمائے گا۔ ہم تمام اس پرچم کو تقاضے کے امیدوار تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کدھر ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتلایا: وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کو بلاؤ، جب آپ رضی اللہ عنہ کو لایا گیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے لعاب دہن ان کی آنکھوں پر لگایا اور پرچم عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذریعے فتح عطا فرمائی۔ راوی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک حرف بھی نہ کیا، یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے تشریف لے گئے۔

۱۔ السنن الکبریٰ، کتاب الخصائص: ۸۴۳۹، ج۵

۸۔امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ :حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ ابْنِ سَابِطٍ وَهُوَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، قَالَ :قَدِمَ مُعَاوِيَةُ فِي بَعْضِ حَجَّاتِهِ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ سَعْدٌ، فَذَكَرُوا عَلِيًّا، فَنَالَ مِنْهُ، فَغَضِبَ سَعْدٌ، وَقَالَ: تَقُولُ هَذَا لِرَجُلٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ :أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى، إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي ، وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ :لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ الْيَوْمَ رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ(۱)

حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کسی حج کے موقع پر تشریف لائے، حضرت سعد ان کے پاس تھے، انہوں نے حضرت علی کا تذکرہ کیا، حضرت معاویہ نے ان کے بارے میں کچھ کہا، حضرت سعد غصے میں آ گئے اور فرمایا تم اس شخص کے متعلق کہتے ہو، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس میں میں دوست ہوں علی بھی اس کا دوست ہے، اور میں نے یہ بھی آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میرے نزدیک ایسے ہو جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، اور میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آج میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہے۔

تجزیہ:

یہ چاروں احادیث ایک ہی مضمون کی ہیں۔البتہ امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی کی روایت کے مطابق:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ پر سب وشتم نہ کرنے کا سبب پوچھا؟ آپ رضی اللہ عنہ کے جواب میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی تین خصوصیات بیان فرمائیں۔البتہ ابن ماجہ کی روایت کا مضمون قدرے مختلف ہے، اس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خود سب وشتم کا ذکر اشارۃً موجود ہے، اگرچہ سب وشتم کے الفاظ مذکور نہیں ہیں۔اسی طرح اس حدیث مبارکہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے غضب ناک ہونے کا بھی ذکر ہے۔اس طرح یہ روایت امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی کی روایت سے قدرے مختلف ہے۔اس لئے اصل صورت حال تک پہنچنے کے لئے اس روایت کو روایتاً اور درایتاً پرکھنا ضروری ہے۔امام ابن ماجہ کی سند میں ایک راوی ابو معاویہ ہیں۔ان کے بارے میں آئمہ نقد وجرح کی آراء حسب ذیل ہیں:

ا۔ابو معاویہ:

ان کا نام ابو معاویہ محمد بن خازم ضریر کوفی ہے، ان کے بارے میں آئمہ جرح وتعدیل کی آراء:

ا۔ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: احفظ الناس لحديث الاعمش وقد يهم في حديث غيره ...وقد رمي بالارجاء (۲)

حضرت ابو معاویہ امام اعمش کے شاگردوں میں سے سب سے قابل اعتماد ہیں، البتہ امام اعمش کے علاوہ دیگر محدثین سے روایت کرتے ہیں وہمی ہیں، اور مرجئہ خیالات کی طرف مائل ہیں۔

ا۔ ابن ماجہ:۱۲۱ ۲۔ تقریب التھذیب، ج ۲، ص ۱۶۶

۲۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ابو معاویۃ الضریر فی غیر حدیث الاعمش مضطرب لایحفظها حفظا جیدا (۱)

حضرت ابو معاویہ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ روایت کرتے ہیں مضطرب ہیں، ان کا حافظہ قابل اعتماد نہیں۔

۳۔علامہ ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں:

کان ثقة کثیر الحدیث یدلس و کان مرجیاً خبیثا (۲)

حضرت ابو معاویہ ثقہ، کثیر الحدیث، مدلس راوی ہیں، اور بدترین مرجہ خیالات کے مالک تھے۔

۴۔امام یحیٰی بن معین فرماتے ہیں:

ابو معاویة اثبت من جریر فی الاعمش وروی ابومعاویه عن عبید الله بن عمر احادیث مناکیر۔ (۳)

حضرت ابو معاویہ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں جریر سے زیادہ قابل اعتماد ہیں، اور ابو معاویہ نے عبید اللہ بن عمر سے منکر احادیث روایت کی ہیں۔

۵۔امام عجلی فرماتے ہیں:

کوفی ثقة و کان یری الارجاء و کان لین القول فیه (۴)

حضرت ابو معاویہ کوفی، ثقہ راوی ہیں، البتہ مرجہ خیالات کے حامی اور روایت کرتے ہیں قابل اعتماد نہ تھے۔

۶۔امام ابو بکر بن خیثمہ فرماتے ہیں:

وقال ابو بکر بن ابی خیثمة: قیل لیحیی بن معین: ایهما احب الیك فی الاعمش عیسی بن یونس، او حفص بن غیاث اوابو معاویة؟ قال: ابو معاویة، وقال ایضاً عن یحییٰ بن معین: قال لنا وکیع: من تلزمون؟ قلنا: تلزم ابا معاویة قال: اما انه کان یعد علینا فی حیاة الاعمش الفاً وسبعمائة فقلت لابی معاویة: ان وکیعاً قال کذا و کذا، فقال: صدق، ولکنی مرضت مرضة فانسیت اربع مائة وقال عباس الدوری ایضاً، عن یحییٰ بن معین: قال ابو معاویة الضریر: حفظت من الاعمش الفاً وست مائة، فمرضت مرضة فذهب عنی منها اربع مائة فکان عند ابی معاویة الف و مائتین۔ (۵)

حضرت یحیٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا: حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں عیسی بن یونس، حفص بن غیاث اور ابو معاویہ میں سے آپ کے نزدیک کون سا قابل اعتماد ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ابو معاویہ۔ اسی طرح امام ابو بکر، حضرت یحیٰ بن معین سے روایت کرتے ہیں، کہ ہمیں امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: تم کسے قابل اعتماد سمجھتے ہو؟ ہم نے ابو معاویہ کا نام لیا، تو انہوں نے فرمایا: ابو معاویہ نے امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ میں ایک ہزار سات سو (۱۷۰۰) احادیث مبارکہ سنائیں، راوی کہتے ہیں: میں نے یہ بات ابو معاویہ رحمۃ اللہ علیہ کو بتلائی کہ حضرت وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا ہے، ابو معاویہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ انہوں نے سچ فرمایا، لیکن مجھے بیماری لاحق ہوگئی تھی، جس کی وجہ سے میں چار سو احادیث بھول گیا ہوں۔ اسی طرح عباس دوری حضرت یحیٰ بن معین سے روایت کرتے ہیں کہ: ان کو ابو معاویہ نے بتلایا کہ: میں نے حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ سے سولہ سو احادیث (۱۶۰۰) یاد کی تھیں، لیکن بیماری کی وجہ سے چار سو احادیث بھول گیا ہوں، اور ابو معاویہ کو بارہ سو احادیث یاد تھیں۔

۱۔ تھذیب الکمال، ج ۸، ص ۶۶۲، رقم الرجال، ۵۸۰۰ ۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۶، ص ۳۹۲

۳۔ تھذیب الکمال، ج ۸، ص ۶۶۲ ۴۔ تاریخ الثقات، ص ۴۰۳ ۵۔ تھذیب الکمال، ج ۸، ص ۶۶۲

خلاصہ بحث:

اس طرح یہ حدیث مضطرب، مدلس اور منکر کے درجہ میں ہے۔ لہٰذا حدیث کا اصل مفہوم وہی ہے، جو امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی ﷭ کی روایت سے مترشح ہوتا ہے۔

سب وشتم کا مفہوم:

ان تمام احادیث میں سب وشتم کا ذکر موجود ہے۔ امام بخاری کی روایت میں سب وشتم کے الفاظ بھی مذکور ہیں، کہ مروان بن حکم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ابوتراب کی کنیت سے ذکر کرتا تھا۔ اسی طرح طبری کی روایت سے ہمیں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ سب وشتم کا بھی پتہ چلتا ہے، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ درج ذیل ہیں:

قام المغيرة فقال فى علي وعثمان كما كان يقول وكانت مقالته: اللهم ارحم عثمان بن عفان وتجاوز عنه واجزه باحسن عمله فانه عمل بكتابك واتبع سنة نبيك ﷺ وجمع كلمتنا وحقن دماء نا وقتل مظلوما اللهم فارحم انصار واولياء ه ومحبيه والطالبين بدمه ويدعو على قتلته(۱)

حضرت مغیرہ کھڑے ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جو کچھ کہا کرتے تھے، وہی کہا۔ ان کے الفاظ یہ تھے کہ: یا اللہ! عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر رحم فرما اور ان سے درگزر فرما اور ان کے بہتر عمل کی انہیں جزا دے، کیونکہ انہوں نے تیری کتاب پر عمل کیا اور تیرے نبی ﷺ کی اتباع کی اور ہماری بات ایک کردی، اور ہمارے خون کو بچایا اور مظلوم ہو کر قتل ہو گئے، یا اللہ تعالیٰ جل جلالہ! ان کے مددگاروں، دوستوں، محبت کرنے والوں اور ان کے قصاص کا مطالبہ کرنے والوں پر رحم فرما۔ اور وہ ان کے قاتلوں کے لئے بددعا کرتے تھے۔

امام بخاری اور طبری کی روایات سے ہمیں سب وشتم کا مفہوم متعین کرنے میں مدد ملتی ہے۔ عربی زبان میں لفظ سب کا مفہوم بہت وسیع ہے، حتیٰ کہ معمولی اعتراض، اظہار ناپسندیدگی، معمولی غلطی، ناپسندیدہ انداز، اختلاف رائے، ٹوکنا اور غلط روش پر ناراض ہونے کو بھی عربی زبان میں سب وشتم کہا جاتا ہے(۲) اس لئے عربی زبان میں سب وشتم کا اردو یا پنجابی زبان میں صرف گالی والا مفہوم مراد نہیں ہے، بلکہ اس میں توسع ہے اس کی مزید وضاحت درج ذیل احادیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے:

۱۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں دو صحابہ کرام نے جب حکم عدولی کی تو

مسمى فسبهما النبى صلى الله عليه وقال لهما ماشاء الله۔ (۳)

حضور نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کو سب وشتم کیا اور جو اللہ تعالیٰ نے چاہا ان کے لئے آپ ﷺ نے فرمایا۔

۱۔ تاریخ طبری، ج۴، ص۱۸۸ ۲۔ لسان العرب، ب، ج۱، ص۴۱۷۔۴۱۹

۳۔ مسلم: ۵۹۴۷

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث وآثار

۱۔قال ابو مسهر حدثنا سعيد بن عبدالعزيز عن ربيعة بن يزيد عن ابى عميرة قال النبى ﷺ :اللهم اجعله هاديا مهديا واهده واهدبه۔ (۱)

حضرت سیدنا ابوعمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمائی: اے اللہ! اسے ہادی ومہدی بنا، اسے ہدایت دے اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے۔

۲۔عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عُمَيْرَةَ الْمُزَنِيِّ. قَالَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِمُعَاوِيَةَ " :اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِهِ وَاهْدِ بِهِ (۲)

حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ مزنی رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرماتے سنا اے اللہ تعالی اسے ہادی، مہدی بنادے، اسے ہدایت دے اور اس کے ذریعے ہدایت دے۔

۳۔عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ابى عميرة عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ " :اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهِ)(۳)

حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: کہ آپ ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اور فرمایا: اے اللہ تعالی اسے ہادی، مہدی بنادے اور اس کے ذریعے ہدایت دے۔

حدیث مذکور کے ناقلین:

مستجاب الدعوات غلاموں کے آقا ومولی کی یہ دعا عظیم الرتبت محدثین، فقہاء متکلمین، مؤرخین، مفسرین اور کثیر علما نے اپنی کتب میں نقل کی ہے حصول برکت کے لیے کچھ ناقلین کے اسامی اسمائے کتب ملاحظہ فرمائیں:

۴۔ امام حافظ ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی (متوفی ۲۴۱ھ)
(مسند احمد حدیث عبدالرحمن بن ابی عمیرۃ، ج ۲۹، ص ۴۲۶، رقم ۱۷۸۹)

۵۔ حافظ ابوبکر احمد بن ابی خثیمہ (متوفی ۲۷۹ھ)
(التاریخ الکبیر (السفر الثانی) حرف العین، ج ۱، ص ۳۴۹)

۶۔ امام حافظ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)
(سنن ترمذی، باب مناقب معاویۃ ...... ج ۵، ص ۶۸۷، رقم ۳۸۴۲)

۷۔ امام ابوبکر احمد بن عمرو شیبانی (ابن ابی عاصم) (متوفی ۲۸۷ھ)
(الاحاد والمثانی، عبدالرحمن بن ابی عمیرۃ المزنی رضی اللہ عنہ، ج ۲، ص ۳۵۸، رقم ۱۱۲۹)

۱۔ i- التاریخ الکبیر ج ۵، ۲۹۱۔ ii- الطبقات الکبریٰ، ج ۷، رقم ۳۷۴۶
۲۔ البدایہ والنھایہ، ج ۳، ص ۱۶۳۵ ۳۔ ایضاً

۸۔ امام حافظ ابوبکر احمد بن محمد الخلال حنبلی (متوفی ۳۱۱ھ)
(السنة، باب ذکر ابی عبدالرحمٰن معاویة ......ج ۲،ص ۴۵۰، رقم ۶۹۷و ۶۹۹)

۹۔ امام حافظ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بغوی بغدادی (متوفی ۳۱۷ھ)
(معجم الصحابة، عبدالرحمٰن بن ابی عمیرة......، ج ۴،ص ۴۹۰، رقم ۱۹۴۸)

۱۰۔ حافظ ابوالحسین عبدالباقی بن قانع اموی بغدادی (متوفی ۳۵۱ھ)
(معجم الصحابة۔عبدالرحمٰن بن ابی عمیرة، ج ۲،ص ۱۴۶)

۱۱۔ امام حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد شامی طبرانی (متوفی ۳۶۰ھ)
(المعجم الاوسط، من اسمہ احمد، ج ۱،ص ۲۰۵، رقم ۶۵۶، مسند الشامیین، سعید، عن یونس بن میسرہ، ج ۱،ص ۱۸۱، رقم ۳۱۱)

۱۲۔ امام ابوبکر محمد بن حسین آجری شافعی (متوفی ۳۶۰ھ)
(الشریعة، باب ذکر دعاء النبی ﷺ، ج ۵،ص ۲۴۳۶، رقم ۱۹۱۵)

۱۳۔ استاذ المحدثین، امام حافظ ابومحمد عبداللہ بن محمد انصاری اصبہانی (ابی الشیخ) (متوفی ۳۶۹ھ)
(طبقات المحدثین باصبہان والواردین علیھا، ج ۲،ص ۳۴۳)

۱۴۔ شیخ ابوالحسین محمد بن عبداللہ دقاق بغدادی (ابن اخی میمی) (متوفی ۳۹۰ھ)
(فوائد، ص ۲۱۱، رقم ۴۵۲)

۱۵۔ حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی (متوفی ۴۳۰ھ)
(تاریخ اصبہان ابراھیم بن عیسیٰ الزاھد ......، ج ۱،ص ۲۲۱، معرفة الصحابة، عبدالرحمٰن بن ابی عمیرة المزنی، ج ۴،ص ۱۸۳۶، رقم ۴۰۲۴۔
حلیة الاولیاء وطبقات الاصفیاء، بسر بن الحارث ومنھم ......، ج ۸،ص ۳۵۸)

۱۶۔ حافظ ابوذر عبید بن احمد انصاری خراسانی (متوفی ۴۳۴ھ)
(جزء فیہ احادیث من مسموعات، ص ۵۱)

۱۷۔ حافظ ابوبکر احمد بن علی (خطیب بغدادی) (متوفی ۴۶۳ھ)
(تالی تلخیص المتشابہ، عبدالرحمٰن بن ابی عمیرة......، ج ۲،ص ۵۳۹، رقم ۳۲۸)

۱۸۔ حافظ ابوالقاسم اسماعیل بن محمد قرشی اصبہانی (قوام السنة) (متوفی ۵۳۵ھ)
(الحجة فی بیان المحجة وشرح عقیدة اھل السنة، فصل فی فضل معاویة رضی اللہ عنہ، ج ۲،ص ۴۰۴، رقم ۳۷۹)

۱۹۔ حافظ علی بن حسن (ابن عساکر) (متوفی ۵۷۱ھ)
(تاریخ دمشق، ذکر معاویة بن صخر ابی سفیان......، ج ۵۹،ص ۸۳، ۸۲، ۸۱، ۸۰، وغیرہ)

۲۰۔ حافظ ابومحمد عبدالحق بن عبدالرحمٰن ازدی اشبیلی (ابن خراط) (متوفی ۵۸۱ھ)

(الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ، باب فضل معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ......، ج۴، ص۴۲۸)

۲۱۔ علامہ ابوالسعادات مبارک بن محمد شیبانی، (ابن الاثیر) جزری (متوفی ۶۰۶ھ)

(جامع الاصول، معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج۹، ص۱۰۷)

۲۲۔ امام عزالدین ابوالحسن علی بن محمد جزری (ابن الاثیر) (متوفی ۶۳۰ھ)

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، حرف المیم، معاویۃ بن صخر......، ج۴، ص۱۵۵، رقم ۴۹۸۵)

۲۳۔ امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی (متوفی ۶۷۶ھ)

(تھذیب الاسماء واللغات، حرف المیم، ج۲، ص۱۰۴)

۲۴۔ علامہ ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ تبریزی (متوفی ۷۴۱ھ)

(مشکوٰۃ المصابیح، باب جامع المناقب، الفصل الثانی، ج۳، ص۱۷۵۸، رقم ۶۲۴۴)

۲۵۔ حافظ ابوالحجاج یوسف بن عبدالرحمٰن مزی (متوفی ۷۴۲ھ)

(تھذیب الکمال فی اسماء الرجال، عبدالرحمٰن بن ابی عمیرۃ......، ج۱۷، ص۳۲۲)

۲۶۔ امام حافظ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)

(سیر اعلام النبلاء، معاویۃ بن ابی سفیان......، ج۳، ص۱۲۵۔۱۲۶، معجم الشیوخ الکبیر، ابراھیم بن محمد بن احمد، ج۱، ص۱۵۵، تاریخ اسلام ووفیات المشاھیر والاعلام، حرف المیم، ج۴، ص۳۰۱)

۲۷۔ علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی (متوفی ۷۶۴ھ)

(الوافی بالوفیات، ابن ابی عمرۃ، ج۱۸، ص۱۲۴)

۲۸۔ حافظ عماد الدین ابوالفدا اسماعیل بن عمرو (ابن کثیر) قرشی (متوفی ۷۷۴ھ)

(جامع المسانید والسنن الھادی لاقوم سنن، عبدالرحمٰن بن ابی عمیرۃ، ج۵، ص۵۳۶۔ البدایۃ والنھایۃ، ترجمۃ معاویۃ، ج۸، ص۱۲۹)

۲۹۔ امام شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی (ابن حجر) شافی (متوفی ۸۵۲ھ)

(اتحاف المھرۃ بالفوائد المبتکرۃ من اطراف العشرۃ، من مسند عبدالرحمٰن بن ابی عمیرۃ، ج۱۰، ص۶۲۵، رقم ۱۳۵۱۳۔ اطراف المسند المعتلی باطراف المسند الحنبلی، من مسند عبدالرحمٰن، ج۴، ص۲۶۸، رقم ۵۸۶۹)

۳۰۔ امام حافظ جلال الدین عبدالرحمان بن ابوبکر سیوطی شافعی (متوفی ۹۱۱ھ)

(تاریخ الخلفاء، ذکر معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، ص۱۵۲)

۳۱۔ امام حافظ احمد بن محمد شافعی مکی (ابن حجر ہیتمی) (متوفی ۹۷۹ھ)

(الصواعق المحرقۃ فی الرد علی اھل البدع والزندقۃ، ص۳۱۰)

۳۲۔ امام ربانی، مجدد الف ثانی، شیخ بدرالدین ابوالبرکات احمد بن عبدالاحد سرہندی حنفی (متوفی ۱۰۳۴ھ)

(مکتوبات، مکتوب دوصد و پنجاہ و یکم (۲۱۵) دفتر اول، حصہ چہارم، ج۱، ص۵۸)

۳۳۔ علامہ نور الدین ابو الفرج علی بن ابراہیم حلبی (متوفی ۱۰۴۴ھ)

(انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون (سیرۃ حلبیۃ)، باب فتح مکۃ شرفھا اللہ تعالیٰ، ج۳، ص۱۳۶)

۳۴۔ علامہ عبد الملک بن حسین عصامی مکی (متوفی ۱۱۱۱ھ)

(سمط النجوم العوالی فی انباء الاوائل والتوالی، ذکر مناقبہ......، ج۳، ص۱۵۵)

۳۵۔ الشاہ ابو محمد قطب الدین احمد بن عبد الرحیم (شاہ ولی اللہ) دہلوی فاروقی (متوفی ۱۱۷۶ھ)

(ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، مقصد اول، فصل پنجم، تنبیہ سوم، ج۱، ص۵۷۱۔۵۷۲)

۳۶۔ عارف باللہ علامہ عبد العزیز بن احمد پرہاروی (متوفی ۱۲۳۹ھ)

الناھیۃ عن طعن امیر المؤمنین معاویۃ رضی اللہ عنہ، فصل فی فضائل معٰویۃ رضی اللہ عنہ، ص۱۵)

۳۷۔ سیرت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، ص۸۴-۸۵

رواۃ

اس حدیث پاک کی جو سند مذکور ہوئی اس میں پہلے راوی ہیں:

۱۔ امام ابو مسہر عبد الاعلیٰ بن مسہر دمشقی (متوفی ۲۱۸ھ)

ان کے متعلق امام ذہبی نے لکھا ہے کہ یہ ملک شام کے بزرگ اور فقیہ تھے۔(۱)

امام ابن معین، ابو حاتم، عجلی اور حاکم کہتے ہیں: یہ ثقہ تھے۔ اسی طرح خلیلی کا کہنا ہے کہ یہ ثقہ، حافظ اور متفق علیہ امام تھے۔ ابن وضاح انہیں ثقہ فاضل کہتے تھے۔(۲)

۲۔ دوسرے راوی ہیں: امام القدوۃ، ابو محمد سعید بن عبد العزیز تنوخی (متوفی ۱۶۷ھ)

آپ کی ولادت سیدنا سہل بن سعد اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما کی حیات مبارکہ میں ہوئی۔ آپ دمشق کے مفتی تھے۔(۳)

امام ابن حبان فرماتے ہیں: سعد بن عبد العزیز ملک شام کے فقہاء عباد اور دمشق کے حفاظ وزہاد میں سے ہیں۔(۴)

حافظ ابن سعد کہتے ہیں: ان شاء اللہ یہ ثقہ ہیں۔(۵)

امام ابن معین اور عجلی کہتے ہیں: یہ ثقہ تھے۔(۶)

امام نسائی کہتے ہیں: یہ ثقہ ثبت تھے۔(۷) (ثقہ ثبت کا درجہ ''ثقہ'' سے بلند ہوتا ہے۔)

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ج۱۰، ص۲۲۸، رقم ۶۰
۲۔ تھذیب التھذیب، من اسمہ عبد الاعلیٰ، ج۳، ص۲۶-۲۷، رقم ۴۳۵۵
۳۔ سیر اعلام النبلاء، ج۸، ص۳۲، رقم ۵)
۴۔ مشاھیر علماء الامصار واعلام فقھاء الاقطار، ص۱۰۳، رقم ۱۴۶۶
۵۔ الطبقات الکبریٰ، ج۷، ص۲۳۴، رقم ۳۹۱۳
۶۔ تھذیب التھذیب، من اسمہ سعید، ج۲، ص۶۶۷، رقم ۲۷۷۴
۷۔ ایضاً

بلکہ سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹے ابوعبدالرحمان عبداللہ بن احمد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی (سیدنا احمد) کوفرماتے سنا:

لیس فی الشام رجل ، اصح حدیثا من سعید بن عبدالعزیز ۔(۱)

۳۔ تیسرے راوی: امام القدوۃ ابوشعیب ربیعہ بن یزید ایادی (متوفی ۱۲۱ یا ۱۲۳ھ) ہیں۔

ان کے متعلق امام ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: یہ ثقہ عابد تھے۔(۲)

امام نسائی، عجلی، ابن عمار، یعقوب بن شیبہ اور ابن سعد نے بھی انہیں ثقہ کہا ہے۔(۳)

۴۔ اس حدیث پاک کے چوتھے راوی، جنہوں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ دعائیہ کلمات **(اللھم اجعلہ ھادیا ...... الخ)** سنے، حضرت عبدالرحمان بن ابی عمیرہ مزنی ہیں۔ آپ اور آپ کے بھائی سیدنا محمد شرف صحابیت سے مشرف ہیں۔(۴)

اور مزنی کے میم پر پیش اور ''ز'' پر زبر ہے۔ یعنی مُزَنی۔(۵)

سیدنا محمد بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت پر اختلاف تو نظر سے نہیں گزرا، البتہ سیدنا عبدالرحمٰن کے صحابی ہونے میں معدودے چند علما میں اختلاف پایا جاتا ہے، مگر وہ قابل اعتنا نہیں: حفاظ و محدثین عظام، فقہاء و علمائے کرام رحمہم اللہ کی کثیر تعداد کا آپ کی صحابیت پر ہی اتفاق ہے، اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اصح (یعنی صحیح ترین) یہی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔(۶)

علاوہ ازیں ان بزرگوں نے اپنی کتب میں آپ رضی اللہ عنہ کا صحابی ہونا بیان کیا ہے:

۱۔ حافظ ابن سعد (متوفی ۲۳۰ھ) (طبقات الکبریٰ، ج ۷، ص ۲۹۲)

۲۔ امام ترقفی (متوفی ۲۶۷ھ) (حدیث عباس ترقفی، رقم ۴۴)

۳۔ امام ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ) (ترمذی، ج ۵، ص ۶۸۷، رقم ۳۸۴۲)

۴۔ امام ابن ابی عاصم (متوفی ۲۸۷ھ) (السنۃ، ج ۱، ص ۱۲۳، رقم ۲۸۲)

۵۔ امام بغوی (متوفی ۳۱۷ھ) (معجم الصحابۃ، ج ۴، ص ۴۸۹)

۶۔ حافظ ابن قانع (متوفی ۳۵۱ھ) (معجم الصحابۃ، ج ۲، ص ۱۴۶، رقم ۶۲۱)

۷۔ امام آجری (متوفی ۳۶۰ھ) (الشریعۃ، ج ۵، ص ۲۴۳۶، رقم ۱۹۱۵، ص ۲۴۳۷، رقم ۱۹۱۶)

۸۔ امام طبرانی (متوفی ۳۶۰ھ) مسند الشامیین، ج ۱، ص ۱۹۰، رقم ۳۳۳)

۹۔ استاذ المحدثین ابی الشیخ اصبہانی (متوفی ۳۶۹ھ) (طبقات المحدثین)

۱۰۔ حافظ ابونعیم (متوفی ۴۳۰ھ) (تاریخ اصبہان، ج ۱، ص ۲۲۱، معرفۃ الصحابۃ، ج ۴، ص ۱۸۳۶)

۱۱۔ خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) (تالی تلخیص المتشابہ، ج ۲، ص ۵۳۹، غنیۃ الملتمس ایضاح الملتبس، ص ۸، رقم ۴)

۱۔ مسند احمد، ج ۲۹، ص ۱۲، رقم ۱۷۴۶۹، ج ۳۷، ص ۱۴۴، رقم ۲۲۴۷۵

۲۔ تقریب التھذیب، ص ۱۴۸، رقم ۱۹۱۹

۳۔ تھذیب التھذیب، من اسمہ ربیعۃ، ج ۲، ص ۳۲۴، رقم ۲۲۵۸

۴۔ i-الجرح والتعدیل، ج ۸، ص ۵۴ ii-اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج ۳، ص ۸۱، رقم ۴۷۶۲

iii-مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۸، ص ۳۳۱۴

۵۔ المغنی فی ضبط اسماء الرجال، ص ۲۴۷

۶۔ تجرید اسماء الصحابۃ للذھبی، ج ۱، ص ۳۵۳، رقم ۳۷۴۲

۱۲۔ حافظ ابن عساکر (متوفی ۵۷۱ھ) (تاریخ دمشق، ج ۵۹، ص ۸۳، ج ۵۳، ص ۱۳۲، ۲۳۱۔۲۳۰)

۱۳۔ حافظ ابن خراط (متوفی ۵۸۱ھ) (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ، ج ۴، ص ۴۲۸)

۱۴۔ امام نووی (متوفی ۶۷۶ھ) (تھذیب الاسماء واللغات، ج ۲، ص ۱۰۳)

۱۵۔ امام ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) (معجم الشیوخ الکبیر، ج ۱، ص ۱۵۵، تجرید اسماء الصحابۃ، ج ۱، ص ۳۵۳، رقم ۳۷۴۲
الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ، ج ۱، ص ۶۳۸، رقم ۳۲۸۱۔
سیر اعلام النبلاء، ج ۳، ص ۱۲۴، تاریخ اسلام، ج ۴، ص ۳۰۹)

۱۶۔ علامہ صفدی (متوفی ۷۶۴ھ) (الوافی بالوفیات، ج ۱۸، ص ۱۲۴)

۱۷۔ حافظ ابن حجر مکی (متوفی ۹۷۹ھ) (الصواعق المحرقۃ، ص ۳۱۰)

۱۸۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) (ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، ج ۱، ص ۵۷۱)

۱۹۔ علامہ پرہاروی (متوفی ۱۲۳۹ھ) (الناھیۃ عن طعن امیر المؤمنین معاویۃ رضی اللہ عنہ، ص ۱۵) وغیرہ

امام ابن حجر مکی نوراللہ مرقدہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ دعا (اے اللہ! معاویہ کو ہادی، مہدی بنا...... الخ) کے بارے میں فرماتے ہیں:

فتامل هذا الدعاء من الصادق المصدوق وان ادعيته المته لاسيما اصحابه مقبولة غير مردودة تعلم ان الله سبحان استجاب الرسول الله ﷺ هذا الدعاء المعاوية فجعله هاديا للناس مهديا فى نفسه ومن جمع الله له بين هاتين المرتبتين كيف يتخيل فيه ما تقوله عليه المبطلون ووصمه به المعاندون معاذ الله لا يدعو رسول الله ﷺ هذا الدعاء الجماع المعالى الدنيا والآخرة المانع لكل نقص نسبته اليه الطائفة المعارقة الفاجرة، الا لمن علم ﷺ انه اهل لذلك حقيق بما هنالك فان قلت هذان اللفظان اعنى هاديا مهديا مترادفان اومتلازمان فلم جمع النبى ﷺ بينهما ؟ قلت : ليس بينهما ترادف ولاتلازم، لان الانسان قد يكون مهتديا فى نفسه ولا يهتدى غيره به، وهذه طريق من آثر من العارفين السياحة والخلوة، وقد يهدى غيره ولا يكون مهتديا وهى طريقة كثيرين من القصاص الذين اصلحوا ما بينهم وبين الناس وافسدوا ما بينهم وبين الله، وقد شاهدت من هؤلاء جماعة لم يبال الله بهم فى اى واد هلكوا، وقد قال ﷺ: ان الله يؤيد هذا الدين بالرجل الفاجر۔ فلاجل هذا طلب ﷺ لمعاوية حيازة هاتين المرتبتين الجليلتين حتى يكون مهديا فى نفسه هاديا للناس ۔

''صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا پر غور کرو اور (اس پر بھی غور کرو کہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دعائیں جو آپ نے اپنی امت، بالخصوص اپنے اصحاب کے لیے خدا کے حضور مانگیں مقبول ہوئیں ان میں سے کوئی بھی رد نہیں کی گئی، تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ دعا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے کی، یہ بھی مقبول ہوئی، اور اللہ جل جلالہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا دیا اور (غور کرو کہ) جس شخص میں اللہ رب العزت نے یہ دونوں صفتیں جمع فرما دی ہوں اس کی بابت معاذ اللہ وہ باتیں کیوں کر خیال کی جا سکتی ہیں جو باطل پرست معاند بکتے ہیں! (ظاہر ہے کہ) اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسی جامع دعا جو دنیا و آخرت کے مراتب کو شامل ہو اور ہر نقص سے پاک کرنے والی ہو اسی کے لیے ہی کریں گے جسے آپ نے اس کا اہل سمجھا ہوگا۔ اور اگر تم کہو کہ ''ھادیا'' (ہدایت دینے والا) اور ''مھدیا'' (ہدایت یافتہ) مترادف یا

متلازم ہیں، پھر نبی کریم ﷺ نے یہ دونوں الفاظ کیوں فرمائے؟ تو میں کہوں گا کہ ان دونوں لفظوں میں ترادف ہے نہ تلازم: کیوں کہ انسان کبھی خود ہدایت یافتہ ہوتا ہے مگر دوسروں کو اس سے ہدایت نہیں ملتی، جیسا کہ ان عافین کا حال ہے جنہوں نے سیاحت اور خلوت اختیار کرلی ہے۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دوسرے تو اس سے ہدایت پاتے ہیں مگر خود ہدایت یافتہ نہیں ہوتا اور یہ روش اکثر قصاص (قصے کہانیاں سنانے والے مقررین، خطبا) کی ہے کہ جنہوں نے بندوں کے معاملات تو درست رکھے مگر خدا کے ساتھ معاملہ بگاڑ دیا: میں (ابن حجر کی) نے ایسے بہت سے لوگ دیکھے ہیں، ایسے لوگ جس جنگل میں چاہیں ہلاک ہو جائیں اللہ عزوجل کو ان کی کوئی پروا نہیں۔ اور رحمت عالم ﷺ کا فرمان بھی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کبھی اس دین کی مدد بدکار آدمی سے بھی کرادیتا ہے۔ (۱)

اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ان دونوں مراتب جلیلہ کی طلب فرمائی تاکہ آپ خود ہدایت یافتہ ہونے کے ساتھ لوگوں کو بھی ہدایت دیں۔'' (۲)

امام کبیر شرف الدین حسین بن عبداللہ طیبی (متوفی ۷۴۳ھ) اس حدیث پاک کے تحت لکھتے ہیں:

ولا ارتیاب ان دعاء النبی ﷺ مستجاب فمن کان حالہ ھذا کیف یرتاب فی حقہ۔ (۳)

اس میں کوئی شک نہیں، بلاشبہ (سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں) نبی کریم ﷺ کی یہ دعا قبول ہو چکی ہے۔ پس جس کا یہ حال ہو (کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت دینے والا اور خود ہدایت پر قائم رہنے والا بنا دیا ہو) تو اس کے بارے میں کیسے شک کیا جا سکتا ہے۔

یہی بات ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے۔ (۴)

مذکورہ سند کے ساتھ نبی اکرم ﷺ سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کی گئی یہ دعا بھی منقول ہے:

۳۸۔ عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ السُّلَمِيِّ. قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُونَا إِلَى السَّحُورِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ: هَلُمَّ إِلَى الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ، ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: اللَّهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ (۵)

حضرت عرباض بن ساریہ سلمی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ماہ رمضان میں، ہمیں سحری کی طرف بلاتے سنا: کہ صبح کے بابرکت کھانے کی طرف آؤ، پھر میں نے آپ ﷺ کو فرماتے سنا: اے اللہ تعالیٰ! معاویہ کو حساب و کتاب سکھا اور اسے عذاب سے بچا۔

۳۹۔ وَفِي رِوَايَةِ بِشْرِ بْنِ السَّرِيِّ "وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ" وَرَوَاهُ ابْنُ عَدِيٍّ وَغَيْرُهُ مِنْ حَدِيثِ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجُمَحِيِّ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اللَّهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ (۶)

حضرت بشر بن السری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے: کہ اسے جنت میں داخل کر۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اے اللہ معاویہ کو حساب و کتاب سکھا اور اسے عذاب سے بچا۔

۱۔ i- مسلم: ۱۷۸ ii- بخاری: ۶۶۰۶ ۲۔ تطہیر الجنان، ص ۳۸۸
۳۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج ۱۱، ص ۴۳۸ ۴۔ ایضاً
۵۔ البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۱۶۳۴ ۶۔ ایضاً، ص ۱۶۳۵

۴۰۔عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عُمَيْرَةَ الْمُزَنِيِّ -وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ " :اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ "(۱)

حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ مزنی رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے نے ہم سے بیان کیا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمائی: اے اللہ تعالیٰ اسے حساب وکتاب سکھا اور اسے عذاب سے بچا۔

۴۱۔مشہور صحابی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:۔

اللهم علمه الكتاب ومكن له في البلاد وقه العذاب(۲)

اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! معاویہ کو کتاب سکھلا دے اور شہروں میں اس کے لئے ٹھکانہ بنا دے اور اس کو عذاب سے بچا لے۔

اللهم علم معاوية الكتاب والحساب وقه العذاب.(۳)

اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو کتاب اور حساب کا علم عطا فرما، اور اسے عذاب سے محفوظ فرما۔

۴۲۔سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

۴۳۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے یہ دعا نقل فرمائی ہے:

اللهم علمه الكتاب والحساب وقه العذاب(۴)

اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! معاویہ کو کتاب (قرآن) اور حساب کا علم عطا فرما، اور اسے عذاب سے بچا!

۴۴۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کی گئی یہ دعا بھی منقول ہے:

اللهم علم معاوية الحساب وقه العذاب ۔(۵)

''اے اللہ! معاویہ کو حساب سکھا اور عذاب سے بچا!''

۴۵۔اللهم علم معاوية الكتاب ومكن له في البلاد وقه العذاب ۔(۶)

اے میرے اللہ! معاویہ کو کتاب کا علم، شہروں میں حکومت اور عذاب سے امن دے۔

۱۔ ایضاً

۲۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج۹، ص۳۵۶

۳۔ i۔مسند احمد ۱۵۷/۴ ii۔ابن حبان ۳۷۱/۶ iii۔مجمع الزوائد ۵۵۴/۹ iv۔سیر اعلام النبلاء ۲۸۸/۵ v۔البدایۃ والنھایۃ ۱۲۰/۸ vi۔التاریخ الکبیر بخاری ۲۰۳/۸

۴۔ مسند احمد: ۱۷۱۵۲

۴۶۔حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ (صحابی) فرماتے ہیں: کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعائیہ کلمات میں نے سماعت کئے، آپ فرماتے ہیں:

یقول (عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ) سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یقول: اللهم علم معاوية الكتاب والحساب وقه العذاب	اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کتاب اور حساب کا علم عنایت فرما، اور اسے عذاب سے محفوظ فرما۔

اس روایت کو مندرجہ ذیل محدثین اور مورخین اور کبار علماء نے اپنی تصانیف میں نقل کیا ہے:

۴۷۔فضائل الصحابہ، امام احمد، ج ۲، ص ۹۱۳۔۹۱۴
۴۷۔صحیح ابن حبان، ج ۹، ص ۳۵۶
۴۸۔مجمع الزوائد (ہیثمی)، ص ۵۶۶
۴۹۔موارد الظمان (ہیثمی)، ص ۵۶۶
۴۹۔کتاب المعرفہ والتاریخ (بسوی)، ج ۲، ص ۳۴۵
۵۱۔انساب الاشراف (بلاذری)، ج ۴، ص ۱۰۷
۵۰۔تاریخ دمشق (ابن عساکر)، (قلمی)، ج ۱۶، ص ۶۸۳
۵۳۔تاریخ اسلام (ذہبی)، ج ۲، ص ۳۱۸
۵۱۔الاستیعاب (مع الاصابہ)، ج ۳، ص ۳۸۱
۵۵۔الاصابہ (ابن حجر)، ج ۱، ص ۳۸۵۔۳۸۶
۵۲۔کنز العمال (علی متقی ہندی)، ج ۶، ص ۱۹۰
۵۷۔کنز العمال (علی متقی ہندی)، ج ۷، ص ۸۸
۵۳۔جزء الحسن بن عرفہ عبدی، ص ۶۱، روایت ۶۶۳۶
۵۴۔کتاب الاباطیل (محدث ابوعبداللہ حسین بن ابراہیم الجوزقانی)، ج ۱، ص ۲۹۰، روایت ۱۸۱ (ہذا حدیث حسن)
۵۵۔سیرت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، ص ۸۵-۸۶
۵۶۔سیدنا عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَا تَذْكُرُوا مُعَاوِيَةَ إِلَّا بِخَيْرٍ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ اهْدِ بِهِ۔ (۱)	حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیر سے ہی یاد کیا کرو: میں نے اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: اے اللہ! معاویہ کے ذریعے لوگوں کو ہدایت عطا فرما

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حمص کے علاقہ پر حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ (صحابی) کو والی مقرر فرمایا، پھر کچھ عرصہ بعد ان کو اس منصب سے الگ کر کے ان کی جگہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حمص کا حاکم بنا دیا۔ اس وقت لوگ اس تبدیلی پر اعتراض کرنے لگے۔ اس موقع پر حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں درج بالا روایت ذکر کی۔ اس روایت کو درج ذیل محدثین و مؤرخین نے نقل کیا ہے:

۵۷۔تاریخ کبیر (امام بخاری)، ج ۴، ص ۳۲۸
۵۸۔تاریخ دمشق (ابن عساکر)، (قلمی)، ج ۱۶، ص ۶۸۷
۵۹۔البدایہ والنہایہ (ابن کثیر)، ج ۸، ص ۲۱۲

۱۔ ترمذی: ۳۸۴۳

۶۰۔عن صالح بن کیسان قَالَ :رَأٰی بَعْضُ مُتَفَرِّسِی الْعَرَبِ مُعَاوِيَةَ وَهُوَ صَبِیٌّ صَغِيرٌ، فَقَالَ :إِنِّی لَأَظُنُّ هٰذَا الْغُلَامَ سَيَسُودُ قَوْمَهُ، فَقَالَتْ هِنْدُ :ثَكِلْتُهُ إِنْ كَانَ لَا يَسُودُ إِلَّا قَوْمَهُ.(۱)

حضرت صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو چھٹپنے میں ایک عرب قیافہ شناس نے دیکھا، تو کہنے لگا: میرا خیال ہے کہ یہ بچہ عنقریب اپنی قوم کی سیادت کرے گا اس پر حضرت ہند رضی اللہ عنہا نے کہا: اور اگر یہ اپنی ہی قوم کی سیادت نہ کرے ،تو اس کی ماں اسے کھو دے۔

۶۱۔وَقَالَ الشافعی قَالَ أبو هريرة :رايت هنداً بِمَكَّةَ كَأَنَّ وَجْهَهَا فِلْقَةُ قَمَرٍ، وَخَلْفَهَا مِنْ عجيزتها مثل الرجال الْجَالِسِ، وَمَعَهَا صَبِیٌّ يَلْعَبُ، فَمَرَّ رَجُلٌ فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ :إِنِّی لَأَرٰی غُلَامًا إِنْ عَاشَ لَيَسُودَنَّ قَوْمَهُ، فَقَالَتْ هِنْدُ :إِنْ لَمْ يَسُدْ إِلَّا قَوْمَهُ فَأَمَاتَهُ اللّٰهُ، وَهُوَ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِی سُفْيَانَ.(۲)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضرت ہند رضی اللہ عنہا کو مکہ میں دیکھا، گویا اس کا چہرہ، چاند کا ٹکڑا ہے، اور اس کے سرین بیٹھے ہوئے شخص کی طرح ہیں، اور اس کے ساتھ ایک بچہ کھیل رہا ہے، پس ایک شخص گذرا اور اس نے اس بچے کی طرف دیکھ کر کہا: اگر یہ بچہ زندہ رہا، تو میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ ضرور اپنی قوم کا سردار بنے گا، حضرت ہند رضی اللہ عنہا کہنے لگی، اگر یہ اپنی قوم کا سردار نہ بنے تو اللہ اسے موت دے دے۔ اور وہ بچہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ تھا۔

۶۲۔وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ :أَنْبَأَنَا عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِی سَيْفٍ قَالَ :نَظَرَ أَبُو سُفْيَانَ يَوْمًا إِلٰی مُعَاوِيَةَ وَهُوَ غُلَامٌ فَقَالَ لِهِنْدَ :إِنَّ ابْنِی هٰذَا لَعَظِيمُ الرَّأْسِ، وَإِنَّهُ لَخَلِيقٌ أَنْ يَسُودَ قَوْمَهُ، فَقَالَتْ هِنْدُ :قَوْمَهُ فَقَطْ، ثَكِلْتُهُ إِنْ لَمْ يَسُدِ الْعَرَبَ قَاطِبَةً.وَكَانَتْ هِنْدُ تَحْمِلُهُ وَهُوَ صَغِيرٌ وَتَقُولُ :إِنَّ بُنَیَّ معرقٌ كَرِيمٌ *محببٌ فی اهله حليم ليس بفاحشٍ ولا لئيمْ *ولا ضجورٌ ولا سؤوم صَخْرُ بَنِی فهرٍ بِهِ زعيمْ *لَا يُخْلِفُ الظَّنَّ وَلَا يَخِيمُ (۳)

حضرت محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن محمد بن عبداللہ بن ابی سیف رضی اللہ عنہ نے ہمیں بتایا: کہ ایک روز حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا، جب کہ وہ بچے ہی تھے، تو حضرت ہند رضی اللہ عنہا سے کہنے لگے بلاشبہ میرا یہ بیٹا بڑے سر والا ہے، اور یہ اپنی قوم کا سردار بننے کے لائق ہے، حضرت ہند رضی اللہ عنہا کہنے لگی فقط اپنی قوم کا، اگر یہ تمام عربوں کا سردار نہ بنے، تو اس کی ماں اسے کھو دے اور حضرت ہند رضی اللہ عنہا چھوٹی عمر میں آپ کو اٹھائے ہوئے اکثر کہتی تھی: بلاشبہ میرا بیٹا خاندانی اور کریم ہے ،اور اپنے اہل میں پسندیدہ اور حلیم ہے، وہ فحش گو اور کمینہ نہیں، اور نہ ہی اکتانے والا اور تنگ پڑنے والا ہے، وہ صخر بنی فہر کا سردار ہے، اور وہ ظن کے خلاف نہیں کرتا اور نہ ناکام ہوتا ہے۔

۱۔ البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۱۶۳۳ ۲۔ ایضاً ۳۔ ایضاً

۶۳۔فَلَمَّا وَلَّى عُمَرُ يَزِيدَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ مَا وَلَّاهُ مِنَ الشَّامِ، خَرَجَ إِلَيْهِ مُعَاوِيَةُ فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ لِهِنْدَ : كَيْفَ رَأَيْتِ صَارَ ابْنُكِ تَابِعًا لِابْنِي؟ فقالت :إن اضطربت خيل العرب فستعلم أين يقع ابنك مما يكون فيه ابني، فلما مات يزيد بن أبي سفيان سنة بضع عشرة، وجاء البريد إلى عمر بموته، رد عمر البريد إلى الشام بولاية معاوية مكان أخيه يزيد، ثم عزى أبا سفيان في ابنه يزيد، فقال :يا أمير المؤمنين من وليت مكانه؟ قال أخوه معاوية، قال :وصلت رحماً يا أمير المؤمنين.(۱)

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو شام کے علاقے کا امیر بنایا، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے ،اور حضرت حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت ہند رضی اللہ عنہا سے کہا: تو نے دیکھا کہ تیرا بیٹا کس طرح میرے بیٹے کا تابع بن گیا ہے؟ وہ کہنے لگی: اگر عربوں کے سواروں نے حرکت کی، تو عنقریب تجھے پتہ چل جائے گا: کہ تمہارے بیٹے کو میرے بیٹے سے کیا نسبت ہے ،اور جب حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ چودہ پندرہ ہجری میں فوت ہو گئے ،اور ایلچی ان کی موت کی خبر لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے بھائی حضرت یزید رضی اللہ عنہ کی جگہ والی بنا کر ایلچی کو شام واپس کر دیا، پھر حضرت سفیان رضی اللہ عنہ سے ان کے بیٹے حضرت یزید رضی اللہ عنہ کے بارے میں تعزیت کی، انہوں نے پوچھا: یا امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ! اس کی جگہ آپ نے کس کو امیر بنایا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے بھائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو، حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا: یا امیر المومنین رضی اللہ عنہ آپ نے صلہ رحمی کی ہے۔

۶۴۔وَقَالَتْ هِنْدُ لِمُعَاوِيَةَ فِيمَا كَتَبَتْ بِهِ إِلَيْهِ :وَاللَّهِ يَا بُنَيَّ إِنَّهُ قَلَّ أَنْ تَلِدَ حُرَّةٌ مِثْلَكَ، وَإِنَّ هَذَا الرَّجُلَ قَدِ اسْتَنْهَضَكَ فِي هَذَا الْأَمْرِ، فَاعْمَلْ بِطَاعَتِهِ فِيمَا أَحْبَبْتَ وَكَرِهْتَ.(۲)

حضرت ہند رضی اللہ عنہا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط میں لکھا: ''اے میرے بیٹے خدا کی قسم! کوئی شریف زادی کم ہی تیرے جیسا بچہ جنے گی اور بلاشبہ اس شخص نے مجھے اس کام کے لئے کھڑا کیا ہے، پس تو پسند و ناپسند میں اس کی اطاعت کر''۔

۶۵۔وَقَالَ لَهُ أَبُوهُ :يَا بُنَيَّ إِنَّ هَؤُلَاءِ الرَّهْطَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ سبقونا وتأخرنا فرفعهم سبقهم وقدمهم عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ رسوله، وقصر بنا تأخرنا فصاروا قادة وسادة.وَصِرْنَا أَتْبَاعًا، وَقَدْ وَلَّوْكَ جَسِيمًا مِنْ أُمُورِهِمْ فَلَا تُخَالِفْهُمْ، فَإِنَّكَ تَجْرِي إِلَى أَمَدٍ فَنَافِسْ فَإِنْ بَلَغْتَهُ أَوْرَثْتَهُ عَقِبَكَ(۳)

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے میرے بیٹے مہاجرین کے اس گروہ نے ہم سے سبقت کی ہے، اور ہم پیچھے رہ گئے ہیں، پس ان کی سبقت اور اقدمیت نے انہیں اللہ تعالیٰ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بلند مقام دے دیا ہے، اور ہماری تاخیر نے ہم کو چھوٹا کر دیا ہے، پس وہ قائد اور سردار بن گئے ہیں، اور ہم تبع بن گئے ہیں۔ اور انہوں نے تمہارے سپرد بڑا کام کیا ہے، پس ان کی مخالفت نہ کرنا، تو ایک غایت کی طرف جا رہا ہے، اگر تو نے اسے حاصل کر لیا تو تو اسے اپنی اولاد کو دے گا۔

۱۔ ایضاً ۲۔ ایضاً ۳۔ ایضاً

٦٦-عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ أَبُو سُفْيَانَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ ثلاثاً أَعْطِنِيهِنَّ، قَالَ :نَعَمْ، قَالَ :تُؤَمِّرُنِي حتَّى أُقَاتِلَ الْكُفَّارَ كَمَا كُنْتُ أُقَاتِلُ الْمُسْلِمِينَ، قَالَ :نَعَمْ قَالَ وَمُعَاوِيَةُ تَجْعَلُهُ كَاتِباً بَيْنَ يَدَيْكَ، قَالَ :نَعَمْ :وَذَكَرَ الثَّالِثَةَ وَهُوَ أَنَّهُ أَرَادَ أَنْ يُزَوِّجَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِابْنَتِهِ الْأُخْرَى عَزَّةَ بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ، وَاسْتَعَانَ عَلَى ذَلِكَ بِأُخْتِهَا أُمِّ حَبِيبَةَ، فَقَالَ " :إِنَّ ذَلِكَ لَا يَحِلُّ لِي)(۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ابوسفیان نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تین باتیں عطا فرمائیں؟ آپ نے فرمایا بہت اچھا، حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے امیر بنا دیجئے، تاکہ میں کفار سے اس طرح جنگ کروں جیسے میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت اچھا، اس نے کہا معاویہ کو اپنا کاتب بنا لیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت اچھا، اور تیسری بات اس نے یہ بیان کی: کہ اس کی خواہش ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی دوسری بیٹی عزۃ بنت ابی سفیان سے نکاح کر لیں، اور اس بارے میں اس نے اس کی بہن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے بھی مدد طلب کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بات میرے لئے جائز نہیں۔

٦٧-عَنِ ابْنِ عَبَّاس .قَالَ :كُنْتُ أَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَاءَ فَقُلْتُ :مَا جَاءَ إِلَّا إِلَيَّ، فَاخْتَبَأْتُ عَلَى باب فجاء فى فخطانى خطاة أو خطاتين) ، ثُمَّ قَالَ "اذْهَبْ فَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ -وَكَانَ يَكْتُبُ الْوَحْيَ -قَالَ: فَذَهَبْتُ فَدَعَوْتُهُ لَهُ فَقِيلَ :إِنَّهُ يَأْكُلُ، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فَقُلْتُ إِنَّهُ يَأْكُلُ، فَقَالَ :اذْهَبْ فَادْعُهُ، فَأَتَيْتُهُ الثانية فقيل :إنه يأكل فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ :لَا أَشْبَعَ اللَّهُ بَطْنَهُ "قَالَ :فَمَا شَبِعَ بَعْدَهَا) ، وَقَدِ انْتَفَعَ مُعَاوِيَةُ بِهَذِهِ الدَّعْوَةِ فِي دُنْيَاهُ وَأُخْرَاهُ، أَمَّا فى دنياه فإنه لما صار إِلَى الشَّامِ أَمِيرًا، كَانَ يَأْكُلُ فِي الْيَوْمِ سَبْعَ مرات يجاء بقصعة فيها لحم كثير وبصل فَيَأْكُلُ مِنْهَا، وَيَأْكُلُ فِي الْيَوْمِ سَبْعَ أَكَلَاتٍ بِلَحْمٍ، وَمِنَ الْحَلْوَى وَالْفَاكِهَةِ شَيْئًا كَثِيرًا وَيَقُولُ والله ما اشبع وانما اعيا، وَهَذِهِ نِعْمَةٌ وَمَعِدَةٌ يَرْغَبُ فِيهَا كُلُّ الْمُلُوكِ.وَأَمَّا فِي الْآخِرَةِ فَقَدْ أَتْبَعَ مُسْلِمٌ هَذَا الحديث بالحديث الذى رواه البخارى وَغَيْرُهُمَا مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ.أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا: کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ میں نے کہا: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف ہی آئے ہیں، پس میں دروازے میں چھپ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس آ کر مجھے ایک یا دو علامات لگائیں، پھر فرمایا: جاؤ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ آپ رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے، آپ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے جا کر آپ کو بلایا، تو بتایا گیا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں، میں نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا، کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور انہیں بلاؤ، میں دوسری بار گیا تو بتایا گیا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع کر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار فرمایا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کے پیٹ کو سیر نہ کرے، آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ اس کے بعد آپ سیر نہیں ہوئے، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی دنیا اور آخرت میں اس دعا سے فائدہ اٹھایا ہے، دنیا میں اس طرح کہ جب آپ شام کے امیر ہو گئے، تو آپ رضی اللہ عنہ دن میں سات بار کھانا کھاتے تھے، جسے ایک پیالے میں لایا جاتا تھا جس میں

۱۔ ایضاً

قَالَ: "اللّٰهُمَّ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ فَأَيُّمَا عَبْدٍ سَبَبْتُهُ أَوْ جَلَدْتُهُ أَوْ دَعَوْتُ عَلَيْهِ وَلَيْسَ لِذَلِكَ أَهْلًا فَاجْعَلْ ذَلِكَ كَفَّارَةً وَقُرْبَةً تُقَرِّبُهُ بِهَا عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ). فَرَكَّبَ مُسْلِمٌ مِنَ الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ وَهَذَا الْحَدِيثِ فَضِيلَةً لِمُعَاوِيَةَ، وَلَمْ يُورِدْ لَهُ غَيْرَ ذَلِكَ. (۱)

بہت سا گوشت اور پنیر ہوتا تھا، اور آپ رضی اللہ عنہ اس میں سے کھاتے تھے، اور آپ دن میں سات بار گوشت کے ساتھ کھانا کھاتے تھے، اور حلوہ اور بہت سے پھل بھی کھاتے تھے، اور کہتے تھے: خدا کی قسم! میں سیر نہیں ہوا، البتہ تھک گیا ہوں، اور یہ ایک نعمت اور معدہ ہے جس میں سب بادشاہ رغبت رکھتے ہیں، اور آخرت میں اس طرح فائدہ اٹھایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: کہ اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ میں ایک بشر ہوں، پس جس بندے کو میں نے برا بھلا کہا ہے، یا اسے کوڑے مارے ہیں، یا اس پر بددعا کی ہے، اور وہ اس مستحق نہ تھا، تو اسے کفارہ اور قربت بنادے، جس سے وہ قیامت کے روز تیرا قرب حاصل کرے، پس مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی حدیث اور اس حدیث سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کی ہے، اور اس کے علاوہ انہوں نے کوئی حدیث بیان نہیں کی۔

۶۸۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: "أَتَى جِبْرِيلُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ أَقْرِئْ مُعَاوِيَةَ السَّلَامَ وَاسْتَوْصِ بِهِ خَيْرًا، فَإِنَّهُ أَمِينُ اللّٰهِ عَلَى كِتَابِهِ وَوَحْيِهِ وَنِعْمَ الْأَمِينُ. ثُمَّ أَوْرَدَهُ ابْنُ عَسَاكِرَ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، ثُمَّ أَوْرَدَهُ أَيْضًا مِنْ رِوَايَةِ عَلِيٍّ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ "أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَشَارَ جِبْرِيلَ فِي اسْتِكْتَابِهِ مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ: اسْتَكْتِبْهُ فَإِنَّهُ أَمِينٌ." وَلَكِنْ فِي الْأَسَانِيدِ إِلَيْهِمَا غَرَابَةٌ، ثُمَّ أَوْرَدَ عَنْ عَلِيٍّ فِي ذَلِكَ غَرَائِبَ كَثِيرَةً عَنْ غَيْرِهِ أَيْضًا. (۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضرت جبریل علیہ السلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! معاویہ کو سلام کہیے اور انہیں بھلائی کی وصیت کیجئے، بلاشبہ وہ کتاب اور وحی پر اللہ تعالیٰ کے امین ہیں اور بہت اچھے امین ہیں۔ پھر ابن عساکر نے اسے ایک اور طریق سے بحوالہ عبدالملک بن ابی سلیمان بیان کیا ہے، پھر اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ کی روایت سے اسی طرح بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا کاتب بنانے کے لئے حضرت جبریل علیہ السلام سے مشورہ کیا، تو انہوں نے کہا: انہیں کاتب بنالیجئے، بلاشبہ وہ امین ہیں، لیکن ان دونوں کی طرف اسانید میں غرابت پائی جاتی ہے، پھر ابن عساکر نے حضرت علی علیہ السلام اور دیگر لوگوں سے اس بارے میں بہت سے غرائب بیان کئے ہیں۔

۶۹۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: كَانَ مُعَاوِيَةُ يَكْتُبُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے۔

۱۔ ایضاً ۲۔ ایضاً ص ۱۶۳۴ ۳۔ ایضاً

۷۰۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ :لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُمِّ حَبِيبَةَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، دَقَّ الْبَابَ دَاقٌّ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :انْظُرُوا مَنْ هَذَا؟ قَالُوا :مُعَاوِيَةُ، قَالَ :ائْذَنُوا لَهُ، فَدَخَلَ وَعَلَى أُذُنِهِ قَلَمٌ يَخُطُّ بِهِ، فَقَالَ :مَا هَذَا الْقَلَمُ عَلَى أُذُنِكَ يَا مُعَاوِيَةُ؟ قَالَ :قَلَمٌ أَعْدَدْتُهُ لِلَّهِ ولرسوله، فقال له: جَزَاكَ اللَّهُ عَنْ نَبِيِّكَ خَيْرًا، وَاللَّهِ مَا اسْتَكْتَبْتُكَ إِلَّا بِوَحْيٍ مِنَ اللَّهِ، وَمَا أَفْعَلُ مِنْ صَغِيرَةٍ وَلَا كَبِيرَةٍ إِلَّا بِوَحْيٍ مِنَ اللَّهِ، كَيْفَ بِكَ لَوْ قَمَّصَكَ اللَّهُ قَمِيصًا -يَعْنِي الْخِلَافَةَ -؟فَقَامَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ فَجَلَسَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَقَالَتْ :يَا رَسُولَ اللَّهِ وإِنَّ اللَّهَ مُقَمِّصُهُ قَمِيصًا؟ قَالَ :نَعَمْ ،وَلَكِنْ فِيهِ هَنَاتٌ وَهَنَاتٌ .فَقَالَتْ :يَا رَسُولَ اللَّهِ فَادْعُ اللَّهَ لَهُ، فَقَالَ :اللَّهُمَّ اهْدِهِ بِالْهُدَى، وَجَنِّبْهُ الرَّدَى، وَاغْفِرْ لَهُ فِي الْآخِرَةِ وَالْأُولَى ."(۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کہ جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باری تھی، تو ایک کھٹکھٹانے والے نے دروازہ کھٹکھٹایا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھو کون ہے؟ لوگوں نے کہا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں اجازت دو، آپ رضی اللہ عنہ اندر آئے تو آپ رضی اللہ عنہ کی کان میں قلم تھا، جس سے آپ لکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے معاویہ! آپ رضی اللہ عنہ کے کان پر یہ قلم کیسا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نے اس قلم کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تیار کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ آپ کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جزائے خیر دے، خدا کی قسم! میں نے وحی الٰہی سے آپ رضی اللہ عنہ کو کاتب مقرر کیا ہے، اور میں ہر چھوٹا بڑا کام وحی الٰہی سے کرتا ہوں، اگر اللہ تعالیٰ جل جلالہ تجھے قمیص یعنی خلافت پہنائے تو تیرا کیا حال ہوگا، پس حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گئیں اور پوچھنے لگیں: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ جل جلالہ انہیں قمیص پہنانے والا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، لیکن اس میں مصیبت پائی جاتی ہے، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان کے لئے اللہ جل جلالہ سے دعا کیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ تعالیٰ ہدایت سے ان کی رہنمائی فرما، انہیں ہلاکت سے بچا اور انہیں دنیا اور آخرت میں بخش دے۔

۷۱۔وقد أوردنا مِنْ طَرِيقِ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَنَسٍ وَوَاثِلَةَ بْنِ الأسقع مرفوعاً " :الأمناء ثلاثة، جبريل، وأنا ومُعَاوِيَةُ "وَلَا يَصِحُّ مِنْ جَمِيعِ وُجُوهِهِ، وَمِنْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ " :الْأُمَنَاءُ سَبْعَةٌ، الْقَلَمُ، وَاللَّوْحُ، وَإِسْرَافِيلُ، وَمِيكَائِيلُ، وَجِبْرِيلُ، وَأَنَا، وَمُعَاوِيَةُ "وَهَذَا أَنْكَرُ من الأحاديث التي قبله، وأضعف إسناداً.(۲)

اور ہم نے حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس، اور حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہم کے طریق سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ امین تین ہیں: جبریل، میں اور معاویہ اور یہ اپنے جمیع وجوہ سے صحیح نہیں، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: کہ امین سات ہیں: قلم، لوح، اسرافیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، جبریل علیہ السلام، میں اور معاویہ۔ اور یہ پہلی احادیث سے بھی زیادہ منکر اور اسناد کے لحاظ سے زیادہ ضعیف ہے۔

۱۔ ایضاً ۲۔ ایضاً

۷۲۔عَنْ مَسْلَمَةَ بْنَ مُخَلَّدٍ، وقال الأشهب :قَالَ أَبُو هِلَالٍ أَوْ عَنْ رَجُلٍ عَنْ مَسْلَمَةَ بْنِ مُخَلَّدٍ، وَقَالَ سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ أَوْ حَدَّثَهُ مَسْلَمَةُ عَنْ رَجُلٍ أَنَّهُ رَأَى مُعَاوِيَةَ يَأْكُلُ فَقَالَ لِعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ :إِنَّ ابْنَ عَمِّكَ هَذَا لِمِخْضَدٌ۔(۱)

حضرت مسلمہ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی شخص کے حوالہ سے بیان کیا کہ اس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کھانا کھاتے دیکھا، تو اس نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے کہا: بلاشبہ تیرا یہ عم زاد بہت کھانے والا ہے۔

۷۳۔قَالَ أَمَا إِنِّي أَقُولُ لَكَ هَذَا وَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وسلَّم يَقُولُ " :اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَمَكِّنْ لَهُ فِي الْبِلَادِ وَقِهِ الْعَذَابَ ."وَقَدْ أَرْسَلَهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ التَّابِعِينَ مِنْهُمُ الزهرى، وعروة بن رويم، وجرير بْنُ عُثْمَانَ الرَّحَبِيُّ الْحِمْصِيُّ، وَيُونُسُ بْنُ مَيْسَرَةَ بْنِ حَلْبَسٍ.(۲)

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کرتے سنا ہے: کہ اے اللہ تعالی اسے کتاب سکھا، اسے شہروں میں مختار بنا اور اسے عذاب سے بچا۔ کئی تابعین نے اسے مرسل قرار دیا ہے، جن میں زہری، عروہ بن رویم، جریر بن عثمان الرحبی الحمصی اور یونس بن میسرہ بن حلبس شامل ہیں۔

۷۴۔ وَهَكَذَا رَوَاهُ التِّرمذي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِي مُسْهِرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بِهِ.وَقَالَ حَسَنٌ غَرِيبٌ.وَقَدْ رَوَاهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمانَ الْحَرَّانِيُّ كَمَا رَوَاهُ الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ وَأَبُو مُسْهِرٍ عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بن يزيد عن عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عُمَيْرَةَ.(۳)

ایسے ہی ترمذی نے اسے عن محمد بن یحییٰ عن ابی مسہر عن سعید بن عبدالعزیز روایت کیا ہے، اور بیان کیا ہے: کہ یہ حسن غریب ہے، اور عمر بن عبدالواحد اور محمد بن سلیمان حرانی نے اسے اسی طرح روایت کیا ہے، جس طرح ولید بن مسلم اور ابومسہر نے اسے عن سعید عن ربیعہ بن یزید عن عبدالرحمٰن بن عمیرہ روایت کیا ہے۔

۷۵۔عَنِ ابْنِ أَبِي عُمَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا لِمُعَاوِيَةَ فَقَالَ " :اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْعِلْمَ، وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا، وَاهْدِهِ وَاهْدِ بِهِ "(۴)

حضرت ابن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کی اور فرمایا: اے اللہ تعالی اسے علم سکھا اور اسے ہادی، مہدی بنا اور اسے ہدایت دے، اور اس کے ذریعے ہدایت دے۔

۷۶۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عُمَيْرَةَ الْمُزَنِيِّ .أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ ": اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا واهده "قَالَ ابْنُ عَسَاكِرَ :وَقَوْلُ الْجَمَاعَةِ هُوَ الصَّوَابُ.وَقَدِ اعْتَنَى ابْنُ عَسَاكِرَ بِهَذَا الْحَدِيثِ وَأَطْنَبَ فِيهِ وَأَطْيَبَ وَأَطْرَبَ، وَأَفَادَ وَأَجَادَ، وَأَحْسَنَ الِانْتِقَادَ، فَرَحِمَهُ اللَّهُ، كَمْ لَهُ مِنْ مَوْطِنٍ قَدْ تبرز فِيهِ عَلَى غَيْرِهِ مِنَ الْحُفَّاظِ وَالنُّقَّادِ.(۵)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ مزنی رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے، کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اور فرمایا: اے اللہ تعالی اسے ہادی، مہدی بنا دے اور اسے ہدایت دے۔ ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ جماعت کا قول ہی صحیح ہے، اور ابن عساکر نے اس حدیث کا اہتمام کیا ہے، اور اس میں طوالت سے کام لیا ہے، اور اسے نہایت شان دار اور اچھے انداز اور حسن انتقاد سے بیان کیا ہے۔ اور کتنے ہی میدان ہیں جن میں آپ دوسری حفاظ و نقاد پر سبقت لے گئے ہیں

۱۔ ایضاً ص ۱۶۳۵ ۲۔ ایضاً ۳۔ ایضاً ۴۔ ایضاً ۵۔ ایضاً

۷۷۔عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ قَالَ :لَمَّا عَزَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عُمَيْرَ بْنَ سَعْدٍ عَنِ الشَّامِ وَوَلَّى معاوية قال الناس: عزل عمر عميراً وولى معاوية، فقال عمر :لا تذكروا معاوية إلا بخير، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ " :اللَّهُمَّ اهْدِ بِهِ) (۱)

حضرت ابوادریس خولانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے: جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ بن سعد کو شام سے معزول کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا، تو لوگوں نے چہ میگوئیاں کیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر بھلائی سے کر، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: اے اللہ تعالیٰ! اس کے ذریعے ہدایت دے۔

۷۸۔هَكَذَا ذَكَرَهُ أَصْحَابُ الْأَطْرَافِ فِي مُسْنَدِ عُمَيْرِ بْنِ سَعْدٍ الْأَنْصَارِيِّ.وَعِنْدِي أَنَّهُ يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ مِنْ رِوَايَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَيَكُونُ الصَّوَابُ فَقَالَ عُمَرُ :لَا تَذْكُرُوا مُعَاوِيَةَ إِلَّا بِخَيْرٍ، لِيَكُونَ عُذْرًا لَهُ فِي تَوْلِيَتِهِ لَهُ.(۲)

اسی طرح اسے اصحاب الاطراف نے حضرت عمیر بن سعد انصاری کی مسند میں بیان کیا ہے، اور میرے نزدیک حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی روایت ہی صحیح ہونی چاہیے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر بھلائی سے کرو، تاکہ ان کے امیر مقرر کرنے میں آپ کا عذر ہو۔

۷۹۔وَمِمَّا يُقَوِّي هَذَا أَنَّ هِشَامَ بْنَ عَمَّارٍ قَالَ :حدثنا ابْنُ أَبِي السَّائِبِ -وَهُوَ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ سُلَيْمَانَ -قَالَ: وَسَمِعْتُ أَبِي يَذْكُرُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَلَّى مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ فَقَالُوا :وَلَّى حَدَثَ السِّنِّ، فَقَالَ :تَلُومُونَنِي فِي وِلَايَتِهِ، وَأَنَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وسلم يقول " :اللهم اجعله هادياً مهدياً وَاهْدِ بِهِ "وَهَذَا مُنْقَطِعٌ يُقَوِّيهِ مَا قَبْلَهُ.(۳)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا، تو لوگ کہنے لگے: آپ رضی اللہ عنہ نے نوعمر کو امیر مقرر کر دیا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم مجھے اس کی امارت کے بارے میں ملامت کرتے ہو، حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کرتے سنا ہے: کہ اے اللہ تعالیٰ اسے ہادی، مہدی بنادے اور اس کے ذریعے ہدایت دے۔ یہ منقطع ہے اور اسے اس کے ماقبل کی حدیث تقویت دیتی ہے۔

۸۰۔عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسْرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :اسْتَشَارَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ فِي أَمْرٍ فَقَالَ :أَشِيرُوا عَلَيَّ، فَقَالَا :اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَقَالَ :ادْعُوا مُعَاوِيَةَ؟ فقال أبو بكر وعمر :اما فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلَيْنِ مِنْ رِجَالِ قُرَيْشٍ مَا يُتْقِنُونَ أَمْرَهُمْ، حَتَّى يَبْعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى غُلَامٍ مِنْ غِلْمَانِ قُرَيْشٍ؟ فَقَالَ :ادعوا لِي مُعَاوِيَةَ فَدُعِيَ لَهُ، فَلَمَّا وَقَفَ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَحْضِرُوهُ أَمْرَكُمْ وَأَشْهِدُوهُ أَمْرَكُمْ، فَإِنَّهُ قَوِيٌّ أَمِينٌ ."وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ نُعَيْمٍ وَزَادَ "وَحَمِّلُوهُ أَمْرَكُمْ ."ثُمَّ سَاقَ ابْنُ عَسَاكِرَ أَحَادِيثَ كَثِيرَةً مَوْضُوعَةً بِلَا شَكٍّ فِي

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی معاملے میں مشورہ طلب کیا اور فرمایا: مجھے مشورہ دو، ان دونوں حضرات نے کہا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معاویہ کو بلاؤ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے مردوں میں سے دو مردان کے معاملے کو پختہ نہیں کر سکتے؟ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے نوجوانوں میں سے ایک نوجوان کی طرف پیغام بھیج رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معاویہ کو میرے پاس بلا لاؤ، انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بلایا گیا اور جب وہ آپ کے سامنے کھڑے ہوئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں اپنے

۱۔ ایضاً ۲۔ ایضاً ص ۱۶۳۶ ۳۔ ایضاً

فَضْلِ مُعَاوِيَةَ، أَضْرَبْنَا عَنْهَا صَفْحًا، وَاكْتَفَيْنَا بِمَا أَوْرَدْنَاهُ مِنَ الْأَحَادِيثِ الصحاح والحسان والمستجادات عما سواها من الموضوعات وَالْمُنْكَرَاتِ.(۱)

معاملے میں شامل کرو، اور انہیں اپنے معاملے میں گواہ بناؤ، بلاشبہ یہ قوی اور امین ہیں۔ بعض لوگوں نے اسے بحوالہ نعیم روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ کیا ہے، کہ اپنا معاملہ اس کے سپرد کردو، پھر ابن عساکر نے بہت سی موضوع احادیث کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بیان کیا ہے جن سے ہم نے پہلوتہی کی ہے، اور ہم نے موضوعات اور منکرات کے مقابلہ میں جو صحاح، حسان اور مستجادات احادیث بیان کی ہیں، انہیں پر اکتفا کیا ہے۔

۸۱۔ثُمَّ قَالَ ابْنُ عَسَاكِرَ :وَأَصَحُّ مَا رُوِيَ فِي فضل معاوية حديث ابي جمرة عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ "أَنَّهُ كَانَ كَاتِبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وسلَّم مُنْذُ أَسْلَمَ "(۲)

پھر ابن عساکر نے بیان کیا ہے، کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں جو روایات بیان ہوئی ہیں، ان میں سب سے صحیح ابو جمرہ کی حدیث ہے، جو بحوالہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان ہوئی ہے: کہ وہ جب سے مسلمان ہوئے، حضرت نبی کریم ﷺ کے کاتب تھے۔

۸۲۔ثُمَّ قَالَ الْبُخَارِيُّ بَعْدَ ذَلِكَ ذِكْرُ هِنْدَ بِنْتِ عُتْبَةَ بْنِ ربيعة :حدثنا عبدان ثنا عبد الله يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ قالت :جاءت هند بنت عتبة -امرأة أبي سُفْيَانَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -فَقَالَتْ :يَا رَسُولَ اللهِ مَا كَانَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ مِنْ أَهْلِ خِبَاءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يذلوا مِنْ أَهْلِ خِبَائِكَ (ثُمَّ مَا أَصْبَحَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَهْلُ خِبَاءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ يَعِزُّوا مِنْ أَهْلِ خِبَائِكَ ، فَقَالَ :وَأَيْضًا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ .فَقَالَتْ :يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مِسِّيكٌ، فهل عليَّ من حَرَجٌ أَنْ أُطْعِمَ مِنَ الَّذِي لَهُ عِيَالَنَا؟ قال :لا إلا بِالْمَعْرُوفِ ."فَالْمِدْحَةُ فِي قَوْلِهِ ": وَأَيْضًا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ "وَهُوَ أَنَّهُ كَانَ يَوَدُّ أَنَّ هِنْدَ وَأَهْلَهَا وَكُلَّ كَافِرٍ يَذِلُّوا فِي حَالِ كُفْرِهِمْ، فَلَمَّا أَسْلَمُوا كَانَ يُحِبُّ أَنْ يَعِزُّوا فَأَعَزَّهُمُ اللَّهُ -يَعْنِي أَهْلَ خِبَائِهَا.(۳)

امام بخاری نے حضرت ہند بنت عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہا کے ذکر میں بیان کیا ہے، کہ عبدان نے ہم سے بیان کیا، کہ عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ یونس نے بحوالہ زہری ہم سے بیان کیا کہ عروہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ حضرت ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی: یارسول اللہ ﷺ! روئے زمین پر جس قدر بھی اہل خیام ہیں، ان کے متعلق مجھے یہ بات سب سے زیادہ محبوب ہے، کہ وہ آپ کے خیمہ والوں کے مقابلہ میں ذلیل ہو جائیں، آپ ﷺ نے فرمایا! اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، ایسے ہی ہوگا، وہ کہنے لگی: یا رسول اللہ ﷺ! ابوسفیان ایک بخیل شخص ہے، کیا مجھے اس کے مال سے اپنے عیال کو کھلانے پر گناہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: معروف طریق سے ایسا کرنے سے گناہ نہیں ہوگا، پس آپ ﷺ کے قول ''اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، ایسے ہی

۱۔ ایضاً ۲۔ ایضاً ۳۔ ایضاً

ہوگا'' میں تعریف پائی جاتی ہے، اور آپ ﷺ چاہتے تھے کہ ہند اور اس کے اہل اور تمام کافر اپنی حالت کفر میں ذلیل ہوں، پس جب وہ مسلمان ہوگئے، تو آپ ﷺ چاہتے تھے کہ وہ معزز ہوں، پس اللہ تعالیٰ ﷻ نے ان کو معزز کر دیا۔ یعنی ہند کے خیمہ والوں کو۔

۸۳۔أَنَّ مُعَاوِيَةَ أَخَذَ الْإِدَاوَةَ بَعْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ فَتَبِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا -وكان ابو هريرة قداشتكى فَبَيْنَمَا هُوَ يُوَضِّءُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَيْهِ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ :يَا مُعَاوِيَةُ إِنْ وَلِّيت أَمْرًا فَاتَّقِ اللَّهَ وَاعْدِلْ .قَالَ مُعَاوِيَةُ فَمَا زِلْتُ أَظُنُّ أَنِّي سَأُبْتَلَى بعملٍ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى ابْتُلِيتُ۔(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے چھاگل پکڑ لی، اور اسے ساتھ لے کر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چلے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیمار تھے۔ اسی دوران میں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو وضو کروا رہے تھے، کہ آپ ﷺ نے وضو کرتے ہوئے ایک یا دو بار آپ رضی اللہ عنہ کی طرف اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: اے معاویہ رضی اللہ عنہ! اگر تو امیر بنے تو اللہ تعالیٰ ﷻ سے ڈرنا اور عدل کرنا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ کے قول کی وجہ سے ہمیشہ ہی اس بات کا خیال رہا: کہ عنقریب میری اس کام میں آزمائش ہوگی، حتیٰ کہ میری آزمائش ہوئی۔

۸۴۔حدثنا ابو امية عمرو بن يحى ابن سعيد قال سمعت جدى يحدث :ان معاوية اخذ الا دواة بعد ابى هريرة يتبع رسول الله ﷺ بها، واشتكى ابو هريرة رضى الله تعالىٰ عنه، فبينا هو يوضى رسول الله ﷺ رفع راسه اليه مرة او مرتين فقال يامعاوية! ان وليت امرا :فاتق الله عز وجل واعدل، قال فما زلت اظن انى مبتلى بعمل يقول النبى ﷺ ،حتىٰ ابتليت۔(۲)

حضرت ابو امیہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا سے سنا، کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بیمار ہونے کے بعد، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کو وضو کرا رہے تھے، رسول اللہ ﷺ نے سر اٹھا کر انہیں ایک دو بار دیکھا، پھر فرمایا: اگر تم حاکم بنو تو اللہ تعالیٰ ﷻ سے ڈرنا اور عدل کرنا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے مجھے ہمیشہ یہ یقین رہا، کہ میں اس عمل میں مبتلا کیا جاؤں گا، یہاں تک کہ مجھے حاکم بنا دیا گیا۔

۸۵۔ثنا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ جَدِّهِ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ : "اتَّبَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَضُوءٍ، فَلَمَّا تَوَضَّأَ نَظَرَ إِلَيَّ فَقَالَ :يَا مُعَاوِيَةُ إِنْ وَلِّيت أَمْرًا فَاتَّقِ وَاعْدِلْ، فَمَا زِلْتُ أَظُنُّ أَنِّي مُبْتَلًى بِعَمَلٍ حَتَّى وَلِّيتُ ."(۳)

حضرت عمرو بن یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دادا سے بحوالہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہم سے بیان کیا: آپ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ میں وضو کا برتن لے کر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چلا، اور جب آپ ﷺ نے وضو کیا، تو آپ ﷺ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ اے معاویہ! اگر تو امیر بنے، تو اللہ تعالیٰ ﷻ سے ڈرنا اور عدل کرنا، پس میں ہمیشہ ہی اس خیال میں رہا: کہ میں اس کام میں آزمایا جاؤں گا حتیٰ کہ مجھے امیر بنایا گیا۔

۱۔ ایضاً ۲۔ مسند احمد، ج ۴، ص ۱۰۱ ۳۔ البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۱۶۳۴

۸۶۔عن معاویة قال قال رسول الله ﷺ :توضؤا قال فلما توضا نظر الی، فقال یا معاویه! ان ولیت امرا فاتق الله واعدل، فما زلت اظن انی مبتلی بعمل لقول رسول الله ﷺ حتی ولیت۔(۱)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وضو کرو، جب آپ ﷺ نے وضو کیا، تو میری طرف دیکھا اور فرمایا: اے معاویہ رضی اللہ عنہ! جب تم کسی جگہ حکومت کرو، تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے ڈرنا اور عدل کرنا، پس رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے، میں نے ہمیشہ یہ یقین رکھا، کہ میں حکومت کرنے پر مقرر کیا جاؤں گا، حتیٰ کہ مجھے حاکم بنا دیا گیا۔

۸۷۔وَرَوَاهُ غَالِبٌ الْقَطَّانُ عَنِ الْحَسَنِ. قَالَ :سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ يَخْطُبُ وَهُوَ يَقُولُ " :صَبَبْتُ يَوْمًا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضُوءَهُ فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَيَّ فَقَالَ :أَمَا إِنَّكَ سَتَلِي أَمْرَ أُمَّتِي بَعْدِي، فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ فَاقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيئِهِمْ، وَقَالَ :فَمَا زِلْتُ أَرْجُو حَتَّى قُمْتُ مَقَامِي هَذَا ".(۲)

حضرت غالب القطان رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حسن سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطبہ میں بیان کرتے سنا: کہ ایک روز میں نے رسول اللہ ﷺ پر وضو کا پانی ڈالا، تو آپ ﷺ نے میری طرف سر اٹھا کر فرمایا: کہ عنقریب میرے بعد تو میری امت کا حاکم بنے گا، اور جب ایسا ہو، تو ان کے اچھے کی بات کو قبول کرنا، اور ان کے برے سے درگزر کرنا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: کہ میں ہمیشہ ہی اس بات کا آرزومند رہا، حتیٰ کہ میں اپنے اس مقام پر کھڑا ہو گیا۔

۸۸۔ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ. قَالَ قَالَ مُعَاوِيَةُ :وَاللَّهِ مَا حَمَلَنِي عَلَى الْخِلَافَةِ إِلَّا قَوْلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :إِنْ مَلَكْتَ فَأَحْسِنْ (۳)

حضرت عبدالملک بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! مجھے خلافت پر رسول اللہ ﷺ کے قول "اگر تو بادشاہ بنے تو حسن سلوک کرنا" نے آمادہ کیا ہے۔

۸۹۔امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ سیدنا عبدالملک بن عمیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا:

یا معاویة! ان ملك فاحسن. (۴)

اے معاویہ! اگر تمھیں اقتدار نصیب ہو تو (لوگوں سے) حسن سلوک کرنا

۹۰۔مشہور صحابی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:۔

اللهم علمه الكتاب ومكن له في البلاد وقه العذاب(۵)

اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! معاویہ کو کتاب سکھلا دے اور شہروں میں اس کے لئے ٹھکانہ بنا دے اور اس کو عذاب سے بچالے۔

۱۔ مسند ابو یعلیٰ: ج ۶، ص ۴۴۲ ۲۔ البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۱۶۳۴ ۳۔ ایضاً
۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱/۱۴۷ ۵۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج ۹، ص ۳۵۶

۹۱۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وضو کا پانی لے کر گیا، آپ نے پانی سے وضو فرمایا اور وضو کرنے کے بعد میری طرف دیکھا اور فرمایا:

اے معاویہ! اگر تمہارے سپرد امارت کی جائے (یعنی تمہیں امیر بنا دیا جائے) تو تم اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے ڈرتے رہنا اور انصاف کرنا۔ (۱)

بعض روایات میں ہے کہ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص اچھا کام کرے اس کی طرف توجہ کر اور مہربانی کر اور جو کوئی برا کام کرے اس سے درگزر کر۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بعد خیال لگا رہا کہ مجھے ضرور اس کام میں آزمایا جائے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (مجھے امیر بنا دیا گیا)

۹۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کسی کام میں مشورے کے لئے طلب فرمایا، مگر دونوں کا مشورہ نتیجہ خیز نہ ہو سکا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ادعوا معاویة احضروه امرکم فانه قوی امین (۲)

معاویہ کو بلاؤ اور معاملے کو ان کے سامنے رکھو، کیونکہ وہ قوی ہیں (مشورہ دیں گے) اور امین ہیں (غلط مشورہ نہ دیں گے)۔ اس روایت کی سند کمزور اور ضعیف ہے۔

۹۳۔ روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار ہوئے اور حضرت معاویہ کو اپنے پیچھے بٹھایا، تھوڑی دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے معاویہ! تمہارے جسم کا کون سا حصہ میرے جسم کے ساتھ مل رہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا پیٹ (اور سینہ) آپ کے جسم مبارک کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی:

اللھم املاء علما (۳)

اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! اس کو علم سے بھر دے۔

۹۴۔ حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ کی روایت:

کان معاویة رضی اللہ عنہ ردف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا معاویة مایلینی منك قال بطنی قال اللھم املاه علماء وحلما

ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سوار تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تمہارے جسم کا کون سا حصہ میرے قریب تر ہے؟ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کہ میرا شکم آپ کے نزدیک ہے۔ تو اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! اسے علم اور حلم سے پُر فرما دے۔

اس روایت کو درج ذیل محدثین و مؤرخین نے نقل کیا ہے:

۹۵۔ تاریخ کبیر (امام بخاری)، ج ۴، ص ۱۸۰

۱۱۳۔ علل الحدیث (ابن ابی حاتم) ج ۲، ص ۳۵۹، روایت ۲۵۹۴

۹۶۔ تاریخ دمشق (ابن عساکر)، (قلمی)، ج ۱۶، ص ۶۸۸

۱۱۵۔ تاریخ اسلام (ذہبی)، ج ۲، ص ۳۱۹

۹۷۔ اسلام لانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ اور آپ کے والد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مختلف غزوات میں شرکت کی اور کفار سے جہاد کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ حنین میں شرکت کی، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو قبیلہ ہوازن کے مال غنیمت میں سے سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔ (۴)

۱۔ i۔ ابن حجر، الاصابہ، ج ۳، ص ۴۱۳ ii۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۳۵۵۔۳۵۶

۲۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج ۹، ص ۳۵۶

۳۔ ایضاً

۴۔ البدایة والنھایة: ج ۸، ص ۱۱۷

۹۸۔ایک بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی برائی کی گئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

دعوانا من ذم فتی قریش من یضحك فی الغضب والا ینال ماعنده الا علی الرضا ولا یوخذ مافوق راسه الا من تحت قدمیه۔ (۱)

قریش کے اس جوان کی برائی مت کرو، جو غصے کے وقت ہنستا ہے (یعنی انتہائی بردبار ہے) اور جو کچھ اس کے پاس ہے بغیر اس کی رضا مندی کے حاصل نہیں کیا جاسکتا، اور اس کے سر پر کسی چیز کو حاصل کرنا چاہو تو اس کے قدموں پر جھکنا پڑے گا (یعنی انتہائی غیور اور شجاع ہے)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! تم میرے بعد آپس میں فرقہ بندی سے بچو، اور اگر تم نے ایسا کیا تو سمجھ رکھو کہ معاویہ رضی اللہ عنہ شام میں موجود ہیں۔(۲)

۹۹۔ ایک بار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت ایک سبز رنگ کا جوڑا پہنا ہوا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا شروع کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو کھڑے ہوئے اور درہ لے کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھے اور مارنے لگے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پکارتے رہے: اللہ! اللہ! اے امیر المومنین! آپ کیوں مارتے ہیں؟ مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ واپس اپنی جگہ آکر بیٹھ گئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: آپ نے اس جوان (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) کو کیوں مارا؟ حالانکہ ان جیسا آپ کی قوم میں ایک نہیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نے اس شخص میں بھلائی کے علاوہ کچھ نہ پایا اور اس کے متعلق مجھے صرف بھلائی کی ہی خبر ملی ہے، لیکن میں نے چاہا کہ اس کو اتاروں اور یہ کہہ کر آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لباس کی جانب اشارہ کیا۔(۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: تم قیصر و کسریٰ اور ان کی سیاست کی تعریف کرتے ہو، حالانکہ خود تم میں معاویہ رضی اللہ عنہ موجود ہیں۔(۴)

۱۰۰۔حضرت علی رضی اللہ عنہ جب جنگ صفین سے واپس لوٹے تو فرمایا:

ایها الناس! لا تکرهوا امارة معاویه فانکم لو فقدتموه رایتم الرءوس تندر عن کواهلها کانما الحنظل (۵)

اے لوگو! تم معاویہ کو گورنری اور امارت کو ناپسند مت کرو، کیونکہ اگر تم نے انہیں گم کر دیا، تو دیکھو گے کہ سر اپنے شانوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے، جس طرح حنظل کا پھل اپنے درخت سے ٹوٹ کر گرتا ہے۔

۱۰۱۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے دور خلافت میں کبھی کسی کو کوڑوں سے نہیں مارا، مگر ایک شخص جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر زبان درازی کی تھی، اس کے متعلق انہوں نے حکم دیا کہ اسے کوڑے لگائے جائیں (۶)

۱۰۲۔ حضرت عبداللہ بن مبارک جو مشہور تابعین میں سے ہیں، ان سے کسی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا، تو حضرت ابن المبارک جواب میں کہنے لگے: بھلا میں اس شخص کے بارے میں کیا کہوں؟ جس نے سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی اور جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ''سمع الله لمن حمده'' کہا تو انہوں نے جواب میں ''ربنا لك الحمد'' کہا ہو۔(۷)

۱۔ الاستیعاب، ج۳، ص۳۷۷ ۲۔ الاصابة، ج۳، ص۴۱۴ ۳۔ الاصابة، ج، ص۴۱۴
۴۔ ایضاً ۵۔ البدایة النھایة ج۸، ص۱۳۱
۶۔ i-الاستیعاب، ج۳، ص۳۸۳، ii-البدایہ والنہایہ، ج۸، ص۱۳۹ ۷۔ البدایہ والنہایہ، ج۸، ص۱۳۹

۱۰۳۔　حضرت عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرتبہ کسی نے سوال کیا کہ: یہ بتلایئے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ میں سے کون افضل ہے؟ سوال کرنے والے نے ایک جانب اس صحابی کو رکھا، جس پر طرح طرح کے اعتراضات کئے گئے تھے، اور دوسری طرف اس جلیل القدر تابعی کو، جس کی جلالت شان پر تمام امت کا اتفاق ہے، یہ سوال سن کر حضرت عبداللہ ابن المبارک غصے میں آ گئے اور فرمایا: ''تم ان دونوں کی آپس میں نسبت پوچھتے ہو، خدا کی قسم! وہ مٹی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کرتے ہوئے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ناک کے سوراخ میں چلی گئی، وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے افضل ہے۔''(۱)

۱۰۴۔　اسی حضرت معافی بن عمران رضی اللہ عنہ سے کیا گیا تو وہ بھی غضب ناک ہو گئے اور فرمایا: ''بھلا ایک تابعی کسی صحابی کے برابر ہو سکتا ہے؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، ان کی بہن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں تھیں، انہوں نے وحی خداوندی کی کتابت کی اور حفاظت کی۔ بھلا ان کے مقام کو کوئی تابعی کیسے پہنچ سکتا ہے؟''

پھر یہ حدیث پڑھ کر سنائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میرے اصحاب اور رشتہ داروں کو برا بھلا کہا اس پر اللہ کی لعنت ہو۔(۲)

۱۰۵۔　مشہور تابعی حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ اہل عرب میں بہت حلیم اور بردبار مشہور ہیں، ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ: بردبار کون ہے؟ آپ یا معاویہ رضی اللہ عنہ؟ آپ نے فرمایا: بخدا میں نے تم سے بڑا جاہل کوئی نہیں دیکھا، (حضرت) معاویہ رضی اللہ عنہ قدرت رکھتے ہوئے حلم اور بردباری سے کام لیتے ہیں اور میں قدرت نہ رکھتے ہوئے بردباری کرتا ہوں، لہٰذا میں ان سے کیسے بڑھ سکتا ہوں؟ یا ان کے برابر کیسے ہو سکتا ہے؟(۳)

۱۰۶۔ سیدنا عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر سوائے اچھائی کے مت کرو کیوں کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: (اللھم اھدہ) اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو ہدایت عطا فرما۔(۴)

ان چاروں احادیث کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے:

اکتفینا بما اوردناہ من الاحادیث الصحاح والحسان والمستجادات عما سواھا من الموضوعات والمنکرات (۵)

ہم نے صحیح، حسن اور جید احادیث ہی کے ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے، اور موضوع، منکر روایات سے احتراز کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ چاروں روایات حافظ ابن کثیر کے نزدیک صحیح، حسن اور جید ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کو اپنی کتاب ''المطالب العالیہ، (۱۰۸/۴) میں بھی نقل فرمایا ہے۔ حافظ ابن حجر المکی نے اس کے بارے میں لکھا ہے: کہ یہ روایت درجہ حسن میں ہے اور فضائل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں قابل استدلال ہے۔(۶)

۱۰۷۔　حجۃ الوداع کے موقع پر سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی قصواء پر اپنے پیچھے بٹھایا، اور جا کر طواف افاضہ کیا۔ اسی کو طواف صدر اور طواف زیارت بھی کہتے ہیں۔(۷)

۱۔ ایضاً
۲۔ ابن کثیر: البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۳۹
۳۔ i۔ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۱۸۷
ii۔ العقد الفرید ج ۸، ص ۱۶۵
۴۔ ترمذی: ۳۸۴۳
۵۔ البدایۃ والنہایۃ، ۱۳۲/۸
۶۔ الصواعق المحرقۃ، ص ۲۱۸
۷۔ ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، پیر کرم شاہ الازہری، ۶۸/۴، ۷

۱۰۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتُطْعِمُهُ -وَكَانَتْ أُمُّ حَرَامٍ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ -فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَطْعَمَتْهُ وَجَعَلَتْ تَفْلِي رَأْسَهُ فَنَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَتْ: فَقُلْتُ: وَمَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ " :نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَرْكَبُونَ ثَبَجَ هَذَا الْبَحْرِ مُلُوكًا عَلَى الْأَسِرَّةِ أَوْ: مِثْلَ الْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ "، شَكَّ إِسْحَاقُ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، فَدَعَا لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقُلْتُ: وَمَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ -كَمَا قَالَ فِي الْأَوَّلِ -قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، قَالَ: أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ،(۱)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی خالہ سیدہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر پر سوئے ہوئے تھے۔ آپ مسکراتے ہوئے اٹھے۔ میں نے پوچھا: کس چیز نے آپ کو ہنسایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے لوگ مجھ پر پیش کیے گئے، وہ بحر اخضر پر اس طرح سوار تھے، جس طرح بادشاہ اپنے تختوں پر بیٹھے ہوتے ہیں۔ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دعا فرمایئے: کہ میں بھی ان میں شامل ہوں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر آرام فرمانے کے لئے سو گئے۔ کچھ دیر کے بعد آپ پھر مسکراتے ہوئے اٹھے اور اسی خواب کا اعادہ فرمایا۔ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے، پھر اپنی شرکت کے لئے دعا کی درخواست کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پہلی جماعت میں سے ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خواب کہ میری امت کے لوگ سمندر میں جنگ کرتے ہوئے مجھ پر پیش کیے گئے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکرانا تعجب اور خوشی سے تھا، اور یہ ان کا ایک بلند مرتبہ پر فائز ہونے کی دلیل ہے۔ (۲)

۱۰۹۔ سیدہ ام حرام بن ملحان رضی اللہ عنہا ایک اور روایت میں فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا، قَالَتْ أُمُّ حَرَامٍ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا فِيهِمْ؟ قَالَ: أَنْتِ فِيهِمْ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ، فَقُلْتُ: أَنَا فِيهِمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: لَا(۳)

میری امت میں سے جو پہلا لشکر سمندر کے راستہ جہاد کرے گا، تحقیق یہ ہے کہ اس نے جنت کو واجب کر لیا ہے۔ حضرت ام حرام نے بتایا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں بھی ان میں ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان میں ہوگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے جو پہلا لشکر قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) میں جہاد کرے گا، وہ بخشا ہوا ہوگا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں بھی ان میں ہوگی؟ فرمایا نہیں۔

۱۔ i- بخاری: ۲۷۸۸۔۲۷۸۹ ii- مسلم: ۱۹۱۲ ۲۔ فتح الباری، ۷۶/۱۱

۳۔ بخاری: ۲۹۲۴

''فدا و جبوا'' کا مطلب حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے یہ لکھا ہے، کہ ان پر جنت واجب ہوگئی۔(۱)

تاریخ کے اوراق سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلا بحری لشکر، جس نے سنہ ۲۷ھ میں سمندر کے سینے کو چیر کر، سمندر پار کے علاقے قبرص پر اسلامی علم بلند کیا، وہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں تھا۔(۲)

اس لشکر میں سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا، سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جیسے اکابر امت شامل تھے۔(۳) اس جنگ سے واپسی پر سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا سواری پر سوار ہو رہی تھیں، کہ اس کے بدکنے سے نیچے گر پڑیں اور انتقال فرما گئیں۔(۴) چنانچہ سیدہ ام احرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کی قبر قبرص میں ہے، اور وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ یہ ایک نیک اور پاک باز عورت کی قبر ہے۔(۵)

امام مہلت رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں فرماتے ہیں:

فی هذا الحديث منقبه لمعاوية لانه اول من غزا البحر.(٦)

اس حدیث میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت بیان کی گئی ہے، کیوں کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہیں نے بحری جنگ لڑی۔

اس حدیث کی پیش گوئی کا دوسرا حصہ جس میں مدینہ قیصر یعنی قسطنطنیہ پر مسلمانوں نے حملہ کیا، وہ ان کے دور خلافت میں پورا ہوا۔ علامہ قسطلانی نے لکھا ہے: کہ قسطنطنیہ (مدینہ قیصر) پر سب سے پہلا حملہ سنہ ۵۲ھ میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہوا، جس میں بڑے بڑے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شرکت فرمائی۔ اس لشکر کی قیادت یزید بن معاویہ کر رہے تھے۔(۷)

۱۱۰۔عن ابن عباس، قال جاء جبريل الى رسول الله ﷺ فقال يا محمد استوص معاوية فانه، امين على كتاب الله ونعم الامين هو۔(۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل امین رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے محمد ﷺ! معاویہ سے خیر خواہی کرو، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی کتاب پر امین ہیں اور کیا ہی اچھے امین ہیں۔

۱۱۱۔حضرت جبریل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

يامحمد استوص معاوية فانه امين علىٰ كتاب الله ونعم الامين هو.(٩)

یارسول اللہ ﷺ! معاویہ کے حق میں وصیت فرمایئے، بے شک وہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی کتاب کے امین ہیں اور عمدہ امین ہیں۔

۱۱۲۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اشهدوا معاوية امركم فانه قوى امين. (١٠)

اپنے امور میں معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو گواہ بناؤ، بے شک وہ طاقت ور اور امانت دار ہے۔

۱۔ i۔فتح الباری، ۷۸/۶ ii۔عمدۃ القاری، ۱۹۸/۱۴ ۲۔ عمدۃ القاری، ۱۴/۱۹۵، ۱۹۸ ۳۔ اسد الغابۃ، ۵۷۵/۵

۴۔ i۔اسد الغابۃ، ۵۷۵/۵ ii۔عمدۃ القاری، ۱۹۸/۱۴ iii۔ارشاد الساری، ۱۰۴/۵

۵۔ i۔صفوۃ الصفوۃ، ۳۸/۲ ii۔اسد الغابۃ، ۵۷۵/۵ ۶۔ فتح الباری، ۱۲۰/۶

۷۔ i۔ارشاد الساری، ۴۰/۵ ii۔ابن اثیر، ۲۲۷/۳ ۸۔ مجمع الزوائد، ج۹ ص۳۸۷

۹۔ المعجم الکبیر: ۳۹۰۲ ۱۰۔ i۔البحر الزخار: ۳۵۰۷ ii۔مسند الشامیین: ۱۱۱۰

۱۱۳۔عن عبداللہ ابن عمر ان معاویۃ کان یکتب بین یدی رسول اللہ ﷺ۔ رواہ الطبرانی واسنادہ حسن)(۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے سامنے لکھتے تھے۔اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اوراس کی سند حسن ہے۔

۱۱۴۔عن یزید ابن الاصم قال قال علی رضی اللہ عنہ قتلای معاویۃ فی الجنۃ، رواہ الطبرانی ورجالہ وثقوا وفی بعضھم خلاف۔ (۲)

حضرت یزید بن اصم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے اور معاویہ کے لشکروں کے شہید جنت میں ہیں۔اس حدیث کوامام طبرانی نے روایت کیا ہے اوراس کے بعض راویوں کی توثیق کی گئی ہے،ان میں سے بعض میں اختلاف ہے۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کے فرامین عالیہ سے بخوبی واضح ہے کہ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مومن، مسلمان، مخلص اوراپنا بھائی قراردیا،اوروہ اپنے اوران کے درمیان جنگ کوان کی اجتہادی خطاء پر محمول کرتے تھے،اس لئے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو جنتی قراردیا۔

۱۱۵۔سئل قتال یوم الصفین فقال قتلانا وقتلاھم فی الجنۃ۔ (۳)

صفین کے قتال کے متعلق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیاتو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارے مقتول اوران کے مقتول دونوں جنتی ہیں۔

۱۱۶۔عن ابی الدرداء، قال مارایت احداما بعد رسول اللہ ﷺ اشبہ صلوۃ برسول اللہ ﷺ من امیر کم ھذا، یعنی معاویۃ ،رواہ الطبرانی ورجالہ رجالُ الصحیح غیر قیس۔ (۴)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا، جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ، رسول اللہ ﷺ کی نماز سے مشابہ نماز پڑھتا ہو۔اس حدیث کوطبرانی نے روایت کیا ہے،اس کے تمام راوی صحیح ہیں، سوائے قیس کے۔

۱۱۷۔مؤرخ ابن خلدون لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ ہیں، جنہوں نے بحری بیڑہ تیار کرایااور مسلمانوں کواس کے ذریعہ جہاد کی دعوت دی،ہمیں یہاں تاریخی حیثیت ذکر کرنے کی غرض نہیں، بلکہ اس کے متعلق جو عظیم سعادت انہیں حاصل ہوئی، اس کا ذکر مقصود ہے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں سرکار دوعالم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے۔

اول جیش من امتی یغزون البحر قد او جبوا۔(۵)

بحری لڑائی لڑنے والے میری امت کے پہلے لشکر نے اپنے اوپر جنت واجب کرلی ہے۔

۲۷ھ ہجری حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بحری بیڑہ لے کر قبرص کی جانب روانہ ہوئے ،اور ۲۸ ہجری میں وہ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوگیا، اور پھر آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں کے لوگوں پر جزیہ عائد کیا۔(۶)

۱۔ ایضاً ۲۔ مجمع الزوائد: ج ۹، ص ۳۵۷ ۳۔ کنز العمال، ج ۲، واقعہ الصفین

۴۔ مجمع الزوائد: ج ۹، ص ۳۰۷ ۵۔ بخاری، ج ۱، ص ۳۱۰ ۶۔ ابن خلدون، ج ۲، ص ۱۰۰۸

۱۱۸۔امیر المومنین مراد رسول حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا شکوہ کیا گیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

دعونا من ذم فتى قريش، من يضحك في الغضب والا ينال ما عنده، الا على الرضا ولا يوخذ مافوق راسه الام تحت قدميه۔(۱)

قریش کے اس جوان کی برائی مت کرو، جو غصہ کے وقت ہنستا ہے ،اور اس کے پاس جو کچھ ہے، اس کی رضامندی کے بغیر حاصل نہیں کیا جاسکتا، اور اس کے سر کی چیز حاصل کرنے کے لئے اس کے قدموں پر جھکنا پڑتا ہے۔

۱۱۹۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! تم میرے بعد فرقہ بندی سے بچو، اور اگر تم نے ایسا کیا، تو سمجھ رکھو، کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام میں موجود ہیں۔(۲)

۱۲۰۔اسد اللہ الغالب مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے شامی لشکر کے بارے میں وہ ارشاد، جو بطور اعلان تمام شہروں میں بھیجا:

وكان يدامرنا ان التقينا والقوم من اهل الشام، والظاهر ان ربنا واحد ،ودعوتنا في الاسلام واحدة ،ولا نستزيدهم بالله والتصديق برسوله، ولا يستزيدوننا، الامر واحد، الا ما اختلفنا فيه من دم عثمان ونحن منه براء۔(۳)

ہمارے آپس کے جھگڑے کا آغاز یہ ہے، کہ ہم اور شامی آپس میں ٹکراگئے، حالانکہ ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا خدا ایک ہے، ہماری دعوت اسلام بھی ایک ہے، ایمان باللہ اور تصدیق رسل میں، نہ ہم ان سے کسی اضافے کا مطالبہ کرتے ہیں، اور نہ وہ ہم سے کرتے تھے، ہم سب ایک تھے، اختلاف تو صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون میں تھا، حالانکہ اس خون میں ہم بری الذمہ تھے۔

۱۲۱۔**روى جعفر عن ابيه ان عليا كان يقول انا لم نقاتل هم على التكفير لهم، ولم يقاتلونا على التكفير لنا، ولكننا راينا انا على حق، وراوانا على حق۔(۴)**

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد حضرت امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں، کہ بیشک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے محاربین کے متعلق فرماتے تھے، بے شک ہم ان سے اس لئے نہیں لڑے، کہ وہ کافر تھے، اور نہ اس لئے کہ وہ ہم کو کافر کہتے تھے، بلکہ وجہ یہ ہوئی: کہ ہم نے اپنے آپ کو حق پر سمجھا، اور انہوں نے خود کو حق پر سمجھا۔یعنی اس جنگ کی بنا اجتہاد پر تھی۔

۱۲۲۔**جعفر عن ابيه ان عليا عليه السلام لم يكن ينسب احدا من اهل حربة الى الشرك ولا الى النفاق ولكن يقول هم اخواننا بغوا علينا۔(۵)**

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد حضرت امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں: کہ بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے محاربین میں سے کسی کو بھی مشرک اور منافق نہیں کہتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے، کہ وہ ہمارے بھائی ہیں، جنہوں نے ہماری اطاعت نہیں کی۔

۱۔ الاستیعاب ابن عبد البر، ج ۳، ص ۷۷ ۲۔ ابن حجر الاصابہ، ج ۳، ص ۴۱۴ ۳۔ نہج البلاغۃ، ص ۸۱۱

۴۔ قرب الاسناد، ص ۴۵ ۵۔ قرب الاسناد، ص ۴۵

۱۲۳۔حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے، امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہما کو مع ساتھیوں کے شام بلایا، جب یہ سب آ گئے تو گفتگو کے آخر میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن سے فرمایا:

قال یا حسن قم فبایع، فقام فبا یع، ثم قال للحسین علیه السلام قم فبایع، فقام فبایع ،ثم قال یاقیس قم فبا یع، فالتفت الی الحسین علیه السلام ینظر مایامره، فقال یاقیس انه اما می یعنی الحسن علیه السلام۔(۱)

اٹھئے اور میری بیعت کیجئے، آپ اٹھے اور بیعت کی، پھر امام حسین رضی اللہ عنہ کو اٹھ کر بیعت کرنے کو کہا، انہوں نے بھی اٹھ کر بیعت کی، پھر قیس کو فرمایا: اٹھ کر بیعت کرو، اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف نظر کی ،تا کہ مرضی معلوم کر سکے، آپ نے فرمایا: اے قیس! امام حسن میرے امام ہیں۔

۱۲۴۔اجتمع الناس علیه حسین بایع له الحسن ابن علی رضی اللہ عنہ وجماعة ممن معه۔(۲)

جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی ،تو سب لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متفق ہو گئے۔

۱۲۵۔ وقد صالح الحسن معاویة، علی ان جعل له ما فی بیت ماله وخراج دار ابحرد ،وعلی ان لا یشتم علی وهو یسمع، فاخذ فی بیت ماله بالکوفة وکان فیه خمسة الاف الف۔ (۳)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح اس شرط پر کی تھی، کہ کوفے کے بیت المال میں جو کچھ ہے، وہ ان کا ہوگا، نیز !ابجرد کا خراج ان کو ملا کرے گا، اور یہ کہ ان کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم نہیں ہوا کرے گا۔ پس انہوں نے وہ تمام رقم لے لی، جو کوفہ کے بیت المال میں تھی، اور وہ پانچ کروڑ تھی۔

۱۲۶۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو نذرانہ پیش کیا، جو چالیس کروڑ درہم تھا۔(۴)

۱۲۷۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو بیت المال سے بقول بعض پچاس لاکھ اور بعض ستر لاکھ روپے دیئے تھے۔(۵)

۱۲۸۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو چار لاکھ درہم دیئے۔(۶)

۱۲۹۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے لئے سالانہ دس لاکھ درہم مقرر کئے، اور اس کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ دس سال زندہ رہے۔(۷)

۱۳۰۔علامہ بدرالدین عینی محدث حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو تین لاکھ درہم، ایک ہزار کپڑے، تیس غلام اور ایک سو اونٹ پیش کئے۔(۸)

۱۔ شیعی کتب رجال کشی، ص۱۱۲، تذکرہ قیس بن سعد
۲۔ الاستیعاب تحت الاصابہ: ص۳۶۸، ج۳
۳۔ تاریخ طبری: ج۶، ص۹۲
۴۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ
۵۔ البدایہ والنہایہ: ج۸، ص۴۱
۶۔ الاصابہ تمیز الصحابہ: ج۱، ص۳۳۰
۷۔ الاصابہ تمیز الصحابہ: ج۱، ص۳۳۰
۸۔ عمدۃ القاری: ص۲۸۳

۱۳۱۔حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں دمشق میں تشریف لے جاتے، تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی ان کے ہمراہ ہوتے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کو انعامات دیتے، یہاں تک کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے جاتے رہے۔

۱۳۲۔ ولما توفی الحسن کان الحسین یغدو الی معاویة فی کل عام یعطیه ویکرمه۔(۱)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہر سال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے، وہ ان کا اعزاز بھی کرتے اور انعامات بھی پیش کرتے رہے۔

۱۳۳۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

قال رسول الله ﷺ: یدخل علیکم من هذا الباب رجل من اهل الجنة، فدخل معاویة، ثم قال من الغد، و دخل معاویة، ثم قال من الغد مثل ذلک، فدخل معاویة، فقال رجل: یارسول الله ﷺ، هذا هو؟ قال هذا هو، ثم قال رسول الله ﷺ انت منی یا معاویة وانا منک ،انت تزاحمنی علی باب الجنة کهاتین۔ السبابة والوسطیٰ۔ قال وجمعهما۔(۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس اس دروازے سے ایک جنتی شخص داخل ہوگا، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ داخل ہوئے، دوسرے دن آپ ﷺ نے پھر وہی ارشاد فرمایا: اور پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ داخل ہوئے، پھر تیسرے دن بھی ایسے ہی فرمایا، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ داخل ہوئے۔ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! یہ وہی شخص ہے؟ فرمایا: یہ وہی ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے معاویہ رضی اللہ عنہ! تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں، تو میرے ساتھ جنت کے دروازے پر یوں اکٹھا ہوگا، جس طرح یہ انگشت شہادت اور درمیان والی انگلی ایک ساتھ ہیں، اور اپنی دونوں انگلیوں کو ملایا۔

۱۳۴۔سیدنا مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے سنا: رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں:

اللهم علمه معاویة الکتاب ومکن له فی البلاد وقه العذاب۔ (۳)

اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! معاویہ کو کتاب کا علم اور شہروں کی حکومت عطا فرما، اور اسے تکلیف سے محفوظ فرما!۔

۱۳۵۔مقام تبوک پر ہرقل بادشاہ کا قاصد ایک خط لے کر حضور سرور کائنات ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا، اس کا بیان ہے:

فانطلقت بکتابه حتی جئت تبوک، فاذا هو جالس بین ظهرانی اصحابه محتبیا علی الماء فقلت: این صاحبک؟ قیل: هاهو ذا فاقبلت امشی حتی جلست بین یدیه، فناولته کتابی، فوضعه فی حجره، ثم قال ممن انت؟ فقلت: انا احد لنوخ... ثم انه ناول الصحیفة رجلا عن یساره، فسالت من صاحب کتابکم الذی یقرا لکم؟ قالوا: معاویة۔(۴)

میں ہرقل کا خط لے کر تبوک کے مقام پر بارگاہ اقدس ﷺ میں پہنچا، تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ پانی کے قریب اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان، اس طرح تشریف فرما ہیں، کہ آپ نے اپنی ٹانگوں کے گرد ہاتھوں سے حلقہ بنایا ہوا ہے، میں نے لوگوں سے پوچھا: تمہارے آقا (ﷺ) کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: وہ ہیں! میں چلتا ہوا بارگاہ ﷺ میں حاضر ہوا، اور آپ ﷺ کے حضور بیٹھ

۱۔ البدایہ والنہایہ: ج۸، ص۱۶۲

۲۔ i۔ شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ والجماعۃ للالکائی، ج۲، ص۳۵۲، برقم ۲۷۷۹ ii۔ تاریخ دمشق، ج۵۹، ص۹۹

۳۔ الشریعۃ، ج۵، ص۲۴۳۸، رقم ۱۹۱۸

۴۔ مسند احمد، ج۴، ص۴۱۸، ۴۱۷، رقم ۱۵۶۵۵

گیا، اور (ہرقل) کا خط پیش کیا۔ آپ ﷺ نے اسے اپنی گود میں رکھ لیا اور مجھ سے فرمایا: تو کون ہے؟ میں نے عرض کی: (قبیلہ) تنوخ کا ایک فرد بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے کچھ گفتگو فرمائی)، پھر آپ ﷺ نے وہ خط اپنی بائیں جانب بیٹھے ایک آدمی کو دیا، تو میں نے (وہاں موجود لوگوں) سے پوچھا: خط پڑھنے والے یہ صاحب کون ہیں؟ وہ کہنے لگے: یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

۱۳۶۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا سورہ ممتحنہ کی ساتویں آیت کی تفسیر میں بیان ہے:

جب سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں آئیں، فکانت ام حبیبة ام المومنین، ومعاویة خال المومنین۔(۱)

تو آپ ام المومنین (مومنوں کی ماں) بن گئیں، اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ (ان کے بھائی ہونے کی بنا پر) خال المومنین (ایمان والوں کے ماموں ہو گئے)۔

۱۳۷۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے مشرف با اسلام ہونے کے بعد، آپ کے والد گرامی رضی اللہ عنہ نے حضور سید عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں عرض کی:

یانبی اللہ ﷺ... ومعاویة تجعله کاتب بین یدیك۔(۲)

یا نبی اللہ ﷺ... معاویہ کو اپنا کاتب بنا لیجئے! تو آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔

۱۳۸۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

ان معاویة کان یکتب بین یدی النبی ﷺ۔(۳)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں کتابت کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔

حافظ نورالدین ہیثمی نے اس حدیث کی سند کو حسن کہا ہے

۱۳۹۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ جب میں لکھ رہا تھا، تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

یامعاویة! الق الدواة وحرف القلم، وانصب الباء وفرق السین، ولا تعور المیم، وحسن اللہ، ومد الرحمن، وجود الرحیم۔(۴)

اے معاویہ! دوات کی سیاہی درست رکھو، قلم کو ٹیڑھا کرو، (بسم اللہ الرحمن الرحیم کی) 'ب' کھڑی لکھو، 'س' کے دندانے جدا رکھو، 'م' کے دائرے کو اندھا نہ کرو (کھلا رکھو)، لفظ 'اللہ' خوب صورت لکھو، لفظ 'رحمن' کو دراز کرو اور لفظ 'رحیم' عمدگی سے لکھو!۔

۱۔ الشریعة، ج۵، ص۲۴۴۸، رقم ۱۹۳۰

۲۔ i۔ صحیح مسلم، ج۲، ص۳۰ ii۔ صحیح ابن حبان، ج۱۶، ص۱۸۹، رقم ۷۲۰۹

۳۔ i۔ المعجم الکبیر للطبرانی، مسند عبداللہ بن عمرو، ج۱۳، ص۵۵۴ ii۔ مجمع الزوائد ج۹، ص۳۵۷

۴۔ i۔ الفردوس بماثور الخطاب، ج۵، ص۳۹۴، رقم ۸۵۳ ii۔ المدخل لابن الحاج، ج۴، ص۸۴

۱۴۰۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

وکان یکتب الوحی۔(۱)

اور آپ رضی اللہ عنہ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) وحی لکھا کرتے تھے۔

۱۴۱۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

مازلت اطمع فی الخلافۃ منذ قال لی رسول اللہ ﷺ یامعاویۃ ان ملکت فاحسن۔(۲)

میں ہمیشہ خلافت کی خواہش میں رہا، جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: اے معاویہ! جب تو حاکم بنے تو اچھا برتاؤ کرنا۔

۱۴۲۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لاتقوم الساعۃ حتی تقتل فئتان عظیمتان تکون بینھما مقتلۃ عظیمۃ ودعواھما واحدۃ۔(۳)

قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک دو عظیم گروہوں کے درمیان زبردست جنگ نہ ہو، ان دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا (دونوں مسلمان ہوں گے)۔

اس حدیث کی تشریح میں امام نووی فرماتے ہیں:

اہل علم نے بیان کیا ہے ان دو عظیم جماعتوں سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعتیں ہیں۔(۴)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: ان دو گروہوں سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی ہیں۔(۵)

۱۴۳۔ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے:

ایک نیک شخص نے بیان کیا ہے، کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی، آپ ﷺ کے پاس حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم تھے، راشد الکندی نامی ایک شخص آیا، اس کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ یہ شخص ہمارے عیب بیان کرتا ہے۔ کندی نے کہا: یارسول اللہ ﷺ میں ان سب کے عیب بیان نہیں کرتا، بلکہ صرف اس ایک "معاویہ" کے عیب بیان کرتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیرا برا ہو، کیا یہ میرا صحابی نہیں ہے۔ آپ نے یہ بات تین بار ارشاد فرمائی، پھر آپ ﷺ نے ایک نیزہ پکڑا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیا، اور فرمایا: یہ اس کے سینے میں مارو، آپ رضی اللہ عنہ نے اسے نیزہ مارا۔ اس پر میری آنکھ کھل گئی، صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ راشد کندی کو رات کے وقت سچ مچ کسی نے مار دیا ہے۔(۶)

۱۴۴۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ابنی ھذا سید لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین من المسلمین۔(۷)

یہ میرا بیٹا حسن سردار ہے، اور ایک وقت آئے گا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔

۱۔ i۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ج۶، ص۲۴۳ ii۔ تاریخ اسلام، ج۴، ص۳۰۹

۲۔ i۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج۷، ص۲۸۰ ii۔ البدایہ والنہایہ، ج۱، ص۱۶۳۶ iii۔ تاریخ الخلفاء، ۱۹۵

۳۔ مسلم ج۲، ص۳۹۰، مشکوٰۃ، رقم ۵۶۴

۴۔ شرح مسلم نووی، ج۱، ص۳۹۰

۵۔ اشعۃ اللمعات، ج۴، ص۲۹۶

۶۔ البدایہ والنہایہ، ج۸، ص۱۴۷

۷۔ بخاری: ۳۷۴۶

۱۴۵۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لتفتحن القسطنطينية ولنعم الامير اميرها ولنعم الجيش ذلك الجيش۔(۱)

قسطنطنیہ ضرور بضرور فتح ہوگا، اور اس کا امیر کیا ہی اچھا امیر ہے، اور وہ لشکر کیا ہی اچھا لشکر ہے۔

امام حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، اور حافظ ذہبی نے اس کی تائید کی ہے۔ اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کیونکہ ایک لشکر کی امارت کا شرف آپ کو بھی حاصل ہے۔

۱۴۶۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

عن معاوية قال قصرت عن رسول الله بمشقص۔(۲)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں نے نبی کریم ﷺ کے قینچی سے بال مبارک کاٹنے کا شرف حاصل کیا ہے۔

۱۴۷۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

ان الله ورسوله يحبانه۔(۳)

بے شک اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کا رسول ﷺ معاویہ رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں۔

۱۴۸۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انی احب معاوية واحب من يحب معاوية، وجبريل وميكائيل يحبان معاوية والله اشد حبا لمعاوية من جبريل وميكائيل۔(۴)

میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہوں، اور جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے گا، اس سے بھی محبت کرتا ہوں، حضرت جبریل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام دونوں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ جبرائیل ومیکائیل سے زیادہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے محبت فرماتا ہے۔

۱۴۹۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

معاوية بن ابی سفيان احلم امتی واجودها۔(۵)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میری امت کا سب سے حلیم اور سخی آدمی ہے۔

۱۵۰۔ ایک مرتبہ ایک دیہاتی نے نبی کریم ﷺ سے کہا مجھ سے کشتی لڑیں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پاس موجود تھے، انہوں نے فرمایا: میں تم سے کشتی لڑتا ہوں، نبی کریم ﷺ نے دعا دی: کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کبھی مغلوب نہیں ہوگا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کشتی لڑی اور اسے پچھاڑ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے، کہ اگر مجھے یہ حدیث یاد ہوتی، تو میں کبھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ نہ لڑتا۔(۶)

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۵، ص ۳۳۸، رقم ۸۴۷۱
۲۔ بخاری: ۱۷۳۶، ۳۷۶
۳۔ تطہیر الجنان، ص ۱۴
۴۔ تاریخ دمشق، ج ۲۵، ص ۹
ii۔ تطہیر الجنان، ص ۱۴
۵۔ i۔ تاریخ الخلفاء، ص ۴۷
ii۔ ازالۃ الخفاء، ج ۲، ص ۲۷۸
۶۔ i۔ الخصائص الکبریٰ، ج ۲، ص ۱۹۹

۱۵۱۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

دعوالی اصحابی واصهاری فمن سبهم فعلیه لعنة الله والملائكة والناس اجمعین۔(۱)

میری خاطر میرے صحابہ کو اور میرے سسرال والوں کو کچھ نہ کہا کرو، جس نے ان کو گالی دی، اس پر اللہ تعالیٰ ﷻ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

۱۵۲۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک قمیض پہنائی تھی، اوران کے پاس نبی کریم ﷺ کی وہ قمیص، چادر، ناخن اور بال مبارک موجود تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وفات سے پہلے وصیت فرمائی تھی: کہ مجھے حضور ﷺ والی قمیص کا کفن پہنا کر، آپ ﷺ والی چادر میں لپیٹ کر، ناخن اور بال مبارک میری آنکھوں اور منہ پر رکھ دیئے جائیں، اور مجھے اللہ تعالیٰ ﷻ کے حوالے کر دیا جائے۔(۲)

۱۵۳۔ سیدنا عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان الله تبارك تعاولیٰ اختارلی اصحابا فجعل لی منهم وزراء وانصار واصهارا فمن سبهم فعلیه لعنة الله والملائكة والناس اجمعین لایقبل منه یوم القیامة صرف ولا عدل۔ (۳)

بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ نے (اپنی ساری مخلوق سے) مجھے برگزیدہ کیا، اور میرے لئے صحابہ منتخب کئے، انہی میں سے میرے وزیر، مددگار اور سسرال والے بنائے، پس جو ان (میں سے کسی) کی بدگوئی کرے گا، اس پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی، اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی، اور قیامت کے دن اس کا کوئی فرض ونفل قبول نہیں کیا جائے گا۔

امام حاکم نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے اور حافظ ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے۔

۱۵۴۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان الله اختارنی، واختار اصحابی، فجعلهم اصهاری وجعلهم انصاری، وانه سیجیء فی آخر الزمان قوم ینتقصونهم، الافلا تنا كحوهم، الافلا تنكحوا الیهم، الا فلا تصلوا معهم، الا فلا تصلوا علیهم، علیهم حلت اللعنة۔(۴)

اللہ تعالیٰ ﷻ نے مجھے پسند فرمایا، اور میرے لئے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کا انتخاب کیا، انہی میں سے میرے سسرال والے اور مددگار ہیں، آخری زمانہ میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے، جو ان کی تنقیص کریں گے (اے میرا امتیو!) خبردار! اُن سے رشتہ لینا، نہ انہیں رشتہ دینا، اُن کے ساتھ نماز پڑھنا، نہ ان کی نماز (جنازہ) پڑھنا، کیوں کہ وہ لعنتی ہیں۔

۱۔ i۔ البدایہ والنہایہ، ج۸، ص ۱۴۷　ii۔ شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ، ج۲، ص ۳۵۳، رقم ۲۷۸۵

۲۔ i۔ الاستیعاب ص ۶۷۸　ii۔ الاکمال علی ہامش المشکوۃ ص ۶۱۷　iii۔ اسد الغابہ، ج۴، ص ۳۸۷
iv۔ نبراس ص ۳۰۷　v۔ البدایہ والنہایہ، ج۷، ص ۱۴۸　vi۔ تاریخ الخلفاء، ص ۱۹۸، ۱۹۹

۳۔ i۔ المستدرک علی الصحیحین ج۳، ص ۷۳۲، رقم ۶۶۵۶　ii۔ الاحاد والمثانی، ج۴، رقم ۱۹۴۶

۴۔ الکفایہ فی علم الراویہ، ص ۴۸

۱۵۵۔حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نجدہ مکتوبا محمد رسول اللہ ﷺ ... مولا بمکۃ، ومهاجره بطيبة وملكه بالشام۔(۱)

ہم نے آپ ﷺ (کی تعریف تورات شریف میں یوں) لکھی ہوئی پائی: محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں . . . وہ مکہ میں پیدا ہوں گے، (مدینہ) طیبہ کی طرف ہجرت کریں گے، اور ملک شام میں ان کی بادشاہت ہوگی۔

ملک شام میں حضور اکرم ﷺ کی بادشاہت کس طرح ہوگی، اس کی وضاحت کرتے ہوئے، حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کے بعد ان کی خلافت مدینہ یا عراق میں رہے گی۔ مگر ان کی سلطنت شام میں ہوگی۔ چنانچہ اسلام کے پہلے سلطان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دارالخلافہ دمشق بنا، یعنی ملک شام کا ایک شہر۔(۲)

۲۔صدر الشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اول ملوک اسلام اور سلطنت محمدیہ کے پہلے بادشاہ ہیں، اسی کی طرف تورات مقدس میں اشارہ ہے کہ مولده بمكة ومهاجره بطيبة وملكه بالشام۔ وہ نبی آخر الزمان (ﷺ) مکہ میں پیدا ہوں گے، اور مدینہ کو ہجرت فرمائیں گے، اور اس کی سلطنت شام میں ہوگی۔ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہی اگرچہ سلطنت ہے، مگر کس کی! محمد رسول اللہ ﷺ کی سلطنت ہے۔(۳)

۳۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ بات لکھی ہے۔(۴)

۱۵۶۔حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

ان الله ائتمن على وحيه جبريل وانا معاوية۔(۵)

بے شک اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنی وحی پر حضرت جبریل علیہ السلام کو امین بنایا، اور میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو امین بنایا ہے۔

۱۵۷۔حضور نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی:

اللهم حرم بدن معاوية على النار۔(۶)

اے اللہ تعالیٰ عزوجل! معاویہ کے جسم کو آگ پر حرام فرمادے۔

۱۵۸۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عزيمة من ربي وعهده عهده الى ان لاتزوج الىٰ اهل بيت ولا ازوج بنتا من بناتي لاحد الا كونو ارفقائي في الجنة۔(۷)

اللہ تعالیٰ عزوجل نے مجھ سے پختہ وعدہ فرما رکھا ہے، کہ جس مسلمان گھرانے میں مَیں اپنا نکاح کروں، یا جس مسلمان گھرانے میں مَیں اپنی کسی بیٹی کا نکاح کروں، تو ان دونوں گھرانوں کے تمام مسلمان افراد جنت میں میرے ساتھ ہوں گے۔

۱۔ سنن الدارمی، ج ۱، ص ۱۶
۲۔ مرآۃ المناجیح، ج ۸، ص ۴۲
۳۔ بہار شریعت، ج ۱، ص ۲۵۸
۴۔ الفتاویٰ الرضویہ، ج ۲۹، ص ۳۵۷
۵۔ تاریخ دمشق، ج ۲۵، ص ۶
۶۔ ابن عساکر، ج ۲۵، ص ۱۱
۷۔ تطہیر الجنان، ص ۱۴

۱۵۹۔حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ قیامت کو اس حال میں آئیں گے، کہ ان پر نور ایمان کی چادر ہوگی، اور نور کا لباس پہنے ہوں گے، ان کا ظاہر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی رحمت اور باطن اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی رضا ہوگی، اور وہ اس کی وجہ سے فخر کریں گے، اور یہ مرتبہ آپ کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں وحی کی کتابت کی برکت سے عطا ہوگا۔(۱)

۱۶۰۔حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اے معاویہ رضی اللہ عنہ! جو تیری عظمت کا منکر ہوگا، وہ قیامت کو اس حال میں اٹھے گا، کہ اس کے گلے میں آگ کا طوق ہوگا۔(۲)

۱۶۱۔نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

میرا راز دار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہے، جس نے ان سے محبت رکھی، وہ نجات پا گیا، اور جس نے ان سے بغض رکھا، وہ ہلاک ہوگا۔(۳)

۱۶۲۔رسول اللہ ﷺ نے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے ایک معاملہ میں مشورہ طلب کیا، لیکن انہوں نے خاطر خواہ جواب نہ دیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلاؤ، اور یہ مسئلہ اس کے سامنے رکھو، وہ قوی ہیں، اور امین ہیں، انشاء اللہ صحیح مشورہ دیں گے۔(۴)

۱۶۳۔حضرت نعیم بن ابی ہند اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں:

میں جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھی تھا، جب نماز کا وقت آیا، تو ہم نے بھی اذان دی، اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے بھی اذان دی، ہم نے اقامت پڑھی، انہوں نے بھی اقامت پڑھی، ہم نے بھی نماز پڑھی، انہوں نے بھی نماز پڑھی، میں نے دونوں طرف سے قتل ہونے والوں کے بارے میں سوچا، جب مولا علی رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا، تو میں نے عرض کیا: کہ ہماری طرف سے قتل ہونے والوں اور ان کے طرف سے قتل ہونے والوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا:

من قتل منا ومنهم يريد وجه الله والدار الاخرة، دخل الجنة۔(۵)

خواہ کوئی ہماری طرف سے مارا گیا، یا ان کی طرف سے مارا گیا ہو، اگر اس کی نیت اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی رضا اور جنت کی طلب تھی، تو وہ جنت میں گیا۔

۱۶۴۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مارايت احد بعد رسول الله ﷺ اسود من معاوية۔(۶)

میں نے رسول کریم ﷺ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسا سردار کوئی نہیں دیکھا۔

۱۔ ابن عساکر، ج۲۵، ص۱۱
۲۔ تاریخ دمشق، ج۲۵، ج۱۰
۳۔ تطہیر الجنان، ص۱۳
۴۔ مجمع الزوائد، ج۹، ص۳۵۶
۵۔ سنن سعید بن منصور، ج۲، ص۳۴۴
۶۔ i۔الاحاد والمثانی، ج۱، ص۳۷۹، رقم ۵۱۶ ii۔المعجم الکبیر، ج۱۲، ص۳۸۷، رقم ۱۳۴۳۲ iii۔شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ والجماعۃ، ج۸، ص۱۵۳۰، ۱۵۲۹، رقم ۲۷۸۱

۱۶۵۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت:

عن المطلب بن عبدالله بن حنطب عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: مارأیت احدا من الناس بعد رسول الله ﷺ اسود من معاویة رضی اللہ عنہ (۱)

حضرت مطلب بن عبداللہ بن حنطب عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سے حضرت معاویہ سے زیادہ سردار نہیں دیکھا۔

۱۶۶۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے، کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بال مبارک کاٹے۔

۱۶۷۔جب آپ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان فرمائی، تو لوگوں نے پوچھا: کہ یہ حدیث حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہم تک پہنچی ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ پر بہتان باندھنے والے نہیں ہیں۔(۳)

۱۶۸۔حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سونپی، آپ کی بیعت کی، اور تاحیات اس بیعت پر قائم رہے، اور دوسروں کو بھی آپ کی بیعت کا حکم دیا۔(۴)

۱۶۹۔حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور تاحیات اس پر قائم رہے۔(۵)

جس سے واضح ہے کہ ان دونوں شہزادوں کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، امیر المومنین اور ان کی خلافت برحق ہے۔

۱۷۰۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک نمائندہ تحائف لے کر آیا، اس نے کہا: یہ امیر المومنین نے بھیجے ہیں، تو آپ رضی اللہ عنہا نے اسے قبول فرمایا، جب وہ چلا گیا تو (راوی کا بیان ہے کہ) ہم نے کہا: اے ام المومنین! کیا ہم مومن نہیں، اور وہ ہمارے امیر نہیں، فرمایا: ان شاء اللہ تم مومن ہو، اور وہ تمہارے امیر ہیں۔(۶)

۱۷۱۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

مارایت احدا بعد عثمان اقضی بحق من صاحب هذا الباب۔ یعنی معاویة۔(۷)

میں نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد کوئی شخص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہتر، حق کے ساتھ فیصلہ کرنے والا نہیں دیکھا۔

۱۷۲۔حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مارأیت احداشبه بصلوٰة رسول الله من امامکم هذا یعنی معاویة۔(۸)

میں نے تمہارے اس امام یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر، کسی کو رسول اللہ ﷺ کی، نماز کے مشابہ، نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

۱۔ المعجم الاوسط (طبرانی)، ج۷، ص۳۸۹، روایت ۶۷۵۵

۲۔ بخاری، ج۱، ص۴۳۳

۳۔ i۔مسند احمد ج۴، ص۱۲۶،۱۲۱،۱۱۸ ii۔طبرانی کبیر ج۸، ص۲۷۷

۴۔ i۔المستدرک، ج۳، ص۱۷۳ ii۔الاستیعاب، ج۳، ص۳۶۸

۵۔ i۔المستدرک، ج۳، ص۱۷۳ ii۔الاستیعاب، ج۳، ص۳۶۸

۶۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج۷، ص۲۵۵

۷۔ i۔تاریخ دمشق لابن عساکر، ج۵۹، ص۱۶۱ ii۔تاریخ اسلام للذھبی، ج۴، ص۳۱۳ iii۔البدایہ والنہایہ، ج۸، ص۱۴۲

۸۔ مجمع الزوائد، ج۹، ص۳۵۷

۱۷۳۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بے شک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کتابت فرمایا کرتے تھے۔(۱)

۱۷۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بیٹا! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو کیا، درست کیا، ان سے زیادہ علم والا ہم میں کوئی نہیں۔(۲)

۱۷۵۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جب سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آئیں، تو وہ ام المومنین (مومنوں کی ماں) بن گئی اور حضرت معاویہ خال المومنین (مومنوں کے ماموں) بن گئے۔(۳)

۱۷۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھیوں کے متعلق فرمایا: اخوانا بغو علینا۔(۴)
یہ ہمارے بھائی ہیں، جنہوں نے ہمارے ساتھ اختلاف کیا ہے۔

۱۷۷۔ محدث اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سنا کہ ایک آدمی جنگ جمل اور جنگ صفین میں شامل لوگوں کے خلاف سخت الفاظ بول رہا تھا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لاتقولوا الا خیر انما هم قوم زعموا ان بغینا علیهم وزعمنا انهم بغوا علینا فقاتلنا هم۔(۵)

ان کے متعلق بھلائی کے کلمات کے علاوہ کچھ نہ کہو، وہ ایسے لوگ ہیں کہ انہوں نے سمجھا، کہ ہم ان سے بغاوت کر رہے ہیں، اور ہم سمجھتے تھے کہ وہ ہم سے بغاوت کر رہے ہیں، پس ہماری آپس میں لڑائی ہوگئی۔

۱۷۸۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حسن بصری رضی اللہ عنہ تابعی سے کہا:

یا ابا سعید ان ههنا ناسا یشهدون علی معاویة انه من اهل النار، لعنهم الله وما یدریهم من فی النار۔(۶)

اے ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ! یہاں کچھ لوگ ہیں جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو جہنمی کہتے ہیں۔ تو حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ان پر اللہ تعالیٰ عزوجل کی لعنت ہو، انہیں کیا خبر کہ جہنم میں کون ہے؟

۱۷۹۔ حضرت سعید بن مسیب قرشی مخزومی رضی اللہ عنہ سے، جب امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں سوال کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اسمع یازهری من مات محبا لابی بکرو عمر وعثمان وعلی وشهد للعشرة بالجنة، وترحم علی معاویة، کان حقیقا علی الله ان لاینافشه الحساب۔(۷)

اے زہری! سنو! جو شخص سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم کی محبت میں مرے، عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کی گواہی دے، اور حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے رحمت کی دعا کرے، تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ پر حق ہے کہ اس کے حساب میں سختی نہ فرمائے۔

۱۔ i۔ سنن الکبیر طبرانی، ج ۱۳، ص ۵۵۴ — ii۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۳۵۷
۲۔ i۔ مسند الشافعی، ص ۸۶ — ii۔ مصنف عبدالرزاق، ج ۳، ص ۲۰ — iii۔ کتاب الام، ج ۱، ص ۳۳۰
۳۔ الشریعہ، ج ۴، ص ۲۴۴۸
۴۔ i۔ سنن کبریٰ بیہقی، ج ۸، ص ۱۷۲ — ii۔ اشعۃ اللمعات ج ۴، ص ۲۹۶ — iii۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۸، ص ۷۰۷
iv۔ تفسیر قرطبی، ج ۱۶، ص ۳۲۴ — v۔ تفسیر درمنثور، ج ۱، ص ۳۲۲
۵۔ منہاج السنہ، ج ۳، ص ۶۱ — ۶۔ الاستیعاب، ص ۶۷۹، رقم ۱۴۴۸
۷۔ i۔ تاریخ دمشق، ج ۵۹، ص ۲۰۷ — ii۔ البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۴۸

۱۸۰۔حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر آپ ﷺ کے اردگرد بیٹھے ہوئے، میں نے سلام عرض کیا اور بیٹھ گیا، اسی دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا، دونوں کو ایک کمرے میں داخل کر دیا گیا، اور دروازہ بند کر دیا گیا، میں غور سے دیکھتا رہا، تھوڑی دیر کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور آپ رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے: رب کعبہ کی قسم! میرے حق میں فیصلہ ہو گیا، پھر تھوڑی دیر کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی باہر تشریف لے آئے اور فرمایا: رب کعبہ کی قسم! میری بخشش ہو گئی۔(۱)

۱۸۱۔حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے:

لن یملك احدمن هذه الامة ماملك معاوية۔(۲) جس طرح سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکمرانی کی ہے، اس امت میں کسی نے نہیں کی۔

۱۸۲۔حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ نے ہی تورات کے حوالہ سے یہ جملہ بیان کیا ہے:

آپ ﷺ مکہ میں پیدا ہوں گے، (مدینہ) طیبہ کی طرف ہجرت کریں گے، اور شام میں ان کی بادشاہت ہو گی۔(۳)

یہاں شام کی بادشاہت سے مراد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سلطنت ہے۔

۱۸۳۔امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا، تو آپ سجدہ میں پڑ گئے، اور بار بار اپنے رخسار زمین پر رکھ کر رونے لگے اور دعا کرتے: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! میری مغفرت فرما، میری خطاؤں سے درگزر فرما، بے شک تو بہت زیادہ مغفرت والا ہے، خطا کاروں کے لئے تیرے سوا کہیں پناہ نہیں، آپ اپنے گھر والوں کو تقویٰ کی وصیت کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔(۴)

۱۸۴۔حضرت ابوالعلا قبیصہ بن جابر تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فما رايت رجلا اثقل حلما و لا ابطا جهلا و لا ابعده اناة منه۔ (۵) میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر بردبار، جہالت سے بہت زیادہ دور، اور باوقار شخص کوئی نہیں دیکھا۔

۱۸۵۔حضرت امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

لورايتم معاوية لقلتم هذ المهدی۔(۶)

اگر تم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیتے، تو کہتے یہ واقعی مہدی (ہدایت یافتہ) ہے۔

۱۸۶۔حضرت قتادہ بن دعامہ بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

لو اصبحتم فی مثل عمل معاوية لقال اکثر کم: هذا المهدی۔(۷)

اگر تم سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے کام کرنے لگو، تو اکثر لوگ پکار اٹھیں: یہ مہدی (ہدایت یافتہ) ہے۔

۱۔ البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۳۷

۲۔ i۔الطبقات الکبریٰ، ص ۱۱۹، رقم ۴۳ ii۔تاریخ دمشق، ج ۵۹، ص ۱۷۶ iii۔سیر اعلام النبلاء، ج ۳، ص ۱۵۳

۳۔ سنن داری ج ۱، ص ۱۶، مشکوٰۃ ص ۵۱۴ ۴۔ البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۴۹۔۱۵۰

۵۔ i۔تاریخ دمشق، ج ۵۹ ii۔سیر اعلام النبلاء، ج ۳، ص ۱۵۳

۶۔ المعجم الکبیر (طبرانی)، ج ۸، ص ۲۷۶ ۷۔ السنۃ، ج ۲، ص ۴۳۷، رقم ۶۶۸

۱۸۷۔حضرت امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے لوگوں نے ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے عدل وانصاف کا اظہار کیا، تو آپ نے فرمایا: اگر تم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیتے، تو تمہارا یہ حال ہوتا، انہوں نے پوچھا: اے ابو محمد رحمۃ اللہ علیہ! کیا آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حلم (بردباری) کی بات کر رہے ہیں، انہوں نے فرمایا: نہیں، اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی قسم! بلکہ میں آپ کے عدل وانصاف کی بات کر رہا ہوں۔(۱)

۱۸۸۔مجاہد بن زبیر مکی تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لو رایتم معاویۃ لقلتم: ھذا المھدی (۲) اگر تم سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو کہتے: یہ مہدی ہیں۔

۱۸۹۔امیر معاویہ کی والدہ کا عجیب وغریب واقعہ:

خرائطی نے ہواتف میں حمید بن وہب کے حوالہ سے بیان کیا ہے، کہ فاکہ ابن مغیرہ قریشی کے حبالہ نکاح میں ایک عورت ہند بنت عتبہ بن ربیعہ تھی، فاکہ نے اٹھنے بیٹھنے کے لئے ایک نشست بنوا رکھی تھی، اس نشست گاہ میں آنے جانے کی کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔ اتفاقاً ایک روز فاکہ اور اس کی بیوی ہند اس نشست گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے، کسی ضرورت سے کچھ دیر کے بعد فاکہ اٹھ کر باہر چلا گیا، اور ہند اکیلی رہ گئی، اچانک اس وقت ایک شخص آیا اور بیٹھک میں داخل ہوا، لیکن جب اس نے دیکھا کہ وہاں تنہا ایک عورت بیٹھی ہے، تو وہ فوراً پلٹ پڑا، اس کے پلٹتے وقت فاکہ باہر سے واپس آ گیا اور اس نے مرد کو باہر نکلتے دیکھ لیا چنانچہ، فاکہ ہند کے پاس آیا اور غصے سے اس کو ٹھوکریں مار کر پوچھا: کہ تیرے پاس یہ کون مرد آیا تھا۔ ہند نے کہا: کہ میں نے کسی کو بھی نہیں دیکھا، ہاں تمہارے کہنے سے مجھے یہ خیال ہوتا ہے، کہ کوئی آیا تھا لیکن فوراً واپس ہو گیا۔ فاکہ نے کہا: کہ تو میرے گھر سے نکل جا اور اپنی ماں باپ کے پاس چلی جا (تو میرے لائق نہیں ہے)۔ ہند اپنے ماں باپ کے پاس چلی گئی، لیکن لوگوں میں اس بات کا خوب چرچا ہوا، ہند کے باپ نے ایک روز اس سے کہا: کہ لوگ تجھے ہر طرف مطعون کرتے ہیں: تو مجھے سچ بات بتا دے، اگر تیرا خاوند سچا ہے تو میں اس کو کسی شخص کے ذریعہ قتل کرا دوں گا، تا کہ لوگ اس طعنہ زنی سے باز آ جائیں، اور اگر وہ جھوٹا ہے تو چلو یہ معاملہ یمن کے کسی کاہن کے پاس پیش کریں، یہ سن کر ہند نے اپنی پاک دامنی پر اس طرح قسمیں کھانا شروع کر دیں، جیسا کہ عہد جاہلیت میں دستور تھا جب عتبہ (والد ہند) کو یقین ہو گیا: کہ ہند سچ کہہ رہی ہے، تو اس نے فاکہ کو مجبور کیا: کہ چونکہ تم نے میری بیٹی پر زنا کی تہمت لگائی ہے، اس لئے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو ساتھ لے کر یمن کے کسی کاہن کے پاس چلو، چنانچہ فاکہ بنو مخزوم کو اور عتبہ عبد مناف کو لے کر یمن کی جانب روانہ ہوئے، ہند کے ساتھ اس کی کئی سہیلیاں بھی موجود تھیں۔ جب قافلہ یمن کے قریب پہنچا، تو ہند کے چہرے کا رنگ بدل گیا، یہ حال دیکھ کر اس کے باپ نے کہا: کہ تیرے اس تغیر رنگ سے صاف ظاہر ہے، کہ تو گنہگار ہے۔ ہند نے کہا یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ آپ مجھے ایک ایسے شخص کے پاس لے جا رہے ہیں، جس کی بات کبھی صحیح ہوتی ہی اور کبھی غلط، اگر اس نے بلا وجہ مجھ پر تہمت لگا دی، تو پھر میں تمام عرب میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گی۔ عتبہ نے کہا: کہ میں تیرا معاملہ کاہن کے سامنے پیش کرنے سے پہلے اس کا امتحان لوں گا، چنانچہ کاہن کی صداقت کا امتحان لینے کے لئے، اس نے اپنے گھوڑے کے کان میں جانوروں کی وہ بولی بولی جس سے گھوڑا گرما گیا، اس وقت عتبہ نے اس کے ذکر کے سوراخ میں گیہوں کا ایک دانہ رکھ کر، اوپر چمڑے کی پٹی باندھ دی، پھر یہ قافلہ کاہن کے پاس پہنچا، اس نے ان کو خوش آمدید کہا، اور ان کی تواضع کے لئے اونٹ ذبح کیا۔ دستر خوان پر عتبہ نے اپنے

۱۔ السنۃ لابن ابی عاصم ج ۲، ص ۴۳۷، رقم ۷۶۷

۲۔ i۔ السنۃ ذکر ابی عبدالرحمان معاویہ، ج ۲، ص ۴۳۸، رقم ۷۶۹ ii۔ الفوائد المنتقاۃ عن الشیوخ العوالی، ص ۹۲، رقم ۹۲

میزبان کاہن سے کہا: کہ ہم آپ کے پاس ایک کام سے آئے ہیں، لیکن اس سے پہلے بغرض امتحان ہم نے ایک کام کیا ہے، وہ بتا دیجئے، پھر اپنا کام آپ کو بتائیں گے، نجومی نے کہا: ''نر کل میں گیہوں کا دانہ'' عتبہ نے کہا: کہ اس کی وضاحت کیجئے، تب کاہن نے کہا: کہ تم نے گھوڑے کے ذکر کے سوراخ میں گیہوں کا دانہ رکھا ہے، عتبہ نے کہا: کہ آپ نے بالکل درست کہا۔ اب اصل معاملہ ان عورتوں کا ہے، کہ آپ اس معاملے میں غور کیجئے۔ وہ ایک عورت کے پاس آیا اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا: کھڑی ہو جا، پھر اسی طرح دوسری، اور تیسری عورت کے پاس آیا، یہاں تک کہ ہند کی باری آئی۔ کاہن نے اس کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا: تو پاک صاف ہے، تو نے زنا کا ارتکاب نہیں کیا ہے، اور تو ایک بادشاہ کو جنے گی، جس کا نام معاویہ ہوگا، یہ سن کر ہند کے خاوند فاکہ نے ہند کا ہاتھ پکڑ لیا، مگر ہند نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا اور کہا: کہ مجھ سے دور ہو، میں قسم کھا کر کہتی ہوں، کہ کاہن کی یہ بات اگر سچ ہے: کہ میری قسمت میں بادشاہ کی ماں بننا ہے، تو وہ تیرے صلب سے نہیں ہوگا۔ الحاصل (فاکہ کو چھوڑ کر) ہند نے ابوسفیان سے شادی کر لی، اور ان سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔(۱)

۱۹۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الله ورسوله يحبان معاوية. (۲)	بے شک اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں۔

۱۹۱۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

بے شک انہوں نے خواب میں دیکھا: کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اہل جنت میں سے ہیں۔(۳)

۱۹۲۔ ان ابنی هذا سيد ولعل الله ان يصلح به بين فئتين من المسلمين. (۴)	بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے، اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے امید ہے، کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کروائے گا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کی جماعت اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور آپ کی جماعت کے درمیان صلح واقع ہوئی ہے۔ پس یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرف سے بچی گواہی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اس کی جماعت اسلام پہ تھی۔

۱۹۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمرق مارقة عند فرقة من المسلمين يقتلها اولى الطائفتين بالحق. (۵)	مسلمانوں کے تفریق کے وقت دو جماعتوں میں سے جو حق کے زیادہ قریب ہوگی، وہ اس فرقہ کو قتل کرے گی۔

۱۹۴۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

اقرب الطائفتين من الحق. (۶)	دو جماعتوں میں سے جو اس کو قتل کرے گی، وہ حق کے زیادہ قریب ہوگی۔

۱۔ تاریخ الخلفاء، ص ۴۱۰
۲۔ مجمع الزوائد: ۱۵۹۲۳
۳۔ المعجم الکبیر: ۶۸۶
۴۔ بخاری: ۳۷۴۶
۵۔ مسلم: ۳۴۲۳
۶۔ مسلم: ۳۴۲۶

قتل کرنے والا گروہ جو تھا، وہ جماعت تھی، جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر خروج کیا تھا، اور دوسرا گروہ تو وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت تھی۔ پس یہ ثابت ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت بھی حق پر تھی، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اُن کی جماعت حق سے زیادہ قریب تھی۔

۱۹۵۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، آپ نے فرمایا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک، کا وہ غبار جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کے موقع پر واقع ہوا، وہ بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے ہزار گنا افضل ہے۔ (۱)

۱۹۶۔ حضرت عمرو بن شرجیل ہمدانی تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ مَیں جنگِ صفین میں حصہ لینے والوں کے بارے میں متذبذب تھا، کہ فریقین میں سے افضل کون ہے؟ مَیں نے اللہ کریم جل جلالہ سے عرض کیا: کہ میری راہ نمائی فرمائے، جس سے میری تسلی ہو جائے۔ مجھے خواب میں دکھایا گیا: کہ مجھے اہل صفین کے پاس جنت میں لے جایا گیا۔ مَیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا، جو سبز باغ میں اور چلتی نہروں کے پاس موجود تھے۔ مَیں نے کہا: سبحان اللہ! مَیں کیا دیکھ رہا ہوں۔ آپ لوگ تو وہی ہیں، جنہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا تھا؟ وہ کہنے لگے: ہم نے اپنے رب کو رؤف اور رحیم پایا۔ مَیں نے کہا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں پر کیا گزری؟ انہوں نے کہا: وہ تیرے سامنے موجود ہیں۔ مَیں ادھر کو بڑھا، تو سامنے ایک قوم تھی، جو سبز باغ میں اور چلتی نہروں کے پاس موجود تھی۔ مَیں نے کہا: سبحان اللہ! مَیں کیا دیکھ رہا ہوں۔ آپ لوگ تو وہی ہیں، جنہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا تھا۔ انہوں نے کہا: ہم نے اپنے رب کو رؤف اور رحیم پایا۔ (۲)

۱۹۷۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسی سرداری کسی کی نہیں دیکھی۔ کسی نے کہا: ابوبکر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی قسم! یہ سب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل تھے، لیکن سرداری میں وہ ان سب سے آگے تھے۔ (۳)

۱۹۸۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک قمیص پہنائی تھی، اور ان کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ قمیص، چادر، ناخن اور بال مبارک بھی موجود تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وفات سے پہلے وصیت فرمائی تھی: کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم والی قمیص کا کفن پہنا کر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم والی چادر میں لپیٹ کر، ناخن اور بال مبارک میری آنکھوں اور منہ پر رکھ دیئے جائیں اور مجھے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے حوالے کر دیا جائے۔ (۴)

۱۔ وفیات الاعیان، ج ۳، ص ۳۳

۲۔ i۔ سنن سعید بن منصور، ج ۲، ص ۳۴۰ ii۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۸، ص ۲۲۷

۳۔ الاستیعاب، ص ۶۷۷

۴۔ i۔ الاستیعاب، ص ۶۸۷ ii۔ الاکمال مع المشکاۃ، ص ۶۱۷ iii۔ اسد الغابہ، ج ۴، ص ۳۸۷ iv۔ نبراس، ص ۷ v۔ البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۴۸

۱۹۹۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان الله ائتمن على وحيه جبريل وانا معاوية... فغفر لمعاوية ذنوبه، ووفاه حسابه، وعلمه كتابه، وجعله هاديا مهديا، اهديه به(۱)

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنی وحی مجھ تک پہنچانے کے لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو امین بنایا، اور میں نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے کلام پر (اس کو لکھوا کر قیامت تک کے مسلمانوں تک پہنچانے کے لئے) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو امین بنایا۔ پس اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے وحی الٰہی کی امانت کا حق ادا کرنے پر معاویہ رضی اللہ عنہ کے تمام گناہ بھی معاف فرمادیئے، اور اس کی نیکیوں کا اسے پورا پورا ثواب دیا، اور اس کو اپنی کتاب کا علم بھی عطا فرمادیا، اور اس کو ہدایت پر بھی قائم رکھا (رکھے گا)، اور یہ لوگوں کو بھی ہدایت کا درس دیں گے، اور لوگ ان سے ہدایت حاصل بھی کریں گے۔

۲۰۰۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

الست شاهد يوم قال النبى صلى الله عليه وسلم لمعاوية يحشر يوم القيامة معاوية بن ابى سفيان وعليه حلة من نور، ظاهرها من الرحمة وباطنها من الرضا، يفتخر بها فى الجمع بكتابة الوحى بين يدى رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال حذيفة: نعم۔(۲)

کیا آپ اُس دن وہاں موجود نہیں تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کہا تھا: کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئیں گے، کہ وہ ایک نور کا لباس پہنے ہوں گے۔ اس کا ظاہر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی رحمت ہوگی، اس کا باطن اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی رضا ہوگی، اس کی وجہ سے وہ تمام میدان محشر میں فخر کریں گے، یہ نور کا لباس آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں وحی الٰہی کی کتابت کرنے کی وجہ سے عطا ہوگا۔

۲۰۱۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑے ہو کر یہ دعا فرمارہے تھے:

اللهم حرم بدن معاويه على النار (۳)

اے میرے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! معاویہ کے جسم کو آگ پر حرام فرمادے۔

۲۰۲۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الشاك فى فضلك يامعاوية تنشق الرض عنه يوم القيامة وجى عنقه طوق نار۔(۴)

اے معاویہ رضی اللہ عنہ! جو تیری فضیلت میں شک کرے گا، وہ جب قیامت کو اٹھے گا، تو اس کے گلے میں آگ کا طوق ہوگا۔

۱۔ ابن عساکر، ج ۲۵، ص ۶
۲۔ ایضاً، ص ۱۱
۳۔ ایضاً، ص ۱۱
۴۔ ایضاً، ص ۱۰

۲۰۳۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يطلع عليكم رجل من اهل الجنة فطلع معاوية... فقلت يارسول الله هو هذا قال نعم(۱)

ابھی تمہارے پاس ایک جنتی آدمی آ رہا ہے، چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آ گئے۔ میں نے عرض کی: آقا صلی اللہ علیہ وسلم یہی وہ جنتی آدمی ہیں، جن کے متعلق ابھی ابھی آپ فرما رہے تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! یہی ہیں۔

۲۰۴۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں، کہ اس کے بعد آپ نے فرمایا:

يا ابا هريرة ان في جهنم كلابا ... يسلط يوم القيامة على من لعن معاوية بن ابي سفيان۔(۲)

اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دوزخ میں کچھ (خونخوار) کتے ہوں گے، وہ اس بدبخت پر چھوڑے جائیں گے، جو دنیا میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت کرتا رہا ہوگا۔

۲۰۵۔سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

فقالت ام حبيبة يارسول الله تفاضل اصحابك من قريش ويفتخرون على اخي، بما بايعوك تحت الشجرة ،فقال عليه السلام لا يفتخرون احد على احد، فلقد بايع كما بايعوا، وخرج رسول الله صلى الله عليهو سلم، وخرجت معه فقعد على باب المسجد، فطلع ابوبكر وعمروعثمان وعلى وسائر الناس ...... فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذى بعثنى بالحق نبيا، لقد بايع معاوية بن ابى سفيان كما بايعتم، قال ابوبكر ماعلمنا يارسول الله صلى الله عليه وسلم، قال انه في وقت ماقبض الله تعالىٰ قبضة من الزر،قال في الجنة والا ابالي كنت انت يا ابا بكر وعمروعثمان وعلى وطلحة والزبير وسعد وسعيد وعبدالرحمن بن عوف وابو عبيدة بن الجراح ومعاوية بن ابى سفيان في تلك القبضة ،ولقد بايع كما بايعتم وتصح كما نصحتم ، وغفرالله له كما غفرلكم، واباح الجنة كما ابا حكم۔(۳)

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: آقا صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے جن قریشی صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیبیہ کے مقام پر بیعت رضوان کی تھی، وہ میرے بھائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اپنی بڑائی جتاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بھی ایک دوسرے پر بڑائی نہ جتائے، اور اپنے آپ پر فخر نہ کرے، کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح بیعت کی ہے، جس طرح انہوں نے بیعت کی تھی۔ پھر آپ خانہ اقدس سے باہر تشریف لائے، اور میں بھی آپ کے ساتھ باہر آ گیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے دروازے پر بیٹھ گئے۔ سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان ذوالنورین، سیدنا علی المرتضیٰ اور دیگر بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم حاضر خدمت ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُس رب ذوالجلال کی قسم! جس نے مجھے سچا نبی بنا کر بھیجا ہے۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح مجھ سے بیعت رضوان کی ہے، جس طرح تم نے کی تھی، تو سیدنا ابوبکر صدیق نے عرض کی: آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تو معلوم نہیں ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس وقت ہوا جب

۱۔ ابن عساکر، ج ۲۵، ص ۱۲ ۲۔ ایضاً، ص ۱۳ ۳۔ ایضاً، ص ۱۵

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ارواح میں سے ایک مٹھی بھری، اور فرمایا: یہ جنت میں ہوں گے، اور مجھے اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا، اور اس مٹھی بھری میں: اے ابوبکر! تیری عمر کی، عثمان کی، علی کی، طلحہ کی، زبیر کی، سعد کی، سعید کی، عبدالرحمٰن بن عوف کی، ابوعبیدہ بن جراح اور معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہم کی روحیں تھیں۔ لہٰذا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی مجھ سے ویسے ہی بیعت کی تھی، جس طرح تم نے بیعت کی تھی، اس کو بھی ویسی ہی فضیلت ملی، جیسے تم کو ملی، اس کو بھی اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ایسے ہی بخش دیا، جیسے تم کو بخشا تھا، اور اس کو بھی ویسے ہی جنتی فرما دیا، جیسے کہ تم کو جنتی بنا دیا۔

۲۰۶۔ وعن عبدالله بن عمرو ان معاوية كان يكتب بين يدى رسول الله ﷺ (رواه الطبرانی واسناده حسن)(۱)

حضرت عبداللہ عمرو سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھ کر لکھا کرتے تھے۔

۲۰۷۔ فقال اذهب فادع لی معاوية قال وكان كاتبه فسعيت فاتيت معاوية فقلت اجب نبی الله ﷺ فانه علی حاجة(۲)

نبی کریم ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: جاؤ اور معاویہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ، آپ فرماتے ہیں کہ وہ آپ ﷺ کے کاتب تھے، تو میں دوڑا اور حضرت معاویہ کے پاس آیا تو میں نے کہا: آؤ اللہ کے نبی ﷺ کے پاس ان کو آپ سے کوئی کام ہے۔

۲۰۸۔ ثنا عفان ثنا ابو عوانة قال انا ابو حمزة قال سمعت ابن عباس رضی الله عنهما يقول، كنت غلاما اسعى مع الصبيان قال فالتفت فاذا نبی الله ﷺ خلفی مقبلا فقلت ماجاء نبی الله ﷺ الا الی، قال فسعيت حتى اختبى وراء باب دار قال فلم اشعر حتى تناولنی، قال فاخذ بقفای فحطانی حطاء ة، قال اذهب فادع لی معاوية، وكان كاتبه، قال فسعيت فقلت اجب نبی الله ﷺ فانه علی حاجة(۳)

ابوحمزہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں ایک چھوٹا سا بچہ تھا اور بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، آپ فرماتے ہیں کہ جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اللہ کے نبی ﷺ میرے پیچھے سے میری جانب تشریف لا رہے تھے، تو میں نے کہا اللہ کے نبی میرے لیے ہی آئے ہیں، آپ فرماتے ہیں میں دوڑا اور جا کر اپنے آپ کو دروازے کے پیچھے چھپا لیا، آپ فرماتے ہیں مجھے پتا ہی نہ چلا کہ آپ نے مجھے پکڑ لیا، آپ ﷺ نے میری

۱۔ مجمع الزوائد (ہیثمی)، ص ۳۵۷، ج ۹ ۔۔ ۲۔ مسند احمد، ص ۳۵، ج ۱ ۔۔ ۳۔ مسند احمد، ص ۲۹۱، ج ۱

گدی سے پکڑا اور مجھے تھپکی دی اور فرمایا جاؤ معاویہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ اور وہ آپ ﷺ کے کاتب تھے، حضرت معاویہ کے پاس آیا تو میں نے کہا: آؤ اللہ کے نبی ﷺ کے پاس ان کو آپ سے کوئی کام ہے۔

۲۰۹۔ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مراسلت نویسی کی فہمائش کرتے ہوئے اس تحریر کی ترتیب بھی تعلیم فرمائی۔

ان مسعود بن وائل قدم علی النبی ﷺ فاسلم وحسن اسلامه، فقال یا رسول الله انی احب ان تبعث الی قومی رجلا یدعوهم الی الاسلام ،عسی الله ان یهدیهم بك، فقال لمعاویة اکتب له، فقال یارسول الله کیف اکتب له؟ قال اکتب بسم الله الرحمن الرحیم فذکر الحدیث(۱)

چنانچہ ایک شخص مسعود بن وائل نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لایا، اور اس کا اسلام حضور ﷺ نے قبول فرمایا۔ اس کے بعد حضرت مسعود بن وائل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں اس بات کو پسند کرتا ہوں، کہ آپ (ﷺ) اپنے ایک شخص کو میری قوم کی طرف روانہ فرمائیں، جو میری قوم کو اسلام کی دعوت دے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ آپ (ﷺ) کی برکت سے ان کو ہدایت فرمائے گا۔ تو اس کی اس گزارش کے بعد آپ ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس قوم کی طرف ایک مراسلہ لکھنے کا حکم کرتے ہوئے فرمایا: کہ میری طرف سے لکھو۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں کس طرح لکھوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پہلے تحریر کرو۔

۲۱۰۔عن سعید بن ابی راشد قال لقیت التنوخی رسول هرقل، الی رسول الله ﷺ بحمص ،وکان جارا لی شیخا کبیرا، قد بلغ الفند اوقرب منه، قال اتیت رسول الله ﷺ وهو بتبوك بکتاب هرقل، فناوله رجلا عن یساره فقراه، فقلت من صاحب کتابکم الذی یقراه، فاذا هو معاویة رضی اللہ عنہ ،فلما ان فرغ من قراء ة کتابی، قال ان لك حقا انك رسول، ولو وجدت عندنا جائزة جوزناك بها، انا سفر فقام رجل، فقال انا اجوزه ففتح

نبی کریم ﷺ نے مشہور صحابیہ وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے قیصر روم کی طرف دعوت اسلام کے لئے مراسلہ ارسال فرمایا تھا۔ اس کے جواب میں قیصر روم کا قاصد تنوخی اپنے بادشاہ ہرقل کی طرف سے ایک مکتوب لایا تھا۔ تنوخی بیان کرتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ غزوہ تبوک کے سلسلے میں تبوک کے مقام پر اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرماتے تھے۔ (میں حضور اکرم ﷺ کو نہیں پہچانتا تھا)، میں نے دریافت کیا: کہ محمد (ﷺ) کون ہیں؟ تو حضور اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اپنی ذات گرامی کی

۱۔ الاصابہ مع الاستیعاب (ابن حجر عسقلانی)، ص ۳۹۳، ج ۳

رحله فاتی بحله، فوضعها فی حجری، فقلت من صاحب الجائزة؟ فقالوا عثمان، فقال رسول الله ﷺ من ینزل هذا؟ فقال فتی من الانصار، انا، قال فذهب بی الانصاری۔ مکثت معه۔(۱)

۲۱۱۔یہی واقعہ مسند ابی یعلی میں اس طرح ہے کہ قاصد قیصر روم تنوخی کہتا ہے:

فاتیت رسول الله ﷺ وهو مع اصحابه وهم محتبون بحمائل سیو فهم حول بئر تبوك، فقلت ایکم محمد؟ فاوما بیده الی نفسه، فدفعت الیه الکتاب، فدفعه الی رجل الی جنبه فقلت :من هذا؟ فقالوا معاویة بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما، فقرأه فاذا فیه کتبت تدعونی الی جنة عرضها السموات والارض، فاین النار اذا؟ فقال رسول الله ﷺ "یا سبحان الله" اذا جاء اللیل فاین النهار؟ فکتبته عندی، ثم قال رسول الله ﷺ انك رسول قوم فان لك حقا۔ ولکن جئنا ونحن مرملون، قال عثمان ﷺ اکسوه حلة صفوریة، فقال رجل من الانصار علی ضیافته۔..... الخ۔(۲)

طرف اشارہ فرمایا۔اس پر میں نے وہ مکتوب آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔حضور اکرم ﷺ نے وہ مراسلہ اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے ایک شخص کو پڑھنے کے لئے دیا۔ میں نے پوچھا: کہ یہ شخص کون ہے؟ تو اہل مجلس نے بتایا: کہ یہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہما) ہیں۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ مراسلہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پڑھ کر سنایا۔اس مکتوب میں یہ چیز بھی درج تھی: کہ آپ مجھے جنت کی طرف بلاتے ہیں، جس کی وسعت زمین وآسمان کے برابر ہے، تو فرمایئے کہ دوزخ کہاں ہے؟ اس پر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! جب رات آتی ہے تو دن کہاں جاتا ہے؟ جب مراسلہ پڑھ لیا گیا تو حضور ﷺ نے رسول قیصر کو ارشاد فرمایا: کہ آپ پیغام رساں ہیں، اور پیغام رساں کا احترام لازم ہوتا ہے۔ہم اس وقت مسافر ہیں، اگر ہمارے پاس کوئی عطیہ اور ہدیہ ہوتا، تو ہم آپ کو دے دیتے۔ یہ بات سن کر حضور ﷺ کے اصحاب میں سے ایک شخص اٹھا اور کہا کہ میں اس قاصد کو ہدیہ اور تحفہ پیش کرتا ہوں، اور وہ شخص اپنے سامان میں سے ایک عمدہ پوشاک نکال لایا، اور اسے میری گود میں رکھ دیا۔ میں نے دریافت کیا: کہ یہ کون صاحب ہیں؟ تو حاضرین مجلس نے کہا: یہ عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) ہیں۔اس کے بعد جناب نبی اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو اقامت دینے (ٹھہرانے) کی ضرورت ہے۔کون اس کو جگہ دینے کے لئے تیار ہے؟ تو انصار میں سے ایک شخص مجھے اپنے ساتھ لے گیا اور اپنے پاس ٹھہرایا۔

۱۔ کتاب الاموال، ص ۲۵۵ ۲۔ مسند ابی یعلی، ص ۱۷۱

رسول قیصر کے اس واقعہ کو دیگر محدثین اور مورخین نے بھی اپنی اپنی عبارات میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ مندرجہ ذیل مقامات پر یہ واقعہ مذکور ہے:

۲۱۲۔ مسند امام احمد، ج ۳، ص ۴۴۱ تا ۴۴۲، تحت حدیث تنوخی عن النبی ﷺ۔

۲۱۳۔ مسند امام احمد، ص ۷۴ تا ۷۵، تحت حدیث رسول قیصر الیٰ رسول الله ﷺ۔

۲۱۴۔ مجمع الزوائد (ہیثمی)، ج ۸، ص ۲۳۵ تا ۲۳۶، رجال ابی یعلیٰ ثقات، تحت باب ما کان عندا اهل الکتاب من امر نبوته۔

۲۱۵۔ ابن عساکر کامل، ج ۱، ص ۴۱۸، دمشق، تحت باب غزاة النبی ﷺ بنفسه تبوك و ذکر مکاتبة و ذك مکاتبة۔

۲۱۶۔ ابن عساکر کامل، ج ۱، ص ۴۱۹، دمشق، تحت باب غزاة النبی ﷺ بنفسه تبوك و ذکر مکاتبة و مراسلة منها الملوك۔

۲۱۷۔ البدایہ والنہایہ (ابن کثیر)، ج ۵، ص ۱۶، تحت قدوم رسول قیصر الیٰ رسول الله ﷺ بتبوك۔

۲۱۸۔ یمن کے علاقہ حضرموت کے مقام سے ایک شخص حضرت وائل بن حجر کندی رضی اللہ عنہ جو اپنے علاقہ کے رئیس اور اپنی قوم کے سردار تھے، حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے۔ ان کے حق میں نبی اقدس ﷺ نے دعائیں فرمائیں، اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے ارشاد فرمایا: کہ یہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ہیں، یہاں سے بعید ایک مقام حضرموت سے آ کر یہاں بخوشی اسلام لائے (ان پر کوئی جبر و اکراہ نہیں کیا گیا)۔ ان حالات میں حضور نبی کریم ﷺ نے ان کو ایک قطعہ اراضی عطا فرمانے کا ارادہ فرمایا۔ امام بخاری تاریخ کبیر میں لکھتے ہیں، کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے خود ذکر کیا کہ:

فبعث معی معاویة بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ قال، وامره ان یعطینی ارضا، فید فعها الی، وکتب لی کتابا خاصا، یفضلنی فیه علی قومی وکتابالی ولا هل بیتی بما لنا۔(۱)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ نبی اقدس ﷺ نے (حضرت) معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہ) کو میرے ساتھ روانہ فرمایا، اور ان سے ارشاد فرمایا: کہ میرے لئے زمین کا ایک قطعہ متعین کر کے میری تحویل میں دے دیں، اور ساتھ ہی مرے لئے ایک خاص مکتوب تحریر کرایا، جس میں میری قوم پر میری فضیلت ظاہر فرمائی، اور میرے لئے اور میرے اہل خانہ کے لئے مال ومتاع کے متعلق مزید ایک وثیقہ بطور مکتوب عنایت فرمایا۔

۲۱۹۔ ان رسول الله ﷺ اقطعه القطیعة وکتب له "هذا ما اعطی محمد رسول الله ﷺ بلال بن الحارث اعطاه معادن القبلیة غوریها وجلسیها وکتب معاویة (۲)

حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، ان کے لئے نبی اقدس ﷺ نے ساحل البحر کے علاقہ معادن القبلیہ، سے قطعات اراضی عنایت فرمائے، اور وہاں سے بعض مواضع کو متعین کر کے بطور وثیقہ کے ایک تحریر لکھ دی۔ جناب نبی کریم ﷺ کے فرمان سے قطعات اراضی عطا کرنے کا یہ وثیقہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا تھا۔

۱۔ تاریخ کبیر (امام بخاری)، ج ۴، ص ۱۷۵۔۱۷۶

۲۔ i۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۵۱۷ ii۔ تاریخ دمشق (ابن عساکر)، ج ۳، ص ۱۳
iii معجم البلدان (یاقوت حموی)، ج ۱۵، ص ۳۰۷۔۳۰۸

۲۲۰۔حدثنا سهل ان عيينة بن حصن بن بدر والاقرع ابن حابس دخلا على رسول الله ﷺ فسالاه فامر لهما بما سالاه، وامر معاوية رضی اللہ عنہ ان يكتب لهما بذالك، فكتب ودفع الى كل واحد منهما صحيفة۔(۱)

حضرت سہل بن حنظلہ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ ایک بار سردار دو جہاں ﷺ کی خدمت میں دو شخص (عیینہ بن حصن بن بدر اور اقرع بن حابس) حاضر ہوئے، اور انہوں نے بعض ضروریات کے متعلق سوال کیا، تو حضور ﷺ نے ان کے سوال کو پورا کرنے کا امر فرمایا، اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا: کہ ان کی حاجت روائی کی خاطر ایک تحریر لکھ کر، ان کے حوالہ کی جائے، تو حسب ارشاد نبوی ﷺ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کو الگ الگ تحریر لکھ کر دے دی۔

۲۲۱۔ تمیم داری رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور گزارش کی: کہ ہمارے لئے سابقہ وثیقہ از سر نو تحریر کر کے عنایت فرمایا جائے (جبکہ قبل ازیں ان کو قبل از ہجرت مکہ مکرمہ میں ایک تحریر لکھ کر دی گئی تھی)، تو اس پر حضور اکرم ﷺ نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے لئے جدید تحریر لکھوا کر ان کے حوالے کی۔ اس تحریر کا مضمون یہ تھا کہ:

بسم الله الرحمن الرحيم، یہ وہ وثیقہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے تمیم داری اور اس کے ساتھیوں کو لکھ کر دیا ہے۔ (حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ) میں نے تم کو مقام عینون، جبرون، مطوم اور بیت ابراہیم اور وہ تمام کے لئے انہیں اور ان کی اولاد کو سپرد کر دی ہے۔ پس جو شخص ان کو اذیت پہنچائے گا، اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کو تکلیف میں مبتلا فرمائیں گے۔

اور اس وثیقہ پر مندرجہ ذیل گواہ اور شاہد قائم فرمائے:

شهد بذالك ابو بكر بن ابی قحافة، وعمر بن الخطاب، وعثمان بن عفان بن عفان، وعلی بن ابی طالب، ومعاوية بن ابی سفيان (رضی اللہ عنہم) وكتب۔ نقل ذالك فی الموهب۔(۲)

۲۲۲۔ان النبی ﷺ آخى بين حتات ومعاوية رضی اللہ عنہ فمات الحتات عند معاويه رضی اللہ عنہ فی خلافته (۳)

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت حتات بن یزید رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات قائم فرمائی۔

۲۲۳۔ان الحتات وفد على معاوية فمات عنده...... وآخى رسول الله ﷺ بينه وبين معاوية بن ابی سفيان رضی اللہ عنہما (۴)

حضرت حتات رضی اللہ عنہ اپنی عمر کے آخری سالوں میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں دمشق تشریف لے گئے، اور وہیں مقیم رہے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کا وصال بھی دمشق میں ہوا۔

۱۔ تاریخ المدینۃ المنورہ (ابن شبہ)، ج ۲، ص ۵۳۵

۲۔ i- تاریخ مدینہ منورہ (ابو زید عمر بن شبہ نمیری بصری، ج ۲، ص ۵۳۵ ii- شرح مواہب الدنیہ (زرقانی)، ج ۳، ص ۳۵۹

۳۔ الاصابہ (ابن حجر)، ج ۱، ص ۳۱۰

۴۔ i- اسد الغابہ (ابن اثیر جزری)، ج ۱، ص ۳۷۹ ii- سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۵۶۰۔۵۶۱

مولانا محمد نافع لکھتے ہیں:

حاصل کلام یہ ہے کہ زبان نبوت ﷺ سے یہ چند ایک دعائیں یہاں ذکر کی ہیں، جو نبی اقدس ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں ارشاد فرمائیں: کہ اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! ان کو ہادی بنا اور ان کو ہدایت یافتہ کر دے، اور ان کو دوسروں کی ہدایت کا ذریعہ بنا۔ اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! ان کو حساب و کتاب کی تعلیم فرما، اور اپنے عذاب سے محفوظ فرما۔ نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! ان کو علم اور حلم سے سرفراز فرما۔

اور یہ واضح امر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایسے شخص کے حق میں یہ دعائیں ارشاد فرمائیں، جسے آپ نے ان کا اہل اور مستحق سمجھا۔ کسی نااہل اور غیر مستحق کے لئے نہیں فرمائیں۔

اسی طرح دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے حق میں نبی اقدس ﷺ کی بعض دعائیں پائی جاتی ہیں وہ بھی اہلیت کی بنا پر ہیں۔ مثلاً:

ا۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں یمن کی طرف روانگی کے وقت حضور نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی:

اللهم ثبت لسانه واهد قلبه (۱) اے اللہ! ان کی زبان کو ثابت رکھ اور ان کے دل پر ہدایت جاری فرما۔

۲۔ حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ کے حق میں حضور نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی، جبکہ ان کو قبیلہ خثعم کے ''کعبی یمانیہ'' کو گرانے کے لئے بھیجا تھا۔ اس وقت حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی تھی کہ ''میں گھوڑے کی پیٹھ پر قائم نہیں رہ سکتا'' تو حضور نبی کریم ﷺ نے ان کے سینہ پر ہاتھ مبارک پھیر کر دعا فرمائی: **اللهم اجعله هاديا مهديا۔ حتی وجدت بردها (۲)**

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حضور نبی کریم ﷺ نے کتاب و حکمت کی دعا دی تھی اور فرمایا تھا: **اللهم علمه الكتاب والحكمة (۳)** تو وہ بڑے اعلیٰ درجہ کے مفسر قرآن ثابت ہوئے۔

اسی طرح متعدد اعلیٰ درجہ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں حضور نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے دعائیں منقول ہیں، اور وہ یقیناً ان حضرات کے حق میں مقبول و منظور ہوئیں۔ لہٰذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں حضور نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے جو دعائیں صادر ہوئی ہیں، وہ بھی یقیناً اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے ہاں منظور ہوئیں، اور اپنی جگہ پر موثر اور نتیجہ خیز ثابت ہوئیں۔

۴۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ولا ارتياب ان دعاء النبي ﷺ مستجاب، فمن كان هذا حاله كيف يرتاب في حقه (۴)

اس میں کچھ شک نہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی دعا یقیناً مستجاب ہوتی ہے، تو جس شخص کے حق میں یہ دعائیں ہوئی ہیں، اس کے حق میں قبولیت میں کس طرح شبہ کیا جا سکتا ہے؟۔ (۵)

ا۔ البدایہ والنہایہ (ابن کثیر)، ص ۱۰۷، ج ۵

۲۔ i۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ص ۱۵۳، ج ۱۲ ii۔ البدایہ والنہایہ (ابن کثیر)، ص ۵۶، ج ۸

۳۔ بخاری شریف، ص ۵۳۱، ج ۱

۴۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ (ملا علی قاری)، ص ۴۳۸، ج ۱۱

۵۔ سیرت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، ص ۸۷-۸۸

۵۔علامہ ابن عساکر لکھتے ہیں:

واصح ماروی فی فضل معاویة حدیث ابن حمزة عن ابن عباس:انه کان کاتب النبی ﷺ فقد اخرجه مسلم فی صحیحه۔ وبعده حدیث العرباض:اللهم علمه الکتاب..... الخ وبعده حدیث ابن ابی عمیرة:اللهم اجعله هادیا مهدیا(۱)

۶۔علامہ سیوطی رحمہ اللہ اور علامہ ابن عراق کنانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقاله السیوطی الشافعی اصح ماورد فی فضل معاویة رضی اللہ عنہ (بن ابی سفیان) حدیث ابن عباس انه کاتب النبی ﷺ فقد اخرجه مسلم فی صحیحه بعده حدیث العرباض:اللهم علمه الکتابة۔ وبعده حدیث ابن ابی عمیرة:اللهم اجعله هادیا مهدیا(۲)

۷۔حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

واکتفینا بما اوردناه من الاحادیث لصحاح والحسان والمستجادات عما سواها من الموضوعات ولمنکرات(۳)

ہم نے اس مسئلہ میں موضوع ومنکر روایات سے احتراز کر کے صحیح وحسن اور جید روایات پر اکتفا کر کے انہیں بیان کیا ہے (جو اس فن کے اکابر علماء کے نزدیک قابل اعتماد ہیں)

حاصل یہ ہے کہ مندرجہ روایات حسن کے درجہ میں ہیں اور علمائے امت نے خصوصی طور پر حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے حق میں انہیں فضیلت کی چیزیں شمار کیا ہے، اور اعلیٰ فرق المراتب ان کو لائق استناد قرار دیا ہے۔

نیز اکابر علماء فرماتے ہیں کہ حدیث حسن لذاتہ جمہور کے نزدیک قابل حجت ہے، لہٰذا اس اعتبار سے بھی یعنی حسن ہونے کی وجہ سے یہ روایات مقبول ہیں اور نفی فضیلت کے شبہ کے ازالہ کے لئے کافی ہیں۔

امامت وخلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اشارات:

۲۲۴۔عن عبدالملک بن عمیر قال قال معاویة رضی اللہ عنہ:مازلت اطمع فی الخلافة منذ قال لی رسول الله ﷺ:یامعاویة ان ملکت فاحسن(۴)

۲۲۵۔عن اسماعیل بن ابراهیم بن مهاجر عن عبدالملک بن عمیر قال قال معاویة:والله ماحملنی علی الخلافة الا قول النبی ﷺ لی یامعاویه ان ملکت فحسن قال البیهقی اسماعیل بن ابراهیم هذا ضعیف الا ان للحدیث شواهد(۵)

۱۔ تاریخ دمشق (ابن عساکر)، (قلمی) ص ۶۹۷، ج ۱۶

۲۔ تنزیہ الشریعہ (ابن اسحاق کنانی) ص ۸، ج ۲

۳۔ البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۱۳۲، ج ۸

۴۔ i۔مصنف ابن شیبہ ص ۱۴۷ تا ۱۴۸، ج ۱۱ ii۔المطالب العالیہ (ابن حجر) ص ۱۰۸، ج ۴

۵۔ i۔تاریخ دمشق (ابن عساکر) ص ۲۹۹، ص ۱۶ ii۔البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۱۲۳، ج ۸

حضرت عبدالملک بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے متعلق کبار علماء نے یہ تصریح بھی ذکر کردی ہے کہ:

والحديث حسن كماعلمت فهو مما يحتج به على فضل معاوية...(۱)

یہ روایت درجہ حسن میں ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر استدلال کے قابل ہے۔

۲۲۶۔عن سعيد بن عمرو بن عيد بن العاص ان معاوية رضی اللہ عنہ اخذ الاداوة بعد ابى هريرة رضی اللہ عنہ تبع رسول الله ﷺ واشتكى ابو هريرة رضی اللہ عنہ ،فبينا هو يوضئ رسول الله ﷺ رفع رأسه اليه مرة، او مرتين، وهو يتوضاء، فقال يا معاوية "ان وليت امرافاتق الله اوعدل" قال فما زلت اظن انى مبتلى بعمل لقول رسول الله ﷺ حتى ابتليت۔"رواه احمد وهو مرسل ورجاله رجال الصحيح۔ ورواه ابو يعلى عن سعيد عن معاوية فوصله ورجاله رجال الصحيح " (۲)

حضرت سعید بن عمرو کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (جو نبی کریم ﷺ کو وضو کرایا کرتے تھے)، ایک دفعہ بیمار ہوگئے، ان کی جگہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ مشکیزہ (جس سے وضو کرایا جاتا تھا) اٹھالیا، اور وہ وضو کرانے کی خدمت سرانجام دینے لگے۔ اسی اثناء میں سرور دو عالم ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف اپنا سر مبارک ایک بار، یا دو بار اٹھا کر ارشاد فرمایا: کہ اے معاویہ رضی اللہ عنہ! اگر امارت وخلافت کا تم کو والی بنایا جائے، تو خدا سے خوف کرنا اور عدل وانصاف کرنا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کے پیش نظر، برابر مجھے یہ خیال رہا، کہ میں اس کام میں مبتلا ہوں گا حتیٰ کہ میں اس آزمائش میں داخل ہوا اور مجھے یہ بوجھ اٹھانا پڑا۔

۲۲۷۔عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ الخلافة بالمدينة والملك بالشام(۳)

اسلامی خلافت مدینہ طیبہ میں ہوگی اور اسلام کی امارت وحکمرانی ملک شام میں قائم ہوگی۔

۲۲۸۔عن كعب (الاحبار يحكى عن التوراة، قال نجد مكتوبا محمد رسول الله ﷺ، مولده بمكة وهجرته بطيبة وملكه بالشام (۴)

نبی اقدس ﷺ کا اسم گرامی تورات میں محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔ حضور ﷺ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوگی، اور آپ کی ہجرت وسکونت مدینہ طیبہ میں ہوگی، آپ کے دین کی حکمرانی ملک شام میں ہوگی۔

۱۔ الصواعق المحرقۃ، (ابن حجر مکی) ص ۱۳۰

۲۔ i۔مجمع الزوائد (ہیثمی) ص ۳۵۵، ج ۹ ii۔ایضاً ص ۱۸۶، ج ۵ iii۔مسند احمد، ج ۱۰۱، ج ۴

iv۔دلائل النبوۃ (بیہقی) ص ۴۴۶، ج ۶ v۔تاریخ دمشق، (ابن عساکر) ص ۶۹۸، ج ۱۶

vi۔البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۱۲۳، ج ۸ vii۔مشکوۃ شریف، ص ۳۲۳

viii۔الناہیہ عن طعن معاویہ رضی اللہ عنہ ص ۳۳ ix۔تطہیر الجنان (ابن حجر مکی) ص ۱۵

۳۔ مشکوۃ ص ۵۸۳ ۴۔ مشکوۃ ص ۵۱۴

مشہور شارح حدیث ملا علی قاری نے روایت ہذا کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

ملكه اى بعد انتهاء مدته وايام خلافته بالشام كما كان لمعاوية رضي الله عنه ومن بعده لبني امية على ذالك النظام۔(۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام خلافت کی انتہا ملک شام میں ہوگی، جیسا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اوران کے بعد خلفائے بنوامیہ کے دور میں ہوا۔

۲۲۹۔حضرت کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت وحکومت کے متعلق ایک پیش گوئی منقول ہے:

قال كعب الاحبار لن يملك احد هذه الامة ما ملك معاوية(۲)

جس طرح حکومت وامارت حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو ملے گی، اس طرح کسی کونہیں ملے گی۔

یہ کعب کی پیش گوئی ہے، اس لئے کہ حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ خلافت معاویہ سے قبل ہی وفات پاگئے تھے۔

۲۳۰۔حضرت شریح بن عبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، کہ ایک بار کسی نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اہل شام کا تذکرہ قبیح الفاظ میں کیا، اور ساتھ ہی کہا گیا: اے امیر المومنین! اہل شام پرلعنت کیجئے۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: اہل شام پرلعنت کرنا ہرگز جائز نہیں، کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خودسنا ہے۔

عن شريح بن عبيد قال ذكر اهل الشام عند علي وقيل العنهم يا امير المومنين! قال :ل، انى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :الا بدال يكونون بالشام، وهم اربعون رجلا ،كلما مات رجل ابدل الله مكانه رجل،ا يسقى بهم الغيث، وينتصر بهم على الاعدا ويصرف عن اهل الشام بهم العذاب(۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ملک شام میں چالیس (۴۰) ابدال ہوتے ہیں، جب ان میں سے کوئی ابدال فوت ہوجاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کی جگہ دوسرے شخص کو متعین فرمادیتے ہیں، اور یہ ایسے بابرکت لوگ ہیں، کہ ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ بارش برساتے ہیں، دشمنوں پران کے ذریعے سے غلبہ ہوتا ہے، اور ان کے ذریعے سے اہل شام سے عذاب دورکردیاجاتا ہے۔

(۲۳۱)اللهم بارك لنا في شامنا۔ اللهم بارك لنا في يمننا(۴)

اے اللہ جل جلالہ! ہمارے ملک شام میں برکت عطا فرما، اور ہمارے علاقہ یمن میں برکت دے۔

۲۳۲۔ حضرت سیدنا اسحاق سعد بن ابی وقاص مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی ۵۵ھ) فرماتے تھے:

مارايت احدابعد عثمان اقضى بحق من صاحب هذا الباب ۔ يعني معاوية۔(۵)

''میں نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد کوئی شخص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہتر حق کے ساتھ فیصلہ کرنے والانہیں دیکھا۔''

۱۔ مرقات شرح مشکوٰۃ (ملا علی قاری)، ص ۶۶، ج ۱۱ ۲۔ الصواعق المحرقۃ لابن حجر المکی، ص ۲۰۰

۳۔ مشکوٰۃ، ص ۵۸۲۔۵۸۳ ۴۔ مشکوٰۃ، ص ۵۸۴

۵۔i۔ تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۵۹، ص ۱۶۱ ii۔ تاریخ اسلام للذھبی، ج ۴، ص ۳۱۳ iii۔البدایۃ والنھایۃ، ج ۸، ص ۱۳۲

۲۳۳۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ (متوفی ۶۸ھ) فرماتے تھے:

دعه فانه قد صحب رسول الله ﷺ۔(۱)

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کچھ نہ کہو وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔''

۲۳۴۔ آپ رضی اللہ عنہ یہ بھی فرماتے تھے:

انه فقیه۔(۲)

بیشک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فقیہ ہیں۔

۲۳۵۔امام المسلمین امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی مطلبی مکی (متوفی ۲۰۴ھ) نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ فرمان بھی نقل کیا ہے کہ آپ نے اپنے غلام سے فرمایا:

اصاب ای بنی لیس احد منا اعلم من معاویة۔(۳)

''اے میرے بیٹے! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو کیا درست کیا، ان سے زیادہ علم والا ہم میں کوئی نہیں۔

۲۳۶۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے:

مارایت رجلا کان اخلق للملك من معاویة۔(۴)

''میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ حکومت کے لیے موزوں کسی کو نہیں دیکھا۔''

۲۳۷۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

مارایت احدا بعد رسول الله ﷺ اسود من معاویة۔(۵)

''میں نے رسول کریم ﷺ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا سردار کوئی نہیں دیکھا۔''

۲۳۸۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کان معاویة احلم الناس۔(۶)

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے زیادہ حلیم و بردبار تھے۔''

۲۳۹۔ نبی کریم ﷺ کے عابد وزاہد صحابی جن کے بارے میں امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: کاش! میرے پاس ان جیسے لوگ ہوتے جن سے میں مسلمانوں کے مسائل میں مدد لیتا۔(۷)

۱۔ السنن الکبریٰ: ۴۷۹۷ ۲۔ ایضاً، رقم ۳۷۶۵

۳۔ i۔ مسند الشافعی، ص ۸۶ ii۔ تفسیر الامام الشافعی، ج ۳، ص ۱۴۰۸ iii۔ الام، ج ۱، ص ۳۳۰

۴۔ التاریخ الکبیر: ۱۴۰۵ ۵۔ i۔ الآحاد والمثانی، ج ۱، ص ۳۷۹، رقم ۵۱۶ ii۔ المعجم الکبیر، ج ۱۲، ص ۳۸۷، رقم ۱۳۴۳۲

۶۔ السنة، ج ۲، ص ۴۴۳، رقم ۶۸۱ ۷۔ المعجم الکبیر، ج ۱۷، ص ۵۱

۲۴۰۔اسمع یا زهری من مات محبا لابی بکر و عمر و عثمان و علی وشهد للعشرة بالجنة وترحم علی معاویة، کان حقیقا علی الله ان لا یناقشه الحساب (۱)

اے زہری! سنو! جوشخص سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم کی محبت رحمت کی دعا کرے تو میں میرے عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کے جنتی ہونے کی گواہی دے اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے رحمت کی دعا کرے تو اللہ پر حق ہے کہ اس کے حساب میں سختی نہ فرمائے۔

۲۴۱۔حضرت ابوسعید حسن بن ابوالحسن یسار) بصری تابعی (متوفی ۱۱۰ھ) سے کہا:

یا ابا سعید! ان ههنا ناسا یشهدون علی معاویة انه من اهل النار۔(۲)

اے ابوسعید یہاں کچھ لوگ ہیں جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو جہنمی کہتے ہیں۔(معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

لعنهم الله وما یدریهم من فی النار۔(۳)

ان لوگوں پر اللہ کی لعنت ہو انھیں کیا خبر جہنم میں کون ہے۔

۲۴۲۔اکابر محدثین مجتہدین اور فقہاء کے استاذ، امام ابومحمد سلیمان بن مہران (اعمش) اسدی کوفی تابعی (متوفی ۱۴۷ یا ۱۴۸ھ) کے سامنے ایک دفعہ لوگوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے عدل وانصاف کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا:

فکیف لو ادرکتم معاویة، یا ابا محمد یعنی فی حلمه؟ لا والله الا بل فی عدله۔(۴)

(تم حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے عدل کی بات کرتے ہو) اگر تم سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو تمہارا کیا حال ہوتا۔(چوں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا حلم و بردباری لوگوں میں بہت مشہور تھا اس لیے) انھوں نے پوچھا: ''اے ابومحمد کیا آپ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حلم کی بات کر رہے ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''نہیں، اللہ کی قسم بلکہ آپ کے عدل وانصاف کی بات کر رہا ہوں۔'' (یعنی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا حلم ہی نہیں، عدل وانصاف بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر ہے)۔

۲۴۳۔شیخ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فنال الخلافة" ای صار خلیفة وسلطانا مالکا للبلاد بدعائه ﷺ وهو اشارة الی حدیث (۵)

وصار خلیفة حقیقة بعد ما کان الحق مع علی علیه السلام لا متغلبا کما اشار الیه المصنف بقوله نال الخلافة(۶)

۱۔ i- تاریخ دمشق، ج ۵۹، ص ۲۰۷ ۲۔ البدایہ والنھایہ، ج ۸، ص ۱۴۸

۳۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ص ۶۷۹، رقم ۱۴۴۸

۴۔ i- السنۃ، ذکر ابی عبدالرحمٰن معاویۃ، ج ۲، ص ۴۳۷، رقم ۶۶۷ ii- المنتقی من منھاج الاعتدال، ص ۳۸۸

۵۔ نسیم الریاض (خفاجی)، ص ۱۲۶۔۱۲۷، ج ۳ ۶۔ ایضاً

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خصوصی طور پر علمائے کبار نے ایک دیگر چیز یہ بھی ذکر کی ہے، کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سو تریسٹھ احادیث حاصل کر کے امت مسلمہ کو پہنچائی ہیں۔ چنانچہ امام نووی فرماتے ہیں:

روی له عن رسول الله ﷺ مائة حديث وثلاثه وستون حديثا (۱)

حاصل یہ ہے کہ عہد نبوت میں اسلام لانے کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ان علمی و دینی خدمات کا سرانجام دینا اور وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تک ان پر مامور رہنا، یہ ایسی چیزیں ہیں، جن کا کوئی صاحب انصاف اہل علم انکار نہیں کر سکتا۔ اس پر دور اول کے مذکورہ حالات شاہد عادل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہاں سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دینی مقام کی رفعت واضح طور پر ثابت ہے۔ ہم نے اختصار کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں دوصد چوالیس احادیث مبارکہ، آثار صحابہ، اقوال تابعین اور اس کے علاوہ علماء سلف وخلف کے اقوال ذکر کئے ہیں، اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس سعی کو قبول فرمائے، امین بجاہ النبی الکریم الامین۔

کتاب الطہارۃ

بسم الله الرحمن الرحيم

قال الشيخ الامام العالم الرباني الرحلة الحافظ الحجة الصمداني ابوعبدالرحمن احمد بن شعيب بن علي بن بحر النسائي رحمة الله تعالىٰ

شیخ امام، عالم ربانی، مقتدا، حافظ، حجۃ اللہ، ابوعبدالرحمٰن، احمد بن شعیب بن علی بن بحر نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

۱۔ کتاب الطہارۃ

پاکی کا بیان

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کی ابتدا پاکی حاصل کرنے کے بیان سے فرمائی ہے، کیونکہ ایک مسلمان کے لئے نماز سب سے مقدم ہے، اور نماز کے لئے طہارت شرط ہے، اس لئے سب سے پہلے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بیان کیا ہے۔

۱۔ طہارت کے لغوی معنیٰ کا بیان:

علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

طہر اور طہارت کا معنیٰ ہے نجاست کی ضد (پاک ہونا)، عورت کے طہر کے ایام کو اطہار کہتے ہیں، اور طہر حیض کی نقیض ہے، طاہر کا حقیقی معنی ہے: جو شخص نجاست سے آلودہ نہ ہو، اور طاہر کا مجازی استعمال اس شخص کے لیے ہوتا ہے، جو عیوب سے بری ہو۔ (۱)

۲۔ طہارت کے متعلق قرآن مجید کی آیات:

طہارت کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ طہارت جسمانیہ ۲۔ طہارت نفسانیہ

طہارت کے ان دونوں معنوں میں قرآن مجید کی آیات ہیں:

۱۔ وَإِن كُنتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا (۲)

اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو اچھی طرح پاکیزگی (غسل) حاصل کرو۔

یہ آیت جسمانی طہارت کے متعلق ہے، یعنی پانی یا اس کے قائم مقام چیز کو استعمال کرو۔

۲۔ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ۔ (۳)

حیض کی حالت میں عورتوں سے عمل تزویج نہ کرو۔ حتیٰ کہ وہ پاک ہو جائیں اور جب وہ اچھی طرح پاک ہو جائیں، (غسل کرلیں) تو اس محل میں ان سے عمل زوجیت کرو، جس محل میں عمل کرنے کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

ان دونوں لفظوں سے مراد یہ ہے کہ جب تک عورتیں حیض سے پاک ہو کر غسل یا تیمم نہ کرلیں ان سے مقاربت نہ کرو۔

۳۔ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ (۴)

اس (مسجد) میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔

۱۔ زبیدی، محمد مرتضیٰ، حسینی واسطی، تاج العروس شرح القاموس، ج ۳، ص ۳۶۲، مطبوعہ دار الفکر، بیروت

۲۔ مائدہ ۵:۶ ۳۔ بقرہ ۲:۲۲۲ ۴۔ توبہ ۹:۱۰۸

اس آیت میں طہارت کا معنیٰ ہے: پانی سے استنجا کرنا، یہ آیت انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے، وہ جب وضوتوڑتے تو پتھر سے استنجاء کرنے کے بعد پانی سے استنجاء کرتے تھے، تو اللہ تعالیٰ ﷻ نے ان کی فضیلت میں یہ آیت نازل فرمائی۔

۴۔وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ (۱) اوران کے لئے جنت میں بھی بہت پاک بیویاں ہوں گی۔

یعنی جنتی مسلمانوں کی ازواج حیض اور بول و براز سے پاک ہوں گی۔امام ابواسحاق نے کہا: اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جنتی عورتیں کھانے پینے کے بعد ان چیزوں کی محتاج نہیں ہوں گی، جن کی محتاج دنیا کی عورتیں ہوتی ہیں، ان کو حیض آئے گا اور نہ ان کو اس سے طہارت حاصل کرنے کی ضرورت ہوگی، اس کے علاوہ ان کو اخلاق اور عفت کی طہارت حاصل ہوگی، اور وہ تمام انواع طہارت کی جامع ہوں گی، مطہرۃ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

۵۔أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ (۲) اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کے لئے پاک رکھو۔

امام ابواسحاق نے کہا: اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ میرے بیت کو بتوں سے پاک کرو، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے دل کی تطہیر پر برانگیختہ کرنا مراد ہے، تاکہ دل میں سکینہ کا نزول ہو جس کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

۶۔هُوَ الَّذِیْ أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ (۳) وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان کو نازل کیا۔

ازہری نے کہا اس آیت کا معنیٰ یہ ہے میرے بیت کو افعال محرمہ سے اور معاصی سے پاک کرو، اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

۷۔رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً (۴) اللہ تعالیٰ ﷻ کے پاس سے ایک عظیم رسول ان پر پاکیزہ صحیفوں کی تلاوت کرے۔

یعنی وہ صحیفے میل کچیل اور باطل سے پاک ہیں۔

۸۔إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ (۵) بے شک اللہ تعالیٰ ﷻ بہت توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، اور بہت پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اس آیت سے وہ لوگ مراد ہیں، جو اپنے نفس کو معاصی کی آلودگی سے پاک رکھتے ہیں۔

۹۔إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ٥ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ٥ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ٥ (۶) بے شک یہ بڑی عزت والا قرآن ہے، جو ایک محفوظ کتاب میں ہے، اس کو صرف پاکیزہ لوگ چھوتے ہیں۔

اس آیت میں بھی طہارت سے نفس کی طہارت مراد ہے، یعنی قرآن مجید کے حقائق کی معرفت اسی شخص کو حاصل ہوسکتی ہے جو اپنے نفس کو فساد، جہالت اور احکام شرعیہ کی مخالفت کے میل سے پاک رکھے۔علامہ سعیدی کے نزدیک ظاہر یہ ہے: کہ اس آیت سے بدن کی طہارت مراد ہے، یعنی جب تک کوئی شخص باوضو نہ ہو وہ قرآن مجید کو نہیں چھوسکتا۔

۱۰۔أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَن يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ (۷) یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ ﷻ نے پاک کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا

۱۔ بقرہ۲:۲۵ ۲۔ بقرہ۲:۱۲۵ ۳۔ فتح۴۸:۴

۴۔ بینہ۹۸:۲ ۵۔ بقرہ۲:۲۲۲ ۶۔ واقعہ۵۶:۷۷-۷۹

۷۔ مائدہ۵:۴۱

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے نفوس کو پاکیزہ کرنے اور ان کے دلوں میں ہدایت جاری کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا۔

۱۱۔وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا أَخْرِجُوهُم مِّن قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ٥ (۱)

اور قوم لوط کا صرف یہی جواب تھا، کہ انہوں نے کہا: کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو، یہ لوگ بڑے پارسا بنتے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے فرمایا:

۱۲۔قَالَ يَا قَوْمِ هَٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ (۲)

حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: اے میری قوم! یہ میری (امت کی) بیٹیاں ہیں، (تم ان سے نکاح کرلو) یہ تمہارے لئے بہت پاکیزہ (حلال) ہیں۔

یعنی میری قوم کی بیٹیاں تمہارے لیے حلال ہیں، تو انہوں نے کہا ان کو اپنی بستی سے نکال دو، یہ پاکیزگی کے دعویدار ہیں، مؤخر الذکر دونوں آیتوں میں طہارت سے طہارت نفس مراد ہے۔

۱۳۔ذَٰلِكُمْ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَأَطْهَرُ (۳)

(اس نصیحت کو قبول کرنا) تمہارے لیے بہت صاف ستھرا اور بہت پاکیزہ عمل ہے۔

مطلقہ عورتوں کے اولیاء کو حکم دیا گیا کہ عدت پوری ہونے کے بعد ان عورتوں کو نکاح کرنے سے منع نہ کرو، اس نصیحت پر عمل کرنا تمہارے نفسوں کے لئے زیادہ صفائی اور پاکیزگی کا باعث ہے۔سو اس آیت میں بھی طہارت سے مراد نفس کی طہارت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں طہارت کا اطلاق طہارت نفس اور طہارت بدن دونوں پر کیا گیا ہے۔

۳۔طہارت کے متعلق احادیث اور آثار:

۱۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةَ أَحَدِكُمْ إِذَا أَحْدَثَ حَتَّى يَتَوَضَّأَ (۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا وضوء ٹوٹ جائے اس کی نماز اس وقت تک مقبول نہیں ہوگی، جب تک کہ وہ وضو نہ کرے۔

۲۔عَنْ نُعَيْمِ الْمُجْمِرِ، قَالَ: رَقِيتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ عَلَى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ، فَتَوَضَّأَ، فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أُمَّتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ (۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: کہ میری امت کو قیامت کے دن غرامحجل (جس کا منہ اور ہاتھ پیر سفید ہوں) کہہ کر پکارا جائے گا، اس کا سبب وضو کے آثار ہیں، سو تم میں سے جو شخص اپنی سفیدی زیادہ کرنا چاہتا ہو (وہ اعضاء وضو کو مقررہ حد سے زیادہ دھوکر) اپنی سفیدی کو زیادہ کرلے۔

۱۔ اعراف ۷:۸۲ ۔۔۔ ۲۔ ھود ۱۱:۷۸ ۔۔۔ ۳۔ بقرۃ ۲:۲۳۲

۴۔ بخاری: ۶۹۵۴ ۔۔۔ ۵۔ بخاری: ۱۳۵

۳۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ، أَوِ الْمُؤْمِنُ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَتْ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، أَوْ نَحْوَ هَذَا وَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَتْ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتَّى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوبِ(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بندۂ مسلم (یا مومن) وضو کرتا ہے تو جب چہرے کو دھوتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ دھل جاتا ہے، جو اس نے آنکھوں سے کیا تھا، اور جب ہاتھوں کو دھوتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کا ہر وہ گناہ دھل جاتا ہے جو اس نے ہاتھوں سے کیا تھا، حتیٰ کہ وہ گناہوں سے صاف ہو جاتا ہے۔

۴۔عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ قُنْفُذٍ، أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبُولُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ حَتَّى تَوَضَّأَ، ثُمَّ اعْتَذَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ "إِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أَذْكُرَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا عَلَى طُهْرٍ أَوْ قَالَ :عَلَى طَهَارَةٍ(۲)

حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی ﷺ کے پاس گئے، اس وقت آپ ﷺ پیشاب کر رہے تھے، انہوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا، آپ ﷺ نے ان کو (فوراً) جواب نہیں دیا، حتیٰ کہ آپ ﷺ نے وضو فرمایا پھر آپ ﷺ نے (جواب میں تاخیر کا) عذر بیان کرتے ہوئے فرمایا: میں بغیر پاکیزگی (طہارت) کے اللہ تعالیٰ عزوجل کا ذکر ناپسند کرتا ہوں۔

۵۔عَنْ أَنَسٍ، قَالَ :كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ وَضَعَ خَاتَمَهُ(۳)

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو انگوٹھی اتار لیتے۔

۶۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُمَّ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ، فَلَا يَغْمِسْ يَدَهُ فِي وَضُوئِهِ حَتَّى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ(۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو جب تک اپنے ہاتھ کو تین بار نہ دھو لے، وضو کے برتن میں ہاتھ نہ ڈالے، کیونکہ تم میں سے کسی شخص کو یہ پتا نہیں ہے کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔

۷۔عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةً بِغَيْرِ طُهُورٍ، وَلَا صَدَقَةً مِنْ غُلُولٍ(۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ عزوجل طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں کرتا اور حرام مال سے صدقہ قبول نہیں کرتا۔

۸۔عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْتَقِيمُوا، وَلَنْ تُحْصُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ خَيْرَ أَعْمَالِكُمُ الصَّلَاةَ، وَلَا يُحَافِظُ عَلَى الْوُضُوءِ إِلَّا مُؤْمِنٌ(۶)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (شریعت پر) مستقیم رہو اور تم ہرگز اس کا استیعاب اور احاطہ نہ کر سکو گے اور جان لو کہ تمہارا بہترین عمل نماز ہے، اور وضو کی حفاظت صرف مومن کرتا ہے۔

۱۔ ترمذی:۲ ۲۔ ابوداؤد:۱۷ ۳۔ ابوداؤد:۱۹
۴۔ نسائی:۱ ۵۔ ابن ماجہ:۲۷۳ ۶۔ ابن ماجہ:۲۷۷

۹۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا تَوَضَّأَ، فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ، لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ، لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً، إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهَا دَرَجَةً، وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةً، حَتَّى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اچھی طرح وضو کر کے مسجد میں جائے اور اس کا مسجد میں جانا صرف نماز کے لیے ہو تو اس کے ہر قدم سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔حتیٰ کہ وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے۔

۱۰۔عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، أَنَّهُ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، وَقَالَ :رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ هَكَذَا(۲)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور ہر عضو کو تین بار دھویا اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

۱۱۔عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَدَمِ رَجُلٍ لُمْعَةً لَمْ يَغْسِلْهَا فَقَالَ :وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ(۳)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے پیر میں کچھ خشک جگہ دیکھی جس کو اس نے نہیں دھویا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خشک ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

۱۲۔عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ، قَالَ :قُلْتُ :يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ الْوُضُوءُ؟ قَالَ :إِذَا تَوَضَّأْتَ فَغَسَلْتَ يَدَيْكَ ثَلَاثًا خَرَجَتْ خَطَايَاكَ مِنْ بَيْنِ أَظْفَارِكَ وَأَنَامِلِكَ .فَإِذَا مَضْمَضْتَ وَاسْتَنْشَقْتَ فِي مَنْخَرَيْكَ وَغَسَلْتَ وَجْهَكَ وَذِرَاعَيْكَ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ وَغَسَلْتَ رِجْلَيْكَ إِلَى الْكَعْبَيْنِ اغْتَسَلْتَ مِنْ عَامَّةِ خَطَايَاكَ .(۴)

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وضو کا کیا طریقہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تو وضو کرے اور تین بار اپنے ہاتھوں کو دھوئے، تو تمہارے پوروں اور ناخنوں سے تمام گناہ نکل جائیں گے، اور جب تم نے کلی کی، اپنے نتھنوں میں پانی ڈالا، اپنے چہرہ کو دھویا، اپنی کلائیوں کو اپنی کہنیوں تک دھویا اور اپنے پیروں کو ٹخنوں تک دھویا، تو تم اپنے تمام گناہوں سے دھل جاؤ گے۔

۱۳۔عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ :كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، وَنَحْنُ نَتَنَاوَبُ رِعْيَةَ الْإِبِلِ، فَجِئْتُ ذَاتَ يَوْمٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ وَقَدْ سَبَقَنِي بَعْضُ قَوْلِهِ فَجَلَسْتُ إِلَى جَنْبِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :مَنْ تَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي فَصَلَّى صَلَاةً، يَعْلَمُ مَا يَقُولُ فِيهَا حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِهِ كَانَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ .فَقَالَ :قُلْتُ :بَخٍ بَخٍ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ :قَدْ قَالَ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور اونٹوں کی چراگاہ میں ٹھہرے ہوئے تھے، تو میں ایک دن بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ فرامین مجھ سے سبقت لے گئے تھے، تو میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گیا، اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا، پھر اس نے کھڑے ہو کر اس طرح نماز پڑھی کہ اس کو علم ہو کہ وہ نماز میں کیا پڑھ رہا ہے تو وہ اس دن کی طرح

ابن ماجہ:۲۸۱ ۲۔ شرح معانی الاثار:۱۲۱

ایضاً:۱۸۶ ۴۔ ایضاً:۱۸۵

آنِفًا أَجْوَدَ مِنْ هَذَا قَالَ: "مَنْ تَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى صَلَاةً يَعْلَمُ مَا يَقُولُ فِيهَا حَتَّى فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ، ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، فُتِحَتْ لَهُ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ مِنَ الْجَنَّةِ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ" (۱)

(گناہوں سے صاف) ہو جائے گا، جس دن وہ اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا، تو آپ فرماتے ہیں میں نے کہا واہ، واہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس سے زیادہ عمدہ یہ روایت ہے: کہ جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا، پھر کھڑے ہو کر اس طرح نماز پڑھی کہ اس کو علم ہو کہ وہ نماز میں کیا پڑھ رہا ہے، پھر اس نے **اشهد ان لااله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله** پڑھا، تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے، وہ جس دروازے سے چاہے گا، جنت میں داخل ہو جائے گا۔

۱۴- عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ، وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ، فُتِحَتْ لَهُ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ" (۲)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا، پھر کہا: **اشهد ان لااله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله، اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين** اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے، وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

۱۵- عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ اللَّيْلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: جَوْفُ اللَّيْلِ الْآخِرُ قَالَ: ثُمَّ الصَّلَاةُ مَقْبُولَةٌ إِلَى صَلَاةِ الْفَجْرِ، ثُمَّ لَا صَلَاةَ إِلَى طُلُوعِ الشَّمْسِ، ثُمَّ الصَّلَاةُ مَقْبُولَةٌ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ، ثُمَّ لَا صَلَاةَ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ صَلَاةُ اللَّيْلِ؟ قَالَ: مَثْنَى مَثْنَى قَالَ: قُلْتُ: كَيْفَ صَلَاةُ النَّهَارِ؟ قَالَ: أَرْبَعًا أَرْبَعًا قَالَ: وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً كَتَبَ اللَّهُ لَهُ قِيرَاطًا، وَالْقِيرَاطُ مِثْلُ أُحُدٍ، وَأَنَّ الْعَبْدَ إِذَا قَامَ يَتَوَضَّأُ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ خَرَجَتْ ذُنُوبُهُ مِنْ كَفَّيْهِ، ثُمَّ إِذَا مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ خَرَجَتْ ذُنُوبُهُ مِنْ خَيَاشِيمِهِ، ثُمَّ إِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَتْ ذُنُوبُهُ مِنْ وَجْهِهِ وَسَمْعِهِ وَبَصَرِهِ، ثُمَّ إِذَا غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ خَرَجَتْ ذُنُوبُهُ مِنْ ذِرَاعَيْهِ، ثُمَّ إِذَا مَسَحَ بِرَأْسِهِ خَرَجَتْ ذُنُوبُهُ مِنْ رَأْسِهِ، ثُمَّ إِذَا

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! رات کا کون سا حصہ افضل ہے؟ فرمایا: آدھی رات کے بعد والا حصہ، اور فرمایا: نماز فجر تک پڑھی جانے والی نماز مقبول ہوگی، پھر سورج طلوع ہونے تک کوئی نماز نہیں ہے۔ پھر نماز عصر تک پڑھی جانے والی نماز مقبول ہوگی، پھر عصر کے بعد سے مغرب تک کوئی نماز نہیں ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ میں عرض کی یارسول اللہ ﷺ! رات کی نماز کیسی ہونی چاہیے؟ فرمایا: دو، دو کر کے، آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے عرض کی: اور دن کی نماز کیسی ہونی چاہئے؟ فرمایا: چار، چار۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اور جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا، اللہ تعالیٰ عزوجل اس کے لیے ایک قیراط (کا اجر) لکھ دے گا، اور قیراط احد جتنا ہے، اور بے شک بندہ وضو کرتا ہے، تو اپنے

۱- مصنف عبدالرزاق: ۱۴۲
۲- ترمذی: ۵۵

غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ ذُنُوبُهُ مِنْ رِجْلَيْهِ، ثُمَّ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ (۱)

ہاتھوں کو دھوتا ہے تو اس کے گناہ اس کی ہتھیلیوں سے نکل جاتے ہیں، پھر جب وہ کلی کرتا ہے اور ناک میں پانی ڈالتا ہے، تو اس کے گناہ اس کے ناک کے بانسہ سے نکل جاتے ہیں، پھر جب وہ اپنے چہرہ کو دھوتا ہے تو اس کے گناہ اس کے چہرہ، کان اور آنکھ سے نکل جاتے ہیں، پھر جب وہ اپنے بازو دھوتا ہے تو اس کے گناہ اس کے بازوؤں سے نکل جاتے ہیں، پھر جب وہ اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر سے گناہ نکل جاتے ہیں، پھر جب وہ اپنے پاؤں دھوتا ہے تو اس کے پاؤں سے گناہ دھل جاتے ہیں پھر جب وہ نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اپنے گناہوں سے ایسے نکل جاتا ہے جیسا کہ آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنم دیا ہو۔

۱۶۔عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ يُكَفِّرُ اللَّهُ بِهِ الْخَطَايَا، وَيُزِيدُ بِهِ فِي الْحَسَنَاتِ ، قَالُوا :بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عِنْدَ الْمَسَاجِدِ، وَكَثْرَةُ الْخُطَى إِلَى هَذِهِ الْمَسَاجِدِ(۲)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ گناہ مٹا دے اور نیکیوں کو زیادہ کر دے؟ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نماز کے وقت مکمل وضو کرنا اور زیادہ قدم چل کر مساجد میں جانا۔

۱۷۔عَنْ يَزِيدَ بْنِ بِشْرٍ، قَالَ :إِنَّ اللَّهَ أَوْحَى إِلَى مُوسَى أَنْ تَوَضَّأْ، فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَأَصَابَتْكَ مُصِيبَةٌ، فَلَا تَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَكَ(۳)

حضرت یزید بن بشر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی: کہ آپ وضو کریں، اگر آپ نے وضو نہ کیا اور آپ کو کوئی مصیبت پہنچ گئی، تو صرف اپنے نفس کو ملامت کریں۔

۱۸۔عَنْ سَلْمَانَ، قَالَ :إِذَا تَوَضَّأَ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ وُضِعَتْ خَطَايَاهُ عَلَى رَأْسِهِ فَتَحَاتَتْ كَمَا يَتَحَاتُّ عِذْقُ النَّخْلَةِ(۴)

حضرت سلمان کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص وضو کرتا ہے تو اس کے گناہ اس کے سر پر رکھ دیئے جاتے ہیں، پھر اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح کھجور کی شاخیں جھڑتی ہیں۔

۱۔ مصنف عبدالرزاق: ۱۵۳ ۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴
۳۔ ایضاً: ۴۷ ۴۔ ایضاً: ۵۰

۱۹۔عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، قَالَ :كُنْتُ مَعَ سَلْمَانَ، فَأَخَذَ غُصْنًا مِنْ شَجَرَةٍ يَابِسَةٍ فَحَتَّهُ، ثُمَّ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ تَحَاتَّتْ خَطَايَاهُ كَمَا يَتَحَاتُّ الْوَرِقُ(۱)

حضرت ابوعثمان رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، انہوں نے ایک درخت کی خشک شاخ لی اور اس کے پتے جھاڑے، پھر بیان کیا، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے، کہ جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا، اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں، جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔

۲۰۔عَنِ ابْنِ عُمَرَ، يَقُولُ :مَنْ تَوَضَّأَ عَلَى طُهْرٍ كُتِبَ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ(۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس شخص نے باوضو ہونے کے باوجود وضو کیا، اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔

۲۱۔عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ :كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى الْخَلَاءَ، ثُمَّ إِنَّهُ رَجَعَ فَأُتِيَ بِطَعَامٍ فَقُلْتُ :يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَا تَتَوَضَّأُ فَقَالَ " :لَمْ أُصَلِّ فَأَتَوَضَّأُ "(۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ بیت الخلاء گئے پھر واپس آئے۔ پھر آپ کے پاس کھانا لایا گیا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ وضو نہیں کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جب نماز پڑھتا ہوں تو وضو کرتا ہوں۔

۲۲۔عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ :الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ(۴)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طہارت نصف ایمان ہے۔

۲۳۔عَن عبد الله بن بشر الْمَازِني رَضِي الله عَنهُ قَالَ قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قصوا أظافيركم وادفنوا قلاماتكم ونقوا براجمكم ونظفوا لثاتكم من الطَّعَام وتسننوا وَلَا تدخلوا عَليّ قخرا بخرا(۵)

حضرت عبداللہ بن بشر المازنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ناخن تراشو، ناخنوں کے تراشے دفن کردو، انگلیوں کے جوڑ صاف کرو، مسوڑھوں سے طعام کے ذرات صاف کرو، دانت صاف کرو اور میرے پاس گندہ اور بدبودار منہ لے کر نہ آؤ، یا پیلے دانتوں کے ساتھ نہ آؤ۔

۴۔طہارت کے مراتب اور درجات:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

طہارت کے چار مراتب ہیں:

پہلا مرتبہ: ظاہر بدن کو ظاہری نجاست اور باطنی نجاست (جنبی ہونا یا بے وضو ہونا) سے پاک کرنا، یہ عام مسلمانوں کی طہارت ہے۔

دوسرا مرتبہ: ظاہری اعضاء کو جرائم اور معاصی (مثلاً شراب نوشی، زنا کاری، چوری اور ڈاکہ وغیرہ) سے پاک کرنا، یہ خاص مسلمانوں کی طہارت ہے۔

تیسرا مرتبہ: دل کو اخلاق مذمومہ (مثلاً بخل، تکبر، ریاکاری، تصنع، ناشکری، اترانے، کینہ اور بغض وغیرہ) اور خصائل رذیلہ مبغوضہ (مثلاً گناہوں سے محبت) سے پاک کرنا، یہ عباد صالحین میں سے خاص مومنین کی طہارت ہے۔

۱۔ ایضاً:۵۲ ۲۔ ایضاً:۵۳ ۳۔ السنن الکبری للبیہقی:۱۸۹

۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷ ۵۔ نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول، ج۱، ص۱۸۵

چوتھا مرتبہ: باطن قلب کو ماسوی اللہ سے پاک کرنا، بایں طور کہ دل میں غیر اللہ کا خیال تک نہ آئے، یہ انبیاء صلوات اللہ علیہم اور صدیقین کی طہارت ہے۔

طہارت کا پہلا مرتبہ نیک مسلمانوں کا ہے اور یہ ولایت کا پہلا درجہ ہے، دوسرا مرتبہ مومنین صالحین کا ہے، یہ ولایت کا دوسرا درجہ ہے، طہارت کا تیسرا مرتبہ شہداء کا درجہ ہے اور طہارت کا چوتھا مرتبہ انبیاء علیہم السلام اور صدیقین کا درجہ ہے۔ اور ہر مرتبہ کی طہارت اس درجہ کا نصف عمل ہے، کیونکہ باطن قلب کی طہارت سے مقصود یہ ہے کہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ ﷻ کی ذات اور اس کی عظمت اور کبریائی منکشف ہو جائے اور اس کے قلب کے باطن میں اللہ تعالیٰ ﷻ کی معرفت اس وقت تک حلول نہیں کرسکتی، جب تک کہ وہ ماسوی اللہ سے گذر نہ جائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ ﷻ نے فرمایا ہے:

قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ (۱)

آپ کہیے اللہ تعالیٰ ﷻ (نے ہی کتاب کو نازل کیا ہے) پھر ان کو ان کی سرکشی میں کھیلنے کے لیے چھوڑ دیجئے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ ﷻ اور اس کا غیر دونوں ایک قلب میں جمع نہیں ہوتے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ (۲)

اللہ تعالیٰ ﷻ نے ایک آدمی کے لیے اس کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے۔

اور دل کو اخلاق مذمومہ سے پاک کرنے کی غرض یہ ہے کہ وہ اپنے دل میں اخلاق محمودہ اور عقائد مشروعہ جا گزیں کرے، اور جب تک وہ اپنے دل کو عقائد فاسدہ اور اخلاق رذیلہ سے پاک نہ کرے، اس کے دل میں اخلاق محمودہ اور عقائد مشروعہ کا حلول نہیں ہوسکتا۔ تو جب تک انسان اپنے قلب کو عقائد فاسدہ سے پاک نہ کرے، اس کے دل میں عقائد صحیحہ کا حصول نہیں ہوسکتا، اسی لیے نبی ﷺ نے فرمایا ہے: طہارت نصف ایمان ہے، اسی طرح جب تک ظاہری اعضاء کو معاصی اور جرائم سے پاک نہیں کرے گا، اس کے اعضاء عبادات سے متصف نہیں ہوں گے، اسی لیے ظاہری اعضاء کو معاصی سے پاک کرنا بھی نصف ایمان ہے، سو یہ ایمان کے مراتب اور مقامات ہیں اور ہر مرتبہ کے متعدد درجات ہیں، اور جب تک انسان نچلے درجہ کو حاصل نہ کرلے، اس سے اوپر والے درجہ میں نہیں پہنچ سکتا، جب تک ظاہری اعضاء کو گناہوں سے پاک نہ کرلے دل کی پاکیزگی حاصل نہیں کرسکتا، اور جب تک دل کی پاکیزگی حاصل نہ کرے باطن قلب کی پاکیزگی حاصل نہیں کرسکتا۔ (۳) (۴)

۱۔ انعام ۶:۹۱ ۲۔ احزاب ۳۳:۴

۳۔ غزالی، محمد بن محمد، ابو حامد، احیاء علوم الدین، ج ۱، ص ۱۶۰۔۱۶۱، دار الکتاب العربی، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء

۴۔ سعیدی، غلام رسول، علامہ، شرح صحیح مسلم، ج ۱، ص ۸۴۹-۸۵۸، فرید بک سٹال، لاہور، ط ۱۰، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء

۱۔ باب تَاوِیْلِ قَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ

اللہ تعالیٰ کے فرمان ''جب تمہارا نماز کے لئے کھڑے ہونے کا ارادہ ہو تو وضو کے لئے اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو'' کی تفسیر

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کے پہلے باب کا عنوان قرآن مجید فرقان حمید کی آیات مبارکہ کو بنایا ہے، تاکہ یہ واضح ہو کہ ایک مسلمان کے لیے ہدایت ورہنمائی کا اولین سرچشمہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی کتاب ہے اور دوسری یہ بات کہ قرآن مجید کی بہترین تفسیر احادیث مبارکہ ہیں، پھر طہارت میں چونکہ ہاتھ آلہ طہارت ہیں، اس لئے سب سے پہلے ہاتھوں کو پاک کرنے کے بارے میں باب قائم فرمایا ہے۔

۱۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُمَّ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلَا يَغْمِسْ يَدَهُ فِي وَضُوئِهِ حَتَّى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو اس وقت تک وضو کے (والے برتن) میں ہاتھ نہ ڈالے، جب تک اپنے ہاتھ کو تین مرتبہ دھو نہ لے۔ کیونکہ تم میں سے کسی کو معلوم نہیں کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔

۱۔ اطراف:

مسلم: ۲۷۸، احمد: ۷۲۸۲، ۷۴۴۲، ۹۱۵۰، ۸۵۹۴، ۹۸۷۶، ۱۰۵۰

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نماز کے لیے وضو شرط ہے، اور وضو کے لئے ہاتھ آلہ طہارت ہیں، اس لئے سب سے پہلے ہاتھوں کا پاک ہونا ضروری ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس سند کے پانچ راوی ہیں: ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ قتیبۃ بن سعید: آپ کا نام ابو رجاء قتیبہ بن سعید بن جمیل بن طریف بن عبد اللہ ثقفی بغلانی (م: ۲۴۰ھ) ہے۔ بعض نے آپ کا نام یحییٰ اور علی بھی ذکر کیا ہے۔ آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، ثابت راوی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نوے سال کی طویل عمر پائی ہے۔ (۱)

۲۔ سفیان:

آپ کا نام ابو محمد سفیان بن عیینہ بن ابو عمران میمون ہلالی کوفی مکی (م: ۱۹۸ھ) ہے، آپ رواۃ کے آٹھویں طبقہ کبار سے ثقہ، حافظ، فقیہ، امام، حجۃ راوی ہیں۔ آپ کی ثقاہت، تقویٰ اور علم پر اہل علم متفق ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اکیانوے سال کی طویل عمر پائی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں (۲)

۱۔ تھذیب الکمال، رقم ۵۴۷۹، ج ۸، ص ۳۳۵ ii۔ التاریخ الکبیر بخاری، ج ۷، ص ۸۷۰

۲۔ i۔ تاریخ الثقات، ص ۱۹۴ ii۔ الثقات، ج ۶، ص ۴۰۳

۳۔الزہری:

آپ کا نام ابوبکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب بن عبد اللہ بن حارث بن زہرۃ بن کلاب قرشی زہری (م:۱۲۵ھ) ہے۔ آپ امام زہری کے نام سے مشہور ہیں۔آپ رواۃ کے چوتھے طبقہ کبار سے ثقہ،فقیہہ، حافظ، کثیر الحدیث راوی ہیں۔آپ کے تقویٰ، علم، فقاہت اور ثقاہت پر اہل علم کا اتفاق ہے۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۴۔ابی سلمۃ:

آپ کا نام ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف قرشی زہری مدنی (م:۹۴ھ) ہے،بعض نے آپ کا نام عبد اللہ اور اسماعیل بھی لکھا ہے،آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ،فقیہہ، کثیر الحدیث راوی ہیں۔آپ کا تعلق سادات قریش سے تھا۔آپ کی ولادت تقریباً ۲۰ھ میں ہوئی، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۱۔ابی ہریرۃ:

آپ کا نام ابوہریرہ عبد الرحمٰن بن صخر اور دوسرے قول کے مطابق عبد اللہ بن عائذ دوسی (م:۵۹ھ) ہے نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبد شمس سے بدل کر عبد الرحمٰن یا عبد اللہ رکھا، اسی طرح ابوہریرہ کی کنیت بھی سرکار دو عالم ﷺ نے عطا فرمائی۔آپ کے نام میں علماء انساب کے ہاں شدید اختلاف ہے۔البتہ کنیت متفقہ ہے، آپ مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں، تمام صحابہ عادل وضابط ہیں۔سب سے زیادہ احادیث آپ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہیں، جن کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) ہے۔حدیث کی تمام کتب میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایات موجود ہیں۔جن میں سے تین سو پچیس متفق علیہ ہیں، اناسی میں امام بخاری اور ترانوے میں امام مسلم منفرد ہیں۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تقریباً آٹھ سو محدثین نے سماع کیا ہے۔(۳)

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، امام مسلم نے اسے روایت کیا ہے۔

۵۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ حدیث خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے، خماسیات میں سے یہ پہلی حدیث ہے۔
☆ اس سند کے تمام راوی اجل ثقات ہیں۔
☆ سند کا ایک راوی بلغانی بلخی (قتیبہ)، ایک کوفی مکی (سفیان) اور باقی مدنی ہیں۔
☆ صحاح ستہ کے راویوں میں قتیبہ بن سعید کے علاوہ کوئی اور اس نام کا راوی نہیں ہے۔

۱۔ i۔طبقات ابن سعد، ج ۴، ص ۱۳۶ ii۔تقریب التھذیب، ج ۲، ص ۲۱۶

۲۔ i۔تھذیب الکمال، رقم ۸۰۴۳، ج ۱۱، ص ۳۷۹ ii۔تقریب التھذیب، ج ۲، ص ۴۲۷

iii۔طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۱۵۵

۳۔ i۔تدریب الراوی (سیوطی)، ص ۲۱۴۔۲۱۷ ii۔اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج ۶، ص ۳۱۳

☆ اس سند میں ابوسلمہ راوی کنیت کی بجائے اسم ہے، جو کسی اور کا نام نہیں ہے۔ یہ فقہاء سبعہ مدینہ میں سے ہیں، جو کہ تابعین میں سے ہیں۔

☆ اس سند میں تابعی (زہری) کی روایت، تابعی (ابوسلمہ) سے ہے۔

☆ سند میں صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک ایسی شخصیت ہیں، جن سے سب سے زیادہ احادیث (۵۳۷۴) مروی ہیں، لیکن ان کے نام اور والد کے نام میں شدید اختلاف ہے۔

۶۔لغات:

وضوء: واؤ کے فتح کے ساتھ جب ہوتو اس سے مراد ایسا برتن ہوتا ہے جس میں وضو کے لئے پانی رکھا گیا ہو۔

باتت: اس کے معانی رات کو کام کرنے یا رات گزارنے کے ہیں۔ یہاں پر مراد ہاتھوں کا جسم کے مختلف حصوں کو چھونا ہے۔

۷۔مسائل ونصائح:

امام شافعی اور دیگر فقہاء رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سونے والا نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے! اس کا معنی یہ ہے کہ اہل حجاز پتھروں سے استنجاء کرتے تھے، اور ان کے شہروں میں بہت گرمی پڑتی تھی، اور جب وہ سوتے تو پسینہ آتا تھا، اور سونے والے کو یہ خدشہ ہوتا تھا کہ سوتے وقت اس کا ہاتھ استنجاء کی جگہ لگا ہوگا، اور گیلی نجاست اس کے ہاتھ پر لگی ہوگی، اس لیے اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ جب قلیل پانی (جو دہ دردہ سے کم ہو) میں تھوڑی سی نجاست بھی گر جائے، تو وہ پانی نجس ہو جاتا ہے، خواہ وہ نجاست اس پانی کے رنگ، بو اور ذائقہ کو تبدیل نہ کرے۔

۲۔ کسی نجس چیز کو پاک کرنے کے لیے سات بار دھونا ضروری نہیں ہے، بلکہ تین بار دھونے سے وہ چیز پاک ہو جاتی ہے۔

۳۔ جس چیز میں نجاست کا وہم ہو اس کو بھی دھونا مستحب ہے۔

۴۔ عبادت میں احتیاط پر عمل کرنا مستحب ہے۔

۵۔ جن چیزوں کا صراحۃً ذکر کرنا بے حیائی ہو، ان کا کنایہ سے ذکر کرنا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: کہ ہوسکتا ہے نیند میں اس کا ہاتھ ذکر یا دبر پر لگا ہو، بلکہ یہ فرمایا: وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری! (۱)

☆ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کثیر پانی کے لیے قلتین (دو گھڑے کی مقدار پانی) معیار نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مطلقاً ہاتھ دھونے کا حکم دیا ہے، یہ نہیں فرمایا: کہ اگر پانی قلتین سے کم ہو تو پھر ہاتھ دھونا۔

☆ نبی کریم ﷺ کا ہاتھ دھونے کا حکم مکروہ تنزیہی پر مشتمل ہے۔ اس سے مراد مکروہ تحریمی نہیں ہے۔ اس لئے اگر کسی نے ہاتھ دھوئے بغیر پانی کے برتن میں ڈال دیئے، تو پانی ناپاک نہیں ہوگا اور نہ ہی ہاتھ ڈالنے والا گناہگار ہوگا۔ (۲)

☆ دین اسلام کا یہ حکم مسلمان کے انتہائی پاکیزہ اور نفیس ونظیف ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ (۳)

۱۔ شرح مسلم نووی، ج ۱، ص ۱۳۶ ۲۔ شرح مسلم نووی، ص ۲۸۲

۳۔ فتح المنعم شرح صحیح مسلم، ج ۲، ص ۲۱۸

☆ کراہت کا حکم اسی صورت پر ہوگا، جب نجاست کا شک ہو، اگر طہارت کا یقین ہے تو پھر کراہت نہیں ہے۔۵

☆ ناپسندیدہ امور کا تذکرہ الفاظ کنایات کے ساتھ کرنا چاہیے، بشرطیکہ سامع کی تفہیم کا یقین ہو، اور اگر سامع کنایات کو نہ سمجھتا ہو، تو پھر صراحت کے ساتھ مطلوب بیان کرنا چاہیے، تاکہ سامع کو فائدہ تامہ حاصل ہو۔

☆ یہاں پر بات کی قید اتفاقی ہے، احترازی نہیں، اس لئے اگر دن کو بھی کوئی شخص سوتا ہے، تو حکم یہی ہوگا۔

☆ اس حدیث مبارکہ سے ایک اصول یہ بھی مترشح ہوتا ہے، کہ جب ہاتھوں کے ناپاک ہونے کا شک ہو، تو پھر پہلے انہیں دھولینا چاہیے، اگرچہ نیند کے بغیر ہی ایسا ہو، اور اگر ہاتھوں کے پاک ہونے کا یقین ہے، پھر بھی بہتر یہی ہے، کہ پہلے ہاتھوں کو دھولیا جائے۔(۱)

☆ اس حدیث مبارکہ سے یہ بابت بھی واضح ہوتی ہے، کہ نجاست اگر ایک دفعہ دھونے سے بھی زائل ہو جائے، تو تین دفعہ دھونا افضل ہے، تاکہ وہم باقی نہ رہے۔

☆ وضو کے پانی میں احتیاط کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

☆ نجس چیز کو تین دفعہ دھونا مستحب ہے، تاکہ اس سے وہم دور ہو اور یقین حاصل ہو جائے۔(۲)

۸۔خلاصہ:

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد پہلے ہاتھ دھونے چاہئے۔

☆ نیند سے بیدار ہونے کے بعد اور ہاتھوں کے پاکی کے شک کے وقت، ہاتھوں کو پانی میں ڈالنے سے پہلے دھولینا چاہیے۔ یہ امر مستحب ہے۔

☆ وضو کے لئے پانی میں انتہائی احتیاط برتنی چاہیے،

☆ ناپسندیدہ امور کا تذکرہ بھی احسن انداز اور خوبصورت پیرائے میں کرنا چاہیے۔ اسی طرح ان مفاہیم کے لئے الفاظ وجملوں کا استعمال مناسب ہونا چاہیے۔

۱۔ حاشیہ سندھی، ص ۹ ۲۔ فتح المنعم، ج ۲، ص ۲۲۱

۲۔ باب السِّوَاكِ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ — رات کو اٹھنے پر مسواک کرنا

اس باب میں رات کو نیند سے بیدار ہونے پر مسواک کرنے کا بیان ہے، پچھلے باب میں رات کی نیند سے بیدار ہونے پر ہاتھ دھونے کا بیان تھا۔

۲۔ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ جَرِيرٍ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بیدار ہوتے، تو اپنا منہ مبارک مسواک سے صاف فرماتے۔

۱۔ اطراف:

بخاری: ۲۴۹، مسلم: ۲۵۵، نسائی: ۱۶۱۷۔ ۱۶۱۸، ابن ماجہ: ۲۸۶، احمد: ۲۳۰۳، ۳۳۷۳، ۳۴۲۶

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بیدار ہونے پر مسواک کرتے تھے، اس لئے باقی مسلمانوں کو بھی ایسا ہی کرنا چاہئے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔i۔ اسحاق بن ابراہیم:

آپ کا نام ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم بن مطر حنظلی مروزی (م: ۲۳۸ھ) ہے، آپ امام ابن راہویہ کے نام سے مشہور ہیں، آپ رواۃ کے غالباً دسویں طبقہ کبار سے ثقہ، امام، فقیہہ، مجتہد راوی ہیں۔ اہل علم آپ کے علم، تقویٰ، فقاہت، ثقاہت اور حفظ پر متفق ہیں۔ آپ نے بہتر (۷۲) سال کی عمر میں وفات پائی، آپ سے امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام نسائی نے روایات بیان کی ہیں۔(۱)

۱۔ii۔ قتیبہ بن سعید: حدیث نمبر ا پر حالات گزر چکے ہیں۔

۲۔ جریر: آپ کا نام قاضی ابو عبداللہ جریر بن عبدالحمید بن قرط ضبی کوفی رازی (م: ۱۸۸ھ) ہے، آپ کی ولادت قریہ اصبھان کی، نشوونما کوفہ کی اور آخر میں مستقل رہائش بستی رین مقام رے تھی، آپ ثقہ راوی ہیں، آپ نے اکہتر (۷۱) سال کی عمر میں وفات پائی، صحاح ستہ کے تمام آئمہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۱۔ i۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۸۲۔ ۱۸۳ — ii۔ تھذیب الکمال، ج ۱، ص ۳۶۰

۲۔ i۔ الجرح والتعدیل، ج ۱، ص ۵۰۵۔ ۵۰۷ — ii۔ تاریخ بغداد، ج ۷، ص ۲۵۳

۳۔منصور:

آپ کا نام ابوعتاب منصور بن معتمر بن عبداللہ سلمی کوفی (م:۱۳۲ھ) ہے، آپ امام اعمش کے ہم عصر ہیں۔آپ ثقہ ثابت راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۴۔ابی وائل:

آپ کا نام ابووائل شقیق بن سلمہ اسدی (م:۱۰۱ھ) ہے۔آپ غالباً رواۃ کے تیسرے طبقہ کبار سے ثقہ، مخضرمی، کثیرالحدیث راوی ہیں۔آپ نے سو(۱۰۰) سال کی طویل عمر پائی۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۵۔حذیفہ:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام ابوعبداللہ حذیفہ بن یمان حسیل بن جابر بن عمرو بن ربیعہ عبسی کوفی (م:۳۶ھ) ہے۔آپ مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد میں شرکت کی، اسی غزوہ میں آپ کے والد شہید ہوئے تھے۔آپ ہی سے امام مسلم نے حدیث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلمہ بما کان و مایکون الی ان تقوم الساعۃ روایت کی ہے، آپ سے سو احادیث مروی ہیں جن میں سے بارہ متفق علیہ ہیں، آٹھ میں بخاری اور سترہ میں امام مسلم منفرد ہیں۔آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چالیس راتیں بعد وفات پائی، آئمہ ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۳)

۳۔حکم روایت: یہ حدیث صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۴۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ حدیث خماسیات نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔خماسیات میں سے یہ دوسری حدیث ہے۔

☆ سند میں قتیبہ بغلانی کے علاوہ تمام راوی کوفی ہیں۔

☆ تمام راوی آئمہ ثقات میں سے ہیں۔

☆ تمام راوی صحاح ستہ کے متفقہ ہیں، سوائے اسحاق ابن ابراہیم کے، ان سے امام ابن ماجہ نے روایت بیان نہیں کی۔

☆ محدثین کے مشہور قاعدہ کے مطابق اخبرنا اسحاق وقتیبہ کے بعد کلاھما مقدر ہے۔اور اصل سند اس طرح ہے: اخبرنا اسحاق وقتیبہ کلاھما علی جریر (۴)

☆ سند کے ابتداء میں اخبرنا اور باقی تمام عن عن سے روایت ہے۔

۱۔ i۔طبقات ابن سعد، ج۶، ص۹۶ ii۔الثقات، ج۴، ص۳۵۴

۲۔ i۔ابن منجویہ، احمد بن علی، ابوبکر صافہانی، رجال صحیح مسلم، ص۱۰۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء
ii۔تقریب التھذیب، ج۱، ص۱۵۹

۴۔ فتح الباری، ج۱، ص۴۴۹

۵۔ لغات:

شوص کا معنی دھونا، صاف کرنا، رگڑنا کے ہے۔ یہاں پر دانت صاف کرنا مراد ہے۔

۶۔ مسائل ونصائح:

☆ آئمہ لغت نے کہا ہے کہ لکڑی سے دانتوں کے صاف کرنے کے فعل کو مسواک کہتے ہیں، اور مسواک اس لکڑی کو بھی کہتے ہیں، اور علماء کی اصطلاح میں لکڑی یا اس کی مثل کسی چیز سے دانت صاف کرنے کو مسواک کہتے ہیں جس سے دانتوں کا میل یا پیلاہٹ زائل ہو جائے۔

☆ مسواک کرنا سنت ہے، اور کسی حال میں بھی واجب نہیں ہے، نماز میں، نہ غیر نماز میں، اس پر علماء کا اجماع ہے، علامہ ماوردی نے لکھا ہے: کہ داؤد ظاہری نے کہا ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے، لیکن اس کو ترک کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی، اور امام اسحاق بن راہویہ سے منقول ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے، اور اس کو عمداً ترک کرنے سے نماز باطل ہو جائے گی، ہمارے فقہاء میں سے ابو حامد نے کہا ہے: کہ داؤد ظاہری سے یہ نقل صحیح نہیں ہے، اور اگر یہ نقل صحیح ہو تو اس کی مخالفت سے اجماع پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اور امام اسحاق سے جو وجوب کا قول نقل کیا گیا ہے، وہ صحیح نہیں ہے۔

☆ مسواک کرنا تمام اوقات میں مستحب ہے لیکن حسب ذیل پانچ اوقات میں مسواک کرنا زیادہ مستحب ہے:

۱۔ نماز پڑھنے کے وقت خواہ پانی سے طہارت حاصل ہو یا تیمم سے (یہ امام شافعی کے نزدیک ہے)۔

۲۔ وضو کرنے کے وقت۔ ۳۔ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت۔

۴۔ نیند سے بیدار ہونے کے وقت۔

۵۔ جب منہ کی بو متغیر ہو، خواہ کھانے پینے سے یا کسی بدبودار چیز کے کھانے سے، زیادہ دیر خاموش رہنے کی وجہ سے یا زیادہ باتیں کرنے کی وجہ سے۔

☆ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ روزہ دار کے لئے زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے، تا کہ روزہ دار کے منہ کی بو جو مستحب ہے، وہ زائل نہ ہو جائے۔ پیلو کے درخت کی لکڑی مسواک کرنا مستحب ہے، اور ہر وہ چیز جس کے استعمال کرنے سے منہ صاف ہو جائے، اس سے منہ صاف کرنا مستحب ہے خواہ سخت کپڑا ہو، کوئی جڑی بوٹی، ہو یا انگلی سے صاف کرے، (منجن اور ٹوتھ پیسٹ بھی اس میں داخل ہیں)۔ اور مستحب یہ ہے کہ متوسط لکڑی سے مسواک کی جائے، جو بہت سخت ہو نہ بہت نرم، اور مستحب یہ ہے کہ دانتوں میں عرضاً مسواک کی جائے، طولاً مسواک نہ کی جائے، تا کہ دانتوں پر لگے ہوئے گوشت سے خون نہ نکلے، اور اگر اس کے برخلاف طولاً مسواک کی تو ہر چند کہ یہ مکروہ ہے، لیکن مسواک کے حکم پر عمل ہو جائے گا۔ نیز مستحب یہ ہے کہ دانتوں کی اطراف اور ڈاڑھوں پر مسواک کی جائے، اور حلق کی چھت پر بھی مسواک کی جائے، اور یہ بھی مستحب ہے کہ پہلے دائیں جانب، پھر بائیں جانب مسواک کی جائے، اور یہ بھی مستحب ہے کہ بچوں کو مسواک کرنے کی عادت ڈالی جائے (۱)

۱۔ شرح مسلم نووی، ج ۱، ص ۱۲۷

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

☆ مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دن اور رات مسواک کرنے پر دائمی عمل کرتے تھے، اور مسواک کے استحباب پر اجماع ہے، حتیٰ کہ امام اوزاعی نے کہا: مسواک کرنا وضو کا جز ہے، اور بہ کثرت احادیث میں اس پر دلالت ہے، کہ مسواک کرنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل تھا، اس سلسلہ میں سب سے قوی اور سب سے صحیح حدیث یہ ہے، کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ''حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت آپ میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے پاس ایک تازہ مسواک تھی، جس کے ساتھ وہ دانت صاف کرر ہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے، میں نے ان سے مسواک لی، اس کو کاٹا، اس کو صاف کیا، پھر وہ مسواک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کی۔

☆ مسواک میں علماء کا اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ مسواک کرنا وضو کی سنت ہے، اور بعض نے کہا یہ نماز کی سنت ہے، اور بعض نے کہا یہ سنت دین ہے (یعنی شعائر اسلام سے ہے) یہی قول زیادہ قوی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، ہدایہ میں مذکور ہے، کہ صحیح یہ ہے کہ مسواک کرنا مستحب ہے، اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: کہ یہ سنت ہے اور اگر ہر نماز کے لئے مسواک کرنا ممکن ہو تو یہ افضل ہے، اور جمعہ کے دن مسواک کرنا فرض لازم ہے، علامہ ابوحامد اسفرائنی اور علامہ ماوردی نے اہل ظاہر سے نقل کیا ہے، کہ مسواک کرنا واجب ہے، اور امام اسحاق کا قول ہے کہ اگر عمداً مسواک کرنے کو ترک کیا، تو نماز باطل ہو جائے گی، علامہ نووی نے کہا: کہ امام اسحاق سے یہ نقل صحیح نہیں ہے۔

☆ ہمارے نزدیک مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسواک عرضاً کی جائے، طولاً نہ کی جائے، مغنی میں مذکور ہے کہ: مسواک دانتوں اور زبان پر کی جائے، مسواک کرنے کی کوئی مقدار معین نہیں ہے، جب دل مطمئن ہو جائے کہ منہ کی بدبو اور دانتوں کی پیلاہٹ دور ہوگئی ہے تو ختم کردے، مسواک کو دائیں ہاتھ سے پکڑے، مسواک کرتے وقت تین بار پانی لینا مستحب ہے، مسواک کی لمبائی ایک بالشت اور موٹائی ایک چھنگلی کے برابر ہونی چاہیے، مستحب یہ ہے کو پیلو کے درخت کی مسواک بنائی جائے، اور اگر وہ خشک ہو تو اس کو پانی میں بھگو کر نرم کرلیا جائے، محیط میں مذکور ہے کہ عورت کے لئے دنداسہ کرنا مسواک کے قائم مقام ہے، اور جب کسی کو مسواک میسر نہ ہو تو وہ انگلی سے دانت صاف کرے، امام بیہقی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں کو مسواک کرنے کے قائم مقام قرار دیا ہے، امام بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور مسواک کرنے کے فضائل بہت زیادہ ہیں۔ (۱)

☆ منجن اور ٹوتھ پیسٹ وغیرہ سے دانت صاف کرنا بھی مسواک کے حکم میں ہے۔

☆ امام بیہقی نے انگلیوں کو مسواک کے قائم مقام کرنے کے متعلق متعدد احادیث بیان کی ہیں اور یہ تمام احادیث ضعیف نہیں ہیں۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن انس عن النبی صلی الله علیه وسلم قال تجزی من السواک الاصابع (۲)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انگلیاں مسواک کرنے سے کفایت کرتی ہیں۔

۱۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۱۸۵ ۲۔ سنن کبریٰ، ج ۱، ص ۴۱

☆ امام بیہقی لکھتے ہیں اس حدیث کی سند میں عبدالحکم القسملی المصری ہے، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے منکر احادیث بیان کرتا ہے، لیکن عیسیٰ بن شعیب نے ایک اور سند سے اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اور عقبہ بن مکرم نے اس حدیث کی متابعت کی ہے۔

عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تجزى الاصابع مجزى السواك(۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انگلیاں مسواک کے قائم مقام ہیں۔

☆ امام بیہقی ایک اور سند سے روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك ان رجلا من الانصار من بنى عمرو بن عوف قال يارسول الله انك رغبتنافى السواك فهل ددن ذلك من شئى قال اصبعاك سواك عندوضوئك تمرهما على اسنانك انه لاعمل لمن لانية له ولا اجر لمن لاحسبة له۔(۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں سے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ہمیں مسواک کرنے کی ترغیب دی ہے کیا اس کے علاوہ بھی کوئی چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے وضو کے وقت تمہاری دو انگلیاں مسواک ہیں، جن کو تم اپنے دانتوں پر پھیرتے ہو، بغیر نیت کے کوئی عمل مقبول نہیں اور ثواب کی نیت کے بغیر کوئی اجر نہیں ہوتا۔

امام بیہقی نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ اس کی سند محفوظ ہے۔

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الا صبع تجزى من السواك (۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ انگلی مسواک کے قائم مقام ہے۔

☆ ان تمام احادیث سے یہ ظاہر ہو گیا کہ مخصوص لکڑی سے دانت صاف کرنا اسلام کا مطالبہ نہیں ہے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل مقصود یہ ہے کہ مسلمان اپنے دانت صاف رکھیں، اس لئے منجن اور ٹوتھ پیسٹ وغیرہ سے دانت صاف کر لئے جائیں، تب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل ہو جاتا ہے اور اس سے سنت کا ثواب ملے گا۔(۴)

☆ ایک حدیث میں ہے: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مستحب کام کا حکم نہیں دیا جاتا، نیز اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جس چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا حکم وارد نہ ہو، اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اجتہاد کرنا جائز ہے، یہ اکثر اصحاب اصول اور جمہور فقہاء کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے۔(۵)

☆ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر امت پر دشوار نہ ہوتا تو آپ امت پر مسواک کو واجب کر دیتے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار دیا ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کو چاہیں امت پر واجب کر دیں، اور جس چیز سے چاہیں امت کو روک دیں، احکام شرعیہ آپ کی طرف مفوض ہیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا احکام نافذ کرنا مشیت الہٰی کے تابع ہے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ بالذات شارع ہے اور آپ بالتبع شارع ہیں۔

۱۔ سنن کبریٰ، ج ۱، ص ۴۱ ۲۔ ایضاً ۳۔ ایضاً
۴۔ شرح صحیح مسلم، ج ۱، ص ۹۱۱ ۵۔ شرح مسلم نووی، ج ۱، ص ۱۲۸

۷۔خلاصہ:

امام نسائی رحمہ اللہ کی اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ نیند سے بیدار ہونے پر مسواک کرنا سنت مبارکہ ہے، نیند سے بیدار ہونے پر مسواک کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ فعل ہے۔

☆ مسواک کرنا سنت دائمی مستحبہ ہے۔

☆ مسواک پیلو کے درخت، لمبائی ایک بالشت اور موٹائی ایک چھنگلی کی مقدار مستحب ہے۔

☆ ہاتھ کی انگلی، منجن، ٹوتھ پیسٹ اور برش مسواک کے قائم مقام ہے، اس پر بھی سنت کے ثواب کی امید ہے، کیونکہ اصل مقصود دانتوں اور منہ کی صفائی ہے، جو ان تمام سے حاصل ہو جاتی ہے۔

۳۔ باب كَيْفَ يَسْتَاكُ — مسواک کرنے کا طریقہ

اس باب میں مسواک کرنے کے سنت طریقہ کا بیان ہے، جبکہ پچھلے باب میں رات کو نیند سے بیدار ہونے پر مسواک کرنے کا بیان تھا۔

۳۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ "دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَسْتَنُّ وَطَرَفُ السِّوَاكِ عَلَى لِسَانِهِ وَهُوَ يَقُولُ: عَأْ عَأْ"

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کر رہے تھے، مسواک کا کنارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر تھا، اور عاعا، کی آواز آرہی تھی۔

۱۔اطراف:

بخاری ۲۴۴، مسلم ۲۴۵، ابوداؤد: ۴۹، احمد: ۱۹۷۸

۲۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند کے پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔احمد بن عبدۃ:

آپ کا نام ابوعبداللہ احمد بن عبدہ بن موسیٰ ضبی بصری (م:۲۴۵ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے ثقہ رمی بالنصب کے الفاظ لکھیں ہیں۔ آپ سے امام مسلم اور آئمہ سنن اربعہ روایت کرتے ہیں (۱)

۲۔حماد بن زید:

آپ کا نام ابواسماعیل حماد بن زید بن درھم ازدی جہمی بصری (م:۱۷۹ھ) ہے، آپ رواۃ کے آٹھویں طبقہ کبار سے ثقہ، فقیہ، ثابت، حجۃ اور کثیر الحدیث راوی ہیں۔ آپ نے اکیاسی سال (۸۱) کی عمر میں وفات پائی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۱۔ i۔الجرح والتعدیل، ج ۲، ص ۶۲ — ii۔الثقات، ج ۸، ص ۲۳ — iii۔تقریب التھذیب، ج ۱، ص ۳۹

۲۔ i۔طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۲۸۶ — ii۔الثقات، ج ۶، ص ۲۱۷

۳۔غیلان بن جریر:

آپ کا نام غیلان بن جریر معوالی ازدی بصری (م:۱۳۲ھ) ہے، بعض نے آپ کا نام حارث ذکر کیا ہے۔آپ رواۃ کے پانچویں طبقہ سے ثقہ راوی ہے۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۴۔ابو بردۃ:

آپ کا نام ابو بردہ عامر بن حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (م:۱۰۴ھ) ہے۔آپ مشہور صحابی رسول ﷺ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے تابعی ثقہ راوی ہیں۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۵۔ابوموسیٰ:

آپ کا نام حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس بن سلیم بن حضار اشعری (م:۵۰ھ) ہے۔آپ مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔آپ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حاکم مقرر کیا تھا، جنگ صفین میں آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی طرف سے حکم (فیصل) مقرر ہوئے تھے۔آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔آپ زبید اور عدن میں بطور عامل اور کوفہ و بصرہ میں بطور گورنر تعینات رہے۔شہر تستر اور بہت سارے علاقے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوئے۔آپ سے تین سو ساٹھ (۳۶۰) احادیث مروی ہیں، جن میں سے پچاس متفق علیہ، چار میں امام بخاری اور پچیس میں امام مسلم منفرد ہیں۔آئمہ صحاح ستہ اور دوسرے محدثین آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۳)

حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۴۔خصوصیات سند:

☆ یہ خماسیات امام نسائی میں سے ہے

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ تیسری حدیث مبارکہ ہے۔

☆ حضرت ابو بردہ کے علاوہ تمام راوی بصری ہیں، حضرت ابو بردہ کوفی ہیں۔حضرت ابوموسیٰ اشعری کوفی بصری ہیں۔

☆ اس سند میں بیٹے (ابو بردہ) نے باپ (ابوموسیٰ) سے روایت کی ہے۔

☆ اس سند میں تابعی (غیلان) نے دوسرے تابعی (ابو بردہ) سے روایت کی ہے۔

☆ اس سند میں اخبرنا، حدثنا اور عن عن تینوں طرح کے الفاظ سے روایت ہے۔

۱۔ i۔ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح المجتبیٰ، ج۱،ص۲۳۴ ii۔العلل، ج۱،ص۱۲۲

۲۔ i۔تقریب التھذیب، ج۲،ص۴۰۲ ii۔تاریخ الثقات،ص۴۹۱

۳۔ i۔ذخیرۃ العقبیٰ، ج۱،ص۲۳۵ ii۔تقریب التھذیب، ج۱،ص۳۱۵

۵۔لغات:

یستن : دانت صاف کرنا۔ یہاں پر مسواک سے دانت صاف کرنا مراد ہے۔

عاعا: جب مسواک کو حلق کے آخر تک لے جا کر حلق کو صاف کیا جائے۔ تو ایسی آواز نکلتی ہے۔

۶۔مسائل ونصائح:

☆ اصل مقصود دانتوں کی صفائی ہے، اس زمانہ میں درخت کی شاخ یا پیلو کی جڑ سے مسواک کر کے دانتوں کو صاف کیا جاتا تھا، اب منجن، ٹوتھ پاؤڈر یا ٹوتھ پیسٹ سے دانتوں کو صاف کیا جاتا ہے، جیسے اس زمانہ میں زخم سے خون روکنے کے لئے چٹائی جلا کر راکھ زخم میں بھر دی جاتی تھی، اب جدید دوائیں مثلاً اسکن آئنٹ منٹ (Skin Ointtment) اور پولی فیکس (Poly Fax) ٹینچر (Tincture)، بینزا آئل (Benzyil)، وغیرہ زخم پر لگادی جاتی ہے، اور کیونکہ مقصود علاج ہے اور جس طرح ہر زمانہ کے عرف اور رواج کے مطابق علاج کیا جاتا ہے، اسی طرح دانتوں کی صفائی بھی ہر زمانہ کے عرف کے مطابق ہوگی، اور یہ خلاف سنت یا خلاف شریعت نہیں ہے۔

☆ مسواک کے ساتھ طولاً اور عرضاً دونوں طرح سے منہ اور دانتوں کو صاف کرنا مستحب ہے۔ کیونکہ اصل مقصود صفائی ہے۔(۱)

☆ مسواک پاک وصاف ہونی چاہیے۔(۲)

☆ مسواک کرنے کے لئے ابتدا دائیں طرف سے کرنی چاہیے۔(۳)

☆ مسواک کو وضو کے پانی سے نہیں دھونا چاہیے۔(۴)

☆ دانتوں کے ساتھ ساتھ زبان اور حلق کی بھی صفائی کرنی چاہیے۔

☆ بہترین مسواک لکڑی عود، اس کے بعد کھجور کی ہے۔

☆ ہر وہ مسواک جس سے منہ یا دانتوں کا رنگ تبدیل ہو جائے، وہ عورت کے لئے جائز اور مرد کے لئے مکروہ ہے، کیونکہ اس میں عورت کی زینت ہے، اور مرد کے لئے تشبہ بالنساء ہے۔(۵)

۷۔خلاصہ:

☆ دانت، منہ اور گلے کی صفائی ہر حال میں رکھنی چاہیے۔

☆ اصل مقصود صفائی ونظافت ہے، وہ ہر زمانے کے لحاظ سے جس طرح ممکن ہو، اور آسانی سے ہو، کرنی چاہیے، جیسے نبی کریم ﷺ کے دور اقدس میں مختلف درختوں سے مسواک بنائی جاتی تھی، آج ہمارے زمانے میں منجن، ٹوتھ پاؤڈر اور ٹوتھ پیسٹ ہے۔

☆ دن ہو یا رات منہ اور دانت کی صفائی ہر وقت کر سکتے ہیں۔

۱۔ ذخیرۃ العقبیٰ، ج۱، ص۲۴۰ ۲۔ ایضاً ۳۔ ایضاً، ص۲۴۱

۴۔ ایضاً ۵۔ ایضاً، ص۲۴۷

۴۔ باب هَلْ يَسْتَاكُ الْإِمَامُ بِحَضْرَةِ رَعِيَّتِهِ کیا حاکم عوام کی موجودگی میں مسواک کرسکتا ہے؟

اس باب کے قائم کرنے سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد یہ ہے کہ حاکم اور امام زیادہ نفیس اور صفائی ستھرائی کا مالک ہونا چاہیے، تاکہ لوگ اسے پسند کریں، اور اس سے نفرت نہ کریں۔ پچھلے باب میں مسواک کرنے کا طریقہ بیان ہوا تھا، اور اس باب میں حاکم کا عوام کی موجودگی میں مسواک کرنے کا بیان ہے۔

۴۔ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: أَقْبَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعِي رَجُلَانِ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ: أَحَدُهُمَا عَنْ يَمِينِي، وَالْآخَرُ عَنْ يَسَارِي. وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ فَكِلَاهُمَا سَأَلَ الْعَمَلَ. قُلْتُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ نَبِيًّا مَا أَطْلَعَانِي عَلَى مَا فِي أَنْفُسِهِمَا وَمَا شَعَرْتُ أَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ الْعَمَلَ، فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى سِوَاكِهِ تَحْتَ شَفَتِهِ قَلَصَتْ. فَقَالَ: إِنَّا لَا -أَوْ لَنْ- نَسْتَعِينُ عَلَى الْعَمَلِ مَنْ أَرَادَهُ وَلَكِنِ اذْهَبْ أَنْتَ. فَبَعَثَهُ عَلَى الْيَمَنِ، ثُمَّ أَرْدَفَهُ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اپنے قبیلے کے دو افراد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، وہ میرے دائیں اور بائیں تھے، اس وقت رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کر رہے تھے، ان دونوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملازمت کا سوال کیا۔ میں نے عرض کیا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور نبی مبعوث فرمایا ہے: انہوں نے اپنے دل کی بات مجھے نہیں بتلائی، اور نہ ہی ان کا ارادہ میرے وہم وگمان میں تھا۔ (حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) گویا میں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسواک دیکھ رہا ہوں، جو کہ اوپر اٹھے ہوئے ہونٹ کے نیچے تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ملازمت کا طلب گار ہو، ہم اسے ملازمت نہیں دیتے، یا ہرگز نہیں دیں گے، لیکن تم جاؤ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حاکم یمن بنا کر بھیجا اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ساتھ روانہ فرمایا۔

۱۔ اطراف:

بخاری: ۶۹۲۳، مسلم: ۳۳-۱۷۳۳، ۴۳۵۴، احمد: ۱۹۶۸۶

۲۔ تعارف رجال:

اس سند کے چھ راوی ہیں، جن کے حالات حسب ذیل ہیں:

۱۔ عمرو بن علی:

آپ کا نام ابو حفص عمرو بن علی بن بحر بن کنیز الفلاس صیرفی باہلی کوفی (م: ۲۵۹ھ) ہے۔ آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، حافظ راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ یحییٰ بن سعید:

آپ کا نام ابو سعید یحییٰ بن سعید بن فروخ تمیمی بصری (م: ۱۹۸ھ) ہے آپ القطان کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ رواۃ کے نویں طبقہ

۱۔ i۔ تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۲۰۷ ii۔ تقریب التھذیب، ج ۲ ص ۸۱

کبار سے امام ثقہ، حافظ، حجۃ، متقن راوی ہیں۔آپ نے اٹھہتر سال کی عمر میں وفات پائی۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۳۔قرۃ بن خالد:

آپ کا نام ابو خالد قرہ بن خالد بصری (م:۱۵۵ھ) ہے آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، ضابطہ راوی ہیں۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے احادیث روایت کرتے ہیں۔(۲)

۴۔حمید بن ہلال:

آپ کا نام ابو نصر حمید بن ہلال عدوی بصری ہے۔آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، عالم، کثیر الحدیث راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۳)

۵۔ابو بردۃ:

حالات حدیث نمبر ۳ پر گزر چکے ہیں۔

۶۔ابو موسیٰ: ایضاً

۳۔حکم روایت: یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۴۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ حدیث سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ پہلی حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے تمام راوی ابو بردۃ کے علاوہ بصری ہیں۔

☆ سند کے تمام رواۃ صحاح ستہ کے رواۃ ہیں۔

☆ اس سند میں دوسرے راوی یحییٰ کے بعد "وھو ابن سعید" کے الفاظ ہیں، اس میں بڑا لطیف نکتہ یہ ہے کہ جب کوئی محدث راوی کا نام ذکر کرے، اور اس کا نسب و وصف ذکر نہ کرے، اور شاگرد اس کی وضاحت نسب و وصف سے کرنے کا ارادہ کرے، تاکہ نام کی وضاحت ہو جائے، اور شیخ کے کلام سے التباس لازم نہ آئے، تو محدثین اس طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔یہ قاعدہ محدثین کے ہاں مسلمہ ہے۔بشرطیکہ شیخ نے اس کے نسب و وصف کی وضاحت مقدمہ کتاب میں نہ کی ہو۔

اس سند میں بیٹے (ابو بردہ) نے باپ (ابو موسیٰ) سے روایت کی ہے۔

یہ تابعی (حمید) کی تابعی (ابو بردہ) سے روایت ہے۔

اس سند میں اخبرنا، حدثنا اور حدثنی کے صیغوں سے روایت بیان کی گئی ہے۔(۴)

۱۔ i۔تاریخ ابی زرعۃ، ص ۴۶۲ ii۔تھذیب الکمال، ج ۳۱، ص ۳۳۱

۲۔ i۔طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۲۷۸ ii۔الثقات، ج ۷، ص ۳۴۲

۳۔ i۔سؤالات ابن جنید، ص ۱۰۹ ii۔الکامل لابن عدی، ج ۲، ص ۲۷۶

۴۔ شرح سنن نسائی، ج ۱، ص ۲۵۰-۲۵۲

۵۔لغات:

اقبلت الی النبی: میں اس جگہ حاضر ہوا، جہاں نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے۔

العمل: کام، نوکری، ملازمت۔

شعرت: مجھے پتہ نہ تھا، میرے شعور میں نہ تھا،

شفت قلعت: اوپر والے ہونٹ کے اٹھے ہونے کی حالت کا بیان۔

اردفه: اتباع کرنا۔ پیچھے ہونا۔ مراد ہے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا۔

۶۔مسائل ونصائح:

☆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ آنے والے دونوں حضرات نے آپ ﷺ کو عامل بنانے کی درخواست کی تھی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس بات کا انکار کیا کہ میں ان کی سفارش کے لئے نہیں آیا، اور نہ ہی مجھے ان کے ارادے کا علم تھا۔(۱)

☆ ان دونوں نے رسول اللہ ﷺ سے بطور حاکم وقاضی کے تقرر کو اپنے لئے طلب کیا۔(۲)

☆ مسواک ہر حال میں مستحب ہے اور نماز سے پہلے زیادہ مؤکد ہے۔(۳)

☆ ان دونوں کو پوری زندگی عامل یا گورنر نہیں بنایا گیا تھا۔(۴)

☆ جو عہدہ طلب کرے، اسے نہ دیا جائے، کیونکہ وہ حرص وطمع رکھتا ہے۔(۵)

☆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو عامل بنایا جانا، اس وجہ سے تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے طلب نہیں کیا، اور نہ ہی آپ خواہش مند تھے۔

☆ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے مسواک کرنے کی، بہت اعلیٰ انداز میں منظر کشی کی ہے۔

☆ مذکورہ بالا حدیث میں رسول اکرم ﷺ کے قبیلہ اشعر کے حضرات رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات رضی اللہ عنہم کے سامنے مسواک کرنے کا تذکرہ ہے، جس سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ امام اور حاکم اپنی رعیت کے سامنے مسواک کر سکتا ہے۔(۶)

☆ ان دونوں کے عہدہ طلب کرنے سے حرص واضح ہے، اور حریص آدمی اپنی ذمہ داری پوری کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔(۷)

☆ جو آدمی عہدہ طلب کر کے لیتا ہے، اسے آزمائش میں ڈال دیا جاتا ہے، اور جو بغیر طلب کے عامل بنا دیا جائے، اس کی مدد کی جاتی ہے۔(۸)

☆ ان احادیث سے واضح ہے کہ منع کا سبب خیانت کا خوف تھا، کیونکہ حرص ظلم وزیادتی کے اسباب میں سے ہے۔(۹)

☆ اجعلنی علی خزائن الارض سے یہ معلوم ہوا کہ کسی سرکاری عہدہ اور منصب کو طلب کرنا خاص صورتوں میں جائز ہے، جیسے حضرت یوسف نے خزائن ارض کا انتظام اور ذمہ داری طلب فرمائی۔

۱۔ حاشیہ سندھی، ص۱۰ ۲۔ حاشیہ سورتی، ج۱، ص۱۸ ۳۔ تعلیقات سلفیہ، ج۱، ص۳
۴۔ فتح الباری، ج۶، ص۴۲۹ ۵۔ ایضاً، ص۵۸۵ ۶۔ تعلیق قاسمی، ج۱، ص۳۵
۷۔ شرح سنن النسائی، ج۱، ص۲۵۴ ۸۔ ایضاً ۹۔ ایضاً

مگر اس میں یہ تفصیل ہے کہ جب کسی خاص عہدہ کے متعلق یہ معلوم ہو کہ کوئی دوسرا آدمی اس کا اچھا انتظام نہیں کر سکے گا، اور اپنے بارہ میں یہ اندازہ ہو کہ عہدہ کے کام کو اچھا انجام دے سکے گا، اور کسی گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو، ایسی حالت میں عہدہ کا خود طلب کر لینا بھی جائز ہے، بشرطیکہ حب جاہ و مال اس کا سبب نہ ہو، بلکہ خلق اللہ کی صحیح خدمت اور انصاف کے ساتھ ان کے حقوق پہنچانا مقصود ہو، جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے صرف یہی مقصد تھا، اور جہاں یہ صورت نہ ہو تو حدیث میں رسول کریم ﷺ نے حکومت کا کوئی عہدہ خود طلب کرنے سے منع فرمایا ہے اور جس نے خود کسی عہدہ کی درخواست کی اس کو عہدہ نہیں دیا۔

☆ ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کبھی کوئی امارت طلب نہ کرو، کیونکہ تم نے خود سوال کر کے عہدہ امارت حاصل بھی کر لیا، تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی تائید نہیں ہوگی، جس کے ذریعہ تم لغزشوں اور خطاؤں سے بچ سکو، اور اگر بغیر درخواست اور طلب کے تمہیں کوئی عہدہ مل گیا، تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے تائید و اعانت ہوگی، جس کی وجہ سے تم اس عہدے کے پورے حقوق ادا کر سکو گے۔

☆ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے رسول کریم ﷺ سے کسی عہدہ کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: **انا لن نستعمل علی عملنا من ارادہ**، یعنی ہم اپنا عہدہ کسی ایسے شخص کو نہیں دیا کرتے جو خود اس کا طالب ہو۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا طلب عہدہ خاص حکمت پر مبنی تھا، مگر حضرت یوسف علیہ السلام کا معاملہ اس سے مختلف ہے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ بادشاہ مصر کافر ہے، اس کا عملہ بھی ایسا ہی ہے اور ملک پر ایک طوفانی قحط آنے والا ہے، اس وقت خود غرض لوگ عام خلق اللہ پر رحم نہ کھائیں گے اور لاکھوں انسان بھوک سے مر جائیں گے، کوئی دوسرا آدمی ایسا موجود نہ تھا جو غریبوں کے حقوق میں انصاف کر سکے، اس لئے خود اس عہدہ کی درخواست کی، اگرچہ اس کے ساتھ کچھ اپنے کمالات کا اظہار بھی بضرورت کرنا پڑا، تاکہ بادشاہ مطمئن ہو کر عہدہ ان کے سپرد کر دے۔

اگر آج بھی کوئی شخص یہ محسوس کرے کہ کوئی عہدہ حکومت کا ایسا ہے جس کے فرائض کو کوئی دوسرا آدمی صحیح طور پر انجام دینے والا موجود نہیں، اور خود اس کو یہ اندازہ ہے کہ میں صحیح انجام دے سکتا ہوں، تو اس کے لئے جائز ہے، بلکہ واجب ہے کہ اس عہدہ کی خود درخواست کرے، مگر اپنے جاہ و مال کے لیے نہیں، بلکہ خدمت خلق کے لیے، جس کا تعلق قلبی نیت اور ارادہ سے ہے، جو اللہ تعالیٰ جل جلالہ پر خوب روشن ہے۔(۱)

☆ حضرات خلفائے راشدین کا خلافت کی ذمہ داری اٹھالینا، اسی وجہ سے تھا، کہ وہ جانتے تھے کہ کوئی دوسرا اس وقت اس ذمہ داری کو صحیح انجام نہ دے سکے گا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ و حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ ہم کے جو اختلاف پیش آئے، وہ سب اسی پر مبنی تھے، کہ ان میں سے ہر ایک یہ خیال کرتا تھا کہ اس وقت فرائض خلافت کو میں اپنے مقابل سے زیادہ حکمت و قوت کے ساتھ پورا کر سکوں گا، جاہ و مال کی طلب کسی کا مقصد اصلی نہ تھا۔

☆ حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر کی ملازمت قبول فرمائی، حالانکہ وہ کافر تھا، جس سے معلوم ہوا کہ کافر یا فاسق حکمران کی حکومت کا عہدہ قبول کرنا خاص حالات میں جائز ہے۔

امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کریمہ **فلن اکون ظھیرا للمجرمین** کے تحت لکھا ہے، کہ اس آیت کی رو سے ظالموں کافروں کی اعانت کرنا جائز

۱۔ تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۲۳۰

نہیں، اور ظاہر ہے ان کی حکومت کا عہدہ قبول کرنا، ان کے عمل میں شریک ہونا، اور اعانت کرنا ہے، اور ایسی اعانت کو قرآن کریم کی بہت سی آیتوں میں حرام قرار دیا گیا ہے۔

☆ حضرت یوسف علیہ السلام نے جو اس ملازمت کو نہ صرف قبول فرمایا، بلکہ درخواست کر کے حاصل کیا، اس کی خاص وجہ امام تفسیر مجاہد نے تو یہ قرار دی ہے کہ: بادشاہ مصر اس وقت مسلمان ہو چکا تھا، مگر چونکہ قرآن وسنت میں اس کی کوئی دلیل موجود نہیں، اس لیے عام مفسرین نے اس کی وجہ یہ قرار دی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ مصر کے معاملہ سے یہ معلوم کر چکے تھے، کہ وہ ان کے کام میں دخل نہ دے گا، اور کسی خلاف شرع قانون جاری کرنے پر ان کو مجبور نہ کرے گا، بلکہ ان کو مکمل اختیارات دے گا، جس کے ذریعہ وہ اپنی صوابدید اور قانون حق پر عمل کر سکیں گے، ایسے مکمل اختیار کے ساتھ کہ کسی خلاف شرع قانون پر مجبور نہ ہو، کوئی کافر یا ظالم کی ملازمت اختیار کر لے، تو اگر چہ اس کافر ظالم کے ساتھ تعاون کرنے کی قباحت پھر بھی موجود ہے، مگر جن حالات میں اس کو اقتدار سے ہٹانا قدرت میں نہ ہو اور اس کا عہدہ قبول کرنے کی صورت میں خلق اللہ کے حقوق ضائع ہونے یا ظلم وجور کا اندیشہ قوی ہو، تو بمجبوری اتنے تعاون کی گنجائش حضرت یوسف علیہ السلام کے عمل سے ثابت ہو جاتی ہے۔ جس میں خود کسی خلاف شرع امر کا ارتکاب نہ کرنا پڑے، کیونکہ درحقیقت یہ اس کے گناہ میں اعانت نہیں ہوگی، گو سبب بعید کے طور پر اس سے بھی اس کی اعانت کا فائدہ حاصل ہو جائے، اعانت کے ایسے اسباب بعیدہ کے بارے میں بحالات مذکورہ شرعی گنجائش ہے، جس کی تفصیل حضرات فقہاء نے بیان فرمائی ہے، سلف صالحین صحابہ وتابعین میں بہت سے حضرات کا ایسے ہی حالات میں ظالم وجابر حکمرانوں کا عہدہ قبول کر لینا ثابت ہے۔ (۱)

☆ علامہ ماوردی نے سیاست شرعیہ سے متعلق اپنی کتاب میں نقل کیا ہے کہ بعض حضرات نے حضرت یوسف علیہ السلام کے اس عمل کی بناء پر کافر اور ظالم حکمرانوں کا عہدہ قبول کرنا، اس شرط کے ساتھ جائز رکھا ہے، کہ خود اس کو کوئی کام خلاف شرع نہ کرنا پڑے، اور بعض حضرات نے اس شرط کے ساتھ بھی، اس کو اس لیے جائز نہیں رکھا، کہ اس میں بھی اہل ظلم وجور کی تقویت اور تائید ہوتی ہے، یہ حضرات حضرت یوسف علیہ السلام کے فعل کی مختلف توجیہات بیان کرتے ہیں، جن کا حاصل یہ ہے کہ یہ عمل حضرت یوسف علیہ السلام کی ذات یا ان کی شریعت کے ساتھ مخصوص تھا، اب دوسروں کے لیے جائز نہیں، مگر جمہور علماء فقہاء نے پہلے ہی قول کو اختیار فرما کر جائز قرار دیا ہے۔ (۲)

☆ تفسیر بحر محیط میں ہے کہ جہاں یہ معلوم ہو کہ علماء صلحاء اگر یہ عہدہ قبول نہ کریں گے، تو لوگوں کے حقوق ضائع ہو جائیں گے، انصاف نہ ہو سکے گا، وہاں ایسا عہدہ قبول کر لینا جائز، بلکہ ثواب ہے، بشرطیکہ اس عہدہ میں خود اس کو خلاف شرع امور کے ارتکاب پر مجبوری پیش نہ آئے۔ (۳)

☆ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میں مالی امور میں بڑی مہارت رکھتا ہوں، مجھے معلوم ہے کہ دولت کو کس طرح مفید اور نفع بخش مقاصد کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے، اور کس طرح ناجائز اور بے مقصد مصارف سے بچایا جا سکتا ہے، اس لیے بہتر ہے کہ تو مجھے مال وخزانہ کا وزیر مقرر کر دے: انی حفیظ الخزائن بما لا یستحقها علیهم بوجوہ مصالحها (مظہری) یعنی میں ناجائز اخراجات سے خزانے کی حفاظت کر سکتا ہوں، اور مفید اور نفع بخش مقامات پر خرچ کرنے کے اصولوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔ یہاں ایک چیز غور طلب ہے: حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لن او لا نستعمل علی عملنا من ارادہ۔ کہ اگر کسی عہدہ کی کوئی شخص خواہش

۱۔ تفسیر مظہری، ج ۶، ص ۱۱۴۔۱۱۵ ۲۔ تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۲۳۱

۳۔ معارف القرآن، ج ۵، ص ۹۰

رکھتا ہے تو ہم ایسے شخص کو وہ عہدہ نہیں سونپتے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: یا

عبدالرحمان لاتسئل الا مارة فانك ان اعطیتها عن مسئلة و كلت الیها و ان اعطیتها عن غیر مسئلة اعنت علیها ۔ا۔

عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کوئی عہدہ مت مانگو، کیونکہ اگر تمہاری طلب پر تمہیں کوئی عہدہ دیا جائے گا، تو تو اس کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کا تمہیں ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا، اور اگر طلب کے بغیر تمہیں کوئی عہدہ ملا، تو اس کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے کے لیے تمہیں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے امداد پہنچے گی۔ ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ کسی عہدہ کا خود مطالبہ کرنا درست نہیں، تو پھر حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ فرمانا: **اجعلنی علیٰ خزائن الارض** کیونکر جائز ہوگا۔ اس کے متعلق علماء کرام نے وضاحت کی ہے: کہ جب کوئی شخص یہ جانتا ہو، کہ اس کے بغیر کوئی ایسا آدمی نہیں، جو ان ملکی ذمہ داریوں کو صحیح طور پر انجام دے سکے تو اس پر یہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو پیش کرے اور اس ذمہ داری کو اٹھائے، لیکن اس کے علاوہ اگر اور لوگ موجود ہوں، تو اس وقت اسے کسی عہدہ کی خواہش کرنے کی اجازت نہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام جانتے تھے کہ آنے والے حالات میں ان کے علاوہ کوئی بھی اس ذمہ داری کو اٹھانے کی قدرت نہیں رکھتا۔ اس لیے آپ نے اپنے آپ کو پیش کیا:

ان یوسف انما طلب الولایة لا نه علم انه لا احدیقوم مقامه فی العدل و الا صالح و توصیل الفقراء الی حقوقهم فرای ان ذلك فرضاً متعیناً علیه و كذاالحكم الیوم۔ (۱)(۲)

☆ حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے منصب طلب کیا، ہوسکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی شریعت میں منصب کو طلب کرنا جائز ہو، لیکن ہمارے شریعت میں منصب کو طلب کرنا جائز نہیں ہے۔

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ! امارت کا سوال نہ کرنا، کیونکہ اگر تم کو سوال کی وجہ سے امارت دی گئی، تو تم کو اس کے سپرد کر دیا جائے گا، اور اگر تم کو بغیر سوال کے امارت دی گئی، تو اس میں تمہاری مدد کی جائے گی، اور اگر تم کسی چیز کی قسم کھاؤ، پھر تم یہ دیکھو کہ اس کا خلاف بہتر ہے، تو تم اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دو اور اس بہتر کام کو کر لو۔ (۳)

☆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میرے ساتھ اشعریین کے دو آدمی تھے، ایک میری دائیں جانب اور دوسرا میری بائیں جانب تھا۔ ان دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی منصب کا سوال کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسواک کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ! تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، انہوں نے مجھے اپنے دل کی بات پر مطلع نہیں کیا تھا، اور مجھے یہ پتا نہیں چلا تھا کہ یہ کسی منصب کو طلب کریں گے، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: گویا کہ میں دیکھ رہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسواک آپ کے ہونٹ کے نیچے تھی اور وہ سکڑ چکی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی

۱۔ ایضاً، ص ۲۳۰
۲۔ ضیاء القرآن، ج ۲، ص ۴۳۷
۳۔ i- صحیح البخاری: ۶۶۲۲ ii- صحیح مسلم: ۱۶۵۲ iii- سنن ابوداؤد: ۲۹۲۹
iv- سنن الترمذی: ۱۵۲۹ v- سنن النسائی: ۵۳۸۴ vi- السنن الکبریٰ: ۴۷۴۵
vii- سنن ابوداؤد الطیالسی: ۱۳۵۱ viii- مسند احمد، ج ۵، ص ۶۲، ۶۱ ix- سنن الدارمی: ۲۳۵۱
x- المنتقیٰ لابن الجارود: ۹۹۸۔۹۲۹

منصب کا ارادہ کرے گا، ہم اس کو ہرگز اس منصب پر مقرر نہیں کریں گے۔ (۱)

☆ اگر بالفرض حضرت یوسف علیہ السلام کی شریعت میں بھی منصب کو طلب کرنا ممنوع ہو، تو پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے عہدہ طلب کرنے کی توجیہ یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ عہدہ اس لیے طلب کیا تھا، کہ ان کے علاوہ کوئی اور شخص اس منصب کا اہل نہیں تھا، اور نہ کوئی اتنا نیک اور دیانت دار تھا، جو مستحق لوگوں کو ان کے حقوق پہنچا سکے۔ اس لیے ان کے نزدیک اس عہدہ کی صلاحیت اور اہلیت کے لحاظ سے، وہ اس عہدہ کے لیے متعین تھے اور ان پر اس عہدہ کا طلب کرنا فرض تھا، اور آج کل بھی یہی حکم ہے، اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ قضاء امارت یا کسی اور عہدہ کے لیے اس کے علاوہ اور کسی شخص میں اس عہدہ کی اہلیت اور صلاحیت نہیں، اور نہ کسی اور میں تقویٰ اور پرہیز گاری ہے، تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس عہدہ کا سوال کرے، اور اس عہدہ کے حصول کے لیے جدوجہد کرے، اور وہ عہدہ دینے والوں کو اپنی ان صفات کی خبر دے، جن صفات کی وجہ سے وہ اس عہدہ کا اہل اور مستحق ہے، جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی صفات بتائیں اور فرمایا: میں بہت حفاظت کرنے والا اور بہت جاننے والا ہوں، اور اگر اس کو یہ علم ہو کہ اس کے علاوہ اور بہت لوگ ہیں جو اس عہدہ کی صلاحیت اور اہلیت رکھتے ہیں تو پھر اس کے لیے اس عہدہ کو طلب کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم امارت کا سوال نہ کرو، کیونکہ جب اس کو علم ہو کہ اس منصب کی وجہ سے بہت آفتیں اور مصیبتیں آتی ہیں، اور ان سے چھٹکارا پانا بہت مشکل ہوتا ہے، اس کے باوجود وہ اس منصب کو طلب کرے، اور اس پر حریص ہو تو یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ اپنی ذات کی منفعت اور اپنی اغراض کو پورا کرنے کے لیے اس عہدہ کو طلب کر رہا ہے، اور جو شخص ایسا ہو گا وہ عنقریب اپنی نفسانی خواہشوں کا شکار ہو کر ہلاک ہو جائے گا، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اس منصب کو طلب کرے گا اس کو اس کے سپرد کر دیا جائے گا، اور جس شخص کو اس منصب پر آنے والی آفتوں اور مصیبتوں کا علم ہو، اور اس کو یہ خدشہ ہو کہ وہ اس منصب کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکے گا، اور اس سے اس کے حقوق میں کوتاہیاں ہوں گی۔ اس وجہ سے وہ اس منصب کو قبول کرنے سے انکار کرے اور اس سے دور بھاگے، پھر اس کو زبردستی اس منصب پر فائز کر دیا جائے، تو اس کے حق میں یہ توقع کی جا سکتی ہے، کہ اس کو ان متوقع آفات اور مصائب اور خطرات سے نجات مل جائے گی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے فرمایا: جس کو اس کی طلب کے بغیر دے دیا گیا، اس کی (غیب سے) مدد کی جائے گی۔ (۲)

☆ ہمارے زمانے میں قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کی نشستوں کے جو انتخابات ہوتے ہیں، ان نشستوں کے حصول کے لیے مختلف سیاسی جماعتوں کے امیدوار از خود کھڑے ہوتے ہیں، اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اسلام میں منصب کو طلب کرنا جائز نہیں ہے، تو پھر وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے طلب منصب سے استدلال کرتے ہیں، اس کے حسب ذیل جوابات ہیں:

یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ یہ شریعت سابقہ ہے، اور شریعت سابقہ کے جو احکام ہماری شریعت کے خلاف ہوں، وہ ہم پر حجت نہیں ہوتے، ہمارے لیے یہ حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخدا! ہم اس شخص کو عامل نہیں بنائیں گے، جو اس کو طلب کرے گا، اور نہ اس شخص کو عامل بنائیں گے، جو اس کی حرص کرے گا:

۱۔ i- صحیح البخاری: ۷۱۵۶ ii- صحیح مسلم: ۱۷۳۳، ۴۶۳۷ iii- سنن ابوداؤد: ۳۳۵۴
iv- سنن النسائی: ۴-۱ v- السنن الکبری للنسائی: ۵۹۳۵

۲۔ تبیان القرآن، ج ۵، ص ۷۹۴-۷۹۵

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نبی تھے اور نبی کا تقویٰ قطعی اور یقینی ہوتا ہے، نبی کو وحی کی تائید حاصل ہوتی ہے، اور وہ اپنے افعال کے متعلق اللہ تعالیٰ ﷻ کی رضا سے مطلع رہتے ہیں، جبکہ عام آدمی کا تقویٰ قطعی اور یقینی نہیں ہوتا، اور غیر قطعی کو قطعی پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا عہدہ طلب کرنا اللہ تعالیٰ ﷻ کی اجازت سے تھا، جو ان کو وحی کے ذریعے سے حاصل ہوئی تھی اور عام آدمی کے حق میں یہ متصور نہیں۔

☆ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب کوئی منصب کا اہل نہ ہو، تو جو شخص اہل ہو، اس کا محض خدمت کے لیے منصب کو طلب کرنا ضرورت کی بناء پر جائز ہے۔ ہمیں اس قاعدہ کی صحت سے انکار نہیں ہے، لیکن جو چیز ضرورت کی بناء پر جائز کی گئی ہو، اس کو صرف ضرورت کی حد تک محدود رکھنا صحیح ہے، اس کو عام رواج اور معمول بنالینا صحیح نہیں ہے۔ مثلاً جب کوئی حلال چیز کھانے کے لیے دستیاب نہ ہو تو ضرورت کی بناء پر شراب اور خنزیر کی حرمت ساقط ہو جاتی ہے، لیکن اگر کوئی شخص ضرورت کے حوالے سے خنزیر اور شراب کو کھانے پینے کا عام معمول بنالے تو یہ صحیح نہیں ہے۔ (۱)

☆ پاکستان میں انتخاب کے موقع پر ہر حلقہ انتخاب سے بکثرت امیدوار از خود کھڑے ہوتے ہیں، اور زر کثیر خرچ کر کے اپنے لیے کنویسنگ کرتے ہیں، اور مخالف امیدواروں کی کردار کشی کرتے ہیں، اور اس سلسلے میں غیبت، افتراء اور تہمت کی تمام حدود کو پھلانگ جاتے ہیں، اور یہ طریقہ اسلام میں بالکل ناجائز ہے۔ اور ہر امیدوار کے متعلق یہ کہنا کہ یہ ضرورت کی بناء پر کھڑا ہوا ہے بداہتاً باطل ہے، کیونکہ ہر حلقہ انتخاب سے بکثرت امیدوار کھڑے ہوتے ہیں، اور ان میں سے ہر ایک کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے، کہ چونکہ اور کوئی اہل نہیں تھا، اس لیے یہ سب امیدوار کھڑے ہو گئے ہیں۔ (۲)

☆ درحقیقت پاکستان کے آئین میں طلب منصب کی اجازت دینا ہی غیر اسلامی دفعہ ہے، جو امیدوار انتخاب کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، انہیں امیدواروں میں سے صدر مملکت، وزیر اعظم، وزیر اعلیٰ اور دیگر وزراء کا انتخاب ہوتا ہے اور یہی امیدوار اسمبلی میں جا کر کسی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں، ملک کے سربرآوردہ علماء اور دانشوروں پر مشتمل اسلامی نظریاتی کونسل اتفاق رائے سے کسی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کرتی ہے، لیکن وہ اس وقت تک نافذ نہیں ہوسکتا، جب تک کہ قومی اسمبلی اس کو منظور نہ کرے، اور قومی اسمبلی کے ممبروں کے لیے، اسلامی علوم یا مروجہ علوم میں سے کسی علم کی کوئی شرط نہیں ہے، نیکی اور تقویٰ کی، سیاسی تجربہ اور تدبر کی، حتیٰ کہ مرد ہونے کی بھی کوئی شرط نہیں ہے، ہر فاسق و فاجر، جاہل اور ناتجربہ کار شخص خواہ مرد ہو یا عورت، انتخاب کے لیے کھڑا ہوسکتا ہے اور پیسہ اور اثر و رسوخ کے زور پر اسمبلی میں پہنچ کر صدر مملکت، وزیر اعظم، وزیر اعلیٰ یا کسی بھی محکمہ کا وزیر بن سکتا ہے، اور وہ علم، تجربہ اور اچھے کردار کے بغیر بھی اسلامی نظریاتی کونسل کی پیش کردہ سفارشات کو مسترد کرسکتا ہے، اور کسی بھی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کرسکتا ہے۔

☆ علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

میں نے اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاس میں جب یہ اعتراض کیا کہ پاکستان کے آئین میں امیدوار کے لیے کوئی معیار مقرر نہیں کیا گیا، تو اس وقت کے امور مذہبیہ کے وفاقی وزیر راجہ ظفر الحق نے آئین پاکستان سے امیدوار کے لیے حسب ذیل شرط پڑھ کر سنائی:

۱۔ ایضاً
۲۔ ایضاً

آرٹیکل ۶۲: کوئی شخص مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کا رکن منتخب ہونے یا چنے جانے کا اہل نہیں ہوگا اگر...... (ہ) وہ اسلامی تعلیمات کا خاطر خواہ علم نہ رکھتا ہو، اور اسلام کے مقرر کردہ فرائض کا پابند، نیز کبیرہ گناہوں سے مجتنب نہ ہو۔ (۱)

☆ اہل فہم پر مخفی نہیں ہے کہ وزیر موصوف کا یہ جواب صحیح نہیں ہے اس لیے کہ آئین پاکستان کی اس دفعہ میں اسلامی تعلیمات کے علم کی یہ شرط مبہم اور غیر واضح ہے، اس میں اسلامی علوم کا کوئی معیار مقرر نہیں کیا گیا نہ کسی منضبط سند کی شرط لگائی گئی ہے جسے دیکھ کر یہ فیصلہ کیا جا سکے کہ آیا اس کو اسلامی علوم پر دسترس ہے یا نہیں، اور کسی دینی یا دنیاوی سند کی شرط نہ ہونے کے نتیجہ میں یہ دیکھنے میں آیا ہے، کہ کئی انگوٹھے لگانے والے اسمبلی کے ممبر منتخب ہو جاتے ہیں، اور کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا ہے، کہ انگوٹھے چھاپ وزیر تعلیم بن جاتے ہیں۔ ہماری رائے میں قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کے ممبر کے لیے یہ شرط ہونی چاہیے کہ وہ ایم۔اے عربی یا ایم۔اے اسلامیات ہو، یا کسی مسلّم اور وقیع دینی دارالعلوم کا فارغ التحصیل ہو۔

☆ چونکہ اسلام میں از خود منصب کا طلب کرنا جائز نہیں ہے، اس کی اصلاح کے لیے یہ طریقہ مقرر کیا جائے، کہ کوئی امیدوار از خود کسی نشست کے لیے کھڑا نہ ہو بلکہ وہ جس سیاسی جماعت سے تعلق رکھتا ہے، وہ جماعت اس کو نامزد کرے، اور وہ جماعت ہی اس کے الیکشن کی کمپین چلائے اور اس کی کنویسنگ کرے، اور یہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کے اخراجات اس امیدوار سے وصول کر لیے جائیں، بہرحال ہمیں اپنے طریق انتخاب کو اسلامی حدود میں رکھنے کے لیے اس کا کوئی نہ کوئی حل تلاش کرنا چاہیے۔

☆ اس آیت سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ کسی مسلمان عالم فاضل شخص کے لیے یہ جائز ہے، کہ وہ کسی فاسق وفاجر یا کسی کافر حکمران کے ماتحت کام کرے، یا کسی منصب کی ذمہ داریاں بجالائے، البتہ اس میں یہ شرط ہے کہ اس کو یہ معلوم ہو کہ اس کے فرائض اور اس کی ذمہ داریوں میں کوئی ایسا کام شامل نہ ہو، جو اس کے دین یا شریعت کے کسی حکم کے منافی ہو، لیکن جب اس کے فرائض کی باگ ڈور کافر یا فاسق کے ہاتھ میں ہو، اور اس کے لیے لازم ہو کہ وہ ان کی خواہشات پر عمل کرے، تو پھر اس کے لیے یہ عہدہ قبول کرنا جائز نہیں ہے، بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے جائز تھا اور ان کی خصوصیت تھی، اور آج کل کے دور میں یہ جائز نہیں ہے، لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے، صحیح یہ ہے کہ کافر یا فاسق کی ملازمت کرنا جائز ہے، جب کہ ان کو یہ معلوم ہو کہ ان کو اپنے دین اور اپنی شریعت کے خلاف کوئی کام نہیں کرنا پڑے گا۔

☆ علامہ ماوردی شافعی متوفی ۴۵۰ ھ نے کہا ہے کہ اگر منصب پر فائز کرنے والا ظالم ہو تو اس کی طرف سے منصب کو قبول کرنے کے متعلق دو قول ہیں:

(۱) اس کو جس منصب پر فائز کیا گیا ہے، وہ اس منصب کو قبول کرے اور اس منصب کے تقاضوں کے مطابق حق اور انصاف پر مبنی امور انجام دے، کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کے فرعون (مصر کا کافر بادشاہ الولید بن الریان) کی طرف سے منصب سونپا گیا، اور انہوں نے اس کو قبول فرمایا اور اعتبار منصب قبول کرنے والے کے افعال کا ہوتا ہے، نہ کہ منصب دینے والے کے افعال کا۔

(۲) کافر یا فاسق کی طرف سے منصب قبول کرنا جائز نہیں ہے، اور حضرت یوسف علیہ السلام نے فرعون کا جو منصب قبول کیا تھا، اس کے دو جواب ہیں: پہلا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کا فرعون نیک اور عادل شخص تھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا فرعون باغی اور سرکش تھا، لہٰذا حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے فرعون سے عہدہ قبول کرنا محل اعتراض نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نظر اپنے

۱۔ آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان، ص ۸۶، مطبوعہ منصور بک ہاؤس، لاہور

دائرہ کار میں تھی، انہوں نے اس طرف نظر نہیں کی کہ اس کو اس کام کی ذمہ داری کون سونپ رہا ہے۔علامہ ماوردی نے کہا: زیادہ صحیح یہ ہے کہ کافر کی طرف سے منصب قبول کرنے کو مطلقاً جائز کہا جائے، نہ مطلقاً ناجائز کہا جائے، بلکہ اس کی تین قسمیں بیان کی جائیں:

۱۔ جن فرائض کی انجام دہی میں کسی شخص کے اجتہاد کا دخل نہیں ہے، اور شریعت نے ان فرائض کی تعیین کی تصریح کر دی ہے مثلاً زکوٰۃ اور صدقات کی وصول یابی، کہ اموال ظاہرہ میں ہر چیز کا نصاب مقرر ہے، کہ جب مال تجارت دوسو درہم (چھ سو بارہ اعشاریہ تین چھ گرام چاندی) کی مقدار، یا اس سے زائد ہو، تو اس میں سے اڑھائی فی صد زکوٰۃ وصول کی جائے گی، یا چالیس سے ایک سو انیس جنگل کی گھاس چرنے والی بکریوں پر ایک بکری وصول کی جائے گی، اور زرعی پیداوار سے اگر بارانی زمین ہو تو عشر وصول کیا جائے گا، یعنی پیداوار کا دسواں حصہ، ورنہ نصف عشر وصول کیا جائے گا یعنی پیداوار کا بیسواں حصہ، سوان فرائض کی انجام دہی کسی عامل کے اجتہاد پر موقوف نہیں ہے، اس لیے کسی ظالم اور فاسق و فاجر حکمران سے اس قسم کا عہدہ قبول کرنا جائز ہے۔

۲۔ جن فرائض کی انجام دہی میں اجتہاد کرنا پڑتا ہے، جیسے اموال فے کے مصرف، ان میں ظالم کی طرف سے عہدہ قبول کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ اس میں ناحق تصرف کرنے کے لیے کہے گا، اور اموال فے غیر مستحق کو دینے کے لیے کہے گا۔

۳۔ جو شخص اہل ہوا اس کے لیے جائز ہے، کہ وہ ظالم کی طرف سے عہدہ قبول کرلے، مثلاً ظالم کی طرف سے کسی کو قاضی بنایا جائے اور وہ یہ سمجھے کہ وہ مقدمات کا فیصلہ کرنے میں آزاد ہوگا، تو اس کے لیے یہ عہدہ قبول کرنا جائز ہے۔(۱)

خلاصہ:

☆ حاکم کے لئے لوگوں کے سامنے مسواک کرنا جائز ہے۔

☆ دوران مسواک یا ٹوتھ پیسٹ کے کلام کرنا جائز ہے۔

☆ عہدہ طلب کرنا ناپسندیدہ عمل ہے۔

☆ حکومتی عہدوں پر ان لوگوں کو فائز کیا جائے، جو ان کے طلب گار نہ ہوں۔ موجودہ زمانے میں اس کی بہت کمی واقع ہوگئی ہے، بلکہ عہدوں کے لئے بڑی بڑی سفارشیں کروائی جاتی ہیں اور رشوتیں دی جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ ﷻ اپنے حبیب مکرم ﷺ کے صدقے ہمیں اس سے محفوظ فرمائے۔

☆ عہدوں پر تعیناتیاں سفارش کی بجائے، میرٹ اور اہلیت کی بنیاد پر کی جانی چاہیے۔

☆ حریص اور لالچی لوگوں کو عہدے نہیں دینے چاہیے۔

☆ اپنی بات کی وضاحت کے لئے بغیر مطالبہ کے بھی قسم جائز ہے۔

☆ جہاں پر بدگمانی کا خدشہ ہو، تو خود بھی وضاحت کر دینی چاہیے جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے خود ہی وضاحت فرمادی کہ میں ان کا سفارشی نہیں ہوں۔

☆ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن کا عامل مقرر کیا گیا تھا، اور ان کی مدد کے لئے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے ساتھ روانہ کیا گیا تھا۔

۱۔ i-النکت والعیون ج ۳، ص ۵۱-۵۰ ii-الجامع لاحکام القرآن، جز ۹، ص ۱۸۸-۱۸۷
iii-تبیان القرآن، ج ۵، ص ۷۹۴-۷۹۸

☆ خالی عہدوں پر تعیناتیاں فوری کرنی چاہیے۔

☆ موجودہ طریقہ انتخاب میں امیدوار کے خود کھڑا ہونے کی بجائے پارٹی نامزدگی امانت و دیانت اور اہلیت کی بناء پر ہونی چاہیے۔اسی طرح لوگوں سے شخصیت کے لئے ووٹ مانگنے کی بجائے، پارٹی منشور کے بارے میں آگاہ کر کے لوگوں میں ووٹ کا شعور پیدا کیا جائے، تاکہ لوگ آزادانہ طور پر حق رائے دہی استعمال کر سکیں۔

☆ سیاسی پارٹیوں کو بھی چاہیے کہ وہ مختلف علوم وفنون کی مہارت کے ساتھ ساتھ، اسلامی علوم کی مہارت اور امانت و دیانت اور عمل کو بنیادی اہلیت بنائیں۔

☆ اہل اسلام کے لئے حکمرانی کے لئے بہترین طریقہ ہائے چار ہیں، جو چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے اپنائے۔ جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو براہ راست لوگوں نے منتخب کیا۔(۱)

۲۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے باہم مشاورت کے بعد خود خلیفہ نامزد کیا۔(۲)

۳۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نامزدہ کردہ کمیٹی نے خلیفہ نامزد کیا، اس کمیٹی کے ارکان میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ شامل تھے۔(۳)

۴۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اہل الرائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے بطور خلیفہ نامزد کیا گیا۔(۴)

۵۔ باب التَّرْغِيبِ فِي السِّوَاكِ — مسواک کی ترغیب

اس باب میں مسواک کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے، اور اس پر اجر وثواب کا بیان کیا گیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ مسواک کرنے کے فوائد کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ پچھلے باب میں حاکم کا رعایا کے سامنے مسواک کرنے کا بیان تھا۔

۵۔ أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ يَزِيدَ وَهُوَ ابْنُ زُرَيْعٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي عَتِيقٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: السِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک منہ کی پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی رضا کا سبب ہے۔

۱۔اطراف:

احمد: ۲۴۲۵۸، ۲۴۳۸۶، ۲۴۷۰۷، ۲۴۸۳۶، ۲۵۴۳۸، ۲۶۵۴۲، السنن الکبریٰ: ۴، ابن حبان ۱۰۶۷، ابن خزیمہ: ۱۳۵، مسند شافعی: ۴، کتاب الام: ۱/۲۰، دارمی: ۱/۱۷۴

۱۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۱، ص ۱۷۶-۱۷۸ ۲۔ ایضاً، ص ۲۲۱-۲۲۲

۳۔ ایضاً، ص ۳۱۹-۳۲۱ ۴۔ ایضاً، ص ۳۷۶-۳۷۷

۲۔مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے۔

۳۔تعارف رجال:

اس سند کے چھ راوی ہیں، جن کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔i۔حمید بن مسعدۃ:

آپ کا نام حمید بن مسعدہ بن مبارک سامی باہلی بصری (م:۲۴۴ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ صدوق راوی ہیں۔امام مسلم اور اصحاب سنن اربعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

ii۔محمد بن عبدالاعلیٰ:

آپ کا نام محمد بن عبدالاعلیٰ صنعانی بصری (م:۲۴۵ھ) ہے۔آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔امام مسلم اور اصحاب سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۲۔یزید بن زریع:

آپ کا نام حافظ ابو معاویہ یزید بن زریع تمیمی عیشی بصری (م:۱۸۲ھ) ہے، آپ رواۃ کے آٹھویں طبقہ سے امام، حجۃ، ثقہ، ثابت، مامون اور کثیر الحدیث راوی ہیں۔اصحاب صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۳)

۳۔عبدالرحمٰن بن ابی عتیق:

آپ کا نام ابو عتیق عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ابو عتیق محمد بن عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے۔آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ مقبول راوی ہیں۔امام بخاری اور امام نسائی نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔(۴)

۴۔ابی (عبداللہ بن محمد):

آپ کا نام عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تیمی مدنی (م:۶۳ھ) ہے۔آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔آپ نے واقعہ حرہ کے دن شہادت پائی۔آپ حضرت قاسم کے بھائی ہیں۔شیخین، امام ابوداود اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۵)

۵۔عائشۃ:

آپ ام المومنین ام عبداللہ حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (م:۵۷ھ) ہیں۔آپ عورتوں میں سب سے بڑی فقیہہ ہیں۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے زیادہ افضل ہیں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حبیبہ ہیں۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ ہی کے حجرہ مبارک میں مدفون ہیں، آپ رضی اللہ عنہا سے دو ہزار، دو سو، دس (۲۲۱۰) احادیث مبارکہ مروی ہیں، جن میں سے ایک

۱۔ i۔الجرح والتعدیل، ج۳، ص۲۲۳ — ii۔تقریب التھذیب، ج۱، ص۲۰۲

۲۔ i۔تقریب التھذیب، ج۲، ص۱۹۱ — ii۔الجرح والتعدیل، ج۸، ص۱۶

۳۔ i۔طبقات ابن سعد، ج۷، ص۲۸۹ — ii۔تھذیب الکمال، ج۱۱، ص۲۶

۴۔ i۔الثقات، ج۳، ص۲۴۹ — ii۔تقریب التھذیب، ج۱، ص۴۵۴

۔ i۔الجرح والتعدیل، ج۵، ص۱۵۸ — ii۔الثقات، ج۵، ص۷

سو چوہتر (۱۷۴) متفق علیہ، چون (۵۴) میں امام بخاری اور اڑسٹھ (۶۸) میں امام مسلم منفرد ہیں۔ تمام محدثین نے آپ سے اخذ روایت کیا ہے (۱)

۴۔ حکم حدیث:

یہ حدیث صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

☆ یہ حدیث خماسیات نسائی میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ چوتھی (۴) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ اس سند کے راویوں کی ثقاہت پر اہل علم کا اتفاق ہے، عبدالرحمان بن عتیق کو امام ابن حبان نے ثقہ اور ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے قول کہا ہے۔ ان سے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے ادب المفرد میں روایت کیا ہے۔

☆ اس سند کے پہلے تین راوی بصری اور آخری تین راوی مدنی ہیں۔

☆ اس میں بیٹا (عبدالرحمٰن) باپ (ابوعتیق) سے روایت کرتا ہے۔

☆ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، جو مکثیرین سبعہ میں سے ہیں اور آپ سے دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) احادیث مروی ہیں۔

☆ اس سند میں وھوابن زریع کے قول میں بھی وہی مشہور قاعدہ کا استعمال ہوا ہے، جو اس سے پہلے والی حدیث کی سند میں یحییٰ وھوابن سعید میں وارد ہے۔

☆ اس سند میں روایت کے چار لفظ استعمال ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ اخبر، دو جگہ عن عن اور حدث، اور ایک دفعہ سمعت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

مطهرة: پاکی حاصل کرنے کا آلہ، پاک کرنے والا

فم: منہ

مرضاة: راضی کرنے کا ذریعہ، راضی کرنے والا۔

رب: اسم جلالت، پالنے والا، مالک، مرتبہ کمال تک پہنچانے والا

۷۔ مسائل ونصائح:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث مبارکہ مختصر الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے، بعض دیگر احادیث میں درج ذیل الفاظ کا اضافہ ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ فَإِنَّهُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ، مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ مَفْرَحَةٌ لِلْمَلَائِكَةِ يَزِيدُ فِي الْحَسَنَاتِ وَهُوَ مِنَ السُّنَّةِ وَيَجْلُو الْبَصَرَ، وَيُذْهِبُ الْحَفَرَ،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مسواک ضرور کرو، کیونکہ مسواک منہ کو پاک وصاف کرنے والی ہے، رب تعالیٰ جل جلالہ کی رضا کا ذریعہ ہے، فرشتوں کے لئے

۱۔ i۔ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج ۷، ص ۱۸۶ ii۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۳، ص ۴۳۴

وَيَشُدُّ اللِّثَةَ وَيُذْهِبُ الْبَلْغَمَ، وَيُطَيِّبُ الْفَمَ وَرَوَاهُ غَيْرُهُ وَزَادَ فِيهِ وَيُصْلِحُ الْمَعِدَةَ"، "وَهُوَ مِمَّا تَفَرَّدَ بِهِ الْخَلِيلُ بْنُ مُرَّةَ وَلَيْسَ بِالْقَوِيِّ فِي الْحَدِيثِ" (۱)

خوشی کا باعث ہے، نیکیوں میں اضافہ کرنے والی ہے، بینائی میں اضافہ کرنے والی ہے، دانتوں کی میل کچیل کو صاف کرنے والی، مسوڑھوں کو مضبوط کرنے والی، بلغم کو نکالنے والی، منہ کو پاک کرنے والی، معدے کو درست کرنے والی اور فصاحت و بلاغت میں اضافہ کرنے والی ہے۔

☆ منہ کو پاک وصاف اس لئے بھی رکھنا ضروری ہے، کیونکہ انسان اللہ تعالیٰ ﷻ کا ذکر اور اس سے دعا، قران مجید کی تلاوت، احادیث مبارکہ کی تلاوت اور دیگر اوظاف اور ازیادہ تر زبان سے کرتا ہے، جو کہ منہ کا حصہ ہے۔ اس لئے مسواک کا کرنا اہم ہے۔

☆ مسواک کرنے سے فرشتے اس لئے خوش ہوتے ہیں، کیونکہ وہ خود پاک وصاف ہیں، اس لئے پاکی اور صفائی کو پسند کرتے ہیں۔

☆ جن چیزوں سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے، ان سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ لہٰذا منہ سے بدبو آنا یا دانتوں کا پیلا ہٹ والا ہونا، فرشتوں کے لئے تکلیف کا باعث ہے۔

☆ مسواک یہاں پر بطور استعارہ کے ہے، اور اس سے مراد ہر وہ چیز ہے، جس سے منہ اور دانتوں کی صفائی ہو اور پاکیزگی حاصل ہو۔ (۲)

☆ اس حادیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے صیغہ امر کے ساتھ مسواک کا حکم نہیں دیا، بلکہ رغبت دلائی ہے، جس سے سنت کو لازم پکڑنے کی طرف اشارہ ہے۔ (۳)

☆ سب سے اہم بات یہ ہے کہ مسواک رب تعالیٰ ﷻ کی رضا کا سبب ہے، اس لئے اسے اپنانا ہم پر لازم ہے، کیونکہ ہمارا سب سے بڑا مقصود رب تعالیٰ ﷻ کی رضا ہے۔ (۴)

☆ اس حدیث کا بڑا مقصد مسواک کی ترغیب دلانا ہے۔ (۵)

☆ مسواک کا دائیں ہاتھ سے کرنا مستحب ہے۔ (۶)

☆ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ ہر وقت مسواک کو کان کے اوپر رکھتے تھے، اور ہر نماز سے پہلے مسواک کرتے تھے۔ (۷)

۸۔ خلاصہ:

☆ مسواک کرنے سے ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی پاکی حاصل ہوتی ہے۔

۱۔ ظاہری صفائی یہ ہے کہ منہ سے بدبو کا خاتمہ، دانتوں سے پیلا ہٹ اور میل کچیل کا خاتمہ ہوتا ہے، اور منہ پاک وصاف ہو جاتا ہے۔

۲۔ باطنی صفائی یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ ﷻ کی رضا حاصل ہوتی ہے، جس سے نیکیوں میں اضافہ اور گناہوں میں کمی ہوتی ہے۔

☆ ہمارے زمانے میں مسواک کرنے میں بہت کوتاہی برتی جاتی ہے، اس لئے ہمیں اس طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

۱۔ شعب الایمان للبیہقی، ج ۴، ص ۲۸۱، رقم ۲۵۲۱ ۔ ۲۔ حاشیہ سندھی، ص ۱۰ ۔ ۳۔ ایضاً

۴۔ ذخیرۃ العقبیٰ، ج ۱، ص ۲۶۸ ۔ ۵۔ حاشیہ سندھی، ص ۱۱

۶۔ طرح التثریب، ج ۲، ص ۱۷ ۔ ۷۔ شرح سنن نسائی، ج ۱، ص ۴۷۰

۶۔ باب الاكثار في السواك — مسواک کثرت سے کرنی چاہیے

اس باب میں مسواک زیادہ سے زیادہ کرنے کی تعلیم اور ترغیب کا ذکر ہے۔ جبکہ پچھلے باب میں مسواک کرنے کی ترغیب کا بیان تھا۔

۶۔ أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ وَعِمْرَانُ بْنُ مُوسَى قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ الْحَبْحَابِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ أَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي السِّوَاكِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے مسواک کے بارے میں تمہیں بہت کچھ بیان کیا ہے۔

۱۔ اطراف:

بخاری: ۸۸۸، ابوداؤد: ۳۴۰، احمد: ۱۲۴۶۱، سنن الکبریٰ: ۵، جامع المسانید (ابن جوزی): ۱۳۰

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ میں بہت کچھ بیان کرنے سے مراد کثرت فضائل ومحاسن ہے، چونکہ مسواک کے فوائد بہت زیادہ ہیں، اس لیے کثرت سے کرنی چاہئے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس حدیث کی سند کے پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات حسب ذیل ہیں:

۱۔ حمید بن مسعدہ: راجع: ۵

۲۔ عمران بن موسیٰ:

آپ کا نام ابوعمرو عمران بن موسیٰ فزاری بصری (م: ۲۴۰ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ صدوق راوی ہیں۔ امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۳۔ عبدالوارث:

آپ کا نام عبدالوارث بن سعید بن ذکوان عنبری (م: ۱۰۸ھ) ہے۔ آپ رواۃ کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ، ثابت، حجۃ راوی ہیں۔ بعض نے قدریت کی طرف نسبت کی ہے۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت لیتے ہیں۔ (۲)

۴۔ شعیب بن حبحاب:

آپ کا نام شعیب بن حبحاب ازدی معولی (م: ۱۳۱ھ) ہے۔ آپ ابوصالح بصری کے غلام تھے، آپ رواۃ کے چوتھے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔ ابن مدینی کے مطابق آپ سے تیس احادیث مروی ہیں، امام ابن ماجہ کے علاوہ باقی آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۱۔ i۔ المعجم المشتمل، ص ۲۶۳ ii۔ الثقات، ج ۸، ص ۴۹۹

۲۔ i۔ الجرح والتعدیل، ج ۶، ص ۷۵ ii۔ طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۲۸۹

۳۔ i۔ تہذیب الکمال، ج ۴، ص ۵۹۸ ii۔ التاریخ الکبیر (بخاری)، ج ۴، رقم ۲۵۵۵

۵۔انس بن مالک:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس بن مالک بن نضر انصاری خزرجی (م:۹۳ھ) ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال مسلسل خدمت کی۔آپ کثیر الروایۃ صحابہ میں سے ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ سے دو ہزار دو سو چھیاسی (۲۲۸۶) احادیث مبارکہ مروی ہیں، جن میں سے ایک سو اڑسٹھ (۱۶۸) متفق علیہ ہے، تراسی (۸۳) میں امام بخاری اور اکہتر (۷۱) میں امام مسلم منفرد ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ نے سو سال سے زائد عمر پائی۔آپ رضی اللہ عنہ بصرہ میں وفات پانے والے آخری صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔(۱)

۴۔حکم حدیث:

یہ حدیث صحیح ہے۔

۵۔خصوصیات سند:

☆ یہ حدیث رباعیات امام نسائی میں سے ہے، جو کہ امام نسائی کی اعلیٰ ترین سند ہے۔
☆ یہ سند اس کتاب کی پہلی رباعی سند ہے۔
☆ اس سند کے تمام راوی ثقہ اور بصری ہیں۔
☆ یہ سند ایک ہی شہر کے راویوں پر مشتمل ہے۔
☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آخری صحابی ہیں، جنہوں نے بصرہ میں وفات پائی۔
☆ اس سند میں روایت کے لئے شروع میں اخبرنا، دو جگہ حدثنا، ایک جگہ عن اور ایک جگہ قال کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔لغات:

اکثرت: میں نے زیادتی کی، کثرت سے ترغیب دلائی۔
اس لفظ کو صیغہ مجہول (أُكثِرتُ) بھی پڑھا گیا ہے، اس صورت میں معانی، مجھے مسواک کے متعلق حکم دینے میں بہت زیادہ تاکید کی گئی، مراد ہوں گے۔

۷۔مسائل ونصائح:

☆ اس حدیث کا معنیٰ ہے میں نے تم کو مسواک کا حکم دینے میں بہت مبالغہ کیا ہے۔(۲)
☆ مسواک کرنا واجب ہے یا سنت: اکثر اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ مسواک کرنا واجب نہیں ہے، بلکہ بعض کا دعویٰ یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے، اسحاق بن راھویہ نے کہا: ہر نماز کے لئے مسواک کرنا واجب ہے، جس نے اس کو عمداً ترک کیا، اس کی نماز باطل ہے، امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا، تو انہیں مسواک کرنے کا حکم دیتا، یہ مسواک کرنے کے مستحب ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اگر مسواک کرنا واجب ہوتا، تو آپ لازماً مسواک کرنے کا حکم دیتے، خواہ امت پر دشوار ہو یا نہ ہو۔صاحب ھدایہ نے کہا: مسواک کرنا سنت ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دائما مسواک کی ہے۔

۱۔ i۔تدریب الراوی، ص ۲۱۷ ii۔اسد الغابۃ، ج ۱، ص ۲۹۴

۲۔ نعمۃ الباری، ج ۲، ص ۸۱۲

☆ مسواک کرنے کا وقت: ہمارے اکثر اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مسواک کرنے کا وقت کلی کرنا ہے، اور امام شافعی نے کہا ہے کہ مسواک نماز کی سنت ہے، مسواک اس وقت کی جائے، جب نمازی نماز کے لئے کھڑا ہو۔

☆ مسواک کس طرح کی جائے: ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مسواک عرضاً کی بجائے طولاً نہ کی جائے، امام ابونعیم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرضاً مسواک کرتے تھے، طولاً نہیں کرتے تھے۔

☆ مسواک کتنی بار یا کتنی دیر کی جائے: اس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے، لہٰذا اس وقت تک مسواک کی جائے، جب تک انسان کا دل مطمئن نہ ہو جائے۔

☆ جس شخص کو مسواک نہ ملے، وہ انگلی سے دانتوں کو ملے: کیونکہ امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انگلیاں مسواک سے کفایت کرتی ہیں اور اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔(۱) اور امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص اپنے منہ پر تیل لگاتا ہے تو کیا وہ مسواک کرے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے پوچھا: کس طرح؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنی انگلی اپنے منہ میں داخل کرے۔

☆ کس چیز سے مسواک کرے؟ مستحب یہ ہے کہ وہ پیلو کی جڑ سے مسواک کرے۔ ابوخیرہ الصباحی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک وفد میں تھا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیلو کی جڑ پیش کی، آپ نے فرمایا: اس سے مسواک کیا کرو۔(۲)

☆ مسواک کرنے کی حکمت: بندہ جب نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے مناجات کرے تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے منہ سے بدبو نہ آئے۔ امام قشیری نے بغیر سند کے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث روایت کی ہے انہوں نے کہا: مسواک کو لازم رکھو، اس میں چوبیس خصلتیں ہیں، ان میں سب سے افضل یہ ہے کہ رحمٰن راضی ہوتا ہے اور نماز کا ستتر (۷۷) درجہ زیادہ ثواب ہوتا ہے، اور اس سے خوش حالی آتی ہے، اس سے خوشبو آتی ہے، سر کے درد میں آرام آتا ہے، ڈاڑھ کا درد دور ہوتا ہے، اس کے چہرے کے نور اور دانتوں کی چمک کی وجہ سے فرشتے اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔(۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک منہ کو صاف کرنے والی ہے، اور رب کو راضی کرنے والی ہے۔(۴)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک کر کے جس نماز کو پڑھا گیا اس کی اس نماز پر ستر (۷۰) درجہ فضیلت ہے جس کو بغیر مسواک کے پڑھا گیا ہے۔(۵)

☆ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر شفقت ہے کہ آپ نے مسواک کو امت پر واجب نہیں کیا۔

☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت پر مشقت کے خطرہ سے مسواک کو امت پر واجب نہیں کیا، اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کی دلیل ہے۔

۱۔ سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۰ ۲۔ تاریخ کبیر: ۱۳۲۲۵ ۳۔ نعمۃ الباری، ج ۲، ص ۸۱۲

۴۔ i- مسند احمد، ج ۶، ص ۴۷ ii- مسند ابو یعلیٰ: ۴۵۹۸ iii- حلیۃ الاولیاء، ج ۷، ص ۱۵۹

۵۔ i- المستدرک، ج ۱، ص ۱۴۵-۱۴۶ ii- سنن بیہقی، ج ۱، ص ۸ iii- صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۷

iv- مسند ابو یعلیٰ: ۴۷۴۸ v- مسند احمد، ج ۶، ص ۲۷۲

☆ الشرح الکبیر کی تخریج کرتے ہوئے علامہ ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ مسواک سے متعلق آخری حدیث کے بعد فرماتے ہیں، کہ اس مسئلہ میں مصنف نے سو سے زیادہ احادیث ذکر کی ہیں، اور یہ بہت بڑی تعداد ہے۔ پھر کہتے ہیں: یہ تعجب کی بات ہے، ایک ہی سنت سے متعلق اس قدر احادیث منقول ہیں، جبکہ بہت سے لوگ بلکہ اکثر فقہاء اس سنت کو چھوڑ دیتے ہیں۔(۱) اگر چہ یہ تعداد صحیح وضعیف ہر قسم کی احادیث سمیت بنتی ہے، لیکن ان سے اس عظیم سنت کی اہمیت بالکل واضح ہے۔(۲)

۸۔خلاصہ:

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کرنے کا حکم کثرت کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کرنے کی بہت زیادہ ترغیب دلاتے تھے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مسواک کی ترغیب دلانے کا کثرت سے حکم دیا۔

☆ تمام اہل ایمان کو کثرت کے ساتھ مسواک کرنی چاہیے۔

☆ مسواک کرنے پر آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ حریص تھے۔

۷۔ بابُ الرُّخْصَةِ فِي السِّوَاكِ بِالْعَشِيِّ لِلصَّائِمِ روزے دار کو بعد دوپہر مسواک کرنے کی اجازت

اس باب میں روزے دار کو ظہر اور عصر کی نماز کے وقت مسواک کرنے کی اجازت کا بیان ہے، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ روزے دار دوپہر کے بعد کسی وقت بھی مسواک کرسکتا ہے۔ اس لئے روزہ کی حالت میں مطلقاً مسواک کی ممانعت نہیں ہے۔

۷۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشواری کا احساس نہ ہوتا، تو میں انہیں ہر نماز کے لئے مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

۱۔اطراف:

بخاری: ۸۸۷، ۷۲۴۰، مسلم: ۲۵۲، موطا: ج ۱ ص ۶۶،

احمد: ۷۳۴۳، ۷۴۱۶، ۷۸۵۸، ۹۱۹۰، ۹۲۰۵، ۹۵۵۳، ۹۵۹۷، ۱۰۶۲۳، ۱۰۲۰۱، ۱۰۸۷۰۔

۲۔مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جب ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنا مستحب ہے، تو اس میں روزے دار بھی شامل ہیں۔

۱۔ البدر المنیر، ج ۳، ص ۲۲۳ ۲۔ سنن نسائی (فوائد)، ج ۱ ص ۹۰

۳۔تعارف رجال:

اس سند کے چھ راوی ہیں، جن کے حالات حسب ذیل ہیں:

۱۔قتیبہ بن سعید: راجع:۱

۲۔مالک:

آپ کا نام ابوعبداللہ مالک بن انس بن مالک بن ابو عامر بن عمرو اصبحی مدنی (م:۱۷۹ھ) ہے، آپ فقہ مالکی کے بانی اور امام دارالھجرۃ کے نام سے مشہور ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ہیں۔آپ متقین کے امام اور متثبتین کے شیخ ہیں۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سب سے اعلیٰ سند مالک عن نافع عن ابن عمر ہے۔آپ کی ولادت ۹۳ھ ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نوے سال کی عمر پائی، تمام آئمہ حدیث آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ تقریباً دو ہزار احادیث مروی ہیں۔(۱)

۳۔ابوالزناد:

آپ کا نام ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن ذکوان قرشی مدنی (م:۱۳۰ھ) ہے۔آپ ابوالزناد کے لقب سے مشہور ہیں۔آپ رواۃ کے پانچویں طبقہ سے ثقہ، فقیہ، حجۃ تابعی راوی ہیں۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۴۔الاعرج:

آپ کا نام ابوداؤد عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج مدنی (م:۱۱۷ھ) ہے۔آپ حضرت ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے مولیٰ ہیں۔آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، ثابت، عالم، تابعی راوی ہیں۔اکثر محدثین آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے شہر سکندریہ میں وفات پائی۔(۳)

۵۔ابوہریرہ: راجع:۱

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔خصوصیات سند:

- ☆ یہ حدیث خماسیات امام نسائی میں سے ہے۔
- ☆ خماسیات سے یہ پانچویں (۵) حدیث ہے۔
- ☆ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی قتیبہ کے علاوہ مدنی ہیں۔
- ☆ اس سند میں تابعی (ابوزناد) نے دوسرے تابعی (اعرج) سے روایت کی ہے۔
- ☆ امام بخاری کے نزدیک یہ سند اصح الاسانید میں سے ہے۔
- ☆ اس سند میں اخبرنا، عن اور قال کے الفاظ سے روایت کی گئی ہے۔

۱۔ i۔تاریخ الدوری، ج۲،ص۵۴۳ ii۔تقریب التھذیب، ج۲،ص۲۳۱

۲۔ i۔طبقات ابن سعد، ج۹،ص۴۱۷ ii۔تاریخ الثقات، ص۲۵۴

۳۔ i۔الثقات، ج۵،ص۱۰۷ ii۔تقریب التھذیب، ج۱،ص۴۶۵

۶۔لغات:

لولا: یہ دو حرفوں لو اور لا سے مرکب ہے، یہ لفظ ایک کے وجود کی وجہ سے دوسرے سے حکم کی نفی کرتا ہے۔ یہاں پر مشقت کے وجود کی بناء پر امر (وجوب) کی نفی مراد ہے۔

ان اشق: ان مصدر یہ ہے۔ اشق مشکل میں پڑنا، گراں گزرنا، تنگی ہونا۔

امتی: میری امت۔ اپنی امت

لامرتھم: میں انہیں ضرور حکم دیتا۔ یعنی امت پر واجب کر دیتا۔

۷۔مسائل ونصائح:

☆ مسواک کرنا سنت ہے اور کسی حال میں بھی واجب نہیں ہے، نماز میں نہ غیر نماز میں، اس پر علماء کا اجماع ہے، علامہ ماوردی نے لکھا ہے کہ داؤد ظاہری نے کہا ہے، کہ مسواک کرنا واجب ہے، لیکن اس کو ترک کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی، اور امام اسحاق بن راہویہ سے منقول ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے، اور اس کو عمداً ترک کرنے سے نماز باطل ہو جائے گی، ہمارے فقہاء میں سے ابو حامد نے کہا ہے کہ داؤد ظاہری سے یہ نقل صحیح نہیں ہے، اور اگر یہ نقل صحیح ہو تو اس کی مخالفت سے اجماع پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اور امام اسحاق سے جو وجوب کا قول نقل کیا گیا ہے، وہ صحیح نہیں ہے۔

☆ مسواک کرنا تمام اوقات میں مستحب ہے، لیکن حسب ذیل پانچ اوقات میں مسواک کرنا زیادہ مستحب ہے:

۱۔ نماز پڑھنے کے وقت خواہ پانی سے طہارت حاصل کی ہو، یا تیمم سے، (یہ امام شافعی کے نزدیک ہے)۔

۲۔ وضو کرنے کے وقت۔

۳۔ قران مجید کی تلاوت کے وقت۔

۴۔ نیند سے بیدار ہونے کے وقت۔

۵۔ جب منہ کی بو متغیر ہو، خواہ کھانے پینے سے، یا کسی بدبودار چیز کے کھانے سے، زیادہ دیر خاموش رہنے کی وجہ سے، یا زیادہ باتیں کرنے کی وجہ سے۔

☆ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ روزہ دار کے لئے زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے، تاکہ روزہ دار کے منہ کی بو، جو مستحب ہے، وہ زائل نہ ہو جائے۔ پیلو کے درخت کی لکڑی سے مسواک کرنا مستحب ہے، اور ہر وہ چیز جس کے استعمال کرنے سے منہ صاف ہو جائے، اس سے منہ صاف کرنا مستحب ہے خواہ سخت کپڑا ہو، کوئی جڑی بوٹی ہو یا انگلی سے صاف کرے (منجن اور ٹوتھ پیسٹ بھی اس میں داخل ہیں)، اور مستحب یہ ہے کہ متوسط لکڑی سے مسواک کی جائے، جو بہت سخت ہو نہ بہت نرم، اور مستحب یہ ہے کہ دانتوں میں عرضاً مسواک کی جائے، طولاً نہ کی جائے تاکہ دانتوں پر لگے ہوئے گوشت سے خون نہ نکلے، اور اگر اس کے برخلاف طولاً مسواک کی تو ہر چند کہ یہ مکروہ ہے، لیکن مسواک کے حکم پر عمل ہو جائے گا، نیز مستحب یہ ہے کہ دانتوں کی اطراف اور ڈاڑھوں پر مسواک کی جائے، اور حلق کی چھت پر بھی مسواک کی جائے، اور یہ بھی مستحب ہے کہ پہلے دائیں جانب، پھر بائیں جانب مسواک کی جائے، اور یہ بھی مستحب ہے کہ بچوں کو مسواک کرنے کی عادت ڈالی جائے۔ (۱)

۱۔ شرح مسلم (نووی)، ج۱، ص۱۲۷

☆ مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے، کیونکہ نبی ﷺ دن اور رات مسواک کرنے پر دائمی عمل کرتے تھے، اور مسواک کے استحباب پر اجماع ہے، حتیٰ کہ امام اوزاعی نے کہا: مسواک کرنا وضو کا جز ہے، اور بکثرت احادیث میں اس پر دلالت ہے کہ مسواک کرنے پر نبی ﷺ کا دائمی عمل تھا، اس سلسلہ میں سب سے قوی اور سب سے صحیح حدیث یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ "حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے پاس ایک تازہ مسواک تھی، جس کے ساتھ وہ دانت صاف کر رہے تھے، رسول اللہ ﷺ ان کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے، میں نے ان سے مسواک لی، اس کو کاٹا، اس کو صاف کیا، پھر وہ مسواک رسول اللہ ﷺ کو دی، اور آپ نے مسواک کی۔

☆ مسواک میں علماء کا اختلاف ہے، بعض نے کہا مسواک کرنا وضو کی سنت ہے، اور بعض نے کہا یہ نماز کی سنت ہے، اور بعض نے کہا یہ سنت دین ہے (یعنی شعائر اسلام سے ہے)، یہی قول زیادہ قوی ہے، اور امام ابوحنیفہ سے منقول ہے، ہدایہ میں مذکور ہے، کہ صحیح یہ ہے کہ مسواک کرنا مستحب ہے، اسی طرح امام شافعی کے نزدیک ہے ابن حزم نے کہا: کہ یہ سنت ہے، اور اگر ہر نماز کے لئے مسواک کرنا ممکن ہو تو یہ افضل ہے، اور جمعہ کے دن مسواک کرنا فرض لازم ہے، علامہ ابو حامد اسفرائنی اور علامہ ماوردی نے اہل ظاہر سے نقل کیا ہے، کہ مسواک کرنا واجب ہے، اور امام اسحاق کا قول ہے کہ اگر عمداً مسواک کرنے کو ترک کیا تو نماز باطل ہو جائے گی، علامہ نووی نے کہا کہ امام اسحاق سے یہ نقل صحیح نہیں ہے۔

☆ ہمارے نزدیک مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسواک عرضاً کی جائے طولاً نہ کی جائے، مغنی میں مذکور ہے کہ مسواک دانتوں اور زبان پر کی جائے، مسواک کرنے کی کوئی مقدار معین نہیں ہے، جب دل مطمئن ہو جائے کہ منہ کی بدبو اور دانتوں کی پیلاہٹ دور ہو گئی ہے، تو ختم کردے، مسواک کو دائیں ہاتھ سے پکڑے، مسواک کرتے وقت تین بار پانی لینا مستحب ہے، مسواک کی لمبائی ایک بالشت اور موٹائی ایک چھنگلی کے برابر ہونی چاہیے، مستحب یہ ہے کہ پیلو کے درخت کی مسواک بنائی جائے، اور اگر وہ خشک ہو تو اس کو پانی میں بھگو کر نرم کر لیا جائے، محیط میں مذکور ہے کہ عورت کے لئے دنداسہ کرنا مسواک کے قائم مقام ہے، اور جب کسی کو مسواک میسر نہ ہو تو وہ انگلی سے دانت صاف کرے۔ امام بیہقی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انگلیوں کو مسواک کرنے کے قائم مقام قرار دیا ہے، امام بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور مسواک کرنے کے فضائل بہت زیادہ ہیں۔ (۱)

☆ علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث میں دلیل ہے کہ مستحب کام کا حکم نہیں دیا جاتا، نیز اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جس چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا حکم وارد نہ ہو، اس میں نبی ﷺ کے لئے اجتہاد کرنا جائز ہے، یہ اکثر اصحاب اصول اور جمہور فقہاء کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے۔ (۲)

☆ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کو اگر امت پر دشوار نہ ہوتا، تو آپ ﷺ امت پر مسواک کو واجب کر دیتے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے نبی ﷺ کو یہ اختیار دیا ہے کہ آپ جس چیز کو چاہیں امت پر واجب کر دیں، اور جس چیز سے چاہیں امت کو روک دیں، احکام شرعیہ آپ کی طرف مفوض ہیں، لیکن آپ ﷺ کا احکام نافذ کرنا مشیت الٰہی کے تابع ہے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ بالذات شارع ہے اور آپ بالتبع شارع ہیں۔ (۳)

۱۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۱۸۵ ۲۔ شرح مسلم نووی، ج ۱، ص ۱۲۸

۳۔ شرح صحیح مسلم، ج ۱، ص ۹۱۳

☆ اس بارے میں کافی احادیث ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا، تو میں عشاء کی نماز اسی وقت پڑھتا، اور یہ کہ اگر مجھے مسلمانوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا، اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے تین راتیں تراویح پڑھائیں، چوتھی رات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تراویح کے شوق میں اس قدر آئے کہ مسجد تنگ پڑ گئی، آپ ﷺ تراویح پڑھانے کے لئے نہ آئے۔ حتیٰ کہ صبح کی نماز پڑھانے تشریف لائے۔ نماز پڑھانے کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے۔ کلمہ شہادت پڑھا، اس کے بعد فرمایا:

اما بعد فانه لم یخف علی مکانکم ولکنی خشیت ان تفترض علیکم فتعجزوا عنها۔

تراویح کے لئے تمہارا اشتیاق مجھ سے مخفی نہیں ہے لیکن مجھے خوف ہے، کہ کہیں تم پر تراویح فرض نہ ہو جائے، اور تم اس کے ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ)۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو امت کی رعایت کس قدر مطلوب تھی۔ وہ عزیز علیه ماعنتم (توبہ ۹:۲۸)(۱) جو کام تمہارے مشکل ہیں، وہ ان پر بھاری ہیں۔ کا مصداق تھے، بلکہ دیکھا جائے تو سرکار دوعالم ﷺ کو ہم نکموں اور ناکارہ لوگوں کی ہی رعایت مطلوب تھی، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو عبادت کے میدان میں بے قابو ہو کر دوڑتے تھے، اور متعدد احادیث میں ہے کہ سرکار ﷺ ان کو زیادہ عبادت کرنے سے روکتے تھے، بسا اوقات ناراض ہوتے تھے، اگر سرکار ﷺ تراویح پڑھاتے رہتے، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دلی مراد بر آتی تھیں، سرکار دوعالم ﷺ کی اقتداء میں بیش از بیش تراویح پڑھنے کا شرف حاصل ہوتا، اور انہیں اجر آخرت حاصل کرنے کا زیادہ سے زیادہ موقع نصیب ہوتا، لیکن سرکار ﷺ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شرف اور اجر کی بہ نسبت ہم نکموں کی تکلیف اور مشقت کا زیادہ خیال تھا، کہیں ایسا نہ ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تو عزت وکرامت کی بازی لے جائیں، اور بعد کے لوگ تراویح فرض ہونے سے مصیبت کی وادی میں گر جائیں۔ آپ ﷺ نے ان کا نہیں ہمارا خیال رکھا، دیکھیں ہم آپ ﷺ کا کتنا خیال رکھتے ہیں، آپ کو ہماری رعایت اس قدر عزیز تھی، ہم آپ ﷺ کی کتنی رعایت کرتے ہیں۔ وہ جو رات بھر قیام کر کے ہمارے لئے دعائے مغفرت کرتے پاہائے مبارک پر ورم آجاتا۔ رات بھر آنکھوں سے جھڑی لگی رہتی، یہی کہتے ہوئے رات گزر جاتی، اِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۱) ان کی اس محبت، شفقت، رحمت اور مشقت اٹھانے کا ہم کیا صلہ دے رہے ہیں، آپ کی سیرت اور سنن کو اپنانا آج ہم نے اپنے لئے باعث فخر بنایا ہوا ہے، یا سبب ننگ وعار۔

☆ یہ بات ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئے گی، جو ڈاڑھی رکھنے میں کراہت محسوس کرتے ہیں، اور ڈاڑھی منڈوانے میں خوشی اور فخر محسوس کرتے ہیں، جو ٹخنوں سے اونچے لباس کو رجعت پسندی، اور عورتوں کے پردہ کو غلامی سے تعبیر کرتے ہیں، اور تمام اسلامی آداب معاشرت کو ملا کے ڈھکوسلے گردانتے ہیں۔

☆ سرکار ﷺ جب راتوں کو اٹھ کے رو رو کر امت کے لئے دعا کرتے، تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے آپ کی یہ گریہ زاری دیکھی نہ گئی حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا جاؤ، جا کر محمد ﷺ سے پوچھو تمہیں کیا چیز رلاتی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر اپنے رب کا پیغام سنایا۔ سرکار ﷺ نے (امت کی مغفرت کے لئے) پریشانی بیان کی۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا: اے جبرئیل علیہ السلام جا کر محمد (ﷺ) سے کہو! انا سنرضیك فی امتك ولا نسوئك "ہم تم کو تمہاری امت کے مسئلہ میں راضی کر دیں گے اور رنجیدہ ہونے نہیں دیں گے۔" اللہ اللہ! وہ رب ہو کر ان کے آنسو نہیں دیکھ سکتا، انہیں غمگین نہیں دیکھ سکتا!! ہم خود کو ان کے غلام کہلا کے کیونکر ان کی آنکھوں میں اشکوں کا سیلاب گوارہ کر لیتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے:

۱۔ توبہ ۹:۲۸ ۲۔ مائدہ ۵:۱۱۸

وصال کے بعد قبر میں آپ پر امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، اور یہ بھی ہے کہ ہماری بداعمالیوں کو دیکھ کر آپ غمگین ہوتے ہیں۔ مکہ اور طائف کے مشرکوں نے تو آپ ﷺ کو صرف زندگی میں اذیت دی تھی، ہم اپنی بداعمالیوں سے آج تک آپ ﷺ کو قبر میں رلا رہے ہیں۔

☆ ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا منصب شریعت مقرر کرنا ہے، اللہ تعالیٰ ﷻ نے آپ ﷺ کو شارع بنا کر بھیجا ہے، آپ جس چیز کو چاہیں فرض کر دیں، اور جس کو چاہیں حرام کر دیں، البتہ یہ بات ضروری ہے کہ آپ کا چاہنا کبھی اللہ تعالیٰ ﷻ کی مشیت کے خلاف نہیں ہوتا، بلکہ آپ وہی چاہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ ﷻ چاہتا ہے۔

☆ احادیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا، تو میں عشاء کی نماز کو اس وقت تک مؤخر کر دیتا (بعض روایات میں تہائی رات تک بھی فرمایا ہے)، اسی طرح فرمایا: اگر مسلمانوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے لئے مسواک کا حکم دیتا، ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز کے مؤخر کرنے یا مسواک فرض کرنے سے آپ کو صرف امت کی دشواری مانع تھی، ورنہ چاہتے تو ایسا کر دیتے۔

☆ قرآن کریم کی درج ذیل آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ﷻ نے احکام کی مشروعیت آپ ﷺ کو مفوض فرما دی تھی۔

۱۔ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ۔ (۱)
(رسول ﷺ) مسلمانوں کے لئے پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں، اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔

۲۔ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (۲)
رسول ﷺ جو حکم تم کو دیں، اس کو قبول کرو، اور جس چیز سے تم کو روکیں، اس سے رک جاؤ۔

۳۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ۔ (۳)
کسی مومن مرد اور مومن عورت کو اللہ تعالیٰ ﷻ اور رسول ﷺ کے حکم دینے کے بعد، اس حکم پر عمل (کرنے یا نہ کرنے) کا اختیار نہیں ہے۔

۴۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ۔ (۴)
اور ہم نے ہر رسول کو صرف اس لئے بھیجا ہے، کہ اللہ تعالیٰ ﷻ کی اجازت سے اس کی اطاعت کی جائے۔

۵۔ مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ۔ (۵)
جس شخص نے رسول ﷺ کی اطاعت کی، اس نے اللہ تعالیٰ ﷻ کی اطاعت کر لی۔

☆ رسول اللہ ﷺ کے شارع ہونے پر بعض احادیث کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کچھ اور احادیث سطور ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوا، فَقَالَ رَجُلٌ: أَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ فَسَكَتَ حَتَّى قَالَهَا ثَلَاثًا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قُلْتُ: نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ، ثُمَّ قَالَ: ذَرُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوهُ۔ (۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے پس حج کرو۔ ایک شخص نے کہا، کیا ہر سال یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ خاموش رہے، حتیٰ کہ اس نے تین مرتبہ کہا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا، تو حج ہر سال واجب ہو جاتا، اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے، پھر فرمایا: جس چیز کو میں چھوڑ دوں اس کے بارے میں مت پوچھو، تم سے پہلی امتیں اس لئے ہلاک ہو گئیں، کہ وہ بکثرت سوال کیا

۱۔ اعراف ۷:۱۵۷ ۲۔ حشر ۵۹:۷ ۳۔ احزاب ۳۳:۳۶
۴۔ نساء ۴:۶۴ ۵۔ نساء ۴:۸۰ ۶۔ مسلم: ۱۳۳۷

کرتی تھیں، اور اپنے نبیوں سے اختلاف کرتی تھیں، جب میں کسی چیز کا حکم دوں، تو اس کو حسب استطاعت کرو، اور جب کسی چیز سے منع کردوں تو اس سے رک جاؤ۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے واضح طور پر منصب رسالت بیان کردیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نبی کو احکام کی حلت اور حرمت، ایجاب اور تحریم کا اختیار دے کر بھیجتا ہے، یعنی نبی کا یہ منصب ہے کہ وہ جس چیز کو چاہے فرض کردے، اور جس کو چاہے حرام کردے، امت پر بلا چون وچرا، اس کی اتباع لازم ہے۔

☆ ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اس مسئلہ کو مزید واضح فرمایا ہے۔

عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِی کَرِبَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ اَلَا اِنِّی اُوْتِیتُ الْکِتَابَ، وَمِثْلَہٗ مَعَہٗ اَلَا یُوْشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلٰی اَرِیکَتِہٖ یَقُوْلُ عَلَیْکُمْ بِھٰذَا الْقُرْاٰنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِیْہِ مِنْ حَلَالٍ فَاَحِلُّوْہُ، وَمَا وَجَدْتُمْ فِیْہِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْہُ، اَلَا لَا یَحِلُّ لَکُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْاَھْلِیِّ، وَلَا کُلُّ ذِی نَابٍ مِنَ السَّبُعِ، وَلَا لُقَطَۃُ مُعَاھِدٍ، اِلَّا اَنْ یَسْتَغْنِیَ عَنْھَا صَاحِبُھَا، وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَیْھِمْ اَنْ یَقْرُوْہُ فَاِنْ لَمْ یَقْرُوْہُ فَلَہٗ اَنْ یُعْقِبَھُمْ بِمِثْلِ قِرَاہُ۔ (۱)

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سنو! مجھے قرآن کے ساتھ اس کی مثل دی گئی ہے، سنو! عنقریب ایک شکم سیر آدمی مسند پر بیٹھ کر کہے گا: صرف اس قرآن پر عمل کرو، جو اس میں حلال ہے، اس کو حلال قرار دو، اور جو اس میں حرام ہے، اس کو حرام قرار دو۔ لاریب جس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے حرام قرار دیا، وہ ایسا ہی ہے، جیسے اس کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حرام قرار دیا، کہ سنو! تمہارے لیے پالتو گدھے حلال نہیں ہیں، اور نہ پھاڑنے والے درندے، نہ زمین کی گری ہوئی چیز، الا یہ کہ اس کا مالک اس چیز سے مستغنی ہو، اور جو شخص کسی قوم کے ہاں مہمان ہو، ان پر اس کی ضیافت لازم ہے، اگر وہ اس کی ضیافت نہ کریں، تو وہ ان سے بقدر ضیافت تاوان وصول کرسکتا ہے۔

☆ قرآن کریم اور حدیث شریف کی روشنی میں ایسے بے شمار احکام ہیں جو صرف زبان رسالت ﷺ سے شروع ہوئے ہیں، نماز کی ہیئت کذائی اور اس کی ترتیب وتفصیل، زکوٰۃ، عشر اور قربانی کے تمام احکام، اور آداب حج وعمرہ کے تمام ارکان، اور سنن جہاد کے تمام احکام قرآن کریم نے بیان نہیں کیے ہیں۔ یہ تمام احکام آپ ﷺ نے مشروع فرمائے ہیں۔ علاوہ ازیں جو احکام اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے بیان فرمائے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آپ کو ان میں بھی تخصیص اور استثناء کا اختیار عطا فرمایا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے دو گواہوں کا قاعدہ بیان فرمایا، لیکن آپ ﷺ نے خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو گواہوں کے قائم مقام فرمایا۔ قرآن کریم نے حالت جنگ میں نماز کو (چار کی جگہ دو رکعات) کرنے کی رخصت دی ہے، لیکن آپ ﷺ نے اس کو حالت امن کے سفر میں بھی عام کردیا، قرآن مجید نے ہر نماز کو اس کے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا، لیکن آپ ﷺ نے عرفات میں عصر کو ظہر کے وقت میں اور مزدلفہ میں مغرب کو عشاء کے وقت میں مشروع کردیا۔ قرآن مجید نے ہر مسلمان کو چار نکاح کی اجازت دی،

۱۔ ابوداؤد، کتاب السنۃ، رقم ۴۶۰۴، ص ۸۶۲

لیکن آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حیات فاطمہ رضی اللہ عنہا میں دوسرے نکاح سے روک دیا۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ہر بیٹی کو اس کے باپ کے ترکہ سے نصف میراث عطا کی ہے، ازواج کو اولاد کی موجودگی میں آٹھواں حصہ دیا ہے، چچا کو عصبہ بنایا ہے، لیکن آپ ﷺ کی ہدایت کے مطابق آپ ﷺ کے ترکہ سے آپ ﷺ کے کسی وارث نے حصہ نہیں پایا۔ ان مثالوں کے بیان کرنے سے العیاذ باللہ یہ ظاہر کرنا مقصود نہیں ہے، کہ آپ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آپ کو محض پیغام رساں اور ایلچی بنا کر نہیں بھیجا تھا، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے مقابلہ میں متوازی اور مستقل شارع تھے، نہیں! بلکہ یہ بتلانا مقصود ہے، کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آپ ﷺ کو محض پیغام رساں اور ایلچی بنا کر نہیں بھیجا تھا، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے سفیر محض نہیں، اس کی مرضی اور مشیت کے نمائندے تھے، اسرار الوہیت کے محرم اور مزاج خداوندی کے شناسا تھے۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے اذن سے شارع بنا کر بھیجا تھا، اور آپ ﷺ کا بنایا ہوا ہر قانون اور قاعدہ رضائے الٰہی جل جلالہ کا مظہر تھا، یونہی تو نہیں کہہ دیا تھا:

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ۔(۱) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کر لی۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

وقد اقام الله مقام نفسه فی امره ونهيه واخباره وبيانه (۲)

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے امر اور نہی اخبار اور بیان میں اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا ہے۔

مدینہ کے منافقین رسول اللہ ﷺ کو دھوکا دیتے تھے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا۔ **یخادعون الله** (۳) یہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو دھوکا دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے آخرت کا ارادہ کیا، تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا **والله يريد الاخرة** (۴) اللہ تعالیٰ جل جلالہ آخرت کا ارادہ کرتا ہے، آپ ﷺ نے اصحاب عقبہ سے جنت کے عوض ان کے مالوں اور جانوں کو خریدا تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا: **ان الله اشترىٰ من المؤمنين اموالهم وانفسهم بان لهم الجنة** ۔(۵) ''اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مسلمانوں سے جنت کے بدلہ میں ان کے مالوں اور جانوں کو خرید لیا'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا **ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله** (۶) جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے بیعت کرتے ہیں۔ آپ کا ہاتھ صحابہ کے ہاتھوں پر ہو تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرماتا ہے۔ **يد الله فوق ايديهم** (۷)

☆ حق یہ ہے کہ آپ ﷺ کائنات میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے نائب مطلق ہیں، پھر آپ ﷺ کے شارع ہونے میں اور احکام آپ کی طرف مفوض ہونے میں کسی کو کیا کلام ہو سکتا ہے البتہ فرق مراتب ضروری ہے۔

علامہ شعرانی فرماتے ہیں:

فان مافرضه الله تعالىٰ اشد مما فرضه رسول الله صلى الله عليه وسلم من ذات نفسه، (۸)

جس چیز کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے فرض قرار دیا، وہ اس سے زیادہ اہم ہے، جس کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی طرف سے فرض قرار دیا۔

علامہ شعرانی کی اس عبارت میں رسول اللہ ﷺ کے شارع ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

۱۔ نساء۴: ۸۰ ۲۔ الصارم المسلول، ج۱، ص۴۱ ۳۔ بقرہ۲: ۹

۴۔ انفال ۸: ۶۸ ۵۔ توبہ۹: ۱۱۱ ۶۔ فتح: ۱۰

۷۔ فتح ۴۸: ۱۰ ۸۔ میزان الشریعۃ الکبریٰ، ج۱، ص۱۲۳

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

احکام مفوض است بآں حضرت ہرچہ خواھد کند وہرچہ خواھد نکتہ ہر کراخواھد تخصیص نماید(۱)

احکام رسول اللہ ﷺ کی طرف مفوض ہیں، جو چاہیں حکم دیں، جو چاہیں نہ دیں، اور جس کو جس حکم سے چاہیں خاص فرمائیں۔

☆ ہر نماز کے وقت کے عموم میں پچھلے پہر کی نمازیں ظہر اور عصر بھی آتی ہیں، اس لئے روزے دار بھی مسواک کرسکتا ہے۔

☆ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مطلقاً امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔(۲)

۸۔خلاصہ:

اس حدیث مبارکہ سے پانچ باتیں مترشح ہوتی ہیں:

۱۔مسواک کرنا فرض یا واجب نہیں، بلکہ سنت مؤکدہ مستحبہ ہے۔

۲۔مسواک وضو کا جزء نہیں ہے، اور نہ ہی نماز کے دوران مسواک کرنی چاہیے۔ بلکہ نماز سے پہلے وضو کے ساتھ مسواک کرنی چاہیے۔

۳۔حضور نبی کریم ﷺ امت پر انتہائی شفیق و مہربان ہیں۔

۴۔نبی کریم ﷺ کو شرع کے احکامات تفویض کیے گئے ہیں۔

۵۔اللہ تبارک و تعالیٰ ﷻ بالذات شارع ہے، اور حضور نبی کریم ﷺ بالتبع شارع ہیں۔

۸۔بَابُ السِّوَاكِ فِيْ كُلِّ حِيْنٍ — ہر وقت مسواک کرنا

اس باب کی پچھلے باب سے مناسبت اس طرح ہے، کہ پچھلے باب میں روزہ کی حالت میں مسواک کرنے کا بیان تھا، جو کہ ایک خاص حالت اور وقت کا بیان تھا، اس باب میں مطلقاً ہر وقت مسواک کرنے کا بیان ہے، جو کہ عمومی بیان ہے۔

۸۔أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى وَهُوَ ابْنُ يُونُسَ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنِ الْمِقْدَامِ وَهُوَ ابْنُ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَبْدَأُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ؟ قَالَتْ: بِالسِّوَاكِ

حضرت قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: نبی کریم ﷺ جب گھر تشریف لاتے، تو سب سے پہلے کون سا کام کرتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ ﷺ سب سے پہلے مسواک کرتے تھے۔

۱۔اطراف:

مسلم: ۹۹۰، ۹۹۱، ابوداؤد: ۵۱، ابن ماجہ ۲۹۰، احمد: ۲۴۶۴۵، ۲۵۳۰۶، ۲۵۵۷۹، ۲۶۰۰۲، ۲۶۰۶۹، ۲۶۰۸۷، ۲۶۱۱۰، ۲۶۳۷۹، ۲۶۵۲۵، ابن حبان: ۲۵۱۴، ۱۰۷۴، ابن خزیمہ: ۱۳۴، ابوعوانہ: ج۱، ص۱۹۲، سنن (بیہقی)، ج۱، ص۳۴

۱۔ اشعۃ اللمعات، ج۳، ص۱۲۳ ۲۔ حاشیہ سندھی، ص۱۱

۴۔مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان سے مطابقت یہ ہے کہ باب میں ہر وقت مسواک کرنے کا ذکر ہے، تو آپ ﷺ دن یا رات کسی بھی وقت گھر تشریف لاتے، تو سب سے پہلے مسواک فرماتے۔ اس میں بھی عموم کا ذکر ہے۔

۵۔تعارف رجال:

اس سند کے چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات حسب ذیل ہیں:

۱۔علی بن خشرم:

آپ کا نام علی بن خشرم مروزی (م: ۲۵۷ھ) ہے۔ آپ رواۃ کے دسویں طبقہ صغار سے ثقہ راوی ہیں۔ آپ نے تقریباً سو سال کی طویل عمر پائی۔ امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہم آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۲۔عیسیٰ بن یونس:

آپ کا نام عیسیٰ بن یونس بن ابواسحاق سبیعی کوفی (م: ۱۸۷ھ) ہے۔ آپ اسرائیل بن یونس کے بھائی ہیں۔ آپ رواۃ کے آٹھویں طبقہ سے حافظ، ثابت، مامون راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۳۔مسعر:

آپ کا نام ابوسلمہ مسعر بن کدام بن ظہیر ہلالی (م: ۱۵۳/۱۵۵ھ) ہے۔ آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ، ثابت، فاضل راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ رحمۃ اللہ سے روایت کرتے ہیں۔(۳)

۴۔المقدام:

آپ کا نام مقدام بن شریح بن ہانی بن یزید حارثی کوفی مخضرمی ہے۔ آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، امام بخاری ادب المفرد آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۴)

۵۔ابوہ (شریح):

آپ کا نام ابوالمقدام شریح بن ہانی بن یزید حارثی مذحجی کوفی مخضرمی ہے، آپ ثقہ راوی ہیں۔ اصحاب صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، امام بخاری ادب المفرد میں آپ رحمۃ اللہ سے روایت کرتے ہیں۔(۵)

۶۔عائشہ: راجع: ۵

۱۔ i۔المعجم المشتمل، ص ۶۲۹ ii۔الثقات، ج ۸، ص ۴۷۱

۲۔ i۔العلل (ابن حنبل)، ج ۱، ص ۴۰۶ ii۔الجرح والتعدیل، ج ۶، ص ۲۹۱

۳۔ i۔تاریخ الثقات، ص ۴۲۶ ii۔الثقات، ج ۷، ص ۵۰۷

۴۔ i۔العلل (ابن حنبل) ج ۲، ص ۷ ii۔الثقات، ج ۷، ص ۵۱۰

۵۔ i۔تقریب التھذیب، ج ۱، ص ۳۲۷ ii۔الثقات، ج ۸، ص ۳۱۳

۶۔ حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، امام مسلم نے اسے روایت کیا ہے۔

۷۔ خصوصیات سند:

☆ یہ حدیث سداسیات امام نسائی میں سے ہے۔
☆ یہ دوسری حدیث سداسیات سے ہے۔
☆ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
☆ اس سند کے چار راوی کوفی، ایک مروزی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مدنی ہیں۔
☆ سند میں بیٹے (مقدام) نے باپ (شریح) سے روایت کی ہے۔
☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکثرین سبعہ میں سے ہیں، جن سے دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) حدیثیں مروی ہیں۔
☆ اس سند میں عن المقدام۔ وھو ابن شریح۔ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، یہ محدثین کا بڑا لطیف انداز ہے، جب شیخ وضاحت نہ کرے اور شاگرد نسبت کی وضاحت کرنا چاہیے، تو ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

۸۔ لغات:

کان یبدء: وہ ایک مرد شروع کرتا تھا۔ مراد نبی کریم ﷺ فرماتے تھے۔

بیته: اپنا گھر۔

۹۔ مسائل ونصائح:

☆ نبی کریم ﷺ دن اور رات میں جب بھی گھر میں داخل ہوتے، تو سب سے پہلے مسواک کرتے۔ (۱)
☆ نبی کریم ﷺ کا گھر آنے کا کوئی مخصوص وقت نہ تھا، اس لیے اس سے مراد ہر وقت ہے۔ (۲)
☆ بعض نے اس قول کی یہ توجیہ بھی بیان کی ہے، کہ آپ ﷺ گھر تشریف لاتے، تو نفل ادا فرماتے تھے، اور اس کے لئے پہلے وضو فرماتے، اور وضو سے پہلے مسواک فرماتے۔ (۳)
☆ گھر میں داخل ہوتے ہی مسواک کرنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ بعض دفعہ لوگوں کے ساتھ میل ملاپ اور دیگر ملاقات کی بنا پر منہ کی بو تبدیل ہوجاتی ہے، اس لئے حسن معاشرت کے طور پر اور اس بو کے ازالہ کے لئے گھر میں داخلے کے وقت سب سے پہلے مسواک کرنی چاہیے۔ (۴)
☆ یہ بات نبی کریم ﷺ کے مزاج اشرف کے کمال لطافت پر دلالت کرتی ہے، کہ آپ ﷺ بہت خاموشی یا کثرت کلام کے بعد مسواک فرماتے تھے۔
☆ نبی کریم ﷺ کا یہ عمل تعلیم امت کے لئے، اور اہل وعیال کے ساتھ حسن معاشرت کا بہترین نمونہ ہے۔ (۵)
☆ گھر میں داخل ہونے کے وقت مسواک کرنا سنت مستحبہ ہے۔ (۶)

۱۔ حاشیہ سندھی، ص ۱۱ ۲۔ ایضاً ۳۔ ایضاً
۴۔ زہر الربی، ص ۴ ۵۔ شرح سنن نسائی، ج ۱، ص ۳۰۶ ۶۔ زہر الربی، ج ۱، ص ۱۴

☆ منہ کی بو تبدیل ہونے یا دانتوں کے رنگ تبدیل ہونے پر مسواک ضرور کرنی چاہیے۔

☆ اس حدیث مبارکہ میں ہر وقت مسواک کرنے کی فضیلت کا بیان ہے، اور سختی سے اس عمل کو اپنانے اور بار بار کرنے کی تاکید کا بیان ہے۔(۱)

☆ فی کل حین، میں عرفی استغراق (عموم) ہے، نہ کہ حقیقی۔ ورنہ بہت سے اوقات عقلاً و شرعاً مستثنیٰ ہیں، مثلاً: نماز و قرأت کے درمیان، کھانا کھاتے ہوئے، باتیں کرتے ہوئے اور قضائے حاجت کے دوران وغیرہ۔(۲)

خلاصہ:

☆ ہر مناسب وقت اور مناسب موقع پر مسواک کرنا مستحب ہے۔

☆ نبی کریم ﷺ کا عمل تعلیم امت اور گھر والوں کے لئے حسنِ معاشرت کے سبق کے طور پر تھا۔

☆ مسواک کرنے کے جسمانی اور روحانی فوائد بہت زیادہ ہیں۔

☆ انسان کو انتہائی نفیس و لطیف ہونا چاہیے، یہی بات اسلام کو مطلوب اور نبی کریم ﷺ کو پسند ہے۔

۹۔ باب ذِكْرِ الْفِطْرَةِ — فطری چیزوں کا بیان:

الاِخْتِتَانُ — ختنے کروانا

اس باب کی پہلے باب سے مناسبت یہ ہے کہ اس میں مسواک کرنے کا بیان ہے، اور مسواک فطری خصلتوں میں سے ہے، اس باب میں باقی فطری چیزوں میں سے ختنے کروانے کا ذکر ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ نے پانچ فطری خصلتوں کو پانچ عنوانات کے تحت ذکر کیا ہے۔

۹۔ أَخْبَرَنَا الْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :الْفِطْرَةُ خَمْسٌ :الِاخْتِتَانُ وَالِاسْتِحْدَادُ، وَقَصُّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ "

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ چیزیں فطرت ہیں: ختنے کروانا، زیر ناف بال صاف کرنا، مونچھیں کتروانا، ناخن تراشنا اور بغلوں کے بال صاف کرنا۔

۱۔ اطراف:

بخاری: ۵۸۸۹،۵۸۹۰،۶۲۹۷، مسلم: ۲۵۷، ترمذی: ۲۷۵۶، ابوداؤد: ۴۱۹۸، ابن ماجہ: ۲۹۲، احمد: ۷۱۴۲،۹۳۳۲،۱۰۳۳۲

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ختنے کروانا فطرت ہے۔

۱۔ شرح مسلم (نووی)، ص ۲۶۸ ۲۔ سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۹۲

۳۔تعارف رجال:

اس سند کے چھ راوی ہیں، جن کے حالات حسب ذیل ہیں:

ا۔الحارث بن مسکین:

آپ کا نام قاضی ابوعمرو الحارث بن مسکین بن محمد بن یوسف مصری (م:۲۵۰ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، فقیہہ، مامون راوی ہیں۔آپ مالکی ہیں، مامون الرشید نے آپ کو خلق قرآن کے مسئلہ میں قید کیا تھا، اور متوکل نے رہائی دی تھی۔آپ نے چھیانوے سال کی طویل عمر پائی۔امام ابوداؤد اور امام نسائی رحمۃ اللہ آپ سے اخذ حدیث کرتے ہیں۔(۱)

۲۔ابن وھب:

آپ کا نام ابومحمد عبداللہ بن وھب بن مسلم قرشی مصری (م:۱۹۷ھ) ہے۔آپ مشہور امام وفقیہہ ہیں۔آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ، حافظ، عابد، فقیہہ راوی ہیں۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔آپ نے بہتر سال کی عمر میں وفات پائی۔آپ سے ایک لاکھ حدیث روایت کی گئی ہے۔(۲)

۳۔یونس:

آپ کا نام ابویزید یونس بن یزید بن ابونجاد ایلی (م:۱۵۹ھ) ہے۔آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ کبار سے ہیں۔آپ کو ابن مبارک، ابن معین، ابن مدینی، امام عجلی، امام نسائی اور ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے، البتہ بعض نے وھمی خاطی قرار دیا ہے۔آپ سے آئمہ صحاح ستہ روایت کرتے ہیں۔(۳)

۴۔ابن شہاب: راجع:۱

۵۔ابن المسیب:

آپ کا نام سعید بن مسیب بن حزن بن ابووھب بن عمرو بن عابد بن عمران بن مخزوم قرشی مخزومی (م:۹۳ھ) ہے۔آپ رواۃ کے دوسرے طبقہ کبار سے فقیہہ، عالم، ثابت راوی ہیں۔تابعین میں سب سے زیادہ اہل علم ہیں۔آپ کے علم، فقاہت اور ثقاہت پر اہل علم کا اتفاق ہے، آپ تابعین کے علم وتقویٰ کے امام ہیں۔آپ کی مرسلات صحیح ترین مرسلات ہیں۔آپ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ میں سے سب سے فائق ہیں، اصحاب صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۴)

۶۔حضرت ابوہریرہ: راجع:۱

۱۔ i۔الجرح والتعدیل، ج۳، ص۹۰ — ii۔تقریب التھذیب، ج۱، ص۱۲۷

۲۔ i۔الثقات، ج۸، ص۳۴۶ — ii۔تاریخ الثقات، ص۲۸۲

۳۔ i۔التاریخ الکبیر، ج۸، رقم ۳۴۹۶ — ii۔میزان الاعتدال، ج۴، رقم ۹۹۲۴
iii۔تھذیب الکمال، ج۱۱، رقم ۷۸۲۲ — iv۔سیر اعلام النبلاء، ج۶، رقم ۲۹۷

۴۔ i۔تاریخ الثقات، ص۱۸۸ — ii۔الجرح والتعدیل، ج۴، ص۵۹

۴۔ حکمِ روایت:

یہ حدیث صحیح اور متفق علیہ ہے، اس حدیث کو آئمہ صحاح ستہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف اسناد والفاظ، کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۵۔ خصوصیاتِ سند:

☆ یہ حدیث سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ یہ تیسری (۳) حدیث سداسیات سے ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے دو راوی حارث اور ابن وھب مصری ہیں، ایک (یونس) ایلی ہیں، (ایلا بحر قلزم کے ساحل پر واقع ہے، جو کہ دیار مصر سے ملتا ہے) باقی راوی مدنی ہیں۔

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کے الفاظ درج ذیل استعمال کیے ہیں۔

اخبرنا الحارث بن مسکین قراۃ علیه، وانا اسمع

اسی طرح بعض دفعہ اختصار کے ساتھ درج ذیل الفاظ استعمال کرتے ہیں:

الحارث بن مسکین قراء ۃ وانا اسمع

اسی طرح امام ابوداؤد درج ذیل الفاظ استعمال کرتے ہیں:

قرئ علی الحارث بن مسکین وانا شاهد

ایسے الفاظ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس لیے استعمال فرمائے ہیں، کیونکہ حضرت حارث بن مسکین رحمۃ اللہ علیہ قاضی مصر تھے، اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے درمیان ناراضگی تھی، جس کی وجہ سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ان کی مجلس میں حاضر ہونا مشکل تھا، اس لیے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ایسی جگہ تشریف رکھتے تھے، جہاں سے انہیں نظر نہ آئیں، اس طرح آپ حدیث سماعت فرماتے تھے، لیکن حضرت حارث بن مسکین، کو دیکھ نہیں رہے ہوتے تھے، یہ انتہائی کمال درجہ کی ایمانداری، عدل اور تقویٰ تھا کہ: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حالت کو بیان کرنے کے لئے ایسے الفاظ استعمال فرمائے، اسی طرح کے الفاظ امام ابوداؤد اور دیگر محدثین بھی استعمال فرماتے ہیں۔ لیکن جتنی احتیاط امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔(۱)

☆ یہ ایک تابعی (ابن شہاب) کی دوسرے تابعی (ابن المسیب) سے روایت ہے۔

☆ اس سند میں ابن مسیب فقہاء سبعہ میں سے ہیں۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مکثرین سبعہ صحابہ میں سے ہیں، اور آپ سے (۵۳۷۴) احادیث مروی ہیں۔

۱۔ i۔ فتح المغیث، ج ۲، ص ۳۰۔۳۲ ii۔ شرح سنن نسائی، ج ۱، ص ۳۱۹۔۳۲۰

۸۔ لغات:

الفطرۃ: پیدائش، پیدائشی، سنت قدیمہ وہ طریقہ جو اللہ تعالیٰ ﷻ نے جاری فرمایا، انبیاء ﷺ نے اختیار کیا، اور اس پر سب شریعتیں متفق ہیں۔

خمس: پانچ عدد مراد ہے، لیکن حدیث میں حصر مراد نہیں ہے۔

الاختتان: ختن سے، مرد و عورت کی شرمگاہ سے جلد کا کاٹنا۔

الاستحداد: حدید سے، لوہے کا استرا استعمال کرنا۔ یہاں پر زیر ناف بال صاف کرنا مراد ہے۔

قص الشارب: مونچھیں تراشنا۔

تقلیم الاظفار: ناخن تراشنا۔

نتف الابط: بغل کے بال اکھیڑنا، بال صاف کرنا مراد ہے۔

۷۔ مسائل ونصائح:

☆ امام شافعی اور کثیر علماء کے نزدیک ختنہ کرنا واجب ہے، اور امام مالک اور اکثر علماء کے نزدیک ختنہ کرنا سنت ہے، امام شافعی کے نزدیک ختنہ کرنا مردوں اور عورتوں دونوں پر واجب ہے، مرد پر واجب ہے کہ وہ اس پوری کھال کو کاٹ دے، جس نے حشفہ کو چھپایا ہوا ہوتا ہے، حتیٰ کہ پورا حشفہ ظاہر ہو جائے، اور عورت پر واجب ہے کہ فرج کے اوپر جو کھال ہے اس کا نچلا حصہ کاٹ دے، ہمارے جمہور اصحاب کے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے کہ بچپن میں ان دونوں ختنوں کو کرنا جائز ہے، واجب نہیں ہے، ایک قول یہ ہے کہ ولی پر واجب ہے، کہ بچہ کے بالغ ہونے سے پہلے اس کا ختنہ کرا دے، اور ایک قول یہ ہے کہ دس سال سے پہلے ختنہ کرنا حرام ہے، اور صحیح قول یہ ہے کہ ولادت کے ساتویں دن ختنہ کرنا مستحب ہے، خنثیٰ مشکل کے متعلق کئی اقوال ہیں: ایک قول یہ ہے کہ بلوغ کے بعد اس کا ختنہ کرنا واجب ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ جب تک اس کا مذکر یا مونث ہونا معلوم نہ ہو، اس کا ختنہ کرنا جائز نہیں، تیسرا قول یہ ہے کہ جس آلہ سے وہ پیشاب کرے یا جماع کرے، اس کا ختنہ کر دیا جائے، اگر کوئی شخص بغیر ختنہ کے مر جائے، تو اس میں تین قول ہیں: صحیح اور مشہور قول یہ ہے، کہ اس کا ختنہ نہ کیا جائے، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا ختنہ کیا جائے، تیسرا قول یہ ہے کہ بڑے کا ختنہ کیا جائے، اور چھوٹے کا ختنہ نہ کیا جائے۔

☆ مردوں پر ختنہ کرنا واجب ہے اور عورتوں پر ختنہ کرنا واجب نہیں ہے، بلکہ ان کی عزت کا سبب ہے، امام احمد نے فرمایا: مردوں پر یہ حکم شدید ہے، کیونکہ مرد جب ختنہ نہیں کرے گا، تو اس کی کھال حشفہ پر لٹکی رہے گی، اور اس کے اندر جو کچھ ہے، اس کی صفائی نہیں ہو سکے گی، اور عورت کا معاملہ آسان ہے، ابو عبداللہ نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ مرد کے معاملہ میں سختی کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس فرماتے تھے: جو مرد ختنہ نہ کرائے، اس کا حج ہے نہ نماز۔ حسن بصری یہ رخصت دیتے تھے کہ: جو شخص اسلام لائے، وہ اگر ختنہ نہ کرائے تو کچھ حرج نہیں ہے، وہ کہتے تھے کہ کئی سیاہ فام اسلام لائے، اور ان میں سے کسی کی تفتیش نہیں کی گئی، اور نہ ان کا ختنہ کرایا گیا، اور اس کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ شرمگاہ کا چھپانا واجب ہے تو اگر ختنہ کرنا واجب نہ ہوتا، تو ختنہ کرنے کے لئے مختون کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز نہ ہوتا، نیز یہ مسلمانوں کے شعار میں سے ہے۔ اس لئے دیگر شعائر کی طرح یہ بھی واجب ہوگا، اور اگر کوئی بوڑھا شخص مسلمان ہو اور ختنہ کرنے سے اس کی جان کو خطرہ ہو، تو اس سے ختنہ کا حکم ساقط ہو جائے گا، جیسا کہ غسل، وضو وغیرہ کا حکم جان کے خطرہ سے ساقط ہو جاتا ہے، ہاں! اگر اس کو خطرہ نہ ہو تو پھر ختنہ کرنا لازم ہے۔ ابن حنبل نے کہا: میں نے ابو

عبداللہ سے ذمی کے متعلق سوال کیا، کہ جب وہ مسلمان ہو تو اس کا ختنہ کیا جائے گا؟ انہوں نے کہا: اس کے لئے ختنہ ضروری ہے۔ میں نے پوچھا: اگر وہ بوڑھا ہو؟ انہوں نے کہا: ان کے لئے ختنہ کرانا مستحب ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں ختنہ کرایا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ۝ (۱) (تمہارے لیے) تمہارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا)۔

اور عورتوں کے حق میں بھی ختنہ مشروع ہے۔

عن عائشہ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس بین شعبھا الاربع ومس الختان الختان فقد وجب الغسل (۲)

• حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے، اور مرد کی ختنہ کی جگہ عورت کی ختنہ کی جگہ کو چھو لے، تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ عورتیں بھی ختنہ کراتی تھیں، اور خلال نے اپنی سند کے ساتھ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ختنہ کرنا مردوں کے لئے سنت ہے اور عورتوں کے لئے تکریم ہے۔ (۳)

☆ ولادت کے دن ختنہ کرنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ یہود کے افعال سے ہے، یہ اس وقت کرنا مستحب ہے، جب بچہ کو نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔ (یعنی سات سال کی عمر میں)۔ مردوں کا ختنہ کرنا سنت ہے، اور عورتوں کا ختنہ کرنا مستحب ہے، اور مستحب یہ ہے کہ عورت کی کھال کاٹنے میں مبالغہ نہ کرے۔ (۴)

☆ عرب عورتوں کا ختنہ بھی کرتے تھے، بصاص نے کتاب ادب القضاء میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ختنہ کرنا مردوں کے لئے سنت ہے، اور عورتوں کے لئے مکرمت (فضیلت) ہے۔ (۵)

☆ ختنہ کرنے کے حکم میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ ختنہ کرنا سنت ہے۔ غرائب میں مذکور ہے یہی صحیح قول ہے، ختنہ کرنے کے لئے مستحب وقت سات سال سے لے کر بارہ سال کی عمر ہے، سراجیہ میں ہے، یہی مختار قول ہے، بعض علماء نے کہا ہے، کہ ولادت سے لے کر سات سال کی عمر تک ختنہ کرنا جائز ہے، اسی طرح جواہر الفتاوی میں ہے، عورتوں کے ختنہ کے متعلق روایات مختلف ہیں۔ بعض مشائخ سے منقول ہے کہ یہ سنت ہے، شمس الائمۃ الحلوانی نے خصاف کی ادب القاضی میں ذکر کیا ہے کہ عورتوں کا ختنہ کرنا مکرمت (فضیلت) ہے، کسی لڑکے کا ختنہ کیا گیا اور پوری کھال نہیں کٹی، تو اگر نصف سے زیادہ کھال کٹ گئی ہے، تو یہ ختنہ ہے، اور اگر نصف یا نصف سے کم کھال کٹی ہے، تو یہ ختنہ نہیں ہے۔ (خزانۃ المفتین) صلوٰۃ النوازل میں مذکور ہے، ایک بچہ کا ختنہ نہیں کیا گیا، اور اب شدت سے کھینچنے کے سوا اس کی کھال کو کاٹا نہیں جا سکتا، اور اس کا حشفہ ظاہر ہو، اور دیکھنے میں وہ مختون لگتا ہو، تو ختنہ کے ماہرین کو دکھایا جائے، اگر وہ کہیں کہ اس کا ختنہ کرنا مشکل ہے، تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا، بوڑھا اور کمزور شخص اسلام لایا تو اگر ماہرین نے کہا، کہ یہ ختنہ کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا، کیونکہ اس کی وجہ سے واجب کو بھی ترک کر دیا جاتا ہے، تو سنت کو ترک کرنا اولیٰ ہے، (خلاصہ) ایک قول یہ ہے کہ جب بوڑھا شخص خود ختنہ کر سکتا ہو، تو کر لے، ورنہ چھوڑ دے، ہاں اگر اس کے لئے ممکن ہو تو وہ شادی کر لے، یا ختنہ کرنے والی باندی کو خرید لے، اور وہ اس کا ختنہ کر دیں، بچہ کا ختنہ کیا گیا، پھر کھال بڑھ گئی، اگر اس کھال نے حشفہ کو ڈھانپ لیا ہے، تو اس کا دوبارہ ختنہ کیا جائے، ورنہ نہیں۔ (۷)

۱۔ حج ۲۲:۷۸ ۲۔ مسلم، ج ۱، ص ۱۵۹ ۳۔ المغنی، ج ۱، ص ۶۳

۴۔ الشرح الکبیر، ج ۱، ص ۱۲۶ ۵۔ عمدۃ القاری، ج ۵، ص ۳۵۷

۷۔ فتاویٰ عالم گیری، ج ۵، ص ۳۵۷

☆ ختنہ سنت ہے اور یہ شعار اسلام میں سے ہے، کہ مسلم وغیر مسلم میں اس سے امتیاز ہوتا ہے، اسی لیے عرف عام میں اس کو مسلمانی بھی کہتے ہیں، صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنا ختنہ کیا، اس وقت ان کی عمر شریف اسی برس کی تھی۔(۱)

☆ ختنہ کی مدت سات سال سے بارہ سال کی عمر تک ہے، اور بعض علمانے یہ فرمایا: کہ ولادت سے ساتویں دن کے بعد ختنہ کرنا جائز ہے۔(۲)

☆ لڑکے کے ختنہ کرائی گئی مگر پوری کھال نہیں کٹی، اگر نصف سے زائد کٹ گئی ہے، تو ختنہ ہوگیا باقی کو کاٹنا ضروری نہیں، اور نصف یا نصف سے زائد رہ گئی تو نہیں ہوا، یعنی پھر سے ہونا چاہیے۔(۳)

☆ بچہ پیدا ہی ایسا ہوا کہ ختنہ میں جو کھال کاٹی جاتی ہے، وہ اس میں نہیں ہے، تو ختنہ کی حاجت نہیں، اور اگر کچھ کھال ہے، جس کو کھینچا جا سکتا ہے، مگر اسے سخت تکلیف ہوگی اور حشفہ (سپاری) ظاہر ہے، تو حجاموں کو دکھایا جائے، اگر وہ کہہ دیں: کہ نہیں ہو سکتی، تو چھوڑ دیا جائے، بچہ کو خواہ مخواہ تکلیف نہ دی جائے۔(۴)

☆ سنا جاتا ہے کہ جس بچہ میں پیدائشی ختنہ کی کھال نہیں ہوتی، اس کے باپ وغیرہ اولیاء اس رسم کی ادا کے لئے اعزہ واقربا کو بلاتے ہیں، اور ختنہ کے قائم مقام پان کی گلوری کاٹی جاتی ہے، گویا اس سے ختنہ کی رسم ادا کی گئی۔ یہ ایک لغو حرکت ہے جس کا کچھ محصل وفائدہ نہیں۔(۵)

☆ بوڑھا آدمی مشرف باسلام ہوا، جس میں ختنہ کرانے کی طاقت نہیں، تو ختنہ کرانے کی حاجت نہیں۔ بالغ شخص مشرف باسلام ہوا، اگر وہ خود ہی اپنی مسلمانی کر سکتا ہے، تو اپنے ہاتھ سے کرلے، ورنہ نہیں، ہاں! اگر ممکن ہو کہ کوئی عورت جو کہ ختنہ کرنا جانتی ہو، اس سے نکاح کرے، تو نکاح کر کے اس کے ختنہ کرالے۔(۶)

☆ ختنہ ہو چکی ہے مگر وہ کھال پھر بڑھ گئی، اور حشفہ کو چھپالیا، تو دوبارہ ختنہ کی جائے، اور اتنی زیادہ نہ بڑھی ہو، تو نہیں۔(۷)

☆ ختنہ کرانا باپ کا کام ہے، وہ نہ ہو تو اس کا وصی، اس کے بعد دادا، پھر اس کے وصی کا مرتبہ ہے۔ ماموں اور چچا یا ان کے وصی کا یہ کام نہیں، ہاں! اگر بچہ ان کی تربیت وعیال میں ہو تو کر سکتے ہیں۔(۸)

☆ عورتوں کے کان چھدوانے میں حرج نہیں، اور لڑکیوں کے کان چھدوانے میں بھی حرج نہیں۔ اس لیے کہ زمانہ رسالت مآب ﷺ میں کان چھدتے تھے اور اس پر انکار نہیں ہوا۔ بلکہ کان چھدوانے کا سلسلہ اب تک برابر جاری ہے، صرف بعض لوگوں نے نصرانی عورتوں کی تقلید میں موقوف کر دیا، جن کا کوئی اعتبار نہیں۔

☆ انسان کو خصی کرنا حرام ہے، اسی طرح ہجڑ کرنا بھی۔ گھوڑے کو خصی کرنے میں اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ جائز ہے، دوسرے جانوروں کو خصی کرنے میں اگر فائدہ ہو مثلاً اس کا گوشت اچھا ہوگا، یا خصی نہ کرنے میں شرارت کرے گا، لوگوں کو ایذا پہنچائے گا، انہیں مصالح کی بنا پر بکرے اور بیل وغیرہ کو خصی کیا جاتا ہے، یہ جائز ہے، اور اگر منفعت یا دفع ضرر دونوں باتیں نہ ہوں، تو خصی کرنا حرام ہے۔(۹)

۱۔ صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، ج۲، ص۴۲۲

۲۔ الفتاویٰ الہندیۃ، ج۵، ص۳۵۷ ۳۔ ایضاً ۴۔ ایضاً

۵۔ الفتاویٰ الہندیۃ، ج۵، ص۳۵۷ ۶۔ ایضاً ۷۔ ایضاً

۸۔ بہار شریعت، ج۲، ص۷۰۶ ۹۔ ہدایہ، ج۲، ص۷۰۶

☆ جس غلام کو خصی کیا گیا ہو، اس سے خدمت لینا ممنوع ہے، جیسا کہ امراء سلاطین کے یہاں اس قسم کے لوگوں سے خدمت لی جاتی ہے، جن کو خواجہ سرا کہتے ہیں، ان سے خدمت لینے میں جو خرابی ہوتی ہے، کہ دوسرے لوگ اس کی وجہ سے خصی کرنے کی جرات کرتے ہیں، اور اس حرام فعل کا ارتکاب کرتے ہیں، اور اگر ایسے غلام سے کام ہی نہ لیا جائے، تو خصی کا سلسلہ ہی منقطع ہو جائے گا۔

☆ گھوڑی کو گدھے سے گابھن کرنا، جس سے خچر پیدا ہوتا ہے، اس میں حرج نہیں، حدیث صحیح میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی سواری کا جانور مبلغلہ بیضا تھا، اور اگر یہ فعل ناجائز ہوتا تو حضور ﷺ ایسے جانور کو اپنی سواری میں نہ رکھتے۔(۱)

۱۰۔ خلاصہ:

۱۔ ختنہ مرد کے لئے سنت اور عورت کے لئے مستحب ہے۔
۲۔ مرد کا ختنہ یہ ہے کہ شرمگاہ سے حشفہ کو چھپانے والی کھال کو کاٹا جائے۔
۳۔ عورت کا ختنہ یہ ہے کہ شرمگاہ کے اوپر جو کھال ہے، اس کا نچلا حصہ کاٹا جائے۔
۴۔ خنثیٰ کا ختنہ اس کی ظاہری علامت کے مطابق کیا جائے، اگر مرد کی طرح ہو تو مردوالا ختنہ، اور اگر عورت والی علامات ہوں، تو عورتوں والا ختنہ کیا جائے گا۔
۵۔ خنثی مشکل کا اگر مذکر یا مؤنث ہونا واضح نہ ہو، تو جس آلہ سے پیشاب کرے، اسی کے مطابق ختنہ کیا جائے گا۔
۶۔ اگر کوئی شخص بغیر ختنے کیے فوت ہو جائے، تو ختنے نہ کئے جائیں۔
۷۔ ختنہ کرتے وقت اگر نصف سے زیادہ کھال کٹ گئی، تو شرعاً مختون ہوگا۔
۸۔ بوڑھا اور کمزور شخص مسلمان ہو، تو اگر اسے ختنہ کی طاقت نہ ہو، تو اس کا ختنہ نہ کیا جائے۔
۹۔ ختنہ کرنے کی مستحب عمر سات دن سے بارہ سال تک ہے۔

۱۰۔ باب تَقْلِيمِ الْاَظْفَارِ — ناخن کاٹنا

امور فطرت میں سے دوسری چیز ناخن کاٹنے کا ذکر ہے، پچھلے باب میں فطری امور میں سے ختنے کا ذکر تھا، اور اس باب میں ناخن تراشنے کا ذکر ہے، چونکہ ختنے کا تعلق انسان کی پیدائش کے ساتھ بھی متعلق ہے، اس لیے اسے پہلے ذکر کیا، اور ناخن کاٹنے کا تعلق بھی ابتدائی زندگی سے ہی متعلق ہو جاتا ہے، اس لیے اس کو ثانی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

۱۰۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ: سَمِعْتُ مَعْمَرًا، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: قَصُّ الشَّارِبِ وَنَتْفُ الْاِبْطِ، وَتَقْلِيمُ الْاَظْفَارِ، وَالِاسْتِحْدَادُ، وَالْخِتَانُ"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ چیزیں فطری ہیں: مونچھیں کترنا، بغلوں کے بال صاف کرنا، ناخن کاٹنا، زیر ناف بال صاف کرنا اور ختنے کروانا۔

۱۔ اطراف:

راجع: ۹

---

(۱) الضا، ص ۷۰۷

۴۔مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ناخن کاٹنا امور فطرت میں سے ہے۔

۵۔تعارف رجال:

اس سند کے چھ راوی ہیں، جن کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔محمد بن عبدالاعلیٰ:

۲۔المعتمر:

آپ کا نام ابومحمد معتمر بن سلیمان تیمی بصری (م:۱۸۷ھ) ہے، آپ طفیل کے لقب سے مشہور ہیں، آپ رواۃ کے نویں طبقہ کبار سے ثقہ راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے اسی سال سے زائد عمر پائی۔(۱)

۳۔معمر:

آپ کا نام ابوعروہ معمر بن راشد ازدی بصری یمنی (م:۱۵۴ھ) ہے، آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ، ثابت، فاضل راوی ہیں۔ البتہ وہ روایات جوانہوں نے ثابت، اعمش، ہشام بن عروہ اور بصری لوگوں سے کی ہیں، ان میں کلام کیا گیا ہے۔ امام عجلی، امام نسائی، ابن حبان اور ابن حجر عسقلانی نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایات نقل کرتے ہیں۔ آپ نے اٹھاون برس کی عمر میں وفات پائی۔(۲)

۴۔الزہری: آپ کے حالات حدیث نمبر۱ پر گزر چکے ہیں۔

۵۔سعید بن المسیب: آپ کے حالات حدیث نمبر۹ پر گزر چکے ہیں۔

۶۔ابوہریرہ: آپ کے حالات حدیث نمبر۱ پر گزر چکے ہیں۔

۶۔حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، اس کے علاوہ طرق سے بھی مروی ہے۔

۷۔خصوصیات سند:

☆ یہ حدیث سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ چوتھی حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ پہلے تین راوی بصری اور آخری تین راوی مدنی ہیں۔

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ کے شیخ محمد بن عبدالاعلیٰ سے امام بخاری کے علاوہ باقی اصحاب صحاح ستہ روایت کرتے ہیں۔

☆ محمد بن عبدالاعلیٰ کے علاوہ باقی شیوخ سے اصحاب صحاح ستہ روایت کرتے ہیں۔

۱۔ i۔طبقات ابن سعد، ج۷، ص۲۹۰ ii۔تاریخ الثقات، ص۴۳۳

۲۔ i۔تقریب التھذیب، ج۲، ص۲۷۱ ii۔الجرح والتعدیل، ج۸، ص۲۵۵

۸۔لغات:

راجع: ۹

۹: مسائل ونصائح:

☆ علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اس کے بیان میں ہے کہ ناخنوں کو کاٹنا سنت ہے، اور تقلیم کا لفظ قلم سے باب تفعیل ہے، اور اس کا معنی ہے کاٹنا۔ اور اس باب کی حدیث میں ایک روایت میں ہے ''قص الاظفار'' اور اظفار، ظفر کی جمع ہے۔ اور ناخنوں کو کاٹنے میں انتہائی کوشش کرنا مستحب ہے، اس حیثیت سے کہ انگلی کو ضرر نہ پہنچے، اور کسی حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ ناخن کاٹتے وقت انگلیوں کی کیا ترتیب ہو۔ علامہ نووی شافعی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ ناخن کاٹنے کی ابتداء دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے کی جائے، پھر درمیانی انگلی، پھر اس کے بعد والی انگلی، پھر اس کے بعد والی انگلی پھر انگوٹھے کا ناخن کاٹا جائے، اور بائیں ہاتھ کی ابتدا چھنگلی سے کی جائے اور اس کے بعد پھر اس کے بعد والی انگلی سے، پھر اسی طرح انگوٹھے تک۔ اور پیروں کے ناخن کاٹنے میں دائیں پیر کی چھنگلی سے لے کر انگوٹھے تک، اور بائیں پیر میں انگوٹھے سے لے کر چھنگلی تک ناخن کاٹے۔ اور علامہ نووی نے استحباب کی کوئی دلیل بیان نہیں کی۔ اور علامہ نووی نے شرح المہذب میں اس ترتیب کو امام غزالی سے نقل کیا ہے اور کہا ہے: رہی وہ حدیث جس کو امام غزالی نے ذکر کیا ہے، پس اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ پھر یہ جان لو کہ ناخن کاٹنے کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے اور ضابطہ یہ ہے کہ جس وقت بھی ناخن کی حاجت ہو تو اس وقت ناخن کاٹ لے۔ امام بیہقی نے حضرت ابوجعفر الباقر رحمہ اللہ کی حدیث مرسل ذکر کی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن ناخن کاٹنے کو مستحب فرماتے تھے۔ اور علامہ ابن جوزی نے از عطاء از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اپنے ناخن ہفتہ کے دن کاٹے، تو اس سے بیماری نکل جائے گی اور اس میں شفاء داخل ہو جائے گی، جس نے اپنے ناخن اتوار کے دن کاٹے تو اس سے بھوک اور فاقہ نکل جائے گا، اور اس میں خوشحالی داخل ہو جائے گی، جس نے اپنے ناخن پیر کے دن کاٹے تو اس سے بیماری نکل جائے گی، اور صحت داخل ہو جائے گی۔ جس نے اپنے ناخن منگل کے دن کاٹے تو اس سے برص نکل جائے گا اور اس میں عافیت داخل ہو جائے گی، جس نے اپنے ناخن بدھ کے دن کاٹے تو اس سے وسواس اور خوف نکل جائے گا، اور صحت اور امن داخل ہو جائے گا، جس نے اپنے ناخن جمعرات کے دن کاٹے، اس سے جذام نکل جائے گا، اور اس میں عافیت داخل ہو جائے گی، اور جس نے اپنے ناخن جمعہ کے دن کاٹے، تو اس سے رحمت داخل ہو جائے گی اور گناہ نکل جائیں گے۔ پھر علامہ جوزی نے کہا: یہ حدیث رسول اللہ ﷺ پر وضع کی گئی ہے اور یہ اقبح الموضوعات ہے یعنی سب سے قبیح موضوع ہے اور اس حدیث کی سند میں مجہول، متروک اور ضعیف راوی ہے۔(۱)

☆ ناخن تراشنے کو فطری امور میں اس لیے داخل کیا گیا ہے کہ ناخن نجاست اور میل کچیل کو جمع رکھنے کا ذریعہ بن سکتے ہیں، جو طہارت سے مانع ہے، نیز دیکھنے میں بھی بھدے لگتے ہیں اور حیوانات کے ساتھ تشبیہ ہوتی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے انسان کو بہترین شکل وصورت میں پیدا فرمایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ جل جلالہ ہے (لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم) (۲) ''یقیناً ہم نے انسان کو بہترین شکل وصورت میں پیدا فرمایا ہے''۔ زیادہ بڑے ناخن کسی کو یا اپنے آپ کو زخمی کر سکتے ہیں، اس لیے فطرت سلیمہ کا تقاضا ہے کہ زائد ناخن تراش دیئے جائیں۔

۱۔ عمدۃ القاری، ج ۲۲، ص ۷۰۔۷۱ ۲۔ التین ۹۵: ۴

☆ انسانیت کے ابتدائی دور میں جب آلات ایجاد نہ ہوئے تھے، ناخن ذبح وغیرہ کے کام آتے تھے۔اب آلات کی موجودگی میں اس استعمال کی نہ صرف ضرورت باقی نہیں رہی، بلکہ یہ قبیح اور ممنوع بھی ہے، اسی لیے ناخن اور دانت سے ذبح کرنے کو شریعت اسلامیہ نے ناجائز قرار دیا ہے۔(۱)

☆ ناخنوں کو انگلیوں کے پوروں کے اوپر سے جڑ تک کاٹنا چاہیے۔اس میں حکمت یہ ہے کہ میل کچیل جمع نہ ہو، اور کوئی چیز جو مانع طہارت ہو، اس سے بچا جا سکے۔(۲)

☆ ناخنوں کو اس حد تک کاٹنا مستحب ہے، جہاں تک کاٹنے سے انگلیوں کو ضرر نہ پہنچے۔(۳)

☆ لمبے ناخن رکھنا مرد اور عورت دونوں کے لئے ہر حال میں مکروہ ہیں۔

☆ لمبے ناخن رکھنا انسانی وجاہت کے خلاف ہے۔

☆ لمبے ناخن رکھنا حیوانات سے مشابہت ہے اور احسن تقویم کے خلاف ہے۔

☆ لمبے ناخن رکھنے میں شیطان کی پیروی ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کے امر کی مخالفت پر انسان کو ابھارتا ہے۔(۴)

☆ ناخن تراشتے وقت پہلے ہاتھوں کے ناخن اور بعد میں پاؤں کے ناخن تراشنے چاہیے۔

☆ ناخن تراشتے وقت پہلے دائیں ہاتھ، پھر بائیں ہاتھ، اسی طرح پاؤں سے پہلے دائیں اور پھر بائیں پاؤں کے ناخن تراشنے چاہئے۔(۵)

☆ ہر جمعے کو زوال سے پہلے ناخن کاٹنا سنت ہے۔(۶)

☆ ناخن کاٹنے کے بعد دفنا دینے چاہیے۔(۷)

۱۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں فطرت سے ہیں یعنی انبیاء سابقین علیہم السلام کی سنت سے ہیں ختنہ کرنا اور موئے زیر ناف مونڈانا اور مونچھیں کم کرنا اور ناخن ترشوانا اور بغل کے بال اکھیڑنا۔(۸)

۲۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مونچھیں کٹواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ مجوسیوں کی مخالفت کی۔(۹)

۳۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیوں کو زیادہ کرو اور مونچھوں کو خوب کم کرو۔(۱۰)

۴۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مونچھ کو کم کرتے تھے اور حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی یہی کرتے تھے۔(۱۱)

۵۔حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مونچھ سے نہیں لے گا وہ ہم میں سے نہیں یعنی ہمارے طریقہ کے خلاف ہے۔(۱۲)

۱۔ i- بخاری: ۲۴۸۸ ii- مسلم: ۱۹۶۸ ۲۔ فتح الباری، ج ۲۲، ص ۱۱۲
۳۔ ایضاً ۴۔ شرح سنن نسائی، ج ۱، ص ۳۵۷
۵۔ فتح الباری، ج ۲۲، ص ۱۱۳ ۶۔ ایضاً ۷۔ ایضاً
۸۔ مسلم: ۵ ۹۔ ایضاً: ۵۵ ۱۰۔ بخاری: ۵۸۹۲
۱۱۔ ترمذی: ۲۷۶۹ ۱۲۔ ایضاً: ۲۷۷

۶۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو موئے زیر ناف کو نہ مونڈے اور ناخن نہ تراشے اور مونچھ نہ کاٹے وہ ہم میں سے نہیں۔(۱)

۷۔حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ اور دادہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی کی چوڑائی اور لمبائی سے کچھ لیا کرتے تھے۔(۲)

۸۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی کہتے ہیں کہ مونچھیں اور ناخن ترشوانے اور بغل کے بال اکھاڑنے اور موئے زیر ناف مونڈنے میں ہمارے لیے یہ وقت مقرر کیا گیا ہے چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑیں یعنی چالیس دن کے اندران کو ضرور کرلیں۔(۳)

۹۔حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ اور دادہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفید بال نہ اکھاڑو کیونکہ وہ مسلم کا نور ہے جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوا اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے لیے نیکی لکھے گا اور خطا مٹادے گا اور درجہ بلند کرے گا۔(۴)

۱۰۔حضرت کعب بن مرہ رضی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اسلام میں بوڑھا ہوا یہ بڑھاپا اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا۔(۵)

۱۱۔حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمن علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب سے پہلے مسلمانوں کی ضیافت کی اور سب سے پہلے ختنہ کیا اور سب سے پہلے مونچھ کے بال تراشے اور سب سے پہلے سفید بال دیکھا۔عرض کی اے رب یہ کیا ہے پروردگار تبارک وتعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا اے ابراہیم یہ وقار ہے عرض کی اے میرے رب میرا وقار زیادہ کر۔(۶)

۱۲۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قصداً سفید بال اکھاڑے گا قیامت کے دن وہ نیزہ ہوجائے گا،جس سے اس کو بھونکا جائے گا۔(۷)

۱۳۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجامت کے سوا گردن کے بال مونڈانے سے منع فرمایا۔(۸)

۱۴۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قزع سے منع فرمایا نافع سے پوچھا گیا قزع کیا چیز ہے نافع نے کہا بچہ کا سر کچھ مونڈوا دیا جائے کچھ متعدد جگہ چھوڑ دیا جائے۔(۹)

۱۵۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچہ کو دیکھا کہ اس کا سر کچھ مونڈا ہوا ہے اور کچھ چھوڑ دیا گیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس سے منع کیا اور یہ فرمایا کہ کل مونڈ دو یا کل چھوڑ دو۔(۱۰)

۱۶۔حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت جعفر شہید ہوئے تو تین دن تک حضور نے ان کی آل سے کچھ نہیں فرمایا پھر تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ آج کے بعد سے میرے بھائی (جعفر) پر نہ رونا پھر فرمایا کہ میرے بھائی کے بچوں کو بلاؤ کہتے ہیں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے گئے فرمایا حجام کو بلاؤ حضور نے ہمارے سر مونڈا دیئے۔(۱۱)

۱۔ مسند احمد:۲۳۵۳۹ ۲۔ ترمذی:۲۷۷۱ ۳۔ مسلم:۵۱

۴۔ i-ابوداؤد:۴۲۰۲ ii-شرح السنۃ للبغوی:۳۰۷۴ ۵۔ ترمذی:۱۶۴

۶۔ الموطا:۱۷۵۶ ۷۔ کنز العمال:۱۷۲۷۶ ۸۔ الجامع الصغیر للسیوطی:۹۴۶۳

۹۔ مسلم:۱۱۳ ۱۰۔ ابوداؤد:۴۱۹۵ ۱۱۔ ابوداؤد:۴۱۹۲

۱۷۔ حضرت ابن الحنظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خریم اسدی بہت اچھا شخص ہے اگر اس کے سر کے بال بڑے نہ ہوتے اور تہبند نیچا نہ ہوتا۔ جب یہ خبر خریم رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو چھری لے کر بال کاٹ ڈالے اور کانوں تک کر لیے اور تہبند کو آدھی پنڈلی تک اونچا کر لیا۔ (۱)

۱۸۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں میرے گیسو تھے: میری ماں نے کہا: کہ ان کو نہیں کٹواؤں گی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پکڑتے اور کھینچتے تھے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست اقدس ان بالوں کو لگا ہے، اس وجہ سے بقصد تبرک چھوڑ رکھے تھے، کٹواتی نہ تھیں۔ (۲)

۱۹۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو سر مونڈانے سے منع فرمایا ہے۔ (۳)

۲۰۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس چیز کے متعلق کوئی حکم نہ ہوتا، اس میں اہل کتاب کی موافقت پسند تھی (کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ جو کچھ کرتے ہوں وہ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہو) اور اہل کتاب بال سیدھے رکھتے تھے اور مشرکین مانگ نکالا کرتے تھے، لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بال سیدھے رکھے یعنی مانگ نہیں نکالی، پھر بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگ نکالی (اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معاملے میں اہل کتاب کی مخالفت کا حکم ہوا)۔ (۴)

☆ جمعہ کے دن ناخن ترشوانا مستحب ہے، ہاں! اگر زیادہ بڑھ گئے ہوں تو جمعہ کا انتظار نہ کرے، کہ ناخن بڑا ہونا اچھا نہیں، کیونکہ ناخنوں کا بڑا ہونا تنگی رزق کا سبب ہے۔ ایک حدیث ضعیف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز کے لیے جانے سے پہلے مونچھیں کترواتے اور ناخن ترشواتے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جو جمعہ کے دن نماز کے لیے جانے سے پہلے مونچھیں کتروائے اور ناخن ترشوائے اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کو دوسرے جمعہ تک بلاؤں سے محفوظ رکھے گا اور تین دن زائد یعنی دس دن تک۔ (۵)

☆ ایک حدیث میں ہے جو ہفتہ کے دن ناخن ترشوائے اس سے بیماری نکل جائے گی اور شفا داخل ہوگی، اور جو اتوار کے دن ترشوائے گا، فاقہ نکلے گا اور تونگری آئے گی، اور جو پیر کے دن ترشوائے جنون جائے گا، اور صحت آئے گی، اور جو منگل کے دن ترشوائے مرض جائے گا، اور شفا آئے گی، اور جو بدھ کے دن ترشوائے وسواس وخوف نکلے گا، اور امن وشفا آئے گی۔ اعلیٰ حضرت سے اس طرح کا سوال کیا گیا کہ ایک حدیث میں بدھ کے دن ناخن کاٹنے کی ممانعت آئی اور دوسری حدیث میں بدھ کے دن ناخن کاٹنے کی فضیلت آئی، ان دونوں روایتوں میں تطبیق یا ترجیح کی کیا صورت ہے اور بدھ کے دن ناخن تراشنا کیسا ہوگا؟ اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ناخن کاٹنے سے متعلق کسی دن کوئی ممانعت نہیں، اس لئے کہ دن کی تعیین میں کوئی حدیث صحیح ثابت نہیں، البتہ بعض ضعیف حدیثوں میں بدھ کے دن ناخن کاٹنے کی ممانعت ہے، لہٰذا اگر بدھ کا دن وجوب کا دن آ جائے، مثلاً انتالیس دن سے نہیں تراشے تھے، آج بدھ کو چالیسواں دن ہے، اگر آج نہیں تراشتا تو چالیس دن سے زائد ہو جائیں گے، تو اس واجب ہوگا کہ بدھ کے دن تراشے اس لئے کہ چالیس دن سے زائد ناخن رکھنا ناجائز ومکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر مذکورہ صورت نہ ہو تو بدھ کے علاوہ کسی اور دن تراشنا مناسب کی جانب منع کو ترجیح رہتی ہے۔'' (۶) اور جو جمعرات کے دن ترشوائے جذام جائے، اور عافیت آئے اور جو جمعہ کے دن ترشوائے رحمت آئے گی اور گناہ جائیں گے، یہ حدیثیں اگرچہ ضعیف ہیں، مگر فضائل میں قابل اعتبار ہیں۔ (۷)

۱۔ ابوداؤد: ۴۰۸۹ ۲۔ ابوداؤد: ۴۱۹۶ ۳۔ نسائی: ۵۰۵۹

۴۔ بخاری: ۵۹۱۷ ۵۔ مرقاۃ المفاتیح: ۴۴۲۲ ۶۔ فتاویٰ رضویہ، ج ۲۲، ص ۶۸۵

۷۔ ردالمحتار، ج ۹، ص ۶۶۸

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ پہلے داہنے ہاتھ کے ناخنوں کو اس طرح ترشوائے سب سے پہلے چھنگلیا پھر بیچ والی پھر انگوٹھا پھر منجھلی پھر کلمہ کی انگلی اور بائیں ہاتھ میں پہلے انگوٹھا پھر بیچ والی پھر چھنگلیا پھر کلمہ کی انگلی پھر منجھلی یعنی دہنے ہاتھ میں چھنگلیا سے شروع کرے اور بائیں ہاتھ میں انگوٹھے سے اور ایک انگلی چھوڑ کر اور بعض میں دو چھوڑ کر کٹوائے ایک روایت میں آیا ہے کہ اس طرح کرنے سے کبھی آشوب چشم نہیں ہوگا۔(۱)

☆ ناخن تراشنے کی یہ ترتیب جو مذکور ہوئی اس میں کچھ پیچیدگی ہے خصوصاً عوام کو اس کی نگہداشت دشوار ہے لہٰذا ایک دوسرا طریقہ ہے جو آسان ہے اور وہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ وہ یہی کہ دہنے ہاتھ کی کلمہ کی انگلی سے شروع کرے اور چھنگلیا پر ختم کرے پھر بائیں کی چھنگلیا سے شروع کر کے انگوٹھے پر ختم کرے اس کے بعد دہنے ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن ترشوائے اس صورت میں دہنے ہی ہاتھ سے شروع ہوا اور دہنی پر ختم بھی ہوا۔ اعلیٰ حضرت قدس قبلہ سرہ کا بھی یہی معمول تھا اور یہ فقیر بھی اسی پر عمل کرتا ہے۔(۲)

☆ پاؤں کے ناخن ترشوانے میں کوئی ترتیب منقول نہیں بہتر یہ ہے کہ پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرنے کی جو ترتیب ہے اسی ترتیب سے ناخن ترشوائے یعنی دہنے پاؤں کی چھنگلیا سے شروع کر کے انگوٹھے پر ختم کرے پھر بائیں پاؤں کے انگوٹھے سے شروع کر کے چھنگلیا پر ختم کرے۔(۳)

☆ دانت سے ناخن نہ کھٹکنا چاہئے کہ مکروہ ہے اور اس میں مرض برص معاذ اللہ پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔(۴)

☆ مجاہد جب دار الحرب میں ہوں تو ان کے لیے مستحب یہ ہے کہ ناخن اور مونچھیں بڑی رکھیں کہ ان کی یہ شکل مہیب دیکھ کر کفار پر رعب طاری ہو۔(۵)

☆ ہر جمعہ کو اگر ناخن نہ ترشوائے تو پندرھویں دن ترشوائے اور اس کی انتہائی مدت چالیس دن ہے اس کے بعد نہ ترشوانا ممنوع ہے۔ یہی حکم مونچھیں ترشوانے اور موئے زیر ناف دور کرنے اور بغل کے بال صاف کرنے کا ہے کہ چالیس دن سے زیادہ ہونا منع ہے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ناخن ترشوانے اور مونچھ کاٹنے اور بغل کے بال لینے میں ہمارے لیے یہ میعاد مقرر کی گئی تھی کہ چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑ رکھیں۔(۶)

☆ موئے زیر ناف دور کرنا سنت ہے ہر ہفتہ میں نہانا اور بدن کو صاف ستھرا رکھنا اور موئے زیر ناف دور کرنا مستحب ہے اور بہتر جمعہ کا دن ہے اور پندرھویں روز کرنا بھی جائز ہے اور چالیس روز سے زائد گزار دینا مکروہ وممنوع۔ موئے زیر ناف استرے سے مونڈنا چاہئے اور اس کو ناف کے نیچے سے شروع کرنا چاہئے اور اگر مونڈنے کی جگہ ہڑتال چونا یا اس زمانے میں بال اڑانے کا صابون چلا ہے اس سے دور کرے یہ بھی جائز ہے عورت کو یہ بال اکھیڑ ڈالنا سنت ہے۔(۷)

☆ بغل کے بالوں کا اکھاڑنا سنت ہے اور مونڈنا بھی جائز ہے۔(۸)

☆ بہتر یہ ہے کہ گلے کے بال نہ مونڈائے انہیں چھوڑ رکھے۔(۹)

۱۔ ردالمحتار، ج۹، ص۶۶۹ ۲۔ الدر المختار، ج۹، ص۶۷۰ ۳۔ ایضاً، ص۶۷۰

۴۔ الفتاوی الھندیۃ، ج۵، ص۳۵۸ ۵۔ درمختار، ج۹، ص۶۶۸ ۶۔ مسلم: ۲۵۸

۷۔ الدر المختار، ج۹، ص۶۷۱ ۸۔ ردالمحتار، ج۹، ص۶۷۰ ۹۔ ایضاً

☆ ناک کے بال نہ اکھاڑے کہ اس سے مرض آکلہ پیدا ہونے کا ڈر ہے۔(۱)

☆ جنابت کی حالت میں نہ بال مونڈائے اور نہ ناخن ترشوائے کہ یہ مکروہ ہے۔(۲)

☆ بھوں کے بال اگر بڑے ہوگئے تو ان کو ترشوا سکتے ہیں چہرہ کے بال لینا بھی جائز ہے جس کو خط بنوانا کہتے ہیں سینہ اور پیٹھ کے بال مونڈنا یا کتروانا اچھا نہیں ہاتھ پاؤں پیٹ پر سے بال دور کر سکتے ہیں۔(۳)

☆ بچی کے اغل بغل کے بال مونڈانا یا اکھیڑنا بدعت ہے (یعنی وہ چند بال جو نیچے ہونٹ اور ٹھوڑی کے بیچ میں ہوتے ہیں)(۴)

☆ مونچھوں کو کم کرنا سنت ہے اتنی کم کرے کہ ابرو کی مثل ہو جائیں یعنی اتنی کم ہوں کہ اوپر والے ہونٹ کے بالائی حصہ سے نہ لٹکیں اور ایک روایت میں مونڈانا آیا ہے۔(۵)

☆ مونچھوں کے دونوں کناروں کے بال بڑے بڑے ہوں تو حرج نہیں۔ بعض سلف کی مونچھیں اس قسم کی تھیں۔(۶)

☆ داڑھی بڑھانا سنن انبیاء سابقین سے ہے۔ مونڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے ہاں اگر مشت سے زائد ہو جائے تو جتنی زیادہ ہے اس کو کٹوا سکتے ہیں۔(۷)

☆ داڑھی چڑھانا یا اس میں گرہ لگانا جس طرح سکھ وغیرہ کرتے ہیں ناجائز ہے اس زمانہ میں داڑھی مونچھ میں طرح طرح کی تراش خراش کی جاتی ہے بعض داڑھی مونچھ کا بالکل صفایا کرا دیتے ہیں بعض لوگ مونچھوں کی دونوں جانب مونڈ کر بیچ میں ذرا سی باقی رکھتے ہیں جیسے معلوم ہوتا ہے کہ ناک کے نیچے دو مکھیاں بیٹھی ہیں۔ کسی کی داڑھی فرنچ کٹ اور کسی کی کرزن فیشن ہوتی ہے یہ جو کچھ ہو رہا ہے سب نصاریٰ کے اتباع و تقلید میں ہو رہا ہے مسلمانوں کے جذبات ایمانی اتنے زیادہ کمزور ہوگئے کہ وہ اپنے وقار و شعار کو کھوتے ہوئے چلے جاتے ہیں ان کو اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ ہم کیا تھے اور کیا ہوگئے جب ان کی بے حسی اس درجہ بڑھ گئی اور حمیت و غیرت ایمانی یہاں تک کم ہوگئی کہ دوسری قوموں میں جذب ہوتے جاتے ہیں۔ پامردی اور استقلال کے ساتھ اسلامی روایات و احکام کی پابندی نہیں کرتے تو ان سے کیا امید ہو سکتی ہے کہ اسلامی احکام کا احترام کرائیں گے اور حقوق مسلمین کی حفاظت کریں گے۔ مسلم کے ہر فرد کو تعلیمات اسلام کا مجسمہ ہونا چاہئے، اخلاق سلف صالحین کا نمونہ ہونا چاہئے، اسلامی شعار کی حفاظت کرنی چاہئے تاکہ دوسری قوموں پر اس کا اثر پڑے۔

☆ بعض داڑھی منڈے یہاں تک بیباک ہوتے ہیں کہ وہ داڑھی کا مذاق اڑاتے ہیں، شریعت کے مطابق داڑھی رکھنے پر پھبتیاں کستے ہیں۔ داڑھی مونڈانا حرام تھا، گناہ تھا، مگر یہ تو سوچو یہ تم نے کس چیز کا مذاق اڑایا، کس کی توہین و تذلیل کی۔ اسلام کی ہر بات اٹل ہے اور اس کے تمام اصول و فروع مضبوط ہیں، ان میں کسی بات کو برا بتانا اسلام کو عیب لگانا ہے۔ تم خود سوچو جو کچھ اس کا نتیجہ ہے، وہ تم پر واضح ہو جائے گا، کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے گی۔

☆ مرد کو اختیار ہے کہ سر کے بال مونڈائے یا بڑھائے اور مانگ نکالے۔(۸)

۱۔ الفتاویٰ الھندیۃ، ج ۵، ص ۳۵۸ ۲۔ ایضاً، ص ۳۵۸ ۳۔ ردالمحتار، ج ۹، ص ۶۷۰

۴۔ الفتاویٰ الھندیۃ، ج ۵، ص ۳۵۸ ۵۔ ردالمحتار، ج ۹، ص ۶۷۱ ۶۔ الفتاویٰ الھندیۃ، ۵، ص ۳۵۸

۷۔ درمختار، ج ۹، ص ۶۷۱ ۸۔ ردالمحتار، ج ۹، ص ۶۷۲

☆ حضور اقدس ﷺ سے دونوں چیزیں ثابت ہیں۔ اگر چہ منڈانا صرف احرام سے باہر ہونے کے وقت ثابت ہے۔ دیگر اوقات میں مونڈانا ثابت نہیں۔(۱)، ہاں بعض صحابہ سے مونڈانا ثابت ہے مثلاً حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ بطور عادت مونڈایا کرتے تھے۔(۲) حضور اقدس ﷺ کے موئے مبارک کبھی نصف کان تک (۳) کبھی کان کی لو تک (۴) ہوتے اور جب بڑھ جاتے تو شانہ مبارک سے چھو جاتے۔(۵) اور حضور ﷺ بیچ سر میں مانگ نکالتے۔(۶)

☆ مرد کو یہ جائز نہیں کہ عورتوں کی طرح بال بڑھائے بعض صوفی بننے والے لمبی لمبی لٹیں بڑھا لیتے ہیں، (بالوں کی لڑیاں) جوان کے سینہ پر سانپ کی طرح لہراتی ہیں، اور بعض چوٹیاں گوندتے ہیں، یا جوڑے بنالیتے ہیں، یہ سب ناجائز کام اور خلاف شرع ہے۔ تصوف بالوں کو بڑھانے اور رنگے ہوئے کپڑے پہننے کا نام نہیں، بلکہ حضور اقدس ﷺ کی پوری پیروی کرنے اور خواہشات نفس کو مٹانے کا نام ہے۔

☆ سپید بالوں کو اکھاڑنا یا قینچی سے چن کر نکلوانا مکروہ ہے، ہاں مجاہد اگر اس نیت سے ایسا کرے کہ کفار پر اس کا رعب طاری ہو تو جائز ہے۔(۷)

☆ بیچ سر کو مونڈا دینا اور باقی جگہ کو چھوڑ دینا جیسا کہ ایک زمانہ میں پانی بنوانے کا رواج تھا، یہ جائز ہے، اور حدیث میں جو قزع کی ممانعت آئی ہے، اس کے یہ معنی ہیں کہ متعدد جگہ سر کے بال مونڈنا اور جگہ جگہ باقی چھوڑنا جس کو گل بنانا کہتے ہیں۔(۸)، بخاری شریف سے بھی یہی ظاہر ہے۔(۹)، پان بنوانے کو قزاع سمجھنا غلطی ہے، ہاں بہتر یہی ہے کہ سر کے بال مونڈائے تو کل مونڈا ڈالے یہ نہیں کہ کچھ مونڈے جائیں اور کچھ چھوڑ دیئے جائیں۔

☆ بعض دیہاتیوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ پیشانی کو خطی کی طرح بنواتے ہیں، اور دونوں جانب نوکیں نکلواتے ہیں، یا اور طرح سے بنواتے ہیں، یہ سنت اور سلف کے طریقہ کے خلاف ہے۔ ایسا نہ کریں۔

☆ گردن کے بال مونڈنا مکروہ ہے۔(۱۰) یعنی جب سر کے بال نہ مونڈائیں صرف گردن ہی کے مونڈائیں جیسا کہ بہت سے لوگ خط بنوانے میں گردن کے بال بھی مونڈاتے ہیں اور اگر پورے سر کے بال مونڈا دیئے تو اس کے ساتھ گردن کے بال بھی مونڈا دیئے جائیں۔

☆ آج کل سر پر کھسار رکھنے کا رواج بہت زیادہ ہو گیا ہے کہ سب طرف سے بال نہایت چھوٹے چھوٹے اور بیچ میں بڑے بال ہوتے ہیں یہ بھی نصاریٰ کی تقلید میں ہے، اور ناجائز ہے، پھر ان بالوں میں بعض دہنے یا بائیں جانب مانگ نکالتے ہیں، یہ بھی سنت کے خلاف ہے، سنت یہ ہے کہ بال ہوں تو بیچ میں مانگ نکالی جائے، اور بعض مانگ نہیں نکالتے سیدھے رکھتے ہیں یہ بھی سنت منسوخہ اور یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے۔

☆ ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ نہ پورے بال رکھتے ہیں نہ مونڈاتے ہیں بلکہ قینچی یا مشین سے بال کترواتے ہیں یہ ناجائز نہیں مگر افضل و بہتر وہی ہے کہ مونڈائے یا بال رکھے۔

۱۔ جمع الوسائل فی شرح الشمائل، ص ۹۹ ۲۔ سنن ابی داؤد: ۴۲۹ ۳۔ ایضا: ۴۱۸۶

۴۔ بخاری: ۳۵۵۱ ۵۔ ایضا: ۵۹۰۴ ۶۔ ایضا: ۳۵۵۸

۷۔ الفتاویٰ الھندیۃ، ج ۵، ص ۳۵۹ ۸۔ ایضا، ج ۵، ص ۳۵۷ ۹۔ بخاری: ۵۹۲۰

۱۰۔ الفتاویٰ الھندیۃ، ج ۵، ص ۳۵۷

☆ عورت کو سر کے بال کٹوانے جیسا کہ اس زمانہ میں نصرانی عورتوں نے کٹوانے شروع کر دیئے ناجائز و گناہ ہے اور اس پر لعنت آئی شوہر نے ایسا کرنے کو کہا جب بھی یہی حکم ہے کہ عورت ایسا کرنے میں گنہگار ہوگی کیونکہ شریعت کی نافرمانی کرنے میں کسی کا کہنا نہیں مانا جائے گا۔(۱) سنا ہے کہ بعض مسلمان گھروں میں بھی عورتوں کے بال کٹوانے کی بلا آ گئی ہے۔ ایسی پر قینچ عورتیں دیکھنے میں لونڈا معلوم ہوتی ہیں۔

اور حدیث میں فرمایا کہ جو عورت مردانہ ہیأت میں ہو اس پر اللہ تعالیٰ ﷺ کی لعنت ہے۔(۲) جب بال کٹوانا عورت کے لیے ناجائز ہے، تو مونڈانا بدرجہ اولیٰ ناجائز کہ یہ بھی ہندوستان کے مشرکین کا طریقہ ہے کہ جب ان کے یہاں کوئی مرجاتا ہے یا تیرتھ کو جاتی ہیں تو بال مونڈا دیتی ہیں، (ہندوؤں وغیرہ کا مقدس مقام، متبرک دریا گنگا، جمنا پر نہانے کا گھاٹ)۔

☆ ترشوانے یا مونڈانے میں جو بال نکلے انہیں دفن کر دے اسی طرح ناخن کا تراشہ پاخانہ یا غسل خانے میں انہیں ڈال دینا مکروہ ہے کہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے۔(۳) موئے زیر ناف کا ایسی جگہ ڈال دینا کہ دوسروں کی نظر پڑے ناجائز ہے۔

☆ چار چیزوں کے متعلق حکم یہ ہے کہ دفن کر دی جائیں بال، ناخن، حیض کا لتا (یعنی وہ کپڑا جس سے عورت حیض کا خون صاف کرے)۔(۴)

☆ سر میں جوئیں پڑی ہیں اور بال مونڈا دیئے انہیں دفن کر دے۔(۵)

☆ مجنونہ کے سر میں بیماری ہوگئی مثلاً کثرت سے جوئیں پڑگئیں اور اس کا کوئی ولی نہیں تو اگر کسی نے اس کا سر مونڈا دیا اس نے احسان کیا مگر اس کے سر میں کچھ بال چھوڑ دے تاکہ معلوم ہو سکے کہ عورت ہے۔(۶)

☆ سپید بال اکھیڑنے میں حرج نہیں جبکہ بقصد زینت ایسا نہ کرے۔(۷) اور ظاہر یہی ہے کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ زینت ہی کے ارادہ سے کرتے ہیں تاکہ یہ سپیدی دوسروں پر ظاہر نہ ہو اور جوان معلوم ہوں اسی وجہ سے حدیث میں اس سے ممانعت آئی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ داڑھی میں اس قسم کا تصرف زیادہ ممنوع ہوگا۔

۱۰۔ خلاصہ:

☆ ناخن ہر جمعے قبل از زوال کاٹنا مستحب ہے۔

☆ لمبے ناخن رکھنا انسانی وجاہت کے خلاف اور ناپسندیدہ فعل ہے۔

☆ ناخن اتنے کاٹنے چاہیے، جس سے انگلیوں کی جلد ظاہر ہو جائے، اور انگلیوں کو ضرر نہ پہنچے۔

☆ ناخن کاٹ کر دفن کر دینے چاہیے۔

☆ موجودہ زمانے میں شہروں میں ویسٹ مینجمنٹ (waste Managemant) کے کوڑا دانوں میں ڈالنا بھی ٹھیک ہے، کیونکہ اس سے بھی دفن کرنے کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

۱۔ الدر المختار، ج۹ ص ۶۷۱ ۲۔ بخاری: ۵۸۸۵ ۳۔ الفتاویٰ الھندیۃ، ج۵ ص ۳۵۸
۴۔ ایضاً ۵۔ ایضاً ۶۔ ایضاً
۷۔ رد المختار، ج۹ ص ۶۷۱

۱۱۔ باب نَتْفِ الإِبْطِ — بغل کے بال صاف کرنا

اس باب میں پانچ فطری چیزوں میں سے تیسری بغل کے بال صاف کرنے کا بیان ہے، اس سے مراد بغلوں کے تمام بالوں کو صاف کرنا ہے، اس کے لئے ذرائع مختلف اختیار کئے جا سکتے ہیں۔

اس باب میں بھی فطری امور میں سے بغلوں کے بال صاف کا ذکر ہے۔ یہی پہلے باب کے ساتھ مناسبت ہے۔

۱۱۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ :الْخِتَانُ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَنَتْفُ الْإِبْطِ، وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَأَخْذُ الشَّارِبِ "

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پانچ چیزیں فطرت سے ہیں: ختنے کرانا، زیر ناف بال صاف کرنا، بغل کے بال صاف کرنا، ناخن کاٹنا اور مونچھیں تراشنا۔

۱۔اطراف:

راجع:۹

۲۔مطابقت:

اس حدیث مبارکہ میں بغل کے بال صاف کرنے کا ذکر ہے، یہی حدیث کی باب کے عنوان سے مناسبت ہے۔

۳۔تعارف رجال:

اس سند کے پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات حسب ذیل ہیں:

۱۔محمد بن عبداللہ بن یزید:

آپ کا نام ابو یحیٰ محمد بن عبداللہ بن یزید مقری مکی (م:۲۵۶ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، صدوق راوی ہیں، امام نسائی اور امام ابن ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۲۔سفیان: آپ کے حالات حدیث نمبر۱ پر گزر چکے ہیں۔

۳۔الزہری: آپ کے حالات بھی حدیث نمبر۱ پر گزر چکے ہیں۔

۴۔سعید بن المسیب: آپ کے حالات حدیث نمبر۹ پر گزر چکے ہیں۔

۵۔ابو ہریرہ: آپ کے حالات حدیث نمبر۱ پر گزر چکے ہیں۔

۴۔حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔ اس حدیث کے شواہد باقی کتب صحاح ستہ میں موجود ہیں۔

۱۔ i۔المعجم المشتمل، ص ۸۷۷ ii۔تقریب التھذیب، ج۲، ص۱۹۰

۵۔ خصوصیات سند:

☆ یہ حدیث خماسیات امام نسائی میں سے ہے۔
☆ خماسیات نسائی سے یہ چھٹی (۶) حدیث مبارکہ ہے۔
☆ اس باب میں یہ حدیث نمبر۹ اور حدیث نمبر۱۰ سے اعلیٰ سند ہے۔
☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
☆ شیخ محمد بن عبداللہ کے علاوہ باقی تمام راویوں سے آئمہ صحاح ستہ روایت کرتے ہیں۔
☆ شیخ محمد بن عبداللہ بن یزید سے امام نسائی اور امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں۔
☆ سند کے دو راوی محمد بن عبداللہ بن یزید اور سفیان مکی ہیں، باقی تمام مدنی ہیں۔
☆ یہ تابعی (الزہری) کی دوسرے تابعی (سعید) سے روایت ہے۔
☆ حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ فقہاء سبعہ میں سے ہیں۔
☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مکثرین سبعہ میں سے ہیں، بلکہ پہلا درجہ آپ ہی کا ہے۔
☆ اس سند میں اخبرنا، حدثنا اور عن عن تینوں صیغوں سے روایت کی گئی ہے۔

۶۔ لغات:

حلق العانۃ: زیر ناف بال مونڈھنا۔ صاف کرنا مراد ہے۔
اخذ الشارب: مونچھیں لینا، پکڑنا، یہاں پر مونچھیں چھوٹی کرنا اور تراشنا مراد ہے۔

۷۔ مسائل ونصائح:

☆ بغلوں کے بال گلٹیوں کی حفاظت کے لئے ہوتے ہیں۔ انہیں گرم رکھتے ہیں، مگر چونکہ کام کاج کے دوران میں بازو ننگے ہوجاتے ہیں، بغلیں نظر آتی ہیں، جس سے بغلوں کے بال قبیح محسوس ہوں گے، نیز ان میں میل کچیل بھی جمع ہوجاتا ہے۔ پسینہ زیادہ آتا ہے، اور بال صفائی سے مانع ہوں گے، اس لئے انسانی فطرت تقاضا کرتی ہے، کہ بغلوں کو بالوں سے صاف رکھا جائے۔
☆ احادیث میں بغلوں کے بال مونڈنے کی بجائے اکھاڑنے کا ذکر ہے، یہ اس لئے کہ مونڈنے سے بال زیادہ اور موٹے ہوجاتے ہیں، جب کہ اکھاڑنے سے بال کم اور باریک ہوجاتے ہیں، ان میں نرمی رہتی ہے، چبھتے نہیں۔ پسینے اور بدبو میں کمی ہوتی ہے، نیز بغل کے بال اکھاڑنے سے تکلیف بھی نہیں ہوتی، لہٰذا انہیں مونڈنے کی بجائے اکھیڑنا بہتر ہے، البتہ اگر کوئی شخص بال اکھیڑنے سے تکلیف محسوس کرے، تو مونڈ بھی سکتا ہے، کیونکہ اصل مقصد تو بالوں کی صفائی ہے۔ (۱)
☆ بغلوں کے بال اکھیڑنا یا صاف کرنا سنت ہے، اور بعض نے اسے واجب قرار دیا ہے۔ (۲)
☆ بغل کے بال صاف کرنے سے اصل مقصود ناپسندیدہ بدبو کا خاتمہ اور نظافت حاصل کرنا ہے، اس لئے بالوں کا ختم کرنا مراد ہے، وہ جس طریقہ سے بھی ہوجائز ہے، کیونکہ اصل مقصود نظافت ہے، وہ تمام طریقوں سے حاصل ہوجاتی ہے۔ (۳)
☆ بغلوں کے بال صاف کرتے وقت دائیں طرف سے ابتدا کرنا مستحب ہے۔ (۴)

۱۔ سنن نسائی (فوائد)، ج۱، ص۹۴ ۲۔ العدۃ (صنعانی)، ج۱، ص۳۵۱
۳۔ فتح الباری، ج۱، ص۱۱۱ ۴۔ نیل الاوطار، ج۱، ص۱۶۸

۱۰۔خلاصہ:

☆ بغلوں کے بالوں کا صاف کرنا امور فطرت اور سنت مستحبہ ہے۔

☆ بغلوں کے بالوں کو صاف کرنا، ناپسندیدہ بو کا خاتمہ اور نظافت حاصل کرنا اصل مقصود ہے، اس لیے وہ جس طریق سے حاصل ہو، جائز ہے، اس کے لئے بالوں کا اکھیڑنا، بالوں کا استرے یا سیفٹی سے مونڈھنا، یا پوڈر اور دیگر جدید ذرائع سے بالوں کا صاف کرنا، سب جائز ہے۔

☆ بالوں کے صاف کرنے کے لئے جس شخص کو جو طریقہ آسان محسوس ہو، وہ اسے ہی اختیار کرے۔

۱۲۔ باب حَلْقِ الْعَانَةِ — زیرناف بال صاف کرنا

اس باب میں پانچ فطری امور میں سے چوتھے امر زیرناف بال صاف کرنے کا بیان ہے۔اس سے مراد عورت اور مرد کی شرمگاہ کے اوپر سے ناف تک اور شرمگاہ کے اردگرد کا حصہ مراد ہے۔پچھلے باب میں بغلوں کے بال صاف کرنے کا ذکر تھا، امور فطرت میں سے چونکہ بغلوں کے بالوں کے ساتھ ہی عموماً زیرناف بال صاف کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، اس لئے بغلوں کے بعد ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

۱۲۔ أَخْبَرَنَا الْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :الْفِطْرَةُ :قَصُّ الْأَظْفَارِ، وَأَخْذُ الشَّارِبِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ "

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ناخن تراشنا، مونچھیں کترنا اور زیرناف بال صاف کرنا فطرت ہے۔

۱۔اطراف:

بخاری: ۵۸۹۰، ابن حبان: ۱۴۸۲، احمد ۱۹۹۵، الکبریٰ: ۱۲

۲۔مطابقت:

حدیث مبارکہ میں زیرناف بال صاف کرنے ذکر موجود ہے۔امام نسائی رحمتہ اللہ نے پہلے جو تین حدیثیں روایت کی ہیں، اس میں پانچ فطری چیزوں کا ذکر ہے، اس حدیث مبارکہ میں تین فطری چیزوں کا ذکر ہے۔

۳۔تعارف رجال:

اس سند کے پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات حسب ذیل ہیں

۱۔الحارث بن مسکین: آپ کے حالات حدیث نمبر ۹ پر گزر چکے ہیں۔

۲۔ابن وھب: آپ کے حالات بھی حدیث نمبر ۹ پر گزر چکے ہیں۔

۳۔حنظلۃ بن ابی سفیان:

آپ کا نام حنظلہ بن ابوسفیان بن عبدالرحمٰن بن صفوان بن امیہ جمحی مکی (م:۱۵۱ھ) ہے، آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، حجۃ راوی ہیں،

آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۴۔نافع:

آپ کا نام ابوعبداللہ نافع بن ہرمز مدنی (م:۱۱۷ھ) ہے، آپ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، ثابت، فقیہ، مشہور راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔امام بخاری فرماتے ہیں، امام مالک کی سب سے صحیح سند عن نافع عن ابن عمر ہے۔(۲)

۵۔ابن عمر:

آپ کا نام ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن عمر بن خطاب عدوی مدنی (م:۷۳ھ) ہے، آپ فقہاء عبادلہ میں سے ہیں، غزوہ احد کے دن آپ کی عمر چودہ سال تھی، اس طرح غالباً آپ کی پیدائش اعلان نبوت کے ایک سال بعد ہوئی۔آپ رضی اللہ عنہ کامل اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے چھوٹی عمر میں اپنے والد کے ساتھ ہجرت کی، غزوہ خندق اور بیعت رضوان میں شریک ہوئے۔آپ مکثرین صحابہ میں سے ہیں۔ آپ سے ایک ہزار چھ سوتیس (۱۶۳۰) احادیث مروی ہیں، جن میں سے ایک سوستر (۱۷۰) متفق علیہ ہیں، اکیاسی (۸۱) میں امام بخاری اور اکتیس (۳۱) میں امام مسلم منفرد ہیں۔(۳)

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، امام بخاری نے اسے روایت کیا ہے۔

۵۔لغات:

حدیث نمبر ۹، ۱۰، ۱۱ پر گزر چکی ہے۔

۶۔خصوصیات سند:

☆ یہ حدیث خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ ساتویں (۷) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند میں دوراوی الحارث بن مسکین اور ابن وھب مصری، حنظلہ بن ابوسفیان مکی اور باقی راوی مدنی ہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فقہاء عبادلہ میں سے ہیں، فقہاء عبادلہ میں باقی تین حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن مسعود شامل ہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مکثرین سبعہ میں بھی شامل ہیں، اور آپ رضی اللہ عنہ سے ایک ہزار چھ سوتیس (۱۶۳۰) احادیث مروی ہیں۔

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سند میں بھی الحارث بن مسکین سے روایت کے لئے قراءۃ علیہ وانا اسمع، کے الفاظ استعمال کیے ہیں (اس کی مکمل تفصیل حدیث نمبر ۹ پر گزر چکی ہے)۔

☆ سند میں روایت کے لئے اخبرنا اور عن عن کے صیغے استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ i۔الکاشف، ج۲، ص۴۲۰ ii۔العبر، ج۱، ص۲۱۶

۲۔ i۔تھذیب الکمال، ج۲۹، ص۳۵ ii۔الثقات، ج۵، ص۴۶۷ iii۔التبویب (عراقی)، ج۱، ص۱۱۷

۳۔ i۔تقریب التھذیب، ج۱، ص۴۱۰ ii۔شرح سنن نسائی، ج۱، ص۳۶۹

۱۰۔ مسائل ونصائح:

☆ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

زیر ناف بال مونڈنا سنت ہے اور اس سے مراد اس جگہ کی صفائی ہے، اس میں افضل بال مونڈنا ہے، اور بال کاٹنا بھی جائز ہے، اور نوچنا بھی جائز ہے، اور چونے سے بال صاف کرنا بھی جائز ہے۔ (اسی طرح کسی اور کیمیائی عمل سے بھی بال صاف کرنا جائز ہے)، اس سے مراد یہ ہے کہ آلہ تناسل اور اس کے اردگرد جو بال ہیں، ان کو کاٹ کر صاف کر دیا جائے۔ اسی طرح عورت کی اندام نہانی کے اردگرد جو بال ہیں، ان کو کاٹ کر صاف کرلیا جائے، اور ابوالعباس بن سریج سے منقول ہے کہ حلقہ دبر کے اردگرد جو بال ہوں، ان کو بھی کاٹ کر صاف کرلیا جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگلی اور پچھلی دونوں شرم گاہوں اور ان کے اردگرد بالوں کو کاٹ کر صاف کرلیا جائے۔ اس کی میعاد کے متعلق یہ قول ہے کہ: جب بال لمبے ہوں، ان کو کاٹ لیا جائے، اسی طرح مونچھوں کو کاٹنے، بغل کے بالوں کو کاٹنے اور ناخن تراشنے کے متعلق کوئی مدت معین نہیں ہے، جب بال اور ناخن بڑھ جائیں، ان کو کاٹ لیا جائے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ مونچھیں کاٹنے، ناخن تراشنے، بغل اور زیر ناف بال نوچنے کے متعلق ہمارے لئے یہ مدت مقرر کی گئی ہے، کہ ہم ان پر چالیس دن سے زیادہ نہ گزرنے دیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان چیزوں پر چالیس دن سے زیادہ نہ گزرنے دیں، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان چیزوں کو لازماً چالیس دن کے بعد کاٹا جائے۔ (۱)

☆ علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

زیر ناف بالوں کو مونڈنا مستحب ہے۔ کیونکہ یہ فطرت (سنت الانبیاء) ہے، اور ان بالوں کو چھوڑ دینا بے حیائی ہے، اس لئے ان بالوں کو زائل کرنا مستحب ہے، اور جس چیز سے بھی ان بالوں کو زائل کیا جائے، جائز ہے، کیونکہ ان بالوں کو زائل کرنا ہے، ابوعبداللہ سے پوچھا گیا: اگر کوئی شخص نچلے بالوں کو قینچی سے کاٹ دے؟ کہا: انشاء اللہ! اس کو یہ عمل کافی ہوگا، پوچھا گیا: اگر کوئی شخص یہ بال نوچ لے کہا اس کی طاقت کون رکھتا ہے، اگر کوئی شخص چونے سے ان بالوں کو صاف کرلے تو جائز ہے، البتہ کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی یا لونڈی کے سوا کسی اور شخص کو اپنی شرمگاہ پر مطلع ہونے دے۔ مروی نے کہا ہے: کہ ابوعبداللہ گھر میں زیر ناف چونے سے صاف کرتے تھے، اس کے بعد حمام میں غسل کرنے جاتے تھے، بالوں کو مونڈنا چونے کے ساتھ صاف کرنے سے افضل ہے، کیونکہ یہ حدیث کے موافق ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چونے سے بال صاف کرنا بدعت ہے، بغل کے بالوں کو نوچنا سنت ہے، کیونکہ یہ فطرت (سنت الانبیاء) ہے، اور ان بالوں کو چھوڑ دینا بے حیائی ہے، اگر ان بالوں کو مونڈ لیا یا چونے سے صاف کرلیا، پھر بھی جائز ہے اور بالوں کو نوچنا افضل ہے، کیونکہ یہ حدیث کے موافق ہے۔ (۲)

☆ علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ ہروی نے کہا ہے: کہ استحداد کا معنی ہے: استرے سے زیر ناف بالوں کو مونڈنا، علامہ خطابی نے کہا ہے: کہ اگر زیر ناف بالوں کو نوچ لیا جائے اور بغل کے بالوں کو مونڈ لیا جائے، تو یہ کافی ہے، کیونکہ مقصود نظافت ہے، (علامہ ابی فرماتے ہیں:) مونڈنے سے بال زیادہ پیدا ہوتے ہیں، اور بالوں کی کثرت سے میل زیادہ ہوتی ہے، جس سے بدبو آتی ہے، اور زیر ناف بدبو کا محل نہیں ہے، اس لئے زیر ناف بالوں کو مونڈ لیا جائے، اور بغل کے بالوں کو نوچ لیا جائے، علامہ نیشاپوری نے کہا ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کے لئے زیر ناف بال مونڈنے

۱۔ شرح مسلم نووی، ج۱، ص۱۲۸
۲۔ المغنی، ج۱، ص۶۴

کی مدت چالیس دن مقرر کی ہے، اور بغل کے بال جب بڑھ جائیں، تو ان کو نوچ لے، اور مونچھوں کو لمبا نہ ہونے دے، اور ہر جمعہ کو ناخن تراشے، اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جب بال یا ناخن بڑھ جائیں، تو ان کو کاٹ دیا جائے۔ (۱)

☆ علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

زیر ناف بالوں کو مونڈنا اور غسل کر کے پورے بدن کو صاف کرنا، ہفتہ میں ایک بار مستحب ہے، اور افضل جمعہ کے دن ہے، ہر پندرہ دن کے بعد بھی جائز ہے، اور چالیس دن کے بعد تک ترک کرنا مکروہ ہے۔ (۲)

☆ علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

فتاویٰ ہندیہ میں مذکور ہے: ناف کے نیچے بال مونڈنا شروع کرے، اور اگر چونے کے ساتھ بال صاف کیے (یا کسی اور کیمیائی عمل سے) تو یہ بھی جائز ہے، اسی طرح فتاویٰ غرائب میں ہے، اشباہ میں مذکور ہے: کہ عورتوں کے لئے زیر ناف بالوں کو نوچنا سنت ہے، بغل کے بالوں کو زائل کرنا بھی مستحب ہے، ان کو مونڈنا بھی جائز ہے اور نوچنا افضل ہے، حلق کے بالوں کو نہ مونڈے، امام ابو یوسف نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور مضمرات میں ہے: بھنووں کے بال اور چہرے کے بال مونڈنے میں بھی کوئی حرج نہیں بہ شرطیکہ مؤنث کے مشابہ نہ ہو، چالیس دن سے زیادہ تک زیر ناف بالوں کو نہ کاٹنا مکروہ تحریمی ہے، اور وہ شخص وعید کا مستحق ہے، علامہ ابو السعود نے ابن ملک کی شرح الشارق سے نقل کیا ہے: کہ حضرت انس بن مالک ﷺ نے فرمایا، ہمارے لئے ناخن تراشنے، مونچھیں کاٹنے اور بغل کے بال نوچنے کی یہ مدت مقرر کی گئی ہے: کہ ہم ان کو چالیس راتوں سے زیادہ ترک نہ کریں، یہ ان مقدرات شرعیہ میں سے ہے، جس میں رائے کا کوئی دخل نہیں ہے، لہٰذا یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔ (۳)

☆ زیر ناف کے بال صاف کرنا اس لئے فطرت میں شامل ہے، کہ جماع کے وقت بڑے بال نجاست سے آلودہ ہو سکتے ہیں۔ صفائی مشکل ہو گی، خصوصاً جب پانی نہ ہو یا کم ہو۔ لہٰذا انہیں مونڈنا ضروری ہے، تاکہ نجاست اور بدبو سے بچا جا سکے۔

☆ حدیث میں حلق کا لفظ آیا ہے، مگر اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی بھی طریقے سے ان بالوں کو صاف کیا جا سکتا ہے، مونڈ کر، یا دوائی لگا کر، یا اکھیڑ کر، یا کاٹ کر، مگر طبی نقطۂ نظر سے مونڈنا ہی مفید ہے۔ اس سے قوت مردی بڑھتی یا قائم رہتی ہے، نیز اس حکم میں مرد و عورت برابر ہیں۔

☆ شرم گاہ میں صرف اگلی شرم گاہ شامل ہے، جبکہ بعض علماء کے نزدیک اس میں، اگلی پچھلی دونوں شرمگاہیں شامل ہیں۔ (۴)

۱۱۔ خلاصہ:

☆ زیر ناف اور شرمگاہ کے اردگرد کے بال صاف کرنا، مرد و عورت دونوں کے لئے سنت ہے۔

☆ دونوں شرمگاہوں کے اردگرد سے بال صاف کرنا مستحب ہے۔

☆ زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک بال صاف کرنا ضروری ہے، کم از کم کی مقدار مقرر نہیں ہے۔

☆ ہر جمعے کو بال صاف کرنا سنت مستحبہ ہے۔

☆ زیر ناف بالوں کو استرے سے مونڈنا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ یہ سنت مبارکہ ہے۔

☆ بال صاف کرنے کے لئے استرے کے علاوہ سیفٹی، چونا، پوڈر اور دیگر جدید ذرائع استعمال کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ اصل مقصود نظافت ہے، وہ جیسے بھی حاصل ہو، جائز ہے۔

۱۔ اکمال اکمال المعلم، ج ۲، ص ۳۶۔۳۹ ۲۔ در مختار، ج ۱، ص ۶۴

۳۔ رد المحتار، ج ۵، ص ۳۸۵ ۴۔ سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۹۵

۱۳۔ باب قَصِّ الشَّارِبِ — مونچھ کترنا

یہ پانچواں باب ہے، جو امام نسائی رحمہ اللہ نے پانچ فطری چیزوں کے بارے میں قائم کیا ہے۔ اس سے پہلے چار فطری چیزیں بیان ہو چکی ہیں، اس باب میں پانچویں فطری چیز مونچھیں کاٹنے کا بیان ہے، پچھلے باب میں زیر ناف بال صاف کرنے کا بیان تھا۔

۱۳۔ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَنْبَأَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ يُوسُفَ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَأْخُذْ شَارِبَهُ فَلَيْسَ مِنَّا

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مونچھ کے بال نہ کاٹے، وہ ہم میں سے نہیں۔

۱۔ اطراف:

ترمذی ۲۷۶۱، احمد: ۱۹۲۹۳، ۱۹۲۸۳، ابن حبان ۱۴۸۱، السنن الکبریٰ: ۵۰۵۸

۲۔ مطابقت:

حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت واضح ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں، جن کے حالات حسب ذیل ہیں:

۱۔ علی بن حجر:

آپ کا نام علی بن حجر بن ایاس سعدی مروزی (م: ۲۴۲ھ) ہے، آپ نے پہلے بغداد اور پھر مرو شہر میں سکونت اختیار کی۔ آپ رواۃ کے نویں طبقہ صغار سے ثقہ، حافظ، فاضل، صدوق، شیخ راوی ہیں، آپ نے تقریباً سو سال کی عمر پائی۔ شیخین، امام ترمذی اور امام نسائی آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ عبیدۃ بن حمید:

آپ کا نام ابو عبدالرحمٰن عبیدہ بن حمید المعروف خذاء کوفی تیمی لیثی ضبی نحوی (م: ۱۹۰ھ) ہے، آپ رواۃ کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ صدوق راوی ہیں، البتہ کبھی کبھی خطا بھی کرتے تھے، امام احمد بن حنبل، امام نسائی، ابن سعد، امام عجلی اور امام دارقطنی نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ آپ نے تقریباً اسی سال کی عمر پائی، امام بخاری اور اصحاب سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۳۔ یوسف بن صہیب:

آپ کا نام یوسف بن صہیب کندی کوفی ہے، آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، امام ابوداؤد رحمہ اللہ، امام ترمذی رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہ اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۱۔ i۔ المعجم المشتمل، ص ۱۶۷ — ii۔ تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۱۸۳

۲۔ i۔ العلل، ج ۱، ص ۲۲۶ — ii۔ تقریب التھذیب، ج ۱، ص ۵۰۸

۳۔ i۔ الجرح والتعدیل، ج ۹، ص ۲۲۳ — ii۔ تھذیب الکمال، ج ۳۲، ص ۴۳۴

۴۔حبیب بن یسار:

آپ کا نام حبیب بن یسار کندی کوفی ہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۵۔زید بن ارقم:

آپ کا نام حضرت زید بن ارقم بن قیس بن نعمان بن مالک انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ (م:۶۶ھ ۶۸ھ) ہے۔اپ مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے معتمدین خاص میں سے ہیں، آپ نے غزوہ خندق اور دیگر سترہ غزوات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شرکت فرمائی۔آپ نے کوفہ میں سکونت اختیار فرمائی تھی، آپ سے نوے (۹۰) احادیث مروی ہیں، جن میں سے چار (۴) متفق علیہ ہیں، ایک میں امام بخاری اور چھ میں امام مسلم منفرد ہیں، تمام آئمہ محدثین آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۶۔حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔

۷۔خصوصیات سند:

☆ یہ حدیث خماسیات امام نسائی سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ آٹھویں (۸) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی کوفی ہیں، صرف علی بن حجر مروزی ہیں۔

☆ علی بن حجر سے شیخین اور امام ترمذی، عبیدہ بن حمید سے امام بخاری اور اصحاب سنن اربعہ، یوسف بن صہیب سے امام داؤد، امام ترمذی اور امام نسائی، حبیب بن یسار سے امام ترمذی اور امام نسائی، حضرت زید بن ارقم سے اصحاب ستہ نے روایات نقل کی ہیں۔

☆ سند اخبر، عن عن اور قال کے الفاظ روایت استعمال ہوئے ہیں۔

۸۔لغات:

لم یاخذ: نہ لیا، مراد مونچھیں نہ کاٹیں۔

فلیس منا: ہم میں سے نہیں، مراد ہے ہمارا طریقہ ایسا نہیں ہے۔

۹۔مسائل ونصائح:

☆ فلیس منا سے مراد ہے کہ یہ ہماری سنت اور طریقہ نہیں ہے، اس سے مراد دائرہ اسلام سے خارج کرنا نہیں ہے۔(۳)

۱۔ i۔الثقات، ج۴، ص۱۴۳ ii۔تھذیب الکمال، ج۵، ص۴۰۵

۲۔ طبقات ابن سعد، ج۲، ص۳۸۵ ۳۔ حاشیہ سندھی، ص۱۲

☆ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

مونچھوں کو کاٹ کر کم کرنا سنت ہے، انسان کو اختیار ہے کہ خود مونچھیں تراشے یا کسی اور سے مونچھیں کٹوائے اس کے برعکس بغل کے بال اور زیر ناف بال دوسروں سے کٹوانا مروت اور حیاء کے خلاف ہے، مونچھیں کاٹنے کی ابتداء دائیں جانب سے کرے، مونچھیں کاٹنے کی حد میں مختار یہ ہے کہ اتنی مونچھیں کاٹے جس سے ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے اور مونچھوں کو جڑ سے نہ مٹائے۔ جن روایات میں ہے "احفوا الشوارب مونچھوں کو مٹاؤ" ان کا محمل یہ ہے کہ جو مونچھیں دونوں ہونٹوں سے لمبی ہو جائیں تو ان کی اس زائد مقدار کو مٹاؤ۔ (۱)

☆ علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

بعض روایات میں مونچھوں کے لئے احفاء کا لفظ ہے، بعض میں جز کا اور بعض میں انہاک کا لفظ ہے، قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ علماء کو فیین اور سلف نے یہ کہا ہے کہ مونچھوں کے بال جڑ سے اکھاڑ دیئے جائیں جیسا کہ ان احادیث کے ظاہر الفاظ کا تقاضا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مونچھیں مونڈنے کو مثلہ قرار دیتے تھے اور مونچھیں مونڈنے والے کو سزا دیتے تھے، اور ان الفاظ کی یہ تفسیر کی گئی ہے کہ مونچھیں کاٹ کر اتنی کم کر لی جائیں کہ ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے اور بعض علماء نے یہ کہا کہ دونوں باتوں کا اختیار ہے۔

☆ علامہ ابی مالکی مزید لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ان الفاظ میں یہ تصریح نہیں ہے کہ مونچھوں کو جڑ سے مونڈ دیا جائے، ان تمام الفاظ میں جو معنی مشترک ہے وہ یہ ہے کہ مونچھوں کے لمبے بالوں کو کاٹ کر کم کیا جائے، روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی معاملہ پر غور کرتے تو اپنی مونچھوں کو بل دیا کرتے تھے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مونچھوں کو کلوں کی جانب سے کم نہیں کرتے تھے، اور مقصد یہ ہے کہ کھانے پینے کے مدخل کو مونچھیں کم کر کے صاف رکھا جائے اور مجوس کی مخالفت کی جائے کیونکہ وہ مونچھوں کو مونڈتے تھے، لہٰذا مستحسن یہ ہے کہ مونچھوں کو طول اور مساحت کی جانب سے کم کیا جائے حتیٰ کہ ہونٹ کے کنارے ظاہر ہو جائیں، بعض مغاربہ جو مونچھوں کو نہیں کاٹتے وہ احفاء کے امر کی مخالفت کرتے ہیں، کیونکہ احفاء کا معنی ہے لمبی مونچھوں کو کاٹ کر کم کیا جائے، علاوہ ازیں مونچھیں بڑھانے میں کوئی زینت بھی نہیں ہے اور مونچھوں کو کاٹنا زینت کی وجہ سے مشروع کیا گیا ہے، بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ مونچھوں کو کاٹنا واجب ہے کیونکہ احفاء کا امر کیا گیا ہے، رخسار پر جو بال ہوتے ہیں شیخ ابن الحسن المنتصر ان کو زائل نہیں کرتے تھے، اور دوسرے علماء ان بالوں کو زائل کرتے تھے، شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو اختیار کیا ہے، حلق پر جو بال ہیں ان کو بھی زائل کیا جائے اس کے برخلاف داڑھی کے نچلے بالوں کو زائل نہ کیا جائے۔ (۲)

☆ ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

فقہ حنبلیہ کے نزدیک مونچھوں کو کاٹ کر کم کرنا اور ان کو مٹانا دونوں امر جائز ہیں، اور مٹانا اولیٰ ہے۔ (۳)

☆ اگر میت کی مونچھیں طویل ہوں تو ان کو کاٹ کر کم کرنا مستحب ہے، یہ حسن، بکر بن عبداللہ، سعید بن جبیر اور اسحٰق کا قول ہے، اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک نے یہ فرمایا ہے کہ میت کی کسی چیز کو کاٹا نہیں جائے گا، کیونکہ میت کی کسی چیز کا کاٹنا غیر مستحب ہے، مثلاً ختنہ کرنا، فقہاء شافعیہ کے اس میں دو قول ہیں:

۱۔ شرح مسلم، ج ۱، ص ۱۲۹ ۲۔ اکمال اکمال المعلم، ج ۲، ص ۳۷

۳۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۱، ص ۳۰۸

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اپنے مردوں کو اس طرح سنوارو جس طرح اپنی دلہنوں کو سنوارتے ہو، اور دلہن کو حسین بنایا جاتا ہے اور مونچھوں میں جو چیز قبیح ہو اس کو زائل کیا جائے گا، کیونکہ اس کو اسی طرح چھوڑنے سے میت کی شکل قبیح النظر ہوگی، اس لئے اس کا ازالہ مشروع ہے۔ جس طرح میت کے کھلے ہوئے منہ اور کھلی ہوئی آنکھوں کو بند کیا جاتا ہے، البتہ اگر وہ غیر مختون ہو تو اس کا ختنہ نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اس سے میت کو ضرر ہوگا۔ (مونچھیں کاٹنے کے بعد بال میت کے ساتھ کفن میں رکھ دیئے جائیں گے)۔(۱)

☆ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

مونچھوں کو کاٹ کر کم کیا جائے حتیٰ کہ وہ بھنوؤں کی طرح ہو جائیں (غیاثیہ) بعض سلف مونچھوں کی دو طرفوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ ان کو سبالہ کہتے ہیں (غرائب) امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں ذکر کیا ہے کہ مونچھوں کو کاٹ کر کم کرنا مستحسن ہے اور کم کرنے کا معیار یہ ہے کہ مونچھیں اوپر والے ہونٹ کے کنارے سے کم ہوں اور مونچھوں کا مونڈنا سنت ہے اور یہ مونچھیں کاٹ کر کم کرنے سے بہتر ہے، یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے (محیط السرخسی) مجاہدوں کے لئے لمبی مونچھیں رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے تا کہ اسلام دشمنوں کو ان کی شکل ہیبت ناک معلوم ہو۔(۲)

☆ علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

مجتبیٰ میں مذکور ہے مونچھیں منڈانا بدعت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ سنت ہے۔(۳)

☆ علامہ ابن عابدین شامی حنفی اس کے تحت لکھتے ہیں:

ملتقی میں مذکور ہے کہ مونچھیں منڈانا سنت ہے، مجتبیٰ نے امام طحاوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ مونچھیں منڈانا سنت ہے اور اس قوم کو امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کی طرف سے منسوب کیا ہے اور مونچھوں کو کاٹ کر اتنا کم کرنا کہ وہ اوپر والے ہونٹ کے کنارے کے برابر ہو جائیں بالاجماع سنت ہے۔(۴)

☆ علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک مونچھیں منڈوانے کی امام ابوحنیفہ کی طرف نسبت صحیح نہیں ہے اور مونچھیں منڈوانا سنت کس طرح ہو سکتا ہے جب کہ نبی ﷺ نے مونچھیں منڈانے کو خارجیوں کی علامت قرار دیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۱۱۲۸، سنن ابوداؤد، ج ۲، ص ۳۰۰، سنن ابن ماجہ، ص ۶۱، اور مسند احمد، ج ۳، ص ۲۲۴، ۶۴، ۵، ج ۴، ص ۴۲۵-۴۲۴) میں اس کی تصریح ہے۔ مونچھوں کے معاملہ میں توسع ہے، مونچھیں باریک رکھنا، ہونٹوں کے کناروں تک مونچھیں رکھنا اور لمبی مونچھیں رکھنا بشرطیکہ بالائی ہونٹ کے کناروں سے اوپر ہوں، ہر طرح جائز ہے اور سنت مونچھوں کو کم کرنا ہے۔(۵)

مونچھیں، بلوغت کا نشان ہیں، اس سے بچے اور بڑے میں تمیز ہوتی ہے، مگر یہ منہ کے اوپر ہوتی ہیں، زیادہ بڑی ہو جائیں تو کھانے پینے کی چیزوں کو لگیں گی۔ خود بھی آلودہ ہوں گی اور کھانے پینے کی چیزیں بھی گرد و غبار وغیرہ سمیت پیٹ میں جائیں گی، للٰہذا بالائی ہونٹ سے نیچے مونچھوں کو کاٹنا عقلی تقاضا ہے۔ شریعت اسلامیہ کا حکم بھی یہی، البتہ مونچھوں کے کنارے جو داڑھی سے مل جائیں، بغیر کاٹے رکھے جا سکتے ہیں۔

۱۔ المغنی، ج ۲، ص ۲۱۰
۲۔ عالم گیری، ج ۵، ص ۳۵۸
۳۔ درمختار علی ہامش ردالمختار، ج ۵، ص ۳۵۸
۴۔ ردالمختار، ج ۵، ص ۳۵۸
۵۔ شرح صحیح مسلم، ج ۱، ص ۹۲۲-۹۲۴

مذکورہ احادیث میں پانچ فطری امور ذکر کیے گئے ہیں۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ صرف یہ پانچ چیزیں ہی فطرت میں داخل ہیں بلکہ دوسری احادیث میں ان کے علاوہ کچھ اور چیزوں کا بھی ذکر ہے، مثلاً: ایک روایت میں ہے: (عشر من الفطرة) ''دس چیزیں فطرت سے ہیں''۔(۱)

۱۰۔خلاصہ:

☆ اس بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ موچھوں سے بالائی ہونٹ کا کنارہ چھپا ہوا نہیں ہونا چاہئے۔
☆ عرضاً مونچھوں کو اوپر والے ہونٹ کے برابر ضرور کاٹنا چاہئے۔
☆ طولاً مونچھوں کو بڑھانے سے حرج نہیں ہے، بشرطیکہ قبیح المنظر نہ ہو۔
☆ جمہور اہل سنت کے ہاں چھوٹی مونچھیں رکھنا مستحسن اور معمول ہے۔

۱۴۔ باب التَّوْقِيتِ فِي ذَلِكَ — مذکورہ کاموں کے لئے مدت کا بیان

اس باب میں پہلے ذکر کی گئی فطری چیزوں کے لئے مدت کا بیان ہے، امام نسائی رحمۃ اللہ نے پہلے پانچ فطری امور کا ذکر کیا ہے، اور ان میں سے ہر کسی کو بطور باب کے عنوان ذکر کیا ہے، اب ان کے لئے مدت بیان فرما رہے ہیں، البتہ اس باب میں پانچ چیزوں میں سے چار کی مدت بیان کرنا مقصود ہے، ختنے کی مدت کا بیان، اس میں شامل نہیں ہے، کیونکہ اس کی صورت مختلف اور واضح ہے۔پچھلے باب میں فطری امور میں سے مونچھیں کتروانے کا ذکر تھا، اور اس باب میں ان فطری امور کی مدت کا بیان ہے۔

۱۴۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ :حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ هُوَ ابْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ :وَقَّتَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَصِّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ، وَحَلْقِ الْعَانَةِ وَنَتْفِ الْإِبْطِ، أَنْ لَا نَتْرُكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ يَوْمًا وَقَالَ مَرَّةً أُخْرَى :أَرْبَعِينَ لَيْلَةً

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے موچھیں کم کرنے، ناخن ترشوانے، زیرناف بال صاف کرنے اور بغلوں کے بال اکھیڑنے کے لئے وقت مقرر فرمایا: کہ ہم چالیس دن یا رات سے زیادہ نہ چھوڑیں۔

۱۔اطراف:

مسلم: ۲۵۹۸ ،ابوداؤد: ۴۲۰۰،ترمذی: ۲۷۵۸،۲۷۵۸،۲۷۵۹،ابن ماجہ: ۲۹۸،احمد: ۱۳۶۷۸

۲۔مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے۔

۳۔تعارف رجال:

اس سند کے چار راوی ہیں، ان کے حالات حسب ذیل ہیں:

۱۔قتیبہ: آپ کے حالات حدیث نمبر۱ پر گزر چکے ہیں۔

۱۔ i۔ مسلم: ۲۶۱ ii۔ سنن نسائی: ج۱، ص ۹۵۔۹۶

۲۔جعفر بن سلیمان:

آپ کا نام ابوسلیمان جعفر بن سلیمان ضبعی بصری (م:۱۷۸ھ) ہے، ضبیعہ بصرہ کے ایک محلّہ کا نام ہے، اسی میں آپ کی رہائش تھی۔ آپ رواۃ کے آٹھویں طبقہ سے صدوق، زاہد راوی ہیں، البتہ بعض امور میں تشیع فرماتے تھے۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، امام بخاری نے ادب المفرد میں آپ سے روایت کی ہے۔ (۱)

۳۔ابوعمران الجونی:

آپ کا نام ابوعمران عبدالمالک بن حبیب ازدی کندی جونی (م:۱۲۸ھ)، آپ ابوعمران کی کنیت سے مشہور ہیں، آپ رواۃ کے چوتھے طبقہ کبار سے ثقہ راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۴۔انس بن مالک: آپ کے حالات حدیث نمبر ۶ پر گزر چکے ہیں۔

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، امام مسلم اور اصحاب سنن اربعہ نے اسے روایت کیا ہے۔

۵۔خصوصیات سند:

☆ یہ حدیث رباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ میں سے ہے۔
☆ اس کتاب کی یہ دوسری (۲) رباعی حدیث مبارکہ ہے۔
☆ رباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ ترین سند ہے۔
☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
☆ سند کے تمام راوی بصری ہیں، البتہ امام نسائی رحمۃ اللہ کے شیخ قتیبہ بغلانی ہیں۔
☆ حضرت انس بن مالک مکثرین سبعہ صحابہ میں سے ہیں، اور آپ سے دو ہزار دو سو چھیاسی (۲۲۸۶) احادیث مروی ہیں۔
☆ اس سند میں الفاظ روایت اخبرنا، حدثنا اور عن عن استعمال ہوئے ہیں۔

۶۔لغات:

وقت لنا: ہمارے لئے وقت مقرر فرمایا۔

لا نترك: ہم نہ چھوڑیں، زیادہ نہ ہونے دیں۔

اربعین یوما: چالیس دن۔

اربعین لیلا: چالیس راتیں۔

۱۔ i۔التاریخ الصغیر، ج۲، ص۲۹ ii۔تقریب التھذیب، ج۱، ص۱۳۵
iii۔علل ابن مدینی، ص۷۲ iv۔تاریخ الدوری، ج۲، ص۷۲

۲۔ i۔الجرح والتعدیل، ج۵، ص۳۰۴۶ ii۔تقریب التھذیب، ج۱، ص۴۸۰

۹۔مسائل ونصائح:

☆ مونچھیں، بلوغت کا نشان ہیں، اس سے بچے اور بڑے میں تمیز ہوتی ہے، مگر یہ منہ کے اوپر ہوتی ہیں، زیادہ بڑی ہو جائیں تو کھانے پینے کی چیزوں کو لگیں گی۔ خود بھی آلودہ ہوں گی اور کھانے پینے کی چیزیں بھی گرد و غبار وغیرہ سمیت پیٹ میں جائیں گی، لہٰذا بالائی ہونٹ سے نیچے مونچھوں کو کاٹنا عقلی تقاضا ہے۔ شریعت اسلامیہ کا حکم بھی یہی، البتہ مونچھوں کے کنارے جو ڈاڑھی سے مل جائیں، بغیر کاٹے رکھے جا سکتے ہیں۔

☆ مذکورا حادیث میں پانچ فطری امور ذکر کیے گئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ صرف یہ پانچ چیزیں ہی فطرت میں داخل ہیں، بلکہ دوسری احادیث میں ان کے علاوہ کچھ اور چیزوں کا بھی ذکر ہے، مثلاً: ایک روایت میں ہے: (عشر من الفطرۃ) ''دس چیزیں فطرت سے ہیں۔''(۱)

☆ قاضی عیاض فرماتے ہیں: حدیث مبارکہ میں کثرت مدت کا بیان ہے، اور مستحب ہر جمعہ کو صفائی کرنا ہے۔(۲)

☆ جب بھی بال یا ناخن بڑھیں، تو تراش لینے چاہیے۔(۳)

☆ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ چالیس دن سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے، اس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ ان امور کو چالیس دن تک چھوڑے رکھیں۔(۴)

☆ اس حدیث مبارکہ میں ناخن تراشنے، بغلوں کے بال اکھیڑے، زیر ناف بال صاف کرنے اور مونچھیں کاٹنے کی مدت کا بیان ہے۔

☆ ختنے کروانے کی مدت کا بیان اس حدیث مبارکہ سے مراد نہیں ہے، کیونکہ اس کی مدت کا تعلق بچے کی پیدائش سے ہے، اور وہ زندگی میں ایک دفعہ ہی کروانے ہوتے ہیں۔

۸۔خلاصہ:

☆ چالیس دن کی مدت میں امور فطرت میں سے ناخن تراشنا، بغلوں کے بال، زیر ناف بال اور مونچھوں کے بال کاٹنا شامل ہے، ختنے کروانا اس میں شامل نہیں ہے۔

☆ مونچھوں، بغلوں اور زیر ناف بالوں کی صفائی اور ناخنوں کو تراشنے کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت، چالیس دن کا ہے۔

☆ بالوں اور ناخنوں کو ایک جمعہ سے دوسرے جمعے تک کاٹ لینا سنت مستحب ہے۔

☆ جب بال یا ناخن بڑھ جائیں، اور طبیعت کو ناگوار گزرے، تو کاٹ لینے چاہیے۔

۱۔ i۔ مسلم: ۲۶۱ ii۔ سنن نسائی (فوائد)، ج۱، ص۹۶

۲۔ اکمال المعلم بفوائد مسلم، ج۲، ص۵۰ ۳۔ ایضا

۴۔ شرح مسلم نووی، ص۲۶۹

۱۵۔ باب اِحْفَاءِ الشَّارِبِ وَاِعْفَاءِ اللِّحَى — مونچھیں کم کرنا اور داڑھی بڑھانا

اس باب میں مونچھیں کترانے اور داڑھی بڑھانے کا بیان ہے، مونچھیں کترانا فطری امور میں سے ہے، پچھلے باب میں فطری چیزوں کی مدت کا بیان تھا، اس باب میں فطری امور میں سے مونچھیں کترانے اور داڑھی بڑھانے کا ذکر ہے۔

۱۵۔أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى هُوَ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحَى

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مونچھیں کم کرواور داڑھیاں بڑھاؤ

۱۔اطراف:

مسلم:۲۵۹، احمد:۴۶۵۴، ۵۱۳۵، ۶۴۶۵، نسائی:۵۲۳۷

۲۔مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے۔

۳۔تعارف رجال:

اس حدیث کی سند کے پانچ راوی ہیں، جن کے حالات حسب ذیل ہیں۔

۱۔عبیداللہ بن سعید:

آپ کا نام ابوقدامہ عبیداللہ بن سعید بن یحیٰ لشکری سرخسی نیشاپوری (م:۲۴۱ھ) ہے، آپ علماء اہل سنت میں سے ہیں، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، مامون، سنی راوی ہیں۔شیخین اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۲۔یحیٰ بن سعید: آپ کے حالات حدیث نمبر۴ پر گزر چکے ہیں۔

۳۔عبیداللہ:

آپ کا نام ابوعثمان عبیداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن خطاب عمری مدنی (م:۱۴۰ھ) ہے، آپ رواۃ کے پانچویں طبقہ سے ہیں، آپ کی ثقاہت وعلم اور تقویٰ پر اہل علم متفق ہیں، امام احمد بن صالح آپ کو مالک عن نافع، ابن معین القاسم عن عائشۃ اور الزہری عن عروۃ پر ترجیح دیتے ہیں۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۴۔نافع: آپ کے حالات حدیث نمبر۱۲ پر گزر چکے ہیں۔

۵۔ابن عمر: آپ کے حالات بھی حدیث نمبر۱۲ پر گزر چکے ہیں۔

۱۔ i۔التاریخ الصغیر، ج۲ص۳۷۶ ii۔الکامل، ج۴، ص۳۷۱

۲۔ i۔تاریخ ابوزرعہ، ص۴۳۶ ii۔تاریخ الدوری، ج۲، ص۳۸۳

۴۔ حکم حدیث:

یہ حدیث صحیح ہے اور متفق علیہ ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

☆ یہ حدیث خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے اس کتاب میں یہ نویں (۹) حدیث ہے۔

☆ سند میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ عبید اللہ بن سعید نیشاپوری، یحییٰ بن سعید بصری اور باقی راوی مدنی ہیں۔

☆ اس حدیث میں تابعی (عبید اللہ) نے دوسرے تابعی (نافع) سے روایت کی ہے۔

☆ حضرت عبد اللہ بن عمر فقہاء عبادلہ میں سے ہیں، اور آپ مکثرین صحابہ میں سے ہیں، آپ سے دو ہزار چھ سوتیس (۲۶۳۰) احادیث مروی ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا ایک دفعہ، اخبرنی ایک دفعہ، حدثنا ایک دفعہ اور عن عن تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

احفوا الشوارب: تم مونچھیں خوب منڈاؤ۔

اعفوا اللحی: تم داڑھی کو چھوڑ دو۔

۷۔ مسائل ونصائح:

☆ علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

اللحیۃ اسم یجمع من الشعر ما نبت علی الخدین والزقن ۔(۱)

رخساروں اور ٹھوڑی پر اگے ہوئے بالوں کے مجموعہ کو ڈاڑھی کہتے ہیں۔

☆ علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اعفاء للحیہ کا معنی ہے ڈاڑھی کو چھوڑ دینا، یعنی ڈاڑھی کو بڑھانا، اہل فارس ڈاڑھی کترتے تھے، شریعت نے اس سے روک دیا، علماء نے ذکر کیا ہے کہ ڈاڑھی میں بارہ خصلتیں مکروہ ہیں اور بعض کی کراہت بعض سے زیادہ ہے، ان کی تفصیل یہ ہے:
۱۔ غرض جہاد کے بغیر ڈاڑھی کو سیاہ رنگ سے رنگنا، ۲۔ صالحین کی نقل میں ڈاڑھی کو زرد رنگ سے رنگنا جبکہ اس میں اتباع سنت کا جذبہ نہ ہو۔ ۳۔ گندھک اور دیگر کیمیائی عمل سے جلد ڈاڑھی کو سفید کر لینا تاکہ لوگ بزرگ جانیں۔ ۴۔ حسن صورت کے لئے ڈاڑھی کے بال نوچنا یا مونڈنا۔ ۵۔ تصنع سے ڈاڑھی کو قطار اور صف دار بنانا کہ عورتوں کو اچھی لگے۔ ۶۔ رخساروں کے بال بڑھا کر ڈاڑھی کو زیادہ کرنا یا عنفقہ کے بال کاٹ کر قطار اور صف وار کم کرنا۔ ۷۔ آرائش کے لئے ڈاڑھی میں کنگھا کرنا۔ ۸۔ سفید بالوں کو نوچنا۔ ۹۔ زہد کے اظہار کے لئے ڈاڑھی کے بال بکھرے ہوئے

۱۔ لسان العرب، ج ۱۵، ص ۲۴۳

پراگندہ رکھنا۔۱۰۔اظہار مشیخت کے لئے سفید بالوں اور اظہار شباب کے لئے سیاہ بالوں پر فخر کرنا۔۱۱۔ڈاڑھی کے بالوں میں گرہ لگانا اور ڈاڑھی کی مینڈھیاں بنانا۔۱۲۔ڈاڑھی کو مونڈنا، ہاں اگر عورت کی ڈاڑھی نکل آئے، تو اس کا ڈاڑھی مونڈنا مستحب ہے۔

☆ علامہ نووی لکھتے ہیں:

احادیث میں ڈاڑھی کے متعلق اعفوا، اوفوا، ارخو، ارجو، وفروا کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ان سب کا تقاضا یہ ہے کہ ڈاڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے، ہمارے فقہاء اور دیگر علماء نے بھی یہی کہا ہے، قاضی عیاض رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ ڈاڑھی کا منڈانا، ڈاڑھی کا کتروانا اور ڈاڑھی کو جلانا مکروہ ہے، البتہ ڈاڑھی کو طول اور عرض سے کاٹنا مستحسن ہے۔ڈاڑھی کو لمبا کر کے رسوا کرنا اور ڈاڑھی کو چھوٹا کرنا مکروہ ہے، متقدمین کا اس میں اختلاف ہے کہ ڈاڑھی کی کوئی حد ہے یا نہیں، بعض متقدمین نے ڈاڑھی کی بالکل حد مقرر نہیں کی، البتہ ڈاڑھی کو اس طرح نہ چھوڑ دیا جائے جس سے وہ بری معلوم ہو اور اس کو کاٹ کر کم کر لے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بہت لمبی ڈاڑھی کو مکروہ کہا ہے۔بعض علماء نے یہ حد مقرر کی ہے کہ قبضہ سے زیادہ ڈاڑھی کو کاٹ دیا جائے، اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ حج اور عمرہ کے سوا ڈاڑھی کے بال کاٹنا مکروہ ہے۔(۱)

☆ علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں، قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے:

ڈاڑھی منڈوانا اور (جڑ سے) کٹوانا مکروہ ہے، حدیث میں اس کی مذمت ہے، اور لمبی ڈاڑھی رکھنا بھی اسی طرح مکروہ ہے جس طرح کٹوانا مکروہ ہے، ڈاڑھی کو طولاً اور عرضاً کاٹ کر کم کرنا مستحسن ہے، بعض متقدمین نے ڈاڑھی کو کم کرنے کی کوئی حد مقرر نہیں کی، اور یہ کہا ہے کہ ڈاڑھی کو حد تمسخر تک نہ چھوڑا جائے، اور بعض علماء نے قبضہ کو حد مقرر کیا ہے، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ حج اور عمرہ کے سوا ڈاڑھی کو کم نہ کیا جائے۔

☆ علامہ ابی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اولاد آدم کو ڈاڑھی کے ساتھ مزین کیا ہے، اور جب ڈاڑھی زینت ہے اور اس کو طولاً وعرضاً کم کر کے حسین بنانا مستحسن ہے، اور کاٹنے کی حد یہ ہے کہ قبضہ سے زائد ڈاڑھی کو کاٹ دیا جائے، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے قبضہ سے زائد ڈاڑھی کو کاٹ دیا تھا، یہ اس شخص کے متعلق ہے جس کی ڈاڑھی زیادہ ہو، لیکن جس کی ڈاڑھی زیادہ نہ ہو، تو وہ اتنی مقدار کے بعد ڈاڑھی کو طولاً وعرضاً کاٹ دے، جس سے ڈاڑھی میں حسن ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔

☆ اگر یہ اعتراض ہو کہ ڈاڑھی کو طولاً وعرضاً کاٹ کر حسین بنانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے خلاف ہے، کہ ڈاڑھی چھوڑ دو، اس کا جواب یہ ہے کہ ڈاڑھی چھوڑنے یا بڑھانے کا حکم مشرکین کی وجہ سے ہے، کیونکہ وہ ڈاڑھی منڈاتے تھے، اور ان سے مخالفت اس طرح ہوگی کہ یا تو ڈاڑھی بالکل نہ کاٹی جائے، یا تحسین کے لئے تھوڑی سی کاٹ لی جائے، اس لئے صحیح وہی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔(۲)

☆ علامہ ابوالولید باجی مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ڈاڑھی اور مونچھوں کو اتنی مقدار تک کاٹنا مستحب ہے، جس سے ان کا پیدائشی جمال متغیر نہ ہو، اور ڈاڑھی اور مونچھوں کو بالکلیہ کاٹ دینا مثلہ ہے، جیسے عورت کے سر کے بال کاٹنا مثلہ ہے، اس لئے ڈاڑھی اور مونچھوں کو بالکلیہ کاٹنے سے منع کیا جائے گا، اسی طرح ڈاڑھی اور مونچھوں میں ایسے کام سے منع کیا جائے گا، جس سے ان کی خلقت متغیر ہو، اور مثلہ کا ارتکاب لازم آئے، اور اگر ڈاڑھی اتنی زیادہ ہو جائے، جس کی وجہ سے وہ خوبصورتی کی حد سے نکل جائے، اور بکھری ہوئی اور منتشر ہونے کی حد کو پہنچ جائے، اور اتنی لمبی ڈاڑھی کو باقی رکھنا مثلہ ہو، تو اس کو کم کرنا مشروع ہے۔(۳)

۱۔ شرح مسلم نووی، ج ۱ ص ۱۲۹ ۲۔ اکمال اکمال المعلم، ج ۲ ص ۳۹ ۳۔ المنتقیٰ، ج ۳ ص ۳۲

☆ ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

وقد حرم المالكية والحنابلة حلقها ولا يكره مازاد على القبضة ولا اخذما تحت حلقه لفعل ابن عمر ،(۱)

فقہاء حنبلیہ اور مالکیہ نے ڈاڑھی مونڈنے کو حرام قرار دیا ہے، اور قبضہ سے زائد ڈاڑھی کا کاٹنا مکروہ نہیں ہے، اور حلق کے نیچے کے بالوں کا کاٹنا مکروہ نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بال کاٹے تھے۔

☆ علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ کاکی نے کہا ہے: کہ ہمارے نزدیک ڈاڑھی کا طول ایک قبضہ کی مقدار ہے، اور اس سے زیادہ ڈاڑھی کو کاٹنا واجب ہے، ابوموسیٰ اسحاق نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے، کہ رسول اللہ ﷺ ڈاڑھی کی طول سے کاٹ کر کم کرتے تھے، اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے: کہ رسول اللہ ﷺ ڈاڑھی کو طول اور عرض سے کاٹ کر کم کرتے تھے، میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی کہ نبی ﷺ نے قبضہ کے بعد کاٹتے تھے، ہاں اس سلسلہ میں دو اثر مروی ہیں، امام ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے: کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹتے تھے، امام بخاری نے بھی اس کو تعلیقاً ذکر کیا ہے، اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹتے تھے، البتہ یہ آثار اس حدیث کے معارض ہیں، جس میں ہے مونچھوں کو ترشواؤ اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ (بخاری ومسلم) اس کا یہ جواب ممکن ہے کہ ڈاڑھی بڑھانے سے مراد یہ ہے: کہ ساری ڈاڑھی کو منڈایا نہ جائے، جس طرح مجوس منڈاتے ہیں، اس کی دلیل یہ ہے: کہ امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: کہ مونچھیں ترشواؤ، ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو۔ کیونکہ مجوس ڈاڑھیاں منڈاتے تھے اور مونچھیں بالکل نہیں کاٹتے تھے، محیط میں ہے ڈاڑھی بڑھانے میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا کہ ڈاڑھی کو چھوڑ دے، حتیٰ کہ ڈاڑھی گھنی اور بڑی ہو جائے، اور کاٹ کر کم کرنا سنت ہے، جو ڈاڑھی قبضہ سے زائد ہو اس کو کاٹ دے۔ (۲)

☆ اگر یہ کہا جائے کہ اعفوا اللحی کا کیا معنیٰ ہے، کیونکہ تم جانتے ہو، کہ اعفاء اکثار ہے، اور جب ڈاڑھی کو چھوڑ دیا جائے، تو وہ طولاً عرضاً بہت بڑھ جائے گی، اور لوگ اس کا مذاق اڑائیں گے، اس کا جواب یہ ہے کہ ڈاڑھی کا بڑھانا ممنوع ہے، اور اس کا کاٹنا واجب ہے، اور اس کی حد میں متقدمین کا اختلاف ہے، کہ جب ڈاڑھی طولاً قبضہ سے بڑھ جائے اور عرضاً پھیل جائے تو یہ قبیح ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہ انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص نے اپنی ڈاڑھی کو چھوڑا ہوا تھا، آپ ﷺ نے اس کی ڈاڑھی کو کھینچا اور کہا: میرے پاس قینچی لاؤ، پھر ایک شخص نے کہا: اس کے ہاتھ کے نیچے جو ڈاڑھی ہو اس کو کاٹ دو، پھر فرمایا جاؤ اپنے بالوں کو سنوارو یا خضاب کرو، تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو اس طرح چھوڑ دیتا ہے، جیسے وہ درندوں میں سے ایک درندہ ہو، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹ دیتے تھے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت ہے، بعض علماء نے یہ کہا: کہ ڈاڑھی کو طولاً عرضاً کاٹے اور ڈاڑھی کو بہت زیادہ نہ کاٹے، اور انہوں نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی، البتہ میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک ڈاڑھی عرف اور لوگوں کی کی عادت سے بڑی نہ ہو، اس کو نہ کاٹے، اور عطاء نے کہا: کہ جب ڈاڑھی لمبی اور بڑی ہو جائے، تو اس کو طول اور عرض سے تھوڑا سا کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اس پر امام ترمذی کی اس روایت سے استدلال کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ طولاً و عرضاً ڈاڑھی کو کاٹتے تھے۔ (۳)

۱۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۱، ص ۳۰۸ ۲۔ بنایہ، ج ۱، ص ۱۳۲۴۔۱۳۲۵ ۳۔ عمدۃ القاری، ج ۲۲، ص ۴۶۔۴۷

وستدل به الجمهور علیٰ ان الاولی ترك اللحية علی حالها وان لا يقطع منها شئی وهو قول الشافعی واصحابه وقال عياض يكره حلقها وقصها وتحزيقها وقال القرطبی فی المفهم لا يجوز حلقها ولا نتفها ولا قص الكثير منها قال عياض واما الاخذ من طولها فحسن قال ويكموه الشهرة فی تعظيمها كما يكره فی قصها وجرها وقداختلف السلف هل لذلك حد فمنهم من لهم يحددشيافی ذلك الاانه لاينزك بحد الشهرةوياخذمنها وكره مالك طولها جدا ومنهم من حدء بما زاد علی القبضة فيترال ومنهم من كره الاخذمنها الا فی حج اوعمره(۱)

اس حدیث (ڈاڑھیاں بڑھاؤ) سے جمہور نے یہ استدلال کیا ہے: کہ اولیٰ یہ ہے کہ ڈاڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے، اور اس کو بالکل نہ کاٹا جائے، امام شافعی اور ان کے اصحاب کا یہی قول ہے، قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ ڈاڑھی کو مونڈنا اور کاٹنا مکروہ ہے، علامہ قرطبی نے مفہم میں کہا ہے کہ ڈاڑھی کو مونڈنا، نوچنا اور اس کا زیادہ حصہ کاٹنا جائز نہیں ہے، قاضی عیاض نے کہا: کہ ڈاڑھی کو طولاً کاٹنا مستحسن ہے، اور اس کو حد تمسخر تک لمبا کرنا مکروہ ہے، اسی طرح اس کو کاٹنا بھی مکروہ ہے (یعنی زیادہ کاٹنا)۔ متقدمین کا اس میں اختلاف ہے کہ ڈاڑھی کاٹنے کی کوئی حد ہے یا نہیں؟ بعض نے کہا: اس کی کوئی حد نہیں ہے، البتہ اس کو اتنا لمبا نہ کرے کہ یہ حد تمسخر کو پہنچ جائے، اور اس سے کچھ قدر کاٹ لے، امام مالک نے اس کے بہت زیادہ طول کو مکروہ کہا ہے، اور کہا ہے، کہ جب ڈاڑھی قبضہ سے زیادہ ہو، تو اس کو کاٹ دیا جائے۔ بعض نے کہا ہے کہ حج اور عمرہ کے موقع کے سوا ڈاڑھی کو کاٹنا مکروہ ہے۔

اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ جمہور آئمہ کے نزدیک ڈاڑھی بڑھانا اولیٰ ہے، جس کا تقاضا ہے کہ ڈاڑھی کاٹ کر کم کرنا خلاف اولیٰ ہے، حرام نہیں ہے۔

☆ علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

ولا يفعل لتطويل اللحيةاذاكانت بقدر المسنون وهو القبضة۔ (۲)

ڈاڑھی کو لمبا کرنے کے قصد سے تیل نہ لگایا جائے، جب کہ ڈاڑھی قدر مسنون کے مطابق ہو اور وہ (قدر مسنون) قبضہ ہے۔

☆ علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

رهوای القدر المسنون فی اللحية القبضة (۳)

اڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے۔

☆ علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

بقدرالمسنون وهوالقبضة۔ (۴)

(داڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

۱۔ اتحاف السادۃ المتقین، ج ۲، ص ۴۱۹ ۲۔ ہدایہ اولین، ص ۲۰۱

۳۔ فتح القدیر، ج ۲، ص ۲۷۰ ۴۔ بنایہ، ج ۱، ص ۱۳۴۴

☆ علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وھو القبضۃ (۱)

(ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

☆ علامہ زیلعی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وھو القبضۃ،(۲)

(ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

☆ علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وھو القبضۃ۔(۳)

(ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

☆ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

اقول ینبغی ان یدرج فی اخذھا لتصیر مقدار قبضۃ علی ماھو السنۃ والاعتدال المتعارف ۔(۴)

(میں کہتا ہوں کہ ڈاڑھی کو اس قدر کاٹنا چاہیے کہ اس کی مقدار ایک قبضہ ہو جائے، جو کہ سنت اور میانہ روی کا متعارف طریقہ ہے۔

☆ علامہ علاؤ الدین الحصکفی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وھو القبضۃ۔(۵)

ڈاڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے۔

☆ علامہ شامی لکھتے ہیں:

(والسنۃ فیھا القبضۃ) وھو ان یقبض الرجل لحیتہ مما زاد منھا علی قبضۃ قطعھۃ(۶)

ڈاڑھی میں سنت قبضہ ہے: اور وہ یہ ہے کہ مرد اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر قبضہ سے زائد کو کاٹ دے۔

☆ علامہ طحطاوی لکھتے ہیں:

واما اللحیۃ فذکر محمد فی الاثار عن الامام ان السنۃ ان یقطع مازاد علی قبضۃ یدہ(۷)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ نقل کیا ہے کہ قبضہ سے زائد ڈاڑھی کا کاٹنا سنت ہے۔

فتاوی عالم گیری میں ہے:

☆ والقص سنۃ فیھا وھوان یقبض الرجل لحیتہ فان زاد منھا علی قبضۃ قطعہ کذاذکر محمد رحمہ اللہ فی کتاب الاثار عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ وقال بہ ناخذ کذافی محیط السرخسی۔(۸)

۱۔ بحر الرائق، ج ۲، ص ۲۸۰ ۲۔ تبیین الحقائق، ج ۱، ص ۳۳۱ ۳۔ حاشیہ الدرر والغرر، ج ۱، ص ۲۰۸

۴۔ مرقات، ج ۸، ص ۲۹۱ ۵۔ درمختار علی ہامش الرد، ج ۲، ص ۵۵، ج ۵، ص ۳۵۹ ۶۔ ردالمحتار، ج ۵، ص ۳۵۹

۷۔ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۱۶ ۸۔ فتاوی عالم گیری، ج ۵، ص ۳۵۸

ڈاڑھی میں کاٹنا سنت ہے، اور وہ یہ ہے کہ مرد اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں لے، اور مٹھی سے زائد کاٹ دے، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح نقل کیا ہے، اور کہا ہے کہ ہم اسی قول کو اختیار کرتے ہیں، اسی طرح محیط سرخسی میں ہے۔

☆ علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

قبضہ متعارف اور مسنون طریقہ ہے اس کو واجب کہنا صحیح نہیں ہے، ملا علی قاری نے جو لکھا ہے کہ ڈاڑھی کاٹنا مجمیوں، فرنگیوں اور بے دین قلندروں کا طریقہ ہے(۱)، اس سے ان کی مراد ڈاڑھی کو بہت زیادہ کاٹنا ہے، کیونکہ ملا علی قاری نے قبضہ کو سنت اور مستحب بھی لکھا ہے، لکھتے ہیں:

فالتقدیر لو اخذتم نواحی لحیته طولا وعرضا وترکتم قدر المستحب وھو مقدار القبضة وھی الحد المتوسط بین اطرفین المذمومین من ارسالها مطلقا ومن حلقها وقصها علی وجه استیصالها۔(۲)

(رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوقحافہ کو ڈاڑھی کاٹنے کا حکم دیا تھا) اس میں حکماً یہ ارشاد ہے کہ اگر تم ڈاڑھی کو طولاً وعرضاً لو اور قدر مستحب چھوڑ دو (تو بہتر ہے)، اور وہ قدر مستحب قبضہ کی مقدار ہے، اور یہ مطلقاً ڈاڑھی چھوڑنے یا منڈوانے اور جڑ سے کاٹنے کی افراط اور تفریط والی مذموم جانبوں میں حد متوسط ہے۔

☆ اسی طرح علامہ زبیدی حنفی نے لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک ڈاڑھی بڑھانا مستحب ہے، لکھتے ہیں:

واستدل به الجمهور علی ان الاولی ترك اللحیة علی حالها وان لا یقطع منها شئی(۳)

اس حدیث میں (وعفوا اللحی) سے جمہور نے یہ استدلال کیا ہے، کہ اولیٰ یہ ہے کہ ڈاڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے، اور اس میں سے کچھ نہ کاٹا جائے۔

☆ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ تک ان تمام مستند اور مسلم فقہا نے یہ تصریح کی ہے کہ ڈاڑھی میں قبضہ سنت ہے، اور ایک متاخر عالم شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے محض اپنی رائے سے یہ لکھا کہ قبضہ واجب ہے، اور فقہا کی ان عبارات میں سنت سے مراد یہ ہے کہ قبضہ کا وجوب سنت سے ثابت (۴) ہے، اور بعد کے بعض علماء نے بھی شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کی (واضح رہے کہ شیخ نے قبضہ کو واجب لکھا ہے، لیکن وجوب پر کوئی دلیل ذکر نہیں کی۔)

☆ ہمارے نزدیک عبارات فقہاء میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تاویل صحیح نہیں ہے، کیونکہ تاویل کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے، جب دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ سے قبضہ کا وجوب ثابت ہوتا، اور اس کے برخلاف فقہاء نے قبضہ کو سنت کہا ہوتا، تب یہ کہنا درست ہوتا، کہ یہاں سنت سے مراد یہ ہے، کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے، جب کہ یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے، کیونکہ فقہاء کا قبضہ کو سنت اور مستحب کہنا دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ کے مطابق ہے، اور اگر دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ کا لحاظ کیے بغیر اس تاویل کو جائز قرار دیا جائے، تو پھر فقہاء کی اصطلاحی تصریحات بازیچہ اطفال بن جائیں گی، اور ہر شخص اپنی رائے کے مطابق فقہاء کی تصریحات کو تبدیل کر سکے گا۔ واجب کو کہہ دے گا: یہ ثابت کے معنی میں ہے، فرض کو کہہ دے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حرام نہیں ہے، لہٰذا اس کا کرنا ضروری نہیں ہے، اور حرام کو کہہ دے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ فرض نہیں ہے، لہٰذا اس کا ترک ضروری نہیں ہے، اور اس کا فعل جائز ہے۔ العیاذ اللہ!

۱۔ مرقات، ج ۲، ص ۴ ۔ ۲۔ شرح مسند امام اعظم، ص ۱۳۱۰

۳۔ اتحاف السادۃ المتقین، ج ۲، ص ۴۱۹ ۔ ۴۔ اشعۃ اللمعات، ج ۱، ص ۲۱۲

☆ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی تمام ترعلمی خدمات اور عظمتوں کے باوجود بشر اور انسان تھے، نبی اور رسول نہ تھے، ان کی رائے میں خطا ہوسکتی ہے، نیز ان کو ایک محدث کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے، ان کو فقیہ نہیں مانا گیا، نہ ان کی کسی کتاب کو کتب فتاوی میں شمار کیا گیا ہے، اور اگر کوئی شخص شیخ عبدالحق کو معصوم ماننے پر ہی مصر ہو، یا ان کو مجتہد مطلق قرار دیتا ہو، تو پھر ان تمام فقہاء کی عبارات میں تاویل کرنے کی بجائے خود شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات میں تاویل کرلی جائے، اور یہ کہا جائے: کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جو قبضہ کو واجب کہا ہے، تو یہ واجب بمعنی ثابت ہے، اور یہ جو لکھا ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ثبوت سنت میں موجود ہے۔(۱)

☆ ڈاڑھی کے متعلق علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ الحدیث۔(۲)

دس چیزیں انبیاء علیھم السلام کی سنت ہیں، ان میں سے ایک مونچھیں کاٹ کر کم کرنا اور دوسری ڈاڑھی بڑھانا ہے۔

جب زبان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈاڑھی بڑھانے کو سنت قرار دینے کی تصریح کردی گئی ہے، تو اب بعد کے کسی شخص کو ڈاڑھی میں قبضہ کی مقدار کو واجب قرار دے کر فرمان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو منسوخ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، بعد کا کوئی شخص کتنا ہی معظم اور مکرم کیوں نہ ہو، اور اس کی دینی خدمات کتنی ہی وقیع کیوں نہ ہوں، اس کے قول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح حدیث پر ترجیح نہیں دی جاسکتی! اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں کا ذکر کر کے ان کا ایک ہی حکم بیان کیا ہے، اور وہ ہے فطرت یعنی انبیاء سابقین کی سنت، اور وہ دس چیزیں یہ ہیں: مونچھیں کاٹ کر کم کرنا، ڈاڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، انگلیوں کے جوڑ دھونا، بغل کے بال نوچنا، زیر ناف بال مونڈنا، پانی سے استنجا کرنا، کلی کرنا اور ختنہ کرنا، عجیب بات یہ ہے کہ یہ لوگ اس حدیث میں مذکور باقی نو چیزوں کو سنت مانتے ہیں، اور قبضہ تک ڈاڑھی بڑھانے کو واجب کہتے ہیں، جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں مذکور دس چیزوں کو صراحۃً سنت قرار دیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ کسی کمی اور بیشی اور اپنے رائے کے دخل کے بغیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو من وعن تسلیم کرلیا جائے، اور از خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں کسی ترمیم اور تنسیخ کرنے کی جرأت نہ کی جائے، کیونکہ ہم صرف مبلغ ہیں اور شارع نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

☆ ہمارے نزدیک ڈاڑھی منڈانا مکروہ تحریمی یا حرام ظنی ہے، اور مطلقاً ڈاڑھی رکھنا واجب ہے (کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی منڈانے کی مخالفت کا حکم دیا ہے (۲)، چونکہ احکام میں عرف اور عادت کا اعتبار ہوتا ہے، اس لئے ڈاڑھی کے تحقق کے لئے ڈاڑھی کی اتنی مقدار ہونی چاہیے، جس پر عرف میں ڈاڑھی کا اطلاق ہوسکے، خواہ وہ قبضہ سے ایک آدھ انگلی کم ہو، اور معمولی اور خفیف سی ڈاڑھی یا خشخشی ڈاڑھی پر عرف اور عادت میں مطلقاً ڈاڑھی کا اطلاق نہیں ہوتا، بلکہ اس کو خشخشی ڈاڑھی یا فرنچ کٹ ڈاڑھی کہتے ہیں، سو ایسی ڈاڑھی سے ڈاڑھی رکھنے کے حکم پر عمل نہیں ہوگا، اور قبضہ تک ڈاڑھی رکھنا فقہاء کی تصریحات کے مطابق سنت ہے، اور بظاہر یہ سنت غیر مؤکدہ ہے، کیونکہ قبضہ کی تاکید کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث منقول نہیں ہے۔

☆ تاہم عام مسلمانوں کو عموماً اور علماء اور مشائخ کو خصوصاً لمبی ڈاڑھی رکھنا چاہیے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک دراز اور گھنی تھی، جو سینہ

شرح صحیح مسلم، ج۱، ص۱۲۹

صحیح ابن حبان، ج۸، ص۴۰۸

مبارک کو بھر لیتی تھی، اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ صورت اور سیرت میں آپ کی کامل اتباع کی جائے۔ اس مسئلہ میں افراط اور تفریط سے بچنا چاہیے، ڈاڑھی دراز اور گھنی رکھنی چاہیے، لیکن اگر کسی مسلمان کی ڈاڑھی قبضہ سے کم ہو تو اس کو فاسق معلن کہنے، شریعت میں مداخلت کرنے اور ایک مسلمان کی عزت اور حرمت کو پامال کرنے سے گریز کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہم سب کو نفس اور انانیت کے شر سے محفوظ رکھے، صراط مستقیم پر قائم رکھے، رسول اللہ ﷺ کی محبت نصیب فرمائے، اور بلا دلیل اور بے سند اقوال کو رسول اللہ ﷺ کی صحیح اور صریح احادیث پر ترجیح دینے کے شر سے محفوظ رکھے۔

☆ ڈاڑھی کے متعلق استاذی المکرم مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں: آپ سے داڑھی کے متعلق سوال کیا گیا:

سوال: کیا داڑھی کو منڈوانے یا کتروانے والا نماز تراویح کی امامت کر سکتا ہے؟، بیان فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیآء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین O

الجواب ھو الموفق اللصواب: صورت مسئولہ حد شرع سے کم داڑھی رکھنے والے یا منڈوانے والے کی مصلی پر تقدیم جائز نہیں۔ اس کے پیچھے پڑھی گئی نماز مکروہ تحریمہ، وہ جو اپنے وقت کے اندر اندر واجب الاعادہ ہے۔

۱۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ داڑھی قبضہ سے کم رکھنا اور منڈوانا ایک ہی جیسا ہے۔ تمام فقہاء نے اس کو مباح بھی قرار نہیں دیا۔ فتح القدیر میں ہے:

ویؤ یدمافی المسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ جزواالشوارب واعفوا اللحی وخالفوا المجوس فھذہ الجملۃ واقعہ موقع التعلیل واماالا خذمنھا وھی دون ذالک کما یفعل بعض المغاربۃ ومخنۃ الرجال فلم یجدا حد۔ (۱)

اس کی تصدیق مسلم شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مونچھوں کو پست کرو داڑھی کو کاٹنے سے معاف کرو اور مجوس کی مخالفت کرو، خالفوا المجوس والا جملہ پہلے حکم کے لئے بمنزل علت کے ہے، اور چار انگشت (قبضہ) سے کم کر لینا جیسے کہ بعض اہل مغرب کرتے ہیں، اسے کسی نے بھی مباح اور جائز نہیں قرار دیا۔

مجوسی داڑھی منڈواتے اور لبوں کو دراز کرتے یا ترشواتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان کی مخالفت کا ارشاد فرمایا: کہ تم داڑھی بڑھاؤ اور مونچھوں کو پست کرو۔ فقہاء عظام رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانا: کہ قبضہ سے کم کو کسی نے مباح بھی قرار نہیں دیا، بقدر قبضہ کے وجوب کی نشاندہی ہے، اس لئے کہ واجب کی تعریف میں فقہاء نے لکھا ہے۔

جواز الفعل مع حرمۃ الترک، جب دون قبضہ کی عدم اباحت اور جواز حدیث انور سے موجود نتیجتاً داڑھی واجب ہوئی۔

۲۔ مسند امام احمد، مسلم شریف، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، کتب احادیث نے سیدہ عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے نقل کیا: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **عشر من الفطرۃ قصر الشارب واعفاء اللحیۃ** یعنی دس چیزیں شرائع قدیمہ مستمرہ انبیاء کرام علیہم السلام سے ہیں، ان میں سے مونچھیں ترشوانا اور داڑھی بڑھانا ہے۔ (۲)

۱۔ فتح القدیر، ج ۲، ص: ۲۷۰، ۱۲۳

۲۔ i- مسلم: ۵۶ ii- ترمذی: ۲۷۵۷ iii- ابن ماجہ: ۲۹۳ iv- ابوداؤد: ۵۳

انبیاء کرام علیہم السلام کا کسی فعل پر استمرار عموماً اور نبی کریم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصاً اس فعل کے واجب ہونے کی نشاندہی جبکہ وہ سنن زوائد سے نہ ہو۔ اگر چہ وجوب امر سے ہے نہ کہ فعل سے مگر استمرار فعل خاص کر اس فعل میں جس میں امر و نہی وارد ہوں علامت وجوب ہوا کرتا ہے۔

۳۔ علامہ محمود بدرالدین عینی، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ختنہ کی بحث میں ارشاد فرماتے ہیں: **انہ من شعائر الدین کالکلمة به یتمیز المسلم من الکافر** ''یعنی ختنہ شعائر دین سے ہے، جیسے کلمہ (توحید)، جب ختنہ مثل کلمہ کے ہے، اور وجہ امتیاز بین المومن والکافر اور شعائر دین سے قرار پایا، تو داڑھی جو امر ظاہر اور جس پر تخاطب میں پہلی نظر پڑتی ہے، اولیٰ طور پر شعائر دین سے ہوگی۔ (۱)

۴۔ **عن ابن عمر قال رسول الله ﷺ احفوا الشوارب واعفوا اللحی هذا حدیث حسن صحیح۔ (۲)**

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لبوں کو کاٹو اور داڑھی کو چھوڑ دو۔ اعفوا صیغہ امر ہے، والا مر للوجوب (نور الانوار)، اعفوا صیغہ امر ہونے کی وجہ سے واجب کے لئے ہے، جب تک **قرینہ صارفه عن الحقیقه** نہ ہو، امر اپنے معنی اصلی کے لئے آتا ہے، اور وہ وجوب ہے۔

عن عبدالله بن عمر ان رسول الله ﷺ امر باصفاء الشارب واعفاء اللحی (۳)

عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ انهکوا الشوارب واعفوا اللحی۔ مونچھوں کو خوب پست کرو اور داڑھی لمبی کرو (چھوڑ دو)۔ (۴)

ان تمام احادیث و اقوال میں صیغہائے امر ہیں جن کا تقاضا وجوب ہے، اگر حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نہ ہوتی جس میں **کان النبی ﷺ یا خذ من اطراف اللحیه (او کما قال)** تو داڑھی کو چھوڑ دینا لازم تھا۔

جہاں ہر مسلمان پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و فرامین پر عمل لازم، وہاں وہ شخص جو احکام پر عمل نہیں کرتا اور غفلت سے کام لیتا ہے، وہ شرعاً فاسق کہلائے گا، حسامی میں ہے: **الغرض ماثبت و جوبه (لزومت) بدلیل اوشبهة فیه وحکمه اللزوم علما وتصدیقاً بالقلب وعملاً بالبدن حتی یکفر جاهده ویفسق تارکه**، بلاعذر پھر واجب کی تعریف کے بعد بھی یہی کہا ''**ویفسق تارکه**(۵)

داڑھی منڈوانے اور حد شرع سے کم رکھنے اور کتروانے والا شرعاً فاسق ہے۔

تقدیم فاسق تحریماً مکروه وممنوع ، قال اصحابنا لاینبغی ان یقتدی بالفاسق (۶)

ہمارے اصحاب (احناف) کا کہنا ہے کہ فاسق کی اقتداء نہ کی جائے۔

ردالمحتار میں ہے: **ولو قوماً وهم له کارهون، ان الکراهة بفسادفیه اولا نهم احق بالا مامة کره له ذالك تحریماً لحدیث ابی داود لایقبل الله صلوة من تقدیم قوماً وهم کارهون ۔ اماالفاسق فقد عللوا کراهته تقدیمه بانه لایتهم لامر دینه (۷)**

چونکہ فاسق امور دینیہ کا اہتمام نہیں کرتا، اس لئے اس کی تقدیم تحریماً مکروہ ہے۔

شامی میں ایک اور وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا: **وبان فی تقدیمه للامامة تعظیم وقدوجب علیهم اهانه۔** فاسق کو امام کے مصلیٰ پر کھڑا کرنے

۱۔ عمدۃ القاری، ج ۲۲، ص ۴۶-۴۷ ۲۔ ترمذی، ج ۲، ص ۱۰۵ ۳۔ ابوداؤد، ج ۲، ص ۲۲۱
۴۔ بخاری، ج ۲، ص ۸۷۰ ۵۔ حسامی، ج ۱، ص ۱۲۲ ۶۔ فتح القدیر، ج ۱، ص ۳۰۴
۷۔ ردالمحتار علی درمختار، ج ۱، ص ۴۱۳

میں اس کی تعظیم ہے، جبکہ وہ واجب الاہانتہ ہے۔ علامہ بدرالدین عینی نے لکھا (والفاسق من اهل الا هانة)۔ لقوله عليه السلام اذا لقيت الفاسق فالقه بوجه مقهور، فاسق اہل اہانت سے اس لئے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاسق کو قہر آلود نظروں سے ملو۔ ہمارے فقہاء کراہت تحریمہ کا قول کرتے ہیں امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تو نماز ہی نہیں ہوتی۔

عندمالك وروايته عن احمد لاتصح الصلوة خلفه۔

سوال نامہ کے ساتھ منسلک احادیث سے جو استدلال کیا گیا، اس کے بارے میں عرض ہے۔ ''صلوا خلف كل بر و فاجر'' یعنی ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھو، دوسرے ''الصلوة واجبة عليكم خلف كل مسلم براكان او فاجراً وان عمل الكبائر'' نماز ہر مسلمان خواہ نیک ہو یا بد، اس کے پیچھے پڑھ لو۔

نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا، جب فساق ہمارے حاکم بنیں گے، تو نمازوں کا کیا کریں؟ ہمارے جمعوں اور عیدین کا کیا ہوگا، اس پر مذکورہ ارشاد ہوا: کہ عید اور جمعہ میں عبادت کے ساتھ ساتھ افرادی قوت کا اظہار مقصود ہوتا ہے، اس لئے اظہار شوکت اسلامی کے طور پر پڑھ لیا کرو۔ اسی لئے فقہاء عظام نے نفس فرض کی ادائیگی کے ہونے مگر نماز کے ناقص ہونے کا تذکرہ کیا، اور وقت کے اندر اندر اسے پھر سے پڑھ لینے کا کہا ۔ چنانچہ سائل کے جواب میں مولوی صاحب نے جس کتاب کا حوالہ دیا، اس پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے لکھا۔

وقال مالك لا تجوز الصلوة خلف الفاسق وجه قوله ان الامامة من باب الا مانة والفاسق خائن ولهذا لاشهاده لكون الشهادة من باب الا مانة۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نماز فاسق کے پیچھے ہوتی ہی نہیں، وجہ یہ کہ امامت امانت سے ہے، اور فاسق خائن ہے، اسی لئے فاسق کی گواہی قبول نہیں کی جاتی، کیونکہ شہادت باب الامانت سے تعلق رکھتی ہے۔

ولنا صلوا خلف بروفاجروالحديث والله علم وان وردفي الجمع والا عبادالتعلقهابالامراء وكثرهم فساق لكنه بظاهره حجة۔ الا ان غيرهم اولى لان من الاما مة على الفضيلة ولهذاكان رسول الله ﷺ يؤم غيره ولا يؤم غيره وكذا كل واحد من الخلفاء الراشدين رضى الله تعالىٰ عنهم فى عصره ، ولان الناس لا يرغبون فى الصلوة خلف هؤلاء فتؤدى امامتهم الى تعليل الجماعت وذالك مكروه، ولان مبنى اداء الصلوة على علم هؤلاء (عبداعمى الاعرابى ولد الزناء الخ) تعليل الجماعة وانتقاض فضيلة عن هذه الا حوريوجهان الكراهية (۱)

ہم کہتے ہیں کہ حدیث انور اگرچہ نماز عید اور جمعہ کے بارے میں ہے، کیونکہ ان دونوں کا تعلق امراء سے ہے، اور اکثر حاکم فاسق ہوتے ہیں، مگر ظاہر کے اعتبار سے حجت ہے۔ البتہ امامت کے لئے ان دونوں کے علاوہ غیر فاسق اولیٰ ہے، کیونکہ امامت باب فضیلت سے ہے اسی لئے نبی کریم ﷺ خود دوسروں کی امامت کرواتے، نہ کہ غیر آپ ﷺ کی امامت کرواتا، یہی حال خلفاء راشدین کا رہا، وہ خود امامت کراوتے تھے۔ دوسری: (فاسق کے امام نہ بنانے کی وجہ) یہ ہے کہ لوگ فاسق کی اقتدا سے گریز کریں گے، جس کی وجہ سے تقلیل جماعت ہوگی، اور یہ مکروہ ہے اور تقلیل جماعت اور کمی شرف نماز میں کراہت پیدا کریں گے۔

۱۔ بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۱۰۶، ۱۰۷

بدائع کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ فاسق کے امام بنائے جانے میں کراہت ہے۔ ردالمحتار علی درمختار میں ہے کل صلوۃ ادیت مع کراھیۃ التحریمۃ تجب اعادتھا والمختار ان جائز الاول لان الفرض لا یتکرر۔ ہر وہ نماز جو کراہت تحریمہ کے ساتھ ادا کی جائے اس کا اعادہ واجب ہے۔

(رہا یہ نئے سرے سے فرض ہوں گے یا جبر نقصان) اس کے جواب میں فرمایا مختار مذہب یہی ہے کہ پہلے ادا کی گئی نماز کی کمی پورا کرنا ہوگا، نہ دوسرے فرض کیونکہ فرض کا تکرار نہیں ہوتا۔

خلاصہ کلام یہ کہ داڑھی منڈوانے اور ترشوانے والا شرعاً فاسق ہے اور فاسق کی تقدیم تحریماً مکروہ۔ اس کے پیچھے پڑھی گئی نماز واجب الاعادہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

☆ اس حدیث میں: (اخفوا الشوارب) ''مونچھیں خوب منڈاؤ'' کے الفاظ ہیں، جب کہ اس سے پہلی روایات میں کاٹنے کا ذکر ہے، گویا یہاں مبالغہ مقصود ہے، ورنہ مراد کاٹنا ہی ہے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ دونوں طریقے جائز ہیں۔ اگرچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مونچھیں مونڈنے کو ناپسند کیا ہے، کہ اس سے مرد کا امتیاز ختم ہو جاتا ہے، نیز اس میں عورت سے مشابہت ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اس استدلال کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، خصوصاً جب کہ مذکورہ تطبیق ممکن ہے۔

☆ ڈاڑھی رکھنے یا بڑھانے کا مطلب یہ ہے کہ اسے مونچھوں کی طرح کاٹا نہ جائے، کیونکہ ڈاڑھی مرد کی خصوصیت ہے اور اسے مونڈنا یا کاٹنا عورت کی مشابہت ہے، اور یہ حرام ہے۔ (۱)

۸۔ خلاصہ:

☆ داڑھی رکھنا واجب ہے، اس پر علماء کا اتفاق ہے۔

☆ مونچھیں کتروانی چاہیے اور اس میں جتنا مبالغہ ہو مستحسن ہے، البتہ مونچھوں کو بالکل منڈوا دینا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ ہے۔

☆ داڑھی کی مقدار قبضہ بھر کم از کم ہونی چاہیے، اس پر بھی علماء کا اتفاق ہے۔

☆ قبضہ بھر داڑھی کے سنت ہونے پر علماء سلف و خلف کا اتفاق ہے۔

☆ قبضہ بھر داڑھی کے واجب ہونے پر علماء خلف کا اختلاف ہے۔

۱۔ علامہ غلام رسول سعیدی اور بعض دیگر علماء قبضہ بھر داڑھی کے وجوب کے قائل نہیں، ان حضرات کے نزدیک داڑھی اگر قبضہ بھر سے ایک آدھ انگلی چھوٹی بھی ہو، تو ایسا شخص سنت کو پانے والا نہیں ہے، البتہ تارک وجوب یا فاسق معلن نہیں ہے۔

۲۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی، مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی اور اکثر علماء اہل سنت (خلف) قبضہ بھر داڑھی کے وجوب کے قائل ہیں، اور تارک کے فاسق ہونے کے قائل ہیں۔

۳۔ علماء کے اختلاف سے بچنا بھی مستحب ہے، اس لئے داڑھی کم از کم قبضہ بھر رکھنی چاہیے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آج تک علماء کا اسی پر عمل ہے۔

۱۔ سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۹۷

۱۶۔ باب الابْعَادِ عِنْدَ اِرَادَةِ الْحَاجَةِ — قضائے حاجت کے لئے دور جانا

اس باب میں قضائے حاجت کے لئے دور جانے اور نظروں سے اوجھل ہونے کا بیان ہے، کیونکہ اس طرح ستر عورت کا اہتمام زیادہ ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ کسی دوسرے کی نظر شرمگاہ پر نہ پڑے۔ پچھلے باب میں جسم کے ظاہری حصے مونچھوں اور داڑھی کو سنوارنے کا بیان تھا، اس باب میں جسم کے باطن کی صفائی کے لئے قضائے حاجت کا بیان ہے۔

۱۶۔ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الْخَطْمِيُّ عُمَيْرُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنِي الْحَارِثُ بْنُ فُضَيْلٍ، وَعُمَارَةُ بْنُ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي قُرَادٍ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْخَلَاءِ، وَكَانَ إِذَا أَرَادَ الْحَاجَةَ أَبْعَدَ

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوقراد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے گیا، آپ ﷺ جب قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے، تو دور تشریف لے جاتے۔

۱۔اطراف:

ابن ماجہ ۳۳۴، احمد: ۱۵۶۶۰، الاصابۃ: ۵۱۸۵، سنن الکبریٰ: ۱۷

۲۔مطابقت:

حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ ﷺ قضائے حاجت کے لیے دور تشریف لے جاتے۔

۳۔تعارف رجال:

اس حدیث کی سند کے چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات حسب ذیل ہیں:

۱۔عمرو بن علی: آپ کے حالات حدیث نمبر ۴ پر گزر چکے ہیں۔

۲۔یحییٰ بن سعید: آپ کے حالات بھی حدیث نمبر ۴ پر گزر چکے ہیں۔

۳۔ابوجعفر الخطمی:

آپ کا نام ابوجعفر عمر بن یزید بن عمیر بن حبیب انصاری خطمی مدنی بصری ہے، آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، صدوق راوی ہیں، آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۴۔ا۔الحارث بن فضیل:

آپ کا نام ابوعبداللہ حارث بن فضیل انصاری خطمی مدنی ہے، آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، البتہ امام ابن حنبل نے لیس لمحمود الحدیث کے الفاظ لکھے ہیں۔ امام مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۱۔ i۔تاریخ الدوری، ج۲، ص۴۵۷ — ii۔الجرح والتعدیل، ج۶، ص۳۷۸

۲۔ i۔تقریب التھذیب، ج۱، ص۱۴۶ — ii۔تاریخ الاسلام، ج۶، ص۴۹

۴۔ii۔عمارۃ بن خزیمۃ بن ثابت:

آپ کا نام ابوعبداللہ یا ابومحمد عمارہ بن خزیمہ بن ثابت انصاری اوسی مدنی (م:۱۰۵ھ)، ہے آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔آپ نے پچھتر سال کی عمر میں وفات پائی، آپ سے آئمہ سنن اربعہ روایت کرتے ہیں۔(۱)

۵۔۔عبدالرحمٰن بن ابی قراد:

آپ کا نام عبدالرحمٰن بن ابوقراد سلمی انصاری ہے، بعض نے ابن الفاکہ بھی ذکر کیا ہے۔آپ صحابی رسول ﷺ ہیں۔صحاح ستہ میں آپ سے یہی ایک حدیث مروی ہے۔آپ سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ امام ابن ماجہ نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ میں دو حدیثیں اور بھی آپ سے روایت کی گئی ہیں۔(۲)

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔خصوصیات سند:

☆ یہ حدیث خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ دسویں (۱۰) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند میں پہلے تین راوی بصری، اگلے دو مدنی اور آخری صحابی راوی حجازی ہیں۔ایک قول کے مطابق حضرت عبدالرحمٰن بن ابوقراد بھی اہل مدینہ سے ہیں، اس طرح آخری تین راوی مدنی ہوں گے۔

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوقراد سے صحاح ستہ میں یہی ایک حدیث مروی ہے، اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی آپ سے ہی روایت کیا ہی۔

☆ سند میں اداء روایت کے الفاظ شروع میں اخبرنا، پھر دو دفعہ حدثنا، ایک دفعہ حدثنی اور آخری عن ہے۔

۸۔لغات:

الخلاء: کھلا میدان۔قضائے حاجت کی جگہ۔

الحاجۃ: پاخانے کی حاجت۔پیشاب کرنے کی حاجت۔

البعد: دور۔بعید۔آنکھوں سے اوجھل۔

۱۔ i۔تھذیب الکمال، ج۲۱، ص۱۴۲ ii۔طبقات ابن سعد، ج۵، ص۷۱

۲۔ i۔تقریب التھذیب، ج۱، ص۳۶۰ ii۔الاصابۃ، ج۴، ص۳۱۱

۱۷۔ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ :أَنْبَأَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا ذَهَبَ الْمَذْهَبَ أَبْعَدَ .قَالَ :فَذَهَبَ لِحَاجَتِهِ وَهُوَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ فَقَالَ :ائْتِنِي بِوَضُوءٍ، فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوءٍ، فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ قَالَ الشَّيْخُ :إِسْمَاعِيلُ هُوَ ابْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ الْقَارِئُ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے ،تو دور تشریف لے جاتے ۔حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ مزید بیان کرتے ہیں،ایک دفعہ سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے اور مجھ سے فرمایا: میرے پاس وضو کے لیے پانی لاؤ، میں پانی لے کر حاضر خدمت ہوا،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور موزوں پر مسح فرمایا۔

نوٹ: شیخ ابن سنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:اسماعیل سے مراد اسماعیل بن جعفر بن ابوکثیر قاری ہیں۔

۱۔اطراف:

ابوداؤد:۱،ترمذی:۲۰،ابن ماجہ:۳۳۱،احمد:۱۸۱۵۷،۱۸۱۸۳،۱۸۱۸۸،۱۸۱۹۴

۲مناسبت:

حدیث مبارکہ کی باب سے مناسبت حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے درج ذیل الفاظ ہیں۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا ذھب المذھب البعد۔

۴۔تعارف رجال:

اس حدیث کی سند میں پانچ راوی ہیں،ان سب کے حالات حسب ذیل ہیں:

۱۔علی بن حجر: آپ کے حالات حدیث نمبر ۱۳ پر گذر چکے ہیں۔

۲۔اسماعیل:

آپ کا نام ابواسحاق اسماعیل بن جعفر بن ابوکثیر انصاری زرقی قاری (م:۱۸۰ھ) ہے،آپ رواۃ کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، آپ کی ثقاہت پر اہل علم متفق ہیں،آپ سے پانچ سو احادیث مروی ہیں،آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۳۔محمد بن عمرو:

آپ کا نام محمد بن عمرو بن علقمہ ابن معین بن وقاص لیعنی مدنی (م:۱۴۵) ہے آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ہیں،آپ کو ابن معین ابو حاتم، ابن عدی،امام نسائی،ابن حبان اور ابن حجر عسقلانی نے ثقہ،صدوق قرار دیا ہے،جبکہ امام جوزجانی اور ابن سعد نے ضعیف قرار دیا ہے البتہ ابن حجر عقلانی نے صدوق او ھام لہ لکھا ہے۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۱۔ i۔تاریخ الدوری،ج ۲،ص ۳۱ ii۔الثقات،ج ۸،ص ۹۲

۲۔ i۔احوال الرجال،ص ۲۴۴ ii۔الجرح والتعدیل،ج ۸،ص ۳۰ iii۔الکامل،ج ۶،ص ۲۲۴ iv۔الثقات،ج ۷،ص ۳۷۷ v۔تقریب التھذیب،ج ۲،ص ۲۰۵

۴۔ابوسلمہ: آپ کے حالات حدیث نمبرا پر گزر چکے ہیں۔

۵۔المغیرۃ بن شعبہ:

آپ کا نام ابوعبداللہ مغیرہ بن شعبہ بن ابوعامر بن مسعود ثقفی (م: ۵۰ھ) ہے، آپ مشہور صحابی رسول ﷺ اور گورنر بصرہ وکوفہ ہیں۔ آپ غزوہ خندق کے سال ۵ھ میں اسلام لائے، صلح حدیبیہ اور بعد والے اکثر غزوات میں شرکت کی۔آپ مہاجرین صحابہ میں سے ہیں۔حضور نبی کریم ﷺ کی تجہیز وتکفین کے موقع پر موجود تھے، اور سب سے آخر میں آقا کریم ﷺ کے قدموں کو بوسہ دیا۔آپ بہت دانا، مدبر اور بہادر صحابی تھے۔آپ سے ایک سو تینتیس (۱۳۳) احادیث مروی ہیں۔جن میں سے نو متفق علیہ، ایک حدیث میں امام بخاری اور دو میں امام مسلم منفرد ہیں، آپ نے ستر سال کی عمر میں کوفہ میں وفات پائی۔(۱)

۵۔حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، اصحاب سنن اربعہ نے اسے روایت کیا ہے۔

۶۔خصوصیات سند:

☆ یہ حدیث خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے لحاظ سے یہ گیارہویں (۱۱) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ محمد بن عمرو بعض کے نزدیک متکلم فیہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی مروزی اور باقی مدنی ہیں، حضرت مغیرہ بن شعبہ مدنی کوفی ہیں۔

☆ حضرت مغیرہ بن شعبہ بصرہ اور کوفہ کے گورنر تھے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، انبأنا ایک ایک دفعہ اور تین دفعہ عن عن استعمال ہوئے ہیں۔

۷۔لغات:

اذا ذھب المذھب: جب آپ ﷺ جائے قضائے حاجت کی طرف تشریف لے جاتے

اسفار: سفر کی جمع

ائتنی بوضوء: میرے پاس پانی لاؤ۔

مسح: مسح کیا۔

الخفین: خف کا تثنیہ۔موزہ۔مراد دونوں موزے۔

۸۔مسائل ونصائح:

☆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جس سفر کا ذکر کر رہے ہیں، وہ غزوہ تبوک کا سفر ہے۔

۱۔ i۔اسد الغابۃ، ج۴، ص۴۰۶ ii۔طبقات ابن سعد، ج۲، ص۷۷ iii۔الاصابۃ، ج۶، ص۱۳۲

☆ آقا کریم ﷺ قضا حاجت کے لئے اتنا دور تشریف لے جاتے تھے، کہ لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے تھے۔

☆ قضا حاجت کے لئے دور جانے میں دو حکمتیں ہیں، ایک تو یہ ہے کہ یہ انسان کے عزت وشرف کی وجہ سے ہے، دوسری حکمت یہ ہے کہ اس طرح ناپسندیدہ ہوا کے اخراج اور دیگر مکروہات سے انسان شرمندگی محسوس نہ کرے۔

☆ قضائے حاجت کے لئے دور جانے اور آنکھوں سے اوجھل ہونے میں مکارم اخلاق ہیں۔

☆ ان احادیث سے موزوں پر مسح کرنے کا جواز معلوم ہوا، اور سوا گمراہ بدعتی کے اور کوئی شخص اس کا انکار نہیں کرتا، خارجیوں نے کہا موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے، اور صاحب البدائع نے کہا موزوں پر مسح کرنا عام صحابہ کے نزدیک جائز ہے، الا یہ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے، اور یہ رافضیوں کا قول ہے، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: کہ میں نے ستر بدری صحابہ کو دیکھا وہ سب موزوں پر مسح کرنے کے معتقد تھے، اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اہل سنت و جماعت کی شرائط میں سے ہے کہ: ہم شیخین (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کو فضیلت دیتے ہیں، اور دو دامادوں (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے محبت کرتے ہیں، موزوں پر مسح کرنے کو جائز کہتے ہیں اور گھڑے میں تیار کردہ نبیذ کو حرام نہیں کہتے، نیز امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے اس وقت تک موزوں پر مسح کرنے کا قول نہیں کیا، جب تک یہ مجھ پر نصف النہار کی طرح روشن نہیں ہوگیا، موزوں پر مسح کرنا کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کرنا، اور ان کو خطا پر قرار دینا ہے، لہٰذا موزوں پر مسح کا انکار کرنا بدعت ہے، اسی وجہ سے علامہ کرخی نے کہا: موزوں پر مسح کے جواز کے منکر پر میں کفر کا خدشہ کرتا ہوں، اور امت کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے موزوں پر مسح کیا ہے، امام بیہقی نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کی کراہت منقول ہے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ سند صحیح کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موزوں پر مسح کرنا ثابت ہے۔ کراہت کی روایت اس درجہ کی نہیں ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا جواب یہ ہے: کہ انہوں نے اس مسئلہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا تھا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس وقت مکروہ کہا: جب ان کے نزدیک سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد موزوں پر مسح ثابت نہیں ہوا تھا، اور جب یہ ثابت ہوگیا: تو انہوں نے اس کی طرف رجوع کر لیا۔ امام جوزقانی نے کتاب الموضوعات میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انکار کرنا ثابت نہیں ہے اور علامہ شانی نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے انکار کی روایت صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس کا مدار عکرمہ پر ہے، اور جب عطا کے پاس یہ روایت پہنچی، تو اس نے کہا: عکرمہ نے جھوٹ بولا، اور عطا سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ موزوں پر مسح میں لوگوں کی مخالفت کرتے تھے، اور موت سے پہلے انہوں نے اس مسئلہ میں رجوع کر لیا۔ علامہ ابن قدامہ نے مغنی میں لکھا ہے: کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: موزوں پر مسح کے متعلق میرے دل میں کوئی تردد نہیں ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں چالیس صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کی مرفوع احادیث بیان کی ہیں، نیز امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پیر دھونے سے موزوں پر مسح کرنا افضل ہے، کیونکہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب افضل عمل کیا کرتے تھے، یہ امام شعبی، حکم اور اسحاق کا مذہب ہے، اور علامہ مرغینانی نے ہدایہ میں لکھا ہے: موزوں پر مسح کے متعلق احادیث مشہور ہیں، اور جو شخص اس کو جائز نہ کہے، وہ بدعتی ہے، لیکن جس نے موزوں پر مسح کو جائز کہا، اور مسح کے بجائے پیروں کو دھویا، اس نے عزیمت پر عمل کیا اور اس کو اجر ملے گا۔ علامہ قرطبی نے امام مالک سے اسی کی مثل قول نقل کیا ہے، امام مالک سے اور بھی کئی اقوال مروی ہیں:

۱۔ موزوں پر مسح کرنا اصلاً جائز نہیں ہے۔

۲۔ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے مگر مکروہ (تنزیہی) ہے۔

۳۔ موزوں پر مسح کرنا بلا تعیین مدت کے ہمیشہ جائز ہے، (امام مالک کا یہی قول مشہور ہے)۔

۴۔ تعیین مدت کے ساتھ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔

۵۔ مسافر کے لئے جائز ہے اور مقیم کے لئے جائز نہیں ہے۔

۶۔ مسافر کے لیے جائز نہیں، اور مقیم کے لیے جائز ہے۔

☆ اسحاق، حکم اور حماد نے کہا: پیر دھونے سے مسح کرنا افضل ہے، یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، ور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک یہی روایت ہے۔ ابن منذر نے کہا: دونوں مساوی ہیں، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی ایک روایت ہے، اصحاب شافعی نے کہا: پیروں کا دھونا مسح کرنے سے افضل ہے بہ شرطیکہ سنت سے اعراض کی وجہ سے مسح کو ترک نہ کرے، اور اس کے جواز میں شک نہ کرے، علامہ ابن عبد البر نے کہا: امام مالک کے سوا میرے علم میں اور کوئی فقیہ نہیں ہے، جس نے مسح کا انکار کیا ہو، اور امام مالک سے صحیح روایات اس کے خلاف ہیں۔

☆ علامہ ابن عبد البر کے اس کلام پر یہ اعتراض ہے، کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے، کہ مجاہد، سعید بن جبیر اور عکرمہ نے موزوں پر مسح کو مکروہ کہا اور محمد بن علی بن الحسین، ابو اسحق السبیعی اور قیس بن الربیع سے بھی یہی منقول ہے، اور ابو بکر بن ابی داؤد، خوارج اور روافض کا بھی یہی قول ہے۔

☆ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: کہ سینتیس صحابی موزوں پر مسح کو جائز کہتے تھے، حسن بن محمد نے چالیس صحابہ کا ذکر کیا ہے، امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں بھی یہی ذکر کیا ہے، امام ابن ابی حاتم نے اکتالیس صحابہ کا ذکر کیا ہے، اشراف میں حسن کی روایت سے ستر صحابہ کا ذکر ہے، علامہ ابن عبد البر نے کہا: تمام اہل بدر اور اصحاب حدیبیہ اور دیگر مہاجرین وانصار، تابعین اور فقہاء مسلمین موزوں پر مسح کے جواز کے قائل تھے، ہم نے شرح معانی الآثار کی شرح میں موزوں پر مسح کے متعلق چھتیس صحابہ کی روایات کا بیان کیا ہے۔

☆ موزوں پر مسح کے منسوخ نہ ہونے پر دلیل یہ ہے کہ سورۃ مائدہ جس میں آیت وضو ہے، وہ مدنی ہے، اور سورۂ مائدہ نازل ہونے کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موزوں پر مسح فرماتے رہے ہیں، کیونکہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا، اور وہ سورۂ مائدہ نازل ہونے کے بعد اسلام لائے تھے، اسی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان کی روایت بہت پسند تھی، علامہ نووی نے کہا ہے: جب کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا متاخر ہے تو معلوم ہوا ان کی حدیث معمول بہ ہے، اور ان کی حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ آیت وضو میں پیر دھونے کا حکم اس شخص کے لئے ہے جو موزہ پہنے ہوئے نہ ہو، اس لئے یہ حدیث اس آیت کی مخصص ہے، علامہ خطابی نے کہا: ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ صحابہ کا یہ موقف تھا کہ سنت سے قرآن کا نسخ ہو سکتا ہے۔ (۱)

☆ میں کہتا ہوں کہ یہاں نسخ سے مراد بیان اور وضاحت ہے جیسا کہ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ آیت وضو میں پیر دھونے کا حکم اس شخص کے لئے ہے جس نے موزے نہ پہنے ہوئے ہوں۔ (۲)

۱۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۹۷ـ۹۸ ۲۔ شرح صحیح مسلم، ج ۱، ص ۹۴۸ـ۹۵۰

☆ علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جمہور فقہاء کے مذہب پر واضح دلالت ہے کہ موزوں پر مسح کی مدت معین ہے، سفر میں تین دن اور تین رات، اور حضر میں ایک دن اور ایک رات، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور فقہاء کا یہی مذہب ہے، صحابہ اور تابعین کا بھی یہی نظریہ ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ مسح کرنے کی کوئی مدت مقرر نہیں ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قدیم قول ہے اور یہ ضعیف قول ہے، انہوں نے ابو عمارہ کی حدیث سے مدت کو ترک کرنے پر استدلال کیا ہے، جس کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے، اور اس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے۔(۱)

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب موزوں پر مسح کا سوال کیا گیا، تو انہوں نے سائل کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب محدث مفتی یا عالم سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے، تو وہ اس مسئلہ میں اپنے سے زیادہ عالم کے پاس سائل کو بھیج دے۔(۲)

☆ علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ موزے پہننے کے وقت طہارت کا ہونا شرط نہیں ہے، بلکہ شرط یہ ہے حدث لاحق ہونے سے پہلے طہارت کاملہ ہو، اور یہی ہمارا مذہب ہے، حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے پیر دھوئے اور موزے پہن لیے، اور پھر باقی وضو کیا، اور اس کے بعد اس کا وضو ٹوٹ گیا، تو اس کے لئے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ موزے پیروں میں حدث کے حلول کرنے سے مانع ہیں، اس لئے ممانعت کے وقت کامل طہارت ہونی چاہیے، اور وہ (ممانعت کا وقت) حدث کا وقت ہے، حتیٰ کہ اس وقت اگر طہارت ناقص ہو تو موزے حدث کے لئے رافع بن جائیں گے، (علامہ عینی فرماتے ہیں) طہارت کاملہ کے وقت موزے پہننے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اختلاف اس میں ہے کہ موزے پہننے کے وقت طہارت کاملہ کا ہونا شرط ہے، یا حدث کے وقت، سو ہمارے نزدیک حدث کے وقت شرط ہے، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہننے کے وقت، اور اختلاف کا ثمرہ اس وقت ظاہر ہوگا، جب کوئی شخص پہلے پیروں کو دھولے، اور موزے پہن لے، پھر حدث لاحق ہونے سے پہلے باقی وضو کرے، پھر اس کے بعد جب اس کو حدث لاحق ہو تو اس کے لئے موزوں پر مسح کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے، اور امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔(۳)

☆ جن موزوں پر مسح کیا جائے علامہ شرنبلالی نے ان کی حسب ذیل شرائط بیان کی ہیں:

۱۔ موزوں نے ٹخنوں کو تمام جانبوں سے چھپایا ہوا ہو، (بلکہ پورا قدم ٹخنوں تک چھپا ہوا ہو،

۲۔ موزوں کو پہن کر (مثلاً تین چار میل تک) چلنا ممکن ہو۔

۳۔ کوئی موزہ قدم کے سامنے کی جانب سے تین انگلیوں کے برابر پھٹا ہوا نہ ہو۔

۴۔ کسی چیز سے باندھے بغیر وہ موزہ ٹانگوں سے چمٹا رہے۔

۵۔ جب موزوں پر مسح کیا جائے تو اس کی تری موزے کے جرم تک نہ پہنچے۔(۴)

☆ یہ شرائط چمڑے کے موزوں میں پائی جاتی ہیں، سوتی موزوں میں نہیں، علامہ شامی نے لکھا ہے: کہ اگر بغیر جوتوں کے اون کے موزے

۱۔ شرح مسلم نووی، ج۱، ص۱۳۵ ۲۔ ایضاً

۳۔ عمدۃ القاری، ج۳، ص۱۰۲ ۴۔ مراقی الفلاح، ص۷۷-۷۶

پہن کر تین چار میل سفر کرنا ممکن ہو، توان پر بھی مسح کرنا جائز ہے، نائلون کے موزے پہن کر بھی اگر بغیر جوتوں کے تین چار میل سفر کیا جا سکے، توان پر بھی مسح کرنا جائز ہوگا، لیکن بظاہر یہ مشکل ہے، اور اس شرط کے اعتبار سے صرف چمڑے کے موزوں پر ہی مسح ہوسکتا ہے۔(۱)

☆ قضائے حاجت کے لئے لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہو کر بیٹھنا چاہیے۔

☆ لوگوں سے دور ہو کر قضائے حاجت کرنے میں لوگوں کو اذیت سے بچانا بھی ہے۔

☆ اس حدیث سے یہ بھی مستفاد ہے کہ دوسرے شخص سے وضو کے لئے پانی لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

☆ اس حدیث سے شیخ یا استاد یا مرشد کا اپنے شاگردوں یا مریدوں سے خدمت لینے کا جواز بھی نکلتا ہے۔

☆ اس حدیث سے موزوں پر مسح کا جواز نکلتا ہے۔

قضائے حاجت کے لئے آبادی سے باہر جانا یا بند کمرہ (لیٹرین) استعمال کرنا ضروری ہے، تاکہ لوگوں کی نگاہوں سے دور ہو، انہیں بدبو محسوس نہ ہو اور بیماریاں نہ پھیلیں۔ قضائے حاجت کی آواز کا سنائی دینا بھی معیوب ہے۔ آج کل لیٹرینیں اگرچہ گھروں کے اندر ہوتی ہیں، مگر وہ ان تمام مقاصد کو بطریق احسن پورا کرتی ہیں جو دور جانے سے مقصود ہیں، لہٰذا ان کا استعمال بطریق اولیٰ درست ہے۔(۲)

☆ حدیث مبارکہ میں مذہب سے مراد جائے قضائے حاجت ہے، یہ لفظ اسم کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔(۳)

۹۔ خلاصہ:

☆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے سفر سے مراد غزوہ تبوک کا سفر ہے۔

☆ قضائے حاجت کے لئے اگر کھلی جگہ یا میدان میں جانا ہو، تو اتنی دور ضرور جانا چاہیے، کہ لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہو جائے۔

☆ قضائے حاجت کے لئے دوری کی وجہ سے ناپسندیدہ ہوا کے اخراج اور دیگر عوارض سے جو شرمندگی انسان کو ہوسکتی ہے، اس سے بچا جاسکتا ہے۔ اسی طرح دوسرے لوگ بھی اذیت سے محفوظ رہیں گے۔

☆ قضائے حاجت کے لئے دور جانے میں اہم ترین مسئلہ ستر عورت کا ہے، کہ انسان کی شرمگاہ پر کسی اور کی نظر نہ پڑے۔

☆ شہروں میں بیت الخلاء (لیٹرین) ہیں، چونکہ پردے کا اہتمام ہوتا ہے، اور ستر عورت کے ظاہر ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا، اس لئے یہ بھی درست ہے، بلکہ ایک لحاظ سے زیادہ بہتر ہے کہ پانی کا انتظام ہوتا ہے، اور بول و براز کے نکاس کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔

☆ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔ البتہ اس کی حدود و قیود اور شرائط کا خیال رکھنا لازم ہے۔

۱۔ ردالمحتار، ج ۱، ص ۲۴۲۔۲۴۱ ۲۔ سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۹۸

۳۔ حاشیہ سندھی، ص ۱۳

۱۷۔ باب الرُّخْصَةِ فِيْ تَرْكِ ذٰلِكَ
دور نہ جانے کی رخصت

اس باب میں قضائے حاجت کے لئے دور نہ جانے کی رخصت کا بیان ہے، کہ کوئی شخص اگر کسی عذر کی بناء پر دور نہیں جا سکتا، تو پھر نزدیک میسر جگہ پر قضائے حاجت کرسکتا ہے، اسی طرح اس باب میں عذر کی بناء پر کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی اجازت کا بھی بیان ہے۔ اس سے پہلے باب میں قضائے حاجت کے لئے دور جانے کا بیان تھا، اور اس باب میں دور نہ جانے کی رخصت کا بیان ہے۔ یہی اس باب کی پہلے باب سے مناسبت ہے۔

۱۸۔ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَنْبَأَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ: أَنْبَأَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَانْتَهَى إِلَى سُبَاطَةِ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا فَتَنَحَّيْتُ عَنْهُ فَدَعَانِي وَكُنْتُ عِنْدَ عَقِبَيْهِ حَتَّى فَرَغَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا، کہ آپ ﷺ قوم کے کچرا خانے پر پہنچے، آپ ﷺ نے کھڑے کھڑے پیشاب کیا، میں ایک طرف ہٹا، تو آپ ﷺ نے مجھے بلایا، میں آپ ﷺ کے فارغ ہونے تک پیچھے کھڑا رہا، پھر آپ ﷺ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔

۱۔اطراف:

بخاری: ۲۲۴۔۲۲۶، مسلم: ۲۷۳، ابوداؤد: ۲۳، ترمذی: ۱۳، ابن ماجہ: ۳۰۵، ۳۰۶، ۵۴۴، نسائی: ۲۷۔۲۸، احمد: ۲۳۳۰۱، ۲۳۴۰۵، سنن الکبریٰ: ۱۸، ابوداؤد الطیالسی، ۴۰۶، مصنف ابن ابی شیبہ، ج۱، ص۲۳، سنن داری، ۶۶۸، مسند البزار، ۲۸۶۳، المنتقی، ۳۶، صحیح ابن خزیمہ، ۶۱، صحیح ابن حبان، ۱۴۲۵، ۱۴۲۴، حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۱۰۰، شرح السنۃ، ۱۹۳، مسند احمد، ج۵، ص۳۸۲، طبع قدیم، مسند احمد، ۲۳۲۴۱، ج۸، ص۲۷۷، موسسۃ الرسالۃ۔ بیروت

۲۔مطابقت:

اس حدیث مبارکہ میں بیان ہے کہ آپ ﷺ نے سرراہ کچرے خانے پر کھڑے ہوکر پیشاب کیا اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بھی آپ کے قریب کھڑے رہے، جس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ عام عادت مبارکہ کے مطابق قضائے حاجت کے لئے دور تشریف لے کر نہیں گئے۔ اس میں دور نہ جانے کی رخصت کا بیان ہے، یہی امام نسائی رحمۃ اللہ کے قائم کردہ عنوان کے ساتھ حدیث مبارکہ کی مطابقت ہے۔

۳۔تعارف رجال: اس حدیث کی سند کے پانچ راوی ہیں، جن کے حالات حسب ذیل ہیں:

۱۔اسحاق بن ابراہیم: آپ کے حالات حدیث نمبر۲ پر گزر چکے ہیں۔

۲۔عیسیٰ بن یونس: آپ کے حالات حدیث نمبر۸ پر گزر چکے ہیں۔

۳۔الاعمش:

آپ کا نام ابو محمد سلیمان بن مہران اسدی کاہلی کوفی (م:۱۴۸ھ) ہے، آپ امام اعمش کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ رواۃ کے پانچویں طبقہ سے ثقہ، ثابت راوی ہیں، بعض نے آپ کی طرف تدلیس کی نسبت کی ہے۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ سے تقریباً تیرہ سو احادیث مروی ہیں، آپ نے چوراسی (۸۴) سال کی عمر میں وفات پائی۔(۱)

۱۔ i۔تاریخ الثقات، ص۲۰۵ ii۔تاریخ الدوری، ج۲، ص۲۳۴

۴۔ شقیق: آپ کے حالات حدیث نمبر۲ پر گزر چکے ہیں۔

۵۔ حذیفۃ بن یمان: آپ کے حالات بھی حدیث نمبر۲ پر گزر چکے ہیں۔

۶۔ حکمِ روایت:

یہ حدیث صحیح ہے اور متفق علیہ ہے، تمام آئمہ صحاح ستہ نے اسے روایت کیا ہے۔

۷۔ خصوصیاتِ سند:

☆ یہ حدیث خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ بارہویں (۱۲) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے تمام راوی کوفی ہیں۔

☆ سند کے تمام راوی آئمہ صحاح ستہ کے متفقہ راوی ہیں، البتہ اسحاق بن راھویہ سے امام ابن ماجہ نے روایت بیان نہیں کی۔

☆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے سو احادیث مروی ہیں، جن میں سے بارہ متفق علیہ، آٹھ میں امام بخاری اور سترہ میں امام مسلم منفرد ہیں۔

☆ سند میں روایت حدیث کے لئے اخبرنا دو دفعہ، حدثنا ایک دفعہ اور عن عن دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔

☆ یہ حدیث فعلی ہے۔

۸۔ لغات:

كنت امشي: میں جا رہا تھا۔

فانتهىٰ: آپ پہنچے۔

سباطة قوم: قوم کا کچرا خانہ۔

فبال قائما: آپ نے کھڑے کھڑے پیشاب کیا۔

فتنحيت عنه: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹ کر کھڑا ہوا۔

فدعاني: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا۔

عند عقبيه: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے۔

فرغ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے۔

مسح على خفيه: اپنے موزوں پر مسح کیا۔

۹۔ مسائل ونصائح:

اس حدیث مبارکہ میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے اور موزوں پر مسح کرنے کا بیان ہے، ان دونوں مسائل میں علماء کی آراء حسب ذیل ہیں:

غیر مملوک جگہ پر پیشاب کرنے کی توجیہات:

☆ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قوم کے کچرا گھر پر آئے، اور وہاں پیشاب کیا، اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ کسی کی مملوکہ جگہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب کرنا، کس طرح جائز ہوگا؟ اس سوال کے متعدد جواب ہیں:

۱۔ یہ جگہ قوم کی ملکیت نہ تھی، اور چونکہ قوم کے لوگ وہاں پر کچرا ڈالتے تھے، اس لئے اس کی اضافت قوم کی طرف کر دی۔

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ قوم کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تصرف کو ناپسند نہیں کریں گے، اور ایسی صورت میں تصرف جائز ہوتا ہے۔

۳۔ جس چیز کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مالک ہو، اس چیز پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف کرنا جائز ہے، کیونکہ آپ تمام مؤمنین کی جانوں اور ان کے مالوں پر اقرب بالتصرف ہیں، اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ لوگ اپنی املاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف سے خوش ہوتے تھے۔(۱)

☆ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنا جائز ہے، اور جب کھڑے ہوکر پیشاب کرنا جائز ہے، تو بیٹھ کر پیشاب کرنا بہ طریق اولیٰ جائز ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اگر وہ ایسی جگہ ہے، جہاں کھڑے ہوکر پیشاب کرنے سے چھینٹیں نہیں اڑتیں، تو کوئی حرج نہیں ہے، ورنہ مکروہ ہے، اور عام علماء نے یہ کہا ہے: کہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنا مکروہ تنزیہی ہے، اور اگر کوئی عذر ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابراہیم بن سعد رضی اللہ عنہ نے اس کو مکروہ کہا ہے، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے والے کی شہادت کو جائز نہیں کہتے تھے، اور ابن المنذر نے کہا: بیٹھ کر پیشاب کرنا مستحب ہے، اور کھڑے ہوکر پیشاب کرنا مباح ہے، اور ان میں سے ہر طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔(۲)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جس نے تم کو یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر پیشاب کرتے تھے، اس کی تصدیق نہ کرو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے۔(۳)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کھڑے ہوکر پیشاب کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اے عمر! کھڑے ہوکر پیشاب نہ کیا کرو، اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہیں کیا۔(۴)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہ صرف گھر کے احوال پر مطلع تھیں، اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما نے گھر کے باہر کے حال کا ذکر کیا ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو امام ترمذی نے ضعیف قرار دیا ہے۔(۵)

☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کھڑے ہوکر پیشاب کیا تھا، اس کی توجیہ میں امام شافعی نے یہ کہا ہے، کہ عرب یہ کہتے تھے کہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے سے کمر کے درد میں شفاء ہوتی ہے، تو یہ گویا علاج کا ایک طریقہ ہے، گھٹنوں میں درد کی شفاء کی بھی ایک روایت ہے۔(۶)

☆ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے امور میں مشغول تھے، اور اس میں بہت دیر ہوگئی، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زور سے پیشاب آنے لگا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عادت کے مطابق زیادہ دور نہیں جاسکے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچرا گھر کا ارادہ کیا، کیونکہ وہ نرم اور ریتیلی جگہ تھی، اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آپ کے ستر کے لئے کھڑے ہوگئے تھے، گویا وہاں بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی۔

☆ علامہ المازری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: کہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے سے مقعد سے کچھ نکلنے کا خطرہ نہیں ہوتا، جب کہ بیٹھ کر پیشاب کرنے سے یہ خطرہ ہوتا ہے۔

۱۔ نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۶۷۲ ۲۔ ایضاً

۳۔ i- ترمذی: ۱۲ ii- سنن نسائی: ۲۹ iii- ابن ماجہ: ۳۰۷ iv- مسند احمد، ج ۶، ص ۱۳۶

۴۔ i- سنن ترمذی، ج ۱، ص ۱۲ ii- سنن ابن ماجہ: ۳۰۸

۵۔ نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۶۷۳ ۶۔ ایضاً

☆ کچرا گھر کے قریب جو جگہ تھی، وہ بلند تھی اور آپ ﷺ ڈھلان کی جانب تھے، اس لئے وہاں بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی۔

☆ علامہ منذری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس کچرا گھر میں ترنجاسات تھیں، آپ ﷺ کو خطرہ تھا: کہ اگر آپ ﷺ نے بیٹھ کر پیشاب کیا تو آپ کے اوپر چھینٹیں اڑیں گی۔

☆ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: وہ ایسی جگہ تھی کہ بیٹھ کر پیشاب کرنے سے پیشاب کرنے والے کی طرف پیشاب بہہ کر آتا ہے، اس لئے آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

☆ بعض علماء نے کہا: نبی ﷺ نے بیان جواز کے لئے اس مرتبہ کھڑے ہو کر پیشاب کیا، ورنہ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ بیٹھ کر پیشاب کرنے کی تھی۔ (۱)

☆ قریب ترین جگہ پر جا کر پیشاب کرنا چاہیے۔

☆ پیشاب کو زیادہ دیر تک روکنا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں ضرر اور بیماری کا خطرہ ہے۔

☆ پیشاب کرنے والے کے لئے اپنے خادم سے وضو کے لئے پانی منگوانا جائز ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پانی منگوایا تھا۔

☆ تلامذہ اور مریدین کو اساتذہ اور مشائخ کی اور اصاغر کو اکابر کی خدمت کرنی چاہیے۔ (۲)

☆ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بلایا، اور وہ آپ ﷺ کی ایڑیوں کے پاس کھڑے ہو گئے، حتیٰ کہ آپ ﷺ پیشاب سے فارغ ہو گئے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب کوئی معزز شخص پیشاب کے لئے جائے، تو اپنے ساتھ کسی ساتھی کو لے جائے، جو اس کے پیچھے کھڑا ہو جائے، تاکہ اس کی آڑ اور حجاب ہو جائے۔ علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ حکم اس صورت میں ہے، جو وہ کھڑے ہو کر پیشاب کرے، اور جب وہ بیٹھ کر پیشاب کرے تو پھر اس کے ساتھی کو اس سے دور چلے جانا چاہیے، اور حضرت حذیفہ رحمۃ اللہ علیہ آپ ﷺ کی حفاظت کے خیال سے آپ کے قریب آ کر کھڑے ہوئے تھے، نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جب انسان قضاء حاجت کے لئے جائے، تو لوگوں کی نگاہوں سے مستور رہے، اور کسی دیوار یا درخت کی آڑ میں کھڑا ہو، مہلب نے کہا: اس حدیث میں شاگرد اور مرید سے خدمت لینے کا ثبوت ہے۔ (۳)

☆ یہ روایت مختصر ہے جس سے بعض غلط فہمیوں کا امکان ہے، صحیح صورت واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کوڑے کے ڈھیر پر پیشاب کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا، تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حسب معمول آپ سے دور ہونے لگے، لیکن چونکہ آپ ﷺ کو صرف پیشاب کی حاجت تھی، جس میں آواز یا بدبو کا امکان نہ تھا (خصوصاً قیام کی حالت میں)، اس لئے آپ ﷺ نے انہیں کہا: اے حذیفہ رضی اللہ عنہ مجھے اوٹ کرو۔ وہ آپ ﷺ سے قریب پچھلی طرف دوسری جانب منہ کر کے کھڑے ہو گئے (ایڑیوں کے قریب سے مراد، مطلق قریب ہے نہ کہ حقیقتاً ایڑیوں سے ایڑیاں ملا کر)۔ اس طرح آپ ﷺ کی طرف نظر کا امکان نہ رہا اور پورا پردہ ہو گیا۔

۱۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۲۰۱۔۲۰۲ ۲۔ ایضاً، ص ۲۰۳ ۳۔ شرح ابن بطال، ج ۱، ص ۳۴۲

☆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عادت بیٹھ کر پیشاب کرنے ہی کی تھی مگر مذکورہ واقعہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر پیشاب کیا۔ اس کی مختلف عقلی ونقلی توجیہات کی گئی ہیں، مثلاً: ڈھیر کی گندگی سے بچنے کے لئے کیونکہ ڈھیر پر بیٹھنے کی صورت میں کپڑوں یا جسم کو گندگی لگ سکتی تھی، یا اس لئے کہ پیشاب کی دھار دور گرے، بیٹھنے کی صورت میں پیشاب قریب گرتا اور واپس پاؤں کی طرف آتا، نیز چھینٹے بھی پڑتے یا گھٹنے میں تکلیف کی وجہ سے بیٹھنا مشکل تھا، جیسا کہ بیہقی کی ایک ضعیف روایت میں ہے۔(۱) یا کمر درد کے علاج کے لئے جیسا کہ اطباء کا خیال تھا۔ بہر حال مذکورہ توجیہات کی روشنی میں عمومی رائے یہی ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی ان میں سے کوئی نہ کوئی وجہ ضرور تھی، لیکن تحقیق یہ ہے کہ ان مذکورہ وجوہ میں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کوئی ایک وجہ بھی بسند صحیح ثابت نہیں، اس لئے اس کے مقابلے میں ایک دوسری رائے بھی ہے، جسے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اختیار کیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر پیشاب صرف بیان جواز کے لئے کیا ہے، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عادت بیٹھ کر ہی پیشاب کرنے کی تھی۔(۲)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق فرماتے ہیں: والاظهر انه فعل ذلك لبيان الجواز، زیادہ واضح بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل صرف بیان جواز کے لئے تھا، (۳) نیز حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں منقول توجیہات کو گویا قابل حجت نہیں سمجھا، بہر حال اگر کوئی شخص ضرورت کے پیش نظر، یا کبھی کبھار بلاضرورت ہی جواز کو پیش نظر رکھتے ہوئے، کھڑے ہوکر، سنت پر عمل کی خاطر، پیشاب کر لیتا ہے تو ان شاء اللہ جائز ہوگا۔

☆ باب کا مقصد یہ ہے کہ اگر آواز یا بدبو کا خدشہ نہ ہو تو پیشاب کے لئے صرف پردہ کافی ہے، دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔(۴)

☆ موزوں پر مسح کرنے پر فقہاء کا اتفاق ہے، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے متعلق تین روایات ہیں، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔

☆ خوارج نے کہا ہے کہ موزوں پر مسح کرنا بالکل جائز نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

☆ شیعہ نے کہا ہے کہ موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے موزوں پر مسح نہیں کیا۔

☆ اہل سنت وجماعت کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ شہرت یہ احادیث مروی ہیں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا ہے، اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر اور حضر میں جدا نہیں ہوتے تھے۔

☆ جن صحابہ سے موزوں پر مسح کرنا منقول ہے ان کے اسماء یہ ہیں: (۱) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ (۳) حضرت سعد رضی اللہ عنہ (۴) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ (۵) حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (۶) حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ (۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ (۸) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ (۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ (۱۰) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (۱۱) حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ (۱۲) حضرت ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ (۱۳) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ (۱۴) حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ (۱۵) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (۱۶) حضرت جابر رضی اللہ عنہ (۱۷) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ (۱۸) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ (۱۹) حضرت عمار رضی اللہ عنہ (۲۰) حضرت ابومسعود الانصاری رضی اللہ عنہ (۲۱) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ (۲۲) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ (۲۳) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ (۲۴) حضرت بلال رضی اللہ عنہ (۲۵) حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ۔ ان کے علاوہ اور اصحاب بھی ہیں، حتیٰ کہ حضرت الحسن البصری نے کہا: مجھ سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر اصحاب نے حدیث بیان کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا ہے، پس یہ حدیث، حدیث متواتر کے قائم مقام ہے۔

۱۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج۱، ص۱۰۱ ۲۔ مسلم: ۶۲۴

۳۔ فتح الباری، ج۱، ص۴۳۰ ۴۔ سنن نسائی (فوائد)، ج۱، ص۹۹۔۱۰۰

☆ حضرت المغیرہ ۹ ہجری میں غزوۂ تبوک میں تھے، لہٰذا ان لوگوں کا قول ساقط ہوگیا، جو کہتے ہیں کہ وضوء کی آیت مدنی ہے، اور اس سے موزوں پر مسح منسوخ ہوگیا اور غزوۂ تبوک مدینہ کا آخری غزوہ تھا، اور سورۂ مائدہ اس سے پہلے نازل ہوئی تھی، جس میں آیت وضوء ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ (۱)

اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے پیروں پر۔

☆ فقہاء کی ایک جماعت نے کہا: ''ارجلکم'' پر زیر پڑھا جائے، تو یہ آیت اس پر محمول ہے، جب موزے پہنے ہوئے ہوں، تو اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے موزوں پر۔

☆ موزوں پر مسح کے غیر منسوخ ہونے کی دلیل یہ ہے، کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ مائدہ کے نزول کے وقت اپنے اصحاب سے یہ نہیں کہا کہ اس آیت نے موزوں پر مسح کو منسوخ کر دیا۔

☆ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے موزوں پر مسح کا انکار نہیں کیا، سوائے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے بھی موزوں پر مسح کی روایت ہے۔

☆ رہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو ان سے اس کے انکار کے خلاف بھی روایت ہے، جو باقی صحابہ کی موافقت میں ہے۔

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے جو موزوں پر مسح کے انکار کی روایت ہے، آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ مجھے پیروں کا دھونا پسند ہے، اگر کسی شخص کا ایسا قول ہو اور وہ موزوں پر مسح کا انکار نہ کرے، تو ہم اس کی مذمت نہیں کریں گے، اور اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ (۲)

☆ صحابہ رضی اللہ عنہم کا موزوں کے مسح پر قولاً وفعلاً اجماع ہے، تمام صحابہ موزوں پر مسح کو جائز کہتے تھے، حتیٰ کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شیخین (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کو فضیلت دو، اور دو دامادوں (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے محبت رکھو، موزوں پر مسح کو جائز سمجھو اور چھواروں کے نبیذ کو حرام نہ قرار دو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں نے اس وقت تک موزوں پر مسح کو جائز نہیں کہا، جب تک کہ اس کا جواز مجھ پر روز روشن کی طرح واضح نہیں ہوگیا، اور اس کا انکار کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر رد کرنا ہے اور ان کو خطاء قرار دینا ہے، اس لئے علامہ کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: جو موزوں پر مسح کا انکار کرے، مجھے اس پر کفر کا خطرہ ہے۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ المائدہ کے نزول کے بعد موزوں پر مسح کیا۔ (۳)

۱۔ المائدہ ۵:۶ ۲۔ شرح ابن بطال، ج ۱، ص ۳۱۳-۳۱۲ ۳۔ سنن دار قطنی، ج ۱، ص ۱۹۴

☆ حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ نے وضوء کیا اور موزوں پر مسح کیا، جب ان سے اس کے متعلق سوال کیا گیا، تو انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء کیا اور موزوں پر مسح کیا، ان سے پوچھا گیا: سورۃ المائدہ کے نزول کے بعد؟ تو انہوں نے کہا: میں سورۃ المائدہ کے نزول کے بعد ہی تو اسلام لایا ہوں۔ (۱)

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب اس لیے کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت میں درد تھا، اور قاضی حسین نے اپنی تعلیق میں کہا کہ اہل ہرات نے اس کی عادت بنالی ہے کہ ہر سال ایک بار کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہیں اس سنت پر عمل کرنے کے لئے اور ایک قول یہ ہے جو بیہقی نے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں میں کوئی مرض تھا اس وجہ کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اگر یہ روایت صحیح ہو تو سب توجیہوں سے بے پروائی ہوگی لیکن اس کو دار قطنی اور بیہقی نے ضعیف کہا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہاں بیٹھنے کی جگہ نہ تھی اس لاچاری سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے رہے کیونکہ کوڑی کے سامنے کا کنارہ اونچا ہوگا۔ ماوردی اور قاضی عیاض نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تا کہ دوسری جانب سے حدث نہ نکلنے پر اطمینان ہو اور یہ اطمینان بیٹھنے میں نہیں ہوتا اور نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تا کہ معلوم ہو کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا درست ہے اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو ترجیح دی ہے اور منذری رحمۃ اللہ علیہ نے چھٹی توجیہ کی وہ یہ ہے کہ وہاں گیلی نجاست ہوگی اور نرم آپ کو خوف ہوا کہ بیٹھ کر پیشاب کرنے میں وہ اپنے اوپر نہ اڑے۔ ابن سید الناس نے شرح ترمذی میں کہا کہ کھڑی ہو کر بھی یہ خوف تھا بلکہ زیادہ تھا اور یہ وجہ تیسری وجہ کی طرف رجوع کرتی ہے اور ابو عوانہ اور ابن شاہین نے کہا یہ منسوخ ہے۔ واللہ اعلم (۲)

۱۰۔ خلاصہ:

اس حدیث مبارکہ سے درج ذیل مسائل مترشح ہوتے ہیں:

☆ پیشاب آنے کی صورت میں قریب ترین جگہ پر پیشاب کرنا چاہیے، کیونکہ زیادہ تر پیشاب روکنے میں ضرر اور بیماری کا خطرہ ہوتا ہے۔

☆ عذر کی بناء پر کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے، بغیر عذر کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

☆ پیشاب کرنے کے لئے پردہ یا کم از کم اوٹ کرنا چاہیے۔

☆ استاد کا شاگرد سے، شیخ کا مرید سے اور بڑوں کا چھوٹوں سے خدمت لینا درست ہے، اور انہیں خود ہی خدمت کرنی چاہیے۔

☆ موزوں پر مسح کرنا مقیم کے لئے ایک دن اور مسافر کے لئے تین دن تک حدود و قیود کے ساتھ جائز ہے۔

۱۔ i- مسند ابو داؤد الطیالسی: ۹۲ ii- مسند احمد، ج ۴، ص ۳۵۸ iii- بخاری: ۳۸۷
iv- مسلم: ۲۷۲ v- سنن ابو داؤد: ۱۵۴ vi- سنن ترمذی: ۹۳
vii- سنن ابن ماجہ: ۵۴۳ viii- صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۶ ix- مصنف عبد الرزاق: ۷۵۶
x- مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۷۶ xi- المستدرک، ج ۱، ص ۱۶۹ xii- بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۱۳۴-۱۳۰

۲۔ i- زہر الربی علی المجتبیٰ للسیوطی ii- شرح سنن نسائی، ج ۱، ص ۵۳

۱۸۔ باب الْقَوْلِ عِنْدَ دُخُولِ الْخَلَاءِ بیت الخلاء جانے کی دعا

اس باب میں قضائے حاجت کے لئے جانے سے پہلے دعا کا ذکر ہے، یعنی جب اس کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھنی چاہیے، اس سے یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ بیت الخلا میں داخل ہونے کے بعد پڑھے۔ پچھلے باب میں پیشاب کرنے کا بیان تھا، اس باب میں قضائے حاجت سے پہلے دعا پڑھنے اور اللہ تعالیٰ ﷻ کی پناہ میں آنے کا بیان ہے۔

۱۹۔أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَنْبَأَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جب قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو (یہ دعا) پڑھتے: اے اللہ تعالیٰ ﷻ! میں شرارتی جنوں اور چڑیلوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

۱۔اطراف:

بخاری:۱۴۲، مسلم:۳۷۵، ابوداؤد:۴، ترمذی:۵، ابن ماجہ:۲۹۸، احمد:۱۱۹۴۸-۱۱۹۸۳، سنن الکبریٰ:۱۹، ابن حبان:۱۴۰۷، ابویعلیٰ:۳۹۱۴

۲۔مطابقت:

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت الفاظ دعا میں ہے۔

۳۔تعارف رجال:

اس حدیث کے چار راوی ہیں، ان تمام کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔اسحاق بن ابراہیم: راجع:۲

۲۔اسماعیل:

آپ کا نام ابوبشر اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم اسدی قرشی بصری (م:۱۹۳ھ) ہے، آپ ابن علیہ کے لقب سے مشہور ہیں، آپ رواۃ کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ ثابت راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے تراسی سال کی عمر میں وفات پائی۔(۱)

۳۔عبدالعزیز بن صہیب:

آپ کا نام عبدالعزیز بن صہیب بنانی (م:۱۳۰ھ) ہے، بنانی نسبت بنانہ بن سعد بن لوی بن غالب کی وجہ سے ہے، آپ رواۃ کے چوتھے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔(۲)

۴۔انس بن مالک: آپ کے حالات حدیث نمبر ۶ پر گزر چکے ہیں۔

۱۔ i۔طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۷۰ ii۔الثقات، ج ۸، ص ۹۸

۲۔ i۔العلل، ج ۱، ص ۱۲۹ ii۔تاریخ الثقات، ص ۳۰۵

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث صحیح اور متفق علیہ ہے، آئمہ صحاح ستہ نے اسے روایت کیا ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

☆ یہ حدیث رباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے، جو کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ ترین سند ہے۔

☆ رباعیات کے اعتبار سے یہ تیسری روایت ہے۔

☆ سند میں امام اسحاق بن راھو مروزی کے علاوہ تمام راوی بصری ہیں،

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مکثرین سبعہ صحابہ میں سے ہیں۔

☆ سند میں روایت لفظ دو دفعہ اخبرنا اور دو دفعہ عن عن استعمال ہوئے ہیں۔

۶۔ لغات:

اعوذبک: میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

الخبث: خبیث کی جمع ہے اور مذکر شیاطین مراد ہیں۔

الخبائث: خبیثہ کی جمع ہے اور مؤنث شیاطین مراد ہیں۔

۷۔ مسائل ونصائح:

☆ اس حدیث میں ''خبث'' اور ''خبائث'' سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے، اس سے مراد شیاطین اور ان کی مؤنثات ہیں، کیونکہ شیاطین بیت الخلاء میں حاضر ہوتے ہیں، یہ وہ مقامات ہیں، جہاں پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ذکر نہیں کیا جاتا، اس لئے ان سے احتراز کرنے کے لئے آپ بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ذکر کرتے تھے۔

☆ ''خبث'' سے مراد کفر یا شر ہے اور ''خبائث'' سے مراد شیاطین ہیں، ابن الاعرابی نے کہا: کہ کلام عرب میں خبث مکروہ چیز کو کہتے ہیں، اگر وہ مکروہ کلام ہو تو وہ سب وشتم ہے، اگر وہ مکروہ طعام ہو تو وہ حرام ہے اور ''خبائث'' ''خبیثہ'' کی جمع ہے، یعنی جو نیک اور محمود فعل نہ ہو، یعنی مذمومہ خصائل رذیلہ۔

☆ آپ جب بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا پڑھتے تھے، کیونکہ یہ جگہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا پاک نام لئے جانے کے قابل نہیں ہے، اور بیت الخلاء میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا دل میں ذکر کرنا چاہیے، نہ کہ زبان سے۔

☆ آج کل گھروں میں اٹیچ باتھ روم بنے ہوئے ہوتے ہیں، جن میں ایک طرف قضاء حاجت کی جگہ ہوتی ہے اور دوسری طرف وضوء کرنے کی جگہ ہوتی ہے، اور درمیان میں کوئی آڑ یا حجاب نہیں ہوتا، سو اس میں بھی اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا نام لینا صحیح نہیں ہے، اور وضوء کرنے سے پہلے باتھ روم سے باہر آ کر بسم اللہ پڑھنی چاہیے، اور وضوء کی دعائیں اس جگہ نہیں مانگنی چاہئیں۔

☆ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ تعالیٰ ﷻ! میں خبث اور خبائث سے تیری پناہ میں آتا ہوں، نبی کریم ﷺ کا شیاطین سے پناہ طلب کرنا: عبودیت کے اظہار اور تعلیم امت کے لئے ہے، ورنہ نبی کریم ﷺ تمام جنات اور انسانوں کے شر سے محفوظ ہیں۔

☆ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ جب نبی کریم ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہوتے، تو یہ دعا کرتے: اے اللہ تعالیٰ ﷻ! میں خبث اور خبائث سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اس حدیث کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ آپ ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہونے کے بعد زبان سے یہ دعا کرتے تھے، بلکہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ: جب آپ ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا کرتے تھے، جس طرح قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ (۱)

پس جب آپ ﷺ قرآن پڑھیں تو شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ ﷻ کی پناہ طلب کریں۔

☆ اس آیت کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ قرآن پڑھنے کے بعد شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ ﷻ کی پناہ طلب کریں، بلکہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جب آپ ﷺ قرآن پڑھنے کا ارادہ کریں، تو شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ ﷻ کی پناہ طلب کریں، اسی طرح اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ: جب آپ ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا پڑھتے، کیونکہ نبی کریم ﷺ بغیر طہارت کے اللہ تعالیٰ ﷻ کا ذکر نہیں کرتے تھے، حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزرا، اس وقت آپ ﷺ پیشاب کر رہے تھے، اس نے آپ ﷺ کو سلام کیا، تو آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا، نبی کریم ﷺ نے تیمم کیا، پھر اس شخص کے سلام کا جواب دیا۔ (۲)

☆ دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے دیر سے سلام کا جواب دینے کا عذر بیان فرمایا ہے:

المہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، اس وقت آپ ﷺ پیشاب کر رہے تھے، انہوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا، آپ ﷺ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا حتیٰ کہ آپ ﷺ نے وضو کر لیا، پھر آپ نے ان کے سامنے عذر بیان کیا اور فرمایا: میں نے بغیر طہارت کے اللہ تعالیٰ ﷻ کے ذکر کرنے کو ناپسند کیا۔ (۳)

☆ بیت الخلاء میں اللہ تعالیٰ ﷻ کا ذکر کرنا تو دور کی بات ہے، آپ ﷺ تو بیت الخلاء جانے سے پہلے اپنی انگوٹھی بھی اتار لیتے تھے، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ ﷻ کا نام لکھا ہوا تھا، حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ بیت الخلاء میں داخلہ ہونے (کا ارادہ) کرتے، تو اپنی انگوٹھی اتار کر رکھ دیتے۔ (۴)

۱۔ النحل: ۹۸

۲۔ i- صحیح مسلم: ۳۷۰ ii- سنن ترمذی: ۹۰ iii- سنن ابوداؤد: ۱۶ iv- سنن نسائی: ۳۷ v- سنن ابن ماجہ: ۳۵۳

۳۔ i- سنن ابوداؤد: ۱۷ ii- ابن ماجہ: ۳۵۰

۴۔ i- سنن ابوداؤد: ۱۹ ii- سنن ترمذی: ۱۷۴۶ iii- سنن نسائی: ۵۲۲۸ iv- سنن ابن ماجہ: ۳۰۳

☆ انگوٹھی پر کوئی غلاف نہیں ہوتا، اس لئے آپ ﷺ انگوٹھی کو اتار دیتے تھے، لیکن جس ذکر پر کوئی غلاف ہو، اس کو بیت الخلاء میں لے جانا جائز ہے، جیسے تعویز چمڑے یا چاندی کے غلاف میں ہو۔ (۱)

☆ بعض علماء نے بیت الخلاء میں دعا کرنے اور ذکر کرنے کو جائز کہا ہے اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ ہر وقت (یا تمام اوقات میں) اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ذکر کرتے تھے۔ (۲)

☆ اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ آپ ﷺ ہر وقت زبان سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ذکر کرتے تھے، بلکہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ ﷺ بعض اوقات زبان سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ذکر کرتے تھے، اور بعض اوقات دل سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ذکر کرتے تھے۔ (۴)

☆ دخول سے مراد ارادۂ دخول ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت میں صراحت ہے۔ (۳) لہٰذا یہ دعا بیت الخلا میں داخل ہونے سے پہلے پڑھنی چاہیے۔ بیت الخلا تو گندگی والی جگہ ہے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے نام کی تقدیس وتنزیہ ضروری ہے، البتہ اگر کوئی بھول جائے اور داخل ہونے کے بعد یا ننگا ہونے کے بعد یاد آئے، تو اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین عظام رحمہم اللہ کا اختلاف ہے کہ دل میں پڑھ لے یا رہنے دے، یا اگر ابھی کپڑے نہیں اتارے تو باہر آ کر دعا پڑھ کر داخل ہو جائے۔

☆ خبائث خبیثہ کی جمع ہے، مراد جنیاں ہیں۔ خبث "با" کے ضمہ کے ساتھ ہو تو خبیث کی جمع ہے، مراد جن ہیں۔ اگر "با" کے سکون کے ساتھ ہو تو اس سے مراد ہر ناپسندیدہ اور مکروہ چیز ہے۔ اس طرح اس کے تحت تمام شریر جن، جنیاں، گندے اخلاق واعمال اور ہر قسم کے نازیبا کلمات واقوال داخل ہیں، لہٰذا اگر اس ضبط کے ساتھ دعا پڑھی جائے تو انسان مذکورہ ہر قسم کے شر اور مکروہات سے محفوظ رہتا ہے، جبکہ جن اور جنیوں سے بچاؤ کی خاطر اس حالت میں بطور خاص دعا کی تلقین اس لئے ہے، کہ انہیں گندگی اور بدبو سے یک گونہ مناسبت ہے، اور اس موقع پر وہ نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں (۵)

۸۔ خلاصہ:

☆ اس حدیث مبارکہ سے امام نسائی رحمہ اللہ کا استدال یہ ہے کہ قضاء حاجت سے پہلے شیاطین سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی پناہ مانگنی چاہیے۔

☆ ہر کام کرنے سے پہلے شیطان مردود سے بچنے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی پناہ کی دعا مانگنی چاہیے۔

☆ نبی کریم ﷺ قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے، تو یہ دعا مانگتے تھے۔

☆ بیت الخلاء کے اندر بیٹھ کر یا قضائے حاجت کے دوران زبان سے کسی قسم کا ذکر جائز نہیں ہے۔

☆ اگر بیت الخلاء اور وضو کرنے کی جگہ اکٹھی ہو تو دوران وضو بھی ذکر کرنا جائز نہیں ہے۔

☆ بیت الخلاء یا قضائے حاجت کے لئے جانے سے پہلے یہ دعا پڑھنی چاہیے۔

۱۔ درمختار، ج ۱، ص ۲۸۸

۲۔ i- سنن ابوداؤد: ۱۸ ii- سنن ترمذی: ۳۳۸۴ iii- سنن ابن ماجہ: ۳۰۲

۳۔ صحیح البخاری ۱۴۲ ۴۔ نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۵۲۹ ۵۔ سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۱۰۰

۱۹۔ باب النَّهْيِ عَنِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ عِنْدَ الْحَاجَةِ
قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف چہرہ کرنے کی ممانعت

اس باب میں قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف چہرہ نہ کرنے کا بیان ہے، پچھلے باب میں قضائے حاجت کے لئے بیت الخلاء جانے کے وقت دعا پڑھنے کا ذکر تھا۔ یہاں پر حاجت سے مراد بول و براز ہے۔

۲۰۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ وَالْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ وَاللَّفْظُ لَهُ عَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ رَافِعِ بْنِ إِسْحَاقَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ وَهُوَ بِمِصْرَ يَقُولُ: وَاللَّهِ مَا أَدْرِي كَيْفَ أَصْنَعُ بِهَذِهِ الْكَرَايِيسِ وَقَدْ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا ذَهَبَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْغَائِطِ أَوِ الْبَوْلِ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يَسْتَدْبِرْهَا

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے شہر مصر میں (قبلہ رو بنے بیت الخلاء دیکھ کر، فرمایا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی قسم! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں ان بیوت الخلا کے ساتھ کیا کروں، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی بول و براز کے لئے جائے، تو قبلہ کی طرف نہ چہرہ کرے، اور نہ ہی پیٹھ کرے۔

۱۔اطراف:

موطا مالک: ص ۱۳۱، احمد: ۲۳۵۷۳، ۲۳۵۷۸

۲۔مطابقت:

حدیث کے الفاظ ” فلایستقبل القبلة“ میں باب کی مطابقت ہیں۔

۳۔تعارف رجال:

اس حدیث کے سات راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

محمد بن سلمہ:

آپ کا نام ابوحارث محمد بن سلمہ بن عبداللہ بن ابوفاطمہ مرادی جملی مصری (م: ۲۴۸ھ) ہے، آپ رواۃ کے گیارہویں طبقہ سے ثقہ فقیہ راوی ہیں، امام مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۲۔الحارث بن مسکین: آپ کے حالات حدیث نمبر ۹ پر گزر چکے ہیں۔

۳۔ابن القاسم:

آپ کا نام ابوعبداللہ عبدالرحمٰن بن قاسم بن خالد بن جنادہ عتقی بصری (م: ۱۹۱) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ کبار سے ثقہ فقیہ راوی ہیں، آپ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ امام بخاری، امام ابوداؤد اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۱۔ i۔الجرح والتعدیل، ج ۷، ص ۲۷۷ ii۔تقریب التھذیب، ج ۲، ص ۱۷۵

۲۔ i۔الثقات، ج ۸، ص ۳۷۴ ii۔الجرح والتعدیل، ج ۱، ص ۴۵۹

۳۔ مالک بن انس:

آپ کا نام ابوعبداللہ مالک بن انس بن مالک بن ابو عامر بن عمرو اصبحی مدنی (م:۱۷۹ھ) ہے، آپ فقہ مالکی کے بانی امام ہیں، آپ امام دار الہجرۃ، راس المتقین اور کبیر المثبتین کے القاب سے مشہور ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، مالک عن نافع عن ابن عمر تمام اسانید صحیح ہیں۔ آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ فقیہ راوی ہیں۔ اہل علم آپ کی ثقاہت، فقاہت اور تقویٰ پر متفق ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور تقریباً نوے سال کی عمر میں وفات پائی، آپ سے ایک ہزار حدیث مروی ہے۔ (۱)

۴۔ اسحاق بن عبداللہ بن ابوطلحہ:

آپ کا نام ابویحییٰ اسحاق بن عبداللہ بن ابوطلحہ انصاری مدنی (م:۱۳۲ھ) ہے، آپ رواۃ کے چوتھے طبقہ سے ثقہ حجۃ راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۵۔ رافع بن اسحاق:

آپ کا نام رافع بن اسحاق مولیٰ الشفا اور بعض نے مولیٰ ابوطلحہ کہا ہے۔ آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔ آپ سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۶۔ ابوایوب الانصاری:

آپ کا نام ابوایوب خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ انصاری بخاری مدنی رضی اللہ عنہ (م:۵۲ھ) ہے، آپ رضی اللہ عنہ کبار بدری صحابہ میں سے ہیں۔ آپ ہی وہ خوش قسمت ذات ہیں، جن کے ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد از ہجرت قیام فرمایا، آپ رضی اللہ عنہ بیعت عقبہ میں شامل تھے، آپ نے غزوہ قسطنطنیہ میں شرکت کی اور جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ کا مزار اقدس (قسطنطنیہ) استنبول (ترکی) میں ہے۔ آپ سے ڈیڑھ سو احادیث مروی ہیں، جن میں سے سات متفق علیہ، ایک حدیث میں امام بخاری اور پانچ میں امام مسلم منفرد ہیں۔ (۴)

آپ غزوۂ بدر اور عقبہ ثانیہ میں حاضر تھے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ آئے تو آپ کے پاس ایک مہینہ ٹھہرے تھے، یہ معزز صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں، انہوں نے ۱۵۰، احادیث، آپ رضی اللہ عنہ جنگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے پچاس ہجری (۵۰ھ) میں قسطنطنیہ میں جہاد کرتے ہوئے فوت ہوگئے، اس جہاد میں آپ یزید بن معاویہ کے ساتھ تھے، اس کے ساتھ نکلے، پھر بیمار ہوگئے، جب ان کا مرض زیادہ ہوگیا، تو انہوں نے اپنے اصحاب سے کہا: جب میں فوت ہو جاؤں، تو مجھے اٹھا لینا اور جب تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو، تو مجھے تم اپنے قدموں کے نیچے دفن کر دینا، سو انہوں نے ایسا ہی کیا، آپ کی قبر قسطنطنیہ کی سرحد کے قریب معروف ہے، اس کی آج تک تعظیم کی جاتی ہے، لوگ وہاں بارش کی طلب کے لئے دعا کرتے ہیں، تو وہاں بارش ہو جاتی ہے۔

۱۔ i۔ تاریخ الدوری، ج۲، ص۵۴۴ ii۔ تقریب التھذیب، ج۲، ص۲۳۱

۲۔ i۔ سوالات ابن جنید، ص۴۰۲ ii۔ الجرح والتعدیل، ج۴، ص۲۲۶

۳۔ i۔ تھذیب الکمال، ج۹، ص۲۰ ii۔ تاریخ الثقات، ص۱۵۱

۴۔ عمدۃ القاری، ج۲، ص۴۲۰

آپ رضی اللہ عنہ عقبہ میں حاضر ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ آئے، تو ان کے پاس ٹھہرے تھے، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر، احد اور تمام مشاہد میں حاضر تھے، آپ کا گھر مدینہ منورہ میں تھا، خوارج کے ساتھ جنگ نہروان میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، اور ان کے بعد ایک لمبے عرصہ تک زندہ رہے، اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں روم کے شہر میں جہاد کرتے ہوئے فوت ہوئے، القسطنطنیہ کی سرحد میں آپ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک ہے۔

حضرت سعید بن المسیب نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوایوب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک میں کوئی مکروہ چیز لگی دیکھی، انہوں نے اس کو نکال کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی، آپ نے ان کو دعا دی: کہ ابوایوب میں جو مکروہ چیز ہو، اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کو نکال لے۔(۱)

حضرت ابوایوب کے آزاد کردہ غلام افلح بیان کرتے ہیں: ایک دن حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ سن رہے ہیں کہ لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کیا کہہ رہے ہیں؟ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں! یہ جھوٹ ہے، اے ام ایوب! کیا تم ایسا کر سکتی ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں! اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی قسم! حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے کہا! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تم سے بہت افضل ہیں، پھر جب قرآن نازل ہوا اور اس میں تہمت لگانے والوں کا ذکر ہوا اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے یہ آیت نازل کی:

لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْراً وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ۝ (۲)

ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اس بات کو سنا، تو وہ ان کے متعلق نیک گمان کرتے اور کہتے: یہ صریح بہتان ہے۔

یعنی جس طرح حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہا سے بات کی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق نیک گمان کیا۔

حضرت ابوزبیدہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور نوف بکالی، حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے گئے، نوف نے کہا: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! ان کو عافیت میں رکھ اور شفا دے، حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ نہ کہو، بلکہ یہ کہو: اگر اس کی زندگی پوری ہوگئی ہے تو اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرما اور اگر اس کی زندگی باقی ہے تو اس کو شفا دے اور اجر عطا فرما۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ پچاس ہجری (۵۰ ھ) میں فوت ہو گئے تھے، اکیاون ہجری (۵۱ ھ) اور باون ہجری (۵۲ ھ) کے بھی قول ہیں۔(۳)

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ جس لشکر کے ساتھ قسطنطنیہ جہاد کے لئے گئے تھے، اس کا امیر یزید بن معاویہ تھا، حضرت ابوایوب بیمار ہو گئے تو یزید عیادت کے لئے آیا اور پوچھا: آپ کی کوئی خواہش ہو تو بتائیں، حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے بتایا: کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے دشمن کے علاقہ میں دور تک لے جانا، پھر مجھے وہاں دفن کر کے لوٹ آنا، جب حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو ان کو القسطنطنیہ کے قریب دفن کر دیا، وہاں ان کی قبر ہے اور لوگ ان کی قبر کے پاس بارش طلب کے لئے دعا کرتے ہیں۔(۴)

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اس سال فوت ہوئے جب یزید بن معاویہ نے القسطنطنیہ پر حملہ کیا، یہ باون ہجری (۵۲ ھ) کا واقع ہے، یزید بن معاویہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، ان کی قبر سرزمین روم میں قسطنطنیہ کے قلعہ کی بنیاد کے پاس ہے، اور مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اہل روم ان کی قبر کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں، اور جب ان پر قحط آئے، تو ان کی قبر کے پاس بارش کے لئے دعا کرتے ہیں۔ جب بارش نہ

۱۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۳۲۳ ۲۔ النور: ۱۲

۳۔ تھذیب الکمال، ج ۵، ص ۳۵۳۔۳۵۲ ۴۔ اسد الغابہ، ج ۲، ص ۱۴۳

ہوتو اہل روم ان کی قبر کو کھول دیتے ہیں، پھر ان پر بارش ہوتی ہے۔

حضرت ابوسعید المعیطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اہل روم نے ان کی قبر پر سفید گنبد بنادیا ہے، اور اس پر قندیل روشن کرتے ہیں۔(۱)

الواقدی نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اہل روم ان کی قبر کی حفاظت کرتے ہیں، اور وہاں بارش کے حصول کی دعا کرتے ہیں۔(۲)

۴۔حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔خصوصیات سند:

☆ یہ حدیث سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ پانچویں (۵) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ اس سند کے راوی مصری اور مدنی ہیں۔

☆ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے مصری راوی ہیں، آپ اور بعد والے تمام مدنی راوی ہیں۔

☆ اس سند میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حارث بن مسکین سے روایت کے الفاظ قراءۃ علیه وانا اسمع، کے استعمال کئے ہیں، اس سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد ہے کہ حضرت حارث بن مسکین رحمۃ اللہ علیہ جب یہ حدیث بیان فرمارہے تھے، تو امام اس مجلس میں حضرت حارث بن مسکین رحمۃ اللہ علیہ کی نظروں سے اوجھل ہوکر سماعت فرمارہے تھے، کیونکہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حارث بن مسکین رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان کچھ معاملات ایسے تھے، جس کی وجہ سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ظاہراً مجلس میں شمولیت اختیار نہ فرماتے تھے۔

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے دوشیوخ کے نام ذکر کرنے کے بعد فرمایا: واللفظ له، اس سے مراد ہے کہ مذکورہ الفاظ امام حارث بن مسکین رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں، اس طرح آپ نے محدثین کے اس مشہور قاعدہ کی رعایت فرمائی ہے، کہ جب کوئی شخص دوشیوخ سے مختلف الفاظ کے ساتھ روایت بالمعنی کرے اور مفہوم ایک ہی ہو تو محدثین کوئی لفظ ایسا ذکر کرتے ہیں، جس سے واضح ہو کہ حدیث کے الفاظ کس شیخ کے ہیں، جیسا کہ اخبرنا فلان وفلانه واللفظ لفلانه هذا لفظ فلانه اخبرنا فلان کے الفاظ ہیں۔(۳)

☆ سند میں روایت لفظ اخبرنا، حدثنی، سمع، یقول اور عن عن استعمال ہوئے ہیں۔

۶۔لغات:

واللہ: اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی قسم!

ما ادری: میں نہیں جانتا

کیف اصنع: میں کیا سلوک کروں۔

۱۔ تاریخ دمشق الکبیر، ج۱۸، ص۴۵۔۴۴

۲۔ i۔ سیر اعلام النبلاء، ج۴، ص۶۵۔۶۴ ii۔ اسد الغابۃ، ج۲، ص۸۰ iii۔ الاصابۃ، ج۱، ص۴۰۵

۳۔ تقریب شرح تدریب، ج۲، ص۱۱۲

الکرابیں : بیوت الخلاء، پاخانے، لیٹرین

ذھب : وہ ایک مرد گیا

الغائط: پاخانہ

البول: پیشاب

فلا یستقبل القبلۃ: قبلہ کی طرف منہ نہ کرے

لایستدبرھا: قبلہ کی طرف پیٹھ نہ کرے۔

نوٹ: اس حدیث کے مسائل ونصائح اور خلاصہ حدیث نمبر ۲۱ کے ضمن میں آ گے آ رہے ہیں۔

۲۰۔ باب النَّهْيِ عَنِ اسْتِدْبَارِ الْقِبْلَةِ عِنْدَ الْحَاجَةِ — قضاحاجت کے وقت قبلہ کی طرف پیٹھ کرنے کی ممانعت

پچھلے باب میں قبلہ کی طرف چہرہ کرنے کی ممانعت کا بیان تھا، اور اس باب میں قبلہ شریف کی طرف پیٹھ نہ کرنے کا بیان ہے۔

۲۱۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ :حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :لَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا لِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ وَلَكِنْ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بول وبراز کے وقت قبلہ کی طرف نہ چہرہ کرو اور نہ ہی پیٹھ، بلکہ تم مشرق یا مغرب کی طرف کرو۔

۱۔اطراف:

بخاری: ۱۴۴، مسلم: ۲۶۴، ابوداؤد: ۹، ترمذی: ۸، ابن ماجہ: ۳۱۸، احمد: ۲۳۵۸، ۲۳۵۹۵، ۲۳۶۳۷، ۲۳۶۳۹، ۲۳۶۳۹، سنن الکبریٰ: ۲۰، مؤطا مالک: ۴۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ، ج۱، ص۱۵۹۔ المعجم الکبیر: ۳۹۳۱

۲۔مطابقت:

حدیث مبارکہ کے درج ذیل الفاظ کی باب کے عنوان سے مطابقت ہے: قبلہ کی طرف پیٹھ نہ کرو

۳۔تعارف رجال:

اس حدیث کی سند کے پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔محمد بن منصور:

آپ کا نام محمد بن منصور بن ثابت بن خالد جواز خزاعی کی (م: ۲۵۲ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۲۔سفیان: آپ کے حالات حدیث نمبر ۱ پر گزر چکے ہیں۔

۱۔ i۔المعجم المشتمل، ص ۹۶۶ ii۔الثقات، ج ۹، ص ۱۱۶

۳۔الزہری: آپ کے حالات بھی حدیث نمبر ۱ پر گزر چکے ہیں۔

۴۔عطاء بن یزید اللیثی:

آپ کا نام ابو محمد عطاء بن یزید لیثی مدنی (م:۱۰۵ھ) ہے، آپ نے ملک شام میں رہائش اختیار کر لی تھی، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ کثیر الحدیث راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے اسی سال سے زائد کی عمر پائی۔(۱)

۵۔ابوایوب: آپ کے حالات حدیث نمبر ۲۰ پر گزر چکے ہیں۔

۴۔حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔خصوصیات سند:

☆ یہ حدیث خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ تیرہویں (۱۳) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔

☆ سند کے ابتدائی دو راوی مکی ہیں، اور آخری تین مدنی ہیں۔

☆ یہ سند مکی اور مدنی راویوں پر مشتمل ہے۔

☆ سند میں روایت لفظ اخبرنا اور حدثنا ایک ایک دفعہ، اور عن عن تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔لغات:

لکن شرقوا او غربوا: لیکن تم مشرق یا مغرب کو چہرے کرو۔ اس سے مراد ہے کہ قبلہ اگر جنوب کی جانب ہے یا شمال کی جانب، تو قضائے حاجت کے وقت چہرے یا پیٹھ کو مشرق و مغرب کی جانب کرو، لیکن اگر قبلہ مشرق یا مغرب کی طرف ہے، تو چہرے یا پیٹھ کو شمالاً جنوباً کرو۔

۷۔مسائل ونصائح:

☆ نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کے متعلق فقہاء کے حسب ذیل مذاہب ہیں:

۱۔امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ بول اور براز کے وقت صحرا میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا حرام ہے اور بیت الخلاء میں حرام نہیں ہے، حضرت عباس بن عبد المطلب، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم شعبی، اسحاق راہویہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مسلک ہے۔

۱۔ i۔علل ابن مدینی، ص ۶۸ ii۔طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۵۹

۲۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، مجاہد، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، ابی ثور اور دوسری روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ صحراء اور بیت الخلاء، دونوں جگہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز نہیں ہے۔

۳۔ عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ صحراء اور بیت الخلاء، دونوں جگہ قضاء حاجت کے وقت منہ کرنا جائز ہے۔

۴۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول کے مطابق قضاء حاجت کے وقت صحراء اور بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز نہیں ہے، البتہ پیٹھ کرنا جائز ہے۔

(امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز ہے نہ پیٹھ کرنا خواہ صحراء ہو یا بیت الخلاء)

☆ مانعین کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے مطلقاً منع کیا گیا ہے، مثلاً حضرت سلمان، حضرت ابوایوب اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کی احادیث، نیز انہوں نے کہا قبلہ کی طرف منہ کرنے سے ممانعت قبلہ کی حرمت کی وجہ سے ہے اور یہ علت صحراء اور بیت الخلاء، دونوں میں موجود ہے اور اگر بیت الخلاء کی دیوار اس کے اور قبلہ کے درمیان حائل ہونے کو کافی ہو تو ایسا حائل صحراء میں بھی ہے، کیونکہ ہمارے اور کعبہ کے درمیان بہت سے پہاڑ اور وادیاں وغیرہ ہیں۔

☆ جن فقہاء نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کو مطلقاً جائز کہا ہے انہوں نے صحیح مسلم کی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف منہ اور کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے ہوئے دیکھا، اور دوسری روایت یہ ہے: امام احمد بن حنبل اور امام ابن ماجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ لوگ قبلہ کی طرف اپنی فروج کو برہنہ کرنا پسند کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا لوگ واقعی ایسا کرتے ہیں؟ اپنی فروج (شرمگاہوں) کو جس قبلہ کی طرف کرنا چاہو کرلو۔

☆ جن فقہاء نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف پیٹھ کرنے کو جائز اور منہ کرنے کو ناجائز کہا ہے انہوں نے امام مسلم کی اس روایت سے استدلال کیا ہے، ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا ہے۔

☆ جن فقہاء نے صحرا میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے سے منع کیا ہے اور بیت الخلاء میں منہ یا پیٹھ کرنے کو جائز کہا ہے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے استدلال کیا ہے، جس کو ہم نے ابھی صحیح مسلم کے حوالے سے بیان کیا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت مذکورہ سے بھی استدلال کیا ہے، نیز امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال سے ایک سال پہلے دیکھا قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کر رہے تھے۔ اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے مروان الاصفر کہتے ہیں میں نے دیکھا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اونٹنی قبلہ کی طرف کر کے بٹھائی پھر اس کی آڑ میں پیشاب کرنے لگے میں نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن کیا اس سے منع نہیں کیا گیا، انہوں نے کہا اس سے صرف فضا (خالی میدان) میں منع کیا گیا ہے لیکن جب تمہارے اور قبلہ کے درمیان کوئی چیز حجاب بن جائے تو پھر کوئی حرج نہیں، یہ تمام احادیث اس کی تصریح کرتی ہیں کہ بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا جائز ہے اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث ممانعت پر دلالت کرتی ہیں، اس لیے ممانعت کی احادیث کو صحرا پر محمول کر دیا جائے گا تا کہ مطابقت ہو جائے۔ اور اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب احادیث کو جمع کرنا ممکن ہو تو بعض احادیث کو ترک نہیں کیا جائے گا بلکہ ان احادیث کو جمع کرنا واجب ہے۔ ان فقہاء نے

صحراء اور بیت الخلاء میں فرق کیا ہے کیونکہ بیت الخلاء میں قبلہ سے انحراف کرنے میں مشقت ہوگی (میں کہتا ہوں کہ ابتداء بیت الخلاء قبلہ سے انحراف کر کے بنائے جائیں تو کیوں مشقت ہوگی؟ سعیدی غفرلہ،) اور صحراء میں قبلہ سے منحرف ہو کر بیٹھنے میں کوئی مشقت نہیں ہے۔

جن فقہاء نے قبلہ کی طرف مطلقاً پیٹھ کرنے کو جائز کہا ہے ان کے رد کے لیے وہ احادیث صحیحہ کافی ہیں جن میں قبلکہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے سے صراحۃً منع کیا ہے، جیسے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کی روایات ہیں۔ (۱)

☆ علامہ وشتانی ابی مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے شہر اور صحرا دونوں جگہ قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں دونوں جگہ منہ یا پیٹھ کرنے کا جواز ہے، امام مالک اور امام شافعی نے ان دونوں حدیثوں کو جمع کیا، حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی حدیث کو صحراء پر محمول کیا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو شہروں پر۔

☆ علامہ مازری مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ صحراء میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے پر فقہاء کا اتفاق ہے اور شہروں کے بیت الخلاء میں اختلاف ہے اور وجہ اختلاف کی یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت عام ہے اس میں صحراء یا شہر کی قید نہیں ہے اور اس کے معارض حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں بیت المقدس کی طرف منہ اور کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے ہوئے تھے، پس جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو آپ کے فعل پر مقدم کیا اس نے مطلقاً منع کیا ہے اور جس نے قول کو فعل کے قائم مقام کیا اس نے اس قول کے عموم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے تخصیص کر دی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جس نے ممانعت کی علت قبلہ کی تکریم قرار دی اس نے صحراء اور شہروں دونوں میں منع کیا اور جس نے کہا ممانعت کی علت یہ ہے کہ قبلکہ کی طرف منہ کر کے فرشتے نماز پڑھتے ہیں اس نے شہروں کے بیت الخلاء میں اجازت دی کیونکہ بیت الخلاء کی دیوار اس کے اور فرشتوں کے درمیان حائل اور حجاب بن جاتی ہے۔ (۲)

☆ علامہ مازری رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر میں غور کیا جائے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی ترجیح ظاہر ہو جاتی ہے کیونکہ قول، فعل پر مقدم ہوتا ہے، اس لیے کہ فعل کبھی شارع علیہ السلام کی خصوصیت بھی ہوتا ہے، نیز جب حلال اور حرام کے دلائل میں تعارض ہو تو حرام کے دلائل کو ترجیح دی جاتی ہے اس لیے صحیح یہی ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ مطلقاً نہ کی جائے خواہ صحراء ہو یا شہر اور یہ قبلہ کی تعظیم اور تکریم کا تقاضا ہے۔

☆ علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم کے نزدیک کھلی جگہ میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء میں جائے تو قبلہ کی طرف منہ کرے نہ قبلہ کی طرف پشت کرے لیکن مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرے، حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے کہا ہم شام میں گئے تو ہم نے کعبہ کی طرف بیت الخلاء بنے ہوئے دیکھے ہم کعبہ سے انحراف کر کے بیٹھتے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے استغفار کرتے اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لیے بیٹھے تو قبلہ کی طرف منہ کرے نہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرے، عروہ بن ربیعہ اور

۱۔ شرح صحیح مسلم، ج ۱ ص ۱۳۰ ۲۔ اکمال اکمال المعلم، ج ۲ ص ۴۱

داؤد نے کہا کہ قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنا جائز ہے کیونکہ امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا پھر میں نے آپ کو وصال سے ایک سال پہلے دیکھا آپ قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کر رہے تھے، یہ حدیث نسخ کی دلیل ہے اور اس کی تقدیم واجب ہے۔

☆ ہماری دلیل ممانعت کی احادیث صحیحہ ہیں اور حضرت جابر کی حدیث میں یہ احتمال ہے کہ انہوں نے آپ کو کسی عمارت میں دیکھا ہو یا وہاں کوئی حاجب اور حائل ہو اور احتمال کے ساتھ نسخ ثابت نہیں ہوتا، اس لیے ترمذی کی حدیث کو عمارت پر محمول کرنا واجب ہے تاکہ احادیث میں موافقت ہو۔

جب کوئی عمارت ہو یا کوئی حاجب ہو تو پھر قبلہ کی طرف منہ کرنے میں دو قول ہیں:

۱۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ اب بھی قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا جائز نہیں ہی کیونکہ احادیث صحیحہ میں بالعموم ممانعت کی گئی ہے۔

۲۔ عمارتوں میں قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنا جائز ہے، یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ حضرت جابر کی حدیث کے بیان کردہ محمل سے ظاہر ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ خالی جگہ اور عمارت دونوں جگہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا جائز ہے، کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن میں حضرت حفصہ کے گھر پر چڑھا تو دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کر رہے تھے، آپ کا منہ شام کی طرف تھا اور کعبہ کی طرف پیٹھ تھی۔ (۱)

☆ علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھنے میں خطاء واقع ہوئی ہے کیونکہ ایسی حالت میں کسی عام شخص کو بھی غور سے نہیں دیکھا جاتا چہ جائیکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو، ثانیاً یہ ہوسکتا ہے کہ آپ کی پیٹھ سمت کعبہ کی طرف ہو عین کعبہ کی طرف نہ ہو، ثالثاً یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ آپ کی خصوصیت ہو کیونکہ کعبہ کی تعظیم ہم پر واجب ہے آپ پر نہیں ہے، رابعاً جب تحریم اور اباحت میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح ہوتی ہے۔ اس لیے صحیح ہی ہے کہ قضاء حاجت کے وقت کعبہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا مطلقاً ممنوع ہے خواہ شہر ہو یا صحراء اور یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب مہذب ہے۔ (۲)

☆ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلة ولا یولها ظهره شرقوا اورغربوا(۳)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء آئے تو قبلہ کی طرف منہ کرے نہ قبلہ کی طرف پشت کرے، مشرق کی طرف منہ کر دیا مغرب کی طرف۔

۱۔ المغنی، ج ۱، ص ۱۰۷ ۲۔ شرح صحیح مسلم، ج ۱، ص ۹۴۱

۳۔ صحیح بخاری، ج ۱، ص ۲۶

اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔(۱)

☆ علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ بول اور براز کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز ہے نہ قبلہ کی طرف پیٹھ خواہ صحراء (کھلا میدان) ہو یا کوئی عمارت ہو۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے عموم سے استدلال کیا ہے، اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ، فیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابوثور رحمۃ اللہ علیہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مسلک ہے اور اس حدیث کے راوی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مسلک ہے، نیز یہ ممانعت قبلہ تعظیم کی وجہ سے ہے اور وہ صحراء اور عمارت دونوں میں موجود ہے اور اگر عمارت میں جواز دیوار کے حائل ہونے کی وجہ سے ہے تو صحراء میں بھی دور دراز کے شہر حائل ہیں اور شہروں اور کعبہ کے درمیان متعدد پہاڑ حائل ہیں، خصوصاً اس لیے کہ زمین گول ہے اس لیے صحراء اور کعبہ میں بالکلیہ موازات نہیں ہے، امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ علت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق صحراء میں نماز پڑھتی ہے تو تم قضائے حاجت کے وقت ان کی طرف منہ اور پیٹھ نہ کرو، علت صحراء میں ہے، عمارت میں نہیں ہے، امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ یہ علت نص حدیث کے معارض ہے، فقہاء احناف نے اس حدیث کے علاوہ اور متعدد احادیث سے استدلال کیا ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے،

۱۔ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے کوئی شخص قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب نہ کرے۔

۲۔ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ حضرت معقل بن ابی معقل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بول اور براز کے وقت قبلتین کی طرف منہ کرنے سے منع فرمایا۔ (قبلتین سے مراد کعبہ اور بیت المقدس ہے)

۳۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بول اور براز کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا ہے۔

۴۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے لیے بمنزلہ والد ہوں اور تم کو یہ تعلیم دیتا ہوں کہ جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لیے جائے تو قبلہ کی طرف منہ کرے نہ پیٹھ۔(۲)

☆ علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری المالکی القرطبی لکھتے ہیں:

فقہاء میں سے ابراہیم النخعی رحمۃ اللہ علیہ، ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا یا پیٹھ کرنا مکروہ ہے، اور ان لوگوں کی نظر سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث غائب تھی، جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ ممانعت صحرا اور میدانوں میں ہے، گھروں میں نہیں ہے اور کسی نے یہ روایت نہیں کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاء حاجت کے وقت صحرا میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کی آپ سے صرف یہ مروی ہے کہ آپ نے گھر میں ایسا کیا۔

۱۔ صحیح مسلم، ج۱، ص۱۳۰

۲۔ i۔ عمدۃ القاری، ج۲، ص۲۷۸۔۲۷۷ ii۔ شرح صحیح مسلم، ج۱، ص۹۳۸۔۹۴۲

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت کی حدیث کے لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ناسخ ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

مروان الاصفر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی اونٹنی کو قبلہ کی طرف بٹھایا، پھر بیٹھ کر قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کیا، میں نے کہا: اے ابو عبدالرحمٰن! کیا اس فعل سے منع نہیں کیا گیا؟ حضرت ابن عمر نے کہا: کیوں نہیں! اس فعل سے صرف کھلی جگہ میں منع کیا گیا ہے، لیکن جب تمہارے اور قبلہ کے درمیان کوئی آڑ یا حجاب ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد، ۱۱، امام ابوداؤد اس روایت کے ساتھ منفرد ہیں)

☆ حضرت وکیع بیان کرتے ہیں کہ میں نے شعبی سے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہیں کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف نہ منہ کرو اور نہ پیٹھ کرو اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اچانک میری نظر اٹھ گئی تو میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ کیے ہوئے تھے، شعبی نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی صادق ہیں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی صادق ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول جنگلوں اور صحراؤں کی متعلق ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول بیوت الخلاء کے متعلق ہے اور رہے تمہارے بیت الخلاء تو ان کے لیے کوئی قبلہ نہیں ہے۔

☆ یہ آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے صحرا اور میدان کے ساتھ خاص کر لیا گیا ہے۔

رہا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ لوگ اس طرح کہتے ہیں کہ جب تم قضاء حاجت کے لیے بیٹھو تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو، نہ بیت المقدس کی طرف تو ان کے اس قول میں یہ دلیل ہے کہ صحابہ کرام سنتوں سے معانی حاصل کرنے میں مختلف تھے، اور ان میں سے ہر ایک اس پر بالعموم عمل کرتا تھا، جو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔

☆ علامہ ابن القصار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے لیے یہ کیسے جائز ہوا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم گاہ کی طرف دیکھیں، اس کا جواب یہ ہی کہ ان کی اچانک نظر پڑ گئی تو انہوں نے دیکھ لیا اور انہوں نے قصداً نہیں دیکھا، پھر جو کچھ انہوں نے دیکھا تھا، اس کو نقل کر دیا۔

☆ حافظ یوسف بن عبداللہ بن محمد ابن عبدالبراز المالکی القرطبی مذکور الصدر دلائل نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی مطلقاً ممانعت والی حدیث کو صحراء پر محمول کرنا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی رخصت والی حدیث کو بیت الخلاء پر محمول کرنا جیسا کہ شعبی نے کہا ہے، یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اور ان کے اصحاب کا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا قول ہے اور یہی ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق بن راھویہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

حضرت سفیان ثوری اور کوفیوں (فقہاء احناف) کا مذہب یہ ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنا جائز نہیں ہے، صحراء میں نہ بیت الخلاء میں، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے اور ان کا استدلال حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی احادیث سے ہے، جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے مطلقاً منع فرمایا ہے۔ (۱)

۱۔ تمہید، ج ۱، ص ۲۵۹

☆ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں: ایک روایت یہ ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے، خواہ وہ صحراء میں ہو یا بیت الخلاء میں اور یہی ثوری اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، کیونکہ احادیث میں بالعموم ممانعت ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنا جائز ہے اور یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ (۱)

☆ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ نظریہ تھا کہ قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت صرف صحراء میں ہے، جب کہ وہاں کوئی حجاب نہ ہو، جیسا کہ اس پر امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث دلالت کرتی ہیں۔ (۲)

☆ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے حدیث مذکور سے استدلال کے جوابات:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے آئمہ ثلاثہ نے بیت الخلاء میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کے جواز پر استدلال کیا ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اس حدیث سے استدلال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

۱۔ ممانعت کی حدیث متعدد صحابہ سے مروی ہے، جن میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ہیں، اور رخصت کی حدیث صرف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور جو حدیث چھ صحابہ سے مروی ہو، وہ اس حدیث پر راجح ہے، جو صرف ایک صحابی سے مروی ہو۔

۲۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے قصداً اور بہ غور نہیں دیکھا تھا کہ بیت الخلاء میں قضاء حاجت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ بیت المقدس کی طرف تھا، اتفاقاً ان کی نظر پڑ گئی تھی، اس حالت میں عام آدمی کی طرف بھی دیکھنا جائز نہیں ہے، چہ جائیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف، سو ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھنے میں خطاء واقع ہوئی ہو، اس لیے اس حالت میں ان کی روایت قابل اعتماد نہیں ہے، خصوصاً جب کہ اس کے خلاف متعدد احادیث صحیحہ ہیں۔

۳۔ ممانعت کی احادیث عام ہیں اور رخصت کی حدیث خاص ہے اور عام خاص پر مقدم ہوتا ہے، لہٰذا ممانعت کی احادیث راجح ہیں۔

۴۔ ممانعت کی احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے اور رخصت کی حدیث میں آپ کا فعل ہے اور آپ کا قول آپ کے فعل پر راجح ہوتا ہے، لہٰذا ممانعت کی احادیث راجح ہیں۔

۵۔ ممانعت کی احادیث تحریم پر دلالت کرتی ہیں اور رخصت کی حدیث اباحت پر دلالت کرتی ہے اور جب تحریم اور اباحت میں تعارض ہو تو تحریم راجح ہوتی ہے، لہٰذا ممانعت کی احادیث راجح ہیں۔

۶۔ ممانعت کی احادیث میں کعبہ کا زیادہ احترام ہے، اس لیے وہ راجح ہیں۔

۷۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ سے افضل ہیں، اس لیے قضاء حاجت کے وقت بیت الخلاء میں آپ کی پیٹھ کعبہ کی طرف ہو تو کوئی حرج نہیں، اس کے برخلاف ہمارا یہ مقام نہیں، ہم پر کعبہ کا احترام لازم ہے اور ہمارا اس حالت میں کعبہ کی طرف پیٹھ کرنا جائز نہیں ہے۔

۱۔ المغنی، ج ۱، ص ۲۰۶ ۲۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۲۹۱

۸۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز میں عین کعبہ کی طرف منہ کرنے کے مکلف تھے اور ہم سمت کعبہ کی طرف منہ کرنے کے مکلف ہیں، اسی طرح آپ قضاء حاجت کے وقت عین کعبہ کی طرف منہ یا پیٹھ نہ کرنے کے مکلف تھے، سو جب حضرت ابن عمر نے آپ کو دیکھا تو آپ کی پیٹھ سمت کعبہ کی طرف تھی نہ کہ عین کعبہ کی طرف اور یہ بہ غور تحقیق کرنے کا موقع نہ تھا۔(۱)

۸۔ خلاصہ:

☆ یہ حدیث قبلہ کی طرف چہرے یا پیٹھ کرنے کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے، خواہ صحرا ہو یا بیت الخلاء۔

☆ یہ حدیث مبارکہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر پانچ صحابہ کرام حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ کو آئمہ صحاح نے روایت کیا ہے۔

☆ ہر مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ قضائے حاجت کے وقت، قبلہ شریف کی طرف، نہ چہرہ کرے اور نہ ہی پیٹھ کرے۔

☆ قبلہ شریف کی عزت واحترام اور اختلاف سے نکلنے کے لئے بھی یہی بہتر ہے کہ آدمی خواہ صحرا میں ہو یا چار دیواری کے اندر، ہر حال میں کعبہ شریف کی طرف چہرہ یا پیٹھ کرنے سے بچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

☆ اہل پاکستان کا قبلہ مغرب کی جانب ہے، اس لئے انہیں شمالاً جنوباً چہرہ کرنا چاہیے، اور مشرق ومغرب کی جانب چہرہ یا پیٹھ نہیں کرنی چاہیے۔

۱۔ نعمۃ الباری، ج۱، ص ۵۳۷۔۵۳۹

۲۱۔ باب الْاَمْرِ بِاسْتِقْبَالِ الْمَشْرِقِ اَوِ الْمَغْرِبِ عِنْدَ الْحَاجَةِ

قضائے حاجت کے وقت مشرق یا مغرب کی طرف چہرہ کرنے کا حکم

پچھلے باب میں قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف پیٹھ نہ کرنے کا بیان تھا، اس باب میں مشرق یا مغرب کی طرف چہرہ کرنے کا بیان ہے، چونکہ مدینہ منورہ سے قبلہ جنوب کی جانب ہے، اس لئے اہل مدینہ اور دیگر لوگ جن کا قبلہ جنوب یا شمال کی جانب ہے، ان کے لئے یہ حکم ہے، اور جن کا قبلہ مغرب یا مشرق کی جانب ہے، ان کا حکم یہ نہیں ہے۔

۲۲۔ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ :أَنْبَأَنَا غُنْدَرٌ قَالَ :أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ قَالَ :أَنْبَأَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الْغَائِطَ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلٰكِنْ لِيُشَرِّقْ أَوْ لِيُغَرِّبْ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کے لئے جائے، تو قبلہ کی طرف چہرہ نہ کرے، بلکہ وہ مشرق یا مغرب کی جانب چہرہ کرے۔

۱۔ اطراف:

راجع: ۲۰

۲۔ مطابقت:

حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: وہ مشرق یا مغرب کی جانب چہرہ کرے۔

۳۔ تعارفِ رجال:

اس حدیث کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ یعقوب بن ابراہیم:

آپ کا نام ابو یوسف بن ابراہیم بن کثیر بن افلح عبدی دورقی بغدادی (م: ۲۵۲ھ) ہے، آپ صاحب مسند اور حافظ ہیں، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ صدوق متقن راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے چھیانوے سال کی طویل عمر پائی۔ (۱)

۲۔ غندر:

آپ کا نام ابوعبداللہ محمد بن جعفر ھذلی مدنی بصری (م: ۱۹۳ھ) ہے، آپ امام غندر کے نام سے مشہور ہیں، آپ الصحیح الکتاب کے مصنف ہیں، آپ بیس سال حضرت شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے، آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، البتہ غفلت کے مرتکب ہوئے ہیں، اصحاب صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۳۔ معمر: آپ کے حالات حدیث نمبر ۱۰ پر گزر چکے ہیں۔

۴۔ ابن شہاب: آپ کے حالات حدیث نمبر ۱ پر گزر چکے ہیں۔

۱۔ i۔ تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۲۷۷ ii۔ المعجم المشتمل، ص ۱۱۷۶

۲۔ تقریب التھذیب، ج ۲، ص ۱۶۱

۵۔عطاء بن یزید: آپ کے حالات حدیث نمبر۲۱ پر گزر چکے ہیں۔

۶۔ابی ایوب الانصاری: آپ کے حالات حدیث نمبر۲۰ پر گزر چکے ہیں۔

۶۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔

۷۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ حدیث سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے اس کتاب میں یہ پانچویں (۵) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند میں پہلا راوی بغدادی، دوسرا اور تیسرا بصری اور آخری تین راوی مدنی ہیں۔

☆ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ وہ خوش قسمت صحابی ہیں، جن کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد قیام فرمایا تھا۔

☆ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ڈیڑھ سو احادیث مروی ہیں۔

☆ سند میں روایت کے الفاظ اخبرنا، حدثنا اور عن عن تینوں الفاظ دو دو دفعہ استعمال ہوئے ہیں۔

نوٹ:

لغات، مسائل ونصائح اور خلاصہ حدیث نمبر۲۱ پر ملاحظہ ہوں۔

۲۲۔ بابُ الرُّخْصَةِ فِيْ ذٰلِكَ فِي الْبُيُوتِ

گھروں میں قبلہ کی طرف چہرہ یا پیٹھ کرنے کی اجازت ہے

اس باب کے قائم کرنے میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود یہ ہے کہ گھروں اور چاردیواری کے اندر قبلہ کی طرف چہرہ یا پیٹھ کر کے قضائے حاجت کرنا جائز ہے، جب کہ جمہور علماء کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔اس سے پہلے باب میں قبلہ کی طرف مطلقاً چہرہ یا پیٹھ نہ کرنے کا بیان تھا۔

۲۳۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَمِّهِ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: لَقَدِ ارْتَقَيْتُ عَلَى ظَهْرِ بَيْتِنَا فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لِحَاجَتِهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا، تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو اینٹوں پر بیٹھ کر، بیت المقدس کی طرف چہرہ کر کے قضائے حاجت کرتے دیکھا۔

۱۔اطراف:

بخاری: ۱۴۵، ۱۴۸، ۱۴۹، مسلم: ۲۶۶، ابوداؤد: ۱۲، ترمذی: ۱۱، ابن ماجہ: ۵۹، ابن حبان: ۱۴۲۱، سنن دارقطنی: ج۱ص۶۱، سنن بیہقی: ج۱ص ۹۲، المعجم الکبیر: ۱۳۳۱۲

۲۔مطابقت:

رسول اللہ ﷺ اپنے گھر کے اندر قضائے حاجت فرمارہے تھے، اور چہرہ بیت المقدس کی طرف تھا، مدینہ منورہ سے بیت المقدس شمال کی طرف ہے، اور خانہ کعبہ جنوب کی طرف ہے۔ اس لئے آپ ﷺ کا چہرہ اقدس اگر بیت المقدس کی طرف تھا، تو پیٹھ مبارک قبلہ کی طرف تھی، حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان سے مطابقت یہی ہے۔

۳۔تعارفِ رجال:

اس حدیث کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں۔

۱۔قتیبۃ بن سعید: آپ کے حالات حدیث نمبر ۱ پر گزر چکے ہیں۔

۲۔مالک: آپ کے حالات حدیث نمبر ۷ پر گزر چکے ہیں۔

۳۔یحیٰی بن سعید:

آپ کا نام یحیٰی بن سعید بن قیس بن عمرو بن سہل بن ثعلبہ انصاری بخاری مدنی (م:۱۴۴ھ) ہے، آپ قاضی مدینہ منورہ رہے، آپ رواۃ کے پانچویں طبقہ سے ثقہ، مدنی، تابعی راوی ہیں، آپ سے تقریباً تین سو احادیث مروی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۴۔محمد بن یحیٰی بن حبان:

آپ کا نام ابوعبداللہ محمد بن یحیٰی بن حبان بن منقذ بن عمرو انصاری مازنی مدنی (م:۱۲۱ھ) ہے، آپ کے درس کا حلقہ مسجد نبوی ﷺ میں قائم تھا، آپ رواۃ کے چوتھے طبقہ سے ثقہ فقیہہ راوی ہیں، آپ فقیہہ مدینہ کے نام سے مشہور ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے چوہتر (۷۴) سال کی عمر میں وفات پائی۔(۲)

۵۔واسع بن حبان:

آپ کا نام واسع بن حبان بن منقذ بن عمرو انصاری مازنی مدنی ہے، آپ رواۃ کے دوسرے طبقہ سے مدنی، تابعی، ثقہ راوی ہیں، آپ کے والد اور دادا دونوں صحابی رسول ﷺ ہیں۔ بعض نے آپ کو صحابہ میں شامل کیا ہے۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۳)

۶۔عبداللہ بن عمر: آپ کے حالات حدیث نمبر ۱۵ پر گزر چکے ہیں۔

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح و متفق علیہ ہے، آئمہ صحاح ستہ نے اسے روایت کیا ہے۔

۱۔ i۔ تقریب التھذیب، ج ۲، ص ۳۵۶ ii۔ تاریخ الثقات، ص ۴۷۲

۲۔ i۔ تاریخ الدوری، ج ۲، ص ۵۴۲ ii۔ تھذیب الکمال، ج ۲۶، ص ۶۰۷

۳۔ i۔ الجرح والتعدیل، ج ۹، ص ۴۸ ii۔ الثقات، ج ۵، ص ۴۹۸

۵۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ حدیث سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ ساتویں (۷) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔

☆ قتیبہ بن سعید کے علاوہ تمام راوی انصاری مدنی ہیں۔

☆ سند کے اکثر راوی تابعی اور صحابی ہیں۔

☆ واسع بن حبان خود (ایک قول)، ان کے والد اور دادا (منقذ) تینوں صحابی تھے۔

☆ واسع بن حبان کی روایت کو اگر تسلیم کیا جائے، تو یہ صحابی کی صحابی سے روایت ہے۔

☆ واسع بن حبان کو اگر تابعین میں شمار کیا جائے، تو اس سند میں تین تابعین یحییٰ بن سعید، محمد بن یحییٰ اور واسع بن حبان نے ایک دوسرے سے روایت کی ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا ایک دفعہ اور عن عن پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔لغات:

لقد ارتقیت: میں بلند ہوا، مراد ہے میں چڑھا۔

فرایت: میں نے دیکھا۔

مستقبل: چہرہ مبارک کئے ہوئے۔

ظھر بیتنا: اپنے گھر کی چھت پر۔

لبنتین: دو اینٹیں۔

بیت المقدس: قبلہ اول کا نام۔

۷۔مسائل ونصائح:

حدیث نمبر ۲۱ پر گزر چکے ہیں۔

۸۔خلاصہ:

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت پر چڑھے تھے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا آپ رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں۔

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث مبارکہ سے استدلال یہ ہے کہ چاردیواری کے اندر قبلہ کی طرف قضائے حاجت کے لئے چہرہ یا پیٹھ کرنے میں حرج نہیں ہے۔

☆ آئمہ ثلاثہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: کہ چاردیواری کے اندر قضائے حاجت کے وقت، قبلہ کی طرف چہرہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔

☆ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ حدیث مبارکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاصہ پر محمول ہوگی، یا قوی حدیث کی بناء منسوخ قرار پائے گی، اس لئے چاردیواری کے اندر بھی قبلہ شریف کی طرف چہرہ یا پیٹھ کر کے قضائے حاجت کرنا جائز نہیں ہے۔

☆ علماء کے اختلاف سے بچنے کے لئے اور کعبۃ اللہ کی عزت وحرمت کے لئے بہتر یہی ہے کہ چاردیواری اور صحرا دونوں جگہ پر قضائے حاجت کے وقت چہرہ یا پیٹھ قبلہ کی طرف نہ کی جائے۔

۲۳۔ بَابُ النَّهْيِ عَنْ مَسِّ الذَّكَرِ بِالْيَمِيْنِ عِنْدَ الْحَاجَةِ

قضائے حاجت کے وقت شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے چھونا منع ہے

اس باب میں بول وبراز کرتے ہوئے مرد کے لئے شرمگاہ (عضو تناسل) کو نہ چھونے کا بیان ہے۔ پچھلے باب میں گھروں میں قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف چہرہ یا پیٹھ کرنے کی اجازت کا بیان تھا، اس باب میں قضائے حاجت کے دوران شرمگاہ کو نہ چھونے کا بیان ہے۔

۲۴۔ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ دُرُسْتَ قَالَ: أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْمَاعِيلَ وَهُوَ الْقَنَّادُ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي قَتَادَةَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَأْخُذْ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے، تو اپنی شرمگاہ (عضو تناسل) کو دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے۔

ا۔اطراف:

بخاری: ۱۵۳، ۱۵۴، ۵۶۳۰، مسلم: ۲۶۷، ابوداؤد: ۳۱، ترمذی: ۱۵، ابن ماجہ: ۳۱۰، احمد: ۲۲۵۸۵، سنن الکبریٰ: ۶۸۸۳، ابن خزیمہ: ۷۹، عبدالرزاق: ۱۹۵۸۴، الحمیدی: ۴۲۸

۲۔مطابقت:

حدیث کی باب سے مطابقت میں پوری حدیث مبارکہ ہے۔

۳۔تعارف رجال:

اس حدیث کی سند کے پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں۔

ا۔یحییٰ بن درست:

آپ کا نام ابوزکریا یحییٰ بن درست بن زیاد ہاشمی بصری ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔ امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ رحمہ اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ابواسماعیل:

آپ کا نام ابواسماعیل ابراہیم بن عبدالملک قناد بصری ہے۔ آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ صدوق راوی ہیں، البتہ آپ کے حافظے میں کلام ہے۔ امام ترمذی اور امام نسائی رحمہ اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۳۔یحییٰ بن ابی کثیر:

آپ کا نام یحییٰ بن ابوکثیر طائی مولیٰ ابونصر یمامی (م: ۱۳۲ھ) ہے، آپ رواۃ کے پانچویں طبقہ سے ثقہ ثابت راوی ہیں۔ آپ مشہور امام ہیں، البتہ ان کی طرف مرسل اور تدلیس کی نسبت کی گئی ہے۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۱۔ i۔تقریب التھذیب، ج ۲، ص ۳۵۴ ii۔المعجم المشتمل، ص ۱۱۴۵

۲۔ i۔الجرح والتعدیل، ج ۲، ص ۱۰۵ ii۔الثقات، ج ۲، ص ۲۶

۳۔ i۔تاریخ الثقات، ص ۴۷۵ ii۔الثقات، ج ۷، ص ۵۹۱

۴۔عبداللہ بن ابی قتادۃ:

آپ کا نام ابوابراہیم عبداللہ بن ابوقتادہ انصاری مدنی (م: ۹۵ھ) ہے، آپ کے والدگرامی حضرت ابوقتادہ صحابی رسول ﷺ ہیں۔ آپ رواۃ کے دوسرے طبقہ سے ثقہ تابعی راوی ہیں۔(۱)

۵۔ابیہ(ابوقتادۃ):

آپ کا نام ابوقتادہ حارث بن ربعی انصاری سلمی مدنی (م: ۵۴ھ) ہے۔آپ مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں، آپ نے غزوہ احد اور بعد کے غزوات میں شرکت کی، آپ نے مدینہ منورہ میں وفات پائی، آپ سے ایک سوستر (۱۷۰) احادیث مروی ہیں، جن میں سے گیارہ متفق علیہ، دو میں امام بخاری اور آٹھ میں امام مسلم منفرد ہیں، آئمہ صحاح ستہ اور دیگر محدثین آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث اس سند سے حسن اور باقی اسناد سے صحیح ہے، یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

۵۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ حدیث خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ چودھویں (۱۴) حدیث مبارکہ ہے۔
☆ سند کے اکثر راوی ثقہ اجل ہیں، البتہ ابواسماعیل کے حافظے اور یحییٰ بن ابوکثیر کے بارے میں مرسل اور تدلیس کا کلام کیا گیا ہے۔
☆ سند کے پہلے تین راوی بصری اور آخری دو مدنی ہیں۔
☆ یہ روایت بیٹے (عبداللہ) کی باپ (ابوقتادہ) سے روایت ہے۔
☆ حضرت ابوقتادہ سے ایک سوستر (۱۷۰) احادیث مروی ہیں۔
☆ سند میں ابواسماعیل کے بعد "وھو القناد" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔اس طرح کے الفاظ راوی اس وقت استعمال کرتے ہیں، جب شیخ نے لقب، نسب یا دیگر وضاحت نہ کی ہو، اور راوی اپنی طرف سے کرنا چاہتا ہو، تو وہ ھُوَ یا اِنَّ کا لفظ استعمال کرتا ہے۔
☆ سند میں الفاظِ روایت اخبرنا دو دفعہ، حدث دو دفعہ اور عن ایک دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔لغات:

بال :اس ایک مرد نے پیشاب کیا، مراد ہے جب کوئی مرد پیشاب کرے۔	لایاخذ: نہ پکڑے، نہ چھوئے
ذکر : مرد کی شرمگاہ، عضو تناسل	بیمینہ : اپنے دائیں ہاتھ سے

نوٹ:

مسائل ونصائح اور خلاصہ حدیث نمبر ۲۵ کے بعد ملاحظہ ہوں۔

۱۔ i۔طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۷۴ ii۔تقریب التھذیب، ج ۱، ص ۴۱۴

۲۔ تقریب التھذیب، ج ۲، ص ۴۴۹

۲۵۔ أَخْبَرَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ وَكِيعٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ يَحْيَى هُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی بیت الخلا میں جائے، تو اپنے دائیں ہاتھ سے شرمگاہ (عضوتناسل) کو نہ چھوئے۔

۱۔اطراف:

راجع: ۲۴، احمد: ۱۹۴۳۶، ۲۲۵۹۷، ۲۲۷۱۰، سنن الکبریٰ: ۲۹

۲۔تعارف رجال:

اس حدیث کی سند کے چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ھناد بن السری:

آپ کا نام ابوسری ھناد بن سری بن مصعب تمیمی کوفی (م:۲۴۳ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ صدوق راوی ہیں۔ آپ نے اکیانوے (۹۱) سال کی عمر میں وفات پائی۔ امام مسلم اور آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۲۔وکیع:

آپ کا نام ابوسفیان وکیع بن جراح بن ملیح رواسی کوفی (م:۱۹۶ھ) ہے، آپ امام وکیع کے نام سے مشہور ہیں، آپ رواۃ کے نویں طبقہ کبار سے ثقہ، عابد، مفتی راوی ہیں۔ اہل علم آپ کی ثقاہت وفقاہت پر متفق ہیں۔ آپ نے ستر سال کی عمر میں وفات پائی، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۳۔ھشام:

آپ کا نام ابوبکر ھشام بن ابوعبداللہ سنبر دستوائی بصری (م:۱۵۴ھ) ہے، آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ کبار سے ثقہ، ثابت، امیر المومنین فی الحدیث راوی ہیں۔ اہل علم آپ کے علم وفضل اور ثقاہت پر متفق ہیں۔ آپ نے اٹھہتر (۷۸) سال کی عمر میں وفات پائی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۳)

۴۔یحیٰی ۵۔عبداللہ۔ ۶۔ابوقتادۃ: تینوں کے حالات حدیث نمبر ۲۴ پر گزر چکے ہیں۔

۳۔حکم حدیث:

یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہے، اسی طرح حدیث نمبر چوبیس (۲۴) بھی صحیح لغیرہ ہے۔

۱۔ i۔الجرح والتعدیل، ج۹ ص۱۱۹ ii۔المعجم المشتمل: رقم ۱۱۲۲

۲۔ i۔طبقات ابن سعد، ج۶ ص۳۹۴ ii۔تاریخ الثقات، رقم ۴۶۴

۳۔ i۔الثقات، ج۷ ص۵۶۹ ii۔الجرح والتعدیل، ج۹ ص۵۹

۴۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ حدیث سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ آٹھویں (۸) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ اس سے پہلے والی حدیث سند کے اعتبار سے عالی ہے، کیونکہ وہ خماسیات میں سے ہے۔

☆ سند کے راویوں کی ثقاہت کے اعتبار سے یہ حدیث صحیح ہے، اور پہلی حسن ہے۔

☆ راویوں کے حالات کے اعتبار سے اس سند کو فوقیت ہے۔

☆ سند کے تمام راوی آئمہ ثقات ہیں۔

☆ سند کے پہلے دو راوی کوفی، دوسرے دو بصری اور آخری دو مدنی ہیں۔

☆ سند میں الفاظِ روایت اخبرنا ایک دفعہ اور عن عن پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۵۔لغات:

الخلاء: پاخانہ کرنے کی جگہ، بیت الخلاء، لیٹرین، باتھ روم۔

۶۔مسائل نصائح:

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث مبارکہ کا ایک جزو روایت کیا ہے، جب کہ اکثر محدثین نے یہ مکمل حدیث بیان کی ہے۔:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ هُوَ الدَّسْتُوَائِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الإِنَاءِ، وَإِذَا أَتَى الخَلَاءَ فَلَا يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ وَلَا يَتَمَسَّحْ بِيَمِينِهِ (۱)

ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، جو کہ الدستوائی ہیں: از یحییٰ بن ابی کثیر از عبداللہ بن ابی قتادہ از والد خود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کچھ پئے تو برتن میں سانس نہ لے اور جب وہ بیت الخلاء میں جائے، تو اپنے دائیں ہاتھ سے اپنے آلہ کو نہ چھوئے، اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے۔

ا۔مطابقت: باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نہ دائیں ہاتھ سے استنجا کرے۔

☆ اس حدیث میں دائیں ہاتھ سے پیشاب کے آلہ کو چھونے سے منع کیا ہے اور دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

ا۔ i- بخاری: ۱۵۳ ii- مسلم: ۲۶۷ iii- سنن ابوداؤد: ۳۱ iv- سنن ترمذی: ۱۵
v- سنن نسائی: ۲۵۔۲۴ vi- سنن ابن ماجہ: ۳۱۰ vii- السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۸۸۳ viii- صحیح ابن خزیمہ: ۷۹
ix- مصنف عبدالرزاق: ۱۹۵۸۲ x- مسند الحمیدی: ۴۲۸ xi- مسند احمد، ج ۴، ص ۳۸۳

☆ حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں کوئی شخص پیشاب کرے تو اپنے آلہ کو اپنے دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے اور جب بیت الخلاء میں جائے تو دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرے اور جب پانی پئے تو ایک سانس میں پانی نہ پئے۔(۱)

☆ اس حدیث میں پیشاب کے طریقہ کے ساتھ پانی پینے کا طریقہ بھی بتایا ہے، کیونکہ پیشاب کا سبب پانی پینا ہے، تو جب آپ نے مسبب کا طریقہ اور ادب بتایا تو سبب کا طریقہ اور ادب بھی بتا دیا۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ کھانے، پینے اور کپڑوں کے لئے مخصوص کیا ہوا تھا، اور اس کے ماسوا کے لئے بایاں ہاتھ مخصوص کیا ہوا تھا۔(۲)

☆ اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین آداب کی تعلیم دی ہے:

(۱) جب آدمی پانی پئے تو پانی کے برتن کو منہ سے الگ کرلے، اور جب منہ سے الگ کرلے تو پھر سانس لے، کیونکہ جب پانی اس کے منہ میں ہو اور وہ سانس لے تو یہ اس کے گلا گھٹ جانے کا سبب ہوگا، نیز جب وہ برتن میں سانس لے گا، تو اس کے سانس سے کئی بیماریوں کے جراثیم اس پانی میں منتقل ہو جائیں گے۔

(۲) جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے تو اپنے آلہ پر دایاں ہاتھ نہ پھیرے، بلکہ بائیں ہاتھ سے اپنے آلہ کو پکڑے۔

(۳) جب تم میں سے کوئی ایک استنجا کرے، تو دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کرے۔ اور اس میں یہ دلیل ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر شرف ہے، تو جو عزت والے کام ہیں، ان میں تو دایاں ہاتھ استعمال کرے، اور جن کاموں کا تعلق نجاست کے ازالہ کے ساتھ ہو، ان میں بائیں ہاتھ کو استعمال کرے۔

☆ اس حدیث میں اگرچہ پیشاب کی حالت کا ذکر ہے، مگر براز کی حالت کا حکم بھی بدرجہ اولیٰ یہی ہے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے (او ان نستنجی بالیمین "اور اس سے بھی (ہمیں منع فرمایا) کہ ہم دائیں ہاتھ سے استنجا کریں۔" (۳) اور استنجے سے مراد خاص طور پر ازالہ نجو (براز) ہے۔

☆ دائیں ہاتھ کو نجاست سے بچانا ضروری ہے، کیونکہ کھانا وغیرہ اصلاً اس سے کھایا جاتا ہے، اگرچہ بالتبع بایاں ہاتھ بھی ساتھ لگایا جا سکتا ہے، بعض اوقات کھاتے وقت بائیں ہاتھ سے مدد لینا ضروری ہوتا ہے۔

☆ اگرچہ گندگی والا ہاتھ دھونے سے پاک ہو جاتا ہے، مگر یہ ذوق سلیم کے خلاف ہے، کہ کھانے والے ہاتھ کو گندگی سے آلودہ کیا جائے حتیٰ کہ لیٹرین اور وضو کا لوٹا تک الگ رکھا جاتا ہے، حالانکہ عقلاً کوئی فرق نہیں۔ گویا کہ یہ مسئلہ عقلی سے بڑھ کر فطری اور ذوقی ہے، اور شریعت ذوق سلیم کا بھی بہت لحاظ رکھتی ہے۔

۱۔ i-ابوداؤد:۳۱ ii-ترمذی:۱۵، نسائی:۲۴
۲۔ ابوداؤد:۳۲ ۳۔ مسلم:۲۶۲

۱۰۔ خلاصہ:

☆ اس حدیث مبارکہ سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال یہ ہے کہ بول و براز کے وقت دائیں ہاتھ سے عضو تناسل کو چھونا منع ہے۔

☆ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر فضیلت حاصل ہے۔

☆ عزت و حرمت والے کام کرنے کے لئے دایاں ہاتھ اور نجاست کے ازالہ اور اس طرح کے دوسرے کاموں کے لئے بایاں ہاتھ استعمال کرنا چاہیے۔

☆ مرد کو دائیں ہاتھ سے دوران قضائے حاجت شرمگاہ (آلہ تناسل) کو نہیں چھونا چاہیے۔

☆ دائیں ہاتھ سے استنجاء نہیں کرنا چاہیے۔

☆ دوران قضائے حاجت مرد و عورت دونوں کو اپنا دایاں ہاتھ دور رکھنا چاہیے، تاکہ گندگی سے بچایا جاسکے، حدیث کا اصل مقصود بھی یہی ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ میں نہی مکروہ تنزیہی پر محمول ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ میں پیشاب کرنے کا ذکر ہے، لیکن قیاساً اس سے بول و براز دونوں مراد ہیں۔

☆ حدیث مبارکہ میں صرف مرد کے لئے عضو تناسل کو چھونے یا پکڑنے سے منع کیا گیا ہے، لیکن قیاساً اس سے مراد دونوں شرمگاہیں ہیں، اور یہ حکم مرد و عورت دونوں کے لئے ہے۔

۲۴۔ باب الرُّخْصَةِ فِي الْبَوْلِ فِي الصَّحْرَاءِ قَائِمًا — صحرا میں کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی اجازت

اس باب میں کھلی جگہ یا آبادی سے دور جگہ پر کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی اجازت کا بیان ہے، پچھلے باب میں دوران قضائے حاجت شرمگاہ کو نہ چھونے کا بیان تھا۔

۲۶۔ أَخْبَرَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: أَنْبَأَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے کوڑے دان پر تشریف لائے اور کھڑے کھڑے پیشاب کیا۔

۱۔ مطابقت:

قوم کا کوڑے دان غالباً شہر سے باہر تھا اور کھلی جگہ پر تھا، اسی لئے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحرا سے منسوب کیا۔ یہی وجہ مطابقت ہے۔

۲۔ اطراف:

اس حدیث مبارکہ کی مکمل تخریج حدیث نمبر ۱۸ پر گزر چکی ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس حدیث کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔مؤمل بن ھشام:

آپ کا نام ابو ھشام مؤمل بن ھشام لشکری بصری (م:۲۵۳ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔امام بخاری، ابوداؤد اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۲۔اسماعیل: آپ کے حالات حدیث نمبر ۱۹ پر گزر چکے ہیں۔

۳۔شعبۃ:

آپ کا نام ابو بسطام شعبہ بن حجاج بن ورد عتکی ازدی واسطی بصری (م:۱۶۰ھ) ہے، آپ امیر المومنین فی الحدیث کے لقب سے مشہور ہیں، آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ، عابد، حافظ، متقن راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت واتقان پر متفق ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۴۔سلیمان: آپ کے حالات حدیث نمبر ۱۸ پر گزر چکے ہیں۔

۵۔ابووائل: راجع:۲

۶۔حذیفۃ: ایضاً

۵۔حکمِ روایت:

یہ حدیث صحیح ہے۔

۶۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ حدیث سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ نویں (۹) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی آئمہ ثقات ہیں۔

☆ یہ روایت بصریوں اور کوفیوں کے درمیان مروی ہے۔

☆ سند کے پہلے تین راوی بصری اور آخری تین راوی کوفی ہیں۔

☆ سند میں الفاظِ روایت انبأنا ایک دفعہ، اخبرنا دو دفعہ اور عن عن تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۱۔ i۔المعجم المشتمل، رقم ۱۰۷۸ ii۔الثقات، ج۹ ص ۱۸۸

۲۔ i۔التاریخ الکبیر (بخاری)، ج۴، رقم ۲۶۷۸ ii۔تذکرۃ الحفاظ، ج۱ ص ۱۹۳

۲۷۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: أَنْبَأَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ، أَنَّ حُذَيْفَةَ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ایک قوم کے کوڑے دان پر تشریف لائے، اور کھڑے کھڑے پیشاب کیا۔

۱۔ تعارف رجال:

اس حدیث کی سند کے چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ محمد بن بشار:

آپ کا نام ابوبکر محمد بن بشار بن عثمان عبدی بصری (م: ۲۵۲ھ) ہے، آپ بندار کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، حافظ، کثیر الحدیث راوی ہیں۔ آپ نے اسی سال سے زائد کی عمر پائی، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ امام بندار ان شیوخ میں سے ہیں، جن سے آئمہ صحاح ستہ نے بغیر واسطہ کے روایات بیان کی ہیں۔ (۱)

۲۔ محمد:

آپ کا نام ابوعبداللہ محمد بن جعفر ھذلی مدنی بصری (م: ۱۹۳ھ)، ہے آپ امام غندر کے نام سے مشہور ہیں، آپ حضرت شعبہ کی خدمت میں بیس سال رہے، آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۳۔ شعبۃ: راجع: ۲۶ **۴۔ منصور:** راجع: ۲ **۵۔ ابووائل:** ایضاً **۶۔ حذیفۃ:** ایضاً

۳۔ حکم روایت:

سند کے اعتبار سے یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۴۔ خصوصیات سند:

☆ یہ حدیث سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ دسویں (۱۰) حدیث مبارکہ ہے۔
☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔
☆ یہ سند بصریوں اور کوفیوں کے درمیان ہے۔
☆ سند کے پہلے تین راوی بصری اور آخری تین کوفی ہیں۔
☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، عن، سمعت، قال ایک ایک دفعہ اور انبأنا دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔
☆ سند میں محمد بن بشار ایسے راوی ہیں، جن سے آئمہ صحاح ستہ بلاواسطہ روایت کرتے ہیں۔

۱۔ i۔ میزان الاعتدال، ج ۳، رقم ۷۲۶۹ ii۔ المعجم المشتمل، ص ۷۷۲

۲۔ i۔ تقریب التھذیب، ج ۲، ص ۱۶۰

۲۸۔ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ :أَنْبَأَنَا بَهْزٌ قَالَ :أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ وَمَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَشَى إِلَى سُبَاطَةِ قَوْمٍ، فَبَالَ قَائِمًا قَالَ سُلَيْمَانُ :فِي حَدِيثِهِ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ وَلَمْ يَذْكُرْ مَنْصُورٌ الْمَسْحَ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے کوڑے دان کی طرف تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے کھڑے پیشاب کیا۔امام سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی روایت میں کہا آپ نے اپنے موزوں پر مسح کیا، جب کہ امام منصور رحمۃ اللہ علیہ نے مسح کا ذکر نہیں کیا۔

۲۔تعارفِ رجال:

اس حدیث کی سند میں سات راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں۔

ا۔سلیمان بن عبیداللہ:

آپ کا نام ابوایوب سلیمان بن عبیداللہ بن عمرو بن جابر غیلانی مازنی بصری (:۲۴۶ھ) ہے، آپ رواۃ کے گیارہویں طبقہ سے ثقہ صدوق راوی ہیں۔امام مسلم اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۲۔بہز:

آپ کا نام ابواسود بہز بن اسد عمی بصری (م:۲۰۰ھ ت) ہے۔آپ امام بہز کے نام سے مشہور ہیں، آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، کثیر الحدیث راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت وتثبیت پر متفق ہیں۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۳۔شعبۃ:راجع:۲۶ ۴(i)سلیمان:راجع:۱۸ ۵(ii):منصور:راجع:۶۲:ابی وائل:ایضاً ۷:حذیفۃ:ایضاً

۳۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۴۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ حدیث سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ گیارہویں (۱۱) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل آئمہ میں سے ہے۔

☆ سند بصری اور کوفی راویوں کے درمیان ہے۔

☆ سند کے پہلے تین راوی بصری اور آخری چار راوی کوفی ہیں۔

☆ سند میں الفاظِ روایت اخبرنا ایک دفعہ، انبأنا دو دفعہ اور عن عن تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۱۔ i۔الجرح والتعدیل، ج۴،ص۱۲۷ ii۔الثقات، ج۸،ص۲۷۹

۲۔ i۔تقریب التھذیب، ج۱،ص۱۱۷ ii۔طبقات ابن سعد، ج۷،ص۲۹۸

۲۵۔ باب الْبَوْلِ فِي الْبَيْتِ جَالِسًا — گھر میں بیٹھ کر پیشاب کرنا

اس باب میں اس بات کا بیان ہے کہ گھر کے اندر یا چار دیواری والی جگہ پر بیٹھ کر پیشاب کرنا چاہیے، امام نسائی رحمہ اللہ کے نزدیک اس باب کے قائم کرنے میں دو مقصد ہیں:

۱۔ جس آدمی کے لئے مکان کی سہولت میسر ہو، اسے چاہیے کہ وہ مکان میں بیٹھ کر پیشاب کرے، اور جس کے لئے یہ سہولت میسر نہ ہو، اسے اس سے پہلے والے باب اور حدیث میں رخصت کے طور پر بیان کر دیا گیا ہے، اس طرح دونوں ابواب واحادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

۲۔ اس باب میں غالب اور عمومی حالت میں بیٹھ کر پیشاب کرنے کا بیان ہے، جب کہ اس سے پہلے والے باب میں شاذ ونادر اور خاص حالت میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی اجازت کا بیان ہے۔

۲۹۔ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ :أَنْبَأَنَا شَرِيكٌ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ :مَنْ حَدَّثَكُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَالَ قَائِمًا فَلَا تُصَدِّقُوهُ؛ مَا كَانَ يَبُولُ إِلَّا جَالِسًا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے: جو تم سے بیان کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا، اس کی بات نہ مانو، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے تھے۔

۱۔اطراف:

ترمذی:۱۲، ابن ماجہ:۳۰۷، احمد:۲۵۶۵۳، السنن الکبریٰ (بیہقی): ج۱ص۱۰۱۔۱۰۲، السنن الکبریٰ:۲۵

۲۔مطابقت:

حدیث مبارکہ کے آخری جملہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے تھے'' کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ہے، کیونکہ امام نسائی رحمہ اللہ کے عنوان قائم کرنے سے مراد یہی ہے، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر میں قضائے حاجت کی حالت کو بیان کیا ہے۔

۳۔تعارف رجال:

اس حدیث کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں۔

۱۔علی بن حجر: راجع:۱۳

۲۔شریک:

آپ کا نام ابو عبداللہ شریک بن عبداللہ نخعی کوفی (م:۱۷۷ھ/۱۷۸ھ) ہے، آپ شہر واسط اور کوفہ کے قاضی رہے، آپ رواۃ کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، عادل، فاضل، عابد راوی ہیں، البتہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے صدوق یخطئ کثیرا تغیر حفظه منذ ولی القضاء بالکوفة کے الفاظ لکھے ہیں۔ امام مسلم اور آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۱۔ i۔تاریخ الثقات،ص۲۱۷ ii۔طبقات ابن سعد،ج۶ص۳۷۸
iii۔الثقات،ج۶ص۴۴۴ iv۔تقریب التہذیب،ج۱ص۳۳۷

۳۔المقدام بن شریح:

آپ کا نام مقدام بن شریح بن ھانی بن یزید حارثی کوفی ہے، آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، امام مسلم اور آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ امام بخاری نے ادب المفرد میں آپ سے روایت کی ہے۔(۱)

۴۔شریح:

آپ کا نام ابوالمقدام شریح بن ھانی بن یزید حارثی مذحجی کوفی ہے، آپ ابن ابوبکر کے ساتھ بجستان میں شہید ہوئے۔آپ ثقہ راوی ہیں، امام مسلم اور آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں، امام بخاری نے ادب المفرد میں آپ سے روایت کی ہے۔(۲)

۵۔عائشۃ: راجع:۵

۴۔حکمِ روایت:

اس حدیث کے اور شواہد موجود ہیں، امام حاکم اور علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔(۳)

۵۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ حدیث خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ پندرہویں (۱۵) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے پہلے راوی مروزی، اگلے تین کوفی اور آخری مدنی ہیں۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ شریک کے بارے میں بعض لوگوں نے کلام کیا ہے۔

☆ سند میں الفاظِ روایت اخبرنا اور انبأنا ایک ایک دفعہ اور عن عن تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔لغات:

فلا تصدقوہ: تم اس کی تصدیق نہ کرو، اسے سچا نہ مانو۔

جالساً: بیٹھنے کی حالت کا بیان، مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹھنا ہے۔

۷۔مسائل ونصائح:

راجع:۱۸

۸۔خلاصہ:

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عادت مبارکہ کا بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے۔

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق اس حدیث مبارکہ میں گھر کے اندر اور چاردیواری کے اندر پیشاب کرنے کا بیان ہے اس نہی سے مراد

۱۔ i۔العلل، ج۲،ص۷ ii۔الجرح والتعدیل، ج۸،ص۳۰۲

۲۔ i۔تھذیب الکمال، ج۱۲،ص۴۵۱ ii۔تاریخ الدوری، ج۲،ص۲۵۱

۳۔ i۔المستدرک، رقم۶۶۲ ii۔سلسلۃ الصحیحۃ:۲۰۱

مکروہ تنزیہی ہے، کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک کا بیان کیا ہے۔

☆☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی احادیث کی تائید حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے:

عَنْ عُمَرَ، قَالَ: رَآنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُولُ قَائِمًا، فَقَالَ: يَا عُمَرُ، لَا تَبُلْ قَائِمًا، فَمَا بُلْتُ قَائِمًا بَعْدُ. (۱)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کھڑے ہوکر پیشاب کرتے دیکھا، تو فرمایا: اے عمر رضی اللہ عنہ: کھڑے ہوکر پیشاب نہ کیا کرو، (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہیں کیا۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کھڑے ہوکر پیشاب کرنا جفا (زیادتی) ہے۔

☆☆ بغیر عذر کے کھڑے ہوکر پیشاب کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

☆☆ تمام اہل اسلام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹھ کر پیشاب کرنے کی عادت کو اپنانا چاہیے۔

☆☆ موجودہ زمانے میں اکثر یہود و ہنود اور نصاریٰ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی عادت کو شعار بنا رہے ہیں، اس لئے اہل اسلام کو ان کے تشبہ سے بچنے کے لئے بھی بیٹھ کر پیشاب کرنے کی عادت کو اپنانا چاہیے۔

☆☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں عمومی حالت کا بیان ہے، جبکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ میں ایک واقعہ جزئیہ کا بیان ہے۔

۱۔ ترمذی: ۲۳

۲۶۔ باب الْبَوْلِ إِلَى السُّتْرَةِ يَسْتَتِرُ بِهَا — سترہ کی آڑ میں پیشاب کرنا

اس باب میں سترہ کی اہمیت کا بیان ہے، اور ساتھ ساتھ اس بارے میں ترغیب ہے کہ پیشاب کرتے وقت حتی المقدور پردہ کرنا چاہیے، اور کم از کم کسی لکڑی کی آڑ بنالینی چاہیے۔ اس کے علاوہ پیشاب سے کپڑوں کو نہ بچانے پر وعید کا بیان بھی ہے۔ پچھلے باب میں گھر کے اندر پیشاب کرنے کا بیان تھا۔

۳۰۔ أَخْبَرَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ حَسَنَةَ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي يَدِهِ كَهَيْئَةِ الدَّرَقَةِ، فَوَضَعَهَا ثُمَّ جَلَسَ خَلْفَهَا فَبَالَ إِلَيْهَا. فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: انْظُرُوا يَبُولُ كَمَا تَبُولُ الْمَرْأَةُ. فَسَمِعَهُ فَقَالَ: أَوَمَا عَلِمْتَ مَا أَصَابَ صَاحِبَ بَنِي إِسْرَائِيلَ؟ كَانُوا إِذَا أَصَابَهُمْ شَيْءٌ مِنَ الْبَوْلِ قَرَضُوهُ بِالْمَقَارِيضِ، فَنَهَاهُمْ صَاحِبُهُمْ فَعُذِّبَ فِي قَبْرِهِ

حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ڈھال جیسی کوئی چیز تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رکھ کر، اس کی آڑ میں پیشاب کیا۔ بعض لوگوں نے کہا: دیکھو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی طرح پیشاب کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا: کیا تو نہیں جانتا! کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص کو کیا سزا ملی تھی؟ جب انہیں پیشاب لگ جاتا تھا، تو وہ اسے (پیشاب لگنے والے کپڑے یا جسم کو) قینچی سے کاٹ دیتے تھے، ان کے ایک ساتھی نے اس سے روکا، تو اسے قبر میں عذاب دیا گیا۔

امام ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَسَنَةَ، قَالَ: انْطَلَقْتُ أَنَا وَعَمْرُو بْنُ الْعَاصِ، إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ وَمَعَهُ دَرَقَةٌ ثُمَّ اسْتَتَرَ بِهَا، ثُمَّ بَالَ، فَقُلْنَا: انْظُرُوا إِلَيْهِ يَبُولُ كَمَا تَبُولُ الْمَرْأَةُ، فَسَمِعَ ذَلِكَ، فَقَالَ: أَلَمْ تَعْلَمُوا مَا لَقِيَ صَاحِبُ بَنِي إِسْرَائِيلَ، كَانُوا إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَوْلُ قَطَعُوا مَا أَصَابَهُ الْبَوْلُ مِنْهُمْ، فَنَهَاهُمْ فَعُذِّبَ فِي قَبْرِهِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مَنْصُورٌ: عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى، فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: جِلْدِ أَحَدِهِمْ، وَقَالَ عَاصِمٌ: عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: جَسَدِ أَحَدِهِمْ(۱)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمان بن حسنہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ڈھال لے کر باہر نکلے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ پردہ کر کے پیشاب کیا۔ ہم نے کہا: کہ ان کی طرف دیکھے، جو عورتوں کی طرح چھپ کر پیشاب کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سن کر فرمایا تم جانتے ہو کہ بنی اسرائیل کے شخص کے ساتھ کیا ہوا تھا؟ جب ان میں سے کسی کو پیشاب لگ جاتا تو اس جگہ کو کاٹ دیتے، جہاں پیشاب لگا ہوتا۔ جس نے ایسا کرنے سے روکا، اسے قبر میں عذاب دیا گیا۔

ا۔ اطراف:

ابوداؤد: ۲۲، ابن ماجہ: ۳۴۶، احمد: ۱۷۷۷۳، ۱۷۷۷۶، ابن حبان: ۳۱۱۷، حاکم: ۶۸۳، ابن ابی شیبہ: ج ۱، ص ۱۴۶، ابو یعلیٰ: ۹۳۲، حمیدی: ۸۸۲، السنن الکبریٰ (بیہقی): ج ۱، ص ۱۰۴، فسوی: ج ۱، ص ۲۸۴، السنن الکبریٰ: ۲۶

ا۔ i- ابوداؤد: رقم ۲۲ ii- نسائی، ایضاً، رقم ۳۰

۲۔مطابقت:

حدیث مبارکہ کا یہ حصہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈھال جیسی چیز سامنے رکھ کر اس کی آڑ میں پیشاب کیا، باب کے عنوان سے مطابقت رکھتا ہے، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی چیز کو سترہ قرار دیا ہے۔

۳۔تعارف رجال:

امام ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کی اسناد حسب ذیل ہیں:

۱۔سند ابو دائود :حدثنا مسدد حدثنا عبدالواحد بن زياد حدثنا الاعمش عن زيد بن وهب عن عبدالرحمن بن حسنة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔سند نسائی :اخبرنا هنادبن السری عن ابی معاوية عن الاعمش عن زيدبن وهب عن عبدالرحمن بن حسنة، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۳۔سند ابن ماجه :حدثنا ابوبكر بن ابی شيبة ثنا ابو معاوية عن الاعمش عن زيد بن وهب عن عبدالرحمن بن حسنة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تینوں اسناد کے پانچ پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

سند نمبر ۱:

۱۔مسدد:

آپ کا نام ابوالحسن مسدد بن مسرھد بن مسربل بن مستورالاسدی البصری (م:۲۲۸ھ) ہے۔آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ہیں اور ثقہ حافظ راوی ہیں۔آپ کا نام عبدالملک بن عبدالعزیز ہے اور مسدد لقب ہے۔امام بخاری، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۲۔عبدالواحد بن زیاد:

آپ کا نام ابوالبشر عبدالواحد بن زیاد عبدی بصری (م:۱۷۶ھ) ہے۔آپ رواۃ کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ مامون راوی ہیں۔ائمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۳۔الاعمش:

آپ کا نام ابومحمد سلیمان بن مھران الاعمش الاسدی الکاھلی (م:۱۴۸ھ) الکوفی ہے۔آپ رواۃ کے پانچویں طبقہ سے ثقہ، حافظ، قاری، متقی راوی ہیں۔ابن حجر عسقلانی نے لکنہ یدلس کے الفاظ لکھے ہیں، جبکہ امام عجلی، امام ابن معین، امام نسائی، ابن حبان نے آپ کو ثقہ قرار دیا

۱۔ i-تھذیب الکمال، ج۲۷، ص۴۴۶ ii-الثقات، ج۹، ص۲۰۰

۲۔ i-طبقات ابن سعد، ج۷، ص۲۸۹ ii-تھذیب الکمال، ج۶، ص۲۸۶

iii-میزان الاعتدال، ج۲، رقم ۵۲۸۷ iv-تاریخ کبیر بخاری، ج۶:۱۷۰۶

ہے۔آپ کی پیدائش ۶۱ ھ کی ہے۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۴۔زید بن وھب:

آپ کا نام ابوسلیمان بن وھب جھنی کوفی مخضرمی (م:۹۶ھ) ہے۔آپ کبار تابعین میں سے ہیں۔آپ رواۃ کے دوسرے طبقہ سے ثقہ، جلیل، کثیر الحدیث راوی ہیں۔آپ نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لئے عازم سفر ہوئے تو راستے میں ہی اطلاع ملی کہ آپ ﷺ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے ہیں۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

سند نمبر۲:

ا۔ھناد بن السری:

آپ کا نام ابوسری ھناد بن مصعب تمیمی کوفی (م:۲۴۳) ہے۔آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ صدوق راوی ہیں۔آپ نے اکیانویں سال کی طویل عمر پائی،امام مسلم اور اصحاب سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۳)

۲۔ابومعاویۃ:

آپ کا نام ابومعاویہ محمد بن خازم ضریر تمیمی سعدی کوفی (م:۱۹۵ھ) ہے۔آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔ان کے بارے میں مرجیہ عقائد رکھنے اور تدلیس کا قول کیا گیا ہے۔ابن خراش کہتے ہیں: اگر یہ حضرت اعمش سے روایت کریں تو ثقہ ہیں۔حضرت یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ: سفیان اور شعبہ کے بعد حضرت اعمش کے راویوں میں سے سب سے ثقہ ہیں۔آپ ایک سو تیرہ ہجری (۱۱۳ھ) میں پیدا ہوئے اور بیاسی سال کی عمر میں وفات پائی۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۴)

۳۔الاعمش ۴۔زید بن وھب ۵۔عبدالرحمٰن بن حسنہ

تینوں کے حالات اوپر والی سند نمبر ۱ میں گزر چکے ہیں۔

سند نمبر۳

ا۔ابوبکر بن ابی شیبۃ:

آپ کا نام ابوبکر عبدالرحمٰن بن محمد بن ابی شیبۃ الواسطی الکوفی (م:۲۳۵ھ) ہے۔آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ہیں۔بہت ساری کتب کے مصنف ہیں اور ثقہ راوی ہیں۔امام ترمذی کے علاوہ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۵)

۱۔ i- تھذیب الکمال، ج۱۲،ص ۷۷ ii- الثقات، ج۴،ص ۳۰۲ ii- تقریب التھذیب، ج۱،ص ۳۱۹،

۲۔ i- تھذیب الکمال، ج۳،ص ۷۰۷ ii- طبقات خلیفہ،ص ۱۵۸
iii- الاستیعاب، ج۶،ص ۸۲۸ iv- اسد الغابۃ، ج۳،ص ۲۸۶

۳۔ i- تقریب التھذیب، ج۲،ص ۳۲۷، ii- المعجم المشتمل،ص ۱۱۲۲
iii- الجرح والتعدیل، ج۹،ص ۱۱۹ iv- الثقات، ج۹،ص ۲۴۶

۴۔ i- الکمال، ج۸،ص ۶۶۰-۶۶۳ ii- التاریخ الکبیر، ج۱،ص ۱۹۱ iii- سیر اعلام النبلاء، ج۹،ص ۷۳

۵۔ i- تقریب التھذیب، ج۱،ص ۴۱۸ ii- الثقات، ج۸،ص ۳۵۸

۲۔ابومعاویہ: اوپروالی سند نمبر۲، حالات میں گزر چکے ہیں۔

۳۔الاعمش ۴۔زید بن وھب ۵۔عبدالرحمٰن بن حسنہ

تینوں کے حالات سند نمبر۱ میں گزر چکے ہیں۔

حکم روایت:

اس حدیث مبارکہ کو اسی مفہوم کے ساتھ پندرہ سے زائد محدثین نے روایت کیا ہے، جب کہ امام بخاری اور امام مسلم کی روایت کردہ احادیث میں بھی اس کے شواہد موجود ہیں، اور ان دونوں احادیث کے طرق بھی اس کے علاوہ ہیں: دونوں آئمہ کی روایت کردہ احادیث حسب ذیل ہیں:

۱۔روایت بخاری:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: كَانَ أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ يُشَدِّدُ فِي الْبَوْلِ وَيَقُولُ "إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَ إِذَا أَصَابَ ثَوْبَ أَحَدِهِمْ قَرَضَهُ" (۱)

۲۔روایت مسلم:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: كَانَ أَبُو مُوسَى، يُشَدِّدُ فِي الْبَوْلِ وَيَبُولُ فِي قَارُورَةٍ وَيَقُولُ: إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَ إِذَا أَصَابَ جِلْدَ أَحَدِهِمْ بَوْلٌ قَرَضَهُ بِالْمَقَارِيضِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ: لَوَدِدْتُ أَنَّ صَاحِبَكُمْ لَا يُشَدِّدُ هَذَا التَّشْدِيدَ، فَلَقَدْ رَأَيْتُنِي أَنَا وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَمَاشَى، فَأَتَى سُبَاطَةً خَلْفَ حَائِطٍ فَقَامَ كَمَا يَقُومُ أَحَدُكُمْ، فَبَالَ فَانْتَبَذْتُ مِنْهُ فَأَشَارَ إِلَيَّ فَجِئْتُهُ فَقُمْتُ عِنْدَ عَقِبِهِ حَتَّى فَرَغَ (۲)

اس حدیث مبارکہ کو امام حاکم، ابن حبان، شیخ البانی، شیخ علی بن آدم استوبی لولوی، شیخ محمد امین نے صحیح قرار دیا ہے اور امام اعمش کو امام عجلی، یحییٰ بن معین، امام نسائی اور ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے، اسی طرح صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں دوسرے طرق سے شواہد بھی موجود ہیں۔ اس لئے یہ حدیث مبارکہ قبول محدثین، توثیق راویان اور شواہد صحیحہ کی بناء پر صحیح کے درجہ میں ہے، اس حدیث مبارکہ کو شیخ حافظ زبیر علی زئی کا ضعیف کہنا درست نہیں ہے۔ (۳)

۷۔خصوصیات سند:

☆ یہ حدیث خماسیات امام نسائی رحمہ اللہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ سولھویں (۱۶) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے تمام راوی کوفی ہیں۔

۱۔ بخاری: ۲۲۶ ۲۔ مسلم: ۶۲۵

۳۔ زبیر علی زئی، حافظ، انوار الصحیفہ فی الاحادیث الضعیفہ، ص ۳۲۱، المکتبۃ الاسلامیۃ، لاہور، ۱۴۳۳ھ

☆ تابعی (اعمش) کی دوسرے تابعی (زید بن وھب) سے روایت ہے۔

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ رضی اللہ عنہ کا نسب والد کی بجائے والدہ کی طرف منسوب ہے۔

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ رضی اللہ عنہ سے صحاح ستہ میں یہی ایک حدیث مروی ہے۔

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے بھائی شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ بھی والدہ کی طرف منسوب مشہور ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا ایک دفعہ اور عن چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۸۔لغات:

خوج علینا: آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف فرما ہوئے۔

کھیئۃ الدرقۃ: ڈھال جیسی کوئی چیز۔

فقال بعض القوم: قوم میں سے بعض نے کہا۔

یبول کما تبول المراۃ: عورت کی طرح پیشاب کرتے ہیں۔

ما اصاب: جو پہنچا۔

صاحب بنی اسرائیل: بنی اسرائیل کا ایک شخص

قرضوہ بالمقاریض: وہ اس حصہ کو قینچیوں سے کاٹ دیتے تھے۔

فعذب فی قبرہ: وہ قبر میں عذاب دیا گیا۔

۹۔مسائل ونصائح:

☆ صاحب بنی اسرائیل سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام اس لئے ذکر نہیں کیا، کیونکہ عرب میں حضرت موسیٰ علی علیہ السلام اس لقب سے مشہور تھے۔(۱)

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو پیشاب کے قطروں سے بچنے کا حکم دیا تھا، لیکن وہ نہ رکے اور اس میں مبتلا رہے اور بچنے کی کوشش نہ کرتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ان کو قبروں میں عذاب دیا۔(۲)

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ڈھال تعلیم امت کے لئے استعمال کی اور اپنے لوگوں کے درمیان ستر کے طور پر رکھی۔(۳)

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ بطور مذاق یا بطور شان میں گستاخی کی وجہ سے نہ تھا، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قسم کی غلطی سے مبرا ہیں۔(۴)

☆ دونوں حضرات کا یہ قول یا تو غیر ارادی طور پر تھا، یا تعجب کے طور پر تھا، یا پھر اس فعل کے استفسار کے طور پر تھا۔(۵)

☆ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت اچھے انداز اور دلائل سے مسئلہ سمجھایا۔(۶)

۱۔ شرح سنن ابی داؤد، ج۱، ص۲۵ ۲۔ ایضاً ۳۔ بذل المجہود، ج۱، ص۴۷

۴۔ شرح سنن ابی داؤد، ج۱، ص۲۵ ۵۔ ایضاً ۶۔ ایضاً

☆ درقۃ سے مراد چمڑے کی وہ ڈھال ہے جس میں نہ لکڑی ہو اور نہ ہی پشتہ ہو۔(۱)

☆ بنی اسرائیل کے لئے ان کی شریعت کا یہ حکم تھا کہ اگر پیشاب کے قطرے جسم پر لگ جائیں تو جسم کا وہ حصہ کاٹ دیا جاتا تھا۔(۲)

☆ بنی اسرائیل کا وہ شخص جس نے پیشاب کی وجہ سے اپنا جسم کاٹنے سے انکار کر دیا تھا، اس کو اللہ تعالیٰ ﷻ نے قبر میں عذاب میں مبتلا کیا۔(۳)

☆ آپ ﷺ کے فرمان کا مطلب بھی یہی ہے کہ جو پیشاب کے قطروں سے نہیں بچے گا، ہو سکتا ہے اسے بھی بنی اسرائیل کے اس شخص کی طرح عذاب دیا جائے گا، اس لئے آپ نے اس پر سخت تنبیہ فرمائی۔(۴)

☆ عربوں میں کھڑے ہو کر اور بغیر ستر کا اہتمام کیے پیشاب کرنے کا رواج تھا، اس لئے عربوں کی عادت معروضہ کے برعکس دیکھ کر دونوں صحابہ سے کلمات تعجب نکلے۔(۵)

☆ کاٹنے سے مراد کپڑے کا کاٹنا بھی ہو سکتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ ان کی شریعت مین کپڑے کے پاک ہونے کے لئے اس کا کاٹنا ہی شرط ہو اور جسم کے کاٹنے کا معنی مراد لینا مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ ایک انسانی انتہائی تکلیف دہ امر ہے اور اللہ تعالیٰ بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے، جسم کو کاٹنے کی تکلیف تو قتل سے بھی زیادہ ہوتی ہے، اس لئے یہاں پر کاٹنے سے مراد کپڑے کا کاٹا جانا مراد لینا زیادہ مناسب ہے۔(۶)

☆ مذکورہ روایت کو ہمارے فاضل محقق نی سنداً ضعیف قرار دیا ہے اور مزید لکھا ہے کہ صحیح بخاری میں اسی مفہوم کی ایک روایت اس کی شاہد ہے جبکہ شیخ البانی رحمہ اللہ اس کی بابت لکھتے ہیں کہ مذکورہ روایت موقوفاً صحیح ہے، البتہ موصولاً صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے۔ بہر حال مذکورہ بحث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ روایت صحیح، قابل عمل اور قابل حجت ہے۔ واللہ اعلم۔(۷)

☆ ''جیسے عورت پیشاب کرتی ہے۔'' یہ تشبیہ بیٹھ کر پیشاب کرنے میں ہو سکتی ہے اور پردے میں بھی۔ بعض کا یہ کہنا ہے کہ یہ الفاظ کہنے والا شخص آپ ﷺ کا تربیت یافتہ نہ ہوگا، بلکہ کوئی غیر مسلم ہوگا یا منافق یا نومسلم، کیونکہ بعض احادیث سے پتا چلتا ہے کہ یہ بات کہنے والا مسلمان تھا۔ بلکہ بعض احادیث سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں کی تھی۔(۸) اور اس کا مقصد قطعاً آپ کی تحقیر یا نعوذ باللہ آپ کی ہتک نہ تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، صحیح بات یہ ہے کہ بول و براز کے آداب تو آپ ﷺ نے سکھلائے ہیں۔ اسلام نے ان آداب کو خوب بیان کیا ہے، جبکہ زمانۂ جاہلیت میں ان آداب قضائے حاجت کی چنداں پروا نہ تھی۔ اوٹ اور پردے کا بھی اہتمام نہ کرتے تھے۔ کھڑے ہو کر ایک دوسرے کے سامنے ہی پیشاب کر لیتے تھے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسی ماحول میں پلے بڑھے تھے تو شروع شروع میں آپ کو اس انداز میں پیشاب کرتے دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا اور تعجب سے یہ بات کہی کہ ایسے تو عورت پیشاب کرتی ہے۔ مرد تو مرد ہی ہوتے ہیں۔ انہیں اس اوٹ اور پھر بیٹھ کر پیشاب کرنے کی کیا ضرورت؟ بہر حال بعد میں جب آپ ﷺ نے ان کی اسلامی تربیت فرمائی تو جاہلیت کے یہ تمام طور طریقے اور عادات ختم ہو گئیں۔(۹)

۱۔ القاموس الوحید، د، ۵۱۷ ۲۔ عون المعبود، ج۱، ص ۲۷ ۳۔ ایضاً
۴۔ ایضاً ۵۔ بذل المجھود، ج۱، ص ۷۵ ۶۔ ایضاً
۷۔ سنن نسائی (فوائد)، ج۱، ص ۱۰۶ ۸۔ فتح الباری، ج۱، ص ۳۲۸
۹۔ سنن نسائی (فوائد)، ج۱، ص ۱۰۷

☆ ''قینچی سے کاٹتے۔'' اس سے مراد کپڑا ہے، جسے پیشاب لگ جاتا تھا نہ کہ جسم، کیونکہ یہ تکلیف مالا یطاق ہے، یعنی ناقابل عمل چیز ہے، ورنہ بول و براز تو نکلتے ہی جسم سے ہیں اور لامحالہ جسم کو لگتے ہیں، تبھی استنجا کرنا پڑتا ہے۔ اس کی بابت مزید تحقیق کچھ اس طرح سے ہے کہ ابوداوٗد کی ایک روایت میں (جلد) چمڑے کے الفاظ ہیں، اور ابوداوٗد ہی کی ایک دوسری روایت میں (جسد) جسم کا ذکر ہے۔ جسد کے لفظ کو علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے منکر قرار دیا ہے، اور جلد سے مراد چمڑے کا لباس ہے جو پہنا جاتا ہے۔ اس طرح کاٹی جانے والی چیز جسم کا حصہ نہیں بلکہ لباس (کپڑا یا چمڑا) ہوتا تھا، جسے پیشاب لگ جاتا تھا۔ صحیح بخاری کی روایت سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ اس روایت کے الفاظ ہیں۔ (اذا أصاب ثوب احدھم قرصه) (۱) ''جب ان میں سے کسی کے کپڑے کو پیشاب لگ جاتا تو وہ اسے کاٹ دیتے۔'' (۲)

۱۰۔ خلاصہ:

☆ یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا ہے۔

☆ عربوں میں مرد کھڑے ہو کر اور پردے کا اہتمام کیے بغیر پیشاب کرتے تھے۔

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا کلام استہزاء یا استخفاف کے لئے نہیں تھا، کیونکہ یہ دونوں صحابی ہیں، اور صحابی ایسے کلام سے مبرا ہیں۔

☆ دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کلام بطور تعجب، غیر ارادی یا پھر استفسار کے طور پر تھا۔

☆ بنی اسرائیل کی شریعت میں طہارت کے لئے پیشاب لگنے کی جگہ سے کپڑے کا کاٹنا لازم تھا۔

☆ پیشاب کے قطروں سے بچنا ہر مسلمان کے لئے لازم ہے۔

☆ آپ نے پیشاب سے نہ بچنے والوں کے لئے سخت تنبیہ فرمائی۔

☆ اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ قبر کا عذاب برحق ہے۔

☆ حدیث مبارکہ سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی امتوں اور قبر کے حالات کا علم عطا کیا گیا ہے۔

☆ اس قصہ سے انفرادی زندگی کے لئے دو راہنما اصول ملتے ہیں، جن پر عمل کرنا ہر مسلمان کے لئے از حد ضروری ہے:

۱۔ کھڑے کھڑے پیشاب کرنا انتہائی معیوب فعل ہے۔ ہمارے زمانے میں بھی اکثر لوگ اس کا خیال نہیں کرتے، بلکہ پینٹ کوٹ، یا اسی طرح کے دیگر تنگ کپڑے پہننے والے تو اس کا اکثر اوقات خیال نہیں کرتے۔ اسی طرح اکثر پبلک مقامات پر کھڑے کھڑے پیشاب کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے، اس حدیث مبارکہ کی رو سے ان کے لئے سخت وعید ہے۔ اس قبیح امر سے ہم سب کو بچنا چاہیے۔

۲۔ پیشاب کرنے کے لئے خواہ مرد ہوں یا عورتیں، تمام کو پردے کا خاص اہتمام کرنا چاہیے، یہ اسلام کی روح ہے اور ہر مسلمان کو اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ہر کسی کو انفرادی طور پر اس کا خیال کرنا چاہیے۔

۱۔ بخاری: ۲۲۶ ۲۔ سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۱۰۷

۲۷۔ باب التَّنَزُّہِ عَنِ الْبَوْلِ — پیشاب سے بچنا

اس باب میں پیشاب کی چھینٹوں سے بچنے اور نہ بچنے کی صورت میں عذاب کی وعید کا بیان ہے، جبکہ پچھلے باب میں احتیاط اور پردے کے اہتمام کے ساتھ پیشاب کرنے کا بیان تھا۔

۳۱۔ أَخْبَرَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ وَكِيعٍ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يُحَدِّثُ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرَيْنِ فَقَالَ: "إِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ: أَمَّا هَذَا فَكَانَ لَا يَسْتَنْزِهُ مِنْ بَوْلِهِ، وَأَمَّا هَذَا فَإِنَّهُ كَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ ثُمَّ دَعَا بِعَسِيبٍ رَطْبٍ فَشَقَّهُ بِاثْنَيْنِ فَغَرَسَ عَلَى هَذَا وَاحِدًا وَعَلَى هَذَا وَاحِدًا ثُمَّ قَالَ: لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا خَالَفَهُ مَنْصُورٌ، رَوَاهُ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَلَمْ يَذْكُرْ طَاوُسًا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے اور فرمایا: ان کو عذاب دیا جارہا ہے، اور ان کو کسی بھاری کام کی وجہ سے عذاب نہیں ہورہا، اس قبر والا پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچتا تھا، اور اس قبر والا چغل خور تھا۔ پھر آپ ﷺ نے کھجور کی تازہ شاخ منگوا کر اسے دو حصوں میں چیرا، اور ہر ایک کی قبر پر ایک ایک شاخ گاڑ دی، اور فرمایا: امید ہے جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہوں گی، اس وقت تک ان دونوں سے عذاب میں تخفیف کی جائے گی۔

وضاحت:

اس سند کے بیان میں حضرت منصور رحمہ اللہ نے حضرت اعمش رحمہ اللہ کی مخالفت کی ہے، اور سند مجاہد عن ابن عباس بیان کی ہے، حضرت طاؤس رحمہ اللہ کا درمیان میں نام ذکر نہیں کیا۔

۱۔ اطراف:

بخاری، ۲۱۸، ۱۳۶۱، ۱۳۷۸، ۶۰۵۲، ۶۰۵۵، م: ۲۹۲، ابوداؤد: ۲۰، ترمذی: ۷۰، ابن ماجہ: ۳۴۷، احمد: ۱۹۸۰، السنن الکبریٰ: ۲۱۹۶، ابن ابی شیبہ: ج ۱، ص ۱۲۲، ج ۳، ص ۳۷۵، سنن دارمی: ۷۳۹، سنن بیہقی: ج ۲، ص ۴۱۲، صحیح ابن خزیمہ: ۵۶، شرح السنۃ: ۱۸۳

۲۔ مطابقت:

نبی کریم ﷺ نے دونوں قبروں والوں میں سے ایک کو عذاب کا سبب یہ بیان فرمایا: یہ پیشاب سے نہیں بچتا تھا، یہی جملہ باب سے مطابقت رکھتا ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس حدیث کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ ھناد بن السری: راجع: ۲۵ ۲۔ وکیع: راجع: ۲۵ ۳۔ الاعمش: راجع: ۳۰

۴۔ مجاہد:

آپ کا نام ابوالحجاج مجاہد بن جبر مخزومی مکی (م: ۱۰۱۔ ۱۰۴ھ) ہے۔ آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، فقیہ، عالم، کثیر الحدیث راوی

ہیں، آپ تفسیر وعلم کے امام تھے۔ آپ نے تریاسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۵۔طاؤس:

آپ کا نام ابوعبدالرحمٰن طاؤس بن کیسان یمانی جندی حمیری فارسی (م:۱۰۶ھ) ہے۔ بعض نے آپ کا نام ذکوان ذکر کیا ہے، جبکہ طاؤس آپ کا لقب ہے۔ آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، فقیہ، فاضل راوی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے خاص تلامذہ میں سے ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: طاؤس جنتی لوگوں میں سے ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۶۔ابن عباس:

آپ کا اسم مبارک ابوعباس عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف رضی اللہ عنہ (م:۶۸ھ) ہے، آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تفہیم قرآن کی دعا دی، آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد تھے، حبر الامہ، بحر العلوم، ترجمان القرآن اور فقیہ امت آپ کے القابات تھے، آپ فقہاء عبادلہ اربعہ صحابہ میں سے ایک ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اکثر آپ سے مشورہ طلب فرماتے تھے، آپ مکثرین صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ آپ سے ایک ہزار چھ سو ساٹھ (۱۶۶۰) احادیث مبارکہ مروی ہیں، البتہ مسند احمد بن حنبل میں روایات کی تعداد ایک ہزار چھ سو چھیانوے (۱۶۹۶) ہے۔ جن میں سے پچھتر متفق علیہ، اٹھائیس میں امام بخاری اور انچاس میں امام مسلم منفرد ہیں۔ آپ نے پچیس احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہیں۔ مراسیل صحابہ کے قبول پر امت کا اجماع ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے طائف میں وفات پائی اور امام محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔(۳)

۴۔حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، متفق علیہ ہے اور آئمہ صحاح ستہ نے اسے روایت کیا ہے۔

۵۔خصوصیات سند:

☆ یہ حدیث سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ بارہویں (۱۲) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ، اجل، آئمہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے تین راوی کوفی، چوتھا مکی، پانچواں یمنی اور حضرت عبداللہ بن عباس مکی، مدنی، بصری، طائفی ہیں۔

☆ اس سند میں تین تابعین (اعمش، مجاہد، طاؤس) نے ایک دوسرے سے روایت بیان کی ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فقہاء عبادلہ صحابہ اور مکثرین رواۃ صحابہ میں سے ہیں۔

☆ خالفه کہہ کر مصنف نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کا ایک طریق منصور عن مجاهد عن ابن عباس بھی ہے۔ اس کے درمیان میں طاؤس نہیں ہیں۔ اس طریق سے یہ سند خماسی ہوگی۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، سمعت ایک ایک دفعہ اور عن عن چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۱۔ i۔تاریخ الدوری، ج۲، ص۲۷۹ ii۔طبقات ابن سعد، ج۵، ص۴۶۶

۲۔ i۔الجرح والتعدیل، ج۴، ص۵۰۰ ii۔الثقات، ج۴، ص۳۹۱

۳۔ i۔اسد الغابۃ، ج۳، ص۱۹۲ ii۔الاصابۃ، ج۲: ۸۱، ۴۷

۶۔لغات:

مدر: آپ ﷺ گزرے۔

قبرین: دوقبریں۔میت کے دفن ہونے کی جگہ۔

یعذبان: وہ دونوں عذاب دیئے جارہے ہیں۔

فی کبیر :دشوار یا بھاری کام

کان لا یستنزہ :وہ نہیں بچتا تھا۔

کان یمشی بالنمیمۃ :چغل خوری کرتا تھا۔

عسیب رطب :کھجور کی تازہ شاخ۔

فشقہ بثنین :آپ ﷺ نے چیر کر دو حصے کئے۔

فغرس: آپ ﷺ نے گاڑدیا۔

یخصف ہلکا کیا جائے گا۔

لم ییبسا: جب تک وہ دونوں خشک نہیں ہوتیں۔

۷۔مسائل ونصائح:

☆ پیشاب سے نہ بچنا اس لئے کبیرہ گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے نماز کا باطل ہونا لازم آتا ہے،اور چغلی کرنا اس لئے گناہ کبیرہ ہے کہ چغلی کی تعریف ہے۔نقل کلام بعض الی بعض علی جھۃ الافساد

☆ فساڈالنے کے لئے بعض کا کلام بعض کو پہنچانا۔

☆ جو چیز فتنہ اور فساد کا باعث ہو اس کا گناہ کبیرہ ہونا واضح ہے۔

☆ اب سوال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:ان کو کسی کبیرہ کے سبب سے عذاب نہیں ہورہا، حالانکہ یہ گناہ کبیرہ ہیں،اس کے دو جواب ہیں :ایک یہ کہ ان کے زعم میں یہ گناہ کبیرہ نہ تھا،دوسرا جواب یہ ہے کہ کبیرہ سے گناہ کبیرہ مراد نہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ ان گناہوں سے بچنا ان کے لئے کوئی بڑا اور دشوار کام نہ تھا۔(۱)

☆ گناہ کبیرہ وہ ہے جس کے ارتکاب پر حد لازم ہو،دوسری تعریف یہ ہے: کہ جس کام کے ارتکاب پر وعید شدید ہو،وہ گناہ کبیرہ ہے،اور صغیرہ پر اصرار کرنا گناہ کبیرہ ہے، کیونکہ حدیث میں ہے لا صغیرۃ مع الاصرار ''اصرار کے ساتھ گناہ صغیرہ نہیں ہوتا''(۲)

☆ صرح العلامۃ ابن نجیم فی رسالتہ المؤ لفتہ فی بیان المعاصی بان کل مکروہ تحریما من الصغائر وصرح ایضابانھم شرطوا الاسقاط العدالۃ بالصغیرۃ الادمان علیھا۔(۳)

علامہ ابن نجیم نے گناہوں کے بیان میں ایک رسالہ تحریر کیا ہے،اس میں ہے: ہر مکروہ تحریمی گناہ صغیرہ ہے،اور گناہ صغیرہ پر دوام کرنا گناہ کبیرہ ہے،اس سے عدالت ساقط ہو جاتی ہے۔

☆ اس کا حاصل یہ ہے کہ فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے،اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے،اور صغیرہ پر اصرار گناہ کبیرہ ہے،اصرار کا مطلب یہ ہے کہ بار بار صغیرہ کرے اور اس پر نادم اور تائب نہ ہو،صغیرہ پر اصرار اس لئے کبیرہ ہے کہ گناہ کرنے والا معصیت پر جرأت اور دلیری کرتا ہے اور توبہ نہیں کرتا،اور معصیت پر جرأت کرنا،اس کو معمولی سمجھنا اور توبہ نہ کرنا، یہ گناہ کبیرہ ہے، وگرنہ اگر صغیرہ کا تکرار ہو تو یہ گناہ کبیرہ نہیں ہے،تکرار کا مطلب یہ ہے کہ صغیرہ پر نادم اور تائب ہو،اور پھر دوبارہ صغیرہ کا ارتکاب کرے،اور پھر اس پر نادم اور تائب ہو،

۱۔ شرح مسلم نووی،ج۱،ص۱۴۱ ۲۔ عمدۃ القاری،ج۳،ص۱۱۶ ۳۔ ردالمحتار،ج۱،ص۴۴۵

یہ تکرار معصیت ہے، اصرار معصیت نہیں ہے، مجھ سے ایک بار ایک علمی مجلس میں ایک عالم نے سوال کیا تھا: کہ صغیرہ کے بعد صغیرہ کرنا اسی درجہ کی معصیت ہے، یہ کبیرہ کیوں ہوتا ہے، اس وقت میں نے تکرار معصیت اور اصرار معصیت کا یہ فرق بیان کیا تھا۔(۱)

☆ اس حدیث میں ہے نبی ﷺ نے ایک سبز شاخ منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کر کے ان ٹکڑوں کو ان قبروں پر گاڑ دیا اور فرمایا: جب تک یہ خشک نہیں ہوں گی، ان سے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

☆ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ: عذاب میں تخفیف کی وجہ، ہوسکتا ہے نبی ﷺ کے شاخ گاڑنے کی برکت کی وجہ سے ہو، اور اس کی وجہ شاخ کے سبز ہونے کی خصوصیت نہ ہو، علامہ نووی نے کہا یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ نبی ﷺ نے ان کے لئے تخفیف عذاب کی شفاعت کی تھی اور ان شاخوں کے سبز رہنے تک آپ کی شفاعت قبول کرلی گئی۔

☆ ایک قول یہ ہے کہ جب تک شاخ تر رہتی ہے تسبیح کرتی ہے اور جب سوکھ جاتی ہے تو تسبیح نہیں کرتی، اور قرآن مجید میں ہے:

اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (۲)

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔

☆ اس کا معنیٰ ہے ہر زندہ چیز اللہ تعالیٰ ﷻ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے، اور شاخ کی حیات اس وقت تک ہے، جب تک کہ وہ سرسبز اور تروتازہ ہو، اور پتھر کی حیات اس وقت تک ہے جب تک اس کو توڑا نہ جائے، لیکن محققین کا مذہب یہ ہے کہ یہ حمد اور تسبیح اپنے عموم پر ہے، اور ہر چیز حقیقتاً تسبیح کرتی ہے، بعض علماء نے یہ کہا: کہ ہر چیز کی تسبیح یہ ہے کہ اس کا وجود صانع کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔

☆ اس حدیث کی بناء پر علماء نے قبر کے پاس قرآن مجید کی تلاوت کو مستحب قرار دیا ہے، کیونکہ جب شاخ کی تسبیح کی وجہ سے تخفیف عذاب متوقع ہے، تو تلاوت قرآن کی وجہ سے تخفیف عذاب کی زیادہ توقع ہے، اگر یہ کہا جائے کہ جب ہر چیز کا تسبیح کرنا اپنے عموم پر ہے، تو اس حدیث میں تخفیف عذاب کو شاخ کے تر رہنے تک کیوں موقوف کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے: کہ اس کی خصوصیت کا علم صرف اللہ تعالیٰ ﷻ کو ہے جیسے جہنم کے فرشتوں کی تعداد کی خصوصیت کا علم صرف اللہ تعالیٰ ﷻ کو ہے۔(۳)

☆ عذاب میں تخفیف کی وجہ اس شاخ کی تسبیح کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ نبی ﷺ کے ہاتھ کی برکت کی وجہ سے ہے (الی قولہ)، فتاویٰ ہندیہ میں مطالب المومنین سے نقل کیا ہے کہ قبروں پر پھول ڈالنا جائز ہے، اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ: علامہ عینی نے تصریح کی ہے کہ یہ عبث اور لغو ہے (جبکہ علامہ عینی نے اس کے برعکس لکھا ہے جیسا کہ ہم نے ابھی نقل کیا ہے)(۴)

☆ قبروں پر پھول ڈالنے کے مسئلہ میں لوگوں نے غلو کیا ہے اور اس کو حنفیت کی علامت بنا دیا ہے، اور جو قبروں پر پھول نہیں ڈالتے، ان کو وہابیہ کہتے ہیں، تم غور کرو ان قبر والوں کے عذاب میں تخفیف کو نبی ﷺ کی شفاعت سے قرار دینا افضل ہے یا درخت کی تسبیح سے؟ اور اگر یہ لوگ اتباع حدیث کا دعویٰ کرتے ہیں تو قبر پر درخت کی شاخ لگائیں پھول کیوں ڈالتے ہیں؟ اور معذبین کی قبروں پر شاخ لگائیں نہ کہ مقربین کی قبروں پر، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو حدیث کی ظاہراً و باطناً اتباع کرتے تھے، سے منقول نہیں ہے کہ انہوں نے اس پر عمل کیا تھا۔ اگر اس میں کوئی فائدہ ہوتا تو

۱۔ شرح صحیح مسلم، ج ۱، ص ۹۸۰۔۹۸۱ ۲۔ الاسراء ۱۷: ۴۴

۳۔ عمدۃ القاری، ج ۱، ص ۱۱۷ ۴۔ فیض الباری، ج ۱، ص ۱۰۳

وہ اس کو ترک نہ کرتے، اور یاد رہے کہ بعض اوقات بدعت کا مادہ اطاعت ہوتا ہے، لیکن اس کی اپنی طرف سے ایک خاص ہیئت بنالی جاتی ہے اور خود کو تشریع کے منصب پر فائز کرلیا جاتا ہے، یہ لوگ اس آیت کا مصداق ہیں:

الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا (۱)

وہ لوگ جن کی ساری کوششیں دنیا کی زندگی میں گم ہوگئیں، اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کررہے ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب نبی کریم ﷺ کے ہاتھ کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوئی تھی، تو اس قید کی کیا وجہ ہے کہ جب تک درخت کی شاخ خشک نہ ہو عذاب میں تخفیف رہے گی، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کے ہاتھ کی برکت کے اثر کی اتنی ہی مدت تھی جیسا کہ شیخ کشمیری نے لکھا ہے۔ (۲)

☆ نبی کریم ﷺ کے مبارک ہاتھوں کی برکت کا کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا، لیکن نبی ﷺ کے اقوال کی اطاعت اور آپ کے افعال کی اتباع مطلقاً ثابت ہے، ماسوا ان کاموں کے، جو آپ ﷺ کی خصوصیت ہوں، اور خصوصیت کا معیار یہ ہے کہ جس کام سے آپ نے امت کو علی العموم منع فرمایا ہو، اور خود اس کام کو کیا ہو، جیسے بہ یک وقت چار سے زیادہ ازواج کو نکاح میں رکھنا، آپ کی ازواج سے آپ کے وصال کے بعد نکاح حرام ہونا اور آپ کے ترکہ میں وراثت کا نہ جاری ہونا وغیرہ وغیرہ۔ (۳)

☆ نبی کریم ﷺ نے درخت کی شاخ کو قبر پر گاڑنے سے منع نہیں فرمایا، اس لیے یہ فعل آپ کی خصوصیت نہیں ہے، اور آپ ﷺ کے وصال کے بعد یہ فعل بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی کی بھی یہی تحقیق ہے۔

☆ امام بخاری ذکر کرتے ہیں:

واوصى بريدة الاسلمى ان يجعل فى قبره جريدان۔ (۴)

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی کہ ان کی قبر میں دو شاخیں گاڑ دی جائیں۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

☆ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کا ۶۳ ہجری میں مرو میں انتقال ہوا تھا، اس میں حکمت یہ تھی کہ کھجور کے درخت کی برکت حاصل کی جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اس کو شجرہ طیبہ فرمایا ہے اور نبی ﷺ کی اقتدا ادا کی جائے، کیونکہ آپ ﷺ نے درخت کی شاخ کے دو ٹکڑے قبر پر رکھے تھے۔ (۵)

☆ علامہ بدرالدین عینی کی اس عبارت سے بھی معلوم ہوگیا کہ مقربین کی قبر پر بھی درخت کی شاخ رکھنا جائز ہے، کیونکہ امت میں صحابی رسول ﷺ سے بڑھ کر اور کون مقرب ہوگا، نیز جو عمل عام مسلمانوں کے لئے تخفیف عذاب کا باعث ہوتا ہے، مقربین کے لئے وہ عمل ترقی درجات کا سبب ہوتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس فعل کو رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت نہیں سمجھا تھا۔

☆ قبرستان سے سرسبز گھاس کا ٹنا مکروہ ہے، اور سوکھی ہوئی گھاس کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ البحر الرائق، درر و غرر اور شرح

۱۔ کہف ۱۸: ۱۰۴ ۲۔ فیض الباری، ج ۱، ص ۳۱۱ ۳۔ شرح صحیح مسلم، ج ۱، ص ۹۸۳

۴۔ صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۸۱ ۵۔ عمدۃ القاری، ج ۸، ص ۱۸۲

المنیہ میں ہے، امداد میں اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ تروتازہ گھاس اللہ تعالیٰ ﷻ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے، جس سے میت کو تسکین ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ ﷻ کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے، قاضی خاں میں بھی اسی طرح لکھا ہے، (علامہ شامی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے: نبی کریم ﷺ نے سبز شاخ کو توڑ کر اس کے دو ٹکڑے کئے، اور وہ ان دو قبروں پر رکھ دیئے، جن میں قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا، اور اس کی علت ان شاخوں کا خشک نہ ہونا قرار دیا، یعنی ان شاخوں کی تسبیح کی برکت سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور سبز گھاس کی تسبیح خشک گھاس کی تسبیح سے اکمل ہے، کیونکہ سبز میں ایک قسم کی حیات ہوتی ہے۔ اس عبارت اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی اتباع کی وجہ سے سبز شاخ کو قبر پر رکھنا مستحب ہے، ہمارے زمانہ میں آس کے پھولوں کی شاخیں جو قبر پر رکھی جاتی ہیں، وہ اسی قیاس پر ہیں. فقہا شافعیہ کی ایک جماعت نے بھی اس کی تصریح کی ہے، اور یہ بعض مالکیہ کے اس قول سے اولیٰ ہے کہ عذاب میں تخفیف نبی کریم ﷺ کی برکت اور آپ کی دعا سے حاصل ہوئی (یہ علامہ خطابی کا قول ہے) اس لئے دوسروں کا آپ پر قیاس نہیں ہوگا۔ حالانکہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں۔ (۱)

☆ درخت کی شاخ کے معنی میں ہر وہ چیز داخل ہے جس میں کسی بھی درخت کی رطوبت ہو (الی قولہ)، مشکوٰۃ کی شرح میں لکھا ہے: ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض آئمہ نے فتویٰ دیا ہے، کہ پھولوں اور درخت کی شاخوں کو رکھنے کا جو معمول ہے، وہ اس حدیث کی وجہ سے سنت ہے، اور جب درخت کی شاخ کی تسبیح کی وجہ سے تخفیف کی امید کی جاتی ہے، تو قرآن مجید کی تلاوت کی برکت تو بہت عظیم ہے۔ (۲)

☆ **وقد افتی بعض الائمة من متاخری اصحابنا بان ما اعتیدمن وضع الریحان و الجرید سنة لهذاالحدیث: (۳)**

اسی وجہ سے ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض ائمہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ درخت کی شاخوں اور پھولوں کو (قبر پر) رکھنے کا معمول اس حدیث کی بناء پر سنت ہے۔ اس کے بعد ملا علی قاری نے علامہ خطابی کے انکار کا رد کیا ہے۔

☆ **وتمسک کنندایں جماعة بایں حدیث درانداختن سبزہ و گل رابر قبور (۴)**

جو لوگ زندہ چیز کی تسبیح کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے قبروں پر سبزہ اور پھولوں کے ڈالنے پر استدلال کرتے ہیں۔

☆ **وضع الورد والریاحین علی القبور حسن ۔ (۵)**

پھولوں کا قبروں پر رکھنا مستحسن ہے۔

☆ **ولیس فی السیاق مایقطع علی انه با شر الوضع بیده الکریمة بل یحتمل ان یکون امر به وقد تاسی بریدة بن الحصیب الصحابی بذالك فاوصیٰ ان یوضع علی قبره جریدتان وهو اولیٰ ان یتبع من غیره۔ (۶)**

اس حدیث کے شروع میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے، جس سے قطعی طور پر یہ معلوم ہو کہ نبی ﷺ نے خود اپنے دست کریم سے ان شاخوں کو قبر پر رکھا تھا (حتیٰ کہ آپ کی خصوصیت کا دعویٰ کیا جائے)، بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ ﷺ نے ان شاخوں کے رکھنے کا امر کیا ہو، اور حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ صحابی نے آپ ﷺ کی وصیت کی اتباع کی ہے، اور اپنی قبر پر شاخوں کے رکھنے کی وصیت کی، اور لوگوں کی بجائے حضرت

۱۔ ردالمحتار، ج ۱، ص ۸۴۶۔۸۴۷ ۲۔ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۳۷۸ ۳۔ مرقات ج ۱، ص ۳۵۱

۴۔ اشعۃ اللمعات، ج ۱، ص ۲۰۰ ۵۔ فتاویٰ عالمگیری، ج ۵، ص ۳۵۱ ۶۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۳۲۰

بریدہ رضی اللہ عنہ کی اتباع کرنا زیادہ مناسب ہے۔

☆ وکان بریدة حمل الحدیث علی عمومه ولم یره خاصا بذینك الرجلین (۱)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو عموم پر محمول کیا، اور اس عمل کو ان دو قبر والوں کے ساتھ مخصوص نہیں قرار دیا۔

☆ ایضا وضع الجرید الاخضر علی القبر وکذا الریحان ونحوہ من الشئی الرطب (۲)

قبر پر سبز شاخ رکھنا سنت ہے، اسی طرح پھولوں اور ہر تر چیز کا رکھنا سنت ہے۔

☆ قال: وقد قیل ان المعنیٰ فیه انه یسبح مادام رطبا فیحصل التخفیف ببرکة التسبیح وعلی هذا فیطرد فی کل مافیه رطوبة من الاشجار وغیرها وکذلك فیما فیه برکة کالذکر وتلاوة القران من باب الاولی۔ (۳)

علامہ خطابی نے لکھا ہے: کہ بے شک یہ بھی ایک قول ہے کہ شاخ جب تک تر ہو گی تسبیح کرتی رہے گی، اور تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہو گی، اس بناء پر یہ حکم ہر اس چیز میں جاری ہو گا جس میں تراوٹ ہو، خواہ وہ درخت ہو یا غیر، اسی طرح جس چیز میں برکت ہو، جیسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ذکر اور قرآن مجید، اور ان سے بہ طریق اولیٰ عذاب میں تخفیف ہو گی۔

☆ وجری عرف الناس فی بعض البلاد ببسط الخوص علی قبور الموتی فلعله استنانا بهذا الحدیث (الی قوله) واوصی بریدة الاسلمی ان یجعل علی قبره جریدتان فلعله تیمنا بهذا الحدیث وفعله صلی اللہ علیه وسلم۔ (۴)

قاضی عیاض مالکی نے بیان کیا ہے: کہ بعض شہروں میں یہ عرف ہے کہ قبروں پر کھجور کے پتے بچھاتے ہیں، ان کا یہ عمل اس حدیث کی بناء پر ہے، اور حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے وصیت کی: کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں، ان کا یہ عمل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل اور اس حدیث کی اتباع پر مبنی ہے۔

☆ قال الشافعیة لا باس بتطییب القبر وقالوا ایضا مع الحنابلة والحنفیة: ویندب ان یرش القبر بماء ویسن وضع الجرید الاخضر والریحان ونحوہ من الشیء الرطب علی القبر۔ (۵)

فقہاء شافعیہ نے کہا ہے: کہ قبر پر خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے، نیز فقہاء شافعیہ حنابلہ اور حنفیہ نے یہ کہا ہے: کہ قبر پر پانی کے چھینٹے ڈالنا مستحب ہے اور قبر پر سبز شاخ، پھول اور کسی تر چیز کو رکھنا سنت ہے۔

☆ الحمد للہ علیٰ احسانہ مذاہب اربعہ کے فقہاء اور محدثین کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا: کہ قبر پر سبز شاخوں اور پھولوں کا رکھنا سنت ہے، اور شیخ بدر عالم میرٹھی، شیخ شبیر احمد عثمانی اور شیخ انور کشمیری کا اس فعل کو عبث اور بدعت کہنا صحیح نہیں ہے، نیز ان حضرات کا یہ کہنا بھی خلاف واقع ہے کہ صرف مقربین کی قبروں پر پھول رکھے جاتے ہیں، اور عوام کی قبروں پر پھول نہیں رکھے جاتے، ہم نے عام قبرستانوں میں متعدد عام قبروں پر پھول رکھے ہوئے دیکھے ہیں، اب بھی کراچی کے کسی قبرستان میں آپ جمعرات کو یا شب برات کو چلے جائیں، تو بے شمار عوام کی قبروں پر پھول رکھے ہوئے نظر آئیں گے، اور جس طرح پھولوں کی تسبیح گنہ گاروں کے لئے رفع عذاب کا موجب ہے، اسی طرح وہ مقربین کے لئے درجات کی بلندی کا سبب ہے، اسی لئے بلاوجہ مقربین اور عباد صالحین سے عناد اور مسلمانوں سے سوء ظن رکھنا نہیں چاہیے۔ (۶)

۱۔ ایضاً، ج۳، ص۲۲۳ ۲۔ مغنی المحتاج، ج۱، ص۳۶۴ ۳۔ فتح الباری، ج۱، ص۳۲۰

۴۔ اکمال اکمال المعلم، ج۲، ص۷۳ ۵۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج۱، ص۵۳۰ ۶۔ شرح صحیح مسلم، ج۱، ص۹۸۵

☆ علامہ خطابی نے یہ کہا ہے کہ قبروں پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا مستحب ہے، کیونکہ جب درخت کی تسبیح سے میت کے عذاب میں تخفیف متوقع ہے، تو قرآن مجید کی برکت اور اس سے توقع بہت زیادہ ہے، میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا میت کو ثواب پہنچتا ہے اور اس کی دلیل حسب ذیل احادیث ہیں۔

۱۔ امام ابوبکر سنجار نے کتاب السنن میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبروں کے درمیان سے گزرا، اور اس نے گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ احد (یعنی سورہ اخلاص) کو پڑھا، پھر اس کا اجر مردوں کو بخش دیا، تو اس کو ان تمام مردوں کی تعداد کے برابر اجر ملے گا۔

۲۔ اسی کتاب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے: جو شخص قبرستان میں داخل ہوا، اور اس نے سورۂ یٰسین کو پڑھا، اللہ تعالیٰ جل جلالہ ان کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے۔

۳۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی، اور ان کی قبر کے پاس سورۂ یٰسین کی تلاوت کی، اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔

۴۔ امام ابوحفص بن شاہین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایک بار یہ پڑھا۔ **الحمد لله رب العلمين رب السلموت ورب الارض رب العلمين وله الكبرياء في السموات والارض وهو العزيز الحكيم لله رب السموٰت ورب الارض رب العلمين وله العظمة في السموٰت والارض وهو العزيز الحكيم هو الملك رب السموٰت ورب الارض ورب العلمين وله النور في السموٰت والارض وهو العزيز الحكيم** ۔ پھر یہ دعا کی اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کا ثواب میرے والدین کو عطا فرما، تو پھر اس کے والدین کا اس پر کوئی حق ادائیگی نہیں رہے گا۔ (۱)

☆ علامہ نووی نے یہ کہا ہے، کہ امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید کا ثواب مردے کو نہیں پہنچتا، یہ احادیث ان پر حجت ہیں لیکن علماء کا اس پر اجماع ہے کہ دعا سے مردوں کو نفع ہوتا ہے، اور ان کو اس کا ثواب پہنچتا ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ ٥ (۲)

وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب تعالیٰ جل جلالہ ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں۔

ان کے علاوہ اور بہت سی آیات اور احادیث مشہورہ ہیں، بعض احادیث یہ ہیں:

۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ: اہل بقیع غرقد کی مغفرت فرما۔

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ: ہمارے زندوں اور ہمارے مردوں کی مغفرت فرما۔ نیز احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نیکیوں کا ثواب بھی مردوں کو پہنچتا ہے۔

۳۔ امام دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ماں باپ کے مرنے کے بعد میں کیسے ان کے ساتھ نیکی کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرنے کے بعد ان کے ساتھ نیکی کا طریقہ یہ ہے، کہ تم اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لئے (نفلی) روزے رکھو، اور اپنے صدقہ کے ساتھ ان کی طرف سے (نفلی) صدقہ کرو۔

۱۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۱۱۹ ۲۔ حشر ۵۹: ۱۰

۲۔ کتاب القاضی میں امام ابوالحسین بن الفراء رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب ہم اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ کریں، اور ان کی طرف سے حج کریں، اور ان کے لئے دعا کریں، تو کیا یہ ان کو پہنچتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اور وہ اس سے اس طرح خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے کسی کے پاس طباق پیش کیا جائے، تو وہ اس سے خوش ہوتا ہے۔

۳۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا باپ فوت ہوگیا، کیا میں اس کی طرف سے صدقہ کروں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں!

۴۔ ابوجعفر محمد بن علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہم اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے غلام آزاد کیا کرتے تھے۔

۵۔ حدیث صحیح میں ہے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری ماں فوت ہوگئی، اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں، تو کیا اس کو فائدہ پہنچے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں!

☆ اگر یہ اعتراض ہو کہ قرآن مجید میں ہے:

وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ (۱)

اور یہ کہ آدمی کو اسی چیز کا اجر ملتا ہے جس کی وہ (خود) سعی کرتا ہے۔

☆ تو اس آیت میں علماء کے آٹھ اقوال ہیں:

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (۲)

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی، ان کی اولاد کو ہم ان کے ساتھ ملا دیں گے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے ماں باپ کی نیکیوں کی وجہ سے، ان کے مومن بچوں کو بھی ان کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔

۲۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ یہ آیت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امتوں کے ساتھ خاص ہے، اور اس امت کو اس کی سعی کا اجر بھی ملتا ہے، اور ان کے لئے جو سعی کی جاتی ہے، اس کا اجر بھی ملتا ہے۔

۳۔ حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ایت میں انسان سے مراد کافر ہے۔

۴۔ حضرت حسین بن فضل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا بہ طریق عدل انسان کو صرف اپنی سعی کا اجر ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے فضل سے، اس کے لئے جو سعی کی جائے، اس کا بھی اجر عطا فرماتا ہے۔

۵۔ ابوبکر بن وراق نے کہا: سعی کا معنی ہے: ما نوی، یعنی انسان کو صرف اسی کی نیت کا اجر ملتا ہے۔

۶۔ ثعلبی نے کہا: کافر کو اپنے اعمال کی صرف دنیا میں جزاء ملتی ہے، آخرت میں اس کے لئے صرف سزا ہے۔

۷۔ اس آیت میں لام بمعنی علی ہے یعنی انسان کو صرف اسی کے اعمال کی سزا ملتی ہے۔

۱۔ النجم ۳۹:۵۳ ۲۔ طور ۲۱:۵۲

۸۔علامہ ابن الزغوانی نے کہا: انسان کو صرف اسی کے عمل کی جزا ملتی ہے، لیکن عمل کے اسباب مختلف ہوتے ہیں، کبھی وہ خود کسی چیز کو حاصل کرنے کی سعی کرتا ہے، اور کبھی وہ کسی چیز کے حصول کے سبب کی سعی کرتا ہے، مثلاً وہ خود نیکیاں کرے یا وہ اپنے بیٹے کو قرآن پڑھنا سکھائے، اور وہ اس کے لئے قرآن پڑھے، یا دین کی خدمت کرے، جس کی وجہ سے لوگ اس سے محبت کریں، اور اس کو ثواب پہنچائیں۔(۱)

☆ اس حدیث میں عذاب قبر کا ثبوت ہے، اہل سنت کے نزدیک پورے جسم یا جسم کے کسی حصہ میں روح کے لوٹانے کے بعد، اس جسم کو عذاب دیا جاتا ہے۔

☆ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیشاب مطلقاً نجس ہے، قلیل ہو یا کثیر۔

☆ استنجاء کرنا واجب ہے اور جس جگہ پیشاب لگ جائے اس کو دھونا واجب ہے۔

☆ چغلی کرنا حرام ہے، کیونکہ چغلی کرنے والے اور پیشاب کی نجاست سے نہ بچنے والے، دونوں کو عذاب ہوا۔

☆ دونوں قبر والوں کا نبی ﷺ نے نام نہیں لیا، تاکہ مرنے والوں کی پردہ دری نہ ہو۔

☆ یہ واقعہ دو مرتبہ ہوا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے، ان دو قبروں کو عذاب ہو رہا تھا اور اس روایت میں عذاب کا سبب نہیں بیان فرمایا، اور اس روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی شفاعت کی اور آپ کی شفاعت ان کے حق میں مقبول ہوئی، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں یہ بیان ہے، کہ ایک چغلی کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور اس میں شفاعت کا ذکر نہیں ہے۔

☆ ان قبر والوں کے مومن یا کافر ہونے میں اختلاف ہے، حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کافر تھے، انہوں نے الترغیب والترہیب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ بنو نجار کے دو آدمی تھے، جو زمانہ جاہلیت میں مر گئے تھے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مسلمان تھے، اگر یہ کافر ہوتے تو نبی کریم ﷺ ان کے لئے دعا نہ فرماتے، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بعض روایات میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ انصار کی بنی ہوئی بعض نئی قبروں کے پاس سے گزرے، نیز یہ قبریں بقیع میں تھیں، اور بقیع مسلمانوں کا قبرستان ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک واقعہ کافروں کی قبروں کا ہو، اور دوسرا واقعہ مسلمانوں کی قبروں کا۔(۲)

برزخ اور دنیا سے رسول اللہ ﷺ کا بہ یک وقت رابطہ:

☆ علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

میرے شیخ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز نے فرمایا: اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے یہ بتلا کر کہ: ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے، یہ ظاہر فرما دیا کہ اگرچہ میں بظاہر عالم دنیا میں رہتا ہوں، لیکن عالم برزخ کے احوال بھی میری نظر سے اوجھل نہیں ہوتے، کیونکہ عذاب اور ثواب عالم برزخ میں ہوتا ہے، اور جب یہ فرمایا: کہ ان میں سے ایک چغلی کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا، تو یہ ظاہر فرما دیا کہ میں صرف عذاب کو نہیں دیکھ رہا، بلکہ میں ان کے سبب عذاب کو بھی جانتا ہوں، یا یہ بتلا دیا کہ میں صرف ان کے حال کو نہیں دیکھ رہا، بلکہ ان کے ماضی اور حال دونوں سے باخبر ہوں، اور جب شاخ کے ٹکڑے ان کی قبروں پر رکھ دیئے اور فرمایا: جب تک یہ خشک نہیں ہوں گے، ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی، تو یہ ظاہر فرما دیا کہ میں صرف ان کے عذاب کو دیکھ ہی نہیں رہا، بلکہ ان سے اس عذاب کو دور بھی کر سکتا ہوں، نیز آپ ﷺ نے یہ بتلا دیا: کہ اے میرے غلامو! اچھی طرح جان لو کہ جب میں تمہارے درمیان رہ کر عالم برزخ سے غافل نہیں رہتا، تو عالم برزخ میں جا کر تمہارے احوال سے کیسے ناواقف ہوسکتا ہوں، اور جب تم میں رہ کر قبر والوں کی مدد کرتا ہوں، تو خوب سمجھ لو: میں قبر میں جا کر تمہاری مدد کرتا رہوں گا۔

۱۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۱۲۰ ۲۔ ایضاً

رسول اللہ ﷺ کا رابطہ ایک عالم میں رہتے ہوئے دوسرے عالم سے منقطع نہیں ہوتا، جب عالم نیند میں ہوں تو بیداری سے رابطہ منقطع نہیں ہوتا (کیونکہ فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا ہے)، اور جب عالم دنیا میں ہوں تو برزخ سے تعلق نہیں ٹوٹتا، اور جب برزخ میں ہوں تو دنیا سے رابطہ منقطع نہیں ہوتا، بندوں میں رہ کر مولیٰ کو نہیں بھولے، اور شب معراج مولیٰ کے پاس جاکر بندوں کو نہیں بھولے۔(۱)

☆ اس حدیث میں ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: ان کو کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں ہو رہا، اس پر یہ اعتراض ہے کہ ان میں سے ایک پیشاب کے قطرات سے نہیں بچتا تھا، اور دوسرا چغلی کرتا تھا، اور یہ گناہ کبیرہ ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ واقع میں یہ گناہ کبیرہ تھے، لیکن ان کے نزدیک یہ کوئی بڑے گناہ نہیں تھے، جیسے قرآن مجید میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کے متعلق فرمایا:

وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّناً وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ٥(۲)

تم اس تہمت کو معمولی بات سمجھ رہے تھے، حالانکہ یہ اللہ کے نزدیک بہت سنگین بات ہے۔

☆ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کے ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ ان کو کسی ایسی چیز میں عذاب نہیں ہو رہا تھا، جس سے بچنا ان کے لیے بہت مشکل اور دشوار ہو، بلکہ اس سے بچنا ان کے لیے بہت آسان تھا۔

☆ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ پہلے آپ نے یہ فرمایا کہ ان کو کسی کبیرہ چیز کے سبب سے عذاب نہیں ہو رہا تھا، پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ ان کو گناہ کبیرہ کے سبب سے عذاب ہو رہا تھا تو آپ نے پہلے کلام سے اضراب کر کے فرمایا: کیوں نہیں! ان میں سے ایک پیشاب کے قطرات سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا۔ گویا اس بعد والے کلام سے پہلے کلام منسوخ ہو گیا۔(۳)

☆ حافظ ابن حجر کا یہ کلام صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ خبر دی تھی کہ ان کو کسی کبیرہ چیز کے سبب سے عذاب نہیں ہو رہا اور خبر میں نسخ نہیں ہوتا۔ نسخ حکم میں ہوتا ہے اور یہاں کوئی حکم نہیں ہے اور جب اس اعتراض کے دو قوی جواب ہیں، جن کا ہم نے ذکر کیا ہے تو پھر اس فضول جواب کی کیا ضرورت ہے؟ نیز اس اعتراض کا یہ جواب بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو کسی بہت بڑے کبیرہ میں عذاب نہیں ہو رہا تھا، اگرچہ وہ فی نفسہ کبیرہ تھا۔

جن دو قبروں کو عذاب ہو رہا تھا، آیا وہ کافر تھے یا مسلمان تھے؟

☆ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ جن دو آدمیوں کو قبروں میں عذاب ہو رہا تھا، آیا وہ کافر تھے یا مسلمان تھے؟

ابو موسیٰ المدینی نے کہا: وہ کافر تھے اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بنو النجار کی دو قبروں کے پاس سے گزرے، جو زمانۂ جاہلیت میں فوت ہو گئے تھے، آپ ﷺ نے ان کی آوازیں سنیں، ان کو پیشاب اور چغلی کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا، اس حدیث کو انہوں نے ابن لہیعہ از اسامہ بن زید، اپنی کتاب ''الترغیب والترہیب'' میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔

۱۔ شرح صحیح مسلم، ج ۱، ص ۹۸۹ ۲۔ النور: ۱۵ ۳۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۴۲۸

بعض علماء نے کہا: وہ مسلمان تھے اورانہوں نے کہا: اس حدیث کی بعض سندوں سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی بعض نئی قبروں کے پاس سے گزرے۔الحدیث

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ وہ قبر والے مسلمان تھے۔(۱)

جب تک درخت کی شاخ خشک نہ ہو،اس وقت تک عذاب میں تخفیف ہونے کی توجیہ:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے درخت کی شاخ منگائی، پھراس کے دوٹکڑے کیے، پھران میں سے ہرایک کی قبر پرایک ٹکڑا رکھ دیا اورفرمایا: جب تک یہ خشک نہیں ہوں گے، شاید ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

☆ علامہ حمد بن محمد الخطابی لکھتے ہیں:

عذاب میں یہ تخفیف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کے اثر کی وجہ سے تھی یا آپ نے ان کے عذاب میں تخفیف کی دعا کی تھی اور جب تک ان شاخوں میں نمی رہے گی، ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی، اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ تر شاخ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی تسبیح کرتی ہے اور خشک شاخ تسبیح نہیں کرتی، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ (۲) اور ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔

پس خشک شاخ بھی اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی حمد اوراس کی تسبیح کرتی ہے، پھر تخفیف عذاب کی مدت شاخوں کے تر ہونے تک کیوں رکھی گئی؟اس کی وجہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو معلوم ہے، جیسے دوزخ کے محافظ فرشتوں کی تعداد انیس ہے، اس کی وجہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہی کو معلوم ہے۔(۳)

تلاوت قرآن اور دیگر عبادات کے ایصال ثواب کا ثبوت:

علامہ عینی نے علامہ خطابی کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس حدیث میں قبروں پر قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے استحباب کی دلیل ہے، کیونکہ جب درخت کی تسبیح سے میت کے عذاب میں تخفیف کی امید ہے تو قرآن مجید کی تلاوت سے میت کے عذاب میں تخفیف کی زیادہ امید ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسلک ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب میت کو پہنچتا ہے، کیونکہ حدیث میں ہے:

امام ابوبکر النجار نے ''کتاب السنن'' میں روایت کیا ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوشخص قبرستان کے درمیان سے گزرا اوراس نے گیارہ مرتبہ (سورہ) ''قل ھو اللہ احد'' کو پڑھا، پھراس کا ثواب اس قبرستان کے مردوں کو بخش دیا، تواس شخص کو بھی اتنا اجر دیا جائے گا، جتنا اجر ان مردوں کو دیا جائے گا۔(۴)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے والدین کی یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی اوران کے پاس یٰس کی تلاوت کی، اس کی مغفرت کردی جائے گی۔(۵)

۱۔ عمدۃ القاری، ج۳،ص۱۷۹
۲۔ بنی اسرائیل:۴۴
۳۔ معالم السنن مع المنذری، ج۱،ص۲۷
۴۔ جمع الجوامع:۲۳۱۵۲
۵۔ i- کنز العمال:۴۵۴۸۶ ii- الدرالمنثور، ج۷،ص۳۷ iii- عمدۃ القاری، ج۳،ص۱۷۶

☆ ایصال ثواب کے متعلق دلائل اور احادیث حسب ذیل ہیں:

شیخ ابن تیمیہ نے ''لیس للانسان الا ماسعی'' سے ایصال ثواب پر اعتراض کے جواب میں لکھا ہے کہ اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ میت کے لیے جو دعائیں کی جائیں یا ان کی طرف سے جو نیک اعمال کیے جائیں، ان سے میت کو نفع نہیں پہنچتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ (۱)

اے میرے رب! میرے لیے مغفرت فرما، اور میرے والدین کے لیے اور مومنوں کے لیے جس دن حساب ہوگا۔

اور حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی:

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِناً وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (۲)

اے میرے رب! میرے لیے مغفرت فرما، اور میرے والدین کے لیے اور جو مومن میرے گھر داخل ہوا اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے۔

☆ یہ نبیوں اور رسولوں کی دعائیں اپنی امتوں اور مومنوں کے لیے ہیں اور ان کی یہ دعائیں انسان کے اعمال کا غیر ہیں اور ان کی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ ﷻ اپنے فضل سے قبول فرمائے گا اور ان سے انسان کو نفع ہوگا اور اس کی مغفرت ہوگی۔

☆ سنن متواترہ سے دوسروں کے اعمال کا نفع آور ہونا ثابت ہے، جن کا انکار کفر ہے، مثلاً مسلمانوں کا میت کی نماز جنازہ پڑھنا اور نماز میں ان کے لیے دعا کرنا، اسی طرح قیامت کے دن نبی کریم ﷺ کا شفاعت کرنا کیونکہ ان کے ثبوت میں احادیث متواترہ ہیں، بلکہ مرتکب کبائر کی شفاعت کا اہل بدعت کے سوا کوئی انکار نہیں کرتا اور یہ ثابت ہے کہ آپ اہل کبائر کی شفاعت کریں گے اور آپ کی شفاعت اللہ تعالیٰ ﷻ سے دعا اور اس سے سوال کرنا ہے، پس یہ امور اور ان کی امثال قرآن اور سنن متواترہ سے ثابت ہیں اور ایسی چیزوں کا منکر کافر ہے اور ایسی چیزیں احادیث صحیحہ سے بہ کثرت ثابت ہیں:

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے کہا: میری ماں کا انتقال ہوگیا، اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو نفع ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا: میرا ایک باغ ہے اور میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اس باغ کو اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کر دیا۔ (۳)

۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ میری ماں کا اچانک انتقال ہوگیا اور انہوں نے کوئی وصیت نہیں کی اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ بات کرتیں تو کچھ صدقہ کرتیں، پس اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کردوں تو کیا اس سے ان کو نفع ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (۴)

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ میرا باپ فوت ہوگیا اور اس نے کوئی وصیت نہیں کی، اگر میں اس کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا اس کو فائدہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (۵)

۱۔ ابراہیم: ۴۱ ۲۔ نوح: ۲۸

۳۔ i۔ سنن ابوداود: ۲۸۸۲، ii۔ سنن ترمذی: ۶۶۹ iii۔ سنن نسائی: ۳۶۵۵

۴۔ i۔ صحیح البخاری: ۱۳۸۸ ii۔ صحیح مسلم: ۱۰۰۴ ۵۔ i۔ صحیح مسلم: ۱۶۳۰ ii۔ مجموع الفتاویٰ، ج ۲۴، ص ۱۷۰

☆ قبروں پر شاخ اور پھول وغیرہ رکھنے کا ثبوت:

اس حدیث میں دونوں قبروں پر درخت کی شاخ کے ٹکڑوں کے رکھنے کا ثبوت ہے، فقہاء نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ قبر پر درخت کی شاخ، سبزہ اور پھول وغیرہ رکھنا جائز ہیں۔

☆ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

قبرستان سے سرسبز گھاس کا ٹنا مکروہ ہے اور سوکھی ہوئی گھاس کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ ''البحر الرائق، درر غرر اور شرح المنیہ'' میں ہے ''امداد'' میں اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ تروتازہ گھاس اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے، جس سے میت کو تسکین ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ ''قاضی خاں'' میں بھی اسی طرح لکھا ہے، (علامہ شامی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں: اس کی دلیل وہ حدیث ہے، جس میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز شاخ کو توڑ کر اس کے دو ٹکڑے کیے اور وہ ان دو قبروں پر رکھ دیئے، جن میں قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا اور اس کی علت ان شاخوں کا خشک نہ ہونا قرار دیا، یعنی ان شاخوں کی تسبیح کی برکت سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور سبز گھاس کی تسبیح خشک گھاس کی تسبیح سے اکمل ہے کیونکہ سبز میں ایک قسم کی حیات ہوتی ہے اور اس عبارت اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے سبز شاخ کو قبر پر رکھنا مستحب ہے، ہمارے زمانے میں آس کے پھولوں کی شاخیں جو قبر پر رکھی جاتی ہیں، وہ اسی قیاس پر ہیں، فقہاء شافعیہ کی ایک جماعت نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ اور یہ بعض مالکیہ کے اس قول سے اولیٰ ہے کہ عذاب میں تخفیف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے حاصل ہوئی، (یہ علامہ خطابی کا قول ہے) اس لئے دوسروں کا آپ پر قیاس نہیں ہوگا، حالانکہ ''صحیح بخاری'' میں ہے کہ حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی تھی: کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں۔(۱)

☆ درخت کی شاخ کے معنی میں ہر وہ چیز داخل ہے، جس میں کسی بھی درخت کی رطوبت ہو (الیٰ قولہ) ''مشکوٰۃ'' کی شرح میں لکھا ہے: ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض آئمہ نے فتویٰ دیا ہے: کہ پھولوں اور درخت کی شاخوں کو رکھنے کا جو معمول ہے، وہ اس حدیث کی وجہ سے سنت ہے اور جب درخت کی شاخ کی تسبیح کی وجہ سے تخفیف کی امید کی جاتی ہے، تو قرآن مجید کی تلاوت کی برکت تو بہت عظیم ہے (۲)

☆ صحیح مسلم کی حدیث: ۲۱۶ میں شاخ کے ٹکڑوں کو قبروں پر رکھنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں ان کو قبروں پر گاڑنے کا ذکر ہے، اس سے معلوم ہوا کہ دونوں طرح جائز ہے، قبر پر ٹہنی کو رکھنا بھی اور ٹہنی کو گاڑنا بھی۔

☆ ہم علامہ شامی اور دیگر فقہاء کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں کہ قبر پر درخت کی شاخ رکھنا اور سبزہ اور پھول رکھنا جائز ہے، کیونکہ اس کی اصل اس حدیث میں موجود ہے۔ تاہم حیرت ہوتی ہے کہ سید احمد رضا بجنوری نے لکھا ہے، کہ شیخ شبیر احمد عثمانی اور شیخ انور شاہ کشمیری نے کہا ہے: کہ مزارات پر پھول وغیرہ چڑھانا، جو آج کل اہل بدعت نے رائج کر دیا ہے، یہ بدعت ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اس کے غلط ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ فساق و فجار کی قبروں کے بجائے صالحین کی قبروں پر پھول چڑھائے جاتے ہیں۔ (۳)

۱۔ ردالمحتار، ج ۳، ص ۱۴۵ ۲۔ حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح، ص ۳۷۸

۳۔ انوار الباری، ج ۸، ص ۴۳

☆ فقہاء کے علاوہ شارحین حدیث نے قبروں پر پھول چڑھانے کو جائز لکھا ہے، ملا علی قاری لکھتے ہیں:
قبروں پر پھول رکھنے کی اس حدیث میں اصل اصیل ہے، اسی وجہ سے ہمارے متاخرین اصحاب نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اس زمانہ میں قبروں پر پھول اور شاخ رکھنے کی عادت ہوگئی ہے، وہ اس حدیث کی بناء پر سنت ہے۔(۱)

☆ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:
ایک جماعت نے اس حدیث سے قبر پر سبزہ، پھول اور ریحان ڈالنے پر استدلال کیا ہے۔(۲)

☆ ملا علی قاری اور علامہ طحطاوی نے اس حدیث کی بناء پر قبروں پر پھول ڈالنے کو سنت لکھا ہے، اور علامہ شامی نے اس حدیث کی بناء پر قبروں پر پھول ڈالنے کو مستحب لکھا ہے۔ ''فتاویٰ عالم گیری'' میں اس کو مستحسن لکھا ہے۔(۳) علامہ شربینی شافعی من قرن العاشر نے بھی اس کو سنت لکھا ہے۔(۴) ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے بھی اس کو سنت لکھا ہے۔(۵)

☆ عام مسلمان اپنے رشتہ داروں کی قبروں پر پھول اور سبزہ ڈالتے ہیں، اور ان میں اکثر بے عمل ہوتے ہیں، تاکہ ان پھولوں اور سبزہ کی تسبیح کی برکت سے ان کی مغفرت ہو جائے، اور رہا ان کا یہ کہنا کہ پھر صالحین کی قبروں پر کیوں پھول چڑھائے جاتے ہیں، انہیں تو مغفرت کی ضرورت نہیں ہے، یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے: نبی کریم ﷺ پر درود کیوں پڑھا جاتا ہے اور آپ ﷺ کے لئے رحمت کیوں طلب کی جاتی ہے، آپ تو خود رحمۃ للعلمین ﷺ ہیں، اور آپ کے لئے وسیلہ اور مقام محمود کی دعا کیوں کی جاتی ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ ﷻ نے قرآن مجید میں وعدہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ﷻ آپ کو مقام محمود پر مبعوث فرمائے گا، اس حوالے سے اس آیت میں غور کرنا چاہئے۔
وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ (۶) جو اللہ تعالیٰ ﷻ کے شعائر (نشانیوں) کی تعظیم کرے، تو یہ تعظیم دلوں کے تقویٰ کی وجہ سے ہے ○
اور نبی ﷺ اللہ تعالیٰ ﷻ کی سب سے بڑی نشانی ہیں اور اولیاء اللہ اور ان کے مزارات بھی شعائر اللہ ہیں، اور اللہ تعالیٰ ﷻ کی نشانیوں سے ہیں اور ان کی تعظیم کرنا دلوں کے تقویٰ کی وجہ سے ہے، اور مزارات پر پھول ڈالنا، ان کی تعظیم کی وجہ سے ہے، اور اس لئے تاکہ پھولوں کی تسبیح کی وجہ سے ان کی نیکیوں اور ان کے درجات میں اضافہ ہو۔

☆ یہ حدیث بڑے معرکے کی ہے، اس سے بے شمار مسائل مستنبط ہو سکتے ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں۔(۱) حضور ﷺ کی نگاہ کے لئے کوئی شے آڑ نہیں، کھلی چھپی ہر چیز آپ پر ظاہر ہے، کہ عذاب قبر کے اندر ہے، حضور ﷺ قبر کے اوپر تشریف رکھتے ہیں، اور عذاب دیکھ رہے ہیں۔ (۲) حضور ﷺ خلقت کے ہر کھلے چھپے کام کو دیکھ رہے ہیں، کہ کون کیا کر رہا ہے، اور یہ کیا کرتا تھا، فرمادیا: کہ ایک چغلی کرتا تھا اور ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔ (۳) گناہ صغیرہ پر حشر و قبر میں عذاب ہو سکتا ہے، دیکھو چغلی وغیرہ گناہ صغیرہ ہیں، مگر عذاب ہو رہا ہے۔ (۴) حضور ﷺ ہر گناہ کا علاج بھی جانتے ہیں، دیکھو قبر پر شاخیں لگائیں، تاکہ عذاب ہلکا ہو۔ (۵) قبروں پر سبزہ، پھول، ہار وغیرہ ڈالنا سنت سے ثابت ہے، کہ اس کی تسبیح سے مردے کو راحت ہے۔ (۶) قبر پر قرآن پاک کی تلاوت، وہاں حافظ بٹھانا بہت اچھا ہے کہ جب سبزہ کے ذکر سے عذاب ہلکا ہوتا ہے، تو انسان

۱۔ مرقاۃ المفاتیح، ج ۱، ص ۵۹ ۲۔ اشعۃ اللمعات، ج ۱، ص ۲۱۵ ۳۔ فتاویٰ عالم گیری، ج ۵، ص ۳۵۱
۴۔ مغنی المحتاج، ج ۱، ص ۳۶۴ ۵۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۱، ص ۵۳۰ ۶۔ الحج ۲۲:۳۲

کے ذکر سے ضرور ہلکا ہوگا، اشعۃ اللمعات نے جامع الاصول سے روایت کی کہ حضرت بریدہ صحابی رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی: میری قبر میں دو ہری شاخیں ڈال دی جائیں، تاکہ نجات نصیب ہو۔ (۷) اگرچہ ہر خشک چیز تسبیح پڑھتی ہے مگر سبزے کی تسبیح سے مردے کو راحت نصیب ہوتی ہے۔ ایسے ہی بے دین کی تلاوت قرآن کا کوئی فائدہ نہیں، اس میں کفر کی خشکی ہے۔ مومن کی تلاوت مفید ہے کہ اس میں ایمان کی تری ہے۔ (۸) گنہگاروں کی قبر پر سبزہ عذاب ہلکا کرے گا، بزرگوں کی قبروں پر سبزہ مدفون کا ثواب و درجہ بڑھائے گا، جیسے مسجد کے قدم وغیرہ۔ (۹) حلال جانوروں کا پیشاب نجس ہے جس سے بچنا واجب، دیکھو اونٹ کا چرواہا اونٹ کے پیشاب کی چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوا۔ (۱۰) خشک نہ ہونے کی قید سے معلوم ہوتا ہے، کہ یہ تاثیر صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ شریف کی نہ تھی، ہم بھی قبر پر سبزہ ڈالیں تو یہی تاثیر ہوگی۔ (۱۱) بزرگوں کے قبرستان میں قدم رکھنے کی برکت سے، وہاں عذاب اٹھ جاتا ہے، یا کم ہو جاتا ہے۔ (۱)

۸۔خلاصہ:

اس حدیث مبارکہ سے ہمیں چند مسائل میں رہنمائی ملتی ہے۔

- ☆ اپنے جسم اور کپڑوں کو پیشاب کے قطروں اور چھینٹوں سے ہر حال میں بچانا چاہیے، اس سے نہ بچنا موجب عذاب ہے۔
- ☆ چغلی معاشرے کے لئے زہر قاتل کی حیثیت رکھتی ہے، اسی لئے اسلام نے اس سے بچنا لازم قرار دیا ہے، اس سے گھر اور معاشرے تباہ ہو جاتے ہیں، اس لئے اسے حرام قرار دیا ہے، یہ بھی گناہ کبیرہ اور موجب عذاب ہے، ایک مسلمان کے لئے چغلی سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔
- ☆ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ماقبل، عالم برزخ اور مابعد کے حالات کا علم عطا فرمایا ہے۔
- ☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تازہ ٹہنیوں رکھنے سے عذاب میں تخفیف ہوئی، اس حدیث مبارکہ سے فقہاء کرام نے قبروں پر شاخیں اور پھول رکھنے کے جواز کا استنباط کیا ہے۔
- ☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے اہل قبر کو فائدہ ہوا، اس سے فقہاء کرام نے فوت شدہ کے لئے ایصال ثواب کا استنباط کیا ہے۔
- ☆ ذکر اور تلاوت قرآن مجید کا فائدہ ہونا زیادہ اولیٰ اور اثبت ہے، اس کی مزید تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے باقاعدہ ان امور کی وصیت کی۔ (۲)
- ☆ عذاب قبر برحق ہے۔

۱۔ مراۃ المناجیح، ج ۱، ص ۲۴۳ ۲۔ حاشیہ سندھی، ص ۱۷

۲۸۔ باب الْبَوْلِ فِي الإِنَاءِ برتن میں پیشاب کرنا

اس باب میں گھر اور مکان کے اندر برتن میں پیشاب کرنے کا بیان ہے، اس سے پہلے باب میں پیشاب کے قطروں سے بچنے کا بیان تھا، اس طرح ان دونوں ابواب میں پیشاب سے بچنے اور پیشاب کرنے کا بیان ہے۔

۳۲۔ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْوَزَّانُ قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَتْنِي حُكَيْمَةُ بِنْتُ أُمَيْمَةَ عَنْ أُمِّهَا أُمَيْمَةَ بِنْتِ رُقَيْقَةَ قَالَتْ: كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدَحٌ مِنْ عَيْدَانٍ يَبُولُ فِيهِ وَيَضَعُهُ تَحْتَ السَّرِيرِ

حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لکڑی کا ایک پیالہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم (رات کے وقت) اس میں پیشاب کرتے، اور اسے چارپائی کے نیچے رکھ دیتے۔

۱۔ اطراف:

ابوداؤد: ۳۲، ابن حبان: ۱۴۲۱، حاکم ۶۱۰، السنن الکبریٰ: ۳۴، السنن الکبریٰ (بیہقی)، ج ۱، ص ۹۹، السنن الکبیر (طبرانی)، ج ۱۴، ص ۴۷۷، شرح السنۃ: ۱۹۴، حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۶۲

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کا یہ حصہ: جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیالے میں پیشاب کرتے، باب کے عنوان سے مطابقت رکھتا ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ ایوب بن محمد الوزان:

آپ کا نام ابو محمد ایوب بن محمد بن زیاد وزان رقی (م: ۲۴۹ھ) ہے، آپ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔ امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ حجاج:

آپ کا نام ابو محمد حجاج بن محمد مولیٰ سلیمان بن مجالد ترمذی بغدادی مصیصی (م: ۲۰۶ھ) ہے، آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ ثابت راوی ہیں، آخری عمر میں بغداد آنے کے بعد اختلاط واقع ہو گیا تھا۔ امام ابوداؤد، ابن مدینی، نسائی، عجلی، ابن قانع، سلمہ بن قاسم اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، حضرت یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے پچاس ہزار احادیث لکھی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۳۔ ابن جریج:

آپ کا نام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج اموی مکی (م: ۱۵۰ھ) ہے، آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، فقیہ، فاضل راوی ہیں، البتہ

۱۔ i۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۲۹۲ ii۔ تاریخ البغداد، ج ۷، ص ۶

۲۔ i۔ طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۳۳۳ ii۔ الثقات، ج ۸، ص ۲۰۱

مدلس اور مرسل روایات کرتے ہیں، ابن حبان اور امام عجلی نے ثقہ قرار دیا ہے، آپ نے ستر سال سے زائد کی عمر پائی، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۴۔حکیمہ بنت امیمہ:

آپ کا نام حکیمہ بنت امیمہ بنت رقیقہ (اسم تصغیر) ہے، آپ کے والد کا نام حکیم ہے، علامہ ذہبی فرماتے ہیں: انہوں نے صرف اپنی والدہ سے ہی روایت کی ہے اور ان سے صرف ابن جریج نے روایت کی ہے۔ آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ تابعیہ راویہ ہیں، امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۵۔امیمہ بنت رقیقہ:

آپ کا نام امیمہ بنت رقیقہ بنت عبداللہ بن بجاد تیمی رضی اللہ عنہا ہے۔ ایک قول کے مطابق آپ ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی بھانجی ہیں، آپ صحابیہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت امیمہ بنت رقیقہ ثقفیہ رضی اللہ عنہا آپ کے علاوہ ہیں، آپ سے دو احادیث مروی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔(۳)

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث اور طرق سے بھی مروی ہے، اس حدیث کو امام حاکم اور ابن حبان نے صحیح جبکہ علامہ نووی، ابن حجر عسقلانی اور علامہ مناوی نے حسن قرار دیا ہے۔(۴) امام ابو داؤد اور علامہ منذری نے سکوت اختیار کیا ہے۔(۵)

۵۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ سترہویں (۱۷) حدیث مبارکہ ہے۔
☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ حکیمہ بنت امیمہ کو بعض نے غیر معروف لکھا ہے۔
☆ سند کی آخری دو راوی عورتیں ہیں۔
☆ یہ روایت بیٹی (حکیمہ) کی اپنی ماں (امیمہ) سے روایت ہے۔
☆ حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا صحابیہ ہیں اور ان سے صرف دو احادیث مروی ہیں۔
☆ حضرت امیمہ ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی بھانجی ہیں۔
☆ سند میں پہلے راوی رقی، دوسرے بغدادی، تیسرے مکی اور آخری دو راویات مدنیہ ہیں۔
☆ سند میں الفاظ روایت اخبر دو دفعہ، حدث، قال اور عن عن ایک ایک دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۱۔ i۔تاریخ الدوری، ص۱۰ ii۔الثقات، ج۷، ص۹۳ iii۔تاریخ الثقات، ص۳۱۱
۲۔ i۔الثقات، ج۴، ص۱۹۵ ii۔المنہل، ج۱، ص۹۵
۳۔ i۔تحفۃ الاشراف، ج۱۱، ص۸۶۴ ii۔تقریب التھذیب، ج۲، ص۵۲۰
۴۔ i۔فیض القدیر، ج۱، ص۱۷۸ ii۔المنہل العذب، ج۱، ص۹۷
۵۔ ذخیرۃ العقبیٰ، ج۱، ص۵۲۸

۶۔لغات:

قدح: پیالہ۔برتن

عیدان: ایسا پیالہ جو کھجور کے تنے کو چھیل کر بنایا گیا ہو۔

السریر: تخت۔چارپائی۔

۷۔مسائل ونصائح:

☆ امام نسائی ﷫ کی روایت کردہ حدیث مختصر ہے، البتہ اسی مفہوم کی دو اور احادیث امام بیہقی، دارقطنی، امام طبرانی، ابونعیم اور دیگر نے روایت کی ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔حضرت ام ایمن ﷞ بیان کرتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ رات کو بیدار ہوئے اور گھر کے کونے میں موجود برتن میں پیشاب کیا۔میں رات کو بیدار ہوئی تو مجھے سخت پیاس لگی ہوئی تھی، میں نے اس برتن سے پی لیا، مجھے اس کا پتہ نہ تھا، جب صبح ہوئی تو آقا کریم ﷺ نے فرمایا: اے ایمن! اٹھو! اور جو اس برتن میں ہے، اسے گرا دو۔میں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ ﷻ کی عزت کی قسم: اس برتن میں جو تھا، وہ میں نے پی لیا ہے، رسول اللہ ﷺ ہنسنے لگے، یہاں تک کہ آپ کی پچھلی داڑھیں نظر آنے لگیں، اور فرمایا: اللہ تعالیٰ ﷻ کی قسم! اس کی برکت سے کبھی تمہیں پیٹ کی بیماری نہ ہوگی۔(۱)

۲۔حضرت امیمہ بنت رقیقہ ﷞ بیان کرتی ہیں:

نبی کریم ﷺ نے لکڑی کے پیالے میں پیشاب کیا اور اسے چارپائی کے نیچے رکھ دیا، پھر آپ ﷺ اٹھے تو دیکھا کہ پیالہ خالی ہے، آپ ﷺ نے حضرت برکت حبشیہ سے پوچھا: (حضرت برکت حبشیہ حضرت ام حبیبہ ﷞ کی کنیز ہے) پیالے میں جو پیشاب تھا، وہ کدھر ہے؟ اس نے عرض کی: وہ میں نے پی لیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اے ام یوسف (ام یوسف، برکت حبشیہ کی کنیت تھی) تمہیں کوئی بیماری نہ ہوگی، پس حضرت برکت حبشہ فوت ہونے تک مرض وصال کے علاوہ کسی بیماری میں مبتلا نہ ہوئیں۔(۲)

☆ علماء سلف وخلف نے نبی کریم ﷺ کے فضلات پر تفصیلی بحث کی ہے۔ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

☆ **حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:**

حضرت عائشہ ﷞ آپ کے کپڑوں سے منی کھرچ دیتی تھیں، اس کے متعلق کہا جاسکتا ہے: کہ آپ ﷺ کی منی طاہر تھی، اور اس پر دوسروں کی منی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا، اور حق یہ ہے کہ احکام تکلیفیہ میں آپ ﷺ کا حکم باقی مکلفین کی طرح ہے، ماسوا ان امور کے جن کی خصوصیت کسی دلیل سے ثابت ہے، اور آپ ﷺ کے فضلات کی طہارت پر بہ کثرت دلائل قائم ہیں، اور آئمہ نے اس کو آپ ﷺ کے خصائص میں شمار کیا ہے، اور بہت سی کتب میں اس کے خلاف جو لکھا ہے اس کی طرف بالکل التفات نہ کیا جائے، کیونکہ تمام آئمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کے فضلات طاہر ہیں۔(۳)

۱۔ حلیۃ الاولیاء، ج۲، ص۶۷ ۲۔ شرح شفاء (ملا علی قاری)، ج۱، ص۱۶۳ ۳۔ فتح الباری، ج۱، ص۲۷۲

☆ علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ انسان کا بال جب اس کے جسم سے الگ ہو جائے، تو وہ نجس ہے اور اگر وہ بال پانی میں گر جائے پانی بھی نجس ہو جاتا ہے، اور علامہ مذنی نے لکھا ہے: کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے انسان کے بال کی نجاست کے قول سے رجوع کر لیا ہے، اور ربیع جیزی نے لکھا ہے: کہ امام شافعی لکھتے ہیں کہ بال کھال کے تابع ہے، اگر کھال پاک ہے تو بال پاک ہے، اور اگر کھال ناپاک ہے تو بال ناپاک ہے، اور ماوردی نے کہا ہے: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کے بارے میں مذہب صحیح یہ ہے کہ وہ پاک ہیں، عطاء نے کہا ہے: کہ انسان کے بال کی طہارت میں کلام ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مبارک مکرم اور معظم ہے، اور اس بحث سے خارج ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں: کہ ماوردی کا یہ کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کے بارے میں مذہب صحیح یہ ہے کہ وہ پاک ہے، اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کے بارے میں ان کا کوئی اور قول بھی ہے۔ ہم اس قول سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی پناہ میں آتے ہیں، اور جن شافعی علماء نے یہ کہا ہے: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کی طہارت کے بارے میں دو صورتیں ہیں، ان کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا خدشہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کا رتبہ اس سے بہت بلند ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے اقدس کے بارے میں یہ بات کیسے کہی جا سکتی ہے جبکہ آپ کے فضلات کو بھی طاہر قرار دیا گیا ہے، تو بالوں کا مرتبہ بہت بلند ہے، ماوردی نے کہا: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بال تبرک کے لئے تقسیم کئے اور تبرک کا پاک ہونا ضروری نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں: کہ یہ پہلے سے بھی بدتر بات ہے اور اکثر شافعیہ نے ایسا کہا ہے، پھر انہوں نے کہا: کہ جنہوں نے بال لئے وہ تھوڑی مقدار میں تھے اور تھوڑی مقدار معاف ہوتی ہے، اور یہ سب سے بدترین بات ہے، ان لوگوں کی اس سے غرض یہ ہے کہ اپنے اس نظریہ کو تقویت پہنچائیں، کہ بنو آدم کے بال جسم سے الگ ہونے کے بعد ناپاک ہو جاتے ہیں، اور جب اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال تقسیم کرنے سے معارضہ کیا گیا، تو انہوں نے یہ فاسد تاویلات کیں، صحیح بخاری کے بعض شارحین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب اور خون میں دو صورتیں ہیں: اور زیادہ لائق یہ ہے کہ وہ طاہر ہیں، بعض علماء نے امام غزالی پر رد کیا ہے، کیونکہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کے نجس ہونے کا قول ذکر کیا ہے، اور یہ غزالی کی بیہودہ گوئی ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت میں بہت احادیث ہیں، صحابہ کی ایک جماعت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے نکلا ہوا خون پیا، ان میں ابوطیبہ نام کے فصد لگانے والے ہیں، اور قریش کا ایک لڑکا ہے، جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فصد لگائی تھی، اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پیا، یہ روایات، بزار، طبرانی، حاکم، بیہقی اور ابونعیم کی حلیہ میں ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے: کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے نکلا ہوا خون پیا، اور حاکم، دارقطنی، طبرانی اور ابونعیم نے روایت کیا: کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پی لیا، اور طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے: کہ ابو رافع کی بیوی سلمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل سے گرے ہوئے پانی کو پی لیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے تیرے بدن کو آگ پر حرام کر دیا ہے، اور بعض علماء (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے: کہ احکام تکلیفیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تمام مکلفین کی طرح ہے، ماسوا ان چیزوں کے جن میں دلیل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ثابت ہے، میں کہتا ہوں: کہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مساوی ہو جائیں، اور یہ بات کوئی جاہل غبی ہی کہہ سکتا ہے، کہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اور کہاں لوگوں کے مراتب، اور یہ ضروری نہیں ہے کہ خصوصیت کی دلیل ہمیشہ نقل سے ثابت ہو، کیونکہ اس قسم کی چیزوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے سے ممتاز کرنے کے لئے عقل کا بھی دخل ہے، اور میرا یہ اعتقاد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دوسروں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا، اور اگر یہ لوگ اس کے سوا کوئی اور بات کہیں تو میرے کان اس سے بہرے ہیں۔ (۱)

۱۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۳۵

☆ غالباً علامہ عینی کا روئے سخن ان لوگوں کی طرف ہے جنہوں نے نبی ﷺ کے موئے مبارک کے بارے میں دورائیں قائم کیں، اور اسے عام لوگوں کے بالوں پر قیاس کر کے العیاذ باللہ نجس قرار دیا، یا ان لوگوں کی طرف ہے جنہوں نے نبی ﷺ کے فضلات (پیشاب، خون، منی، وغیرہ) کو عام لوگوں کے فضلات پر قیاس کر کے نجس قرار دیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے اگر چہ یہ کہا ہے، کہ احکام تکلیفیہ میں نبی ﷺ کا حکم جمیع مکلفین کی مثل ہے ماسوا ان امور کے جن کی خصوصیت نقل سے ثابت ہے، تاہم حافظ ابن حجر عسقلانی نبی ﷺ کے موئے مبارک اور آپ ﷺ کے تمام فضلات کو طاہر قرار دیتے ہیں اور ان کی خصوصیت کو نقل سے ثابت مانتے ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

مصنف (امام بخاری) نے بال کی طہارت پر اس حدیث مرفوع (صحابہ میں آپ کا بالوں کو تقسیم فرمانا) سے استدلال کیا ہے، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کا بال مکرم ہے، اس پر دوسرے بالوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ ابن منذر اور علامہ خطابی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ خصوصیت بغیر دلیل کے نہیں ثابت ہوتی، اور اصل عدم خصوصیت ہے۔ فقہاء شافعیہ نے کہا: کہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو نبی ﷺ کی منی کو کپڑے سے کھرچ دیتی تھیں اس سے منی کی طہارت پر استدلال نہ کیا جائے، کیونکہ یہ کہا جا سکتا ہے، کہ آپ ﷺ کی منی پاک ہے اور دوسروں کی منی کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، اور حق یہ ہے کہ احکام تکلیفیہ میں آپ ﷺ کا حکم تمام مکلفین کی مانند ہے، ماسوا ان امور کے جن کی خصوصیت دلیل سے ثابت ہے، اور نبی ﷺ کے فضلات کی طہارت پر بہت زیادہ دلائل موجود ہیں، اور آئمہ نے اس کو آپ ﷺ کے خصائص میں سے شمار کیا ہے، اس لئے اس چیز کی طرف التفات نہ کیا جائے، جو بہت سے شافعی علماء کی کتابوں میں اس کے خلاف لکھی ہوئی ہے، کیونکہ تمام آئمہ سے فضلات کی طہارت کا قول ثابت اور مقرر ہے۔ (۱)

☆ نبی ﷺ کے جسم سے لگ کر جو وضو کا پانی گرتا ہے، اس کو ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نجس نہیں کہتے، وہ اس کو نجس کیسے کہہ سکتے ہیں؟ جبکہ وہ نبی ﷺ کے پیشاب اور تمام فضلات کو طاہر کہتے ہیں۔ (۲)

☆ علامہ شامی لکھتے ہیں: کہ بعض شافعیہ نے نبی ﷺ کے پیشاب اور تمام فضلات کو طاہر قرار دیا ہے، اور امام ابو حنیفہ کا بھی یہ قول ہے، یہ المواہب اللدنیہ میں بھی عینی کے حوالہ سے ہے، اور علامہ بیری نے بھی اس کی شرح اشباہ میں تصریح کی ہے۔ (۳)

☆ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ہمارے، بہت سارے اصحاب حنفیہ کا یہ نظریہ ہے، کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام فضلات طاہر ہیں۔ (۴)

☆ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کہ نبی ﷺ کی سیرت بیان کرنے والے بیان کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ قضاء حاجت کا ارادہ کرتے تو زمین پھٹ جاتی، اور آپ ﷺ کے فضلات نگل لیتی، اور اس جگہ خوشبو پھیل جاتی، امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں سند متصل کے ساتھ ایک حدیث بیان کی ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے کہا: کہ آپ ﷺ بیت الخلاء جاتے ہیں، اور میں وہاں کوئی نجاست نہیں دیکھتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا کیا تم نہیں جانتیں کہ انبیاء (علیہم السلام) سے جو چیز نکلتی ہے، اس کو زمین نگل لیتی ہے، اور اس کی کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔ یہ حدیث ہر چند کہ مشہور نہیں ہے، لیکن اس حدیث کی بناء پر اہل علم نے آپ ﷺ کے فضلات کی طہارت کا قول کیا ہے، (علامہ خفاجی لکھتے ہیں: کہ قاضی عیاض رضی اللہ عنہ نے شہرت کی نفی کی ہے، صحت کی نفی نہیں کی، اور ابن دحیہ نے کہا ہے: کہ اس حدیث کی سند ثابت ہے، اور یہ اس باب میں قوی حدیث ہے، قاضی عیاض لکھتے ہیں: کہ امام ابو نصر بن صباغ نے شامل میں کہا ہے: کہ بعض علماء شافعیہ کا یہ

۱۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۲۷۳ ۲۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۷۹

۳۔ ردالمحتار، ج ۱، ص ۹۳ ۴۔ مرقات، ج ۲، ص ۵۳

یہی قول ہے، اور ابوبکر بن سابق مالکی نے کتاب البدیع میں اس مسئلہ میں علماء مالکیہ کے دو قول لکھے ہیں: اور اس کی تائید یہ ہے کہ نبی ﷺ سے کوئی ناپسندیدہ چیز یا بغیر خوشبو کے کوئی چیز نہیں نکلتی تھی، اس کی تائید میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو غسل دیا، میں نے دیکھا: کہ آپ ﷺ کے جسم سے کیا چیز نکلتی ہے، تو میں نے اس میں کوئی چیز نہیں پائی، میں نے کہا کہ آپ ﷺ کی زندگی اور موت پاکیزگی کے ساتھ ہے، اور آپ ﷺ سے بہت اچھی خوشبو ظاہر ہوئی، اس کی مثل ہم نے کبھی محسوس نہیں کی، (ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ یہ حدیث سنن ابن ماجہ اور مراسیل ابو داؤد میں ہے)، اس کی مثل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: جب انہوں نے وفات کے بعد نبی ﷺ کو بوسہ دیا۔ (ملا علی قاری کہتے ہیں کہ یہ روایت مسند بزار میں ہے) اور اسی سلسلے میں جنگ احد کے دن حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کا آپ ﷺ کا خون چوسنا، اور آپ ﷺ کا انہیں منع نہ کرنا ہے، اور آپ کا انہیں یہ فرمانا: کہ تمہیں آگ ہرگز نہیں چھوئے گی، (ملا علی قاری کہتے ہیں کہ یہ حدیث بیہقی اور طبرانی نے روایت کی ہے)، اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فصد کے بعد آپ کا خون پی لیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہیں لوگوں سے اور لوگوں کو تم سے افسوس ہوگا۔ (اس میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات کی طرف اشارہ ہے) لیکن ان کے پینے پر انکار نہیں فرمایا۔ اسی طرح روایت ہے کہ ایک عورت نے نبی کریم ﷺ کا پیشاب پی لیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے پیٹ میں کبھی بیماری نہیں ہوگی (یہ حدیث حاکم نے روایت کی ہے اور دار قطنی اور ذہبی نے اس کو ثابت مانا ہے)۔ جن لوگوں نے خون یا پیشاب پیا، نبی کریم ﷺ نے ان میں سے کسی کو منہ دھونے کا حکم دیا، نہ دوبارہ پینے سے منع کیا (غالباً منع کرنے کی روایت قاضی عیاض کی نظر سے نہیں گزری یا ان کے نزدیک قوی نہیں ہے، سعیدی)، اور یہ حدیث جس میں ایک عورت کے پیشاب پینے کا ذکر ہے، اس کے نسب میں اختلاف ہے: ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام ام ایمن ہے، یعنی نبی کریم ﷺ کی خادمہ تھیں، وہ کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ کا ایک لکڑی کا پیالہ تھا، جو آپ ﷺ کی چارپائی کے نیچے رکھا رہتا تھا۔ آپ رات کو اٹھ کر اس میں پیشاب کرتے تھے، ایک رات آپ ﷺ نے اس میں پیشاب کیا، پھر آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ خالی تھا، آپ ﷺ نے برکہ سے پوچھا: انہوں نے کہا: میں رات کو اٹھی میں پیاسی تھی، میں نے اس کو لاعلمی میں پی لیا (اس حدیث کو ابن جریج، ابن حبان اور حاکم نے امیمہ سے روایت کیا ہے، اور دار قطنی نے ام ایمن سے روایت کیا ہے۔ (۱)

☆ گھر میں پیشاب کے لئے معین جگہ نہ ہو، یا وہاں پہنچنا ممکن نہ ہو، تو چارپائی کے قریب کسی برتن میں پیشاب کر لینا اور صبح ہوتے ہی اسے باہر انڈیل دینا، گھر کو پلیدی سے بچانے کا ایک اچھا طریقہ ہے، ورنہ جگہ جگہ پیشاب ہوگا اور سارا گھر پلید ہوگا، البتہ یہ ضروری ہے کہ پیشاب کو برتن میں زیادہ دیر تک نہ رہنے دیا جائے، کیونکہ بدبو کے علاوہ یہ خدشہ بھی ہے کہ کوئی پالتو جانور اسے پانی سمجھ کر پی لے، یا برتن سے ٹکرا جائے اور پیشاب گھر میں گر جائے، لہٰذا صبح ہوتے ہی اسے گھر سے باہر یا مخصوص جگہ میں گرا دیا جائے۔ (۲)

☆ شدید سردی یا کسی اور عذر کی بنا پر۔ اور یہ وہ پیالہ ہے جس کے بارے میں مذکور ہے کہ ایک پیاسے شخص نے پانی خیال کرتے ہوئے اس میں آپ کا پڑا ہوا بول شریف پی لیا۔ جب تک وہ شخص زندہ رہا اس سے چند پشت بعد تک اس کی اولاد کے جسم سے نہایت اعلیٰ خوشبو آتی رہی۔ (۳)

۱۔ i۔ منتقی، ج ۱، ص ۴۴۔۴۱ ii۔ شرح صحیح مسلم، ج ۳، ص ۵۵۱۔۵۵۲

۲۔ سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۱۰۹ ۳۔ اشعۃ اللمعات، ج ۱، ص ۵۹۴

۸۔خلاصہ:

☆ حضور نبی کریم ﷺ کے فضلات شریفہ طاہر اور باعث برکت ہیں۔

☆ قضائے حاجت کے لئے گھر کے اندر یا مکان و کمرہ کے اندر برتن وغیرہ کا استعمال کرنا جائز ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ سے کمرہ سے متصل بیت الخلا (Attach Bath) کا تصور ملتا ہے۔آج اکثر شہری آبادیوں میں کمروں کے ساتھ متصل بیت الخلا اسی امر کی جدید شکل ہے۔

☆ اگر قضائے حاجت کے لئے برتن وغیرہ استعمال کیا ہے،اس کے لئے دو احتیاطیں ضروری ہیں:

(الف) اس برتن کو محفوظ جگہ پر رکھے۔

(ب) جتنی جلدی ہو سکے،وہ فضلہ گھر سے باہر کوڑا دان والی جگہ پھینکے۔

۲۹۔ باب الْبَوْلِ فِي الطَّسْتِ — تھال میں پیشاب کرنا

اس باب میں تھال میں پیشاب کرنے کے جواز کا بیان ہے،امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا اس باب کے قائم کرنے سے یہی مقصود ہے کہ آپ ﷺ نے تھال پیشاب کرنے کے لئے منگوایا تھا،اس سے اس کا جواز ثابت ہے،اس سے پچھلے باب میں برتن میں پیشاب کرنے کا بیان تھا۔

۳۳۔ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ :أَنْبَأَنَا أَزْهَرُ، أَنْبَأَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ :يَقُولُونَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَى إِلَى عَلِيٍّ لَقَدْ دَعَا بِالطَّسْتِ لِيَبُولَ فِيهَا فَانْخَنَثَتْ نَفْسُهُ وَمَا أَشْعُرُ فَإِلَى مَنْ أَوْصَى، قَالَ :الشَّيْخُ أَزْهَرُ هُوَ ابْنُ سَعْدٍ السَّمَّانُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے:لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی! حالانکہ آپ ﷺ نے پیشاب کرنے کے لئے تھال طلب فرمایا،مگر آپ ﷺ کا جسم مبارک ڈھیلا پڑ گیا،اور مجھے اس کی خبر نہ ہوئی (یعنی وفات پانے کی)،آپ ﷺ نے کس کو وصیت فرمائی؟ شیخ ابن سنی نے فرمایا: سند میں مذکور راوی ازہر سے مراد ازہر بن سعد سمان (گھی فروش) ہیں۔

۱۔اطراف:

بخاری:۲۷۴۱،۴۴۵۹،۱۶۳۶، مسلم:۱۶۳۶،ترمذی:۳۶۹،ابن ماجہ:۱۶۲۶،احمد:۲۴۵۴۰،ابن حبان:۶۶۰۳،

۲۔مطابقت:

حدیث مبارکہ کا یہ جملہ: کہ آپ ﷺ نے پیشاب کرنے کے لئے تھال منگوایا: باب کے عنوان سے مطابقت رکھتا ہے۔

۵۔تعارف رجال:

اس حدیث کی سند میں چھ راوی ہیں،ان سب کے حالات درج ذیل ہیں۔

۱۔عمرو بن علی: راجع:۴

۲۔ازہر:

آپ کا نام ابوبکر ازہر بن سعد سمان باھلی بصری (م:۲۰۳ھ) ہے، آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، ابن ماجہ کے علاوہ آئمہ صحاح ستہ نے آپ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے چورانوے (۹۴) سال کی طویل عمر پائی۔(۱)

۳۔ابن عون:

آپ کا نام ابوعون عبداللہ بن عون بن ارطبان خرار بصری (م:۱۵۰ھ) ہے، آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، ثابت، فاضل راوی ہیں، آئمہ جرح وتعدیل آپ کے علم وتقویٰ اور ثقاہت پر متفق ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۴۔ابراہیم:

آپ کا نام ابوعمران ابراہیم بن یزید بن قیس بن اسود نخعی کوفی (م:۹۶ھ) ہے، آپ رواۃ کے پانچویں طبقہ سے ثقہ، فقیہہ، صالح راوی ہیں، البتہ مرسل روایات میں مشہور ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً پچاس سال کی عمر میں وفات پائی۔(۳)

۵۔الاسود:

آپ کا نام ابوعمرو یا ابوعبدالرحمٰن اسود بن یزید بن قیس نخعی کوفی مخضرمی (م:۷۴ھ/۷۵ھ) ہے، آپ رواۃ کے دوسرے طبقہ سے ثقہ، فقیہہ صالح، متقی راوی ہیں۔ اہل علم آپ کے علم واتقان اور زہد وتقویٰ پر متفق ہیں، آپ ہر دو راتوں میں قرآن مجید مکمل کرتے تھے، آپ نے اسی (۸۰) دفعہ حج مبارک کی سعادت حاصل کی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۴)

۶۔عائشۃ: راجع:۵

۴۔حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ متعدد طرق سے مروی ہے، متفق علیہ ہے، اس سند سے صحیح ہے، اور اس روایت کو امام ابوداؤد کے علاوہ تمام آئمہ صحاح ستہ نے روایت کیا ہے۔

۵۔خصوصیات سند:

☆ یہ حدیث مبارکہ سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ تیرہویں (۱۳) حدیث مبارکہ ہے۔
☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔
☆ سند کے پہلے تین راوی بصری، اگلے دو کوفی اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مدینہ ہیں۔
☆ یہ تابعی (ابراہیم) کی دوسرے تابعی (اسود) سے روایت ہے۔
☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا اور عن عن تین تین دفعہ استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ i۔تقریب التھذیب، ج۱،ص۶۵ ii۔الثقات، ج۶،ص۶۹
۲۔ i۔الجرح والتعدیل ج۵،ص۱۳۰ ii۔الثقات، ج۷،ص۳
۳۔ i۔الثقات،ص۵۶ ii۔تقریب التھذیب، ج۱،ص۶۱
۴۔ i۔الجرح والتعدیل، ج۲،ص۲۹۱ ii۔طبقات ابن سعد، ج۶،ص۷۰

۶۔لغات:

الطست: بڑے پیندے اور کھلے منہ والا برتن جسے اردو میں تھال کہا جاتا ہے۔

فانخنث نفسه: آپ ﷺ کا جسم مبارک ڈھیلا پڑ گیا۔

مااشعر: مجھے معلوم نہ ہوا۔ مجھے پتہ نہ چلا۔

۷۔مسائل ونصائح:

اس حدیث مبارکہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں وصیت کی نفی کی گئی ہے، اس سے متعلق دیگر ابحاث درج ذیل ہیں:

☆ طلحہ بن مصرف نے یہ سوال کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے خود وصیت نہیں کی تو ہم کو وصیت کا کیوں حکم دیا؟ غالبًا انہوں نے یہ سمجھا تھا، کہ وصیت کا حکم اب بھی باقی ہے، حالانکہ یہ حکم اب منسوخ ہو چکا تھا، ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جزیرہ عرب سے مشرکین کو نکالنے کی وصیت کی، اور وفود کی عزت کرنے کی وصیت کی، پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے وصیت نہیں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مال کی وصیت نہیں کی تھی۔(۱)

☆ مسلم میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے کوئی دینار چھوڑا نہ درہم، بکری نہ اونٹ اور نہ کسی چیز کی وصیت کی۔ اس حدیث سے شیعہ حضرات کے اس قول کا رد کرنا مقصود ہے کہ نبی ﷺ کے ترکہ میں فدک کی زمین تھی، جس کی وارث سیدتنا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا تھیں، اور وہ ان کو وارثت میں نہیں دیا گیا، ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے خاص وصیت کی تھی، جو اور لوگوں کے لئے نہیں کی، اور وہ خلافت کی وصیت تھی۔ صحیح مسلم کی اس حدیث میں ان دونوں چیزوں کا رد ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے کوئی مال چھوڑا تھا نہ آپ نے کوئی وصیت کی تھی، خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی تصریح کی ہے: امام احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن علی رضی اللہ عنہ انه قال یوم الجمل ان رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یعهد الینا عهداً انا کذبه فی امارة ولکنه شئی رایناه من قبل انفسنا ، ثم استخلف ابوبکر رحمة الله علی ابی بکر فقام واستقام ثم استخلف عمر ، رحمة الله علی عمر فاقام واستقام حتی ضرب الدین بجرانه۔(۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے دن فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حکومت کے بارے میں ہمیں کوئی وصیت نہیں کی، جس پر ہم عمل کرتے، لیکن یہ ایسی چیز ہے جس پر ہم نے اپنی طرف سے غور کیا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اللہ کی رحمت ہو، انہوں نے بڑی درستی کے ساتھ کار خلافت سرانجام دیئے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا، اللہ تعالیٰ جل جلالہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر رحمت فرمائے، انہوں نے کار خلافت بڑی درستی کے ساتھ سرانجام دیئے، حتیٰ کہ دین نے اپنے قدم جمالئے۔

۱۔ شرح صحیح مسلم، ج۴، ص۵۱۹ ۲۔ مسند احمد بن حنبل، ج۱۱، ص۱۱۴

☆ امام حاکم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن قیس بن عبادقال دخلت انا والا شتر علی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یوم الجمل فقلت ھل عھد الیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عھد ا دون العامۃ فقال لا الا ھذاواخرج من قراب سیفہ فاذا فیھا المؤمنون تتکا فا دمائھمویسعٰی بذمتھم ادنا ھم وھم ید علی من سواھم لایقتل مومن بکافر ولا ذوعھد فی عھد ھم ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ (۱)

حضرت قیس بن عباد کہتے ہیں، کہ میں اور اشتر جنگ جمل کے دن، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، میں نے کہا: کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خاص وصیت کی ہے، جو دوسرے صحابہ کے بارے میں نہیں کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، پھر انہوں نے تلوار کے غلاف سے کچھ نکال کر فرمایا: البتہ یہ احکام ہیں: کہ تمام مسلمانوں کے خون (ان کی جانیں) مساوی ہیں، اور ایک عام مسلمان بھی کسی کو اپنی پناہ دے سکتا ہے، اور وہ اپنے ماسوا پر قوی ہیں، اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جا سکتا، اور نہ کسی ذمی کو اس کے عہد میں قتل کیا جائے گا۔ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے، لیکن انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔

☆ عن عبداللہ بن سبیع قال لعلی الا تستخلف قال لاولکن اترککم الیٰ ماترککم الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ ابو یعلیٰ ورجالہ ثقات۔ (۲)

حضرت عبداللہ بن سبیع کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ اپنا جانشین (خلیفہ) نہیں بناتے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، لیکن میں تم کو اس طرح چھوڑ کر جاؤں گا، جس طرح تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ کر گئے تھے۔

ان احادیث میں اس کی تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مال چھوڑا تھا، اور نہ کسی کو جانشین بنانے کی وصیت کی تھی۔

☆ عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال :ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذاکان الانبیاء لم یورثوادرھما ولادیناراوانما اورثوااحادیث من احادیثھم فمن اخذبشئی منھافقد اخذا حظاوافراالحدیث ۔(۳)

شیخ ابوجعفر کلینی روایت کرتے ہیں: حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور انبیاء درہم اور دینار کا وارث نہیں کرتے، وہ صرف اپنی احادیث میں سے احادیث کا وارث کرتے ہیں، سو جس نے ان احادیث میں سے کچھ حاصل کیا، اس نے ایک عظیم حصہ حاصل کیا۔

☆ عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سلک طریقایطلب فیہ علما سلک اللہ بہ طریقا الی الجنۃ وان الملائکۃ لتضع اجنحتھا لطالب العلم رضا بہ وانہ یستغفر لطالب العلم من فی

حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص طلب علم کے لئے کسی راستہ پر چلتا ہے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کو جنت کے راستہ پر چلائے گا، اور بے شک طالب علم کو راضی کرنے کے لئے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں، اور طالب علم کی مغفرت کے

۱۔ المستدرک، ج ۵، ص ۱۴۱ ۲۔ مسند ابو یعلی، ج ۱، ص ۸۲ ۳۔ الفروع من الکافی، ج ۱، ص ۳۲

السماء ومن الارض حتی الحوت فی البحر وفضل العالم علی العابد کفضل القمر علی سائر النجوم لیلۃ البدر وان العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دیناراً ولا درھما ولکن ورثوا العلم فمن اخذ منہ اخذ بحظ وافر۔(۱)

لئے تمام آسمان اور زمین والے دعا کرتے ہیں، حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں دعا کرتی ہیں، اور عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسی چودھویں رات کے چاند کی ستاروں پر فضیلت ہے، اور علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور انبیاء دینار اور درہم کا وارث نہیں بناتے، البتہ علم کا وارث بناتے ہیں، سو جس نے علم کو حاصل کیا، اس نے ایک عظیم حصہ کو حاصل کیا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں ایک طبق لے کر آؤں جس پر آپ ایسی چیز لکھ دیں گے، جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت گمراہ نہیں ہوگی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے یہ خدشہ ہوا کہ، کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہ ہو جائیں، میں نے کہا میں اس کو حفظ کرلوں گا اور یاد کرلوں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نماز، زکوٰۃ اور غلاموں اور باندیوں (کے ساتھ حسن سلوک) کی وصیت کرتا ہوں۔

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فی مرضہ الذی مات فیہ ائتونی بدواۃ وصحیفۃ الکتب لکم کتاباً لن تضلوا بعدہ ابدافقال عمر بن الخطاب امن لفلانۃ مدائن الروم، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس بمیت حتی نفتحھا۔ (۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں فرمایا: مجھے دوات اور کاغذ لا کر دو، میں تم کو ایسی چیز لکھ کر دوں گا، جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا فلاں فلاں اور روم کے شہروں کا کیا ہوگا، جب تک ہم ان شہروں کو فتح نہ کرلیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوں گے۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی فوت نہیں ہوں گے، اس لئے جلدی کی کیا ضرورت ہے، کہ اس شدید علالت میں آپ کو لکھوانے کی زحمت دی جائے، جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درد غالب ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے، ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔

☆ اہل تشیع کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں کچھ لکھوانا چاہتے تھے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی مخالفت کی۔ یہ صرف بے بنیاد مفروضہ ہے اور اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اول تو یہ کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے کہ آپ امر خلافت کے بارے میں لکھوانا چاہتے تھے، اور اگر آپ بالفرض امر خلافت کے بارے میں لکھوانا چاہتے تھے، تو یہ کیسے لازم آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں لکھوانا چاہتے تھے یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں لکھوانا چاہتے ہوں، اور قرائن سے یہی ثابت ہے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حج میں اپنا خلیفہ بنایا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قیادت اور امامت میں

۱۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۹۰ ۲۔ الطبقات الکبریٰ، ج ۲، ص ۲۴۴

مسلمانوں نے فریضہ حج ادا کیا، دوبارہ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز کا کچھ حصہ پڑھا، ایک بار جب بنو عمرو بن عوف کی صلح کے لئے تشریف لے گئے تھے، تو عصر کی نماز کا کچھ حصہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں پڑھا، اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو علم ہوا، تو وہ پیچھے آ گئے، اور باقی نماز آپ نے پڑھائی (۱) اور دوسری بار پیر کا دن تھا، جب آپ ﷺ کا وصال ہوا، اس دن صبح کی نماز آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں پڑھی، یہ آپ ﷺ کی دنیا میں آخری نماز تھی (۲)، آپ ﷺ نے اپنی آخری علالت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پیہم منع کرنے کے باوجود با اصرار فرمایا: مروا ابابکر ان یصلی بالناس (۳) ''ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں'' اور ایام علالت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سترہ نمازیں پڑھائیں (۴)

☆ جن کو رسول اللہ ﷺ نے برقرار رکھا، گویا رسول اللہ ﷺ کے قول، فعل اور تقریر، ثبوت حدیث کے تینوں طریقوں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت ثابت ہے اور جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی مسلمانوں کے امام تھے، اور آپ ﷺ رفیق اعلیٰ سے اس حال میں واصل ہوئے، کہ مسلمانوں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت کے سپرد کر چکے تھے، یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انتخاب کے وقت فرمایا: ہم اپنی دنیا کی امامت کے لئے اس شخص پر راضی ہو گئے، جس کی ہمارے دین میں امامت پر رسول اللہ ﷺ راضی ہو چکے تھے۔ (۵)

☆ عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي مَرَضِهِ: ادْعِي لِي أَبَا بَكْرٍ أَبَاكِ، وَأَخَاكِ حَتَّى أَكْتُبَ كِتَابًا، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَتَمَنَّى مُتَمَنٍّ، وَيَقُولُ قَائِلٌ: أَنَا أَوْلَى، وَيَأْبَى اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ. (۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی علالت میں فرمایا: اپنے باپ ابوبکر کو اور اپنے بھائی کو میرے پاس بلاؤ، تاکہ میں انہیں (امر خلافت) لکھ کر دے دوں، کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا خلافت کی تمنا کرے گا، اور کہے گا کہ میں زیادہ مستحق ہوں، اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور مسلمان ابوبکر کے سوا کسی کو نہیں مانیں گے۔

☆ رہی نبی ﷺ کی زمین، آپ کے ہتھیار اور آپ ﷺ کے خچر تو آپ نے ان کے متعلق کوئی ایسی وصیت نہیں کی، جیسے لوگ اپنے اموال کے متعلق وصیت کرتے ہیں، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارا کوئی وارث نہیں بنایا جائے گا، ہمارا جو بھی ترکہ ہے، وہ صدقہ ہے، پس آپ ﷺ نے جو کچھ بھی چھوڑا وہ صدقہ ہے، اس کے بعد مال کی قسم سے کوئی ایسی چیز نہیں رہی، جس کی وصیت کی جا سکے۔ (۷)

☆ (طست) ایک تھال کی طرح کا برتن ہوتا تھا، جس کا پیندہ قریب ہوتا تھا اور منہ کھلا، اس قسم کے برتن میں پیشاب کرنے سے چھینٹے پڑنے کا احتمال ہوتا ہے، اس لئے یہ باب قائم فرمایا: کہ اگر احتیاط سے پیشاب کیا جائے، چھینٹے نہ پڑیں تو کوئی حرج نہیں۔

☆ اس حدیث میں وصیت سے وصیت خلافت مراد ہے جیسا کہ روافض کا عقیدہ ہے، اس لئے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ''وصی'' کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد یہ ہے کہ وصیت تو وفات کے وقت ہوتی ہے، اور اس وقت آپ ﷺ کا سر مبارک میری گود میں تھا، وہیں آپ ﷺ کی وفات ہوئی، لہٰذا وصیت کب کی؟ اور کس کو کی؟ یعنی آپ ﷺ نے کوئی وصیت نہیں کی۔ (۸)

۱۔ بخاری، ج ۲، ص ۱۰۶۶ ۲۔ سنن کبریٰ (بیہقی)، ج ۳، ص ۸۳ ۳۔ بخاری، ج ۱، ص ۸۱

۴۔ مرقات، ج ۳، ص ۹۶ ۵۔ الاستیعاب علی ہامش الاصابہ، ج ۲، ص ۲۵۱

۶۔ i۔ مسلم، ج ۲، ص ۲۷۳ ii۔ بخاری، ج ۲، ص ۸۴۶ iii۔ ایضاً، ص ۱۰۷۱۔۱۰۷۲

۷۔ عمدۃ القاری، ج ۱۴، ص ۴۴ ۸۔ سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۱۱۰

۸۔خلاصہ:

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث مبارکہ سے استنباط یہ ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے پیشاب کرنے کے لئے تھال طلب فرمایا تھا، اس لئے تھال جیسے برتن میں پیشاب کرنا جائز ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ کسی بھی بڑے برتن میں پیشاب کرنا جائز ہے۔

☆ نبی کریم ﷺ کا وصال مبارک اس حال میں ہوا کہ آپ ﷺ کا سر مبارک سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود مبارک میں تھا۔

☆ نبی کریم ﷺ نے آخری وقت میں کسی شخص کے حق میں وصیت نہیں فرمائی اور نہ ہی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت کی وصیت فرمائی۔

☆ یہ حدیث مبارکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں وصیت خلافت نہ فرمائے جانے پر واضح دلیل ہے۔

۳۰۔ باب كَرَاهِيَةِ الْبَوْلِ فِي الْجُحْرِ — سوراخ میں پیشاب کرنا مکروہ ہے

اس باب میں بل یا سوراخ میں پیشاب نہ کرنے کا بیان ہے، کیونکہ اس کے مختلف نقصانات ہو سکتے ہیں، اس سے پہلے باب میں تھال میں پیشاب کرنے کے جائز ہونے کا بیان تھا۔

۳۴۔ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: أَنْبَأَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَرْجِسَ، أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي جُحْرٍ قَالُوا لِقَتَادَةَ: وَمَا يُكْرَهُ مِنَ الْبَوْلِ فِي الْجُحْرِ؟ قَالَ: يُقَالُ إِنَّهَا مَسَاكِنُ الْجِنِّ

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص سوراخ میں پیشاب نہ کرے، شاگردوں نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: سوراخ میں پیشاب کرنا کیوں مکروہ ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہا جاتا ہے کہ سوراخ جنات کی رہائش گاہ ہیں۔

۱۔اطراف:

ابوداؤد: ۲۹، احمد: ۲۰۸۰۱، السنن الکبریٰ: ۲۹، المجموع: ج۲، ص۸۲، حاکم: ۶۹۲، ۶۹۳

۲۔تعارف رجال:

اس سند کے پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔عبیداللہ بن سعید: راجع: ۱۵

۲۔معاذ بن ہشام

: آپ کا نام معاذ بن ہشام بن ابوعبداللہ دستوائی بصری یمنی (م: ۲۰۰ھ) ہے، آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے صدوق راوی ہیں۔ البتہ وہم اور تغلیط کا شکار تھے، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۱۔ i۔تاریخ الدوری، ج۲، ص۵۷۲ ii۔الثقات، ج۹، ص۱۷۶

۳۔ابی (ھشام): راجع: ۲۵

۴۔قتادہ:

آپ کا نام ابوالخطاب قتادہ بن دعامہ بن قتادہ سدوسی بصری (م:۱۱۷ھ) ہے، آپ رواۃ کے چوتھے طبقہ کبار سے ثقہ، ثابت، مامون، حجۃ فی الحدیث، حافظ راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت، فقاہت اور حفاظت پر متفق ہیں، البتہ تدلیس کی نسبت آپ کی طرف ہے، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ کی پیدائش تقریباً ۶۰ھ ہے۔(۱)

۵۔عبداللہ بن سرجس:

آپ کا نام عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ مدنی بصری ہے، آپ بنی مخزوم کے حلیف تھے، آپ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ سے سترہ (۱۷) احادیث مبارکہ راوی ہیں، جن میں سے ایک حدیث مبارکہ امام مسلم نے روایت کی ہے، امام مسلم اور آئمہ سنن اربعہ نے آپ سے روایات ذکر کی ہیں۔(۲)

حکمِ روایت:

اس حدیث مبارکہ کو امام ابن سکن، ابن خزیمہ، امام حاکم، امام منذری نے صحیح قرار دیا ہے، جبکہ شیخ ناصر الدین البانی اور حافظ زبیر علی زئی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ان دونوں حضرات کے ضعیف قرار دینے کی وجہ حضرت قتادہ کی تدلیس اور عن عن سے روایت ہے، اس لئے مناسب ہے کہ حدیث مدلس اور عنعنہ کی وضاحت کردی جائے۔

ا۔مدلس کا مفہوم وحکم:

حدیث مدلس کی تعریف اور اس کا حکم:

مدلس، تدلیس کا اسم مفعول ہے اور تدلیس کا لغوی معنی ہے گاہک سے ''سودے کے عیب کو چھپانا'' یہ لفظ اصل میں دلس سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے اندھیرے کا اجالے سے مخلط اور مشتبہ ہونا، اور مدلس حدیث کی واقفیت حاصل کرنے والے پر پردہ ڈال دیتا ہے اس لیے اس کی روایت مدلس کہلاتی ہے۔اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے۔

اخفاء عیب فی الاسناد وتحسین لظاہرہ۔ سند میں کسی عیب کو چھپانا اور اس کے ظاہر کی تحسین کرنا۔

☆ مدلس دلس سے مشتق ہے جس کے معنی ظلمت کو نور سے ملانا ہے۔(۳) اور اسے مدلس اس لئے کہتے ہیں: کہ اس میں اخفاء اور پوشیدگی پائی جاتی ہے۔(۴) دلس میں مطلق ظلمت اور ظلمت کو نور میں ملانے کے دونوں معانی موجود ہیں، اس لئے تدلیس میں اخفاء اور غلط کو صحیح کے ساتھ ملانے کے معانی پائے جاتے ہیں۔بقاعی کہتے ہیں، کہ اسی سے تدلیس فی السبیع کی اصطلاح بھی ہے، کہا جاتا ہے:

۱۔ i۔الجرح والتعدیل، ج۷، ص۱۳۳ ii۔تقریب التھذیب، ج۲، ص۳۰
iii۔طبقات ابن سعد، ج۷، ص۲۲۹ iv۔الثقات، ج۵، ص۳۲۱

۲۔ i۔اسد الغابۃ، ج۳، ص۱۷۱ ii۔الاصابۃ، ج۲، رقم ۴۷۰۵

۳۔ نزھۃ النظر، ص۸۲ ۴۔ لسان العرب، ج۶، ص۸۶

حافظ ابن حجر نے اس کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ وھو اختلاط الظلام، ابن منظور نے لکھا ہے: الدلس بالتحریك: الظلمة۔

۲۔ حافظ ابن حجر کے مطابق: سمی بذلك لاشتراکھما فی الخفاء (۱)

دلسم فلان علی فلان ای ستر عنه العیب الذی فی متاعه کانه اظلم علیه الامر (۲)

ایک شخص نے دوسرے سے تدلیس کی یعنی اس نے اپنے سامان کے عیب کو دوسرے شخص سے چھپایا، گویا اس نے اس دوسرے شخص کو اندھیرے میں رکھا۔

محدثین کی اصطلاح میں بھی یہ لغوی معنی موجود ہیں۔ ان کے ہاں سند کے سقوط کو چھپایا جائے، یا کسی راوی کو اس کے غیر معروف وصف سے بیان کیا جائے، تا کہ اس کی اصلیت مخفی رہے (۳) تو یہ تدلیس ہوگی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سمی بذلك لاشتراکھما فی الخفاء ویرد المدلس بصیغة من صیغة الاداء تحتمل وقوع اللقی بین المدلس ومن اسندعنه کعن وکذا قال، متی وقع بصیغة صریحة لا تجوز فیھا کان کذبا (۴)

النکت میں اسے ابن القطان کے حوالے سے ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے: ونعنی به ان یروی المحدث عمن قد سمع عنه مالم یسمع منه من غیر ان یذکر انه سمعه منه۔ (۵)

لغت میں مدلس تدلیس سے اسم مفعول ہے اور تدلیس کے معنی ہیں: بائع کا مشتری سے فروخت کی جانے والی چیز کا عیب چھپالینا:

والتدلیس فی البیع کتمان عیب السلعة عن المشتری (۶)۔ تدلیس دلس سے مشتق ہے جس کے معنی ظلمت وتاریکی کے ہیں:

وھو الظلمة واختلاط الظلام۔ (۷)

اصطلاح میں مدلس وہ حدیث ہے جس میں سقط خفی ہو، یعنی راوی اپنے استاد کو (جس سے یہ حدیث سنی ہے) حذف کر کے مافوق سے (جس سے لقاء تو ہو مگر اس سے یہ حدیث نہ سنی ہو) اس طرح روایت کرے کہ استاد کا محذوف ہونا معلوم نہ ہو بلکہ یہ محسوس ہو کہ مافوق ہی سے سنا ہو۔

قال الازھری: ومن ھذا اخذ التدلیس فی الاسناد، وھو ان یحدث المحدث عن الشیخ الاکبر وقد کان راہ الا انه سمع ما اسنده الیه من غیره من دونه۔ (۸)

۱۔ نزھۃ النظر، ص ۸۲ ۲۔ لغۃ الدرر، ص ۷۶ ۳۔ ایضاً

۴۔ نزھۃ النظر، ص ۸۲ ۵۔ النکت، ج ۲، ص ۶۱۴ ۶۔ لسان العرب، ج ۶، ص ۸۶

۷۔ القاموس، ج ۲، ص ۲۲۴ ۸۔ لسان العرب، ج ۶، ص ۸۶

تدلیس کی قسمیں:

تدلیس کی دو قسمیں ہیں:

i- تدلیس الاسناد ii- تدلیس الشیوخ

ا۔ تدلیس الاسناد

تدلیس الاسناد یہ ہے کہ راوی ایسے شخص سے روایت کرے، جو اس کا ہم عصر ہو اور اس سے مل چکا ہو مگر اس سے اس کا سماع ثابت نہ ہو، یا ایسے ہم عصر سے روایت کرے جسے ملا نہ ہو مگر دوسرے کو یہ تاثر دے کہ اس نے اپنے معاصر سے سن کر روایت کی ہے۔

هو ان يروى عن لقيه مالم يسمعه منه موهما انه سمعه منه، اور عمن عاصره ولم يلقه موهما انه قد لقيه و سمعه منه۔(۱)

ایسی روایت کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ مدلس راوی حدثنا فلان اور اخبرنا فلان نہیں کہتا، بلکہ قال فلان اور عن فلان کہتا ہے۔

ومن شانه ان لا يقول في ذلك اخبرنا فلان، ولا حدثنا وما اشبههما وانما يقول: قال فلان اوعن فلان، ونحو ذلك۔ (۲)

اس کی مثال علی بن خشرم کا یہ قول ہے: ہم سفیان بن عیینہ کے یہاں حاضر تھے، سفیان نے کہا: مجھے عبدالرزاق نے بتایا، اس نے معمر سے سنا، اس نے زہری سے سنا:

مثال ذلك مارويناعن علي بن خشرم قال كنا عند ابن عيينة فقال: قال الزهرى، فقيل له: سمعته من الزهرى؟ فقال: لا لم اسمعه من الزهرى، ولا ممن سمعه من الزهرى حدثني عبدالرزاق عن معمرعن الزهرى ۔(۳)

مذکورہ صدر اسناد میں سفیان، زہری کے ہم عصر تھے اور ان سے مل چکے تھے مگر انہوں نے زہری سے کوئی روایت نہیں سنی۔ بخلاف ازیں سفیان نے روایت عبدالرزاق سے سنی۔ عبدالرزاق نے معمر سے اور معمر نے زہری سے اخذ کی، اس سند میں تدلیس یہ ہے کہ سفیان نے عبدالرزاق اور معمر دونوں کے نام حذف کر دیئے اور ایسے الفاظ سے روایت کی جن سے وہم ہوتا ہے کہ انہوں نے براہ راست یہ حدیث زہری سے سنی۔

یہ تدلیس کی بدترین قسم ہے اور صریح دروغ گوئی پر مبنی ہے، امام شعبہ فرماتے ہیں: میں تدلیس کا مرتکب ہونے کی نسبت زنا کاری کو ترجیح دیتا ہوں:

لان ازنی احب الی من ان ادلس (۴) مزید فرماتے ہیں: تدلیس جھوٹ کا بھائی ہے: **التدلیس اخو الکذب (۵)**

جو راوی ایک دفعہ بھی تدلیس کا ارتکاب کرتا ہے تو امام شافعی اس کی روایت کو رد کر دیتے ہیں، اگر چہ مدلس راوی اخبرنا اور حدثنا کہے:

ومن الحفاظ من جرح من عرف بهذا التدليس من الرواة فرد روايته مطلقاً وان اتى بلفظ الاتصال ولو يعرف انه دلس الا مرة واحدة، كما قد نص عليه الشافعي رحمة الله عليه۔(۶)

۱۔ i- ابن الصلاح، المقدمہ، ۹۵: ii- النکت علی کتاب ابن الصلاح، ج ۲، ص ۶۱۴

۲۔ ابن الصلاح، المقدمہ، ص ۵۹

۳۔ ایضاً، ص ۹۵۔۹۶، اختصار علوم الحدیث، ۴۵

۴۔ ابن الصلاح، ایضاً، ص ۹۸، ابن کثیر، ایضاً، ص ۶۳

۵۔ ایضاً

۶۔ اختصار علوم الحدیث، ص ۶۳

مگر اکثر علماء کا زاویہ نگاہ یہ ہے کہ جو راوی تدلیس کی جانب منسوب ہو، وہ جس روایت میں سماع کی تصریح کرے، وہ روایت قبول کی جائے گی، اور جو روایت مبہم ہوگی، اس کو رد کر دیا جائے گا۔

والصحیح التفصیل وانما رواہ المدلس بلفظ محتمل لم یبین فیہ السماع والاتصال حکمہ حکم المرسل وانواعہ ومارواہ بلفظ مبین للاتصال نحو سمعت وحدثنا واخبرنا واشباھھا فھو مقبول محتج بہ۔(۱)

حجاز، حرمین، مصر، عوالی، اصبہان، بلاد فارس، خوزستان اور ماوراء النہر کے محدثین میں سے کوئی بھی تدلیس میں معروف نہیں ہے، کوفہ کے اکثر اور بصرہ کے چند محدث تدلیس کیا کرتے تھے:

ان اھل الحجاز والحرمین ومصر والعوالی لیس التدلیس من مذھبھم وکذلك اھل خراسان والجبال واصبھان وبلاد فارس و خوزستان وماوراء النھر لا یعلم احد من ائمتھم دلس، واکثر المحدثین تدلیسا اھل الکوفۃ ونفریسیر من اھل البصرۃ۔(۲)

ابوبکر ابن الباغندی محمد بن محمد بن سلیمان (المتوفی ۳۱۲ھ/۹۲۵م) اولین شخص تھا جس نے تدلیس کو رواج دیا۔(۳)

علامہ نووی لکھتے ہیں:

التدلیس ھو قسمان الاول تدلیس الاسناد بان یروی عمن عاصرہ مالم یسمعہ منہ موھماسماعہ قائلاقال فلان اوعن فلان ونحوہ وربما لم یسقط شیخہ اواسقط غیرہ ضعیفا اوصغیرا تحسیناللحدیث، الثانی تدلیس الشیوخ بان یسمی شیخہ اویکنیہ اوینسبہ اویصفہ بما لا یعرف اما الاول فمکروہ جداواماالثانی فکراھتہ اخف۔(۴)

☆ تدلیس کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم تدلیس الاسناد ہے، اس کی تعریف یہ ہے: کہ راوی اپنے معاصر سے ایسی حدیث کو روایت کرے، جس کو اس سے سنا نہ ہو، اور اس سے سماع کا وہم ڈالے اور یہ کہے کہ فلاں نے کہا، یا فلاں سے روایت ہے اور بعض اوقات وہ تحسین حدیث کے لیے اپنے شیخ کو ساقط نہیں کرتا، بلکہ شیخ الشیخ یا اس سے اوپر کے شیخ کو ساقط کر دیتا ہے، کیونکہ وہ شیخ الشیخ ضعیف یا کم عمر ہوتا ہے، اور تدلیس کی دوسری قسم تدلیس الشیوخ ہے، اور اس کی تعریف یہ ہے: کہ وہ اپنے شیخ کا ایسا نام یا صفت یا کنیت یا نسبت بیان کرے، جو غیر معروف ہے۔ تدلیس کی پہلی قسم بہت زیادہ مکروہ ہے، اور دوسری اس سے کم درجہ کی مکروہ ہے۔

☆ حافظ صلاح الدین علائی لکھتے ہیں:

تدلیس الاسناد کو تدلیس السماع بھی کہتے ہیں مثلاً ایک راوی اپنے شیخ سے ایسی حدیث کو روایت کرے جس کو اس سے سنا نہ ہو اور یوں کہے، اس نے کہا ہے، یا اس سے روایت ہے، جس سے اتصال کا وہم ہو، اور حدثنا، اخبرنا یا سمعت کی تصریح نہ کرے، اس کی مثال یہ ہے: ابن خشرم سے روایت ہے کہ ہم سفیان بن عیینہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، تو زہری نے کہا... اس سے پوچھا گیا: کیا تم کو زہری نے خود یہ حدیث بیان کی تھی

۱۔ i۔الجرح والتعدیل، ج۷، ص۱۳۳ ii۔تقریب التھذیب، ج۲، ص۳۰
iii۔طبقات ابن سعد، ج۷، ص۲۲۹ iv۔الثقات، ج۵، ص۳۲۱
۲۔ i۔اسد الغابۃ، ج۳، ص۱۷۱ ii۔الاصابۃ، ج۲، رقم ۴۷۰۵
۳۔ تقریب النواوی مع التدریب، ج۱، ص۲۳۰۔۲۳۲ ۴۔ ایضاً

؟اس نے کہا: میں نے اس کو زہری سے نہیں سنا، اور نہ اس سے سنا ہے جس نے زہری سے سنا تھا، مجھے عبدالرزاق نے از معمر از زہری یہ حدیث بیان کی ہے۔(۱)

☆ تدلیس کی قسم ثانی ،تدلیس الشیوخ کے متعلق علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

تدلیس الشیوخ کا سبب، اس شیخ کی معرفت کو مشکل بنانا ہے، جیسے ابوبکر بن مجاہد نے کہا، ہم سے عبداللہ بن ابی عبیداللہ نے حدیث بیان کی، اس سے ان کی مراد ابوبکر بن ابی داؤد سجستانی ہے، اور ابوبکر بن مجاہد نے ان کا غیر معروف نام ذکر کیا، اس کی کراہت راوی کی اغراض کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، اگر وہ شیخ کے ضعیف ہونے کی وجہ سے اس کا نام بدلتا ہے، تو یہ بدترین قسم ہے، ابن الصباغ نے کہا: جس راوی نے یہ اس لیے کیا کہ: اس کا شیخ لوگوں کے نزدیک غیر ثقہ تھا، اور اس نے اس کا نام بدلا، تا کہ اس کی حدیث قبول کر لی جائے، تو اس کی حدیث کو قبول نہ کرنا واجب ہے، خواہ راوی اس شیخ کو ثقہ اعتقاد کرتا ہو، کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ دوسروں کو اس کے متعلق ایسی جرح کا علم ہو، جس کا اسے علم نہ ہو، آمدی نے کہا: اگر راوی نے یہ فعل اپنے شیخ کے ضعف کی وجہ سے کیا ہے، تو وہ حدیث مجروح ہے، یا اس وجہ سے کہ اس کی نسبت ضعیف ہے، یا اس کی روایت قبول کرنے میں اختلاف ہے، تو پھر اس کی حدیث مجروح نہیں ہے، ابن سمعانی نے کہا: اگر وہ راوی ایسا ہے کہ: اس سے اس کے شیخ کے متعلق سوال کیا جائے، اور وہ پھر بھی اس کا اصل نام بیان نہ کرے، تو اس کی روایت مجروح ہے، ورنہ نہیں، امام بیہقی نے محمد بن رافع سے نقل کیا ہے: کہ جب کوئی شخص نام سے معروف ہو، اور اس کی کنیت ذکر کی جائے، یا وہ کنیت سے مشہور ہو اور اس کا نام ذکر کیا، جائے تو یہ تزیین ہے تدلیس نہیں ہے۔ اگر اس کا شیخ کم عمر ہو یا بعد میں فوت ہوا ہو اور اس سے کم عمر کے لوگ اس روایت میں شریک ہوں، تو اس میں معاملہ آسان ہے، یا اس نے اس شیخ سے متعدد حدیثیں سنی ہوں اور وہ بار بار ایک ہی نام کے تکرار کو ناپسند کرتا ہو، اور اس کا نام اس لیے بدلے کہ لوگوں کو اس کے کثرت شیوخ کا وہم ہو، یا عبارت میں تفنن کے لیے ایسا کرے، تو اس میں بھی معاملہ سہل ہے۔(۲)

تدلیس کی اقسام:

اگرچہ تدلیس کے مفہوم سے کچھ اشارہ ملتا ہے کہ حدیث میں تدلیس سے کیا مراد ہے، تاہم اس کی مزید وضاحت اس صورت میں ہوتی ہے، جب تفصیلات سے آگاہی ہوتی ہے۔ محدثین نے ان تفصیلات کو تدلیس کی اقسام میں واضح کیا ہے۔ امام حاکم نے تدلیس کی چھ اقسام بیان کی ہیں۔ وہ اقسام حسب ذیل ہیں:

۱۔ جو ثقات سے تدلیس کرے۔ ۲۔ وہ جو استفسار پر مدلس کا نام بتائے۔

۳۔ وہ شخص جو غیر معروف سے تدلیس کرے۔ ۴۔ وہ جو ضعیف راویوں سے تدلیس کرے۔

۵۔ ان لوگوں سے معمولی تدلیس کرے، جن سے اس نے کثرت سے سماع حدیث کیا۔

۶۔ ایسے صحیفہ سے حدیث بیان کرے، جو اسے حاصل نہیں تھا۔(۳)

۱۔ جامع التحصیل فی احکام المراسیل، ص ۹۸۔۹۷

۲۔ i- تدریب الراوی، ج ۲، ص ۲۳۱۔۲۳۰ ii- شرح صحیح مسلم (مقدمہ)، ج ۱، ص ۱۲۵۔۱۲۷

۳۔ معرفۃ علوم الحدیث، ص ۱۰۳۔۱۱۲

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ: امام حاکم کی تقسیم ابن اصطلاح کی بیان کردہ دو قسموں کے مغائر نہیں، بلکہ متداخل ہے۔(۱)
خطیب نے دو قسموں کا ذکر کیا ہے (۲)۔ حافظ ابن الصلاح نے بھی دو اقسام بیان کی ہیں (۳)۔ اور ان کے تتبع میں نووی، عراقی، ابن کثیر وغیرہ نے بھی دو قسمیں ہی بیان کی ہیں (۴)۔ تفصیلات پر نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے کہ بنیادی طور پر تدلیس کی دو ہی اقسام ہیں، لیکن یہی اقسام مزید انواع میں تقسیم ہو جاتی ہیں۔ وہ اقسام مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ تدلیس الاسناد ۲۔ تدلیس الشیوخ

۱۔ تدلیس الاسناد:

۱۔ تدلیس الاسناد کی چار قسمیں بیان کی گئی ہیں۔

i۔ تدلیس الاسقاط ii۔ تدلیس التسویۃ iii۔ تدلیس القطع iv۔ تدلیس العطف۔

i۔ تدلیس الاسقاط:

تدلیس الاسقاط یہ ہے کہ راوی مروی عنہ سے سماع کا اشارہ دے لیکن تصریح نہ کرے۔ ڈاکٹر نور الدین لکھتے ہیں:

وھو ان یروی المحدث عمن لقیه وسمعه من مالم یسمعه منه موھما انه سمعه عنه، اوعمن لقیه ولم یسمع منه موھما ان لقیه وسمع منه (۵)

یہ تقسیم ڈاکٹر نور الدین عتر نے منہاج النقد میں اختیار کی ہے۔

تدلیس الاسقاط یہ ہے کہ محدث اس شخص سے، جسے وہ ملا ہے، اور سماع کیا ہے، ایک حدیث یہ تاثر دیتے ہوئے روایت کرے کہ: اس نے سماع کیا ہے، یا ایسے شخص سے روایت کرے، جس سے وہ ملا ہو لیکن اس سے سماع نہ کیا ہو، اس تاثر کے ساتھ کہ وہ ان سے ملا ہے، اور اس سے احادیث بھی سنی ہیں۔

حافظ عراقی نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے، **انه سواء کان قد لقیه اولم یلقه (۶)**

یہ تعریف بنیادی طور پر وہی ہے، جسے ابن الصلاح نے تدلیس الاسناد کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

وھوان یروی عمن لقیه مالم سمعه منه موھما انه سمعه منه، او عمن عاصره ولم یلقه موھما ان قدلقیه وسمعه منه (۷)

تدلیس الاسناد یہ ہے کہ وہ ایسے شخص سے، جن کو وہ ملا ہو، لیکن اس سے کچھ سنا نہ ہو، یہ تاثر دیتے ہوئے روایتہً کرے کہ: گویا یہ حدیث اس سے سنی ہے، یا وہ اس شخص کا معاصر ہو، لیکن ان کی ملاقات نہ ثابت ہو، یہ تاثر دے کہ وہ اس سے ملا ہے، اور اس سے سماع کیا ہے۔

۱۔ النکت، ج ۲، ص ۶۲۲ ۲۔ الکفایہ، ص ۳۵۵۔۳۷۰ ۳۔ ابن الصلاح، ص ۷۳
۴۔ i۔ الارشاد، ص ۹۲ ii۔ التقیید، ص ۹۵ iii۔ الباعث الحثیث، ص ۴۵
۵۔ منہج النقد، ص ۳۹۱ ۶۔ التقیید والایضاح، ص ۹۸
۷۔ i۔ ابن الصلاح، ص ۷۳ ii۔ النکت، ج ۲، ص ۶۱۴ iii۔ تدریب الراوی، ج ۱، ص ۸۶

امام نووی نے اسے اختصار کے ساتھ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وهو ان يروى عمن لقيه او عاصره مالم يسمعه منه، موهما انه سمعه منه(۱)

تدلیس الاسناد یہ ہے، کہ وہ اس شخص سے جسے وہ ملا ہے، یا اس کا معاصر ہے، لیکن اس سے احادیث نہیں سنیں، اس تاثر کے ساتھ روایت کرے کہ گویا اس نے، اس شخص سے حدیث سنی ہے۔

ابن کثیر نے بھی یہی عبارت نقل کی ہے۔(۲)

مثلاً کوئی راوی "حدثنا فلان یا اخبرنا فلان" کی جگہ "عن فلان" یا "ان فلانا قال کذا" (۳) کے الفاظ استعمال کرے، یا اس طرح کے الفاظ جن سے سمع کا گمان ہو۔ اس طرح کا بیان ایک یا متعدد مقامات سے متعلق ہوسکتا ہے۔ اگر "حدثنی" یا "سمعت" جیسے صریح الفاظ استعمال کرے، تو یہ تدلیس نہیں جھوٹ ہوگا۔ اس لئے مدلس تدلیس کا اعتراف کرتا ہے، تاکہ لوگ دھوکہ میں نہ رہیں۔ اس کی مثال ابوعوانہ کی مندرجہ ذیل روایت ہے، جسے امام حاکم نے دیگر مثالوں میں ذکر کیا ہے:

حدثنا ابو عوانه عن الاعمش عن ابراهيم التيمى عن ابيه عن ابى ذر ان النبى قال :فلان فى النار ينادى، يا حنان يا منان(۴)

ابوعوانہ اعمش سے روایت کرتے ہیں، وہ ابراہیم التیمی سے، اور التیمی اپنے والد کے واسطے سے، ابوذر سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فلاں شخص جہنم کی آگ میں "یاحنان یامنان" پکار رہا تھا۔

ابوعوانہ کہتے ہیں کہ میں نے اعمش سے پوچھا: کہ اس نے یہ حدیث ابراہیم سے سنی ہے؟ تو اس نے کہا: نہیں، بلکہ حکیم بن جبیر نے بروایت ابراہیم مجھے سنائی ہے(۵)

معلوم ہوا کہ اعمش نے ابراہیم سے روایت میں تدلیس کی، اور جب اس سے استفسار کیا گیا، تو اس نے اپنے اور ابراہیم کے درمیانی واسطے کو واضح کردیا۔

ii۔ تدلیس التسویہ:

تدلیس التسویہ یہ ہے کہ راوی ضعیف واسطے کو ساقط کرکے اتصال کا تاثر دے۔ ڈاکٹر عتر اسے ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

وهو ان يروى المدلس حديثا عن ضعيف بين ثقتين لقى احدهما الآخر فيسقط الضعيف ويجعل بين الثقتين عبارة موهما للاتصال(۶)

تدلیس التسویہ یہ ہے کہ مدلس ایک ایسے ضعیف راوی سے روایت کرے، جو ایسے دو ثقہ راویوں کے درمیان ہو، جن کی ملاقات ثابت ہو۔ پھر یہ مدلس ضعیف راوی کو ساقط کردے، اور دو ثقہ راویوں کے درمیان ایسی عبارت لائے، جو سند کے متصل ہونے کا تاثر دے۔

۱۔ الارشاد، ص ۹۲ ۔ ۲۔ الباعث الحثیث، ص ۴۵

۳۔ i۔ ابن الصلاح، ص ۷۳ ii۔ الارشاد، ص ۹۲ iii۔ الباعث الحثیث، ص ۴۵

۴۔ معرفۃ علوم الحدیث، ص ۱۰۵ ۔ ۵۔ ایضاً

۶۔ منہج النقد، ص ۳۸۲

خطیب نے اس قسم کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

وربما لم یسقط المدلس شیخه لکن یسقط ممن بعده رجلا ضعیفا او صغیر السن لیحسن الحدیث بذلک(۱)

اور کبھی مدلس اپنے شیخ کی بجائے، اس کے بعد والے ضعیف شخص، یا کم عمر راوی کو ساقط کر دیتا ہے، تا کہ اس سے حدیث بہتر معلوم ہو۔

امام نووی نے خطیب کی اس عبارت کو اپنے ہاں نقل کیا ہے۔(۲)

اس کو تسویہ اس لئے کہتے ہیں، کہ اس میں پوری سند ایک جیسی ہے۔ جس کو پتہ نہ ہو، اس کے لئے پوری سند ثقات پر مشتمل ہے۔ متقدمین کے ہاں ''التجوید'' کی اصطلاح استعمال ہوتی تھی، کیونکہ اس میں صرف جید رواۃ کا ذکر ہوتا ہے، اور دیگر کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ کی تقسیم پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ مصنف نے تدلیس کی تیسری قسم کو چھوڑ دیا ہے، اور وہ تدلیس تسویہ ہے، وہ لکھتے ہیں:

ترک المصنف قسما ثالثا من انواع التدلیس وهو شر الاقسام وهو الذی یسمونه تدلیس التسویة، وقد سماه بذلک ابو الحسن بن القطان وغیره من اهل هذا الشان، وصورة هذا القسم من التدلیس ان یجئی المدلس الی حدیث سمعه من شیخ ثقة، وقد سمعه ذلک الشیخ الثقة من شیخ ضعیف، وذلک الشیخ الضعیف یرویه عن شیخ ثقة، فیعمل المدلس الذی سمع الحدیث من الثقة الاول فلیسقط منه شیخ شیخه الضعیف، ویجعله من روایة شیخه الثقة عن الثقة الثانی بلفظ محتمل کالعنعنة ونحوها، فیصیر الاسناد کله ثقات، ویصرح هو بالاتصال بینه وبین شیخه، لانه قد سمعه منه، فلا یظهر حینئذ فی الاسناد ما یقتضی عدم قبوله، الا لاهل النقد والمعرفة بالعلل۔(۳)

مصنف نے تدلیس کی انواع میں سے تیسری قسم کو چھوڑ دیا، حالانکہ یہ ان میں سب سے زیادہ بری ہے، اور اسی کو تدلیس التسویہ کہتے ہیں۔ ابو الحسن بن القطان جیسے عظیم الشان لوگوں نے اسے یہ نام دیا ہے۔ تدلیس کی اس قسم کی صورت یہ ہے: کہ مدلس ایک حدیث پیش کرتا ہے، جسے اس نے ایک ثقہ شیخ سے سنا ہوتا ہے، اس ثقہ شیخ نے ایک ضعیف شیخ سے اس کا سماع کیا ہوتا ہے، اور وہ ضعیف شیخ ایک ثقہ شیخ سے روایت کرتا ہے۔ مدلس یہ کرتا ہے کہ: وہ ضعیف شیخ کو ساقط کر کے عن فلان جیسے الفاظ استعمال کر کے ثقہ کی ثقہ سے روایت کا اسلوب اختیار کرتا ہے، اس طرح پوری سند ثقات پر مشتمل نظر آتی ہے، نیز اپنے اور شیخ کے درمیان اتصال کی تصریح کرتا ہے، کیونکہ اسے سماع حاصل ہوتا ہے۔ اندریں حالت اسناد میں ایسی کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی، جو اس کی عدم قبولیت کی مقتضی ہو، ہاں البتہ ناقدین فن اور علل کی معرفت رکھنے والے اس کا ادراک کر سکتے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراض کے جواب میں کہا ہے: کہ اصطلاح میں وسعت ہوتی ہے، اور ابن الصلاح نے جو دو اقسام بیان کی ہیں، ان میں سے تدلیس الاسناد میں تدلیس التسویہ شامل ہے، اسی طرح ابن الصلاح نے تیسری قسم کو ترک نہیں کیا۔(۴) بلکہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تو حافظ عراقی کی تعریف کو غیر جامع قرار دیا۔(۵)

اور اس کے متبادل تعریف پیش کی۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی رائے میں ضعیف شیخ کا اسقاط شرط صحیح نہیں، ثقہ راوی بھی ساقط ہو سکتا ہے۔(۶)

۱۔ الکفایہ، ص ۳۶۴ ۲۔ الارشاد، ص ۹۲ ۳۔ التقیید والایضاح، ص ۹۵۔۹۶

۴۔ النکت، ج ۲، ص ۶۱۶ ۵۔ ایضاً، ج ۲، ص ۶۲۰ ۶۔ ایضاً، ج ۲، ص ۶۲۱

حافظ ابن حجر تسویہ کو تدلیس سے زیادہ عام قرار دیتے ہیں اور ابن عبدالبر کے حوالے سے امام مالک کے طرز عمل کو بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔ (۱)

خطیب کہتے ہیں کہ سلیمان الاعمش سفیان الثوری اور بقیۃ بن الولید تدلیس کرتے تھے، (۲) اسی طرح ولید بن مسلم الدمشقی (۳) بھی تدلیس التسویہ کو بکثرت استعمال کرتے تھے۔ محدثین نے ان کے بارے میں گفتگو کی ہے۔ ابو مسہر کا قول ہے:

احادیث بقیہ لیست نقیۃ فکن منھا علی تقیۃ (۴)

بقیہ کی حدیث صاف ستھری نہیں، ان سے بچو۔

ولید بن مسلم کے بارے میں منقول ہے:

کان الولید بن مسلم یحدث باحادیث الا وزاعی عن الکذابین ثم یدلسھم (۵)

ولید بن مسلم امام اوزاعی کی احادیث کذابوں سے روایت کرتے، اور پھر ان میں تدلیس کرتے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ولید کے بارے میں لکھا ہے:

ثقۃ لکنہ کثیر التدلیس والتسویۃ (۶)

وہ ثقہ ہیں لیکن تدلیس وتسویہ کا بکثرت ارتکاب کرتے ہیں۔

اس کی مثال وہ حدیث ہے جسے امام اسحٰق بن راھویہ رحمۃ اللہ علیہ نے بقیہ سے روایت کیا ہے:

قال حدثنی ابو وھب الا سدی قال حدثنا نافع عن ابن عمر قال :لا تحمدوا اسلام امرئی حتی تعرفوا عقدۃ رایہ (۷)

ابو وھب اسدی بیان کرتے ہیں، کہ انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بذریعہ نافع یہ روایت ملی ہے، کہ انہوں نے کہا: تم کسی شخص کے اسلام کی اس وقت تک تعریف نہ کرو، جب تک اس کی رائے کی قوت نہ معلوم کر لو۔

ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میرے والد نے کہا: کہ اس حدیث میں ایسی علت موجود ہے، جسے کم لوگ ہی سمجھ سکیں گے۔ اس حدیث کی عبید اللہ بن عمرو نے اسحٰق بن ابی فروہ سے، اور انہوں نے نافع سے، اور نافع نے بواسطہ ابن عمر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ عبید اللہ بن عمرو کی کنیت ابو وھب ہے اور وہ اسدی ہیں۔ پھر ایسا ہوا کہ بقیہ بن الولید نے عبید اللہ بن عمرو کی کنیت سے ان کا ذکر کیا، اور بنو اسد کی طرف منسوب کیا، تاکہ معلوم نہ ہو سکے، حتی کہ اسحٰق بن ابی فروہ کو درمیان سے ساقط کر دیا، تاکہ اس کا پتہ نہ چل سکے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ ایسا کرنے پر بقیہ تمام لوگوں سے زیادہ قدرت رکھتے تھے۔ (۸)

۱۔ النکت، ج ۲، ص ۶۱۷ ۲۔ الکفایۃ، ص ۳۶۴
۳۔ i۔ الجرح، ج ۹، ص ۱۶ ii۔ تذکرہ، ج ۱، ص ۳۰۲ iii۔ میزان، ج ۴، ص ۳۴۷
۴۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۳۳۲
۵۔ i۔ شرح الالفیہ، ج ۱، ص ۸۸ ii۔ التقیید والایضاح، ص ۹۷ iii۔ تدریب، ج ۱، ص ۱۸۶
۶۔ i۔ تقریب التھذیب، ج ۲، ص ۳۳۶ ii۔ میزان الاعتدال، ج ۴، ص ۳۴۸
۷۔ علل الحدیث، ج ۲، ص ۱۵۴ ۸۔ ایضاً

iii۔تدلیس القطع:

تدلیس القطع یہ ہے کہ راوی سلسلہ روایت کے اتصال کو قطع کردے۔ڈاکٹر نورالدین عتر نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے:

هو ان يقطع اتصال اداة الرواية ابالراوی(۱)

یہ کہ راوی سلسلہ روایت کے اتصال کو قطع کرے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن الصلاح کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے تدلیس الاسناد کی جن متروک فروع کا ذکر کیا ہے، ان میں تدلیس القطع بھی ہے۔وہ لکھتے ہیں:

وفاتهم ایضا فرع آخر وهوتدليس القطع(۲)

ایک اور فرع کو بھی بیان نہیں کیا، اور وہ تدلیس القطع ہے۔

احمد محمد شاکر نے اسے تدلیس السکوت کا نام دیا ہے(۳)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مثال بیان کرتے ہوئے لکھا:

مثاله ما رويناه فی الكامل لابی احمد بن عدی وغيره :عن عمر بن عبيد الطنافسی ،انه كان يقول :حدثنا ، ثم يسكت ينوی القطع ، ثم يقول هشام بن عروه عن ابيه عن عائشة (۴)

اس کی مثال وہ ہے جسے ہم نے کامل میں ابن عدی وغیرہ سے روایت کیا ہے: عمر بن عبید اطنافسی کہتا تھا حدثنا، پھر خاموش ہو جاتا۔مقصود قطع ہوتا۔پھر کہتا: ہشام بن عروہ، اپنے والد سے اور وہ عائشہ سے روایت کرتے ہیں۔

ابن الصلاح نے جو مثال بیان کی ہیں، وہ بھی تدلیس القطع کی مثال ہو سکتی ہے۔وہ لکھتے ہیں:

ومثاله ماروينا عن علی بن خشرم قال :كنا عند ابن عيينة فقال :"الزهری " فقيل له :حدثكم الزهری " ؟ فسكت ، ثم قال :"الزهری" فقيل له :"سمعته من الزهری " فقال :"لا، لم اسمعه من الزهری ولا ممن سمعه من الزهری ، حدثنی عبدالرزاق عن معمر عن الزهری(۵)

اس کی مثال وہ ہے جو ہم نے علی بن خشرم سے روایت کی ہے۔وہ کہتے ہیں کہ ہم ابن عیینہ کے پاس بیٹھے تھے، تو انہوں نے کہا :''الزہری'' ان سے کہا گیا: کہ زہری نے آپ سے حدیث بیان کی؟ تو وہ خاموش ہو گئے۔پھر کہا: ''الزہری'' ان سے پوچھا گیا: کہ آپ نے زہری سے حدیث سنی ہے؟ تو کہنے لگے :نہیں، میں نے نہ زہری سے حدیث سنی ہے اور نہ اس شخص سے جس نے زہری سے سماع کیا ہے، مجھے تو عبدالرزاق نے بواسطہ معمر زہری سے بیان کیا ہے۔

۱۔ منہج النقد، ص۳۸۲ ۲۔ النکت، ج۲، ص۶۱۷

۳۔ الباعث الحثیث، ص۴۷ ۴۔ النکت، ج۲، ص۶۱۷

۵۔ i۔ابن الصلاح، ص۷۴ ii۔الکفایہ، ص۳۵۹ iii۔معرفۃ علوم الحدیث، ص۱۰۵

۱۷۔تدلیس العطف:

تدلیس العطف یہ ہے کہ راوی اپنے شیخ کا ذکر تو صراحت کے ساتھ کرے، لیکن اس کے ساتھ ایک اور شیخ کو بھی شامل کر لے، جس سے اس نے یہ روایت نہیں سنی۔ڈاکٹر نورالدین عتر اسے ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

وهو ان يصرح بالتحديث عن شيخ له ، ويعطف عليه شيخا آخر لم يسمع منه ذلك المروى(۱)

تدلیس العطف یہ ہے کہ وہ حدیث بیان کرتے وقت اپنے شیخ کی تصریح کردے، اور اس کے ساتھ کسی دوسرے شیخ کو شامل کرے، جس سے اس نے یہ حدیث نہ سنی ہو۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ پر، حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے تبصرے کے ضمن میں کہا ہے: کہ ابن الصلاح نے تدلیس الاسناد کی ایک اور فرع کو بیان نہیں کیا، اور وہ ہے تدلیس العطف۔ازاں بعد وہ تدلیس العطف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهو :ان يروى عن شيخين من شيوخه ما سمعا ه من شيخ اشتر كا فيه،ويكون قدسمع ذلك من احدهما دون الآخر فيصرح عن الاول بالسماع ويعطف الثاني عليه ، فيوهم انه حدث عنه بالسماع ۔ ايضا۔وانما حدث بالسماع عن الاول ، ثم نوى القطع فقال :وفلان اى حدث فلان(۲)

تدلیس العطف یہ ہے کہ راوی اپنے شیوخ میں سے دوشیوخ سے ایسی روایت کرے، جسے ان دونوں نے اپنے مشترک شیخ سے سنا ہو۔ اور اس راوی نے ان دونوں میں سے صرف ایک شیخ سے حدیث سنی ہو۔پھر یہ راوی پہلے شیخ سے سماع کی تصریح کرے، اور دوسرے کو اس میں شامل کرے۔نتیجتاً تاثر یہ ملے کہ راوی نے اس شیخ سے بھی سماع کی بنیاد پر روایت کی ہے۔حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سماع کی بنیاد پر تو اس نے صرف پہلے شیخ سے روایت لی، لیکن پھر یقین سے کہا: کہ فلاں شیخ نے بھی یہ حدیث بیان کی۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مثال کو امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے، جسے ہم امام حاکم کے الفاظ میں درج کرتے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

ان جماعة من اصحاب هشيم اجتمعوا يوم على ان لايا خذوا منه التدليس ، ففطن لذلك فكان يقول كل حديث يذكره حدثنا حصين ومغيرة عن ابراهيم، فلما فرغ قال لهم :هل دلست لكم اليوم ؟ فقالوا :لا، فقال لم اسمع من مغيرة حرفا مما ذكرته ، انما قلت حدثني حصين ومغيرة غير مسموع لى(۳)

ایک روز ہشیم کے شاگرد اس ارادہ سے ان کے ہاں جمع ہوئے، کہ وہ اس سے مدلس احادیث نہیں سنیں گے۔ہشیم کو اس بات کا اندازہ ہو گیا لہٰذا وہ ہر حدیث کو بیان کرتے وقت کہتا: ہم سے حصین اور مغیرہ، نے ابراہیم سے یہ روایت کی۔ جب احادیث بیان کر چکا، تو پوچھنے لگا: کہ کیا آج میں نے تدلیس کی ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔اس نے کہا جو کچھ بیان کیا ہے، اس کا ایک حرف بھی مغیرہ سے نہیں سنا۔میں نے صرف یہ کہا ہے کہ حصین نے مجھ سے حدیث بیان کی، مغیرہ سے تو میں نے کچھ نہیں سنا۔

۱۔ منهج النقد، ص ۳۸۳ ۲۔ النکت، ج ۲ ص ۶۱

۳۔ i۔معرفۃ علوم الحدیث، ص ۱۰۵ ii۔النکت، ج ۲، ص ۶۱۷

تدلیس کی سب سے زیادہ ناپسندیدہ قسم تدلیس التسویہ ہے(۱)۔ کیونکہ اس بات کا امکان ہے کہ اول ثقہ راوی تدلیس میں معروف نہ ہو اور سند پر نظر رکھنے والا اسے تسویہ کے بعد ایک اور ثقہ سے روایت کرتے ہوئے پائے، اور روایت پر صحت کا حکم لگائے، حالانکہ اس میں بڑا دھوکہ ہے۔
حافظ العلائی کہتے ہیں:

ولا ریب فی تضعیف من اکثر من هذا النوع(۲) اس نوع کی اکثر روایات کے ضعیف ہونے میں کوئی شک نہیں۔

پہلے اشارہ کیا جاچکا ہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تسویہ کو تدلیس سے زیادہ عام قرار دیتے ہیں۔ ان کے مطابق تسویہ میں تدلیس ہوسکتی ہے، اور اس کی مثال حافظ عراقی نے دی ہے، لیکن ایسا تسویہ بھی ممکن ہے جس میں تدلیس نہ ہو۔ اس کی مثال وہ ہے جسے ابن عبدالبر وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ثور بن زید سے بذریعہ عکرمہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ کی احادیث سنیں، اور پھر روایت کرتے ہوئے عکرمہ کو حذف کردیا، کیونکہ امام مالک عکرمہ کی احادیث سے استناد پسند نہیں کرتے تھے۔ یہاں امام مالک نے تسویہ کیا ہے، اور جسے ثقہ سمجھا اسے سند میں باقی رکھا، اور جسے غیر ثقہ گردانا اسے حذف کردیا۔ لہٰذا تسویہ کبھی بلا تدلیس اور کبھی بالارسال ہوتا ہے۔(۳)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تین مزید مثالیں دی ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امام مالک تسویہ کرتے ہیں۔(۴)، ان مثالوں کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فلو کانت التسویة تدلیسا لعدمالك فی المدلسین ، وقدانكر واعلی من عدفیهم(۵)

اگر تسویہ تدلیس شمار ہوتی تو امام مالک کا شمار مدلسین میں ہوتا، لیکن ان کے اصحاب نے ان کو ناپسند کیا ہے، جنہوں نے امام مالک کو مدلسین میں شمار کیا ہے۔

☆ تدلیس الاسناد کی چار قسمیں درج ذیل ہیں:

۱۔تدلیس العطف ۲۔تدلیس السکوت ۳۔تدلیس التسویہ ۴۔تدلیس البلاد

۱۔تدلیس العطف:

راوی کہے: حدثنا فلان وفلان، حالانکہ اس نے اس دوسرے شخص سے کچھ بھی نہ سنا ہو:

ومنه تدلیس العطف ، ان یقول حدثنا فلان و فلان ، وهولم یسمع من الثانی المعطوف(۶)

وهو ان یصرح بالتحدیث فی شیخ له ویعطف علیه شیخا آخرله ، ولا یکون سمع ذلك من الثانی (۷)

ھشیم بن بشیر (۱۰۴-۱۸۳ھ/۷۲۲-۷۹۹م) تدلیس العطف کیا کرتے تھے: **وقد ذکر عن هشیم انه فعله**(۸)۔ امام احمد فرماتے ہیں: ھشیم نے یزید، ابی زیاد، عاصم بن کلیب، حسن بن عبداللہ ابی خلدۃ، سیار اور علی بن زید سے حدیث نہیں سنی اور پھر بھی ان سے احادیث نقل کرتا ہے(۹) ایک دفعہ ان کے شاگردوں نے ان سے وعدہ لیا کہ کل کوئی مدلس روایت بیان نہیں کرے گا، جب صبح ہوئی تو روایت بیان کرنے لگے: حدثنا فلان وفلان۔ جب درس سے فارغ ہوئے تو شاگردوں سے پوچھا کیا میں نے آج کوئی مدلس روایت بیان کی؟ سب نے نفی میں جواب دیا، اس پر انہوں نے کہا کہ پہلے راوی سے میں نے حدیث سنی ہے اور دوسرے سے نہیں، اس کا نام تدلیس العطف ہے:

۱۔ الباعث الحثیث، ص ۴۶ ۲۔ جامع التحصیل، ص ۱۱۷
۳۔ النکت والعیون، ج ۲، ص ۶۱۸ ۴۔ ایضا ۵۔ ایضا
۶۔ الباعث الحثیث ۶۴ ۷۔ تعریف اھل التقدیس، ص ۱۲۵
۸۔ الباعث الحثیث، ص ۶۴ ۹۔ میزان الاعتدال، ج ۴، ص ۳۰۶

ومن عجائبه في التدليس ان اصحابه قالو له: نريد ان لا تدلس لنا شيئافواعدهم، فلما اصبح املى عليهم مجلساً يقول في اول كل حديث منه حدثنا فلان وفلان عن فلان، فلما فرغ قال: هل دلست لكم اليوم شيئا؟ قالو: لا، قال: فان كل شئي حدثتكم عن الاول سمعته و كل شيئ حدثتكم عن الثاني فلم اسمعه منه، قلت: فهذا ينبغي ان يسمى تدليس العطف ۔(۱)

۲۔تدلیس السکوت

تدلیس سکوت کا مطلب یہ ہے کہ راوی کہے سمعت یا حدثنا یا حدثنی اس کے بعد تھوڑی دیر خاموش رہے پھر کہے اعمش ۔اس سے سننے والا یہ تاثر لے گا کہ اس نے اعمش سے سنا، حالانکہ یہ درست نہیں:

ومنه تدليس السكوت، كان يقول: حدثنا اور سمعت، ثم يسكت، ثم يقول: هشام بن عروة اوالاعمش موهماً انه سمع منهم وليس كذلك ۔(۲)

۳۔تدلیس التسویہ

تدلیس تسویہ کا مطلب یہ ہے کہ کسی راوی کے شیخ کا نام اس لیے ذکر نہ کیا جائے کہ وہ ضعیف یا صغیر السن ہے ۔اس کے بجائے یہ ظاہر کیا جائے کہ حدیث صرف ثقات سے مروی ہے تا کہ اسے صحیح اور مقبول قرار دیا جائے ، یہ تدلیس کی بدترین قسم ہے کیونکہ اس میں شدید ترین دھوکہ پایا جاتا ہے:

منها تدليس التسوية وهوان يسقط غير شيخه لضعفه اوصغره فيصير الحديث ثقة عن ثقة فيحكم له بالصحة وفيه تعزير شديد ...وهذاالتدليس افحش انواع التدليس مطلقاً وشرها (۳)

بقیہ بن ولید (۱۱۰ھ۔۱۹۷ھ/۷۲۸م۔۸۱۲) اور ولید بن مسلم (۱۱۹۔۱۹۵ھ/۷۳۷۔۸۱۰م) اس قسم کی تدلیس میں مشہور تھے ، مؤخر الذکر اوزاعی کے ضعیف شیوخ کو حذف کر کے صرف ثقات کا نام ذکر کرتے ہیں، جب اس ضمن میں ان سے پوچھا گیا تو اس نے کہا: اوزاعی کا مقام اس سے کہیں زیادہ بلند ہے کہ وہ ایسے ضعیف راویوں سے حدیث روایت کرے، پھر ولید سے کہا گیا۔ جب اوزاعی ان ضعیف راویوں سے منکر روایتیں نقل کریں اور آپ ان کو حذف کر کے ان کی جگہ ثقہ راویوں کے نام کا ذکر کر دیں تو پھر اوزاعی کو ضعیف راوی قرار دینا چاہئے ، ولید نے یہ سن کر کچھ جواب نہ دیا۔

وممن اشتهر بذلك: بقية بن الوليد و كذلك الوليد بن مسلم فكان يحذف شيوخ الاوزاعي الضعفاء ويبقى الثقات، فقيل له في ذلك فقال: انبل الاوزاعي ان يروى عن مثل هؤلاء فقيل له: فاذاروى عن هولاء وهم ضعفاء احاديث منا كيرفاسقطتهم انت وصير تها من روايه الاوزاعي عن الثقات، ضعف الاوزاعي؟ فلم يلتفت الوليد الى ذلك القول (۴)

۱۔ تعریف اہل التقدیس، ص۱۱۵۔۱۱۶
۲۔ ابن کثیر، الباعث الحثیث، ص۶۴
۳۔ ایضا
۴۔ ایضاً

۴۔ تدلیس البلاد

بعض مدلسین اپنے شیخ کی تعظیم کے لئے ایک مبہم اور متشابہ لفظ بولتے ہیں اور اس طرح کسی شہر یا قبیلہ کی عظمت وفضیلت کے پردہ میں شیخ کی عظمت جتانا چاہتے ہیں۔ مثلاً ایک مصری شخص کہے کہ حدثنی فلان بالاندلس مجھے فلاں شخص نے اندلس میں حدیث سنائی اور اندلس سے مراد وہ مقام ہو جو القرافہ میں واقع ہے۔ یا رقاق حلب کہے اور قاہرہ کی ایک جگہ مراد لے، یا ایک بغدادی شخص کہے: حدثنی فلان بماوراء النھر (ماوراء النھر کے ایک شخص نے مجھے حدیث سنائی) اور اس سے مراد یہ لے کہ دریائے دجلہ کے پار مجھے حدیث سنائی یا یوں کہے کہ فلاں نے مجھے رقہ (ایک شہر کا نام) میں حدیث سنائی اور اس سے مراد دریائے دجلہ کے کنارے پر ایک باغ مراد لے، یا دمشق کا رہنے والا یوں کہے کہ مجھے فلاں شخص نے کرک میں حدیث سنائی اور کرک سے کرک نوح مراد لے جو دمشق کے قریب ایک بستی کا نام ہے۔ ان تمام الفاظ سے سامع کے ذہن میں یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ یہ شخص طلب حدیث میں کافی سیر وسیاحت کر چکا ہوگا۔ حافظ ابن حجر اس طمع سازی اور دجل وفریب کو تدلیس البلاد سے تعبیر کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ تدلیس الشیوخ سے ملتی جلتی ایک اصطلاح ہے۔ (۱)

تدلیس الاسناد کی حیثیت:

تدلیس الاسناد اپنی تمام فروع کے ساتھ ناپسندیدہ ہے، اور اکثر علماء محدثین نے اس کی مذمت کی ہے۔ حافظ ابو بکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

التدليس للحديث مكروه عنداكثر اهل العلم وقدعظم بعضهم الشان في ذمه وتبجح بعضهم بالبراءة منه (۲)

اکثر اہل علم کے نزدیک حدیث میں تدلیس ناپسندیدہ ہے۔ بعض نے تو اس کی بہت مذمت کی ہے، اور بعض نے اس سے براءت کا اعلان کیا

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے شعبۃ الحجاج کا مندرجہ ذیل قول نقل کیا ہے:

التدليس اخوالكذب (۳)

تدلیس کذب (جھوٹ) کے مشابہ ہے۔

سلیمان بن داود المنقری کا قول ہے:

لتدليس والغس والغرور والخداع والكذب يحشر يوم تبلى السرائر في نفاذ واحد (۴)

تدلیس، بددیانتی، دھوکہ، فریب اور جھوٹ یہ سب اس دن ایک ہی جگہ میں اٹھائے جائیں گے۔ جب سب چھپے راز کھل جائیں گے۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ جب عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک مدلس کا تذکرہ کیا گیا، تو آپ نے اس کے بارے میں سخت کلمات کہے اور یہ شعر پڑھا:

دلس للناس احاديثه والله لايقبل تدليسا (۵)

۱۔ النکت علی کتاب ابن الصلاح، ج ۲، ص ۶۵۱ ۲۔ الکفایہ، ص ۳۵۵

۳۔ ایضاً ۴۔ معرفۃ علوم الحدیث، ص ۱۰۳

۵۔ i۔ ایضاً ii۔ النکت، ج ۲، ص ۶۳۲

لوگ احادیث میں تدلیس کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی قسم! تدلیس قابل قبول نہیں ہے۔

عبدالصمد بن عبدالوارث نے اپنے والد سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا:

التدلیس ذل (۱) تدلیس ذلت ہے۔

غندر رحمۃ اللہ علیہ نے شعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

ولان اسقط من السماء احب الی من ان ادلس (۲)

خطیب نے ابن المبارک کا قول نقل کیا ہے جس کا تدلیس کرنے کے بجائے آسمان سے گرنا مجھے زیادہ پسند ہے۔

مفہوم ہے: **لان نخرمن السماء احب الی ان ندلس حدیثا۔(۳)**

خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے حماد بن زید کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

التدلیس کذب ثم ذکر حدیث النبی "المتشبع بمالم یعط کلابس ثوبی زور (۴) قال حماد ولا اعلم المدلس الا متشبعا بمالم یعط (۵)

تدلیس جھوٹ ہے، پھر انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی کہ وہ شخص جو میسر نہ آنے والی چیز پر شیخی بھگارے، جھوٹ کا لباس اوڑھنے والے کی مانند ہے۔ حماد نے کہا: کہ میں مدلس کو غیر میسر شئی پر شیخی بگھارنے والے کی طرح ہی سمجھتا ہوں۔

شعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی منقول ہے:

لان ارض احب الی من ان ادلس (۶)

میرے نزدیک زنا تدلیس سے قابل ترجیح عمل ہوگا۔

حافظ ابن الصلاح نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

هذا من شعبة افراط محمول علی المبالغة فی الزجر عنه والتنفیر (۷)

شعبہ کا یہ قول افراط پر مبنی ہے، جو تدلیس سے روکنے اور نفرت دلانے کے مبالغہ پر محمول کیا جاتا ہے۔

☆ **خطیب بغدادی تدلیس کی مذمت میں لکھتے ہیں:**

وذموامن دلسه، والتدلیس یشتمل علی ثلاثة احوال تقتضی ذم المدلس وتوهینه فاحدهاما ذکرناه ایهامه السماع ممن لم یسمع عنه و ذلك مقارب الاخبار بالسماع ممن لم یسمع منه والثانیة عدوله عن الکشف الی الاحتمال وذلك خلاف موجب الورع والامانة والثالثة ان المدلس انما لم یبین من بینه وبین من روی عنه لعلمه بانه لو ذکره لم

۱۔ i۔ معرفۃ علوم الحدیث، ص۱۰۳ ii۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۷، ص ۲۱۰ iii۔ النکت، ج ۲، ص ۶۲۱

۲۔ الکفایۃ، ص ۳۵۶ ۳۔ ایضاً

۴۔ i۔ مسلم، ج ۶، ص ۶۸۔۶۹ ii۔ ابوداؤد، ج ۵، ص ۲۶۹

۵۔ i۔ الکفایہ، ص ۳۵۶ ii۔ النکت، ج ۲، ص ۶۳۲

۶۔ مقدمہ ابن الصلاح، ص ۷۵ ۷۔ ایضاً

یکن مرضیا مقبولا عند اهل النقل فلذلك عدل عن ذكره ، وفيه ايضا انه انما لا يذكر من بينه و بين من دلس عنه طلبا لتوهيم علو الاسناد والانفة من الرواية عمن حدثه وذلك خلاف موجب العدالة ومقتضى الديانة من التواضع في طلب العلم وترك الحمية في الاخبار باخذا لعلم عمن اخذه والمرسل المبين برئ من جميع ذلك(۱)

علماء نے تدلیس کرنے والے کی مذمت کی ہے۔تدلیس کے تین پہلو ہیں، جواس امر کے متقاضی ہیں، کہ مدلس کی مذمت اوراہانت کی جائے۔ایک تو وہ ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے یعنی راوی کا اس مروی عنہ سے سماع کا ابہام جس سے اس نے اس حدیث کو نہیں سنا۔ایسا کرنا مروی عنہ سے نہ سنی ہوئی حدیث کو سماع کے طور پر بیان کرنے کے قریب ہے، دوسرا یہ کہ ایسا کرنا احتمال کو ظاہر کرنے سے اجتناب کرنا ہے، جو تقوی وامانت کے خلاف ہے، تیسرا یہ کہ مدلس اپنے اور مروی عنہ کے واسطے کو بیان نہیں کرتا، کیونکہ اسے علم ہے کہ اس کا ذکر کرنا اہل روایت کے ہاں غیر مقبول اور ناپسندیدہ ہوگا۔لہٰذا اس نے اس کے ذکر سے اجتناب کیا۔مزید یہ کہ اپنے اور مدلس عنہ کے واسطے کو اس لئے بیان نہیں کیا تا کہ علو اسناد اور مروی عنہ سے ترک روایت کا تاثر دے۔حالانکہ جس سے علم حاصل کیا، اس کا ذکر نہ کرنا ترک حمیت، عدالت و دیانت کے تقاضوں اور طلب علم کے لئے مطلوبہ تواضع کے خلاف ہے۔

جہاں تک تدلیس الاسناد کے مرتکب راوی کا تعلق ہے تو اس بارے میں مختلف آراء ہیں:

بعض نے سختی سے کام لیتے ہوئے اسے مجروح قرار دیا ہے، اور اس کی حدیث کو مطلقا نا مقبول قرار دیا ہے، اور کچھ علماء نے تساہل سے کام لیتے ہوئے، اس کی حدیث کو مطلقا مقبول قرار دیا ہے۔خطیب نے تدلیس کی حیثیت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے:

وقال فريق من الفقهاء واصحاب الحديث ان خبر المدلس غير مقبول لاجل ما قدمناذكره من ان التدليس يتضمن الايهام لما لا اصل له و ترك تسمية من لعله غير مرضي ولا ثقة وطلب توهم علو الاسناد وان لم يكن الامر كذلك ـ وقال خلق كثير من اهل العلم خبر المدلس مقبول لانهم لم يجعلوه بمثابة الكذاب ولم يروا التدليس ناقضا لعدالته ذهب الى ذلك جمهور من قبل المراسيل من الاحاديث و زعموا ان نحفاية امره ان يكون التدليس بمعنى الارسال (۲)

فقہاء ومحدثین کے ایک گروہ نے کہا: کہ مدلس کی روایت غیر مقبول ہے، اس کی دلیل جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں، یہ ہے کہ تدلیس اس ایہام کی متضمن ہے جس کی کوئی اصل نہیں، اور اس نے شاید غیر ثقہ اور ناپسندہ راوی کا نام ترک کر دیا، اور اسناد عالی کا تاثر دیا، جو درست نہیں۔اہل علم کی ایک بڑی تعداد کی رائے ہے، کہ مدلس کی روایت مقبول ہے، کیونکہ انہوں نے مدلس کو کذاب کے مقام پر نہیں رکھا، اور تدلیس کو عدالت کے منافی نہیں سمجھا ہے۔مرسل احادیث کو قبول کرنے والوں کی اکثریت نے اس رائے کو اختیار کیا ہے۔ان کا گمان ہے کہ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ تدلیس کو ارسال کے معنی میں سمجھا جائے گا۔

ابن الصلاح نے تدلیس الاسناد کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے مطلقا مقبول ہونے کا ذکر نہیں کیا، صرف اختلاف کی بات کرتے ہوئے لکھا:

ثم اختلفوا في قبول روايته من عرف بهذا التدليس فجعله فريق من اهل الحديث والفقهاء مجروحا بذلك وقالوا: لاتقبل روايته بحال بين السماع اولم يبين (۳)

۱۔ الکفایہ، ص ۳۵۸ ۲۔ الکفایہ، ص ۳۶۱

۳۔ i۔ ابن الصلاح، ص ۷۵ ii۔ الارشاد، ص ۹۲

☆ جو شخص ایسی تدلیس کے لئے معروف ہو، اس کی روایت کو قبول کرنے کے سلسلے میں اختلاف ہے۔ محدثین اور فقہاء کے ایک گروہ نے اسے مجروح قرار دیا ہے، اور کہا ہے کہ: اس صورت میں اس کی روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ خواہ وہ اپنے سماع کو واضح کرے یا نہ کرے۔

☆ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی عبدالوہاب کا قول ان کی کتاب ''الملخص'' کے حوالے سے نقل کیا ہے، جس سے ابن الصلاح کی مذکورہ بالا رائے کی تائید ہوتی ہے، وہ لکھتے ہیں:

التدليس جرح وان من ثبت انه كان يدلس لايقبل حديثه مطلقا قال: وهو الظاهر من اصول مالك(۱)

تدلیس بے اعتباری ہے، اور جس کے بارے میں ثابت ہو جائے کہ وہ تدلیس کا مرتکب ہے، تو اس کی حدیث مطلقاً نا قابل قبول ہوگی۔ انہوں نے کہا: کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اصول سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔

☆ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ''القواطع'' کے حوالے سے السمعانی کا قول نقل کرتے ہیں، جس سے عدم قبول کے مسلک کی تائید ہوتی ہے:

ان كان انا استكشف لم يخبر باسم من يروى عنه، فهذا يسقط الاحتجاج بحديثه ، لان التدليس تذوير و ايهام لما لا حقيقة له و ذلك يوثر فى صدقه وان كان يخبر ، فلا(۲)

اگر پوچھے جانے پر بھی کہ (راوی) مروی عنہ کا نام نہیں بتاتا، تو یہ بات اس کی حدیث کو درجہ استناد سے ساقط کر دے گی، کیونکہ تدلیس فریب اور ایسے تاثر کا نام ہے، جس کی کوئی حقیقت نہیں، اور یہ امر اس کی صداقت پر اثر انداز ہوگا۔ ہاں اگر وہ مروی عنہ کا نام بتا دے، تو پھر کوئی اثر نہیں ہوگا۔

☆ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اسے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

والصواب الذى عليه جمهور المحدثين خلاف ذلك(۳)

اور درست رائے وہی ہے، جس کو جمہور محدثین نے اختیار کیا ہے، اور وہ اس کے برعکس ہے۔

☆ خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور رائے بھی لکھی ہے، جو حسب ذیل ہے:

وقال بعض اهل العلم اذا دلس المحدث عمن لم يسمع منه ولم يلقه و كان ذلك الغالب على حديثه لم تقبل رواياته، واما اذا كان تدليسه عمن قدلقيه و سمع منه، فيدلس عنه رواية لم يسمعها منه، فذلك مقبول بشرط ان يكون الذى يدلس عنه ثقة(۴)

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اگر اس شیخ سے تدلیس کرے، جسے وہ ملا ہے اور نہ اس سے سماع کیا ہے، اور اس کی احادیث کا اکثر حصہ اسی نوعیت کا ہے، تو اس کی روایات قبول نہیں کی جائیں گی۔ اگر اس کی تدلیس ایک ایسے شیخ سے ہو، جسے وہ ملا ہے اور اس سے سماع کیا، اور وہ ایسی روایت میں تدلیس کرے، جس کا اسے سماع حاصل نہیں، تو وہ مقبول ہوگی، بشرطیکہ وہ شیخ جس سے تدلیس کی جا رہی ہے، ثقہ ہو۔

۱۔ النکت، ج ۲، ص ۶۳۲ ۔۔۔ ۲۔ النکت، ج ۲، ص ۶۳۲
۳۔ ایضاً، ج ۲، ص ۶۲۳ ۔۔۔ ۴۔ الکفایہ، ص ۳۶۱

☆ اس کے بعد خطیب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وقال اخرون خبر المدلس لايقبل الا ان يورده على وجه مبين غير محتمل للايهام، فان اورده على ذلك قبل، وهذا هو الصحيح عندنا (۱)

دوسرے اہل علم کا کہنا ہے: کہ مدلس کی خبر جب تک واضح انداز میں ایہام کے کسی احتمال کے بغیر نہ وارد ہو، اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اگر مدلس خبر کو اس انداز میں بیان کرے، تو اسے قبول کیا جائے گا، اور ہمارے نزدیک یہی صحیح ہے۔

☆ اسی بات کو حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ نے اپنے انداز میں بیان کیا ہے:

والصحيح التفصيل، وان ما رواه المدلس بلفظ محتمل لم يبين فيه السماع والاتصال، حكمه حكم المرسل وانواعه، وما رواه بلفظ مبين لاتصال نحو (سمعت، وحدثنا، واخبرنا) واشباهها، فهو مقبول محتج به (۲)

صحیح رائے میں تفصیل یہ ہے: کہ جب مدلس ایسے لفظ سے روایت کرے، جس میں احتمال ہو، اور اس میں سماع اور اتصال کو واضح نہ کیا گیا ہو، تو اس کی حیثیت مرسل اور اس کی اقسام کی ہوگی۔ جس روایت میں اتصال کو سمعت، حدثنا، اخبرنا اور ایسے ہی دیگر الفاظ سے واضح کیا گیا ہو، تو وہ روایت مقبول اور قابل حجت ہوگی۔

☆ جمہور نے اس رائے کو بقول حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ اس لئے اختیار کیا ہے کہ تدلیس جھوٹ نہیں ہے، یہ تو قابل احتمال الفاظ کے ذریعے ''ابہام'' کی ایک نوع ہے (۳)، جب احتمال زائل ہوگا تو سند متصل ہو جائے گی۔ حافظ ابوبکر خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے ابہام کے احتمال کو زائل کرنے کے سلسلے میں وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

اللفظ الذى يرتفع به الابهام ويزول به الاشكال فى رواية المدلس ان يقول: سمعت فلانا يقول و يحدث ويخبر او قال لى فلان او ذكر لى او حدثنى واخبرنى من لفظه او حدث وانا اسمع او قرئ عليه وانا حاضر وما يجرى مجرى هذه الالفاظ معالا يحتمل غير السماع وما كان بسبيله (۴)

جس لفظ سے مدلس کی روایت سے ایہام رفع ہوتا ہے، اور اس میں واقع اشکال دور ہوتا ہے، وہ یہ ہیں کہ وہ کہے: میں نے فلاں شخص کو کہتے، حدیث بیان کرتے یا خبر دیتے سنا، یا فلاں شخص نے مجھ سے کہا، مجھ سے ذکر کیا، مجھ سے حدیث بیان کی، یا اپنے الفاظ میں روایت بیان کی، یہ کہے: کہ اس نے حدیث بیان کی اور میں سن رہا تھا، یا اس کے سامنے احادیث پڑھی گئی اور میں حاضر تھا، یا اسی طرح کے الفاظ جن میں سماع کے علاوہ اور کوئی احتمال نہ ہو۔

گویا جمہور کا مسلک یہ ہے کہ مدلس کی خبر مطلقاً مقبول بھی نہیں اور مطلقاً ناقابل استناد بھی نہیں، بلکہ اس کی مقبولیت مشروط ہے۔ اگر کوئی روایت وہ شرائط پوری کرے، تو اسے قبول کیا جائے گا۔ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مشروط قبولیت کے سلسلے میں مفصل لکھا ہے، اور مختلف آئمہ حدیث کی آراء کو اکٹھا کر دیا ہے۔ ہم ان میں سے چند ایک کا ذکر کرتے ہیں:

۱۔ ایضاً ۲۔ ابن الصلاح، ص ۷۵

۳۔ ایضاً ۴۔ الکفایہ، ص ۳۶۲

۱۔ قال يعقوب بن شيبه التدليس ، جماعة من المحدثين لايرون به باسا و كرهه جماعة منهم، ونحن نكرهه، ومن راى التدليس منهم فانما يجوزه عن الرجل الذى قد سمع منه ويسمع من غيره مالم يسمعه منه، فيدلسه، انه قدسمعه منه ،ولا يكون ذلك ايضا عندهم الا عن ثقة، فاما من دلس من غيرثقة وعمن لم يسمع هو منه فقد جاوز حدالتدليس، الذى رخص فيه من رخص من العلماء (۱)

یعقوب بن شیبہ نے کہا: محدثین کی ایک جماعت تدلیس کو گوارا کرتی ہے دوسری جماعت اسے ناپسند کرتی ہے، اور ہم اسے ناپسند کرتے ہیں۔ جو محدثین اسے گوارا کرتے ہیں: وہ بھی اس راوی کے لئے جائز قرار دیتے ہیں، جس نے اپنے شیخ سے سماع کیا ہو، لیکن کسی دوسرے شیخ سے اس حدیث کو سنا، جسے اپنے شیخ سے نہ سنا ہو، اور تدلیس کرتے ہوئے یہ کہے کہ: اس نے اپنے شیخ سے سنا ہے۔ ان کے نزدیک بھی یہ تدلیس صرف ثقہ سے ہی ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر وہ غیر ثقہ یا اس شیخ سے تدلیس کرے، جس سے اس کا سماع ثابت نہیں، تو اس نے تدلیس کی، اور اس حد سے تجاوز کیا، جس کی رخصت ان علماء نے دی ہے، جو اسے جائز سمجھتے ہیں۔

۲۔ قال ابو الفتح الازدى الحافظ قدكره اهل العلم بالحديث مثل شعبة وغيره التدليس فى الحديث وهو قبيح ومهانة والتدليس على ضربين: فان كان تدليسا عن ثقة لم يحتج ان يوقف على شئى وقبل منه، ومن كان يدلس عن غير ثقة لم يقبل منه الحديث اذ ا ارسله حتى يقول حدثنى فلان اوسمعت ، فنحن نقبل تدليس ابن عيينه ونظرائه، لانه يحيل على ملئى ثقه ولانقبل من الاعمش لانه يحيل على غير ملئى، والا عمش اذا سالته عمن هذا ،قال عن موسى بن طريق، وعباية بن ربعى، وابن عيينة اذا وقفته، قال عن ابن جريج ومعمر ونظرائها، فهذا الفرق بين التدليس (۲)

حافظ ابوالفتح الازدی کہتے ہیں: شعبہ وغیرہ جیسے علماء حدیث نے تدلیس فی الحدیث کو ناپسند کیا ہے، یہ ایک قبیح اور گھٹیا فعل ہے۔ تدلیس کی دو قسمیں ہیں:

اگر تدلیس ثقہ سے ہے تو اس کے کسی امر کے بارے میں واقفیت حاصل کرنے کی احتیاج نہیں، اور وہ روایت مقبول ہوگی۔ جو شخص غیر ثقہ سے تدلیس کرتا ہے تو ارسال کی صورت میں اس کی حدیث، اس وقت تک قبول نہیں کی جائے گی، جب تک وہ یہ نہ کہے: کہ مجھ سے فلاں شیخ نے حدیث بیان کی، یا میں نے اس سے سنا۔ ہم ابن عیینہ اور اس کے ہم پلہ لوگوں کی تدلیس قبول کرتے ہیں، کیونکہ وہ مستند ثقہ کے حوالے سے بات کرتے ہیں، اور اعمش کی تدلیس قبول نہیں کرتے، کیونکہ وہ غیر ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔ اعمش سے جب یہ پوچھا جائے: کہ آپ نے کس سے اخذ کیا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں: موسیٰ بن طریف، وعبایہ بن ربعی سے، اور جب ابن عیینہ سے معلوم کیا جائے، تو وہ کہتے ہیں: ابن جریج، معمر اور ان کے ہم پلہ شیوخ سے، ان دونوں تدلیسوں میں یہ فرق ہے۔

☆ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے۔ حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

والحكم بانه لا يقبل من المدلس حتى يبين قداجراه الشافعى رحمته الله فيمن عرفانه دلس مرة (۳)

۱۔ الکفایہ، ص ۳۶۲ ۲۔ الکفایہ، ص ۳۶۲

۳۔ i۔ ابن الصلاح، ص ۷۵ ii۔ الرسالہ، ص ۳۷۹۔۳۸۰

یہ فیصلہ کہ مدلس جب تک مروی عنہ کی وضاحت نہ کرے، اس کی روایت قبول نہ کی جائے، اس کا اطلاق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص پر بھی کیا، جس نے ہمارے علم کے مطابق ایک مرتبہ بھی تدلیس کی ہو۔

☆ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کہ جس عادل شخص سے تدلیس ثابت ہو، اس کے بارے میں صحیح حکم یہ ہے، کہ اس کی حدیث اس وقت تک قبول نہ کی جائے، جب تک وہ حدیث کے بیان کی تصریح نہ کرے، جیسے حدثنا یا اخبرنا۔(۱)

☆ حافظ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وفی الصحیح وغیرھما من الکتب المعتمدۃ من حدیث ھذا الضرب کثیر جدا کقتادہ والاعمش، والسفیانین وھشیم بن بشیر وغیر ھم، وھذا لان التدلیس لیس کذبا وانما ھو ضرب من الایھام بلفظ محتمل(۲)

صحیحین وغیرہ کتب معتمدہ میں اس نوعیت کی احادیث بکثرت پائی جاتی ہیں، جیسے قتادہ، اعمش، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ اور ھشیم بن بشیر وغیرہ کی روایات، ایسا اس لئے ہے کہ تدلیس جھوٹ نہیں ہے، یہ تو قابل احتمال الفاظ کے ذریعے ایہام کی ایک نوع ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ مصنف نے یہ دلیل دی ہے: کہ اگر مدلس حدیث کی تصریح کردے، تو وہ حدیث مقبول ہوگی، کیونکہ اس طرح کی احادیث صحیحین اور کتب معتمدہ میں بکثرت موجود ہیں(۳)۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:(۴) یہ بات صحیح نہیں، کیونکہ صحیحین وغیرہ میں مدلسین کی ایسی احادیث بھی کثیر ہیں، جو ''عنعنہ'' کے طریق پر بیان کی گئی ہیں، اور مصنف نے کسی اور جگہ پر اسے بیان کیا ہے۔ ان کی متابعت میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے لکھا ہے: کہ کتب صحیحہ میں مدلسین کی جو روایات ہیں، ان کا سماع کسی اور جہت سے ثابت ہے(۵)۔ متاخرین میں سے صدر الدین ابن المرحل نے ابن الصلاح کی اس رائے پر توقف کا اظہار کیا ہے، اور اپنی کتاب ''الانصاف'' میں کہا ہے:

ان فی النفس من ھذا الاستثناغصۃ لانھا دعوی لادلیل علیھا، ولا سیما انا قد وجدنا کثیرا من الحفاظ یعللون احادیث وقعت فی الصحیحین او احدھما بتدلیس رواتھا۔ (۶)

اس استثناء سے جی میں ہچکچاہٹ محسوس ہوتی ہے، کیونکہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ خاص طور پر جب ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے حفاظ حدیث صحیحین، یا ان میں سے کسی ایک میں وارد احادیث کو تدلیس رواۃ کی وجہ سے معلل گردانتے ہیں۔

☆ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کہ اس سے پہلے ابن دقیق العید کو بھی اس رائے پر اشکال پیدا ہوا تھا۔(۷)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی عبارت ملخصاً نقل کی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے:

یہ ضروری ہے کہ یکساں معیار رکھنا چاہیے، یا تو ہر کتاب کی مدلس روایتیں مطلقاً قبول ہوں، یا مطلقاً رد کردینی چاہیں، یہ جو صحاح اور غیر صحاح میں امتیاز ہے، اسے درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ: ایسا امتیاز اس وقت قائم ہوسکتا ہے، جب صاحب صحیح کو ان احادیث کے سلسلے میں صحت سماع کی معرفت حاصل ہو، اور یہ ممکن نہیں، کیونکہ صرف احتمال ہی ثابت ہے۔ دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ: اس بات پر

۱۔ نزھۃ النظر، ص۸۲ ۲۔ ابن الصلاح، ص۷۵ ۳۔ النکت، ج۲، ص۶۳۵

۴۔ ایضاً ۵۔ الارشاد، ص۹۳ ۶۔ النکت، ج۲، ص۶۳۵

۷۔ توضیح الافکار، ج۱، ص۳۵۵

اجماع ثابت ہے، کہ صحیحین میں موجود احادیث کی صحت اس امر کی دلیل ہے، کہ تمام احادیث سماع پر مبنی ہیں، ورنہ اہل اجماع خطا پر مجتمع ہوں گے، اور یہ محال ہے، لیکن ایسا اجماع ثبوت کا محتاج ہے، اور یہ مشکل امر ہے۔ اس لئے یہ استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ: صحیحین کے علاوہ مدلس کی روایت درست نہیں، اور یہ کہا جاسکتا ہے، کہ یہ حدیث علی شرط مسلم ہے۔ کیونکہ صحیحین کے علاوہ وارد ہونے والی مدلس روایات کے بارے میں اجماع نہیں۔ (۱)

☆ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ابو الحجاج المزی کے لئے امام تقی الدین السبکی کے سوالات کے حوالے سے نقل کیا ہے:

وسالته عن ما وقع فی الصحیحین من حدیث المدلس معنعنا هل نقول :انهما اطلعا علی اتصالهما؟ فقال :کنا یقولون، وما فیه الا تحسین الظن بهما ، والا ففیهما احادیث من روایة المدلسین ماتوجد من غیر تلك الطریق التی فی الصحیح (۲)

میں نے صحیحین میں بطریق معنعن وارد مدلس حدیث کے بارے میں سوال کیا، کہ کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں: کہ ان دونوں بزرگوں کو ان احادیث کے متصل ہونے کی خبر تھی؟ تو انہوں نے کہا: ایسا کہتے ہیں، لیکن صرف حسن ظن ہی کی بات ہے۔ وگرنہ صحیحین میں ایسی مدلس روایات ہیں، جو دوسری جگہ اور طرق سے مروی ہیں۔

☆ **حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:**

ولیست الا حادیث التی فی الصحیحین بالعنعنة عن المدلسین کلها فی الا حتجاج فیحمل کلامهم هنا علی ما کان منها فی الاحتجاج فقط، اماما کان فی المتابعات فیحتمل ان یکون التسامح فی تخریجها کغیرها (۳)

صحیحین میں وارد سب معنعن احادیث استناد کے مرتبہ میں نہیں، اور ان کی بات کو صرف قابل استناد احادیث پر محمول کیا جاتا ہے۔ جہاں تک متابعات کا تعلق ہے، تو اس کی تخریج میں اسی طرح تسامح کا امکان ہے، جیسا کسی اور میں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، کہ جن مدلسین کی احادیث کی تخریج صحیحین میں کی گئی ہے، وہ ایک مرتبہ کے لوگ نہیں ہیں۔ ان کے کئی مراتب ہیں۔ انہوں نے صحیحین میں یا ان میں سے ایک میں، اصلاً استشهادا یا تعلیقا واقع تمام مدلسین مراتب کے لحاظ سے فہرست دی ہے۔ یہ کل (سرسٹھ) ۶۷ لوگ ہیں، جنہیں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تین مراتب میں تقسیم کیا ہے۔ (۴)

تدلیس کے تین مراتب درج ذیل ہیں:

۱۔ مرتبہ اولیٰ:

اس طبقہ میں وہ شیوخ آتے ہیں، جن کی تدلیس کا ذکر نادر ہے۔ ان کی روایات کی غالب تعداد میں سماع کی تصریح موجود ہے۔ جن لوگوں نے ان پر تدلیس کا اطلاق کیا ہے، اس کا سبب ارسال کو تدلیس کہنا ہے، بعض نے محض ظن کی بنیاد پر اس کا اطلاق کیا ہے، اور تحقیق سے معاملہ

۱۔ اصول الحدیث، ج ۱، ص ۴۳۸۔۴۳۹ ۲۔ النکت، ج ۲، ص ۶۳۶
۳۔ النکت، ج ۲، ص ۶۳۶ ۴۔ ایضاً، ج ۲، ص ۶۳۶۔۶۴۴

اس کے خلاف ثابت ہوا۔ یہ بات تقریبا شعبہ کے حق میں بھی واضح کی گئی ہے (۱)، اور امام بخاری کے بارے میں تعلیق پر گفتگو کرتے ہوئے ثابت کیا ہے (۲)۔ اس طبقے میں مندرجہ ذیل شیوخ آتے ہیں:

۱۔ ایوب السختیانی ۲۔ جریر بن حازم ۳۔ حسین بن واقد
۴۔ حفص بن غیاث ۵۔ سلیمان التیمی ۶۔ طاووس
۷۔ ابوقلابہ ۸۔ عبداللہ بن وھب ۹۔ عبدربہ بن نافع ابوشہاب
۱۰۔ فضل بن دکین ابونعیم ۱۱۔ موسیٰ بن عقبہ ۱۲۔ ھشام بن عروہ
۱۳۔ ابومجلز لاحق بن حمید ۱۴۔ یحیٰی بن سعید الانصاری

۲۔ مرتبہ ثانیہ:

اس طبقہ میں وہ آئمہ آتے ہیں، جن کی حدیث کی تخریج ان کی شان امامت کی وجہ سے کی گئی، یا احادیث کی کثیر روایت کے باوجود، ان کے ہاں تدلیس قلیل الوجود ہے، یا اس لئے کہ ان کی تدلیس ہمیشہ ثقہ راویوں سے ہے، اس مرتبہ کے شیوخ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۵۔ ابراہیم بن یزید النخعی ۱۶۔ اسماعیل بن ابی خالد ۱۷۔ بشیر بن المہاجر
۱۸۔ حسن بن ذکوان ۱۹۔ حسن البصری ۲۰۔ حکم بن عتیبہ
۲۱۔ حماد بن اسامہ ۲۲۔ زکریا بن ابی زائدہ ۲۳۔ سالم بن ابی الجعد
۲۴۔ سعید بن ابی عروبہ ۲۵۔ سفیان بن الثوری ۲۶۔ سفیان عیینہ
۲۷۔ شریک القاضی ۲۸۔ عبداللہ بن عطاء المکی ۲۹۔ عکرمہ بن خالد المخزومی
۳۰۔ محمد بن خازم ابومعاویہ الضریر ۳۱۔ مخرمہ بن بکیر ۳۲۔ یونس بن عبید

۳۔ مرتبہ ثالثہ

تیسرے مرتبہ میں وہ حضرات ہیں، جنہوں نے کثرت سے تدلیس کی اور اس کے لئے معروف تھے۔ وہ یہ ہیں:

۳۳۔ بقیہ بن الولید ۳۴۔ حبیب ابی ثابت ۳۵۔ حجاج بن ارطاۃ ۳۶۔ حمید الطویل
۳۷۔ سلیمان الاعمش ۳۸۔ سوید بن سعید ۳۹۔ ابوسفیان المکی ۴۰۔ عبداللہ بن ابی نجیح
۴۱۔ عباد بن منصور ۴۲۔ عبدالرحمٰن المحاربی ۴۳۔ عبدالمجید بن عبدالعزیز بن ابی رواد
۴۴۔ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج ۴۵۔ عبدالملک بن عمیر ۴۶۔ عبدالوہاب بن عطاء الخفاف
۴۷۔ عکرمہ بن عمار ۴۸۔ عمر بن عبید الطنافسی ۴۹۔ عمر بن علی المقدمی
۵۰۔ عمرو بن عبداللہ ابواسحاق السبیعی ۵۱۔ عیسیٰ بن موسیٰ غنجار ۵۲۔ قتادہ ۵۳۔ مبارک بن فضالہ
۵۴۔ محمد بن عبدالرحمٰن الطفاوی ۵۵۔ محمد بن عجلان ۵۶۔ محمد بن عیسیٰ بن الطباع

۱۔ النکت، ج ۲ ص ۶۳۰ ۲۔ ایضا، ج ۲ ص ۶۰۱

۵۷۔محمد بن مسلم بن تدرس ابوالزبیر ۵۸۔محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ۵۹۔مروان بن معاویہ الفزاری
۶۰۔مغیرہ بن مقسم ۶۱۔مکحول الشامی ۶۲۔ہشام بن حسان
۶۳۔ھشیم بن بشیر ۶۴۔ولید بن مسلم الدمشقی ۶۵۔یحیٰ بن ابن کثیر
۶۶۔ابوحرہ الرقاشی

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف مراتب کے سلسلہ میں جو نام دیئے ہیں، ان کا ذکر صحیحین کے حوالے سے ہے ،اس کے بعد پچاس (۴۵) ایسے افراد کا ذکر کیا ہے، جو بطور مدلس معروف تھے۔ان کے بارے میں تفصیلات النکت کے علاوہ کتب المدلسین میں دیکھی جاسکتی ہیں (۱)۔البتہ النکت کے محقق نے ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تقسیم اور بعض افراد کی شمولیت وعدم شمولیت کے بارے میں گفتگو کی ہے۔چونکہ ہم نے یہاں طبقہ ثالثہ کے نام لکھے ہیں، اس لئے اس طبقہ کے بارے میں ان کی رائے اہمیت رکھتی ہے۔انہوں نے طبقات المدلسین اور النکت کے تقابل سے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ پر گرفت کرتے ہوئے لکھا ہے:

وهذا التصرف مستغرب من الحافظ وذلك ان القوا عدالتي وضعها لترتيب وتصنيف هؤ لاء المدليسن متفقة هنا وفي الطبقات واقرب شئي يعلل به، هو ان الحافظ لما رتبهم هنا اعتمد على حفظه، فوهم بوضع بعض الا شخاص في غير موضعهم (۲)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے یہ تصرف عجیب لگتا ہے، اور یہ اس لئے ہے کہ ان مدلسین کی ترتیب کے لئے جو قواعد انہوں نے وضع کئے، وہ یہاں اور طبقات میں متفقہ ہیں۔اس کی قریب ترین جو توجیہ ہوسکتی ہے: وہ یہ ہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں حافظہ پر اعتماد کیا ہے، اور بعض اشخاص کو دوسرے طبقہ میں رکھنے کی غلطی ہوئی ہے۔

امام حاتم نے نہ صرف بعض طبقات کا ذکر کیا ہے، بلکہ بعض علمی مراکز کا ذکر کیا ہے، جو تدلیس کے لئے مشہور ہیں:

واكثر المحدثين تدليسا اهل الكوفة ونفريسير من اهل البصرة وهو ان اصل الحجاز والحرمين والعوالي ليس التدليس من مذهبهم (۳)

جن محدثین نے سب سے زیادہ تدلیس کی ہے، وہ اہل کوفہ ہیں، اور تھوڑی تعداد میں اہل بصرہ تدلیس کے مرتکب ہوئے ہیں، اور تدلیس کرنا اہل حجاز، حرمین اور اس کے علاقے کے دیگر کے شیوخ کا مسلک نہیں ہے۔

امام حاکم مزید لکھتے ہیں:

اہل بغداد کے طبقہ اول کے ہاں تدلیس نہیں پائی جاتی۔(۴)

۱۔ النکت، ج ۲، ص ۶۴۴۔۶۴۹ ۲۔ النکت، ج ۲، ص ۶۴۴
۳۔ معرفۃ علوم الحدیث، ص ۱۱۱ ۴۔ ایضاً

۲۔تدلیس الشیوخ

حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے تدلیس کی دوسری قسم تدلیس الشیوخ کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

تدلیس الشیوخ وھو ان یروی عن شیخ حدیثا سمعه منه فیسمیه او یکنیه، او ینسبه، او یصفه بما لا یعرف به کی لا یعرف(۱)

تدلیس الشیوخ یہ ہے کہ وہ ایک شیخ سے ایسی حدیث بیان کرے، جسے اس نے شیخ سے سنا ہو، پھر وہ اسے ایسا نام، کنیت، نسبت دے یا اس کا ایسا وصف بیان کرے، جس سے وہ معروف نہیں، تا کہ اسے پہچانا نہ جا سکے۔

ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ کے تتبع میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انہی الفاظ میں تعریف کی ہے(۲)۔ابن جماعہ رحمتہ اللہ نے بھی تقریباً یہی الفاظ نقل کیے ہیں۔(۳)

البتہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف الفاظ میں اس کی تعبیر بیان کی ہے۔گو ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ ہی کے الفاظ کا سہارا لیا ہے۔ان سب حضرات نے ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ ہی کا اختصار کیا ہے، اس لئے الفاظ میں تھوڑی بہت تبدیلی کر کے اسی مفہوم کو بیان کیا ہے۔ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ درج ذیل ہیں:

واما القسم الثانی من التدلیس :فھو اتیان باسم الشیخ او کنیته علی خلاف المشھور به، تعمیة لا مره وتوعیداً للوقوف علی حاله۔(۴)

تدلیس کی دوسری قسم یہ ہے کہ شیخ کا ایسا نام یا کنیت لائی جائے، جو اس کی مشہور کنیت کے برعکس ہو، تا کہ اس کا معاملہ اندھیرے میں رہے اور اس کے حالات کی واقفیت مشکل ہو جائے۔

☆ حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی جو مثال دی وہ درج ذیل ہے:

عن ابی بکر بن مجاھد الامام المقری انه روی عن ابی بکر عبدالله بن ابی داؤد السجستانی فقال :حدثنا عبدالله بن ابی عبدالله، وروی عن ابی بکر محمد بن الحسن النقاش المفسر المقری فقال :حدثنا محمد بن سند رحمۃ اللہ علیہ نسبه الی جد له۔(۵)

ابوبکر بن مجاہد الامام المقری نے بیان کیا، کہ انہوں نے ابوبکر عبداللہ بن ابی داؤد السجستانی سے روایت کیا ہے، کہ انہوں نے کہا: ہم سے عبداللہ بن ابی عبداللہ نے حدیث بیان کی، اور انہوں نے ابوبکر محمد بن الحسن النقاش المفسر المقری سے روایت کی، کہ انہوں نے کہا" ہم سے محمد بن سند نے حدیث بیان کی" روایت کو اس کے دادا کی طرف منسوب کر دیا۔

۱۔ ابن الصلاح، ص ۷۴   ۲۔ الارشاد، ص ۷

۳۔ المنہل الروی، ص ۷۳   ۴۔ الباعث الحثیث، ص ۴۶

۵۔ i۔مقدمہ ابن الصلاح، ص ۷۴   ii۔الکفایہ، ص ۳۶۹

☆ دوسری مثال سخاوی نے دی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

وقد روی الحارث بن ابی اسامة عن ابی بکر عبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان ابن ابی الدنیا الحافظ الشهیر صاحب التصنیف، فلکون الحارث اکبر منه قال فیه مرة: عبداللہ بن عبید، مرة عبداللہ بن سفیان، ومرة ابوبکر بن سفیان، مورة ابوبکر الاموی۔(۱)

حارث بن ابی اسامہ نے ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان ابن ابی الدنیا سے، جو مشہور حافظ اور صاحب تصنیف شخصیت ہیں، روایت کیا۔ حارث چونکہ عمر میں ان سے بڑے ہیں، اس لئے کبھی عبداللہ بن عبید، کبھی عبداللہ بن سفیان، کبھی ابوبکر بن سفیان اور کبھی ابوبکر الاموی کہتے ہیں۔

☆ اس کے بعد سخاوی خطیب کا قول نقل کرتے ہیں:

وذلك خلاف موجب العدالة ومقتضی الدیانة من التواضع فی طلب العلم وترك الحمیة فی الاخبار باخذ العلم عمن اخذه (۲)

جس سے علم اخذ کیا، اس کا ذکر نہ کرنا نخوت سے بالاتر ہونے، اور عدالت و دیانت کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ نیز طلب علم کے لئے مطلوبہ تواضع کے بھی۔

☆ خطیب بغدادی رحمہ اللہ اپنے اکثر شیوخ کے بارے میں ایسا طرز عمل اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً اپنی کتاب ''الرحلة فی طلب الحدیث'' میں حسن بن محمد خلال (۳) سے روایت کرتے ہیں، اور پھر اسے حسن بن ابی طالب (۴) کا نام دیتے ہیں۔ اسی طرح وہ اپنے شیخ محمد بن الحسین بن القطان (۵) سے روایت کرتے ہیں، اس کے بعد لکھتے ہیں: ''حدثنا ابن الفضل'' (۶)، اور پھر محمد بن الحسین (۷) کہتے ہیں۔

☆ حافظ سخاوی نے خطیب کی اور مثالیں بھی دی ہیں، (۸) وہ لکھتے ہیں:

وھو مکثر فی تصانیفه من ذلك جدا۔ ویقرب مایقع للبخاری فی شیخه الذھلی فانه تارة یقول ثنا محمد ولا ینسبه، وتارة محمد بن عبداللہ وینسبه الی جده، وتارة محمد بن خالد فینسبه الی والدجده، ولم یقل فی موضع محمد بن یحییٰ۔(۹)

خطیب اپنی تصانیف میں اس سے کہیں زیادہ یہ کام کرتے ہیں، وہ اس کے قریب ہے جو بخاری اپنے شیخ الذھلی کے سلسلے میں کرتے ہیں، کبھی وہ کہتے ہیں: ہم سے محمد نے بیان کیا اور نسبت کو نہیں بیان کرتے، کبھی کہتے ہیں: محمد بن عبداللہ اور اسے دادا کی طرف منسوب کرتے ہیں، اور کبھی محمد بن خالد کہہ کر ان کو دادا کے والد کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ایک مقام پر بھی محمد بن یحییٰ نہیں کہا۔

۱۔ i۔ فتح المغیث، ج۱، ص۲۲۳ ii۔ الکفایہ، ص۳۶۹

۲۔ i۔ فتح المغیث، ج۱، ص۲۲۳ ii۔ الکفایہ، ص۳۵۸

۳۔ الرحلہ، ۸۶، حدیث ۱۰ ۴۔ ایضاً، ص۲۸، حدیث ۴۳

۵۔ الرحلہ، ص۹۱، حدیث ۱۷ ۶۔ ایضاً، ص۹۲، حدیث ۱۸ ۷۔ ایضاً، ص۱۴۱، حدیث: ۵۱

۸۔ فتح المغیث، ج۱، ص۲۲۳

۹۔ i۔ فتح المغیث، ج۱۷، ص۲۲۴ ii۔ سیر اعلام النبلاء، ج۱۲، ص۲۷۵

اس قسم کی تدلیس متاخرین کی کتابوں میں بکثرت پائی جاتی ہے، اور علماء نے اس پر مفصل بحثیں کی ہیں، اور اس فن پر کتابیں لکھی ہیں۔
حافظ سخاوی شیخ ابن دقیق العید کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ان فی تدلیس الشیخ الثقة مصلحة، وھی امتحان الا ذھان فی واستخراج ذلك والقاء ہ الی من یراد اختبار حفظه ومعرفته بالرجال وفیه مفسدة من جھة انه قد یخفی فیصیر الراوی المدلس مجھولا لایعرف غسیعط العمل بالحدیث مع کونه عدلا فی نفس الامر (۱)

ثقہ شیخ کی تدلیس میں مصلحت ہوتی ہے، اور وہ ذہنوں کا امتحان، اس کا استخراج اور اس شخص کے سامنے پیش کرنا، جس کے حفظ کا امتحان لینا اور رجال کے بارے میں اس کی معرفت جاننا مقصود ہو۔ اس میں اس اعتبار سے خرابی کا پہلو بھی ہے، کہ مدلس راوی نام مخفی ہونے کی وجہ سے مجہول ہوسکتا ہے، اور اس طرح اس کی حدیث پر عمل کرنا ممنوع ہوگا، حالانکہ حقیقت میں وہ عادل ہے۔

☆ حافظ سخاوی مزید لکھتے ہیں:

علی انه قدقیل فی فعل البخاری فی الذھلی :انه لما کان بینھما ما عرف فی محله منع الذھلی اصحابه من الحضور عندالبخاری ، ولم یکن ذلك بمانع اللبخاری من التخریج عنه، لو فور دیانته و کونه عذرہ فی نفسه بالتاویل ، غیرانه خشی من التصریح به ان یکون کانه بتعلیله له صدقه علی نفسه، فاخفی اسمه واللہ اعلم بمرادہ(۲)

اگرچہ امام ذہلی کے بارے میں امام بخاری کے رویے پر یہ کہا گیا ہے: کہ دونوں مشائخ کے درمیان جو معروف معاملہ ہوا تھا، اس کی بنا پر امام ذہلی نے اپنے اصحاب کو امام بخاری کے ہاں حاضری سے منع کر دیا تھا۔ یہ معاملہ امام بخاری کے لئے ان سے تخریج میں مانع نہیں تھا، کیونکہ وہ بے حد دیانتدار تھے، اور اپنے رویے کے لئے ان کے پاس عذر تھا۔ تاہم امام بخاری کو خدشہ تھا کہ: ذہلی کے نام کی تصریح سے، یہ نہ سمجھا جائے کہ ان کی تعدیل سے اپنی صداقت ثابت کی ہے، لہٰذا ان کے نام کو مخفی رکھا، اور اللہ تعالیٰ ﷻ ان کی مراد کو بہتر جانتا ہے۔

☆ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ دقیق کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقد نازعته فی کونه یصیر مجھولا عند الجمیع لکن من مفسدته ان یوافق مایدلس به شھرة راو ضعیف یمکن ذلك الراوی الا خذعنه، فیصیر الحدیث من اجل ذلك ضعیفا وھوفی نفس الامر صحیح وعکس ھذا فی حق من یدلس الضعیف لیخفی امرہ فینتقل من رتبة من یرد خبرہ مطلقا الی رتبة من یتوقف فیه۔ فان صادف شھرة راو ثقة یمکن ذلك الراوی الاخذ عنه فمفسدته اشد کما وقع لعطیة العوفی فی تکنیته محمد بن السائب الکلبی ابا سعید، فکان اذا حدث یقول :حدثنی ابو سعیدفیرھم انه ابو سعید الخدری الصحابی لان عطیة کان لقیه وروی عنه۔(۳)

مجھے ابن دقیق العید کی اس رائے سے کہ وہ سب کے نزدیک مجہول ہوگا، اختلاف ہے۔ لیکن اس کی خرابی یہ ہے کہ جس کی وہ تدلیس کررہا ہے وہ ضعیف راوی کی شہرت کے موافق ہو، اور اس کے راوی کے لئے اس سے اخذ حدیث کرنا ممکن ہو۔ اس وجہ سے وہ حدیث ضعیف

۱۔ i-الاقتراح، ص۲۱۴ ii-النکت، ج۲، ص۶۲۷ iii-توضیح الافکار، ج۱، ص۳۷۲

۲۔ فتح المغیث، ج۱، ص۲۲۵ ۳۔ النکت، ج۲، ص۶۲۸

ہو جائے گی، حالانکہ حقیقت میں یہ صحیح ہے۔ اس کے برعکس ضعیف کی تدلیس کے سلسلہ میں یہ بھی ہوسکتا ہے، کہ اس کا معاملہ مخفی ہو، اور مطلقا مردود راوی کے مرتبہ سے منتقل ہو۔ متوقف فیہ کی حیثیت اختیار کر لے۔ اور اگر وہ شخص ثقہ راوی کی شہرت حاصل کر لے، تو اس راوی سے اخذ حدیث ممکن ہوگا، اور یہ زیادہ بڑی خرابی کا باعث ہوگا۔ جیسا کہ عطیہ العوفی کے سلسلہ میں ہوا۔ عطیہ العوفی نے محمد بن السائب الکلبی کو ابوسعید کی کنیت سے ذکر کیا۔ وہ جب بھی حدیث بیان کرتے تو کہتے: کہ مجھ سے ابوسعید نے بیان کیا۔ اس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ ابوسعید الخدری صحابی ہیں، کیونکہ ابوسعید الخدری سے عطیہ کی ملاقات اور ان سے روایت ثابت ہے۔

تدلیس الشیوخ کا زیادہ ارتکاب تو راوی ہی کرتا ہے، لیکن کبھی کبھار طالب علم بھی اپنے شیخ کی کثرت تدلیس کی وجہ سے اس کا ارتکاب کرتا ہے، تا کہ وہ مدلس سے اخذ حدیث کرنے پر پردہ ڈال سکے۔ (۱)

تدلیس الشیوخ کی وضاحت درج ذیل بھی کی گئی ہے کہ محدث اپنے شیخ کا ذکر غیر معروف نام سے یا غیر معروف کنیت سے یا غیر معروف نسبت یا غیر معروف صفت سے کرے تا کہ لوگ اس کو پہچان نہ سکیں کیونکہ وہ ضعیف یا معمولی درجہ کا آدمی ہوتا ہے:

هو ان يصف شيخه بمالم يشتهر به من اسم اولقب او كنية اونسبة ايها مالتكثير غالبا، وقديفعل ذلك لضعف شيخه، وهو خيانة ممن تعمده، كما اذا اوقع ذلك فى تدليس الاسناد۔ (۲)

تدلیس کیوں کی جاتی ہے؟

تدلیس دو وجہ سے کی جاتی ہے

۱۔ کسی محدث کا استاد معمولی درجہ کا ہو اور استاد کا استاد عالی رتبہ ہو، محدث کو اس معمولی استاذ سے روایت کرنے میں کسر شان محسوس ہوتی ہے، اس لئے وہ استاد کو حذف کر کے علو شان کے لئے استاذ الاستاذ سے روایت کرتا ہے، ایسا کرنا مکروہ ہے:

فتارة يكره، كما اذاكان اصغر سنامنه او نازل الرواية ونحو ذلك ۔ (۳)

۲۔ کبھی کبھار محدث کا استاد غیر ثقہ ہوتا ہے تو روایت بیان کرنے والا تدلیس کر لیتا ہے تا کہ اس کے غیر ثقہ استاد کا پتہ نہ چل سکے، یا ابہام وایہام گوئی سے کام لیتا ہے اور وہ ایسے کہ اپنے غیر ثقہ استاد کا ایسے نام اور کنیت سے ذکر کرتا ہے جو کسی دوسرے ثقہ راوی کا نام اور کنیت ہوتی ہے، ایسا کرنا حرام ہے۔

وتارة يحرم، كما اذا كان غير ثقة فدلسه لئلايعرف حاله، لواوهم انه رجل اخر من الثقات على وفق اسمه او كنيته۔ (۴)

۱۔ فتح المغیث، ج۱، ص ۲۲۵ ۲۔ تعریف اهل التقدیس، ص ۲۶

۳۔ اختصار علوم الحدیث، ص ۶۴ ۴۔ ایضاً

تدلیس الشیوخ کی حیثیت:

تدلیس الشیوخ کی حیثیت کے بارے میں حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اما القسم الثانی فامره اخف ، وفيه تضييع للمروی عنه و توعير لطريقة معرفته على من يطلب الوقوف على حاله واهليته، ويختلف الحال فی كراهة ذلك بحسب الغرض الحامل عليه۔ فقد يحمله على ذلك كون شيخه الذی غير سمته غير ثقة او كونه متاخر الوفاة قدشاركه فی السماع منه جماعة دونه او كونه اصغر سنا من الراوی عنه، او كونه كثير الرواية عنه، فلا يحب الاكثار من ذكر شيخ واحد على صورة واحدة۔ وتسمح بذلك جماعة من الرواة المصنفين منهم الخطيب ابوبكر فقد كان لهجا به فی تصانيفه ۔(۱)

جہاں تک دوسری قسم کا تعلق تو اس کی حیثیت کمتر ہے۔اس میں مروی عنہ کی پوشیدگی ہے،اور جو شخص اس کی حالت اور اہلیت کے بارے میں واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہے،اس کے لئے اس کا حصول مشکل ہے۔تدلیس الشیوخ کی کراہت کا تعین،اس کا ارتکاب کرنے والے کے مقاصد کے مطابق ہوگا۔کبھی شیخ کا غیر ثقہ ہونا اس پر آمادہ کرے،کہ وہ اس کا نام تبدیل کردے۔کبھی مروی عنہ کا راوی سے کم عمر ہونا،اس کا سبب ہوتا ہے، اور کبھی یہ وجہ بھی ہوتی ہے کہ راوی مروی عنہ سے بہت زیادہ روایات بیان کرتا ہے،لہٰذا اسے یہ بات پسند نہیں کہ ایک ہی مروی عنہ کا ذکر ایک ہی صورت میں بہت زیادہ مرتبہ ہوتا رہے۔مصنف راویوں کی ایک جماعت نے اس کی اجازت دی ہے۔ابوبکر خطیب بغدادی کا شمار انہی میں ہوتا ہے۔انہوں نے اپنی تصانیف میں اس کا بکثرت استعمال کیا ہے۔

۳۔تدلیس البلاد:

تدلیس الشیوخ کے ساتھ تدلیس البلاد کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مثالیں دیتے ہوئے لکھا ہے:

ایک مصری کہے کہ فلاں شخص نے اندلس میں مجھ سے یہ حدیث بیان کی۔اور اندلس سے قرافہ کی کوئی جگہ مراد لے۔یا کہے''بز قاق حلب''اور اس کی مراد قاہرہ کی کوئی جگہ ہو،یا بغدادی شخص کہے کہ فلاں شخص نے مجھ سے ماوراء النہر میں حدیث بیان کی،اور اس کے ذہن میں دریائے دجلہ ہو،یا کہے:''بالرقہ''اور اس کا مطلب دجلہ کے کنارے واقع کوئی باغ ہو،یا کوئی دمشقی یہ کہے:کہ اس نے مجھ سے''کرک''میں حدیث بیان کی اور اس کی مراد کرک نوح ہو،جو دمشق کے قریب ہے۔(۲)

طبقات المدلسین کے تعین میں مصنفین نے اپنے معیارات قائم کئے ہیں،لیکن بہ نظر غائر دیکھا جائے،تو دو طبقات بنتے ہیں۔ایک وہ ہیں:جن پر تدلیس کا الزام غلط ثابت ہوا ہے،جیسے ابو قلابہ وغیرہ۔دوسرا وہ طبقہ جن پر تدلیس کا الزام ثابت ہے،جیسے قتادہ،سفیان ثوری،اعمش اور ابن عیینہ وغیرہ۔پہلے طبقہ کی معنعن روایت مقبول ہے،بشرطیکہ معاصرت یا ملاقات ثابت ہو۔دوسرے طبقہ کی معنعن روایت جس میں سماع کی تصریح نہ ہو،مردود ہے،الا یہ کی اس کی متابع یا شاہد مل جائے۔(۳)

۱۔ ابن الصلاح،ص ۷۶

۲۔ i۔النکت،ج ۲،ص ۶۵۱ ii۔فتح المغیث،ج ۱،ص ۲۲۹ iii۔توضیح الافکار،ج ۱،ص ۳۷۲

۳۔ i۔النکت،ج ۲،ص ۶۳۷ ii۔اصول الحدیث،ج ۱،ص ۴۶۶۔۴۵۶

۲۔معنعن کامفہوم وحکم:

حدیث معنعن اور مؤنن

معنعن،عنعنه سے مشتق ہے،اوراصطلاح میں وہ حدیث ہے جس میں راوی عن فلاں عن فلاں کہے:

اس کی مثال یہ حدیث ہے:

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حدثناعثمان بن ابی شیبة ثنامعاویة بن هشام ثنا سفیان عن اسامة بن زید عن عثمان بن عروة عن عروة عن عائشة قالت قال رسول اللہﷺ ان الله وملئكة يصلون علی میامن الصفوف۔(۱)

از عثمان بن عروہ از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے فرشتے دائیں صفوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔

حدیث معنعن کے متعلق علماء کے دوقول ہیں:ایک یہ ہے کہ جب تک اس حدیث کا اتصال ظاہر نہ ہو یہ منقطع ہے دوسرا قول صحیح ہے جس پرتمام محدثین اورفقہا متفق ہیں کہ یہ حدیث چند شرائط کے ساتھ متصل ہے۔

۱۔معنعن مدلس نہ ہو(۲)راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ممکن ہو،یعنی دونوں ایک زمانہ میں مجتمع ہوں،ان دوشرطوں پر جمہور محدثین متفق ہیں،اور امام مسلم کا بھی یہی مذہب ہے،بعض آئمہ محدثین نے مزید شرائط عائد کی ہیں:

۱۔امام بخاری اور علی بن مدینی کا مذہب یہ ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت ہو۔

۲۔ابوالمظفر سمعانی کا مذہب یہ ہے کہ ان کے درمیان طول صحبت ثابت ہو۔

۳۔ابوعمروالدانی کا مذہب یہ ہے کہ راوی کو مروی عنہ سے روایت کی معرفت ہو۔

۱۔معنعن

لغت میں عنعن سے اسم مفعول ہے،جس کے معنی ہیں:عن عن کہنا،اصطلاح میں اس روایت کو معنعن کہا جاتا ہے جسے راوی لفظ عن کے ساتھ روایت کرے: **الاسناد المعنعن وهوفلان عن فلان** (۳)اس کی مثال یہ حدیث ہے:

حدثنا عثمان بن ابی شیبة، ثنامعاویة بن هشام ، ثنا سفیان عن اسامة بن زید عن عثمان بن عروة عن عروة عن عائشة قالت:قال رسول الله ﷺ:ان الله وملئكته يصلون علی میامن الصفوف(۴)

حدیث معنعن کے بارے میں علماء کرام کے دوقول ہیں۔

۱۔جب تک اس کا متصل السند ہونا ثابت اور محقق نہ ہو جائے اس وقت تک اسے مرسل کہا جائے گا۔

۲۔جمہور محدثین،فقہاء اور اصولیین کا مذہب یہ ہے کہ دوشرائط کے ساتھ اسے متصل شمار کیا جائے گا۔

۱۔ سنن ابن ماجہ،ص ۷۱۔۷۰ ۲۔ شرح صحیح مسلم (مقدمہ)،ج ۱،ص ۱۲۸

۳۔ تدریب الراوی،،ج ۱،ص ۱۲۵ ۴۔ ابن ماجہ: ۱۰۰۵

۱۔عن کے ذریعے روایت کرنے والا مدلس نہ ہو۔

۲۔جن دو راویوں کے درمیان لفظ عن آ رہا ہے ان کے درمیان ملاقات کا امکان پایا جاتا ہو۔

قیل انه مرسل ، والصحیح الذی علیه العمل وقاله الجماهیر من اصحاب الحدیث والفقه ولاصول انه متصل بشروط ان لا یکون المعنعن مدلسا وبشرط امکان لقاء بعضهم بعضا (۱)

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے سماع: امام احمد بن حنبل، امام علی بن مدینی، امام منذری، امام طبرانی، امام ابو حاتم اور امام حاکم کے نزدیک حضرت قتادہ کا حضرت عبداللہ بن سرجس سے سماع ثابت ہے۔(۲) امام حاکم فرماتے ہیں: یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے، اور حضرت قتادہ کا سماع متعدد صحابہ سے ثابت ہے، اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے عاصم عن عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بھی روایت بیان کی ہے، جب کہ حضرت عاصم بن سلیمان الاحول کا ابن سرجس رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور سے سماع ثابت نہیں ہے۔(۳) امام ابو حاتم فرماتے ہیں حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے۔(۴)

خلاصہ:

حضرت قتادہ کا حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے اور یہ حدیث مبارکہ متصل السند اور صحیح ہے، جبکہ مدلس راوی کا عن عن کے ساتھ روایت کرنا، اسی صورت ضعف اور انقطاع کا سبب ہوتا ہے، جب سماع ثابت نہ ہو یا ملاقات کا امکان نہ ہو اور سند متصل نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ جل جلالہ اعلم بالصواب

۷۔خصوصیات سند:

☆ یہ حدیث خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہیں۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ اٹھارہویں (۱۸) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ شیخ عبیداللہ بن سعید سرخسی نیشاپوری ہیں، باقی تمام راوی بصری ہیں۔

☆ سند کے رواۃ ثقہ صدوق ہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ حضرت عثمان بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عاصم الاحول رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، انبانا اور حدثنی ایک ایک دفعہ جبکہ عن عن دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۸۔لغات:

لا یبولن: وہ ایک مرد ہرگز ہرگز پیشاب نہ کرے۔

حجر: بل، سوراخ، زمین یا دیوار کا سوراخ مراد ہے۔

مساکن الجن: جنوں کے گھر، جنات کی رہائش گاہیں۔

۱۔ التحدیث فی علوم الحدیث، ص ۱۹۳ ۲۔ ذخیرۃ العقبیٰ، ج۱، ص ۵۴۵

۳۔ مستدرک، ج۱، ص ۴۲۵ ۴۔ المنھل، ج۱، ص ۱۶۶

۹۔ مسائل ونصائح:

☆ یہ حدیث مبارکہ مختصر ہے، جبکہ امام حاکم رضی اللہ عنہ نے طویل حدیث ذکر کی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْجُحْرِ "وَإِذَا نِمْتُمْ: أَطْفِئُوا السِّرَاجَ فَإِنَّ الْفَأْرَةَ تَأْخُذُ الْفَتِيلَةَ فَتُحْرِقُ عَلَى أَهْلِ الْبَيْتِ وَأَوْكِئُوا الْأَسْقِيَةَ وَخَمِّرُوا الشَّرَابَ وَأَغْلِقُوا الْأَبْوَابَ. فَقِيلَ لِقَتَادَةَ وَمَا يُكْرَهُ مِنَ الْبَوْلِ فِي الْجُحْرِ؟ فَقَالَ: إِنَّهَا مَسَاكِنُ الْجِنِّ (۱)

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی سوراخ میں پیشاب نہ کرے، اور جب تم سونے لگو تو چراغ بجھادو، کیونکہ چوہا چنگاری کو پکڑلیتا ہے تاکہ وہ گھر والوں کو جلادے، اور برتن الٹے رکھ دو، پینے والی چیزوں کو ڈھانپ دو، اور دروازے بند کردو، حضرت قتادہ سے کہا گیا کہ سوراخ میں پیشاب کرنے میں کیا کراہت ہے؟ تو فرمایا: یہ جنوں کی رہائشگاہیں ہیں۔

☆ سوراخ میں کوئی بھی موذی جانور، بچھو، سانپ، جنات یا کوئی اور ہوسکتا ہے، اس لئے سوراخ میں پیشاب کرنا ممنوع ہے۔ (۲)

☆ مذکورہ روایت سنداً ضعیف ہے، تاہم مشاہداتی صورت حال یہی ہے: کہ زمین کے سوراخ کیڑے مکوڑوں، سانپ اور بچھو وغیرہ موذی جانوروں کے گھر ہوتے ہیں۔ بل میں پیشاب کرنے کی صورت میں وہ باہر نکلیں گے۔ انہیں ناحق تکلیف ہوگی اور وہ اشتعال میں آکر پیشاب کرنے والے یا کسی اور کو نقصان پہنچا سکتے ہیں، اس لئے اس سے منع کردیا گیا۔

☆ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سوراخوں کو جنوں کے گھر بتلایا ہے، جس کا واضح مطلب یہی ہے کہ بلوں میں جن بھی رہتے ہیں۔

☆ عام طور پر سوراخ تنگ ہوتے ہیں، ان میں پیشاب کرنے کی صورت میں قوی امکان ہے کہ پیشاب کی دھار ادھر ادھر ہونے سے چھینٹے پڑنے لگیں، منع کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ جل جلالہ اعلم۔ (۳)

سوراخ میں جنات کی رہائش کا ہونا، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ وصال سے بھی پتہ چلتا ہے، علامہ مناوی اور حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں۔

حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ کو مردہ حالت میں کوڑے دان کے قریب پایا گیا، اور آپ کا جسد اطہر تروتازہ تھا، لیکن آپ رضی اللہ عنہ کی موت کے سبب کا باقی حضرات کو پتہ نہ چلا، یہاں تک کہ ایک آواز سنی گئی، لیکن بولنے والا نظر نہیں آرہا تھا۔ (۴)

ہم نے قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو قتل کردیا۔ ہم نے ایسا تیر پھینکا، جوان کے دل کے آرپار ہوگیا۔ (۵)

☆ حجر سے مراد یا زمین کا سوراخ یا دیوار کی پھٹن ہے، چونکہ اکثر سوراخوں میں زہریلے جانور چیونٹیاں وغیرہ، کمزور جانور یا جنات رہتے ہیں، چیونٹیاں پیشاب یا پانی سے تکلیف پائیں گی، یا سانپ وجن نکل کر ہمیں تکلیف دیں گے، اس لئے وہاں پیشاب کرنا منع فرمایا گیا، چنانچہ حضرت سعد ابن عبادہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات اسی سے ہوئی، کہ آپ نے ایک سوراخ میں پیشاب کیا، جن نے نکل کر آپ کو ہلاک کردیا۔

۱۔ مستدرک: رقم ۶۹۲ ۲۔ حاشیہ سندھی، ص ۱۸ ۳۔ سنن نسائی (خلاصہ)، ج ۱، ص ۱۱۰۔ ۱۱۱
۴۔ شرح سنن نسائی، ج ۱، ص ۵۴۷ ۵۔ الاستیعاب، ج ۲، ص ۴۳

☆ فی جحر: جیم کے ضمہ اور حاء کے سکون کے ساتھ ہے۔ زمین یا دیوار کے سوراخ کو کہتے ہیں۔ نہی اس لئے فرمائی، تاکہ ایسی چیز نہ اس سوراخ سے نکلے، جو اس کو نقصان پہنچائے۔ یا بسا اوقات اس میں کمزور قسم کا جانور رہوگا، تو اس کو اس کے پیشاب کرنے سے تکلیف ہوگی۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ سوراخ، جو پیشاب کرنے کے لئے بنایا گیا ہو، اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: نہی کی وجہ یہ ہے کہ سوراخ موذی اور زہریلے جانوروں کی آماجگاہ ہوتی ہے، تو ان کی طرف سے تکلیف پہنچنے سے امن نہیں ہوتا، اور یہ بھی بعض حضرات سے منقول ہے کہ جو سوراخ میں پیشاب کرتا ہے، اس کو جنوں کی طرف سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ بھی ہوسکتا ہے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کو جنات نے قتل کر دیا تھا، کیونکہ انہوں نے حوران کے علاقے میں ایک سوراخ میں پیشاب کر دیا تھا، اور کتب فقہ میں یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے سوراخ سے یہ بات سنی:

نحن قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادة ورميناه بسهم فلم نخطئ فواده

ہم نے خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو قتل کر دیا، اور ہم نے ایسا تیر مارا کہ جو ان کے دل سے نہیں چوکا۔ واللہ تعالیٰ جل جلالہ اعلم

☆ اس حدیث مبارکہ میں جنات کا ذکر ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بارے میں وضاحت کر دی جائے۔ (۱)

الجن کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ:

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

جن کا اصل معنیٰ ہے: کسی چیز کا حواس سے مخفی ہونا، قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَبًا (۲) جب رات نے اس کو چھپالیا تو اس نے ستارہ دیکھا۔

''الجنان'' قلب کو کہتے ہیں کیونکہ وہ حواس سے مخفی ہوتا ہے، ''المجن'' اور ''المجنة'' کا معنیٰ ڈھال ہے جو اپنے صاحب کو دشمن کے وار سے محفوظ رکھتی ہے اور چھپاتی ہے، قرآن مجید میں ہے:

اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً (۳) انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا۔

اور حدیث میں ہے: ''الصوم جنة'' روزہ ڈھال ہے۔ (۴)

جنت ہر اس باغ کو کہا جاتا ہے جس میں بہت گھنے درخت ہوں جو زمین کو چھپالیں۔

اور آخرت کی جنت کو جنت اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ زمین کے باغ سے مشابہ ہے یا اس وجہ سے کہ اس کی نعمتیں انسانوں کی آنکھوں اور باقی حواس سے مخفی ہیں، قرآن مجید میں ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ (۵) سو کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے کیا چیز چھپائی گئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ''جنت'' کا لفظ فرمایا ہے، جو جمع کا صیغہ ہے کیونکہ ''جنت'' سات ہیں: جنت الفردوس، جنت عدن، جنت النعیم، جنت الماویٰ، دار السلام، دار الخلد اور علیین۔

۱۔ تبیان القرآن، ج ۱۲، ص ۲۷۱-۲۸۰ ۲۔ الانعام: ۷۶ ۳۔ المجادلہ: ۱۶

۴۔ i- بخاری رقم الحدیث: ۷۴۹۲ ii- مسلم رقم الحدیث: ۱۱۵۱ ۵۔ السجدہ: ۱۷

اور جب تک پیٹ میں بچہ رہے اس کو الجنین کہتے ہیں کیونکہ پیٹ کا بچہ بھی لوگوں کے حواس سے مخفی ہوتا ہے۔قرآن مجید میں ہے:

وَإِذْ أَنتُمْ أَجِنَّةٌ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ (۱) جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے۔

اور الجن اس روحانی مخلوق کو کہتے ہیں جو تمام حواس سے مخفی ہوتی ہے، اس کے مقابلہ میں انس ہے، اس بناء پر الجن میں فرشتے اور شیاطین بھی داخل ہیں، پس ہر فرشتہ جن ہے کیونکہ وہ مستور ہے لیکن ہر جن فرشتہ نہیں ہے، اسی بناء پر ابو صالح نے کہا: تمام فرشتے جن ہیں، ایک قول یہ ہے کہ روحانی مخلوق کی تین قسمیں ہیں، جو اخیار اور نیک ہیں وہ فرشتے ہیں اور جو اشرار اور بدکار ہیں وہ شیاطین ہیں، اور جو متوسط ہیں جن میں اخیار بھی ہیں اور اشرار بھی ہیں وہ جنات ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: جنات نے کہا:

وَأَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ (۲) اور ہم میں سے چند اطاعت گزار ہیں اور کچھ سرکش ہیں۔

جنات کی ایک قسم کے متعلق فرمایا:

وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ مِن نَّارِ السَّمُومِ (۳) اور ہم نے اس سے پہلے جنات کو دھوئیں والی آگ سے پیدا کیا۔(۴)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

الجن، جان کی ایک قسم ہے، اس کو جن اس لئے کہتے ہیں کہ یہ آنکھوں سے مخفی ہوتا ہے اور اس لئے کہ وہ لوگوں کو دکھائی نہیں دیتے۔ ''الجان'' جن کا باپ ہے، اس کو آگ سے پیدا کیا گیا پھر اسی سے اس کی نسل چلی، روایت ہے کہ ایک مخلوق زمین میں رہتی تھی، اس نے زمین میں فساد کیا اور خون ریزی کی، پھر اللہ تعالیٰ ﷻ نے زمین میں فرشتوں کو بھیجا جنہوں نے زمین کو صاف کیا۔(۵)

علامہ سید محمد بن زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

جن، انس کے برخلاف ہے، اس کا واحد جنی ہے، الصحاح میں مذکور ہے: اس کو جن اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ دکھائی نہیں دیتا، زمانہ جاہلیت میں فرشتوں کو جنات کہا جاتا تھا کیونکہ فرشتے آنکھوں سے مخفی ہوتے ہیں، ابلیس کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ ملائکہ میں سے جن تھا، زمخشری نے کہا ہے کہ جنات اور ملائکہ ایک نوع ہیں لیکن ان میں سے جو خبیث اور سرکش ہو وہ شیطان ہے اور جو پاکیزہ ہو وہ فرشتہ ہے، ہمارے شیخ نے کہا ہے کہ مصنف (صاحب قاموس) کا جن کی تفسیر ملائکہ سے کرنا مردود ہے، کیونکہ ملائکہ نور سے پیدا کئے گئے ہیں نہ کہ نار سے، جن کے جن نار سے پیدا کیا گیا ہے اور ملائکہ معصوم ہوتے ہیں اور ان میں تناسل نہیں ہوتا، اور نہ وہ مذکر اور مؤنث ہونے کے ساتھ متصف ہوتی ہیں اور جن اس کے برعکس ہے، اس میں توالد اور تناسل بھی ہے اور وہ مذکر اور مؤنث بھی ہوتا ہے، اسی وجہ سے جمہور علماء نے ''الا ابلیس'' (۶) کی تفسیر میں کہا ہے کہ: یہ استثناء منقطع ہے اور یا استثناء متصل اس صورت میں ہے چونکہ یہ فرشتوں کے ساتھ مل جل کر رہتا تھا اس لئے تغلیباً اس کو بھی فرشتوں کے ساتھ شامل کر کے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔(۷)

۱۔ النجم: ۳۲ ۲۔ الجن: ۱۴ ۳۔ الحجر: ۲۷

۴۔ المفردات، ج ۱، ص ۱۲۸ ۵۔ لسان العرب، ج ۳، ص ۲۱۹۔۲۱۸ ۶۔ البقرہ: ۳۴

۷۔ تاج العروس شرح القاموس، ج ۹، ص ۱۶۴

جنات کے متعلق فلاسفہ اور مفکرین کی آراء:

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

جنات کے ثبوت میں علماء کا شروع سے اختلاف رہا ہے، اکثر فلاسفہ سے یہ منقول ہے کہ وہ جنات کے ثبوت کا انکار کرتے ہیں کیونکہ ابوعلی بن سینا نے اپنے رسالہ ''حدود الاشیاء'' میں لکھا ہے: الجن حیوان ھوائی ہے، جو مختلف اشکال میں متشکل ہو جاتا ہے اور اس اسم کی شرح ہے۔ اس کا یہ کہنا کہ یہ اسم کی شرح ہے اس پر دلالت کرتا ہے کہ واقع میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، لیکن جمہور اور ارباب ملل اور انبیاء علیہم السلام کے مصدقین جنات کے ثبوت کو مانتے ہیں اور قدماء فلاسفہ بھی جنات کے ثبوت کو مانتے ہیں اور جنات کو ارواح سفلیہ کہتے ہیں، ان کا قول ہے کہ جنات کی ماہیات مختلف ہوتی ہیں، بعض شریر ہوتے ہیں اور بعض شریف ہوتے ہیں جو نیکیوں سے محبت کرتے ہیں، اور بعض خبیث ہوتے ہیں وہ برائیوں اور آفتوں سے محبت رکھتے ہیں، اور ان کی انواع کا اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے سوا اور کسی کو علم نہیں، یہ موجودات مجردہ ہیں (غیر مادی ہیں) اور خبروں کے عالم ہوتے ہیں اور افعال شاقہ پر قادر ہوتے ہیں، ان کا سننا اور دیکھنا ممکن ہے۔ جنات کے متعلق دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اجسام ہیں، قرآن مجید میں جنات اور ملائکہ کا ثبوت ہے، اور اس کا ثبوت ہے کہ ملائکہ کو افعال شاقہ پر عظیم قوت حاصل ہوتی ہے اور جناب بھی اسی طرح ہیں، پھر یہ ملائکہ ہمارے پاس ہمیشہ حاضر ہوتے ہیں اور وہ کراماً کاتبین ہیں اور محافظ فرشتے ہیں اور یہ فرشتے قبض روح کے وقت بھی حاضر ہوتے ہیں اور یہ فرشتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی حاضر ہوتے تھے اور مسلمانوں اور حاضرین مجلس میں سے کوئی بھی ان کو نہیں دیکھتا تھا اور قبض روح کے وقت بھی ان کو کوئی نہیں دیکھتا تھا، بہر حال یہ بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ جوہر فرد میں علوم کثیرہ پیدا کرے اور اس کو مشکل اور شدید دشوار افعال پر قدرت عطا کردے اور اس تقدیر پر جنات کا وجود ممکن ہے، خواہ ان کے اجسام لطیف ہوں یا کثیف ہوں اور ان کے اجرام کبیر ہوں یا صغیر ہوں، اور وہ ہم کو دکھائی نہ دیتے ہوں۔ (۱)

سرسید احمد خان لکھتے ہیں:

قرآن میں جن کا جو لفظ آیا ہے، اس سے بدوی اور دیگر غیر متمدن اور غیر تربیت یافتہ لوگ مراد ہیں۔ قرآن مجید میں چودہ جگہ ''الجن والانس'' کا لفظ آیا ہے اور ہر موقع پر ان غیر متمدن لوگوں کی کسی نئی صفت اور خاصیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (۲)

غلام احمد پرویز لکھتے ہیں:

قرآن کریم میں ''جن'' اور ''انس'' کے الفاظ متعدد مقامات پر اکٹھے آئے ہیں۔ ہم انس کے عنوان میں بتا چکے ہیں کہ عربوں میں ''الانس'' ان قبیلوں کو کہتے تھے جو ایک مقام پر مستقل طور پر سکونت پذیر ہو جائیں، لیکن جن وہ قبائل تھے جو جنگلوں اور صحراؤں میں جگہ بہ جگہ پھرتے رہتے تھے اور اس طرح شہر والوں کی نگاہوں سے اوجھل رہتے تھے۔ انہیں خانہ بدوش قبائل (Nomadic Tribes) کہا جاتا ہے۔ اب بھی دنیا میں جہاں جہاں اس قسم کے قبائل پائے جاتے ہیں وہ شہر والوں سے دور دور جنگلوں اور بیابانوں میں رہتے ہیں۔ آج کل وسائل، رسل ورسائل کے عام ہو جانے سے، ان قبائل اور شہر والوں کی زندگی میں بہت سے امور مشترک ہو چکے ہیں، اس لئے ان میں کوئی بنیادی بعد محسوس نہیں ہوتا، لیکن جس زمانے میں ملنے جلنے کے وسائل اور نشر و اشاعت کے طریق عام نہیں تھے، شہر والوں اور ان خانہ بدوش صحرا نشینوں کے تمدن و معاشرت،

۱۔ تفسیر کبیر، ج ۱۰، ص ۶۶۴ ۔ ۶۶۱ ۲۔ تفسیر القرآن، ج ۳، ص ۸۹ ۔ ۷۹

عادات واطوار، خصائص وخصائل اور ذہنی اور نفسیاتی کیفیات وغیرہ میں اس قدر فرق تھا کہ یہ دونوں ایک نوع کے افراد نظر نہیں آتے تھے۔عربوں میں یہ صحرانشین قبائل بہت زیادہ تھے (انہیں بدو یا اعراب کہا جاتا تھا) چونکہ قرآن کا پیغام شہریوں اور صحرانشینوں سب کی طرف تھا، اس لیے اس نے جن وانس دونوں گروہوں کو مخاطب کیا ہے۔ان مقامات پہ غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ وہاں جن سے مراد انسان ہی ہیں، یعنی وہ وحشی قبائل (Gypsis) جو جنگلوں اور صحراؤں میں رہا کرتے تھے، مثلاً سورۃ انعام میں ہے: يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ (۱) اے گروہ جن وانس! کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے؟ قرآن نے کسی رسول کا ذکر نہیں کیا جو جن تھا اور سورۃ اعراف میں اس کی تصریح کردی کہ رسول، بنی آدم میں سے، انہی کی طرف بھیجے گئے تھے۔ (۲) سورۃ جن اور سورۃ احقاف میں مذکور ہے کہ جنوں کی ایک جماعت رسول اللہ (ﷺ) کے پاس قرآن سننے کے لیے آئی۔اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ ''جنوں'' کی طرف رسول انسانوں میں سے ہی ہوتے تھے۔ انہی سورتوں (سورۃ جن اور سورۃ احقاف) سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جو جن رسول اللہ ﷺ کے پاس قرآن سننے کے لئے آئے تھے وہ انسان ہی تھے۔ (۳)

جنات کے متعلق مفسرین کی آراء:

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی البصری المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ جنات تمام انسانوں کو پہچانتے ہیں، اسی لیے وہ تمام انسانوں کی طرف اپنے کلام کا وسوسہ ڈالتے ہیں، جنات کی اصل میں اختلاف ہے، حسن بصری سے منقول ہے کہ جن ابلیس کی اولاد ہیں، جیسے انس حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور ان دونوں میں سے مؤمن بھی ہیں اور کافر بھی ہیں، اور یہ ثواب اور عقاب میں شریک ہیں، ان دونوں فریقوں میں سے جو مؤمن ہو وہ اللہ کا ولی ہے اور ان دونوں فریقوں میں سے جو کافر ہو وہ شیطان ہے۔

ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جن الجان کی اولاد ہیں اور شیاطین نہیں ہیں اور ان پر موت آتی ہے اور ان میں سے مؤمن بھی ہیں اور کافر بھی، اور شیاطین ابلیس کی اولاد ہیں، ان پر ابلیس کے ساتھ ہی موت آئے گی۔اس میں اختلاف ہے کہ جنات میں سے مؤمنین جنت میں داخل ہوں گے یا نہیں، جیسا کہ ان کی اصل میں اختلاف ہے، جن لوگوں کا یہ زعم ہے کہ جنات الجان کی اولاد ہیں، ابلیس کی ذریت نہیں ہیں، وہ کہتے ہیں کہ وہ اپنے ایمان کی وجہ سے جنت میں داخل ہوں گے اور جو یہ کہتے ہیں کہ جنات ابلیس کی ذریت ہیں، ان کے دو قول ہیں: حسن بصری نے کہا: وہ جنت میں داخل ہوں گے، اور مجاہد نے کہا: وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے، اگرچہ ان کو دوزخ سے دور کر دیا جائے گا۔ (۴)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی کی روایت میں ہے کہ جنات نے رسول اللہ ﷺ سے زاد (خوراک) کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا تمہارے لیے ہر ہڈی میں خوراک ہے، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جنات کھاتے ہیں، اطباء اور فلاسفہ کی ایک جماعت نے جنات کے کھانے کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ بسیط ہیں اور ان کا کھانا صحیح نہیں ہے اور ان کا یہ قول قرآن اور سنت سے مردود ہے اور مخلوقات میں بسیط اور مرکب نہیں ہیں، واحد محض صرف اللہ سبحانہ ہے۔

۱۔ الانعام: ۱۳۰ ۲۔ اعراف: ۳۵ ۳۔ لغات القرآن، ص ۴۴۶

۴۔ النکت والعیون، ج ۶ ص ۱۰۹

نبی کریم ﷺ کا جنات کو ان کی اصل صورتوں میں دیکھنا محال نہیں ہے، جیسا کہ آپ فرشتوں کو ان کی اصل صورتوں میں دیکھتے تھے اور ہمارے لئے جنات اکثر سانپوں کی صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں، حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مدینہ میں جنات کی ایک جماعت اسلام لا چکی ہے، اگر تم نے ان سانپوں میں سے کسی کو گھروں میں رہتے ہوئے دیکھا تو اس کو تین دفعہ نکلنے کے لئے خبردار کرو، اگر اس کے بعد بھی وہ سانپ نظر آئے تو اس کو مار دو، وہ شیطان ہے۔(۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان گھروں میں جنات سانپوں کی شکل میں رہتے ہیں، اگر تم ان میں سے کسی کو دیکھو تو اس کو تین دفعہ ڈراؤ، اگر وہ نکل جائے تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دو، وہ کافر ہے۔(۲)

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:

جنات اجسام عاقلہ خفیہ ہیں، جن پر ناریت یا ہوایت غالب ہوتی ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ ارواح مجردہ کی ایک نوع ہیں، ایک قول یہ ہے کہ یہ ابدان سے جدا ہونے والے نفوس شریرہ ہیں۔(۳)

سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

جنات اجسام عاقلہ ہیں جن پر ناریت غالب ہے، اس کی دلیل یہ آیت ہے:

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِن مَّارِجٍ مِّن نَّارٍ (۴) اور جن کو خالص آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ اجسام ھوائیہ ہیں اور تمام صورتوں کو قبول کر لیتے ہیں یا ان کی ایک قسم مختلف اشکال کو قبول کر لیتی ہے یہ لوگوں کی نگاہوں سے مخفی رہتے ہیں، اور کبھی اپنی صورت اصلیہ کی مغائر صورت میں دکھائی دیتے ہیں اور کبھی اپنی اس اصلی صورت میں دکھائی دیتے ہیں، جس صورت پر ان کو پیدا کیا گیا اور یہ مشاہدہ انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم کے ساتھ مخصوص ہے، اور ان اولیا کرام کے ساتھ مخصوص ہے، جن کو اللہ تعالیٰ ان کی اصلی صورت دکھانا چاہے، ان کو سخت مشکل اور دشوار کاموں کے کرنے کی قوت حاصل ہوتی ہے، اور اس میں کوئی عقلی مانع نہیں ہے کہ بعض اجسام لطیفہ کی نوع دیگر اجسام لطیفہ کی ماہیت سے مخالف ہو اور ان میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ یہ حیات کو اور افعال عجیبہ پر قدرت کو قبول کر لیں، اور جدید سائنس نے بعض اجسام لطیفہ میں ایسے خواص کو ثابت کیا ہے جن سے عقل حیران ہوتی ہے، تو ہو سکتا ہے کہ جنات کے اجسام بھی اسی طرح ہوں، اور عالم طبعی میں اتنے عجائبات ہیں کہ عقل ان کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔(۵)

اس امر کی تحقیق کہ آیا رسول اللہ ﷺ نے جنات کو دیکھا تھا یا نہیں؟

بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنات کو نہیں دیکھا نہ ان کا کلام سنا تھا، آپ کی طرف صرف جنات کے کلام کی وحی نازل کی گئی تھی۔

۱۔ مسلم: ۱۴۱ ۲۔ سنن ابوداؤد: ۵۲۵۷ ۳۔ تفسیر البیضاوی مع الخفاجی، ج ۹، ص ۲۸۹
۴۔ الرحمٰن: ۱۵ ۵۔ روح المعانی جز ۲۹، ص ۴۲

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کے سامنے قرآن مجید پڑھا تھا نہ ان کو دیکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ عکاظ کے بازار کا قصد کر کے گئے، اس اثناء میں شیاطین (جنات) اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی چیز حائل ہوگئی تھی اور ان کے اوپر آگ کے گولے پھینکے جاتے تھے، پھر شیاطین واپس آجاتے تھے، وہ ایک دوسرے سے پوچھتے: اب کیا ہوگیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی چیز حائل ہوگئی ہے اور ہم پر آگ کے گولے پھینکے جاتے ہیں، انہوں نے کہا: تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان وہی چیز حائل ہوئی ہے جو تازہ ظہور میں آئی ہے، تم زمین کے مشارق اور مغارب میں سفر کرو اور دیکھو کہ کون سی چیز ظہور میں آئی ہے، پھر وہ روانہ ہوئے اور زمین کے مشارق اور مغارب کا سفر کیا اور وہ اس پر غور کرتے تھے کہ ان کے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کیا چیز حائل ہوئی ہے، پھر وہ جنات تہامہ میں پہنچے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کے درخت کے پاس تھے، اس وقت آپ عکاظ کے بازار کا قصد کرنے والے تھے اور آپ اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے، جب جنات نے قرآن مجید سنا تو انہوں نے کہا: غور سے سنو۔ یہی وہ چیز ہے جو تمہارے اور آسمان کی خبر کے درمیان حائل ہوئی ہے، پھر وہ وہیں سے اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور انہوں نے کہا: اے ہماری قوم!

إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۝ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَن نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا (۱) ہم نے عجیب قرآن (کلام) سنا ہے ۝ جو سیدھا راستہ دکھاتا ہے، ہم اس کے ساتھ ایمان لائے اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کریں گے۔

اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی:

قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ (۲) (اے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہیے کہ میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے قرآن مجید سنا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جنات کے قول کی وحی کی گئی تھی۔ (۳)

☆ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا تھا، ان میں سے ایک حدیث یہ ہے:

علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ میں سے کوئی شخص اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، جب آپ کی جنات سے ملاقات ہوئی تھی؟ انہوں نے کہا: ہم میں سے کوئی آپ کے ساتھ نہیں تھا، لیکن ایک رات ہم نے آپ کو گم پایا اور ہم کو یہی خیال آتا تھا کہ کسی دشمن نے آپ کو دھوکا دے دیا، یا آپ کے ساتھ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آیا، ہم نے انتہائی پریشانی میں وہ رات گزاری، جب صبح ہوئی تو ہم نے آپ کو غار حرا کی طرف سے آتے دیکھا، ہم نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اور ہم نے آپ سے اپنی پریشانی بیان کی، آپ نے فرمایا: میرے پاس ایک جن دعوت دینے آیا، میں ان کے پاس گیا اور میں نے ان کے سامنے قرآن پڑھا، پھر آپ ہم کو لے کر گئے اور ان کے نشانات اور آگ کے نشانات ہمیں دکھائے، شعبی نے بیان کیا کہ انہوں نے آپ سے ناشتہ طلب کیا تھا، عامر نے کہا: یہ ایک جزیرہ کے جن تھے، آپ نے

۱۔ الجن: ۲۔۱ ۲۔ الجن: ۱

۳۔ i- بخاری: ۷۷۳ ii- مسلم: ۴۴۹ iii- ترمذی: ۳۳۲۳

iv- مسند احمد: ۲۵۲۶ v- السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۶۲۵۔۱۱۶۲۴ vi- مسند ابویعلیٰ: ۲۳۶۹

vii- ابن حبان: ۶۵۲۶ viii- المستدرک، ج ۲، ص ۵۰۳، ix- سنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۲، ص ۲۲۶۔۲۲۵

فرمایا: ہر وہ ہڈی جس پر اللہ کا نام پڑھا گیا ہو جب وہ تمہارے ہاتھوں میں آئے گی تو گوشت سے بھر جائے گی، اور اسی طرح گوبر تمہارے جانوروں کا چارہ بنے گا، پس اے مسلمانو! ان دونوں چیزوں سے استنجا نہ کیا کرو، یہ تمہارے بھائی جنات کی (اور ان کے جانوروں کی) خوراک ہیں۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور یہ امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔(۱)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا تھا اور اس رات حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے اور بعض روایات میں ہے کہ اس رات آپ نے جنات کو دیکھا تھا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ جنات سے ملاقات کی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، پس ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ! کیا تمہارے ساتھ پانی ہے؟ میں نے کہا: میرے ساتھ ایک مشکیزہ میں پانی ہے، آپ نے فرمایا: مجھ پر وہ ڈالو، پھر آپ نے وضو کیا، سو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ بن مسعود! یہ پاک مشروب ہے اور پاک کرنے والا ہے۔ (شعیب الارنووط نے کہا: اس حدیث کی سند ضعیف ہے، کیونکہ اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے اور وہ ضعیف راوی ہے۔)(۲)

جنات کو دیکھنے اور نہ دیکھنے کی احادیث میں تطبیق:

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے بھی ان احادیث کو روایت کیا ہے، بعض احادیث میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ لیلۃ الجن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں تھے اور بعض احادیث میں ہے کہ وہ اس شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اور بعض احادیث میں ہے کہ جنات نے ازخود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید سنا تھا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تہامہ میں کھجوروں کے جھنڈ کے پاس اپنے بعض اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے، اور بعض احادیث میں ہے کہ آپ قصداً انہیں تبلیغ کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے، حافظ ابن کثیر ان احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ تمام احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قصداً جنات کی طرف گئے تھے اور آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی توحید کی طرف دعوت دی، اور ان کے لئے وہ احکام شرعیہ بیان کئے جن کی انہیں ضرورت تھی، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہلی بار جنات نے آپ سے قرآن مجید سنا ہو اور اس وقت آپ کو یہ علم نہ ہو کہ جنات قرآن سن رہے ہیں، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے، اور اس کے بعد جنات کا وفد آپ کے پاس آیا ہو جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے، اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنات سے خطاب فرما رہے تھے، اس اثناء میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ نہ تھے اور آپ سے دور تھے، اور حضرت ابن مسعود کے علاوہ آپ کے اصحاب میں سے اور کوئی آپ کی ساتھ نہیں گیا تھا اور یہ سنن بیہقی کی روایت میں ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب پہلی بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنات کی طرف تشریف لے گئے، اس بار آپ کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے، نہ کوئی اور صحابی تھے جیسا کہ مسند احمد کی حدیث میں ہے اور یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ جانے کے واقعات پہلی بار جانے کے بعد پیش آئے۔(۳)

۱۔ i- مسند احمد: ۴۱۴۹ ii- دلائل النبوۃ، ج ۲، ص ۲۲۹ iii- مسلم: ۴۵۰ iv- ترمذی: ۳۲۵۸ v- مسند ابو یعلیٰ: ۴۲۳۷ vi- ابن حبان: ۶۳۲۰ vii- ابن خزیمہ: ۸۲ viii- مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۱۵۵ ix- ابوداؤد: ۸۵ x- ترمذی: ۱۸

۲۔ i- مسند احمد: ۳۷۸۲ ii- ابن ماجہ: ۳۸۵ iii- دار قطنی، ج ۱، ص ۷۸

۳۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص ۱۸۱

☆ رسول اللہ ﷺ کے جنات کو دیکھنے پر دلائل:

یہ امر متفق علیہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی جنات پر حکومت تھی اور آپ جنات سے مشقت والے کام لیتے تھے، قرآن مجید میں ہے
:حضرت سلیمان علیہ السلام سے جن نے کہا:

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ (۱) ایک سرکش جن نے کہا: میں وہ تخت آپ کے پاس اس سے پہلے لے آؤں گا کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں اور بے شک میں اس پر ضرور قوت والا امانت دار ہوں۔

اور جب حضرت سلیمان علیہ السلام جنات کو دیکھتے تھے تو ضروری ہوا کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کو بھی یہ وصف حاصل ہو، کیونکہ آپ افضل الرسل ہیں، اور خصوصیت کے ساتھ آپ کے جنات کو دیکھنے اور ان پر تصرف کرنے کی قوت کے حصول پر دلیل یہ حدیث ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک سرکش جن رات کو مجھ پر حملہ آور ہوا تا کہ میری نماز منقطع کر دے، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت دی، میں نے ارادہ کیا کہ میں اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں، حتیٰ کہ تم سب صبح اٹھ کر اس کو دیکھتے، پھر مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان کی یہ دعا یاد آئی: اے میرے رب! مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو، پھر آپ نے اس کو ناکام واپس کر دیا۔ (۲)

☆ امام فخر الدین محمد بن عمر رازی لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنات کو دیکھا ہے، نبی کریم ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ آپ کے ساتھ چلیں تا کہ آپ جنات کے سامنے قرآن پڑھیں، وہ آپ کے ساتھ گئے حتیٰ کہ شعب ابن ابی دب کے ساتھ مقام الحجون کے نزدیک پہنچے، آپ نے میرے ایک خط کھینچ کر فرمایا: اس لکیر سے آگے نہ بڑھنا، پھر آپ الحجون کی طرف گئے تو جنات بہت بڑے اجسام میں آپ کی طرف بڑھے، وہ اس طرح دف بجا رہے تھے جس طرح عورتیں دف بجاتی ہیں حتیٰ کہ انہوں نے آپ کو ڈھانپ لیا اور آپ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے، میں اٹھا پھر آپ نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا، پھر آپ نے قرآن کی تلاوت کی اور آپ کی آواز بلند ہو رہی تھی، جنات زمین سے ملے ہوئے تھے، میں ان کی آوازیں سن رہا تھا اور ان کو دیکھ نہیں رہا تھا۔

دوسری روایت میں ہے: انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: آپ کون ہیں؟ آپ نے کہا: میں اللہ کا نبی ہوں، انہوں نے کہا: آپ کے حق میں کون گواہی دے گا؟ آپ نے فرمایا: یہ درخت، پھر فرمایا: آ، اے درخت! وہ درخت اپنی جڑوں کو کھینچتا ہوا آیا اور آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا، آپ نے اس سے فرمایا: تم میرے لیے کس چیز کی گواہی دیتے ہو؟ اس درخت نے کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے فرمایا: جاؤ! وہیں لوٹ جاؤ جہاں سے آئے ہو، حتیٰ کہ وہ درخت اسی طرح لوٹ گیا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جب آپ میرے پاس واپس آئی تو آپ نے پوچھا: کیا تم میرے پاس آنا چاہتے تھے؟ میں نے کہا: جی ہاں! یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا: یہ تمہارے لیے ممکن نہیں تھا، یہ جنات قرآن سننے کے لئے آئے تھے، پھر اپنی قوم کو عذاب سے ڈرانے کے لیے واپس گئے، انہوں نے مجھ سے خوراک کے متعلق سوال کیا تھا، میں نے ان کے لئے ہڈیوں اور مینگنیوں کی خوراک دی، پس تم میں سے کوئی شخص ہڈی سے استنجا کرے نہ مینگنی سے۔

۱۔ النمل: ۳۹

۲۔ i- بخاری: ۴۶۱ ii- مسلم: ۵۴۱ iii- مسند احمد، ج ۲، ص ۲۹۸

☆ **حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایات میں امام رازی کی توجیہات اور ان پر علامہ غلام رسول سعیدی کا تبصرہ:**

امام رازی لکھتے ہیں:

ان روایات کی تکذیب کی کوئی ضرورت نہیں ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو نہیں دیکھا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ آپ نے جنات کو دیکھا ہے اور ان میں تطبیق کی حسب ذیل صورتیں ہیں:

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کو روایت کیا، جب پہلی بار جنات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کی تلاوت سنی تھی اور اس وقت آپ نے جنات کو نہیں دیکھا تھا، پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنات کی طرف جانے کا حکم دیا گیا، جس کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

۲۔ اگر جنات کا واقعہ ایک ہی بار ہوا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا اور ان کا کلام سنا اور وہ آپ پر ایمان لائے، پھر جب وہ اپنی قوم کی طرف واپس گئے تو انہوں نے اس واقعہ کی حکایت کرتے ہوئے کہا: ہم نے بہت عجیب قرآن سنا ہے اور اس طرح اور اس طرح ہوا، تب اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی کہ انہوں نے اپنی قوم سے کیا کہا۔

(امام رازی نے اس تقدیر پر یہ نہیں بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا تھا اور ان کا کلام سنا تھا تو پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جو دیکھنے اور سننے کی نفی کی ہے، اس کا کیا محمل ہوگا؟)

۳۔ اگر یہ واقعہ ایک ہی مرتبہ ہوا ہے تو یہ کہا جائے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنات کی طرف جانے کا حکم دیا گیا تھا اور ان کے سامنے قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیا مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہیں سمجھ سکے کہ جنات نے کیا کہا ہے اور انہوں نے قرآن کریم سن کر کیا کیا، تب اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آپ پر وحی کی کہ انہوں نے کیا کہا ہے اور کیا کیا ہے۔ (۱)

امام رازی کی یہ توجیہ بھی دو وجہ سے صحیح نہیں ہے، اولاً اس لیے کہ اس توجیہ میں بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دیکھنے اور سننے کی نفی کا محمل بیان نہیں کیا، اور ثانیاً اس لیے کہ یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنات کا کلام نہیں سمجھ سکے، بہت سنگین جسارت ہے، ہم تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل اور دیگر فرشتوں کا کلام سمجھ لیں، حیوانات، پہاڑوں، پتھروں اور درختوں کا کلام سمجھ لیں، اللہ سبحانہ کی وحی کو سمجھ لیں اور جنات کا کلام نہ سمجھ سکیں۔ ہم امام رازی کو بہت بڑا مفسر اور محقق گردانتے ہیں، مگر ان کی یہ بات ہم سے ہضم نہیں ہوسکی، اللہ تعالیٰ جل جلالہ ان کی مغفرت فرمائے، زیادہ جواب دینے کے شوق میں امام رازی سے یہ تقصیر ہوگئی۔ دیگر مفسرین نے ان روایات کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اب ہم اس کو پیش کر رہے ہیں۔

☆ **مذکورہ احادیث کے متعلق دیگر مفسرین اور محدثین کی توجیہات:**

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ لیلۃ الجن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا تھا اور یہ قول زیادہ ثابت ہے۔ (۲)

۱۔ تفسیر کبیر، ج ۱۰، ص ۶۶۵ ۲۔ الجامع لاحکام القرآن، جز ۱۹، ص ۶

☆ علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:

یہ آیت اس میں ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ کو جنات کے سننے کا علم اللہ تعالیٰ ﷻ کی وحی سے ہوا اور آپ نے جنات کا مشاہدہ نہیں کیا اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جنات کو دیکھا ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہ واقعہ متعدد بار ہوا ہے۔(۱)

مفسرین کے بعد اب ہم ان روایات کے متعلق محدثین کی تصریحات پیش کر رہے ہیں:

☆ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیثوں میں تعارض ہے، اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ یہ دونوں الگ الگ واقعے ہیں اور ان میں کوئی تعارض اور تنافی نہیں ہے۔(۲)

☆ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی لکھتے ہیں:

علماء نے یہ لکھا ہے کہ یہ دو الگ الگ واقعے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تعلق نبوت کی ابتداء سے ہے، جب جنات آئے اور انہوں نے آپ سے قرآن مجید کی تلاوت سنی اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ''قل اوحی الی الایۃ'' اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کے بہت بعد کے واقعہ کا ذکر ہے، اس وقت اسلام مشہور ہو چکا تھا اور اللہ تعالیٰ ﷻ کو علم ہے کہ اس کے بعد کتنا عرصہ گزر چکا تھا۔ (۳)

☆ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تعلق بعثت کے ابتدائی ایام کے ساتھ ہے اور حضرت ابن مسعود کی حدیث کا تعلق، اس کے بہت بعد کا ہے، کیونکہ اس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا اور وہ ہجرت کے بعد (۷ھ) میں اسلام لائے تھے اور نبی کریم ﷺ کے پاس جنات کے متعدد وفود کا آنا ثابت ہے۔(۴)

☆ انسان کے جسم میں جنات کے تصرف کی بحث:

جنات کے موضوع میں ایک بحث یہ بھی ہے کہ جن انسان کے جسم میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کے اعضاء پر تصرف کرتا ہے اور اس کے ثبوت میں بہت حکایات بیان کی جاتی ہیں۔

☆ انسان کے اعضاء پر جنات کے تصرف کی نفی:

انسان کے جسم میں جن کے حلول اور تصرف پر ایک حدیث سے استدلال:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عطاء بن ابی رباح قال قال لی ابن عباس الا اریك امرأة من اهل الجنة قلت بلی قال هذاه المرأة السوداء اتت النبی ﷺ فقالت انی اصرع وانی اتكشف فادع الله لی قال ان شئت صبرت ولك الجنة وان شئت دعوت الله ان معافيك فقالت اصبر فقالت انی اتكشف فادع الله الا اتكشف فدعا لها (۵)

۱۔ روح المعانی، جز ۱۹، ص ۴۳
۲۔ اکمال المعلم بفوائد مسلم، ج ۲، ص ۳۶۴
۳۔ صحیح مسلم بشرح النواوی، ج ۲، ص ۶۴۴
۴۔ فتح الباری، ج ۹، ص ۶۷۸
۵۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۸۴۴

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس نے کہا کیا میں تم کو ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا کیوں نہیں، انہوں نے کہا یہ حبشی عورت ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی، اس نے کہا مجھ پر مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میرے کپڑے کھل جاتے ہیں، آپ میرے لیے دعا فرمائیے، آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو صبر کرلو اور تم کو جنت مل جائیگی اور اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ تم کو تندرست کردے گا، اس عورت نے کہا میں صبر کرتی ہوں! اس عورت نے کہا میرے کپڑے کھل جاتے ہیں، آپ دعا فرمائیں کہ میرے کپڑے نہ کھلیں، آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔(۱)

انسان کے جسم میں جن کے تصرف اور تسلط پر علامہ ابن قیم نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ بدرالدین عینی اور علامہ قسطلانی نے بھی اس حدیث کے تحت اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے۔

☆ شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

من یصرع من الریح وفسدہ بعضھم باصابۃ الجن واخرون بداء یسی (مرکی) واھل العرف یعبرون: بصرع الجن عن صریح الریح والظاھر ان المراد ھھنا ھو الداء المشھور لاَنَّ المام الجن لایکون الا من عشق، اوایذاء وحینئذ لایلیق تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایاھا علی الصبر۔(۲)

''دم گھٹنے سے بے ہوش ہونا'' بعض لوگوں نے اس کی تفسیر جن کے تسلط سے کی ہے، اور بعض دوسرے اس کی تعبیر مشہور بیماری سے کرتے ہیں جن کو مرگی کہتے ہیں، اور اہل عرف اس کو سانس کی وجہ سے جن کا بے ہوش کرنا کہتے ہیں، اور ظاہر یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد مرگی کی بیماری ہے، کیونکہ انسان پر جن یا اس انسان سے عشق کی وجہ سے چڑھتا ہے یا اس کو ایذاء پہنچانے کے لئے اور اگر اس عورت کا بے ہوش ہونا جن کی وجہ سے ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کو صبر کی تلقین نہ فرماتے۔

تحقیق یہی ہے کہ اس حدیث میں انسان کے جسم پر جن کے تصرف کی کوئی دلیل نہیں ہے، اور جو علماء اس نظریہ کے قائل ہیں ان کی دلیل بھی صرف ان کا مشاہدہ ہے۔

☆ صرع (مرگی) کے معنی کا بیان:

اس حدیث میں صرع کا لفظ آیا ہے جس کا معنی مرگی ہے، علامہ زبیدی صرع کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

صرع ایک مشہور بیماری ہے، جیسا کہ صحاح میں ہے، رئیس (بوعلی سینا) نے کہا ہے کہ صرع نفسانی اعضاء کو اپنے افعال انجام دینے سے روکتی ہے، اس کا سبب ایک رکاوٹ ہے جو دماغ کے بعض اندرونی جھلیوں اور اعصاب محرکہ کے دوران خون میں خلط غلیظ یا چربی کی زیادتی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اس لئے روح اپنے کام کو طبعی طریقہ پر انجام نہیں دے سکتی اور اعضاء میں تشنج (تناؤ) پیدا ہو جاتا ہے، یعنی اعصاب میں زبردست تناؤ کی وجہ سے اینٹھن ہو جاتی ہے، اور جسم اکڑ جاتا ہے۔(۳)

۱۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۱۸ ۲۔ فیض الباری، ج ۴، ص ۳۶۳

۳۔ تاج العروس، ج ۵، ص ۴۱۳

☆ انسان کے جسم پر جن کے تصرف اور تسلط کے متعلق علماء اسلام کے نظریات:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

صرع (مرگی) وہ بیماری ہے جو اعضاء رئیسہ کو اپنا پورا کام کرنے سے روک دیتی ہے، اس کا سبب وہ غلیظ ریح (ہائیڈروجن) ہے جس سے دماغ کے منافذ بند ہو جاتے ہیں، یا وہ زہریلے بخارات (گیسز) ہیں جو اعضا سے دماغ کی طرف چڑھتے ہیں اور کبھی ان بخارات کی وجہ سے تشنج پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسان کھڑا نہیں رہتا بلکہ کھڑے کھڑے گر جاتا ہے اور رطوبت کے گاڑھے ہونے کی وجہ سے اس کے منہ سے جھاگ گرنے لگتے ہیں (جدید طبی تحقیق یہ ہے کہ گیس صرف پیٹ میں ہوتی ہے۔ سعید غفرلہ)

کبھی صرع (مرگی) جن کے سبب سے ہوتی ہے اور اس کا سبب خبیث جن ہوتے ہیں، اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ ان کو بعض انسانی صورتیں اچھی لگتی ہیں، یا ان کو کسی انسان سے اذیت پہنچتی ہے، صرع کا پہلا سبب وہ ہے جو تمام اطباء کے نزدیک ثابت ہے، اور وہ اس کا علاج بیان کرتے ہیں اور صرع کے دوسرے سبب (جن) کا اکثر اطباء انکار کرتے ہیں اور بعض اطباء اس کے قائل ہیں اور اس کا اس کے سوا اور کوئی علاج معلوم نہیں ہے کہ نیک ارواح علویہ ارواح خبیثہ سفلیہ کا مقابلہ کر کے ان کے افعال کو باطل کر دیں، بقراط نے یہ کہا کہ خلاط کے فساد کے سبب سے اگر مرگی ہو تو اس کا علاج ہے اور اگر مرگی جنات کے اثر سے ہو تو اس کا کوئی علاج معلوم نہیں ہے۔ (۱)

علامہ قسطلانی نے بھی اسی عبارت کا خلاصہ بیان کیا ہے اور صرع کے دو سبب بیان کئے ہیں ایک سبب زہریلے بخارات اور دوسرا سبب خبیث جنوں کا اثر ہے۔ (۲)

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

صرع کا سبب یہ ہے کہ دماغ کے منافذ میں ہوا (بخارات) رک جاتی ہے، جو اعضاء رئیسہ کو پورا کام کرنے سے روک دیتی ہے، یا وہ بخارات ہیں جو بعض اعضاء سے دماغ کی طرف چڑھتے ہیں۔ صرع (مرگی) کا سبب یہی زہریلے بخارات ہیں ان کی وجہ سے دماغ کی جھلیوں اور اعصاب محرکہ کے دوران خون میں شدت پیدا ہو جاتی ہے اور رطوبت گاڑھی ہو جاتی ہے اور منہ سے جھاگ آنے لگتے ہیں۔

کبھی صرع کا سبب جن ہوتے ہیں اور یہ خبیث جنوں کے اثر سے ہوتی ہے، شیخ ابوالعباس نے کہا ہے کہ جن کے اثرات سے جو انسان کو مرگی ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جن کو انسان پر شہوت آتی ہے یا وہ اس پر عاشق ہو جاتا ہے، جیسے انسان، انسان پر عاشق ہوتا ہے، کبھی انسان اور جن میں مناکحت ہو جاتی ہے اور ان کی اولاد بھی ہوتی ہے، اور کبھی اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جن کو کسی انسان سے بغض ہوتا ہے اور کبھی اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ کسی انسان سے جن کو ایذاء پہنچتی ہے اور وہ اس کو سزا دینے کے لئے اس پر مرگی طاری کرتا ہے یا اس کو گرا دیتا ہے، ایذاء کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کسی جن پر پیشاب کر دیتا ہے یا اس پر گرم پانی گرا دیتا ہے یا کسی جن کو قتل کر دیتا ہے ہر چند کہ انسان کو یہ پتا نہیں ہوتا کہ وہ یہ ایذاء جن کو پہنچا رہا ہے۔

بعض معتزلہ مثلاً جبائی، ابوبکر رازی، محمد بن زکریا، طبیب اور دوسرے علماء نے مرگی زدہ کے جسم میں جن کے دخول کا انکار کیا اور کہا کہ ایک انسان کے جسم میں دو روحوں کا وجود محال ہے جبکہ وہ جن کے وجود کے قائل ہیں، اور یہ قول خطاء ہے اور امام ابوالحسن اشعری نے مقالات اہل

۱۔ فتح الباری، ج ۱۰، ص ۱۱۴ ۲۔ ارشاد الساری، ج ۸، ص ۳۳۱

السنۃ والجماعۃ میں یہ ذکر کیا ہے کہ جن مصروع (مرگی زدہ انسان) کے جسم میں داخل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ﷻ نے یہ فرمایا ہے:
الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ (۱) جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن) صرف اس طرح کھڑے ہوں گے جس طرح کہ جس کو شیطان (جن) نے چھوکر مخبوط الحواس کر دیا ہو۔

امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبداللہ نے امام احمد سے کہا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جن انسان کے بدن میں داخل نہیں ہوتا، انہوں نے کہا اے بیٹے وہ جھوٹ بولتے ہیں جن انسان کی زبان پر کلام کرتا ہے، امام ابوداؤد نے حضرت ام ابان سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے خدا کے دشمن نکل جا! کیونکہ میں اللہ رسول ہوں اور قاضی عبدالجبار نے کہا کہ جنات کے اجسام ہوا کی طرح ہیں اس لئے ان کا انسان کے بدن میں داخل ہونا ممتنع نہیں ہے جیسا کہ ہوا اور سانس کا انسان کے جسم مین دخول ہوتا ہے۔ (۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حافظ ابن عبدالبر نے استیعاب میں اپنی سند کے ساتھ طاؤس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس مرگی زدہ لوگوں کو لایا جاتا تھا، آپ ان میں سے کسی ایک کے سینہ پر مارتے، تو وہ ٹھیک ہو جاتا، پھر آپ کے پاس ایک مرگی زدہ عورت کو لایا گیا جس کا نام امرزفر تھا، آپ نے اس کے سینہ پر ضرب لگائی وہ ٹھیک نہیں ہوئی۔ (حافظ ابن حجر کہتے ہیں) میری بیان کردہ سند سے یہ بھی مروی ہے کہ ام زفر کو جن کی وجہ سے مرگی ہوئی تھی کسی خلط کی وجہ سے مرگی نہیں ہوئی تھی۔ (۳)

علامہ ابن قیم جوزیہ لکھتے ہیں:

صرع (مرگی) کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ ہے جو اخلاط ردیہ کی وجہ سے ہوتی ہے اس کا علاج اطباء سے ہوتا ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو ارواح خبیثہ (شریر جن) کی وجہ سے ہوتی ہے، آئمہ دین اور عقلاء اس کو مانتے ہیں اور اس کا رد نہیں کرتے اور اس کے علاج کا طریقہ یہ ہے کہ ارواح شریفہ، ارواح خبیثہ شریرہ کا مقابلہ کریں، ان کے اثر کو دور کریں اور ان کے افعال سے معارضہ کر کے ان کو باطل کر دیں، بقراط نے اپنی بعض تصانیف میں اس کی تصریح بھی کی ہے، جو مرگی طبعی سبب سے ہوتی ہے بقراط نے اس کے علاج کے بعض طریقے ذکر کیے ہیں اور یہ کہا ہے کہ جو مرگی ارواح خبیثہ کے اثر کی وجہ سے ہو اس کا کوئی علاج نہیں ہے، البتہ جاہل طبیب اور بے دین لوگ ارواح خبیثہ کے اثر کی وجہ سے مرگی کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرگی زدہ کے بدن میں خبیث روح کا اثر نہیں ہو سکتا، یہ ان لوگوں کی محض جہالت ہے اور واقعہ اور مشاہدہ ان کی تکذیب کرتا ہے۔

ارواح خبیثہ کے اثر سے جو مرگی ہوتی ہے اس کے علاج کے دو طریقے ہیں، ایک طریقہ اس شخص کی جہت سے ہے اور دوسرا طریقہ معالج کی جہت سے ہے، اس شخص کی جہت سے علاج کا طریقہ یہ ہے کہ وہ شخص اپنی روحانی قوت اور صدق نیت سے ان ارواح کے خالق کی طرف متوجہ ہو، اور دل اور زبان کے ساتھ ان ارواح خبیثہ سے اللہ تعالیٰ ﷻ کی پناہ مانگے۔ یہ ایک قسم کی جنگ ہے اور جنگ میں کامیابی کے لیے ہتھیار ضروری ہیں، اور ارواح خبیثہ سے جنگ میں کامیابی کے لیے اس کے دل میں توحید، توکل، تقویٰ اور توجہ الی اللہ کی ضرورت ہے، معالج کی جہت سے جو علاج ہوتا ہے، اس میں یہ بھی ضروری ہے کہ معالج کے دل میں توحید، توکل، تقویٰ اور اللہ کی طرف توجہ ہو اور وہ ان ارواح خبیثہ کے شر سے اللہ کی

۱۔ بقرہ: ۲۷۵ ۲۔ عمدۃ القاری، ج ۲۱، ص ۲۱۴ ۳۔ فتح الباری، ج ۱۰، ص ۱۱۵

پناہ چاہے، بعض معالج صرف یہ کہنے پر اکتفاء کرتے ہیں ''اس سے نکل جا'' یا کہتے ہیں بسم اللہ یا کہتے ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور نبی کریم ﷺ یہ فرماتے تھے ''اے اللہ کے دشمن نکل جا، میں اللہ کا رسول ہوں'' اور میں نے اس کا مشاہدہ کیا ہے کہ ہمارے شیخ مرگی زدہ شخص کے پاس اس آدمی کو بھیجتے تھے جو اس روح سے مخاطب ہوتا تھا، اور یہ کہتا تھا کہ میرے شیخ نے یہ کہا ہے کہ تم اس سے نکل جاؤ تمہارے لیے یہ جائز نہیں، پھر وہ شخص ٹھیک ہو جاتا تھا، اور بعض دفعہ ہمارے شیخ اور اس روح سے خود خطاب کرتے تھے، بعض اوقات وہ روح سرکش ہوتی تھی تو وہ اس روح کو مار کر نکالتے تھے اور وہ شخص ٹھیک ہو جاتا تھا، اور اس شخص کو اس مار کے درد کا احساس نہیں ہوتا تھا، اس قسم کے واقعات کا ہم نے اور دوسروں نے متعدد بار مشاہدہ کیا ہے، بعض اوقات اس شخص کے کان میں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی جاتی تھی:

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثاً وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ (۱) کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے۔

مجھ کو شیخ نے یہ بتایا کہ انہوں نے مرگی زدہ شخص کے کان میں ایک سو مرتبہ یہ آیت پڑھی۔ (جنیہ) نے کہا ہاں! اس نے آواز کو کھینچ کر کہا، شیخ نے کہا میں نے ڈنڈا لے کر اس شخص کی گردن کی رگوں میں مارنا شروع کیا، حتیٰ کہ مار مار کر میرے دونوں ہاتھ تھک گئے اور حاضرین کو یہ یقین ہو گیا کہ اس مار سے یہ شخص مر جائے گا، مار کے دوران اس جنیہ نے کہا مجھے اس شخص سے محبت ہے، میں نے اس سے کہا یہ شخص تم سے محبت نہیں کرتا، اس (جنیہ) نے کہا میں اس کے ساتھ حج کرنا چاہتی ہوں، میں نے کہا وہ تمہارے ساتھ حج کرنا نہیں چاہتا، اس جنیہ نے کہا میں اس شخص کو تمہاری عزت کی وجہ سے چھوڑ رہی ہوں، میں نے کہا نہیں! تم اس کو اللہ تعالیٰ ﷻ اور اس کی رسول ﷺ کی اطاعت کی وجہ سے چھوڑ دو، اس نے کہا میں جا رہی ہوں، پھر وہ مرگی زدہ شخص اٹھ بیٹھا، اس نے دائیں بائیں دیکھ کر کہا مجھے حضرت شیخ کے پاس کون لے کر آیا ہے؟ لوگوں نے اس کو اس مار کے نشان بتائے، اس نے کہا مجھے شیخ نے کس وجہ سے مارا ہے؟ میں نے تو کوئی قصور نہیں کیا، اس شخص کو اس بات کا بالکل شعور نہیں تھا کہ اس کو شیخ نے مارا ہے۔

شیخ آیۃ الکرسی کے ساتھ بھی بکثرت علاج کرتے تھے، وہ کہتے تھے جس شخص پر یہ دورہ پڑا ہے وہ خود اور اس کا معالج بہ کثرت آیت الکرسی پڑھا کرے، اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھے، خلاصہ یہ ہے کہ مرگی کے دوروں کی اس قسم کا وہی شخص انکار کرے گا، جس کے علم، عقل اور معرفت میں کمی ہو۔

☆ ارواح خبیثہ کا ان انسانوں پر تسلط ہوتا ہے جن کے دین میں کمی ہوتی ہے، جن کے دل اور ان کی زبانیں اللہ کے ذکر سے خالی ہوتے ہیں، اور قرآن اور حدیث میں اللہ کی حفاظت اور اس کی پناہ کے جو اوراد اور وظائف ہیں وہ ان سے محروم ہوتے ہیں۔ (یعنی آیۃ الکرسی اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس وغیرہ نہیں پڑھتے اور نہ حدیث میں مذکورہ دعائیں مانگتے ہیں۔)

تب خبیث روح اس شخص پر مسلط ہو جاتی ہے جو حفاظت الہیٰ کے ہتھیاروں سے نہتا ہوتا ہے، بسا اوقات جن اس وقت مسلط ہوتا ہے جب انسان عریاں ہوتا ہے اس وقت وہ اس میں تاثیر کر کے اس پر مسلط ہو جاتا ہے۔ (۲)

۱۔ مؤمنون: ۱۱۵ ۲۔ زاد المعاد، ج ۳، ص ۸۵-۸۴

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

کبھی جنوں کے مس کرنے سے جنون پیدا ہوتا ہے، ماہرین بعض علامات کے ذریعہ اس کو پہچان لیتے ہیں، بعض اجسام میں ایک بدبو داخل ہوتی ہے اور اس کے مناسب ایک خبیث روح اس سے متعلق ہو جاتی ہے اور اس میں مکمل جنون پیدا ہو جاتا ہے، اور بعض اوقات اس کے بخارات اس کے حواس پر غالب ہو کر ان کو معطل کر دیتے ہیں، اور وہ خبیث روح اس کے حواس میں تصرف کرتی ہے اور وہ روح اس کی زبان سے باتیں کرتی ہے اس کے ہاتھوں سے چیزوں کو پکڑتی ہے، دوڑتی، بھاگتی ہے اور اس شخص کو اس کا بالکل شعور نہیں ہوتا، اور یہ امر مشاہد اور محسوس ہے اور اس کا انکار وہی شخص کرے گا جو مکابر ہوگا اور مشاہدات کا انکار کرے گا۔(۱)

جنوں کے احوال اور احکام سے متعلق قاضی بدرالدین محمد شبلی نے ایک جامع کتاب لکھی ہے، آکام المرجان فی غرائب الاخبار واحکام الجان' اس کتاب میں قاضی بدرالدین نے اس مسئلہ سے بھی بحث کی ہے لیکن انہوں نے لکھا ہے کہ انسان کے اعضاء پر جن کے تصرف کرنے سے متعلق شریعت اسلام میں کوئی دلیل نہیں ہے، اس کے اثبات میں نہ اس کی نفی میں۔

قاضی بدرالدین شبلی لکھتے ہیں:

جس شخص پر جنون یا مرگی طاری ہوتی ہے اس سے جو مضطرب حرکات صادر ہوتی ہیں اور اس وقت وہ جو باتیں کرتا ہے ان کا فاعل کون ہے؟ جب جن اس شخص کے جسم میں داخل ہوتا ہے یا اس کو چھوتا ہے اس وقت اس سے مضطرب حرکات اور کلام کا صدور ہوتا ہے، عام لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ جن کا کلام ہے اور وہ جن کی طرف اس کلام کی اضافت کرتے ہیں، ہمارے پاس اس بات کی کوئی دلیل قطعی نہیں ہے کہ جنون یا مرگی زدہ شخص سے جو کلام سنائی دے رہا ہے وہ جن کا کلام ہے یا اس شخص کا اپنا کلام ہے اور بغیر کسی سمعی اور قطعی دلیل کے ان میں سے کسی ایک کی طرف اضافت کرنا جائز نہیں ہے، البتہ امام احمد کا یہ قول ہے کہ جنون یا مرگی زدہ شخص کی زبان پر جن کلام کرتا ہے۔(۲)

ڈاکٹر احمد شرباصی لکھتے ہیں:

عام مسلمان بہ کثرت یہ بات کہتے ہیں کہ فلاں مرد کے جسم یا فلاں عورت کے جسم میں جن رہتا ہے اور یہ بیمار مرد یا بیمار عورت جو باتیں کرتی ہے وہ دراصل جن بولتا ہے، پھر وہ ایسے لوگوں کو لے کر آتے ہیں جن کے متعلق ان کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ وہ ان لوگوں کے جسموں سے جنوں کو نکالنے پر قدرت رکھتے ہیں۔

مریض میں یہ حالت اعصابی تشنج کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اس کا علاج ماہر نفسیات اور ڈاکٹروں کی ہدایات کے مطابق کرنا چاہئے، اور مریض کو صاف ستھری غذا کھلانی چاہیے اور کھلی فضا اور تازہ آب و ہوا میں رکھنا چاہئے۔

قدیم علماء یہ بیان کرتے چلے آئے ہیں کہ اس مرض کی نسبت جن یا شیطان کی طرف کرنا باطل ہے، کیونکہ قرآن مجید نے شیطان سے حکایت کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے:

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّآ أَن دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي (۳) اور میرا تم پر کوئی تسلط نہ تھا مگر یہی کہ میں نے تم کو دعوت دی اور تم نے میری بات مان لی۔

۱۔ روح المعانی، ج ۳، ص ۴۹ ۲۔ آکام المرجان فی غرائب الاخبار واحکام الجان، ص ۱۱۰۔۱۰۹ ۳۔ ابراہیم: ۲۲

عام طور پر جس شخص کو بھی اعصابی تشنج، کوئی نفسیاتی دورہ یا ہسٹریا کا مرض لاحق ہوتا ہے لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ اس میں جن داخل ہو گیا اور اب وہ جن اس مریض کی زبان سے کلام کر رہا ہے اور اس کا علاج وہی شخص کر سکتا ہے جو جن نکالنے پر قادر ہو، یہ غلط خیال ہے، اس قسم کے مریضوں کا معروف طبی اور نفسیاتی طریقہ سے علاج کرانا چاہئے اور اللہ تعالیٰ ﷻ سے حصول شفاء کی دعا کرنی چاہئے۔(۱)

☆ انسان کے جسم میں جن کے دخول اور اس کے تصرف اور تسلط کے متعلق علامہ غلام رسول سعیدی کا موقف:

سنن ابن ماجہ، سنن دارمی، مسند احمد اور معجم طبرانی کی احادیث سے یہ ثابت ہے کہ جن انسان کے جسم میں داخل ہو کر اس کو ایذاء پہنچاتا ہے، اور نبی کریم ﷺ نے انسان کے جسم سے جن کو نکالا، اس لیے ہمیں معتزلہ کی اس رائے سے اتفاق نہیں ہے کہ جن کا انسان کے جسم میں داخل ہونا محال ہے، البتہ غور طلب بات یہ ہی کہ آیا جن انسان کے جسم میں داخل ہو کر اس کے اعضاء پر متصرف اور مسلط ہوتا ہے یا نہیں؟ بایں طور کہ انسان کی زبان سے جن کلام کرے اور اس کے ہاتھ پیروں سے تصرف کرے اور انسان کے حواس اور مشاعر معطل ہو جائیں۔

امام احمد بن حنبل، علامہ ابن قیم حنبلی، حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی، علامہ قسطلانی شافعی، علامہ بدرالدین عینی حنفی اور علامہ آلوسی حنفی انسان کے جسم اور اعضاء پر جن کے تصرف کرنے کے قائل ہیں لیکن ان کے نزدیک کتاب وسنت سے اس پر کوئی دلیل نہیں ہے، ان کے نزدیک اس کی دلیل صرف اور صرف مشاہدہ ہے۔

جنات کا یہ تصرف میرے مشاہدہ میں نہیں آیا، میں صرف اس وجہ سے اس کے خلاف نہیں ہوں کہ یہ میرے مشاہدہ میں نہیں آیا بلکہ میرے نزدیک یہ نظریہ انسان کی ذہنی اور جسمانی آزادی اور اس کے مکلف ہونے کے خلاف ہے، نیز اگر انسان کے جسم اور اعضاء پر خبیث جنات کا تصرف اور تسلط ممکن ہو تو اس سے دو اشکال لازم آئیں گے، اول یہ کہ پھر خبیث اور کافر جنوں کو یہ چاہئے کہ وہ تمام عام مسلمانوں کی زبانوں اور اعضاء پر مسلط ہو کر ان سے کفریہ افعال کا صدور کرالیں اور عام مسلمانوں کا نیک اعمال کرنا اور ایمان پر قائم رہنا نہ صرف مشکل اور دشوار بلکہ ختم ہو جائے۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ جن انسانوں کے ہاتھوں اور زبان سے کوئی کام کرا سکتا ہے تو پھر جو شخص قتل، چوری، راہزنی، ڈاکہ، لوٹ مار اور زنا کے کسی مقدمہ میں ماخوذ ہو وہ یہ کہہ سکتا ہے، میں نے یہ جرم نہیں کیا، مجھے اس کا کوئی ہوش نہیں، کیونکہ جس وقت مجھ سے یہ جرم سرزد ہوا اس وقت میں جن کے زیر اثر تھا، اور پھر اسلام کی حدود وتعزیرات اور ملکی قوانین کا نظام درہم برہم ہو جائے گا، ہم آئے دن اخبارات میں اس قسم کی خبریں پڑھتے رہتے ہیں کہ فلاں عامل نے جن نکالنے کے بہانے فلاں عورت کی عصمت لوٹ لی اور فلاں عامل نے جن نکالنے کے لئے جن کے زیر اثر شخص کو اتنا زدوکوب کیا کہ اس کی موت واقع ہو گئی۔

ہوسکتا ہے کہ میرا نظریہ غلط ہو، لیکن انسانی جسم پر جنوں کے تصرف کے متعلق میں نے جو اشکال قائم کیے ہیں جب تک ان اشکالوں کو اٹھایا نہیں جائے گا یہ مسئلہ منقح اور بے غبار نہیں ہوگا اور اگر عالم اسلام کی یہ اجلہ علماء اس نظریہ کے قائل نہ ہوتے تو میں اس نظریہ کو صراحۃً رد کر دیتا۔(۲)

۱۔ یسئلونک فی الدین والحیاۃ، ج ۱، ص ۶۱۰-۶۰۹

۲۔ شرح صحیح مسلم، ج ۷، ص ۶۴۳-۶۵۰

۱۰۔ خلاصہ:

☆ کسی بھی زمینی یا دیواری سوراخ میں پیشاب کرنے سے احتراز کرنا چاہیے۔

☆ اگر سوراخ بول و براز کے لئے ہی بنایا جائے، تو اس میں پیشاب یا پاخانہ کرنے میں حرج نہیں ہے، موجودہ دور میں بیت الخلا اسی قبیل سے ہیں۔

☆ سوراخ میں موذی جانور، حشرات الارض، جنات اور دیگر اشیاء کے مساکن ہو سکتے ہیں، ان کے نقصان سے بچنے کے لئے بھی پیشاب وغیرہ کرنے سے احتراز کرنا چاہیے۔

☆ پیشاب نہ کرنے سے ایک مقصد ان سوراخوں میں موجود جانوروں، حشرات الارض اور دیگر جانوروں کو تکلیف نہ دینا بھی ہے۔

☆ بعض سوراخوں میں جنات بھی رہائش پذیر ہوتے ہیں، ان کے ضرر سے بچنے کے لیے سوراخ میں پیشاب کرنے سے احتراز کرنا چاہیے، جیسا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ انصاری کے قتل کا واقعہ ہے۔

☆ جنات کی مخلوق ایک حقیقت ہے۔

☆ تنگ سوراخ ہونے کی صورت میں پیشاب کے چھینٹے کپڑوں اور بدن پر پڑنے کا احتمال ہوتا ہے، اس لئے بھی سوراخ میں پیشاب کرنا منع ہے۔

۳۱۔ باب النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا منع ہے

اس باب میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت کا بیان کیا ہے۔ کیونکہ اس سے پانی استعمال کرنے والوں کے لئے مشکل پیدا ہوتی ہے، اگر اس پانی کو استعمال کیا جاتا ہے، تو پیشاب ملا ہونے کی وجہ سے حرام ہوگا، اور اگر استعمال چھوڑا جائے، تو متبادل پانی کا انتظام کرنا پڑے گا، دونوں صورتوں میں انسانیت کے لئے تکلیف ہے، اس سے پہلے باب میں سوراخ میں پیشاب نہ کرنے کا بیان تھا۔

۳۵۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ: نَهَى عَنِ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع شدہ پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۱۔ اطراف:

مسلم: ۲۸۱، ابن ماجہ: ۳۴۳، احمد: ۱۴۷۸۳، السنن الکبریٰ: ۳۵

۲۔ مطابقت:

حدیث کی باب سے مطابقت واضح ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چار راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔قتیبۃ: راجع:۱

۲۔اللیث:

آپ کا نام ابوالحارث لیث بن سعد بن عبدالرحمن فہمی مصری (م:۱۷۵ھ) ہے، آپ مشہور امام، فقیہہ، ثقہ، ثابت، کثیر الحدیث، کثیر العلم راوی ہیں، آپ کی ثقاہت، فقاہت، عدالت، سیادت اور تقویٰ وفتویٰ پر اہل علم متفق ہیں۔ آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ہیں، آپ کی تاریخ پیدائش ۹۴ھ ہے۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۳۔ابوالزبیر:

آپ کا نام ابوزبیر محمد بن مسلم بن تدرس اسدی مکی (م:۱۲۶ھ) ہے، آپ رواۃ کے چوتھے طبقہ سے ثقہ، صدوق، مدلس راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۴۔جابر:

آپ کا نام ابوعبداللہ جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری خزرجی سلمی مدنی (م:۷۸ھ) ہے۔ آپ مشہور صحابی ابن صحابی رسول ﷺ ہیں۔ آپ سات مکثرین صحابہ میں سے ہیں، آپ سے ایک ہزار پانچ سو چالیس (۱۵۴۰) احادیث مروی ہیں، جن میں سے اٹھاون متفق علیہ، چھبیس میں امام بخاری منفرد اور ایک سو چھبیس میں امام مسلم منفرد ہیں، آپ بیعت عقبہ میں شریک ہوئے اور انیس غزوات نبوی میں شریک ہوئے، حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے لیلۃ البعیر کو پچیس دفعہ دعائے بخشش فرمائی، آپ نے چورانوے سال کی طویل عمر پائی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔(۳)

۴۔حکم روایت

:اس حدیث کو امام مسلم اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے، اس حدیث کے شواہد دوسری احادیث صحیحہ میں موجود ہیں۔

۵۔خصوصیات سند:

☆ یہ حدیث رباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ رباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ ترین سند ہے۔

☆ رباعیات کے اعتبار سے یہ چوتھی (۴) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے چاروں راوی مختلف علاقوں کے رہنے والے ہیں، حضرت قتیبہ بلخی، حضرت لیث مصری، حضرت ابوالزبیر مکی اور حضرت جابر مدنی راوی ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا اور حدثنا ایک ایک دفعہ، جبکہ عن عن دو دفعہ استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ i۔تاریخ الدارمی، ص۲۰۷ ii۔طبقات ابن سعد، ج۷، ص۵۱۷

۲۔ i۔تھذیب الکمال، ج۲۶، رقم ۴۰۹ ii۔الثقات، ج۵، ص۳۵۱

۳۔ i۔اسد الغابۃ، ج۱، ص۲۵۶ ii۔الاصابۃ، ج۲، ص۲۱۲

۶۔لغات:

الماء الراکد: ٹھہرا ہوا پانی، کھڑا ہونے والا پانی

۷۔مسائل ونصائح:

☆ اس بارے میں دیگر احادیث بھی ہیں، جیسا کہ امام مسلم اور ترمذی روایت کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ مِنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ہرگز ٹھہرے ہوئے (ساکن) پانی میں پیشاب نہ کرے پھر اس میں غسل کرنے لگے۔

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ :هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا -وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا تَبُلْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِي لَا يَجْرِي ثُمَّ تَغْتَسِلُ مِنْهُ(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو پانی جاری نہ ہو، اور ٹھہرا ہوا اس میں کوئی پیشاب نہ کرے، اور پھر اس کے بعد اس میں غسل کرنا شروع کردے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ مِنْهُ (۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ہرگز ٹھہرے ہوئے (ساکن) پانی میں پیشاب نہ کرے پھر اس میں وضو کرنے لگے۔

☆ علامہ بدرالدین عینی حنفی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے، کہ جمع شدہ پانی جو کسی بڑے تالاب کے برابر نہ ہو، جب اس میں نجاست گر جائے، تو اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے، خواہ وہ پانی قلیل ہو یا کثیر، اور یہ کہ قلتین (دو گھڑے) کی مقدار حامل نجاست ہوتی ہے، کیونکہ یہ حدیث مطلق ہے اور یہ اپنے اطلاق سے قلیل، کثیر، قلتین اور اس سے زیادہ کو شامل ہے، اور اگر ہم یہ کہیں کہ قلتین کی مقدار حامل نجاست نہیں ہوتی، تو اس ممانعت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، علاوہ ازیں یہ حدیث قلتین کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: کہ ہماری دلیل حدیث قلتین اور بئر بضاعہ کی حدیث ہے، اور یہ دونوں حدیثیں احناف کے مذاہب کے خلاف نص صریح ہیں، میں کہتا ہوں کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ یہ دونوں حدیثیں ہمارے مذاہب کے خلاف ہیں، رہی حدیث قلتین تو ہر چند کہ بعض محدثین نے اس کو صحیح کہا ہے، لیکن وہ متنازعہ سنداً مضطرب ہے، اور قلۃ (گھڑا) فی نفسہ مجہولۃ المقدار ہے، اور جو حدیث بلا اتفاق صحیح ہو، اس پر عمل کرنا زیادہ قریب اور زیادہ قوی ہے، اور رہی بئر بضاعۃ کی حدیث، تو ہم بھی اس پر عمل کرتے ہیں، کیونکہ اس کنویں کا پانی جاری تھا۔ اگر وہ یہ کہیں کہ تمہاری حدیث ہر قسم کے پانی کو شامل اور عام ہے، اور ہماری حدیث قلتین کے ساتھ خاص ہے، اور خاص کا عام پر مقدم ہونا متعین ہے، بلکہ تمہارے لئے بھی اس حدیث کی تخصیص کرنا ضروری ہے، کیونکہ تم کثیر پانی اس کو کہتے ہو جو دہ در دہ سے زائد ہو، اور جب تخصیص کرنا ضروری ہے، تو رائے کی بہ نسبت حدیث سے تخصیص کرنا اولیٰ ہے۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں: کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ خاص کو عام پر مقدم کرنا متعین ہے، بلکہ

۱۔ مسلم: ۶۵۶۔۶۵۷ ۲۔ ترمذی: ۶۸

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ عمل میں عام خاص پر مقدم ہے، کیونکہ ایک حدیث میں ہے ''زمین سے جو بھی پیداوار حاصل ہو، اس میں عشر ہے، یہ حدیث عام ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ اس خاص حدیث پر مقدم ہے، کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے، باقی رہا یہ کہنا: کہ حدیث سے تخصیص کرنا رائے سے تخصیص کرنے سے اولیٰ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے: کہ یہ درست ہے بہ شرطیکہ وہ حدیث اجماع کی مخالف نہ ہو، اور قلتین کی حدیث خبر واحد ہے، اور اجماع صحابہ کے مخالف ہے، کیونکہ چاہ زمزم میں ایک حبشی گر گیا، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے یہ فتویٰ دیا کہ کنویں کا تمام پانی نکال دیا جائے، حالانکہ اس حبشی کا پانی میں کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا تھا اور کنویں کا پانی قلتین سے زیادہ تھا، اور اس فتویٰ کا صحابہ میں سے کسی نے انکار نہیں کیا، اس لئے یہ اجماع ہو گیا، اور پھر واحد جب اجماع کے مخالف ہو تو مقبول نہیں ہوتی، اور حضرت علی بن مدینی رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، اور ان کا قول حجت ہے، اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: کہ پانی کے اندازہ کے متعلق فریقین میں سے کسی کی حدیث بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، صاحب بدائع نے کہا ہے: کہ اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے دلائل سمعیہ کو چھوڑ کر دلائل حسیہ کی طرف رجوع کیا ہے۔

☆ جمع شدہ پانی کے متعلق باب مذکور کی یہ حدیث عام ہے، اور اس میں سب کا اتفاق ہے کہ اس کی تخصیص ضروری ہے، اس لئے پانی سے مراد وہ بڑا تالاب ہے، جس کی ایک طرف کو حرکت دی جائے، تو اس کی دوسری طرف حرکت نہیں کرتی (اور وہ دہ دردہ ہے)، یا اس کی تخصیص قلتین سے ہوگی، جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے، یا اس کی تخصیص ان عمومی دلائل سے ہوگی، جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جب تک پانی کے تین اوصاف میں سے کوئی وصف نجاست سے متغیر نہ ہو، وہ پانی پاک ہے، جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔(۱)

☆ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کیا جائے، تو وہ نجاست بھی پانی کے ساتھ رکی رہے گی، اس سے تعفن اور بدبو پیدا ہوگی، زیادہ آدمیوں کے پیشاب کرنے سے پانی کا رنگ، بو اور ذائقہ بھی بدل سکتا ہے، جس سے پانی پلید ہو جائے گا اور قابل استعمال نہ رہے گا۔ جاری پانی میں یہ خدشات نہیں، لہٰذا انتہائی مجبوری کے وقت جاری پانی میں پیشاب کیا جا سکتا ہے۔(۲)

☆ جس پانی سے وضو جائز ہے، اس سے غسل بھی جائز اور جس سے وضو نا جائز، اس سے غسل بھی نا جائز ہے۔

☆ مینہ، ندی، نالے، چشمے، سمندر، دریا، کنوئیں اور برف، اولے کے پانی سے وضو جائز ہے۔(۳)

☆ جس پانی میں کوئی چیز مل گئی کہ بول چال میں اسے پانی نہ کہیں، بلکہ اس کا کوئی اور نام ہو گیا، جیسے شربت، یا پانی میں کوئی ایسی چیز ڈال کر پکائیں، جس سے مقصود میل کا ٹانا نہ ہو، جیسے شوربا، چائے، گلاب یا اور عرق، اس سے وضو غسل جائز نہیں۔(۴)

☆ اگر ایسی چیز ملائیں یا ملا کر پکائیں، جس سے مقصود میل کاٹنا ہو، جیسے صابون یا بیری کے پتے، تو وضو جائز ہے، جب تک اس کی رقت زائل نہ کر دے، اور اگر ستو کی مثل گاڑھا ہو گیا، تو وضو جائز نہیں۔(۵)

☆ اگر پانی میں کوئی پاک چیز ملی، جس سے رنگ یا بو یا مزے میں فرق آ گیا، مگر اس کا پتلا پن نہ گیا، جیسے ریتا، چونا یا تھوڑی زعفران تو وضو جائز ہے، اور جو زعفران کا رنگ اتنا آ جائے، کہ کپڑا رنگنے کے قابل ہو جائے، تو وضو جائز نہیں۔ یوں پڑیا کا رنگ اور اگر اتنا دودھ مل گیا، کہ دودھ کا رنگ غالب نہ ہوا، تو وضو جائز ہے، ورنہ نہیں۔

۱۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۱۶۹۔۱۶۸
۲۔ سنن نسائی (خلاصہ)، ج ۱، ص ۱۱۱
۳۔ ردالمحتار، ج ۱، ص ۳۰۷
۴۔ ایضاً، ج ۱، ص ۳۶۰
۵۔ ایضاً، ص ۳۸۰

☆ غالب مغلوب کی پہچان یہ ہے کہ جب تک یہ کہیں کہ پانی ہے، جس میں کچھ دودھ مل گیا، تو وضو جائز ہے، اور جب اسے لسی کہیں تو وضو جائز نہیں، اور اگر پتے گرنے یا پرانے ہونے کے سبب بدلے، تو کچھ حرج نہیں، مگر جب کہ پتے اسے گاڑھا کر دیں۔(۱)

☆ بہتا پانی کہ اس میں تنکا ڈال دیں، تو بہالے جائے، پاک اور پاک کرنے والا ہے، نجاست پڑنے سے ناپاک نہ ہوگا، جب تک وہ نجس اس کے رنگ یا بو یا مزے کو نہ بدل دے، اگر نجس چیز سے رنگ یا بو یا مزہ بدل گیا، تو ناپاک ہوگیا، اب یہ اس وقت پاک ہوگا، کہ نجاست تہ نشین ہوکر اس کے اوصاف ٹھیک ہو جائیں، یا پاک پانی اتنا ملے کہ نجاست کو بہالے جائے، یا پانی کے رنگ، مزہ بو ٹھیک ہو جائیں، اور اگر پاک چیز نے رنگ، مزہ، بو کو بدل دیا، تو وضو غسل اس سے جائز ہے، جب تک چیز دیگر نہ ہو جائے۔(۲)

☆ مردہ جانور نہر کی چوڑائی میں پڑا ہے، اور اس کے اوپر سے پانی بہتا ہے، تو عام ازیں کہ جتنا پانی اس سے مل کر بہتا ہے، اس سے کم ہے، جو اس کے اوپر سے بہتا ہے، یا زائد ہے یا برابر، مطلقاً ہر جگہ سے وضو جائز ہے، یہاں تک کہ موقع نجاست سے بھی جب تک نجاست کے سبب کسی وصف میں تغیر نہ آئے یہی صحیح ہے(۲)، اور اسی پر اعتماد ہے۔(۳)

☆ چھت کے پرنالے سے مینھ کا پانی گرے، وہ پاک ہے، اگر چہ چھت پر جا بجا نجاست پڑی ہو، اگر چہ نجاست پرنالے کے مونھ پر ہو، اگر چہ نجاست سے مل کر جو پانی گرتا ہو، وہ نصف سے کم یا برابر یا زیادہ ہو، جب تک نجاست سے پانی کے کسی وصف میں تغیر نہ آئے، یہی صحیح ہے۔ اور اسی پر اعتماد ہے، اور اگر مینھ رک گیا اور پانی کا بہنا موقوف ہوگیا، تو اب وہ ٹھہرا ہوا پانی اور جو چھت سے ٹپکے نجس ہے۔(۴)

☆ یو ہیں نالیوں سے برسات کا بہتا پانی پاک ہے، جب تک نجاست کا رنگ یا بو یا مزہ، اس میں ظاہر نہ ہو، رہا اس سے وضو کرنا، اگر اس پانی میں نجاست مرئیہ کے اجزا ایسے بہتے جارہے ہوں، کہ جو چلو لیا جائے گا، اس میں ایک آدھ ذرہ اس کا بھی ضرور ہوگا، جب تو ہاتھ میں لیتے ہی ناپاک ہوگیا، وضو اس سے حرام، ورنہ جائز ہے، اور بچنا بہتر ہے۔(۵)

☆ نالی کا پانی کہ بعد بارش کے ٹھہر گیا، اگر اس میں نجاست کے اجزا محسوس ہوں، یا اس کا رنگ و بو محسوس ہو، تو ناپاک ہے، ورنہ پاک۔(۶)

☆ دس ہاتھ لمبا، دس ہاتھ چوڑا، جو حوض ہو، اسے دہ در دہ اور بڑا حوض کہتے ہیں۔ یو ہیں بیس ہاتھ لمبا، پانچ ہاتھ چوڑا، یا پچیس ہاتھ لمبا، چار ہاتھ چوڑا، غرض کل لمبائی چوڑائی سو ہاتھ ہو(۱)، اور اگر گول ہو تو اس کی گولائی تقریباً ساڑھے پینتیس ہاتھ ہو، اور سو ہاتھ لمبائی نہ ہو تو چھوٹا حوض ہے اور اس کے پانی کو تھوڑا کہیں گے، اگر چہ کتنا ہی گہرا ہو۔(۷)

☆ حوض کے بڑے چھوٹے ہونے میں خود اس حوض کی پیمائش کا اعتبار نہیں، بلکہ اس میں جو پانی ہے، اس کی بالائی سطح دیکھی جائے گی، تو اگر حوض بڑا ہے مگر اب پانی کم ہوکر دہ در دہ نہ رہا، تو وہ اس حالت میں بڑا حوض نہیں کہا جائے گا، نیز حوض اسی کو نہیں کہیں گے جو مسجدوں، عیدگاہوں میں بنالئے جاتے ہیں، بلکہ ہر وہ گڑھا جس کی پیمائش سو(۱۰۰) ہاتھ ہے، بڑا حوض ہے، اور اس سے کم ہے تو چھوٹا۔(۸)

☆ دہ در دہ(۳) حوض میں صرف اتنا ذل درکار ہے، کہ اتنی مساحت میں زمین کہیں سے کھلی نہ ہو، اور یہ جو بہت کتابوں میں فرمایا: ہے کہ لپ یا چلو میں پانی لینے سے زمین نہ کھلے، اس کی حاجت اس کے کثیر رہنے کے لئے ہے، کہ وقت استعمال اگر پانی اٹھانے سے زمین کھل گئی، تو اس

۱۔ در المختار، ص ۳۶۹ ۔ ۲۔ ایضاً، ج ۱، ص ۳۷ ۔ ۳۔ رد المختار، ج ۱، ص ۳۷۲
۴۔ الفتاوی الھندیۃ، ج ۱، ص ۱۷ ۔ ۵۔ الفتاوی الرضویۃ، ج ۲، ص ۳۸ ۔ ۶۔ ایضاً
۷۔ ایضاً، ص ۴۷۲۔۳۸۷ ۔ ۸۔ الدر المختار، ج ۱، ص ۳۸۷

وقت پانی سو ہاتھ کی مساحت میں نہ رہا، ایسے حوض کا پانی بہتے پانی کے حکم میں ہے، نجاست پڑنے سے ناپاک نہ ہوگا، جب تک نجاست سے رنگ یا بو یا مزہ نہ بدلے، اور ایسا حوض اگر چہ نجاست پڑنے سے نجس نہ ہوگا، مگر قصداً اس میں نجاست ڈالنا منع ہے۔(۱)

☆ بڑے حوض کے نجس نہ ہونے کی یہ شرط ہے، کہ اس کا پانی متصل ہو، تو ایسے حوض میں اگر لٹھے یا کڑیاں گاڑی گئی ہوں، تو ان لٹھوں کڑیوں کے علاوہ باقی جگہ اگر سو ہاتھ ہے، تو بڑا ہے، ورنہ نہیں، البتہ پتلی پتلی چیزیں جیسے گھاس، نرکل، کھیتی، اس کے اتصال کو مانع نہیں۔(۲)

☆ بڑے حوض میں ایسی نجاست پڑی کہ دکھائی نہ دے جیسے شراب، پیشاب، تو اس کی ہر جانب سے وضو جائز ہے، اور اگر دیکھنے میں آتی ہو جیسے پاخانہ، یا کوئی مرا ہوا جانور، تو جس طرف وہ نجاست ہو، اس طرف وضو نہ کرنا بہتر ہے، دوسری طرف وضو کرے۔(۳)

☆ جو نجاست دکھائی دیتی ہے اس کو مرئیہ اور جو نہیں دکھائی دیتی اسے غیر مرئیہ کہتے ہیں۔(۴)

☆ ایسے حوض پر اگر بہت سے لوگ جمع ہو کر وضو کریں، تو بھی کچھ حرج نہیں، اگر چہ وضو کا پانی اس میں گرتا ہو، ہاں اس میں کلی کرنا یا ناک سنکنا، نہ چاہیے کہ نظافت کے خلاف ہے۔(۵)

☆ تالاب یا بڑا حوض اوپر سے جم گیا، مگر برف کے نیچے پانی کی لمبائی چوڑائی متصل بقدر دہ در دہ ہے، اور سوراخ کر کے اس سے وضو کیا جائز ہے، اگر چہ اس میں نجاست پڑ جائے، اور اگر متصل دہ در دہ نہیں، اور اس میں نجاست پڑی تو ناپاک ہے، پھر اگر نجاست پڑنے سے پہلے اس میں سوراخ کر دیا، اور اس سے پانی ابل پڑا تو اگر بقدر دہ در دہ پھیل گیا، تو اب نجاست پڑنے سے بھی پاک رہے گا۔(۶)

☆ اگر تالاب خشک میں نجاست پڑی ہو، اور مینھ برسا، اور اس میں بہتا ہوا پانی پاک اس قدر آیا، کہ بہاؤ رکنے سے پہلے دہ در دہ ہو گیا، تو وہ پانی پاک ہے، اور اگر اس مینھ سے دہ در دہ سے کم رہا، دوبارہ بارش سے دہ در دہ ہوا تو سب نجس ہے۔ ہاں اگر وہ بھر کر بہ جائے، تو پاک ہو گیا، اگر چہ ہاتھ دو ہاتھ بہا ہو۔(۷)

☆ دہ در دہ پانی میں نجاست پڑی، پھر اس کا پانی دہ در دہ سے کم ہو گیا، تو وہ اب بھی پاک ہے(۸)، ہاں! اگر وہ نجاست اب بھی اس میں باقی ہو، اور دکھائی دیتی ہو، تو اب ناپاک ہو گیا، اب جب تک بھر کر بہ نہ جائے، پاک نہ ہوگا۔

☆ چھوٹا حوض ناپاک ہو گیا، پھر اس کا پانی پھیل کر دہ در دہ ہو گیا، تو اب بھی ناپاک ہے، مگر پاک پانی اگر اسے بہا دے، تو پاک ہو جائے گا۔(۹)

☆ کوئی حوض ایسا ہے کہ اوپر سے تنگ اور نیچے سے کشادہ ہے، یعنی اوپر دہ در دہ نہیں اور نیچے دہ در دہ یا زیادہ ہے، اگر ایسا حوض لبریز ہوا اور نجاست پڑے تو ناپاک ہے، پھر اس کا پانی گھٹ گیا، اور وہ دہ در دہ ہو گیا، تو پاک ہو گیا۔(۱۰)

۱۔ الفتاوی الرضویۃ، ج۲، ص۲۷۴ ۲۔ خلاصۃ الفتاوی، ج۱، ص۴ ۳۔ ردالمحتار، ج۱، ص۳۷۰

۴۔ بہار شریعت، ج۱، ص۳۳۲ ۵۔ منیۃ المصلی، ص۶۷ ۶۔ ردالمحتار، ج۱، ص۳۸۰

۷۔ الفتاوی الرضویۃ، ج۲، ص۲۷۲ ۸۔ الفتاوی الھندیۃ، ج۱، ص۱۹ ۹۔ ایضاً، ج۱، ص۱۹۔۱۸

۱۰۔ ایضاً، ج۱، ص۱۹

☆ حقہ کا پانی پاک ہے (کہ پانی پاک ہے جب تک اس کو نجاست سے ملاقات نہ ہو نجس نہیں ہو سکتا، اور یہاں کونسی نجس شے ہے، جس کی ملاقات سے یہ پانی نجس ہوگا۔) اگرچہ اس کے رنگ، و بو، و مزے میں تغیر آجائے، اس سے وضو جائز ہے۔ بقدر (مثلاً سارا وضو کر لیا، ایک پاؤں کا دھونا باقی ہے، کہ پانی ختم ہوگیا، اور حقہ میں پانی اتنا موجود ہے، کہ اس پاؤں کو دھو سکتا ہے، تو اسے تیمم جائز نہیں، مگر وضو کرنے کے بعد اگر اعضا میں بو آگئی، تو جب تک بو جاتی نہ رہے، مسجد میں جانا منع ہے، اور وقت میں گنجائش ہو تو اتنا وقفہ کر کے نماز پڑھے، کہ بو اڑ جائے، اور اس سے وضو کرنے کا حکم اس وقت دیا گیا، کہ دوسرا پانی نہ ہو، بلا ضرورت اس سے وضو نہ چاہیے۔) کفایت اس کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں۔ (۱)

☆ جو پانی وضو یا غسل کرنے میں بدن سے گرا، وہ پاک ہے، مگر اس سے وضو اور غسل جائز نہیں۔ یوہیں اگر بے وضو شخص کا ہاتھ یا انگلی یا پورا یا ناخن یا بدن کا کوئی ٹکڑا، جو وضو میں دھویا جاتا ہو، بقصد یا بلا قصد دہ در دہ سے کم پانی میں بے دھوئے ہوئے پڑ جائے، تو وہ پانی وضو اور غسل کے لائق نہ رہا۔ اسی طرح جس شخص پر نہانا فرض ہے، اس کے جسم کا کوئی بے دھلا ہوا حصہ پانی سے چھو جائے، تو وہ پانی وضو اور غسل کے کام کا نہ رہا۔ اگر دھلا ہوا ہاتھ یا بدن کا کوئی حصہ پڑ جائے تو حرج نہیں۔ (۲)

☆ اگر ہاتھ دھلا ہوا ہے مگر پھر دھونے کی نیت سے ڈالا، اور یہ دھونا ثواب کا کام ہو، جیسے کھانے کے لئے یا وضو کے لئے، تو یہ پانی مستعمل ہوگیا، یعنی وضو کے کام کا نہ رہا، اور اس کو پینا بھی مکروہ ہے۔

☆ اگر بضرورت ہاتھ پانی میں ڈالا جیسے پانی بڑے برتن میں ہے، کہ اسے جھکا نہیں سکتا، نہ کوئی چھوٹا برتن ہے، کہ اس سے نکالے تو ایسی صورت میں بقدر ضرورت ہاتھ پانی میں ڈال کر اس سے پانی نکالے، یا کنوئیں میں رسی ڈول گر گیا، اور بے گھسے نہیں نکل سکتا، اور پانی بھی نہیں کہ ہاتھ پاؤں دھو کر گھسے، تو اس صورت میں اگر پاؤں ڈال کر ڈول رسی نکالے گا، مستعمل نہ ہوگا، ان مسئلوں سے بہت کم لوگ واقف ہیں، خیال رکھنا چاہیے۔ (۳)

☆ مستعمل پانی اگر اچھے پانی میں مل جائے مثلاً وضو یا غسل کرتے وقت قطرے لوٹے یا گھڑے میں ٹپکے، تو اگر اچھا پانی زیادہ ہے تو یہ وضو اور غسل کے کام کا ہے، ورنہ سب بے کار ہوگیا۔ (۴)

☆ پانی میں ہاتھ پڑ گیا، یا اور کسی طرح مستعمل ہوگیا، اور یہ چاہیں کہ یہ کام کا ہو جائے، تو اچھا پانی اس سے زیادہ اس میں ملا دیں، نیز اس کا یہ طریقہ بھی ہے کہ اس میں ایک طرف سے پانی ڈالیں، کہ دوسری طرف سے بہ جائے، سب کام کا ہو جائے گا۔ یوہیں ناپاک پانی کو بھی پاک کر سکتے ہیں۔ (۲) یوہیں ہر بہتی ہوئی چیز اپنی جنس یا پانی سے ابال دینے سے پاک ہو جائے گی۔ (۵)

☆ کسی درخت یا پھل کے نچوڑے ہوئے پانی سے وضو جائز نہیں، جیسے کیلے کا پانی، انگور اور انار اور تربوز کا پانی اور گنے کا رس۔ (۶)

☆ جو پانی گرم ملک میں گرم موسم میں سونے چاندی کے سوا کسی اور دھات کے برتن میں دھوپ میں گرم ہوگیا، تو جب تک گرم ہے اس سے وضو اور غسل نہ چاہیے، نہ اس کو پینا چاہیے، بلکہ بدن کو کسی طرح پہنچنا نہ چاہیے، یہاں تک کہ اگر اس سے کپڑا بھیگ جائے تو جب تک ٹھنڈا نہ ہو لے اس کے پہننے سے بچیں، کہ اس پانی کے استعمال میں اندیشہ برص ہے، پھر بھی اگر وضو یا غسل کر لیا تو ہو جائے گا۔ (۷)

۱۔ الفتاوی رضویۃ، ج ۲، ص ۳۲ ۲۔ ایضاً، ص ۴۳ ۳۔ ایضاً، ص ۱۱۷
۴۔ ایضاً، ص ۴۲ ۵۔ ایضاً، ص ۱۲ ۶۔ در المختار، ج ۱، ص ۳۰۹
۷۔ الفتاوی الرضویۃ، ج ۲، ص ۶۴ ۴

☆ چھوٹے چھوٹے گڑھوں میں پانی ہے، اور اس میں نجاست پڑنا معلوم نہیں، تو اس سے وضو جائز ہے۔ (۱)

☆ کافر کی خبر کہ یہ پانی پاک ہے یا ناپاک مانی نہ جائے گی، دونوں صورتوں میں پاک رہے گا، کہ یہ اس کی اصلی حالت ہے۔ (۲)

☆ نابالغ کا بھرا ہوا پانی کہ شرعاً اس کی ملک ہو جائے، اسے پینا یا وضو یا غسل یا کسی کام میں لانا، اس کے ماں باپ یا جس کا وہ نوکر ہے، اس کے سوا کسی کو جائز نہیں، اگرچہ وہ اجازت بھی دے دے، اگر وضو کرلیا تو وضو ہو جائے گا، اور گنہگار ہوگا، یہاں معلمین کو سبق لینا چاہیے کہ اکثر وہ نابالغ بچوں سے پانی بھروا کر اپنے کام میں لایا کرتے ہیں۔ اسی طرح بالغ کا بھرا ہوا پانی بغیر اجازت صرف کرنا بھی حرام ہے۔ (۳)

☆ نجاست نے پانی کا مزہ، بو، رنگ بدل دیا، تو اس کو اپنے استعمال میں بھی لانا ناجائز اور جانوروں کو پلانا بھی، گارے وغیرہ کے کام میں لا سکتے ہیں، مگر اس گارے مٹی کو مسجد کی دیوار وغیرہ میں صرف کرنا جائز نہیں۔ (۴)

۸۔ خلاصہ:

☆ ٹھہرے ہوئے اور جمع شدہ پانی میں پیشاب نہیں کرنا چاہیے، اسی طرح دیگر غلاظتوں سے بھی پانی کو بچانا چاہیے۔

☆ اولیٰ یہی ہے کہ جاری شدہ پانی میں بھی بول و براز نہیں کرنا چاہیے۔ اور نہ ہی دیگر غلاظتیں گرانی چاہیے۔

☆ ٹھہرے ہوئے پانی میں نجاست گرنے پر ناپاکی کے حکم کے لئے فقہاء اسلام کے تین اقوال ہیں:

۱۔ احناف کا مسلک ہے: کہ وہ جمع شدہ پانی دس ضرب دس (دہ در دہ) ہاتھ ہو، اگر دس ضرب دس ہاتھ کے برابر یا اس سے بڑا تالاب ہے، وہ جاری پانی کے حکم میں ہے اور وہ ناپاک نہ ہوگا۔

۲۔ حنابلہ اور شوافع کا مسلک یہ ہے: کہ وہ پانی دو گھڑے (قلتین) کی مقدار سے کم ہوگا، تو ناپاک ہوگا، اگر قلتین کے برابر یا اس سے زائد ہے، تو ناپاک نہ ہوگا

۳۔ مالکیہ کا مسلک یہ ہے: کہ نجاست گرنے سے اگر پانی کے تین اوصاف (رنگ و بو، ذائقہ) میں سے کوئی ایک وصف تبدیل ہو جائے تو اس پر ناپاکی کا حکم آئے گا، ورنہ ناپاکی کا حکم نہیں آئے گا۔

۱۔ الفتاوی الھندیۃ، ج ۵، ص ۳۰۸ ۲۔ ایضاً، ج ۵، ص ۳۰۸

۳۔ الفتاوی الرضویۃ، ج ۲، ص ۵۸۷ ۴۔ الفتاوی الھندیۃ، ج ۱، ص ۳۰۸۔۳۰۹

۳۲۔ باب کَرَاهِیَةِ الْبَوْلِ فِیْ الْمُسْتَحَمِّ غسل خانے میں پیشاب کرنے کی ممانعت

اس باب میں غسل کرنے کی جگہ پر پیشاب کرنے کی ممانعت کا بیان ہے، آپ ﷺ نے اس کی وجہ اور علت وسوسوں کا پیدا ہونا فرمایا ہے، یعنی اس سے نفسیاتی بیماری لگنے کا خدشہ ہوتا ہے، اس سے پہلے باب میں کھڑے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرنے کا بیان تھا۔

۳۶۔ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَنْبَأَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي مُسْتَحَمِّهِ فَإِنَّ عَامَّةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص غسل کی جگہ پیشاب نہ کرے، کیونکہ اکثر وسوسے اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔

۱۔ اطراف:

ابوداود:۲۱، ترمذی:۲۱، ابن ماجہ:۳۰۴، احمد:۲۰۵۹۲، ابن حبان:۱۲۵۵، حاکم:۱۸۵، المجموع، ج۲، ص۹۱، السنن الکبریٰ:۳۶، التاریخ الکبیر (بخاری)، ج۱، ص۴۲۹، عبدالرزاق:۹۷۸، سنن بیہقی: ج۱، ص۹۸، ابن ابی شیبہ، ج۱، ص۱۱۲

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کا پہلا جز باب کے عنوان سے مطابقت رکھتا ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ علی بن حجر: راجع:۱۳

۲۔ ابن المبارک:

آپ کا نام ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مبارک بن واضح حنظلی مروزی (م:۱۸۱ھ) ہے، آپ رواۃ کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ، ثابت، فقیہ راوی ہیں، آپ شیخ الاسلام اور آئمۃ الحدیث میں سے ہیں، آپ کی فقاہت، ثقاہت، عدالت، تقویٰ اور علم پر اہل علم متفق ہیں۔ آپ نے چار ہزار شیوخ سے استفادہ علم کیا۔ آپ نے تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی، آپ کی پیدائش ۱۱۸ھ ہے، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۳۔ معمر: راجع:۱۰

۴: الاشعث بن عبداللہ:

آپ کا نام ابوعبداللہ اشعث بن عبداللہ بن جابر حملی حدانی ازدی بصری ہے، آپ رواۃ کے پانچویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، شیخ راوی ہیں، اصحاب سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں، امام بخاری نے تعلیقات آپ سے ذکر کی ہیں۔(۲) علامہ اشیوبی کے مطابق سنن المجتبیٰ میں اشعث بن عبدالمالک سے بھی یہی مراد ہیں۔(۳)

۱۔ i۔ سوالات ابن الجنید، ص۱۵۴ ii۔ تاریخ الثقات، ص۲۷۵

۲۔ i۔ البرقانی، ص۴۷ ii۔ الجرح والتعدیل، ج۲، ص۲۷۴

۳۔ ذخیرۃ العقبیٰ، ج۱، ص۵۶۴

۵۔الحسن:

آپ کا نام حسن بن ابوالحسن یسار بصری مولیٰ ام سلمہ (م: ۱۱۰ھ) ہے، آپ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہیں، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ کبار سے تابعی، فقیہہ، ثقہ، فاضل، مشہور راوی ہیں، البتہ مرسل اور مدلس روایات کرتے تھے، امام ابوزرعہ فرماتے ہیں: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے جتنی بھی مرسل روایات کی ہیں، میں نے ان کی اصل پائی ہے، البتہ چار روایات اس سے باہر ہیں، اہل علم آپ کے علم، تقویٰ، طہارت شجاعت اور فصاحت و بلاغت پر متفق ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے تقریباً نوے سال کی طویل عمر پائی، آپ کی پیدائش ۲۱ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی۔ (۱)

۶۔عبداللہ بن مغفل:

آپ کا نام حضرت ابوسعید عبداللہ بن مغفل بن عبد بن فہم بن عفیف مزنی بصری (م: ۵۷ھ) ہے، آپ مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ نے غزوہ حدیبیہ میں شرکت کی اور بیعت شجرہ اور بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ تک مدینہ منورہ میں رہے، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب شہر بصرہ آباد کیا، تو یہاں پر تعلیم و تربیت کے لئے آپ کو مقرر فرمایا۔ آپ آخری وقت تک یہیں مقیم رہے، شہر تستر میں سب سے پہلے آپ ہی فاتح کے طور پر داخل ہوئے۔ آپ فقہا صحابہ میں سے تھے۔ آپ نے طویل عمر پائی، آپ سے تینتالیس (۴۳) احادیث مبارکہ مروی ہیں، جن میں سے چار متفق علیہ، ایک میں امام بخاری اور ایک میں امام مسلم منفرد ہیں۔ (۲)

۴۔حکم روایت:

اس حدیث مبارکہ کو امام نووی اور ابن سید الناس نے حسن کہا ہے (۳)۔ ابن حبان، ذھبی، امام حاکم اور امام منذری سے صحیح قرار دیا ہے۔ امام ابوداؤد نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے، امام ترمذی نے اسے غریب موضوع قرار دیا ہے، جب کہ شیخ البانی نے بھی پہلے حصہ کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث کے شواہد صحیح مسلم اور دیگر احادیث صحیحہ میں موجود ہیں۔ امام بیہقی کے ہاں اس حدیث کے صحیح موقوف شواہد موجود ہیں۔ البتہ اس سند میں حضرت بصری رحمۃ اللہ علیہ سے عن عن کی وجہ سے کلام ہے۔

۵۔خصوصیات سند:

☆ یہ روایت سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ چودھویں (۱۴) حدیث مبارکہ ہے۔
☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔
☆ سند کے تمام راوی بصری ہیں، صرف علی بن حجر اور عبداللہ بن مبارک مروزی ہیں۔
☆ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیعت رضوان و بیعت الشجرۃ میں شریک ہونے والے صحابہ میں سے ہیں، آپ نقباء صحابہ میں سے ہیں۔
☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، حدثنا ایک ایک دفعہ جبکہ عن عن پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۱۔ i۔تاریخ الثقات، ص ۱۱۳ ii۔تقریب التھذیب، ج ۱، ص ۱۶۶
۲۔ i۔الاصابۃ، ج ۴، ص ۱۳۲ ii۔تھذیب التھذیب، ج ۶، ص ۴۲
۳۔ المنھل، ج ۱، ص ۱۱۱

۶۔لغات:

لایبولن ہرگز ہرگز وہ پیشاب نہ کرے۔

مستحمہ: اپنے غسل کرنے کی جگہ، اپنا غسل خانہ۔ پانی کے استعمال کی جگہ۔

عامۃ الوسواس: اکثر وسوسے۔ عام طور پر وسوسے

۷۔مسائل ونصائح:

اس نہی میں ساری امت شامل ہے، اگر چہ خطاب موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے ہے۔(۱)

☆ فی مستحمہ: مستحم: غسل خانہ کو کہتے ہیں، یہ حمیم سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں گرم پانی، ثعلب کا کہنا ہے کہ یہ اضداد میں سے ہے، اور ٹھنڈے پانی کو بھی کہتے ہیں، بہر صورت مستحم کے معنی ہوئے: پانی کے استعمال کی جگہ۔

ان عامۃ الوسواس منہ: مطلب یہ ہے کہ غسل خانہ میں پیشاب کرنے سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ کہیں اس کی چھینٹیں بدن کو نہ لگ گئی ہوں، اور پھر انسان وہم کی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے، حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ یہ نہی اس صورت کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ غسل خانہ میں پانی جمع ہوتا ہو، یا فرش کچا ہو، لیکن اگر فرش پختہ ہو اور پانی نکلنے کی جگہ موجود ہو تو یہ ممانعت نہیں ہے، اس حدیث میں بول فی المغتسل کا خاصہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس سے وساوس پیدا ہوتے ہیں۔

☆ وساوس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مختلف اعمال وافعال میں کچھ خاصیتیں رکھیں ہیں جن میں بظاہر کوئی جوڑ نظر نہیں آتا، مثلاً: علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے اعمال کے بارے میں یہ کہا ہے: کہ وہ نسیان پیدا کرتے ہیں مثلاً "بول فی المغتسل" "نظر الی العورۃ" وغیرہ، یہ خیال کوئی توہم پرستی ہے؟ بلکہ جس طرح اور چیزوں کے کچھ خواص یہ ہیں اور ان کا اعتقاد بھی توحید کے منافی نہیں، اسی طرح اعمال وافعال کے خواص یہ ہیں، اور ان کا اعتقاد بھی توحید کے منافی نہیں ہے۔

☆ ان خواص کے بارے میں اشاعرہ، ماتریدیہ اور معتزلہ کا مشہور اختلاف ہے:

۱۔ معتزلہ کا کہنا یہ ہے کہ جب باری تعالیٰ جل جلالہ کسی چیز کی تخلیق کرتا ہے، تو اس میں خود بخود کچھ خاصیتیں پیدا ہو جاتی ہیں، جو بمنزلہ لازم ذات ہوتی ہیں، لیکن یہ مذہب باطل ہے، اس لئے کہ اس سے اشیاء کا مؤثر بالذات ہونا بھی لازم آتا ہے، اور قدرت باری تعالیٰ جل جلالہ کا خواص اشیاء کے ساتھ تعلق بھی باقی نہیں رہتا، اسی کے نتیجہ میں معجزات کا انکار کرنا پڑتا ہے۔

۲۔ اس کے بالکل برخلاف اشاعرہ کا کہنا یہ ہے کہ: مخلوقات اور ان کے خواص کے درمیان درحقیقت کوئی جوڑ نہیں ہوتا، بلکہ ہوتا یہ ہے کہ جب باری تعالیٰ جل جلالہ کسی شی ء یا عمل کی تخلیق فرماتا ہے، تو اسی کے ساتھ خاصہ کی تخلیق بھی الگ سے فرمادیتا ہے، گویا، "نار" کا احراق سے اصلاً کوئی جوڑ نہیں، ہاں جب آگ پیدا کی گئی، تو اسی کے ساتھ ساتھ احراق کا خاصہ بھی علیحدہ سے پیدا کر دیا گیا۔ اب یہ عین ممکن ہے کہ کسی جگہ "نار" پیدا کی جائے لیکن احراق کی خاصیت کی تخلیق نہ ہو، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں و بالعکس جیسا کہ "واغرقوا ماء فادخلو انارا"

۳۔ ماتریدیہ کا مسلک یہ ہے کہ اشیاء اور ان کے خواص بے جوڑ نہیں ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کسی شی ء یا فعل کی تخلیق فرماتے ہوئے، اسی میں

۱۔ ذخیرۃ العقبیٰ، ج۱، ص۵۶۴

کچھ خواص کی تخلیق بھی فرما دیتے ہیں، گویا نار کی تخلیق کے ساتھ اسی نار میں خاصہ احراق بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا، ہاں جب باری تعالیٰ جل جلالہ چاہتے ہیں تو یہ خاصہ سلب کر لیتے ہیں، جیسا کہ معجزات کے موقع پر، ماتریدیہ کی تعبیر زیادہ واضح اور قرآن وسنت کے زیادہ مطابق ہے۔

☆ منع کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب آدمی غسل خانے میں پیشاب کرے گا، پھر بعد میں وہیں پر غسل کرے گا، تو شیطان پاکی وناپاکی کے حوالے سے دل میں وسوسے پیدا کرے گا، اس سے بچنے کے لئے یہ حکم ہے۔(۱)

☆ اس سے مراد ہے کہ اکثر وہم اور نفسیاتی بیماری اسی سے لگتی ہے۔(۲)

☆ اس حدیث کو عموم پر ہی رکھنا چاہیے، اور غسل خانے میں پیشاب کرنے سے بچنا ہی بہتر ہے۔(۳)

☆ اس بارے میں اکثر علماء کا رجحان یہ ہے کہ یہ نہی اور کراہت کی صورت اسی وقت ہے، جب غسل کرنے کی جگہ پر پانی کھڑا ہوتا ہو یا وہ جگہ کچی ہو، جس سے زمین پانی کو جذب کرتی ہو، لیکن اگر غسل خانہ پختہ ہے، یا پانی نکلنے کا راستہ موجود ہے، تو پھر کراہت نہیں ہے۔(۴)

غسل والی جگہ میں پیشاب کرنا منع ہے، کیونکہ بعد میں غسل کا پانی وہاں گرے گا، اور چھینٹے اڑیں گے، نیز پانی ملنے سے نجاست پھیل جائے گی۔ ویسے بھی عقل سلیم تقاضا کرتی ہے کہ نجاست والی جگہ پر طہارت اور طہارت والی جگہ پر نجاست نہ کی جائے۔ اس سے طبع انسانی کو گھن آتی ہے چاہے، نجاست لگنے کا احتمال نہ بھی ہو، جیسے کوئی عقل مند شخص نجاست کے قریب بیٹھ کر کھانا پینا گوارا نہیں کرتا، اسی طرح کا یہ مسئلہ ہے۔

۱۰۔ خلاصہ:

☆ اس حدیث مبارکہ میں بظاہر خطاب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہے، لیکن اس سے مراد پوری امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

☆ جمہور علماء کے نزدیک یہ نہی اس صورت پر محمول ہے جب کہ غسل خانے میں پانی جمع ہوتا ہو، یا وہ جگہ پختہ نہ ہو، اور زمین پانی جذب کرتی ہو، اس صورت میں چونکہ وہاں پر پیشاب کے اثرات باقی رہتے ہیں، اس لئے یہ منع ہے۔

☆ جمہور علماء کے نزدیک اگر مذکورہ صورت نہیں، اور وہاں سے پانی اور پیشاب کے اخراج کا انتظام موجود ہے، تو پھر اس جگہ پر پیشاب کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

☆ جمہور کے طریقہ پر عمل کرنے میں توسع اور یسر ہے، کیونکہ عصر حاضر میں اکثر بیت الخلاء کے اندر ہی غسل خانہ بھی ہوتا ہے، اس لئے اسی مؤقف میں امت کے لئے آسانی ہے۔

☆ علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ مطلقاً غسل خانے میں پیشاب کرنے کو جائز سمجھتے ہیں، جبکہ علماء ظواہر مطلقاً پیشاب نہ کرنے کے قائل ہیں۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل خانے میں پیشاب نہ کرنے کی علت یہ بیان فرمائی: کہ اس سے وسوسے پیدا ہوتے ہیں، اس سے اساتذہ کرام اور معلمین کے لئے یہ اصول بھی مترشح ہوتا ہے: کہ طلباء کو سمجھانے کے لئے اور تفہیم کو آسان بنانے کے لئے علل اور وجوہات واسباب کو بیان کرنا چاہیے۔

☆ اس حدیث مبارکہ سے یہ بات بھی عیاں ہوتی ہے کہ مسائل کو بیان کرنے کے لئے شرعی دلائل کے ساتھ ساتھ عقلی دلائل بھی بیان کرنے چاہیے۔

☆ غسل خانے میں پیشاب کرنے سے شیطان طرح طرح کے وسوسے ڈال سکتا ہے، اس لئے اس سے منع فرمایا۔

☆ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اشیاء کی تخلیق کے ساتھ ساتھ ان کے خواص بھی تخلیق فرمائے ہیں، البتہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے، اشیاء کے خواص سلب کر لیتا ہے، یہ اس کی قدرت ہے، اسی سے معجزات اور کرامات کی حقیقت واضح ہے۔

۱۔ حاشیہ سندھی، ص ۱۱۸ ۲۔ تحفۃ الاحوذی، ج ۱، ص ۳۰۶ ۳۔ ایضاً ۴۔ عون المعبود، ج ۱، ص ۳۱

۳۴۔ باب السَّلَامِ عَلٰی مَنْ یَّبُوْلُ — پیشاب کرتے ہوئے شخص کو سلام کہنا

اس باب میں اس بات کا بیان ہے کہ پیشاب کرنے کی حالت میں سلام کا جواب دینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے سلام کا جواب نہیں دیا، اسی وجہ سے علماء نے لکھا ہے، کہ پیشاب کرنے والے کو سلام کہنا بھی نہیں چاہیے، اس باب کے قائم کرنے سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود غالباً سلام کے جواز اور جواب کے عدم جواز کا ہے۔ اس سے پہلے باب میں غسل خانے میں پیشاب نہ کرنے کا بیان تھا۔

۳۷۔ أَخْبَرَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ حَدَّثَنَا زَیْدُ بْنُ الْحُبَابِ وَقَبِیصَةُ قَالَا: أَنْبَأَنَا سُفْیَانُ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَبُوْلُ فَسَلَّمَ عَلَیْهِ فَلَمْ یَرُدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ

حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ایک صحابی نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزرے، آپ ﷺ اس وقت پیشاب کر رہے تھے، اس نے آپ ﷺ کو سلام کہا، لیکن آپ ﷺ نے سلام کا جواب نہیں دیا۔

۱۔ اطراف:

مسلم: ۳۷۰، ابوداؤد: ۱۶، ترمذی: ۹۰، ۲۷۲۰، ابن ماجہ: ۳۵۳

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کا درمیانی حصہ، آپ ﷺ اس وقت پیشاب کر رہے تھے، اس نے آپ ﷺ کو سلام کہا'' باب کے عنوان سے مطابق رکھتا ہے۔

۳: تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، ان سب کے احوال درج ذیل ہیں:

۱۔ محمود بن غیلان:

آپ کا نام ابواحمد محمود بن غیلان عدوی مروزی بغدادی (م: ۲۳۹ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، شیخین، امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ زید بن الحباب:

آپ کا نام ابوالحسین زید بن حباب جوال خراسانی کوفی (م: ۲۰۳ھ) ہے، آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، صالح راوی ہیں، البتہ سفیان ثوری سے روایت کرتے میں متکلم فیہ ہیں۔ امام مسلم اور آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۱۔ i۔ تھذیب الکمال، ج ۲۷، رقم ۳۰۸ — ii۔ تقریب التھذیب، ج ۲، ص ۲۳۱

۲۔ i۔ العلل (ابن حنبل)، ج ۱، ص ۱۷ — ii۔ علل (ابن مدینی)، ص ۱۵۱

۳۔قبیصہ:

آپ کا نام ابو عامر قبیصہ بن عقبہ بن محمد بن سفیان بن عقبہ سوائی کوفی (م:۲۱۵ھ) ہے۔آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، کثیر الحدیث راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۴۔سفیان:

آپ کا نام ابوعبداللہ سفیان بن سعید بن مسروق ثوری کوفی (م:۱۶۱ھ) ہے۔آپ امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے لقب سے مشہور ہیں، آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ کبار سے ثقہ، فقیہہ، حافظ، عابد، امام، حجۃ راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت، فقاہت اور علم وتقویٰ پر متفق ہیں۔آپ نے چونسٹھ برس کی عمر میں وفات پائی۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۵۔الضحاک بن عثمان:

آپ کا نام ابوعثمان ضحاک بن عثمان بن عبداللہ بن خالد بن حزام اسدی حزامی مدنی (م:۱۵۳ھ) ہے، آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ، صدوق راوی ہیں۔البتہ وہم میں مبتلا ہوئے۔امام مسلم اور آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۳)

۶۔نافع: راجع:۱۲

۷۔عبداللہ بن عمر: ایضاً

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث صحیح ہے، اور دیگر طرق سے بھی مروی ہے، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے، امام مسلم نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

۷۔خصوصیات سند:

☆ یہ روایت سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ پندرہویں (۱۵) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ، صدوق ہیں۔

☆ یہ سند مروزی، کوفی اور مدنی راویوں کے درمیان ہے۔

☆ سند کے پہلے راوی مروزی، اگلے تین کوفی اور آخری تین مدنی راوی ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، حدثنا، انبأنا ایک ایک دفعہ جبکہ عن عن تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۱۔ i۔الجرح والتعدیل، ج۷، ص۱۲۶ ii۔الثقات، ج۹، ص۲۱

۲۔ i۔تاریخ بغداد، ج۹، ص۱۵۱ ii۔الثقات، ج۴، ص۴۰۱

۳۔ i۔الجرح والتعدیل، ج۴، ص۴۶۰ ii۔تقریب التہذیب، ج۱، ص۳۵۵

۸۔لغات:

مر رجل: ایک شخص گزرا، مراد ہے ایک صحابی گزرا۔

علی النبی : نبی کریم ﷺ کے پاس سے۔

یبول : آپ ﷺ پیشاب کررہے تھے۔

فسلم علیه: اس صحابی نے آپ ﷺ کو سلام کہا۔

فلم یرد علیه السلام : آپ ﷺ نے سلام کا جواب نہ دیا۔

۹۔مسائل ونصائح:

☆ حنفیہ کے نزدیک قضاء حاجت وغیرہ کے وقت سلام کرنا اور جواب دینا دونوں مکروہ ہیں، اس کے علاوہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً سترہ مواقع ایسے لکھے ہیں جن میں سلام مکروہ ہے، البتہ احناف کے نزدیک حالت حدث میں سلام مکروہ نہیں، کراہت پہلے تھی، بعد میں اس کی اجازت ہوگئی، حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آپ ﷺ نے وضو کر کے جواب دیا، تو یہ استحباب پر محمول ہے، چنانچہ رد سلام کے لئے اگر کوئی شخص وضو یا تیمم کا اہتمام کرلے، تو یہ مستحب ہے۔

☆ حالتِ بول وبراز میں جواب نہ دینے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ''کان رسول الله ﷺ یذکر الله عزوجل علی کل احیانه'' سے کوئی تعارض نہیں، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ ارشاد ذکر قلبی پر محمول ہے یا اذکار موقتہ پر، واللہ تعالیٰ اعلم۔(۱)

☆ نجاست والی حالت میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ذکر مناسب نہیں، اس لئے پیشاب اور پاخانہ کرتے ہوئے سلام کا جواب دینا اور ذکر واذکار کرنا درست نہیں۔ جب وہ جواب نہیں دے سکتا تو اسے سلام بھی نہیں کہنا چاہیے، گویا جس حالت میں سلام کا جواب دینا منع ہے۔ اس حالت میں اسے سلام کہنا بھی درست نہیں، سوائے حالت نماز کے، کہ اس میں ہاتھ کے اشارے سے سلام کا جواب دینا مسنون ہے۔

☆ اہل علم فرماتے ہیں: جس طرح قضائے حاجت کے وقت سلام کا جواب دینا درست نہیں، اسی طرح اس حالت میں چھینک مارنے والے کا جواب دینا، یا خود الحمد للہ کہنا اور اذان کا جواب دینا بھی درست نہیں۔ ایسے ہی حالت جماع میں ان باتوں سے رکے رہنا چاہیے۔(۲)

☆ سلام کرنے اور جواب دینے کے بارے میں قرآن مجید میں ہے۔

وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّواْ بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا (۳)

اور جب (کسی لفظ) سلام کے ذریعے تمہاری تکریم کی جائے تو تم (جواب میں) اس سے بہتر (لفظ کے ساتھ) سلام پیش کیا کرو یا (کم از کم) وہی (الفاظ جواب میں) لوٹا دیا کرو۔ بیشک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے۔

اسی طرح جب کوئی شخص سلام کرے، تو اس کے سلام کا عمدہ طریقہ سے جواب دینا چاہئے، ورنہ کم از کم اسی لفظ سے سلام کا جواب دیا جائے۔ مثلاً السلام علیکم کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہے، اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے۔(۴)

۱۔ درس ترمذی، ج۱، ص۳۳۶ ۲۔ سنن نسائی (خلاصہ)، ج۱، ص۱۱۲

۳۔ النسآء ۴:۸۶ ۴۔ تبیان القرآن، ج۲، ص۷۳۵

☆ عیسائیوں کے سلام کا طریقہ ہے: منہ پر ہاتھ رکھا جائے (آج کل پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہیں)، یہودی ہاتھ سے اشارہ کرتے ہیں، مجوسی جھک کر تعظیم کرتے ہیں، عرب کہتے ہیں حیاک اللہ (اللہ تمہیں زندہ رکھے)، اور مسلمانوں کا سلام یہ ہے کہ کہیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تمام طریقوں سے افضل ہے، کیونکہ سلام کرنے والا مخاطب کو یہ دعا دیتا ہے: کہ اللہ تعالیٰ ﷻ تمہیں آفتوں، بلاؤں اور مصیبتوں سے محفوظ رکھے، نیز جب کوئی شخص کسی کو سلام کرتا ہے، تو وہ اس کو ضرر اور خوف سے مامون اور محفوظ رہنے کی بشارت دیتا ہے، مکمل سلام یہ ہے: **السلام عليكم ورحمة الله وبركاته**، اور تشہد میں بھی اتنا ہی سلام ہے، جب کوئی شخص فقط **السلام عليكم** کہے، تو اس کے جواب میں **وعليكم السلام ورحمة الله** کہنا چاہئے، اور اگر کوئی **السلام عليكم ورحمة الله** کہے، تو اس کے جواب میں **وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته** کہے، اگر کوئی **السلام عليكم ورحمة الله وبركاته** کہے تو اس کے جواب میں **وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته** کہے، اور بعض روایات میں ومغفرتہ کا اضافہ بھی ہے۔ (۱)

☆ سلام کی ابتداء کرنے والا پہلے لفظ السلام کہتا ہے، اور جواب دینے والا وعلیکم السلام کہہ کر بعد میں لفظ السلام کہتا ہے، اس میں نکتہ یہ ہے کہ سلام اللہ تعالیٰ ﷻ کا نام ہے اور مجلس کی ابتداء بھی اللہ تعالیٰ ﷻ کے نام سے ہو اور انتہا بھی اللہ تعالیٰ ﷻ کے نام پر ہو، اور ابتداء بھی سلامتی کی دعا سے ہو اور انتہاء بھی سلامتی کی دعا پر ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ایک شخص نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ اسلام کا کون سا وصف سب سے بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم کھانا کھلاؤ اور ہر (مسلمان) کو سلام کرو، خواہ تم اس کو پہچانتے ہو یا نہیں۔ (۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تک تم ایمان نہیں لاؤ گے جنت میں داخل نہیں ہو گے، اور جب تک تم ایک دوسرے سے محبت نہیں کرو گے تمہارا ایمان (کامل) نہیں ہوگا، کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جس کے کرنے کے بعد تم ایک دوسرے سے محبت کرو؟ ایک دوسرے کو بہ کثرت سلام کیا کرو۔ (۳)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ﷻ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔ (۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوتے، اگر ہم کسی درخت کی وجہ سے جدا ہو کر پھر مل جاتے، تو ایک دوسرے کو سلام کرتے۔ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ (۵)

۱۔ سنن ابوداؤد: ۵۱۹۶

۲۔ i۔ بخاری: ۱۲ ii۔ سنن ابوداؤد: ۵۱۹۴

۳۔ i۔ مسلم: ۵۴ ii۔ ابوداؤد: ۵۱۹۳ iii۔ ترمذی: ۲۶۹۷ iv۔ ابن ماجہ: ۳۶۹۲ v۔ الادب المفرد: ۲۶۹ vi۔ کشف الاستار عن زوائد البزار: ۲۰۰۲ vii۔ شعب الایمان: ۸۷۴۵

۴۔ i۔ ابوداؤد: ۵۱۹۷ ii۔ ترمذی: ۲۶۹۴ iii۔ صحیح ابن حبان: ۹۱۱

۵۔ المعجم الاوسط: ۷۹۸۳

حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: السلام علیکم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سلام کا جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس (نیکیاں)، پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تیس) نیکیاں، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو حسن کہا ہے، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے سہل سے مرفوعا روایت کیا ہے، اور اس میں یہ اضافہ ہے: پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ آپ نے فرمایا: چالیس (نیکیاں)۔(۱)

☆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی دو مسلمان ملاقات کے بعد مصافحہ کرتے ہیں، تو ان کے الگ ہونے سے پہلے ان کو بخش دیا جاتا ہے۔(۲)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جب ملاقات کرتے، تو مصافحہ کرتے اور جب سفر سے آتے تو معانقہ کرتے۔ حافظ منذری نے لکھا ہے: کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔(۳)

☆ حضرت حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

☆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تشہد کی تعلیم دی در آں حالیکہ میری دونوں ہتھیلیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں ہتھیلیوں میں تھیں۔(۴)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے ملاقات کرے، تو اس کو سلام کرے، اگر دونوں کے درمیان کوئی درخت یا دیوار یا پتھر حائل ہو جائے، اور پھر ملاقات ہو تو، دوبارہ سلام کرے۔(۵)

☆ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ جو شخص سلام کرنے میں ابتداء کرے، وہ تکبر سے بری ہو جاتا ہے۔(۶)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوار، پیدل کو سلام کرے، اور پیدل بیٹھے ہوئے کو سلام کرے، اور کم لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔(۷)

۱۔ i-ابوداؤد:۵۱۹۵ ii-ترمذی:۲۶۹۸ iii-کتاب الآداب للبیہقی:۲۸۰ iv-الادب المفرد:۹۸۶ v-عمل الیوم واللیلۃ للنسائی:۳۳۹

۲۔ i-ابوداؤد:۵۲۱۲ ii-ترمذی:۲۷۳۶ iii-ابن ماجہ:۳۷۰۳ iv-کشف الاستار:۲۰۰۴

۳۔ i-الترغیب والترہیب، ج۳، ص۴۳۳ ii-المعجم الاوسط:۹۷

۴۔ بخاری:۶۲۶۵ ۵۔ ابوداؤد:۵۲۰۰ ۶۔ شعب الایمان:۸۷۸۶

۷۔ i-بخاری:۶۲۳۲ ii-مسلم:۲۱۶۰ iii-ابوداؤد:۵۱۹۸ iv-ترمذی:۲۷۱۲ v-الادب المفرد:۹۹۵ vi-مصنف عبد الرزاق:۱۹۴۴۵

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ کا بچوں کے پاس سے گزر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سلام کیا۔(۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوٹا بڑے کو سلام کرے، اور گزرنے والا بیٹھے ہوئے پر اور قلیل، کثیر پر۔(۲)

☆ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم عورتوں کے پاس سے گزر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سلام کیا۔(۳)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے بیٹے! جب تم اپنے گھر میں داخل ہوتو سلام کرو، اس سے تم پر برکت ہوگی، اور تمہارے گھر والوں پر برکت ہوگی۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔(۴)

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کلام سے پہلے سلام کرو، امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث منکر ہے(۵)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کو اہل کتاب سلام کریں، تو تم کہو: وعلیکم۔(۶)

☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یہودی کو سلام کی ابتداء نہ کرو، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اس کو خط میں بھی سلام نہ کہو، امام ابو یوسف نے کہا: نہ ان کو سلام کرو، نہ ان سے مصافحہ کرو، اور جب تم ان پر داخل ہوتو کہو **السلام علی من اتبع الھدی**، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ ضرورت کے وقت ان کو ابتداءً سلام کرنا جائز ہے (مثلاً کسی کا افسر کافر یا بدمذہب ہوتو اس کو اس کے دائیں بائیں فرشتوں کی نیت کر کے سلام کرے)، اور جب وہ سلام کریں تو وعلیک کہنا چاہیے، حسن نے کہا ہے کہ کافر کو علیکم السلام کہنا تو جائز ہے، لیکن وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہنا نہیں چاہیے، کیونکہ یہ مغفرت کی دعا ہے، اور کافر کے لئے مغفرت کی دعا جائز نہیں، شعبی نے ایک نصرانی کے جواب میں کہا: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ، ان پر اعتراض کیا گیا تو انہوں نے کہا: کیا یہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی رحمت میں جی نہیں رہا۔

☆ جب جمعہ کے دن امام خطبہ دے رہا ہو تو حاضرین کو سلام نہ کرے، کیونکہ لوگ امام کا خطبہ سننے میں مشغول ہیں۔

☆ اگر حمام میں لوگ برہنہ نہار ہے ہوں، تو ان کو سلام نہ کرے، اور اگر ازار باندھ کر نہار ہے ہوں، تو ان کو سلام کر سکتا ہے۔

☆ جو شخص قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہو، روایت حدیث کر رہا ہو، یا مذاکرہ علم میں مشغول ہو، اس کو بھی سلام نہ کرے۔

☆ جو شخص اذان اور اقامت میں مشغول ہو، اس کو بھی سلام نہ کرے۔

۱۔ i- بخاری: ۶۲۴۷ ii- مسلم: ۲۱۶۸ iii- ابوداؤد: ۵۲۰۲
iv- ترمذی: ۲۷۰۵ v- عمل الیوم واللیلۃ: ۳۳۱ vi- ابن ماجہ: ۳۷۰۰
vii- صحیح ابن حبان: ۴۵۹ viii- حلیۃ الاولیا، ج ۶، ص ۲۹۱

۲۔ i- بخاری: ۶۲۳۱ ii- سنن ترمذی: ۲۷۱۳ iii- ابوداؤد: ۵۱۹۸

۳۔ i- ابوداؤد: ۵۲۰۴ ii- ترمذی: ۲۶۹۷ iii- ابن ماجہ: ۳۷۰۱
iv- مسند احمد، ج ۴، ص ۳۵۷ v- المعجم الکبیر: ۲۴۸۶

۴۔ ترمذی: ۲۷۰۲ ۵۔ ترمذی: ۲۷۹۸

۶۔ i- مسلم: ۲۱۶۳ ii- ابوداؤد: ۵۲۰۷

☆ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: جو شخص چوسر یا شطرنج کھیل رہا ہو، یا کبوتر اڑا رہا ہو، یا کسی معصیت میں مبتلا ہو، اس کو بھی سلام نہ کرے۔

☆ جو شخص قضاء حاجت میں مشغول ہو، اس کو سلام نہ کرے۔

☆ جو شخص گھر میں داخل ہو تو اپنی بیوی کو سلام کرے، اگر اس کے ساتھ کوئی اجنبی عورت ہو، تو اس کو سلام نہ کرے۔(۱)

☆ سلام کرنا سنت ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے، اگر جماعت مسلمین کو سلام کیا تو ہر ایک پر جواب دینا فرض کفایہ ہے، لیکن جب کسی ایک نے جواب دے دیا، تو باقیوں سے جواب دینے کا فرض ساقط ہو جائے گا، فساق اور فجار کو پہلے سلام نہیں کرنا چاہیے، اگر کوئی اجنبی عورت کسی مرد کو سلام کرے، تو اگر بوڑھی ہو تو اس کا جواب دینا چاہیے، اور اگر جوان ہو تو اس کے سلام کا جواب نہ دے۔ (۲)

☆ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا قول ہے، کہ میں پہلا شخص تھا، جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تحیۃ اسلام کے الفاظ میں سلام کیا تھا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ''

☆ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ السلام علیکم کہنا تطوع یعنی نفل ہے، لیکن سلام کا جواب دینا فرض ہے۔ پھر حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں اختلاف رائے ہے کہ آیا یہ صرف اہل اسلام کے لئے ہے یا اہل اسلام اور اہل کفر سب کے لئے عام ہے۔ حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: کہ یہ صرف اہل اسلام کے لئے خاص ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابراہیم نخعی اور قتادہ کا قول ہے: کہ یہ دونوں کے لئے عام ہے۔

☆ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: کہ کافر کے سلام کے جواب میں صرف لفظ وعلیکم، کہا جائے گا اور ''ورحمۃ اللہ'' نہیں کہا جائے گا، کیونکہ کافر کے لئے بخشش کی دعا کرنا جائز نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہود کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو'' اگر وہ تمہیں سلام کرنے میں پہل کریں، تو جواب میں صرف ''وعلیکم'' کہہ دو۔ (۳)

☆ ہمارے اصحاب کا قول ہے کہ سلام کا جواب دینا فرض کفایہ ہے۔ اگر پوری جماعت سے ایک شخص سلام کا جواب دے دے، تو یہ کافی ہو جائے گا۔

☆ قول باری تعالیٰ جل جلالہ (یا حسن منھا) سے اگر سلام کا جواب دینا مراد ہو تو اس کا مطلب دعا میں اضافہ ہوگا، یعنی جب کوئی شخص کسی کو السلام علیکم کہے گا، تو جواب میں یہ شخص اسے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہے گا، اور اگر سلام کرنے والا السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے گا، تو جواب دینے والا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے گا۔ (۴)

☆ امام احمد نے زہد میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ نے سند حسن کے ساتھ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السلام علیکم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: وعلیک ورحمۃ اللہ۔ پھر دوسرا آیا، اس نے عرض کی: السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب ارشاد فرمایا: وعلیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پھر ایک اور آیا عرض کی: السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب ارشاد فرمایا: وعلیک۔ اس آدمی نے عرض کی: اے اللہ کے نبی میرے ماں باپ آپ پر قربان، فلاں فلاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو مجھ سے زیادہ کلمات کے ساتھ جواب دیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نے ہمارے لئے کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا: پھر یہ آیت تلاوت کی فرمایا: ہم نے انہیں کلمات کو تجھ پر لوٹا دیا۔ (۵)

۱۔ تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۲۸۰
۲۔ احکام القرآن (جصاص)، ج ۳، ص ۵۷۶۔ ۵۷۷
۳۔ ایضاً، ج ۳، ص ۵۷۸
۴۔ ایضاً
۵۔ تفسیر طبری، ج ۵، ص ۲۲۵

☆ امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ حضور ﷺ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے، کہ ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس سے گزرا، اور عرض کی السلام علیکم۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دس نیکیاں۔ دوسرا آدمی گزرا، اور عرض کی: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بیس نیکیاں۔ ایک تیسرا آدمی گزرا، عرض کی: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ ﷺ نے فرمایا: تیس نیکیاں۔ (۱)

☆ امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی: کہ ایک آدمی آیا، اس نے سلام عرض کیا: السلام علیکم، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دس نیکیاں، اگر وہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتا تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کے لئے بیس نیکیاں لکھ دیتا، اگر وہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہتا تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کے حق میں تیس نیکیاں لکھ دیتا۔ (۲)

☆ امام بیہقی نے حضرت سہل بن حنیف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص السلام علیکم کہے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے، اگر وہ السلام علیکم رحمۃ اللہ کہے، تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کے لئے بیس نیکیاں لکھ دیتا ہے، اور اگر وہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے، تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کے لئے تیس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ (۳)

☆ امام ابوداؤد اور بیہقی نے حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اسی مفہوم کی روایت نقل کی ہے، پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے عرض کی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ۔ حضور ﷺ نے فرمایا: چالیس نیکیاں۔ (۴)

☆ امام بیہقی نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے اسے سلام کیا، اور کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تو نے ہمارے لئے کچھ نہیں چھوڑا، کیونکہ السلام تو برکاتہ پر ختم ہوجاتا ہے۔ (۵)

☆ امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ سے، جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام تھے، سے روایت نقل کی ہے، کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی سلام کرتا، تو جواب میں کلمات زائد کہتے، میں آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کی: السلام علیکم، آپ نے جواب دیا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ، ایک دفعہ میں پھر حاضر ہوا، میں نے عرض کی: السلام علیکم ورحمۃ اللہ، فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ، ایک دفعہ میں پھر حاضر ہوا، اور عرض کی السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ، تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے جواب دیا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وطیب صلواتہ۔ (۶)

☆ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب تجھے کوئی مسلمان سلام کرے اور کہے: السلام علیکم، تو کہو السلام علیکم ورحمۃ اللہ، اور اگر تو اسے السلام علیک ورحمۃ اللہ نہیں کہتا، تو جو اس نے کلمات کہے تھے، وہی کہہ دو، یعنی السلام علیکم مگر صرف وعلیک نہ کہو۔ (۷)

☆ امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی مخلوق میں سے جو بھی تجھے سلام کرے، تو اسے جواب دو، وہ یہودی، نصرانی یا مجوسی ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے، پھر آیت (سلام) تلاوت کی۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ اگر فرعون مجھے یہ کہتا: بارک اللہ فیک، تو میں بھی کہتا، وفیک بارک اللہ۔ (۸)

۱۔ الادب المفرد، ج ۲ ص ۴۷۳
۲۔ شعب الایمان، ج ۶ ص ۴۵۴: ۸۸۷۴
۳۔ ایضاً، ج ۵ ص ۵۵۔۴۵۴: ۸۸۷۵
۴۔ ایضاً، ج ۶ ص ۴۵۵: ۸۸۷۶
۵۔ ایضاً، ج ۶ ص ۵۱۱: ۹۰۹۶
۶۔ الادب المفرد، ج ۲ ص ۴۹۸: ۱۰۲۰
۷۔ شعب الایمان، ج ۶ ص ۵۱۰: ۹۰۹۴
۸۔ الادب المفرد، ج ۲ ص ۵۶۸: ۱۱۱۸

☆ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے، کہ سلام کرنا نفل ہے، اور جواب دینا فرض ہے۔(۱)

☆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں: کہ السلام اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے اسماء میں سے ایک نام ہے، جسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے زمین میں رکھا، اسے باہم پھیلایا۔ جب کوئی آدمی قوم کے پاس سے گزرے، تو انہیں سلام کرے، تو وہ اسے جواب دیں۔ تاہم سلام کرنے والے کو ایک درجہ فضیلت حاصل ہے، کیونکہ اس نے انہیں سلام یاد دلایا، اگر وہ اسے جواب نہ دیں، تو اسے وہ جواب دے گا، جو ان سے بہتر اور افضل ہے(۲)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ سلام اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے، جسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے زمین میں رکھا، آپس میں سلام کو عام کرو۔(۳)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ السلام اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ جب تو اسے زیادہ کرے گا، تو تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ذکر زیادہ کرے گا۔(۴)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ سلام اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے، جسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مخلوق کے درمیان رکھا ہے۔ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو سلام کرے، تو اس پر لازم ہے کہ اس کا ذکر اچھے طریقے سے کرے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ آپس میں سلام کو عام کرو، کیونکہ یہ جنتیوں کا سلام ہے۔ جب کوئی آدمی جماعت کے پاس سے گزرے، تو انہیں سلام کرے۔ اگر وہ اسے جواب دیں، تب بھی اسے ان پر ایک درجہ ہے۔ اگر وہ اسے جواب نہ دیں، تو اسے فرشتوں میں سے، ان سے بہتر لوگ اسے جواب دیں گے۔

☆ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سلام زمین میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی امان ہے۔(۵)

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سلام میں پہل کی، وہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بہتر ہے(۶)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں: یہودیوں نے تم پر اتنا کسی اور چیز کی وجہ سے حسد نہیں کیا، جتنا سلام اور آمین کے بارے میں حسد کیا۔ ابن مردویہ کے الفاظ ہیں: یہودی حاسد قوم ہے۔ انہوں نے مسلمانوں پر سلام سے بڑھ کر کسی چیز سے حسد نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ہمیں یہ دنیا میں عطا فرمایا، جبکہ قیامت کے روز یہ جنتیوں کا سلام ہوگا، اور اسی طرح امام کے پیچھے آمین پر انہوں نے حسد کیا۔(۷)

۱۔ ایضاً، ج ۲ ص ۵۱۴: ۱۰۴۴

۲۔ i- شعب الایمان، ج ۶ ص ۴۳۲: ۸۷۸۴ ii- الادب المفرد، ج ۲ ص ۵۱۴: ۱۰۴۳

۳۔ ایضاً ج ۲ ص ۴۷۵-۴۷۴: ۹۹۲

۴۔ ایضاً، ج ۶ ص ۴۳۵: ۸۷۹۳

۵۔ نوادر الاصول، ج ۱ ص ۱۸۶

۶۔ ایضاً

۷۔ الادب المفرد، ج ۲ ص ۴۷۴: ۹۹۱

☆ حضرت حارث بن شریح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ جب وہ مسلمان کو ملے، تو اسے سلام کا اسی طرح جواب دے، جیسا اس نے سلام کیا، یا اس سے بہتر جواب دے۔ جب مسلمان اس سے مشورہ طلب کرے تو اخلاص کے ساتھ اسے مشورہ دے، جب وہ دشمنوں کے خلاف اس سے مدد طلب کرے، تو وہ اسے مدد دے، جب وہ راستہ کے بارے میں پوچھے، تو اسے سہولت عطا کرے، اور وضاحت کرے، جب وہ دشمن کے خلاف حملہ کے لئے طلب کرے، تو وہ حملہ کرے۔ جب مسلمان کے خلاف غارت گری کا مطالبہ کرے، تو وہ ایسا نہ کرے۔ جب وہ ڈھال مانگے تو دے، اور اس سے عام ضرورت کی چیزیں نہ روکے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ماعون کیا چیز ہے؟ فرمایا: ماعون میں پتھر، پانی اور لوہا شامل ہے۔ عرض کی: کونسا لوہا؟ فرمایا تمہارا کلہاڑا، جس سے تم محنت مزدوری کرتے ہو۔ عرض کی: یہ پتھر کیا ہے؟ فرمایا: پتھر کی ہنڈیا۔ (۱)

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب دو مومن آپس میں ملیں، اور وہ دونوں ایک دوسرے کو سلام کریں، اور ایک دوسرے سے مصافحہ کریں، تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے ہاں وہ زیادہ محبوب ہوگا، جو خندہ پیشانی میں زیادہ اچھا ہوگا، دونوں پر سو رحمتیں نازل ہوں گی، سلام میں پہل کرنے والے کے لئے نوے اور مصافحہ کے لئے دس۔ (۲)

☆ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ بھی صدقہ ہے کہ تو لوگوں کو سلام کرے، جبکہ تیرا چہرہ کھلا ہوا ہو۔ (۳)

☆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے سلام کو ہماری امت کا سلام، اور اہل ذمہ کے لئے امان بنا دیا ہے۔ (۴)

☆ حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سوار پیدل چلنے والے کو، پیدل چلنے والا بیٹھنے والے کو، تھوڑے زیادہ کو، چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔ جب کوئی قوم کے پاس سے گزرے، ایک بھی سلام دے دے، تو سب کی طرف سے ہو جائے گا، اور ایک بھی جواب دے دے، تو سب کی طرف سے جواب ہو جائے گا۔ (۵)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے میں مکتوب کا جواب فرض خیال کرتا ہوں، جس طرح سلام کا جواب حق خیال کرتا ہوں۔ (۶)

☆ حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ: تم اسے صرف سلام میں خیال کرتے ہو، جبکہ یہ ہر چیز میں ہے، جو تیرے ساتھ احسان کرے، تو بھی اس کے ساتھ احسان کر اور بدلہ دے، اگر تو نہ پائے تو اس کے لئے دعا کر یا اس کے بھائیوں کے پاس اس کی تعریف کر۔ (۷)

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق: آپ ﷺ نے قضاء حاجت کی حالت میں سلام کرنے والے کو منع فرمایا۔ (۸)

۱۔ شعب الایمان، ج ۶، ص ۱۵۔۱۱۵: ۷۶۵۴
۲۔ ایضاً، ج ۶، ص ۲۵۳: ۸۰۵۲
۳۔ ایضاً: ۸۰۵۳
۴۔ ایضاً، ج ۶، ص ۴۳۶: ۸۷۹۸
۵۔ ایضاً، ج ۵، ص ۴۴۶: ۸۹۸۳
۶۔ ایضاً، ج ۶، ص ۱۱۔۵۱۰: ۹۰۹۷
۷۔ ایضاً
۸۔ ابن ماجہ: ۳۵۲

۸۔خلاصہ بحث:

☆ سلام کرنے والے صحابی حضرت مہاجر بن قنفد رضی اللہ عنہ تھے، جیسا کہ حدیث نمبر اڑتیس (۳۸) میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

☆ قضاء حاجت کے وقت سلام کرنا اور جواب دینا دونوں مکروہ ہیں۔

☆ قضاء حاجت میں مصروف شخص کو سلام نہیں کرنا چاہیے۔

☆ دیگر ممنوع مواقع پر بھی سلام نہیں کرنا چاہیے۔جیسا کہ کسی گناہ میں مبتلا شخص، برہنہ غسل کرنے والے آدمی، قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے اور اجنبی عورتوں کو سلام نہیں کرنا چاہیے۔

☆ قضاء حاجت کرنے والے کو اگر کسی نے آ کر سلام کیا، تو اس کا جواب دینا ضروری نہیں ہے۔اور اسی حالت میں جواب دینا مکروہ ہے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب نہ دینا بطور تادیب تھا۔

۳۴۔ باب رَدِّ السَّلَامِ بَعْدَ الْوُضُوْءِ — وضو کر کے سلام کا جواب دینا

اس باب میں وضو کر کے سلام کا جواب دینے کا بیان ہے، اس لئے کہ اگر کوئی شخص قضاء حاجت کرتے ہوئے شخص کو سلام کہتا ہے، تو وہ جواب کا مستحق تو نہیں ہے، لیکن اگر کوئی جواب دینا چاہے، تو پھر قضاء حاجت سے فارغ ہونے کے بعد جواب دے سکتا ہے، اور یہ عمل مستحب ہوگا۔ وضو کرنے کی قید اتفاقی ہے، احترازی نہیں ہے۔پچھلے باب میں پیشاب کرنے والے شخص کو سلام کرنے کا بیان تھا۔

۳۸۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ: أَنْبَأَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ حُضَيْنٍ أَبِي سَاسَانَ عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ قُنْفُذٍ، أَنَّهُ سَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبُولُ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ حَتَّى تَوَضَّأَ، فَلَمَّا تَوَضَّأَ رَدَّ عَلَيْهِ

حضرت مہاجر بن قنفد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قضاء حاجت کرنے کی حالت میں سلام کیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نے جواب نہ دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کر کے جواب عنایت فرمایا۔

۱۔اطراف:

ابوداؤد: ۱۷، ابن ماجہ: ۳۵۰، ابن حبان: ۱۸۹۔۱۹۰، ابن خزیمہ: ۲۰۶، طبرانی: ۷۸۱، دارمی: ج۲، ص ۲۸۷

۲۔مطابقت:

اس حدیث کا جملہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کر کے سلام کا جواب دیا'' باب کے عنوان سے مطابقت رکھتا ہے۔

۳۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔محمد بن بشار: راجع: ۲۷

۲۔معاذ بن معاذ:

آپ کا نام ابوالمثنی قاضی معاذ بن معاذ بن نصر بن حسان عنبری بصری (م: ۱۹۶ھ) ہے، آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ کبار سے ثقہ، متقن

راوی ہیں، اہل علم آپ کے تقویٰ، علم اور ثقاہت وفقاہت پر متفق ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۳۔سعید:

آپ کا نام ابونفر سعید بن ابوعروبہ مھران یشکری بصری (م:۱۵۶ھ) ہے، آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، مامون، کثیر الحدیث راوی ہیں، حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سب سے اثبت راوی ہیں۔ البتہ ۱۴۵ھ میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے، اس لئے بعد کی روایت میں تدلیس اور اختلاط پایا جاتا ہے۔ اس لئے ان کی قبل از اختلاط روایتیں ثقہ ہیں، اور بعد از اختلاط روایتیں متکلم فیہ ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۴۔قتادۃ: راجع:۳۴

۵۔الحسن: راجع:۳۶

۶۔حضنین:

آپ کا نام ابومحمد حضنین بن منذر بن حارث رقاشی (م:۱۰۰ھ) ہے، آپ ابوساسان کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ رواۃ کے دوسرے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں، آپ جنگ صفین میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے امیر لشکر تھے۔ بعض نے آپ کا نام حضنین کی بجائے حصین (صاد کے ساتھ) ذکر کیا ہے۔ امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۳)

۷۔المہاجر بن قنفذ:

آپ کا نام خلف بن عمیر بن جدعان بن عمرو قرشی تیمی بصری ہے، مہاجر آپ کا لقب ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو عطا فرمایا تھا، پھر اسی لقب سے مشہور ہو گئے، قنفذ آپ کے جد امجد کا نام ہے۔ آپ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، فتح مکہ والے دن اسلام قبول کیا۔ آپ نے بصرہ میں وفات پائی۔(۴)

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ دیگر شواہد کی بناء پر صحیح ہے، البتہ اس سند میں ضعف ہے۔

۵۔خصوصیات سند:

☆ یہ روایت سباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سباعیات کے لحاظ سے یہ پہلے حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے طویل سند ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۱۔ i۔تاریخ الدوری، ج۲، ص۵۷۲ ii۔طبقات ابن سعد، ج۷، ص۲۹۳

۲۔ i۔الجرح والتعدیل، ج۴، ص۶۵ ii۔تاریخ الثقات، ص۱۸۷

۳۔ i۔تقریب التھذیب، ج۱، ص۱۸۴ ii۔الثقات، ج۴، ص۱۹۱

۴۔ i۔الاستیعاب، ج۴، رقم ۱۴۵۴ ii۔اسد الغابۃ، ج۴، رقم ۴۱۶

☆ حضرت حضین رضی اللہ عنہ کنیت کی بجائے لقب ابوساسان سے مشہور ہیں۔

☆ حضرت حضین رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور راوی اس نام کا نہیں ہے۔

☆ حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ سے غالباً یہی ایک حدیث مبارکہ مروی ہے۔

۶۔لغات:

سلم علی النبی :انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔

وھو یبول : آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کر رہے تھے۔

فلم یرد علیه : آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب نہ دیا۔

حتی توضا : یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوفرمایا۔

فلما توضا ردعلیه : جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوفرمایا، تو ان کے سلام کا جواب دیا۔

۷۔مسائل ونصائح:

☆ حضرت ابوجہیم بن حارث رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاء حاجت کے بعد تیمم کر کے سلام کا جواب دیا۔(۱)

☆ پیشاب کرتے شخص کو سلام کہنا مناسب تو نہیں، لیکن اگر کسی نے غلطی سے سلام کہہ دیا، تو پیشاب سے فراغت کے بعد جواب دیا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً باوضو رہتے تھے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً وضوفرمایا، پھر جواب دیا۔ ہر آدمی کے لئے ایسا ضروری نہیں، کیونکہ سلام، جواب سلام اوراذکار واوراد کے لئے وضو شرط نہیں، نیز جب سلام کہنے کے لئے باوضو ہونا ضروری نہیں، تو جواب دینے کے لئے بھی ضروری نہیں۔(۲)

☆ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام وضو کرنے کی حالت میں کہا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو مکمل کرنے کے بعد جواب عنایت فرمایا، ابن ماجہ کی روایت حسب ذیل ہے۔

عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ قُنْفُذِ بْنِ عُمَيْرِ بْنِ جُدْعَانَ قَالَ :أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ وُضُوئِهِ، قَالَ :إِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي مِنْ أَنْ أَرُدَّ عَلَيْكَ إِلَّا أَنِّي كُنْتُ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ (۳)

حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کر رہے تھے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سلام کا جواب نہ دیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے آپ کو جواب دینے میں کسی چیز نے نہ روکا مگر یہ کہ میں وضو کی حالت میں نہ تھا۔

☆ اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ واقعات ہوں، لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ وضو بطور استعارہ بول کے ہو، کیونکہ سبب اور مسبب کی مناسبت سے استعارہ جائز ہوتا ہے۔(۴)

۱۔ المنھل، ج۱، ص۷۰ ۲۔ سنن نسائی (خلاصہ)، ج۱، ص۱۱۳

۳۔ ابن ماجہ:۳۵۰ ۴۔ بذل المجھود، ج۱، ص۶۵

☆ اس حوالے سے آپ ﷺ نے یہ بھی وضاحت فرمائی: انی کرھت ان اذکر اللہ عزوجل الا علی طھر (۱)
میں بغیر وضو اللہ تعالیٰ ﷻ کے ذکر کو ناپسند کرتا ہوں۔

☆ آپ ﷺ کا عمل استحباب پر محمول ہوگا۔

☆ اسی طرح مذکورہ حالت میں چھینک آنے کی صورت میں بھی زبان سے الحمدللہ کہنا یا یرحمک اللہ درست نہیں ہے، البتہ قلبی ذکر درست ہوگا۔

☆ یہ حدیث مبارکہ نبی کریم ﷺ کی شفقت، مہربانی، اچھے اخلاق اور عظمت کی دلیل ہے۔

☆ نبی کریم ﷺ نے جواب حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ کی دلجوئی کے لئے عطا فرمایا، یہ آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ کی ایک جھلک ہے۔ (۲)

☆ اللہ تعالیٰ ﷻ کا ذکر وضو اور بغیر وضو دونوں حالتوں میں جائز ہے، البتہ افضل یہی ہے کہ وضو کے ساتھ ہو۔ (۳)

☆ ذکر کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ وہ ذکر جن کے لئے وقت مختص ہو، ایسے ذکر کے لئے وقت اہم ہوتا ہے، اس لئے ایسا ذکر وقت مخصوص میں کرنا افضل ہے، چاہے وضو ہو یا نہ ہو۔

۲۔ دوسرا وہ ذکر ہے، جس کے لئے وقت مختص نہ ہو، ایسے ذکر کے لئے وضو کا ہونا افضل ہے۔ (۴)

☆ قضاء حاجت کی حالت میں سلام کرنے والا جواب کا مستحق نہیں ہوتا۔ (۵)

۸۔ خلاصہ:

☆ قضاء حاجت میں مصروف شخص کو سلام نہیں کرنا چاہیے۔

☆ قضاء حاجت کی حالت میں سلام اور جواب دونوں مکروہ ہیں۔

☆ نبی کریم ﷺ کا جواب دینا کمال شفقت اور صحابی کی دلجوئی کے لئے تھا۔

☆ آپ ﷺ کا عمل استحباب پر محمول ہوگا۔

☆ اللہ تعالیٰ کا ذکر باوضو کرنا افضل واعلیٰ ہے۔

☆ جن اذکار کے لئے وقت معین ہو، ان کا وقت معین میں کرنا ہی افضل ہے، اگرچہ وضو نہ ہو۔

☆ نبی کریم ﷺ نے جواب نہ دینے کی وضاحت بھی بیان فرمائی، جس سے یہ اصول مترشح ہوتا ہے کہ استاد، شیخ اور اکابر کو شاگرد، مرید اور اصاغر کی تربیت کے لئے اہم امور کی وضاحت کرنی چاہیے، تاکہ فائدہ تامہ حاصل ہو۔

۱۔ ابوداؤد: ۱۷ ۔ ۲۔ شرح سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۱۶
۳۔ ایضاً ص ۱۷ ۔ ۴۔ ایضاً
۵۔ عون المعبود، ج ۱، ص ۲۲

۳۵۔ باب النَّهْيِ عَنْ الاِسْتِطَابَةِ بِالْعَظْمِ ہڈی سے استنجاء کرنے کی ممانعت

اس باب میں ہڈی سے صفائی حاصل کرنے کی ممانعت کا بیان ہے، الاستطابۃ کا معنی استنجاء کرنے اور صفائی حاصل کرنے کے ہیں، کیونکہ اس صورت میں استنجاء کرنے والا شرمگاہ سے ناپسندیدہ چیز کو دور کر کے پاکی حاصل کرتا ہے، اس لئے اسے الاستطابۃ سے موسوم کیا جاتا ہے، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ جو حدیث لے کر آئے ہیں، اس میں ہڈی اور لید دونوں سے استنجاء کرنے کی ممانعت کا بیان ہے، البتہ لید سے استنجاء کی ممانعت کا امام رحمۃ اللہ علیہ نے علیحدہ اگلا باب قائم فرمایا ہے۔

مناسبت:

اس سے پہلے باب میں پیشاب کرتے ہوئے سلام اور بعد میں جواب دینے کا بیان تھا، اور اس باب میں پیشاب اور پاخانہ کو زائل کرنے کا بیان ہے، کیونکہ استطابت اور استنجاء کا مقصود بول و براز کو جسم سے دور کرنا ہے، اس طرح یہ باب بھی پیشاب و پاخانہ کے بارے میں ہے۔

۳۹۔أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ قَالَ: أَنْبَأَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ بْنِ سَنَّةَ الْخُزَاعِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَسْتَطِيبَ أَحَدُكُمْ بِعَظْمٍ أَوْ رَوْثٍ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو بھی ہڈی اور لید کے ساتھ استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۱۔اطراف:

احمد: ۳۶۱۹، ۴۰۵، ۴۲۵، ۱۵، ۱۵۲۵، معانی الآثار: ج۱، ص۱۲۳، مستدرک حاکم، ج۲، ص۵۰۳۔۵۰۴، دلائل النبوۃ (ابی نعیم)، ج۲، ص۱۲۹۔۱۳۰، الاصابۃ، ج۴، ص۱۴۹، السنن الکبریٰ: ۳۸

۲۔مطابقت:

حدیث کے الفاظ ''کسی شخص کو بھی ہڈی سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا'' باب کے عنوان کے مطابق ہیں۔

۳۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں۔

۱۔احمد بن عمرو بن السرح:

آپ کا نام ابوطاہر احمد بن عمرو بن عبداللہ بن عمرو بن سرح اموی مصری (م: ۲۵۵ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، فقیہ راوی ہیں، امام مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۱۔ i۔الجرح والتعدیل، ج۲، ص۶۵ ii۔تقریب التھذیب، ج۱، ص۴۰

۲۔ابن وھب: راجع:۹

۳۔یونس: ایضاً

۴۔ابن شھاب: راجع:۱

۵۔ابوعثمان بن سنہ الخزاعی:

آپ کا نام ابوعثمان بن سنہ خزاعی کعبی شامی دمشقی ہے، آپ رواۃ کے دوسرے طبقہ سے مقبول راوی ہیں، بعض لوگوں نے آپ کو صحابہ میں شامل کیا ہے، لیکن آپ مرسل حدیث بیان کرتے ہیں، امام نسائی نے سنن اور ابن ماجہ نے تفسیر میں آپ سے روایت بیان کی ہے۔(۱)

۶۔عبداللہ بن مسعود:

آپ کا نام مبارک ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن مخزوم ہذلی مدنی کوفی (م:۳۲ھ) ہے۔آپ مشہور صحابی اور سابقین اولین میں سے ہے۔آپ صحابہ کرام میں علم کے اعتبار سے ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔آپ بدری صحابی ہیں۔آپ صاحب نعلین رسول ﷺ کہلاتے ہیں۔آپ نبی کریم ﷺ سے سیرت وصورت میں بہت مشابہت رکھتے تھے۔آپ سے آٹھ سو اڑتالیس (۸۴۸) احادیث مروی ہیں، جن میں سے چونسٹھ احادیث متفق علیہ، اکیس میں امام بخاری اور پینتیس میں امام مسلم منفرد ہیں۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔آپ نے ساٹھ سال سے زائد کی عمر پائی۔(۲)

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔خصوصیات سند:

☆ یہ روایت سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ سولہویں (۱۶) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ یہ روایت مصری، ایلی، مدنی اور دمشقی راویوں کے درمیان ہے۔

☆ سند کے ابتدائی دو راوی احمد بن عمرو اور ابن وھب مصری ہیں، تیسرے راوی یونس ایلی ہیں، چوتھے اور چھٹے راوی ابن شھاب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مدنی اور پانچویں راوی ابن سنہ دمشقی ہیں۔

☆ سند میں تابعی (ابن شہاب) دوسرے تابعی (ابن سنہ) سے روایت کرتے ہیں۔

☆ ابوعثمان بن ابن سنہ سے صحاح ستہ میں صرف امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ہی روایت کی ہے۔اور یہی ایک روایت ہے۔

☆ ابوعثمان سے ابن شھاب زہری کے علاوہ کسی اور نے روایت نہیں کی۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جید فقیہہ صحابی ہیں، لیکن فقہا عبادلہ اربعہ صحابہ میں شامل نہیں ہیں کیونکہ غالباً فقہاء عبادلہ اربعہ کی اصطلاح آپ کی وفات کے بعد رائج ہوئی ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۱۔ i۔تھذیب الکمال، ج۱۱، رقم ۸۱۳۵ ii۔تقریب التھذیب، ج۲، ص۴۴۰

۲۔ i۔سیر اعلام النبلاء، ج۱، ص۴۶۱ ii۔اسد الغابۃ، ج۳، ص۲۵۶

۶۔لغات:

نھی: روکا، منع کیا۔

ان یستطیب: استنجاء کرنا، بول و براز کو دور کرنا۔

احدکم: تم میں سے کوئی ایک۔

بعظم: ہڈی

روث: لید، گوبر

۷۔مسائل ونصائح:

☆ امام بخاری نے ''مناقب الانصار'' میں اس حدیث کو زیادہ تفصیل سے روایت کیا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے وضوء اور آپ کے استنجاء کے لئے مشکیزہ میں پانی لے کر جا رہے تھے، پس جس وقت وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میں ابو ہریرہ ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے لئے پتھر تلاش کر کے لاؤ، جن سے میں استنجاء کروں اور ہڈی اور گوبر لے کر نہ آنا، میں اپنے کپڑے کے پلو میں چند پتھر لپیٹ کر لایا، حتیٰ کہ میں نے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں رکھ دیئے، پھر میں واپس چلا گیا، حتیٰ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہو گئے، تو میں پھر آ گیا، اور میں نے پوچھا: ہڈی اور گوبر کی کیا وجہ تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جنات کے طعام کا حصہ ہیں، اور بے شک میرے پاس نصیبین کے جنات کا وفد آیا تھا اور وہ بہت اچھے جنات تھے، انہوں نے مجھ سے زاد (خوراک) کا سوال کیا، تو میں نے ان کے لئے اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! یہ جس ہڈی یا گوبر کے پاس سے گزریں، یہ اس کے اوپر طعام پالیں۔(۱)

☆ اس حدیث میں مذکور ہے: میرے پاس نصیبین کے جنات کا وفد آیا، ہو سکتا ہے کہ یہ اسی رات کا واقعہ ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی رات کے واقعہ کی خبر دی ہو، اور نصیبین الجزیرہ کا مشہور شہر ہے، ابن التین نے کہا: وہ شام میں ہے، اور اس میں مجاز ہے، کیونکہ الجزیرہ شام اور عراق کے درمیان ہے۔(۲)

☆ اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ جس ہڈی یا گوبر کے پاس سے گزریں، اس پر طعام پالیں، ابن التین نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے طعام کو چکھ لیں، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس پر طعام کو پیدا کر دے'' صحیح مسلم'' میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ گوبر ان کے جانوروں کی خوراک ہے، اور یہ اس حدیث کے منافی نہیں ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں یہ مراد ہو، کہ ان کے جانور گوبر کے اوپر اپنی خوراک پالیں۔(۳)

☆ صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعود کی روایت کا متن اس طرح ہے:

جنات نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زاد کا سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ہڈی جس پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا نام لیا گیا ہو، جب وہ تمہارے ہاتھ میں آئے گی، تو اس پر تمہارے لئے پہلے سے زیادہ گوشت بھرا ہوا ہوگا، اور ہر مینگنی تمہارے جانوروں کا چارا ہوگی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان سے استنجاء نہ کیا کرو، کیونکہ یہ تمہارے بھائیوں کا طعام ہے۔(۴)

۱۔ صحیح البخاری: ۳۸۶۰ ۲۔ نعمۃ الباری، ج۱، ص۵۵۷

۳۔ فتح الباری، ج۵، ص۵۶ ۴۔ مسلم: ۹۹۰

☆ اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو استنجاء کے لئے پتھر لانے کا حکم دیا، اور فرمایا: ہڈی اور گوبر نہ لانا، اس سے معلوم ہوا کہ پتھروں اور مٹی کے ڈھیلوں سے استنجاء کرنا جائز ہے، اور ہڈی اور گوبر سے استنجاء کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ ان میں جنات کی اور ان کے جانوروں کی خوراک ہے۔(۱)

☆ نبی ﷺ نے ہڈی سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ کھانے پینے کی تمام چیزوں کے ساتھ استنجاء کرنا ممنوع ہے، اور دیگر تمام محترم اشیاء سے استنجاء کرنا ممنوع ہے مثلاً علمی کتابوں کے اوراق کے ساتھ، البتہ ٹوائلٹ پیپر رول کے ساتھ استنجاء کرنا جائز ہے، کیونکہ اس کاغذ میں لکھے جانے کی صلاحیت نہیں ہوتی اور اس کی وضع ہی استنجاء کرنے کے لئے ہوتی ہے۔(۲)

☆ اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، دو پتھروں کے ساتھ تیسرا گوبر کا ٹکڑا لائے تھے، آپ ﷺ نے گوبر کے ٹکڑے کو پھینک دیا اور فرمایا: یہ نجس ہے۔ ''صحیح بخاری، سنن نسائی، مصنف ابن ابی شیبہ'' اور ''المعجم الکبیر'' وغیرہ میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ''رکس'' ہے، اور سنن ابن ماجہ: ۳۱۴ میں ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ''رجس'' ہے، اور ''رکس''، اور ''رجس'' ان دونوں لفظوں کا معنی نجس ہے، اور اس حدیث میں اس کی صراحت ہے کہ گوبر نجس ہے۔(۳)

☆ گوبر کی نجاست کی صفت میں علماء کا اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نجاست غلیظہ ہے، یہی امام زفر کا قول ہے، امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک یہ نجاست خفیفہ ہے، اور امام مالک کے نزدیک گوبر طاہر ہے۔(۴)

☆ ابن وہب بیان کرتے ہیں: ہم نے امام مالک سے کہا: کہ راستوں میں جانوروں کا گوبر اور ان کا پیشاب اور ان کا پاخانہ ہوتا ہے، امام مالک نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ چیزیں ہمیشہ سے راستوں میں ہوتی تھیں، اور مسلمان بارش اور کیچڑ میں داخل ہوتے تھے، اور نماز پڑھتے تھے اور کپڑوں کو نہیں دھوتے تھے۔(۵)

☆ غیر مقلدین کے نزدیک بھی گوبر پاک ہے، شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی لکھتے ہیں:

داؤد نے کہا: ہر حیوان کا پیشاب اور پاخانہ پاک ہے، خواہ اس کا گوشت کھایا جاتا ہو یا نہ کھایا جاتا ہو، سوا انسان کے پیشاب اور پاخانے کے، وہ نجس ہیں۔

شیخ ابن حزم نے کہا: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ نجاست غلیظہ ہے ان کا یہ قول فاسد ہے، اس کی اصل سنت صحیحہ میں ہے، نہ ضعیفہ میں، نہ قرآن میں، نہ قیاس میں، نہ اجماع میں، نہ یہ کسی ایسے شخص کا قول ہے، جس کی رائے صحیح ہو۔(۶)

مشہور غیر مقلد عالم حافظ عبد اللہ روپڑی لکھتے ہیں:

گوبر حنفی مذہب میں پاک نہیں، مگر حدیث سے اس کی طہارت ثابت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ماکول اللحم چارپایہ کا گوبر، پیشاب پاک ہے۔ یہ استدلال فاسد ہے، بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ان کے پیشاب اور گوبر پر نماز پڑھی جائے، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ باڑے میں کسی صاف جگہ پر مصلیٰ بچھا کر اس پر نماز پڑھی جائے۔

۱۔ نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۵۵۹ ۲۔ ایضاً ۳۔ ایضاً، ص ۵۶۳

۴۔ عمدۃ القاری، ج ۲، ص ۴۶۲ ۵۔ المدونۃ الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۰

۶۔ المحلی بالآثار، ج ۱، ص ۱۷۰

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چند آدمیوں کو جو مدینہ میں آ کر بیمار ہو گئے، فرمایا: تم اونٹنیوں کا پیشاب اور دودھ پیو، وہ شفایاب ہو گئے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ ماکول اللحم چار پایہ کا بول (پیشاب)، گوبر پاک ہے۔ (۱)

دوسری حدیث سے استدلال میں حافظ روپڑی نے کئی غلطیاں کی ہیں، ایک یہ ہے کہ اس حدیث میں کہیں گوبر کا ذکر نہیں ہے اور انہوں نے اس حدیث سے گوبر کے پاک ہونے کو بھی کشید کر لیا، دوسری غلطی یہ ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ چند بیمار آدمیوں کو رسول اللہ ﷺ نے اونٹنیوں کا پیشاب پینے کی اجازت دی تھی، نہ کہ تمام امت مسلمہ کو، لہٰذا اونٹنیوں کا پیشاب مطلقاً پاک نہ ہوا، تیسری غلطی یہ ہے کہ نبی ﷺ نے بالعموم فرمایا ہے: پیشاب سے بچو کیونکہ عام عذاب قبر اس سے ہوتا ہے۔ (۲) اور اس حدیث میں جوان بیماروں کو اونٹنیوں کا پیشاب پینے کا حکم دیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو وحی کے ذریعہ معلوم ہو گیا تھا کہ ان کی بیماری کا علاج اسی سے ہو سکتا ہے، سو یہ حدیث ان کے ساتھ مخصوص ہے، پیشاب پینے کے جواز میں عام نہیں ہے۔

☆ غیر مقلدین نے گوبر کو نجس ہونے کے قول کو امام ابو حنیفہ کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے، حالانکہ امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

علامہ یحییٰ بن زکریا نووی شافعی لکھتے ہیں:

ابن حزم نے اپنی کتاب ''محلی'' میں داؤد سے یہ نقل کیا ہے کہ اس نے کہا ہے کہ آدمی کے سوا ہر حیوان کا پیشاب اور گوبر پاک ہے، اس کا یہ قول انتہائی فاسد ہے۔

جن حیوانات کا گوشت کھایا جاتا ہے، ان کا پیشاب اور گوبر ہمارے نزدیک نجس ہے اور امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف وغیرہ کے نزدیک بھی اور امام مالک اور امام احمد نے ان کو پاک کہا ہے، امام محمد کے نزدیک بھی ان کا گوبر نجس ہے۔ (۳)

☆ اس باب کی حدیث میں صحیح بخاری: ۱۵۶ اور سنن ابو داؤد وغیرہ کے حوالے سے بتایا جا چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گوبر کے ٹکڑے کو نجس فرمایا، اس کے علاوہ صحیح البخاری: ۱۵۵ میں یہ حدیث بھی گزر چکی ہے کہ آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے پتھر تلاش کر کے لا کر دو، میں ان سے استنجاء کروں گا اور میرے پاس ہڈی اور گوبر نہ لانا۔

ان صحیح اور صریح احادیث کے بعد گوبر کے نجاست غلیظہ ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے؟

☆ نجاست سے صفائی، بالعموم پانی یا مٹی کے ساتھ ہی ہوتی ہے، کیونکہ یہ دونوں شرعاً وعرفاً مطہر ہیں۔ صفائی کے علاوہ بدبو بھی ختم کرتے ہیں۔ باقی چیزیں مکمل صفائی کرتی ہیں نہ بدبو ہی ختم کرتی ہیں۔ ہڈی میں جذب کرنے کی صلاحیت نہیں، بلکہ وہ سخت ہوتی ہے، لہٰذا وہ صحیح صفائی نہ کر سکے گی اور گوبر یا لید تو خود بھی نجس یا نجاست کی طرح ہیں۔ ان سے کیا صفائی ہوگی؟ علاوہ ازیں ہڈی اور لید جنوں اور ان کے جانوروں کی خوراک بھی ہیں، لہٰذا انہیں گندگی سے آلودہ کرنا منع ہے، احادیث میں اس کی صراحت ہے۔ (۴)

۱۔ فتاویٰ اہل حدیث، ج ۱، ص ۲۴۲ ۲۔ i- سنن دار قطنی، ج ۱، ص ۱۲۸ ii- سنن ابن ماجہ: ۳۴۸

۳۔ شرح المہذب، ج ۳، ص ۵۷۸۔۵۷۷ ۴۔ سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۱۴

۱۰۔ خلاصہ:

☆ ہڈی اور گوبر و لید سے استنجاء کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

☆ ہڈی سے استنجاء کرنا عزت و حرمت کی وجہ سے ہے، جبکہ گوبر وغیرہ سے نجس ہونے کی وجہ سے استنجاء کرنا منع ہے۔

☆ ہڈی کی بناء پر ہر عزت و حرمت والی چیز اور کھانے والی اشیاء سے استنجاء کرنا ناجائز ہے۔

☆ ہڈی اور گوبر وغیرہ سے استنجاء کے منع کرنے کی ایک وجہ جنات کا کھانا ہونا بھی ہے۔

☆ گوبر کے نجس ہونے کی علت کی بناء پر ہر ناپاک چیز سے استنجاء کرنا ناجائز ہے۔

☆ گوبر اور لید نجاست غلیظہ میں سے ہیں۔

☆ اگر ہڈی اور گوبر وغیرہ سے کسی نے استنجاء کرلیا، تو استنجاء ہو جائے گا، البتہ ایسا کرنے والا شخص گناہگار ہوگا، کیونکہ ان سے نجاست زائل ہو جاتی ہے، بہر حال بہتر یہی ہے کہ بعد میں پانی کا استعمال کرے۔

☆ شیشہ اور اس جیسی اشیاء سے بھی استنجاء کرنا ناجائز ہے۔

☆ عصر حاضر میں ٹشو پیپر یا رول وغیرہ سے استنجاء کرنا جائز ہے، کیونکہ ٹشو وغیرہ کے بنائے جانے کا مقصود ہی اس سے صفائی حاصل کرنا ہے۔

۳۶۔ باب النَّهْيِ عَنِ الاِسْتِطَابَةِ بِالرَّوْثِ — لید سے استنجاء کرنے کی ممانعت

اس باب میں لید سے استنجاء کرنے کی ممانعت کا بیان ہے، اس سے پہلے باب میں ہڈی سے استنجاء نہ کرنے کا بیان تھا۔

۴۰۔أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْقَعْقَاعُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ أُعَلِّمُكُمْ إِذَا ذَهَبَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْخَلَاءِ، فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يَسْتَدْبِرْهَا وَلَا يَسْتَنْجِ بِيَمِينِهِ. وَكَانَ يَأْمُرُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ، وَنَهَى عَنِ الرَّوْثِ وَالرِّمَّةِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے لئے باپ کی طرح ہوں، میں تمہیں سکھلاتا ہوں، جب تم میں سے کوئی قضاء حاجت کے لئے جائے، تو قبلہ کی طرف نہ چہرہ کرے اور نہ ہی پیٹھ کرے، نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے، آپ ﷺ تین پتھروں سے (استنجاء کرنے کا) حکم فرماتے، آپ ﷺ نے لید اور ہڈی سے (استنجاء کرنے سے) منع فرمایا۔

۱۔ اطراف:

ابوداؤد: ۸، ابن ماجہ ۳۱۲ـ۳۱۳، احمد: ۲:۲۴۷، ۷، ۴۱۳، ابن حبان: ۱۲۸، ابن خزیمہ: ۸۰

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب سے مطابقت اس آخری جملہ میں ہے: آپ ﷺ نے لید اور ہڈی کے ساتھ استنجاء کرنے سے منع فرمایا۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔یعقوب بن ابراھیم: راجع:۲۲

۲۔یحیٰی بن سعید: راجع:۴

۳۔محمد بن عجلان:

آپ کا نام ابوعبداللہ محمد بن عجلان قرشی مدنی (م:۱۴۸ھ) ہے، آپ رواۃ کے پانچویں طبقہ نے ثقہ، صدوق، فقیہہ، عابد راوی ہیں، آپ مستجاب الدعوات تھے، البتہ امام عقیلی کے مطابق حضرت نافع سے حدیث میں اضطراب اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث میں اختلاط پایا جاتا ہے۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، امام بخاری نے تعلیق روایت کی ہے۔(۱)

۴۔القعقاع:

آپ کا نام قعقاع بن حکیم کنانی مدنی ہے، آپ رواۃ کے چوتھے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، امام بخاری نے ادب المفرد میں آپ سے روایت کیا ہے۔(۲)

۵۔ابوصالح:

آپ کا نام ابوصالح ذکوان سمان مدنی (م:۱۰۱ھ) ہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، ثابت راوی ہیں، حضرت اعمش رحمہ اللہ نے آپ سے ایک ہزار احادیث روایت کی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۳)

۶۔ابوہریرہ: راجع:۱

۴۔حکم روایت:

یہ روایت اس سند سے حسن ہے، جبکہ دیگر شواہد کی بناء پر صحیح ہے۔

۵۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ روایت سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ سترھویں (۱۷) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کا پہلا راوی بغدادی، دوسرا البصری اور باقی مدنی راوی ہیں۔

☆ یہ تابعی (قعقاع) کی دوسرے تابعی (ابوصالح) سے روایت ہے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مکثیرین سبعہ صحابہ میں سے ہیں، اوران میں بھی سب سے زیادہ روایت کرنے والے ہیں، آپ کی روایات کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) ہے۔

۱۔ i۔تاریخ الدوری، ج۲، ص۵۳۰ ii۔تاریخ ابی زرعۃ، ص۵۱۹
iii۔تھذیب الکمال، ج۲۶، رقم ۱۰۶

۲۔ i۔سوالات ابن جنید، ص۲۰۵ ii۔الثقات، ج۵، ص۳۲۳

۳۔ i۔العلل، ج۱، ص۱۰۷ ii۔طبقات ابن سعد، ج۶، ص۲۲۶

☆ حضرت یعقوب بن ابراہیم ان نو شیوخ میں سے ہیں، جن سے آئمہ صحاح ستہ نے براہ راست احادیث روایت کی ہیں۔

☆ امام نسائی رحمتہ اللہ نے حدثنا یحییٰ یعنی ابن سعید جو کہا ہے، اس میں لطیف اشارہ ایک خاص قاعدہ کی طرف ہے، کہ جب شیخ اپنے شیخ کا صرف نام ذکر کرے اور نسب ذکر نہ کرے، اور شاگرد اس کو بیان کرنا چاہے، تو وہ یعنی یا اس جیسے اور الفاظ استعمال کرتا ہے، یہاں پر بھی امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قاعدہ کی رعایت فرمائی ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبر دو دفعہ، حدثنا ایک دفعہ اور عن عن تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔لغات:

مثل الوالد: باپ کی مانند۔ باپ کی طرح۔

اعلمکم: میں تمہیں سکھلاتا ہوں۔

اذھب احد کم الی الخلا: جب تم میں سے کوئی قضاء حاجت کے لئے جائے۔

فلایستقبل القبلة و لا یستدبرھا: قبلہ کی طرف نہ چہرہ کرے اور نہ ہی پیٹھ۔

لایستنج بیمینه: دائیں ہاتھ کے ساتھ صفائی نہ کرے۔

کان یامر بثلاثة احجار: آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین پتھروں کا حکم فرماتے۔

نھی عن الروث والرمة: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لید اور ہڈی سے منع فرمایا۔

۷۔مسائل ونصائح:

اس حدیث مبارکہ میں درج ذیل مسائل بیان ہوئے ہیں:

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باپ کی مانند ہیں ۲۔قبلہ شریف کی طرف قضاء حاجت کی حالت میں چہرہ نہ کرنے کا بیان ہے۔

۳۔ دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرنا ۴۔تین پتھروں کا استعمال۔

۵۔ لید اور ہڈی سے استنجاء کرنے کی ممانعت

ان میں سے قبلہ شریف کی طرف چہرہ اور پیٹھ نہ کرنے کی بحث حدیث نمبر ۲۰ اور حدیث نمبر ۲۱ کے تحت گزر چکی ہے، لید اور ہڈی سے استنجاء کرنے کی ممانعت کا بیان پچھلی حدیث مبارکہ کے تحت گزر چکا ہے، دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرنے اور تین پتھروں کے استعمال کا بیان آگے آرہا ہے۔ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ کی مانند ہونے سے کیا مراد ہے، اس کی وضاحت درج ذیل ہے:

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امت پر شفقت اور تربیت کرنے میں باپ کی مثل ہیں۔(۱)

☆ رتبہ اور مرتبہ کے لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کوئی نہیں ہوسکتا۔(۲)

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امت پر بہت شفیق و مہربان ہیں۔(۳)

۱۔ المنھل العذب المورود شرح سنن الامام ابی داؤد، ج ۱، ص ۴۵۔۴۶ ۲۔ ایضاً

۳۔ التوبۃ ۹: ۱۲۸

☆ آپ ﷺ تبلیغ دین کیلئے لوگوں کو قرب عطا کرتے تھے تا کہ لوگ مسائل پوچھنے اور دین سیکھنے میں کوئی دقت محسوس نہ کریں۔(۱)

☆ شیخ یا استاد کا رتبہ باپ سے زیادہ ہے۔(۲)

☆ الرمۃ کا معنیٰ پرانی ہڈی ہے، لیکن اس سے مراد مطلقاً ہڈی ہے۔

۸۔خلاصہ بحث:

☆ لید، گوبر اور ان جیسی دیگر اشیاء سے استنجاء کرنا منع ہے۔

☆ لید، گوبر اور دیگر اشیاء سے ان کے ناپاک ہونے کی وجہ سے استنجاء کرنا ناجائز ہے۔

☆ ان اشیاء سے استنجاء کرنے کی ممانعت کی ایک وجہ ان اشیاء کا جنات کی خوراک ہونا بھی ہے۔

☆ اسی طرح ہر ناپاک چیز سے استنجاء کرنا ناجائز ہے۔

☆ اگر کسی نے بول و براز کو لید، گوبر یا دیگر ناپاک اشیاء سے زائل کر لیا، تو گناہگار ہے، لیکن استنجاء ہو جائے گا۔اس صورت میں بہتر یہی ہے کہ بعد میں پاک چیز یا پانی کا استعمال کرے۔

۳۷۔ باب النَّهْيِ عَنِ الاِكْتِفَاءِ فِي الاِسْتِطَابَةِ بِأَقَلَّ مِنْ ثَلاَثَةِ أَحْجَارٍ

استنجاء میں تین ڈھیلوں سے کم استعمال کرنے کی ممانعت

اس باب میں ڈھیلوں، پتھروں یا جنس زمین کی دیگر اشیاء کے، استنجاء کے لئے تعداد میں تین سے کم ہونے کی ممانعت کا بیان ہے، یعنی ایسی صفائی کے لئے کم از کم تین ڈھیلے استعمال کرنے چاہیے، پچھلے باب میں لید سے استنجاء کرنے کی ممانعت کا بیان تھا۔

۴۱۔ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَنْبَأَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ: قَالَ لَهُ رَجُلٌ: إِنَّ صَاحِبَكُمْ لَيُعَلِّمُكُمْ حَتَّى الْخِرَاءَةَ قَالَ: أَجَلْ " . نَهَانَا أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ أَوْ نَسْتَنْجِيَ بِأَيْمَانِنَا أَوْ نَكْتَفِيَ بِأَقَلَّ مِنْ ثَلاَثَةِ أَحْجَارٍ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ایک شخص نے ان سے کہا: تمہارا نبی ﷺ تمہیں ہر چیز سکھلاتا ہے، حتیٰ کہ قضاء حاجت کا طریقہ بھی، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! آپ ﷺ نے ہمیں قضاء حاجت کے وقت قبلہ شریف کی طرف چہرہ کرنے، دائیں ہاتھ سے صفائی کرنے اور تین پتھروں سے کم استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۱۔اطراف:

مسلم: ۲۶۲، ابوداؤد: ۷، ترمذی: ۱۶، ابن ماجہ: ۳۱۶، احمد: ۲۳۷۶۴، السنن الکبریٰ: ۴۰

۲۔مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کے اس جملہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ہے:

آپ ﷺ نے تین پتھروں سے کم استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۱۔ معالم السنن شرح سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۱۳ ۲۔ بذل المجہود فی حل ابی داؤد، ج ۱، ص ۲۲

۳۔تعارفِ رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔اسحٰق بن ابراھیم: راجع:۲

۲۔ابو معاویۃ: راجع: ۳۰

۳۔الاعمش: راجع:۱۸

۴۔ابراھیم: راجع:۳۳

۵۔عبدالرحمٰن بن یزید:

آپ کا نام ابوبکر عبدالرحمٰن بن یزید بن قیس نخعی کوفی (م:۸۳ھ) ہے۔آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۶۔حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ:

نام ونسب: نسبی تعلق اصفہان کے آب الملک کے خاندان سے تھا، مجوسی نام مابہ تھا، اسلام کے بعد سلمان رکھا گیا اور بارگاہ نبوت سے سلمان الخیر لقب ملا، ابوعبداللہ کنیت ہے سلسلہ نسب یہ ہے، مابہ ابن بوذخشان بن مورسلان بن یہبوذان بن فیروز بن سہرک۔

قبل اسلام:

آپ کے والد اصفہان کے ''جی'' نامی قریہ کے باشندہ اور وہاں کے زمیندار و کاشت کار تھے، ان کو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے اس قدر محبت تھی کہ ان کو لڑکیوں کی طرح گھر کی چار دیواری سے نکلنے نہ دیتے تھے، آتش کدہ کی دیکھ بھال ان ہی کے متعلق کر رکھی تھی، چونکہ مذہبی جذبہ ان میں ابتدا سے تھا اس لیے جب تک آتش پرست رہے اس وقت تک آتش پرستی میں سخت غلو رہا، اور نہایت سخت مجاہدات کیے، شب وروز آگ کی نگرانی میں مشغول رہتے تھے، حتیٰ کہ ان کا شمار ان پجاریوں میں ہو گیا تھا، جو کسی وقت آگ کو بجھنے نہیں دیتے تھے۔

مجوسیت سے نفرت اور عیسائیت کا میلان:

ان کے والد کا ذریعہ معاش زمین تھی، اس لئے زراعت کی نگرانی وہ بذات خود کرتے تھے، ایک دن وہ گھر کی مرمت میں مشغولیت کی وجہ سے کھیت خود نہ جا سکے اور اس کی دیکھ بھال کے لیے سلمان کو بھیج دیا، ان کو راستہ میں ایک گرجا ملا، اس وقت اس میں عبادت ہو رہی تھی، نماز کی آواز سن کر دیکھنے کے لئے گرجے میں چلے گئے نماز کے نظارہ سے ان کے دل پر خاص اثر ہوا، اور مزید حالات کی جستجو ہوئی اور عیسائیوں کا طریقہ عبادت اس قدر بھایا کہ بے ساختہ زبان سے نکل گیا کہ ''یہ مذہب ہمارے مذہب سے بہتر ہے''۔ چنانچہ کھیتوں کا خیال چھوڑ کر اسی میں محو ہو گئے، عبادت ختم ہونے کے بعد عیسائیوں سے پوچھا کہ اس مذہب کا سرچشمہ کہاں ہے، انہوں نے کہا شام میں، پتہ پوچھ کر گھر واپس آئے۔ باپ نے پوچھا اب تک کہاں رہے، جواب دیا'' کچھ لوگ گرجے میں عبادت کر رہے تھے مجھ کو ان کا طریقہ ایسا بھلا معلوم ہوا کہ غروب آفتاب تک وہیں رہا'' باپ

۱۔ i۔تاریخ الدوری، ج ۲، ص ۳۶۲ ii۔طبقات ابن سعد، ج ۶، ص ۱۲۱

نے کہا'' وہ مذہب تمہارے مذہب کا پاسنگ بھی نہیں'' جواب دیا'' بخدا وہ مذہب ہمارے مذہب سے کہیں برتر ہے'' اس جواب سے ان کے باپ کو خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں یہ خیال تبدیل مذہب کی صورت میں نہ ظاہر ہو، اس لیے بیڑیاں پہنا کر مقید کر دیا، مگر ان کے دل میں تلاش حق کی تڑپ تھی، اس لیے عیسائیوں کے پاس کہلا بھیجا کہ جب شام کے تاجر آئیں تو مجھ کو اطلاع دینا، چنانچہ جب وہ آئے تو ان کو خبر دی، انہوں نے کہا جب واپس ہوں تو مجھ کو بتانا، چنانچہ جب کاروان تجارت لوٹنے لگا تو ان کو خبر کی گئی، یہ بیڑیوں کی قید سے نکل کران کے ساتھ ہو گئے، شام پہنچ کر دریافت کیا کہ یہاں سے بڑا مذہبی شخص کون ہے، لوگوں کے بشپ کا پتہ دیا، اس سے جا کر کہا'' مجھ کو تمہارا مذہب بہت پسند ہے، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس رہ کر مذہبی تعلیم حاصل کروں، اور مجھ کو اس مذہب میں داخل کر لو۔''

تبدیلی مذہب:

چنانچہ مجوسیت کے آتش کدہ سے نکل کر'' آسمانی بادشاہت'' کی پناہ میں آ گئے، مگر یہ بشپ بڑا بداعمال اور بداخلاق تھا، لوگوں کو صدقہ کرنے کی تلقین کرتا، جب وہ دیتے تو اس کو فقراء اور مساکین میں تقسیم کرنے کے بجائے خود لے لیتا، اس طریقہ سے اس کے پاس سونے اور چاندی کے سات مٹکے جمع ہو گئے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اس کی حرص و آز کو دیکھ دیکھ کر پیچ و تاب کھاتے تھے، مگر زبان سے کچھ نہ کہہ سکتے تھے، اتفاق سے وہ مر گیا، عیسائی شان و شوکت کیساتھ اس کی تجہیز و تکفین کرنے کو جمع ہوئے، اس وقت انہوں نے اس کا سارا اعمال نامہ لوگوں کے سامنے کھول کر رکھ دیا، لوگوں نے پوچھا، تم کو کیسے معلوم ہوا، انہوں نے ان کو لے جا کر اندوختہ خزانہ کے پاس کھڑا کر دیا، تلاشی لی تو واقعی سات مٹکے سونے چاندی سے بھرے ہوئے برآمد ہوئے، عیسائیوں نے اس کی سزا میں نعش دفن کرنے کے بجائے صلیب پر لٹکا کر سنگسار کی، اس کی جگہ دوسرا بشپ مقرر ہوا، یہ بڑا عابد و زاہد اور تارک الدنیا تھا، شب و روز عبادت الٰہی میں مشغول رہتا تھا، اس لئے سلمان رضی اللہ عنہ اس سے بہت مانوس ہو گئے اور دلی محبت کرنے لگے، اور آخر تک اس کی صحبت سے فیض یاب ہوتے رہے، جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس سے کہا میں آپ کے پاس عرصہ تک نہایت لطف و محبت کے ساتھ رہا، اب آپ کا وقت آخر ہے اس لیے آئندہ کے لئے مجھ کو کیا ہدایت ہوتی ہے، اس نے کہا میرے علم میں کوئی ایسا عیسائی نہیں ہے جو مذہب عیسوی کا سچا پیرو کار ہو، سچے لوگ مر کھپ گئے اور موجودہ عیسائیوں نے مذہب کو بہت کچھ بدل دیا ہے اور بہتیرے اصول تو سرے سے چھوڑ ہی دیئے ہیں، ہاں موصل میں فلاں شخص دین حق کا سچا پیرو ہے، تم جا کر اس سے ملاقات کرو۔

موصل کا سفر:

چنانچہ اس بشپ کی موت کے بعد حق کی جستجو میں وہ موصل پہنچے اور تلاش کر کے اس سے ملے اور پورا واقعہ بیان کیا کہ فلاں پادری نے مجھ کو ہدایت کی تھی کہ آپ کے یہاں ابھی تک حق کا سرچشمہ ابلتا ہے اور میں آپ سے مل کر اپنی تشنگی فرو کروں، اس نے ان کو ٹھہرا لیا، پہلے پادری کے بیان کے مطابق یہ پادری درحقیقت بڑا متقی اور پاکباز تھا، اس لیے سلمان رضی اللہ عنہ نے آئندہ کے متعلق اس سے بھی وصیت کی خواہش کی، اس نے نصیبین میں ایک شخص کا پتہ بتایا۔

نصیبین کا سفر:

چنانچہ اس کی موت کے بعد وہ نصیبین پہنچے اور پادری سے مل کر دوسرے پادری کی وصیت بتائی، یہ اسقف بھی پہلے دونوں اسقفوں کی طرح بڑا عابد و زاہد تھا سلمان رضی اللہ عنہ یہاں مقیم ہو کر اس سے روحانی تسکین حاصل کرنے لگے، ابھی کچھ ہی دن اس کی صحبت سے فیض اٹھایا تھا کہ اس کا

وقت بھی آ پہنچا، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے گذشتہ اسقفوں کی طرح اس سے بھی آئندہ کے متعلق مشورہ طلب کیا، اس نے عموریہ میں گوہر مقصود کا پتہ بتایا۔

عموریا کا سفر:

چنانچہ اس کی موت کے بعد انہوں نے عموریہ کا سفر کیا اور وہاں کے اسقف سے مل کر پیام سنایا اور اس کے پاس مقیم ہو گئے، کچھ بکریاں خرید لیں، ان سے مادی غذا حاصل کرتے تھے، اور صبر و شکر کے ساتھ روحانی غذا اسقف سے حاصل کرنے لگے، جب اس کا پیمانہ حیات بھی لبریز ہو گیا، تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنی پوری سرگزشت سنائی کہ اتنے مراتب طے کرتا ہوا آپ کے پاس پہنچا تھا، آپ بھی آخرت کا سفر کرنے کو آمادہ ہیں، اس لیے میرا کوئی سامان کرتے جایئے، اس نے کہا بیٹا میں تمہارے لئے کیا ساماں کروں، آج دنیا میں کوئی شخص ایسا باقی نہیں ہے، جس سے ملنے کا تم کو مشورہ دوں، البتہ اب اس نبی کے ظہور کا زمانہ قریب ہے، جو ریگستان عرب سے اٹھ کر دین ابراہیم کو زندہ کرے گا اور کھجوروں والی زمین کی طرف ہجرت کرے گا، اس کی علامات یہ ہیں کہ وہ ہدیہ قبول کرے گا اور صدقہ اپنے لیے حرام سمجھے گا، اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی، اگر تم اس سے مل سکو تو ضرور ملنا۔

اسقف کی بشارت اور عرب کا سفر:

اس اسقف کے مرنے کے بعد سلمان رضی اللہ عنہ عرصہ تک عموریہ میں رہے، کچھ دنوں بعد بنو کلب کے تاجر ادھر سے گزرے، سلمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ اگر تم مجھ کو عرب پہنچا دو تو میں اپنی گائیں اور بکریاں تمہاری نذر کر دوں گا، وہ لوگ تیار ہو گئے، اور زبان حال سے یہ شعر:

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک راہرو کے ساتھ پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

پڑھتے ہوئے ساتھ ہو لیے۔

غلامی:

لیکن ان عربوں نے وادی القریٰ میں پہنچ کر دھوکا دیا، اور ان کو ایک یہودی کے ہاتھ غلام بنا کر فروخت کر ڈالا مگر یہاں کھجور کے درخت نظر آئے، جس سے یہ تو آس بندھی کہ شاید یہی وہ منزل مقصود ہو، جس کا اسقف نے پتہ دیا تھا، تھوڑے دن ہی قیام کیا تھا کہ یہ امید بھی منقطع ہو گئی، آقا کا چچازاد بھائی مدینہ سے ملنے آیا، اس نے سلمان رضی اللہ عنہ کو اس کے ہاتھ بیچ دیا۔

غلامی اور مدینہ کا سفر:

وہ اپنے ساتھ مدینہ لے چلا اور سلمان غلامی در غلامی سہتے ہوئے مدینہ پہنچے، ہاتف غیب تسکین دے رہا تھا کہ یہ غلامی نہیں ہے۔

اسی سے ہوگی ترے غم کدہ کی آبادی تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

درحقیقت اس غلامی پر جو کسی کی آستان ناز تک پہنچانے کا ذریعہ بن جائے ہزاروں آزادیاں قربان ہیں، جوں جوں محبوب کی منزل قریب ہوتی جاتی تھی، کشش بڑھتی جاتی تھی، اور آثار و علامات بتاتے تھے کہ شاید مقصود کی جلوہ گاہ یہی ہے، اب ان کو پورا یقین ہو گیا اور دیدار جمال کی آرزو میں یہاں دن کاٹنے لگے۔

اس وقت آفتاب رسالت مکہ پر پرتو فگن ہو چکا تھا، لیکن جور و ستم کے بادلوں میں چھپا تھا، سلمان رضی اللہ عنہ کو آقا کی خدمت سے اتنا وقت

نہ ملتا تھا کہ خود اس کا پتہ لگاتے، آخر انتظار کرتے کرتے وہ یوم مسعود بھی آ گیا کہ مکہ کا آفتاب عالم تاب مدینہ کے افق پر طلوع ہوا، حرمان نصیب سلمان رضی اللہ عنہ کی شب ہجر تمام ہوئی اور صبح امید کا اجالا پھیلا، یعنی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے، سلمان رضی اللہ عنہ کھجور کے درخت پر چڑھے کچھ درست کر رہے تھے، آقا نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے چچازاد بھائی نے آ کر کہا خدا بنی قیلہ کو غارت کرے سب کے سب قبا میں ایک شخص کے پاس جمع ہیں جو مکہ سے آیا ہے، یہ لوگ اس کو نبی سمجھتے ہیں، سلمان رضی اللہ عنہ کے کانوں تک اس خبر کا پہنچنا تھا کہ یارائے ضبط باقی نہ رہا، صبر وشکیب کا دامن چھوٹ گیا، بدن میں سنسناہٹ پیدا ہوگئی اور قریب تھا کہ کھجور کے درخت پر سے فرش زمین پر آ جائیں، اسی مدہوشی میں جلد از جلد درخت سے نیچے اترے اور بدحواسی میں بے تحاشا پوچھنے لگے "تم کیا کہتے ہو، آقا نے اس سوال پر گھونسہ مار کر ڈانٹا کہ تم کو اس سے کیا غرض، تم اپنا کام کرو، اس وقت سلمان رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔

اسلام:

لیکن اب صبر کسے تھا، کھانے کی چیزیں پاس تھیں، ان کو لے کر دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے سنا ہے کہ آپ خدا کے برگزیدہ بندے ہیں اور کچھ غریب الدیار اور اہل حاجت آپ کے ساتھ ہیں، میرے پاس چیزیں صدقہ کے لئے رکھی تھیں، آپ لوگوں سے زیادہ اس کا کون مستحق ہو سکتا ہے" اس کو قبول فرمائیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے لوگوں کو کھانے کا حکم دیا، مگر خود نوش نہ فرمایا، اس طریقہ سے سلمان رضی اللہ عنہ کو نبوت کی ایک علامت کا مشاہدہ ہو گیا کہ وہ صدقہ نہیں قبول کرتا، دوسرے دن پھر ہدیہ لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ نے صدقہ کی چیزیں نوش نہیں فرمائی تھیں، آج ہدیہ قبول فرمائیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدیہ قبول کیا، خود بھی نوش فرمایا اور دوسروں کو بھی دیا، اسی طریقہ سے دوسری نشانی یعنی مہر نبوت کی بھی زیارت کی اور اور باچشم پرنم اپ کی طرف بوسہ دینے کو جھکے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سامنے آؤ، سلمان نے سامنے آ کر سرگزشت سنائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دلچسپ داستان اتنی پسند آئی کہ اپنے تمام اصحاب کو سنوائی۔
حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اتنے مرحلوں کے بعد دین حق سے ہم آغوش ہوئے اور گوہر مقصود سے دامن بھر کر آقا کے گھر واپس آئے۔

آزادی:

غلامی کی مشغولیت کے باعث فرائض مذہبی ادا نہ کر سکتے تھے، جس کی بنا پر غزوۂ بدر واحد میں شریک نہ ہو سکے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آقا کو معاوضہ دے کر آزادی حاصل کر لو، تین سو کھجور کے درختوں اور چالیس اوقیہ سونے پر معاملہ طے ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مسلمانوں سے سفارش فرمائی کہ اپنے بھائی کی مدد کرو، سب نے حسب حیثیت کھجور کے درخت دیئے، اس طریقہ سے تین سو درخت ان کو مل گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے انہوں نے ان کو بٹھایا اور زمین وغیرہ ہموار کر کے ایک شرط پوری کر دی، سونے کی ادائیگی کا سامان خدا نے اس طرح کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی غزوہ میں مرغی کے انڈے کے برابر سونا مل گیا، آپ نے سلمان رضی اللہ عنہ کو دے دیا، یہ وزن میں ٹھیک چالیس اوقیہ تھا، اس لیے گلوخلاصی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے لگے۔(۱)

مواخاۃ:

غلامی سے آزادی کے بعد مسلمانوں کے ساتھ رہنے لگے، اس وقت بالکل غریب الدیار تھے، کوئی شناسا نہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مہاجرین کی طرح ان کی ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مواخاۃ کرا دی۔(۲)

۱۔ مسند احمد، ج ۵ ص ۴۱-۴۴ ۲۔ ایضاً

غزوات:

بدر واحد کی لڑائیاں ان کی غلامی کے زمانہ میں ختم ہو چکی تھیں، آزادی کے بعد پہلا غزوہ خندق پیش آیا، اس میں انہوں نے اپنے حسن تدبیر سے پہلی دونوں لڑائیوں کی عدم شرکت کی تلافی کر دی، غزوہ خندق میں تمام عرب کا ٹڈی دل اس ارادہ سے امنڈ آیا تھا کہ مسلمانوں کا کامل استیصال کر دے اور حملہ خود مدینہ پر تھا، جس کی کسی سمت نہ قلعہ تھا، نہ فصیل تھی، مقابلہ بڑا سخت تھا، ایک طرف قبائل عرب کا عظیم الشان متحدہ لشکر تھا، دوسری طرف مٹھی بھر مسلمان تھے، آنحضرت ﷺ نے عام مسلمانوں سے مشورہ کیا، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ چونکہ ایران کی صف آرائیاں دیکھے ہوئے تھے، اس لیے جنگی اصولوں سے اچھی طرح واقف تھے، انہوں نے مشورہ دیا کہ اس انبوہ کا کھلے میدان میں مقابلہ کرنا مناسب نہیں ہے، مدینہ کے چاروں طرف خندقیں کھود کر شہر کو محفوظ کر دینا چاہیے، یہ تدبیر مسلمانوں کو بہت پسند آئی۔ (۱) اور اس پر عمل کیا گیا، خندق کی کھدائی میں آنحضرت ﷺ بہ نفس نفیس شریک تھے اور مٹی ڈھوتے ڈھوتے شکم مبارک مٹی سے اٹ گیا تھا، اور رجزیہ اشعار زبان پر جاری تھے۔ (۲) ذیقعدہ ۵ھ میں طرفین میں جنگ شروع ہوئی، عربوں کو اس طریقہ جنگ سے واقفیت نہ تھی، وہ اس ارادے سے آئے تھے کہ مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے، مگر یہاں آ کر دیکھا کہ ان کے اور مدینہ کے بیچ میں خندق کی فصیل ہے، ۲۱۔۲۲ دن تک مسلسل محاصرہ قائم رہا، مگر شہر تک پہنچنا ان کو نصیب نہ ہوا اور آخر کار ناکام لوٹ گئے۔

خندق کے علاوہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ تمام لڑائیوں میں شریک رہے۔ (۳) اور غزوہ خندق کے بعد سے کوئی غزوہ ایسا نہیں ہوا، جس میں شریک ہو کر داد شجاعت نہ دی ہو۔ (۴)

عہد صدیقی اور عراق:

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد عرصہ تک حضرت سلمان رضی اللہ عنہ مدینہ میں رہے اور غالباً عہد صدیقی کے آخر یا فاروقی کی ابتدا میں انہوں نے عراق کی اور ان کے اسلامی بھائی ابو درداء رضی اللہ عنہ نے شام کی سکونت اختیار کر لی، یہاں اقامت کے بعد ابو درداء رضی اللہ عنہ کو خدا نے مال واولاد سے بہت نوازا، انہوں نے سلمان رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ "تم سے چھٹنے کے بعد خدا نے مجھ کو مال و دولت اور اہل وعیال سے سرفراز کیا، اور ارض مقدس کی سکونت کا شرف حاصل ہوا، انہوں نے جواب دیا کہ "یاد رکھو مال واولاد کی کثرت میں کوئی بھلائی نہیں ہے، بھلائی اس میں ہے کہ تمہارا حلم زیادہ ہو اور تمہارا علم تم کو نفع پہنچائے، محض ارض مقدس کا قیام کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، جب تک تمہارا عمل اس قابل نہ ہو اور عمل بھی اس طرح ہو کہ گویا خدا تم کو دیکھ رہا ہے اور تم اپنے کو مردہ سمجھو۔

عہد فاروقی:

سلمان رضی اللہ عنہ ایران کی فوج کشی میں مجاہدانہ شریک ہوئے اور چونکہ خود ایرانی تھے اس لیے فتوحات میں بہت قیمتی امداد پہنچائی، مگر اصول اسلام کو ہمیشہ پیش نظر رکھا، ایک ایرانی قصر کے محاصرہ کے وقت حملے سے پیشتر محصورین کو سمجھا دیا کہ میں بھی تمہارا ہم قوم تھا، لیکن خدا نے مجھ کو اسلام سے نوازا۔ تم لوگ اسلام لا کر ہجرت کر کے ہم میں مل جاؤ تو تم کو اہل عرب کے حقوق دیئے جائیں گے، اور جو قانون ان کے لیے ہے وہی تم پر جاری

۱۔ ابن سعد، جزء ۳، قسم ۱، ص ۶۷
۲۔ بخاری، ج ۲، کتاب المغازی، غزوہ خندق
۳۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۴۴
۴۔ اسد الغابہ، ج ۲، ص ۳۳۰

کیا جائے گا اور اگر اسلام نہیں قبول کرتے اور صرف جزیہ منظور کرتے ہو تو ذمیوں کے حقوق تم کو ملیں گے اور ان کا قانون پر نافذ کیا جائے گا، تین دن تک برابر تبلیغ کا فرض ادا کرتے رہے، جب اس کا کوئی اثر نہ ہوا تو حملہ کا حکم دیا اور مسلمانوں نے قصر مذکور بزور شمشیر فتح کر لیا۔(۱)

فتح جلولا میں بھی شریک تھے اور وہاں مشک کی ایک تھیلی ہاتھ آئی تھی، جو وفات کے وقت کام میں لائے۔(۲)

گورنری:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مدائن کی حکومت پر سرفراز تھے، اس کی تفصیل آئندہ عادات و اخلاق کے تذکرہ میں آئے گی۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ مقربین بارگاہ نبوی ﷺ میں تھے، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کا بہت احترام کرتے تھے، ایک دفعہ سلمان رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اس وقت وہ ایک گدے پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے، سلمان رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر گدا ان کی طرف بڑھا دیا۔(۳)

علالت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بیمار پڑے، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عیادت کو گئے، سلمان رضی اللہ عنہ رونے لگے، سعد رضی اللہ عنہ نے کہا، ابو عبداللہ رونے کا کونسا مقام ہے، آنحضرت ﷺ تم سے خوش دنیا سے گئے، تم ان سے حوض کوثر پر ملو گے، بچھڑے ہوئے ساتھیوں سے ملاقات ہوگی، کہا خدا کی قسم میں موت سے نہیں گھبراتا اور نہ دنیا کی حرص باقی ہے، رونا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عہد کیا تھا کہ ہمارا دنیاوی ساز و سامان ایک مسافر کے زاد راہ سے زیادہ نہ ہونا چاہئے، حالانکہ میرے گرد اس قدر سانپ (اسباب) جمع ہیں، سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کل سامان جس کو سانپ سے تعبیر کیا تھا، ایک بڑے پیالے، ایک لگن اور ایک تسلہ سے زیادہ نہ تھا، اس کے بعد سعد رضی اللہ عنہ نے خواہش کی کہ مجھ کو کوئی نصیحت کیجئے فرمایا: کہ کسی کام کا قصد کرتے وقت، فیصلہ کرتے وقت، تقسیم کرتے وقت خدا کو یاد رکھا کرو۔(۴)

اسی بیماری کے دوران میں اور احباب نے بھی نصیحت و وصیت کی خواہش کی، فرمایا تم میں سے جس سے ہو سکے اس کی کوشش کرے کہ وہ حج، عمرہ، جہاد یا قرآن پڑھتے ہوئے جان دے اور فسق و فجور اور خیانت کی حالت میں نہ مرے۔(۵)

وقت آخر ہوا تو اپنی بیوی سے وہی مشک کی تھیلی منگوائی اور اپنے ہاتھ سے پانی گھول کر اپنے چاروں طرف چھڑکوایا، اور سب کو اپنے پاس سے ہٹا دیا، جب لوگ تھوڑی دیر کے بعد گئے تو دیکھا کہ مرغ روح قفس خاکی سے چھوٹ کر شاخ طوبیٰ پر پہنچ چکا تھا۔(۶)

فضل و کمال:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے وقت کا بڑا حصہ آنحضرت ﷺ کی صحبت میں گزرتا تھا، اس لیے آپ علوم و معارف سے کافی بہرہ ور ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ کے مبلغ علم کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ ان کو علم اول اور علم آخر سب کا علم تھا اور وہ ایسا دریا تھے جو پایابی سے نا آشنا رہا، وہ ہمارے اہل بیت میں تھے، دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "وہ علم و حکمت میں لقمان حکیم کے برابر تھے"۔(۷) علم اول سے مراد کتب سابقہ کا علم اور علم آخر سے مقصود آخری کتاب الٰہی یعنی قرآن کا علم ہے اور اہل بیت میں اس طرح ان کا شمار ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قربت اختصاص کی بناء پر اور اس لیے کہ عربوں میں ان کا کوئی خاندان نہ تھا، ان کو اعزازاً اپنے اہل بیت میں داخل کر لیا تھا۔

۱۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۴۴۱ ۲۔ ابن سعد، جزو ۴، ق ۱، ص ۶۶ ۳۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۵۵۹
۴۔ ابن سعد، جزو ۴، قسم ۲، ص ۶۵ ۵۔ ابن سعد، جزو ۵، قسم ۲، ص ۶۵ ۶۔ ابن سعد، جزو ۴، ق ۲، ص ۶۶
۷۔ استیعاب، ج ۳، ص ۵۷۳

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جو خود بہت بڑے عالم اور صاحب کمال صحابی تھے، ان کے کمال علم کے معترف تھے، چنانچہ ایک مرتبہ اپنے ایک شاگرد سے کہا کہ چار آدمیوں سے علم حاصل کرنا، ان چاروں میں ایک سلمان رضی اللہ عنہ کا نام بھی تھا۔ (۱) ایک موقع پر خود زبان نبوت نے ان کے علم وفضل کی ان الفاظ میں تصدیق کی ہے کہ سلمان رضی اللہ عنہ علم سے لبریز ہیں۔ (۲) صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں کہ سلمان رضی اللہ عنہ فضلائے صحابہ رضی اللہ عنہم میں تھے۔ (۳) آپ کی کوششوں سے حدیث کا کافی حصہ اشاعت پذیر ہوا، آپ کے مرویات کی تعداد ۶۰ ہے، ان میں سے تین حدیثیں متفق علیہ ہیں، ان کے علاوہ ایک میں مسلم اور تین میں بخاری منفرد ہیں۔ (۴)

ابو سعید خدری، ابو الطفیل، ابن عباس، اوس بن مالک اور ابن عجزہ رضی اللہ عنہم وغیرہ آپ کے زمرہ تلامذہ میں ہیں۔ (۵)

گو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا علم بہت وسیع تھا، تاہم حدیث بیان کرنے میں بہت محتاط تھے اس لیے ان کی مرویات کی تعداد ۶۰ سے متجاوز نہ ہو سکی، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں لوگوں سے بعض ایسی باتیں بیان کرتے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کی حالت میں کسی کے متعلق فرمائی تھیں، لوگ ان کی تصدیق کے لیے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، آپ نے صرف اس قدر جواب دیا کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ زیادہ بہتر جانتے ہیں لوگوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے آکر کہا کہ ہم نے آپ کی بیان کردہ حدیث سلمان رضی اللہ عنہ کو سنائی ہے اس کی تصدیق کیوں نہیں کرتے، فرمایا بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو کچھ غصہ میں کہہ دیتے تھے، اور بعض اوقات خوش ہو کر کچھ فرما دیتے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ تم ان باتوں کو بیان کر کے کسی کو کسی کا دوست اور کسی کو کسی کا دشمن بنا دو گے، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کرتے تھے کہ خداوندا! غصہ کی حالت میں اگر کسی کے متعلق کوئی برا کلمہ نکل جائے تو اس کو اس کے حق میں خیر کر دینا'' پھر ان سے کہا، تم اس قسم کی باتوں سے باز آؤ نہیں تو میں عمر (رضی اللہ عنہ) کو آگاہ کر دوں گا۔ (۶)

چونکہ وہ اسلام سے قبل عرصہ تک نصرانی رہ چکے تھے، اس لیے عیسائی مذہب کے متعلق کافی معلومات رکھتے تھے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ''سلمان رضی اللہ عنہ دو کتابوں کا علم رکھتے ہیں، کلام اللہ اور انجیل'' مذہب عیسوی کے مسائل محض پادریوں کی زبانی نہیں سنے تھے، بلکہ خود انجیل کا مطالعہ کیا تھا، چنانچہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے توراۃ میں دیکھا ہے کہ کھانے کے بعد وضو کرنے سے برکت ہوتی ہے۔ (۷)

عام حالات، تقرب بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خاص زمرہ میں تھے جن کو بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مخصوص تقرب حاصل تھا، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ کم لوگ ایسے تھے جو بارگاہ نبوت کی پذیرائی میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی ہمسری کر سکتے ہوں، غزوہ خندق کے موقع پر جب مہاجرین وانصاری علیحدہ علیحدہ جمع ہوئے تو مہاجرین کہتے تھے کہ سلمان رضی اللہ عنہ ہمارے زمرہ میں ہیں انصار کہتے تھے کہ ہماری جماعت میں ہیں۔ (۸) ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سلمان کی شب کی تنہائی کی صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اتنی لمبی ہوتی تھی کہ ہم لوگوں کو (ازواج) خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ ہمارے حصوں کی رات بھی اس نشست میں نہ گزر جائے، انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ

۱۔ ابن سعد، جزو ۴، قسم ۱، ص ۶۱ ۲۔ ابن سعد، جزو ۴، قسم ۱، ص ۶۱ ۳۔ اسد الغابہ، ج ۲، ص ۳۳۱
۴۔ تھذیب الکمال، ص ۱۴۷ ۵۔ تھذیب التھذیب، ج ۴، ص ۱۳۸ ۶۔ ابوداؤد، ج ۲، ص ۱۶۹
۷۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۴۱ ۸۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۵۹۸

''جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے، علی، عمار اور سلمان کی''۔ (جامع ترمذی مناقب سلمان رضی اللہ عنہ) آپ کے تقرب کی آخری مثال یہ ہے کہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسے فدائی اسلام اور جلیل القدر صحابی سے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے بارے میں رنجیدہ ہو گئے، اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ چند آدمیوں کے ساتھ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ، بلال رضی اللہ عنہ اور سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے، ان تینوں بزرگوں نے کہا کہ خدا کی کوئی تلوار خدا کے دشمن (ابوسفیان) کی گردن پر نہیں پڑی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ سردار قریش کی شان میں ایسا کلمہ زبان سے نکالتے ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ شاید تم نے ان لوگوں کو ناراض کر دیا، اگر تم نے ان لوگوں کو ناراض کیا تو گویا خدا کو ناراض کیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت نادم ہوئے اور آکر ان بزرگوں سے معذرت کی۔ (۱)

اخلاق و عادات:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فارسی میں مذہبی جذبہ کی شدت فطری تھی، جس طرح آتش پرستی کے زمانہ میں سخت آتش پرست اور نصرانیت کے زمانہ میں عابد و زاہد نصرانی تھے، اسی طرح مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد اسلام کا مکمل نمونہ بن گئے، ان کے اصلی فضل و کمال کا میدان یہی ہے۔

زہد و تقویٰ:

ان کا زہد و ورع اس حد تک پہنچ گیا تھا، جس کے بعد رہبانیت کی حد شروع ہو جاتی ہے، اس کی ادنیٰ مثال یہ ہے کہ عمر بھر گھر نہیں بنایا، جہاں کہیں دیوار یا درخت کا سایہ مل جاتا، پڑ رہتے، ایک شخص نے اجازت چاہی کہ میں آپ کے لئے مکان بنا دوں، فرمایا مجھ کو اس کی حاجت نہیں، وہ پیہم اصرار کرتا تھا، یہ برابر انکار کرتے جاتے تھے، آخر میں اس نے کہا آپ کی مرضی کے مطابق بناؤں گا، فرمایا وہ کیسا، عرض کیا اتنا مختصر کہ اگر کھڑے ہوں تو سر چھت سے مل جائے اور اگر لیٹیں تو پیر دیوار سے لگیں، فرمایا خیر اس میں کوئی مضائقہ نہیں، چنانچہ اس نے ایک جھونپڑی بنا دی۔ (۲)

اس زہد کا اثر زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں تھا، مزخرفات دنیا کو کبھی پاس نہ آنے دیتے تھے، وفات کے وقت گھر کا پورا اثاثہ بیس بائیس درہم سے زیادہ کا نہ تھا، بستر میں معمولی سا بچھونا اور دو اینٹیں تھیں جن کا تکیہ بناتے تھے، اس پر بھی روتے تھے، اور فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان کا ساز و سامان ایک مسافر سے زیادہ نہ ہونا چاہئے اور میرا یہ حال ہے، (مسند احمد بن حنبل، ج ۵، ص ۴۳۸۔۴۳۹) یہ حالت زندگی کی ہر دور میں قائم رہی، جب امارت کے عہدہ پر ممتاز تھے، اس وقت بھی کوئی فرق نہ آیا، حسن بیان کرتے ہیں کہ سلمان رضی اللہ عنہ جب پانچ ہزار تنخواہ پاتے تھے، اور تیس ہزار نفوس پر حکومت کرتے تھے، اس وقت بھی ان کے پاس صرف ایک عبا تھی، جس میں لکڑیاں جمع کرتے تھے اور اس کا آدھا حصہ اوڑھتے اور آدھا بچھاتے تھے۔ (۳)

رہبانیت سے اجتناب:

مگر اسلام کی تعلیمات کے خلاف ان کی زندگی راہبانہ نہ تھی، مذہبی تشدد کے ساتھ ساتھ دنیاوی حقوق کا بھی پورا لحاظ رکھتے تھے، اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتے تھے، ان کے اسلامی بھائی حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ بڑے عابد و زاہد بزرگ تھے، رات بھر نماز پڑھتے اور دن بھر روزہ رکھتے تھے، ساری ساری رات عبادت میں گزار دیتے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ان سے ملنے کے لئے گھر جایا کرتے تھے، ایک مرتبہ ابودرداء رضی اللہ عنہ کی بیوی کو بہت خراب حالت میں دیکھا، پوچھا تم نے یہ کیا صورت بنا رکھی ہے، انہوں نے کہا کس کے لیے بناؤ سنگار کروں، تمہارے بھائی کو تو دنیا کی

۱۔ مسلم، ج ۲، ص ۳۶۲ ۲۔ استیعاب، ج ۲، ص ۵۷۲ ۳۔ ابن سعد، ج ۴، ق ۱، ص ۶۲

ضرورت باقی نہیں رہی، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ جب گھر آئے تو ملنے ملانے کے بعد کھانا منگایا، مگر خود معذرت کی کہ میں روزہ سے ہوں، فرمایا جب تک تم نہ کھاؤ گے میں بھی نہ کھاؤں گا، پھر رات کو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ان کے پاس ہی لیٹے اور ان کو دیکھتے رہے، جب وہ عبادت کو اٹھے تو روک کر فرمایا کہ تم پر تمہارے رب، تمہاری آنکھ اور تمہاری بیوی سب کا حق ہے، روزوں کے ساتھ افطار اور شب بیداری کے ساتھ سونا بھی ضروری ہے۔ اس کے بعد دونوں نے یہ معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا، آپ نے ابودرداء رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سلمان ( ) تم سے زیادہ مذہب کے واقف کار ہیں۔(۱)

سادگی:

حضرت رضی اللہ عنہ سلمان کی تصویر حیات میں سادگی بہت غالب تھی، جو ہر زمانہ میں یکساں قائم رہی، مدائن کی امارت کے زمانہ میں جب کہ شان وشوکت اور خدم وحشم کے تمام ملوازم ان کے لیے مہیا ہو سکتے تھے، اس وقت بھی ان کی سادگی میں کوئی فرق نہ آیا، لباس میں ایک عبا اور ایک اونچا پانجامہ ہوتا تھا، ایرانی اس ہیئت کو دیکھ کر "گرگ آمد، گرگ آمد" کہتے ایک مرتبہ اسی امارت کے زمانہ میں اس سے شان سے نکلے کہ سواری میں بلا زین کا گدھا تھا، لباس میں ایک تنگ اور چھوٹی قمیص تھی، جس سے گھٹنے بھی نہ چھپتے تھے، ٹانگیں کھلی ہوئی تھی، لڑے اس ہیئت کذائی میں دیکھ کر پیچھے لگ گئے، لوگوں نے یہ طوفان بے تمیزی دیکھا، تو ڈانٹ کر ہٹایا کہ امیر کا پیچھا کیوں کرتے ہو، ایک مرتبہ ایک دستہ فوج کی سرداری سپرد ہوئی۔ فوجی امارت کی شان وشوکت کا کیا ذکر یہاں معمولی سپاہی کی بھی وضع نہ تھی، چنانچہ فوجی نوجوان دیکھ کر ہنستے اور کہتے کہ یہی امیر ہیں۔(۲)

ابوقلابہ راوی ہیں کہ ایک شخص سلمان رضی اللہ عنہ کے یہاں گیا، دیکھا کہ وہ بیٹھے آٹا گوندھ رہے ہیں، پوچھا خادم کہاں ہے، کہا کام سے بھیجا ہے، مجھ کو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ دو دو کاموں کا بار اس پر ڈالوں۔(۳)

اس غیر معمولی سادگی کی وجہ سے لوگوں کو اکثر مزدور کا دھوکہ ہو جاتا تھا ایک مرتبہ ایک عبسی نے جانور کے لیے چارہ خریدا، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کھڑے تھے، ان سے کہا، اس کو گھر تک پہنچا دو، وہ اٹھا کر لے چلے، راستہ میں لوگوں نے دیکھا تو کہنے لگے لائیے ہم پہنچا دیں۔ یہ حال دیکھ کر عبسی نے پوچھا یہ کون ہیں، لوگوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ وہ سن کر بہت نادم ہوا، اور کہا آپ تکلیف نہ کیجئے، لیکن انہوں نے فرمایا "اس میں مجھے نیت کا ثواب مقصود ہے، اب میں اس بوجھ کو بغیر پہنچائے ہوئے نیچے نہیں رکھ سکتا"۔(۴)

فیاضی:

فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ آپ کا نمایاں وصف تھا، آپ کو جس قدر وظیفہ ملتا تھا اس کو کل مستحقین میں تقسیم کر دیتے تھے، اور خود چٹائی بن کر معاش پیدا کرتے تھے اور چٹائی کی آمدنی کا بھی ایک تہائی اصل سرمایہ کے لیے رکھ لیتے، ایک تہائی بال بچوں پر خرچ کرتے اور ایک تہائی خیرات کرتے تھے، ارباب علم کے بڑے قدردان تھے، جب کوئی رقم ہاتھ آ جاتی تو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے شائقین کو بلا کر کھلا دیتے تھے۔(۵)

۱۔ استیعاب، ج ۲، ص ۵۷۲ ۔ ۲۔ ابن سعد، جز ۴، ق ۱، ص ۶۲۔۶۳ ۔ ۳۔ ایضاً ص ۶۴
۴۔ ایضاً ص ۶۲۔۶۳ ۔ ۵۔ ایضاً قسم ۱ ص ۶۴

صدقات سے اجتناب:

صدقات سے بہت سخت پرہیز کرتے تھے، اگر کسی چیز میں صدقہ کا ادنیٰ شائبہ ہوتا تو اس سے بھی احتراز کرتے، ایک غلام نے خواہش کی کہ مجھ کو مکاتب بنا دیجئے، فرمایا تمہارے پاس کچھ ہے، کہا میں لوگوں سے مانگ کر ادا کر دوں گا، فرمایا تم مجھ کو لوگوں کے ہاتھ دھوؤں کھلانا چاہتے ہو۔(۱) (حالانکہ اس کا مانگا ان کے لیے صدقہ نہ رہ جاتا)۔

حلیہ: بال گھنے، کان لمبے اور دراز قامت تھے (۲)۔

۶۔ حکمِ روایت:

اس حدیث مبارکہ کو امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے۔

۷۔ خصوصیات سند:

☆ یہ روایت سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ اٹھارویں (۱۸) حدیث مبارکہ ہے۔
☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
☆ سند میں شیخ مروزی کے علاوہ تمام راوی کوفی ہیں۔
☆ سند میں محمد بن خازم ایسے راوی ہیں، کہ ان کے والد کے نام پر کسی اور راوی کا نام نہیں ہے۔
☆ سند میں بھانجے نے اپنے ماموں سے روایت کی ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن یزید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں ہیں، اور ان کی والدہ کا نام ملیکہ بنت یزید بن قیس ہے۔
☆ سند میں حضرت اعمش، حضرت ابراہیم اور حضرت عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ تینوں تابعی ہیں، اس طرح اس روایت میں تین تابعین نے ایک دوسرے سے روایت بیان کی ہے۔
☆ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایسے صحابی ہیں، جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا اہل بیت قرار دیا۔
☆ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے طویل عمر پائی، آپ نے اڑھائی سو سال یا تین سو سال کی طویل عمر پائی۔

۸۔ لغات:

ان صاحبکم لیعلمکم : تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں سکھلاتے ہیں۔
حتی الخراءۃ: قضاء حاجت بیٹھنے کا طریقہ۔
اجل ہاں۔ کیوں نہیں۔ بالکل۔
ان نستقبل القبلة بغائط او بول: قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا۔
نستنجی بایماننا: دائیں ہاتھ سے صفائی کرنا۔
نکتفی باقل من ثلاثة احجار: تین ڈھیلوں سے کم استعمال کرنا۔

۱۔ ابن سعد، جزء ۴، قسم ۱، ص ۶۴ ۲۔ سیر الصحابہ، ج ۱، حصہ مہاجرین، (۲)، ص ۶۰۔۶۹

۹۔ مسائل ونصائح:

اس حدیث مبارکہ میں چار باتیں بیان ہوئی ہیں۔

۱۔ آپ ﷺ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو علم عطا کرنا۔ ۲۔ قبلہ کی طرف حالت قضاء میں چہرہ کرنا۔

۳۔ دائیں ہاتھ سے صفائی کرنا۔ ۴۔ صفائی کے لئے تین پتھروں سے کم استعمال نہ کرنا۔

ان میں سے دوسرے عنوان کی بحث حدیث نمبر ۲۰۔۲۲ گزر چکی ہے، جبکہ تیسرے عنوان کی بحث آگے حدیث نمبر ۴۷۔۴۹ کے تحت آرہی ہے، باقی دو عناوین کی تفصیل درج ذیل ہے:

☆ یہ شخص مشرک یا منافق تھا، جس نے استہزاء، مذاق اور تحقیر کی وجہ سے حضرت سلمان پر اعتراض کیا، جو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کمال حکمت و دانائی سے جواب دیا اور اس کے انداز کو نظر انداز کر دیا۔ (۱)

☆ علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک تین پتھروں سے استنجاء کرنا واجب ہے، اور ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لئے جائے، تو اپنے ساتھ تین پتھر لے جائے، جس سے استنجاء کرے، یہ تین پتھر اس سے کفایت کریں گے۔ (۲)

☆ علامہ الماوردی نے کہا ہے: جب آپ ﷺ نے تین پتھر لے جانے کا حکم دیا اور کفایت کو تین پتھروں پر معلق کیا، تو معلوم ہوا کہ تین پتھروں سے استنجاء کرنا واجب ہے، اور اس سے کم پتھر کافی نہیں ہیں۔ (۳)

☆ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث کمال پر محمول ہے یعنی کامل استنجاء تین پتھروں سے ہوگا، اور تین پتھروں سے کم سے بھی استنجاء صحیح ہے کیونکہ باب مذکور کی اس حدیث میں یہ تصریح ہے، کہ جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ دو پتھر اور گوبر لے کر آئے، تو آپ ﷺ نے دو پتھر لے لئے اور گوبر کو پھینک دیا۔ اگر تین پتھر واجب ہوتے تو آپ ﷺ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرماتے: جاؤ تیسرا پتھر بھی تلاش کر کے لاؤ۔

☆ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس استدلال پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ''مسند احمد'' میں یہی حدیث اس سند سے ہے: **معمر از ابی اسحاق از علقمہ از ابن مسعود**، اس میں یہ مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے گوبر کو پھینک دیا اور فرمایا: یہ نجس ہے، میرے پاس پتھر لاؤ۔ (۴)

☆ اس کا جواب یہ ہے کہ ضرور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کو مغالطہ ہوا ہے، یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ ''مسند احمد'' میں دو جگہ مذکور ہے، رقم: ۳۶۸۵ اور رقم: ۴۴۳۵، اور دونوں جگہ حافظ کے نقل کردہ اضافی الفاظ نہیں ہیں، البتہ ''مسند احمد'' رقم: ۴۲۹۹ میں یہ الفاظ ہیں: کہ آپ ﷺ نے گوبر کو پھینک دیا اور فرمایا: میرے پاس پتھر لاؤ۔

☆ علامہ شعیب الارنؤوط نے کہا ہے: ان اضافی الفاظ کے بغیر یہ حدیث صحیح ہے، الفاظ کی یہ زیادتی اس وقت صحیح ہوتی، جب یہ ثابت ہوتا کہ ابو اسحاق السبیعی نے اس حدیث کو علقمہ بن قیس سے سنا ہے۔ (حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی یہی سند ذکر کی ہے، از ابی اسحاق از علقمہ

۱۔ حاشیہ سندھی، ص ۲۰ ۲۔ i-ابوداود: ۴۰ ii-نسائی: ۴۴ iii-دار قطنی، ج ۱، ص ۵۵

۳۔ الحاوی الکبیر، ج ۱، ص ۱۹۲ ۴۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۶۹۸

از ابن مسعود۔(۱) اور ابو حاتم اور ابوزرعہ نے کہا ہے: کہ ابواسحاق نے علقمہ سے کوئی حدیث نہیں سنی۔(۲)

اس تحقیق سے واضح ہوگیا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا اعتراض باطل ہے، اور استنجاء کے لئے تین پتھر شرط نہیں ہیں، اور یہی احناف کثرہم اللہ کا مذہب ہے والحمدللہ۔(۳)

☆ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابواسحاق کا علقمہ سے سماع نہیں ہے، لیکن کرابیسی نے اس حدیث کا ان سے سماع ثابت کیا ہے، اور اگر مان لیا جائے کہ یہاں کوئی راوی چھوٹا ہوا ہے تو حدیث مرسل ہمارے مخالفین کے نزدیک حجت ہوتی ہے، اور ہمارے نزدیک بھی حجت ہوتی ہے، اگر اس کی قوت پر قرینہ ہو۔(۴)

☆ میں کہتا ہوں کہ کرابیسی کی کیا اہمیت ہے؟ جب امام ابو حاتم اور حافظ ابوزرعہ ایسے اکابر آئمہ یہ تصریح کر چکے ہیں، کہ ابواسحاق نے علقمہ سے کوئی حدیث نہیں سنی، رہا علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث کو مرسل کہنا، سو یہ بہت عجیب ہے، حدیث مرسل تو وہ ہوتی ہے، جس میں تابعی درمیان سے صحابی کو چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے، خود حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث مرسل کی یہ تعریف کی ہے:

هو ما سقط من اخره من بعدالتابعي هو المرسل وصورته ان يقول التابعي سواء كان كبيرا او صغيرا قال رسول الله ﷺ كذا۔

جس حدیث کی سند کے آخر سے تابعی کے بعد راوی ساقط ہو، وہ حدیث مرسل ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ تابعی خواہ کم عمر ہو یا بزرگ، وہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا۔(۵)

اور یہاں صورت یہ ہے کہ ابواسحاق نے علقمہ سے روایت کی، اور علقمہ نے حضرت ابن مسعود سے، اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، اور ابواسحاق اور علقمہ کے درمیان راوی چھوٹا ہوا ہے، تو یہ حدیث منقطع ہوئی، مرسل کیسے ہوگئی؟ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ جیسے ماہر فن حدیث کا اس کو مرسل کہنا بہت عجیب اور باعث حیرت ہے!(۶)

☆ علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی لکھتے ہیں:

پتھروں کے عدد میں آئمہ کا اختلاف ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے: کہ تین پتھروں سے کم سے بھی استنجاء کرنا جائز ہے، بہ شرطیکہ ان سے صفائی حاصل ہو جائے، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: تین پتھروں سے کم سے استنجاء کرنا جائز نہیں ہے، خواہ صفائی حاصل ہو جائے۔

☆ جن احادیث میں تین پتھروں سے استنجاء کرنے کا حکم دیا ہے، ان کی توجیہ کرتے ہوئے علامہ ابن بطال لکھتے ہیں:

اور جائز ہے کہ تین پتھروں کو استحسان پر محمول کیا جائے، خواہ تین سے کم پتھروں سے صفائی حاصل ہو جائے، اس لئے کہ استنجاء پتھر سے مسح کرنا ہے اور شریعت میں مسح میں تکرار واجب نہیں ہے، اس کی دلیل سر اور موزوں کا مسح ہے، نیز یہ وہ نجاست ہے، جس کا اثر معاف ہے، پس ضروری ہے کہ اس میں مسح کا تکرار واجب نہ ہو، نیز اگر پتھر کی تین اطراف ہوں، تو وہ تین پتھروں کے قائم مقام ہے، اسی طرح جب ایک یا دو

۱۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۶۹۸ ۲۔ حاشیہ مسند احمد: ۴۲۹۹، ج ۱، ص ۴۵۰ ۳۔ نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۵۶۲

۴۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۶۹۸ ۵۔ شرح نخبۃ الفکر مع شرحہ لعلی القاری، ص ۴۰۰-۳۹۹

۶۔ نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۵۶۲

پتھروں سے بھی نجاست زائل ہو جائے، تو وہ بھی تین پتھروں کے قائم مقام ہیں۔ (۱)

☆ شیخ محمد بن ابوبکر ابن قیم جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لئے جائے تو اپنے ساتھ تین پتھر لے جائے۔ (۲) اگر کوئی شخص اپنے ساتھ کپڑے کا ٹکڑا لے گیا، جو پتھروں سے زیادہ صفائی کرتا ہو، تو وہ بھی جائز ہے، یا اون یا روئی یا ریشم کا ٹکڑا لے گیا، یا اس کی مثل کوئی اور چیز لے گیا، تو وہ بھی جائز ہے، کیونکہ شارع کی غرض صرف یہ ہے کہ نجاست زائل ہو جائے، اور صفائی حاصل ہو جائے، تو جس چیز سے پتھروں سے زیادہ صفائی حاصل ہو، اس سے استنجاء کرنا بہ طریق اولیٰ جائز ہے۔ (۳)

☆ میں کہتا ہوں کہ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ پتھروں کے بجائے ٹوائلٹ پیپر رول سے استنجاء کرنا چاہیے، اول اس لئے کہ آج کل شہروں میں جو ٹوائلٹ بنے ہوتے ہیں، ان میں پتھروں کے استعمال سے حرج ہوگا، اگر ٹوائلٹ میں وہ پتھر ڈال دیئے جائیں تو ٹوائلٹ بند ہو جائیں گے، نیز اس سے ہاتھ نجاست سے آلودہ بھی نہیں ہوں گے، اور اس کے بعد پانی سے استنجاء کر لیا جائے۔ (۴)

۸۔ خلاصہ:

اس حدیث مبارکہ سے درج ذیل مسائل کا استنباط ہوتا ہے۔

☆ استنجاء کرنے کے لئے کم از کم تین پتھر یا ڈھیلے استعمال کرنے چاہیے۔

☆ تین کی تعداد استحباب پر محمول ہے، اگر ایک یا دو پتھروں سے نجاست زائل ہو جائے، تو بھی استنجاء جائز ہوگا۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے اگلی حدیث مبارکہ دو پتھروں کی نقل فرمائی ہے، اور اس سے بھی اگلی حدیث مبارکہ سے ایک پتھر سے استنجاء کا استدلال کیا ہے۔

☆ استنجاء میں اصل مقصود گندگی کا زائل کرنا ہے، اس لئے اگر وہ ایک پتھر سے بھی زائل ہو جائے، تو مقصود حاصل ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر ایک پتھر کی تین اطراف سے صفائی کر لی جائے، تو بھی درست ہے۔

☆ استنجاء کرنے میں اگر گندگی کو کسی کپڑے یا دیگر اشیاء سے زائل کیا، تو بھی جائز ہے۔

☆ گندگی کو دور کرنے کے لئے ٹشو پیپر استعمال کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ ٹشو بہر حال پتھر سے بہتر طریقے سے گندگی زائل کرتا ہے۔

☆ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے حکیمانہ جواب کے انداز سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ استاد، مبلغ، مربی اور عالم کو انتہائی سنجیدہ اور غیر جذباتی ہونا چاہیے۔

☆ سوال کرنے والا اگر درشت لہجہ اور تحقیرانہ انداز بھی اختیار کرے، تو مبلغ، استاد اور عالم کو پھر بھی سنجیدگی اور متانت کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے، اور مافی الضمیر احسن انداز اور خوبصورت الفاظ کے ساتھ بیان کرنا چاہیے۔

☆ استنجاء کرنے کے لئے دیگر جدید ذرائع اور طرق استعمال کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ اس میں اصل مقصود صفائی حاصل کرنا اور گندگی زائل کرنا ہے۔

۱۔ شرح ابن بطال، ج ۱ ص ۲۴۸۔۲۴۷ ۲۔ i- سنن ابوداؤد ۴۰ ii- سنن نسائی: ۴۴ iii- مسند احمد، ج ۶ ص ۱۰۸

۳۔ جامع الفقہ، ج ۱ ص ۱۳۸ ۴۔ نعمۃ الباری، ج ۱ ص ۵۶۳

۳۸۔ باب الرُّخْصَةِ فِي الاِسْتِطَابَةِ بِحَجَرَيْنِ — دو ڈھیلوں سے استنجا کرنے کی اجازت

اس باب میں تین کی بجائے دو ڈھیلوں سے صفائی کرنے کی رخصت کا بیان ہے، اس باب کے قائم کرنے سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ تین پتھروں یا تین ڈھیلوں کی تعداد واجب نہیں ہے، بلکہ دو ڈھیلوں سے بھی استنجاء کرنے کی اجازت ہے، اس سے پہلے باب میں تین ڈھیلوں سے کم استعمال کرنے کی ممانعت کا بیان تھا۔

۴۲۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، عَنْ زُهَيْرٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ -قَالَ: لَيْسَ أَبُو عُبَيْدَةَ ذَكَرَهُ -وَلَكِنْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ يَقُولُ: أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَائِطَ، وَأَمَرَنِي أَنْ آتِيَهُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ، فَوَجَدْتُ حَجَرَيْنِ وَالْتَمَسْتُ الثَّالِثَ فَلَمْ أَجِدْهُ فَأَخَذْتُ رَوْثَةً فَأَتَيْتُ بِهِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُمَّ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَأَلْقَى الرَّوْثَةَ وَقَالَ: هَذِهِ رِكْسٌ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الرِّكْسُ: طَعَامُ الْجِنِّ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لئے تشریف لے گئے، اور مجھے تین ڈھیلے لانے کا کہا۔ مجھے دو ڈھیلے مل سکے اور تیسرا ڈھونڈنے کے باوجود نہ ملا، میں گوبر کا ٹکڑا ساتھ لے آیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ڈھیلے پکڑ لئے اور گوبر پھینک دیا اور فرمایا: یہ ناپاک ہے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رکس سے مراد جنات کا کھانا ہے۔

۱۔ اطراف:

بخاری: ۱۵۶، ترمذی: ۱۷، ابن ماجہ: ۳۱۴، السنن الکبریٰ: ۴۳، ابن ابی شیبہ، ج ۱۴، ص ۲۲۳

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کے درج ذیل جملہ کی باب کے عنوان سے مطابقت ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو پتھر لے لئے۔ یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے استنجاء کرنے کے لئے دو پتھر استعمال فرمائے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں آٹھ راویوں کا تذکرہ ہے، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ احمد بن سلیمان:

آپ کا نام ابوالحسن احمد بن سلیمان بن عبدالملک جزری رھاوی (م: ۲۶۱ھ) ہے، آپ رواۃ کے گیارہویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، حافظ راوی ہیں، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۱۔ i۔ الاکمال، ج ۱، ص ۱۴ ii۔ الجرح والتعدیل، ج ۲، ص ۵۲

۲۔ابونعیم:

آپ کا نام ابونعیم فضل بن دکین عمرو بن حماد بن زہیر تیمی علائی کوفی (م:۲۱۹ھ) ہے۔آپ کنیت ابونعیم سے مشہور ہیں،آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ، ثابت، حافظ، مامون، کثیر الحدیث راوی ہیں، آپ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ کبائر میں سے ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۳۔زہیر:

آپ کا نام ابوخیثمہ زہیر بن معاویہ بن خدیج جعفی کوفی جزری (م:۱۷۳ھ) ہے۔آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ، ثابت، حافظ، مامون راوی ہیں، البتہ ابواسحٰق سے آخری عمر میں سماع کیا تھا۔آپ نے تہتر سال کی عمر پائی۔آپ کی ولادت (۱۰۰ھ) میں ہوئی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۴۔ابواسحٰق:

آپ کا نام ابواسحاق عمرو بن عبداللہ سبیعی ہمدانی کوفی (م:۱۲۹ھ) ہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، عابد، تابعی راوی ہیں، البتہ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۳)

۵۔ابوعبیدہ:

آپ کا نام ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود ہذلی کوفی (م:۸۱ھ) ہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ کبار سے ثقہ تابعی راوی ہیں۔بعض نے آپ کا نام عامر ذکر کیا ہے۔آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔آپ کے بارے میں ایک بحث یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے والد گرامی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع کیا ہے یا کہ نہیں۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف ہے کہ سماع ثابت نہیں ہے، جبکہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے سماع کو ثابت کیا ہے۔دونوں کے دلائل کا خلاصہ علامہ غلام رسول سعیدی کی تحقیق کے مطابق درج ذیل ہے:

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے ابواسحاق کی از ابوعبیدہ از ابن مسعود کی روایت سے عدول کیا ہے، حالانکہ یہ سند اعلیٰ تھی، کیونکہ حضرت ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے والد حضرت ابن مسعود رحمۃ اللہ علیہ سے سماع ثابت نہیں ہے، سو یہ روایت منقطع ہو جاتی، بلکہ انہوں نے ابواسحاق کی از عبدالرحمان الاسود از والد خود از ابن مسعود کی روایت کو ذکر کیا ہے، کیونکہ یہ روایت متصل ہے۔(۴)

حافظ محمود بن احمد عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضرت ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے، سو وہ حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس قائل کا یہ قول مردود ہے، کیونکہ امام طبرانی نے ''المعجم الاوسط'' میں اس سند کے ساتھ ایک حدیث روایت کی ہے: زیاد بن سعد از ابی

۱۔ i۔تاریخ البغداد، ج ۱۲، ص ۳۴۶ ii۔تاریخ الثقات، ص ۳۸۳

۲۔ i۔تاریخ ابی زرعہ، ص ۲۹۹ ii۔طبقات ابن سعد، ج ۶، ص ۳۷۶

۳۔ i۔تہذیب الکمال، ج ۲۲، رقم ۱۱۰ ii۔تاریخ الثقات، ص ۳۶۶

۴۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۶۹۸

الزبیر، انہوں نے کہا: مجھے یونس بن عتاب الکوفی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابوعبیدہ بن عبداللہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ انہوں نے اپنے والد سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔

اس کے بعد علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ابوعبیدہ کے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع پر دوسری دلیل یہ ہے کہ حاکم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ذکر میں اس سند سے ایک حدیث ذکر کی ہے: ابواسحاق، ابوعبیدہ سے اور وہ اپنے والد (حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں، حاکم نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور حافظ ذہبی نے بھی کہا: یہ سند صحیح ہے۔(۱) اور امام ترمذی نے متعدد احادیث کو حسن قرار دیا ہے، جن میں ابوعبیدہ کی اپنے والد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: (۲)

۱۔ جب یوم بدر میں قیدیوں کو لایا گیا۔(۳)

۲۔ جب آپ دو رکعت میں بیٹھتے تو گویا آپ گرم پتھر پر تھے۔(۴)

۳۔ ولاتحسبن الذين قتلوا فی سبيل الله'' (۵) کی تفسیر میں۔(۶)

کہ اس استدلال پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ پہلی دو سندوں کو ذکر کرنے کے بعد امام ترمذی نے یہ کہہ دیا ہے: کہ یہ حدیث حسن ہے، لیکن ابوعبیدہ کا اپنے والد سے سماع نہیں ہے، تاہم تیسری حدیث کو ذکر کرنے کے بعد انہوں نے صرف اتنا کہا: کہ یہ حدیث حسن ہے۔ علامہ عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: کہ محدثین کے نزدیک حدیث حسن کی شرط یہ ہے، کہ اس کی سند متصل ہو، اگر ابوعبیدہ کا اپنے والد حضرت ابن مسعود سے سماع نہ ہو، تو پھر یہ احادیث منقطع ہوں گی، اور پھر ان کو حسن قرار دینا صحیح نہیں ہوگا۔(۷)

☆ نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ابوعبیدہ نے اپنے والد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث کا سماع نہ کیا ہو، کیونکہ جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو ابوعبیدہ کی عمر سات سال تھی، اور متعدد اہل نقل نے تصریح کی ہے، کہ سات سال کی عمر میں مسافر محدثین سے بھی سماع صحیح ہے، تو ان محدثین سے سماع کیوں کر صحیح نہیں ہوگا، جو مقیم اور متوطن ہوں، اور سننے والے کے والد بھی ہوں۔(۸)

۶۔ عبدالرحمٰن بن الاسود:

آپ کا نام ابوحفص عبدالرحمٰن بن اسود بن یزید نخعی کوفی (م:۹۹ھ) ہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، فقیہ، تابعی راوی ہیں۔ آپ نے اسی (۸۰) حج مبارک اور اسی (۸۰) ہی عمرے ادا کئے، آپ ہر روز سات سو رکعت پڑھتے، اور عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھنے کا معمول تھا، ائمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۹)

۱۔ المستدرک، ج۲، ص۵۷۲: ۳۰۹۱ ۲۔ نعمۃ الباری، ج۱، ص۵۶۰۔۵۶۱

۳۔ سنن ترمذی: ۱۷۱۴ ۴۔ سنن ترمذی: ۳۶۶ ۵۔ آل عمران: ۱۶۹

۶۔ سنن ترمذی: ۳۰۱۱ ۷۔ عمدۃ القاری، ج۲، ص۴۶۰ ۸۔ عمدۃ القاری، ج۲، ص۴۶۱

۹۔ i۔ تقریب التہذیب، ج۱، ص۴۴۱ ii۔ عمدۃ القاری، ج۲، ص۴۵۹

۷۔عن ابیہ (الاسود):

اپ کا نام ابوعمرو یا ابوعبدالرحمٰن اسود بن یزید بن قیس نخعی کوفی مخضرمی (م:۷۴/۷۵ھ) ہے، آپ رواۃ کے دوسرے طبقہ سے ثقہ، فقیہ، زاہد، عابد، تابعی راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۸۔عبداللہ: راجع:۳۹

۶۔حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ متعدد تابعات اور تلقی بالقبول کی بناء پر صحیح ہے۔اس روایت کے صحیح ہونے اور قابل استدلال ہونے کے دلائل کا خلاصہ درج ذیل ہے:

☆ اس حدیث کے ذیل میں امام ترمذی رحمتہ اللہ نے تین مرتبہ ''قال ابو عیسیٰ'' ذکر کیا ہے، درحقیقت پہلے قول سے ان کا مقصد اس حدیث کے اضطراب اسناد کی تشریح وتوضیح ہے، اور دوسرے قول میں رفع اضطراب کے لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ کی نیز اپنی رائے بیان کی ہے اور تیسرے قول میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کی تردید کی ہے۔

☆ اس حدیث کے اضطراب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں مدار اسناد ابواسحٰق سبیعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اور یہ حدیث ان سے ان کے چھ شاگرد روایت کررہے ہیں، اسرائیل بن یونس، قیس بن ربیع، معمر، عمار بن رزیق، زہیر اور زکریا بن ابی زائدہ۔

☆ اضطراب دو طریقہ سے پایا جاتا ہے: ایک یہ کہ ابواسحٰق اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان دو واسطے ہیں یا ایک، زہیر دو واسطے بیان کرتے ہیں، یعنی ''**عن ابی اسحق عن عبدالرحمن بن الاسود عن ابیہ عن عبداللہ**'' اور باقی پانچوں شاگرد صرف ایک واسطہ ذکر کرتے ہیں۔

دوسرا اضطراب ان پانچوں کے درمیان واسطہ کی تعیین میں ہے، اسرائیل بن یونس اور قیس بن الربیع کی روایت میں واسطہ ابوعبیدہ ہیں، معمر اور عمار کی روایت میں واسطہ علقمہ ہیں، زکریا بن ابی زائدہ کی روایت میں عبدالرحمٰن بن یزید ہیں۔(۲)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ میں نے اس اضطراب کے بارے میں عبداللہ بن عبدالرحمٰن یعنی امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: کہ ان روایات میں سے کونسی روایت اصح ہے، تو وہ کوئی فیصلہ نہ کرسکے، پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: تو انہوں نے بھی کوئی جواب نہ دیا، لیکن ان کے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے، کہ انہوں نے زہیر کی روایت کو ترجیح دی ہے، کیونکہ انہوں نے جامع بخاری میں زہیر ہی کی روایت تخریج کی ہے۔لیکن امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ان تمام روایات میں اسرائیل کی روایت زیادہ راجح اور اصح ہے، اس لئے کہ ابواسحٰق کے تمام شاگردوں میں اسرائیل سب سے زیادہ ''اثبت'' اور ''احفظ'' ہیں، چنانچہ عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں: کہ سفیان ثوری، ابواسحٰق سے جو حدیثیں روایت کرتے ہیں، میں نے انہیں صرف اس بناء پر چھوڑ دیا، کہ وہ روایات مجھے اسرائیل سے حاصل ہوگئی تھیں، چونکہ وہ ان کو زیادہ اتم طریقہ سے روایت کرتے تھے، اس لئے میں نے انہیں پر بھروسہ کیا، اس کے علاوہ زیر بحث حدیث میں قیس بن ربیع نے بھی اسرائیل کی متابعت کی ہے، جس

۱۔ i۔طبقات ابن سعد، ج۶، ص۷۰ ii۔الثقات، ج۴، ص۳۱

۲۔ درس ترمذی، ج۱، ص۲۲۱

سے ان کی روایت اور زیادہ راجح ہو جاتی ہے، جبکہ ابواسحٰق کے معاملہ میں زہیر اتنے قابل اعتماد نہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ زہیر نے جس وقت ابواسحٰق کی شاگردی اختیار کی، یعنی ان سے حدیثیں لیں، اس وقت ابواسحٰق اپنی عمر کے آخری دور میں تھے، اور ان کے حافظہ میں قدرے تغیر پیدا ہو گیا تھا، اسی لئے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: کہ اگر کوئی حدیث زائدہ اور زہیر سے تم نے سنی ہو، تو اس بات کی پروانہ کیا کرو، کہ کسی اور سے نہیں سنیں، یعنی وہ ثقہ ہیں، سوائے حدیث ابی اسحٰق کے یعنی یہ دو حضرات ویسے تو ثقہ ہیں، لیکن ابواسحٰق سے ان کی روایات اتنی قابل اعتماد نہیں، ان وجوہ سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں زہیر کے مقابلہ میں اسرائیل کی روایت کو ترجیح دی ہے، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر تنقید کی ہے، کہ انہوں نے زہیر کی روایت کو کیوں راجح قرار دیا۔

☆ یہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی رائے ہے، مگر دوسرے محقق علماء اور محدثین نے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی اس رائے پر تنقید کی ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "ھدی الساری مقدمۃ فتح الباری" کی آٹھویں فصل میں، اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے پر اس مسئلہ پر مفصل گفتگو کی ہے (۱)، اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید فرمائی ہے، اور متعدد وجوہ سے زہیر کی روایت کو اسرائیل کی روایت کے مقابلہ میں راجح قرار دیا ہے، اگرچہ اسرائیل کی روایت کو بھی صحیح کہا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: **فی سیاق الاحادیث انتقدھا الدارقطنی علی البخاری وھو الحدیث الاول منھا، مخطوطة فی مکتبتنامن غیر صفحة (۲)**

زہیر کی روایت کی پہلی وجہ ترجیح یہ ہے کہ زہیر کے بہت سے متابعات موجود ہیں، چنانچہ معجم کبیر طبرانی کی روایت میں ابراہیم بن یوسف بن اسحٰق بن ابی اسحٰق نے زہیر کی متابعت کی ہے، چونکہ یہ روایت خود ابواسحٰق کی ذریت سے مروی ہے، اس لئے اس کی متابعت بہت قوی ہے۔ اسی طریقہ سے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے معجم طبرانی کے حوالہ سے زہیر کا ایک اور متابع ذکر کیا ہے جو کہ "**یحییٰ بن ابی زائدۃ عن ابیہ عن ابی اسحق**" کے طریق سے ہے، اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ میں زہیر کی روایت کا ایک متابع "**لیث بن ابی سلیم**" بھی موجود ہے، وہ اگرچہ حافظہ کے لحاظ سے کمزور ہیں، لیکن استشہاد اور متابعت کے لئے کافی ہیں، نیز شریک نے زہیر کی متابعت کی ہے، اور شریک قیس بن الربیع کے مقابلہ میں زیادہ قابل اعتماد ہیں، جبکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسرائیل کی روایت کی ایک وجہ ترجیح یہ بیان کی تھی، کہ قیس بن الربیع ان کے متابع ہیں، نیز ابن حماد حنفی اور ابوحریم نے بھی ان کی متابعت کی ہے۔

۲۔ دوسری وجہ ترجیح یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے زہیر کی جو روایت نقل کی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: **حدثنا زھیر عن ابی اسحق قال لیس ابو عبیدة ذکرہ ولکن عبدالرحمن بن الاسود عن ابیہ انہ سمع عبداللہ** "(۳) اس میں صراحۃً اسرائیل والے طریق کی تردید کی گئی ہے، اور اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ ابواسحٰق پہلے اس حدیث کو ابوعبیدہ سے روایت کرتے تھے، لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا کہ ابوعبیدہ کا سماع اپنے والد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مشکوک ہے، بعد میں ابواسحٰق کو یہی روایت عبدالرحمٰن بن الاسود سے بھی مل گئی، جس پر کوئی اعتراض نہیں تھا، لہٰذا انہوں نے صراحۃً یہ بتا دیا کہ یہ حدیث میرے پاس صرف ابوعبیدہ کے طریق سے نہیں، بلکہ عبدالرحمٰن بن الاسود کے طریق سے بھی ہے، بہر حال ابواسحٰق کی اس تصریح سے یہ بات ثابت ہوتی ہے، کہ زہیر کے سامنے حدیث بیان کرتے وقت ان کے ذہن میں دونوں طریق مستحضر تھے، اور ان میں سے انہوں نے عبدالرحمٰن بن الاسود کے طریق کو اختیار کیا، اور اس سے بڑی کوئی وجہ ترجیح نہیں ہو سکتی۔

۱۔ عمدۃ القاری، ج۱، ص۷۳۵ ۲۔ ایضاً، ج۲، ص۱۰۸۔۱۰۷ ۳۔ بخاری، ج۱، ص۲۷

۳۔ تیسری وجہ ترجیح یہ ہے کہ ابواسحٰق سبیعی مدلس ہے، لہٰذا ان کے عنعنہ کے مقابلہ میں تحدیث کا صیغہ راجح ہے، اب اسرائیل کے طریق میں وہ ابوعبیدہ سے عنعنہ کررہے ہیں، اور یوسف بن ابی اسحٰق کے طریق میں، جو زہیر کے متابع ہیں، انہوں نے تحدیث کی تصریح کی ہے، چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ زہیر کی روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''وقال ابراهيم بن يوسف عن ابيه عن ابی اسحق قال حدثنی عبدالرحمن '' لہٰذا زہیر کے طریق میں تدلیس کا کوئی شبہ نہیں، جبکہ اسرائیل کے طریق میں یہ شبہ موجود ہے۔

۴۔ چوتھی وجہ ترجیح علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے ''عمدۃ القاری'' میں یہ بیان فرمائی ہے: کہ اسرائیل کی روایات میں خود اختلاف ہے۔ چنانچہ روایت میں ان کی روایت زہیر کی روایت کے بالکل مطابق ہے، اگرچہ بعض میں اختلاف ہے، جبکہ زہیر کی روایت میں کوئی اختلاف نہیں۔

واسرائیل قد اختلف علیه فرواه کروایة زهیر، ورواه عباد القطوانی وخالد العبدعنه عن ابی اسحق عن علقمة عن عبدالله، ورواه الحمیدی عن ابی عیینة عنه عن ابی اسحق عن عبدالرحمن بن یزید ذکره الدارقطنی والعدوی فی مسنده، زهیرلم یختلف علیه۔(۱)

۵۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسرائیل کی جلالت قدر بیان کرنے کے لئے عبدالرحمٰن بن مہدی کا قول پیش کیا ہے، لیکن علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے ''عمدۃ القاری'' میں ''معجم اسماعیلی'' وغیرہ کے حوالہ سے بعض محدثین کے اقوال ذکر کیے ہیں، جن سے زہیر کو اسرائیل کے مقابلہ میں ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

واما ترجیح الترمذی حدیث اسرائیل علی حدیث زهیر فمعارض بما حکاه الاسماعیلی فی صحیحه، لانه رواه من حدیث یحییٰ بن سعید و یحییٰ بن سعید لا یرضی ان یاذعن زهیر فی ابی اسحق مالیس بسماع، وقال الاجری سالت ابا داؤد عن زهیر واسرائیل عن ابی اسحق فقال :''زهیر فوق اسرائیل کثیر ''(۲)

☆ ان وجوہ کی بناء پر دیگر محدثین اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے زہیر کی روایت کو ترجیح دی ہے، چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے زہیر ہی روایت تخریج کی ہے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی دقت نظر اور فراست کا پتہ چلتا ہے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔(۳)

☆ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسرائیل کے طریق کو راجح قرار دیا، لیکن بعد میں اس پر یہ اعتراض کیا: کہ ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ کا سماع حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نہیں ہے۔ لہٰذا یہ روایت منقطع ہے، شوافع امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو بنیاد بنا کر حنفیہ کے اس مستدل پر انقطاع کا اعتراض کرتے ہیں، حنفیہ کی طرف سے اس کے تین جوابات دیئے گئے ہیں:

۱۔ ایک جواب تو وہی ہے کہ محققین کے نزدیک اسرائیل کے بجائے زہیر کا طریق راجح ہے، اور اس میں ابوعبیدہ نہیں ہیں۔

۲۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض اسرائیل کے طریق کو اختیار کیا جائے، تب بھی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا محققین کے نزدیک ناقابل قبول ہے، کہ ابوعبیدہ نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا، علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے ''عمدۃ القاری'' میں اس مسئلہ پر مفصل گفتگو کی ہے، اور ابوعبیدہ کے سماع کے متعدد دلائل پیش کیے ہیں، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان بھی اسی طرف ہے، کہ ابوعبیدہ کا سماع اپنے والد سے ثابت ہے، کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت ابوعبیدہ کی عمر سات سال تھی، اور یہ عمر تحمل روایت کے لئے کافی ہے، اس لئے محض ان کی کم سنی سے، عدم سماع پر استدلال درست نہیں۔

۱۔ عمدۃ القاری، ج ۱، ص ۷۳۵ ۲۔ ایضاً ۳۔ درس ترمذی، ج ۱، ص ۲۲۴

۳۔ تیسرے اگر بالفرض ابوعبیدہ کا اپنے والد سے بلاواسطہ سماع نہ ہو، تب بھی محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ "اعلم الناس بعلم ابن مسعود رضی اللہ عنہ" ہیں، جیسا کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح کی ہے، اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ "ابو عبیدۃ اعلم بعلم ابن مسعود رضی اللہ عنہ من حنیف بن مالک ونظرائہ" اس وجہ سے امت نے اس حدیث کو باتفاق قبول کیا ہے، یہ جواب راجح ہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض مرتبہ ایک حدیث منقطع ہونے کے باوجود صحیح اور قابل استدلال ہوتی ہے، جس کی وجہ یا تو امت کی تلقی بالقبول ہوتی ہے، یا یہ کہ انقطاع کرنے والا راوی بہت زیادہ قابل اعتماد ہوتا ہے، یہاں یہ دونوں چیزیں پائی جارہی ہیں۔

۵۔ خصوصیات سند:

☆ یہ روایت سباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سباعیات کے اعتبار سے یہ دوسری حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ احمد بن سلیمان مروزی سے آئمہ صحاح ستہ میں سے کسی اور نے حدیث روایت نہیں کی۔

☆ سند میں شیخ مروزی کے علاوہ تمام راوی کوفی ہیں۔

☆ یہ بیٹے (عبدالرحمٰن) کی باپ (اسود) سے روایت ہے۔

☆ سند میں امام ابواسحٰق نے درج ذیل الفاظ کہے: قال لیس ابوعبیدۃ ذکرہ ولکن عبدالرحمٰن بن الاسود: اس سے مراد یہ ہے کہ ابواسحاق کے پاس دوسندوں سے روایت موجود ہے:

i- ابوعبیدہ عن عبداللہ بن مسعود

ii- عبدالرحمٰن بن الاسود عن ابیہ انہ سمع عبداللہ بن مسعود

لیکن یہاں پر وہ پہلی سند کی بجائے دوسری سند سے بیان کر رہے ہیں، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے اپنے والد سے سماع پر بعض لوگوں نے کلام کیا ہے۔ اس لئے امام ابواسحاق کے نزدیک عبدالرحمٰن بن الاسود والی سند اعلیٰ ہے۔

☆ سند کے آخری راوی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں، ان سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں، کیونکہ یہ قاعدہ ہے، جب بھی حدیث مبارکہ میں کوئی رواۃ کے بارے میں مطلقاً عبداللہ آئے گا، اس سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہوں گے۔

☆ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے مطلقاً عبداللہ رضی اللہ عنہ کے درج ذیل محامل بیان فرمائے ہیں۔

جب مطلقاً عبداللہ احادیث میں مذکور ہو، تو درج ذیل مراد ہوتے ہیں:

۱۔ اہل کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
۲۔ اہل مدینہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۳۔ اہل مکہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ
۴۔ اہل بصرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
۵۔ اہل مصر وشام میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص

☆ سند میں چار تابعین کرام حضرت ابواسحاق، حضرت ابوعبیدہ، حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت اسود رضی اللہ عنہم مذکور ہیں۔

☆ سند میں تین تابعین کرام نے ایک دوسرے سے روایت بیان کی ہے۔

☆ امام ابو اسحاق کی دونوں سندوں میں دو بیٹوں نے اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبر نا، حدثنا، قال، سمع ایک ایک دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۸۔لغات:

امدنی ان اتیہ بثلاثۃ اعجار: آپ ﷺ نے مجھے تین پتھر لانے کا حکم دیا۔

فاخذت روائۃ: میں ایک ٹکڑا گوبر کا لے آیا۔

فاخذالحجرین والقی الروثۃ: آپ ﷺ نے دو پتھر لے لئے اور گوبر پھینک دیا۔

رکس: ناپاک۔

۷۔مسائل ونصائح:

راجع: ۴۱

۸۔خلاصہ:

☆ اس حدیث مبارکہ سے درج ذیل مسائل کا استنباط ہوتا ہے۔

۱۔ زیادہ اچھی اور کامل بات یہی ہے کہ صفائی کے لئے تین ڈھیلے استعمال کئے جائیں۔

۲۔ تین کا عدد وجوب کے لئے نہیں، بلکہ دو پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے۔

۳۔ ناپاک اور پلید چیز سے استنجاء نہیں کرنا چاہیے۔

۴۔ استنجاء میں اصل مقصود گندگی کا زائل کرنا ہے۔

۳۹۔ باب الرُّخصَةِ فِي الاِستِطَابَةِ بِحَجَرٍ وَّاحِدٍ ایک ڈھیلے سے استنجا کرنے کی اجازت

اس باب میں ایک پتھر یا ڈھیلے سے استنجاء کرنے کی اجازت کا بیان ہے، اس باب کے قائم کرنے سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود یہ ہے، کہ استنجاء کرنے کے لئے ڈھیلوں کی تعداد تین یا دو ہونا واجب نہیں ہے، بلکہ ایک ڈھیلے کے ساتھ بھی استنجاء کیا جا سکتا ہے۔ اس سے پہلے باب میں دو پتھروں کے ساتھ استنجا کرنے کی رخصت کا بیان تھا۔

۴۳۔ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَنْبَأَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يِسَافٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا اسْتَجْمَرْتَ فَأَوْتِرْ

حدیث سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تو استنجاء کرے، تو طاق ڈھیلے استعمال کر۔

۱۔ اطراف:

ترمذی: ۲۷، ابن ماجہ: ۴۰۶، احمد: ۱۸۸۳۹۔۱۸۸۴۰، السنن الکبریٰ: ۳۳، ۴۴، ۴۵، تقدم: ۸۹

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان سے مطابقت یہ ہے کہ طاق کا لفظ ایک، تین۔ پانچ، سب طاق عددوں کو شامل ہے۔ اس طرح امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے ایک مراد لیا ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ اسحاق بن ابراہیم: راجع: ۲

۲۔ جریر: ایضاً

۳۔ منصور: ایضاً

۴۔ ھلال بن یساف:

آپ کا نام ابوالحسن ھلال بن یوسف کوفی اشجعی ہے۔ آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، تابعی، کوفی راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ نے آپ سے روایات بیان کی ہیں، البتہ امام بخاری نے تعلیقاً روایت بیان کی ہے۔ (۱)

۵۔ سلمہ بن قیس:

آپ کا نام سلمہ بن قیس اشجعی جرمی ہے۔ آپ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ نے کوفہ میں رہائش اختیار فرمائی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے سات احادیث مروی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ایران کی بعض مہمات میں سربراہ فوج رہے۔ امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور ابن ماجہ نے آپ سے روایت بیان کی ہے۔ (۲)

۱۔ i۔ تقریب التھذیب، ج ۲، ص ۳۳۰ ii۔ تاریخ الثقات، ص ۴۶۰

۲۔ i۔ التاریخ الکبیر، ج ۴، رقم ۱۹۸۸ ii۔ الاصابۃ، ج ۲، رقم ۳۴۱۱

۴۔ حکمِ روایت:

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیاتِ سند:

☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ انیسویں (۱۹) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی کوفی ہیں، صرف ابن راھویہ مروزی ہیں۔

☆ حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے صرف دو شیوخ ھلال بن یساف اور ابو اسحاق نے روایات بیان کی ہیں۔

☆ حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے صحاح ستہ میں یہی ایک حدیث مروی ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، انبانا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

اذا استجمرت: جب تو چھوٹے پتھر استعمال کرے، مراد ہے استنجا کرے۔

فاوتر: تو پتھر طاق استعمال کر۔ یعنی ایک تین، پانچ وغیرہ۔

۷۔ مسائل ونصائح:

☆ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ استنجاء کے لئے پتھروں کا کوئی عدد مسنون ہے یا نہیں؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ابوثور رحمۃ اللہ علیہ اور اہل ظاہر کے نزدیک استنجاء میں انقاء اور تثلیث احجار واجب ہے اور ایتار مستحب ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف انقاء واجب ہے، تثلیث مسنون اور ایتار مستحب ہے، اور تثلیث کا ذکر ان کے نزدیک احادیث میں اس لئے آتا ہے، کہ عموماً اس عدد سے انقاء ہو جاتا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تثلیث کے وجوب پر حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں، کیونکہ اس میں تین سے کم پتھروں کی ممانعت کی گئی ہے، اس کا جواب گذر چکا ہے کہ چونکہ عموماً انقاء تین ہی پتھروں سے ہوتا ہے، اس لئے اس سے کم کی ممانعت کی گئی ہے، لیکن اگر انقاء اس سے کم میں ہو جائے، تو بھی جائز ہے۔

احناف کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ابوداؤد، ابن ماجہ، دارقطنی، مستدرک حاکم، بیہقی، طحاوی، ابن حبان وطبرانی وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رحمۃ اللہ علیہ کی مرفوع حدیث ہے: "من استجمر فلیوتر من فعل فقد احسن ومن لا فلا حرج۔ (۱)

اس میں تصریح ہے کہ ایتار مستحب ہے، واجب نہیں، امام بیہقی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس سے ایتار کا استحباب ثابت ہوتا ہے، نہ

۱۔ معارف السنن، ج ۱، ص ۱۱۵

کہ تثلیث کا، اس کا جواب یہ ہے کہ ایتار عام ہے اور تثلیث خاص، اور عام کی نفی خاص کی نفی کو مستلزم ہے، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ اس حدیث میں ایتار سے مراد ایتار مافوق الثلث ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ اسی حدیث کے آخر میں بعض روایات میں یہ اضافہ ہے: "**فان الله وتر يحب الوتر اما ترى السمٰوت سبعاً والارضين سبعاً**" اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی (۱) **کتاب الطهارة، من استجمر فليوتر** کے تحت روایت کی ہے، اس کے تحت حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "**منكر والحارث ليس بعمدة**" دوسرا جواب حافظ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے میں دیا ہے: (۲) کہ اگر اس حدیث سے استدلال درست ہو تو بھی سات آسمانوں کے ذکر سے یہ لازم نہیں آتا کہ: پیچھے جس ایتار کا ذکر آیا ہے، اس سے مراد مافوق الثلث ہے، کیونکہ اگر ایسا ہو تو ماننا پڑے گا کہ سات پتھروں سے مسنون و مستحب ہے، حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

احناف کی اس حدیث پر تیسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے، کہ اس حدیث کو علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے، کیونکہ یہ **حصين الحبراني الحميري** سے منقول ہے، اور وہ مجہول ہیں، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "تقریب" میں لکھا ہے "**مجهول من السادسة**" اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "میزان" میں لکھتے ہیں: "**لا يعرف من التابعين**"

اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ حدیث یقیناً قابل استدلال ہے، اس لئے کہ ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اسے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے، اور حضرت ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح قرار دے کر اس کی اپنی صحیح میں تخریج کی ہے (۳)، اور خود حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "تلخیص المستدرک" کتاب الاشربۃ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، علاوہ ازیں خود حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے (۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے تحت "**ومن لا فلا حرج**" کی زیادتی کو "حسن الاسناد" قرار دیا ہے، لہٰذا اگر حصین حمرانی کی جہالت مضر ہوتی، تو یہ حضرات اس حدیث کو کیسے صحیح قرار دے سکتے تھے، لہٰذا یا تو حصین کی جہالت قابل تحمل ہے، یا ان کے متابعات موجود ہیں، اور بہر صورت حدیث سے استدلال درست ہے۔

۲۔ ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارقطنی وغیرہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً مروی ہے: "**قالت: ان رسول الله ﷺ قال: اذا ذهب احدكم الى الغائط فليذهب معه بثلثة احجار يستطيب بهن فانها تجزىء عنه**" (۵)(۶)

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو تخریج کرنے کے بعد لکھا ہے: "**هذا اسناد صحيح**" اس میں "**فانها تجزى عنه**" کا جملہ بتلا رہا ہے، کہ مقصود اصلی انقاء ہے، اور کوئی عدد مخصوص مقصود بالذات نہیں، لہٰذا جہاں تثلیث کا حکم دیا گیا ہے، وہاں منشاء یہ ہے کہ یہ عدد انقاء کے لئے کافی ہے۔

۳۔ معجم طبرانی میں حضرت ابوایوب انصاری رحمۃ اللہ علیہ سے مرفوعاً اسی معنیٰ کی ایک حدیث منقول ہے:

اذا تغوط احدكم فليمسح بثلثة احجار فان ذلك كافيه

علامہ ہیثمی یہ روایت نقل کر کے لکھتے ہیں: "**رجاله موثقون الا ان ابا شعيب صاحب ابى ايوب لم ارفيه تعديلا ولا جرحاً**" (۷)

۱۔ مستدرک، ج ۱، ص ۱۵۸ ۲۔ نصب الرایۃ، ج ۱، ص ۲۱۸ ۳۔ موارد الظمآن، ص ۶۲

۴۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۲۰۲ ۵۔ ابوداؤد، ج ۱، ص ۶ ۶۔ معارف السنن، ج ۱، ص ۱۱۸: ۱۲

۷۔ مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۲۱۱

۴۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت اگلے باب میں آ رہی ہے: ''قال خرج النبی ﷺ لحاجته فقال :التمس لی ثلاثة احجار قال فاتیته بحجرین وروثة فاخذ الحجرین و القیٰ الروثة وقال :انھا رکس '' امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی احناف کے مسلک پر اسی روایت سے استدلال کیا ہے، یعنی اگر تین ضروری ہوتے تو آپ ﷺ ایک پتھر اور ضرور منگواتے۔

☆ احناف کی ایک دلیل پر شافعیہ نے متعدد اعتراضات کئے ہیں، مثلاً امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ یہی حدیث مسند احمد، بیہقی اور دار قطنی میں عبدالرزاق عن معمر عن ابی اسحاق عن علقمة عن عبدالله کے طریق سے آئی ہے، جس میں 'فانھا رکس' کے بعد آنحضرت ﷺ کا ارشاد بھی موجود ہے: ''ائتنی بحجر '' (۱) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دو پتھروں پر اکتفاء نہیں فرمایا۔

☆ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے ''عمدۃ القاری'' میں اور حافظ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے ''نصب الرایہ'' میں اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: کہ یہ زیادتی جس سند سے منقول ہے وہ قابل اعتماد نہیں، کیونکہ ابو اسحاق کا سماع علقمہ سے نہیں، حافظ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ خود امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر تو اس روایت پر کوئی کلام نہیں کیا، لیکن 'الدیات، باب الدیۃ اخماس'' میں صراحۃ لکھا ہے کہ ابو اسحٰق نے علقمہ سے کچھ نہیں سنا، اور یہ بات خود ابو اسحٰق کے اقرار و اعتراف سے ثابت ہے، لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے، اور قابل استدلال نہیں۔ (۲)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ایک جواب تو یہ دیا ہے کہ کرابیسی نے تصریح کی ہے کہ ابو اسحاق نے یہ حدیث علقمہ سے سنی تھی، لیکن ظاہر ہے کہ کرابیسی کا قول خود ابو اسحٰق کے اپنے قول کا معارضہ نہیں کر سکتا، اس لئے حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ جواب ذرا مفید نہیں۔ (۳)

دوسرا جواب: حافظ نے یہ دیا ہے کہ اگر سماع نہ ہو، تب بھی یہ حدیث مرسل ہوگی، اور مرسل حنفیہ کے نزدیک حجت ہے، یعنی حنفیہ قرون ثلثہ میں انقطاع کو موجب ضعف نہیں مانتے۔

لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جواب ان کی جلالت قدر سے بڑا عجیب معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ مرسل حنفیہ کے نزدیک علی الاطلاق حجت نہیں، بلکہ اس کی حجت کے لئے چند شرائط ہیں، مثلاً ایک شرط یہ ہے کہ ارسال کسی ایسے شخص نے کیا ہو، جو ثقہ سے ہی روایت کرتا ہو، دوسری یہ شرط ہے کہ وہ بصیغہ جزم روایت کرے اور ''عن'' صیغہ جزم نہیں اور یہاں روایت عن سے ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ اعتراض کا ایک مضبوط جواب یہ بھی ہے: کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی سند میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے، اس اضطراب کو رفع کرنے کے لئے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسرائیل کے طریق کو راجح قرار دیا اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے زہیر کے طریق کو، اور خود حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''ھدی الساری مقدمۃ فتح الباری'' (ج ۲، ص ۱۰۸) میں یہ تصریح کی ہے کہ اس حدیث کے صرف دو طریق ہی صحیح ہیں، باقی کوئی طریق صحیح نہیں، اور جس طریق میں 'ائتنی بحجر '' کی زیادتی منقول ہے، وہ ان دونوں طریق کے علاوہ ہے، نتیجہ یہ کہ خود حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراف سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ''ائتنی بحجر '' والا طریق صحیح نہیں، اور اگر اس طریق کو بھی صحیح قرار دیا جائے، تو اصل حدیث کا اضطراب رفع کرنے کی کوئی صورت نہیں، خلاصہ یہ کہ معمر کے جس طریق میں 'ائتنی بحجر '' کی زیادتی منقول ہے، وہ فنی نقطۂ نظر سے قابل استدلال نہیں۔

۱۔ دار قطنی، ج ۱، ص ۵۵ ۲۔ نصب الرایہ، ج ۱، ص ۲۱۷ ۳۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۲۰۷

☆ حافظ رحمہ اللہ کے مذکورہ جواب کا علامہ عینی رحمہ اللہ نے یہ جواب دیا: کہ دراصل انقطاع کے اثبات سے ہمارا مقصد شافعیہ کو الزام دینا ہے ،کہ یہ آپ کے مسلک پر صحیح نہیں ،لیکن حقیقت یہ ہے کہ علامہ عینی رحمہ اللہ کے اس جواب سے شافعیہ کو الزام تو دیا جاسکتا ہے ،مگر حنفیہ کا مسلک ثابت نہیں ہوتا۔لہٰذا صحیح جوابات وہی ہیں جو ماقبل میں گذرے۔

☆ احناف کی مستدل ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اگر''ائتنی بحجر '' کی زیادتی روایۃً ثابت نہ ہو،تو بھی حدیث باب میں یہ احتمال موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گوبر پھینکنے کے بعد کوئی تیسرا پتھر خود اٹھالیا ہو، یا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منگالیا ہو، کیونکہ''عدم الذکر عدم الشیء'' کو مستلزم نہیں ہوتا،''واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال''

یہ اعتراض بلاشبہ وزنی ہے، چنانچہ بہت سے علماء حنفیہ نے اس اعتراض کو تسلیم کیا ہے، حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے''الورد الشذی'' میں فرمایا کہ اس حدیث سے حنفیہ کا استدلال تام نہیں، ان کے علاوہ صاحب ہدایہ نے بھی شاید اسی لئے اس مسئلہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو بطور دلیل ذکر نہیں کیا بلکہ''من استجمر فلیوتر '' کی حدیث سے استدلال کیا ہے، البتہ بعض حضرات نے اس اعتراض کا جواب دینے کی کوشش کی ہے، جن میں بہتر جواب یہ ہے کہ''السکوت فی معرض البیان یقوم مقام النفی '' یہاں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا منشاء آداب استنجاء کو بیان کرنا ہے، لہٰذا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسرا پتھر منگوایا ہوتا تو وہ اس کا تذکرہ ضرور فرماتے ، نیز سیاق حدیث یہ بتلا رہا ہے کہ وہ جگہ ایسی تھی کہ جہاں پتھر نہیں مل رہے تھے ، اسی لئے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک گوبر کا ٹکڑا اٹھالائے تھے ، ایسے مقام پر اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی تیسرا پتھر منگوانے کا اہتمام کیا ہوتا، تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس کا ضرور تذکرہ فرماتے۔(۱)

۸۔خلاصہ:

☆ استنجاء کے لئے ایک پتھر کا استعمال بھی جائز ہے، بشرطیکہ اس سے صفائی حاصل ہو جائے۔

☆ استنجاء میں صفائی حاصل کرنا واجب، تین پتھروں یا ڈھیلوں کا استعمال سنت اور طاق کا استعمال مستحب ہے۔

☆ امام نسائی رحمہ اللہ کا اس باب کو قائم کرنے اور حدیث کو ذکر کرنے سے مقصود یہ بھی ہے کہ تین یا دو پتھروں کا استعمال واجب نہیں ہے، بلکہ ایک پتھر یا ڈھیلے سے بھی صفائی کرنا جائز ہے۔

☆ اگر نجاست مخرج سے بقدر درھم تجاوز کر جائے ،تو پانی کا استعمال کرنا لازم ہے۔

☆ استنجاء صرف ان چیزوں سے جائز ہے، جو مکرم نہ ہوں، کسی مخلوق کی خوراک نہ ہوں، ناپاک نہ ہوں اور نقصان دہ نہ ہوں۔

۱۔ درس ترمذی، ج۱،ص۲۱۶۔۲۲۰

۴۰۔ باب الاِجْتِزَاءِ فِی الاِسْتِطَابَۃِ بِالْحِجَارَۃِ دُونَ غَیْرِهَا

استنجاء کے لئے صرف ڈھیلے کافی ہیں

اس باب میں اس امر کو بیان کیا گیا ہے کہ استنجاء کرنے کے لئے صرف پتھر، ڈھیلے یا ان جیسی اور چیزوں سے صفائی حاصل کرنا کافی ہے، بعد میں پانی استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہے، مثلاً روئی، لکڑی، ریت، ٹشو پیپر سے اگر صفائی حاصل ہوگئی، تو بعد میں پانی کے استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سے پہلے باب میں ایک پتھر سے استنجاء کرنے کا بیان تھا۔

۴۴۔ أَخْبَرَنَا قُتَیْبَۃُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیزِ بْنُ أَبِی حَازِمٍ، عَنْ أَبِیهِ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ قُرْطٍ، عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا ذَهَبَ أَحَدُکُمْ إِلَی الْغَائِطِ، فَلْیَذْهَبْ مَعَهُ بِثَلَاثَۃِ أَحْجَارٍ فَلْیَسْتَطِبْ بِهَا؛ فَإِنَّهَا تَجْزِی عَنْهُ

حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی قضاء حاجت کو جائے، تو اسے چاہیے کہ تین پتھر ساتھ لے جائے، ان کے ساتھ صفائی حاصل کرے، کیونکہ وہ اسے کافی ہیں۔

۱۔ اطراف:

ابوداؤد: ۴۰، احمد: ۲۴۸۲۵، ۲۵۰۶۶، دارقطنی: ج ۱، ص ۵۴۔۵۵، السنن الکبریٰ: ۴۲

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ اس آخری جملہ میں ہے:

استنجاء کے لئے تین پتھر ساتھ لے جائے، وہ اسے کافی ہیں۔

۳۔ تعارفِ رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ قتیبہ: راجع: ۱

۲۔ عبدالعزیز:

آپ کا نام عبدالعزیز بن ابوحازم سلمہ بن دینار مدنی (م: ۱۸۴ھ) ہے، آپ نے مسجد نبوی شریف میں حالت سجدہ میں وفات پائی۔ آپ رواۃ کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، فقیہہ، صالح الحدیث، کثیر الحدیث راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۳۔ ابوحازم:

آپ کا نام ابوحازم سلمہ بن دینار اعرج، اشقر، تمار، قاص مدنی (م: ۱۳۵ھ) ہے، آپ اسود بن سفیان کے مولیٰ ہیں۔ آپ رواۃ کے پانچویں طبقہ سے ثقہ، عابد راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت واتقان پر متفق ہیں، آپ نے منصور کے دور خلافت میں وفات پائی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۱۔ i۔ الجرح والتعدیل، ج ۵، ص ۳۸۲ ii۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۴۲۴

۲۔ i۔ العلل، ج ۱، ص ۱۹۷ ii۔ تاریخ الثقات، ص ۱۹۶

۴۔ مسلم بن قرط:

آپ کا نام مسلم بن قرط مدنی ہے، آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، صدوق، خاطی راوی ہیں۔ امام ابوداؤد اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۵۔ عروۃ:

آپ کا نام ابوعبداللہ عروہ بن زبیر بن عوام مدنی (م:۹۴ھ) ہے، آپ رواۃ کے دوسرے طبقہ کبار سے ثقہ، فقیہہ، ثابت، مشہور، عالم، مامون، تابعی راوی ہیں۔ آپ طبقہ تابعین کے اہل علم میں ممتاز مقام رکھتے ہیں، آپ فقہاء سبعہ میں سے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کی سگی خالہ ہیں۔ آپ کی ولادت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اوائل میں ہوئی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ ہر رات ایک چوتھائی قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے۔ بعض نے کہا ہے: کہ آپ کا اپنے والد سے سماع ثابت نہیں ہے، اور مرسل روایات کرتے ہیں۔ (۲)

۶۔ عائشہ: راجع:۵

۴۔ حکمِ روایت:

یہ حدیث دیگر شواہد کی بناء پر صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیاتِ سند:

☆ یہ روایت سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ انیسویں (۱۹) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی مدنی ہیں، صرف امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ قتیبہ بن سعید بغلانی ہیں۔

☆ یہ روایت بیٹے (عبدالعزیز) کی باپ (ابوحازم) سے ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ یہ تابعی کی غیر تابعی سے روایت ہے، کیونکہ ابوحازم تابعی ہیں اور حضرت مسلم بن قرط تابعی نہیں ہیں، بلکہ تبع تابعی ہیں۔

☆ حضرت عروہ بن زبیر سات فقہاء مدینہ میں سے ہیں، جن کے بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ان سات کا اجماع تمام اہل علم کے اجماع کی طرح ہے۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سات مکثرین سبعہ میں سے ہیں، جن سے دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) احادیث مروی ہیں۔

۱۔ i۔ الثقات، ج ۷، ص ۴۴۷ ii۔ تقریب التھذیب، ج ۲، ص ۲۵۳

۲۔ i۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۱۷۸ ii۔ تاریخ الثقات، ص ۳۳۱

۸۔لغات:

اذاذھب احد کم الی الغائط: جب تم میں سے کوئی قضاء حاجت کے لئے جائے۔

فلیذھب معه بثلاثة احجار: اسے چاہئے کہ اپنے ساتھ تین پتھر لے جائے۔

فلیستطب بھا: اس سے صفائی حاصل کرے۔

فانھا تجزی عنه: وہ اسے (صفائی کے لئے) کافی ہیں۔

۹۔مسائل ونصائح:

☆ اس حدیث سے ایک ڈھیلے کے کافی ہونے پر استدلال کرنا کمزور ہے، کیونکہ یہاں ایک ڈھیلے کی صراحت نہیں۔ امام صاحب کا استدلال "طاق" کے لفظ سے ہے کہ وہ ایک کو بھی شامل ہے، حالانکہ دوسری احادیث میں تین سے کم کی صریح نفی ہے جیسا کہ گزشتہ حدیث (۴۱) میں اور صحیح مسلم میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تین ڈھیلوں سے کم سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے۔(۱) کسی ایک حدیث کو دوسری سے قطع نہیں کیا جاسکتا، روایات کو ملانے سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں "طاق" سے مراد تین یا تین سے اوپر طاق عدد ہے، کیونکہ اصول یہ ہے کہ مطلق دلیل کو مقید پر محمول کیا جاتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ احادیث میں کم از کم تین پتھروں پر اکتفا کرنے کی اجازت ہے، اس سے کم پر نہیں، کیونکہ ایسا کرنا شرعاً ممنوع ہے، البتہ مجبوری کی حالت میں کہ جب تین ڈھیلے نہ ملتے ہوں، تو دو یا ایک ڈھیلا استعمال کرنا جائز ہے یا ایک ڈھیلا تین دفعہ استعمال کیا جاسکتا ہے، اس لئے کہ عام حالات کو مجبوری کی صورتوں پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔ واللہ اعلم۔(۲)

☆ نجاست کی بحث:

نجاست دو قسم پر ہے:

ایک وہ جس کا حکم سخت ہے اس کو غلیظہ کہتے ہیں، دوسری وہ جس کا حکم ہلکا ہے، اس کو خفیفہ کہتے ہیں۔

☆ نجاست غلیظہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کپڑے یا بدن میں ایک درہم سے زیادہ لگ جائے، تو اس کا پاک کرنا فرض ہے، بے پاک کئے نماز پڑھ لی تو ہوگی ہی نہیں، اور قصداً پڑھی تو گناہ بھی ہوا، اور اگر بہ نیت استخفاف ہے، تو کفر ہوا، اور اگر درہم کے برابر ہے، تو پاک کرنا واجب ہے، کہ بے پاک کئے نماز پڑھی تو مکروہ تحریمی ہوئی، یعنی ایسی نماز کا اعادہ واجب ہے، اور قصداً پڑھی تو گنہگار بھی ہوا، اور اگر درہم سے کم ہے، تو پاک کرنا سنت ہے، کہ بے پاک کئے نماز ہوگئی مگر خلاف سنت ہوئی اور اس کا اعادہ بہتر ہے۔

☆ اگر نجاست گاڑھی ہے جیسے پاخانہ، لید، گوبر تو درہم کے برابر، یا کم، یا زیادہ کے معنی یہ ہیں: کہ وزن میں اس کے برابر یا کم یا زیادہ ہو، اور درہم کا وزن شریعت میں اس جگہ ساڑھے چار ماشے اور زکوۃ میں تین ماشہ رتی (۱ء ۱/۵) ہے، اور اگر پتلی ہو، جیسے آدمی کا پیشاب اور شراب تو درہم سے مراد اس کی لمبائی چوڑائی ہے، اور شریعت نے اس کی مقدار ہتھیلی کی گہرائی کے برابر بتائی، یعنی ہتھیلی خوب پھیلا کر ہموار رکھیں، اور اس پر آہستہ سے اتنا پانی ڈالیں کہ اس سے زیادہ پانی نہ رک سکے، اب پانی کا جتنا پھیلاؤ ہے، اتنا بڑا درہم سمجھا جائے، اور اس کی مقدار تقریباً یہاں کے روپے کے برابر ہے۔(۳)

۱۔ مسلم: ۲۶۲ ۲۔ سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۱۱۷ ۳۔ بہار شریعت، ج ۱، ص ۳۸۹

☆ نجس تیل کپڑے پر گرا اور اس وقت درہم کے برابر نہ تھا، پھر پھیل کر درہم کے برابر ہو گیا، تو اس میں علماء کو بہت اختلاف ہے، اور راجح یہ ہے کہ اب پاک کرنا واجب ہو گیا۔(۱)

☆ نجاست خفیفہ کا یہ حکم ہے کہ کپڑے کے حصہ یا بدن کے جس عضو میں لگی ہے، اگر اس کی چوتھائی سے کم ہے (مثلاً دامن میں لگی ہے تو دامن کی چوتھائی سے کم، آستین میں اس کی چوتھائی سے کم، یو ہیں ہاتھ میں ہاتھ کی چوتھائی سے کم ہے)، تو معاف ہے، کہ اس سے نماز ہو جائے گی، اور اگر پوری چوتھائی میں ہو تو بے دھوئے نماز نہ ہوگی۔(۲)

☆ نجاست خفیفہ اور غلیظہ کے جو الگ الگ حکم بتائے گئے، یہ اسی وقت ہیں کہ بدن یا کپڑے میں لگے، اور اگر کسی پتلی چیز جیسے پانی یا سرکہ میں گرے، تو چاہے، غلیظہ ہو یا خفیفہ، کل ناپاک ہو جائے گی، اگر چہ ایک قطرہ گرے، جب تک وہ پتلی چیز حد کثرت پر یعنی دہ دردہ نہ ہو۔(۳)

☆ انسان کے بدن سے جو ایسی چیز نکلے کہ اس سے غسل یا وضو واجب ہو نجاست غلیظہ ہے، جیسے پاخانہ، پیشاب، بہتا خون، پیپ، منہ بھر قے، حیض و نفاس و استحاضہ کا خون، منی، مذی، ودی۔(۴)

☆ شہید فقہی کا خون جب تک اس کے بدن سے جدا نہ ہو پاک ہے۔(۵)

☆ دکھتی آنکھ سے جو پانی نکلے، وہ نجاست غلیظہ ہے، یو ہیں ناف یا پستان سے درد کے ساتھ پانی نکلے، نجاست غلیظہ ہے۔(۶)

☆ بلغمی رطوبت ناک یا مونھ سے نکلے، نجس نہیں، اگر چہ پیٹ سے چڑھے، اگر چہ بیماری کے سبب ہو۔(۷)

☆ دودھ پیتے لڑکے اور لڑکی کا پیشاب نجاست غلیظہ ہے۔ یہ جو اکثر عوام میں مشہور ہے کہ دودھ پیتے بچوں کا پیشاب پاک ہے، محض غلط ہے۔(۸)

☆ شیر خوار بچے نے دودھ ڈال دیا، اگر بھر مونھ ہے، نجاست غلیظہ ہے۔(۹)

☆ خشکی کے ہر جانور کا بہتا خون، مردار کا گوشت اور چربی (یعنی وہ جانور جس میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے، اگر بغیر ذبح شرعی کے مر جائے مردار ہے، اگر چہ ذبح کیا گیا ہو جیسے مجوسی یا بت پرست یا مرتد کا ذبیحہ اگر چہ اس نے حلال جانور مثلاً بکری وغیرہ کو ذبح کیا ہو، اس کا گوشت پوست سب ناپاک ہو گیا، اور اگر حرام جانور ذبح شرعی سے ذبح کر لیا گیا، تو اس کا گوشت پاک ہو گیا، اگر چہ کھانا حرام ہے، سوا خنزیر کے، کہ وہ نجس العین ہے کسی طرح پاک نہیں ہو سکتا)، حرام چوپائے جیسے کتا، شیر، لومڑی، بلی، چوہا، گدھا، خچر، ہاتھی، سوئر کا پاخانہ، پیشاب اور گھوڑے کی لید اور ہر حلال چوپایہ کا پاخانہ جیسے گائے، بھینس کا گوبر، بکری، اونٹ کی مینگنی اور جو پرند کہ اونچا نہ اڑے، اس کی بیٹ، جیسے مرغی اور بطخ چھوٹی ہو، خواہ بڑی، اور ہر قسم کی شراب اور نشہ لانے والی تاڑی، سیندھی، سانپ کا پاخانہ پیشاب اور اس جنگلی سانپ اور مینڈک کا گوشت، جن میں بہت خون ہوتا ہے، اگر چہ ذبح کئے گئے ہوں، یو ہیں ان کی کھال اگر چہ پکالی گئی ہو، اور سوئر کا گوشت اور ہڈی اور بال، اگر چہ ذبح کیا گیا ہو، یہ سب نجاست غلیظہ ہیں۔(۱۰)

☆ چھپکلی یا گرگٹ کا خون نجاست غلیظہ ہے۔(۱۱)

۱۔ الفتاوی الہندیہ، ج۱، ص۴۷ ۲۔ ایضاً، ص۴۶ ۳۔ رد المحتار، کتاب الطہارۃ، ج۱، ص۵۷۹
۴۔ الفتاوی الھندیہ، ج۱، ص۴۶ ۵۔ ایضاً ۶۔ الفتاوی الرضویہ، ج۱، ص۲۶۹۔۲۷۰
۷۔ ایضاً، ص۲۶۳ ۸۔ الفتاوی الھندیہ، ج۱، ص۴۶ ۹۔ ایضاً، ص۵۶۱
۱۰۔ بہار شریعت، ج۱، ص۳۹۲ ۱۱۔ ایضاً

☆ انگور کا شیرہ کپڑے پر پڑا تو اگر چہ کئی دن گزر جائے کپڑا پاک ہے۔

☆ ہاتھی کے سونڈ کی رطوبت اور شیر، کتے، چیتے اور دوسرے درندے چوپایوں کا لعاب نجاست غلیظہ ہے۔ (۱)

☆ جن جانوروں کا گوشت حلال ہے (جیسے گائے، بیل، بھینس، بکری، اونٹ وغیرہا) ان کا پیشاب، نیز گھوڑے کا پیشاب اور جس پرند کا گوشت حرام ہے، خواہ شکاری ہو یا نہیں، (جیسے کوا، چیل، شکرا، باز، بہری) اس کی بیٹ نجاست خفیفہ ہے۔ (۲)

☆ چمگادڑ کی بیٹ اور پیشاب دونوں پاک ہیں۔ (۳)

☆ جو پرندہ حلال اونچے اڑتے ہیں جیسے کبوتر، مینا، مرغابی، قاز، ان کی بیٹ پاک ہے۔ (۴)

☆ ہر چوپائے کی جگالی کا وہی حکم ہے جو اس کے پاخانہ کا۔ (۵)

☆ ہر جانور کے پتے کا وہی حکم ہے، جو اس کے پیشاب کا، حرام جانوروں کا پتا نجاست غلیظہ اور حلال کا نجاست خفیفہ ہے۔ (۶)

☆ نجاست غلیظہ خفیفہ میں مل جائے تو کل غلیظہ ہے۔ (۷)

☆ مچھلی اور پانی کے دیگر جانوروں اور کھٹمل، مچھر کا خون، خچر اور گدھے کا لعاب اور پسینہ پاک ہے۔ (۸)

☆ پیشاب کی نہایت باریک چھینٹیں سوئی کی نوک برابر کی بدن یا کپڑے پر پڑ جائیں، تو کپڑا اور بدن پاک رہے گا۔ (۹)

☆ جس کپڑے پر پیشاب کی ایسی ہی باریک چھینٹیں پڑ گئیں، اگر وہ کپڑا پانی میں پڑ گیا تو پانی بھی ناپاک نہ ہوگا۔

☆ جو خون زخم سے بہا نہ ہو، پاک ہے۔ (۱۰)

☆ گوشت، تلی، کلیجی میں جو خون باقی رہ گیا، پاک ہے، اور اگر یہ چیزیں بہتے خون میں سن جائیں، تو ناپاک ہیں، بغیر دھوئے پاک نہ ہوں گی۔ (۱۱)

☆ جو بچہ مردہ پیدا ہوا، اس کو گود میں لے کر نماز پڑھی، اگر چہ اس کو غسل دے لیا، ہو نماز نہ ہوگی، اور اگر زندہ پیدا ہو کر مر گیا، اور بے نہلائے گود میں لے کر نماز پڑھی جائے، جب بھی نہ ہوگی، ہاں اگر اس کو غسل دے کر گود میں لیا تھا، تو ہو جائے گی، مگر خلاف مستحب ہے۔ یہ احکام اس وقت ہیں کہ مسلمان کا بچہ ہو، اور کافر کا مردہ بچہ ہے، تو کسی حال میں نماز نہ ہوگی، غسل دیا ہو یا نہیں۔ (۱۲)

☆ اگر نماز پڑھی اور جیب وغیرہ میں شیشی ہے، اور اس میں پیشاب یا خون یا شراب ہے، تو نماز نہ ہوگی، اور جیب میں انڈا ہے، اور اس کی زردی خون ہو چکی ہے، تو نماز ہو جائے گی۔ (۱۳)

۱۔ البحر الرائق، ج۱، ص۳۹۸ ۲۔ الفتاوی الھندیۃ، ج۱، ص۴۶ ۳۔ ایضاً، ج۱، ص۴۶
۴۔ در المختار، ج۱، ص۵۷۴ ۵ ۔البحر الرائق، ج۱، ص۴۰۰ ۶۔ رد المختار، ج۱، ص۶۲۰
۷۔ در المختار، ج۱، ص۵۷۷ ۸۔ رد المختار، ج۱، ص۵۷۹ ۹۔ الفتاوی الھند، ج۱، ص۴۶
۱۰۔ الفتاوی الرضویۃ، ج۱، ص۲۸۰ ۱۱۔ الفتاوی الھندیہ، ج۱، ص۴۶ ۱۲۔ رد المختار، ج۱، ص۴۰۸
۱۳۔ غنیۃ المستملی، ص۱۹۷

☆ روئی کا کپڑا ادھیڑا گیا، اور اس کے اندر چوہا سوکھا ہوا ملا، تو اگر اس میں سوراخ ہے، تو تین دن تین راتوں کی نمازوں کا اعادہ کرے، اور سوراخ نہ ہو تو جتنی نمازیں اس سے پڑھی ہیں، سب کا اعادہ کرے۔(۱)

☆ کسی کپڑے یا بدن پر چند جگہ نجاست غلیظہ لگی، اور کسی جگہ درہم کے برابر نہیں، مگر مجموعہ درہم کے برابر ہے، تو درہم کے برابر سمجھی جائے گی، اور زائد ہے تو زائد، نجاست خفیفہ میں بھی مجموعہ ہی پر حکم دیا جائے گا۔(۲)

☆ حرام جانوروں کا دودھ نجس ہے، البتہ گھوڑی کا دودھ پاک ہے، مگر کھانا جائز نہیں۔(۳)

☆ چوہے کی مینگنی گیہوں میں مل کر پس گئی یا تیل میں پڑ گئی تو آٹا اور تیل پاک ہے، ہاں اگر مزے میں فرق آ جائے، تو نجس ہے، اور اگر روئی کے اندر ملی، تو اس کے آس پاس سے تھوڑی سی الگ کر دیں، باقی میں کچھ حرج نہیں۔(۴)

☆ ریشم کے کیڑے کی بیٹ اور اس کا پانی پاک ہے۔(۵)

☆ ناپاک کپڑے میں پاک کپڑا، یا پاک میں ناپاک کپڑا لپیٹا، اور اس ناپاک کپڑے سے یہ پاک کپڑا نم ہو گیا، تو ناپاک نہ ہو گا، بشرطیکہ نجاست کا رنگ یا بو اس پاک کپڑے میں ظاہر نہ ہو، ورنہ نم ہو جانے سے بھی ناپاک ہو جائے گا، ہاں اگر بھیگ جائے، تو ناپاک ہو جائے گا اور یہ اسی صورت میں ہے کہ وہ ناپاک کپڑا پانی سے تر ہوا ہو، اور اگر پیشاب یا شراب کی تری، اس میں ہے، تو وہ پاک کپڑا نم ہو جانے سے بھی نجس ہو جائے گا، اور اگر ناپاک کپڑا سوکھا تھا، اور پاک تر تھا اور اس پاک کی تری سے وہ ناپاک تر ہو گیا، اور اس ناپاک کو اتنی تری پہنچی، کہ اس سے چھوٹ کر اس پاک کو لگی، تو یہ ناپاک ہو گیا ورنہ نہیں۔(۶)

☆ بھیگے ہوئے پاؤں نجس زمین یا بچھونے پر رکھے تو ناپاک نہ ہوں گے، اگرچہ پاؤں کی تری کا اس پر دھبہ محسوس ہو، ہاں اگر اس زمین یا بچھونے کو اتنی تری پہنچی کہ اس کی تری پاؤں کو لگی، تو پاؤں نجس ہو جائیں گے۔(۷)

☆ بھیگی ہوئی ناپاک زمین یا نجس بچھونے پر سوکھے ہوئے پاؤں رکھے، اور پاؤں میں تری آ گئی، تو نجس ہو گئے، اور سیل ہے تو نہیں۔(۸)

☆ جس جگہ کو گوبر سے لیسا اور وہ سوکھ گئی، بھیگا کپڑا اس پر رکھنے سے نجس نہ ہو گا، جب تک کپڑے کی تری اسے اتنی نہ پہنچے کہ اس سے چھوٹ کر کپڑے کو لگے۔(۹)

☆ نجس کپڑا پہن کر یا نجس بچھونے پر سویا اور پسینہ آیا، اگر پسینہ سے وہ ناپاک جگہ بھیگ گئی، پھر اس سے بدن تر ہو گیا، تو ناپاک ہو گیا، ورنہ نہیں۔(۱۰)

☆ ناپاک چیز پر ہوا ہو کر گزری، اور بدن یا کپڑے کو لگی، تو ناپاک نہ ہو گا۔(۱۱)

☆ ناپاک چیز کا دھواں کپڑے یا بدن کو لگے، تو ناپاک نہیں۔ یوہیں ناپاک چیز کے جلانے سے جو بخارات اٹھیں ان سے بھی نجس نہ ہو گا، اگرچہ ان سے پورا کپڑا بھیگ جائے، ہاں اگر نجاست کا اثر اس میں ظاہر ہو تو نجس ہو جائے گا۔(۱۲)

۱۔ ردالمحتار، ج۱، ص۴۲۱ ۔ ۲۔ درالمختار، ج۱، ص۴۶۔۴۸ ۔ ۳۔ بہار شریعت، ج۱، ص۹۲۔۹۳

۴۔ الفتاوی الھندیہ، ج۱، ص۴۶۔۴۸ ۔ ۵۔ ایضاً، ج۱، ص۴۶ ۔ ۶۔ ردالمحتار، ج۱، ص۶۱۷

۷۔ الفتاوی الھندیہ، ج۱، ص۴۷ ۔ ۸۔ ایضاً ۔ ۹۔ ایضاً

۱۰۔ ایضاً ۔ ۱۱۔ ایضاً ۔ ۱۲۔ ایضاً

☆ کوئی نجس چیز دہ دردہ پانی میں پھینکی، اور اس پھینکنے کی وجہ سے پانی کی چھینٹیں کپڑے پر پڑیں، کپڑا نجس نہ ہوگا، ہاں اگر معلوم ہو کہ یہ چھینٹیں اس نجس شے کی ہیں، تو اس صورت میں نجس ہو جائے گا۔(۱)

☆ پاخانہ پر سے مکھیاں اڑ کر کپڑے پر بیٹھیں کپڑا نجس نہ ہوگا۔(۲)

☆ راستہ کی کیچڑ پاک ہے، جب تک اس کا نجس ہونا معلوم نہ ہو، تو اگر پاؤں یا کپڑے میں لگی، اور بے دھوئے نماز پڑھ لی ہوگئی مگر دھو لینا بہتر ہے۔(۳)

☆ سڑک پر پانی چھڑکا جا رہا تھا، زمین سے چھینٹیں اڑ کر کپڑے پر پڑیں، کپڑا نجس نہ ہوا، مگر دھو لینا بہتر ہے۔

☆ آدمی کی کھال اگرچہ ناخن برابر تھوڑے پانی (یعنی دہ دردہ سے کم) میں پڑ جائے، وہ پانی ناپاک ہو گیا۔ اور خود ناخن گر جائے تو ناپاک نہیں۔(۴)

☆ بعد پاخانہ پیشاب کے ڈھیلوں سے استنجاء کر لیا، پھر اس جگہ سے پسینہ نکل کر کپڑے یا بدن میں لگا، تو بدن اور کپڑے ناپاک نہ ہوں گے۔(۵)

☆ پاک مٹی میں ناپاک پانی ملایا تو نجس ہوگئی۔(۶)

☆ مٹی میں ناپاک بھس ملایا، اگر تھوڑا ہو تو مطلقاً پاک ہے اور جو زیادہ ہو تو جب تک خشک نہ ہو، ناپاک ہے۔(۷)

☆ کتا بدن یا کپڑے سے چھو جائے، تو اگرچہ اس کا جسم تر ہو بدن اور کپڑا پاک، ہاں اگر اس کے بدن پر نجاست لگی ہو تو اور بات ہے، یا اس کا لعاب لگے تو ناپاک کر دے گا۔(۸)

☆ کتے وغیرہ کسی ایسے جانور نے جس کا لعاب ناپاک ہے، آٹے میں منھ ڈالا، تو اگر گندھا ہوا تھا، تو جہاں اس کا منھ پڑا، اس کو علیحدہ کر دے باقی پاک ہے اور سوکھا تھا، تو جتنا تر ہو گیا وہ پھینک دے۔(۹)

☆ آب مستعمل پاک ہے، نوشادر پاک ہے۔(۱۰)

☆ سوا سؤر کے تمام جانوروں کی، وہ ہڈی جس پر مردار کی چکنائی نہ لگی ہو، اور بال اور دانت پاک ہیں۔(۱۱)

☆ عورت کے پیشاب کے مقام سے، جو رطوبت نکلے پاک ہے۔ کپڑے یا بدن میں لگے تو دھونا کچھ ضرور نہیں، ہاں بہتر ہے۔(۱۲)

☆ جو گوشت سڑ گیا، بدبو لے آیا، اس کا کھانا حرام ہے، اگرچہ نجس نہیں۔(۱۳)

۱۔ الفتاوی الھندیہ، ج۱، ص۴۷ ۔ ۲۔ المحیط البرھانی، ج۱، ص۲۱۶ ۔ ۳۔ الفتاوی الھندیہ، ج۱، ص۴۷
۴۔ منیۃ المصلی، ص۱۰۸ ۔ ۵۔ الفتاوی الھند، ج۱، ص۴۸ ۔ ۶۔ ایضاً، ص۴۷
۷۔ ایضاً ۔ ۸۔ الفتاوی الرضویہ، ج۴، ص۴۰۱ ۔ ۹۔ بہار شریعت، ج۱، ص۳۹۵
۱۰۔ نور الایضاح، ص۳ ۔ ۱۱۔ ردالمحتار، ج۱، ص۳۹۹ ۔ ۱۲۔ ایضاً، ص۵۶۶
۱۳۔ ایضاً، ج۱، ص۲۶

۱۰۔خلاصہ:

☆ صرف پتھر، ڈھیلے یا اس جیسی اور چیزوں سے استنجاء کرنا جائز ہے۔

☆ استنجاء کرنے کے لئے پانی کا استعمال کرنا لازم نہیں ہے، لیکن یہ اسی صورت میں ہے، جب نجاست مخرج سے بقدر درہم تجاوز نہ کرے۔

☆ اگر نجاست بقدر درہم مخرج سے تجاوز کر گئی، تو پانی کا استعمال کرنا ضروری ہے۔

☆ ہر وہ چیز جو پتھر کے قائم مقام ہو، اس سے استنجاء کرنا بھی جائز ہے، بشرطیکہ وہ جامد، پاک اور نجاست زائل کرنے والی ہو۔

☆ تین پتھروں کی تعداد کی علت بھی اس حدیث مبارکہ میں بیان ہوئی ہے، کیونکہ عام طور پر تین سے صفائی حاصل ہو جاتی ہے، اور نجاست زائل ہو جاتی ہے، اسی لئے احناف کے ہاں تین کی تعداد واجب نہیں ہے، بلکہ انقاء یعنی صفائی حاصل ہونا واجب ہے، تین کی تعداد سنت اور طاق ہونا مستحب ہے۔

۴۱۔ باب الاِسْتِنْجَاءِ بِالْمَاءِ — پانی سے استنجاء کرنا

اس باب میں پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کے جواز کا بیان ہے، اور ان اقوال کا رد بھی ہے کہ جو پانی سے استنجاء کرنے کے عدم جواز پر دلالت کرتے ہیں۔ اس سے پہلے باب میں پتھر کے ساتھ استنجاء کرنے کی کفایت کا بیان تھا، جس سے یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ شاید استنجاء صرف پتھر، ڈھیلے یا ان جیسی چیزوں سے ہی ہو سکتا ہے، اس لئے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد اس باب کو قائم کیا، تاکہ پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کے جواز پر دلالت ہو۔

۴۵۔ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَنْبَأَنَا النَّضْرُ قَالَ: أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ أَحْمِلُ أَنَا وَغُلَامٌ مَعِي نَحْوِي إِدَاوَةً مِنْ مَاءٍ فَيَسْتَنْجِي بِالْمَاءِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قضاء حاجت کے لئے تشریف لے جاتے، تو میں اور میرا ساتھی لڑکا پانی کا برتن اٹھائے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی سے استنجاء کرتے۔

۱۔اطراف:

بخاری: ۱۵۰، ۱۵۱، ۲۱۷، ۵۰۰، مسلم: ۲۷۰۔۲۷۱، ابوداؤد: ۴۳، احمد: ۱۲۱۰۱

۲۔مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کے درج ذیل الفاظ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی سے استنجاء کرتے۔

۳۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔اسحاق بن ابراہیم: راجع:۲

۲۔النضر:

آپ کا نام ابوالحسن النضر بن شمیل نحوی مازنی بصری کوفی (م:۲۰۴ھ) ہے، آپ رواۃ کے نویں طبقہ کبار سے ثقہ، ثابت راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے بیاسی سال کی عمر میں وفات پائی۔(۱)

۳۔شعبۃ: راجع:۲۶

۴۔عطاء بن ابی میمونہ:

آپ کا نام ابومعاذ عطاء بن ابومیمونہ بصری (م:۱۳۱ھ) ہے، آپ رواۃ کے چوتھے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، البتہ قدریہ خیالات کے حامی تھے، امام ترمذی کے علاوہ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۵۔انس بن مالک: راجع:۶

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ بیسویں (۲۰) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند میں شیخ اسحاق بن راھویہ مروزی ہیں، اور باقی تمام راوی بصری ہیں۔

☆ سند میں الفاظِ روایت اخبرنا، عن، سمعت ایک ایک دفعہ اور انبانا دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔لغات:

غلام: وہ نوعمر لڑکا، جس کی مسیں بھیگ چکی ہوں، جس کی داڑھی آنے والی ہو۔

اداوۃ: چمڑے کا چھوٹا برتن، جس میں پانی رکھا جاتا ہے۔

۷۔مسائل ونصائح:

☆ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ھمام رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پانی سے استنجاء کرنے کے متعلق سوال کیا گیا، تو انہوں نے کہا: پھر ہمیشہ میرے ہاتھ سے بدبو آتی رہے گی۔(۳)

۱۔ i۔تاریخ الدارمی، ص۸۲۷ ii۔الجرح والتعدیل، ج۸، ص۴۷۷

۲۔ i۔الکامل (ابن عدی)، ج۵، ص۳۶۸ ii۔تاریخ الدوری، ج۲، ص۴۰۵

۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم:۱۶۳۵، ج۱، ص۱۴۲

☆ قضاء حاجت کے بعد ہاتھوں کو صابن سے دھو لینا چاہیے، خصوصاً جراثیم کش صابن مثلاً ڈیٹول کے صابن سے، اس سے بدبو بھی زائل ہوگی اور پیلیا (یرقان) کا خطرہ بھی نہیں رہے گا، اگر استنجاء کرنے کے بعد صابن سے ہاتھ دھوئے بغیر کھانے پینے کی چیزوں کو ہاتھ لگایا جائے، اور ان کو کھایا جائے تو اس سے پیلیا کا خطرہ ہے، گٹر کے پانی سے یہ بیماری پھیلتی ہے، پاکستان کے شہروں میں سیوریج سسٹم کی خرابی کی وجہ سے سڑکوں پر گٹر کا پانی بہتا رہتا ہے، پھر دھوپ لگنے سے اس کے بخارات فضا میں اٹھتے ہیں، اور گزرنے والوں کے سانس کے ذریعہ ان کے جسم میں اس کے جراثیم داخل ہو جاتے ہیں، اسی طرح لوگ سڑک پر بلغم تھوک دیتے ہیں، اور دھوپ لگنے سے اس سے بخارات اٹھتے ہیں، اور سانس کے ذریعہ تھوکنے والے کی بیماریاں دوسروں میں منتقل ہو جاتی ہیں، ہمارے ملک کے لوگوں میں اجتماعی شعور اور احساس ذمہ داری نہیں ہے۔ (۱)

☆ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسود رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عبدالرحمان بن یزید رحمۃ اللہ علیہ بیت الخلاء میں داخل ہوتے، پتھروں سے استنجاء کرتے، اور اس پر اضافہ نہیں کرتے تھے، اور پانی کو نہیں چھوتے تھے۔ (۲)

☆ علامہ غلام رسول سعیدی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: یہ تابعین کا عمل ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے مقابلہ میں مرجوح ہے، پتھروں سے استنجاء کرنے سے کھال چھل جانے کا خطرہ ہے، آج کل گھروں میں جو بیت الخلاء بنے ہوئے ہوتے ہیں، وہاں استنجاء کرنے کے بعد ان پتھروں کو رکھنا بہت دشوار ہے، مساجد میں جو استنجاء خانے بنے ہوتے ہیں، بعض لوگ استنجاء کرنے کے بعد ان پتھروں کو بیت الخلاء کے اندر اس کی نالی میں ڈال دیتے ہیں، جس کی وجہ سے سیوریج سسٹم خراب ہو جاتا ہے، اور بیت الخلاء کی نالی سے پانی نہیں گزرتا، اور وہ بند ہو جاتا ہے۔ (۳)

☆ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین پتھروں سے استنجاء کیا جائے، جن میں لید نہ ہو۔ (۴)

☆ اس حدیث میں پتھروں سے مراد مٹی کے ڈھیلے ہیں، اور اس کا محل گاؤں اور دیہات ہیں، یا چھوٹے شہر ہیں، جہاں شہر کے باہر جنگل اور کھلے میدان ہوتے ہیں، وہاں مٹی کے ڈھیلوں سے استنجاء کر کے ان ڈھیلوں کو وہیں پھینک دیا جاتا ہے، اس سے گھروں کے اندر بنے ہوئے بیت الخلاء میں ڈھیلوں سے استنجاء کرنا مراد نہیں ہے، علاوہ ازیں اس حدیث میں بیان جواز مراد ہے، استحباب نہیں ہے۔

☆ حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: تین پتھروں سے استنجاء کرو، میں نے کہا: اگر مجھے تین پتھر نہ ملیں؟ انہوں نے کہا: پھر تین لکڑیوں سے استنجاء کرو، میں نے کہا: اگر مجھے تین لکڑیاں نہ ملیں؟ انہوں نے کہا: پھر خاک کی تین مٹھیوں سے استنجاء کرو۔ (۵)

یہ طاؤس کا قول ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں ہے، تین لکڑیوں سے استنجاء کرنے سے خراش پڑنے کا خطرہ ہے، اور خاک کی مٹھی کے لیپ سے صفائی حاصل نہ ہونے کا امکان ہے۔

☆ حضرت معاذہ رحمۃ اللہ علیہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اپنے شوہروں سے کہو، کہ وہ پیشاب اور پاخانے کے اثر کو پانی سے دھو لیا کریں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ عمل کرتے تھے، اور میں لوگوں سے حیاء کرتی ہوں۔ (۶)

☆ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خواتین سے فرماتی تھیں: اپنے شوہروں سے کہو، کہ وہ بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد (یعنی قضائے حاجت کے بعد) استنجاء کیا کریں۔ (۷)

۱۔ نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۵۵۱ ۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۳۶ ۳۔ نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۵۵۱

۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۳۸ ۵۔ ایضاً: ۱۶۳۹ ۶۔ ایضاً: ۱۶۱۸

۷۔ ایضاً: ۱۶۱۹

☆ حضرت فریعہ رحمۃ اللہ علیہا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت حذیفہ پانی سے استنجاء کرتے تھے۔(۱)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوتے، تو میں اور میرا ہم عمر ایک اور لڑکا، پانی کا مشکیزہ اور نیزہ اٹھا کر لے جاتے تھے، سو آپ پانی سے استنجاء کرتے تھے۔(۲)

☆ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی بیت الخلاء میں داخل ہوتے، تو وضوء کرتے، یا پانی سے استنجاء کرتے تھے۔(۳)

☆ حضرت ابو النحاس رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، وہ پانی سے استنجاء کرتے تھے۔(۴)

☆ حضرت یحییٰ ابن ابی کثیر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حوض سے پانی لے کر استنجاء کرتے تھے۔(۵)

☆ حضرت یعقوب بن مجمع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تمہاری وہ کون سی طہارت ہے، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے تمہاری تعریف فرمائی ہے، انہوں نے کہا: ہم پچھلے حصہ کو پانی سے دھوتے ہیں۔(۶)

☆ حضرت محمد بن یوسف بن عبد اللہ بن سلام رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس قباء میں آئے، تو فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے تمہاری طہارت کی تعریف اور تحسین کی ہے:

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ۝ (۷) اس بستی میں ایسے لوگ ہیں، جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔

کیا تم مجھے اس کی خبر نہیں دو گے؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے تورات میں پڑھا تھا، کہ پانی سے استنجاء کرنا چاہیے۔(۸)

☆ حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ''فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ۝'' (۹) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اہل قباء! اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے تمہاری تعریف اور تحسین کس وجہ سے فرمائی ہے؟ انہوں نے کہا: ہم میں سے ہر شخص بیت الخلاء سے نکل کر پانی سے استنجاء کرتا ہے۔(۱۰)

☆ حضرت عبد الملک بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگ مینگنیاں کرتے تھے، اور تم پتلا پاخانہ کرتے ہو، اس لئے تم ڈھیلوں کے بعد پانی سے استنجاء کیا کرو۔(۱۱)

☆ اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور ایک لڑکا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استنجاء کے لئے پانی لے جاتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ صالحین اور اہل فضل کی اس قسم کی خدمت کرنی چاہیے اور ان سے برکت حاصل کرنی چاہیے۔

۱۔ مصنف:۱۶۲۰ ۲۔ ایضاً:۱۶۲۱ ۳۔ ایضاً:۱۶۲۴ ۴۔ ایضاً:۱۶۲۲
۵۔ ایضاً:۱۶۲۸ ۶۔ ایضاً:۱۶۲۹ ۷۔ التوبہ۹:۱۰۸ ۸۔ مصنف:۱۶۳۰
۹۔ التوبہ۹:۱۰۸ ۱۰۔ المصنف:۱۶۳۱ ۱۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ:۱۶۳۴

☆ علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیت الخلاء میں پانی رکھنا حدث سے استنجاء کے لئے ہے، اس میں ان علماء کا رد ہے، جنہوں نے پانی سے استنجاء کرنے کا انکار کیا ہے، انہوں نے کہا: پانی سے استنجاء کرنا صرف عورتوں کے لئے مشروع ہے، اور مرد صرف پتھر سے استنجاء کرتے تھے۔ (۱)

☆ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پانی سے استنجاء کرتے تھے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے باہر آتے، تو پانی سے استنجاء کر کے آتے تھے۔ (۲)

☆ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی قضاء حاجت کر کے آتے، تو میں اور انصار کا ایک اور لڑکا مشکیزہ میں پانی لاتے، جس سے آپ استنجاء کرتے تھے۔ (۳)

۱۰۔ خلاصہ:

☆ استنجاء کرنے کا بہترین اور افضل طریقہ یہ ہے، کہ پتھر یا ڈھیلے کے استعمال کے بعد پانی کا استعمال کیا جائے۔

☆ اگر پتھر یا پانی میں سے ایک کو اختیار کرنا ہو تو پانی کا استعمال کرنا مستحب ہے۔

☆ استنجاء کرنے کے بعد ہاتھوں کو صابن وغیرہ سے ضرور دھونا چاہیے، تا کہ ہاتھوں کی بدبو ختم ہو سکے۔

☆ عصر حاضر میں بیت الخلاء کے لئے بعض جگہوں پر صفائی کے لئے فوارے (مسلم شاور) کا استعمال کیا جاتا ہے، اسلام کے نظام نظافت کے اعتبار سے یہ ایک اچھا طریقہ ہے، کیونکہ اس سے ہاتھ نجاست آلود نہیں ہوتے۔

☆ اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صالحین اور اہل علم وفضل کو خدمت کرنی چاہیے، اور ان سے برکت حاصل کرنی چاہیے۔

☆ اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی مستنبط ہوا کہ نیک شخص اور عالم کے لئے لڑکوں سے خدمت لینا جائز ہے۔

۴۶۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُعَاذَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: مُرْنَ أَزْوَاجَكُنَّ أَنْ يَسْتَطِيبُوا بِالْمَاءِ، فَإِنِّي أَسْتَحْيِيهِمْ مِنْهُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهُ

حضرت معاذ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (عورتوں سے) فرمایا: تم اپنے خاوندوں سے کہو، کہ وہ پانی کے ساتھ صفائی حاصل کیا کریں، مجھے ان سے یہ بات کہتے ہوئے شرم آتی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی سے استنجاء کیا کرتے تھے۔

۱۔ اطراف:

ترمذی: ۱۹، مسند احمد: ۲۵۳۳۷، ابن حبان: ۱۴۴۳، سنن بیہقی، ج ۱، ص ۱۰۵، ابن ابی شیبہ: ۱۶۱۸۔ ۱۶۱۹، السنن الکبریٰ: ۴۶

۲۔ مطابقت:

حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی سے استنجاء کیا کرتے تھے۔

۱۔ شرح ابن بطال، ج ۱، ص ۲۳۵ ۲۔ صحیح ابن حبان: ۱۴۴۱

۳۔ i- بخاری: ۱۵۰ ii- مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۱۵۲ iii- مسند احمد، ج ۳، ص ۲۰۳

۳۔تعارفِ رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں،ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔قتیبۃ: راجع:۱

۲۔ابوعوانۃ:

آپ کا نام ابوعوانہ وضاح بن عبداللہ بزاز یشکری واسطی بصری (م:۱۷۶ھ) ہے،آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ صدوق راوی ہیں،آپ نے حدیث کے موضوع پر کتاب تصنیف کی ہے،آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۳۔قتادۃ: راجع:۳۴

۴۔معاذۃ:

آپ کا نام ام صہباء معاذہ بنت عبداللہ عدویہ بصریہ (م:۸۳ھ) ہے،آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ راویہ ہیں۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں،آپ نے زندگی کی اکثر راتیں عبادت کرتے ہوئے گزاریں۔(۲)

۵۔عائشۃ: راجع:۵

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔خماسیات کے اعتبار سے یہ اکیسویں (۲۱) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند میں دو راوی عورتیں ہیں،حضرت معاذہ رحمۃ اللہ علیہا بصریہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مدنیہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی بغلانی،دوسرے واسطی،تیسرے اور چوتھے بصری اور آخری مدنیہ ہیں۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مکثرین سبعہ میں سے ہیں،جن سے دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) احادیث مبارکہ راوی ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا،حدثنا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔لغات:

مرن: تم کہو۔

ان یستطیبوا بہ: صفائی حاصل کریں،وہ استنجاء کریں۔

استحی ھم: مجھے ان سے شرم آتی ہے۔

۱۔ i۔تاریخ الدوری،ج۲،ص۶۲۹ ii۔تاریخ الثقات،ص۴۶۴

۲۔ i۔تھذیب الکمال،ج۳۵،رقم۳۰۹ ii۔الثقات،ج۵،ص۴۶۶

۷۔مسائل ونصائح:

راجع:۴۵

۸۔خلاصہ:

☆ اس حدیث مبارکہ میں بھی استنجاء کے لئے پانی کے استعمال کی ترغیب ہے۔
☆ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا باقاعدہ عورتوں کو ان مسائل کا حکم فرماتی تھیں۔
☆ اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی پتہ چلا کہ شرم وحیا والے مسائل عورتوں کے ذریعے مردوں تک پہنچانے چاہیے۔اسی طرح مردوں کے ذریعے عورتوں تک مسائل پہنچانے چاہیے۔
☆ مرد وعورت کے خصوصی مسائل خاوند اور بیوی کو ایک دوسرے تک پہنچانے چاہیے۔
☆ عورتوں کو علم حاصل کرنے پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔
☆ عورتوں کو شرم وحیا کا پیکر ہونا چاہیے۔

۴۲۔ باب النَّهْيِ عَنْ الاِسْتِنْجَاءِ بِالْيَمِينِ — دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے کی ممانعت

اس باب میں دائیں ہاتھ کے ساتھ استنجاء کی ممانعت والی احادیث کا بیان ہے،اسلام میں ہر خیر والے کام کو دائیں ہاتھ سے سرانجام دینے کی ترغیب ہے،اسی طرح ناپسندیدہ امور کو بائیں ہاتھ سے سرانجام دینا چاہیے،استنجاء میں چونکہ ناپسندیدہ نجاست کو دور کرنا ہوتا ہے،اس لئے بائیں ہاتھ کے ساتھ اسے زائل کرنا چاہیے،اس سے پہلے باب میں پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کا بیان تھا۔

۴۷۔أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ :حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ :أَنْبَأَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسْ فِي إِنَائِهِ وَإِذَا أَتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ وَلَا يَتَمَسَّحْ بِيَمِينِهِ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جب تم میں سے کوئی شخص پیے،تو برتن میں سانس نہ لے،جب قضاء حاجت کے لئے جائے،تو اپنی شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے،اور نہ ہی دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے۔

۱۔اطراف:

راجع:۲۴،۲۵

۲۔مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کا آخری جملہ باب کے عنوان سے مطابقت رکھتا ہے:نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے۔

۳۔تعارفِ رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔اسماعیل بن مسعود:

آپ کا نام ابومسعود اسماعیل بن مسعود جحدری بصری (م:۲۴۸ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، صدوق راوی ہیں۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۲۔خالد:

آپ کا نام ابوعثمان خالد بن حارث بن عبید بن سلیم جہیمی بصری (م:۱۸۶ھ) ہے، آپ رواۃ کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، مامون راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت وامامت پر متفق ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۳۔ھشام: راجع:۲۴ **۴۔یحییٰ:** راجع:۲۴

۵۔عبداللہ بن ابی قتادۃ: ایضاً **۶۔ابوقتادہ:** ایضاً

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ روایت سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ بیسویں (۲۰) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے تین راوی بصری، چوتھے یمامی اور آخری دو مدنی ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، حدثنا، انبانا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔لغات:

اناء: برتن، پیالہ ذکر: آلہ تناسل، شرمگاہ

۷۔مسائل ونصائح:

☆ اس حدیث میں ارشاد ہے: جب تم میں سے کوئی شخص کچھ پئے تو برتن میں سانس نہ لے۔منہ کو برتن سے الگ کیے بغیر سانس لینا مکروہ ہے، برتن سے پانی وغیرہ کو پیتے وقت تین مرتبہ سانس لینا چاہیے، اور ہر مرتبہ منہ برتن سے الگ کرے، منہ سے جو آدمی سانس لیتا ہے، اس کو تنفس

۱۔ i۔تقریب التھذیب، ج۱، ص۸۵ ii۔الثقات، ج۸، ص۱۰۲

۲۔ i۔طبقات ابن سعد، ج۷، ص۲۹۱ ii۔الجرح والتعدیل، ج۳، ص۳۲۵

کہتے ہیں، اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ پانی میں پھونک نہیں مارنی چاہیے۔ کیونکہ انسان کے جسم میں جو بیماریاں ہوتی ہیں، ان کے جراثیم سانس کے ذریعہ اس پانی میں منتقل ہو جائیں گے۔(۱)

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی میں پھونک مارنے سے منع فرمایا، ایک شخص نے کہا: میں پانی کے برتن میں تنکا دیکھتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پانی کو گرادو، اس شخص نے کہا: میں ایک سانس میں پینے سے سیر نہیں ہوتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم اپنے منہ کو پانی کے برتن سے الگ کرو۔(۲) (امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

☆ جن احادیث میں مذکور ہے کہ تین سانس میں پانی پینا چاہیے، ان کا بھی یہی محمل ہے، کہ منہ کو پانی کے برتن سے الگ کر کے سانس لے۔

☆ اس حدیث میں دائیں ہاتھ سے پیشاب کے آلہ کو چھونے سے منع کیا ہے، اور دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے بھی منع فرمایا ہے، اس سلسلہ میں یہ احادیث بھی ہیں:

حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرے، تو اپنے آلہ کو اپنے دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے، اور جب بیت الخلاء میں جائے تو دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرے، اور جب پانی پیے تو ایک سانس میں پانی نہ پیے۔(۳)

اس حدیث میں پیشاب کے طریقہ کے ساتھ پانی پینے کا طریقہ بھی بتایا ہے، کیونکہ پیشاب کا سبب پانی پینا ہے، تو جب آپ نے مسبب کا طریقہ اور ادب بتایا، تو سبب کا طریقہ اور ادب بھی بتا دیا۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اونٹ کی طرح ایک سانس میں پانی نہ پیو، بلکہ تم دو یا تین سانس میں پانی پیو، اور جب تم پانی پیو، تو بسم اللہ پڑھو، اور جب تم پانی پی چکو، تو الحمد للہ پڑھو۔(۴)

☆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ کھانے، پینے اور کپڑوں کے لئے مخصوص کیا ہوا تھا، اور اس کے ماسوا کے لئے بایاں ہاتھ مخصوص کیا ہوا تھا۔(۵)

☆ برتن میں سانس لینے سے مراد یہ ہے کہ پیتے پیتے سانس لے، یہ ممنوع ہے۔ شاید یہ ممانعت اس لئے ہو کہ اس صورت میں ناک سے سانس کے ساتھ غلاظت خارج ہونے کا احتمال ہوتا ہے، کہ جس سے مشروب آلودہ ہو جائے گا، نیز سانس کے ساتھ پھیپھڑے کے فاسد مادوں کی آمیزش ہوتی ہے، وہ بھی پانی میں شامل ہو جائیں گے، نیز اس میں جانوروں سے مشابہت ہے، وہ پیتے پیتے سانس لیتے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ سانس لینے کے لئے برتن کو منہ سے الگ کیا جائے۔

☆ چونکہ دایاں ہاتھ کھانے کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس لئے اس سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا۔ اور عقل سلیم بھی اس چیز کا تقاضا کرتی ہے، کہ کھانے اور استنجے کے لئے ایک ہی ہاتھ کا استعمال نہ ہو۔(۶)

۱۔ نعمۃ الباری، ج ا، ص ۵۵۵ ۲۔ سنن ترمذی: ۱۸۸۷

۳۔ i- ابوداؤد: ۳۱ ii- ترمذی: ۱۵ iii- نسائی: ۲۴

۴۔ ترمذی: ۱۸۸۵ 5۔ ابوداؤد: ۳۲

۶۔ سنن نسائی (فوائد)، ج ا، ص ۱۱۹-۱۲۰

۸۔خلاصہ:

☆ پانی یا دیگر مشروب پیتے ہوئے برتن کے اندر سانس نہیں لینا چاہیے، بلکہ برتن کو منہ سے دور کر کے سانس لینا چاہیے۔

☆ تین دفعہ سانس لے کر پانی پینا سنت مبارکہ ہے۔

☆ برتن کے اندر سانس لینے سے نقصان دہ جراثیم کا مشروب میں داخل ہونے کا خطرہ ہوتا ہے، اس لئے نظافت اور فطرت انسانی کا تقاضا ہے کہ سانس برتن سے باہر لیا جائے۔

☆ سانس کو برتن سے باہر لینے میں اصل مقصد معدے اور پیٹ کو بیماریوں سے محفوظ رکھنا ہے۔

☆ برتن سے باہر سانس لینا ادب کے قریب، برائی سے دور اور معدے کے لئے تخفیف ہے۔

☆ دائیں ہاتھ سے کھانا کھایا جاتا ہے، ہر اچھے کام کی ابتدا کی جاتی ہے، اسی ہاتھ سے شہادت دی جاتی ہے، اس لئے اس سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے۔

☆ اس حدیث سے نہی تنزیہی مراد ہے۔

☆ عقل سلیم اور ذوق طبعی کا تقاضا بھی یہی ہے، کہ دائیں ہاتھ کو استنجاء کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔

۴۸۔أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَتَنَفَّسَ فِي الْإِنَاءِ، وَأَنْ يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ وَأَنْ يَسْتَطِيبَ بِيَمِينِهِ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے، دائیں ہاتھ سے شرمگاہ کو چھونے اور دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۱۔اطراف:

راجع: ۲۴

۲۔مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کا یہ جملہ باب کے عنوان سے مطابقت رکھتا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا۔

۳۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن:

آپ کا نام عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن بن مسور بن مخرمہ زہری بصری (م:۲۵۶ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ صغار سے ثقہ، صدوق راوی ہیں۔امام مسلم اور آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔امام مسلم نے چودہ احادیث آپ سے روایت کی ہیں۔(۱)

۱۔ i۔الثقات، ج۵ص۱۲ ii۔الجرح والتعدیل، ج۵ص۱۶۳

۲۔عبدالوہاب:

آپ کا نام ابومحمد عبدالوہاب بن عبدالمجید الصالت بن عبداللہ ثقفی بصری (م:۱۹۴ھ) ہے، آپ رواۃ کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ، صدوق راوی ہیں، البتہ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔آپ نے تقریباً اسی سال کی عمر میں وفات پائی۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۳۔ایوب:

آپ کا نام ابوبکر ایوب بن ابوتمیمہ کیسان سختیانی بصری (م:۱۳۱ھ) ہے، آپ رواۃ کے پانچویں طبقہ سے ثقہ، فقیہ، حجۃ، ثابت راوی ہیں، آپ اپنے زمانہ کے بہت بڑے فقیہ تھے، اہل علم آپ کی ثقاہت، فقاہت اور امامت پر متفق ہیں، آپ نے پینسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۴۔یحییٰ بن ابی کثیر: راجع:۲۴ ۵۔ابن ابی قتادہ: ایضاً ۶۔ابوقتادہ: ایضاً

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ روایت سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ اکیسویں (۲۱) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے ابتدائی تین راوی بصری، چوتھے یمامی طائی اور آخری دو مدنی راوی ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، حدثنا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔لغات:

راجع:۴۷

۷۔مسائل ونصائح:

ایضاً

۷۔خلاصہ:

ایضاً

۱۔ i۔تاریخ الدوری، ج۲،ص۳۷۸ ii۔الثقات، ج۷،ص۱۳۲

۲۔ i۔تھذیب الکمال، ج۳، رقم ۶۳ ii۔طبقات ابن سعد، ج۷،ص۲۴۶

۴۹۔ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، وَشُعَيْبُ بْنُ يُوسُفَ وَاللَّفْظُ لَهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ، وَالْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ :قَالَ الْمُشْرِكُونَ :إِنَّا لَنَرَى صَاحِبَكُمْ يُعَلِّمُكُمُ الْخِرَاءَةَ؟ قَالَ: أَجَلْ .نَهَانَا أَنْ يَسْتَنْجِيَ أَحَدُنَا بِيَمِينِهِ وَيَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ وَقَالَ :لَا يَسْتَنْجِي أَحَدُكُمْ بِدُونِ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: مشرکین نے (مذاقاً) کہا: ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں قضاء حاجت کا طریقہ بھی سکھلاتے ہیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے، قبلہ شریف کی طرف چہرہ کرنے سے منع فرمایا ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی تین پتھروں سے کم کے ساتھ استنجاء نہ کرے۔

۱۔اطراف:

راجع: ۴۱، ۴۷

۲۔مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کا پہلا جملہ باب کے عنوان سے مطابقت رکھتا ہے:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۳۔تعارف رجال:

اس حدیث کی سند میں نو راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ہیں۔

۱۔عمرو بن علی: راجع: ۴

۲۔شعیب بن یوسف:

آپ کا نام ابوعمرو شعیب بن یوسف نسائی ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔ امام نسائی آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ صاحب حدیث ہیں۔ (۱)

۳۔عبدالرحمن بن مہدی:

آپ کا نام ابوسعید عبدالرحمان بن مہدی بن حسان عنبری بصری (م: ۱۹۸ھ) ہے، آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ، ثابت، حافظ راوی ہیں، آپ اسماء الرجال اور علم حدیث کے بہت بڑے عالم تھے، آپ نے تہتر سال کی عمر میں وفات پائی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۴۔سفیان: راجع: ۳۷

۵۔منصور: راجع: ۲

۶۔الاعمش: راجع: ۱۸

۷۔ابراہیم: راجع: ۳۳

۸۔عبدالرحمن بن یزید: راجع: ۴۱

۹۔سلمان: راجع: ایضاً

۱۔ i۔الجرح التعدیل، ج۴، ص۳۵۳ ii۔تقریب التھذیب، ج۱، ص۳۴۰

۲۔ i۔الثقات، ج۸، ص۳۷۳ ii۔طبقات ابن سعد، ج۷، ص۲۹۷

۵۔ حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۷۔ خصوصیاتِ سند:

☆ یہ روایت سباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سباعیات کے اعتبار سے یہ تیسری (۳) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے راوی عمرو بن علی اور ابن مہدی بصری ہیں، شعیب بن یوسف نسائی اور باقی تمام راوی کوفی ہیں۔

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبرنا عمرو بن علی وشعیب بن یوسف کے بعد ''واللفظ لہ'' کے الفاظ استعمال کئے ہیں، اس سے اس قاعدہ کی رعایت کی ہے، کہ جب راوی کے پاس دو یا زیادہ سندوں سے حدیث مروی ہو، اور معنیٰ متفق اور الفاظ میں اختلاف ہو، تو جس شیخ کے الفاظ ہوں، اس کی طرف ان الفاظ سے اشارہ کرتا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ شعیب بن یوسف کے ہیں۔

☆ اسی طرح اگر دونوں شیوخ کے الفاظ ایک جیسے ہوں اور یہ شیخ الشیوخ بھی ایک ہی ہوں، تو لفظ کلاھما ذکر کر دیا جاتا ہے۔

☆ سند میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ شعیب بن یوسف، امام کے والد کے ہم نام اور آپ کے آبائی قصبے کی طرف منسوب ہیں۔

☆ اس سند میں نو راوی ہیں اور یہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی طویل ترین اسناد میں سے ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا ایک دفعہ اور عنعنہ سات دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

راجع: ۴۷

۷۔ مسائل ونصائح:

راجع: ۴۷

۸۔ خلاصہ:

راجع: ۴۷

۴۳۔ باب دَلْكِ الْيَدِ بِالْأَرْضِ بَعْدَ الْاِسْتِنْجَاءِ — استنجاء کے بعد ہاتھ زمین پر رگڑنا

استنجاء کرنے کے بعد ہاتھ زمین پر اس لئے ملے جاتے ہیں، تا کہ نجاست کا اگر کوئی اثر ہاتھوں پر ہو، وہ زائل ہو جائے، اور صفائی کامل حاصل ہو۔ اس سے پہلے باب میں دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرنے کا بیان تھا، اور اس باب میں استنجاء کرنے کے بعد ہاتھ کو زمین پر ملنے کا بیان ہے۔

۵۰۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ الْمُخَرِّمِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شَرِيكٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ، فَلَمَّا اسْتَنْجَى دَلَكَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا، جب کہ استنجاء کرنے کے بعد ہاتھ کو زمین پر رگڑا۔

۱۔ اطراف:

ابوداؤد: ۴۵، ابن ماجہ: ۳۵۹، ابن حبان: ۱۳۸، السنن الکبریٰ: ۴۸

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت، اس جملے میں ہے:

آپ نے استنجاء کرنے کے بعد ہاتھ کو زمین پر رگڑا۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ محمد بن عبداللہ بن المبارک:

آپ کا نام ابو جعفر محمد بن عبداللہ بن مبارک مخرمی قریشی بغدادی (م: ۲۵۴ھ) ہے، آپ رواۃ کے گیارہویں طبقہ سے ثقہ، حافظ، صدوق راوی ہیں۔ امام بخاری، ابوداؤد اور نسائی آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ وکیع: راجع: ۲۵

۳۔ شریک:

آپ کا نام ابو عبداللہ شریک بن عبداللہ بن ابی شریک نخعی کوفی (م: ۱۷۷ھ) ہے، آپ رواۃ کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، عادل، فاضل، عابد، خاطی راوی ہیں، آپ کوفہ، اھواز اور واسط کے قاضی رہے۔ جب کوفہ میں قاضی مقرر ہوئے، تو حافظے میں تغیر واقعہ ہو گیا تھا۔ آپ نے سو سال سے زائد کی عمر پائی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، البتہ امام بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے۔ (۲)

۱۔ i۔ تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۴۲۳ — ii۔ الثقات، ج ۹، ص ۱۳۱

۲۔ i۔ تاریخ الثقات، ص ۲۱۷ — ii۔ الثقات، ج ۶، ص ۴۴۴

۴۔ابراہیم بن جریر:

آپ کا نام ابراہیم بن جریر بن عبداللہ بجلی (م:۱۲۰ھ) ہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے صدوق راوی ہیں، ان کا اپنے والد سے سماع ثابت نہیں ہے، امام ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۵۔ابوزرعہ:

آپ کا نام ابوزرعہ بن عمرو بن جریر بن عبداللہ بجلی کوفی ہے، بعض نے آپ کا نام ھرم، عمرو، عبداللہ اور عبدالرحمٰن بھی ذکر کیا ہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۶۔ابوہریرہ: راجع:۱

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ دیگر شواہد کی بناء پر صحیح ہے، کیونکہ امام بخاری (۲۷۴) اور امام مسلم (۷۲۲) نے حضرت میمونہ سے جو روایت نقل فرمائی ہے، اس میں اس حدیث کے شواہد موجود ہیں۔البتہ اس سند میں شریک کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے، جب کہ ابن حبان کے نزدیک ابراہیم بن جریر ثقہ ہیں۔اس طرح یہ سند حسن کے درجے میں ہے، علامہ نووی اور شیخ البانی نے بھی اسے حسن قرار دیا ہے۔

۵۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ روایت سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ بائیسویں (۲۲) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی محمد بن عبداللہ بغدادی، جب کہ باقی راوی کوفی ہیں۔

☆ سند میں چچا (ابراہیم) نے اپنے بھتیجے (ابوزرعہ) سے روایت کی ہے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مکثرین سبعہ میں سے ہیں اور ان میں بھی سب سے زیادہ مرویات آپ ہی کی ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، حدثنا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔لغات:

دلك: رگڑنا۔ملنا۔

۷۔مسائل ونصائح:

☆ اس حدیث مبارکہ میں ہاتھوں کو مٹی پر رگڑنے کا ذکر ہے، اور یہ صابن سے غسل کرنے اور ہاتھ دھونے کی اصل ہے۔(۳)

۱۔ i۔تقریب التھذیب، ج۱، ص۴۸ ii۔ذخیرۃ العقبیٰ، ج۱، ص۶۶۲

۲۔ i۔تاریخ الدارمی، ص۹۲۹ ii۔الثقات، ج۵، ص۵۱۳

۳۔ شرح صحیح مسلم، ج۱، ص۱۰۱۵

☆ ان النبی تو صنا کا معنیٰ ہے ای ارادالوضوء یعنی جب آپ ﷺ نے وضو کا ارادہ فرمایا، تو پہلے استنجاء کیا، اور ہاتھوں کو مٹی پر رگڑا۔ (۱)

☆ ہاتھوں کو زمین پر رگڑنے کا مقصد یہ تھا کہ ہاتھ بخوبی صاف ہو جائیں، اور نجاست کا اثر بالکل زائل ہو جائے، ناپسندیدہ بدبو ختم ہو جائے۔ (۲)

☆ ہاتھ زمین پر رگڑنے کا ایک مقصد صفائی میں مبالغہ کرنا تھا۔ (۳)

☆ پانی کے ساتھ دھونے سے بسا اوقات ہاتھ سے بدبو نہیں جاتی۔ مٹی پر ملنے سے بدبو ختم ہو جاتی ہے اور اگر کوئی چکنائی والی نجاست ہو تو چکنائی بھی ختم ہو جاتی ہے۔ آج کل صابن وغیرہ ملنے سے یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے، مٹی ضروری نہیں کیونکہ مقصد تو پاکیزگی اور صفائی ہے۔

☆ شرم گاہ اور ہاتھ کا درجہ ایک نہیں، لہٰذا ہاتھ کی خصوصی صفائی ضروری ہے کیونکہ ہاتھ کھانے، پینے، قراءت قرآن اور اوراد و وظائف میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ (۴)

☆ اس حدیث مبارکہ کے شواہد صحیح بخاری و صحیح مسلم کی درج ذیل احادیث مبارکہ میں موجود ہیں۔

عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ وَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَضُوءًا لِجَنَابَةٍ فَأَكْفَأَ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ مَرَّتَيْنِ، أَوْ ثَلاَثًا، ثُمَّ غَسَلَ فَرْجَهُ ثُمَّ ضَرَبَ يَدَهُ بِالأَرْضِ. أَوِ الْحَائِطِ. مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلاَثًا، ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ، ثُمَّ أَفَاضَ عَلَى رَأْسِهِ الْمَاءَ، ثُمَّ غَسَلَ جَسَدَهُ ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ. قَالَتْ فَأَتَيْتُهُ بِخِرْقَةٍ فَلَمْ يُرِدْهَا فَجَعَلَ يَنْفُضُ بِيَدِهِ. (۵)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غسل جنابت کے لئے پانی رکھا، آپ ﷺ نے دو یا تین بار دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی انڈیلا، پھر آپ نے اپنی شرم گاہ کو دھویا، پھر آپ نے دو یا تین مرتبہ اپنا ہاتھ زمین یا دیوار پر رگڑا، پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، اور اپنے چہرے کو اور اپنی کلائیوں کو دھویا، پھر اپنے سر پر پانی ڈالا، پھر اپنے جسم کو دھویا، پھر ایک طرف گئے اور اپنے پیروں کو دھویا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: پس میں آپ ﷺ کے پاس تولیا لائی، تو آپ ﷺ نے اس کا ارادہ نہیں کیا، اور اپنے ہاتھ سے پانی جھاڑنے لگے۔

عن ابن عباس، قال حدثتني خالتي ميمونة قالت: ادنيت لرسول الله صلى الله عليه وسلم غسله من الجنابة، فغسل كفيه مرتين او ثلاثًا، ثم ادخل يده في الاناء، ثم افرغ به على فرجه وغسله بشماله ثم ضرب بشماله الارض فدلكها دلكًا شديدًا، ثم توضأ وضوءه للصلوة، ثم افرغ على رأسه ثلاث حفنات ملء كفه، ثم غسل سائر جسده ثم تنحى عن مقامه ذلك فغسل رجليه ثم اتيته بالمنديل فرده. (۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میری خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے غسل جنابت کے لئے پانی رکھا، پہلے آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں کو دھویا دو یا تین بار، پھر برتن سے پانی لے کر بائیں ہاتھ ملے، استنجاء کیا، پھر بائیں ہاتھ کو زمین پر رگڑ کر خوب صاف کیا، پھر مکمل وضو کیا، پھر دونوں ہاتھوں سے چلو بھر کر تین مرتبہ سر پر پانی ڈالا، پھر تمام بدن کو دھویا، پھر اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ جا کر پیروں کو دھویا، پھر میں آپ ﷺ کے لئے تولیہ لے کر آئی، لیکن آپ ﷺ نے واپس کر دیا۔

۱۔ شرح نسائی۔ ج ۱، ص ۶۶۷ — ۲۔ حاشیہ سندھی، ص ۲۲ — ۳۔ ایضاً
۴۔ سنن نسائی (فوائد) ج ۱، ص ۱۲۱ — ۵۔ بخاری: ۲۷۴ — ۶۔ مسلم: ۷۲۲

۱۰۔خلاصہ:

☆ حضور نبی کریم ﷺ جب وضو کرنے کا ارادہ فرماتے، تو پہلے استنجاء کرتے، لیکن ہر دفعہ نہیں، بلکہ بعض اوقات۔اسی لئے یہ مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔

☆ ہر مسلمان کے لئے مستحب یہی ہے کہ وضو سے پہلے استنجاء کرے۔

☆ نبی کریم ﷺ ہاتھوں کی نظافت کے لئے اور نجاست کے اثر کو زائل کرنے کے لئے ہاتھوں کو زمین یا مٹی پر رگڑتے تھے، اس سے آپ ﷺ کی نفیسانہ طبیعت کا پتہ چلتا ہے، کہ آپ ﷺ انتہائی نفیس تھے۔

☆ نجاست کو دور کرنے اور صفائی حاصل کرنے کے لئے عصر حاضر میں صابن، شیمپو اور دیگر کیمیکل استعمال ہوتے ہیں، ان تمام کی اصل یہی حدیث مبارکہ ہے۔

☆ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارکہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ وضو اور غسل کے بعد ایک مخصوص قسم کے کپڑے سے بدن کو پونچھتے تھے، اسے ہم موجودہ دور کے تولیے کی ابتدائی صورت قرار دے سکتے ہیں، اس طرح اس حدیث مبارکہ میں تولیے کے استعمال کرنے کی اصل موجود ہے۔

۵۱۔أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ يَعْنِي ابْنَ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَى الْخَلَاءَ فَقَضَى الْحَاجَةَ ثُمَّ قَالَ: يَا جَرِيرُ هَاتِ طَهُورًا، فَأَتَيْتُهُ بِالْمَاءِ فَاسْتَنْجَى بِالْمَاءِ -وَقَالَ: بِيَدِهِ- فَدَلَكَ بِهَا الْأَرْضَ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: هَذَا أَشْبَهُ بِالصَّوَابِ مِنْ حَدِيثِ شَرِيكٍ وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَعْلَمُ "

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ کا بیان ہے: میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ﷺ بیت الخلاء تشریف لے گئے، قضاء حاجت کی، اور فرمایا: اے جریر رضی اللہ عنہ! پانی لاؤ، میں پانی لایا، آپ ﷺ نے پانی سے استنجاء کیا، اور اپنا ہاتھ زمین پر رگڑا۔

نقدِ حدیث: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت شریک کی روایت سے بہتر ہے۔ (اللہ سبحانہ تعالیٰ جل جلالہ زیادہ بہتر جانتا ہے)

۱۔اطراف:

ابن ماجہ: ۳۵۹

۲۔مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان سے مطابقت اس آخری جملہ میں ہے:

آپ ﷺ نے پانی سے استنجاء کیا، اور اپنا ہاتھ زمین پر رگڑا۔

۳۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔احمد بن الصباح:

آپ کا نام ابوجعفر احمد بن صباح بن ابوسریج نہشی رازی مصری (م:۲۴۰ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، حافظ، صدوق راوی ہیں، آپ سے غریب روایات مروی ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۲۔شعیب بن حرب:

آپ کا نام ابوصالح شعیب بن حرب مدائنی مکی بغدادی (م:۱۹۷ھ) ہے آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ، عابد راوی ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۳۔ابان بن عبداللہ:

آپ کا نام ابان بن عبداللہ بن ابوحازم بن صخر بن عیلہ بجلی احمسی کوفی ہے، آپ کی وفات خلیفہ ابوجعفر منصور کے عہد میں ہوئی۔ آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ ثقہ، صدوق راوی ہیں، البتہ حافظے میں کمزوری واقع ہوئی تھی۔(۳)

۴۔ابراہیم بن جریر: راجع:۵۰

۵۔جریر:

آپ کا نام جریر کنیت ابوعمر، نسب نامہ یہ ہے: جریر بن عبداللہ بن جابر بن مالک بن نضر بن ثعلبہ بن جشم بن عوف بن خزیمہ بن حرب بن علی بن مالک بن سعد بن نذیر بن قسر بن عبقر ابن انمار بن اراش بن عمرو بن غوث بجلی، جریر یمن کے شاہی خاندان کے رکن اور قبیلہ بجیلہ کے سردار تھے۔

اسلام: بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جریر وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے کل چالیس روز پیشتر مشرف با اسلام ہوئے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، بروایت صحیح وہ حجۃ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے،(۴)۔ اس لئے وفات سے کم از کم چار پانچ ماہ پیشتر ان کا اسلام ماننا پڑے گا، اور واقدی کے بیان کے مطابق رمضان دس ہجری (۱۰ھ) میں اسلام لائے، اس روایت کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سات مہینہ پیشتر ان کا اسلام لانا ثابت ہوتا ہے، بہرحال اس قدر یقینی ہے کہ وہ وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی مہینہ پیشتر اسلام لا چکے تھے۔

جب یہ قبول اسلام کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیسے آنا ہوا؟ عرض کیا: اسلام قبول کرنے کے لئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بیٹھنے کے لئے اپنی چادر بچھادی، اور مسلمانوں سے فرمایا: جب تمہارے پاس کسی قوم کا کوئی معزز آدمی آئے، تو اس کی عزت کیا کرو،(۵) اس کے بعد جریر نے اسلام کے لئے ہاتھ بڑھایا: اور کہا: میں اسلام پر بیعت کرتا ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ہر مسلمان کی خیرخواہی کرنا، پھر فرمایا: جو شخص انسانوں پر رحم نہیں کرتا، اس پر خدا رحم نہیں کرتا، اور بلاشرکت غیرے خدائے واحد کی پرستش، فرض نمازوں کی پابندی، مفروضہ زکوٰۃ کی ادائیگی، مسلمانوں کی نصیحت اور خیرخواہی اور کافروں سے برأت پر بیعت لی۔(۶)

۱۔ i۔الاکمال، ج۱، ص۱۵ ii۔تاریخ بغداد، ج۴، ص۲۰۵
۲۔ i۔تاریخ الدوری، ج۲، ص۲۵۷ ii۔الثقات، ج۸، ص۳۰۸
۳۔ i۔میزان الاعتدال، ج۱، ص۹۰ ii۔المجروحین، ج۱، ص۹۹
۴۔ مسند احمد، ج۴، ص۳۵۸ ۵۔ سیر صحابہ، ج۱، ص۲۴۲ ۶۔ مسند احمد، ج۴، ص۳۵۸

حجۃ الوداع: قبول اسلام کے بعد سب سے اول آنحضرت ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے، اس میں مجمع کو خاموش کرنے کی خدمت ان کے سپرد تھی۔

وفات: ۵۴ھ میں قرقیسا میں وفات پائی۔(۱)

حلیہ: قد دراز چھ فٹ تھا، اور اس قدر حسین وجمیل تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو امت اسلامیہ کا یوسف کہا کرتے تھے۔ ہاتھوں میں مہندی کا خضاب لگاتے تھے۔(۲)

اولاد: وفات کے بعد پانچ لڑکے عمر، منذر، عبید اللہ، ایوب اور ابراہیم یادگار چھوڑے۔(۳)

فضل وکمال: حضرت جریر رضی اللہ عنہ آخری زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے، اور فیضان نبوی ﷺ سے استفادہ کا کم موقع ملا، تاہم جو لمحات بھی میسر آئے ان سے پورا فائدہ اٹھایا، اس لئے اس کی صحبت کے باوجود ان سے سو (۱۰۰) حدیثیں مروی ہیں، ان میں سے آٹھ متفق علیہ ہیں، ایک میں امام بخاری اور سات میں امام مسلم منفرد ہیں، (۴) ان سے روایت کرنے والوں کا دائرہ بھی خاصہ وسیع ہے، چنانچہ ان کے لڑکوں میں منذر، عبید اللہ، ایوب، ابراہیم اور لڑکوں کے علاوہ ابوزرعہ بن عمر، انس، ابووائل، زید بن وہب، زیاد بن علاقہ، شعبی، قیس بن ابی حازم، حمام بن حارث، اور ابو ظبیان حصین بن جندب نے ان سے روایتیں کی ہیں۔(۵)

بارگاہ نبوی ﷺ میں پذیرائی: بارگاہ نبوی ﷺ میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی بڑی پذیرائی تھی، رسول اللہ ﷺ انہیں بہت کرم سے نوازتے تھے، اور بڑے احترام سے ان کے ساتھ پیش آتے تھے، ان کے بیٹھنے کے لئے ردائے مبارک بچھا دیتے تھے، (۶) جب بھی در دولت پر حاضر ہوتے، کبھی شرف باریابی سے محروم نہ رہتے، جب آپ ﷺ انہیں دیکھتے تھے، تو مسکرا دیتے تھے، غائبانہ ان کا ذکر خیر فرماتے تھے، ان کا بیان ہے کہ جب میں مدینہ میں پہنچا، تو مدینہ کے باہر سواری بٹھا کر کپڑا رکھنے کا تھیلا کھولا، اور حلہ پہن کر داخل ہوا، اس وقت رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے، میں نے سلام کیا، لوگوں نے آنکھوں سے میری طرف اشارہ کیا، میں نے اپنے پاس کے آدمی سے پوچھا، اے عبداللہ! کیا رسول اللہ ﷺ میرا تذکرہ فرماتے تھے، انہوں نے کہا: ہاں! ابھی ابھی نہایت اچھے الفاظ میں تمہارا تذکرہ فرمایا، آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے، دوران خطبہ میں فرمایا: کہ اس دروازہ یا اس کھڑکی سے تمہارے پاس یمن کا بہترین شخص داخل ہوگا، اس کے چہرہ پر بادشاہی کی علامت ہوگی، میں نے اس عزت افزائی پر خدا کا شکر ادا کیا۔(۷)

حضرت جریر کی خوبیوں اور رسول اللہ ﷺ کے ان کی توقیر کرنے کی وجہ سے خلفاء راشدین بھی ان کی بڑی عزت کرتے تھے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ خدا تم پر رحمت نازل فرمائے، تم جاہلیت میں بھی اچھے سردار تھے، اور اسلام میں بھی اچھے سردار ہو۔(۸)

آنحضرت ﷺ کا ہر ارشاد ہمیشہ زندگی کا دستور العمل رہا، ایک مرتبہ چند اعراب نے آکر رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی: یا نبی اللہ ﷺ! آپ ﷺ کے بعض صدقہ وصول کرنے والے ہم پر ظلم کرتے ہیں، فرمایا: ان کو راضی رکھو، اعراب نے کہا: اگر وہ ظلم کریں تب بھی، آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے صدقہ وصول کرنے والوں کو راضی رکھو، اس ارشاد کے بعد سے کسی صدقہ وصول کرنے والے کو حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے ناخوش نہیں کیا۔(۹)

۱۔ استیعاب، ج۱ص۹۱ ۲۔ استیعاب، ج۱ص۹۱ ۳۔ تھذیب التھذیب، ج۲ص۷۳

۴۔ تھذیب الکمال، ص۶۱ ۵۔ تھذیب التھذیب، ج۲ص۷۳ ۶۔ تھذیب الکمال، ص۶۱

۷۔ مسند احمد، ج۴ص۲۵۱، ۲۶۰ ۸۔ تھذیب التھذیب، ج۲ص۳ ۹۔ مسند احمد، ج۴ص۲۶۲

۴:حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ دیگر شواہد کی بناء پر صحیح ہے، البتہ اس سند میں ابراہیم بن جریر کا اپنے والد حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے، اسی طرح ابان بن عبداللہ حفظ وضبط میں کمزور تھے۔اس کی مزید وضاحت پچھلی حدیث نمبر(۵۰) میں گزر چکی ہے۔

۵۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ بائیسویں (۲۲) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے اکثر راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند میں شعیب یعنی ابن حرب ذکر کرکے ایک اہم قاعدہ کی رعایت کی گئی ہے، وہ یہ ہے کہ جب شیخ اپنے شیخ کا نسب ذکر نہ کرے، اور شاگرد کرنا چاہیے، تو شاگرد اپنے اور شیخ کے بیان میں فرق ظاہر کرنے کے لئے یعنی، ان، ھو وغیرہ کا اضافہ کرتا ہے، تاکہ استاد اور شاگرد کے الفاظ میں فرق واضح ہو سکے۔

☆ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ صغار صحابہ میں سے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دیکھ کر ہمیشہ تبسم فرماتے تھے۔

☆ سند میں الفاظِ روایت اخبرنا اور عن ایک دفعہ اور حدثنا تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔لغات:

راجع:۶۰

۷۔مسائل ونصائح:

ایضاً

۸۔خلاصہ

:ایضاً

۴۴۔ باب التَّوْقِيتِ فِي الْمَاءِ — پانی کی مقدار کا بیان

اس باب سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ پانیوں کے احکامات شروع کر رہے ہیں، اس باب میں پانی کی اس مقدار کا بیان ہے، جو نجاست گرنے سے ناپاک نہیں ہوتی، اور اس امر کا بھی بیان ہے کہ کتنی مقدار میں نجاست گرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے، اس سے پہلے باب میں پانی سے استنجاء کرنے کے بعد ہاتھ کو زمین پر رگڑنے کا بیان تھا۔

۵۲۔أَخْبَرَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، وَالْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَاءِ وَمَا يَنُوبُهُ مِنَ الدَّوَابِّ وَالسِّبَاعِ. فَقَالَ: إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پانی کے بارے میں پوچھا گیا، جس پر عام جانور اور درندے آتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب پانی دو مٹکے ہو تو ناپاک نہیں ہوتا۔

۱۔اطراف:

نسائی: ۳۲۶، ابوداؤد: ۶۳، احمد: ۴۶۰۵، ۴۹۶۱

۲۔مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس آخری جملہ میں ہے: جب پانی دو مٹکے ہو، تو ناپاک نہیں ہوتا۔

اس جملے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے پاک اور ناپاک ہونے کی مقدار کو بیان کیا ہے۔

۳۔تعارف رجال:

اس حدیث کی سند میں سات راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں۔

۱۔ھناد بن السری:

آپ کا نام ابوالسری ھناد بن السری بن مصعب تمیمی کوفی (م: ۲۴۳ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، صدوق راوی ہیں، آپ نے اکیانوے (۹۱) سال کی طویل عمر پائی، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، البتہ امام بخاری نے ''خلق افعال العباد'' میں روایت کی ہے۔(۱)

۲۔الحسین بن حریث:

آپ کا نام ابوعمار حسین بن حریث بن حسن بن ثابت خزاعی مروزی (م: ۲۴۴ھ) ہے، آپ بھی رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، امام ابن ماجہ کے علاوہ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۱۔ i۔المعجم المشتمل، رقم ۱۱۲۲ ii۔الجرح والتعدیل، ج۹ص۱۱۹

۲۔ i۔الثقات، ج۸ص۱۸۷ ii۔تقریب التھذیب، ج۱ص۱۷۵

۲۔ابواسامہ:

آپ کا نام ابواسامہ حماد بن اسامہ قریشی کوفی (م:۲۰۱ھ) ہے، آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ، ثابت، مامون، کثیر الحدیث، مدلس راوی ہیں، آپ نے اسی سال کی عمر میں وفات پائی، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۳۔الولید بن کثیر:

آپ کا نام ابومحمد ولید بن کثیر مدنی کوفی (م:۱۵۱ھ) ہے، آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، صدوق راوی ہیں، البتہ خوارج کے نظریات کی طرف مائل تھے، جب کہ مغازی وسیر کے بہت بڑے عالم تھے، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۴۔محمد بن جعفر:

آپ کا نام محمد بن جعفر بن زبیر بن عوام اسدی مدنی (م:۱۱۰ھ) ہے، آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، تابعی راوی ہیں۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۳)

۵۔عبداللہ بن عبداللہ بن عمر:

آپ کا نام ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن عبداللہ بن عمر بن خطاب مدنی (م:۱۰۵ھ) ہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، تابعی راوی ہیں، امام ابن ماجہ کے علاوہ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۴)

۶۔عبداللہ بن عمر: راجع:۱۲

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث دیگر اسناد کی بناء پر حسن ہے، اس حدیث کے بعض راوی متکلم فیہ ہیں۔اس سند میں ابواسامہ مدلس راوی ہیں اور عن کے ساتھ روایت کررہے ہیں۔

۵۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ روایت سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ تیئسویں (۲۳) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے اکثر راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے دو راوی ھناد اور ابواسامہ کوفی، حسین بن حریث مروزی، جبکہ باقی چار راوی مدنی ہیں۔

☆ یہ روایت بیٹے (عبداللہ بن عبداللہ) کی اپنے باپ (عبداللہ بن عمر) سے روایت ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا ایک دفعہ اور عنعنہ پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۱۔ i۔طبقات ابن سعد، ج۶، ص۳۹۴ ii۔تقریب التھذیب، ج۱، ص۱۹۴

۲۔ i۔تاریخ الدوری، ج۲، ص۶۳۳ ii۔الثقات، ج۷، ص۵۴۸

۳۔ i۔سؤالات برقانی، ص۴۲۵ ii۔تقریب التھذیب، ج۲، ص۱۶۰

۴۔ i۔الجرح والتعدیل، ج۵، ص۹۰ ii۔الثقات، ج۵، ص۶

۸۔لغات:

غاب: آنا جانا، پہنچنا، ارادہ کرنا　　　الدواب: جانور

السباع: درندے　　　قلتین: دو مٹکے

۹۔مسائل ونصائح:

یہ حدیث مبارکہ شوافع اور احناف کے ہاں بڑی معرکۃ الآراء ہے، اس کے ثبوت ومفہوم اور تعیین معنی میں بڑا اختلاف ہے، ان سب کی تفصیل درج ذیل ہے:

☆ باب کا مقصد ماء کثیر کی حد بیان کرنا ہے، جو معمولی نجاست سے پلید نہیں ہوتا، بشرطیکہ رنگ، بو اور ذائقہ نہ بدلے۔

☆ قلۃ بڑے مٹکے کو کہتے ہیں، اس کے چھوٹے اور بڑے ہونے کی وجہ سے اس کی مقدار میں اختلاف رائے واقع ہوا ہے۔ لیکن عرب میں ھجر (شہر یا بستی کا نام) کے مٹکے مشہور ومعروف تھے۔ شعراء نے اپنے اشعار میں بکثرت اس کا استعمال کیا ہے، اور امثال میں بھی اسے بہت بیان کیا ہے۔ حدیث میں بیان شدہ مٹکے سے یہی ھجر کا مٹکا مراد ہے، دوسرا کوئی مٹکا مراد نہیں ہوسکتا۔ اور ان کے مٹکے میں اڑھائی سو رطل پانی کے سمانے کی گنجائش تھی، لہٰذا دو قلوں کے پانی کی مقدار پانچ صد رطل ہوئی، جو موجودہ زمانے کے پیمانے کے مطابق دو سو ستائیس کلوگرام ہوتی ہے۔

☆ شریعت نے قلیل پانی اور کثیر پانی کے حکم میں فرق کیا ہے: قلیل پانی تو تھوڑی سی نجاست سے بھی پلید ہو جاتا ہے، خواہ رنگ، بو اور ذائقہ تبدیل نہ بھی ہو، مگر کثیر پانی اس وقت تک پلید نہیں ہوتا، جب تک نجاست کی وجہ سے اس کا رنگ یا بو یا ذائقہ تبدیل نہ ہو جائے۔ ظاہر ہے قلیل پانی برتن میں ہوگا اور برتن والے پانی کی حفاظت ممکن اور آسان ہے، جب کہ کثیر پانی کسی کھلی جگہ میں ہوگا، اور کھلے پانی کی حفاظت ممکن نہیں، ہوا اور بارش کے ذریعے سے اس میں مختلف چیزیں گرتی رہتی ہیں۔ جانوروں اور پرندوں کی نجاست بھی اس میں گرتی رہتی ہے، اگر تھوڑی سی نجاست سے اسے پلید قرار دے دیا جاتا، تو لوگوں کو انتہائی تنگی کا سامنا کرنا پڑتا، تنگی دور کرنا بھی شریعت کا مستقل ضابطہ ہے، لہٰذا کھلا پانی اس وقت تک پاک رہتا ہے جب تک اس میں اتنی زیادہ نجاست نہ مل جائے کہ رنگ، بو اور ذائقہ تک بدل جائے۔

☆ اس حدیث میں اگرچہ رنگ، بو اور ذائقے کا ذکر نہیں، مگر دوسری احادیث میں صراحتاً مذکور ہے۔ فتویٰ دیتے ہوئے کسی ایک روایت کو بنیاد نہیں بنایا جاسکتا، بلکہ پیش آمدہ مسئلے سے متعلقہ تمام آیات واحادیث اور آثار کو مدنظر رکھ کر ہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے۔

☆ علمائے احناف نے اس تحدید کو تو تسلیم نہیں کیا مگر اپنی طرف سے دہ دردہ (10x10) کی حد مقرر کی ہے، اس کے علاوہ ان میں باہم سخت اختلاف بھی ہے، یہاں تک کہ ان کے فقہاء کے قلیل وکثیر پانی کی تحدید کے متعلق چودہ اقوال ہیں۔(۱)

☆ اس حدیث میں مقدار قلتین کو کثیر قرار دیا گیا ہے، اس کے بھی متعدد جوابات حنفیہ کی طرف سے دیئے گئے ہیں:

صاحب ہدایہ نے اس کا ایک جواب یہ دیا ہے: ''لم یحمل الخبث'' کے معنی ہیں کہ وہ نجاست کا تحمل نہیں کرسکتا، بلکہ نجس ہو جاتا ہے، لیکن یہ تاویل خلاف ظاہر ہے، صاحب ہدایہ نے اس کا جواب یہ بھی دیا ہے: ''ضعفہ ابوداؤد'' لیکن چونکہ ابوداؤد کے معروف نسخوں میں کوئی صریح تضعیف نہیں ملتی، اس لئے صاحب ہدایہ کے خلاف ایک شور برپا ہوگیا، کہ انہوں نے ابوداؤد کی طرف تضعیف کی نسبت غلط کی ہے، اس کے جواب

۱۔ سنن نسائی (فوائد)، ج۱، ص۱۲۲۔۱۲۳

میں بعض حنفیہ نے فرمایا کہ ابوداؤد سے مراد ابوداؤد بجستانی صاحب السنن نہیں، بلکہ ابوداؤد طیالسی ہیں، لیکن یہ بات اول تو اس لئے بعید ہے کہ جب ابوداؤد مطلقاً بولا جاتا ہے، تو ابوداؤد بجستانی ہی مراد ہوتے ہیں، نہ کہ ابوداؤد طیالسی، دوسرے حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے مسند ابوداؤد طیالسی کی طرف رجوع کیا، تو اس میں کہیں تضعیف نہ ملی، کو احقر نے بھی اس حدیث کو مسند طیالسی میں دیکھا، تو وہاں تضعیف موجود نہیں، اس لئے بعض حضرات نے یہ جواب دیا: کہ یہاں ابوداؤد بجستانی ہی مراد ہیں، اورانہوں نے اگر چہ صراحۃً اس حدیث کو ضعیف نہیں قرار دیا، لیکن اس حدیث کا اضطراب نقل کیا ہے، جو تضعیف کے قائم مقام ہے، لیکن یہ جواب بھی درست نہیں، کیونکہ ابوداؤد کے موجودہ نسخہ میں اضطراب نقل کرنے کے ساتھ ترجیح راجح بھی موجود ہے، اور ترجیح کی صورت میں اضطراب باقی نہیں رہ جاتا، چنانچہ ابوداؤد کی عبارت اس طرح ہے: هذا لفظ ابن العلاء وقال عثمان والحسن ابن علی عن محمد بن عباد بن جعفر قال ابو داؤد الصواب الی محمد بن جعفر''۔

لہٰذا صحیح جواب یہ ہے کہ ابوداؤد کے موجودہ نسخہ میں اس حدیث کی تضعیف ثابت نہیں، البتہ صاحب عنایہ نے ابوداؤد کی ایک عبارت نقل کی ہے جس میں تضعیف صراحۃً موجود ہے، یہ عبارت ابوداؤد لولوی کے مروجہ نسخوں میں تو نہیں ہے، البتہ علی بن الحسن والے نسخہ میں یقیناً موجود ہوگی، جواب نایاب ہے، اس میں رجال پر زیادہ کلام کیا گیا ہے، غالباً صاحب عنایہ اور صاحب ہدایہ کے پیش نظر وہی نسخہ تھا، واللہ تعالیٰ جل جلالہ اعلم۔

☆ حدیث قلتین کا ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اس لئے کہ اس کا مدار محمد بن اسحٰق پر ہے، جو ضعیف ہے، نیز اس حدیث میں سنداً، متناً، معنی اور مصداقاً شدید اضطراب پایا جاتا ہے:

i۔اضطراب فی السند: کی توضیح یہ ہے کہ یہ روایت بعض طرق میں ''عن الزهری عن سالم عن ابن عمر رضی اللہ عنہ'' کی سند سے مروی ہے، بعض میں ''عن محمد بن جعفر عن عبید الله عن ابن عمر رضی اللہ عنہ'' کی سند سے پھر ولید بن کثیر کے بعض طرق میں ''عن محمد بن جعفر بن الزبیر رضی اللہ عنہ'' آیا ہے، اور بعض میں ''عن محمد بن عباد بن جعفر''، پھر صحابی سے روایت کرنے والے کے نام میں بھی اختلاف ہے، بعض روایتوں میں ان کا نام عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور بعض میں عبداللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مذکور ہے، نیز حماد بن سلمہ کے طرق میں وقف اور رفع کا بھی اضطراب پایا جاتا ہے، یعنی بعض طرق میں یہ موقوف علی ابن عمر ہے، کما عند ابی داؤد، اور بعض طرق میں یہ مرفوع ہے کما عند الترمذی فی الباب۔

ii۔اضطراب فی المتن: کی تشریح یہ ہے: کہ بعض روایات میں ''اذا کان الماء قلتین لم تحمل الخبث'' آیا ہے، اور بعض میں ''قلتین او ثلاثا'' وارد ہوا ہے، جیسا کہ دار قطنی اور ابن عدی وغیرہ نے روایت کیا ہے، اور دار قطنی ہی میں متعدد طرق سے اربعین قلۃ کے الفاظ بھی آئے ہیں، جن میں سے ایک طریق کو شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے بھی صحیح قرار دیا ہے، نیز امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ ہی نے بعض روایتیں ایسی نقل کی ہیں جن میں ''اربعین دلوا'' ''اربعین غربا'' کے الفاظ منقول ہیں۔

iii۔اضطراب فی المعنی: کی تشریح یہ ہے: کہ بقول صاحب قاموس قلۃ کے کئی معنی آتے ہیں: پہاڑ کی چوٹی، انسان کا قد: مٹکا، یہاں کسی ایک معنی کی تعیین مشکل ہے۔

☆ علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان تین قسم کے اضطراب کے علاوہ چوتھا اضطراب قلۃ کے مصداق میں ہے، یعنی اگر قلۃ کے معنی مٹکا ہی فرض لئے جائیں، جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے، تو بھی مٹکے حجم میں متفاوت ہوتے ہیں، ان میں سے کسی ایک کی تعیین مشکل ہے، اس لئے کہ حدیث میں یہ متعین نہیں کہ کتنا بڑا مٹکا مراد ہے، اگر اس پر یہ کہا جائے کہ دار قطنی کی ایک روایت میں ''من قلال هجر'' کے الفاظ آئے

ہیں، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یمن کے موضع ہجر کے مٹکے مراد ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ زیادتی صرف مغیرہ بن سقلاب نے ذکر کی ہے، جو بتصریح محدثین منکر الحدیث ہے، اور بعض دوسرے محدثین نے اس کے حق میں اس سے زیادہ سخت الفاظ استعمال کئے، اس لئے خود دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس زیادتی کو غیر محفوظ قرار دیا ہے، بہرصورت قلۃ کے مصداق میں اضطراب ہے، اسی لئے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تعیین میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نو قول ذکر کئے ہیں، جس کی وجہ یہ ہوئی کہ ابتداء امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے قلۃ سے مراد ہجر کے مٹکے لئے تھے، کیونکہ عہد رسالت میں ان کا زیادہ رواج تھا، لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ان کا رواج ختم ہوگیا، تو انہوں نے مشکیزوں کے ذریعہ تعیین کی، بعض اقوال کے مطابق پانچ مشکیزے اور بعض کے مطابق چھ مشکیزوں کی تعیین فرمائی، پھر حجاز سے باہر مشکیزوں کا بھی رواج نہ تھا، اس لئے رطل کے ذریعہ تحدید کی گئی، اور اس میں متعدد اقوال امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہوئے۔

☆ بہرحال ان گوناگوں اضطرابات کی وجہ سے بعض حضرات نے اس حدیث کی تضعیف فرمائی شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ ''الالمام'' میں اس حدیث کی تضعیف کی ہے، نیز قاضی اسماعیل بن اسحٰق اور ابوبکر بن عربی سے بھی تضعیف منقول ہے، علاوہ ازیں صاحب بدائع نے علی بن المدینی سے بھی تضعیف نقل کی ہے، حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تھذیب السنن میں حدیث قلتین پر مفصل کلام کر کے اسے نا قابل استدلال قرار دیا ہے، نیز ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عینی اور علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تضعیف منقول ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ مذکور اضطرابات وغیرہ کی وجہ سے اس حدیث کو علی الاطلاق ضعیف اور نا قابل استدلال قرار دینا، بنظر انصاف مشکل ہے، واقعہ یہ ہے کہ اعتراض ضعف حدیث اور سارے اضطرابات رفع ہو سکتے ہیں، جہاں تک محمد بن اسحٰق کے ضعف کا تعلق ہے ان کے بارے میں حافظ ذہبی کا یہ قول فیصل گزر چکا ہے کہ وہ رواۃ حسان میں سے ہیں، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی قول کو معتدل ترین قرار دیا ہے، چنانچہ خود حنفیہ بھی بہت سے مقامات پر ان کی روایتوں سے استدلال کرتے ہیں، اضطرابات کو شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر میں دو جملوں میں دور کر دیا، ان کا کہنا یہ ہے کہ ولید بن کثیر نے یہ روایت محمد بن جعفر بن زبیر اور محمد بن عباد بن جعفر دونوں سے سنی، اور ان دونوں نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ دونوں سے سماع کیا، اس طرح روایت کا بنیادی اضطراب رفع ہوگیا، اسی طرح امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اضطراب کو تطبیق دے کر دور کیا ہے، اور کہا ہے کہ یہ روایت ان تمام طرق سے مروی ہے، اور ایک طریق دوسرے طریق کے معارض نہیں۔

☆ رہا اضطراب فی المتن تو وہ بھی موجب ضعف نہیں، اس لئے کہ جملہ محدثین نے قلتین کی روایت کو راجح قرار دیا ہے، جس روایت میں ثلاثا کی زیادتی مروی ہے، اول تو وہ مرجوح ہے، اور اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو تطبیق ہو سکتی ہے کہ عدد اقل اکثر کی نفی نہیں کر سکتا، اور یہ بھی بعید نہیں کہ یہاں ''او ثلاثا'' ''فصاعداً'' کے معنی میں ہو، چنانچہ امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض روایات ان الفاظ سے نقل کی ہیں: **''اذا کان الماء قلتین فصاعداً لم یحمل الخبث''** ہوسکتا ہے کہ کسی راوی نے ''فصاعداً'' کے مفہوم کو ''او ثلاثا'' کے لفظ سے ادا کر دیا ہو، رہی ''اربعین قلۃ'' والی روایت، سوائے قاسم عمری کے سوا کسی نے مرفوعاً ذکر نہیں کیا، اور امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی بارے میں لکھا ہے: کما اخرجہ الدار قطنی بطرق عدیدۃ'' اور ظاہر ہے کہ حدیث موقوف مرفوع کا مقابلہ نہیں کر سکتی، ویسے بھی عدد اقل اکثر کی نفی نہیں کرتا، لہٰذا اضطراب فی المتن بھی قابل اعتبار نہیں رہ جاتا۔

☆ رہا معنی کا اضطراب سو سیاق کلام بتلا رہا ہے کہ یہاں قلۃ الجبل یا قامۃ الرجل مراد نہیں بلکہ ''جرۃ'' کے معنی مراد ہیں، اس لئے کہ قلۃ کا

لفظ جب پانی کے لئے بولتے ہیں، تو اس سے عموماً مٹکا ہی مراد ہوتا ہے، نیز پہاڑ کی چوٹی یا قامت انسان مراد لینے میں بداہتہً تکلف بھی ہے۔

☆ اب صرف اضطراب فی المصداق رہ جاتا ہے، سو وہ بھی موجب ضعف نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ اس کے مصداق کی تعیین اہل حجاز کے عام رواج سے ہوسکتی ہے، کیونکہ ایسے موقع پر عموماً وہ چیز مراد لی جاتی ہے جو عام طور سے مروج ہو، اور مدینہ طیبہ میں مقام ہجر کے بنے ہوئے مٹکے رائج تھے، جن میں دو مشک سے زیادہ پانی آتا تھا، چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی مٹکے مراد لئے ہیں، اور قلتین کی تحدید پانچ مشکوں سے فرمائی ہے۔

☆ ان وجوہات کی بناء پر محدثین کے ایک بڑے طائفہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس کی تصحیح کرتے ہیں، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا صنیع بھی اسی پر دلالت کرتا ہے، حنفیہ میں سے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی سند پر کوئی کلام نہیں کیا، صاحب سعایہ بھی عدم تضعیف کی طرف مائل ہیں، اسی لئے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الکوکب الدری'' میں فرمایا کہ حدیث قلتین کی تضعیف مشکل ہے۔

☆ لہٰذا صحیح جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اگرچہ ضعیف نہیں، لیکن مندرجہ ذیل وجوہ کی بناء پر اسے تحدید شرعی کا مقام دینا مشکل ہے:

۱۔ یہ طے شدہ بات ہے کہ حجاز کے خطہ میں پانی بہت کمیاب تھا، اور وہاں پانی کی نجاست وطہارت کے مسائل روزمرہ بکثرت پیش آتے رہتے تھے، اور لوگوں کو مسائل المیاہ سے واقفیت کا بہت اشتیاق رہتا تھا، اس کا تقاضا یہ تھا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قلت وکثرت کی کوئی حد مقرر فرمائی ہوتی، تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں نہایت معروف اور مشہور ہونی چاہیے تھی، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتنے بڑے مجمع میں قلتین کی اس تحدید کی روایت کرنے والے سوائے ایک کمسن صحابی یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اور کوئی نہیں، اور ان سے روایت کرنے والے بھی صرف ان کے دو صاحبزادے ہیں، گویا یہ ''خبر الواحد فیما تعم به البلوٰی'' ہے، جو باتفاق محدثین وفقہاء مخدوش ہوتی ہے۔

۲۔ یہ مسئلہ مقادیر شرعی سے متعلق ہے اور ان کے ثبوت کے لئے نہایت مضبوط اور غیر محتمل دلائل کی ضرورت ہوتی ہے، حدیث القلتین کو اگر ضعیف نہ کہا جائے، تب بھی اس کا درجہ حسن سے اوپر نہیں جاتا، جبکہ حنفیہ نے نجاست ماء کے سلسلہ میں جن احادیث سے استدلال کیا ہے، وہ صحت کے اعلیٰ مقام پر ہیں، اس لحاظ سے حدیث القلتین ان روایات صحیحہ کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

۳۔ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے قلتین کو قلت وکثرت کا معیار بنایا ہو، بلکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں تک فرمایا ہے ''لمعات التنقیح'' (ج ۲ ص ۱۳۶) کہ اس ترک تقدیر پر صحابہ کا اجماع معلوم ہوتا ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ جب بیر زمزم میں ایک زنجی گر گیا تو ان دونوں حضرات نے پورے کنویں کے پانی کو نکالنے کا حکم دیا، حالانکہ پانی میں اثر بھی ظاہر نہیں ہوا تھا، اور بیر زمزم بلاشبہ قلتین سے بہت زائد تھا، اور یہ عمل صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں پیش آیا، اور کسی صحابی نے اس پر کوئی نکیر یا اعتراض نہیں کیا ''فیکون حدیث القلتین مخالفاً للاجماع فلا یقبل'' (۱)

☆ بہرحال ان وجوہات وعوارض کی بناء پر اس حدیث کو مقادیر شرعیہ کے باب میں تحدید وتشریع کا مقام نہیں دیا جاسکتا، بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ کسی مناسب توجیہ کے ذریعہ اس حدیث کو احادیث صحیحہ قویہ پر محمول کیا جائے، چنانچہ حنفیہ کی طرف سے حدیث قلتین کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں، جن میں سے دو توجیہات زیادہ راجح ہیں:

۱۔ لمعات التنقیح، ج ۲ ص ۱۳۷

۱۔ پہلی توجیہ شاہ صاحب نے بیان فرمائی ہے، اور وہ یہ کہ حدیث کے الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس حدیث میں پانی سے مراد ارض حجاز کا ایک مخصوص پانی ہے، جو مکہ اور مدینہ کے راستہ میں بکثرت پایا جاتا ہے، یہ پہاڑی چشموں کا پانی ہوتا ہے، اور اپنے معدن سے نکل کر نالیوں سے بہہ بہہ کر چھوٹے چھوٹے گڑھوں میں جمع ہو جاتا ہے، اور اس کی مقدار عموماً قلتین سے زائد نہیں ہوتی، لیکن یہ پانی جاری ہوتا ہے، اس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ نجس نہیں ہوتا۔ اس کی تائید حدیث کے ابتدائی جملہ سے ہوتی ہے: "**وھو یسئل عن الماء یکون فی الفلاۃ من الارض وما ینوبہ من السباع والدواب**" اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں گھروں میں پائے جانے والے پانی کے بارے میں سوال نہیں ہو رہا، بلکہ صحراؤں کے پانی کے بارے میں سوال ہو رہا ہے، اس پر سوال ہوتا ہے کہ اگر وہ پانی جاری تھا، تو قلتین کی تحدید کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے: کہ یہ تحدید نہیں بلکہ بیان واقعہ ہے، اور شاید اس کا منشاء یہ بھی ہو کہ قلتین سے کم پانی میں باوجود جاری ہونے کے تغیر پیدا ہونے کا زیادہ امکان ہے، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ توجیہ درحقیقت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی تشریح ہے جو انہوں نے امام ابو یوسف سے فرمایا تھا: "**اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث اذا کان جاریا**" (۱)

۲۔ دوسری توجیہ شیخ گنگوہی بیان فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حنفیہ کے خلاف نہیں، دراصل حنفیہ کے نزدیک مدار خلوص اثر نجاست پر ہے، اگر کسی مقام پر مبتلی بہ کو یہ یقین حاصل ہو کہ قلتین کی مقدار میں خلوصِ نجاست نہیں ہوتا، تو اس سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: کہ میں نے خود اس کا عملی تجربہ کیا، اور ایک گڑھا کھدوا کر اس میں پانچ مشکیزے پانی ڈالا، جو قلتین کی کتابوں میں لکھی ہوئی مقدار کے مطابق تھا، اس میں ایک طرف کی تحریک سے طرف آخر متحرک نہیں ہوئی، ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں حنفیہ بھی پانی کو نجس نہیں کہتے، البتہ بعض صورتیں ایسی بھی نکل سکتی ہیں، کہ ان میں اثر نجاست کا خلوص ہو جائے، ایسی صورت میں وہ پانی نجس سمجھا جائے گا، گویا اصل مدار خلوصِ نجاست پر ہے، اس لئے قلتین کو بطور ایک حد کے مقرر کرنا درست نہیں، اور کلی تحدید کرنے کے بجائے اسے رائے مبتلی بہ پر چھوڑا جائے گا۔ (۲)

☆ اس مسئلہ میں حنفیہ کی طرف سے چار احادیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ ترمذی میں "**باب کراھیۃ البول فی الماء الراکد**" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث: **لایبولن احد کم فی الماء الدائم ثم یتوضامنہ۔**

۲۔ **حدیث المستیقظ من منامہ (۳) باب ماجاء اذا استیقظ احد کم من منامہ)**

۳۔ **حدیث ولوغ الکلب باب حکم ولوغ الکلب (۴)**

۴۔ **حدیث وقوع الفارۃ فی السمن (۵)**

یہ تمام احادیث صحیح ہیں، اور پہلی حدیث اصح مافی الباب ہے، شیخین رحمہما اللہ نے بھی اس کی تخریج کی ہے، پہلی اور تیسری حدیث میں مائعات کے ساتھ نجاست حقیقیہ کے خلط کا ذکر ہے، چوتھی حدیث میں جامد کے ساتھ نجاست حقیقیہ کے خلط کا بیان ہے اور دوسری حدیث میں نجاست متوہمہ کا بیان ہے۔

۱۔ درس ترمذی، ج ۱، ص ۲۸۶ ۲۔ ایضاً، ص ۲۸۷ ۳۔ ترمذی، ج ۱، ص ۲۲۔۲۳
۴۔ مسلم، ج ۱، ص ۱۳۷ ۵۔ بخاری، ج ۱، ص ۳۷

☆ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نجاست مائعات سے ملے یا جامدات سے، بہر صورت موجب خبث ہو، اس میں نہ تغیر احد الاوصاف کی قید ہے اور نہ قلتین سے کم ہونے کی، ہاں مقدار کثیر اس سے مستثنیٰ ہے، اور استثناء کی دلیل وضو بماء البحر وغیرہ کی احادیث ہیں، جن سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پانی کثیر ہو تو وقوع نجاست سے نجس نہیں ہوتا، اب چونکہ قلیل وکثیر کی کوئی تحدید قابل اطمینان طریقہ سے ثابت نہیں، اور حالات کے تغیر سے اس میں اختلاف بھی ہوسکتا ہے، اس لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے رائے مبتلیٰ پر چھوڑا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (۱)

☆ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

لا یبولن احدکم فی الماء الدائم الذی لایجری ثم یغتسل فیه ، (۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں جو جاری نہ ہو، ہرگز پیشاب نہ کرے، پھر اس پانی میں غسل کرے۔

☆ فقہاء احناف نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو بہت بڑا تالاب ہو، جب اس میں نجاست گر جائے، تو اس سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے، اس میں پانی کم ہو یا زیادہ، اور یہ حدیث اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ قلتین (وہ کھڑے پانی) حامل نجاست ہوتے ہیں، کیونکہ یہ حدیث مطلق ہے اور اپنے اطلاق سے قلیل اور کثیر کو شامل ہے۔

☆ یہ حدیث عام ہے، اس لئے اس کی بہت کثیر پانی سے تخصیص کرنا واجب ہے، جس کے ایک کنارے کو ہلایا جائے، تو دوسرے کنارے کا پانی نہیں ہلتا، اس کی تخصیص ان عمومی دلائل سے کی جائے گی، کہ جب تک نجاست پانی کے رنگ، بو اور مزے کو متغیر نہ کردے، اس وقت تک وہ پاک کرنے والے وصف پر قائم رہے گا۔

☆ اس حدیث میں ایسے پانی سے غسل جنابت کرنے سے منع فرمایا ہے، اور اس ممانعت میں غسل کی دیگر اقسام بھی شامل ہیں۔ (۳)

☆ فقہاء احناف کے نزدیک قلیل اور کثیر پانی کے طاہر اور نجس ہونے کا معیار:

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی، مگر وہ چیز جو اس کی بو ذائقہ اور اس کے رنگ پر غالب آجائے۔ (۴)

اس سلسلہ میں یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: ہم بضاعہ کے کنویں سے وضوء کرتے ہیں، یہ وہ کنواں تھا، جس میں حیض آلودہ کپڑے ڈالے جاتے تھے اور کتوں کا گوشت اور بدبودار چیزیں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی پاک کرنے والا ہے، اسے کوئی چیز نجس نہیں کرتی (اس کنویں کا پانی جاری تھا اور اس سے باغات میں پانی دیا جاتا تھا) (۵)

☆ فقہاء احناف کا مذہب یہ ہے کہ پانی یا جاری ہوگا یا ٹھہرا ہوا ہوگا، اگر پانی جاری ہو تو وہ اس وقت تک نجس نہیں ہوگا، جب تک کہ نجاست سے اس کا رنگ، بو اور ذائقہ متغیر نہ ہو جائے، اور اگر وہ پانی ٹھہرا ہوا ہو، جیسے تالاب یا حوض، اگر اس کی ایک طرف ہلانے سے دوسری طرف ہل جاتی ہے تو وہ پانی قلیل ہے، اور اگر اس کی ایک طرف ہلانے سے دوسری طرف نہیں ہلتی، تو وہ پانی کثیر ہے، امام محمد نے کہا: اگر میری مسجد کے برابر پانی ہو

۱۔ درس ترمذی، ج ۱، ص ۲۸۸ ۲۔ مسلم: ۶۷۵ ۳۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۲۵۲۔۲۵۰

۴۔ ابن ماجہ: ۵۲۱

۵۔ i-ابوداؤد: ۶۹ ii-سنن ترمذی: ۶۶ iii-سنن نسائی: ۳۲۵ iv-مسند احمد، ج ۳، ص ۸۶۔۳۱

تو وہ کثیر ہے، ورنہ قلیل ہے، بعد میں ان کی مسجد کی پیائش کی گئی، تو وہ دردہ تھی، یعنی دس ذراع لمبی اور دس ذراع چوڑی (ایک ذراع ڈیڑھ فٹ کا ہے) پس جو پانی کثیر ہے، اس میں نجاست کے گرنے سے وہ پانی نجس نہیں ہوگا، تاوقتیکہ نجاست سے اس کا رنگ، بو یا ذائقہ تبدیل ہو جائے، اور جو پانی قلیل ہے، اس میں ایک قطرہ نجاست بھی گرے تو وہ نجس ہو جائے گا۔(۱)

☆ علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے، کہ جمع شدہ پانی جو کسی بڑے تالاب کے برابر نہ ہو، جب اس میں نجاست گر جائے، تو اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے، خواہ وہ پانی قلیل ہو یا کثیر، اور یہ کہ قلتین (دو گھڑے) کی مقدار حامل نجاست ہوتی ہے، کیونکہ یہ حدیث مطلق ہے اور یہ اپنے اطلاق سے قلیل، کثیر، قلتین اور اس سے زیادہ کو شامل ہے، اور اگر ہم یہ کہیں کہ قلتین کی مقدار حامل نجاست نہیں ہوتی، تو اس ممانعت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، علاوہ ازیں یہ حدیث قلتین کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

☆ علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: کہ ہماری دلیل حدیث قلتین اور بئر بضاعہ کی حدیث ہے اور یہ دونوں حدیثیں احناف کے مذاہب کے خلاف نص صریح ہیں، میں کہتا ہوں کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ یہ دونوں حدیثیں ہمارے مذہب کے خلاف ہیں، رہی حدیث قلتین تو ہر چند کہ بعض محدثین نے اس کو صحیح کہا ہے، لیکن وہ متناً وسنداً مضطرب ہے، اور قلۃ (گھڑا) فی نفسہ مجہولۃ المقدار ہے، اور جو حدیث بالاتفاق صحیح ہو، اس پر عمل کرنا زیادہ قریب اور زیادہ قوی ہے۔ رہی بئر بضاعۃ کی حدیث تو ہم بھی اس پر عمل کرتے ہیں، کیونکہ اس کنویں کا پانی جاری ہے، اور خاص کا عام پر مقدم ہونا متعین ہے، بلکہ تمہارے لئے بھی اس حدیث کی تخصیص کرنا ضروری ہے، کیونکہ تم کثیر پانی اس کو کہتے ہو، جو وہ دردہ سے زائد ہو، اور جب تخصیص کرنا ضروری ہے تو رائے کی بہ نسبت حدیث سے تخصیص کرنا اولیٰ ہے۔ اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں: کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ خاص کو عام پر مقدم کرنا متعین ہے، بلکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے: کہ عمل میں عام خاص پر مقدم ہے، کیونکہ ایک حدیث میں ہے "زمین سے جو بھی پیداوار حاصل ہو اس میں عشر ہے" یہ حدیث عام ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ اس خاص حدیث پر مقدم ہے: پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے" باقی رہا یہ کہنا: کہ حدیث سے تخصیص کرنا رائے سے تخصیص کرنے سے اولیٰ ہے، اس کا جواب یہ ہے: کہ یہ درست ہے بہ شرطیکہ وہ حدیث اجماع کے مخالف نہ ہو، اور قلتین کی حدیث خبر واحد ہے، اور اجماع صحابہ کے مخالف ہے، کیونکہ چاہ زمزم میں ایک حبشی گر گیا، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے یہ فتویٰ دیا: کہ کنویں کا تمام پانی نکال دیا جائے، حالانکہ اس حبشی کا پانی میں کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا تھا، اور کنویں کا پانی قلتین سے زیادہ تھا، اور اس فتویٰ کا صحابہ میں سے کسی نے انکار نہیں کیا، اس لئے یہ اجماع ہو گیا، اور پھر واحد جب اجماع کے مخالف ہو تو مقبول نہیں ہوتی، اور علی بن مدینی نے کہا: کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، اور ان کا قول حجت ہے، اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: کہ پانی کے اندازہ کے متعلق فریقین میں سے کسی کی حدیث بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، صاحب بدائع نے کہا ہے: کہ اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے دلائل سمعیہ کو چھوڑ کر دلائل حسیہ کی طرف رجوع کیا ہے۔

☆ جمع شدہ پانی کے متعلق باب مذکور کی یہ حدیث عام ہے، اور اس میں سب کا اتفاق ہے، کہ اس کی تخصیص ضروری ہے، اس لئے پانی مراد وہ بڑا تالاب ہے جس کی ایک طرف کو حرکت دی جائے تو اس کی دوسری طرف حرکت نہیں کرتی (اور وہ دہ دردہ ہے)، یا اس کی تخصیص قلتین

۱۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۲۳۸۔۲۳۷

سے ہوگی، جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے، یا اس کی تخصیص ان عمومی دلائل سے ہوگی، جو اس پر دلالت کرتے ہیں، کہ جب تک پانی کے تین اوصاف میں سے کوئی وصف نجاست سے متغیر نہ ہو، وہ پانی پاک ہے، جیسا کہ امام مالک کا مذہب ہے۔(۱)

۸۔ خلاصہ:

☆ علماء شوافع کے نزدیک یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے اور ماء کثیر کی مقدار میں نص ہے۔

☆ فقہاء شوافع اس حدیث مبارکہ سے ماء کثیر کی مقدار کا تعین کرتے ہیں، کہ ماء کثیر قلتین (دو مٹکے) کی مقدار ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک یہ حدیث قابل استدلال نہیں ہے، اس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

۱۔ یہ حدیث ضعیف اور مضطرب فی السند والمتن والمعنیٰ والتعیین ہے۔

۲۔ یہ حدیث خبر واحد ہے، اور صحابی صغیر رضی اللہ عنہ (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے، اور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے اجماع کے خلاف ہے۔ جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بئر زمزم کے بارے میں موجود ہے۔

۳۔ قلتین سے مراد جاری پانی ہے۔

۴۔ بئر بضاعہ والی حدیث عام ہے، اور عمل میں عام خاص پر مقدم ہوتا ہے، اس میں جاری پانی کی تصریح موجود ہے۔

۵۔ فقہاء احناف کی شواہد حسب ذیل احادیث مبارکہ ہیں:

۱۔حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ :أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ :أَخْبَرَنَا أَبُو الزِّنَادِ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ هُرْمُزَ الْأَعْرَجَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِي لَا يَجْرِي ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ(۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں جو جاری نہ ہو، ہرگز پیشاب نہ کرے، پھر اس پانی میں غسل کرے۔

۲۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ :حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ مِنْهُ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ(۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے، پھر اس پانی سے وضو کرے۔

۱۔ عمدۃ القاری، ج۳، ص۱۶۹۔۱۶۸ ۲۔ بخاری: رقم ۲۳۹ ۳۔ ترمذی: ۶۸

۳۔حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ :حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :سُئِلَ عَنْ فَأْرَةٍ سَقَطَتْ فِي سَمْنٍ، فَقَالَ :أَلْقُوهَا وَمَا حَوْلَهَا فَاطْرَحُوهُ وَكُلُوا سَمْنَكُمْ۔(۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چوہیا کے متعلق پوچھا گیا، جو گھی میں گر جائے، آپ نے فرمایا: اس چوہیا کو نکال کر پھینک دو اور جو اس کے اردگرد گھی ہے، اس کو بھی پھینک دو اور اپنا گھی کھالو۔

۴۔حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ أَحْمَدُ بْنُ بَكَّارٍ الدِّمَشْقِيُّ مِنْ وَلَدِ بُسْرِ بْنِ أَرْطَاةَ صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَا يُدْخِلْ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يُفْرِغَ عَلَيْهَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ، وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَجَابِرٍ، وَعَائِشَةَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .قَالَ الشَّافِعِيُّ :أُحِبُّ لِكُلِّ مَنِ اسْتَيْقَظَ مِنَ النَّوْمِ قَائِلَةً كَانَتْ أَوْ غَيْرَهَا أَنْ لَا يُدْخِلَ يَدَهُ فِي وَضُوئِهِ حَتَّى يَغْسِلَهَا، فَإِنْ أَدْخَلَ يَدَهُ قَبْلَ أَنْ يَغْسِلَهَا كَرِهْتُ ذَلِكَ لَهُ وَلَمْ يُفْسِدْ ذَلِكَ الْمَاءَ إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَى يَدِهِ نَجَاسَةٌ وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ :إِذَا اسْتَيْقَظَ مِنَ اللَّيْلِ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِي وَضُوئِهِ قَبْلَ أَنْ يَغْسِلَهَا فَأَعْجَبُ إِلَيَّ أَنْ يُهْرِيقَ الْمَاءَ وَقَالَ إِسْحَاقُ :إِذَا اسْتَيْقَظَ مِنَ النَّوْمِ بِاللَّيْلِ أَوْ بِالنَّهَارِ فَلَا يُدْخِلْ يَدَهُ فِي وَضُوئِهِ حَتَّى يَغْسِلَهَا(۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی رات کی نیند سے بیدار ہو تو اپنے ہاتھ کو دو یا تین مرتبہ دھونے سے پہلے برتن میں نہ ڈالے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔ اس باب میں ابن عمر رضی اللہ عنہما، جابر رضی اللہ عنہ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایات منقول ہیں۔ ابو عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا میں ہر نیند سے بیدار ہونے والے کے لئے پسند کرتا ہوں کہ وہ ہاتھ دھونے سے پہلے وضو کے پانی میں نہ ڈالے۔ اور اگر وضو کے پانی میں ہاتھ دھونے سے پہلے ڈالے گا تو یہ مکروہ ہے اور پانی ناپاک نہیں ہوگا بشرطیکہ اس کے ہاتھوں کے ساتھ نجاست نہ لگی ہو، اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب کوئی رات کو بیدار ہو اور ہاتھ پانی میں دھونے سے پہلے ڈال دے تو اس پانی کا بہا دینا بہتر ہے۔ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جب بھی بیدار ہو رات ہو یا دن ہاتھ دھونے سے پہلے برتن میں نہ ڈالے۔

۱۔ بخاری: ۲۳۵ ۲۔ ترمذی: ۲۴

۵۔ وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، أَخْبَرَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي رَزِينٍ، وَأَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيُرِقْهُ ثُمَّ لِيَغْسِلْهُ سَبْعَ مِرَارٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اس برتن کو الٹ دو، اور اس کو سات مرتبہ دھوؤ

۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ، فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی ایک شخص کے برتن میں سے کتا پانی پی لے تو اس برتن کو سات مرتبہ دھوؤ

۷۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طَهُورُ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ إِذَا وَلَغَ فِيهِ الْكَلْبُ أَنْ يَغْسِلَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ أُولَاهُنَّ بِالتُّرَابِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کتا تمہارے کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھوؤ، اور پہلی بار مٹی سے صاف کرو۔

۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا - وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طَهُورُ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِيهِ أَنْ يَغْسِلَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد ﷺ سے متعدد احادیث بیان کیں، ازاں جملہ ایک حدیث یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کتا تمہارے کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھوؤ۔

۹۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ سَمِعَ مُطَرِّفَ بْنَ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ الْمُغَفَّلِ، قَالَ: أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ ثُمَّ قَالَ: مَا بَالُهُمْ وَبَالُ الْكِلَابِ؟ ثُمَّ رَخَّصَ فِي كَلْبِ الصَّيْدِ وَكَلْبِ الْغَنَمِ، وَقَالَ: إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْإِنَاءِ فَاغْسِلُوهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَعَفِّرُوهُ الثَّامِنَةَ فِي التُّرَابِ (۱)

حضرت عبداللہ بن مغفل بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو کتوں کے قتل کرنے کا حکم دیا، پھر فرمایا انہیں کتوں کے قتل کرنے سے کیا ملے گا؟ پھر شکار کرنے کے لیے اور مویشیوں کی حفاظت کے لیے کتے رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا جب کتا برتن میں منہ ڈالے تو اس کو سات مرتبہ دھوؤ اور آٹھویں مرتبہ اس کو مٹی سے دھوؤ۔

۲۔ فقہاء احناف کے ہاں ماء کثیر کا تعین دس در دس ہاتھ (15x15 فٹ) کا بڑا تالاب ہے، جسے اگر ایک طرف سے حرکت دی جائے، تو دوسرے کنارے پر حرکت نہ ہو۔

۱۔ مسلم: ۶۴۸۔ ۶۵۳

۴۵۔ باب تَرْكِ التَّوْقِيتِ فِي الْمَاءِ
پانی میں حد بندی کا نہ ہونا

اس باب میں اس امر کو بیان کیا گیا ہے کہ پانی میں کوئی حد بندی نہیں ہے، نبی کریم ﷺ نے بعض موقعوں پر اسے ترک فرمایا ہے، اس سے پہلے باب میں پانی کی حد بندی کا بیان تھا۔ اس باب کے تحت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے چار احادیث نقل فرمائی ہیں۔

۵۳۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَالَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَامَ عَلَيْهِ بَعْضُ الْقَوْمِ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعُوهُ لَا تُزْرِمُوهُ. فَلَمَّا فَرَغَ دَعَا بِدَلْوٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ قَالَ: أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: يَعْنِي: لَا تَقْطَعُوا عَلَيْهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: گاؤں کے رہنے والے ایک صحابی نے مسجد نبوی ﷺ میں پیشاب (کرنا شروع) کر دیا، بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی طرف بڑھے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اور اس کا پیشاب نہ روکو، جب وہ (پیشاب سے) فارغ ہوا، تو آپ ﷺ نے پانی کا ایک ڈول منگوا کر اس جگہ بہا دیا۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لاتزرموہ کے معنیٰ ہیں: اس کا پیشاب نہ روکو

۱۔ اطراف:

بخاری: ۶۰۲۵، ابن ماجہ: ۵۲۸، السنن الکبریٰ: ۵۱، تقدم: ۳۲۷

۲۔ مطابقت:

بظاہر اس حدیث کے الفاظ میں باب کے عنوان سے مطابقت نہیں ہے، البتہ اس حدیث سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال اس جملہ سے ہے: آپ ﷺ نے پانی منگوا کر پیشاب پر بہا دیا۔ چونکہ ایک ڈول پانی کے بہانے سے پیشاب والی جگہ کا حکم بھی پاکی کا ہوا، اور ایک ڈول پانی کا نجاست میں ملنے سے جگہ پاک ہوگئی، اس سے یہ ثابت ہوا کہ پانی ایک ڈول بھی نجاست کی وجہ سے ناپاک نہیں ہوتا، اس لئے پانی میں حد بندی نہیں ہے، اس استدلال کی بناء پر حدیث کا یہ جملہ باب کے عنوان سے مطابقت رکھتا ہے: آپ ﷺ نے پانی کا ایک ڈول منگوا کر پیشاب والی جگہ بہا دیا۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چار راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ قتیبہ: راجع: ۱

۲۔ حماد: راجع: ۳

۳۔ ثابت:

آپ کا نام ابو محمد ثابت بن اسلم بنانی بصری (م: ۱۲۷ھ) ہے، آپ رواۃ کے چوتھے طبقہ سے ثقہ، عابد، مامون راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت اور زہد و اتقان پر متفق ہیں، آپ سے اڑھائی سو احادیث مروی ہیں، آپ نے چھیاسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۴۔انس: راجع:٦

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ روایت رباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ رباعیات کے اعتبار سے یہ پانچویں (۵) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام رواۃ ثقہ اجل ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی بغلانی اور باقی بصری ہیں۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کوفہ میں وفات پانے والے آخری صحابی رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب سے مشہور تھے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا اور حدثنا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔

٦۔لغات:

اعرابیا: دیہات کا رہنے والا شخص	بال: اس نے پیشاب کیا، مراد ہے پیشاب کرنا شروع کیا
فقام الیه: اس کی طرف لپکے، اس کی طرف جھپٹے	دعوہ: اسے رہنے دو، اسے چھوڑ دو
لاتزرموہ: اس کا پیشاب نہ روکو	دعابدلو: پانی کا ڈول منگوایا
فصبه وعلیه: ڈول پیشاب والی جگہ بہادیا	ماء: پانی حسب علیه: اس پر بہادیا گیا

۵۴۔أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: بَالَ أَعْرَابِيٌّ فِي الْمَسْجِدِ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدَلْوٍ مِنْ مَاءٍ فَصُبَّ عَلَيْهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: دیہات کے رہنے والے صحابی نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیشاب کر دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول پانی کا لانے کا حکم دیا، جسے اس پر بہادیا گیا۔

ا۔اطراف:

بخاری:۲۲۱، مسلم:۲۸۴، احمد:۱۲۰۸۳، تقدم:۵۵

ا۔ i۔تاریخ الثقات، ص۸۹ ii۔الثقات، ج۴، ص۸۹

۲۔مطابقت:

راجع:

۳۔تعارفِ رجال:

اس روایت کی سند میں چار راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں۔

۱۔قتیبۃ :راجع:۱ ۲۔عبیدۃ: راجع:۱۳ ۳۔یحییٰ: راجع:۲۳ ۴۔انس: راجع:۶

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ روایت رباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ رباعیات کے اعتبار سے یہ چھٹی (۶) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ رباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ ترین سند ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی بغلانی، دوسرے کوفی، تیسرے مدنی اور چوتھے بصری ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا اور حدثنا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔لغات:

اترکوہ: اس کو چھوڑ دو فترکوہ: صحابہ نے اسے چھوڑ دیا

۵۵۔أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى الْمَسْجِدِ فَبَالَ فَصَاحَ بِهِ النَّاسُ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اتْرُكُوهُ. فَتَرَكُوهُ حَتَّى بَالَ ثُمَّ أَمَرَ بِدَلْوٍ فَصُبَّ عَلَيْهِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: دیہات کے رہنے والے صحابی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آ کر پیشاب کرنے لگے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہیں ڈانٹنے لگے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے پیشاب کرنے دو، لوگوں نے کرنے دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک ڈول منگوا کر اس پر بہا دیا۔

۱۔اطراف:

مسند احمد:۱۲۱۳۳، السنن الکبریٰ:۵۴، سنن ابوداود:۳۸۰، سنن ترمذی:۱۴۷، سنن ابن ماجہ:۵۳۰، سنن نسائی:۵۶، مسند الحمیدی:۹۳۸، المنتقی:۱۴۱، مسند ابویعلیٰ:۶۰۸۷، صحیح ابن خزیمہ:۲۹۸، سنن بیہقی، ج۲، ص۴۲۸، شرح السنۃ:۲۹۱، مسند احمد:۷۲۵۵

۲۔مطابقت: راجع:۵۳

۳۔تعارفِ رجال:

اس روایت کی سند میں بھی چار راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔سوید بن نصر:

آپ کا نام ابوالفضل الشاہ سوید بن نصر بن سوید مروزی (م:۲۴۰ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، آپ نے نوے سال کی طویل عمر پائی، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۲۔عبداللہ: راجع:۳۶ ۳۔یحیٰ بن سعید: راجع:۲۳ ۴۔انس: راجع:۶

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔خصوصیاتِ سند:

یہ روایت بھی رباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے، رباعیات کے اعتبار سے یہ ساتویں (۷) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ یہ تیسری روایت مسلسل رباعیات میں سے ہے۔
☆ رباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ ترین سند ہے۔
☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔
☆ سند کے پہلے راوی مروزی، تیسرے مدنی اور حضرت انس بصری ہیں۔
☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، انبأ نا، عن، سمعت ایک ایک دفعہ استعمال ہوئے ہیں۔

۶۔لغات:

صاح: چیخنا۔ بلند آواز سے پکارنا   الناس: لوگ مراد صحابہ کرام

۵۶۔أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْوَاحِدِ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْوَلِيدِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَهُ النَّاسُ فَقَالَ: لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعُوهُ وَأَهْرِيقُوا عَلَى بَوْلِهِ دَلْوًا مِنْ مَاءٍ؛ فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ، وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: گاؤں کے رہنے والے ایک صحابی کھڑے ہوئے اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیشاب کرنے لگے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے پکڑنے لگے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہادو، تم آسانی کے لئے بھیجے گئے ہو، نہ کہ تنگی کے لئے۔

۱۔اطراف:

صحیح مسلم:۲۸۴، الرقم المسلسل:۶ ۲۴، صحیح مسلم:۲۸۵، الرقم المسلسل:۶۴۸، نسائی:۵۳، ابن ماجہ:۵۲۸، مصنف ابن ابی شیبہ، ج۸، ص ۲۱۸، سنن دارمی:۲۱۲۰، السنن الکبریٰ للنسائی:۶۸۸۴، مسند ابوعوانہ، ج۵، ص ۳۴۵، صحیح ابن خزیمہ:۲۹۳، صحیح ابن حبان:۱۴۰۱،

۱۔ i۔الثقات، ج۸، ص۲۹۵ ii۔تقریب التہذیب، ج۱، ص ۳۲۸

شرح السنۃ: ۵۰۰، سنن بیہقی، ج۲، ص۴۲۸، مسند احمد، ج۳، ص۱۱۴، ج۳، ص۱۹۱: ۱۲۱۳۲، ج۱۹، ص۱۸۱، مسند احمد: ۱۲۹۸۴۔ ج۲۰، ص۲۹۷، بخاری: ۲۲۰، ۶۱۲۸، احمد: ۷۸۰۴۔ ۷۸۰۵، السنن الکبریٰ: ۵۴، تقدم: ۳۲۸

۲۔مطابقت:

راجع: ۵۳

۳۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

ا۔عبدالرحمٰن بن ابراہیم:

آپ کا نام قاضی ابوسعید عبدالرحمٰن بن ابراہیم بن عمرو بن میمون اموی عثمانی دمشقی (م:۲۴۵ھ) ہے، آپ خیاط کے لقب سے مشہور تھے، آپ آل عثمان کے مولیٰ تھے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، حافظ، متقن راوی ہیں، آپ کی ولادت ۱۷۰ھ ہے، امام بخاری، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۲۔عمر بن عبدالواحد:

آپ کا نام ابوحفص عمر بن عبدالواحد بن قیس سلمی دمشقی (م:۲۰۰ھ) ہے، آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔امام ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۳۔الاوزاعی:

آپ کا نام ابوعمرو عبدالرحمٰن بن عمرو شامی (م:۱۵۷ھ) ہے، آپ امام اوزاعی کے لقب سے مشہور ہیں، آپ فقہ کے امام تھے، آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ، فقیہ، جلیل القدر راوی ہیں۔اہل علم آپ کی ثقاہت وفقاہت اور جلالت علمی وعملی پر متفق ہیں۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔امام ابوزرعہ کے مطابق ان کا اصل وطن سندھ (پاکستان) ہے۔(۳)

۴۔محمد بن الولید:

آپ کا نام قاضی ابوھذیل محمد بن ولید بن عامر زبیدی حمصی (م:۱۴۸ھ) ہے، آپ امام زہری کے خاص تلامذہ میں سے ہیں، آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ، ثابت راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت، فقاہت اور علمیت پر متفق ہیں۔امام ترمذی کے علاوہ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۴)

۱۔ i۔الجرح والتعدیل، ج۵، ص۲۱۱ ii۔تاریخ الثقات، ص۲۸۶

۲۔ i۔طبقات ابن سعد، ج۷، ص۴۷۱ ii۔الثقات، ج۵، ص۱۵۱

۳۔ i۔تاریخ الدارمی، ص۲۲ ii۔تاریخ الثقات، ص۲۹۶

۴۔ i۔سؤالات ابن ابی شیبہ، ص۱۴۹ ii۔تھذیب الکمال، ج۲۶، رقم۵۹۰

۵۔الزہری: راجع:۱

۶۔عبیداللہ بن عبداللہ:

آپ کا نام ابوعبداللہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود ھذلی مدنی (م:۹۴ھ) ہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، ثابت، فقیہ ،تابعی راوی ہیں، آپ سات فقہاء مدینہ میں سے ہیں۔اہل علم آپ کی ثقاہت وفقاہت پر متفق ہیں، البتہ حضرت زید بن ثابت سے سماع میں کلام ہے۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۷۔ابوہریرہ: راجع:۱

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، امام بخاری نے اسے روایت کیا ہے۔

۵۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ روایت سباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سباعیات کے اعتبار سے یہ چوتھی (۴) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے ابتدائی پانچ راوی شامی اور آخری دو مدنی ہیں۔

☆ امام زہری مدنی شامی راوی ہیں۔

☆ امام عبیداللہ بن عبداللہ مدینہ کے فقہاء سبعہ تابعین میں سے ہیں۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سب سے زیادہ احادیث مروی ہیں۔

☆ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے راوی ہیں، جو سندھ کے علاقہ سے تعلق رکھتے تھے۔

☆ اس طرح امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ غالبًا پاکستانی علاقہ سے تعلق رکھنے والے تھے۔

۶۔لغات:

تناول: پہنچنا، مراد زبان سے روکنا۔ اھریقوا: ڈال دو، بہادو۔

بعثتم: تم بھیجے گئے ہو۔ میسرین: آسانی پیدا کرنے والے۔

معسرین: تنگی پیدا کرنے والے۔

۶۔مسائل ونصائح:

☆ اس دیہات کے رہنے والے صحابی کا نام حضرت ذوالخویصرہ رضی اللہ عنہ تھا۔(۲)

۱۔ i۔التاریخ الصغیر، ج۱، ص۲۱۰ ii۔تاریخ ابی زرعۃ، ص۱۶۵ ۲۔ زہر الربی، ج۱، ص۱۰

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی مسجد میں داخل ہوا، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اس اعرابی نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر یہ دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! مجھ پر رحم فرما اور (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ہمارے ساتھ اور کسی پر رحم نہ فرما، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے وسیع چیز کو محدود کر دیا، پھر تھوڑی دیر بعد اس اعرابی نے مسجد کے ایک گوشہ میں پیشاب کر دیا، لوگ اس کو منع کرنے کے لیے اس کی طرف جھپٹے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع کیا اور فرمایا: تم آسانی کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو اور مشکل میں ڈالنے کے لیے نہیں بھیجے گئے، اس کے اوپر ایک ڈول ڈال دو یا فرمایا: پانی کا ایک ڈول ڈال دو۔ (۱)

☆ اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب اس اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگا کر اس جگہ پر بہا دیا۔

علامہ ابوالحسن بن خلف ابن بطال مالکی القرطبی لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ جب زمین پیشاب یا کسی اور نجاست سے نجس ہو جائے، تو اس کو کس طرح پاک کیا جائے گا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوثور رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: کہ وہ پانی کے سوا اور کسی چیز سے پاک نہیں ہوگی، اور انہوں نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

☆ حضرت ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور ابن الحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے، کہ زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے، اور یہی امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے، انہوں نے کہا ہے: کہ دھوپ نجاست کو زائل کر دیتی ہے اور جب اس نجاست کا اثر چلا جائے تو اس زمین پر نماز پڑھ لو اور اس زمین سے تیمم نہ کرو۔

☆ امام الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: کہ اس میں اختلاف ہے کہ کپڑوں اور بدن سے نجاست کس چیز سے زائل ہوگی، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: یہ صرف اس پانی سے زائل ہو سکتی ہے، جس سے وضوء کیا جاتا ہے، اور یہی امام زفر رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور ان کی دلیل یہ آیت ہے:

وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ۝ (۲) ہم نے آسمان سے ایسا پانی نازل کیا ہے، جو پاک کرنے والا ہے۔

☆ انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے، کہ جب اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر پانی کا ایک ڈول بہانے کا حکم دیا، انہوں نے کہا کہ کپڑوں اور بدن کا بھی یہی حکم ہے۔

☆ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے: کہ نجاست کو ہر مائع (رقیق اور بہنے والی) چیز سے زائل کرنا جائز ہے، اور ہر پاک چیز سے آگ سے، دھوپ سے، اور اگر مردار جانور کی کھال دھوپ میں خشک ہو جائے، تو وہ رنگنے کے بغیر پاک ہو جاتی ہے، انہوں نے کہا: کہ خمر (انگور کی شراب) جب سرکہ بن جائے، تو وہ بھی پاک ہو جاتی ہے اور مٹکا بھی پاک ہو جاتا ہے، اور ہم جانتے ہیں کہ خمر بھی نجس تھی اور مٹکا بھی نجس تھا، اس کو سرکہ کے سوا اور کسی چیز نے پاک نہیں کیا۔ (۳)

۱۔ i-ابوداؤد: ۳۸۰ ii-ترمذی: ۱۴۷ ۲۔ الفرقان: ۴۸

۳۔ شرح ابن بطال، ج ۱، ص ۳۳۵

☆ علامہ ابن الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی لکھتے ہیں:

ہماری دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: کہ زمین کا پاک ہونا، اس کا خشک ہونا ہے، اور اس زمین سے تیمم اس لئے جائز نہیں ہے، کہ تیمم کے لئے "صعید طیب" (بہت پاک ہونا) کی شرط قرآن مجید میں منصوص ہے، پس جس کی طہارت صرف حدیث سے ثابت ہے، اس سے تیمم ادا نہیں ہوگا۔ (۱)

☆ علامہ یوسف زیلعی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: صاحب ہدایہ کے نقل کردہ الفاظ کے ساتھ حدیث غریب ہے یعنی غیر معروف ہے، اور اس کا ثبوت نہیں ہے، البتہ دیگر الفاظ کے ساتھ یہ حدیث ثابت ہے۔ (۲)

☆ دیگر الفاظ کے ساتھ احادیث حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ایوب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جب زمین خشک ہو جاتی ہے تو پاک ہو جاتی ہے۔ (۳)

۲۔ حضرت عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، کہ میں نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا، وہ پیشاب کے خشک نشان پر بیٹھے ہوئے تھے، میں نے ان سے کہا (اس کی کیا وجہ ہے؟) انہوں نے کہا: یہ خشک ہو چکا ہے۔ (۴)

۳۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں باب: ۱۳۹ کا یہ عنوان قائم کیا ہے: زمین جب خشک ہو جائے تو اس کا پاک ہونا، اور اس عنوان پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت حمزہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں، میں مسجد میں سوتا تھا، میں نوعمر، کنوارا، نوجوان تھا اور کتے مسجد میں آتے جاتے تھے، اور پیشاب کرتے تھے، اور صحابہ رضی اللہ عنہم اس جگہ کو بالکل نہیں دھوتے تھے۔ (۵)

☆ علامہ عینی نے کہا ہے: کہ یہ احادیث حکماً مرفوع ہیں کہ زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے، کیونکہ جن تابعین نے یہ کہا ہے: کہ زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے، وہ اپنے زمانہ کے مفتی تھے، جیسے ابن الحنفیہ اور ابن قلابہ، اور کسی نے ان کے قول کی مخالفت نہیں کی، تو یہ اجماع کے قائم مقام ہے، اور صاحب ہدایہ نے جو حدیث ذکر کی ہے، وہ روایت بالمعنیٰ ہے۔ (۶)

☆ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی لکھتے ہیں:

نجاست کو پاک کرنا پانی کے ساتھ جائز ہے اور ہر مائع طاہر کے ساتھ بھی جائز ہے، جس سے نجاست کو زائل کرنا ممکن ہو، جیسے سرکہ اور گلاب کا پانی وغیرہ، جن کو نچوڑا جائے تو وہ نچڑ جائے اور یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے، اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ، امام زفر رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: کہ نجاست کو صرف پانی کے ساتھ زائل کرنا جائز ہے، کیونکہ مائع پہلی ملاقات کے ساتھ نجس ہو جائے گا، اور نجس سے طہارت حاصل نہیں ہوتی، البتہ یہ قیاس پانی میں ضرورت کی وجہ سے ترک کر دیا گیا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں کہ مائع چیز نجاست کو اکھاڑ دے گی، اور طہارت نجاست کے زائل ہونے سے حاصل ہو جائے گی۔ (۷)

۱۔ ھدایہ اولین، ص ۴۷
۲۔ نصب الرایہ، ج ۱، ص ۲۷۷
۳۔ i۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۲۵ ii۔ مصنف عبدالرزاق: ۵۱۵۷
۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۲۷
۵۔ سنن ابوداؤد: ۳۸۲
۶۔ البنایہ، ج ۱، ص ۵۲۰
۷۔ ھدایہ اولین، ص ۷۲۔ ۷۱

☆ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

جب زمین پر نجاست لگ جائے، پس اگر زمین سخت ہو تو اس پر پانی بہادیا جائے گا، اور وہ پانی زمین کے اندر چلا جائے گا، جہاں اس کو نچوڑنا ممکن نہیں ہے، اور ظاہر الروایۃ کے مطابق تین دفعہ پانی بہایا جائے گا اور ہر مرتبہ پانی زمین کے اندر چلا جائے گا (جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے)، اور اگر زمین نرم ہو تو زمین کو کھودا جائے گا اور گڑھا کر کے اس پر تین مرتبہ پانی بہادیا جائے گا۔(۱)

☆ نرم زمین کو کھودنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبداللہ بن معقل بن مقرن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اسی قصہ میں ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور اس نے مسجد میں پیشاب کردیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مٹی پر اس نے پیشاب کیا ہے، اس کو کھرچ کر گرادو اور اس جگہ پر پانی بہادو۔(۲)

☆ حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کیا، لوگوں نے اس کو ڈانٹنے کا قصد کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس جگہ کو کھودو اور اس پر پانی کا ایک ڈول ڈال دو، تم تعلیم دو، آسانی کرو اور مشکل میں نہ ڈالو۔(۳) (یہ حدیث مرسل ہے)

☆ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر تم یہ اعتراض کرو کہ تم نے حدیث صحیح کو ترک کر کے حدیث ضعیف اور حدیث مرسل سے استدلال کیا ہے، تو میں کہوں گا کہ ہم نے حدیث صحیح پر اس صورت میں عمل کیا ہے، جب زمین سخت ہو، اور جو حدیث تمہارے زعم میں ضعیف ہے نہ کہ ہمارے نزدیک، اس پر اس صورت میں عمل کیا ہے، جب زمین نرم ہو، اور دونوں حدیثوں پر عمل کرنا، اس سے بہتر ہے، کہ ایک حدیث پر عمل کیا جائے، اور دوسری حدیث کو ترک کردیا جائے، اور رہی حدیث مرسل تو ہمارے نزدیک وہ معمول ہے، اور جو حدیث مرسل پر عمل کو ترک کرتا ہے، وہ اکثر احادیث پر عمل کو ترک کردیتا ہے، اور محدثین کے نزدیک جب دو صحیح مرسل حدیثیں کسی ایک مسند حدیث کے معارض ہوں، تو حدیث مرسل پر عمل کرنا اولیٰ ہے، تو جب حدیث مرسل کا کوئی معارض نہ ہو، تو اس وقت اس پر عمل کرنا زیادہ اولیٰ ہوگا۔(۴)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، ایک اعرابی آیا، پھر وہ کھڑا ہوگیا اور مسجد میں پیشاب کرنے لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اس کو ڈانٹا، کہ رکو، رکو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا پیشاب منقطع نہ کرو، پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو چھوڑ دیا، حتیٰ کہ اس نے پیشاب کرلیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلایا، پس اس سے فرمایا: بے شک یہ مساجد اس پیشاب میں سے کسی چیز کے لئے نہیں بنائی گئیں اور نہ پاخانہ کے لئے، یہ مساجد تو صرف اللہ عزوجل کے ذکر، نماز اور قرآن مجید کی تلاوت کے لئے بنائی گئی ہیں، یا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں سے ایک شخص کو حکم دیا، وہ پانی کا ایک ڈول لے کر آیا اور اس پر بہادیا۔(۵)

اس حدیث میں فرمایا ہے: یہ مساجد اللہ عزوجل کے ذکر کے لئے ہیں، اس میں ذکر سے مراد عام ہے، یہ قرآن کی تلاوت، علم کی کتابوں کو پڑھنے اور پڑھانے، لوگوں کو وعظ کرنے اور نماز پڑھنے، خواہ فرض ہو یا نفل، سب کو شامل ہے لیکن نفل پڑھنا گھر میں افضل ہے، اس کے علاوہ

۱۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۱۸۷

۲۔ i- سنن ابوداؤد: ۳۸۱ ii- سنن بیہقی، ج ۲، ص ۴۲۸ iii- تلخیص الحبیر: ۳۲

۳۔ مصنف عبدالرزاق: ۱۶۶۴ ۴۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۸۷ ۵۔ مسلم: ۲۸۵

دوسرے کام مثلاً دنیاوی باتیں، ہنسنا، بغیر نیت اعتکاف کے مسجد میں ٹھہرنا اور دنیاوی کاموں میں مشغول ہونا، مسجد میں خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی ہیں، ضرورت کی وجہ سے مسجد میں سونا بھی جائز ہے لیکن اس کو عادت نہیں بنانا چاہیے۔ مسجد میں لیٹنا اور ٹانگیں پھیلانا بھی جائز ہے اور مسجد میں پیشاب، پاخانہ کرنا اور دیگر مسجد کے احترام کے منافی کام کرنا حرام ہیں، برائی سے روکنا لازم ہے، اس لیے صحابہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھے بغیر اس اعرابی کو مسجد میں پیشاب کرنے پر ڈانٹنے لگے۔

☆ نبی ﷺ نے صحابہ کو منع کیا کہ اس کے پیشاب کو منقطع مت کرو، کیونکہ مسجد میں پیشاب کرنا بھی ایک برا کام ہے، اور اس کا پیشاب منقطع کردینے سے جو اس کو مرض پیدا ہوتا اور اس کو ضرر ہوتا، وہ اس سے زیادہ برا کام تھا، تو آپ ﷺ نے زیادہ برائی سے بچنے کے لیے کم برائی کو برداشت کرنے کا حکم دیا، مسجد کو گندگی سے بچانا بھی ایک نیکی ہے اور اس اعرابی کو ضرر سے بچانا، اس سے بڑی نیکی ہے، اس لیے آپ نے چھوٹی نیکی کے مقابلہ میں بڑی نیکی کے حصول کا حکم دیا، جب کہ مسجد کی صفائی تو بعد میں پانی بہا کر بھی حاصل ہو سکتی تھی۔ (۱)

☆ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مسجد میں پانی بہانے کی کیا ضرورت تھی، جب وہ پیشاب دھوپ اور ہوا سے خشک ہو جاتا، تو مسجد پاک ہو جاتی ؟اس کا جواب یہ ہے: کہ دھوپ سے خشک ہونے تک مسجد کا وہ حصہ ناپاک رہتا۔ نبی ﷺ نے فوراً پانی بہانے کا حکم اس لیے دیا تاکہ مسجد کی طہارت جلد حاصل ہو۔ (۲)

☆ دیہاتی اور احکام شرعیہ سے ناواقف شخص کو نرمی سے مسئلہ بتانا چاہیے، اور اس پر سختی نہیں کرنی چاہیے، اس لیے آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اسے ڈانٹنے سے منع فرمایا اور جب وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا تو فوراً پانی بہانے کا حکم دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد کو فوراً پاک کرنے سے مانع اس کا پیشاب میں مشغول ہونا تھا، اور جب وہ مانع زائل ہو گیا، تو آپ نے مسجد کو پاک کرنے کا حکم دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی خرابی کو دور کرنے سے اگر کوئی چیز مانع ہو تو اس مانع کے زائل ہوتے ہی اس خرابی کو دور کرنا چاہیے۔ (۳)

☆ اس حدیث کا مکمل متن ''سنن ابوداؤد'' اور ''سنن ترمذی'' میں ہے:

☆ اس حدیث مبارکہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا ہے: تم آسانی کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو اور مشکل میں ڈالنے کے لیے نہیں بھیجے گئے ہو، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے بھیجا تھا اور صحابہ کو نہیں بھیجا تھا، اس کا جواب یہ ہے، کہ صحابہ نبی ﷺ کی اقتداء کرنے والے تھے اور نبی ﷺ کی ہدایت اور آپ ﷺ کی سیرت پر عمل کرنے والے تھے، تو مجازاً ان کو بھی فرمایا: کہ تم آسانی کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو، کیونکہ صحابہ تبلیغ کرنے میں رسول اللہ ﷺ کے قائم مقام تھے، یا اس لیے کہ نبی ﷺ صحابہ کو تبلیغ کرنے کا حکم دیتے تھے اور ان کو تبلیغ کرنے کے لیے بھیجتے تھے، گویا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے بھیجے گئے تھے اور صحابہ کرام، رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ (۴)

☆ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء دین اور مفتیان کرام کو دین کے آسان احکام بیان کرنے چاہئیں اور مشکل احکام نہیں بیان کرنے چاہئیں، مثلاً جب یہ کہا جائے گا کہ ایلو پیتھک دواؤں سے علاج کرنا اور ضرورت کے وقت ایک آدمی کا خون دوسرے آدمی میں منتقل کرنا جائز نہیں ہے، تو یہ لوگوں کو مشکل میں ڈالنا ہے، اس لیے اپنے زمانہ کے حالات اور عرف پر نظر رکھنی چاہیے اور آسان احکام بیان کرنے چاہئیں۔ (۵)

۱۔ نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۶۶۲ ۲۔ ایضاً ۳۔ ایضاً

۴۔ نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۶۶۴ ۵۔ ایضاً

☆ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مسجد ناپاک ہو جائے تو اس کو فوراً دھو کر صاف کر لینا چاہئے۔ نیز یہ کہ کسی شخص کو برائی سے روکنے کے لئے نرمی سے کام لینا چاہئے، نیز دو خرابیوں کے مقابلہ میں اگر ایک خرابی کم درجہ کی ہو تو اس کو قبول کر لینا چاہئے کیونکہ جس وقت وہ اعرابی پیشاب کر رہا تھا اگر اس کو روکنے کی کوشش کی جاتی تو پیشاب اس کے کپڑوں پر گرتا یا مسجد کے دوسرے حصوں پر گرتا، اور اگر زبردستی روک دیا جاتا تو اس کے بیمار ہونے کا خطرہ تھا جب کہ مسجد کا کچھ حصہ اس کی پیشاب کرنے کی وجہ سے نجس ہو ہی چکا تھا۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک اعرابی آیا اور اس نے کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنا شروع کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے کہا ٹھہر جا، ٹھہر جا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پیشاب کرنے سے مت روکو، اس کو پیشاب کرنے دو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو چھوڑ دیا، جب اس نے پیشاب کر لیا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے پاس بلایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ مساجد پیشاب اور دیگر نجاست سے آلودہ کرنے کے لائق نہیں یہ اللہ پاک کے ذکر اور نماز اور تلاوت قرآن کے لئے ہیں، پھر صحابہ میں سے ایک آدمی کو پانی کا ڈول لانے کا حکم دیا وہ شخص پانی کے ڈول کو لایا اور اس نے اس پر پانی بہایا۔

☆ زمین سے نجاست کا اثر زائل ہونے سے اس کے پاک ہونے کا بیان:

مسلم کی حدیث نمبر ۵۶۷ میں ہے ایک دیہاتی مسجد میں آ کر پیشاب کرنے لگا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو منع کرنے لگے، نبی صلوٰت اللہ علیہ وسلامہ نے فرمایا اس کو پیشاب کرنے سے نہ روکو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک ڈول منگا کر اس جگہ ڈال دیا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ زمین پر کوئی نجاست لگ جائے تو اگر اس پر پانی بہا دیا جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے اور بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ زمین پر جب نجاست لگ جائے اور وہ دھوپ یا ہوا سے خشک ہو جائے تو وہ زمین پاک نہیں ہوتی، یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث میں پانی کا ذکر اس لئے ہے کہ مسجد کو پاک کرنے میں جلدی کرنا واجب ہے اور زمین کو خشک ہونے کے لئے چھوڑنے سے اس واجب کی ادائیگی میں تاخیر ہوتی۔ (۱)

☆ مساجد میں دنیاوی کاموں اور سونے کا حکم:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مساجد صرف اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے ذکر، نماز اور تلاوت قرآن کے لئے ہیں۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لفظ ذکر عام ہے، یہ قرآن مجید کی تلاوت، علوم دینیہ کے پڑھنے اور لوگوں کو وعظ کرنے کو شامل ہے اور نماز بھی عام ہے یہ فرائض اور نوافل دونوں کو شامل ہے لیکن نوافل کو گھر میں پڑھنا افضل ہے، اس کے علاوہ مسجد میں دنیاوی باتیں، ہنسنا، بغیر نیت اعتکاف کے مسجد میں بیٹھنا، اور دنیاوی امور میں مشغول ہونا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مباح نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ مسجد میں عبادت کے لئے بیٹھنا، علوم دینیہ پڑھنے کے لئے یا درس اور وعظ سننے کے لئے یا نماز کے انتظار کے لئے اور اس نوع کی دیگر عبادت کے لئے۔ بیٹھنا مستحب ہے اور اس پر ثواب ملے گا، اور ان کے علاوہ باقی کاموں کے لئے مسجد میں بیٹھنا مباح ہے، لیکن ان کا ترک اولیٰ ہے۔

۱۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۱۲۶

☆ مسجد میں سونے کے متعلق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اور امام ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابن المسیب حسین رحمۃ اللہ علیہ ،عطاء اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد میں سونے کی رخصت دی ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا مسجد کو سونے کی جگہ نہ بناؤ اور ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ مسجد میں سونے میں کوئی حرج نہیں ہے، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مسجد میں سونا مکروہ ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مسافروں کے لئے مسجد میں سونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور مقیم کے لئے میں اس کو درست نہیں سمجھتا، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اگر مسافر یا اس کی طرح کوئی شخص ہو تو مسجد میں سونے میں کوئی حرج نہیں ہے اگر اگر وہاں عادۃً دو پہر اور رات کے سونے کو معمول بنالیا جائے تو یہ جائز نہیں ہے، اور یہی اسحاق کا قول ہے، یعمری نے کہا جو فقہاء مسجد میں سونے کی اجازت دیتے ہیں، وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور اہل الصفۃ ، ہاروانی عورت، عرنیہ، ثمامہ بن اثال اور صفوان بن امیہ کے مسجد میں سونے سے استدلال کرتے ہیں اور احادیث صحیحہ مشہورہ میں ان کے سونے کا ذکر ہے۔(۱)

☆ علامہ غلام رسول سعیدی کی رائے یہ ہے کہ اس سلسلہ میں امام احمد کا قول صحیح ہے، کیونکہ احادیث میں جن حضرات کے سونے کا ذکر ہے، ان کا کبھی کبھی سونا ثابت ہے، ان لوگوں نے مسجد کو سونے کا اڈا نہیں بنایا تھا۔(۲)

۷۔خلاصہ:

☆ اس دیہات کے رہنے والے صحابی کا نام حضرت ذوالخویصرہ رضی اللہ عنہ تھا، بعض نے نام ذوالخویصرہ لکھا ہے، جو کہ صحیح نہیں ہے۔

☆ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں سبقت کرنی چاہیے۔

☆ صحابہ کرام کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اعرابی کو منع کرنے کے لئے آپ سے پوچھے بغیر دوڑنا، آپ پر سبقت نہیں تھا، کیونکہ شارع علیہ السلام کی طرف سے ان کو برائی کو مٹانے کی عام اجازت تھی اور اب الگ اجازت لینے کی ضرورت نہ تھی۔

☆ اس حدیث میں اھون البلیتین پر عمل ہے، مسجد کو پیشاب سے نجس کرنا بھی ایک بلاء ہے، اور کسی شخص کا پیشاب منقطع کردینا، جس میں اس کے بیمار ہونے کا خدشہ ہو، اس سے بڑی بلا ہے، اس لیے بڑی بلا کے مقابلہ میں چھوٹی بلا کو برداشت کرنے کا حکم دیا، اور پیشاب سوکھنے کا انتظار کی بجائے مسجد کو دھونے کا حکم دیا، تاکہ فوری اور قوی طہارت حاصل ہو۔

☆ جاہل شخص کو آسانی کے ساتھ احکام کی تعلیم دینی چاہیے، اور شفقت سے پیش آنا چاہیے۔

☆ مانع کے زوال کے بعد ازالہ فساد میں جلدی کرنی چاہیے، کیونکہ جیسے ہی اعرابی پیشاب سے فارغ ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے دھونے کا حکم دیا۔(۳)

☆ مسجد میں وضو کرنا مکروہ ہے، البتہ وضو کے لیے مسجد میں کوئی الگ جگہ بنالی جائے تو صحیح ہے۔

☆ مسجد میں جانوروں، پاگلوں اور نا سمجھ بچوں کا بغیر کسی اہم مقصد کے داخل کرنا مکروہ ہے، کیونکہ ان کی وجہ سے مسجد کی پاکیزگی کا برقرار رہنا مشکل ہے، البتہ یہ حرام نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل بیان جواز اور حصول

۱۔ عمدۃ القاری، ج۳، ص ۱۲۷۔۱۲۶ ۲۔ شرح صحیح مسلم، ج۱، ص ۹۶۲۔۹۶۴

۳۔ عمدۃ القاری، ج۳، ص ۱۲۷

اقتداء کے لیے تھا۔

☆ مسجد میں نجاست کو داخل کرنا حرام ہے، اور جس شخص کے بدن پر نجاست ہو اور اس نجاست سے مسجد کے ملوث ہونے کا خدشہ ہو، اس کا مسجد میں داخل ہونا بھی جائز نہیں ہے، اور مسجد میں بغیر کسی برتن کے فصد لگوانا حرام ہے، اور برتن میں فصد لگوانا مکروہ ہے۔

☆ چونکہ مسجد میں جنازہ کو داخل کرنے سے مسجد کے ملوث بالنجاست ہونے کا خدشہ ہے، اسی لیے فقہاء احناف نے مسجد میں جنازہ رکھنے کو مکروہ کہا ہے، البتہ جنازہ مسجد سے باہر ہو تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔

☆ مسجد میں لیٹنا، پیر پھیلانا، انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا جائز ہے، کیونکہ یہ تمام امور احادیث صحیحہ مشہورہ میں رسول اللہ ﷺ کے افعال سے ثابت ہیں۔

☆ مسجد کو نجاست، گھناؤنی چیزوں مثلاً ناک، تھوک وغیرہ اور تکلیف دہ چیزوں مثلاً کانٹے، شیشہ کے ٹکڑوں وغیرہ سے پاک اور صاف رکھنا چاہیے، بلند آواز سے باتیں کرنے، خرید و فروخت اور دیگر دنیاوی کاموں سے مسجد کو بچانا چاہیے۔(۱)

۴۶۔ باب الْمَآءِ الدَّائِمِ ــ ٹھہرے ہوئے پانی کا بیان

دائم ٹھہرے ہوئے پانی کو کہتے ہیں، یعنی جو جاری نہ ہو، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں ٹھہرے ہوئے پانی سے متعلق دو احادیث تین طرق سے بیان کی ہیں۔ اس باب میں ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرنے کا بیان ہے، اس سے پہلے باب میں پانی کی حد بندی نہ ہونے کا بیان تھا۔

۵۷۔ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَنْبَأَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ، ثُمَّ يَتَوَضَّأُ مِنْهُ قَالَ: عَوْفٌ: وَقَالَ: خِلَاسٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے، پھر اس سے وضو کرے۔ حضرت عوف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت خلاس رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی حدیث بیان فرمائی ہے۔

۱۔ اطراف:

بخاری ۲۳۹، مسلم: ۲۸۲، احمد: ۷۵۲۹، ۷۶۰۷، ۹۱۲۶، السنن الکبریٰ: ۵۵، ۶۵

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:
تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے۔

۱۔ شرح مسلم، ج ۱، ص ۱۳۹

۳۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔اسحاق بن ابراھیم: راجع:۲ ۲۔عیسیٰ بن یونس: راجع:۸

۳۔عوف:

آپ کا نام ابوسہل عوف بن ابی جمیلہ اعرابی عبدی بصری (م:۱۴۶ھ) ہے، آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، صدوق، صالح، کثیرالحدیث راوی ہیں، البتہ قدریہ اور تشیع کی طرف مائل تھے، آپ نے چھیاسی سال کی عمر میں وفات پائی، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۴۔محمد:

آپ کا نام ابوبکر محمد بن سیرین انصاری بصری (م:۱۱۰ھ) ہے، آپ امام ابن سیرین کے لقب سے مشہور ہیں، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، ثابت، فقیہہ، مامون، کثیرالعلم، تابعی راوی ہیں۔ آپ کی فقاہت، ثقاہت، زہدوتقویٰ پر اہل علم متفق ہیں، بلکہ آپ اپنے وقت کے تعبیر الرویاء کے بہت بڑے امام تھے، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ نے کبھی روایت بالمعنیٰ نہیں کی، بلکہ ہمیشہ روایت باللفظ کرتے۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۵۔خلاس:

آپ کا نام خلاس بن عمرو ہجری بصری ہے۔ آپ رواۃ کے دوسرے طبقہ سے ثقہ، صالح، تابعی راوی ہیں۔ البتہ مرسل روایات کرتے ہیں، حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے۔(۳)

۵۔ابوہریرہ: راجع:۱

۶۔حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۷۔خصوصیات سند:

☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے لحاظ سے یہ تیئیسویں (۲۳) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ یہ سند مروزی (اسحاق)، کوفی (عیسیٰ)، بصری (عوف، ابن سیرین)، خلاص اور مدنی (حضرت ابوہریرہ) رواۃ کے درمیان ہے۔

۱۔ i۔العلل، ج۱، ص۱۴۴ ii۔الجرح والتعدیل، ج۷، ص۱۵

۲۔ i۔تاریخ الدوری، ج۲، ص۲۵۰ ii۔العلل، ج۲، ص۵۹

۳۔ i۔الکامل، ج۳، ص۶۷ ii۔الجرح والتعدیل، ج۳، ص۴۰۲

☆ یہ روایت حضرت عوف رحمۃ اللہ علیہ نے دو تابعی شیوخ حضرت محمد بن سیرین اور حضرت خلاص رحمۃ اللہ علیہ سے سماعت کی، دونوں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، اس لیے دونوں شیوخ کا نام ذکر دیا۔

☆ سند سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عوف رحمۃ اللہ علیہ نے بیک وقت اپنے تلامذہ سے دونوں شیوخ کی سند سے روایت بیان کی ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، انبانا، حدثنا ایک ایک دفعہ جبکہ عن دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۵۔لغات:

الدائم :ٹھہرا ہوا، رکا ہوا، کھڑا ہوا، جو جاری نہ ہو۔

۵۸۔أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ :حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَتِيقٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ، ثُمَّ يَغْتَسِلُ مِنْهُ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ :كَانَ يَعْقُوبُ لَا يُحَدِّثُ بِهَذَا الْحَدِيثِ إِلَّا بِدِينَارٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے، پھر اس سے غسل کرے۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت یعقوب بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث مبارکہ دینار لیے بغیر بیان نہیں کرتے تھے۔

۱۔اطراف:

احمد:۹۵۲۹،۷۶۰۷، السنن الکبریٰ:۵۷ تحفۃ الاشراف:۱۴۵۷۹

۲۔مطابقت:

باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث مبارکہ کے اس ابتدائی جملہ میں ہے:

تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے۔

۳۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔یعقوب بن ابراہیم: راجع:۲۲

۲۔اسماعیل: راجع:۱۹

۳۔یحییٰ بن عتیق:

آپ کا نام یحییٰ بن عتیق طفاوی ہے، آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں۔شیخین، امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔البتہ امام بخاری نے تعلیق بیان کی ہے۔(۱)

۴۔محمد بن سیرین: راجع:۵۷ ۵۔ابو هريرة: راجع:۱

۱۔ i۔تاریخ الدارمی، ص۲۰۳ ii۔العلل، ج۱، ص۱۳۶

۴۔ حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔ خصوصیاتِ سند:

☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ چوبیسویں (۲۴) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ یہ سند بغدادی (یعقوب)، بصری (اسماعیل، یحییٰ، محمد) اور مدنی (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) راویوں کے درمیان ہے۔

☆ حضرت یعقوب بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث مبارکہ ایک دینار لے کر بیان فرماتے تھے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، حدثنا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوئے ہیں۔

۶۔ مسائل ونصائح:

☆ ان دونوں احادیث کی اکثر ابحاث حدیث نمبر باون (۵۲) کے تحت گزر چکی ہیں۔

☆ حدیث نمبر اٹھاون (۵۸) کے آخر میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے: کہ حضرت یعقوب بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث مبارکہ دینار لیے بغیر بیان نہیں فرماتے تھے، اس سے تعلیم حدیث اور دیگر علوم دینیہ کی تعلیم پر اجرت لینے کا جواز ثابت ہوتا ہے، اس بارے میں مزید ابحاث درج ذیل ہیں:

☆ حَدَّثَنِي سِيدَانُ بْنُ مُضَارِبٍ أَبُو مُحَمَّدٍ الْبَاهِلِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ الْبَصْرِيُّ هُوَ صَدُوقٌ يُوسُفُ بْنُ يَزِيدَ الْبَرَّاءُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ الْأَخْنَسِ أَبُو مَالِكٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ :أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرُّوا بِمَاءٍ، فِيهِمْ لَدِيغٌ أَوْ سَلِيمٌ، فَعَرَضَ لَهُمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَاءِ، فَقَالَ: هَلْ فِيكُمْ مِنْ رَاقٍ؟ إِنَّ فِي الْمَاءِ رَجُلًا لَدِيغًا أَوْ سَلِيمًا، فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِنْهُمْ، فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلَى شَاءٍ، فَبَرَأَ، فَجَاءَ بِالشَّاءِ إِلَى أَصْحَابِهِ فَكَرِهُوا ذَلِكَ وَقَالُوا :أَخَذْتَ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ أَجْرًا، حَتَّى قَدِمُوا الْمَدِينَةَ فَقَالُوا :يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخَذَ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ أَجْرًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللَّهِ(۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سیدان بن مضارب ابو محمد الباہلی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو معشر البصری نے حدیث بیان کی، اور وہ بہت صادق ہیں، یوسف بن یزید البراء انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ الاخنس ابو مالک نے حدیث بیان کی، از ابن ابی ملیکہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے چند لوگ ایک پانی کے گھاٹ کے پاس سے گزرے، ان گھاٹ والوں میں ایک شخص وہ تھا جس کو بچھو یا سانپ نے ڈنگ لگایا ہوا تھا، پھر ان کے پاس اس پانی کے گھاٹ کے لوگوں میں سے ایک مرد آیا اور کہا: کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے؟ کیونکہ اس پانی میں ایک مرد ہے جس کو بچھو یا سانپ نے کاٹ لیا ہے، پس صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک مرد ان کے ساتھ اس شخص کے پاس گیا اور اس پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر چند بکریوں کے عوض دم کیا، پس وہ مرد ٹھیک ہو گیا، پھر وہ بکریاں لے

۱۔ بخاری: ۵۷۳۷

کر اپنے اصحاب کے پاس آئے، تو اصحاب نے اس بات کو ناپسند کیا اور کہا: تم نے کتاب اللہ تعالیٰ پر اجرت لی ہے، حتیٰ کہ وہ مدینہ آ گئے، پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! اس شخص نے کتاب اللہ تعالیٰ پر اجرت لی ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو، ان میں سے زیادہ اجرت کے مستحق اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔

☆ صاحب التوضیح یعنی علامہ ابن ملقن شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اس حدیث میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف حجت ہے، کیونکہ وہ تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو منع کرتے ہیں۔

☆ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس شخص کو حدیث کے معانی کا ذوق ہو، وہ ایسا کلام نہیں کرے گا جس کا کوئی معنیٰ نہیں ہے۔ اور اس حدیث کا وہ معنیٰ نہیں ہے، جو ابن ملقن نے سمجھا ہے، حتیٰ کہ اس کے ساتھ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر رد کریں، اس کا معنیٰ صرف یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کرنے کی اجرت لینے یا اس کے علاوہ قرآن مجید کی آیتوں کو پڑھ کر دم کرنے کی اجرت لینے کا زیادہ استحقاق ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس سے منع نہیں کرتے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو منع کرتے ہیں، اور تعلیم قرآن اور چیز ہے، اور دم کرنا اور چیز ہے۔ علاوہ ازیں تعلیم قران پر اجرت لینے سے منع کرنے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ منفرد نہیں ہیں، بلکہ حضرت عبداللہ بن شقیق رحمۃ اللہ علیہ، حضرت اسود بن ثعلبہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابراہیم النخعی رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن زید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شریح القاضی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حسن بن حی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور اس معترض نے جو ان اکابر فقہاء میں سے صرف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اعتراض کا نشانہ بنایا، اس سے اس کے تعصب کی بو آتی ہے۔ اور ان اکابر نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ از عبدالرحمٰن بن شبل روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: کہ قرآن کا علم حاصل کرو اور اس میں غلو نہ کرو، اور نہ اس سے بے وفائی کرو، اور نہ اس کو کھانے کا ذریعہ بناؤ، یعنی قرآن کے عوض دنیا کا مال حاصل نہ کرو، اور اس سے مال میں کثرت حاصل نہ کرو۔ (۱)

☆ فقہاء متقدمین تعلیم قرآن پر اجرت لینے سے منع کرتے تھے، لیکن بعد میں متاخرین فقہاء نے یہ دیکھا: کہ اگر تعلیم قرآن پر اجرت نہ لی جائے، تو کوئی شخص بغیر معاوضہ کے قرآن کی تعلیم نہیں دے گا، اور اس طرح لوگوں سے قرآن مجید کا علم جاتا رہے گا۔

☆ متعدد احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ کی رو سے قرآن مجید کی تعلیم، امامت، قضاء، جہاد اور دیگر عبادات پر اجرت لینا جائز ہے، اور بعض احادیث اور آثار میں اس کی ممانعت بھی ہے، ہم نے غور کیا تو اس کی ممانعت کی تین وجہیں معلوم ہوئیں:

اولاً: یہ کہ اگر کسی ایک شخص کے علاوہ اور کوئی شخص اس عبادت کے لیے موجود نہ ہو، تو اس پر عبادت کا کرنا بطور فرض متعین ہو جائے گا، اور اس کا اس عبادت پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ ممانعت کی حدیث مانگنے اور سوال کرنے پر محمول ہے، اور سوال کیے بغیر لینا جائز ہے۔

۱۔ عمدۃ القاری، ج ۲۱، ص ۳۹۲۔۳۹۳

تیسری وجہ: یہ ہے کہ ممانعت کی احادیث اس پر محمول ہیں کہ اجرت کی شرط لگائی جائے، اور اگر بغیر پیشگی شرط کے اجرت دی جائے، تو پھر اجرت دینا جائز ہے۔(۱)

☆ حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف زیلعی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہمارے فقہاء میں سے علامہ ابو سعید الاصطخری کا مذہب یہ ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے بشرطیکہ معلم پر تعلیم قرآن فرض عین نہ ہو، اور جس شخص پر تعلیم قرآن فرض عین ہو، اس کے لیے اجرت لینا جائز نہیں ہے، اور احادیث و آثار کے اختلاف کا یہی محمل ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: کہ وہ معلمین کو وظیفہ دیتے تھے، حضرت ابراہیم بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض عاملوں کو خط لکھا: کہ تعلیم قرآن پر لوگوں کو اجرت دو۔(۲)

☆ دوسری توجیہ یہ ہے کہ قرآن مجید پڑھ کر بھیک مانگنا اور سوال کرنا منع ہے، کیونکہ امام بیہقی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

حضرت حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا ایک قصہ گو کے پاس سے گزر ہوا، اس نے قرآن مجید پڑھا، پھر لوگوں سے سوال کیا، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا: "انا للہ وانا الیہ راجعون" اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے قرآن مجید پڑھا، وہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے سوال کرے، کیونکہ عنقریب ایک ایسی قوم آئے گی، جو قرآن مجید پڑھ کر اس کے ذریعہ لوگوں سے سوال کرے گی۔(۳)

☆ تیسری توجیہ ہم نے یہ ذکر کی ہے کہ ممانعت کی احادیث اجرت کی شرط لینے پر محمول ہیں، اور اگر بغیر شرط کے اجرت لی جائے، تو پھر جائز ہے۔

امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں: حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سوال کیا گیا کہ: جو معلم اجرت لے، تو اس کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا: اگر وہ بغیر شرط کے اجرت لے، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت معمر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں۔(۴)

☆ امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ معلم کوئی شرط نہ لگائے، پھر اگر اس کو کوئی چیز دے تو اس کو قبول کرلے۔

☆ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جو لوگ طلباء کو تعلیم دینے کے لیے ملازمت کرتے ہیں، وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہیں، کیونکہ وہ محض تعلیم کی اجرت نہیں لیتے، بلکہ وہ جو صبح سے شام تک اپنے گھر سے علیحدہ ہو کر، اور اپنا کاروبار معاش چھوڑ کر طلباء پر محنت اور جانفشانی کرتے ہیں، وہ اس محنت کا مشاہرہ لیتے ہیں، البتہ جو شخص جگہ اور وقت کے تقرر کے بغیر محض قرآن، حدیث اور فقہ کی تعلیم کی اجرت لے تو وہ جائز نہیں ہے، اور امامت، خطاب اور اذان کی اجرت میں فقہاء کا اختلاف ہے، بعض علماء کہتے ہیں: کہ ان کی اجرت ناجائز ہے، کیونکہ یہ عبادات ہیں، اور اجرت لینے کے بعد عبادت کا ثواب نہیں رہتا۔ بعض علماء کہتے ہیں: کہ یہ جائز ہے، کیونکہ یہ اجرت ان عبادات کی نہیں، بلکہ مقام اور وقت کی خصوصیت کی اجرت ہے۔ (کیونکہ مثلاً مسجد کی انتظامیہ اس وقت امام کو تنخواہ دے گی جب وہ مسجد میں آکر امامت کرائے، اور ان کے نظام الاوقات کے مطابق امامت کرائے، اور اگر وہ اپنے گھر

۱۔ نعمۃ الباری، ج ۱۲، ص ۱۶۱ ۲۔ نصب الرایہ، ج ۴، ص ۱۳۷ ۳۔ شعب الایمان، ج ۲، ص ۵۳۴۔۵۳۳
۴۔ مصنف عبدالرزاق، ج ۸، ص ۱۱۴

میں اپنے مقرر کردہ وقت پر نماز پڑھائے، تو اس کو مسجد کی انتظامیہ تنخواہ نہیں دے گی) اور یہ خصوصیت عبادت میں داخل نہیں ہے، اس لیے یہ اجرت جائز ہے۔ (۱)

☆ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہمارے بعض مشائخ نے اس زمانہ میں تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو مستحسن کہا ہے، کیونکہ اب امور دینیہ میں سستی ہو گئی ہے، اور اس کو ناجائز کہنے سے قرآن مجید کو حفظ کرنا ضائع ہو جائے گا، اور فتویٰ اسی قول پر ہے۔ (۲)

☆ علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

متقدمین فقہاء نے تعلیم کی اجرت کو اس لیے مکروہ کہا تھا: کہ معلمین کو بیت المال سے عطیات ملتے تھے، اور ان عطیات کی وجہ سے وہ اپنی معاشی ضروریات میں مستغنی تھے، اور وہ لوگ محض ثواب کے لیے تعلیم دینے میں رغبت رکھتے تھے، اور یہ چیز اب باقی نہیں ہے، امام ابو عبداللہ الخیز اخزی نے کہا: کہ ہمارے زمانہ میں امام، مؤذن اور معلم کے لیے اجرت لینا جائز ہے، اسی طرح ذخیرہ میں ہے۔ (۳)

☆ ملا نظام الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جب مدت مقرر کر لی جائے تو مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن پر اجرت طلب کرنے کو جائز کہا ہے، اور انہوں نے فتویٰ دیا ہے کہ مشاہرہ دینا واجب ہے، اور جب اجرت پر نہ رکھا جائے، تو انہوں نے فتویٰ دیا ہے کہ اس وقت عرف اور رواج کے مطابق اجرت دینا واجب ہے، اسی طرح محیط میں ہے، انہوں نے کہا: کہ بچہ کے والد کو طے شدہ مشاہرہ دینے پر مجبور کرنا مستحسن ہے، شیخ ابوبکر محمد بن فضل رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے تھے: کہ اجرت پر رکھنے والے کو اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا، اور اس کو قید کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا: اسی قول پر فتویٰ ہے۔ اسی طرح فقہ وغیرہ کی تعلیم پر بھی اجرت طلب کرنا جائز ہے، ہمارے زمانہ میں انہی مشائخ کے قول پر فتویٰ دینا مختار ہے، اسی طرح فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔ (۴)

☆ علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس زمانہ میں تعلیم قرآن، تعلیم فقہ، امامت اور اذان پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ ہے، اور اجرت پر رکھنے والے کو اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا۔ (۵)

☆ شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: بے شک جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو، ان میں سب سے زیادہ اجرت کی مستحق اللہ تعالیٰ ﷻ کی کتاب ہے۔

☆ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید پڑھنے پر اجرت لینا جائز ہے، اور اجرت لینے کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ اول: یہ کہ صرف قرآن پڑھنے کی اجرت لی جائے، یہ حرام اور ناجائز ہے۔

۲۔ ثانی: یہ کہ تعلیم پر اجرت لی جائے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ تعلیم عمل مشقت ہے، اور اس میں مہارت کی ضرورت ہے، لہٰذا اس کا عوض لینا جائز ہے۔

۱۔ تفسیر عزیزی (مترجم)، ج ۱، ص ۳۴۲ ۲۔ ھدایہ اخیرین، ص ۳۰۳ ۳۔ عنایہ علی ہامش فتح القدیر، ج ۸، ص ۴۱-۴۰

۴۔ فتاویٰ عالمگیری، ج ۴، ص ۴۴۸ ۵۔ درمختار علی ہامش ردالمحتار، ج ۵، ص ۴۶

☆ اگر کسی مریض پر قرآن پڑھا تا کہ وہ مریض تندرست ہو جائے، تو اس پر بھی اجرت لینا جائز ہے، کیونکہ یہ بہ منزلہ دوا ہے، اور یہ محض تلاوت نہیں ہے، بلکہ ایسی تلاوت ہے جس سے اس کو فائدہ ہوتا ہے، جس پر تلاوت کی جائے۔(۱)

☆ تعلیم حدیث پر اجرت لینے کے بارے میں اہل علم میں اختلاف ہے: بعض کے نزدیک اجرت لینا جائز نہیں اور بعض اسے جائز سمجھتے ہیں۔خصوصاً جب محدث تدریس حدیث کے علاوہ کوئی دوسرا کام نہ کرے۔یعقوب دورقی کے نزدیک اس پر اجرت لینا جائز ہے، اس لیے وہ یہ حدیث بیان کرنے پر اجرت لیتے تھے۔اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان: (ان احق ما آخذتم عليه اجرا كتاب الله) بے شک جن چیزوں پر تم اجرت لے سکتے ہو، ان میں سب سے زیادہ اس کی مستحق اللہ تعالیٰ ﷻ کی کتاب ہے۔' صحیح البخاری: ۵۷۳۷) سے بھی اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا ضرورت کے پیش نظر تدریس حدیث پر اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں۔لیکن بلا ضرورت اور کشائش کے باوجود اس کی حرص وطمع رکھنا اخلاص کے منافی ہے۔لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔واللہ تعالیٰ ﷻ اعلم۔

۶۔خلاصہ:

☆ ٹھہرے ہوئے پانی میں بول و براز نہیں کرنا چاہیے۔

☆ بول و براز سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے، اگر وہ دس در دس (دہ در دہ) ہاتھ سے کم ہو۔

☆ بول و براز سے پانی کا رنگ، بو اور ذائقہ بھی بدلنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

☆ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب وغیرہ کرنے سے وضو اور غسل کرنے والوں کے لیے مشکلات پیدا ہوتی ہیں، اس لیے بھی آقا کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

☆ علماء متقدمین کی اکثریت تعلیم قرآن، حدیث اور دیگر علوم دینیہ کی تدریس وتعلیم پر اجرت لینے جائز نہیں سمجھتے۔

☆ علماء متاخرین تعلیم قرآن وحدیث اور دیگر علوم دینیہ کی تدریس وتعلیم پر اجرت کے جواز کے قائل ہیں۔

☆ البتہ راہ اعتدال یہی ہے کہ جنہیں حاجت ہو وہ انہیں لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ جنہیں حاجت نہ ہو، انہیں نہیں لینی چاہیے۔

☆ تعلیم حدیث پر اجرت لینا جائز ہے۔

☆ بخاری شریف کی حدیث مبارکہ (۵۷۳۷) سے قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینے کا جواز موجود ہے۔

☆ انہیں اصولی بنیادوں کی بناء پر علماء نے قرآن مجید، حدیث مبارکہ، فقہ، تفسیر اور دیگر علوم دینیہ کی تدریس وترویج پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے۔

☆ اسی اصول کی بناء پر تمام دنیاوی علوم کی تدریس وترویج پر بھی اجرت لینا جائز ہے۔

☆ عصر حاضر میں خصوصاً برصغیر پاک وہند میں دینی علوم کے مدرسین، معلمین، خطباء کرام، آئمہ کرام، مؤذنین کرام کی معاشی حالت کچھ زیادہ اچھی نہیں ہے، اس لیے انہیں اس کی ضروری تدبیر کرنی چاہیے، تاکہ علوم دینیہ کی تدریس، ترویج تبلیغ اور اشاعت متاثر نہ ہو۔

☆ البتہ جو صاحب ثروت اور مالدار ہوں، انہیں قرآن مجید، حدیث مبارکہ اور دیگر علوم دینیہ کی تدریس پر اجرت نہیں لینی چاہیے۔

☆ جو طلباء غریب ونادار ہوں، ان سے بھی فیس نہیں لینی چاہیے۔

۱۔ شرح صحیح البخاری، ج۵ ص۲۱۵

۴۷۔ باب مَاءِ الْبَحْرِ — سمندر کے پانی کا حکم

اس باب میں سمندر کے پانی کے استعمال اور اس پانی کے اندر مر جانے والے جانوروں کی حلت وحرمت کا بیان ہے، پچھلے باب میں ٹھہرے ہوئے پانی کا بیان تھا۔

۵۹۔أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ، عَنْ مَالِكٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَلَمَةَ أَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ أَبِي بُرْدَةَ مِنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَرْكَبُ الْبَحْرَ، وَنَحْمِلُ مَعَنَا الْقَلِيلَ مِنَ الْمَاءِ، فَإِنْ تَوَضَّأْنَا بِهِ عَطِشْنَا أَفَنَتَوَضَّأُ مِنْ مَاءِ الْبَحْرِ؟ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ الْحِلُّ مَيْتَتُهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سمندر کا سفر کرتے ہیں، اور اپنے ساتھ تھوڑا پانی لے جاتے ہیں، اگر ہم اس پانی سے وضو کریں تو پیاسے رہ جاتے ہیں، کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کر لیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سمندر کا پانی پاک اور مردار حلال ہے۔

۱۔اطراف:

ابوداؤد: ۸۳، ترمذی: ۶۹، ابن ماجہ: ۳۸۶، ۳۲۴۶، احمد: ۹۱۱۰، موطا: ج۱ص۲۲، السنن الکبریٰ: ۵۸، تقدم: ۳۳۰، ۴۳۵۸

۲۔مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کا یہ جملہ ''سمندر کا پانی پاک ہے''۔باب کے عنوان سے مطابقت رکھتا ہے۔

۳۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔قتیبۃ: راجع:۱ ۲۔مالک: راجع:۷

۳۔صفوان بن سلیم:

آپ کا نام ابوعبداللہ صفوان بن سلیم زہری مدنی (م:۱۳۲ھ) ہے، آپ رواۃ کے چوتھے طبقہ سے ثقہ، مفتی، عابد راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ بڑے صالح اور مستجاب الدعوات تھے، آپ کے ذکر سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ بارش برساتا تھا۔قدریہ عقائد کی طرف میلان تھا، آپ نے بہتر سال کی عمر میں وفات پائی۔(۱)

۴۔سعید بن سلمہ:

آپ کا نام سعید بن سلمہ آل ابن ازرق ہے۔آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، البتہ مغیرہ بن ابی بردہ سے اس حدیث میں منفرد ہیں۔آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۱۔ i۔تاریخ الثقات، ص ۲۲۸ ii۔تقریب التھذیب، ج۱ص۳۵۱

۲۔ i۔الجرح والتعدیل، ج۴ص۲۴ ii۔الثقات، ج۶ص۳۵۸

۵۔المغیرۃ بن ابی بردۃ:

آپ کا نام مغیرہ بن ابی بردہ حجازی کنانی (م:۱۰۰ھ) ہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ تابعی راوی ہیں، بعض مغربی ممالک میں جہاد کے لیے امیر لشکر بھی مقرر ہوئے۔ آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۱۔i۔الجرح والتعدیل، ج ۸،ص ۲۲۰ ii۔الثقات، ج ۵،ص ۴۱۰

۶۔ابوھریرہ: راجع:۱

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ حسن صحیح ہے۔

۵۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ روایت سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ چوبیسویں (۲۴) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے تمام راوی مدنی ہیں، صرف قتیبہ بغلانی ہیں۔

☆ سعید بن سلمہ اس روایت میں مغیرہ بن ابی بردہ سے منفرد ہیں۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مکثرین صحابہ میں سے بھی سب سے زیادہ روایت کرنے والے صحابی ہیں۔

۶۔لغات:

نرکب البحر: ہم سمندر پر سوار ہوتے ہیں، مراد ہے سمندر میں سفر کرتے ہیں۔

عطشنا: ہم پیاسے رہ جاتے ہیں۔

ھو الطھور ماءہ: اس کا پانی پاک ہے، یعنی سمندر کا پانی پاک ہے۔

الحل میتتہ: اس کا مردار حلال ہے۔

۷۔مسائل ونصائح:

☆ سوال کرنے والے صحابی کا نام حضرت عبداللہ مدلجی رضی اللہ عنہ ہے۔(۱)

☆ سوال کا سبب یہ تھا کہ سمندری پانی سخت نمکین ہوتا ہے اور اس میں سمندری جانور اور مسافر مرتے رہتے ہیں، ان کی گندگی بھی وہیں رہتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ شرعاً نا قابل استعمال ہو، مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمادی: کہ ان سب کے باوجود سمندری پانی پاک ہے، اور دوسری چیزوں کو بھی پاک کرنے کی اہلیت رکھتا ہے، کیونکہ یہ ماء کثیر ہے، نیز اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اس پانی میں ایسے اجزاء شامل فرمائے ہیں کہ اس پانی میں گندگی گرنے کے باوجود تعفن پیدا نہیں ہوتا۔ رنگ، بو اور ذائقہ بھی نہیں بدلتا۔

۱۔ عون المعبود، ج ۱،ص ۱۵۲

☆ الحل میتۃ یعنی سمندری جانور، جو سمندر میں مر جائیں، حلال ہیں۔ اس جملے کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ چونکہ سمندری جانور حلال ہیں (مرنے کے بعد بھی)۔ لہٰذا ان کی موت سے پانی پلید نہیں ہوتا۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ایک مزید حکم معلوم ہو گیا: کہ اگر دوران سفر میں کھانے کے لیے ایسا جانور مل جائے، تو اسے بلا تردد کھایا جا سکتا ہے۔ (۱)

☆ اگرچہ سائل نے صرف سمندر کے پانی کا حال پوچھا تھا مگر آپ ﷺ نے سمندر کے کھانے کا بھی حال بیان کر دیا (کیونکہ جیسے وہاں پانی کی کمی ہوتی ہے ایسے ہی کبھی کھانے کی بھی کمی ہو جاتی ہے)۔

☆ امام سیوطی نے مرقاۃ الصعود میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھانے کا بھی حال بیان کر دیا، اس لیے کہ جب سائل کو اس کے پانی میں تردد تھا، تو کھانے میں بطریق اولیٰ تردد ہوگا۔ جس کا حکم مخفی ہے، اور ان لوگوں نے سمندر کے پانی میں اس وجہ سے شک کیا، کہ اس کا رنگ بدلا ہوا ہے، اور اس کا مزہ کھاری ہے، اور وضو اس پانی سے ہونا چاہیے، جو تمام عوارض سے خالی ہو، اور اپنی اصلی حالت پر باقی ہو۔ دوسرا سبب یہ تھا: کہ وہ سمجھے سمندر میں سینکڑوں جانور مر جاتے ہیں، اور مردہ نجس ہے، پس پانی بھی نجس ہوگا۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اس کا پانی پاک ہے، اور اس کا مردہ بھی پاک ہے، اور حلال ہے، اور سمندر کے مردوں کا حکم خشکی کے مردوں کی طرح نہیں ہے۔ (۲)

☆ پانی کے مردار حلال ہونے کی دلیل امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ یہ حدیث مبارکہ بھی ہے:

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ :بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَّرَ عَلَيْنَا أَبَا عُبَيْدَةَ نَتَلَقَّى عِيرًا لِقُرَيْشٍ، وَزَوَّدَنَا جِرَابًا مِنْ تَمْرٍ لَمْ يَجِدْ لَنَا غَيْرَهُ فَكَانَ أَبُو عُبَيْدَةَ يُعْطِينَا تَمْرَةً تَمْرَةً قَالَ :فَقُلْتُ :كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ بِهَا؟ قَالَ :نَمَصُّهَا كَمَا يَمَصُّ الصَّبِيُّ، ثُمَّ نَشْرَبُ عَلَيْهَا مِنَ الْمَاءِ، فَتَكْفِينَا يَوْمَنَا إِلَى اللَّيْلِ، وَكُنَّا نَضْرِبُ بِعِصِيِّنَا الْخَبَطَ، ثُمَّ نَبُلُّهُ بِالْمَاءِ فَنَأْكُلُهُ قَالَ :وَانْطَلَقْنَا عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ، فَرُفِعَ لَنَا عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ كَهَيْئَةِ الْكَثِيبِ الضَّخْمِ، فَأَتَيْنَاهُ فَإِذَا هِيَ دَابَّةٌ تُدْعَى الْعَنْبَرَ، قَالَ :قَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ :مَيْتَةٌ ثُمَّ قَالَ :لَا بَلْ نَحْنُ رُسُلُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَفِي سَبِيلِ اللهِ وَقَدِ اضْطُرِرْتُمْ فَكُلُوا، قَالَ :فَأَقَمْنَا عَلَيْهِ شَهْرًا وَنَحْنُ ثَلَاثُ مِائَةٍ حَتَّى سَمِنَّا قَالَ :وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا نَغْتَرِفُ مِنْ وَقْبِ عَيْنِهِ بِالْقِلَالِ الدُّهْنَ، وَنَقْتَطِعُ مِنْهُ الْفِدَرَ كَالثَّوْرِ، أَوْ كَقَدْرِ الثَّوْرِ، فَلَقَدْ أَخَذَ مِنَّا أَبُو عُبَيْدَةَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا، فَأَقْعَدَهُمْ فِي وَقْبِ عَيْنِهِ وَأَخَذَ ضِلَعًا مِنْ أَضْلَاعِهِ فَأَقَامَهَا ثُمَّ رَحَلَ أَعْظَمَ بَعِيرٍ مَعَنَا، فَمَرَّ مِنْ تَحْتِهَا وَتَزَوَّدْنَا مِنْ لَحْمِهِ وَشَائِقَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے زیر کمان کفار قریش کے قافلے کے خلاف بھیجا، اور کھجوروں کی ایک بوری ہمیں بطور زادراہ عنایت فرمائی، اس کے علاوہ آپ ﷺ کو اور کوئی چیز نہیں ملی، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ہر روز ہمیں ایک ایک کھجور دیا کرتے تھے، (راوی کہتے ہیں) میں نے پوچھا: تم ایک کھجور پر کس طرح گزارہ کرتے تھے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم اس کھجور کو بچہ کی طرح چوستے تھے، پھر اس کے اوپر پانی پیتے تھے، وہ کھجور ہمیں رات تک کافی ہوتی تھی، اور ہم لاٹھیوں سے درختوں کے پتے جھاڑتے، پھر ان کو پانی میں بھگو کر کھا لیتے تھے، ایک دن ہم ساحل سمندر پر گئے، وہاں کنارے پر ایک بڑے ٹیلے کی مانند کوئی چیز پڑی ہوئی تھی، ہم اس کے پاس گئے، دیکھا تو وہ ایک جانور ہے، جس کو عنبر کہا جاتا تھا، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ مردار ہے، پھر کہا: نہیں! ہم رسول اللہ ﷺ کے نمائندے ہیں، اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے راستے میں ہیں، اور تم لوگ حالت اضطرار میں ہو، سو اس کو کھا لو۔ ہم لوگ تین سو تھے اور وہاں ایک ماہ

۱۔ سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۱۲۸ ۲۔ سنن نسائی (حاشیہ)، ج ۱، ص ۶۵

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ: هُوَ رِزْقٌ أَخْرَجَهُ اللهُ لَكُمْ، فَهَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ فَتُطْعِمُونَا؟، قَالَ: فَأَرْسَلْنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ فَأَكَلَهُ(۱)

ٹھہرے، اور اس کو کھا کھا کر ہم موٹے ہو گئے تھے، مجھے یاد ہے: کہ ہم نے اس کی آنکھ کے ڈھیلے سے مشکوں سے بھر بھر کر اس جانور سے چربی نکالی تھی، اور اس میں سے بیل کے برابر گوشت کے ٹکڑے کاٹتے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ہم میں سے تیرہ آدمیوں کو لے کر، اس کی آنکھ کے ڈھیلے میں بیٹھا دیا، اور اس کی ایک پسلی کو کھڑا کیا، اور سب سے بڑے اونٹ کی پیٹھ پر کجاوہ کس کر، اس کے نیچے سے گزار لیا، اور اس کے گوشت کو ابال کر ہم نے زاد راہ تیار کر لیا۔ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ایک رزق ہے جو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے تم کو عطا فرمایا ہے، کیا تمہارے پاس اس کے گوشت میں سے کچھ ہے، اگر ہے تو ہمیں کھلاؤ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر ہم نے اس میں سے کچھ گوشت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تناول فرمایا۔

☆ پانی کے جانوروں کے حلال وحرام ہونے پر آئمہ اربعہ میں اختلاف پایا جاتا ہے، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سمندر کے تمام مردار جانور حلال ہیں، خواہ وہ اپنی طبعی موت سے مرے ہوں، یا ان کو شکار کیا جائے، اور مچھلی کے حلال ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، ہمارے فقہاء نے یہ کہا ہے: کہ مینڈک حرام ہے، کیونکہ حدیث میں اس کو قتل کرنے کی ممانعت ہے، اور مینڈک کے علاوہ باقی جانوروں کے متعلق تین قول ہیں:

☆ تمام سمندری جانور حلال ہیں، یہ قول زیادہ صحیح ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔

☆ حلال نہیں ہیں۔

☆ جس جانور کی نظیر خشکی میں حلال ہے، وہ سمندر میں بھی حلال ہے، اس قول کی بناء پر سمندری گھوڑے، ہرن اور بکریاں کھائی جائیں گی، اور سمندری کتا، خنزیر اور گدھا نہیں کھایا جائے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور امام مالک کا قول یہ ہے: کہ سمندر کے تمام جانور حلال ہیں، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے: کہ مچھلی کے سوا کوئی اور جانور حلال نہیں ہے۔(۲)

۱۔ مسلم: رقم ۴۹۹۸ ۲۔ شرح صحیح مسلم، ج ۲، ص ۱۴۸

☆ علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جو مچھلی سمندر میں کسی خارجی سبب کے بغیر مر جائے، وہ ہمارے مذہب (شافعی) میں حلال ہے، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہم، عطاء، مکحول، نخعی، امام مالک، امام احمد، ابوثور، داؤد ظاہری اور جمہور فقہاء اسلام رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی موقف ہے۔ اس کے برخلاف حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن زید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ ہے: کہ یہ مچھلی حلال نہیں ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ارشاد ہے: أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ (مائدہ ۵:۹۶) ''سمندر میں شکار کرنا اور اس کا طعام تمہارے لیے حلال کر دیا گیا ہے'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سمندر کا شکار وہ ہے جس کو تم شکار کرتے ہو، اور سمندر کا طعام وہ ہے: جس کو سمندر پھینک دیتا ہے (یہ تفسیر امام ابوحنیفہ کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ جس مچھلی کو سمندر پھینک دے، وہ ان کے نزدیک حلال ہے، اختلاف اس مچھلی میں ہے جو مر کر سطح آب پر آ جائے،) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی ہماری (شافعیہ کی) دلیل ہے: (یہ حدیث بھی فقہاء احناف کے خلاف نہیں ہے: هو الطهور ماؤه والحل ميتته ''سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مردار حلال ہے، یہ حدیث صحیح ہے (امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس حدیث میں مردار سے مراد مچھلی ہے۔) اس کے علاوہ اور بھی دلائل ہیں، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس چیز کو سمندر پھینک دے یا جس چیز سے سمندر ہٹ جائے، اس کو کھا لو، اور جو چیز سمندر میں مر کر سطح آب پر ابھر آئے، اس کو مت کھاؤ، (یہ امام ابوحنیفہ کی دلیل ہے)، سو یہ حدیث ائمہ حدیث کے اتفاق سے ضعیف ہے، اس حدیث سے استدلال جائز نہیں ہے، جب کہ یہ قرآن اور حدیث کے معارض بھی ہے (قرآن مجید کی تفسیر علامہ نووی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے اس میں سمندر میں مرنے والی مچھلی کا ذکر نہیں ہے، اور نہ اس باب کی حدیث میں ہے، اور بحث اسی میں ہے، اس لیے اس حدیث کا قرآن مجید اور حدیث سے تعارض نہیں ہے، اور ضعف کا جواب عنقریب آ رہا ہے۔) (۱)

☆ علامہ وشتانی ابی مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام اقسام کے سمندری جانور حلال ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ارشاد ہے: احل لكم صيد البحر وطعامه۔ ''تمہارے لیے سمندر کا شکار اور طعام حلال کیا گیا ہے'' البتہ سمندری خنزیر میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے توقف کیا ہے، مدونہ کی کتاب الصید میں لکھا: ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم اس کو خنزیر کہتے ہو؟ اور ایک قول یہ ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے توقف نہیں کیا، بلکہ اس کو خنزیر کہنے سے انکار کیا ہے، سمندر کے جو جانور خشکی میں بھی رہتے ہیں جیسے مینڈک، کچھوا اور کیکڑا، ان میں اختلاف ہے، مدونہ میں لکھا ہے: کہ بغیر ذبح کے حلال ہیں، اور ان کا مردار حلال ہے، اور ابن نافع اور باجی نے محمد بن دینار سے یہ روایت کیا ہے: کہ ان کو بغیر ذبح کے کھانا جائز نہیں ہے، اور ان کا مردار کھانا جائز نہیں ہے، اور ابن قاسم نے یہ فرق کیا ہے: کہ جن جانوروں کے رہنے کی اصل جگہ پانی ہے، وہ اگر خشکی میں ہوں، تو ان کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور جن کے رہنے کی اصل جگہ خشکی ہے، وہ اگر پانی میں ہوں، تو ان کو ذبح کرنے کی ضرورت ہے۔ علامہ ابن رشد نے کہا: یہ امام مالک کے مذہب کی تفسیر ہے، اور جو جانور بغیر کسی خارجی سبب کے پانی میں مر کر سطح آب پر آ جائے، وہ حلال ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سمندر پاک کرنے والا ہے، اور اس کا مردار حلال ہے۔ (۲)

۱۔ شرح مسلم نووی، ج ۲، ص ۱۴۸ ۲۔ اکمال اکمال المعلم، ج ۵، ص ۲۷۸

☆ علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جو سمندری جانور خشکی میں رہتے ہیں، وہ بغیر ذبح کے حلال نہیں ہیں، جیسے سمندری پرندے، کچھوا، اور پانی کا کتا، ہاں جس جانور میں خون نہ ہو، وہ بغیر ذبح کے بھی حلال ہے، جیسے کیکڑا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کیکڑے کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ ذبح سے مقصود خون نکالنا ہوتا ہے، اور جس میں خون نہیں ہے، اس کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور باقی پانی کے جانوروں (جو خشکی میں رہتے ہوں) کو ذبح کرنا ضروری ہے، اور ایک قوم نے کہا: ان کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هو الطهور مائوه والحل ميتة، (۱) ''سمندر پاک کرنے والا ہے اور اس کا مرا ہوا حلال ہے'' اس لیے مچھلی اور کیکڑا وغیرہ بغیر ذبح کے حلال ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سمندر کے تمام جانوروں کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے، اور امام احمد: نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: كل شی ء فی البحر مذبوح ''سمندر کی ہر چیز مذبوح ہے'' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان الله ذبح كل شی ء فی البحر لابن ادم۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ابن آدم کے لیے سمندر میں ہر چیز کو ذبح کر دیا'' اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جو حیوان خشکی میں رہتا ہے، اس کا بہنے والا خون ہوتا ہے، اس لیے وہ پرندوں کی طرح بغیر ذبح کے حلال نہیں ہوتا، اور جو احادیث بیان کی گئی ہیں، وہ خشکی میں نہ رہنے والے سمندری جانوروں پر محمول ہیں۔

☆ جو سمندری جانور صرف پانی میں رہتے ہیں، جیسے مچھلی اور اس کی مثل، وہ بغیر ذبح کے حلال ہیں، اور ہمارے علم کے مطابق اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے: رہے دو مردار تو وہ مچھلی اور ٹڈی ہیں، اور حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے ساحل سمندر پر عنبر نام کا ایک جانور مرا ہوا دیکھا، وہ ایک ماہ تک اس کا گوشت کھاتے رہے، اور اس کا تیل لگاتے رہے، حتیٰ کہ خوب فربہ ہو گئے، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ رزق ہے، جو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے تم کو عطا فرمایا ہے، کیا تمہارے پاس اس میں سے ہمارے کھلانے کے لیے کچھ ہے؟

☆ ہماری دلیل قرآن مجید کی آیت کا عموم ہے (یعنی تمہارے لیے سمندر کا شکار اور طعام مباح کر دیا گیا ہے، (۲) اسی طرح حدیث میں بھی عموم ہے (یعنی سمندر میں مرا ہوا حلال ہے۔ ابن ماجہ) حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے سمندری کتے کے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''سمندر کی ہر چیز مذبوح ہے'' حضرت ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہم سمندری کتے کو ذبح کریں گے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اگر ایک مچھلی دوسری مچھلی کے پیٹ میں پائی جائے، تو وہ بھی حلال ہے، جیسے سمندر میں مری ہوئی مچھلی اگر سطح آب پر آ جائے تو حلال ہے۔ (۳)

☆ علامہ ابوبکر الجصاص الحنفی لکھتے ہیں:

ہمارے فقہاء (احناف) نے یہ کہا ہے: کہ پانی کے جانوروں میں سے صرف مچھلی کو کھانا جائز ہے، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سمندر کے تمام جانور مباح ہیں، ان کے قول کے بطلان کی دلیل یہ ہے: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے: مچھلی اور ٹڈی۔ قرآن مجید میں ہے: حرمت عليكم الميتة ''تم پر مردار حرام کیے گئے، ان میں سے صرف دو مرے ہوئے جانوروں مچھلی اور ٹڈی کا استثنا کیا گیا ہے۔ حضرت عبدالرحمان بن عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک طبیب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک دواء کا ذکر کیا، اور یہ کہا: کہ اس دوا میں مینڈک

۱۔ سنن ابن ماجہ، ص ۲۳۳ ۲۔ مائدہ ۹۶:۵ ۳۔ المغنی، ج ۹، ص ۳۳۹۔ ۳۳۷

ڈالا جاتا ہے، تو نبی ﷺ نے مینڈک کو قتل کرنے سے منع فرمایا، اور جب حدیث سے مینڈک کی تحریم ثابت ہوگئی، تو مچھلی کے سوا پانی کے باقی جانوروں کا بھی یہی حکم ہے، کیونکہ ہمارے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو مینڈک اور باقی دریائی جانوروں میں فرق کرتا ہو۔ (۱)

☆ علامہ ابوالحسن المرغینانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دلیل قائم کی ہے: کہ مچھلی کے سوا باقی دریائی جانور خبیث ہیں، اور قرآن مجید میں ہے: ویحرم علیھم الخبائث' نبی ﷺ خبیث چیزوں کو تم پر حرام کرتے ہیں۔ سو معلوم ہوا کہ مچھلی کے سوا تمام پانی کے جانور خبیث ہیں۔ (۲)

☆ خبیث سے مراد یہ ہے کہ جس چیز کو طبیعت ناپسند کرتی ہو، اس سے تنفر ہوتی ہو اور اس سے گھن آتی ہو، لیکن اس پر اعتراض یہ ہے: کہ بہت سی حلال چیزوں سے بھی گھن آتی ہے، اور طبیعت متنفر ہوتی ہے لیکن وہ چیزیں حرام نہیں ہیں، مثلاً گندی نالیوں کا پانی پینے والی مرغیوں اور بطخوں سے گھن آتی ہے، بعض آدمیوں کو کسی چیز کے کھانے سے قے آ جاتی ہے، ان کی طبیعت اس سے متنفر ہوتی ہے، لیکن اس کراہت کی وجہ سے وہ چیز حرام نہیں ہوتی، اگر آپ کسی بڑے ہوٹل یا بیکری میں آٹا گوندھنے والے شخص کو دیکھیں، تو عام طور پر وہ ایک لنگوٹ باندھ کر پیروں سے آٹا گوندھتا ہے، اور گرمیوں کے مہینوں میں اس کے میلے کچیلے بدن سے سر سے پاؤں تک پسینہ بہہ کر اس آٹے میں جذب ہوتا رہتا ہے، اور میں نے کئی جگہ روٹی پکانے والے نانبائی کو دیکھا، وہ قمیض اتار کر روٹی پکاتا ہے، اور روٹیوں میں اس کا پسینہ جذب ہوتا رہتا ہے۔ بیکری کے بنے ہوئی خوش نما رنگ برنگ کیک اور پیسٹریاں اور انواع واقسام کی لذیذ مٹھائیاں سب انہی مراحل سے گزرتی ہیں، اور مٹھائی کے کارخانوں، بیکریوں اور نانبائیوں کی مصنوعات کو دیکھ کر ہر سلیم الطبع شخص کی طبیعت متنفر ہوگی، لیکن اس طبعی کراہت، نفرت اور گھن کی وجہ سے وہ چیزیں حرام تو نہیں ہو جاتیں۔ (۳)

☆ دوسرا اعتراض یہ ہے: کہ طبعی تنفر اور ناپسندیدگی ایک اضافی چیز ہے، ایک شخص کو ایک چیز ناپسند ہوتی ہے، اور دوسرے شخص کو وہی چیز پسند ہوتی ہے، اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے: کہ فقہا احناف کو مچھلی کے سوا باقی سمندری جانور طبعاً ناپسند ہوں، اور آئمہ ثلاثہ کے ہاں وہ پسندیدہ ہوں۔ دراصل یحرم علیھم الخبائث'' خبیث چیزوں کو حرام کرتے ہیں'' اس سے مراد وہی چیزیں ہیں جن کو نبی ﷺ نے حرام کر دیا، مثلاً کتا، گدھا، سانپ، بچھو، چیل، کوا، اور مذبوح جانور کے وہ سات اجزاء، جن کو آپ نے حرام کہہ دیا ہے (مثلاً ذکر، خصیتین، حرام مغز اور مثانہ وغیرہ) اور یہ کہ کسی چیز کے خبیث ہونے یا نہ ہونے کا معاملہ افراد امت کی صواب دید پر موقوف نہیں ہے، خبیث صرف وہی اشیاء ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے حرام کر دیا اور بس! کسی چیز کے طیب و خبیث اور حلال و حرام کو متعین کرنا صرف شارع علیہ السلام کا منصب ہے، اور امت کے علماء کا کام صرف ابلاغ ہے، جب تک نبی ﷺ سے کسی چیز کی ممانعت ثابت نہ ہو، تو اس کو مکروہ تنزیہی بھی نہیں کہہ سکتے، حرام تو بہت دور کی بات ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں:
لایلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة اذلا بدلها من دليل خاص (۱) مستحب کے ترک سے مکروہ ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ مکروہ کے لیے خاص دلیل ضروری ہے۔ (۴)

☆ اس سلسلہ میں دوسری بحث یہ ہے کہ آئمہ ثلاثہ کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے: **أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ** (۵) '' سمندر کا شکار اور طعام تمہارے لیے حلال کر دیا۔ اور طعام کا لفظ عام ہے جو سمندر کے ہر جانور کو شامل ہے، اور اس کو بعض روایات سے مچھلی کے ساتھ مقید کرنا قرآن مجید کے عموم کو اخبار آحاد سے مقید کرنا ہے، اور یہ خود احناف کے اصول کے خلاف ہے، نیز فقہا احناف کا اصول

۱۔ احکام القرآن، ج ۲، ص ۴۷۹ ۲۔ ہدایہ اخیرین، ص ۴۴۲ ۳۔ شرح صحیح مسلم، ج ۶، ص ۹۲
۴۔ ردالمحتار، ج ۱، ص ۶۱۱ ۵۔ مائدہ ۵: ۹۶

ہے کہ وہ قرآن مجید کو حدیث پر مقدم رکھتے ہیں، اور اس مسئلہ میں فقہاء احناف نے بعض روایات (جن کو ہم نے ابھی علامہ جصاص کے حوالے سے بیان کیا ہے) کی بناء پر سمندری جانوروں میں سے مچھلی کی تقیید کی ہے، حالانکہ قرآن مجید سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سمندر کا طعام مطلقاً حلال ہے عام ازیں کہ وہ مچھلی ہو یا کوئی اور جانور۔(۱)

☆ آئمہ ثلاثہ اس مری ہوئی مچھلی کو حلال کہتے ہیں جو بغیر کسی خارجی سبب کے طبعی موت سے مر کر سطح آب پر آ جائے، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس مچھلی کو حرام کہتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے، امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالقی البحر او جزر عنه فکلوہ وما مات فیه و طفا فلا تا کلوہ۔(۲) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو سمندر پھینک دے، یا جس سے سمندر ہٹ جائے، اس کو کھالو، اور جو سمندر میں مر کر سطح آب آ جائے، اس کو مت کھاؤ۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔(۳)

☆ علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، اور کہا ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی ہے یحییٰ بن سلیم، وہ بہت وہمی تھا، اور اس کا حافظہ خراب تھا، اور اس کے سوا دوسرے راویوں نے اس حدیث کو موقوفاً روایت کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے: کہ یحییٰ بن سلیم ثقہ راوی ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم نے اس کی احادیث کو روایت کیا ہے، اور ابن القطان نے اپنی کتاب میں یحییٰ سے نقل کیا ہے: کہ وہ ثقہ ہے۔ اس حدیث کا ایک راوی ہے اسماعیل بن امیہ، علامہ ابن جوزی نے اس کو متروک لکھا ہے، لیکن اس معاملہ میں علامہ ابن جوزی کو غلط فہمی ہوئی ہے کیونکہ جو راوی متروک الحدیث ہے وہ اسماعیل بن امیہ ابو الصلت الزراع ہے، اور یہ راوی اسماعیل بن امیہ قرشی اموی ہے، اور ابو اصلت الزراع اس کے طبقہ کا نہیں ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا: کہ ثوری، ایوب اور حماد نے ابوالزبیر سے اس حدیث کو حضرت جابر سے موقوفاً روایت کیا ہے (یعنی یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں، حضرت جابر کا قول ہے)، اور از ابن ابی الذئب از ابی الزبیر از جابر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو بہ طریق ضعیف روایت کیا ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں: کہ میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا: تو انہوں نے کہا: یہ حدیث غیر محفوظ ہے، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف روایت کی ہے، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ میں ابن ابی الذئب کی ابوالزبیر سے کوئی روایت نہیں پہچانتا، (علامہ عینی کہتے ہیں کہ) میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کا یہ کہنا، کہ میں ابن ابی الذئب کی ابوالزبیر سے کوئی روایت نہیں پہچانتا، ان کے اس مذہب کی بناء پر ہے، کہ وہ حدیث معنعن کے لیے سماع کی شرط عائد کرتے ہیں، امام مسلم نے ان کی اس شرط پر شدید انکار کیا ہے، اور کہا ہے: کہ یہ من گھڑت قول ہے، اور حدیث معنعن کے اتصال کے لیے صرف ملاقات اور سماع کا امکان کافی ہے، اور ابن ابی الذئب نے ابوالزبیر کا زمانہ پایا ہے، اور ان کا اس سے سماع ممکن ہے، اگر یہ اعتراض ہو کہ امام بیہقی نے کہا ہے: کہ اس حدیث کو عبدالعزیز بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے وہب بن کیسان سے، اور انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، اور عبدالعزیز ضعیف ہے، اس کی روایت سے استدلال نہیں کیا جاتا، تو اس کا جواب یہ ہے: کہ حاکم نے مستدرک میں اس سے ایک حدیث روایت کی ہے، اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، اور اس حدیث کو امام طحاوی نے احکام القرآن میں روایت کیا ہے۔ نیز قرآن مجید میں

۱۔ شرح صحیح مسلم، ج ۶، ص ۹۳ ۲۔ سنن ابوداؤد، ج ۲، ص ۱۷۸ ۳۔ سنن ابن ماجہ، ص ۲۳۴

اللہ تعالیٰ ﷻ نے فرمایا حرمت علیکم المیتۃ۔ ''تم پر مردار حرام کیا گیا ہے'' اور جو مچھلی کسی خارجی سبب (مثلاً شکار) سے مری ہو یا جو مچھلی سمندر کے باہر پھینکنے سے مرگئی ہو، اس آیت کے عموم سے بالاتفاق خاص کرلی گئی ہے، اور جو مچھلی طبعی موت سے مرکر سطح آب پر ابھر آتی ہو، وہ مختلف فیہ ہے، اور جو مختلف فیہ ہو، اس کو اس آیت کے عموم سے خاص نہیں کہا جاسکتا۔ لہٰذا وہ اس عموم میں شامل رہ کر بدستور حرام رہے گی، اور یہ نہایت قوی دلیل ہے۔(۱)

☆ آئمہ ثلاثہ کے استدلال پر علامہ سرخسی کا تعاقب اور بحث ونظر:

اس باب کی حدیث میں ہے کہ عنبر نامی ایک جانور کو سمندر نے لاکر کنارے پر پھینک دیا، اور اس کو صحابہ اٹھارہ دن تک کھاتے رہے، آئمہ ثلاثہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے، کہ صحابہ کرام کا اتنے دنوں تک عنبر نامی جانور کو کھاتے رہنا، اس بات کی دلیل ہے: کہ مچھلی کے علاوہ دوسرے سمندری جانوروں کو کھانا بھی جائز ہے، شمس الائمہ علامہ سرخسی نے اس کے دو جواب دیئے ہیں: ایک جواب یہ ہے: کہ انہوں نے اس کو حالت اضطرار میں کھایا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ ویحرم علیھم الخبائث۔ کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے، اور جب یہ آیت نازل ہوگئی تو خبیث جانور حرام ہوگئے، اور مچھلی کے علاوہ باقی سمندری جانور خبیث ہیں، اس لیے وہ عنبر نامی جانور بھی خبیث ہے، اور حرام ہے۔(۲)

☆ علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ نے علامہ سرخسی کا رد کیا ہے:

شمس الائمہ سرخسی کے دونوں جواب صحیح نہیں ہیں: پہلا جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس سفر سے واپسی کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اکرم ﷺ سے اس جانور کے گوشت کھانے کے متعلق پوچھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ھو رزق اخرجہ اللہ لکم فھل معکم من لحمہ شیء فتطعمونا قال فارسلنا الی رسول اللہ ﷺ منہ فاکلہ

(۳)، یہ وہ رزق ہے، جو اللہ تعالیٰ ﷻ نے تمہارے لیے (سمندر سے) نکالا ہے، کیا تمہارے پاس اس کا کچھ گوشت ہے، جو ہمیں کھلاؤ؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ پھر ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لیے اس میں سے کچھ گوشت بھیجا، سو آپ نے اس کو کھایا۔

اگر یہ جانور حرام ہوتا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس کو کھانا صرف اضطرار کی وجہ سے جائز تھا تو اب رسول اللہ ﷺ تو اضطرار میں نہیں تھے۔ آپ ﷺ نے اس کو منگوا کر کیوں کھایا؟

۲۔ دوسرا جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں صحابہ کرام کا اس غزوہ میں جانا، مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد کا واقعہ ہے، اور ویحرم علیھم الخبائث۔ نبی ان پر خبیث چیزیں حرام کرتے ہیں، سورہ اعراف کی آیت نمبر ۱۵۷ ہے۔ اور سورہ اعراف مکی ہے، اور ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے، اس لیے علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے، کہ یہ واقعہ اس آیت کے نزول سے پہلے کا ہے، بلکہ واقعہ اس کے برعکس ہے۔ یہ واقعہ اس آیت کے نزول کے بعد کا ہے، اور اب یہ آئمہ ثلاثہ کی واضح دلیل ہے، کیونکہ اگر یہ جانور خبیث ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو نہ کھاتے، یا بعد میں رسول اللہ ﷺ اس سے منع فرمادیتے۔ سو معلوم ہوا کہ مچھلی کے علاوہ باقی جانور بھی حلال ہیں!(۴)

۱۔ عمدۃ القاری، ج۲۱، ص۱۰۵ ۲۔ المبسوط، ج۱۱، ص۲۴۹ ۳۔ صحیح مسلم، ج۴، ص۱۴۷

۴۔ شرح صحیح مسلم، ج۶، ص۹۵

☆ ہر چند کہ صحیح مسلم میں اس جانور کو ان الفاظ سے تعبیر کیا ہے: دابتہ تدعی العنبر (۱) وہ ایک جانور تھا جس کو عنبر کہتے تھے'' مسلم کی ایک اور روایت میں ہے: فالقی لنا البحر دابة یقال لها العنبر (۲) سمندر نے ہمارے لیے ایک جانور نکال پھینکا، جس کو عنبر کہتے تھے۔

لیکن بعض روایات میں اس جانور کو مچھلی سے بھی تعبیر کیا گیا ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

فاذاهی حوت مثل الظرب (۳) وہ پہاڑی کی طرح ایک مچھلی تھی۔

☆ امام بخاری نے دوسری سند کے ساتھ بھی یہی الفاظ روایت کیے ہیں۔ (۴)

البتہ امام بخاری نے تیسری سند کے ساتھ اس حدیث کو جہاں ذکر کیا ہے، وہاں یہ الفاظ ہیں:

فالقی البحر حوتا یقال له العنبر (۵) پھر سمندر نے ایک مچھلی نکال پھینکی، جس کو عنبر کہتے تھے۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مچھلی ہی کی قسم کا ایک جانور تھا، اور اس کو عنبر کہا جاتا تھا، اس لیے آئمہ ثلاثہ کا ''اس حدیث'' سے یہ استدلال کرنا درست نہیں ہے کہ تمام سمندری جانور حلال ہیں۔ (۶)

☆ پانی کے جانوروں میں سے صرف مچھلی کا کھانا جائز ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اہل علم کی ایک جماعت نے کہا: کہ سمندر کے تمام جانوروں کو کھانا مطلقاً جائز ہے، اور بعض فقہاء نے خنزیر، کتے اور انسان کا استثناء کیا، امام شافعی سے ایک روایت یہ ہے: کہ انہوں نے ان تمام جانوروں کو مطلقاً حلال کہا ہے، ان جانوروں کے کھانے اور ان کی بیع میں ایک جیسا اختلاف ہے، ان کی دلیل یہ ہے: کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے بغیر کسی استثناء کے فرمایا: احل لکم صید البحر۔ ''تمہارے لیے سمندر کا شکار حلال کیا گیا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سمندر کے متعلق فرمایا: ھو الطھور ماؤہ والحل میتته ''سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے، اور اس کا مردار حلال ہے'' نیز سمندری جانوروں میں خون نہیں ہوتا، کیونکہ خون والا جانور پانی میں نہیں رہتا، اور حرام کرنے والا خون ہے۔ لہٰذا یہ جانور مچھلی کے مشابہ ہو گئے، اور ہماری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے: ویحرم علیهم الخبائث ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان پر خبیث چیزوں کو حرام کرتے ہیں، اور مچھلی کے سوا باقی جانور خبیث ہیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوا سے منع فرمایا ہے: جس میں مینڈک ڈالا جائے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیکڑے کو فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے، اور احل لکم صید البحر میں شکار کرنے کی اجازت دی ہے، اور شکار حرام چیزوں کا بھی کیا جاتا ہے، اور حدیث میں جو ہے کہ سمندر کا مردار حلال ہے، اس مردار سے مراد مچھلی ہے، اور وہ حلال ہے، اور تمام مرداروں سے مستثنیٰ ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے، وہ دو مردار مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون جگر اور تلی ہیں۔ جو مچھلی اپنی طبعی موت سے مر کر پانی کی سطح پر آ جائے، اس کو کھانا مکروہ ہے، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سمندر کا مردار حلال ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا: کہ جو مچھلی پانی کے زمین میں جذب ہونے سے مر جائے، اس کو کھا لو، اور جس چیز کو پانی باہر پھینک دے، اس کو کھا لو، اور جو مر کر سطح آب پر ابھر آئے، اس کو مت کھاؤ، اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

۱۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۱۴۷ ۲۔ ایضاً ۳۔ صحیح بخاری، ج ۱، ص ۳۳۷

۴۔ ایضاً ۵۔ صحیح بخاری، ج ۱، ص ۳۳۷ ۶۔ شرح صحیح مسلم، ج ۶، ص ۹۵۔۹۶

☆ سیاہ مچھلی، مار ماہی (سانپ کی شکل کی مچھلی) اور مچھلی کی تمام اقسام اور ٹڈی کو بغیر ذبح کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: کہ ٹڈی حلال نہیں ہے الا یہ کہ ٹڈی پکڑنے والا اس کا سر کاٹ کر اس کو بھون لے، کیونکہ وہ خشکی کا شکار ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کو قتل کرنے سے محرم پر فدیہ لازم آتا ہے، ہماری دلیل وہ حدیث ہے جس کو ہم نے ابھی بیان کیا ہے، اور مچھلی کے متعلق ہمارا مسلک یہ ہے: کہ جو مچھلی کسی آفت سے مرجائے وہ حلال ہے، اور جو مچھلی طبعی موت سے مرے وہ حرام ہے۔ (۱)

☆ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہمارے مذہب میں مچھلی کے سوا تمام دریائی جانور مطلقاً حرام ہیں، تو جن بعض کے خیال میں جھینگا مچھلی کی قسم سے نہیں۔ ان کے نزدیک حرام ہوا ہی چاہیے، مگر فقیر نے کتب لغت و کتب طب و کتب علم حیوان میں بالاتفاق اسی کی تصریح دیکھی کہ وہ مچھلی ہے، قاموس میں ہے: الاربیان بالکسر سمك كالدو، دو صحاح و تاج الروس میں ہے: الاربیان بیض من السمك كالدو دو یکون بالبصرة، صراح میں ہے نوعے ازماهی، منتہی الارب میں ہے: اربیان نوعے ازماهی ست که آنرابهندی جهینگا مے گویند، مخزن میں ہے: ادبیان واربیان نیز آمده بفارسی ماهی ردبیان وماهی میك وبهندی جهینگا مچهلی نامند، تحفۃ المومنین میں ہے: بفارسی ماهی روبیان نامند، تذکرہ داؤد انطاکی میں ہے: وبیان اسم لضرب من السمك یکثر بحر العراق والقام احمر کثیر الارجل نحو السرطان لکنه اکثر لحما، حیاۃ الحیوان الکبریٰ میں ہے: الردبیان ہو سمک صغیر جدا احمر، تو اس تقدیر پر حسب اطلاق متون و تصریح معراج الدرایہ مطلقاً حلال ہونا چاہیے، کہ متون میں جمیع انواع سمک حلال ہونے کی تصریح ہے، اور معراج میں صاف فرمایا: کہ ایسی چھوٹی مچھلیاں جن کا پیٹ چاک نہیں کیا جاتا، اور بے آلائش نکالے بھون لیتے ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے سوا سب آئمہ کے نزدیک حلال ہیں، ردالمحتار میں ہے: ولو وجدت سمكة فى حوصلته طائر توكل وعندالشافعی لاتوكل لانه كالرجیع ورجیع الطائر عنده نجس وقلنا انما یعتبر رجیعا اذاتغیر وفی السمك الصغار التی تقلی من غیران یشق جوفه فقال اصحابه لا یحل اكله لان رجیعه نجس وعندسائر الائمة یحل، مگر فقیر نے جواہر اخلاطی میں تصریح دیکھی، کہ ایسی چھوٹی مچھلیاں مکروہ تحریمی ہیں، اور یہ کہ یہی صحیح تر ہے، حیث قال السمك الصغار كلها مكروهة كراهة التحریم هو الاصح، جھینگے کی صورت عام مچھلیوں سے بالکل جدا اور کنکھجے وغیرہ کیڑوں سے بہت مشابہ ہے، اور لفظ ماہی غیر جنس سمک پر بھی بولا جاتا ہے، جیسے ماہی سقنقور، حالانکہ وہ ناکہ کا بچہ ہے، کہ مواحل نیل پر خشکی میں پیدا ہوتا ہے، اور ہمارے آئمہ سے حلت وبیان میں کوئی نص معلوم نہیں، اور مچھلی بھی ہے، تو یہاں کے جھینگے ایسے ہی چھوٹے ہیں، جن پر جواہر اخلاطی کی وہ تصحیح وارد ہوگی، بہر حال ایسے شبہ واختلاف سے بے ضرورت بچنا ہی اولیٰ ہے۔ (۲)

☆ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جھینگا چھوٹی مچھلی ہے، اور ہر چند کہ تمام آئمہ اور فقہاء کے نزدیک چھوٹی مچھلی کا کھانا بلا کراہت جائز ہے، لیکن چونکہ صاحب جواہر اخلاطی نے چھوٹی مچھلی کھانے کو مکروہ تحریمی کہا ہے، اس لیے اس کا نہ کھانا اولیٰ اور افضل ہے۔

گویا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جھینگا کھانا خلاف اولیٰ ہے، لیکن یہ اس وقت ہے جب جھینگا چھوٹا ہو، اور واضح رہے کہ جھینگا چھوٹی جسامت کا بھی ہوتا ہے، اور بڑی جسامت کا بھی ہوتا ہے، اور بڑے جھینگے میں خلاف اولیٰ کی وجہ بھی نہیں پائی جاتی، کیونکہ اس میں سب کا اتفاق ہے کہ جھینگا مچھلی ہے۔

۱۔ ہدایہ اخیرین، ص ۴۴۳۔۴۴۰ ۲۔ احکام شریعت، ص ۲

☆ علامہ سید زبیدی لکھتے ہیں:

الاربیان بالکسر السمك(۱)

الاربیان (جھینگا) مچھلی ہے۔

☆ لوئیس معلوف لکھتے ہیں: الاربیان: جھینگا مچھلی (۲)

☆ علامہ دمیری لکھتے ہیں:

الروبیان هو سمك صغير جداً احمد: روبیان (جھینگا) سرخ رنگ کی بہت چھوٹی مچھلی ہے۔(۳)

☆ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

پس سمندر نے ہمارے لیے ایک جانور پھینک دیا، جس کو عنبر کہا جاتا تھا: الخوالانی کی روایت میں ہے: کہ ہم ساحل سمندر پر اترے، تو وہاں ایک بہت بڑی مچھلی تھی، اہل لغت نے کہا ہے: کہ عنبر سمندر کی بڑی مچھلی ہے، جس کی کھال سے ڈھال بنائی جاتی ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے: کہ جو عنبر خوشبودار ہوتا ہے، وہ اس بڑی مچھلی کا فضلہ ہوتا ہے، اور ابن سینا نے کہا ہے: کہ خوشبودار عنبر سمندر سے نکلتا ہے، اور یہ اس مچھلی کے پیٹ سے نکلتا ہے، جس کو وہ نگل لیتی ہے، اور الماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے: کہ بعض لوگوں نے کہا: کہ میں نے دیکھا: عنبر سمندر میں پیدا ہوتا ہے، جو بکری کی گردن کی طرح ہوتا ہے، اور سمندر میں ایک جانور ہے، جو اس کو کھا لیتا ہے، اور وہ اس کے لیے زہر ہوتا ہے، اور وہ جانور کو مار دیتا ہے، پھر اس جانور کو باہر پھینک دیتا ہے، پھر عنبر اس کے پیٹ سے نکالا جاتا ہے، اور الازہری نے کہا ہے: کہ عنبر ایک مچھلی ہے، جو بہت بڑے سمندر میں ہوتی ہے، اس کی لمبائی پچاس ہاتھ ہوتی ہے۔

☆ اس حدیث سے مردہ مچھلی کے کھانے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے۔(۴)

☆ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس عبارت سے فقہاء احناف کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے، کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جو مچھلی پانی کے اندر مر جائے اور پانی کی سطح پر آ جائے، اس کا کھانا جائز نہیں، اور حدیث میں اسی طرح ہے۔(۵)

لیکن اس حدیث میں جس بڑی مچھلی کا ذکر ہے، وہ اس طرح نہیں ہے، اس کو تو سمندر نے کنارے پر لا کر پھینک دیا تھا، جس سے وہ مر گئی، لہٰذا اس مچھلی کو کھانا فقہاء احناف کی تصریح کے خلاف نہیں ہے، اور یہ بڑی مچھلی وہی ہے، جس کو آج کل وہیل مچھلی کہا جاتا ہے۔(۶)

☆ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اس وہیل مچھلی کو سمندر نے کنارے پر لا کر پھینک دیا تھا، یہ وہ مردہ مچھلی نہیں ہے، جو پانی کے اندر مر کر پانی کی سطح پر آ جائے، اس کا کھانا ممنوع ہے، اور جس مچھلی کو سمندر کنارے پر لا کر پھینک دے، تو اس کا کھانا جائز ہے، لہٰذا یہ حدیث سنن ابی داؤد کے خلاف نہیں ہے، اور نہ ہی فقہاء احناف کے مسلک کی خلاف ہے۔(۷)

۱۔ تاج العروس، ج ۱، ص ۱۴۶ ۲۔ المنجد (مترجم)، ص ۵۴ ۳۔ حیوۃ الحیوان الکبریٰ، ج ۱، ص ۳۳۵

۴۔ فتح الباری، ج ۵، ص ۴۰۶ ۵۔ i- سنن ابوداؤد: ۳۸۱۵ ii- سنن ابن ماجہ: ۳۲۴۷

۶۔ نعمۃ الباری، ج ۷، ص ۳۴۶ ۷۔ ایضاً

۱۰۔ خلاصہ:

☆ یہ سوال حضرت عبداللہ مدلجی رضی اللہ عنہ نے پوچھا تھا۔

☆ صحابی نے صرف پانی کے بارے میں سوال کیا تھا، جبکہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال شفقت فرماتے ہوئے، سمندری مچھلی کا بھی حکم بیان فرمایا۔ اس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ استاد جب کسی سوال کا جواب دے، تو زیادہ وضاحت کے ساتھ دیگر متعلقہ امور کی بھی وضاحت کر دے، تاکہ علمی فوائد زیادہ سے زیادہ حاصل ہوں۔

☆ سمندری پانی ہر طرح کے استعمال کے لیے پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے، اسے وضو کے لیے، پینے کے لیے اور دیگر ضروریات کے لیے استعمال کرنا جائز ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ کے دو جز ہیں، پہلے جزء میں پانی کا حکم ہے، جب کہ دوسرے جزء میں پانی کے مردار کے حلال ہونے کا بیان ہے، اس کی تفصیل میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے، اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱۔ فقہاء شافعیہ کے نزدیک مینڈک کے علاوہ سمندر کے تمام جانور حلال ہیں، اسی طرح جو مچھلی کسی خارجی سبب کے بغیر مر کر سطح آب پر آ جائے، وہ بھی حلال ہے۔

۲۔ فقہاء مالکیہ کے نزدیک سمندر کے تمام جانور حلال ہیں، اسی طرح جو سمندری جانور بغیر کسی خارجی سبب کے مر جائے، وہ بھی حلال ہے۔

۳۔ فقہاء حنبلیہ کے نزدیک تمام سمندری جانور حلال ہیں، اسی طرح اس کے تمام مردار بھی حلال ہیں۔

۴۔ فقہاء احناف کے ہاں پانی کے صرف دو جانور مچھلی اور ٹڈی حلال ہیں، اس کے علاوہ باقی تمام جانور حرام ہیں، اسی طرح وہ مچھلی جو بغیر کسی خارجی سبب کے مر کر سطح آب پر آ جائے، وہ بھی حرام ہے۔ فقہاء احناف کی دلیل یہ دو احادیث مبارکہ ہیں:

۱۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أُحِلَّتْ لَكُمْ مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ فَأَمَّا الْمَيْتَتَانِ فَالْحُوتُ وَالْجَرَادُ، وَأَمَّا الدَّمَانِ فَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ (۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے ہیں، دو مردار مچھلی اور ٹڈی ہیں، جب کہ دو خون جگر اور تلی ہیں۔

۲۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَلْقَى الْبَحْرُ، أَوْ جَزَرَ عَنْهُ فَكُلُوهُ وَمَا مَاتَ فِيهِ وَطَفَا فَلَا تَأْكُلُوهُ (۲)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو سمندر پھینک دے، یا جس سے سمندر ہٹ جائے، اس کو کھالو، اور جو سمندر میں مر کر سطح آب پر آ جائے، اسے مت کھاؤ۔

اہل لغت اور علم الحیوانات کے ماہرین کی تصریح کے مطابق جھینگا مچھلی ہے، اور فقہاء احناف کے نزدیک مچھلی کے تمام اقسام بلا کراہت جائز ہیں، اور باقی مکاتب فقہ میں بھی جھینگا حلال ہے، اعلیٰ حضرت کے نزدیک چھوٹے جھینگے کا کھانا خلاف اولیٰ ہے، اور بڑے جھینگے کے کھانے میں کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں ہے۔

۱۔ ابن ماجہ: ۳۳۱۴ ۲۔ ابو داؤد: ۳۸۱۵

۴۸۔ باب الْوُضُوْءِ بِالثَّلْجِ برف سے وضو کرنا

اس باب میں برف سے وضو کرنے کا بیان ہے، یعنی برف سے وضو کرنے کے جواز کا بیان ہے، اس سے پہلے باب میں سمندر کے پانی سے وضو کرنے کا بیان تھا۔

۶۰۔أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ :حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلَاةَ سَكَتَ هُنَيْهَةً .فَقُلْتُ :بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا تَقُولُ فِي سُكُوتِكَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ؟ قَالَ أَقُولُ :اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اللَّهُمَّ اغْسِلْنِي مِنْ خَطَايَايَ بِالثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے، تو تھوڑی دیر خاموشی اختیار فرماتے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ اور قرأت کے درمیانی وقفہ میں کیا پڑھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دعا مانگتا ہوں: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! میرے اور خطاؤں کے درمیان اس طرح دوری کردے، جس طرح تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری کی ہے، اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! مجھے خطاؤں سے اس طرح پاک کردے، جس طرح سفید کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے، اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! میری خطاؤں کو برف، پانی اور اولوں سے دھودے۔

۱۔اطراف:

بخاری:۷۴۴، مسلم:۵۹۸، ابوداؤد:۷۸۱، ابن ماجہ:۸۰۵، احمد:۷۱۶۷، السنن الکبریٰ:۶۰، تقدم:۳۲۲، ۸۹۰، ۸۹۱

۲۔مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان سے مطابقت دعا کے آخری جملہ میں ہے: میری خطاؤں کو برف، پانی اور اولوں سے دھودے۔

۳۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔علی بن حجر: راجع:۱۳ ۲۔جریر: راجع:۴

۳۔عمارۃ:

آپ کا نام عمارہ بن قعقاع بن شبرمۃ ضبی کوفی ہے، آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، صالح الحدیث راوی ہیں، البتہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت کرتے ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۱۔ i۔تاریخ الدوری، ج۲،ص۴۲۵ ii۔تقریب التہذیب، ج۲،ص۵۷

۴۔ابو زرعۃ: راجع:۵۰ ۵۔ابو هریرۃ: راجع:۱

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔خصوصیات سند:

☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ پچیسویں (۲۵) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی مروزی، اگلے تین کوفی، اور آخری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مدنی ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، حدثنا ایک ایک دفعہ، جبکہ عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

٦۔لغات:

هنیهة: تھوڑا، قلیل، اسم تصغیر ہے۔ باعد: تو دوری فرمادے۔

خطایای: میرے گناہ، میری خطائیں۔ نقنی: تو پاک فرمادے

الابیض: سفید الدنس: میل کچیل

اغسلنی: تو دھوڈال الثلج: برف

البرد: اولے

۷۔مسائل ونصائح:

☆ اس دعا سے مصنف نے استنباط کیا کہ برف سے وضو کرنا درست ہے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برف سے گناہ دھونے کی دعا مانگی ،اور ظاہر ہے کہ گناہ طہارت سے دھوئے جاتے ہیں۔یعنی وضو سے۔پس برف سے وضو کرنا درست ہوا۔(۱)

☆ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ استعارہ ہے بطریق مبالغہ کے، گناہوں سے پاک ہونے میں۔ ورنہ گرم پانی زیادہ صاف کرتا ہے بہ نسبت برف اور اولے اور ٹھنڈے پانی کے، اور اصل یہ ہے کہ گناہ کا میل بالکل میل کچیل کی طرح نہیں ہے، جو گرم پانی سے زیادہ صاف ہو، بلکہ اس میل میں ایک قسم کی حرارت اور عفونت ہے، جس کو ٹھنڈا پانی اور برف زیادہ مفید ہے، اور پھر بھی حقیقتاً ٹھنڈا پانی اور برف مراد نہیں ہیں۔ خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ امثال ہیں، ان سے مسمیات کے حقائق مراد نہیں ہیں۔ بلکہ مراد طہارت میں تاکید ہے، اور گناہوں کے محو اور دور کرنے میں مبالغہ ہے، اور برف اور اولے دونوں اس قسم کے پانی ہیں، جو بالکل پاک ہیں، کبھی ناپاک نہیں ہوئے، نہ ان کو گنہگاروں کے ہاتھ لگے، نہ وہ مستعمل ہوئے، اور ان کی تمثیل زیادہ تر فائدہ دے گی، تاکید طہارت کا۔ کرمانی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہوں کو جہنم کی آگ مقرر کیا، اس وجہ سے کہ گناہ جہنم میں

۱۔ سنن نسائی (خلاصہ)، ج۱،ص ٦٦

لے جاتے ہیں، پھر تعبیر کیا ان کے مٹنے سے، ساتھ بجھنے حرارت کے، جیسے دھونے سے آگ کی حرارت جاتی رہتی ہے، اور مبالغہ کیا، اس میں مبردات کے ذکر سے، مثل برف اور اولے کے۔(۱)

☆ حدیث کی باب سے مطابقت واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے برف کو پانی کے برابر ذکر فرمایا ہے، لہٰذا اس سے وضو ہو سکتا ہے۔

☆ اس دعا میں پانی، برف اور اولوں کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ میرے گناہوں کو ہر ممکن طریقے سے مجھ سے دور فرمادے۔ ان سے اللہ تعالیٰ ﷻ کی رحمت کی مختلف صورتوں کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے۔(۲)

☆ اس حدیث میں ''خطایای'' کا لفظ ہے، یہ ''خطیئۃ'' کی جمع ہے، ''خطاء'' کا معنی ہے: ذنب اور ''الم'' اس سے مراد یہ ہے کہ جب بھی میرا کوئی گناہ مقدر کیا جائے، تو میرے اور اس گناہ کے درمیان اتنی دوری کردے، جتنی دوری مشرق اور مغرب کے درمیان ہے، ایک تاویل یہ ہے کہ جو خطاء پہلے ہو چکی ہے، اس کو معاف فرمادے، اور آئندہ کے لیے مجھے خطاء سے بچا، مشرق اور مغرب سے مراد یہ ہے: کہ چونکہ مشرق اور مغرب کا ملنا محال ہے، اسی طرح میرا گناہ سے متصف ہونا محال کردے، پانی اور برف سے دھونے سے مراد یہ ہے: کہ مجھے کامل طریقہ سے پاک کردے۔(۳)

☆ علامہ فضل اللہ بن الحسن التورپشتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے پاک کرنے والی ان متعدد چیزوں کا ذکر فرمایا، جو آسمان سے نازل ہوتی ہیں، تاکہ آپ ﷺ کو طہارت کاملہ حاصل ہو، اور اس کے ضمن میں مغفرت کی ان اقسام کا حصول مراد ہے، جن سے گناہوں سے مغفرت حاصل ہوتی ہے یعنی اپنی مغفرت کی انواع اور اقسام سے خطاؤں کو دھوڈال، جس طرح حدث اور جنابت پانی سے زائل ہوتی ہے، اسی طرح خطاؤں کو پانی سے زائل فرمادے۔(۴)

☆ نبی ﷺ معصوم ہیں، آپ کا کوئی گناہ نہیں ہے، صغیرہ نہ کبیرہ، سہواً نہ عمداً، صورۃً نہ حقیقتاً، اور اس جگہ خطاؤں سے مراد بہ ظاہر خلاف اولیٰ کام ہیں، اور آپ ﷺ یہ دعا تعلیم امت کے لیے کرتے تھے، تاکہ آپ ﷺ کی امت کے افراد نماز کے شروع میں ہی اپنی مغفرت کی دعا کیا کریں۔(۵)

☆ علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن ابطال مالکی قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے ہمیشہ اس دعا کو نہیں پڑھا، ورنہ اہل مدینہ اس کو بہ کثرت نقل کرتے، اور اس پر عمل کرتے، ہو سکتا ہے آپ ﷺ نے کسی وقت یہ دعا پڑھی ہو، پھر اس کو ترک کردیا ہو، تاکہ آپ ﷺ کی امت کے لیے تخفیف اور آسانی ہو۔(۶)

☆ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس حدیث کو ذکر کیا ہے، اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ نماز شروع کرتے وقت یہ دعا کرنی چاہیے، اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نماز کے شروع میں درج ذیل دعا کے قائل ہیں:

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو یہ دعا کرتے: ''**سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالىٰ جدك ولا اله غيرك**''۔(۷)

۱۔ زہر الربی، ج ۱، ص ۳۱ ۲۔ سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۱۲۹ ۳۔ نعمۃ الباری، ج ۲، ص ۶۴۷

۴۔ کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ، ج ۱، ص ۲۳۳ ۵۔ نعمۃ الباری، ج ۲، ص ۶۴۷

۶۔ شرح ابن بطال، ج ۲، ص ۲۳۰

۷۔ i۔ سنن ابوداؤد: ۷۷۶ ii۔ سنن ترمذی: ۲۴۳ iii۔ سنن ابن ماجہ: ۸۰۶

iv۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۲۵۴۔ ۲۳۰

۲۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی ہے۔(۱)

۳۔ یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور اس کے تمام راوی ثقات ہیں۔(۲)

☆ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سلف صالحین نے ان احادیث پر عمل کیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے درمیان اس دعا کے ساتھ نماز کو شروع کرتے تھے، اسود بیان کرتے ہیں: کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کہنے کے بعد یہ دعا پڑھی:

''سبحانك اللهم وبحمدك و تبارك اسمك وتعالىٰ جدك ولااله غيرك''۔

امام احمد بن حنبل نے اس دعا کو اختیار کیا ہے، اور دوسری دعاؤں کے ساتھ نماز کے افتتاح کو بھی جائز قرار دیا ہے، کیونکہ وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔

☆ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَيَصْنَعُ ذٰلِكَ إِذَا قَضَى قِرَاءَتَهُ وَأَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ، وَيَصْنَعُهُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاتِهِ وَهُوَ قَاعِدٌ، فَإِذَا قَامَ مِنْ سَجْدَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ كَذٰلِكَ فَكَبَّرَ، وَيَقُولُ حِينَ يَفْتَتِحُ الصَّلَاةَ بَعْدَ التَّكْبِيرِ: وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ، وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، اللّٰهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، سُبْحَانَكَ أَنْتَ رَبِّي، وَأَنَا عَبْدُكَ، ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِي، فَاغْفِرْ لِي ذَنْبِي جَمِيعًا إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ، لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ، وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا، لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، أَنَا بِكَ وَإِلَيْكَ، وَلَا مَنْجَا، وَلَا مَلْجَأَ إِلَّا إِلَيْكَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ (۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ دعا کرتے:

میں ہر باطل سے جدا ہوتے ہوئے، اپنا منہ اس ذات کی طرف کرتا ہوں، جس نے آسمانوں اور زمینوں کو ٹھیک ٹھیک بنایا، اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں، بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور موت اللہ رب العلمین کے لیے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے، اور میں مسلمانوں میں سے ہوں، اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! تو بادشاہ ہے، تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں، میرے تمام گناہوں کو بخش دے، کیونکہ تیرے سوا کوئی اور گناہوں کو بخشنے والا نہیں ہے، مجھے اچھے اخلاق کی ہدایت دے اور اچھے اخلاق کی ہدایت تیرے سوا کوئی نہیں دے سکتا، برے اخلاق مجھ سے دور کر دے، اور مجھ سے برے اخلاق کو تیرے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں ہے، میں تیری اطاعت کے لیے حاضر اور فرماں بردار ہوں،

۱۔ i- سنن ابوداود: ۷۷۵ ii- سنن ترمذی: ۲۴۲ iii- سنن نسائی: ۸۹۸ iv- سنن ابن ماجہ: ۸۰۴

۲۔ سنن دارقطنی، ج۱، ص۳۰۰

۳۔ i- ترمذی: ۳۴۲۲ ii- نسائی: ۸۹۳ iii- مسلم: ۱۷۸۱ iv- ابوداود: ۷۶۰-۷۴۴

ہر خیر تیرے دست قدرت میں ہے اور کوئی برائی تیری طرف منسوب نہیں، میں تجھ سے مدد طلب کرتا ہوں اور تیری پناہ میں آتا ہوں، تو برکت والا اور بلند ہے، میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں''۔

☆ علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے متعلق بعض علماء یہ کہتے ہیں: کہ یہ تہجد کی نماز کے متعلق ہے، اور اس پر عمل کو ترک کر دیا گیا ہے، ہمارے علم کے مطابق کوئی شخص اس دعا سے نماز کو شروع نہیں کرتا، نماز کو صرف پہلی دعا شروع کیا جاتا ہے۔(۱)

☆ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے افتتاح میں ''سبحانك اللهم وبحمدك الخ ''پڑھتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جو دعاء افتتاح منقول ہے، وہ ابتداء امر پر یا نفل نماز پر محمول ہے، اور سنن نسائی: ۸۹۵ میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفل نماز میں یہ دعا پڑھتے تھے۔(۲)

☆ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تکبیر تحریمہ کے بعد دعا استفتاح کے قائل نہیں ہیں۔ باب مذکور کی یہ احادیث ان کے خلاف حجت قویہ ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت شروع کر دینی چاہیے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ بخاری اور مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نماز الحمد لله رب العالمين، سے شروع کرتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض مرتبہ بیان جواز کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا استفتاح کو ترک فرما دیا، یا جہراً قرأت آپ الحمدللہ سے شروع فرماتے تھے، اور اس میں احناف کی دلیل ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم، سورۂ فاتحہ کی جز نہیں ہے، ورنہ بجائے الحمد کے بسم اللہ سے قرأت شروع فرماتے۔(۳)

دعاء استفتاح کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہیں ان میں سے جس کو بھی پڑھ لیا جائے جائز ہے تاہم ائمہ ثلاثہ نے اپنے اپنے اصول کے پیش نظر مختلف دعاؤں کو اختیار کیا ہے۔

☆ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ دعا ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت فرماتے سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالىٰ جدك ولااله غيرك۔(۴)

☆ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دعا استفتاح آہستہ پڑھی جائے، اگر یہ پڑھنے سے رہ گئی اور اعوذ باللہ پڑھ لی، تو اب نہ پڑھے، کہ اس سنت کا اب محل نہیں رہا۔(۵)

۱۔ المغنی، ج۲، ص۲۳۔۲۲ ۔ ۲۔ عمدۃ القاری، ج۵، ص۴۳۳ ۔ ۳۔ شرح صحیح مسلم، ج۲، ص۲۰۶

۴۔ i-ابوداؤد، ص۱۱۹ ii-ترمذی ص۳۳ iii-ابن ماجہ، ص۵۸

iv-نسائی، ص۱۴۳ v-مجمع الزوائد: ج۲، ص۲۶۵ vi-مسند احمد: ج۷، ص۱۲۰

۵۔ مغنی ابن قدامہ، ج۱، ص۴۷۸

☆ علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم عصمت کے بارے میں لکھتے ہیں:

حضور ﷺ نے جو یہ دعا فرمائی ہے ''اے اللہ میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اس طرح بعد (دوری) کر دے، جس طرح مشرق اور مغرب میں بعد ہے (الحدیث) یہ تواضع، تعلیم اور ترغیب امت پر محمول ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ﷻ نے آپ ﷺ کو گناہوں سے معصوم رکھا ہے، اس موقع پر ہم عصمت کے بارے میں اہل سنت کا موقف پیش کرنا چاہتے ہیں۔

علامہ تفتازانی عصمت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

وحقيقة العصمة ان لا يخلق الله تعالىٰ فى العبد الذنب مع بقاء قدرته واختياره وهذا معنى قولهم هى لطف من الله تعالىٰ يحمله على فعل الخير ويزجره عن الشرمع بقاء الاختيارتحقيقاللابتلاء ولهذا قال الشيخ ابو منصور لايزيل المحنة ولهذا اظهرفساد قول من قال انهاخاصية فى نفس اشخص اوفى بدنه يمتنع بسببها صدور الذنب عنه كيف ولو كان الذنب ممتنعا لماصح تكليفه بترك الذنب ولما كان مثابه عليه(۱)

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ﷻ بندہ میں اس کی قدرت اور اختیار کے باوجود گناہ نہ پیدا کرے، اسی کے قریب بعض علماء نے کہا ہے: کہ عصمت اللہ تعالیٰ ﷻ کا لطف ہے جو بندہ کو نیکی پر ابھارتا ہے اور برائی سے روکتا ہے، باوجود برائی پر بندہ کی قدرت اور اختیار کے، تاکہ بندہ کا مکلف ہونا صحیح رہے، اسی لیے شیخ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عصمت مکلف ہونے کو زائل نہیں کرتی، اس تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ بعض لوگوں (شیعہ) کا یہ کہنا فاسد ہے: کہ عصمت انسان کے اندر ایسی خاصیت ہے، جس کی وجہ سے گناہ کا صدور محال ہو جاتا ہے، کیونکہ اگر کسی انسان سے گناہ کا صادر ہونا محال ہو، تو اس کو گناہ کے ترک کا مکلف کرنا کس طرح صحیح ہوگا، اور وہ ترک گناہ پر ثواب کا امیدوار کس وجہ سے ہوگا؟

☆ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ الباری فرماتے ہیں:

العصمة فضل من الله ولطف منه لكن على وجه يبقى اختيارهم بعد العصمة فى الاقدام على الطاعة والامتناع عن المعصية واليه مالا الشيخ ابومنصور الماتريدى حيث قال العصمة لاتزيل المحنة الى الابتلاء والا متحان يعنى لا تجبره على الطاعة ولا تعجزه عن المعصية بل هى لطف من الله تعالىٰ يحمله على فعل الخير ويزجرعن الشرمع بقاء الاختيار ـ(۲)

عصمت اللہ تعالیٰ ﷻ کا فضل اور لطف ہے، لیکن اس وجہ سے کہ عصمت کے بعد بندوں کے اطاعت کرنے اور گناہ سے رکنے کا اختیار باقی رہے، شیخ ابوالمنصور ماتریدی کا بھی اسی طرف رجحان ہے، کیونکہ انہوں نے کہا: عصمت سے مکلف ہونا باطل نہیں ہوتا، اور آزمائش اور امتحان باقی رہتا ہے یعنی عصمت نہ اطاعت پر مجبور کرتی ہے نہ گناہ سے عاجز کرتی ہے، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ ﷻ کا لطف ہے، جو قدرت اور اختیار کے باوصف نیکی پر ابھارتا ہے اور برائی سے روکتا ہے۔

☆ قاضی عیاض لکھتے ہیں:

والجمهورقائل بانهم معصومون حق ذلك من قبل الله معتصمون باختيار هم و كسبهم الاحسينا النجارفانه قال لا قدرة لهم على المعاصى اصلاء(۳)

۱۔ شرح عقائد مع النبراس، ص ۵۳۴ ۲۔ شرح فقہ، ۵۹ ۳۔ الشفاء فی الحقوق المصطفیٰ، ج ۲، ص ۱۲۵

جمہور کہتے ہیں کہ انبیاء ﷺ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں، باوجود اس بات کے کہ انہیں کسب اور اختیار حاصل ہوتا ہے، برخلاف حسین نجار (ایک گمراہ شخص) کے، اس نے کہا: کہ انبیاء ﷺ کو گناہوں پر بالکل قدرت نہیں ہوتی۔

☆ علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وقدتقرران العصمة هذاالمتكلمين ان لايخلق الله في النبي ذنبا وعندالحكماء ملكة تمنع من الفجور حاصلة من العلم بالقبائح والمحاسن فانه الزاجرعن المعاصي والداعي للطاعة ويتاكد في الانبياء بالوحي الالهي وقيل العصمة خاصة في النفس اوالبدن بسببها يمتنع عن صدور الذنب وياباه انه لو كان كذاما استحق المدح والثواب لانها ليست داخلة تحت الاختيار وهم مكلفون بلااتفاق وفي التحرير لابن الهمام العصمة عدم القدرة على المعصية اوخلق مانع منها غير ملجيء وهومناسب لقول الماتريدى العصمة لاتزيل المحنة اى الا بتلاء المقتضي لبقاء الاختيار ومعناه كمافي الهدايت انها لاتجبره على الطاعة ولا تعجزه عن المعصية بل هي لطف من الله تعالىٰ يحمله على فعل الخير ويزجرعن الشرمع بقاء الاختيار تحقيقاً للابتلاء (۱)

متکلمین کے نزدیک عصمت کی یہ تعریف ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ ﷻ نبی میں گناہ کو پیدا نہیں فرماتا، اور حکماء کے نزدیک عصمت وہ ملکہ ہے، جو انہیں گناہوں سے روکتا ہے، کیونکہ ان کو نیکیوں اور برائیوں کا علم حاصل ہوتا ہے۔ یہ علم ان کو گناہوں سے دور رکھتا ہے، اور اطاعت پر ابھارتا ہے، اور انبیاء میں علم وحی الٰہی سے پختہ ہوجاتا ہے کہا گیا ہے کہ عصمت انسان میں ایک خاصیت ہے جس کی وجہ سے گناہوں کا صدور محال ہوتا ہے یہ اس لیے غلط ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو انبیاء ﷺ ستائش اور ثواب کے مستحق نہ ہوتے، کیونکہ یہ چیز ان کے اختیار میں نہیں ہے، حالانکہ وہ بالاتفاق مکلف ہیں۔ ابن ہمام نے تحریر میں کہا: معصیت گناہوں پر قدرت نہ ہونا ہے، یا ایسا خلق ہے جو گناہوں سے روکتا ہے، اور جبراً نہیں روکتا، یہ قول ماتریدی کی تعریف کے مطابق ہے، جنہوں نے کہا: عصمت مکلف ہونے کو زائل نہیں کرتی یعنی آزمائش کو جو اختیار کے باقی رہنے کا تقاضا کرتی ہے، اور اس کا معنی یہ ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے: کہ عصمت نہ اطاعت پر مجبور کرتی ہے، نہ گناہ سے عاجز کرتی ہے، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ ﷻ کا ایک لطف ہے، جو باوجود اختیار کے نیکی پر ابھارتا ہے، اور برائی سے روکتا ہے، تاکہ آزمائش کا معنی پایا جائے۔

☆ امیر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقال قوم العصمة يكون خاصية في نفس الشخص اوفي بدنه يمتنع بسببها صدور الذنب فيه يكذبه اى هذا القول انه لوكان صدور الذنب كذلك اى ممتنعالما استحق المدح بذلك اى بترك الذنب ازلا مدح ولاثواب بترك ماهوممتنع لانه ليس مقدوراوداخلاتحت الاختيار وايضًا فالاجماع منعقد على انهم اى الانبياء مكلفون بترك الذنوب مثابون بالطاعات وبه لوكان الذنب ممتنعا منهم لما كان الامر كذالك اذالاتكليف بترك المنع ولا ثواب عليه لما عرفت انفاوايضا فقوله انما انا بشرمثلكم يوحىٰ الي يدل على مما للتهم بسائر الناس فيما يرجع الى البشرية و الامتيازبالوحي لا غير فلا يمتنع صدورالذنب عن سائرالبشر۔(۲)

۱۔ نسیم الریاض، ج۴، ص۳۶ ۲۔ شرح مواقف، ص۶۹۹

ایک قوم (شیعہ) نے کہا ہے کہ عصمت انسان میں ایک ایسا خاصہ ہے، جس کے سبب سے گناہوں کا صدور ممتنع ہوتا ہے، اس قول کی تکذیب کے لیے یہ کافی ہے، کہ اگر انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کا صدور ممتنع ہوتا، تو وہ گناہوں کے ترک پر مدح کے مستحق نہ ہوتے، اس لیے کہ محال کے ترک پر مدح ہے نہ ثواب، کیونکہ نہ وہ مقدور ہے نہ اختیار کے تحت داخل ہے، نیز اجماع اس بات پر منعقد ہے، کہ انبیاء علیہم السلام گناہوں کے ترک کے مکلف ہیں اور عبادت کرنے سے انہیں ثواب ہوتا ہے، اور اگر ان سے گناہوں کا صدور محال ہوتا، تو اس طرح نہ ہوتا، کیونکہ محال کے ترک سے نہ مکلف کیا جاتا ہے نہ اس پر ثواب ہوتا ہے، نیز اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا فرمان: انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی اس پر دلالت کرتا ہے، کہ بشری احکام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کے مساوی ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتیاز صرف وحی ہے، پس باقی انسانوں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی گناہوں کا صدور محال نہیں ہے۔

☆ میر سید شریف جرجانی کی اس عبارت پر علامہ غلام رسول سعیدی یہ تبصرہ کرتے ہیں:

میر سید شریف کی عبارت میں ہمیں یہ بات کھٹکتی ہے کہ عام لوگوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتیاز صرف وحی ہے، کیونکہ قران اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار خصوصیات ہیں، مثلاً آپ کی آواز پر آواز اونچی نہیں ہوسکتی۔ اگر آپ نماز میں کسی کو بلائیں تو اس کا آنا واجب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ توہین کفر ہے۔ آپ کی ازواج تمام امت کی مائیں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان سے نکاح حرام ہے۔ عام انسان تو الگ رہے انبیاء علیہم السلام بھی آپ کے مساوی نہیں ہیں۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے دو جلدوں پر مشتمل ایک کتاب آپ کی خصوصیات پر خصائص کبریٰ کے نام سے لکھی ہے، اس کے علاوہ اور بھی علماء نے حسب توفیق تصانیف کی ہیں، البتہ یہ بات صحیح ہے کہ عام انسانوں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی گناہوں کا صدور محال نہیں ہے، اور اس پر اجماع ہے کہ آپ مکلف ہیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں، اور عام لوگ معصوم نہیں ہیں۔

☆ علامہ شمس الدین خیالی رحمۃ اللہ علیہ عصمت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

ھی ملکۃ اجتناب المعاصی مع التمکن فیھا ۔(۱)

باوجود قدرت کے گناہوں سے بچنے کے ملکہ (مہارت) کو عصمت کہتے ہیں۔

☆ انبیاء علیہم السلام پر خوف الٰہی کا اس قدر غلبہ ہوتا ہے، نیز قرب الٰہی کے انتہائی مرتبہ پر فائز ہونے کی وجہ سے ان نفوس قدسیہ کو ہر وقت اللہ عزوجل کا بے حجاب مشاہدہ ہوتا ہے، اور عبادات کا حسن اور گناہوں کا قبح ان پر اس طرح روشن ہوتا ہے، کہ وہ کسی لحہ عبادت سے غافل ہوتے ہیں نہ کسی لحظہ ان کے دل میں کسی گناہ کا تصور آتا ہے۔

☆ تحقیق یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کفر و شرک، صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں، خواہ یہ گناہ سہواً ہوں یا عمداً، بعثت سے پہلے ہوں یا بعد، قران مجید اور حدیث شریف میں بعض انبیاء علیہم السلام کے کچھ افعال مذکور ہیں، جن سے معصیت کا وہم ہوتا ہے مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کا بھول کر دانہ گندم کھانا، حضرت یونس علیہ السلام کا بلا اذن مخصوص قوم کو چھوڑ جانا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا توریۃً تین باتیں فرمانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تادیباً قبطی کو گھونسہ مار دینا۔ یہ سب امور نسیان اور اجتہادی خطاء سے تعلق رکھتے ہیں۔(۲)

۱۔ حاشیۃ الخیالی، ص ۱۴۴ ۲۔ شرح صحیح مسلم، ج ۲، ص ۲۱۰

☆ انبیاء سابقین علیہم السلام سے اجتہادی خطا ہو جاتی تھی۔ حضور ﷺ کی خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آپ کو اجتہادی خطاء سے بھی محفوظ رکھا۔ آپ ﷺ کی ہر رائے صائب، ہر قول صحیح اور ہر فعل بر ہدایت ہوتا تھا، علامہ نووی فرماتے ہیں:

اختلفو اھل کان الخطاجائزاعلیه صلی الله علیه وسلم فذهب المحققون الی انه لم یکن جائزا(۱)

اس میں اختلاف ہے کہ آپ پر اجتہادی خطاء جائز ہے یا نہیں۔ محققین کا مذہب ہے کہ جائز نہیں ہے۔

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے برف سے گناہ دھونے کی دعا مانگی ہے، اور گناہ طہارت سے دھوئے جاتے ہیں، اور طہارت وضو ہے، اس لیے برف سے وضو کرنا درست ہے۔

۱۰۔ خلاصہ:

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث مبارکہ سے استدلال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پانی کے ساتھ برف سے طہارت حاصل کرنے کی دعا کی ہے، اس لیے برف سے وضو کرنا جائز ہے: البتہ اس سے عملاً وضو کی طہارت اسی طرح ممکن ہے کہ برف کے پانی سے وضو جائز ہے، اور برف کا پانی پاک اور پاک کرنے والا ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ میں پانی، برف، اولے، مشرق ومغرب سب استعارہ کے طور پر استعمال ہوئے ہیں، ان سب سے اصل مقصود اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے اپنی خطاؤں کی معافی مانگنا ہے۔

☆ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی طرف خطاؤں کی نسبت عاجزی، انکساری اور تمثیل کے طور پر فرمائی، اور اس سے اصل مقصود تعلیم امت ہے، کہ ہر امتی نماز کے شروع میں ہی اپنے گناہوں سے معافی کا خواستگار ہو۔

☆ حضور نبی کریم ﷺ معصوم ہیں، آپ ﷺ سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا، صغیرہ نہ کبیرہ، سہواً نہ عمداً، صورۃً نہ حقیقتاً، بلکہ آپ ﷺ نے جو کام کیا وہی افضل واعلیٰ حقیقتاً اور بہ ظاہر ہے۔ بلکہ جس طرح مشرق ومغرب کا اجتماع ممتنع ہے اسی طرح آپ ﷺ سے گناہ کا صدور ممتنع ہے۔

☆ اس تمثیل سے مراد طہارت میں تاکید ہے، اور اس سے پاکی میں مبالغہ کرنا مراد ہے۔

☆ عصر حاضر میں مشینی طریقہ سے جو برف بنائی جاتی ہے، اس کا بھی شرعاً یہی حکم ہے۔

۱۔ شرح مسلم نووی، ج۱، ص۴۶

۴۹۔ باب الْوُضُوْءِ بِمَآءِ الثَّلْجِ — برف کے پانی سے وضو کرنا

اس باب میں برف کے پانی سے وضو کرنے کا بیان ہے، اس سے پہلے باب میں برف سے وضو کرنے کا بیان تھا۔

۶۱۔أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ :أَنْبَأَنَا جَرِيرٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ :كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّ قَلْبِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! میری خطاؤں کو برف اور اولوں کے پانی سے دھو دے، میرے دل کو گناہوں سے ایسے پاک فرما دے، جیسے تو سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کرتا ہے۔

۱۔اطراف:

بخاری:۶۳۷۵، مسلم:۵۸۹، ۲۷۰۵، السنن الکبریٰ:۵۹، تقدم:۳۲۱

۲۔مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! میری خطاؤں کو برف اور اولوں کے پانی سے دھو دے۔

۳۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔اسحاق بن ابراہیم: راجع:۲ ۲۔جریر: راجع:۲

۳۔ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ:

نام ونسب: ہشام نام، ابو عبداللہ کنیت۔ مشہور صحابی حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے ان کے والد عروہ بھی بڑے جلیل القدر تابعی اور مدینہ کے سات مشہور فقہا میں سے ایک تھے، ان کے حالات اوپر گزر چکے ہیں۔

اکابر صحابہ میں انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے اور میرے بھائی محمد کو ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا گیا۔ انہوں نے گود میں بٹھا کر ہمارا بوسہ لیا۔(۱) غالباً اسی یا کسی اور ملاقات میں ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے سر پر دست شفقت پھیر کر انہیں دعا دی۔(۲)

فضل وکمال: ہشام ایک جلیل القدر تابعی کے لڑکے اور ایک جلیل القدر صحابی کے پوتے تھے اس لئے علم وعمل کی دولت گویا انہیں ورثہ میں ملی تھی، ان کا شمار ان کی عہد کے علمائے تابعین میں تھا۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق، جلالت اور امامت پر سب کا اتفاق ہے۔(۳)

۱۔ تاریخ خطیب، ج۱۴، ص۳۸ ۲۔ تہذیب التہذیب، ج۱۱، ص۴۸ ۳۔ تہذیب الاسماء، ج۱، ص۱۳۸

حدیث: حدیث کے ممتاز حافظ تھے، علامہ ابن سعد ان کو ثقہ ثبت کثیر الحدیث اور حجت لکھتے ہیں۔(۱) آئمہ فن ان کی وسعت علم کے اتنے معترف تھے کہ ابو حاتم رازی ان کو امام حدیث، اور وہیب، حسن بصری اور ابن سیرین کا درجہ دیتے تھے۔(۲)

شیوخ: صحابہ میں انہوں نے صرف اپنے چچا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور دوسرے علماء میں عبداللہ بن عروہ، عباد بن عبداللہ، عمر بن خزیمہ، عوف بن حارث بن طفیل، ابی سلمہ بن عبدالرحمن، ابن منکدر، وہب بن کیسان، صالح بن ابی صالح، عبداللہ بن ابی بکر، عبدالرحمن بن سعد اور محمد بن ابراہیم وغیرہ سے استفادہ کیا تھا۔(۳)

تلامذہ: ان کے تلامذہ میں یحییٰ بن سعید انصاری، ایوب سختیانی، مالک بن انس، عبیداللہ بن عمر، ابن جریج، سفیان بن ثوری، لیث بن سعد، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید القطان اور وکیع ابن جراح لائق ذکر ہیں۔(۴)

فقہ: ان کے والد عروہ مدینہ کے سات مشہور فقہاء میں سے تھے۔ ان کے تفقہ سے ان کو وافر حصہ ملا تھا۔ حافظ ذہبی ان کو فقیہ لکھتے ہیں۔(۵)

زہد و ورع: علم کے ساتھ عمل و اخلاق سے بھی آراستہ تھے۔ ابن حبان ان کو فاضل اور ورع لکھتے ہیں۔(۶)

تہذیب لسان: نہایت مہذب اور شائستہ تھے۔ ان کی زبان سے کبھی کوئی بے جا کلمہ نہ نکلتا تھا۔ منذر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے ہشام کی زبان سے ایک مرتبہ کے سوا کبھی کوئی برا کلمہ نہیں سنا۔(۷)

بغداد کا سفر: اس کی ادائیگی کی فکر میں وہ خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی کے پاس بغداد گئے۔ اس نے بڑا خیر مقدم کیا۔ انہوں نے اپنی غرض پیش کی۔ اس نے پوچھا کتنا قرض ہے۔ فرمایا ایک لاکھ۔ منصور نے کہا آپ اس افضل و کمال کے باوجود اتنا بڑا قرض لے لیتے ہیں۔ جس کی ادائیگی آپ کے امکان میں نہیں، انہوں نے کہا خاندان کے بہت سے لڑکے جوان ہو گئے تھے مجھے خوف تھا کہ اگر ان کی شادی نہ کر دی گئی تو وہ بے خانماں ہو جائیں گے۔ اس لئے میں نے خدا اور امیر المؤمنین کے اعتماد پر ان کا گھر بسا کر ان کا ٹھکانا کر دیا اور ان کی جانب سے ولیمہ کیا، یہ سارا قرض اسی کا ہے۔

ابو جعفر منصور نے حیرت کے لہجہ میں دو مرتبہ ایک لاکھ ایک لاکھ! کہا اور دس ہزار روپیہ انہیں دینے کا حکم دیا، انہوں نے کہا امیر المؤمنین جو کچھ دے رہے ہیں وہ خوش دلی سے دے رہے ہیں (یا جبر سے) میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ جو شخص خوش دلی سے عطیہ دیتا ہے تو اس میں دینے والے اور لینے والے دونوں کو برکت ہوتی ہے، منصور نے کہا میں نے خوش دلی سے دیا ہے۔(۸)

وفات: بغداد ہی میں ۱۴۶ھ میں وفات پائی۔ اتفاق سے اسی دن عباسیوں کے ایک بڑے جلیل القدر اور نامور غلام کا بھی انتقال ہو گیا تھا، اس لئے دونوں کے جنازے ایک ساتھ اٹھائے گئے۔ لیکن منصور نے ہشام کے رتبہ کی وجہ سے ان کے جنازہ کی نماز پہلے پڑھائی۔ ہارون کی ماں خیزران کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔(۹)(۱۰)

۱۔ ابن سعد، ج ۷، ق ۲، ص ۶۷ ۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۲۹ ۳۔ تہذیب، ج ۱۱، ص ۴۸
۴۔ ایضاً ۵۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۲۹ ۶۔ تہذیب التہذیب، ج ۱۱، ص ۹۱
۷۔ تاریخ خطیب، ج ۱۴، ص ۱۳۸ ۸۔ تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۳۹ ۹۔ ابن سعد، ج ۷، ق ۲، ص ۶۷
۱۰۔ سیر الصحابہ، ج ۳، جز ۷، ص ۳۲۵۔۳۲۷

۴۔عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ:

نام ونسب: عروہ نام ، ابوعبداللہ کنیت ، مشہور صحابی حواری رسول ﷺ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے فرزند تھے،ان کی ماں اسماء رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں،اس طرح عروہ کی رگوں میں ایک جانب حواری رسول ﷺ اور دوسری جانب صدیق رسول ﷺ کا خون تھا۔

پیدائش: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخر یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آغاز عہد خلافت میں پیدا ہوئے۔پہلی روایت زیادہ مرجح ہے۔(۱)

جنگ جمل وصفین: جنگ جمل میں اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکلنا چاہا،لیکن ان کی عمر اس وقت کل تیرہ سال کی تھی،اس لئے شریک نہیں کیے گئے۔(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ میں وہ کسی جانب نہ تھے۔اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر اور عبدالملک کی معرکہ آرائیوں میں اپنے بھائی کے ساتھ تھے۔عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مقتول ہونے کے بعد حجاج نے ان کی لاش سولی پر لٹکوادی تھی اور تجہیز وتکفین کے لئے حوالہ نہ کرتا تھا،اس وقت عروہ ہی عبدالملک کے پاس شام گئے تھے،وہ بڑی محبت اور عزت سے پیش آیا،عروہ کو گلے لگا کر اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا اس وقت تک اس کو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے کی خبر نہ پہنچی تھی،عروہ ہی کی زبانی اسے معلوم ہوا۔یہ خبر سن کر اس نے سجدہ شکر ادا کیا،اور عروہ کی درخواست پر فوراً حجاج کے نام لاش حوالہ کرنے کا حکم جاری کر دیا،اور اس کی اس حرکت پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔(۳)

عبدالملک کی بیعت: ادھر مکہ میں عبداللہ رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد حجاج عروہ کی تلاش میں تھا۔جب ان کا پتہ نہ چلا تو اس نے عبدالملک کو لکھا کہ عروہ اپنے بھائی کے ساتھ تھے،ان کے قتل ہونے کے بعد خدا کا مال لے کر بھاگ گئے،اس وقت عروہ شام میں موجود تھے،اس لئے عبدالملک نے جواب دیا کہ ''وہ بھاگے نہیں ہیں،بلکہ میری بیعت کر لی ہے،میں نے ان کی خطاؤں کو معاف کر کے انہیں امان دے دی ہے،وہ مکہ واپس جاتے ہیں وہاں ان کے ساتھ کسی قسم کی بدسلوکی نہ کی جائے،غرض وہ عبدالملک سے بیعت کر کے مکہ واپس آئے،ان کی واپسی کے بعد ان کے بھائی کی لاش دفن کی گئی۔(۴)

عقیق کا قیام: اگر چہ عروہ نے عبدالملک کی بیعت کر لی تھی اور دونوں میں کوئی ناخوشگواری باقی نہ رہ گئی تھی،مگر وہ امویوں کی بے عنوانیوں اور جابرانہ طریق حکومت کو سخت ناپسند کرتے تھے،لیکن ان کا روکنا بھی ان کے بعد میں نہ تھا،اس لئے انہوں نے شہر کا قیام ترک کر کے مدینہ کے قریب عقیق کے دیہات میں سکونت اختیار کر لی۔(۵)

عبداللہ بن حسن کا بیان ہے کہ علی بن حسین (زین العابدین) اور عروہ روزانہ بعد عشاء مسجد نبوی ﷺ کے ایک گوشے میں بیٹھتے تھے۔میں بھی ان کے ساتھ بیٹھتا تھا ایک دن گفتگو میں بنی امیہ کے مظالم کا تذکرہ آیا اور یہ خیال ظاہر کیا گیا کہ جب کسی میں ان مظالم کو روکنے کی طاقت نہیں ہے تو ان کے ساتھ رہنا کہاں تک مناسب ہے۔خدا ان مظالم کی سزا میں ایک نہ ایک دن ان پر عذاب نازل کرے گا۔عروہ نے علی بن حسین سے کہا جو شخص ظالموں سے علیحدہ رہے گا اور خدا کی بیزاری سے واقف ہوگا تو امید ہے کہ جب خدا ان کو کسی مصیبت میں مبتلا کرے گا تو ظالموں سے علیحدہ رہنے والا شخص خواہ ان سے تھوڑے ہی فاصلے پر ہو،اس مصیبت سے محفوظ رہے گا۔اس گفتگو کے بعد عروہ مدینہ چھوڑ کر عقیق چلے گئے۔(۶)

۱۔ تہذیب التہذیب،ج ۷،ص ۱۸۳ ۲۔ ایضاً ۳۔ ابن اثیر،ج ۴،ص ۲۹۱

۴۔ ابن اثیر،ج ۴،ص ۲۹۱ ۵۔ ابن سعد،ج ۵،ص ۱۳۵ ۶۔ ابن سعد،ج ۵،ص ۱۳۷

لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا ان کی مسجدیں لہو ولعب اور ان کے بازار لغویات کا گہوارہ ہیں اور ان کے راستوں میں بے حیائی کی گرم بازاری ہے۔(۱)

مصر کا قیام: ابن یونس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عروہ سات سال تک مصر میں بھی رہے۔(۲)

فضل وکمال: عروہ ان اسلاف اور ان بزرگوں کی یادگار تھے جو علم وعمل کا مجمع البحرین تھے۔ان کے والد زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ حواری رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے، ان کے نانا صدیق اور خلیل رسول تھے، ان کی خالہ عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین، ان کی ماں اسماء رضی اللہ عنہا کو زبان رسالت سے ذات النطاقین کا خطاب ملا تھا۔ان کے بڑے بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ بڑے صاحب علم صحابی تھے غرض ان کا سارا گھرانہ علم وعمل اور مذہبی اور اخلاقی فضائل وکمالات کا پیکر تھا۔عروہ نے اسی ماحول میں آنکھ کھولی اور اسی میں پرورش پائی، اس لئے یہ دولت انہیں وراثۃً ملی تھی، اور ان کا دامن جملہ علمی اور اخلاقی فضائل سے معمور تھا، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ان کے مناقب بے شمار ہیں۔ان کی جلالت، علوے مرتبت اور وفور علم پر سب کا اتفاق ہے۔(۳) حافظ ذہبی انہیں امام اور عالم مدینہ لکھتے ہیں۔(۴) انہیں حدیث اور فقہ دونوں میں یکساں کمال حاصل تھا۔علامہ ابن سعد لکھتے ہیں: "**کان ثقة کثیر الحدیث فقیها عالما مامونا ثبتا**"۔(۵)

حدیث: عروہ نے اپنے والد، بھائی، ماں، خالہ سب سے حدیث میں فیض اٹھایا تھا۔(۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خرمن کمال سے خصوصیت کے ساتھ خوشہ چینی کی تھی، قبیصہ کا بیان ہے کہ عروہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہم سب سے زیادہ آتے جاتے تھے، اور عائشہ رضی اللہ عنہا اعلم الناس تھیں۔انہوں نے قریب قریب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پورا علمی ذخیرہ اپنے سینہ میں محفوظ کر لیا تھا، خود ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے چار پانچ سال پہلے ان کی کل حدیثیں محفوظ کر لیں تھیں، اگر انتقال اسی وقت ہو گیا ہوتا، تو مجھے ان کی کسی حدیث کے باقی رہ جانے کا افسوس نہ ہوتا کیونکہ ان کی کل احادیث میرے سینہ میں محفوظ ہو چکی تھیں۔(۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اکابر صحابہ میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، سعید بن زید بن عمرو رضی اللہ عنہ بن نفیل، حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ، ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، مسعود بن مخرمہ رضی اللہ عنہ، حسن بن علی رضی اللہ عنہ، نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، عمرو رضی اللہ عنہ بن سلمہ، ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا، اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا وغیرہ اور تابعین کی ایک بہت بڑی جماعت فیض یاب ہوئے تھے۔(۸)

ان بزرگوں کے فیض نے عروہ کا دامن علم نہایت وسیع کر دیا تھا، ابن شہاب زہری کہتے تھے کہ عروہ حدیث کا بحر ذخار تھے۔(۹) عروہ کے صاحبزادے ہشام جو خود بڑے محدث تھے کہتے تھے کہ ہم نے والد کی احادیث کے دو ہزار حصوں میں ایک حصہ بھی حاصل نہ کیا۔(۱۰)

فقہ: مگر ان کا خاص اور امتیازی فن فقہ تھا، اس فن کو بھی انہوں نے اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حاصل کیا تھا اور اس میں ان کو اتنا کمال تھا کہ مدینہ کے سات مشہور فقہاء میں سے ایک فقیہ مانے جاتے تھے۔**فقیه المدینة احد الفقهاء السبعة فقها المدینة**۔(۱۱)

۱۔ مختصر صفوۃ الصفوۃ، ص ۳۲ ۲۔ تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۱۸۵ ۳۔ تہذیب الاسماء، ج ۱، ص ۳۳۲

۴۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۵۳ ۵۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۱۳۳ ۶۔ تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۱۸۲

۷۔ ایضاً ۸۔ ایضاً ۹۔ تہذیب الاسماء، ج ۱، ص ۳۳۲

۱۰۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۵۲ ۱۱۔ تہذیب الاسماء ج ۱، ق ۱، ص ۳۳۱

فقہ میں تصانیف:
آپ نے فقہ میں کتابیں بھی تالیف کی تھیں، ان میں سے بعض حرہ کے ہنگامہ کے زمانہ میں جب یزیدی لشکر نے مدینۃ الرسول ﷺ کولوٹا تھا خود جلا دیں۔ مگر بعد میں ان کے جلانے کا افسوس ہوا۔ چنانچہ فرماتے تھے کہ ہم لوگ کتاب اللہ کی موجودگی میں دوسری کتاب نہیں لکھتے تھے۔ اس لئے میں نے اپنی کتابیں ضائع کر دیں لیکن اب خدا کی قسم میری یہ خواہش ہے کہ میری کتابیں میرے پاس موجود ہوتیں، اور خدا کی کتاب اپنی جگہ دائم وقائم رہتی۔ (۱)

اقوال: فرماتے تھے کہ جس آدمی میں تم ایک اچھائی دیکھو تو اس سے محبت کرو اور یقین کرو کہ اس میں اور اچھائیاں بھی ہوں گی، اور اگر کوئی برائی دیکھو تو اس سے نفرت کرو اور یقین رکھو کہ اس میں ایسی اور برائیاں بھی ہوں گی۔ (۲)

صحابہ رضی اللہ عنہم سے استفادہ: ان کا فقہی کمال اس قدر مسلم تھا کہ بڑے بڑے صحابہ رسول ﷺ مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ (۳) لیکن اس کمال کے باوجود عروہ اس قدر محتاط تھے کہ کوئی مسئلہ محض رائے سے نہ بیان کرتے تھے۔ (۴)

ترغیب علم: یہ کہہ کر نوجوان کو تحصیل علم کی ترغیب دلاتے تھے کہ ہم لوگ بھی ایک زمانہ میں چھوٹے تھے، آج وہ دن آیا کہ ہمارا شمار بڑوں میں ہے، تم بھی گو آج کم سن ہو لیکن ایک زمانہ آئے گا جب بڑے ہو گے، اس لئے علم حاصل کر کے سردار بن جاؤ کہ لوگوں کو تمہاری احتیاج ہو۔ (۵)

فضائل اخلاق: اس علم کے ساتھ عروہ عمل کے زیور سے بھی آراستہ تھے، وہ اپنے اسلاف کرام کا نمونہ تھے۔ عجلی کا بیان ہے کہ عروہ صالح آدمی تھے۔ (۶) ابن شہاب کا قول ہے کہ وہ علماء خیر میں تھے۔ (۷)

عبادت وریاضت: بڑے عابد وزاہد تھے، ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں کہ ان کی ذات میں علم، سیاست اور عبادت سب جمع تھیں۔ (۸) تہجد اس التزام کے ساتھ پڑھتے تھے کہ ایک شب کے سوا جب ایک مرض کے سلسلہ میں، ان کا پاؤں کاٹا گیا تھا، اور کبھی ناغہ نہ ہوئی، (۹) عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے ممنوعہ ایام کے علاوہ باقی بارہ مہینے روزہ رکھتے تھے، سفر کی حالت میں بھی نہ چھوٹتا تھا مرض الموت میں بھی اس معمول میں فرق نہ آیا۔ چنانچہ انتقال کے دن بھی روزے سے تھے۔ (۱۰) تلاوت قرآن محبوب ترین مشغلہ تھا، ایک چوتھائی قرآن دن میں ناظرہ پڑھتے تھے، باقی رات کو تہجد میں تمام کرتے تھے۔ (۱۱)

صبر واستقامت: صبر واستقامت کا مجسم پیکر تھے۔ بڑی سے بڑی آزمائش اور تکلیف کے موقع پر زبان سے اف نہ نکلتی تھی، ایک مرتبہ عبدالملک کے پاس شام گئے ہوئے تھے، ان کے لڑکے محمد بھی ساتھ تھے، وہ شاہی اصطبل دیکھنے گئے، ایک جانور نے ان کو ٹپک دیا۔ اس کے صدمہ سے وہ اسی وقت جان بحق ہو گئے۔ اس کے بعد عروہ کے پاؤں میں ایک خراب قسم کا زہریلا زخم پیدا ہو گیا، اطباء نے پاؤں کاٹنے کا مشورہ دیا، اور نہ کاٹے جانے کی صورت میں تمام جسم میں زہر پھیل جانے کا اندیشہ ظاہر کیا۔ عروہ اگرچہ اس وقت ضعیف ہو چکے تھے لیکن انہوں نے جوانوں سے زیادہ ہمت و استقلال سے کام لیا۔ پاؤں کاٹنے سے پہلے طبیب نے کہا تھوڑی سی شراب پی لیجئے تا کہ تکلیف کا احساس کم ہو، فرمایا، جس مرض میں مجھ کو صحت کی

۱۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۱۳۳ ۲۔ تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۱۸۳ ۳۔ مختصر صفوۃ الصلوۃ، ص ۱۳۱
۴۔ تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۱۸۳ ۵۔ ایضاً ص ۱۸۲ ۶۔ تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۱۸۲
۷۔ ابن خلکان، ج ۱، ص ۵۴ ۸۔ شذرات الذھب، ج ۱، ص ۱۰۳ ۹۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۵۴
۱۰۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۱۳۴ ۱۱۔ تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۱۸۳

امید ہو، اس میں بھی حرام شے سے مدد نہ لوں گا، اس نے کہا تو پھر غافل کر دینے والی دوا ہی استعمال کر لیجئے، فرمایا میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میرے جسم کا ایک عضو کاٹا جائے اور میں اس کی تکلیف محسوس نہ کروں، آپریشن کے وقت چند آدمی سنبھالنے کے لئے آئے، عروہ نے پوچھا تمہارا کیا کام ہے، انہوں نے کہا زیادہ تکلیف کے وقت صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے، اس لئے آپ کو سنبھالنے کے لئے آئے ہیں، فرمایا: مجھ کو امید ہے کہ تمہاری امداد کی ضرورت نہ ہوگی، اور نہایت استقلال کے ساتھ پاؤں کٹوا دیا، جس وقت پاؤں ٹخنوں سے الگ کیا گیا، اس وقت زبان پر تسبیح و تحلیل تھی، جب خون بند کرنے کے لئے زخم کو داغا گیا، تو شدت تکلیف سے بے ہوش ہو گئے لیکن جلد ہی ہوش آ گیا، اور چہرہ کا پسینہ پونچھ کر کٹے ہوئے پاؤں کو منگوا کر دیکھا، اور اس کو الٹ پلٹ کر اس سے خطاب کر کے فرمایا، اس ذات کی قسم جس نے تجھ سے میرا بوجھ اٹھوایا، وہ خوب جانتا ہو کہ میں کسی حرام راستہ پر گامزن نہیں ہوا۔ (۱)

صبر و شکر: ان حوادث اور مصائب کے باوجود زبان شکوہ و شکایت سے آلودہ نہ ہوئی اور ہمیشہ خدا کا شکر ہی ادا کرتی رہی چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ خدایا تیرا شکر ہے کہ میرے چار ہاتھ پاؤں میں سے تو نے ایک ہی لیا، اور تین باقی رکھے، اور چار لڑکوں میں سے ایک ہی کو لیا اور تین باقی رکھے، اگر تو نے کچھ لیا ہے تو بہت کچھ باقی رکھا ہے، اگر کچھ مصیبت میں مبتلا کیا ہے تو بہت دنوں عافیت میں بھی رکھ چکا ہے۔ (۲)

دولت دنیا سے بے نیازی: ان کی نگاہ میں دولت دنیا اور چند روز عیش و تنعم کی کوئی وقعت نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے خدا سے کبھی دنیا نہیں مانگی۔ ایک مرتبہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ ان کے بھائی عبداللہ اور مصعب بن زبیر اور عبدالملک چاروں مسجد حرام میں جمع تھے کسی نے تجویز پیش کی کہ ہم لوگ اس گھر میں خدا کے روبرو اپنی اپنی آرزوئیں پیش کریں۔ سب نے اسے پسند کیا۔ سب سے پہلے عروہ کے بھائی عبداللہ نے کہا میری آرزو یہ ہے کہ میں حرم کا بادشاہ ہو جاؤں اور مجھے تخت خلافت ملے۔ ان کے بعد ان کے دوسرے بھائی مصعب نے کہا کہ میری تمنا یہ ہے کہ قریش کی دونوں حسین عورتیں سکینہ بنت حسین اور عائشہ بنت طلحہ میرے عقد میں آ جائیں۔ ان کے بعد عبدالملک نے کہا میری آرزو ہے کہ میں کل روئے زمین کا بادشاہ ہو جاؤں اور امیر معاویہ کا جانشین بنوں۔ سب سے اخیر میں عروہ نے کہا کہ مجھے تم لوگوں کی خواہشات میں سے کچھ نہ چاہئے، میں دنیا میں زہد اور آخرت میں کامیابی اور علم چاہتا ہوں۔ (۳) خدا نے چاروں کی دعا قبول کی۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ جو حرم کے سات برس تک خلیفہ رہے سکینہ اور عائشہ دونوں مصعب کے عقد میں آئیں۔ عبدالملک سندھ سے لے کر اسپین تک کا فرمانروا ہوا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قائم کردہ سلطنت کا وارث بنا اور عروہ کو خاصان خدا کا مرتبہ ملا۔

تمول اور فارغ البالی: اگرچہ عروہ دولت دنیا سے بے نیاز اور بے پرواہ تھے۔ لیکن خدا نے ان کو اس سے وافر حصہ دیا تھا، وہ بڑے صاحب ثروت تھے، ان کے والد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ عرب کے بڑے متمول لوگوں میں تھے۔ حضرت زبیر کی دولت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان کی چاروں بیویوں کو آٹھویں حصہ میں بارہ بارہ لاکھ ملا تھا۔ (۴)

فیاضی و سیر چشمی: خدا نے عروہ کو جس طرح دولت عطا فرمائی تھی ویسے ہی وہ فیاض بھی تھے۔ ان کے کھجوروں کے باغات تھے۔ کھجوروں کی فصل میں باغ کی دیوار تڑوا دیتے تھے اور ہر شخص کے لئے صلائے عام ہوتی تھی۔ لوگ آ کر کھاتے تھے اور باندھ باندھ کر ساتھ لے جاتے تھے۔ (۵)

۱۔ ابن خلکان، ج ۱، ص ۳۱۶
۲۔ مختصر صفوۃ الصفوۃ، ص ۱۳۱
۳۔ ابن خلکان، ج ۱، ص ۳۱۷
۴۔ بخاری کتاب المغازی باب برکۃ الغازی فی مالہ
۵۔ مختصر صفوۃ الصفوۃ، ص ۱۳۱

خوش لباسی اور نفاست: عروہ اگرچہ بڑے عابد و زاہد تھے لیکن مزاج میں بڑی نفاست تھی روزانہ غسل کرتے تھے۔ کپڑے نہایت بیش قیمت پہنتے تھے۔ گرمیوں میں جسم پر سندس کی قبا ہوتی تھی جس میں حریر کا استر ہوتا تھا۔ خز کی چادر اوڑھتے تھے۔(۱)

وفات: ۹۴ھ میں نواح مدینہ میں اپنے محاج میں انتقال کیا۔(۲) (۳)

۵۔ عائشہ: راجع:۵

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ چھبیسویں (۲۶) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی مروزی، دوسرے کوفی اور باقی مدنی ہیں۔

☆ سند کے پانچوں راوی فقیہ اور امام ہیں۔

☆ یہ روایت بیٹے (ہشام) کی باپ (عروہ) سے روایت ہے۔

☆ یہ روایت بھانجے (عروہ) کی اپنی خالہ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) سے ہے۔

☆ حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ فقہا سبعہ مدینہ تابعی میں سے ہے۔

☆ حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذات النطاقین کا لقب عطا فرمایا تھا۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، انبأنا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

راجع:۶۰

۷۔ مسائل ونصائح:

ایضاً

۸۔ خلاصہ:

ایضاً

۱۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۱۳۴) ۲۔ ایضاً ص ۱۳۵ ۳۔ سیر الصحابہ، ج ۳، جز ۷، ص ۱۷۷۔۱۸۲

۵۰۔ باب الْوُضُوْءِ بِمَآءِ الْبَرَدِ

اولوں کے پانی سے وضو کرنا

اس باب میں اولوں کے پانی سے وضو کرنے کے جواز کا بیان ہے، اولے آسمان سے جامد شکل میں برستے ہیں، اور پھر پانی میں ڈھل جاتے ہیں، جب کہ برف پہلے پانی ہوتا ہے، پھر جامد شکل اختیار کرتا ہے، پھر پگھل کر پانی کی شکل اختیار کر لیتا ہے، یہ دونوں آسمان سے بارش کی صورت میں برستے ہیں، البتہ موجودہ دور میں مصنوعی طریقوں سے بھی برف بنائی جاتی ہے، شرعاً اس کا بھی وہی حکم ہے، جو اس برف کے پانی کا ہے۔اس سے پہلے باب میں برف کے پانی سے وضو کرنے کا بیان تھا۔

۶۲۔أَخْبَرَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ قَالَ: شَهِدْتُ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى مَيِّتٍ فَسَمِعْتُ مِنْ دُعَائِهِ وَهُوَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ وَأَوْسِعْ مُدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک میت کا جنازہ پڑھا اور یہ دعا مانگی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ: تو اسے بخش دے اور اس پر رحم فرما، اس کو عافیت عطا فرما، اس سے درگزر فرما، اس کی اچھی مہمان نوازی فرما، اس کی قبر کو کشادہ فرما، اسے پانی، برف اور اولوں سے دھودے، اسے گناہوں سے اس طرح پاک فرمادے، جیسے سفید کپڑے کو میل سے صاف کیا جاتا ہے۔

۱۔اطراف:

مسلم:۹۶۳، ترمذی:۱۰۲۵، احمد:۲۴۰۳۰، السنن الکبریٰ:۲۱۱۱، تقدم:۱۰۸۴، ۱۹۷۹، ۱۹۸۰

۲۔مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

اسے پانی، برف اور اولوں سے دھودے۔

۳۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ہارون بن عبداللہ:

آپ کا نام ابوموسیٰ ہارون بن عبداللہ بن عروان حمال بزار بغدادی (م:۲۴۳ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، صدوق راوی ہیں، آپ نے تقریباً اسی سال کی عمر پائی۔امام مسلم اور آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۱۔ i۔المعجم المشتمل، ص۱۱۰۵ ii۔تقریب التھذیب، ج۲، ص۳۱۷

۲۔معن:

آپ کا نام ابو یحییٰ معن بن عیسیٰ بن یحییٰ قزاز اشجعی مدنی (م:۱۹۸ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ کبار سے ثقہ، ثابت راوی ہیں۔امام ابو حاتم فرماتے ہیں: آپ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سب سے فائق ہیں۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۳۔معاویہ بن صالح:

آپ کا نام قاضی ابوعبدالرحمٰن معاویہ بن صالح بن حدیر حضرمی حمصی (م:۱۵۸ھ) ہے، آپ اندلس میں قاضی بھی تعینات رہے، آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ، صدوق راوی ہیں، علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے وہم ہونے کا لکھا ہے۔امام مسلم اور آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۴۔حبیب:

آپ کا نام ابوحفص حبیب بن عبید رحبی حمصی ہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، امام بخاری نے ادب المفرد میں آپ سے روایت کی ہے۔(۳)

۵۔جبیر بن نفیر:

آپ کا نام ابوعبدالرحمٰن جبیر بن نفیر حضرمی شامی (م:۸۰ھ) ہے، آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلام لائے، آپ کے والد صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔آپ رواۃ کے دوسرے طبقہ سے ثقہ، جلیل، تابعی راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، امام بخاری نے ادب المفرد میں روایت کی ہے۔(۴)

۶۔عوف بن مالک:

آپ کا نام ابوعبدالرحمان عوف بن مالک بن ابی عوف اشجعی غطفانی (م:۷۳ھ) ہے۔آپ مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔آپ نے غزوہ فتح مکہ میں شرکت فرمائی۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۵)

۴۔حکم روایت:

یہ حدیث صحیح ہے، امام مسلم اور امام ترمذی نے اسے روایت کیا ہے۔

۱۔ i۔الثقات، ج۹، ص۱۸۱ ii۔تقریب التھذیب، ج۲، ص۲۷۲

۲۔ i۔تاریخ الثقات، ص۴۳۲ ii۔الکامل، ج۶، ص۳۰۴

۳۔ i۔تاریخ الثقات، ص۱۰۶ ii۔الثقات، ج۴، ص۱۳۸

۴۔ i۔طبقات ابن سعد، ج۷، ص۴۴۰ ii۔تقریب التھذیب، ج۱، ص۱۳۱

۵۔ i۔تھذیب الکمال، ج۸، ص۵۷ ii۔الجرح والتعدیل، ج۷، ص۶۱

۵۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ روایت سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ پچیسویں (۲۵) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی بغدادی، دوسرے مدنی اور باقی سارے شامی ہیں۔

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبرنی ہارون بن عبداللہ کہا ہے، اور اس میں محدثین کے ہاں مشہور قاعدہ کی رعایت فرمائی ہے، کہ جب راوی شیخ کے سامنے خود پڑھے، تو اخبرنی کہتا ہے، اور جب کوئی اور پڑھے اور راوی سنے، تو اخبرنا کہتے ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنی، سمعت ایک ایک دفعہ، حدثنا اور عنعنہ دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔لغات:

اغفر له: اسے معاف فرمادے	ارحمه: اس پر رحم فرما
عافه: اسے سلامی عطا فرما	اعف عنه: اس سے درگزر فرما
اکرم نزله: اس کی اچھی مہمان نوازی فرما	اوسع مدخله: اس کی قبر کو کشادہ فرما

۷۔خلاصہ:

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال یہ ہے کہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے ساتھ اولوں کا ذکر کیا ہے، اس لیے اولوں کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔ اولے جب پانی کی شکل اختیار کرلیں، تو ان سے وضو جائز ہے، کیونکہ یہ آسمان سے بارش کی صورت میں برستے ہیں، اس لیے یہ پانی پاک بھی ہے، اور پاک کرنے والا بھی ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ کے لیے دعا مانگی، اور یہ بلند آواز میں دعا مانگی تھی، اسی لیے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے سن کر روایت کی (دعا بعد از نماز جنازہ کی مکمل بحث کتاب الجنائز میں آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ)

☆ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امت پر بہت مہربان اور امت کی بخشش کے لیے بہت حریص تھے۔

☆ اس حدیث مبارکہ سے دعا بعد از نماز جنازہ کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔ (۱)

☆ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میری تمنا یہ ہوئی کہ کاش میں میت ہوتا، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا میرے لیے ہوتی۔ (۲)

☆ مسلمان کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے توبہ استغفار زیادہ سے زیادہ کرنی چاہیے۔

۱۔ ذخیرۃ العقبیٰ، ج ۲، ص ۱۰۹ ۲۔ مسلم: ۹۶۳

۵۱۔ باب سُؤْرِ الْكَلْبِ کتے کے جھوٹے کا حکم

اس باب میں کتے کے جھوٹے پانی یا دیگر اشیاء کے بارے میں بیان ہوا ہے، کہ اس کا حکم کیا ہے؟ چونکہ پانی بھی اس حکم میں شامل ہے، اس لیے اس باب کی پچھلے باب سے مناسبت ہے، پچھلے باب میں اولوں کے پانی سے وضو کرنے کا بیان تھا۔

۶۳۔أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کتا تم میں سے کسی ایک کے برتن سے پی لے، تو وہ اس کو سات مرتبہ دھوئے۔

۱۔اطراف:

صحیح مسلم :۲۷۹، الرقم المسلسل :۶۳۶، سنن نسائی : ۶۳۶، السنن الکبریٰ للنسائی : ۶۵، سنن ابن ماجہ :۳۶۳، موطأ امام مالک، ج۱، ص۳۴، مسند الشافعی: ج۱ص۲۳، المنتقی: ۵۰، مسند ابو عوانہ، ج۱، ص۲۰۷، سنن بیہقی: ج۱، ص۲۴۰، شرح السنۃ :۲۸۸، مسند احمد ج۲، ص۴۶۰

۲۔مطابقت:

حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے۔

۳۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔قتیبۃ: راجع:۱ ۲۔مالک: راجع:۷

۳۔ابوالزناد:

آپ کا نام ابوعبدالرحمن عبداللہ بن ذکوان اموی قریشی مدنی (م:۱۳۰ھ) ہے، آپ ابوالزناد کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ رواۃ کے پانچویں طبقہ سے ثقہ، فقیہ، حجۃ، تابعی راوی ہیں۔ آئمہ صحاح آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۴۔الأعرج:

آپ کا نام ابوداؤد عبدالرحمن بن ہرمز اعرج مدنی (م:۱۱۷ھ) ہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، ثابت، عالم، تابعی راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۵۔ابوہریرۃ: راجع:۱

۴۔حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۱۔ i۔تاریخ الدوری، ج۲، ص۳۵۰ ii۔تاریخ الثقات، ص۲۵۴

۲۔ i۔طبقات ابن سعد، ج۵، ص۲۸۳ ii۔الثقات، ج۵، ص۱۰۷

۵۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی ﷫ میں سے ہے۔
☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ ستائیسویں (۲۷) حدیث مبارکہ ہے۔
☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔
☆ امام بخاری ﷫ کے نزدیک ابوالزناد، عن الاعرج، عن ابی ہریرۃ صحیح ترین سند ہے۔امام بخاری نے اصح الاسانید کے الفاظ لکھے ہیں۔
☆ سند کے تمام راوی مدنی ہیں، صرف حضرت قتیبہ بغلانی ہیں۔
☆ سند میں حضرت عبداللہ بن ذکوان ایسے راوی ہیں، جو اپنی اصل کنیت کی بجائے فہم وفراست کی بناء پر ملنے والی کنیت سے مشہور ہیں، ان کی اپنی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے، جبکہ مشہور ابوالزناد سے ہیں۔
☆ یہ تابعی (ابوالزناد) کی دوسرے تابعی (الاعرج) سے روایت ہے۔
☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کثرین سبعہ میں سے بھی سب سے زیادہ روایتیں کرنے والے ہیں، ان کی روایت کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) ہے۔
☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا ایک دفعہ اور عنعنہ چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔لغات:

شرب: اس نے پیا	الکلب: کتا، اس کی جمع کلاب ہے
اناء: برتن	سبع مرات: سات دفعہ

۶۴۔أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي زِيَادُ بْنُ سَعْدٍ أَنَّ ثَابِتًا مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا منہ ڈال دے، تو وہ اسے سات مرتبہ دھوئے۔

۱۔اطراف:

احمد: ۷۳۵۰، ۷۳۵۱، ۷۴۵۱، ۷۶۰۸، ۷۶۷۶، ۹۱۸۰، السنن الکبریٰ: ۶۶۔

۲۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ابراہیم بن الحسن:

آپ کا نام ابواسحاق ابراہیم بن حسن بن ہشیم خثعمی مصیصی مقسمی (م: ۲۲۹ھ) ہے، آپ رواۃ کے گیارہویں طبقہ سے ثقہ، صدوق راوی

ہیں، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں، ابن ماجہ نے تفسیر میں آپ سے روایات لی ہیں۔(۱)

۲۔حجاج: راجع:۳۲

۳۔ابن جریج:

آپ کا نام ابوالولید عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج اموی مکی (م:۱۵۰ھ) ہے، آپ روایت کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، فقیہہ، فاضل راوی ہیں، البتہ تدلیس اور ترسیل کرتے تھے، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۴۔زیاد بن سعد:

آپ کا نام ابوعبدالرحمٰن زیاد بن سعد بن عبدالرحمٰن خراسانی مکی یمنی ہے۔آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، ثابت، تابعی راوی ہیں۔ابن عیینہ فرماتے ہیں: امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے تلازہ میں سب سے قابل اعتماد زیاد بن سعد ہیں۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۳)

۵۔ثابت:

آپ کا نام ثابت بن عیاض احنف مدنی ہے، آپ عبدالرحمٰن بن زید بن خطاب عدوی کے مولیٰ ہیں۔آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، تابعی راوی ہیں۔شیخین، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۴)

۶۔ابو ہریرۃ: راجع:۱

۳۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۴۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ روایت سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ چھبیسویں (۲۶) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے دو راوی مصیصی، دوسرے اور تیسرے راوی مکی اور آخری دو مدنی ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرتین دفعہ، حدثنا، قال، سمع ایک ایک دفعہ استعمال ہوتا ہے۔

۵۔لغات:

ولغ: یہ ولوغ مصدر سے فعل ماضی ہے، جس کا معنیٰ زبان کے کنارے سے پینا یا چاٹنا۔زبان کو پانی میں حرکت دینا۔

۱۔ i۔الجرح والتعدیل، ج۲، ص۹۳ ii۔غایۃ النھایۃ، ج۱، ص۱۱

۲۔ i۔تاریخ الدارمی، ص۱۰ ii۔تاریخ الثقات، ص۳۱۱

۳۔ تقریب التھذیب، ج۱، ص۳۶۲

۴۔ i۔الجرح والتعدیل، ج۲، ص۴۵۴ ii۔تقریب التھذیب، ج۱، ص۱۳۲

۶۵۔أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ :حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ :قَالَ: ابْنُ جُرَيْجٍ :أَخْبَرَنِي زِيَادُ بْنُ سَعْدٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ هِلَالُ بْنُ أُسَامَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَمَةَ يُخْبِرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری سند سے بھی اسی حدیث کی مثل روایت مروی ہے۔

۱۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں،ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ابراہیم بن الحسن: راجع:۶۴ ۲۔حجاج: راجع:۳۲

۳۔ابن جریج: راجع:۶۴ ۴۔زیاد بن سعد: ایضاً

۵۔هلال بن اسامة:

آپ کا نام هلال بن علی بن اسامہ عامری مدنی (م:۱۱۰ھ) ہے،آپ رواۃ کے پانچویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔آپ اپنے دادا کی جانب منسوب ہیں۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۶۔ابوسلمہ:راجع:۱ ۷۔ابوهریرة: ایضاً

۲۔خصوصیات سند:

☆ یہ روایت سباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سباعیات کے اعتبار سے یہ پانچویں(۵) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے دو راوی مصیصی،اگلے دو مکی اور آخری تین مدنی ہیں۔

☆ یہ تابعی (هلال بن اسامہ) کی دوسرے تابعی (ابوسلمہ) سے روایت ہے۔

☆ ابوسلمہ تابعین فقہاء سبعہ میں سے ہیں۔

☆ ابوسلمہ کنیت ہی ان کا نام ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا تین دفعہ،حدثنا ایک دفعہ،سمع،قال اور عنعنہ ایک ایک دفعہ استعمال ہوا

۳۔مسائل ونصائح:

☆ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے،وہ نجس ہو جاتا ہے،اور اس کو سات مرتبہ دھونا واجب ہے،یہ ہمارا فقہاء شافعیہ،امام مالک،امام احمد اور جمہور فقہاء کا مسلک ہے،امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:اس برتن کو تین مرتبہ دھونا کافی ہے۔(۲)

۱۔ i۔تهذیب الکمال،ج۳۰،رقم ۳۴۴ ii۔الثقات،ج۵،ص۵۰۵ ۲۔ شرح مسلم نووی،ج۱،ص۱۳۷

☆ علامہ وشتانی ابی مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے کہا، ہمارے نزدیک دوسرے جانوروں کی طرح کتا بھی طاہر العین ہے، اور اس کے جھوٹے برتن کو دھونے کا حکم تعبدی ہے، امام شافعی، امام ابوحنیفہ، عبدالملک اور سحنون نے یہ کہا: کہ کتا نجس ہے مگر امام حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا: کہ اس کے جھوٹے برتن کو سات دفعہ دھونا متعین نہیں ہے، بلکہ برتن کو صاف کرنا ضروری ہے۔ (امام ابوحنیفہ کے نزدیک تین بار دھونا ضروری ہے۔)

☆ قاضی ابن العربی نے لکھا ہے کہ سحنون نے کہا ہے کہ کتا نجس العین ہے۔ (۱)

☆ علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

کتے اور خنزیر کے جھوٹے برتن کے متعلق بالاتفاق مذہب یہ ہے: کہ اس کو سات مرتبہ دھونا واجب ہے، ان میں سے پہلی بار مٹی سے دھویا جائے، اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔ امام احمد سے ایک یہ روایت ہے: کہ اس کو آٹھ مرتبہ دھونا واجب ہے، اور پہلی بار مٹی سے دھویا جائے۔ لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔ (۲)

☆ علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فقہاء احناف کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کے وجوب کے قائل ہیں نہ پہلی بار مٹی کے ساتھ صاف کرنے کے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جنہوں نے کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کی روایت کی ہے۔ انہی سے کتے کے جھوٹے برتن کو تین مرتبہ دھونے کی قولاً اور فعلاً روایت ہے، مرفوعاً بھی اور موقوفاً بھی۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ امام دارقطنی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: انہوں نے کہا: جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے، تو اس برتن کی چیز کو گرا دو، پھر اس برتن کو تین بار دھوؤ۔ شیخ تقی الدین نے امام نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

۲۔ امام ابن عدی نے کامل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے، تو اس برتن کی چیز کو گرا دو، اور اس کو تین مرتبہ دھوؤ۔

☆ امام طحاوی نے کہا ہے، کہ سند صحیح کے ساتھ یہ مروی ہے، کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کتے کے جھوٹے برتن کو تین مرتبہ دھونے کا حکم دیتے تھے (جیسا کہ دارقطنی کی روایت میں ہے)۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ سات مرتبہ دھونے کی روایت منسوخ ہوگئی، کیونکہ سات مرتبہ دھونے کی روایت کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں اور راوی جب کسی روایت کے خلاف عمل کرے، یا اس کے خلاف فتویٰ دے، تو پھر یہ روایت حجت نہیں ہے، کیونکہ صحابی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حکم سنے، اور اس کے خلاف عمل کرے، یا اس کے خلاف فتویٰ دے، اس سے اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی، اور ہمیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ بدگمانی نہیں ہے، اس لیے ماننا پڑے گا کہ سات مرتبہ دھونے کی روایت ان کے نزدیک منسوخ ہو چکی تھی۔ (۳)

۱۔ اکمال اکمال المعلم، ج ۲، ص ۵۸ ۲۔ المغنی، ج ۱، ص ۴۶ ۳۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۴۱-۴۰

☆ علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی لکھتے ہیں:

جس پانی کے برتن میں کتا منہ ڈال دے، اس کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے:

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے: کہ یہ پانی طاہر ہے، اس سے وضو اور غسل کرنا جائز ہے، جب اس کے سوا کوئی اور پانی نہ ملے۔ سفیان ثوری، ابن الماجشون اور امام مالک کے اصحاب میں سے ابن مسلمہ نے یہ کہا ہے: کہ اس پانی سے وضوء بھی کرے، اور تیمم بھی کرے، انہوں نے اس پانی کو مشکوک قرار دیا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے اصحاب حضرت لیث رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوثور رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے: کہ جس پانی کے برتن میں کتا منہ ڈال دے، وہ پانی نجس ہے۔ ابن القصار مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: کہ کتے کے جھوٹے کے پاک ہونے پر دلیل یہ ہے: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم دیا ہے، اور اگر اس میں نجاست ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ایک مرتبہ دھونے کا حکم دیتے، کیونکہ نجاست کو دھونے میں عبادت یہ ہے کہ اس کو زائل کیا جائے، نہ یہ کہ اس کو کئی مرتبہ دھویا جائے، اور یہ جائز ہے کہ کسی پاک چیز کو کسی وجہ سے کئی مرتبہ دھویا جائے، جیسے اعضاء وضوء کو دو دو مرتبہ اور تین تین مرتبہ دھویا جاتا ہے، حالانکہ غرض ایک مرتبہ دھونے سے پوری ہو جاتی ہے، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: کہ جب کتا کھانے میں منہ ڈال دے، تو وہ کھانا کھایا جائے گا اور حدیث پر عمل کرنے کے لیے اس برتن کو سات مرتبہ دھویا جائے گا۔

☆ ابن القصار مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: کہ کتوں کے طاہر ہونے پر دلیل یہ ہے، کہ شریعت میں یہ ثابت ہے کہ طاہر وہ چیز ہے، جس سے نفع اٹھانے کو بغیر کسی ضرورت کے ہمارے لیے مباح کر دیا گیا ہو، جب کہ اس سے نفع نہ اٹھانا بھی ہماری قدرت میں ہو، اور نجس وہ چیز ہے، جس سے نفع اٹھانے سے ہمیں منع کر دیا گیا ہو، جب کہ اس سے نفع اٹھانا ہماری قدرت میں ہو، اور اس پر دلائل قائم ہیں: کہ بغیر کسی ضرورت کے کتوں سے نفع اٹھانا جائز ہے، جیسے شکاری کتے ہیں، اور کھیتوں اور مویشیوں کی حفاظت کے کتے ہیں، اور کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم تغلیظا ہے، کیونکہ مہمانوں اور گزرنے والوں کے خوف کی وجہ سے انہیں کتوں کو رکھنے سے منع کیا گیا تھا۔ (۱)

☆ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ کتے نجس ہیں، کیونکہ طہارت یا تو حدث سے حاصل ہوتی ہے، یا نجس سے، یہاں پر حدث تو ہے نہیں، اس لیے یہ متعین ہو گیا کہ کتے کے منہ ڈالنے سے برتن نجس ہو جائے گا، اسی لیے اس کو سات مرتبہ دھونے کا حکم دیا ہے، کیونکہ کتا جب پانی کے برتن میں منہ ڈالے گا، تو اس کا لعاب اس برتن میں لگے گا، اور لعاب اس کے گوشت سے پیدا ہوتا ہے، اور اس سے معلوم ہوا کہ اس کا گوشت نجس ہے، اور اس کا جھوٹا بھی نجس ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو کتے کو پاک کہتے ہیں، ان کے نزدیک کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم تعبدی ہے۔ (۲)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے، تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھوئے اور پہلی بار مٹی سے دھوئے۔ (۳)

۱۔ شرح ابن بطال، ج ۱ ص ۲۷۶۔۲۷۵ ۲۔ عمدۃ القاری، ج ۳ ص ۵۷

۳۔ i- صحیح مسلم: ۶۳۹ ii- سنن دارقطنی: ۱۸۱۔۱۸۰ iii- ابن عدی فی الکامل، ج ۳ ص ۸۸۲

☆ اس حدیث میں آپ نے کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کا طریقہ بتایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ کتے کا جھوٹا برتن نجس ہے، اور اس کو سات مرتبہ دھونا تعبدی حکم نہیں ہے، بلکہ حصول طہارت کا حکم ہے، اور سات مرتبہ دھونا استحباب کے لیے ہے، ورنہ طہارت تین مرتبہ دھونے سے بھی حاصل ہو جاتی ہے، اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے، تو اس چیز کو گرا دو، اور اس برتن کو تین مرتبہ دھوؤ۔ (۱)

☆ اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، نسائی رحمۃ اللہ علیہ، ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ، ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الطہارۃ میں ذکر کیا ہے۔ بعض شارحین مثلاً ابن بطال نے کہا: کہ اس حدیث سے امام بخاری کا مقصود یہ بتانا ہے، کہ کتے کا جھوٹا ناپاک ہے۔ تقریر مسئلہ یہ ہے کہ کتا جس برتن سے پانی پی لے، اس کو سات مرتبہ دھونے کا حکم دیا، حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ سؤر کتے سے زیادہ نجس ہے۔ اسی طرح آدمی کا پاخانہ و پیشاب بھی نجس ہے، اور ہر قسم کی نجاست کو زائل کرنے کے لیے ایک بار حد درجہ تین بار دھونا کافی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سات بار دھونے کا حکم اس وجہ سے نہیں ہے، کہ کتے کا جھوٹا ناپاک ہے، بلکہ کسی اور مصلحت کی بنا پر ہو۔ یعنی بعض کتے زہریلے ہوتے ہیں، تو احتمال ہے کہ برتن میں اس کے زہر کا اثر رہ جائے، اس لیے مبالغہ سات بار دھونے کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن ابن بطال کا ایسا کہنا متعدد وجوہ سے باطل ہے:

۱۔ اول: اس لیے کہ کسی چیز کی طہارۃ کا جو حکم دیا جاتا ہے، اس کی وجہ یا حدث ہوتا ہے یا نجاست، اور یہاں حدث ہو نہیں سکتا، اس لیے نجاست متعین ہے، یعنی دھونے کا حکم اس وجہ سے دیا گیا کہ کتے کا جھوٹا ناپاک ہے۔

۲۔ دوم: اس لیے کہ سات بار دھونے کے حکم سے یہ ثابت نہیں ہوتا، کہ وہ نجس نہیں ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ تین بار رفع نجاست کے لیے ہو، اور چار بار دفع زہر کے لیے ہو۔

۳۔ سوم: مسلم کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

طهور اناء احدكم اذا ولغ الكلب ان يغسله سبع مرات :اس برتن کے پاک کرنے کا طریقہ، جس میں کتا منہ ڈال دے، یہ ہے کہ اس کو سات بار دھویا جائے۔

☆ اس حدیث میں طہور کا لفظ اس امر کی وضاحت کر رہا ہے، کہ دھونے کی علت زہر نہیں ہے، بلکہ نجاست ہے۔ چنانچہ اس کی تائید مزید اثر ابن عباس سے ہوتی ہے۔'' جس کو محمد بن نصر المروزی نے باسناد صحیح روایت کیا ہے: کہ کتے کے منہ ڈالے برتن کو دھونے کی علت نجاست ہے، اور کتا نجس ہے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کے خلاف پر ہمیں کچھ نہیں ملتا۔ اس سے ثابت ہوا: کہ کتا نجس ہے اور اس کا جوٹھا بھی نجس ہے۔

☆ رہا ابن بطال کا یہ فرمانا: کہ ان چار حدیثوں سے امام بخاری کی غرض کتے کے جوٹھے کی طہارۃ ثابت کرتی ہے۔ اس میں بھی نظر ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے، امام بخاری کا مقصود صرف لوگوں کے مذاہب کا بیان کرنا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ''سؤر الکلاب طاہر'' کے الفاظ کے ساتھ عنوان قائم نہیں کیا۔ (۲)

۱۔ i۔ سنن دار قطنی: ۱۹۳۔۱۹۲ ii۔ ابن عدی فی الکامل، ج ۲، ص ۷۷ iii۔ شرح معانی الآثار، ج ۱، ص ۲۴

۲۔ فیوض الباری، ج ۱، ص ۴۳۵۔۴۳۶

☆ واضح رہے کہ اس باب میں متعدد حدیثیں آئی ہیں:

۱۔ حدیث ابو ہریرہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کہ جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو فلیر قہ ثم لیغسلہ سبع مرات: اس پانی کو پھینک دو اور برتن کو سات بار دھوڈالو۔

۲۔ حدیث حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ میں سات بار دھونے کے بعد و عفروہ الثامنہ بالتراب کے لفظ آئے ہیں یعنی آٹھویں بار مٹی سے مانجھا جائے۔

اس مضمون کی احادیث سے حضرت ابن عباس وعروہ بن الزبیر ومحمد بن سیرین وطاؤس وعمرو بن دینار، اوزاعی، امام مالک وشافعی واحمد بن حنبل وابوثور وابوعبید داؤد رضی اللہ عنہم، یہ استدلال کرتے ہیں: کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے، اس کو سات بار دھونا واجب ہے۔

☆ احناف وغیرہ کا مسلک یہ ہے کہ لعاب کلب اور دیگر نجاسات میں کچھ فرق نہیں ہے۔ جب پاخانہ و پیشاب کو سات بار دھونا واجب نہیں ہے، تو کتے کے جوٹھے کے لیے سات بار کے وجوب کا حکم کیسے کیا جاسکتا ہے۔ نجاست غلیظہ کے لیے جب تین بار دھونا کافی ہے، تو جونجاستیں اس سے کم درجہ کی ہیں، وہ تو بطریق اولیٰ تین بار دھونے سے پاک ہو جانی چاہئیں۔

☆ اس سلسلہ میں حنفیہ صرف قیاس وعقل سے کام لے کر یہ رائے قائم نہیں کر رہے، بلکہ مرفوع حدیثیں بھی ان کے مسلک کی تائید کرتی ہیں۔ چنانچہ جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جن سے سات بار دھونا مروی ہے، انہیں سے تین بار دھونا بھی (مرفوعاً وموقوفاً) مروی ہے، اور جمع بین الحدیثین کا یہی طریقہ نظر آتا ہے، کہ سات بار دھونے کے حکم کو مبالغہ قرار دیا جائے اور تین بار دھونے سے طہارت کا اصول مانا جائے۔ چنانچہ دارقطنی نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا: کہ جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو: فاھرقہ ثم اغسلہ ثلاث مرات: اس کو پھینک دو اور برتن کو تین بار دھولو۔

☆ ابن عدی نے کامل میں جو روایت نقل کی، اس کے الفاظ یہ ہیں، کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

قال رسول اللہ ﷺ اذا ولغ الکلب فی اناء احد کم فلیھرقہ ولیغسلہ ثلاث مرات: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جب کتا برتن میں منہ ڈال دے، تو اس چیز کو پھینک دو، اور برتن کو تین بار دھولو۔ (۱)

☆ اس مرفوع حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ سات بار دھونا مستحب ہے، کیونکہ اگر سات بار دھونا واجب ہوتا، تو پھر تین بار دھونا کافی نہ قرار دیا جاتا۔ امام طحاوی نے فرمایا: کہ جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ ثابت ہے کہ آپ نے تین بار دھونے کا فتویٰ دیا۔ ظاہر ہے کہ سات بار دھونے والی حدیث کے راوی بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، جب تین بار دھونے کا حکم دے رہے ہیں، تو اس سے ثابت ہوتا ہے، کہ سات بار دھونے کا حکم منسوخ ہے، جبھی تو جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تین بار دھونے کا فتویٰ دیا۔

☆ بہر حال یہ مسئلہ حنفیہ وائمہ ثلاثہ میں مختلف فیہ ہے: حنفیہ تین بار دھونے کو کافی قرار دیتے ہیں، اور سات بار دھونے کو مستحب اور مالک و شافعی واحمد بن حنبل سات بار دھونے کو واجب قرار دیتے ہیں۔ (۲)

☆ جمہور علماء نے حدیث زیر بحث سے کتے کے نجس ہونے کا استدلال کیا ہے، کیونکہ جب اس کا لعاب دہن نجس ہے، جو منہ میں پیدا ہوتا

۱۔ عمدۃ القاری، ج ۱، ص ۷۸۴ ۲۔ فیوض الباری، ج ۱، ص ۴۳۶-۴۳۷

ہے، تو اس کا باقی بدن بطریق اولیٰ نجس قرار پائے گا۔ اسی طرح دھونے کی علت بھی نجاست ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس چیز میں کتا منہ ڈال دے، اس کے پھینکنے کا حکم دیا گیا۔ البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف یہ بات منسوب ہے، کہ ان کے نزدیک کتا پاک ہے، اور ان کے اس قول کی دلیل یہ بیان کی جاتی ہے: کہ کتے کے ذریعے جو شکار کیا جاتا ہے، وہ حلال ہے، شکار کرنے سے جانور پر کتے کا لعاب دہن ضرور لگتا ہے، اور ایسے شکار کے متعلق دھونے کا حکم نہیں دیا گیا، لیکن یہ بات بہت بودی ہے، کیونکہ کتے کے پکڑے ہوئے شکار کی اباحت سے یہ لازم نہیں آتا، کہ جو شکار نجس ہو جائے، اس کو پاک کرکے استعمال کرنا ضروری نہیں ہے۔ دھونے کا حکم خصوصی طور پر نہ دینے کی وجہ یہی ہے: کہ ہر نجس چیز کو پاک کرکے استعمال کرنے کا حکم پہلے ہی شریعت میں معروف ومشہور ہے۔

☆ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے:

اذا شرب الکلب فی اناء احدکم: شرب "ولغ" کے معنیٰ کو شامل ہے، پس اس کی طرح یہ متعدی ہوگا۔ نہایہ میں لکھا ہے: ولغ الکلب کا معنیٰ یہ ہے کہ جب کتا زبان سے پیئے۔

سبع مرات: اس میں امام مالک کی دلیل ہے، بغیر مٹی کے سات مرتبہ برتن کو دھونے کی، لیکن بطور امر تعبدی کے ہے، نہ کہ اس کے نجس ہونے کی وجہ ہے۔

وفی روایۃ لمسلم قال۔ طھور: طهور "طاء" کے ضمہ اور فتحہ کے ساتھ ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ: مشہور اس میں "طاء" کے ضمہ کے ساتھ ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ فتحہ کے ساتھ ہے، اس میں دو لغتیں ہیں، سید رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو نقل کیا ہے، ابن الملک نے فرمایا ہے: "طاء" کے ضمہ کے ساتھ تطہیر یا طہارت کے معنیٰ میں ہے۔

اناء احدکم اذا ولغ فیہ الکلب: طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مبتدا ہے اور ظرف اس کے لئے معمول ہے اور خبر (**ان یغسلہ سبع مرات اولاھن بالتراب**) یعنی سات کے ساتھ پہلی مرتبہ مٹی کے ساتھ مانجھے اور ایک دوسرے روایت میں ہے: **احداھن بالتراب** ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور یہ بھی صحیح روایت ہے جیسا کہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے، لیکن ایک دوسری جگہ یہ کہا ہے کہ اس روایت میں ایک ضعیف اور مجہول راوی ہے اور ایک صحیح روایت میں ہے: **اولاھن او اخرھن بالتراب** اور "او" اس میں شک کے لئے ہے جیسا کہ امام بیہقی وغیرہ نے اس کو بیان کیا ہے اور ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے: **وعفروہ الثامنۃ بالتراب**۔ اس حدیث کے ظاہر کو امام احمد وغیرہ نے اختیار کیا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ان روایات میں تعارض نہیں ہے کیونکہ ان میں تطبیق دینا ممکن ہے وہ اس طرح کہ: **اولاھن بالتراب** والی روایت اکمل صورت پر محمول ہے اس لئے کہ پہلی مرتبہ مٹی کا استعمال باقی کے بنسبت بالاتفاق زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور ساتویں مرتبہ والی روایت کو جواز پر محمول کیا جائے گا اور احدھن والی روایت یہ کافی ہونے پر محمول ہوگی۔

ابن الملک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پس طہورین (مٹی، پانی) کا استعمال کرنا کتے کے منہ ڈالے ہوئے برتن وغیرہ میں واجب ہے اس لئے کہ اس کی نجاست تمام نجاستوں میں سب سے غلیظ ہے اور اگر دو کتوں نے منہ ڈالا ایک نے سات مرتبہ، پس صحیح مذہب یہ ہے کہ تمام کے لئے سات مرتبہ دھونا کافی ہے اور یہ سات مرتبہ کا مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتے کے منہ ڈالے ہوئے برتن کو تین مرتبہ بغیر مانجھنے کے باقی تمام نجاستوں کی طرح دھویا جائے گا۔

شرح السنۃ میں مذکور ہے کہ اکثر محدثین کا مذہب ہے کہ جب کتا پانی یا کسی مائع چیز میں منہ ڈال دے تو سات مرتبہ اس برتن کو دھویا جائے گا ایک مرتبہ ان میں مٹی سے مانجھا جائے گا۔

شرح الکبیر میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ کتے کے منہ ڈال کر پینے کے علاوہ برتن کو نہیں دھویا جائے کیونکہ ان کے نزدیک کتا پاک ہے اور ان کے منہ ڈالنے سے برتن کا دھونا یہ بطور امر تعبدی کے ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب فرماتے ہیں کہ اس کے اندر دھونے میں نہ کوئی عدد ہے اور نہ ہی اس میں مانجھنا ہے مٹی کے ساتھ بلکہ یہ باقی تمام نجاستوں کے دھونے کی طرح ہے۔

امام بخاری اور عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ عطاء رحمۃ اللہ علیہ انسانوں کے بالوں سے دھاگے اور رسی وغیرہ بنانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور اسی طرح کتوں کے جھوٹے میں اور ان کتوں کے مسجد میں گزرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب کتا پانی میں منہ ڈال دے اور اس کے علاوہ کوئی پانی نہ ہو تو اس سے وضو کیا جائے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ بعینہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے اس ارشاد ہیں: فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا (۱) تو یہ بھی پانی ہے اور اگر دل میں کچھ ملال ہو تو وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے۔

امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ دار قطنی نے اعرج سے اور اعرج نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ کتے کے برتن میں منہ ڈالنے کی وجہ سے اس کو تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ دھویا جائے گا، اور ابن عدی نے اس کو مرفوعاً نقل کیا ہے، روایت یوں ہے: **اذا ولغ الکلب فی اناء احدھم فلیھریقه ولیغسله ثلاث مرات** اور دار قطنی نے صحیح سند کے ساتھ عطاء رضی اللہ عنہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت نقل کی ہے: **انه کان اذا ولغ فی الاناء اھرقه ثم غسله ثلاث مرات** اس صورت میں یہ سات والی حدیث کے معارض ہے لہٰذا سات والی روایت اس سے پہلے شمار کی جائے گی اس لئے کہ سات مرتبہ دھونے والی روایت میں تقدم کی دلالت موجود ہے کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ کتوں کے معاملے میں شروع شروع میں بڑی سختی تھی یہاں تک کہ ان کو مار ڈالنے کا حکم دیا گیا اور ان کے جھوٹے میں سختی کا ہونا بھی اسی وقت کے مناسب تھا اور مارنے وغیرہ کا تو نسخ ثابت ہو چکا ہے، پس جب دوسری چیز (جھوٹے میں سختی) کے معارض کوئی دلیل ہوگی تو اس سختی والی روایت کو پہلے مانیں گے، پس سات مرتبہ دھونے کا حکم یہ ابتداء اسلام پر محمول ہوگا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی جواب ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے عمل کا سات والی روایت کے خلاف ہونا حالانکہ وہ سات والی روای کے راوی ہیں، یہ دلیل اس بارے میں کافی ہے، کیونکہ یہ بات محال ہے کہ راوی اپنی رائے کی وجہ سے قطعی روایت کو چھوڑ دے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خبر واحد کا ظنی ہونا وہ راوی کے علاوہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے ہے باقی راوی کی نسبت کرتے ہوئے کہ جس راوی نے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے سنا ہے وہ قطعی ہے یہاں تک کہ اس کی وجہ سے کتاب اللہ کا نسخ جائز ہے جبکہ وہ اپنے معنی میں قطعی الدلالت ہو پس اس سے یہ لازم آیا کہ وہ اس روایت کو نہیں چھوڑ سکتے مگر اس صورت میں کہ ان کو ناسخ کا علم ہو اس لئے کہ قطعی روایت کو قطع کی وجہ سے چھوڑا جاتا ہے، پس ان حضرات کا یہ قول باطل ہو گیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا سات والی روایت کو چھوڑنا اس ناسخ کی بناء پر تھا جو ان کے اپنے اجتہاد سے تھا جو کہ غلطی کا بھی محتمل ہے اور جب تو نے یہ جان لیا تو (اب ہم کہتے ہیں) کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

۱۔ المائدہ:۶

کا چھوڑنا وہ بمنزلہ ناسخ کے روایت کرنے کے ہے یقینی طور پر، پس وہ سات والا امر ضروری طور پر منسوخ ہوگا۔(۱)

۸۔ خلاصہ:

☆ ان تینوں احادیث سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال یہ ہے کہ کتے کے جھوٹے برتن کو سات دفعہ دھونا واجب ہے۔

☆ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتے کے جھوٹے برتن کو تین دفعہ دھونا واجب ہے، اور سات دفعہ دھونا مستحب ہے۔

☆ فقہاء احناف کے نزدیک سات دفعہ دھونے کا حکم منسوخ ہے، کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے تین دفعہ دھونے کی روایت امام دار قطنی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خود بھی کتے کے جھوٹے برتن کو تین دفعہ دھونے کا حکم دیتے تھے، اس لیے جب صحابی کا قول، فعل اور فتویٰ، اس کے پہلے قول کے برعکس ہو تو فعل اور فتویٰ قابل ترجیح ہوتا ہے، اس لیے سات دفعہ دھونے کی حدیث منسوخ ہوگی، کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے تین دفعہ دھونے کی روایت قولاً، فعلاً، مرفوعاً اور موقوفاً ہے۔

☆ فقہاء احناف کے نزدیک کتے کے جھوٹے برتن کو تین دفعہ دھونا واجب، اور سات دفعہ دھونا مستحب ہے۔

۵۲۔ باب الْاَمْرِ بِاِرَاقَةِ مَا فِي الْاِنَاءِ اِذَا وَلَغَ فِيْهِ الْكَلْبُ

کتے کے جوٹھے برتن کو انڈیلنے کا حکم

اس باب میں ایسے برتن کے انڈیلنے کا حکم بیان ہوا ہے، جس میں کتا منہ ڈالے، یعنی پہلے اس برتن میں جو پانی یا مشروب وغیرہ ہے، اسے برتن سے انڈیل دیا جائے گا، بعد میں برتن کو تین دفعہ دھو کر پاک کیا جائے گا۔ اس سے پہلے باب میں مطلقاً کتے کے جھوٹے کا حکم اور پھر برتن کو صاف کرنے کا حکم بیان ہوا تھا۔

۶۶۔ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَنْبَأَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي رَزِينٍ وَأَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ، فَلْيُرِقْهُ ثُمَّ لِيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: لَا أَعْلَمُ أَحَدًا تَابَعَ عَلِيَّ بْنَ مُسْهِرٍ عَلَى قَوْلِهِ: فَلْيُرِقْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا منہ ڈال کر پیئے، تو وہ اس کو انڈیل دے، پھر سات دفعہ برتن کو دھوئے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرے علم کے مطابق ، فلیرقہ، کے الفاظ میں علی بن مسہر کی کسی نے موافقت نہیں کی۔

۱۔ اطراف:

تقدم: ۳۲۳، مسلم: ۲۷۹، ابن ماجہ: ۳۶۳، السنن الکبریٰ: ۶۵، ابن حبان ۱۲۹۶

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: وہ اس کو انڈیل دے

۱۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ، ج ۲، ص ۲۹۹۔۳۰۰

۳۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔علی بن حجر: راجع:۱۳

۲۔علی بن مسہر:

آپ کا نام ابوالحسن علی بن مسہر قریشی کوفی (م:۱۸۹ھ) ہے، آپ موصل کے قاضی بھی رہے، آپ رواۃ کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، صالح الحدیث، کثیرالحدیث راوی ہیں، البتہ غریب احادیث روایت کرتے ہیں، آپ نے انانوے (۸۹) سال کی عمر میں وفات پائی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۳۔الاعمش: راجع:۱۸

۴۔ابورزین:

آپ کا نام ابورزین مسعود بن مالک اسدی کوفی (م:۸۵ھ) ہے، آپ رواۃ کے دوسرے طبقہ سے ثقہ، فاضل راوی ہیں۔ابورزین عبید دوسرے راوی ہیں، جن کو عبیداللہ بن زیاد نے بصرہ میں قتل کر دیا تھا۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔البتہ امام بخاری نے ادب المفرد میں روایت کی ہے۔(۲)

۵۔ابوصالح: راجع:۴۰ ۶۔ابوہریرۃ: راجع:۱

۴۔حکم روایت:

اس حدیث مبارکہ کے یہ الفاظ: فلیرقہ، شاذ اور غریب ہیں، البتہ چونکہ علی بن مسہر ثقہ راوی ہیں، اوران الفاظ سے کسی اور روایت کی مخالفت لازم نہیں آتی، اس لیے یہ الفاظ قادح نہیں ہیں۔علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو دوسرے موقوف استشہاد کی بناء پر صحیح قرار دیا ہے، بلکہ اس طرح یہ حدیث سنداً صحیح اور متناً غریب ہے۔(۳)

۵۔خصوصیات سند:

☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ اٹھائیسویں (۲۸) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی مروزی، اگلے تین کوفی اور آخری دو مدنی ہیں۔

☆ علی بن مسہر کے الفاظ "فلیرقہ" شاذ اور غریب ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، انبأنا ایک ایک دفعہ، جبکہ عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۱۔ i۔تاریخ ابی زرعۃ، ص ۴۷۴ ii۔العلل، ج ۱، ص ۱۲۱

۲۔ i۔الثقات، ج ۵، ص ۴۴۰ ii۔تقریب التھذیب، ج ۲، ص ۲۵۰ ۳۔ زہرالربی، ج ۱، ص ۳۲

۶۔لغات:

ولغ الکلب: کتے نے زبان سے پیا۔چاٹا۔ فلیرقہ :وہ اس برتن کو انڈیل دے۔اسے بہادے،اسے الٹادے۔

۷۔مسائل ونصائح:

آدمی اور جانوروں کے جھوٹے پانی کا بیان:

☆ آدمی کا جھوٹا پاک ہے خواہ وہ جنبی ہو یا حیض ونفاس والی عورت ہو،خواہ وہ کافر ہو،لیکن اگر کسی کا منہ ناپاک ہے،تو اس کا جھوٹا نجس ہو جائے گا۔مثلاً شراب پینے والا اگر اس وقت پانی پیے تو اس کا جھوٹا نجس ہوگا لیکن اگر کچھ دیر بعد پیے کہ اس عرصہ میں کئی بار تھوک نگل چکا ہو اور جہاں شراب لگی ہو وہ جگہ تھوک سے صاف ہو چکی ہو تو صحیح یہ ہے کہ اب اس کا منہ پاک ہو جائے گا۔شرابی کے جھوٹے سے ہر حالت میں بچنا ہی۔چاہئے

☆ عورت کا جھوٹا اجنبی مرد کے لئے اور اجنبی مرد کا جھوٹا عورت کے لئے مکروہ ہے یہ ناپاکی کی وجہ سے نہیں بلکہ لذت پانے کی وجہ سے ہے ۔اس لئے اگر معلوم نہ ہو یا لذت حاصل کرنے کے لئے نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

☆ حلال چرندوں و پرندوں کا جھوٹا پاک ہے،اگر چہ نر ہوں جیسے گائے،بکری،بیل،کبوتر،فاختہ وغیرہ،لیکن ان میں سے جو جانور نجاست بھی کھاتا ہو مثلاً آزاد مرغی اور اونٹ و بیل وغیرہ تو ان کا جھوٹا مکروہ ہے،ان کے دودھ اور گوشت کا بھی یہی حکم ہے،اگر مرغی وغیرہ نے نجاست کھائی اور اسی وقت پانی پیا تو پانی نجس ہو جائے گا۔

☆ گھوڑے کا جھوٹا بالا جماع پاک ہے۔

☆ جن جانوروں میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا خواہ پانی میں رہتے ہوں یا خشکی میں ان کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے۔

☆ کیڑے جو گھروں میں رہتے ہیں جیسے سانپ،نیولا،چھپکلی وغیرہ دیگر جانور چوہا اور بلی ان کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے۔بلی کا جھوٹا کھانا یا پینا مالدار کے لئے مکروہ ہے کیونکہ وہ اس کی بجائے دوسرا کھانا لے سکتا ہے،لیکن فقیر کے لئے جو اس کی بجائے دوسرا کھانا نہیں لے سکتا،ضرورت کی وجہ سے مکروہ نہیں ہے۔اگر بلی نے کوئی جانور چوہا وغیرہ کھا کر فوراً پیا تو اس کا جھوٹا ناپاک ہے،اور کچھ دیر ٹھہر کر پیا،کہ اس عرصہ میں وہ اپنا منہ کئی دفعہ چاٹ کر صاف کر چکی ہے،تو اس کا جھوٹا ناپاک نہیں ہے،بلکہ مکروہ ہے۔

☆ شکاری پرندوں مثلاً شکرا،باز،چیل وغیرہ کا جھوٹا مکروہ ہے۔اسی طرح ان پرندوں کا جھوٹا بھی مکروہ ہے،جن کا گوشت کھایا نہیں جاتا۔کوے کا جھوٹا بھی مکروہ ہے۔اچھے پانی کے ہوتے ہوئے مکروہ پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے،اور اگر اچھا پانی نہ ملے تو مکروہ نہیں۔

☆ خنزیر،کتا،شیر،چیتا،بھیڑیا،ہاتھی،گیدڑ اور دوسرے درندوں چوپایوں کا جھوٹا نجس ہے۔کتے کے چاٹے برتن کا تین بار دھونا واجب ہے،اور سات بار دھونا مستحب اور پہلی اور آخری مرتبہ مٹی سے بھی ملنا مستحب ہے۔

☆ خچر اور گدھے کا جھوٹا مشکوک ہے،یعنی وہ خود پاک ہے لیکن پاک کرنے والے ہونے میں شک ہے۔مشکوک پانی کے سوا اور پاک پانی نہ ملے تو اس سے وضو کرے اور تیمم بھی کرے،ان دونوں کو جمع کرنا واجب ہے،صرف ایک کو کافی سمجھنا جائز نہیں،دونوں میں سے جس کو چاہے پہلے کرے،لیکن وضو کو مقدم کرنا افضل ہے،ایسے پانی سے وضو کرنے میں احتیاطاً نیت بھی کرلے۔

☆ ہر جانور کے پسینے اور لعاب میں اس کے جھوٹے کا اعتبار کیا جائے گا۔(۱)

۱۔ شرح ھدایہ،ج۱،ص۲۷۶۔۲۷۷

☆ علامہ برھان الدین فرغینانی مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: (وَعَرَقُ كُلِّ شَيْءٍ مُعْتَبَرٌ بِسُؤْرِهِ) لِأَنَّهُمَا يَتَوَلَّدَانِ مِنْ لَحْمِهِ فَأَخَذَ أَحَدُهُمَا حُكْمَ صَاحِبِهِ .قَالَ (وَسُؤْرُ الْآدَمِيِّ وَمَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ طَاهِرٌ) لِأَنَّ الْمُخْتَلِطَ بِهِ اللُّعَابُ وَقَدْ تَوَلَّدَ مِنْ لَحْمٍ طَاهِرٍ فَيَكُونُ طَاهِرًا ،يَدْخُلُ فِي هَذَا الْجَوَابِ الْجُنُبُ وَالْحَائِضُ وَالْكَافِرُ .(۱)

اور ہر چیز کو اس کے جوٹھے پر قیاس کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ دونوں گوشت سے پیدا ہوتے ہیں لہذا ان میں سے ہر ایک دوسرے کے حکم میں ہوگا۔ اور آدمی کا جوٹھا اور ماکول لحم کا جوٹھا پاک ہے۔ کیونکہ اس کے جوٹھے کے ساتھ لعاب ملا ہوا ہوتا ہے جو پاک گوشت سے بنا ہے لہذا وہ پاک ہوگیا۔ اور اس مسئلہ میں جنبی، حائضہ اور کافر ایک ہی حکم میں داخل ہیں۔

☆ آدمی اور وہ جانور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا جوٹھا پاک ہے۔ اسی طرح گائے، بکری وغیرہ کا جوٹھا بھی پاک ہے۔ یعنی بغیر کسی کراہت کے ان کا جوٹھا پاک ہے تاکہ آوارہ مرغی ان کے حکم میں داخل نہ ہو جائے کیونکہ اس کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے جبکہ اس کا جوٹھا مکروہ ہے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ مدینہ کی کسی گلی میں ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جنبی تھے، (وہ کہتے ہیں کہ) چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کنی کترا گیا، اور جا کر غسل کیا، پھر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے ابوہریرہ ! تم کہاں (چلے گئے) تھے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کہ میں جنبی تھا اور ناپاکی کی حالت میں، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھنا برا جانا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ مومن (کسی حال میں) نجس نہیں ہوتا۔(۲)

☆ قاعدہ فقہیہ:

ہر چیز کے جوٹھے کا حکم اس کے گوشت کے حکم کے مطابق دیا جائے گا۔ یعنی جن جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کا لعاب بھی پاک ہے اور جن کا گوشت حرام ہے ان کا لعاب بھی ناپاک ہے۔ اس قاعدے کا ثبوت یہ حدیث مبارکہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کتا تم میں سے کسی ایک کے برتن سے (پانی) پی لے، تو وہ اس کو سات مرتبہ دھولے۔(۳)

☆ اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کتا نجس ہے، اور اس کا لعاب بھی نجس ہے کیونکہ طہارت کا حکم تب ہوتا ہے، جب حدث یا نجس کا وجود پایا جائے۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ کتے کا گوشت نجس ہے، اور اس کے گوشت سے بننے والا لعاب بھی نجس ہے، تو کتے کا جوٹھا کتے کے گوشت کے تابع ہوا، جب متبوع حرام ہے تو تابع بھی حرام ہے۔ اور یہی حال تمام جانوروں کا ہے جو حرام ہیں۔(۴)

☆ احناف کے نزدیک جوٹھے کی چار اقسام ہیں:

ہمارے نزدیک جوٹھے کی چار اقسام ہیں:

i- پاک ہے جیسے آدمی کا جوٹھا ہے۔ ii- مکروہ ہے جیسے بلی کا جوٹھا ہے۔

iii- نجس ہے جیسے خنزیر کا جوٹھا ہے۔ iv- مشکوک ہے جیسے گدھے اور خچر کا جوٹھا ہے۔

۱۔ ہدایہ، ج۱، ص۲۳ ۲۔ بخاری، ج۱، ص۲۹ ۳۔ بخاری، ج۱، ص۲۹ ۴۔ قواعد فقہیہ، ص۱۸۴

☆ کتے کے جوٹھے کی نجاست کو اس کے پیشاب کی نجاست پر قیاس کیا جائے گا:

(وَسُؤْرُ الْكَلْبِ نَجِسٌ) وَيُغْسَلُ الْإِنَاءُ مِنْ وُلُوغِهِ ثَلَاثًا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (يُغْسَلُ الْإِنَاءُ مِنْ وُلُوغِ الْكَلْبِ ثَلَاثًا) وَلِسَانُهُ يُلَاقِي الْمَاءَ دُونَ الْإِنَاءِ، فَلَمَّا تَنَجَّسَ الْإِنَاءُ فَالْمَاءُ أَوْلَى، وَهَذَا يُفِيدُ النَّجَاسَةَ وَالْعَدَدَ فِي الْغَسْلِ، وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي اشْتِرَاطِ السَّبْعِ، وَلِأَنَّ مَا يُصِيبُهُ بَوْلُهُ يَطْهُرُ بِالثَّلَاثِ، فَمَا يُصِيبُهُ سُؤْرُهُ وَهُوَ دُونَهُ أَوْلَى. وَالْأَمْرُ الْوَارِدُ بِالسَّبْعِ مَحْمُولٌ عَلَى ابْتِدَاءِ الْإِسْلَامِ. (۱)

کتے کا جوٹھا نجس ہے، اور اس کے منہ ڈالنے کی وجہ سے برتن کو تین مرتبہ دھویا جائے گا، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس برتن میں کتا منہ ڈالے، اسے تین مرتبہ دھویا جائے۔ حالانکہ کتے کی زبان پانی کے ساتھ ملنے والی ہے نہ کہ برتنوں کے ساتھ، اور جب برتن ناپاک ہوگئے، تو پانی بدرجہ اولیٰ ناپاک ہو جائے گا۔ یہ حدیث پانی کی نجاست کا فائدہ دیتی ہے، اور دھونے کے عدد میں بھی فائدہ دیتی ہے، کیونکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سات مرتبہ دھونا شرط ہے۔ اور جس چیز کو کتے کا پیشاب پہنچے جب اسے تین مرتبہ دھونے کا حکم ہے، تو جسے کتے کا جوٹھا پہنچے، وہ تو بدرجہ اولیٰ پاک ہو جائے گا۔ جس حدیث میں سات کا عدد بیان ہوا ہے، وہ حکم ابتدائے اسلام پر محمول ہے۔

☆ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتے کے جوٹھے کو پاک کرنے کیلئے اسے سات مرتبہ دھونا شرط ہے، اور اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ ہے: رحمۃ اللہ علیہ

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کتا تم میں سے کسی ایک کے برتن سے (پانی) پی لے، تو وہ اس کو سات مرتبہ دھولے۔ (۲)

فقہاء احناف کے نزدیک یہ حدیث ابتدائے اسلام پر محمول ہے۔ اور امام شافعی کے اس حدیث استدلال کا جواب الزامی یہ ہے: کہ جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ برتن جس میں کتے نے پیشاب کیا ہو، اسے اگر تین مرتبہ دھویا جائے، تو وہ پاک ہو جائے گا، حالانکہ لعاب کی بہ نسبت پیشاب میں زیادہ نجاست ہوتی ہے۔ جب زیادہ نجاست والا برتن تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جاتا ہے تو کم نجاست والا برتن کیونکر پاک نہ ہوگا۔

☆ اگر سات کا عدد بقول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے متعین کر ہی لیں، تو پھر بھی خرابی لازم آئے گی، اس لئے کہ احادیث میں پانچ، سات، تین اور آٹھویں مرتبہ مٹی سے دھونے کا حکم بھی وارد ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ برتن کے اندر نجاست کا اعتبار کیا جائے گا۔ لہٰذا جب وہ پاک ہو جائے گا، اور سات یا آٹھ کا عدد یہ حکم استحبابی ہے، تو اصل چیز طہارت ہے، اور جب کسی برتن کی طہارت کا یقین ہو جائے گا، تو وہ برتن پاک ہو جائے گا۔

☆ خنزیر کے جوٹھے کا حکم:

(وَسُؤْرُ الْخِنْزِيرِ نَجِسٌ) لِأَنَّهُ نَجِسُ الْعَيْنِ عَلَى مَا مَرَّ (وَسُؤْرُ سِبَاعِ الْبَهَائِمِ نَجِسٌ) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ فِيمَا سِوَى الْكَلْبِ وَالْخِنْزِيرِ لِأَنَّ لَحْمَهَا نَجِسٌ وَمِنْهُ يَتَوَلَّدُ اللُّعَابُ وَهُوَ الْمُعْتَبَرُ فِي الْبَابِ (وَسُؤْرُ الْهِرَّةِ طَاهِرٌ مَكْرُوهٌ) وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ غَيْرُ مَكْرُوهٍ لِأَنَّ (النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يُصْغِي لَهَا الْإِنَاءَ فَتَشْرَبُ مِنْهُ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ بِهِ)

۱۔ ہدایہ، ج ۱، ص ۴۳-۴۴ ۲۔ بخاری، ج ۱، ص ۲۹

وَلَهُمَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْهِرَّةُ سَبُعٌ) وَالْمُرَادُ بَيَانُ الْحُكْمِ دُونَ الْخِلْقَةِ وَالصُّورَةِ ، إِلَّا أَنَّهُ سَقَطَتْ النَّجَاسَةُ لِعِلَّةِ الطَّوَافِ فَبَقِيَتْ الْكَرَاهَةُ ،وَمَا رَوَاهُ مَحْمُولٌ عَلَى مَا قَبْلَ التَّحْرِيمِ ، ثُمَّ قِيلَ كَرَاهَتُهُ لِحُرْمَةِ اللَّحْمِ ، وَقِيلَ لِعَدَمِ تَحَامِيهَا النَّجَاسَةَ وَهَذَا يُشِيرُ إِلَى التَّنَزُّهِ وَالْأَوَّلُ إِلَى الْقُرْبِ مِنَ التَّحْرِيمِ .(۱)

خنزیر کا جوٹھا نجس ہے، کیونکہ وہ نجس العین ہے جیسا کہ گزرا ہے، درندوں کا جوٹھا بھی نجس ہے، جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتے اور خنزیر کے سوا باقی میں اختلاف کیا ہے، کیونکہ ان دونوں کا گوشت نجس ہے، اور اسی سے لعاب پیدا ہوتا ہے اور اس باب میں وہی معتبر ہے۔ بلی کا جوٹھا طاہر مکروہ ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غیر مکروہ ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلی کے سامنے برتن جھکا دیتے، وہ اس سے پانی پی لیتی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے وضو کر لیتے۔ طرفین کی دلیل یہ حدیث ہے کہ بلی درندہ ہے۔ اور مراد خلقت وصورت کے سوا حکم کو بیان کرنا ہے۔ مگر علت طواف کی وجہ سے حکم نجاست ساقط ہو گیا اور کراہت باقی رہ گئی۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی پیش کردہ حکم تحریم سے پہلے پر محمول ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکم کراہت حرمت گوشت کی وجہ سے ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکم کراہت عدم پرہیز کی وجہ سے ہے۔ اور اس میں مکروہ تنزیہی کی طرف اشارہ ہے، اور پہلا قریب تحریم کے زیادہ قریب ہے۔

☆ درندوں کے جوٹھے میں فقہ شافعی وحنفی کا موقف ودلائل:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتے اور خنزیر کے سوا باقی تمام درندوں کا جھوٹا نجس نہیں ہے، اور ایسے پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا؟ کیا ہم گدھوں سے بچے ہوئے پانی سے وضو کر سکتے ہیں۔ فرمایا: ہاں، اور تمام درندوں کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔ (۲)

☆ احناف کی طرف سے جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے، لہٰذا اس سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی۔ اس لئے بھی یہ روایت حضرت داؤد بن حصین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے حالانکہ حضرت داؤد بن حصین رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہی ثابت نہیں۔ اور اسی طرح امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:

اگر اس روایت کو صحیح مان ہی لیا جائے تو اس کی تاویل یہ ہے کہ وہاں حمر سے مراد حمر وحشیہ ہیں۔ اور سباع سے مراد سباع الطیور ہے۔

☆ اسی طرح جس پانی کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تھا، اس پانی سے مراد ماء کثیر ہے۔ اسی طرح اس حدیث کا حمل یہ بھی ہے کہ یہ حدیث حکم تحریم سے قبل کی ہے۔ لہٰذا دلائل میں کوئی تعارض لازم نہ آئے گا۔ (۳)

۸۔ خلاصہ:

☆ کتا جس برتن میں منہ ڈالے گا، اس برتن میں پانی یا اس کے علاوہ جو بھی مشروب یا دیگر استعمال کی چیز ہوگی، وہ بالاتفاق علماء نجس اور ناپاک ہوگی، اس لیے اسے گرا دیا جائے گا۔

☆ جس مشروب یا کھانے پینے کی اشیاء کو کتے کا لعاب لگ جائے، وہ ناپاک ہو جاتا ہے، اس کا استعمال جائز نہیں ہوگا۔

☆ کتے کا لعاب اگر کپڑے وغیرہ پر لگ جائے، تو اسے بھی دھوئے بغیر استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

☆ ہمارے زمانے میں بہت سارے لوگ کتے پالنے کے شوقین ہیں، انہیں ان امور کا خیال ضرور رکھنا چاہیے۔

۱۔ ہدایہ، ج ۱، ص ۴۴ ۲۔ i- دار قطنی: ۱۷۶ ii- سنن الصغیر للبیہقی: ۱۸۰

۳۔ عنایہ شرح ہدایہ، ج ۱، ص ۱۶۳

۵۴۔ باب تَعْفِيرِ الْإِنَاءِ الَّذِي وَلَغَ فِيهِ الْكَلْبُ بِالتُّرَابِ

جس برتن میں کتا منہ ڈالے، اسے مٹی سے مانجھنا

اس باب میں اس بات کا بیان ہے کہ جب کسی برتن میں کتا منہ ڈال دے، تو اس برتن کو پانی کے ساتھ دھونے کے علاوہ مٹی سے بھی مانجھنا چاہیے۔ تاکہ خوب صفائی حاصل ہو، اور برتن سے جراثیم کا مکمل خاتمہ ہو، اس سے پہلے باب میں کتے کے منہ ڈالے برتن کو انڈیلنے کا بیان تھا۔

۶۷۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ: سَمِعْتُ مُطَرِّفًا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُغَفَّلِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ وَرَخَّصَ فِي كَلْبِ الصَّيْدِ وَالْغَنَمِ وَقَالَ: إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْإِنَاءِ فَاغْسِلُوهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَعَفِّرُوهُ الثَّامِنَةَ بِالتُّرَابِ.

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کے قتل کا حکم دیا، البتہ شکار اور بکریوں کی حفاظت کے لیے کتا رکھنے کی اجازت عنایت فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مزید) فرمایا: جب کتا برتن میں منہ ڈالے، تو اسے سات دفعہ دھوؤ، اور آٹھویں دفعہ مٹی سے مانجھو۔

۱۔ اطراف:

تقدم: ۳۳۴، ۳۳۵، مسلم: ۲۸۰، ابوداؤد: ۷۴، ابن ماجہ: ۳۶۵، ۳۲۰۰، ۳۲۰۱، احمد: ۲۰۵۸۹، السنن الکبریٰ: ۷۰

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس آخری جملہ میں ہے: آٹھویں دفعہ مٹی سے مانجھو۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ محمد بن عبدالاعلیٰ:

آپ کا نام ابوعبداللہ محمد بن عبدالاعلیٰ قیسی صنعانی بصری (م: ۲۵۴ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، امام بخاری کے علاوہ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، البتہ امام ابوداؤد نے کتاب القدر میں روایت کی ہے۔ (۱)

۲۔ خالد: راجع: ۴۷ **۳۔ شعبۃ:** راجع: ۲۶

۴۔ ابوالتیاح:

آپ کا نام ابوتیاح یزید بن حمید ضبعی بصری (م: ۱۲۸ھ) ہے، آپ رواۃ کے پانچویں طبقہ سے ثقہ، ثابت، صالح، مامون تابعی راوی ہیں، آئمہ کرام آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۵۔ مطرف: آپ کا نام ابوعبداللہ مطرف بن عبداللہ بن شخیر عامری حرشی بصری (م: ۹۵ھ) ہے، آپ رواۃ کے دوسرے طبقہ سے ثقہ، عابد، فاضل، تابعی راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۶۔ عبداللہ بن مغفل: راجع: ۳۶

۱۔ i۔ الجرح والتعدیل، ج ۸، ص ۱۶ ii۔ تقریب التھذیب، ج ۱، ص ۱۹۱
۲۔ i۔ علل ابن مدینی، ص ۱۷۱ ii۔ تاریخ الدوری، ج ۲، ص ۶۶۹
۳۔ i۔ طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۱۴۱ ii۔ تقریب التھذیب، ج ۲، ص ۲۶۰

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ روایت سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ ستائیسویں (۲۷) حدیث مبارکہ ہے۔
☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔
☆ سند کے تمام راوی بصری ہیں۔
☆ اس سند کی یہ بہت اہم خصوصیت ہے کہ اس کے تمام راوی ایک ہی شہر کے ہیں، اور ثقہ اجل ہیں۔
☆ ایسا اتفاق اسناد میں بہت ہی شاذ و نادر ہوتا ہے۔
☆ اس اعتبار سے یہ سنن نسائی کی پہلی حدیث مبارکہ ہے۔
☆ سند کے تمام راوی آئمہ صحاح ستہ کے ہاں متفق علیہ ہیں، البتہ محمد بن عبدالاعلیٰ صنعانی سے امام بخاری نے روایت نہیں کیا، اور امام ابوداؤد نے کتاب القدر میں روایت کی ہے۔
☆ یہ تابعی (یزید) کی دوسرے تابعی (مطرف) سے روایت ہے۔
☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، سمعت ایک ایک دفعہ، حدثنا اور عنعنہ دو دفعہ استعمال ہوئے ہیں۔

۶۔لغات:

امر: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا — بقتل الکلاب: کتوں کا قتل
رخص: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی — کلب الصید: شکاری کتا
کلب الغنم: بکریوں کا رکھوالا کتا — عفروہ: برتن مانجھے
الثامنۃ: آٹھویں — بالتراب: مٹی سے

۷۔مسائل ونصائح:

☆ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ کتے رکھنے کی وجہ سے نیک اعمال میں ایک قیراط یومیہ کی کمی کس سبب سے ہوتی ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ کتوں کی وجہ سے فرشتے گھر میں داخل نہیں ہوتے۔ دوسرا قول یہ ہے: کہ کتوں کی وجہ سے گھر کے پاس سے گزرنے والوں کو ایذاء پہنچتی ہے۔ تیسرا قول یہ ہے: کہ یہ کتے رکھنے کی سزا ہے کہ ہر روز ان کے نیک اعمال میں ایک قیراط کی کمی ہوتی ہے، یا اس وجہ سے کتا اکثر نجاسات کھاتا ہے، یا اس کی بدبو کی کراہت کی وجہ سے، یا اس وجہ سے کہ بعض کتے شیطان ہوتے ہیں، یا اس وجہ سے کہ اگر گھر والا غافل ہو تو وہ کھانے پینے کے برتن میں منہ ڈال دیتا ہے۔

☆ اس حدیث کے مطابق تین قسم کے کتوں کے رکھنے کی اجازت ہے:

(۱) شکار کا کتا (۲) کھیت کی حفاظت کا کتا (۳) مویشیوں کی حفاظت کا کتا۔

فقہاء شافعیہ نے ان کتوں میں گھر کی حفاظت کے لیے کتے کو بھی داخل کیا ہے، بہ شرطیکہ گھر والوں کو چوروں، ڈاکوؤں اور دشمنوں کا خطرہ ہو۔(۱)

☆ ایک وقت رسول اللہ ﷺ نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا، پھر آپ ﷺ نے قتل کرنے سے روک دیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی پیدا کردہ کسی مخلوق کو کلیتاً ختم کرنا درست نہیں۔ ہر مخلوق کے پیدا کرنے میں کوئی نہ کوئی مصلحت ہے، اگرچہ کوئی مخلوق ظاہراً نوع انسانی کے لیے نقصان دہ ہی محسوس ہوتی ہو۔ یہ حکم اب بھی حالات کے تابع ہے۔

☆ یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ کتے کا منہ، اس کا لعاب دہن اور اس کا جوٹھا نجس و ناپاک ہے، اور یہی اس کے سارے بدن کے نجس و ناپاک ہونے پر دلالت کرتی ہے، اور برتن کے سات مرتبہ دھونے کو واجب ٹھہراتی ہے، اور مٹی کے ساتھ صاف کرنا بھی واجب ہے، محققین کی رائے یہی ہے۔

☆ شکار کی غرض سے اور کھیتی اور جانوروں کی حفاظت کے لیے کتا رکھنا ضرورت ہے، لہٰذا شریعت نے اس کی اجازت دی ہے۔ ان مقاصد کے سوا کسی اور مقصد کے لیے مثلاً: شوق کے طور پر یا کسی اور وجہ سے کتا رکھنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مال مویشی کے تحفظ، شکار یا کھیتی کی دیکھ بھال کے سوا کتا رکھتا ہے، اس کے ثواب میں سے ہر روز ایک قیراط ثواب کم ہو جاتا ہے۔''(۲) نیز شکار اور رکھوالی وغیرہ کے لیے رکھے گئے کتے کے جھوٹے اور برتن وغیرہ کا بھی وہی حکم ہے، جو عام کتے کا ہے۔ علاوہ ازیں گھروں میں کتے کا ہونا فرشتہ رحمت سے محرومی کا سبب ہے۔(۳۱)

☆ جس برتن میں کتا منہ ڈالے، اسے سات بار دھونا ضروری ہے، اس کے علاوہ اس برتن کو ایک مرتبہ مٹی سے مانجھنا بھی ضروری ہے۔ مٹی کا استعمال شروع میں بھی ہو سکتا ہے اور آخر میں بھی کیونکہ صحیح مسلم میں: (اولاھن بالتراب) ''پہلے مٹی سے مل کر دھوؤ۔'' کے الفاظ ہیں اور صحیح مسلم کی مذکورہ روایت میں: (عفروہ الثامنة بالتراب) ''اسے آٹھویں مرتبہ مٹی سے مل کر دھوؤ۔'' ان دونوں احادیث کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ سات بار پانی سے دھونے کے ساتھ ساتھ جب ایک بار مٹی استعمال کی جائے گی تو یہ مٹی کا استعمال آٹھویں بار دھونا ہے۔

☆ مٹی نجاست کی بو، لیس اور جراثیم ختم کرتی ہے۔ پانی کے ساتھ بسا اوقات یہ چیزیں ختم نہیں ہوتیں، البتہ ظاہری نجاست ختم ہو جاتی ہے، لہٰذا پانی کے علاوہ ایک دفعہ (کم از کم) مٹی یا اس کے قائم مقام کوئی بھی کیمیکل وغیرہ لگانا ضروری ہے۔(۴)

☆ ظاہر روایت سے یہ نکلتا ہے کہ آٹھویں بار دھونا واجب ہے، اور یہی قول ہے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا جو حرب نے نقل کیا، ان سے اور شافعی سے منقول ہے: کہ اس حدیث کی صحت سے میں واقف نہیں ہوا۔ لیکن یہ حدیث صحیح ہے، مسلم وغیرہ کی روایت ہے۔ بعضوں نے کہا: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اس پر ترجیح ہے، مگر یہ رد کیا گیا، اس طرح پر کہ ترجیح جب دی جاتی ہے، جب تعارض ہو، اور یہاں تو ابن مغفل کی

۱۔ عمدۃ القاری، ج ۱۲، ص ۲۲۳ ۲۔ i- بخاری: ۲۳۲۲ ii- مسلم: ۱۵۷۵

۳۔ جامع الترمذی: ۲۸۰۶ ۴۔ سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۱۳۳

حدیث پر عمل کرنے سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر بھی عمل ہو جاتا ہے، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کرنے سے ابن مغفل کی حدیث پر عمل ہونا ضروری نہیں۔ (۱)

☆ مسلم کی روایت میں مستثنیات میں شکاری کتا بھی ہے، بلکہ یہیں جو روایت بطریق ابن سیرین اور ابو صالح ہے، اس میں بھی ہے، بلکہ ابو حازم کی روایت میں کلب صید ہے۔ انہیں تینوں میں حصر نہیں۔ مکان وغیرہ کی حفاظت کے لیے بھی پالنا جائز ہے۔ عمل گھٹنے سے مراد آئندہ کے بھی عمل میں کوتاہی ہے۔ یا واقعی گھٹنا مراد ہے۔ وجہ یہ ہے: کہ جس گھر میں کتا ہوتا ہے، اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ کتا نجاست کھاتا ہے۔ اس کا لعاب نجس ہے، جو گھروں میں گر کر گھروں کو ناپاک کر دیتا ہے۔ اس کا بھی خطرہ ہے کہ برتن میں منہ ڈال کر پانی یا کھانا ناپاک کر دے، گھر والوں کے علم میں نہ آئے، اور اسے استعمال کر لیں۔ قیراط سے مراد جز ہے: جس کی مقدار اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانیں۔ (۲)

۸۔ خلاصہ:

☆ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اس کی بحث حدیث نمبر ۶۳۔۶۵ گزر چکی ہے، اس حدیث مبارکہ میں برتن کو مٹی سے مانجھنے حکم بھی بیان ہوا ہے، اس بارے میں علماء کی آراء کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ آئمہ ثلاثہ کے ہاں برتن کو سات دفعہ دھونا، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک دفعہ مٹی سے مانجھنا واجب ہے۔

۲۔ فقہاء احناف کے ہاں تین دفعہ دھونا واجب ہے، جبکہ سات دفعہ دھونا مستحب ہے، اسی طرح مٹی سے ایک دفعہ مانجھنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے۔

۳۔ عصر حاضر میں برتن دھونے اور مانجھنے کے لیے صابن، پاؤڈر اور دیگر کیمیکل، مٹی کے قائم مقام ہیں، اس لیے انہیں برتنوں کی صفائی کے لیے استعمال کرنا مستحسن ہے، کیونکہ ان میں صفائی اور نظافت زیادہ ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ میں کتوں کے مارنے کا حکم بھی بیان ہوا ہے، اس بارے میں علماء کی آراء کا خلاصہ درج ذیل ہے:

البتہ اسود بھیم (کالا کتا) کے لیے حکم باقی ہے، اس کی دلیل امام ترمذی کی حدیث (۱۴۸۶) ہے۔ البتہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اسود بھیم کے قتل کا حکم بھی منسوخ ہو چکا ہے۔

۱۔ مطلقاً کتے مارنے کا حکم ابتدائی تھا، بعد میں یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے، البتہ اسود بھیم (کالا کتا) کے لئے مارنے کا حکم باقی ہے، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اسود بھیم کے قتل کا حکم بھی منسوخ ہو چکا ہے۔

۲۔ اگر کوئی کتا انسانیت کے لیے خطرے کا باعث ہو، تو اسے مارنا جائز ہے۔

۳۔ چار قسم کے کتے پالنا جائز ہے:

۱۔ شکار کے لیے   ۲۔ کھیت کی حفاظت کے لیے

۳۔ مویشیوں کی حفاظت کے لیے   ۴۔ گھر کی حفاظت کے لیے

☆ ان چار قسموں کے علاوہ کتے پالنا یا رکھنا جائز نہیں ہے۔

☆ موجودہ زمانے میں جو شوقیہ کتے پالے جاتے ہیں، یا لڑائی اور دوڑ کے لیے جو کتے پالے جاتے ہیں، یہ سب حرام محض ہیں۔

☆ کتوں کی خرید و فروخت سے متعلق ابحاث کتاب البیوع میں آئیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ عزوجل

۱۔ i- زہر الربیٰ، ج ۱، ص ۳۱   ii- سنن نسائی (شرح)، ج ۱، ص ۶۸   ۲۔ نزہۃ القاری، ج ۳، ص ۶۰۶

۵۴۔ باب سُؤْرِ الْهِرَّةِ — بلی کے جوٹھے کا بیان

عربی زبان میں مذکر کے لیے ھر اور مؤنث کے لیے ھرۃ، اور ھرۃ کی تصغیر ھریرۃ ہے، اسی سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے، جبکہ اردو میں مذکر و مؤنث کے لیے بلا اور بلی بولا جاتا ہے، اردو میں عام طور پر دونوں کے لیے بلی بھی زیادہ مستعمل ہے۔

اس باب میں ایسے برتن یا اشیاء کا حکم بیان ہوا ہے، جس میں بلی منہ ڈال دے، بلی ایسا جانور ہے، جس کا گھروں میں آنا جانا رہتا ہے، اور اکثر اوقات یہ مختلف برتنوں میں منہ ڈالتی ہے، اور گھر میں موجود دیگر اشیاء میں بھی منہ ڈالتی رہتی ہے، اس لیے اس کا حکم باقی درندہ جانوروں سے مختلف ہے، پچھلے باب میں کتے کے جھوٹے برتن کو مٹی سے مانجھنے کا حکم بیان ہوا تھا۔

۶۸۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ حُمَيْدَةَ بِنْتِ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ كَبْشَةَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ دَخَلَ عَلَيْهَا - ثُمَّ ذَكَرَتْ كَلِمَةً مَعْنَاهَا - فَسَكَبْتُ لَهُ وَضُوءًا، فَجَاءَتْ هِرَّةٌ فَشَرِبَتْ مِنْهُ، فَأَصْغَى لَهَا الْإِنَاءَ حَتَّى شَرِبَتْ. قَالَتْ كَبْشَةُ: فَرَآنِي أَنْظُرُ إِلَيْهِ فَقَالَ: أَتَعْجَبِينَ يَا ابْنَةَ أَخِي؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ، إِنَّمَا هِيَ مِنَ الطَّوَّافِينَ عَلَيْكُمْ وَالطَّوَّافَاتِ

حضرت کبشہ بنت کعب رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے، (راویہ فرماتی ہیں) حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا، اس کا مفہوم یہ ہے: میں نے ان کے لیے برتن میں وضو کا پانی ڈالا، اتنے میں ایک بلی نے آ کر اس پانی سے پینا شروع کر دیا۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے برتن اس کی طرف جھکا دیا، بلی نے پانی پی لیا، حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: انہوں نے میری طرف دیکھا، تو میں ان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے بھتیجی! کیا تجھے حیرانگی ہے؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں۔ انہوں نے بیان کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: بلی ناپاک نہیں ہے، کیونکہ وہ تمہارے اردگرد گھومنے والوں میں سے ہے۔ یا اردگرد گھومنے والیوں میں سے ہیں۔

۱۔ اطراف:

تقدم: ۳۳۸، ابوداؤد: ۷۵، ترمذی: ۹۲، ابن ماجہ: ۳۶۸، مؤطا: ۱۳، ابن حبان: ۱۲۱، السنن الکبریٰ: ۶۳، احمد: ج ۵، ص ۳۰۲، سنن دارمی: ۷۳۶، مسند شافعی، ص ۹

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

بلی ناپاک نہیں ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ قتیبۃ: راجع: ۱ ۲۔ مالک: راجع: ۷

۳۔اسحاق بن عبداللہ:

آپ کا نام ابو یحییٰ اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ زید بن سھل انصاری مدنی (م:۱۳۲ھ) ہے، آپ رواۃ کے چوتھے طبقہ سے ثقہ، حجتہ راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۴۔حمیدہ بنت عبید بن رفاعۃ:

آپ کا نام ام یحییٰ حمیدہ بنت عبید بن رفاعہ انصاریہ مدینہ ہے، آپ حضرت اسحاق بن ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ، حضرت یحییٰ بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ہیں۔آپ رواۃ کے پانچویں طبقہ سے ثقہ، مقبول راویہ ہیں۔آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۵۔کبشۃ بنت کعب بن مالک:

آپ کا نام کبشہ بنت کعب بن مالک انصاریہ مدنیہ ہے، آپ عبداللہ بن ابی قتادہ کی زوجہ ہیں، آپ صحابیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۳)

۶۔ابوقتادۃ: راجع:۲۴

۴۔حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ اس سند سے حسن، جبکہ دیگر شواہد کی بناء صحیح ہے۔

۵۔خصوصیات سند:

☆ یہ روایت سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ اٹھائیسویں (۲۸) حدیث مبارکہ ہے۔
☆ سند کے تمام راوی ثقہ مقبول ہیں۔
☆ سند میں قتیبہ بغلانی کے علاوہ باقی تمام راوی مدنی ہیں۔
☆ یہ روایت صحابیہ (کبشہ رضی اللہ عنہا) کی صحابی (ابوقتادہ) سے روایت ہے۔
☆ یہ روایت بہو کی سسر سے روایت ہے۔
☆ یہ روایت بھانجی (حمیدہ) کی خالہ (حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے۔
☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، قال ایک ایک دفعہ جبکہ عنعنہ چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۱۔ i۔سؤالات ابن الجنید، ص۱۰۲ ii۔الجرح والتعدیل، ج۲، ص۲۲۶
۲۔ i۔ابن حبان، ج۶، ص۲۵۰ ii۔تقریب التھذیب، ج۲، ص۵۲۲
۳۔ i۔تقریب التھذیب، ج۲، ص۵۲۸ ii۔الثقات، ج۵، ص۳۰۱

۶۔لغات:

دخل علیھا: میرے پاس تشریف لائے

فسکبت: میں نے انڈیلا، میں نے ڈالا

ھرۃ: بلی۔معنا ھا: اس کا مفہوم

اصغی: ٹیڑھا کیا۔جھکایا۔ایک طرف کیا

الا ناء: برتن

اتعجبین: کیا تجھے حیرت ہے

ابنۃ اخی: بھتیجی

الطوافین: اردگرد گھومنے والے(مذکر)

الطوافات: اردگرد گھومنے والیاں(مؤنث)

۷۔مسائل ونصائح:

☆ بلی کے جوٹھے کے حوالے سے اوراس حدیث کی شرح میں ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی شرح وبسط کے ساتھ لکھا ہے،اس کے مندرجات ذیل میں لکھے جاتے ہیں:

☆ ابوقتادہ یہ حارث بن ربعی انصاری ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شہسواروں میں سے ہیں،اوران کے بیٹے کا نام عبداللہ ہے۔مطلب یہ ہے کہ یہ ان کے بیٹے کی بیوی تھیں۔

☆ فسکبت یعنی حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا نے پانی بہایا۔حضرت ابہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا''تاء'' کے ضمہ کے ساتھ متکلم کا صیغہ ہے،اور''تاء'' کے سکون کے ساتھ مؤنث کا صیغہ پڑھنا بھی جائز ہے۔لیکن اکثر موجودہ صحیح نسخوں میں مؤنث کے صیغے کے ساتھ ہے اور مصابیح کی روایت متکلم کے صیغے کی تائید کرتی ہے۔

☆ یا ابنۃ اخی: یہ جملہ عرب والوں کی عادت کے مطابق ہے کہ ان میں سے بعض کہتے ہیں: یاابن اخی،اگر چہ وہ دونوں چچازاد ہوں،اور یااخان فلان کہتے ہیں،اگر چہ حقیقت میں اس کا بھائی نہ ہو(یعنی یہ محاورہ ہے)،اورشریعت کے عرف میں یہ جائز ہے،اس لیے کہ تمام مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

☆ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا: کہ اس سے اسلام کی اخوت مراد ہے اور یہ ان کی بہو تھیں۔یہ تعلیل صحیح نہیں ہے،کیونکہ اس میں منافات معدوم ہے،بلکہ علت یہ ہے کہ وہ کبشہ کعب بن مالک کی بیٹی ہیں(اس لیے کہا: یا ابنۃ اخی)اورابوقتادہ بن ربعی میں ربعی''راء'' کے کسرہ''باء'' کے سکون اور''عین'' کے کسرہ کے ساتھ ہے۔

☆ علامہ کازرونی نے فرمایا ہے: کہ بعض ائمہ نے کہا ہے کہ''نجس''جیم کے فتحہ کے ساتھ ہے اور نجس سے مراد''نجاست''ہے۔پس تقدیر عبارت یہ ہوگی: انھالیست بذات نجس اور وہ جو ہم نے سنا اور مشائخ کے سامنے پڑھا: وہ''جیم'' کے کسرہ کے ساتھ ہے اور قیاس بھی اسی کا مقتضی ہے، ای لیست بنجسۃ اور یہاں''تاء''اس لیے نہیں ملائی گئی،کیونکہ یہ سؤر کے معنی میں ہے۔لیکن اکثر صحیح نسخوں میں پہلا معنی ہی راجح ہے(یعنی یہ مصدر ہی)پس یہی قابل اعتماد ہوگا۔اس لیے کہ''نجس''فتحہ کے ساتھ فقہاء کی اصطلاح میں عین نجاست کو کہتے ہیں،اور کسرہ کے ساتھ ناپاک شدہ شئ مراد ہوتی ہے۔

☆ طائف خادم وہ جو تیری خدمت کرے نرمی کے ساتھ،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلیوں کو گھر کے خدام اور مملوکین سے تشبیہ دی ہے، جو گھر

میں خدمت کے لیے آتے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ﷻ کا ارشاد ہے۔

(طَوّٰافُونَ عَلَيْكُم بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ (۱) تم سب ایک دوسرے کے پاس بکثرت آنے جانے والے ہو۔

☆ بلی کو ان خدام کے ساتھ اس لیے ملایا، کیونکہ یہ بھی تکلیف دینے والے جانوروں کو قتل کرتی ہے، یا اس لیے کہ بلی کے ساتھ اچھا سلوک وہمدردی کرنے کا اجر، وہ غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک وہمدردی کرنے کی طرح ہے۔

☆ اور یہ حدیث دلالت کرتی ہے: اس بات پر کہ بلی کا جوٹھا پاک ہے، اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے: کہ یہ مکروہ ہے۔ ابن الملک رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: کہ حضور ﷺ کا ارشاد: انها من الطوافين حکم کو اس مناسب وصف پر مرتب کرتا ہے، جو علیت کو بتلانے والا ہے۔ پس اس بناء پر مناسب یہ ہے کہ بلی کا جوٹھا اس کے منہ کی نجاست کی تقدیر پر ضرورت کی وجہ سے معاف ہوگا جیسا کہ راستوں کا کیچڑ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول جو فصل ثالث میں ہے اس کی تائید کرتا ہے جیسا کہ ہم اس کو بیان کریں گے۔ یہی مذہب امام ابوحامد الغزالی کے ہاں مختار ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: کہ احسن بات یہ ہے کہ معافی کو عام قرار دیا جائے۔

☆ روضہ میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بلی کا جوٹھا اس کی ذات کی طہارت کی وجہ سے پاک ہے، اور مکروہ نہیں ہے، اور اگر اس کا منہ ناپاک ہو، پھر وہ ماء قلیل میں منہ ڈال دے، تو اس میں تین وجہ بنیں گی: ا۔ تفصیل (یعنی فاصلہ کا ہونا) اور یہی زیادہ صحیح ہے، پس اگر بلی اتنا وقت غائب رہی کہ جس میں اس کا کسی ماء مطہر میں منہ ڈال سکنے کا احتمال ہو تو وہ چیز (۲) طاہر ہوگی ورنہ (۳) نجس۔

☆ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: یہ جملہ مغائر (مخالف امور) کے عطف کے قبیل سے ہے، صحابی نے بلی کے لیے برتن انڈیلنے کی علت دو مختلف اور متغائر امر قرار دیے ہیں۔

☆ (ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) یہ بات محل تامل ہے: یہ بات لفظاً اور معنیً صحیح نہیں ہے، علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی عجائبات میں سے یہاں عجیب یہ ہے کہ انہوں نے علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو، اپنے قول کے مقابل بنایا ہے، اور علامہ کے قول کو اپنی اس عبارت وتصح ... سے ضعیف قرار دیا ہے۔ پس اے مخاطب تو غور کرلے، تیرے لیے مواضع زلل (پھسلنے کے مقامات) ظاہر ہو جائیں گے۔

امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: کہ صحیح یہ ہے کہ سور الھرۃ یہ مکروہ تنزیہی ہے، اور اس بارے میں یہی بات کافی ہے، کہ بلی نجاست سے نہیں بچتی، پس اس کا سؤر مکروہ ہوگا، جیسا کہ اگر چھوٹا بچہ اپنا ہاتھ پانی میں ڈال دے (نجاست میں ڈالنے کے بعد) اور باقی نجاست، تو بالاتفاق اس کا ساقط ہونا علت طواف کے ذریعے ہے، کہ جس میں نص انها من الطوافين وارد ہے۔ تو انها من الطوافين کا مطلب یہ ہے: کہ وہ بلی تنگ تنگ جگہوں میں بھی داخل ہو جاتی ہے، اور اس کے شدت اختلاط کے لازم ہونے کی وجہ سے برتنوں کا اس سے بچانا مشکل ہوتا ہے، بلکہ اس کی ذات سے بچنا بھی مشکل ہوتا ہے، اور وہ ضرورت جو اس کو لازم ہے، اس نے اس کی نجاست کو گرا دیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ﷻ نے اجازت چاہنے کو واجب قرار دیا ہے، اور مملوکین یعنی غلاموں سے اس کو ساقط کیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: (وَالذین لم یبلغوا الحلم (۲) یعنی جوان میں سے نابالغ اور غلام ہیں، ان کے لیے تین اوقات کے علاوہ میں بغیر اجازت کے داخل ہونے کی اجازت ہے، اور یہ اس علت طواف کی وجہ سے ہے، جو بعد والے ارشاد طوافون علیکم بعضکم علی بعض سے مستفاد ہے۔

ا۔ النور ۲۴: ۵۸ ۲۔ النور ۲۴: ۱۰۸

☆ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ بلی کا جوٹھا مکروہ نہیں ہے، اگر بلی نے چوہے کو کھایا ہو، پھر فوراً پانی کو پیا ہو، تو پانی ناپاک ہو جائے گا، اور اگر تھوڑی دیر ٹھہری رہی اور اپنے منہ کو اس نے چاٹ لیا، اور پھر منہ ڈالا، تو یہ مکروہ ہوگا، اور شیخین کے ہاں، یہ ناپاک نہیں ہوگا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس سے اختلاف کرتے ہیں، اور اختلاف کی بناء یہ ہے: کہ آیا تطہیر وہ پانی کے بغیر ہو سکتی ہے یا نہیں۔ مینہ کی شرح میں اسی طرح ہے۔

☆ از بار میں لکھا ہے کہ بلوں کو تشبیہ دی ہے طوافین مذکر کے ساتھ اور بلیوں کو طوافات مؤنث کے ساتھ اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: یہ شک کے لیے نہیں ہے کیونکہ بعض روایات میں ''واؤ'' وارد ہے، بلکہ ''اؤ'' تنوع کے لیے ہے، اور یہاں پر مذکر مؤنث دونوں کا بیان ہوگا۔

☆ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو یوں روایت کیا ہے: **انها كانت تمر به عليه الصلاة السلام فيصغى لها الا ناء فتشرب منه ثم يتوضا بفضلها**۔ اس روایت کے راوی عبدربہ کو دار قطنی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے۔ اور وہ یہ روایت ہے: **عن عبدربه عن سعيد المقبرى عن ابيه عروة بن الزبير عن عائشه انها قالت كان رسول الله ﷺ تمر به الهرة فيصغى لها الا ناء فتشرب منه ثم يتوضا بفضلها**۔ امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ عبدربہ کے بارے میں دار قطنی سے زیادہ جاننے والے ہیں، کیونکہ ان کو عبدربہ کے شیخ کا حال معلوم ہے، اس روایت کی صحت کے لیے شاہد وہ روایت ہے، جو دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ، ابن ماجہ اور طحاوی نے حارث بن محمد عن عروۃ عن عائشہ کی سند سے نقل کی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک برتن سے وضوء کرتے اور ہم سے پہلے بلی اس پانی کو پی جاتی تھی (یعنی اس کے جوٹھے پانی سے ہم وضوء کرتے)۔

☆ اسی طرح اس روایت کے لیے شاہد وہ سنن دار قطنی، ابن ماجہ اور معجم طبرانی کی روایت ہے، کہ جس میں یہ ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بلی کے بارے میں سوال کیا گیا؟ تو انہوں نے فرمایا: کہ حضور ﷺ ایک بار مدینہ کی ایک جگہ جس کو لطحان کہتے ہیں، اس کی طرف نکلے، پس آپ ﷺ نے فرمایا: انس میرے لیے وضوء کا پانی رکھو، پس میں نے وضوء کے لیے پانی رکھا، پس جب آپ ﷺ نے قضائے حاجت فرمائی، تو آپ ﷺ برتن کی طرف متوجہ ہوئے، تو ایک بلا آ گیا، اس نے برتن میں منہ ڈال دیا، پس حضور ﷺ نے تھوڑی دیر کے لیے توقف فرمایا یعنی رک گئے، یہاں تک کہ بلے نے پانی پی لیا، پھر میں نے آپ ﷺ سے سوال کیا (اس کے بارے میں) آپ ﷺ نے فرمایا: اے انس! بے شک بلا (یا بلی) گھر کے درندوں میں سے ہے، یہ ہرگز کسی چیز کو گندا نہیں کرتی، اور ہرگز کسی چیز کو ناپاک نہیں کرتی۔

☆ اسی طرح وہ روایت جو صحیح ابن خزیمہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ یہ بلی ناپاک نہیں ہے، بلی گھر والوں میں سے بعض کی طرح ہے۔

☆ باقی یہ حدیث: **يغسل الا ناء من ولوغ الكلب سبعا ومن ولوغ الهرة مرة** (کہ کتے کے منہ ڈالنے سے سات مرتبہ اور بلی کے منہ ڈالنے سے ایک مرتبہ برتن کو دھوئے گا) یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول سے مدرج ہے (یعنی اس حدیث میں یہ قول حدیث کا حصہ بن گیا ہے)۔ جیسا کہ اس کا مدرج ہونا امام بیہقی وغیرہ نے بیان کیا ہے۔ اگر چہ یہ بات امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ پر مخفی رہی ہے، اسی وجہ سے انہوں نے کہا ہے کہ سؤر ھرہ مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ تعالیٰ جل جلالہ اعلم۔

☆ باقی وہ روایت کہ جو لوگوں کے ہاں مشہور ہے کہ آپ ﷺ نے کپڑے کا وہ حصہ کہ جس پر بلی سوگئی تھی، کاٹ دیا، اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بلی کا جوٹھا استعمال کیا

عَنْ دَاوُدَ بْنِ صَالِحِ بْنِ دِينَارٍ التَّمَّارِ، عَنْ أُمِّهِ أَنَّ مَوْلَاتَهَا أَرْسَلَتْهَا بِهَرِيسَةٍ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَوَجَدَتْهَا تُصَلِّي، فَأَشَارَتْ إِلَيَّ أَنْ ضَعِيهَا، فَجَاءَتْ هِرَّةٌ فَأَكَلَتْ مِنْهَا، فَلَمَّا انْصَرَفَتْ أَكَلَتْ مِنْ حَيْثُ أَكَلَتِ الْهِرَّةُ، فَقَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ، إِنَّمَا هِيَ مِنَ الطَّوَّافِينَ عَلَيْكُمْ، وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِفَضْلِهَا(۱)

حضرت داؤد بن صالح رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ ماجدہ سے نقل کرتے ہیں، کہ ایک دن ان کی آزاد کنندہ مالکہ نے ہریسہ دے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت عالیہ میں بھیجا، ان کی والدہ فرماتی ہیں کہ میں نے وہاں پہنچ کر دیکھا: کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اشارہ کیا: کہ وہاں رکھ دو۔ چنانچہ میں نے ہریسہ کا برتن رکھ دیا۔ اتنے میں ایک بلی آئی، اور اس نے اس میں سے کھانا شروع کر دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب نماز سے فارغ ہوئیں، تو ہریسہ کو بلی نے جہاں سے کھایا تھا، وہاں ہی سے انہوں نے بھی کھایا، پھر فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: کہ بلی نجس نہیں ہے، اور وہ تمہارے پاس کثرت سے آنے جانے والوں میں سے ہے، اور میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلی کے جوٹھے پانی سے وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

☆ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: کہ ان قول کے معنی کے لیے مفسرہ ہے، اشارہ میں، اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کا اشارہ نماز میں جائز ہے، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس لیے کہ یہ عمل کثیر نہیں ہے۔

☆ **وانی رایت رسول اللہ ﷺ یتوضا بفضلھا:** یعنی بلی کے پینے کے بعد برتن میں بچے ہوئے پانی سے وضوء کرتے اور یہ ان حضرات کے مذاہب کے مطابق کہ جو سؤر الھرۃ کو پاک کہتے ہیں، بالکل ظاہر ہے اور باقی جو بلی کے جوٹھے کو مکروہ تنزیہی کہتے ہیں، وہ اس کو رخصت یا بیان جواز پر محمول کرتے ہیں۔

☆ امام احمد سے دار قطنی اور حاکم نے روایت کی ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جگہ ضیافت کے لیے بلایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول کر لیا، اور دوسری جگہ بلایا گیا تو قبول نہیں کیا، پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی کے قبول اور دوسری کے قبول نہ کرنے کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ان دوسروں کے گھر میں کتا ہے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا: کہ اس پہلے والوں کے ہاں بلی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بلی ناپاک نہیں ہے۔

☆ علماء فرماتے ہیں: بلی کا رکھنا اور اس کی تربیت کرنا، ان احادیث پر عمل کرتے ہوئے مستحب ہے، اور باقی وہ حدیث کہ جس میں یہ ہے: **حب الھرۃ من الایمان** یہ روایت موضوع ہے، جیسا کہ محدثین کی ایک جماعت نے کہا ہے۔ (۲)

۱۔ ابوداؤد: ۷۶ ۲۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ، ج ۲، ص ۲۸۷۔ ۲۹۲

☆ حضرت کبشہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کبشہ بفتح کاف وسکون یا موحدہ آپ حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ، جو مشاہیر صحابہ میں سے ہیں، کی صاحبزادی ہیں، غزوہ تبوک میں آپ کے پیچھے رہ جانے کا قصہ بھی مشہور ہے، حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی یہ لڑکی حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ جو مشہور صحابی ہیں، کے بیٹے کے نکاح میں تھیں۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ درجہ کے سواروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: حضرت کبشہ کو بھی شرف صحابیت حاصل ہے۔(۱)

☆ لہٰذا لفظ اور راوی کے شک کی بنا پر نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے من الطوافین فرمایا: یامن الطوافات فرمایا۔ طوافین اور طوافات صیغہ مبالغہ ہے، جو غلبہ اور کثرت کے لیے آتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ کثرت سے تمہارے اردگرد گھومتی رہتی ہے، اگر اس کے جوٹھے کو ناپاک قرار دے دیں، تو اس سے تم مشقت میں پڑ جاؤ گے۔ اس وجہ سے سہولت کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ یامن الطوافین علیکم اوالطوافات سے یہ مراد ہے کہ بلی ہر وقت محتاجوں اور سائلوں کی طرح تمہارے اردگرد رہتی ہے، اس لیے اس کے ساتھ شفقت ومہربانی ضرور ہونی چاہیے۔ بہرحال دونوں مذکورہ معنوں کے مطابق اس کے ساتھ نرمی اور چشم پوشی چاہیے۔

☆ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بلی کا جوٹھا مکروہ ہے، اگر اور پانی نہ ہوں پھر بلی کے جوٹھے پانی سے وضو کرے، تیمم کرنا جائز نہیں، اور اگر دوسرے پاک پانی کے ہوتے ہوئے بلی کے جوٹھے پانی سے وضو کیا تو جائز ہے، مگر مکروہ ہے، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر آئمہ کے نزدیک بلی کا جوٹھا پاک ہے۔ پھر حضرت امام ابواحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس لیے مکروہ ہے، کہ حدیث میں بلی کو درندوں میں شمار کیا گیا ہے، اور درندوں کا جوٹھا نجس ہے۔ لیکن حدیث انها من الطوافین اس کو نجاست سے کراہت کے درجے پر اتار لائی ہے۔(۲)

☆ گھر میں رہنے والے جانور جیسے بلی، چوہا، سانپ، چھپکلی کا جوٹھا مکروہ ہے۔(۳)

☆ اگر کسی کا ہاتھ بلی نے چاٹنا شروع کیا، تو چاہیے کہ فوراً کھینچ لے، یوہیں چھوڑ دینا، کہ چاٹتی رہے، مکروہ ہے، اور چاہیے کہ ہاتھ دھو ڈالے، بے دھوئے اگر نماز پڑھ لی تو ہو گئی مگر خلاف اولیٰ ہوگی۔(۴)

☆ بلی نے چوہا کھایا اور فوراً برتن میں منہ ڈال دیا، تو ناپاک ہو گیا، اور اگر زبان سے منہ چاٹ لیا، کہ خون کا اثر جاتا رہا، تو ناپاک نہیں۔(۵)

☆ بلی کا جوٹھا پاک ہے، لیکن مکروہ ہے، جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غیر مکروہ ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن سے وضو کیا، جس کو پہلے بلی پہنچ چکی تھی۔ اور جب یہ حدیث موجود ہے تو کیسے پانی پر حکم کراہت ثابت کیا جائے۔

☆ جبکہ طرفین کا موقف یہ ہے بلی کا جوٹھا مکروہ ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ''الهرة سبع وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ :حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ'' اس حدیث میں فقہ کو بیان کیا گیا ہے، نہ کہ بلی کی صورت یا خلقت کو بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت شریعت بیان کرنا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم شارع ہیں۔

☆ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ (بلی) نجس نہیں ہے، یہ تو طوافین اور طوافات میں سے ہے۔(۶)

۱۔ مراۃ المناجیح، ج۱، ص۳۰ ۲۔ ایضاً، ج۱، ص۳۰ ۳۔ ردالمحتار، ج۱، ص۴۲۶

۴۔ الفتاوی الهندیہ، ج۱، ص۲۴ ۵۔ ایضاً، ج۱، ص۲۴ ۶۔ سنن ابن ماجہ، ج۱، ص۳۰

☆ علت طواف کی وجہ سے حکم حرمت ساقط ہوگیا اور حکم کراہت باقی رہ گیا۔ اور اسی طرح علت ''سبع'' کی وجہ سے حکم حلت ساقط ہوگیا، اور حکم کراہت باقی رہ گیا، لہٰذا بلی کا جوٹھا مکروہ ہے۔ (۱)

بلی کے ناپاک ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے: کہ ''الھرۃ سبع ''بلی درندہ ہے، ایک دلیل کا تقاضہ یہ ہے کہ بلی کا جوٹھا پاک ہو، جبکہ دوسری دلیل کا تقاضہ یہ ہے، کہ بلی کا گوشت ناپاک ہے، لہٰذا اس کا جوٹھا بھی ناپاک ہونا چاہیے۔ پس فقہاء نے اس کیلئے کراہت کا حکم ثابت کردیا۔ (۲)

وَلَوْ أَكَلَتْ فَأْرَةً ثُمَّ شَرِبَتْ عَلَى فَوْرِهِ الْمَاءَ تَنَجَّسَ إِلَّا إِذَا مَكَثَتْ سَاعَةً لِغَسْلِهَا فَمَهَا بِلُعَابِهَا وَالِاسْتِثْنَاءُ عَلَى مَذْهَبِ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى وَيَسْقُطُ اعْتِبَارُ الصَّبِّ لِلضَّرُورَةِ (وَسُؤْرُ الدَّجَاجَةِ الْمُخَلَّاةِ) مَكْرُوهٌ لِأَنَّهَا تُخَالِطُ النَّجَاسَةَ وَلَوْ كَانَتْ مَحْبُوسَةً بِحَيْثُ لَا يَصِلُ مِنْقَارُهَا إِلَى مَا تَحْتَ قَدَمَيْهَا لَا يُكْرَهُ لِوُقُوعِ الْأَمْنِ عَنْ الْمُخَالَطَةِ (وَ) كَذَا سُؤْرُ (سِبَاعِ الطَّيْرِ) لِأَنَّهَا تَأْكُلُ الْمَيِّتَاتِ فَأَشْبَهَ الْمُخَلَّاةَ .وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهَا إِذَا كَانَتْ مَحْبُوسَةً وَيَعْلَمُ صَاحِبُهَا أَنَّهُ لَا قَذَرَ عَلَى مِنْقَارِهَا لَا يُكْرَهُ ، وَاسْتَحْسَنَ الْمَشَايِخُ هَذِهِ الرِّوَايَةَ (وَ) سُؤْرُ (مَا يَسْكُنُ الْبُيُوتَ كَالْحَيَّةِ وَالْفَأْرَةِ) (مَكْرُوهٌ) لِأَنَّ حُرْمَةَ اللَّحْمِ أَوْجَبَتْ نَجَاسَةَ السُّؤْرِ إِلَّا أَنَّهُ سَقَطَتْ النَّجَاسَةُ لِعِلَّةِ الطَّوْفِ فَبَقِيَتْ الْكَرَاهَةُ وَالتَّنْبِيهُ عَلَى الْعِلَّةِ فِي الْهِرَّةِ .(۳)

☆ اگر بلی نے چوہا کھا کر پھر اسی وقت پانی پی لیا، تو پانی نجس ہوجائے گا، مگر جبکہ تھوڑی دیر ٹھہر گئی، تو نہیں۔ کیونکہ بلی نے اپنا منہ اپنے لعاب سے دھولیا ہے، اور استثناء شیخین کے مذہب پر ہے، اور علت ضرورت کی وجہ سے بہانے کا اعتبار ساقط ہوجائے گا۔

☆ آزاد مرغی کا جوٹھا مکروہ ہے، کیونکہ آزاد مرغی نجاست ملانے والی ہے، اور اگر مرغی اس طرح محبوس ہو کہ اس کی چونچ اس کے پنجے کے نیچے تک پہنچنے والی نہ ہو، تو مکروہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اختلاط نجاست سے، وہ مامون ہے۔ اسی طرح شکاری پرندوں کا جوٹھا بھی مکروہ ہے، کیونکہ یہ پرندے شکار کھاتے ہیں۔ لہٰذا یہ آوارہ پھرنے والی مرغی کے مشابہ ہوگئے۔

☆ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ جب یہ شکاری پرندے محبوس ہوں، اور ان کا مالک جانتا ہو، کہ ان کی چونچ پر نجاست نہیں پہنچی، تو ان کا جوٹھا مکروہ نہیں۔ کیونکہ نجاست کے اختلاط سے یہ بھی پاک ہیں۔ مشائخ نے اسی روایت کو مستحسن قرار دیا ہے۔

☆ ان جانوروں کا جوٹھا مکروہ ہے، جو گھروں میں رہتے ہیں، جیسے سانپ اور چوہا ہے، کیونکہ ان کے گوشت کی حرمت جوٹھے کے نجس ہونے کی دلیل ہے، مگر ان میں علت طواف کی وجہ سے حکم نجاست ساقط ہوگیا۔ لہٰذا کراہت باقی رہ گئی۔ اس مسئلہ کی انتباہ علت کے لحاظ سے بلی والے مسئلہ کی طرح ہے۔ (۴)

☆ قاعدہ فقہیہ:

حرمت گوشت، جوٹھے کے نجس ہونے کو واجب کرتی ہے، حتیٰ کہ اس کے استثناء پر کوئی شرعی دلیل آجائے۔

۱۔ عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱، ۱۶۵ ۲۔ ہدایہ مع البنایہ، ج ۱، ص ۲۸ ۳۔ ہدایہ، ج ۱، ص ۴۴-۴۵

۴۔ توضیحات الرضویہ، ج ۱، ص ۲۸۱-۲۸۲

۱۰۔خلاصہ:

اس حدیث مبارکہ میں: من الطوافین علیکم و الطوافات، کے الفاظ ہیں، جبکہ امام ترمذی کی روایت میں من الطوافین علیکم او الطوافات، کے الفاظ ہیں، یعنی واؤ کی بجائے اَو ہے، یہی زیادہ مناسب ہے، اسی لیے حدیث میں او کے مطابق ترجمہ ہے۔

☆ بلی اگرچہ درندوں میں شامل ہے، لیکن گھریلو جانور ہونے کی وجہ سے، اس کا جوٹھا ناپاک نہیں ہے، لیکن یہ اسی صورت میں ہے، جبکہ اس کے منہ پر نجاست نہ لگی ہو، اگر نجاست لگی ہو تو برتن بھی ناپاک ہو جائے گا، اور جو کچھ برتن میں ہوگا، وہ بھی ناپاک ہوگا۔

☆ فقہاء احناف کے ہاں بلی کا جوٹھا مکروہ تنزیہی ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ میں بلی کے جوٹھے کے ناپاک نہ ہونے کی علت گھروں میں مسلسل آنا جانا بیان ہوئی ہے، اسی علت کی بناء پر چوہا، سانپ اور چھپکلی اور ان جیسے دوسرے جانوروں کے جوٹھے کا بھی یہی حکم ہے۔

☆ اگر سانپ اور چھپکلی کے جوٹھے سے انسانی جان یا صحت کو خطرہ ہو، تو اس سے بچنا بھی لازم ہے۔

☆ حدیث مبارکہ میں بھتیجی سے اسلامی اخوت مراد ہے یا عرفی، نہ کہ حقیقی۔

☆ طوافین اور طوافات سے مراد غلام اور کنیزیں، نوکر اور نوکرانیاں بھی ہو سکتی ہیں۔

۵۵۔ باب سُؤْرِ الْحِمَارِ — گدھے کے جوٹھے کا حکم

اس باب میں گدھے کے جوٹھے کا حکم بیان ہوا ہے، حمار واحد ہے، اور یہ مذکر و مؤنث دونوں کے لیے بولا جاتا ہے، اس کی جمع حمیر، حمر اور احمرۃ ہے۔ پچھلے باب میں بلی کے جوٹھے کا حکم بیان ہوا تھا۔

۶۹۔أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أَتَانَا مُنَادِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَنْهَاكُمْ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ، فَإِنَّهَا رِجْسٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے آ کر اعلان کیا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں گدھوں کے گوشت (کھانے) سے روکتے ہیں، کیونکہ وہ ناپاک ہیں۔

۱۔اطراف:

تقدم: ۴۳۴۸، بخاری: ۲۹۹۱، ۳۱۴۷، ۴۱۹۸، مسلم: ۱۹۴۰، ابن ماجہ: ۳۱۹۶، احمد: ۱۲۱۴۱، ۱۲۲۱۸، ۱۲۶۷۹

۲۔مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: گدھے ناپاک ہیں۔

۳۔تعارف رجال: اس روایت کے پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات گزر چکے ہیں:

۱۔محمد بن عبداللہ بن یزید:	راجع: ۱۱	۲۔سفیان:	راجع: ۱
۳۔ایوب:	راجع: ۴۸	۴۔محمد:	راجع: ۵۷
۵۔انس:	راجع: ۶		

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ انتیسویں (۲۹) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ یہ روایت تابعی (ایوب) کی دوسرے تابعی (محمد) سے مروی ہے۔

☆ سند کے پہلے دو راوی مکی اور آخری تین بصری ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، حدثنا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۸۔لغات:

ینھا کم: وہ تمہیں منع کرتا ہے، مراد ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم

لحوم الحمر: گدھوں کا گوشت

رجس: ناپاک، پلید

مسائل ونصائح:

☆ یہ جنگ خیبر کی بات ہے، جب مسلمانوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر اور غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے گدھے پکڑ کر ذبح کر لیے تھے، بلکہ ان کا گوشت پکانا شروع کر دیا تھا۔

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے شاید اس روایت کے الفاظ (انھا رجس) سے گدھے کے جوٹھے کے پلید ہونے پر استدلال کیا ہے، مگر جو اس کے جوٹھے کی طہارت کے قائل ہیں، ان کا کہنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اکثر گدھے کو بطور سواری استعمال کیا ہے، ظاہر ہے اس کا لعاب اور پسینہ وغیرہ کپڑوں کو لگتا ہوگا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی گدھے کے لعاب سے پرہیز کا حکم نہیں دیا، اور یہی بات امت کے حق میں زیادہ بہتر ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ امت سے تنگی کو دور کرنے ہی کی کوشش کی ہے اور یسروا ولا تعسروا کی تلقین کرتے رہے۔ (۱)

☆ جب گدھے کا گوشت پلید اور حرام ٹھہرا تو اس کا جھوٹا بھی ناپاک ہوگا۔ (۲)

☆ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

پالتو گدھے کی تحریم میں اختلاف ہے، جمہور صحابہ، فقہاء تابعین، اور بعد کے علماء نے ان احادیث صحیحہ کی بناء پر یہ کہا ہے، کہ پالتو گدھا حرام ہے، حضرت ابن عباس نے کہا: کہ حرام نہیں ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اس مسئلہ میں تین قول ہیں، زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ یہ بہت شدید مکروہ

۱۔ سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۱۳۵ ۲۔ سنن نسائی (حاشیہ)، ج ۱، ص ۶۹

تنزیہی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے: کہ حرام ہے، اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ مباح ہے، اور صحیح یہ ہے کہ یہ حرام ہے، جیسا کہ ان احادیث صحیحہ کی بناء پر جمہور فقہاء اسلام کا مذہب ہے۔

☆ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت غالب الجبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، کہ ایک سال ہم قحط میں مبتلا ہوئے، اور پالتو گدھوں کے سوا میرے پاس اپنے بال بچوں کو کھلانے کے لیے اور کوئی چیز نہیں تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پالتو گدھوں کو حرام کر چکے تھے، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم قحط میں مبتلا ہو گئے، اور میرے پاس اپنے بال بچوں کو کھلانے کے لیے ماسواء فربہ گدھوں کے، اور کوئی چیز نہیں ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام کر دیا ہے، آپ نے فرمایا: تم اپنے بال بچوں کو اپنا فربہ گدھا کھلا دو، میں نے اس بستی کے گندگی کھانے والے گدھوں کو حرام کیا تھا، اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً پالتو گدھوں کو حرام نہیں کیا، بلکہ کسی عارضہ کی بناء پر صرف خیبر کے گدھوں کو حرام کیا تھا، اس کا جواب یہ ہے: کہ اول تو اس حدیث کی سند مین شدید اضطراب ہے اور اگر بالفرض یہ صحیح ہو تو یہ حالت اضطرار پر محمول ہے۔(۱)

☆ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک منادی نے پکار کر کہا: یہ منادی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ تھے۔

اس حدیث میں پالتو گدھوں کے گوشت کھانے کی ممانعت ہے، اس ممانعت کی پانچ وجوہ ہیں:

i- صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کا گوشت نجس ہے۔

ii- پالتو گدھوں کو بار برداری کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، کیونکہ امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں یہ لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ان کو اس لیے حرام قرار دیا ہے، کہ کہیں سواریوں کی کمی نہ ہو جائے، اور صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ لوگوں کو ان کی ضرورت پیش آتی ہے۔

iii- گدھوں کو مال خمس میں شامل نہیں کیا گیا، اور حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گدھوں کے گوشت میں سے بالکل نہ کھاؤ۔ بعض لوگوں نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا گوشت کھانے سے اس لیے منع فرمایا ہے، کہ ان کو خمس میں شامل نہیں کیا گیا، اور دوسروں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یقینی طور پر ان کو کھانے سے منع فرمایا۔

iv- گدھوں کا ''جلالۃ'' ہونا یعنی یہ کوڑا کرکٹ اور گندگی کھالیتے ہیں، اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے غالب بن الجر سے روایت کیا ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے بستی کے گندگی کھانے والے جانوروں کو حرام کر دیا۔

v- خیبر میں گدھوں کو اس لیے حرام قرار دیا گیا، کہ وہ مال غنیمت میں تھے، اور ان کو تقسیم نہیں کیا گیا تھا، کیونکہ امام طبرانی نے سند جید کے ساتھ حضرت ثعلبہ بن الحکم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا: کہ آپ لوٹ کے مال کو کھانے سے منع فرماتے تھے۔

☆ حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رحمۃ اللہ علیہ، عبید بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے: کہ پالتو گدھوں کا گوشت کھانا جائز ہے، اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ابن الجر نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے مال سے کوئی ایسی چیز باقی نہیں ہے، جسے میں اپنے گھر والوں کو کھلا سکوں، سوائے میرے پالتو گدھوں کے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کو اپنے فربہ مال سے کھلاؤ، میں

۱۔ شرح مسلم، ج ۲، ص ۱۴۹

نے صرف تمہارے لیے ان گدھوں کو مکروہ قرار دیا ہے، جو بستی کی گندگی کھاتے ہیں۔ اس حدیث کو امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔(۱)

☆ جمہور علماء تابعین اور ان کے بعد کے فقہاء جن میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب ہیں، ان کے نزدیک پالتو گدھوں کا گوشت کھانا حرام ہے، اور ان کا استدلال اس باب کی حدیث سے ہے، غیر مقلدین کا بھی یہی قول ہے، اور ابن الجبر کی حدیث کی سند میں بہت شدید اختلاف ہے، امام بیہقی نے کہا: یہ حدیث معلول ہے، اور ابن حزم نے کہا: اس حدیث کے تمام طرق باطل ہیں۔(۲)

☆ گدھے اور خچر کے جوٹھے کا حکم:

قَالَ (وَسُؤْرُ الْحِمَارِ وَالْبَغْلِ مَشْكُوكٌ فِيهِ) قِيلَ الشَّكُّ فِي طَهَارَتِهِ لِأَنَّهُ لَوْ كَانَ طَاهِرًا لَكَانَ طَهُورًا مَا لَمْ يَغْلِبْ اللُّعَابُ عَلَى الْمَاءِ ، وَقِيلَ الشَّكُّ فِي طَهُورِيَّتِهِ لِأَنَّهُ لَوْ وُجِدَ الْمَاءُ الْمُطْلَقُ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ غَسْلُ رَأْسِهِ ، وَكَذَا لَبَنُهُ طَاهِرٌ وَعَرَقُهُ لَا يَمْنَعُ جَوَازَ الصَّلَاةِ وَإِنْ فَحُشَ ، فَكَذَا سُؤْرُهُ وَهُوَ الْأَصَحُّ ، وَيُرْوَى نَصُّ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَى طَهَارَتِهِ ، وَسَبَبُ الشَّكِّ تَعَارُضُ الْأَدِلَّةِ فِي إبَاحَتِهِ وَحُرْمَتِهِ ، أَوْ اخْتِلَافُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فِي نَجَاسَتِهِ وَطَهَارَتِهِ .وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ نَجِسٌ تَرْجِيحًا لِلْحُرْمَةِ وَالنَّجَاسَةِ ، وَالْبَغْلُ مِنْ نَسْلِ الْحِمَارِ فَيَكُونُ بِمَنْزِلَتِهِ .(فَإِنْ لَمْ يَجِدْ غَيْرَهُمَا يَتَوَضَّأُ وَيَتَيَمَّمُ وَيَجُوزُ أَيُّهُمَا قَدَّمَ) وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللَّهُ :لَا يَجُوزُ إلَّا أَنْ يُقَدِّمَ الْوُضُوءَ لِأَنَّهُ مَاءٌ وَاجِبُ الِاسْتِعْمَالِ فَأَشْبَهَ الْمَاءَ الْمُطْلَقَ .وَلَنَا أَنَّ الْمُطَهِّرَ أَحَدُهُمَا فَيُفِيدُ الْجَمْعُ دُونَ التَّرْتِيبِ .(وَسُؤْرُ الْفَرَسِ طَاهِرٌ عِنْدَهُمَا) لِأَنَّ لَحْمَهُ مَأْكُولٌ (وَكَذَا عِنْدَهُ فِي الصَّحِيحِ) لِأَنَّ الْكَرَاهَةَ لِإِظْهَارِ شَرَفِهِ .(۳)

گدھے اور خچر کا جوٹھا مشکوک ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی طہارت میں شک ہے کیونکہ اگر پاک ہوتا تو جب تک ان کا لعاب پانی پر غالب آئے تب تک پاک کرنے والا بھی ہوتا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے مطہر ہونے میں شک ہے۔ کیونکہ اگر ماء مطلق پایا جائے تو اس پر اپنے سر کا دھونا واجب نہیں۔ اور اسی طرح اس کا دودھ پاک ہے اور اسکا پسینہ جواز صلوٰۃ کو روکنے والا نہیں ہے۔ اگر چہ کثیر ہی کیوں نہ ہو۔ لہذا ایسے ہی ان کا جوٹھا ہے اور یہی صحیح روایت ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے پاک ہونے پر وضاحت بیان کی ہے۔ اور ان کی اباحت وحرمت کے دلائل متعارض ہونے کی وجہ سے شک کا سبب متحقق ہو گیا ہے۔ یا اس کی طہارت وعدم طہارت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہے۔ اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک گدھے کا جوٹھا ناپاک ہے کیونکہ ترجیح حرمت ونجاست کو ہے۔ اور خچر بھی گدھے کی نسل سے ہے اور وہ بھی حکم میں اسی کی مثل ہو گیا۔ اگر ان دونوں کے جوٹھے کے سوا پانی نہ پاؤ تو وضو کرو اور تیمم کرو اور ان دونوں میں سے جسے چاہو مقدم کرو۔ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وضو کو مقدم کیا جائے گا کیونکہ پانی کا استعمال کرنا واجب ہے۔ لہذا وہ ماء مطلق کے مشابہ ہو گیا۔ ہمارے نزدیک ان میں سے ہر ایک پاک کرنے والا ہے۔ لہٰذا یہ جمع ہونے کا فائدہ دیتا ہے نہ کہ اس میں ترتیب کا فائدہ ہے۔ اور گھوڑے کا جوٹھا صاحبین کے نزدیک پاک ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس کا گوشت پاک ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی صحیح روایت اسی طرح ہے۔ کیونکہ اس کے گوشت میں کراہت اس کے شرف کی وجہ سے ہے۔

۱۔ شرح معانی الآثار، ج ۳، ص ۵۰۸ ۲۔ عمدۃ القاری، ج ۱۴، ص ۳۳۹۔۳۳۸ ۳۔ ہدایہ، ج ۱، ص ۴۵

☆کسی فقہی حکم کو مشکوک کہنے میں فقہاء کے اقوال:

۱۔ شیخ ابوطاہر الدباس فقہاء کی اس عبارت کا انکار کرتے ہیں کہ کسی شرعی حکم کو مشکوک قرار دیا جائے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ کسی بھی شرعی حکم کو مشکوک نہیں قرار دیا جاسکتا۔ بلکہ اس میں محتاط رہنا چاہیے۔

۲۔ نوازل میں ہے کہ جس پانی سے گدھے نے پیا ہو۔ اس سے پانی پینا حلال ہے۔ اور ابن مقاتل نے کہا ہے کہ اس سے پانی پینے میں کوئی حرج نہیں۔

۳۔ فقیہ ابولیث نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں ہمارے اصحاب کے درمیان اختلاف ہے۔ اگر انسان پینے والے کو اختیار کرے تو ہم امید کرتے ہیں کہ اس کو پینے میں کوئی حرج نہیں اور احتیاط اسی میں ہے کہ اس سے پانی نہ پیا جائے۔(۱)

☆گدھے کے جوٹھے پر اختلافی دلائل:

گدھے کے جوٹھے پر اختلاف کی وجہ یہی ہے کہ اس میں دلائل قوت استدلال کے اعتبار سے کئی رخ اختیار کیے ہوئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف کی کئی وجوہ میں ایک وجہ سے اختلاف دلائل بھی ہے۔

☆استدلال نقل کی وجہ سے اختلاف:

۱۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے گدھوں کے بچے ہوئے پانی کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا اس سے وضو کیا جاسکتا ہے تو آپ نے فرمایا: ہاں۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گدھے کا جوٹھا پاک ہو۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پالتو گدھوں کے گوشت سے منع کیا ہے اور فرمایا کہ وہ نجس ہے۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گدھے کا جوٹھا ناپاک ہونا چاہیے کیونکہ جوٹھا ہونے کا حکم گوشت کے تابع ہوتا ہے اور جب اس کا گوشت ناپاک ہے تو اس کا جوٹھا بھی ناپاک ہونا چاہیے۔

☆استدلال آثار کی وجہ سے اختلاف:

۳۔ اسی طرح آثار بھی مختلف ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ گدھے کا جوٹھا ناپاک ہے۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ گدھا اگر چارہ کھاتا ہو اور بھوسہ کھاتا ہو تو اس کا جوٹھا پاک ہے اور اس سے وضو کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

☆استدلال قیاس کی وجہ سے اختلاف:

۵۔ اگر گدھے کے پسینے کا اعتبار کیا جائے تو قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ گدھے کا جوٹھا پاک ہونا چاہیے جیسا کہ ظاہر الروایہ سے معلوم ہوتا ہے۔

۶۔ اگر گدھی کے دودھ کا اعتبار کیا جائے تو اصح روایت کے مطابق گدھی کا دودھ ناپاک ہے لہذا گدھے کا جوٹھا ناپاک ہونا چاہیے۔

☆استدلال علت کی وجہ سے اختلاف:

۷۔ اگر گدھے کے جوٹھے کو کتے کے جوٹھے پر قیاس کیا جائے تو قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ علت حرمت کی وجہ سے یہ بھی کتے کی طرح حرام اور اس کا گوشت کھانا حرام ہے لہذا اس کا جوٹھا حرام ہے۔

۱۔ فتح القدیر، ج۱، ص۲۰۵

۸۔ اگر گدھے کے جوٹھے کو بلی کے جوٹھے پر قیاس کیا جائے تو چونکہ بلی کا جوٹھا پاک ہے لہذا سور حمار بھی پاک ہونا چاہیے۔

لیکن ان دونوں یعنی کتے پر قیاس اور بلی کے جوٹھے پر قیاس یہ دونوں درست نہیں ہوں گے۔ کیونکہ قیاس کا یہ اثبات علت مشترکہ کے بغیر ہوگا حالانکہ علت کے بغیر تو کوئی قیاسی حکم ثابت بھی نہیں ہوسکتا۔(۱)

☆ لایؤکل لحم کا جوٹھا ان کے پیشاب کی طرح ہے:

علامہ محمود البخاری ابن مازہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گدھے کا جوٹھا نجس ہے۔ جبکہ امام حسن رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نجاست حقیقیہ ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک طاہر ہونے کی روایت میں سہو ہے۔ کیونکہ صاحبین سے جو روایت اصل میں مذکور ہے۔ اس میں یہ ہے کہ جب گدھے کے جوٹھے سے کچھ بھی پانی میں گر گیا خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر ہو اس سے پانی فاسد ہو جائے گا۔ اور اس سے وضو کرنا جائز نہیں۔

اہل بغداد نے شیخین سے روایت کی ہے کہ لایؤکل لحم کا جوٹھا ان کے پیشاب کی طرح ہے۔ جب وہ بڑے درہم سے بڑھ جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

گھوڑے کے جوٹھے کے بارے میں امام اعظم رضی اللہ عنہ سے چار روایات بیان کی گئیں ہیں۔

i- مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں اس کے سوا سے وضو کروں۔

ii- دوسری روایت امام حسن سے مروی ہے کہ وہ مکروہ ہے جس طرح اس کا گوشت مکروہ ہے۔

iii- وہ مشکوک ہے جس طرح گدھے کا جوٹھا مکروہ ہے۔ کیونکہ آپ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت حرام ہے جیسے گدھے کا گوشت حرام ہے۔

iii- ایک روایت آپ سے یہ ہے کہ وہ طاہر ہے۔ کیونکہ اس کے گوشت کی کراہت علت نجاست کی وجہ سے نہیں بلکہ آلہ جہاد کے طور پر احتراماً ہے۔ اور گوشت کی حرمت جب کرامت کی وجہ سے ہو تو وہ نجاست کو واجب نہیں کرتی جس طرح آدمی کا جوٹھا ہے اور صاحبین کے نزدیک اس کا جوٹھا طاہر ہے۔

☆ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ گدھے کا پسینہ طاہر ہے کیونکہ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حمار پر سواری فرمائی جبکہ اس کی پشت ننگی تھی اس طرح اس کا پسینہ ضروری امر ہے۔ اور یہ لوگوں کیلئے ضرورت ہے۔ اور گرمیوں میں اس کی ننگی پشت پر سفر کرنے میں پسینہ عام ہے۔ اور اسی طرح سردیوں میں بھی اس پر سفر کرتے ہیں لہذا اس کے پسینے سے بچنا ممکن نہیں۔ اگر بچنے کا حکم دیا جائے تو حرج لازم آئے گا۔(۲)

☆ جب حلال وحرام کے جمع ہونے میں قاعدہ فقہیہ:

اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام ۔(۳)

جب حلال اور حرام جمع ہو جائیں تو حرام کو غلبہ ہوتا ہے۔

☆ شارح کنز رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصید میں لکھا ہے کہ جب دو دلیلوں میں تعارض آجائے یعنی ان میں سے ایک دلیل حرمت کا تقاضہ کرے جبکہ دوسری دلیل حلت کا تقاضہ کرے، تو دلیل حرمت کا اعتبار کیا جائے گا۔(۴)

۱۔ قواعد فقہیہ، ص۴۱۲ ۲۔ محیط برہانی فی الفقہ النعمانی، ج۱، ص۱۰۵-۱۰۴

۳۔ الاشباہ، ص۵۵ ۴۔ ایضاً

اس قاعدہ کا ثبوت یہ حدیث مبارکہ ہے:

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا؟ ہم لوگ کتوں سے شکار کرتے ہیں آپ نے فرمایا: تم اپنا سدھایا ہوا کتا چھوڑ دو اور اس پر بسم اللہ پڑھو تو کتے نے جو شکار تمہارے لئے روکا ہے اس کو کھالو خواہ کتے نے شکار کو مار ڈالا ہو۔ البتہ اگر کتے نے بھی کچھ کھایا ہو تو پھر مت کھاؤ۔ کیونکہ پھر یہ خدشہ ہے کہ کتے نے شاید اپنے لئے اس کو شکار کیا ہے اور تمہارے کتے کے ساتھ اور کتے بھی مل جائیں تو پھر اس شکار کو مت کھاؤ۔ (۱)

☆ شکاری کتے (سکھائے ہوئے) کا شکار حلال جبکہ غیر شکاری کتے کا شکار حرام ہے جب یہ دونوں اکٹھے ہو جائیں تو سبب حلال وحرام جمع ہوئے، لہذا ایسی صورت میں حرام کا اعتبار کیا جائے گا۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عورت خوشبو لگائے وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں شریک نہ ہو۔ (۲)

☆ اس قاعدہ کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کا جوٹھا بھی علی الاطلاق حرام ہو۔ لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بہت سے آثار مروی ہیں جن کا تقاضہ یہی تھا کہ استدلال نقل کی وجہ حکم کراہت ہی ثابت کیا جائے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب سے زیادہ امت میں سے دین کو سمجھنے والے تھے۔ (۳)

۱۰۔ خلاصہ:

☆ یہ اعلان غزوہ خیبر کے موقع پر ہوا، اعلان کرنے والے صحابی حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔

☆ اس حدیث مبارکہ میں بنیادی بحث گدھے کے گوشت اور جوٹھے کے بارے میں ہے، خچر بھی گدھے کی نسل سے ہے، اس لیے خچر کا حکم بھی گدھے کے حکم کی مثل ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال یہ ہے، چونکہ گدھا ناپاک ہے، اور اس کا گوشت حرام ہے، اس لیے اس کا جوٹھا بھی ناپاک ہے۔

☆ گدھے کے گوشت کے حرام ہونے پر علماء کا اتفاق ہے، اسی طرح اس کے پسینے کے ناپاک نہ ہونے پر بھی علماء کا اتفاق ہے۔

☆ علماء احناف کے نزدیک گدھے کے جوٹھے پر دلائل حلت وحرمت واضح نہیں ہیں، اس لیے اس کا جوٹھا مشکوک کے حکم میں ہے، اس سے بچنا ہی بہتر واولیٰ ہے۔

۱۔ بخاری، ج ۲، ص ۸۲۴ ۲۔ مسلم، ج ۱، ص ۶۴۷ ۳۔ شرح ہدایہ، ج ۱، ص ۲۸۲۔۲۸۶

۵۶۔ باب سُؤْرِ الْحَائِضِ
حائضہ عورت کے جوٹھے کا حکم

اس باب میں حیض والی عورت یعنی ماہواری کی صورت میں عورت کو جو خون آتا ہے، اس کے جوٹھے کا حکم بیان ہوا ہے، اس باب میں عورت کے جوٹھے کے پاک ہونے کا بیان ہے، اس سے پہلے ابواب میں ناپاک جوٹھوں کا بیان تھا، اس باب سے پانی کا بیان شروع ہو رہا ہے، پچھلے باب میں گدھے کے جوٹھے کا حکم بیان ہوا تھا۔

۷۰۔ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنْتُ أَتَعَرَّقُ الْعَرْقَ فَيَضَعُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاهُ حَيْثُ وَضَعْتُ وَأَنَا حَائِضٌ، وَكُنْتُ أَشْرَبُ مِنَ الْإِنَاءِ فَيَضَعُ فَاهُ حَيْثُ وَضَعْتُ وَأَنَا حَائِضٌ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں ہڈی سے گوشت کھاتی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ سے گوشت کھاتے، جہاں سے میں نے کھایا تھا، حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔ میں برتن سے پانی پیتی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ سے پانی پیتے، جہاں سے میں نے پانی پیا تھا، حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

۱۔ اطراف:

تقدم: ۲۷۸۔۲۸۱، ۳۳۹، ۳۷۴۔۳۷۷، مسلم: ۳۰۰، ابوداؤد: ۲۷۸، ابن ماجہ: ۶۴۳، مسند احمد: ۲۵۰۰۸، ۲۵۸۲۳، السنن الکبریٰ: ۶۲

۲۔ مطابقت:

حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات گزر چکے ہیں:

۱۔ عمرو بن علی:	راجع: ۴	۲۔ عبدالرحمٰن:	راجع: ۴۹
۳۔ سفیان:	راجع: ۳۷	۴۔ المقدام بن شریح:	راجع: ۸
۵۔ شریح:	ایضاً	۶۔ عائشہ:	راجع: ۵

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارک صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

☆ یہ روایت سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔ سداسیات کے اعتبار سے یہ انتیسویں (۲۹) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔

☆ سند کے پہلے دو راوی عمرو بن علی اور عبدالرحمٰن بصری ہیں، تیسرے، چوتھے اور پانچویں راوی سفیان، المقدام بن شریح اور حضرت شریح کوفی راوی ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مدنی روای ہیں۔

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن مہدی ایسے شیخ ہیں، جن سے تمام آئمہ صحاح ستہ بغیر واسطہ کے روایت کرتے ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، حدثنا ایک ایک دفعہ جبکہ عنعنہ چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

لغات:

اتعرق العرق: میں ہڈی سے گوشت کھاتی

فیضع رسول اللہ ﷺ فاہ: رسول اللہ ﷺ منہ مبارک رکھتے، مراد ہے اسی جگہ سے کھاتے۔

حائض: حیض والی ایک عورت، ماہواری والی عورت

اشرب: میں پانی پیتی الاناء: برتن

۹۔ مسائل ونصائح:

☆ حائضہ عورت نجس العین نہیں ہے، وہ کھانا پکا سکتی ہے، گھر کے کام کاج کر سکتی ہے، جسم کو چھو سکتی ہے۔(۱)

☆ حیض اور جنابت کی حالت ظاہری پلیدی نہیں، لہٰذا حائضہ اور جنبی کا جوٹھا پاک ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ سے نبی اکرم ﷺ کے کمال حسن معاشرت کا درس ملتا ہے۔

☆ آدمی اپنی بیوی سے جماع کے علاوہ ہر وہ معاملہ کر سکتا ہے، جس سے دونوں کو سرور حاصل ہو۔(۲)

☆ حیض کی حالت میں عورت کی شرمگاہ کے علاوہ تمام اعضاء پاک ہوتے ہیں۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان بیان حکم، اظہار انس ومحبت اور میاں بیوی کے حسن معاشرت کے لیے ہے۔(۳)

☆ یہ حدیث مبارکہ نبی کریم ﷺ کی اپنے اہل وعیال کے ساتھ حسن معاشرت اور کمال تواضع کی بہت عمدہ مثال ہے۔(۴)

☆ اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے، کہ انسان کو اپنی بیوی کے ساتھ پیار ومحبت بڑھانے والے کام کرتے رہنا چاہیے۔

۱۰۔ خلاصہ:

اس حدیث مبارکہ سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال یہ ہے کہ عورت کا جوٹھا پاک ہے، اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

☆ تمام آئمہ کرام اس پر متفق ہیں کہ حائضہ عورت کا باقی جسم اور اعضا پاک ہوتے ہیں۔

☆ حائضہ عورت کا مباشرت کے علاوہ تمام امور سرانجام دینا جائز ہے، اسی طرح کھانا پکانا، بچوں کو دودھ پلانا، گھر کے دوسرے کام سرانجام دینا جائز ہے۔

☆ حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ عمل بیوی کے ساتھ حسن معاشرت اور محبت کے اظہار کی بڑی اعلیٰ مثال ہے۔

☆ اسلام میں یہ حدیث مبارکہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور حسن معاشرت کی آئینہ دار ہے، اور میاں بیوی کے درمیان محبت ومودت کا عملی نمونہ ہے، جسے ہر انسان کو اپنانے کی ضرورت ہے۔

☆ آدمی کے لیے اپنی حائضہ بیوی کے ساتھ جماع کے علاوہ باقی معاملات کرنا جائز ہے۔

☆ حضور نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خصوصی شفقت ومحبت فرماتے تھے۔

۱۔ شرح مسلم نووی، ج ۱، ص ۱۴۲ ۲۔ سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۱۳۵ ۳۔ حاشیہ سندھی، ص ۲۷

۴۔ شرح سنن نسائی، ج ۲، ص ۱۷۷

۵۷۔ باب وُضُوْءِ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ جَمِيعًا مردوں اور عورتوں کا اکٹھے وضو کرنا

اس باب میں عورتوں اور مردوں کے اکٹھے وضو کرنے اور جائز ہونے کا بیان ہے، جس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ مرد وعورت کے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ پچھلے باب میں حائضہ عورت کے جوٹھے کے پاک ہونے کا بیان تھا۔

۷۱۔أَخْبَرَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ :حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ :حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح وَالْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ، عَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ قَالَ :حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ :كَانَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ يَتَوَضَّئُونَ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيعًا "

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مرد اور عورتیں اکٹھے وضو کیا کرتے تھے۔

۱۔اطراف:

تقدم: ۳۴۰، بخاری: ۱۹۳، ابوداؤد: ۷۹، ابن ماجہ: ۳۸۱، احمد: ۴۴۸۱، ۵۸۰۳، ۶۲۹۱، السنن الکبریٰ: ۷۲، ابن خزیمہ: ۲۰۵، سنن بیہقی: ج ۱، ص ۱۹۰

۲۔مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے۔

۳۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، ان سب کے حالات گزر چکے ہیں۔

۱۔ہارون بن عبداللہ:	راجع: ۶۲	۲۔معن:	ایضاً
۲۔مالک:	راجع: ۷	۴۔الحارث بن مسکین:	راجع: ۹
۵۔ابن القاسم	راجع: ۲۰	۶۔نافع:	راجع: ۱۲
۷۔ابن عمر:	ایضاً		

۴۔حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح مرفوع ہے۔

۵۔خصوصیات سند:

☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ تیسویں (۳۰) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔

☆ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سب سے ارفع سند یہی عن نافع عن ابن عمر ہے۔ جبکہ امام بخاری کے ہاں مالک عن نافع عن ابن عمر ا

الاسانید ہے۔

☆ سند کے پہلے راوی ہارون بغدادی، الحارث اور ابن القاسم مصری اور باقی سارے راوی مدنی ہیں۔

☆ اس سند میں تحویل ہے، جسے محدثین "ح" کے ساتھ واضح کرتے ہیں، اس سے مراد دو سندوں کا اتصال ہے، جیسا کہ اس سند میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ دونوں سندوں کا مدار ہیں۔ تحویل سے سند میں قوت پیدا ہوتی ہے، اور یہ صحیح حدیث کی علامت ہے۔

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حارث بن مسکین سے روایت کے لیے قراءہ علیه و انا اسمع کے الفاظ استعمال کیے ہیں، امام ابوداؤد بھی ایسے ہی الفاظ استعمال کرتے ہیں، کیونکہ ان دونوں آئمہ کرام اور حضرت حارث بن مسکین رحمۃ اللہ علیہم کے درمیان کچھ معاملات تھے، جن کی وجہ سے ان دونوں حضرات کا داخلہ حضرت حارث بن مسکین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ممکن نہ تھا، اس لیے یہ ان سے سماع اس طرح کرتے تھے کہ حضرت حارث بن مسکین رحمۃ اللہ علیہ کی نظروں سے اوجھل ہوتے تھے، اس لیے اداء روایت کے لیے ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنی، حدثنی، اسمع ایک ایک دفعہ، حدثنا دو دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

الرجال: مرد جمع کا صیغہ — النساء: عورتیں

کان یتوضون: وہ وضو کرتے تھے — جمیعاً: اکٹھے

۷۔ مسائل ونصائح:

☆ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ وہ ایک برتن سے پانی لے کر وضو کرتے تھے، حتیٰ کہ یہ لازم آئے کہ مرد نے عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کیا، البتہ ایک اور حدیث میں یہ تصریح ہے:

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: کہ ہم اور عورتیں ایک برتن سے پانی لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں وضوء کرتے تھے۔ (۱)

☆ صحابی جب کسی فعل کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی طرف نسبت کرے تو جمہور کے نزدیک، وہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔

☆ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مرد اور عورت کا ایک برتن سے پانی لے کر وضوء کرنا جائز ہے، اور رہا عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنا، تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مرد کا اس پانی سے وضوء کرنا جائز ہے، امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس میں کوئی کراہت نہیں ہے، کیونکہ اس کے ثبوت میں احادیث صحیحہ وارد ہیں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے، اور امام احمد نے کہا ہے: کہ اگر وہ اس عورت کے ساتھ تنہا ہو تو پھر اس کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہے۔ (۲)

☆ مردوں اور عورتوں کے ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرنے کے متعلق امام طحاوی، علامہ قرطبی اور علامہ نووی نے یہ نقل کیا ہے کہ یہ جائز ہے۔

☆ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک برتن سے پانی لے کر غسل جنابت کیا، اور دونوں نے اکٹھے نماز کے لیے وضوء کیا۔ (۳)

۱۔ i-ابوداؤد: ۷۹ — ii-نسائی: ۷۱ — iii-ابن ماجہ: ۳۸۱

۲۔ نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۶۲۷ — ۳۔ المعجم الکبیر: ۱۲۰۱۶

☆ تاہم مردوں کا اجنبی عورتوں کے ساتھ ایک برتن میں پانی لے کر وضوء کرنا جائز نہیں ہے، البتہ مردوں کا اپنی بیویوں کے ساتھ ایک برتن سے پانی لے کر وضوء کرنا جائز ہے۔(۱)

حدیث ہذا مسائلِ ذیل پر مشتمل ہے۔

☆ صحابی جب کسی فعل کو حضور سید عالم ﷺ کے زمانہ کی طرف نسبت کرے، تو اس کو رفع کا حکم دیا جائے گا۔ جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔

☆ عورت اور مرد مل کر ایک ہی برتن میں وضوء کریں تو جائز ہے۔

☆ عورت وضو کر چکی، اب برتن میں جو پانی باقی ہے، اس سے وضوء کرنا جائز ہے۔

☆ بعض شارحین نے حدیث زیر بحث کا مطلب یہ لیا ہے: کہ پانی تو ایک ہی برتن میں ہوتا تھا، اور پہلے عورتیں وضو کر کے فارغ ہو جاتی تھیں۔ پھر مرد آتے اور وضو کرتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ یکدم اکٹھے عورتیں و مرد ایک ہی برتن سے وضو نہیں کرتے تھے، یا اگر کرتے بھی تھے، تو یہ واقعہ پردہ کے حکم کے نزول سے پہلے کا ہوگا۔(۲)

☆ اس باب کا مقصد یہ ہے کہ پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پانی جوٹھا نہیں ہو جاتا، کہ دوسرا شخص اسے استعمال نہ کر سکے، اس لیے بیک وقت کئی افراد (مرد و عورت) ایک برتن میں ہاتھ ڈال کر وضو کر سکتے ہیں، البتہ یہ بات ضرور ہے کہ اگر عورت غیر محتاط قسم کی ہو، تو اس کے وضو کرنے کے بعد مرد اس پانی سے وضو نہ کرے، کیونکہ وہ چھینٹوں وغیرہ سے پرہیز نہیں کرے گی۔ یاد رہے کہ اس حدیث میں مرد و عورت سے مراد ایک گھر کے مرد اور عورت (میاں بیوی) ہیں، نہ کہ مختلف گھروں کے غیر محرم، کیونکہ اسلام میں مرد و زن کے اختلاط کی اجازت نہیں۔ یا پھر اس حدیث میں اس وقت کا ذکر ہے، جبکہ ابھی پردے کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ واللہ تعالیٰ ﷻ اعلم۔ یہی رائے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کی ہے۔(۳)

۸۔ خلاصہ:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود یہ ہے کہ مرد و عورت کا مل کر ایک برتن سے وضو کرنا جائز ہے، ہاتھ ڈالنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

☆ اگر مرد و عورت ایک ہی گھر کے فرد ہیں، تو ان کے لیے ایک ہی وقت میں، ایک ہی برتن سے، وضو کرنا جائز ہے۔

☆ غیر محرم مرد و عورت کے لیے بیک وقت ایک برتن سے وضو کرنا جائز نہیں ہے، اس صورت میں حدیث مبارکہ کی توضیح یہ ہے: کہ یہ واقعہ پردہ کے احکامات سے پہلے کا ہے، پھر پردہ کے احکامات سے یہ حکم منسوخ ہوگیا۔

☆ تطبیق کی ایک صورت یہ ہے: کہ پہلے عورتیں وضو کرتیں، پھر اسی برتن سے مرد وضو کرتے تھے۔ یہ صورت آج بھی جائز ہے۔

☆ مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ ایک برتن سے پانی لے کر وضو کرنا جائز ہے۔

۱۔ نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۶۲۷ ۲۔ فیوض الباری، ج ۱، ص ۴۷۹۔۴۸۰ ۳۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۳۹۲

۵۸۔ باب فَضْلِ الْجُنُبِ — جنبی کے غسل سے بچا ہوا پانی

جس مرد و عورت پر غسل کرنا واجب ہو، اسے جنبی کہتے ہیں، اس باب میں جنبی کے غسل کرنے کے بعد، بچے ہوئے پانی کے پاک ہونے کا بیان ہے، اس سے مراد وہ برتن ہے، جس سے جنبی نے غسل کے لیے پانی استعمال کیا ہے، جو باقی بچ جائے گا، وہ پاک ہے، پچھلے باب میں عورتوں اور مردوں کے اکٹھے وضو کرنے اور پانی کے پاک ہونے کا بیان تھا۔

۲۷۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ: أَنَّهَا كَانَتْ تَغْتَسِلُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْإِنَاءِ الْوَاحِدِ "

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتی تھیں۔

۱۔ اطراف:

تقدم: ۲۲۸، ۲۴۲، بخاری: ۲۵۰، مسلم: ۳۱۹، ابن ماجہ: ۳۷۶، احمد: ۲۵۶۲۰، السنن الکبریٰ: ۷۳

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان سے مطابقت یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ ایک ہی برتن سے پانی لے کر غسل فرماتے تھے، دونوں ایک دوسرے کا بچا ہوا پانی استعمال کرتے تھے، اس لیے جنبی کا بچا ہوا پانی پاک ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات گزر چکے ہیں۔

۱۔ قتیبۃ بن سعید:	راجع: ۱	۲۔ اللیث:	راجع: ۳۵
۳۔ ابن شہاب:	راجع: ۱	۴۔ عروۃ:	راجع: ۴۴
۵۔ عائشۃ: راجع: ۵			

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمہ اللہ میں سے ہے۔
☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ اکتیسویں (۳۱) حدیث مبارکہ ہے۔
☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔
☆ سند کے پہلے راوی بغلانی، دوسرے مصری اور باقی مدنی ہیں۔
☆ یہ روایت تابعی (ابن شہاب) کی دوسرے تابعی (عروۃ) سے ہے۔

☆ حضرت عروہ بن زبیر فقہاء سبعہ مدینہ میں سے ہیں۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مکثرین سبعہ رواۃ میں سے ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، حدثنا ایک ایک دفعہ جبکہ عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔لغات:

کانت تغتسل: غسل کرتی تھیں الاناء الواحد: ایک برتن

۷۔مسائل ونصائح:

☆ احادیث صحیحہ کی روشنی میں وضو کے لیے ایک لیٹر پانی کافی ہے، اور غسل کے لیے چار لیٹر پانی کافی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ایک ساتھ غسل کرتے تھے، تو وہ کپڑے پہن کر غسل کرتے تھے۔

☆ امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن مولی عائشۃ قالت مارایت فرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قط۔(۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ کبھی نہیں دیکھی۔

☆ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کا بھی ذکر کیا ہے:

وجاء فی روایتہ عنھا ایضاما رایت منہ ولارای منی یعنی الفرج (۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بھی ہے: میں نے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ دیکھی، نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی میری شرمگاہ دیکھی۔

☆ کیونکہ عورت کا پورا جسم واجب الستر ہوتا ہے، اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لباس پہن کر غسل کرتی تھیں، بعض احادیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے سے منع فرمایا ہے، اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر غسل کریں گے، تو لازم آئے گا کہ جس جس برتن سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پانی لیا ہو، اس کے بعد آپ اسی برتن سے پانی لیں، اس سے عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنا لازم آئے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا، تنزیہ کے لیے تھا، اور عمل بیان جواز کے لیے ہے۔

☆ اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرنا جائز ہے۔

☆ اس بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتے تھے، جس کو فرق کہا جاتا تھا (اس میں تقریباً آٹھ لیٹر پانی آتا تھا۔(۳)

۱۔ جامع ترمذی، ص ۵۹۷ ۲۔ جمع الوسائل، ج ۲، ص ۲۱۷

۳۔ i- مسلم: ۷۱۱ ii- ابوداؤد: ۲۳۸ iii- نسائی: ۲۳۱

iv- السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۳۵ v- مصنف عبدالرزاق: ۱۰۲۷ vi- سنن بیہقی، ج ۱، ص ۱۹۴

☆ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد اور عورت اکٹھے ایک برتن سے پانی لے کر غسل کر سکتے ہیں، اسی طرح ایک برتن سے پانی لے کر وضوء بھی کر سکتے ہیں، بعض احادیث میں عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنے کی ممانعت ہے، اس حدیث کی سند پر جرح کی گئی ہے، اور بر تقدیر ثبوت وہ اس حدیث سے منسوخ ہے:

☆ الدراوردی نے کہا: اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ مرد عورت کی شرم گاہ کی طرف اور عورت مرد کی شرم گاہ کی طرف دیکھ سکتی ہے، اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

امام ابن حبان نے سلیمان بن موسیٰ سے روایت کیا ہے، کہ ان سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا: جو اپنی بیوی کی شرم گاہ کی طرف دیکھتا ہے، انہوں نے کہا: میں نے عطاء سے اس کا سوال کیا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس کا سوال کیا، تو انہوں نے اس حدیث (۱) کا ذکر کیا۔ (۲) حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: یہ حدیث اسی مسئلہ پر نص ہے۔ (۳)

☆ علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے صحیح ابن حبان کے حوالے سے جو ذکر کیا ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک دوسرے کی شرم گاہ کی طرف دیکھتے تھے، لیکن احادیث صحیحہ اس کے خلاف ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم گاہ کی طرف ہرگز نہیں دیکھا۔ (۴)

☆ امام ابوالشیخ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی ازواج سے جماع کرتے تھے، تو اپنے سر پر کپڑا ڈال لیتے تھے، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم گاہ نہیں دیکھی، اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری شرم گاہ دیکھی۔ (۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال حیاء کے یہی احادیث مناسب ہیں۔

☆ علامہ شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی المکی لکھتے ہیں:

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال حیاء ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فعل نہیں کیا، جس کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی شرم گاہ کی طرف دیکھتیں، بلکہ ایسا فعل کیا، جس کا تقاضا اس کو دیکھنے سے ممانعت تھی، اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم حیاء ہے، کیونکہ عورت اپنے خاوند کی شرم گاہ کو ازخود دیکھنے کی جرأت نہیں کرتی، جب تک کہ اس کو اپنے خاوند کی رضا کا علم نہ ہو، اور اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم گاہ نہیں دیکھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری شرم گاہ نہیں دیکھی۔ (۶)

۱۔ صحیح ابن حبان: ۱۴۳۶ ۲۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۲۹۱ ۳۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۷۸۵

۴۔ i- شمائل ترمذی: ۳۶۰ ii- ابن ماجہ: ۱۹۲۲۔۶۶۲ iii- مسند احمد، ج ۶، ص ۱۹۰۔۶۳

iv- مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۱۰۶ v- سنن بیہقی، ج ۷، ص ۹۴ vi- حلیۃ الاولیاء، ج ۸، ص ۲۴۷

vii- الکامل لابن عدی، ج ۲، ص ۴۷۹ viii- تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۲۲۵

۵۔ ابوداؤد، ص ۲۳۳ ۶۔ اشرف الوسائل الی فہم الشمائل، ص ۵۲۱

☆ ملا علی قاری اور علامہ عبد الرؤف مناوی نے بھی اپنی شرحوں میں اس روایت کا ذکر کیا ہے۔(۱)

☆ اس حدیث میں غسل کے ایک برتن کا ذکر کیا گیا ہے، جس کو فرق کہتے ہیں۔ علامہ عینی نے اس میں پانی کی مقدار کے مختلف اوزان بیان کیے ہیں۔(۲) ہم نے شرح صحیح مسلم میں اس کا وزن ساڑھے تیرہ لیٹر لکھا ہے اور یہاں "نعمۃ الباری" میں اس کا وزن آٹھ لیٹر لکھا ہے۔(۳)

۸۔ خلاصہ:

☆ جنبی کے غسل کرنے کے بعد جو پانی بچ جاتا ہے، وہ پاک ہے، یہ حکم مرد و عورت دونوں کے لیے ہے۔

☆ نبی کریم ﷺ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اکٹھے غسل کرنے سے مراد یہ ہے: کہ ایک ہی برتن سے باری باری پانی لے کر غسل کرتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ کپڑا باندھ کر غسل فرماتے تھے۔

☆ ازواج مطہرات کپڑوں سمیت غسل فرماتی تھیں۔

☆ جس حدیث مبارکہ میں عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے کی ممانعت ہے، اس سے کراہت تنزیہی مراد ہے، دوسری صورت میں اس حدیث مبارکہ سے وہ منسوخ ہے۔

☆ میاں اور بیوی کے اکٹھا غسل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

☆ میاں اور بیوی کا برہنہ حالت میں غسل کرنا اور ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنا غیر پسندیدہ فعل ہے۔

۵۹۔ باب الْقَدْرِ الَّذِي يَكْتَفِي بِهِ الرَّجُلُ مِنَ الْمَآءِ لِلْوُضُوْءِ

وضو کے لیے پانی کی مقدار

اس باب میں وضو کرنے کے لیے پانی کی کم از کم مقدار کا بیان ہے، یعنی جتنی مقدار ایک آدمی کے وضو کرنے کے لیے کافی ہو، اس کا بیان ہے، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں دو احادیث مبارکہ ذکر کی ہیں۔ پہلی حدیث مبارکہ ایک مکوک (پیمانہ) سے نبی کریم ﷺ کے وضو کرنے کا ذکر ہے، جبکہ دوسری حدیث مبارکہ میں دو تہائی مد سے وضو کرنے کا ذکر موجود ہے، دونوں پیمانوں کی وضاحت مسائل و نصائح میں آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔ پچھلے باب میں جنبی کے غسل سے بچے ہوئے پانی کا حکم بیان ہوا تھا۔ اس باب میں پانی کی مقدار کا بیان ہے۔

۷۳۔ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَبْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِمَكُّوْكٍ وَيَغْتَسِلُ بِخَمْسِ مَكَاكِيَّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور نبی کریم ﷺ ایک مکوک سے وضو اور پانچ مکوک سے غسل فرمالیا کرتے تھے۔

۱۔ اطراف:

تقدم: ۲۲۹، ۳۴۳، بخاری: ۲۰۱، مسلم: ۳۲۵، ابوداؤد: ۹۵، ترمذی: ۹۵، ۶۰۹، احمد: ۱۲۱۵۷، ۱۳۷۱۸، ۱۴۰۰۲، ۱۲۱۰۶، ۱۴۰۹۵، السنن الکبریٰ: ۷۵

۱۔ i۔ جمع الوسائل فی شرح الشمائل، ج ۲، ص ۲۱۷ ii۔ شرح المناوی علی حاشیہ جمع الوسائل، ج ۲، ص ۲۱۷

۲۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۲۹۰ ۳۔ نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۱۳۷

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

حضور نبی کریم ﷺ ایک مکوک سے وضو فرمالیا کرتے تھے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، جن میں سے چار کے حالات گزر چکے ہیں، ایک کے حالات درج کیے جاتے ہیں:

۱۔ عمرو بن علی: راجع: ۴ ۲۔ یحییٰ: ایضاً

۳۔ شعبۃ: راجع: ۲۶

۴۔ عبداللہ بن عبداللہ بن جبر:

آپ کا نام عبداللہ بن عبداللہ بن جابر (جبر) انصاری مدنی ہے، آپ رواۃ کے چوتھے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۵۔ انس: راجع: ۶

۵۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۷۔ خصوصیات سند:

☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمہ اللہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ بتیسویں (۳۲) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے تمام راوی بصری ہیں، صرف عبداللہ بن عبداللہ مدنی ہیں۔

☆ عبداللہ بن عبداللہ بن جبر کا نام عبداللہ بن عبداللہ بن جابر ہے، سند میں تخفیف کے طریق پر جابر کی بجائے جبر ہے۔

☆ سند میں امام نسائی رحمہ اللہ کے حضرت عمرو بن علی رحمہ اللہ ایسی ہستی ہیں، جن سے آئمہ صحاح ستہ بلا واسطہ روایت کرتے ہیں، یعنی آپ آئمہ صحاح ستہ کے براہ راست شیخ اور استاد ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، سمعت ایک ایک دفعہ جبکہ حدث تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

☆ سند میں عنعنہ استعمال نہیں ہوا۔

۱۔ i۔ تاریخ الدوری، ج ۲، ص ۳۱۸ ii۔ الجرح والتعدیل، ج ۵، ص ۹۰

۶۔لغات:

مکوک: ایک پیانہ جو ایک مد یا ڈیڑھ صاع کی مقدار کے برابر ہوتا ہے، جبکہ ہمارے ہاں (پاکستان میں) مروج آدھا کلو مقدار سے کچھ زائد ہوتا ہے۔

۷۴۔أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ - ثُمَّ ذَكَرَ كَلِمَةً مَعْنَاهَا - حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيبٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبَّادَ بْنَ تَمِيمٍ يُحَدِّثُ عَنْ جَدَّتِي وَهِيَ أُمُّ عُمَارَةَ بِنْتُ كَعْبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "تَوَضَّأَ فَأُتِيَ بِمَاءٍ فِي إِنَاءٍ قَدْرَ ثُلُثَيِ الْمُدِّ" - قَالَ شُعْبَةُ: فَأَحْفَظُ أَنَّهُ - غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَجَعَلَ يَدْلُكُهُمَا وَيَمْسَحُ أُذُنَيْهِ بَاطِنَهُمَا وَلَا أَحْفَظُ أَنَّهُ مَسَحَ ظَاهِرَهُمَا"

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا بنت کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کا ارادہ فرمایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس برتن لایا گیا، جس میں دو تہائی مد کی مقدار پانی تھا۔ حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، مجھے یاد ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں بازوؤں کو مل کر دھویا، کانوں کے اندرونی حصے کا مسح کیا، اور مجھے کانوں کے بیرونی حصے کے مسح کرنے کا یاد نہیں پڑتا۔

۱۔اطراف:

ابو داؤد: ۹۴، السنن الکبریٰ: ۷۴، صحیح مسلم: ۲۲، ۷، سنن ابوداؤد: ۹۵، سنن ترمذی: ۶۰۹، سنن نسائی: ۳۴۵۔۳۴۶۔۲۲۶۔۳۔۷، سنن بیہقی، ج ۱ ص ۸۹، مسند ابو یعلیٰ: ۴۳۰۹، سنن دارمی: ۶۸۹، صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۶، مسند ابوعوانہ، ج ۱ ص ۲۳۲، صحیح ابن حبان: ۱۲۰۴۔۱۲۰۳، شرح السنۃ: ۲۷۷، سنن دارقطنی، ج ۱ ص ۹۴۔ ج ۲ ص ۱۵۳، المعجم الاوسط: ۹۲۶، مسند احمد: ۱۲۱۰۵

۲۔مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کی ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس برتن لایا گیا، جس میں دو تہائی مد کی مقدار پانی تھا۔

۳۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، تین کے حالات گزر چکے ہیں، باقی تین کے درج ذیل ہیں:

۱۔محمد بن بشار: راجع: ۲۷ ۲۔محمد: راجع: ۲۲

۳۔شعبۃ: راجع: ۲۶

۴۔حبیب:

آپ کا نام حبیب بن زید بن خلاد انصاری مدنی ہے، آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ، صالح الحدیث راوی ہیں، آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۱۔ i۔العلل (ابن حنبل)، ج ۱ ص ۱۶۲ ii۔الثقات، ج ۶ ص ۱۸۱

۵۔عباد بن تمیم:

آپ کا نام عباد بن تمیم بن غزیہ انصاری مازنی مدنی ہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے مدنی، تابعی، ثقہ راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۶۔ام عمارۃ:

آپ کا نام ام عمارہ نسیبہ رضی اللہ عنہا بنت کعب بن عمرو انصاریہ نجاریہ مدنیہ ہے۔آپ مشہور صحابیہ ہیں، آپ حضرت زید بن عاصم رضی اللہ عنہ کی زوجہ اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔آپ کے مکمل حالات زندگی درج ذیل ہیں:

نام ونسب: نسیبہ نام، ام عمارہ کنیت، قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے:

ام عمارہ رضی اللہ عنہا بنت کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار۔

نکاح: پہلا نکاح حضرت زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے ہوا۔پھر عربہ بن عمرو کے عقد نکاح میں آئیں۔

اسلام: اور ان ہی کے ساتھ بیعت عقبہ میں شرکت کی، سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ بیعت عقبہ میں ۷۳ مرد اور دو عورتیں شامل تھیں۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کا بھی ان ہی میں شمار ہے۔

غزوات: غزوہ احد میں شریک ہوئیں اور نہایت پامردی سے لڑیں، جب تک مسلمان فتح یاب تھے، وہ مشک میں پانی بھر کر لوگوں کو پلا رہی تھیں، لیکن جب شکست ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں اور سینہ سپر ہوگئیں، کفار جب آپ پر بڑھتے تو تیر اور تلوار سے روکتی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خود بیان ہے کہ میں احد میں ان کو اپنی داہنے اور بائیں برابر لڑتے ہوئے دیکھتا تھا، ابن قمیہ جب درا تا ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا، تو حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے بڑھ کر روکا، چنانچہ کندھے پر زخم آیا اور غار پڑ گیا۔انہوں نے بھی تلوار ماری، لیکن وہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا۔اس لیے کارگر نہ ہوئی۔(۲) بعض روایتوں میں ہے کہ انہوں نے ایک کافر کو قتل کیا تھا۔احد کے بعد بیعت الرضوان، خیبر اور فتح مکہ میں بھی شرکت کی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں یمامہ کی جنگ میں پیش آئی مسیلمہ کذاب سے جو مدعی نبوت تھا، مقابلہ تھا، حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ایک لڑکے (حبیب) کو لے کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ ہوئیں اور جب مسیلمہ نے ان کے لڑکے کو قتل کر دیا، تو انہوں نے منت مانی کہ ''یا مسیلمہ قتل ہوگا یا وہ خود جان دے دیں گی'' یہ کہہ کر تلوار کھینچ لی، اور میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئیں، اور پامردی سے مقابلہ کیا کہ بارہ زخم کھائے، اور ایک ہاتھ کٹ گیا۔اس جنگ میں مسیلمہ بھی مارا گیا۔

وفات: اس کے بعد معلوم نہیں کب تک زندہ رہیں۔

اولاد: وفات کے وقت چار اولادیں یادگار چھوڑیں، حبیب، عبداللہ (پہلے شوہر سے) تمیم، خولہ (دوسرے شوہر سے)۔

فضل وکمال: چند حدیثیں روایت کی ہیں، جو عباد بن تمیم، (پوتے)، لیلےٰ (کنیز)، عکرمہ، حارث بن کعب اور ام سعد، بنت سعد بن ربیع سے مروی ہیں۔

۱۔ i۔تاریخ الثقات، ص ۲۴۶ ii۔الجرح والتعدیل، ج ۷، ص ۴۱۷

۲۔ ابن ہشام، ص ۸۴

اخلاق: آنحضرت ﷺ سے ان کو جو محبت تھی، اس کا اصلی منظر تو غزوہ احد میں نظر آتا ہے، لیکن اور بھی چھوٹے چھوٹے واقعات ہیں، ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ ان کے مکان میں تشریف لائے، تو انہوں نے کھانا پیش کیا۔ ارشاد ہوا، تم بھی کھاؤ، بولیں میں روزہ سے ہوں، آنحضرت ﷺ نے کھانا نوش فرمایا، اور فرمایا: کہ روزہ دار کے پاس اگر کچھ کھایا جائے، تو اس پر فرشتے درود بھیجتے ہیں۔(۱)(۲)

آئمہ سنن اربعہ آپ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔(۳)

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ روایت سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ تیسویں (۳۰) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے تین راوی بصری اور آخری تین مدنی ہیں۔

☆ شیخ محمد بن بشار ایسے شیخ ہیں، جن سے آئمہ صحاح روایت کرتے ہیں۔

☆ یہ روایت پوتے (عباد بن تمیم) کی اپنی دادی (ام عمارہ) سے ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، سمعت ایک ایک دفعہ، حدثنا اور عنعنہ دو دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔لغات:

اناء: برتن	ثلثی المد: دو تہائی مد
ذراعیہ: اپنے دونوں بازو	ید لکھما: آپ ﷺ نے دونوں بازو ملے
اذنیہ: اپنے دونوں کان	باطنھما: کانوں کا اندرونی حصہ
ظاھرھما: کانوں کا بیرونی حصہ	

۷۔مسائل ونصائح:

☆ ''مد'' ایک پیمانہ ہے، جس میں تقریباً ایک لیٹر پانی آتا ہے، علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور فقہاء عراق کے نزدیک ایک مد دو رطل کا ہوتا ہے (رطل بھی ایک پیمانہ ہے، جو تقریباً نصف لیٹر کے برابر ہوتا ہے)، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک مد یعنی دو رطل سے وضو کرتے تھے اور ایک صاع (چار لیٹر پانی) سے غسل کرتے تھے یعنی آٹھ رطل سے۔(۴)

۱۔ مسند احمد، ج۶، ص۳۶۵ ۲۔ سیر الصحابہ، ج۳، ص۷۹۔۸۰ ۳۔ تقریب التھذیب، ج۱، ص۵۳۷

۴۔ i- سنن دار قطنی: ۳۰۹، ج۱، ص۲۲۸ ii- سنن بیہقی، ج۴، ص۱۷۲ iii- عمدۃ القاری، ج۳، ص۱۳۹

حدثنا ابو نعیم قال حدثنا مسعر قال حدثنی ابن جبر قال سمعت انسا یقول کان النبی ﷺ علیه وسلم یغسل او کان یغتسل بالصاع الی خمسة امداد ویتوضا بالمد۔(۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن جبر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ نبی ﷺ ایک صاع پانی سے پانچ مد (چار لیٹر سے پانچ لیٹر) تک پانی سے غسل کرتے تھے، اور ایک مد (ایک لیٹر) پانی سے وضوء کرتے تھے۔

☆ اس حدیث میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک صاع سے پانچ مد (چار لیٹر سے پانچ لیٹر) تک پانی سے غسل کرتے تھے، بعض اوقات آپ ﷺ چار لیٹر پانی سے غسل کرتے اور بعض اوقات پانی زیادہ لیتے، اور پانچ لیٹر پانی سے غسل کرتے، اس سے معلوم ہوا کہ غسل میں پانی کی مقدار معین نہیں ہے، بلکہ اس میں قلیل اور کثیر پانی کافی ہے، جب اس سے پورے بدن کا غسل ہو جائے، اور مستحب یہ ہے کہ غسل اور وضو میں پانی کی جو مقدار ذکر کی گئی ہے، اس سے کم پانی نہ لیا جائے، اور جس آدمی کی جسامت اوسط جسامت سے کم ہو، وہ اس سے کم مقدار سے بھی غسل کر سکتا ہے اور جس کی جسامت اوسط جسامت سے زیادہ ہو، اس سے زیادہ مقدار پانی کو بھی استعمال کر سکتا ہے۔

☆ بعض احادیث میں "فَرَق" اور بعض میں "فَرْق" کا لفظ ہے، ابن الاثیر نے کہا کہ "فَرَق" ۱۶ رطل ہے یعنی آٹھ کلوگرام یا آٹھ لیٹر کا پیمانہ، اور "فَرْق" ۱۲۰ رطل ہے یعنی ۶۰ کلوگرام یا ۶۰ لیٹر کا پیمانہ، اور بعض احادیث میں "مکوک" کا لفظ ہے "مکوک" اور "مد" کا ایک معنی ہے یعنی ایک کلوگرام اور ایک لیٹر کا پیمانہ۔(۲)

☆ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اتنی مقدار پانی کے ساتھ وضو اور غسل کرنا جمہور فقہاء کے نزدیک مستحب ہے۔(۳)

☆ مکوک ایک پیمانہ ہے، جس میں ایک مد پانی آتا ہے، پس یہ حدیث موافق ہے، اس حدیث کے جس کو روایت کیا بخاری اور مسلم نے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ وضو کرتے تھے ساتھ مد کے اور غسل کرتے تھے ساتھ صاع کے، اور بعضوں نے کہا: کہ مکوک ایک پیمانہ ہے، جس میں ڈیڑھ صاع پانی آتا ہے، لیکن بغوی نے کہا: کہ مکوک سے یہاں پر مراد مد ہے، اور صاحب نہایہ اور قرطبی نے بھی ایسا ہی کہا ہے، اور دلیل اس کی یہی ہے: کہ دوسری روایت میں مد بتصریح موجود ہے۔ اب مد اہل حجاز کے نزدیک ایک رطل اور تہائی رطل کا ہوتا ہے، اور اہل عراق کے نزدیک دو رطل کا، اور اسی حساب سے صاع چار مد کا ہوتا ہے، تو اہل حجاز کے نزدیک صاع پانچ رطل، اور ایک تہائی رطل ہوگا، اور اہل عراق کے نزدیک آٹھ رطل کا ہوگا، لیکن رسول اللہ ﷺ کا صاع پانچ رطل کا تھا اور یہی معتبر ہے۔(۴)

۱۔ i- مسلم: ۷۲۲ ii- ترمذی: ۶۰۹ iii- نسائی: ۳۴۵-۲۲۶-۷۳ iv- سنن بیہقی، ج ۱، ص ۸۹ v- مسند ابویعلی: ۴۳۰۹ vi- سنن دارمی: ۶۸۹ vii- صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۶ viii- مسند ابوعوانہ ج ۱، ص ۲۳۲ ix- صحیح ابن حبان: ۱۲۰۴-۱۲۰۳ x- شرح السنۃ: ۲۷۷ xi- سنن دارقطنی، ج ۱، ص ۹۴۔ ج ۲، ص ۱۵۳ xii- المعجم الاوسط: ۹۲۶ xiii- مسند احمد: ۱۲۱۰۵

۲۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۱۴۲ ۳۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۳۷۷ ۴۔ سنن نسائی (حاشیہ)، ج ۱، ص ۷۰

☆ مقصود یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس مذکورہ مقدار میں پانی ہے، تو وہ تیمم نہیں کرسکتا۔ یہ مطلب نہیں کہ اس مقدار سے کم وبیش سے وضو اور غسل نہیں کیا جاسکتا۔

☆ (مکوک) ایک پیمانہ ہے جس کی تفسیر ایک دوسری حدیث میں مد سے کی گئی ہے۔ برتن کی صورت میں اس میں ہر چیز کی مقدار مختلف ہوتی ہے، مگر وزن کی صورت میں یہ نصف کلو سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔(۱)

☆ پہلی روایت میں ایک مد پانی سے وضو کرنے کا ذکر تھا۔ اس میں ایک مد سے بھی کم پانی سے وضو کا ذکر ہے، جس سے یہ معلوم ہوا کہ اشخاص اور احوال مختلف ہونے کے ساتھ یہ مقدار بھی مختلف ہوگی، اس میں مقررہ مقدار کی حد بندی نہیں، جیسا کہ نبی ﷺ کے عمل سے ثابت ہے، آپ ﷺ کبھی کم پانی استعمال کر لیتے اور کبھی زیادہ۔ لیکن اسراف سے بچنا ضروری ہے۔

۸۔ خلاصہ:

☆ ان دو احادیث مبارکہ میں مکوک اور مد، دو پیمانوں کی ذکر ہے، اس کے علاوہ بھی عرب میں چند پیمانے رائج تھے، ان سب کی وضاحت درج ذیل ہے:

i- مکوک: ایک پیمانہ جس میں ایک مد پانی آتا ہے، ہمارے ہاں کی مقدار ایک کلوگرام یا ایک لیٹر ہے۔

ii- مد: ایک پیمانہ جو اہل حجاز کے ہاں ایک رطل اور تہائی رطل، جبکہ اہل عراق کا مد دو رطل کے برابر ہوتا ہے۔

iii- رطل: ایک پیمانہ جو تقریباً آدھا کلوگرام یا آدھا لیٹر ہوتا ہے۔

iv- صاع: آٹھ رطل اور چار لیٹر کے برابر پیمانہ ہے۔

v- فَرَق: سولہ رطل اور آٹھ کلوگرام یا آٹھ لیٹر کے برابر پیمانہ ہے۔

vi- فَرْق: ایک سو بیس رطل، ساٹھ کلوگرام یا ساٹھ لیٹر کے برابر پیمانہ ہے۔

☆ حضور نبی کریم ﷺ ایک لیٹر یا کلوگرام کی مقدار کے برابر پانی سے وضو فرمالیا کرتے تھے۔

☆ آپ ﷺ غسل چار سے پانچ لیٹر پانی سے فرمالیا کرتے تھے۔

☆ حدیث ام عمارہ رضی اللہ عنہا کے مطابق دو تہائی مد یعنی لیٹر سے بھی کم پانی میں آپ ﷺ نے وضو فرمایا۔

☆ آپ ﷺ دوران وضو بازوؤں کو خوب مل کر دھوتے تھے۔

☆ آپ ﷺ کانوں کے اندرونی اور بیرونی حصوں کا مسح کرتے تھے، اندرونی حصے کے مسح کا اس حدیث مبارکہ میں ذکر ہے، جبکہ بیرونی حصے کا ذکر دوسری حدیث مبارکہ میں ہے۔

☆ ان احادیث مبارکہ میں وضو اور غسل کے لیے کم از کم پانی کی مقدار کے استحباب کا بیان ہے۔

☆ اگر کسی کی جسامت بڑی ہے، تو وہ زیادہ بھی استعمال کرسکتا ہے، اسی طرح اگر کسی کا جسم نحیف ہے، تو وہ اس مقدار سے کم بھی پانی استعمال کرسکتا ہے۔

☆ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے پانی کے استعمال کے لیے تین صورتیں بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۱۳۷۔۱۳۸

۱۔ جس کی جسامت نبی کریم ﷺ کی جسامت کی مانند درمیانی ہو، وہ وضو کے لیے ایک مد اور غسل کے لیے ایک صاع پانی استعمال کرے، اور مد اور صاع سے کم استعمال نہ کرے۔

۲۔ جس کا جسم لاغر ہو، وہ اس کی مناسبت سے کم پانی استعمال کرے۔

۳۔ جس کا جسم فربہ ہو، تو وہ زیادہ پانی استعمال کرے۔

۶۰۔ بابُ النِّيَّةِ فِي الْوُضُوْءِ — وضو کے لیے نیت کرنا

اس باب سے پچھلے ابواب پانی کے احکامات پر مشتمل تھے، اس باب سے وضو کے مسائل شروع ہو رہے، چونکہ شریعت اسلامیہ کے ہر کام میں نیت کا دارومدار بنیادی اہمیت کا حامل ہے، اگر نیت اچھی ہو تو ثواب ہوگا اور اگر نیت خالص نہ ہو، تو اچھے کام بھی اکارت چلے جاتے ہیں، اس لیے وضو کے لیے بھی امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے وضو کی نیت کا باب قائم فرمایا، تاکہ جو شخص وضو کرنا چاہے، وہ سب سے پہلے اپنی نیت درست اور خالص کرے، اور اس کا مقصود اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی رضا بنا لے، تاکہ فائدہ تامہ اور ثواب کامل نصیب ہو، نیت سے مراد دل کا ارادہ ہے، پچھلے باب میں وضو کے لیے پانی کی کم از کم مقدار کا بیان تھا، اور اس باب میں وضو کے لیے نیت کرنے کا بیان ہے۔

۷۵۔ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَرَبِيٍّ، عَنْ حَمَّادٍ، وَالْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ، عَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ ح وَأَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَاللَّفْظُ لَهُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَإِنَّمَا لِامْرِءٍ مَا نَوَى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اعمال کا مدار نیت پر ہے، ہر شخص کے لیے وہی ہے، جس کی اس نے نیت کی، جس نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے لیے ہجرت کی، اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہے، جس نے دنیا حاصل کرنے کے لیے ہجرت کی، یا کسی عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی لیے ہجرت کی، تو اس کی ہجرت اسی کے لیے ہے، جس کے لیے اس نے ہجرت کی۔

۲۔ اطراف:

تقدم: ۳۴۳۳، ۳۸۰۰، بخاری: ۱، ۵۴، ۲۵۲۹، ۳۸۹۸، ۵۰۷۰، ۶۶۸۹، ۶۹۵۳، صحیح مسلم: ۱۹۰۷، سنن ابوداؤد: ۲۲۰۱، سنن ترمذی: ۱۶۴۷، سنن نسائی: ۷۵ـ۳۴۳۷ـ۳۸۰۳، سنن ابن ماجہ: ۴۲۲۷، مسند الحمیدی: ۲۸، ابن الجارود: ۶۴، الموطا: ۹۸۳، مسند الطیالسی: ۳۷، مسند البزار: ۲۵۷، صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۲، صحیح ابن حبان: ۳۸۸، حلیۃ الاولیاء، ج۸، ص۴۲، سنن بیہقی، ج۱، ص۴۱، کتاب المعرفۃ: ۱۸۲، تاریخ بغداد، ج۶، ص۱۵۳، شرح السنۃ: ۱، مسند احمد: ۱۶۸۱

۱۔ مطابقت:

حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اعمال کا مدار نیت پر ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں گیارہ راوی ہیں، ان میں سے چھ کے حالات گزر چکے ہیں، باقی پانچ کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ یحییٰ بن حبیب بن عربی:

آپ کا نام ابوزکریا یحییٰ بن حبیب بن عربی حارثی بصری (م:۲۴۸ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، مامون راوی ہیں، امام بخاری کے علاوہ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۲۔ حماد: راجع:۳ **۳۔ الحارث بن مسکین:** راجع:۹

۴۔ ابن القاسم: راجع:۲۰ **۵۔ مالک:** راجع:۷

۶۔ سلیمان بن منصور:

آپ کا نام ابوھلال سلیمان بن منصور بلخی ذھلی جرمی (م:۲۴۰ھ) ہے، آپ کا لقب بزاز یا بزار اور زرغندہ ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۷۔ عبداللہ بن مبارک: راجع:۳۶ **۸۔ یحییٰ بن سعید:** راجع:۲۳

۹۔ محمد بن ابراہیم:

آپ کا نام ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن حارث بن خالد تیمی مدنی (م:۱۲۰ھ) ہے، آپ رواۃ کے چوتھے طبقہ سے ثقہ، کثیر الحدیث راوی ہیں، آپ اپنے زمانے کے مشہور عالم فاضل ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۳)

۱۰۔ علقمۃ بن وقاص:

آپ کا نام علقمہ بن وقاص لیثی مدنی ہے، آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ حیات میں پیدا ہوئے، اور خلیفہ عبدالملک کے عہد خلافت میں فوت ہوئے، لیکن شرف صحابیت نہیں پایا، آپ رواۃ کے دوسرے طبقہ سے ثقہ، تابعی راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۴)

۱۱۔ عمر بن الخطاب:

آپ کا نام امیر المؤمنین ابوحفص عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزی عدوی مدنی (م:۲۴ھ) ہے، آپ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت جد کعب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ آپ دوسرے خلیفہ راشد، امیر المؤمنین کا لقب اختیار فرمانے والے، فقیہ، عشرہ مبشرہ میں شامل اور بے شمار خصائل وفضائل کے مالک ہیں، بہت ساری قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب میں وارد ہیں، آپ سے پانچ صد انتالیس (۵۳۹) احادیث مبارکہ مروی ہیں، جن میں سے نو میں امام بخاری اور پندرہ احادیث میں امام مسلم منفرد ہیں، آپ نے تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی، اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہوئے۔(۵)

۱۔ i۔ الجرح والتعدیل، ج۹، ص۱۳۷ ii۔ المعجم المشتمل، رقم ۱۱۳۹

۲۔ i۔ تھذیب الکمال، ج۱۲، رقم ۷۶ ii۔ الثقات، ج۸، ص۲۷۹

۳۔ i۔ رجال البخاری (باجی)، ج۲، ص۶۱۶ ii۔ تقریب التھذیب، ج۲، ص۱۴۹

۴۔ i۔ الثقات، ج۵، ص۲۰۹ ii۔ تقریب التھذیب، ج۲، ص۳۷

۵۔ i۔ الاصابۃ، ج۲، ص۵۱۸ ii۔ عمدۃ القاری، ج۱، ص۴۵ iii۔ کشف المشکل، ج۱، ص۱۶

☆ علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبوت کے چھٹے سال میں اسلام قبول کیا، ایک قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے پانچویں سال میں اسلام قبول کیا۔ ھلال بن یساف نے کہا: کہ حضرت عمر چالیس مردوں اور گیارہ عورتوں کے مسلمان ہونے کے بعد اسلام لائے، اور لیث نے کہا ہے: کہ تینتیس (۳۳) مردوں کے مسلمان ہونے کے بعد اسلام لائے، ایک قول یہ ہے: کہ ان کے اسلام لانے کے بعد چالیس مسلمانوں کا عدد مکمل ہوگیا، پھر حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آسمان والے عمر کے اسلام لانے پر مبارک باد دے رہے ہیں، ان کو فاروق کا لقب دیا گیا، کیونکہ جس دن وہ اسلام لائے، اس دن سے اسلام کا ظہور اور غلبہ ہوگیا، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث روایت کی ہیں، ان کی تعداد پانچ سو سینتیس (۵۳۷) ہے، ان میں سے ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' میں اکیاسی (۸۱) احادیث ہیں۔(۱)

۶۔ حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۷۔ خصوصیات سند:

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث مبارکہ تین طرق سے روایت کی ہے، جن میں سے پہلے اور تیسرے طریق سے سداسیات ہے، جبکہ دوسرے طریق سے سباعیات ہے۔

☆ یہ روایت بیک وقت سداسیات کے اعتبار سے اکتیسویں (۳۱) حدیث مبارکہ ہے، جبکہ سباعیات کے اعتبار سے چھٹی (۶) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ یہ روایت خلیفہ راشد ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

☆ سنن نسائی میں یہ پہلی حدیث مبارکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

☆ سند کے دو راوی یحییٰ بن حبیب اور حماد بن زید بصری، حارث بن مسکین اور ابن القاسم مصری، سلیمان بن منصور بلخی، عبد اللہ بن مبارک مروزی اور باقی راوی مدنی ہیں۔

☆ سند میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے الحارث بن مسکین قراءۃ علیہ وانا اسمع کے الفاظ لکھے ہیں، تاکہ اس بات کی وضاحت ہو جائے کہ سماعت کا انداز مخصوص تھا، جہاں سے آپ شیخ کی نظروں سے اوجھل ہوتے تھے۔

☆ سند میں واللفظ لہ عن یحییٰ بن سعید سے مراد ہے کہ یہ حدیث مبارکہ حضرت حماد، امام مالک اور ابن مبارک تینوں نے حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت کی ہے، لیکن روایت کے الفاظ حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں، اور حضرت حماد اور امام مالک کے الفاظ اس کے ہم معنیٰ ہیں۔

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث مبارکہ اپنے تین شیوخ سے سماعت کی ہے:

۱۔ عن یحیی بن سعید عن حماد ۲۔ الحارث بن مسکین عن ابن القاسم عن مالك

۳۔ عن سلیمان بن منصور عن عبدالله بن مبارك

۱۔ نعمۃ الباری، ج۱، ص۱۱۸

یہ تینوں حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں۔

☆ سند میں (ح) تحویل کے ساتھ باقی اسناد کی وضاحت کی گئی ہے۔

☆ حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی سندیں عالی ہیں۔

☆ سند میں تین تابعین کرام حضرت یحییٰ بن سعید، حضرت محمد بن ابراہیم اور حضرت علقمہ نے ایک دوسرے سے روایت کی ہے۔

☆ بعض کے نزدیک حضرت علقمہ صحابی ہیں، اس صورت میں یہ صحابی کی صحابی سے روایت ہے۔

☆ سند میں الفاظ راویت اخبرنا دو دفعہ اسمع، حدثنی، انبانا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ چھ دفعہ استعمال ہوا ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت تمام کے تمام اتصالی ہیں، کوئی صیغہ تدلیسی نہیں ہے۔

۸۔لغات:

الاعمال: عمل کی جمع، کام	بالنیۃ: نیت پر۔ارادہ پر۔عزم پر
لامری: انسان کے لئے	نوی: جو اس نے نیت کی
ھجرتہ: اس کی ہجرت	یصیبھا: وہ اسے پائے گا
امرأۃ: عورت	ینکحھا: وہ اس سے نکاح کرے گا

۹۔مسائل ونصائح:

☆ یہ حدیث ایک اعتبار سے غریب ہے، اور دوسرے اعتبار سے مشہور ہے، اور یہ متواتر نہیں ہے، کیونکہ اس کا مدار یحییٰ بن سعید پر ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوا اس کو کسی اور نے روایت نہیں کیا، اور حضرت عمر سے علقمہ کے سوا اس کو کسی اور نے روایت نہیں کیا، اور علقمہ سے صرف محمد بن ابراہیم نے روایت کیا ہے، اور محمد سے صرف یحییٰ بن سعید نے روایت کیا ہے، اور ان سے اس حدیث کو بہت سے لوگوں نے روایت کیا ہے، پس سند کے اول راویوں کے اعتبار سے یہ حدیث غریب اور فرد ہے، اور سند کے آخری راوی کے اعتبار سے یہ حدیث مشہور ہے۔(۱)

☆ جس طرح قرآن مجید کی آیات کے شان نزول اور اسباب ہوتے ہیں، اسی طرح بعض احادیث کے بھی اسباب ہوتے ہیں، اس حدیث کا سبب یہ ہے کہ ایک شخص نے مکہ میں ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا تھا، وہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلی گئی، وہ شخص بھی اس سے نکاح کی رغبت میں مدینہ منورہ چلا گیا، اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث ارشاد فرمائی، اور اس شخص کو مہاجر ام قیس کہا جاتا تھا۔(۲)

☆ علامہ ابن الجوزی لکھتے ہیں:

علماء اپنی تصانیف میں اس حدیث کو سب سے پہلے لکھتے ہیں، کیونکہ عموماً اس کی حاجت پڑتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام اعمال میں اصل چیز نیت ہے، اور عبدالرحمان مہدی یہ کہتے تھے: کہ جو شخص بھی کوئی کتاب تصنیف کرے، اس کو چاہیے کہ اس کتاب کی ابتداء میں اس کو لکھے، اسی وجہ سے امام بخاری نے اپنی کتاب کا افتتاح اس حدیث سے کیا ہے۔

☆ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں فقہ کے ستر ابواب ہیں۔

۱۔ عمدۃ القاری، ج۱، ص۴۷ ۲۔ کشف مشکل، ج۱، ص۱۶

☆ امام احمد بن حنبل نے کہا: اصول اسلام تین احادیث پر مشتمل ہیں:

i- اعمال کا مدار نیات پر ہے۔(۱)

ii- حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے۔(۲)

iii- جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی نئی عبادت نکالی جس کا دین میں منشاء نہ ہو، وہ مردود ہے۔(۳)

☆ امام ابوداؤد البحستانی نے کہا: فقہ کا مدار پانچ احادیث پر ہے:

i- اعمال کا مدار نیات پر ہے۔(۴)

ii- حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے۔(۵)

iii- میں نے تم کو جس کام سے منع کیا ہے، اس سے اجتناب کرو اور میں نے تم کو جس کام کا حکم دیا ہے، اس پر جس قدر عمل کر سکتے ہو، عمل کرو۔(۶)

iv- کسی کو ضرر نہ پہنچاؤ اور ایک دوسرے کو باہم ضرر نہ دو۔(۷) ۷۔ سنن ابن ماجہ: ۲۳۴۱) یعنی یہ سمجھ کر کہ ایک نے مجھے ضرر دیا ہے، تو میں بھی اس کو ضرر دوں، پہلا حکم وجوبی ہے اور دوسرا حکم استحبابی ہے۔

v- دین خیر خواہی ہے۔(۸)

☆ امام ابوداؤد کی دوسری روایت یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی ایک ہزار پانچ سو (۱۵۰۰) احادیث روایت کیں، اور ان سے انتخاب کر کے میں نے "کتاب السنن" میں لکھیں، جن کا میں ضامن ہوں، پس ان میں، میں نے صحیح اور ان کے مشابہ اور مقارب احادیث لکھی ہیں اور ان میں سے چار احادیث ایسی ہیں، جو انسان کے دین کے لئے کافی ہیں:

i- اعمال کا مدار نیات پر ہے۔(۹)

ii- حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے۔(۱۰)

iii- کسی شخص کے اسلام کا حسن یہ ہے، کہ وہ غیر مقصود باتوں کو ترک کر دے۔(۱۱)

v- کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوگا حتیٰ کہ وہ اپنے بھائی کے لئے بھی اسی چیز کو پسند کرے، جس کو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔(۱۲)

☆ نبی ﷺ نے جو ارشاد فرمایا ہے: اعمال کا مدار نیات پر ہے، اس کا معنی یہ ہے:

ہر عمل کی صحت کا اعتبار اس کی نیت سے ہوتا ہے، یعنی اگر اس عمل سے اس کا قصد اللہ تعالیٰ ﷻ کی رضا ہے، تو اس کی سب سے زیادہ فضیلت ہے، اور اگر اس عمل سے اس کا مقصود جنت کا حصول ہے تو اس میں بھی فضیلت ہے، اور اگر اس عمل سے مقصود دنیا کا حصول ہے، تو اگر دنیا کی وہ چیز مباح ہے، تو وہ کام مباح ہے، اور اگر وہ چیز ناجائز ہے، تو وہ کام ناجائز ہے۔

۱۔ بخاری: ۱ ۲۔ ایضاً: ۵۲ ۳۔ ایضاً: ۲۶۹۷ ۴۔ بخاری: ۱

۵۔ بخاری: ۵۲ ۶۔ مسلم: ۱۳۳۷ ۸۔ بخاری: ۵۷

۹۔ بخاری: ۱ ۱۰۔ بخاری: ۵۲ ۱۱۔ سنن ترمذی: ۲۳۱۷

۱۲۔ i- بخاری: ۱۳ ii- کشف المشکل لابن الجوزی، ج ۱ ص ۱۷۔۱۶

☆ اس حدیث کا پہلا جملہ ہے: اعمال کا مدار صرف نیات پر ہے، اور دوسرا جملہ ہے: ہر شخص کے عمل کا ثمرہ وہی ہوگا، جس کی اس نے نیت کی ہے، پہلے جملہ میں اس پر تنبیہ ہے کہ اعمال پر ثواب اور عذاب کا مدار ان اعمال کی نیت پر ہے، دوسرے جملہ میں اس پر تنبیہ ہے کہ اعمال میں مقدار کا تعین ان کی نیات سے ہوتا ہے، مثلاً مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جانا ایک عمل ہے، اگر اس میں انسان کئی کاموں کی نیت کر لے، تو اس کو کئی کاموں کا ثواب ملے گا، مثلاً وہ یہ نیت کرے کہ راستے میں اس کو جو مسلمان ملے گا، وہ اس کو سلام کرے گا، اگر اس نے پہلے سلام کر لیا تو اس کے سلام کا جواب دے گا، اگر کوئی ضرورت مند سائل ملا تو اپنی حیثیت کے مطابق اس کا سوال پورا کرے گا، نیکی کا حکم دے گا، برائی سے روکے گا، مسجد میں پہلے دایاں پیر داخل کرے گا، اور یہ دعا پڑھے گا: ''اللّٰهم افتح لي ابواب رحمتك'' وغیرہ، تو اگر وہ ایک عمل میں متعدد نیک کاموں کی نیت کرے گا، تو اس ایک عمل میں اس کو متعدد نیک کاموں کا ثواب ملے گا۔ (۱)

☆ علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شریعت میں کوئی عمل اس وقت معتبر ہوتا ہے، جب اس عمل میں عبادت کی نیت کی جائے، مثلاً اگر کوئی شخص ٹھنڈک حاصل کرنے کی نیت سے غسل کرے، تو اس غسل سے جنابت زائل نہیں ہوگی، اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پانی سے طہارت حاصل کرنے کے لیے عبادت کی نیت ضروری نہیں ہے، اگر کوئی شخص ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کرے، پھر بھی اس غسل سے جنابت زائل ہو جائے گی۔ (۲)

☆ فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے: کہ ہر عمل شرعی میں عبادت کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے، کیونکہ قرض کا ادا کرنا، امانتوں کا واپس کرنا، اذان دینا، تلاوت قرآن مجید کرنا، وعظ ونصیحت کرنا، راستہ دکھانا، راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا، یہ سب کام عبادات ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ یہ سب کام عبادات کی نیت کے بغیر صحیح ہیں۔ لہٰذا غسل اور وضو بھی عبادت کی نیت کے بغیر صحیح ہونے چاہئیں۔

نیز فقہاء احناف کی دلیل یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: مال دار تو اجر لے گئے، وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں، اور ہماری طرح روزے رکھتے ہیں، اور اپنے زائد اموال کو صدقہ کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے تمہارے لیے صدقات نہیں رکھے، ہر تسبیح کرنا صدقہ ہے، ہر تکبیر پڑھنا صدقہ ہے، ہر حمد کرنا صدقہ ہے، ہر مرتبہ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھنا صدقہ ہے۔ نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے، تمہارا اپنی بیویوں سے جماع کرنا صدقہ ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے کوئی شخص اپنی شہوت پوری کرنے کے لیے جماع کرے، اس میں بھی اس کے لیے اجر ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر وہ اپنی شہوت حرام طریقہ سے پوری کرتا، تو اس میں اس کے اوپر گناہ ہوتا یا نہیں؟ پس اسی طرح جب وہ اپنی شہوت حلال طریقہ سے پوری کرے گا، تو اس کے لیے اجر ہوگا۔ (دوسری روایت میں فرمایا: کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ صرف برے کاموں میں تمہارا حساب ہوگا، اور اچھے کاموں میں تمہارا حساب نہیں ہوگا۔) (۳)

۱۔ نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۱۲۵ ۲۔ کشف المشکل، ج ۱، ص ۱۸

۳۔ i- مسلم: ۱۰۰۶ ii- الادب المفرد: ۲۲۷ iii- شرح السنۃ: ۱۶۴۴

iv- صحیح ابن حبان: ۸۳۸ v- مسند البزار: ۳۹۱۸ vi- مسند احمد: ۲۱۴۷۳

اس حدیث میں یہ واضح تصریح ہے کہ اگر کسی جائز اور صحیح کام میں عبادت کی نیت نہ بھی کی جائے، تب بھی اس میں اجر و ثواب ملتا ہے۔(۱)

☆ اس حدیث میں ہجرت کا لفظ ہے، یہ حدیث ایک خاص صحابی کے متعلق وارد ہے، جس نے ام قیس (قیلہ نام کی عورت) کی خاطر ہجرت کی تھی (اس صحابی کا نام معروف نہیں ہے)، لیکن خصوصیت مورد کا اعتبار نہیں ہوتا، بلکہ عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے۔

☆ ہجرت کا لغوی معنٰی ہے: ترک کرنا۔(۲) اور اس کا اصطلاحی معنی ہے: کافروں کے علاقے کو ترک کر کے مسلمانوں کے علاقے میں جانا، یا دار الخوف کو ترک کر کے دار الاسلام کی طرف جانا۔

☆ لغوی اور اصطلاحی معنی کے اعتبار سے ہجرت کی حسب ذیل صورتیں اور اقسام ہیں:

۱۔ابتداء میں مسلمانوں کا مکہ معظمہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کرنا، دار الخوف سے دار الامن کی طرف ہجرت ہے، یا جیسے اب مسلمانوں کا بھارت سے برطانیہ، امریکہ، ہالینڈ یا بعض افریقی ممالک کی طرف ہجرت کرنا۔

۲۔مسلمانوں کا مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنا یا بعد میں اسلام لانے والوں کا مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنا۔

۳۔جو شخص کافروں کے ملک میں رہتا ہو، اور وہاں شعائر اسلام اور اظہار دین پر قادر نہ ہو، تو اس پر دار الاسلام کی طرف ہجرت کرنا واجب ہے، جیسے بھارت سے مسلمانوں نے پاکستان کی طرف ہجرت کی۔

۴۔برے کاموں کو ترک کر کے نیک کاموں کی طرف ہجرت کرنا، حدیث مبارکہ میں ہے:

۱۔ مہاجر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ ﷻ کے منع کیے ہوئے کاموں سے ہجرت کرے۔(۳)

۲۔ مہاجر وہ ہے جو خطاؤں اور گناہوں سے ہجرت کرے۔(۴)

۳۔ مہاجر وہ ہے جو برائیوں سے ہجرت کرے۔(۵)

۵۔آخری زمانہ میں جب فتنوں کا ظہور ہوگا، تو لوگ شام کی طرف ہجرت کریں گے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب ایک ہجرت کے بعد دوسری ہجرت ہوگی، پھر روئے زمین کے نیک لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کو لازم پکڑ لیں گے اور روئے زمین کے برے لوگ اپنی جگہوں پر رہیں گے۔(۶)

☆ علامہ ابن اثیر نے کہا: اس سے مراد شام کا علاقہ ہے، کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عراق سے نکل کر شام کی طرف ہجرت کی تھی۔(۷)

☆ ہجرت کے متعلق احادیث میں تعارض ہے، بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت تک ہجرت جاری رہے گی، اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت منقطع ہو جائے گی، جن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت منقطع ہو جائے گی، وہ یہ ہیں:

۱۔ نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۱۲۰ ۲۔ مختار الصحاح، ص ۳۹۷ ۳۔ صحیح البخاری: ۱۰

۴۔ سنن ابن ماجہ: ۳۹۳۴ ۵۔ مسند احمد، ج ۲، ص ۲۰۶ ۶۔ سنن ابوداؤد: ۲۴۸۲

۷۔ النہایۃ، ج ۵، ص ۲۱۲

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے، لیکن جہاد اور نیت ہے اور جب تم کو جہاد کے لیے بلایا جائے تو جہاد کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ (۱)

۲۔ حضرت عبید بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہجرت کے متعلق سوال کیا، تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آج کل ہجرت نہیں ہے، پہلے مؤمنین کو یہ خطرہ تھا کہ ان کو آزمائش میں مبتلا کیا جائے گا، تو وہ اپنے دین کو بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھاگتے تھے، اور اب اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا ہے، اب مؤمن جہاں چاہے، اپنے رب کی عبادت کرے، لیکن جہاد اور نیت باقی ہے۔ (۲)

۳۔ حضرت مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے بیٹے سعید کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر گیا، تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ہجرت پر بیعت کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہجرت مہاجروں کے لیے ختم ہو چکی ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اسلام اور جہاد پر بیعت کر لیا۔ (۳)

☆ مذکور الصدر احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ہجرت منقطع ہو چکی ہے اور جو حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ہجرت قیامت تک جاری رہے گی، وہ یہ ہے:

۱۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی، جب تک توبہ منقطع نہ ہو اور توبہ اس وقت منقطع ہوگی، جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ (۴)

☆ ان متعارض احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ ابتداء اسلام میں ہجرت فرض تھی، اور فتح مکہ کے بعد ہجرت کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔ اب ہجرت مستحب ہے، فرض نہیں ہے، لہٰذا جو ہجرت منقطع ہو چکی ہے، وہ فرض ہے اور جو ہجرت قیامت تک باقی رہے گی، وہ مستحب ہے۔

علامہ ابو السعادات المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری لکھتے ہیں:

ہجرت کی دو قسمیں ہیں، ایک ہجرت وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے اس قول میں جنت کا وعدہ کیا ہے:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (۵) — بے شک اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مؤمنین سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے۔

☆ ایک شخص اپنے اہل اور مال کو چھوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا اور ان میں سے کسی چیز کی طرف رجوع نہیں کرتا، اور جس جگہ سے ہجرت کی تھی وہاں سے اپنے آپ کو بالکل منقطع کر لیتا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو ناپسند کرتے تھے، کہ کوئی شخص اس جگہ فوت ہو، جہاں سے اس نے ہجرت کی تھی، اور جب حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں فوت ہو گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اظہار افسوس کیا۔ (۶) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! ہمیں مکہ مکرمہ میں نہ فوت کرنا۔ (۷) پھر جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا، تو پھر وہ مدینہ منورہ کی طرح دار الاسلام ہو گیا، سو جو ہجرت فتح مکہ کے بعد منقطع ہو گئی، وہ یہی ہجرت ہے۔

۱۔ i- بخاری: ۲۷۸۳ ii- سنن ابو داؤد: ۲۴۸۰ iii- مسلم: ۱۳۵۳، iv- ترمذی: ۱۵۹۰
۲۔ صحیح البخاری: ۳۹۰۰ ۳۔ i- صحیح البخاری: ۲۹۶۲ ii- صحیح مسلم: ۱۸۶۳
۴۔ سنن ابو داؤد: ۲۴۷۹ ۵۔ التوبہ ۹: ۱۱۱
۶۔ i- صحیح البخاری: ۱۲۹۵ ii- صحیح مسلم: ۱۶۲۸ ۷۔ مسند احمد، ج ۲، ص ۲۵

۲۔ دوسری ہجرت وہ ہے جو اعراب اور دیہاتیوں کی ہجرت ہے، جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں حصہ لیا، لیکن ان کی ہجرت اس طرح نہیں تھی، جس طرح پہلی قسم والوں کی ہجرت تھی، پس وہ بھی مہاجر ہی ہیں، لیکن پہلی قسم کی ہجرت کرنے والوں کی فضیلت میں داخل نہیں ہیں، اور جو ہجرت قیامت تک منقطع نہیں ہوگی، وہ یہی ہجرت ہے۔(۱)

☆ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

تمام مسلمانوں کا اس حدیث ثلث اسلام اور عظمت پر اجماع اور اتفاق ہے، اور اس کے فوائد بہت زیادہ ہیں، فقہاء اسلام نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث ثلث اسلام ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے: کہ اس حدیث میں فقہ کے ستر ابواب ہیں، بعض فقہاء نے یہ کہا ہے: کہ یہ حدیث ربع اسلام ہے، عبدالرحمن بن مہدی وغیرہ نے کہا ہے: کہ جو شخص کوئی کتاب تصنیف کرے، وہ اس حدیث سے اپنی کتاب کی ابتداء کرے، تاکہ اس کی نیت صحیح ہو، علامہ خطابی نے اس قول کو مطلقاً آئمہ سے نقل کیا ہے، امام بخاری اور دیگر ائمہ نے اسی وجہ اس حدیث سے اپنی اپنی تصانیف کی ابتداء کی ہے، امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو سات مقامات پر ذکر کیا ہے، حفاظ حدیث نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کے دوسو سے زیادہ راوی ہیں اور ان میں اکثریت آئمہ حدیث کی ہے۔ البتہ شروع میں اس کے صرف ایک راوی ہیں، اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، اور ان سے صرف علقمہ نے روایت کیا، اسی بناء پر اس حدیث کو متواتر نہیں قرار دیا گیا، ہر چند کہ یہ عوام اور خواص میں مشہور ہے۔(۲)

☆ علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: نیت کا معنی قصداً اور ارادہ سے کسی کام کو معین کرنا، اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے، اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ اعمال کے تحقق اور ثبوت کا مدار نیت پر ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اعمال کا شرعاً معتبر ہونا نیت پر موقوف ہے، اور کسی فعل سے پہلے اس کی نیت نہ ہو تو وہ شرعاً معتبر نہیں ہوگا، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ وضو، غسل، تیمم، نماز، روزہ، حج، اعتکاف اور تمام عبادات نیت کے بغیر صحیح نہیں ہوتیں، باقی نجاست کا زائل ہونا ہمارے نزدیک نیت پر موقوف نہیں ہے، کیونکہ وہ باب ترک سے ہے، اور ترک میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی، اور اس پر فقہاء شافعیہ کا اجماع ہے، طلاق، عتاق اور قذف میں بھی نیت کا دخل ہے، لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کنایۃً طلاق دی تو اس میں نیت کا دخل ہے، اور طلاق صریح میں نیت کا دخل نہیں ہے، اگر کسی شخص نے طلاق صریح دی، پھر کہا: اس سے میری نیت کچھ اور تھی، تو اس کا قول قبول نہیں کیا جائے گا۔(۳)

☆ علامہ دشتانی ابی مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ان علماء کا رد ہے، جو طہارت اور بعض دیگر عبادات کو بغیر نیت کے جائز قرار دیتے ہیں، اور یہ بات اپنے مقام پر بادلائل بیان کی جا چکی ہے، کہ جس شخص نے وضو سیکھنے یا وضو سکھانے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے وضو کیا، درآں حالیکہ اس فعل سے رفع حدث (طہارت حاصل کرنا) اس کا مقصد نہیں تھا، تو اس کی عبادات کے لیے یہ وضو کافی نہیں ہے، اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ قسم، طلاق اور عتاق وغیرہ کے الفاظ بغیر نیت کے معتبر نہیں ہوتے، علماء کا اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے، ہمارے نزدیک حقوق العباد میں طلاق اور عتاق کے الفاظ میں ظاہری معنی کا اعتبار ہوگا، اور اگر کوئی شخص صریح طلاق اور عتاق کے الفاظ بول کر یہ کہے: میری مراد اس سے طلاق دینا یا آزاد کرنا نہیں تھی، تو اس کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اور اس کے صریح الفاظ سے جو معنی ظاہر ہوگا، اس کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا۔(۴)

۱۔ النہایۃ، ج ۵، ص ۲۱۲ ۲۔ شرح مسلم نووی، ج ۲، ص ۱۴۱ ۳۔ ایضاً

۴۔ اکمال اکمال المعلم، ج ۵، ص ۲۵۶

☆ علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے آئمہ ثلاثہ نے وضو اور غسل میں نیت کے وجوب پر استدلال کیا ہے، وہ اس حدیث کا یہ معنی کرتے ہیں کہ اعمال کی صحت کا مدار نیت پر ہے، اور اس میں الف لام استغراق کا ہے یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور تمام عبادات میں نیت مطلوب ہے، اسی طرح طلاق اور عتاق میں بھی نیت ضروری ہے۔

اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو اور غسل میں نیت ضروری نہیں ہے، ایک روایت میں امام مالک کا بھی یہی قول ہے، فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے: کہ اعمال کا کامل ہونا یا ان کا ثواب نیات پر موقوف ہے، کیونکہ نیت نہ ہونے سے اصل عمل باطل نہیں ہوتا، اور اس پر قرینہ یہ ہے: کہ اس کے بعد فرمایا ہے: لکل امرء مانوی، ہر شخص کو اس کی نیت کا پھل ملتا ہے، اور اس سے ثواب ہی مراد ہے، نیز اگر اس سے مراد صحت لی گئی یعنی بغیر نیت کے عمل صحیح نہیں ہوتا، تو لامحالہ بعض عبادات میں تخصیص کرنی پڑے گی، کیونکہ قرض کا ادا کرنا، امانتوں کا واپس کرنا، اذان دینا، تلاوت کرنا، وعظ ونصیحت کرنا، راستہ دکھانا، راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا، یہ سب کام عبادات ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ یہ تمام کام بغیر نیت کے صحیح ہوتے ہیں، لہٰذا وضو اور غسل بھی بغیر نیت کے صحیح ہونے چاہئیں۔

تحقیق یہ ہے کہ یہ بات تو عقلاً باطل ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہو کہ ہر عمل کا شرعاً صحیح ہونا نیت پر موقوف ہے، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اعمال بغیر نیت کے شرعاً صحیح ہوتے ہیں، جیسا کہ بیع، شراء، اجارہ، نکاح، طلاق وغیرھا، اس لیے لامحالہ اس حدیث کو کمال اور ثواب پر موقوف کرنا ہوگا، یعنی ہر عمل کا کمال اور ثواب نیت پر موقوف ہے۔(۱)

☆ علامہ ابن سمعانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے: کہ جو اعمال عبادات سے خارج ہیں اگر ان میں بھی عبادات کی نیت کر لی جائے، تو ان پر بھی ثواب ملتا ہے، مثلاً کوئی شخص کھانے پینے سے عبادت میں تقویت حاصل کرنے کی نیت کرے، اور سونے میں یہ نیت کرے کہ اس کی تھکاوٹ زائل ہو جائے، اور اس کو مزید عبادت کے لیے توانائی حاصل ہو، اور مجامعت میں یہ نیت کرے تاکہ وہ گناہ اور بے حیائی کے کاموں سے بچا رہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: تم میں سے ہر شخص کی شرمگاہ میں بھی صدقہ ہے۔ بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے: کہ جو افعال عبادات محضہ ہیں، جب کوئی شخص ان کو عادتاً کرے اور ان میں عبادت کی نیت نہ کرے، تو ہر چند کہ وہ افعال شرعاً صحیح ہیں، لیکن ان پر ثواب نہیں ملتا، یہ قول صحیح نہیں ہے، کیونکہ حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کو ہر جائز اور صحیح کام پر اجر ملتا ہے، خواہ وہ اس کام میں عبادت کی نیت کرے، یا نہ کرے، امام احمد روایت کرتے ہیں:

۱۔ عمدۃ القاری، ج ۱، ص ۳۱۔۳۰

عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ فقال النبی ﷺ ... وَمُبَاضَعَتُكَ امْرَأَتَكَ صَدَقَةٌ "قَالَ :قُلْتُ :يَا رَسُولَ اللهِ نَأْتِي شَهْوَتَنَا وَنُؤْجَرُ؟ قَالَ" :أَرَأَيْتَ لَوْ جَعَلْتَهُ فِي حَرَامٍ، أَكُنْتَ تَأْثَمُ؟ "قَالَ :قُلْتُ :نَعَمْ .قَالَ: "فَتَحْتَسِبُونَ بِالشَّرِّ وَلَا تَحْتَسِبُونَ بِالْخَيْرِ "(۱)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تمہارا اپنی بیویوں سے جماع کرنا بھی صدقہ ہے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اگر ہم محض شہوت سے یہ کام کریں، کیا پھر بھی یہ صدقہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر تم حرام طریقہ سے یہ کام کرتے، تو تم گناہ کے مستحق ہوتے؟ انہوں نے کہا: ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: تو کیا تمہارا صرف شر پر حساب ہوگا، اور خیر پر تمہارا حساب نہیں ہوگا۔

☆ اس حدیث سے یہ واضح ہوگیا: کہ مسلمان کو ہر جائز اور صحیح کام پر اجر ملتا ہے، خواہ وہ اس کام میں عبادت کی نیت کرے یا نہ کرے، کیونکہ مسلمان کا ناجائز اور حرام کام کو ترک کر کے جائز اور صحیح کام کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے، کہ وہ اللہ تعالیٰ ﷻ کے ڈر اور خوف سے حرام کام سے بچ کر حلال اور جائز کام کر رہا ہے، اور یہ اس کے صدق نیت اور اخلاق کی علامت ہے، ہاں! اگر وہ اس کام میں اطاعت اور عبادت کی نیت کرے گا تو اس کو اضافی اجر ملے گا۔

☆ اس حدیث میں یہ بھی ہے: سو جس شخص کی ہجرت اللہ تعالیٰ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہے، سو اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ ہی کی طرف ہے، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر ہجرت کرے گا، تو اس کو ہجرت کا اجر و ثواب ملے گا، اور جو شخص، دنیا کی کسی چیز یا کسی عورت کی خاطر ہجرت کرے گا، تو اس کو دنیا میں اپنا حصہ مل گیا، اور آخرت میں اس کا اس ہجرت کی وجہ سے کوئی اجر نہیں ہوگا۔

☆ اس حدیث میں دنیا کے ساتھ عورت کا ذکر دو وجہ سے کیا گیا ہے۔

۱۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ ایک شخص نے ام قیس نامی ایک عورت سے شادی کرنے کے لیے ہجرت کی تھی، اس وجہ سے اس شخص کو مہاجر ام قیس کہا جاتا تھا۔ دوسری وجہ عورت کے فتنہ پر خصوصی تنبیہ کرنا ہے، تاکہ لوگ عورتوں کے فتنوں سے محفوظ رہیں۔(۲)

☆ اس حدیث میں ہے: " انما لا مرء ما نوی " مرد کو وہی پھل ملتا ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے" اس حدیث کی تشریح میں فقہاء اسلام نے یہ بیان کیا ہے، کہ مسلمان اگر ایک کام میں متعدد چیزوں کی نیت کرے، تو اس کو ان متعدد چیزوں کا اجر اور ثواب مل جاتا ہے، مثلاً مسلمان مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جاتا ہے یہ ایک عمل ہے وہ اس میں یہ نیت کرے کہ:

(۱) مجھے راستہ میں جو مسلمان ملے گا اس کو سلام کروں گا۔(۲) اگر کسی نے سلام کیا تو اس کے سلام کا جواب دوں گا۔(۳) اگر کوئی ضرورت مند شخص نظر آیا تو اس کی مدد کروں گا۔(۴) کسی نابینا کو سڑک پار کرادوں گا۔(۵) کسی سائل کو حسب استطاعت خیرات دوں گا۔(۶) اگر کسی شخص کو برا کام کرتے دیکھوں گا تو اس کو منع کروں گا۔(۷) حسب توفیق نیکی کا حکم دوں گا۔(۸) اگر راستہ میں کوئی تکلیف دہ چیز پڑی ملی تو اٹھا کر ایک طرف رکھ

۱۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۱۶۸-۱۶۷ ۲۔ شرح صحیح مسلم، ج ۵، ص ۹۲۳-۹۲۴

دوں گا۔ (۹) راستہ میں اگر عورتیں نظر آئیں تو نیچی نظر کر کے گزروں گا۔ (۱۰) کسی مسلمان سے بات کرنی پڑی تو شائستگی اور ملائمت سے بات کروں گا۔ (۱۱) کسی مسلمان کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا تو اس کو یرحمک اللہ کہوں گا۔ (۱۲) اگر راستہ میں کوئی جنازہ ملا تو اس کی تعظیم کے لیے سواری سے اتر جاؤں گا یا کھڑا ہوں گا۔ (۱۳) اگر کوئی بیمار ملا تو اس کی عیادت کروں گا۔ (۱۴) اگر کہیں سے میوزک کی آواز آئی تو وہاں سے جلدی گزر جاؤں گا، رسول اللہ ﷺ کی طرح کانوں میں انگلیاں دے کر گزروں گا۔ (۱۵) مسجد میں جانے کے لیے طویل مسافت کی راہ اختیار کروں گا تا کہ زیادہ چلنے کی وجہ سے زیادہ اجر وثواب ملے۔ (۱۶) مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پیر رکھوں گا۔ (۱۷) داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھوں گا، اللھم افتح لی ابواب رحمتك۔ (۱۸) مسجد میں جتنی دیر ٹھہروں گا اعتکاف کی نیت سے ٹھہروں گا۔ (۱۹) ایک روایت میں ہے: کہ مسجد اللہ تعالیٰ ﷻ کا گھر ہے، اور جو شخص مسجد میں آتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ ﷻ کی زیارت کرنے اور اس سے ملاقات کے لیے آتا ہے، اور اپنے مہمانوں کی ضیافت کرنا اللہ تعالیٰ ﷻ کے ذمہ کرم پر ہے سو وہ یہ نیت کرے کہ وہ اس حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ ﷻ کی ضیافت حاصل کرے گا۔ (۲۰) جو شخص نماز باجماعت کے انتظار میں، جتنی دیر مسجد میں بیٹھا رہتا ہے، اس کا شمار نماز میں ہوتا ہے، سو وہ یہ نیت کرے کہ میں مسجد میں جا کر جماعت کے انتظار میں بیٹھوں گا۔ (۲۱) جب تک کوئی مسلمان مسجد میں باوضو رہتا ہے، فرشتے اس کے لیے رحمت اور مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں، سو وہ فرشتوں کی دعا کے حصول کی نیت کرے۔ (۲۲) قرآن مجید میں ہے: ''یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا۔(۱)'' اے ایمان والو! صبر کرو، دوسروں کو صبر کی تلقین کرو اور اسلام کی سرحدوں کی حفاظت کرو، بعض مفسرین نے ورابطوا کی تفسیر انتظار نماز سے کی ہے، کیونکہ نماز کا انتظار کرنا بھی شیطان سے مدافعانہ جنگ اور اسلام کی حفاظت ہے۔ (۲۳) ایک حدیث میں ہے کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، خطاؤں کے مٹنے، گناہوں کے معاف ہونے اور درجات بلند ہونے کا موجب ہے۔ (۲۴) ایک حدیث میں ہے ''فذلك الرباط فذالك الرباط'' نماز کا انتظار کرنا ہی سرحد اسلام کی حفاظت کرنا ہے۔ (۲۵) یہ نیت کرے کہ جتنی دیر مسجد میں بیٹھا رہوں گا، تمام ممنوعات شرعیہ اور حواس اور مشاعر کے گناہوں سے بچا رہوں گا، مثلاً کوئی بری چیز دیکھوں گا نہ کوئی بری بات سنوں گا۔ (۲۶) مسجد میں داخل ہوتے وقت رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام عرض کروں گا۔ (۲۷) خلوت میں بیٹھ کر یاد خدا میں مشغول رہوں گا۔ (۲۸) قرآن مجید کی تلاوت کروں گا۔ (۲۹) اگر مسجد میں وعظ ہو رہا ہو گا تو وعظ سنوں گا۔ (۳۰) حدیث میں ہے جو شخص وضو کر کے مسجد میں جائے، اور نماز ادا کرے، اس کو حج اور عمرہ کا ثواب مل جاتا ہے، اس کی نیت کرے۔ (۳۱) سنت الوضوء پڑھنے کی نیت کرے۔ (۳۲) تحیۃ المسجد پڑھنے کی نیت کرے۔ (۳۳) علمی افادہ اور استفادہ کی نیت کرے۔ (۳۴) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی نیت کرے۔ (۳۵) مسلمان بھائیوں کی زیارت اور حسب استطاعت ان کی مدد کی نیت کرے۔ (۳۶) مسجد میں موجود مسلمانوں کو سلام کرے اور دعا دینے کی نیت کرے۔ (۳۷) مسجد میں بیٹھ کر امور آخرت میں غور وفکر اور توبہ واستغفار کرنے کی نیت کرے۔ (۳۸) جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی نیت کرے۔ (۳۹) مسجد سے جاتے وقت پہلے بایاں پیر باہر نکالے۔ (۴۰) مسجد سے جاتے وقت یہ دعا کرے ''اللھم انی اسئلك من فضلك''

☆ اسی طرح خوشبو لگانا ایک عمل ہے اس میں یہ نیت کرے کہ (۱) آپ خوشبو پسند کرتے تھے اس لیے خوشبو لگاتا ہوں۔ (۲) خوشبو لگانے سے مسجد کی تعظیم کا اظہار ہو۔ (۳) مسجد میں بیٹھنے والوں کو اس کے جسم سے بری بو نہ آئے۔ (۴) اگر اس کے جسم سے بری بو آئی تو نمازیوں کو تکلیف

۱۔ آل عمران ۳: ۲۰۰

ہوگی اور ممکن ہے کہ وہ اس کی غیبت کر کے گناہ میں پڑ جائیں۔(۵) نمازیوں اور فرشتوں کو خوشبو سے راحت ہو۔(۶) خوشبو سے دماغ کو راحت پہنچتی ہے اور ذکر وفکر میں تقویت حاصل ہوتی ہے، اور اس کے علاوہ بھی خوشبو کی اچھی وجوہات تلاش کر کے ان کی نیت کرے۔(۱)

☆ محدثین کرام اپنی تالیفات میں عموماً اس حدیث کو پہلے لکھتے ہیں۔اس سے ان کی مراد اخلاص قصد اور تصحیح نیت اور اللہ تعالیٰ ﷻ کی رضا جوئی ہوتی ہے۔امام بخاری نے بھی اس کو پہلے لکھ کر اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے، کہ میری تصنیف خلوص نیت پر مبنی ہے، اور یہ بات ان کو حاصل بھی ہوگئی اور بخاری کو اہل شرق وغرب نے قبول کیا۔

☆ حافظ ابن مہدی فرماتے ہیں: کہ جو شخص کتاب لکھے تو اس کو چاہیے، کہ اس حدیث سے اپنی کتاب کا افتتاح کرے۔

☆ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: کہ وہ چار ہزار حدیثیں جن میں مسائل دینیہ کا ذکر ہے، انسان کو اپنے دین کے لیے، ان میں سے صرف چار حدیثیں کافی ہیں:

۱۔ انما الاعمال بالنیات : عمل کا دارومدار نیت پر ہے۔

۲۔ الحلال بین والحرام بین : حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے۔

۳۔ من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه: آدمی کے حسن اسلام سے یہ بات ہے، کہ وہ اس چیز کو چھوڑ دے جو اس کو نفع نہ دے۔

۴۔ ولا یکون المومن مومنا حتی یرضی لاخیه مایرضی لنفسه: مومن اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ وہ بھائی (مومن) کے لیے، اس چیز کو پسند نہ کرے، جسے وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

ظاہر ہے جو شخص ان چار حدیثوں پر عمل کرتا ہے وہ یقیناً پورے اسلام کو عملی طور پر قبول کرنے والوں میں شمار ہوگا۔غرضیکہ یہ حدیث ایک ہزار حدیثوں کے برابر ہے، اور انتہائی جامع حدیث ہے۔امام قاضی عیاض کہتے ہیں: کہ آئمہ نے فرمایا ہے: کہ یہ حدیث ثلث اسلام (دین کا تہائی حصہ) ہے۔ابن مہدی کہتے ہیں: علم کے تیس بابوں میں اس حدیث کو دخل ہے۔امام شافعی نے فرمایا۔ستر باب ہیں۔(۲)

☆ یہ حدیث حضور علیہ السلام نے خطبہ میں ارشاد فرمائی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس کو منبر پر بیان فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوا صحابہ میں "عمر بن الخطاب" کسی کا نام نہیں ہے، اور عمرو نامی صحابہ میں تیئس عدد افراد ہوئے ہیں۔اسی لیے عمرو کے آخر میں واؤ زیادہ لکھتے ہیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ اس عمر سے عمر بن الخطاب مراد نہیں ہے۔

☆ ہجرت کا پس منظر:

یہ ہجرت جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی طرف فرمائی۔اللہ تعالیٰ ﷻ کا حکم تھی۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بھی حضور علیہ السلام نے یہی فرمایا تھا: کہ اب ہجرت کا حکم آگیا ہے۔اس ہجرت کا ذکر کتب سماویہ میں بھی تھا۔چنانچہ وحی کی ابتدائی کیفیت جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ورقہ بن نوفل کو سنائی تھی، تو انہوں نے کہا تھا: کہ یہ وہی ناموس اکبر ہے، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا، اور اے کاش! میں اس وقت تک زندہ رہ سکوں، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم آپ کو مکہ مکرمہ سے ہجرت پر مجبور کرے گی۔نیز سنت اللہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ﷻ آخری معجزہ عذاب اس وقت نازل فرماتا ہے، جب کہ پیغمبر کو مومنین کی جماعت کو ساتھ لے کر ہجرت کا حکم دیتا ہے۔ایسی ہجرت ہر نبی نے کی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کے

۱۔ شرح صحیح مسلم، ص ۹۲۴-۹۲۵ ۲۔ فیوض الباری، ج ۱، ص ۷۷

ملک سے ہجرت کرتے ہیں۔ انی مہاجر الیٰ ربی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے ہجرت کرتے ہیں۔ پھر جب یہ ہجرت ہو لیتی ہے، تو معجزہ عذاب آتا ہے، چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام جب تک کشتی پر سوار نہ ہوئے، عذاب نہیں آیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق سے نکل کر شام اور مصر نہ چلے گئے، عذاب نہ آیا۔ اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام جب تک اپنی اپنی قوموں کو لے کر الگ نہ ہو گئے، عذاب نہ آیا۔ جب ان حضرات نے ہجرت کر لی، تو اب عذاب نازل ہو گیا۔ بعینہ اسی سنت الٰہی کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہجرت کرنی پڑی۔ کفار نے انتہائی تنگ کیا۔ مصائب و آلام کے پہاڑ توڑ دیئے۔ طرح طرح کے معجزات طلب کیے۔ تو اب وہ وقت آ گیا کہ کفار پر عذاب نازل ہو، چنانچہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے نکلے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انا اللہ پڑھا تھا، اور فرمایا تھا: کہ اب قریش کی ہلاکت نزدیک آ گئی (۱)

چنانچہ آیۂ قتال بھی ہجرت کے بعد نازل ہوئی اور بدر کی لڑائی بھی جو دراصل معجزۂ عذاب تھا، جس میں مسلمانوں کو فتح اور کافروں کو شکست ہوئی تھی، اور جس کی تفصیل سورۂ انفال میں ہے۔ وہ بھی ہجرت کے بعد ظہور پذیر ہوئی۔ بہر حال حضور علیہ السلام نے مکہ مکرمہ سے جو ہجرت فرمائی یہ سنت الٰہی کے مطابق تھی اور ہر نبی کو ایسی ہجرت کرنی ہوتی ہے۔

☆ پھر اس ہجرت کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی، کہ ہجرت کرنے والے انتہائی مخلص تھے، اور ان کو ہجرت پر برانگیختہ کرنے والی چیز رضاء الٰہی کے سوا اور کچھ نہ تھی۔ اس امر کا اندازہ یوں بھی کیجئے: کہ مکہ مکرمہ میں اسلام غریب تھا، کفار نے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تھا، وطن اور مال و اولاد سے کس کو محبت نہیں ہوتی، پھر بظاہر ایسے حالات بھی نہ تھے، جن سے یہ امید باندھی جائے، کہ ہجرت کے بعد مسلمانوں کو غلبہ ہو گا، مگر صحابہ کرام کا خلوص وللّٰہیت دیکھیے کہ انہوں نے بلا کسی لالچ و طمع کے رسول کریم علیہ السلام کا ساتھ دیا۔ وطن چھوڑا، مال و دولت، اہل و عیال، رشتہ دار سب کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا۔ ایسی خصوصیت والی ہجرت، ایسے پاکیزہ نفوس کی ہجرت اور اس خلوص وللّٰہیت کے ساتھ ہجرت واقع میں بے مثال ہجرت تھی۔ یہ ہجرت مقبول ہجرت تھی۔ اس کے متعلق ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ان مہاجرین کی ہجرت کو قبول فرمالیا، اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ ان حضرات سے یقیناً حتماً راضی ہو گیا۔

☆ پس ایسی ہجرت جس کے ثواب میں جنت اور رضائے الٰہی کا حصول یقینی ہے، بلاشبہ فتح مکہ کے بعد ختم ہو چکی، اور اب قیامت تک ایسی ہجرت نہیں ہو گی۔ ایسی ہجرت کے متعلق حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

لاهجرة بعد الفتح: فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔

یعنی یہ مخصوص ہجرت اب منقطع ہو چکی ہے، البتہ ایسا ہوتا رہے گا، کہ مسلمانوں کو ہجرت کرنی پڑے، اور یہ اس وقت تک جاری رہے گی، جب تک کہ اسلام کے مقابلہ میں کفر موجود ہے، مگر اس ہجرت کا حال یہ ہے: کہ اگر خلوص نیت کے ساتھ ہے، اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے ہے تو ثواب ملے گا، مگر اس دنیا میں اس کے متعلق قطعی حکم نہیں دیا جا سکتا، کہ اس کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے قبول بھی فرمالیا۔ اس کے برعکس مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ والی ہجرت ہے، جواب نہیں ہے، اور جن احادیث میں ہجرت کا ذکر ہے، اگر ان پر غور کیا جائے، تو تضاد و اختلاف کے لفظ استعمال کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ (۲)

۱۔ مسند احمد، ج۱، ص۲۱۶ ۲۔ فیوض الباری، ج۱، ص۸۱۔۸۲

لاھجرۃ بعد الفتح سے یہ مراد لینا کہ فتح مکہ کے بعد ہمیشہ کے لیے ہجرت شرعی ختم ہوگئی، صحیح نہیں۔ حدیث ہذا پر غور کرنے سے جوبات واضح ہوتی ہے: وہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ یہ بتانا چاہتے ہیں: کہ جس طرح فتح مکہ سے قبل مدینہ منورہ چلے آنے والے مسلمان مہاجر سمجھے جاتے تھے، اور ان کو ہجرت کا ثواب ملتا تھا۔ اس طرح اب فتح مکہ کے بعد مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آنے والے مسلمان مہاجر نہیں سمجھے جاسکتے، کیونکہ اب مکہ ومدینہ دونوں دارالاسلام ہوگئے ہیں، اور ہجرت شرعی کے اسباب وعلل میں سے کوئی بھی سبب اب موجود نہیں رہا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام ایسا نہ فرماتے تو ہوسکتا تھا: کہ بعض لوگ فتح مکہ کے بعد بھی ثواب ہجرت حاصل کرنے کے لیے مدینہ ہجرت کرنے لگتے، تو ان کی تنبیہ وتفہیم کے لیے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اب فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔ یعنی اب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آنے والے افراد مہاجر نہیں ہوسکتے، کیونکہ ہجرت کی تعبدی نوعیت اور حقیقت کا تعلق مکہ اور مدینہ کے شہروں سے خاص نہیں ہے، بلکہ ان خاص حالات سے ہے، جن میں ہجرت ہوتی ہے، اور یہ حالات کسی بھی ملک میں ہوں، حکم ہجرت نافذ ہوجائے گا، اور جب یہ حالات ختم ہوجائیں گے، تو مکہ اور مدینہ سے حکم ہجرت اٹھ جائے گا۔ (۱)

☆ ہجرت کے شرعی معنیٰ:

باعتبار لغت ہجرت کے معنی ترک کے ہیں۔ حدیث میں بھی یہ لفظ ترک کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے، مثلاً حضور علیہ السلام نے فرمایا:

المھاجر من ھجر مانھی اللہ عنہ: مہاجر وہ ہے جو اس چیز سے رک جائے، جس سے اللہ تعالیٰ ﷻ نے منع فرمایا ہے۔

اور اصطلاح شرع میں ہجرت یہ ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ ﷻ کی رضا کی خاطر، اپنے شہر یا اقامت گاہ، کو چھوڑ کر کسی اور شہر یا ملک میں چلا جائے اور وہاں مقیم ہوجائے۔ اکثر علماء نے یہ قید بھی لگائی ہے کہ یہ سفر دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف ہو، مگر یہ قید ضروری نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ اس قید سے صحابہ کی ''پہلی ہجرت'' جو حبشہ کی طرف ہوئی۔ ''حبشہ'' اس وقت دارالاسلام نہ تھا۔ بہرحال علماء کی تفصیلی آراء کے مطالعہ کے بعد واضح ہوتا ہے: کہ شرعی ہجرت میں یہ قید ضروری نہیں ہے، کہ ہجرت دارالکفر سے دارالاسلام ہی کی طرف ہو۔ یہ ہوسکتا ہے کہ ایک اسلامی ملک میں اہل اقتدار نظریات وعقائد کے لحاظ سے ایسے بگڑ جائیں، کہ صحیح العقیدہ مسلمان کی زندگی وہاں دوبھر ہوجائے۔ وہ ملک اگرچہ اسلامی ملک ہی کہلاتا ہو۔ مگر باوجود اس کے وہاں منکرات وفواحش کا زور ہو، اور اہل اقتدار کی طرف سے حق کہنے اور حق پر چلنے والے مستحق تعزیر ہوں۔ ایسی حالت میں اگر کوئی صحیح العقیدہ مسلمان حمیت وغیرت میں صرف اپنے دین وایمان کے سلامت لے جانے کی نیت سے، اس ملک کو چھوڑ کر کہیں اور چلا جائے، تو شرعاً یہ بھی ہجرت ہوگی، اور انشاء اللہ العزیز اس پر بھی ثواب ملے گا۔

☆ اسی طرح فرض کیجئے کہ کسی دارالکفر سے مسلمان تنگ آکر ہجرت کرتا ہے اور جغرافیائی مصالح اور حالات کی مجبوری کی وجہ سے کسی قریبی دارالکفر میں پہنچ سکتا ہے، اور یہ دارالکفر باوجود دارالکفر ہونے کے اسلام کے حق میں اتنا ظالم وجابر نہ ہو، کہ کسی مسلمان کے لیے رہنا ہی مشکل ہوجائے۔ تو پہلے دارالکفر سے اس دارالکفر کی طرف حفاظت دین وایمان کے لیے آنا جانا ہجرت شرعی ہی ہوگا۔ (۲)

☆ واضح ہو کہ اسلام میں نیت یعنی ارادہ قلبی ہر عمل کی بنیاد ہے۔ کوئی کام اپنے نتیجہ کے لحاظ سے اتنا اچھا یا برا نہیں ہوتا، جتنا نیت کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے نیت کا معاملہ بڑے نمایاں طور پر بیان کیا ہے اور جگہ جگہ اخلاص اور حسن نیت کی ہدایت فرمائی ہے:

۱۔ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ (۳) اللہ تعالیٰ ﷻ کی عبادت خلوص کے ساتھ کرو۔

۱۔ ایضاً ص ۸۳ ۲۔ ایضاً ۳۔ اعراف ۷: ۲۹

۲۔ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصاً لَّهُ الدِّيْنَ o(۱)
خدا کی عبادت خلوص کے ساتھ کرو۔

۳۔ وَمَن يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَن يُرِدْ ثَوَابَ الآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَاo(۲)
اور جو شخص دنیا میں اعمال کا بدلہ چاہے اس کو ہم دنیا ہی میں بدلہ دیں گے اور جو آخرت میں طالب ثواب ہو اس کو آخرت میں اجر عطا کریں گے۔

۴۔ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعاً بَصِيْراًo(۳)
جو شخص دنیاوی اجر کا ارادہ رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ ﷻ کے پاس دنیا وآخرت دونوں کے بدلے ہیں اور اللہ تعالیٰ ﷻ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

اس آیت میں سمیع وبصیر کے الفاظ اس جانب اشارہ کررہے ہیں، کہ وہ قادر وقدیر خدا تمہارے دلوں کی آواز سننے والا اور پوشیدہ ارادوں کو جاننے والا ہے۔ لہٰذا اگر عمل دنیاوی منفعت کی نیت سے کیا گیا ہے، تو بس دنیا ہی میں اس کا بدلہ دے دیا جائے گا، اور آخرت کا انعام تو صرف انہیں کے لیے ہے، جو آخرت کے ارادہ سے نیک کام کریں، اسی لیے علماء نے فرمایا: کہ مومن کا ہمیشہ کے لیے جنت میں داخلہ اس کے اعمال کی وجہ سے نہیں، بلکہ حسن نیت کی وجہ سے ہوگا، کیونکہ عمل کا تقاضہ تو صرف یہ ہے کہ اسی مقدار میں ثواب دیا جائے، جتنا اس کا عمل ہے۔ ظاہر ہے کہ انسان کے نیک اعمال کا وزن اور مدت ایسی نہیں ہے، کہ اس کے بدلہ میں خلود فی الجنتہ کا انعام مل سکے۔ یہ خلود فی الجنتہ تو دراصل نتیجہ ہے مومن کے اس قصد وارادہ کا کہ اگر اللہ تعالیٰ ﷻ نے مجھے ہمیشہ زندہ رکھا، تو ہمیشہ اس کی خوشنودی کے لیے، اس کی اطاعت کروں گا۔ چونکہ عزم وارادہ میں ہیشگی پائی گئی ہے، اس لیے اس کے بدلہ میں خلود فی الجنتہ کا انعام دیا جائے گا۔(۴)

☆ حضور سید عالم ﷺ نے نیت درست رکھنے اور ریا وسمعہ سے بچنے کی ترغیب کے لیے متعدد اسالیب اختیار فرمائے، کہیں فرمایا: مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ کہیں فرمایا: جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا یا نماز پڑھی یا دکھاوے کو صدقہ دیا، شرک کیا۔ کہیں فرمایا: سب سے زیادہ خطرناک چیز جس سے مجھے تمہارے بارے میں خوف ہے شرک اصغر ہے۔ پوچھا: کہ حضور ﷺ! شرک اصغر کیا ہے؟ فرمایا: قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ ﷻ اپنے بندوں کے اعمال کی جزا وسزا دے گا۔ تو دکھاوے کی نیت رکھنے والوں سے فرمائے گا۔ انہیں کے پاس جاؤ، جنہیں دکھانے کے لیے تم نے فلاں فلاں عمل کیا تھا۔ دیکھیں؟ ان کے پاس تمہیں دینے کے لیے کیا ہے؟ کہیں فرمایا: جس نے نیک عمل کا ارادہ کیا، اور پھر نہ کرسکا تو محض نیت پر ثواب ملے گا۔ ایک حدیث میں فرمایا: میرا ایک صحابی ایک مد یا نصف مد اللہ تعالیٰ ﷻ کی راہ میں خرچ کرے، اور تم (غیر صحابی) سونے کا ایک پورا پہاڑ راہ خدا میں دے دو، تب بھی صحابی کے ایک مد کی برابری نہیں کرسکتے۔ ظاہر ہے کہ سونے کے ایک پورے پہاڑ کے مقابلے میں ایک مد کی حیثیت ہی کیا ہے۔ مگر چونکہ اعمال میں بنیادی اہمیت نیت کی ہے، اور اخلاص ونیت میں کوئی بھی صحابی کی برابری نہیں کرسکتا۔ اس لیے صحابی کا تھوڑا عمل بھی ہمارے بڑے بڑے نیک عملوں کے مقابل عند اللہ کہیں ارفع واعلیٰ ہوگیا۔(۵)

☆ پھر خلوص نیت کا تعلق صرف اعمال ہی سے نہیں ہے بلکہ خیالات وجذبات، افکار ومعتقدات کے مفید ومقبول ہونے کے لیے خلوص نیت کی ضرورت ہے۔ اگر ہم کسی سے بدگمان ہیں یا اس کے مخالف ہیں، تو یہ دیکھا جائے گا: کہ یہ مخالفت آیا اس لیے ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ﷻ کا نافرمان

۱۔ زمر ۳۹:۲ ۲۔ آل عمران ۳:۱۴۵ ۳۔ نساء ۴:۱۳۴
۴۔ فیوض الباری، ج ۱، ص ۸۴ ۵۔ ایضاً

ہے، اور اس جیسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ ﷻ نے بدگمانی کا حکم دیا ہے، یا یہ بدگمانی اور مخالفت اس لیے ہے، کہ اللہ تعالیٰ ﷻ کے حکم سے قطع نظر کر کے، ہمیں کسی گروہ کا ساتھ دینا ہے، یا کسی شخص کی خوشنودی سے اپنے نفس کی تسکین مقصود ہے۔ اگر پہلی صورت ہو تو بیشک ہماری بدگمانی اور مخالفت نہ صرف حق ہے، بلکہ اس پر ثواب کی امید بھی ہے، اور اگر دوسری صورت ہے تو یقیناً ہماری یہ مخالفت و بدگمانی گناہ ہے۔ اس لیے ہر عمل، ہر قاعدہ اور ہر جذبہ کو جانچ کر دیکھنے کی ضرورت ہے، کہ اس کی تہ میں کس حد تک رضائے مولا کی طلب ہے، اور کس حد تک کوئی اور جذبہ۔(۱)

☆ یہی وجہ ہے کہ فساد نیت کے باعث بہتر سے بہتر اور افضل سے افضل عمل کرنے والے قیامت کے دن منہ کے بل گھسیٹے جائیں گے، اور ان کے اعمال خیر ان کے لیے وبال جان ہو جائیں گے، مسلم شریف میں ہے:

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: تَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَالَ لَهُ نَاتِلُ أَهْلِ الشَّامِ: أَيُّهَا الشَّيْخُ، حَدِّثْنَا حَدِيثًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: نَعَمْ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ " : إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ رَجُلٌ اسْتُشْهِدَ، فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: قَاتَلْتُ فِيكَ حَتَّى اسْتُشْهِدْتُ، قَالَ: كَذَبْتَ، وَلَكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِأَنْ يُقَالَ: جَرِيءٌ، فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ، وَعَلَّمَهُ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ، فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ، وَعَلَّمْتُهُ وَقَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ، قَالَ: كَذَبْتَ، وَلَكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ: عَالِمٌ، وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ: هُوَ قَارِئٌ، فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللهُ عَلَيْهِ، وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهِ، فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ، قَالَ: كَذَبْتَ، وَلَكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ: هُوَ جَوَادٌ، فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ، ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ (۲)

حضرت سلمان بن یسار فرماتے ہیں مختلف لوگوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، اہل شام میں کچھ لوگوں نے آپ سے کہا اے شیخ ہیں کوئی ایسی حدیث بیان کریں جو آپ نے حضور ﷺ سے سنی ہو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جن لوگوں کا فیصلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب سے پہلے کرے گا، ان میں ایک شخص تو وہ ہوگا، جسے اللہ تعالیٰ ﷻ کی راہ میں شہید کیا گیا۔ یہ لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ یہ نعمتیں ہم نے تمہیں دیں۔ وہ جواب دے گا بیشک دی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ﷻ کہے گا: پھر تو نے ان کی سپاس گزاری میں کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں تیری خاطر لڑا، یہاں تک کہ شہید کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ﷻ فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے۔ میری خاطر تو کہاں لڑا، بلکہ تو اس لیے لڑا تھا، کہ لوگ تجھے بہادر کہیں، پس لوگوں نے بہادر کہا (اور تجھے تیرا انعام مل گیا)۔ پھر اللہ تعالیٰ ﷻ اس کے بارے میں حکم صادر فرمائے گا، اور اسے منہ کے بل کھینچ کر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ اور ایک شخص وہ ہوگا جس نے علم سیکھا، سکھلایا اور قرآن پڑھا۔ یہ لایا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ ﷻ کہے گا: یہ یہ نعمتیں ہم نے تجھے دی تھیں، وہ کہے گا: بے شک دی تھیں، اور اللہ تعالیٰ ﷻ فرمائے گا: پھر تو نے ان کی سپاس

۱۔ ایضاً ۲۔ مسلم:۴۹۲۳

گزاری میں کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے علم حاصل کیا، ور دوسروں تک پہنچایا، اور تیرے لیے قرآن پڑھا، اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرمائے گا: تو جھوٹا ہے، علم تو نے اس لیے سیکھا: کہ لوگ تجھے عالم کہیں، اور تلاوت قرآن اس لیے کی تھی: کہ لوگ تجھے قاری کہیں، پس انہوں نے کہا، اور تیرا اجر تجھے مل گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کے بارے میں حکم صادر فرمائے گا، اور اسے منہ کے بل کھینچ کر آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ ایک شخص وہ ہوگا، جس پر اللہ تعالیٰ نے روزی کو کشادہ کیا، اور ہر قسم کا مال و متاع اسے عطا کیا، یہ لایا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرمائے گا: یہ نعمتیں ہم نے تجھے دی تھیں۔ وہ کہے گا: بیشک دی تھیں۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کہے گا: پھر تو نے ان کی سپاس گزاری میں کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے ہر اس راہ میں مال خرچ کیا، جس میں خرچ کرنا، آپ پسند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرمائے گا، تو دروغ گو ہے، میری پسند کے خیال سے کہاں، تو نے تو اس لیے مال خرچ کیا، کہ لوگ تجھے سخی کہیں۔ پس انہوں نے کہا اور تیرا اجر تجھے مل گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کے بارے میں حکم صادر کرے گا، اور اسے منہ کے بل کھینچ کر آگ کے حوالے کر دیا جائے گا۔

☆ غور تو کیجئے! جہاد جیسا عمل خیر، شہادت جیسی جلیل القدر نعمت، تعلیم و تعلم جیسا پاکیزہ مشغلہ، صدقہ و خیرات جیسا نفیس کام، اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی خوشنودی کی بجائے دنیا کی ناموری اور شہرت کے جذبہ نے مٹی کر دیا۔ صرف اتنی سی بات پر کہ دل کے اندر بہادر کہلانے کا شوق تھا، عالم مشہور ہونے، قاری اور سخی پکارے جانے کی تمنا تھی، سب کچھ اکارت گیا اور آگ میں جلنا پڑا۔

اس لیے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعمال کا مدار نیت پر ہے اور تمام عقائد و اعمال، جذبات و خیالات کا بارگاہ الٰہی میں مقبول ہونا، اس بات پر منحصر ہے کہ ان کی تہ میں حد درجہ کا خلوص اور رضا الٰہی کے حصول کی خالص نیت کارفرما ہو۔ نیت کی مثال بیج کی طرح اور اعمال و افعال گویا زمین میں جوتنے اور پانی دینے کے درجہ میں ہیں۔ ہم عمل تو کریں دنیا کو دکھانے کے لیے اور امید رکھیں انعام آخرت سے نوازے جانے کی، تو یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے بوئیں تو تھوہڑ اور نیم کے بیج، مگر امید لگائیں کھجور اور آم کے پیدا ہونے کی۔ (۱)

☆ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آغاز ہی میں حدیث انما الاعمال ذکر فرما کر، اسلام کے اس بنیادی مسئلہ کو بیان فرمایا ہے، کہ تمام اعمال و عقائد کے مفید ہونے کا مدار خلوص نیت پر ہے، نیت میں خلوص اور للّٰہیت ہے، تو عمل عنداللہ مقبول اور باعث اجر و ثواب ہے، ورنہ ریا و سمعہ کی آمیزش اچھے سے اچھے عمل کو راکھ کا ڈھیر بنا دیتی ہے۔ (۲)

۱۔ فیوض الباری، ج ۱، ص ۸۶ ۲۔ ایضاً

☆ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ جن کاموں سے ثواب متعلق ہوتا ہے، وہ دو قسم پر ہیں:

۱۔ عبادات مقصود جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ۔ عبادات مقصودہ کا مطلب یہ ہے: کہ وہ عبادت جو کسی دوسری عبادت کے لیے ذریعہ اور وسیلہ نہ ہو۔ اس کا مقصود ہی ثواب ہو۔ اگر ثواب کو اس سے علیحدہ کرلیا جائے، تو اس کا مقصد ہی فوت ہوجائے مثال کے طور پر نماز کو لیجیے۔ یہ عبادت مقصودہ ہے۔ اس کا مقصد ہی ثواب ہے، اور یہ کسی دوسری عبادت کے لیے ذریعہ یا آلہ نہیں ہے۔ جب بھی نماز کے افعال ادا کیے جائیں گے، ثواب اس کے ساتھ ضرور متعلق ہوجائے گا، تو چونکہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی حقیقت ہی ثواب ہے۔ اس لیے ان میں نیت فرض ہے۔ نیت کے بغیر چاہے آپ لاکھ نمازیں پڑھیں بیکار ہیں۔

۲۔ اس کے برعکس عبادات کی دوسری قسم عبادات غیر مقصودہ ہیں: جن کی حقیقت ثواب نہیں ہوتی، بلکہ وہ عبادات مقصودہ کے لیے ذریعہ اور آلہ ہوتی ہیں۔ اگر ثواب کو ان سے علیحدہ بھی کرلیا جائے، تو بھی وہ عبادات مقصودہ کے لیے آلہ رہتی ہیں۔ مثال کے طور پر وضو و غسل کو لیجئے۔ فی نفسہ ان کی حقیقت محض ثواب نہیں ہے، بلکہ وضو ذریعہ بنتا ہے، نماز کا یعنی اصل چیز نماز ہے، اور وضو نماز کے لیے آلہ اور ذریعہ ہے، تو اگر بغیر نیت کے وضو کرلیا جائے، تو وضو صحیح ہوجائے گا اور نماز کے لیے آلہ بن جائے گا گو ثواب نہیں ہوگا۔

☆ بعض لوگوں کو یہ شبہ پیدا ہو کہ نیت اور عدم نیت کا یہ اختلاف فضول معلوم ہوتا ہے، کیونکہ جو شخص وضو و غسل کرتا ہے، ارادہ ہوتا ہے، جبھی تو کرتا ہے، اور یہ ارادہ ہی نیت ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ نیت سے ہماری مراد یہ ہے: کہ کسی کام کو ثواب کی نیت سے کرنا، اور یہ اسی وقت مل سکتا ہے، جب کہ ثواب کی نیت کی جائے۔ فرض کیجئے زید بے وضو ہے۔ اتفاقاً بارش ہوگئی اور اس کے تمام اعضائے وضو بارش کے پانی سے دھل گئے، تو ایسی صورت میں زید کا قصد نہیں ہے، مگر وضو ہوگیا، اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس وضو سے نماز جائز ہوگی، لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چونکہ نیت نہیں پائی گئی، اس لیے وضو درست نہ ہوا۔ (۱)

☆ یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ تیمم بھی عبادت غیر مقصودہ ہے، حالانکہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تیمم بغیر نیت کے درست نہیں ہوتا، تو اس کا مختصر جواب یہ ہے: کہ تیمم میں جو نیت فرض ہے، وہ حصول ثواب کے لیے نہیں ہے، بلکہ تیمم کو وضو کے قائم مقام کرنے کے لیے ہے، اس لیے تیمم میں نیت فرض ہے۔ (۲)

☆ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث سے طلاق، عتاق اور تمام اعمال میں نیت کو شرط قرار دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: کہ صحت اعمال شرع میں نیت پر موقوف ہیں۔ لہٰذا تمام اعمال دینیہ خواہ وہ اقوال ہوں یا افعال، فرض ہوں یا نفل، سب کے سب درست اور شرعاً معتبر ہونے کے لیے نیت ضروری ہے۔ پس اگر کسی شخص نے بغیر نیت کے اپنی بیوی کو طلاق دیدی، تو ان کے نزدیک یہ طلاق واقع نہ ہوگی۔ بشرطیکہ الفاظ کنایہ ہوں ورنہ صریح الفاظ میں طلاق واقع ہوجائے گی، (سندرانی عفی عنہ)۔ لیکن حضرت امام اعظم فرماتے ہیں: کہ حدیث انما الاعمال بالنیات کا ظاہری مفہوم تو یہ ہے، کہ اعمال کا وجود نیت کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا، حالانکہ یہ معنٰی بالا جماع متروکہ ہیں اور یہ بات بدیہی ہے کہ اعمال کا وجود بغیر نیت کے پایا جاتا ہے، نہ صرف یہ بلکہ بہت سے اعمال ایسے ہیں، جن کو شریعت نے بغیر نیت کے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ مثلاً قرض ادا کرنا، ودیعت واپس کرنا، اذان، تلاوت قرآن مجید، ورد و وظائف، ہدایۃ الطریق اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا وغیرہ۔ یہ افعال سب کے سب عبادت ہیں، اور بغیر

۱۔ فیوض الباری، ج۱، ص۸۷۔۸۸ ۲۔ ایضاً

نیت کے صحیح ہو جاتے ہیں، تو اسی طرح طلاق، عتاق بغیر نیت کے صحیح ہونے چاہئیں۔ دوسرے طلاق صریح لفظ ہے، اور صریح میں نیت کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ (۱)

☆ تحقیق یہ ہے کہ حدیث انما الاعمال کے ظاہری معنیٰ بالا جماع مراد نہیں، بلکہ مجازی معنیٰ مراد ہیں، اور یہ کہ حدیث کا مطلب یہ ہے: کہ اعمال کا حکم نیت پر موقوف ہے۔ اب حکم دو قسم کا ہوتا ہے۔

۱۔ ایک وہ جس کا تعلق آخرت سے ہے، اور وہ ثواب ہے۔

۲۔ دوسری قسم وہ ہے، جو دنیا سے متعلق ہے، اور وہ یہ ہے کہ عمل جائز ہو یا مکروہ، فاسد ہو یا حرام۔

۳۔ حکم کی یہ دونوں قسمیں آپس میں متضاد ہیں، کیونکہ اول کی بنیاد صدق ارادہ اور خلوص نیت پر ہے۔ اگر نیت پائی گئی تو ثواب پایا جائے گا، ورنہ نہیں، اور دوسری کا مبنی یہ ہے کہ اس عمل کے ارکان وشرائط پائے گئے، یا نہیں، تا کہ اس کی صحت یا عدم صحت کا حکم کیا جائے، خواہ اس میں نیت ہو یا نہ ہو، تو جب لفظ حکم دو قسم پر مشتمل ہوا، تو یہ بحسب وضع کے مشترک ہو گیا، اور حنفیہ کا مسلک یہ ہے: کہ مشترک میں عموم نہیں ہوتا۔ یعنی لفظ مشترک کے دونوں معنیٰ یک دم لینا جائز نہیں ہے۔

☆ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی مجاز میں عموم کے قائل نہیں، وہ کہتے ہیں دونوں میں سے ایک معنیٰ لینا لازم ہے۔ لہٰذا امام شافعی نے نوع ثانی کو اختیار کر لیا۔ اس بنیاد پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد یہ ہے: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعمال کی صحت وفساد، حلال وحرام کے متعلق حکم صادر فرمائیں۔ اس لیے انہوں نے حدیث انما الاعمال کے معنیٰ یہ کیے کہ صحت اعمال نیت پر موقوف ہے۔

☆ لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے نوع اول کو اختیار فرمایا، اور تقدیر حدیث یہ قرار دی کہ اعمال کا ثواب نیت پر موقوف ہے۔ نوع اول کو اختیار کرنے کی ان کے پاس دو دلیلیں ہیں، جو نہایت معقول ہیں۔

۱۔ اول یہ کہ یہ بات تو بالاتفاق تسلیم ہے، کہ نیت کے بغیر ثواب نہیں ملتا، ایسی صورت میں اگر صحت کو بھی مراد لے لیا جائے، تو مشترک میں عموم لازم آئے گا، جو باطل ہے۔

۲۔ دوم یہ کہ ثواب کو مقدر ماننے میں، یہ فائدہ ہے کہ یہ ثواب اپنے عموم پر باقی رہتا ہے، اور کسی بھی نوع میں اس کی تخصیص کی ضرورت نہیں پڑتی، کیونکہ یہ بالا جماع ثابت شدہ حقیقت ہے، کہ ثواب اعمال نیت ہی پر موقوف ہیں۔ اس کے برعکس اگر صحت کو لیا جائے، تو اس میں لامحالہ تخصیص کرنی پڑے گی، کیونکہ اس میں بعض اعمال مثلاً نکاح، بیع وشراء وغیرہ کی صحت بلا نیت بھی بالاتفاق تسلیم کی جاتی ہے۔

☆ غرضیکہ شوافع تصحیح مقدر مانتے ہیں، جس سے اس رائے کو تقویت پہنچتی ہے، کہ بلا نیت کے وضو سے نماز درست نہ ہو، اور احناف ثواب مقدر مانتے ہیں، تو اس سے اس رائے کو مدد ملتی ہے، کہ بلا نیت کے وضو پر ثواب تو نہ ملے گا، لیکن اس وضو سے نماز درست ہو جائے گی۔ چنانچہ یہ بدیہی بات ہے کہ اگر کوئی شخص بدن کو پاک کرنے یا ستھرا لباس پہنے اور مقصود صرف فرحت حاصل کرنا اور صاف پوشی ہو، بدن کو نجاست سے پاک کرتے وقت اور تبدیل لباس کے وقت، یہ تصور بھی نہ ہو، کہ دونوں کام نماز پڑھنے کی نیت سے کیے جا رہے ہیں، پھر نماز کا وقت آ جائے، اور وہ شخص وضو کر کے نماز پڑھ لے، تو بتایئے نماز ہو گی یا نہیں، تو ظاہر ہے کہ شوافع بھی یہ کہیں گے کہ نماز ہو جائے گی، تو ہم کہیں گے کہ جیسے بدن اور لباس کی

۱۔ ایضاً ص ۸۸

پاکی نماز کے لیے شرط ضروری ہے، اور وہ نیت کے بغیر ہو سکتی ہے، تو اسی طرح وضو بھی ایک شرط ہے، جسے نیت کے بغیر معتبر ہونا چاہیے۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ پانی طاہر ومطہر (پاک اور پاک کرنے والا ہے)، قرآن کریم نے ماء طہوراً فرمایا ہے، تو پانی سے بدن یا کپڑا جو کچھ بھی دھلے گا، خود بخود پاک ہو جائے گا۔ نیت ہو یا نہ ہو۔ یہی حال وضو کا ہے کہ پانی چونکہ اصلاً طاہر ومطہر ہے، اس لیے بلانیت کے وضو سے بھی، وہ پاکی حاصل ہو جائے گی، جو نماز کے لیے شرط ہے۔ ان دلائل کی روشنی میں سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بہت قوی معلوم ہوتا ہے۔ اس اختلاف کی بنیاد پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آئمہ ثلاثہ کے مابین متعدد مسائل میں اختلاف ہو جاتا ہے، جن کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ (۱)

☆ زیر تفہیم حدیث سے متعلق یہ امر بھی قابل وضاحت ہے کہ جب حدیث میں ''الی دنیا'' آ گیا تو اس میں عورت بھی آ گئی۔ پھر ''الی امراۃ'' فرمانے کی کیا ضرورت تھی؟ علامہ قسطلانی ودیگر شارحین نے جواب دیا: چونکہ عورت ہی دنیا میں سب سے زیادہ فتنہ وفساد کا سبب بنتی ہے۔ لہٰذا تخصیص بعد التعمیم کے طور پر اسے خصوصیت سے ذکر کر دیا، جیسا کہ قرآن کریم میں لفظ ملائکہ کے بعد جبریل کا ذکر آیا ہے، اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماترکت بعدی فتنۃ اضر علی الرجل من النساء (۲) میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے بڑھ کر فتنہ انگیز چیز کوئی نہیں چھوڑی۔

☆ اگرچہ لفظ دنیا میں عورت آ گئی تھی، مگر خصوصی تنبیہ کے طور پر عورت کا پھر ذکر فرما دیا۔ ظاہر ہے، کہ یہ توجیہ یک طرفہ ہے اور سوال تو پھر بھی باقی رہتا ہے، کیونکہ دنیا میں جو چیز فتنہ ومصیبت کا سبب بنتی ہے، وہ صرف عورت ہی نہیں ہے، بلکہ اس کے علاوہ مال ودولت اور اولاد بھی ہے، جس کا ذکر خود قرآن حکیم نے کیا ہے، پھر عورت مطلقاً ایسی چیز نہیں ہے، جو فتنہ وفساد کی جڑ بنے۔ حدیث میں یہ بھی تو ہے کہ عورت صالح ہو تو دنیا کی بہترین متاع ہے اور یہ بھی کہ الدنیا کلها متاع وخیر متاعها المرءة الصالحة دنیا پوری کی پوری سرمایہ ہے، اور اس سرمایہ کا سب سے بہترین حصہ صالح عورت ہے۔

☆ بعض شارحین نے یہ جواب دیا کہ یہ حدیث مہاجر ام القیس کے متعلق آئی۔ مدینہ میں قیلہ نامی ایک عورت تھی، جن سے ایک صاحب نے نکاح کرنا چاہا، تو قیلہ نے کہا: مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے آؤ، تو نکاح منظور ہے، چنانچہ انہوں نے ہجرت کر کے نکاح کر لیا۔ لوگ انہیں مہاجر ام القیس کہنے لگے، اس لیے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ کے طور پر خصوصاً عورتوں کا ذکر بھی فرما دیا۔

☆ اب وہی بات کہ عمل مخلوط یعنی ایسے عمل کا کیا حکم ہے، جس میں دین ودنیا دونوں کی غرضیں مل جل گئی ہوں، مثلاً ایک شخص حج کے لیے جاتا ہے، اور تجارتی منفعت کا بھی کوئی پہلو اس کے پیش نظر ہے، تو ثواب ملے گا یا نہیں۔ واضح ہو کہ اصطلاح شرع میں خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کو نیت کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض وہ اعمال وافعال جو عبادت نہیں ہیں، اگر ان کے کرنے والا قربت کی نیت کر لے، تو ان پر بھی ثواب ملتا ہے۔ بہر نہج عمل کی چند صورتیں ہیں:

۱۔ عمل کا باعث اور اصل محرک صرف دنیا ہے، تو ثواب نہیں ملے گا۔

۲۔ عمل کا باعث تو صرف اخروی ہے مگر ضمناً کوئی دنیوی منفعت بھی ملحوظ ہے، تو یہ عمل عبادت ہی سمجھا جائے گا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ جس نسبت سے دنیاوی نیت شامل ہے، اسی نسبت سے ثواب میں کمی ہو جائے گی۔

۱۔ ایضاً، ص ۸۸۔۸۹ ۲۔ عمدۃ القاری، ج ۱، ص ۳۴

۳۔ پھر اس میں یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ دوسرا مقصد جو عبادت کے ساتھ ملایا گیا، وہ حلال ہے یا حرام۔ اگر حرام ہے، تو عمل ضائع ہو جائے گا ،اور اگر حلال ہے تو بقدر نیت دنیاوی ثواب کم ہو کر رہ جائے گا۔

۴۔ اگر عمل کا اصل محرک صرف رضائے الٰہی ہے، اور ضمناً بھی کوئی دنیاوی منفعت ملحوظ نہیں ہے، تو ہر عمل اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے، اور ثواب کامل اس پر دیا جائے گا۔ اس کی چند مثالیں ہیں:

ایک شخص حج کے لیے روانہ ہوا، عزم وارادہ تو فریضہ حج کی ادائیگی ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ خیال بھی ہے، کہ موقع ملا تو تجارت بھی کرلوں گا، اور عزیز واقارب سے بھی مل لوں گا، تو اس کا یہ فعل عبادت ہی قرار پائے گا، قرآن حکیم میں اس کے متعلق فرمایا:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَبْتَغُواْ فَضْلاً مِّن رَّبِّكُمْ (۱) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ بعض مسلمانوں نے خیال کیا، کہ راہ حج میں جس نے تجارت کی، اس کا حج ہی کیا اس پر یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی، اور بتایا گیا کہ راہ حج میں تجارت کرنا مباح ہے، جس سے یہ بات ثابت ہوگئی، کہ عمل مخلوط میں یہ دیکھنا پڑے گا، کہ دوسرا مقصد حرام ہے یا حلال۔ اگر حرام ہے تو عمل بھی ضائع ہو جائے گا جیسے حج کرنے والا یہ نیت بھی کرلے کہ حج کر کے حاجی کہلاؤں گا، اور دوسروں کی نگاہ میں عزت و جاہ حاصل کروں گا، تو چونکہ ریا وسمعہ حرام ہے، اس لیے وہ حج بھی ضائع ہو جائے گا، اور اگر دوسرا قصد حلال ہے، تو بقدر حصہ ثواب مل جائے گا مثلاً حج ہی کو لے لیجئے کہ نیت توجہ کی کی ہے، مگر اس کے ساتھ تجارت کا بھی خیال ہے، تو تجارت چونکہ حلال ہے، اس لیے ثواب حج تو ملے گا، مگر چونکہ اس میں تجارت کی نیت بھی ہے، تو جس نسبت سے دنیاوی نیت شامل ہے، ایسی نسبت سے ثواب کم ہو کر ملے گا۔ بہر حال یہ نیت کا معاملہ ایسا ہے ، کہ عمل میں جس قدر زیادہ خلوص ہوگا، اسی قدر ثواب میں زیادتی ہوگی، اور خلوص میں جس قدر کمی ہوگی، ثواب میں بھی کمی ہو جائے گی، اور سب سے برتر وبالا عمل وہی ہے، جس میں شروع سے لے کر اخیر تک حسن نیت یکساں قائم رہے، اور ضمناً بھی کسی دنیاوی منفعت کا خیال تک نہ ہو۔ (۲)

۸۔ خلاصہ:

☆ یہ حدیث مبارکہ غریب ہے، بعض نے اسے متواتر کہا ہے، یہ درست نہیں ہے۔

☆ علماء کرام اس حدیث مبارکہ کو کتاب کے شروع میں نقل فرماتے ہیں، جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین نے بھی اسے شروع میں نقل فرمایا ہے۔

☆ یہ حدیث مبارکہ بہت اہم ہے، کیونکہ اس کی اکثر ضرورت پڑتی ہے، اور اس لیے بھی کہ تمام اعمال میں اصل چیز نیت ہوتی ہے۔

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ان تین حدیثوں میں سے ایک ہے، جو اسلام کے بنیادی اصولوں پر مشتمل ہیں۔

☆ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ان پانچ احادیث میں سے پہلی حدیث ہے، جن پانچ احادیث پر اسلام کی بنیاد ہے۔

☆ مدار سے مراد یہ ہے کہ اگر عمل سے کسی کا ارادہ اللہ تعالیٰ ﷻ کی رضا ہے، تو یہ سب سے زیادہ فضیلت والی بات ہے، اگر اس عمل سے مقصود جنت کا حصول ہے تو یہ بھی فضیلت ہے، اگر عملی سے مراد دنیا حاصل کرنا ہے تو اگر وہ جائز کام ہے تو اس کا کرنا بھی جائز، اگر ناجائز ہے، تو کرنا بھی ناجائز ہے۔

۱۔ بقرۃ ۲:۱۹۸ ۲۔ ا۔ فیوض الباری، ج ۱، ص ۹۰۔۹۱

☆ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس حدیث کی بناء پر وضو میں نیت شرط ہے۔

☆ علماء احناف کے نزدیک نیک کام بغیر نیت سے بھی باعث ثواب ہوتا ہے، اس لیے بغیر نیت کے بھی وضو درست ہے، البتہ نیت کرنا مستحب ہے۔

☆ ناجائز اور حرام کام نیت کے صحیح ہونے سے جائز و حلال نہیں ہوتے، بلکہ وہ حرام و باعث گناہ ہی رہتے ہیں۔

☆ حدیث مبارکہ میں جس عورت کا ذکر ہے، اس کا نام ام قیس قیلہ تھا۔(۱) اسی لیے ہجرت کرنے والے کو مہاجرام قیس کہا جاتا تھا۔

☆ اگر ایک نیک کام کرتے وقت دوسرے نیک کاموں کی بھی نیت کر لی جائے، تو سب کا ثواب علیحدہ علیحدہ ملے گا، جیسے کوئی اپنے گھر سے نماز پڑھنے کے لیے نکلے اور ساتھ ساتھ یہ نیت بھی کرے، کہ ہر ملنے والے کو سلام کرے گا، مصیبت زدہ کی پریشانی کو دور کرنے کی کوشش کرے گا، مسجد میں صفائی وستھرائی کا خیال رکھے گا، نیکی کا حکم کرے گا، برائی سے منع کرے گا، مسجد کے تقدس کا خیال رکھے گا، علماء وصلحاء کی مجلس میں بیٹھے گا اور ان سے فیض وبرکت حاصل کرے گا، علماء سے شرعی مسائل میں رہنمائی لے گا، تو ایک ہی وقت میں اگر ان متعدد کاموں کی نیت کرے گا، تو سب پر ثواب میسر آئے گا (انشاء اللہ تعالیٰ عزوجل)

۶۱۔ بَابُ الْوُضُوْءِ مِنَ الْاِنَاءِ — برتن سے (پانی لے کر) وضو کرنا

اس باب میں برتن سے چلو کے ذریعے پانی لے کر وضو کرنے کا بیان ہے، اور ایک ہی برتن سے متعدد لوگوں کا پانی لے کر وضو کرنے کا بیان ہے، اس باب کے قائم کرنے سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ بار بار برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پانی پاک ہی رہتا ہے، اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، پچھلے باب میں وضو کے لیے نیت کرنے کا بیان تھا، اور اس باب میں وضو کے لیے برتن سے پانی لینے کا بیان ہے۔

۷۶۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ، فَالْتَمَسَ النَّاسُ الْوَضُوءَ فَلَمْ يَجِدُوهُ فَأُتِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَضُوءٍ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي ذٰلِكَ الْإِنَاءِ، وَأَمَرَ النَّاسَ أَنْ يَتَوَضَّئُوا، فَرَأَيْتُ الْمَاءَ يَنْبُعُ مِنْ تَحْتِ أَصَابِعِهِ حَتّٰى تَوَضَّئُوا مِنْ عِنْدِ آخِرِهِمْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وضو کے لیے پانی تلاش کیا، لیکن انہیں نہ ملا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (تھوڑے) پانی کا برتن لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس برتن میں رکھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وضو کرنے کا حکم فرمایا۔ میں نے دیکھا کہ پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے (چشمہ کی طرح) پھوٹ رہا تھا، یہاں تک کہ سب لوگوں نے وضو کر لیا۔

ا۔ اطراف:

مسلم: ۲۲۷۹، ترمذی: ۳۶۳۱، نسائی: ۷۶، مسند الشافعی، ج ۲، ص ۱۸۶، ابن حبان: ۶۴۳۹، مسند احمد: ۱۲۳۴۸

ا۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان سے مطابقت واضح ہے۔

ا۔ ارشاد الساری، ج ۱، ص ۷۸

۳۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چار راوی ہیں، ان چاروں کے حالات گزر چکے ہیں۔

۱۔قتیبۃ: راجع:۱ ۲۔مالک: راجع:۷

۳۔اسحاق بن عبداللہ: راجع:۶۸ ۴۔انس: راجع:۶

۴۔حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔خصوصیات سند:

☆ یہ روایت رباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ رباعیات امام نسائی کی اعلیٰ ترین سند ہے۔

☆ رباعیات کے اعتبار سے یہ آٹھویں (۸) حدیث مبارکہ ہے۔ مصنف ذخیرۃ العقبیٰ (۱) کا یہ کہنا کہ یہ تیسری حدیث رباعیات میں سے ہے، درست نہیں ہے کیونکہ اس سے پہلے سات حدیثیں نمبر ۶، ۱۴، ۱۹، ۳۵، ۵۳، ۵۴، ۵۵ رباعیات ہیں۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی بغلانی اور باقی سارے مدنی ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا ایک دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔لغات:

حانت: قریب تھا

التمس الناس: لوگوں نے تلاش کیا، طلب کیا، ڈھونڈا

موضع یدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک رکھا

الاناء: برتن

ینبع: جاری تھا، بہہ رہا تھا، چشمہ کی مثل، فوارہ کی طرح

من تحت اصابعہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے نیچے سے

۱۔ ذخیرۃ العقبیٰ، ج ۲، ص ۱۸۶

۷۷۔أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يَجِدُوا مَاءً، فَأُتِيَ بِتَوْرٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فَلَقَدْ رَأَيْتُ الْمَاءَ يَتَفَجَّرُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ وَيَقُولُ: حَيَّ عَلَى الطَّهُورِ وَالْبَرَكَةُ مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ الْأَعْمَشُ: فَحَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ: قُلْتُ لِجَابِرٍ: كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: أَلْفًا وَخَمْسَمِائَةٍ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، لوگوں کو پانی نہ ملا (یعنی لوگوں کے لیے پانی نہ تھا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھوڑے پانی والا تھال لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس میں رکھا، بخدا! میں نے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی پھوٹتے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: آؤ! اس پاک پانی اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی برکت کی طرف۔ حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت سالم بن ابی جعد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ اس دن کتنے لوگ تھے؟ انہوں نے فرمایا: پندرہ سو (۱۵۰۰)۔

۱۔اطراف:

بخاری: ۳۵۷۹، مسلم: ۱۷۲۹، ترمذی: ۳۶۳۳، احمد: ۳۸۰۷، السنن الکبریٰ: ۸۰

۲۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، جبکہ دو راوی روایت کے آخری حصہ کے ذکر ہوئے ہیں، اس طرح کل نو راوی ہیں، ان میں سے چھ راویوں کے حالات بیان ہو چکے ہیں، باقی تین کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔اسحاق بن ابراہیم: راجع: ۲

۲۔عبدالرزاق:

آپ کا نام ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع حمیدی صنعانی (م: ۲۱۱ھ) ہے، آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ، حافظ، مصنف، مشہور راوی ہیں، آپ المصنف (عبدالرزاق) کے مصنف ہیں، آپ اپنے وقت کے بہت بڑے فقیہہ و محدث ہیں، آپ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے، اور سماعت بھی متاثر ہو گئی تھی، اہل علم آپ کی ثقاہت و فقاہت پر متفق ہیں، البتہ تشیع کرتے تھے، آپ کی پیدائش ۱۲۶ھ ہے، اس طرح پچاسی سال کی طویل عمر پائی، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۳۔سفیان: راجع: ۳۷ **۴۔الاعمش:** راجع: ۱۸

۵۔ابراہیم: راجع: ۳۳

۶۔علقمہ:

آپ کا نام ابوشبل علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن علقمہ نخعی کوفی (م: ۶۲۔۶۱ھ) ہے، آپ رواۃ کے دوسرے طبقہ سے ثقہ، ثابت، فقیہہ، عابد راوی ہیں۔ علماء آپ کی ثقاہت و فقاہت پر متفق ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۱۔ i۔الجرح والتعدیل، ج۶، ص۳۸ ii۔تقریب التھذیب، ج۱، ص۳۶۸

۲۔ i۔طبقات ابن سعد، ج۶، ص۸۶ ii۔التاریخ الکبیر، ج۷، ص۱۷۷

۷۔عبداللہ بن مسعود: راجع:۳۹

۸۔سالم بن ابی جعد:

آپ کا نام سالم بن ابی جعد رافع غطفانی اشجعی کوفی (م:۹۷ھ) ہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، کثیر الحدیث، تابعی راوی ہیں، آپ مرسل روایات کرتے ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۹۔جابر: راجع:۳۵

۶۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۷۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ روایت سباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سباعیات کے اعتبار سے یہ ساتویں (۷) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی مروزی، دوسرے صنعانی اور باقی کوفی ہیں۔

☆ سند کے دوسرے راوی عبدالرزاق صاحب کتاب ''المصنف'' ہیں، جو کہ المصنف عبدالرزاق کے نام سے مشہور ہے۔

☆ امام اعمش نے دو سندوں سے روایت ذکر کی ہے، جس کا فائدہ یہ ہے: کہ پہلی سند عنعنہ سے ہے، اور اعمش کے مدلس ہونے کی وجہ سے ضعف تھا، جبکہ دوسری سند میں حدثنی سے روایت کی، جس سے ضعف رفع ہو گیا۔

☆ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری سند عالی ہے، کیونکہ اس میں صحابی کے درمیان ایک واسطہ ہے، جبکہ پہلی سند میں دو واسطے ہیں۔

☆ سند کے آخری صحابی راوی عبداللہ مذکور ہیں، اس سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں، اس میں اس قاعدہ کی رعایت ہے، جو محدثین کے ہاں معروف ہے کہ مطلقاً عبداللہ جب مذکور ہو، تو اہل کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، اہل مدینہ میں حضرت عبداللہ بن عمر، اہل مکہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر، اہل بصرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور اہل مصر و شام میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رحمۃ اللہ علیہ مراد ہوتے ہیں، اسی طرح غیر صحابہ میں مطلقاً عبداللہ سے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ مراد ہوتے ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، حدثنی، قال ایک ایک دفعہ، انبانا دو دفعہ اور عنعنہ چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۸۔لغات:

تور: تھال۔ بڑے پیندے کا برتن

یتفجرو: پھوٹے، جاری ہوئے

حی: آؤ

الطہور: پاک، مراد پاک پانی

الف و خمسمائة: پندرہ سو

۱۔ أ۔تاریخ الدوری، ج۲، ص۱۸۶ ii۔تاریخ ابی زرعۃ، ص۲۹۳

۹۔ مسائل ونصائح:

☆ معجزہ کی تعریف:

جو شخص نبوت کا مدعی ہو وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں ایسی دلیل پیش کرے، جس کا معارضہ کرنے سے، وہ پوری قوم عاجز ہو جائے، جس کی طرف مبعوث ہونے کا اس شخص نے دعویٰ کیا ہو، اور وہ دلیل اس کے دعویٰ کی مؤید اور مصداق ہو، یہ معجزہ ہے، یوں تو بعض شعبدہ باز، ہپناٹیزم کے ماہر اور جادوگر بھی بہت محیر العقول کام کر دکھاتے ہیں، لیکن یہ لوگ نہ تو وحی اور الہام کے مدعی ہوتے ہیں، اور نہ ان کی زندگی صاف اور پاکیزہ ہوتی ہے، اور نہ یہ تقویٰ اور طہارت کے حامل ہوتے ہیں، اور نہ یہ کسی روحانی انقلاب اور صالح نظام کے داعی ہوتے ہیں، اس کے برخلاف نبی اعلان نبوت سے پہلے لوگوں کے درمیان رہ کر بے داغ زندگی گزارتا ہے، اور لوگوں میں اس کی پاکیزہ سیرت، راست بازی، صداقت دیانت، امانت اور سخاوت کی ایسی شہرت ہو جاتی ہے، جس کی بناء پر لوگ اس کو سچائی کی علامت قرار دیتے ہیں، اور اس موڑ پر آ جاتے ہیں، کہ اس کی ہر بات کی بلا دلیل تصدیق کرنے لگیں، اور یوں معجزہ پیش کرنے سے پہلے نبی کی ذات خود بطور معجزہ تسلیم کر لی جاتی ہے، پھر نبی کی دعوت وتبلیغ سے بدکار، نیک، بت پرست، بت شکن اور چور اور ڈاکو ہادی اور امین بن جاتے ہیں، وہ ایک ایسے صالح نظام کا داعی ہوتا ہے، جس پر عمل کر کے لوگ دین اور دنیا کی فلاح اور برکتیں حاصل کرتے ہیں، اس کے برعکس ایک جادوگر اور ہپناٹائز کرنے والے کے ہاتھ میں سوائے کھیل اور تماشے کے کچھ نہیں ہوتا، اس کے ہاں صالح حیات کا کوئی تصور نہیں ہوتا وہ کسی کافر کو مومن بنا سکتا ہے، نہ کسی بدکار کو پاکباز کر سکتا ہے، وہ لوہے کو سونا تو بنا سکتا ہے لیکن کسی زنگ آلود دل کو طور سینا نہیں بنا سکتا۔

☆ ایک حدیث مبارکہ میں ہے: مقام زوراء میں ایک برتن میں کچھ پانی لایا گیا، اس میں اتنا کم پانی تھا، کہ انگلیاں بھی نہیں ڈوبتی تھیں، نبی ﷺ نے اس برتن میں اپنا مبارک ہاتھ رکھا، تو آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی چشمہ کی طرح پھوٹنے لگا، پھر اس پانی سے تین سو آدمیوں نے وضو کر لیا۔ نبی ﷺ کا یہ معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس معجزہ سے زیادہ باکمال ہے، جس میں انہوں نے زمین پر لاٹھی مار کر پانی نکالا تھا، کیونکہ زمین میں بہرحال پانی ہوتا ہے، آپ ﷺ نے وہاں سے پانی نکالا، جہاں عادۃً پانی نہیں ہوتا، دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے خالی برتن میں ہاتھ نہیں رکھا، بلکہ اس برتن میں ہاتھ رکھا، جس میں پہلے سے کچھ پانی موجود تھا، کیونکہ اگر خالی برتن میں ہاتھ رکھتے اور پانی آ جاتا، تو یہ پانی عدم سے وجود میں آتا، اور کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا صرف اللہ تعالیٰ ﷻ کی شان ہے۔

۱۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ غزوۂ تبوک کے سفر میں جب لوگوں کو بھوک لگی اور کھانا ان کے پاس ناکافی تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: سب اپنے اپنے زادِ راہ کو جمع کر لیں، اور جب وہ جمع ہو گیا تو آپ ﷺ نے برکت کی دعا کی، تو وہ کھانا اتنا زیادہ ہو گیا کہ تمام لشکر نے کھا لیا اور سب نے اپنے اپنے برتن بھر لیے۔ (۱)

☆ اسی طرح حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ان کے گندھے ہوئے آٹے اور سالن کی دیگچی میں لعاب دہن ڈال دیا، تو اس تھوڑے سے کھانے سے غزوہ خندق کے ایک ہزار مجاہدین سیر ہو گئے۔ (۲) اسی طرح حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی دعوت کا واقعہ ہے۔ (۳) اور اس طرح کے اور بکثرت واقعات ہیں، اور سب میں یہی ہے کہ نبی ﷺ نے تھوڑی چیز میں دعا کی، یا لعاب دہن ڈالا تو وہ زیادہ

۱۔ صحیح مسلم، ج۱، ص۴۳-۴۲ ۲۔ ایضاً، ص۱۷۸ ۳۔ ایضاً، ص۱۷۹

ہوگئی، اور یہی آپ کا معجزہ ہے، یہ نہیں ہوا کہ کوئی چیز عدم سے وجود میں آ گئی، کیونکہ کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا، اس چیز کو خلق اور پیدا کرنا ہے، اور یہ صرف اللہ تعالیٰ ﷻ کا کام ہے، دنیا کے پانیوں میں سب سے افضل زمزم کا پانی ہے، اس سے بھی افضل وہ پانی ہے، جو آپ ﷺ کی انگلیوں سے جاری ہوا، اور جو آپ ﷺ کا لعاب دہن ہے، وہ ہر پانی سے افضل ہے، حتیٰ کہ جنت کی نہروں اور کوثر و تسنیم سے بھی افضل ہے!

☆ حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضرت ام مالک رضی اللہ عنہا نے جب کپی کو نچوڑ لیا، تو اس کی برکت اور آپ کے معجزے کا اثر ختم ہوگیا۔(۱) ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ جب ایک صحابی نے نبی ﷺ کے دیئے ہوئے غلہ کو ماپ لیا، تو پھر اس کی برکت جاتی رہی۔(۲)

☆ علماء نے بیان کیا ہے، اس میں حکمت یہ ہے: کہ ان کا کپی کو نچوڑنا اور غلہ کو ماپنا، تسلیم و رضا اور اللہ تعالیٰ ﷻ کے رزق پر توکل کے خلاف تھا، اور اپنی تدبیر پر اعتماد کرنے کو متضمن تھا، اس وجہ سے ان پر عتاب کیا گیا، اور ان چیزوں کی برکت زائل کر دی گئی۔

☆ اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ کے پاس برتن میں پانی لایا گیا، بعض احادیث میں ہے: وسیع پیالہ لایا گیا۔(۳) بعض احادیث میں ہے: شیشہ کا برتن لایا گیا، بعض احادیث میں ہے: آپ کے پاس ٹب لایا گیا۔(۴)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو وضو کرنے کا حکم دیا، بعض روایات میں ہے کہ اس پانی سے ستر (۷۰) صحابہ نے وضو کیا۔(۵) بعض روایات میں ہے اسی (۸۰) صحابہ نے وضو کیا (۶)، بعض روایات میں ہے: پندرہ سو (۱۵۰۰) اصحاب نے وضوء کیا (۷)، بعض روایات میں ہے: تین سو اصحاب نے وضوء کیا۔(۸)، صحابہ کی تعداد میں اختلاف کی وجہ یہ ہے، کہ کئی مواقع پر وضو کے لیے پانی کم تھا، اور آپ ﷺ نے برتن میں اپنا ہاتھ رکھا، تو آپ ﷺ کی انگلیوں سے چشمے کی طرح پانی ابلنے لگا، کسی موقع پر ستر صحابہ تھے، کسی موقع پر اسی صحابہ تھے، کسی موقع پر پندرہ سو صحابہ تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے، تو وہ پانی ہمیں کافی ہوجاتا۔(۹)، اور کسی موقع پر تین سو صحابہ تھے۔(۱۰)

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر لاٹھی ماری تو اس کی ضرب سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے، وہ بھی بہت عظیم معجزہ تھا، لیکن رسول ﷺ کا معجزہ سب سے عظیم ہے، کیونکہ پتھر اور زمین کی تہہ میں عادۃً پانی موجود ہوتا ہے، اور اگر معروف آلات سے زمین کو پانی تک کھودا جائے، تو وہاں پانی نکل آتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ یہ تھا: کہ آپ ﷺ نے معروف آلات کے بغیر محض لاٹھی کی ضرب سے پانی نکال لیا، اور نبی ﷺ نے انگلیوں سے پانی نکالا، جہاں پر پانی عادۃً ہوتا نہیں ہے۔

☆ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ وضو کے لیے پانی کو طلب کرنا، اس وقت واجب ہے، جب نماز کا وقت آ جائے، کیونکہ نبی ﷺ نے صحابہ کو اس پر ملامت نہیں کی، کہ تم نے پہلے پانی کو کیوں تلاش نہیں کیا، اور اس حدیث میں معجزہ کا ثبوت ہے، اور اس پر دلیل ہے کہ نبی ﷺ کا معجزہ ہر نبی کے معجزہ کی جنس سے افضل ہوتا ہے، حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ پر لوہا نرم ہوجاتا تھا، اور وہ اس سے زرہ بنا لیتے تھے، اور نبی ﷺ کے لیے پتھروں کو نرم کر دیا گیا، احد پہاڑ آپ سے بہت محبت کرتا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: احد پہاڑ ہے، یہ ہم سے محبت کرتا ہے، ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔(۱۱)

۱۔ مسلم: ۵۹۴۵ ۔ ۲۔ ایضاً: ۵۹۴۶ ۔ ۳۔ بخاری: ۳۵۷۴
۴۔ بخاری: ۳۵۷۵ ۔ ۵۔ بخاری: ۳۵۷۴ ۔ ۶۔ بخاری: ۳۵۷۵
۷۔ بخاری: ۳۵۷۶ ۔ ۸۔ بخاری: ۳۵۷۲ ۔ ۹۔ بخاری: ۳۵۷۶
۱۰۔ بخاری: ۳۵۷۲ ۔ ۱۱۔ بخاری: ۱۴۸۲

جب کہ لوہا تو معروف اسباب سے پگھل کر نرم ہو جاتا ہے، اور پتھر ٹوٹ تو جاتا ہے، نرم نہیں ہوتا، سو جس کی طبیعت میں نرمی نہیں ہوتی، وہ بھی آپ کے لیے نرم ہو گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سے پرندے کلام کرتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پتھروں نے کلام کیا، اور پرندوں کا کلام کرنا، اتنا باعث حیرت نہیں، کیونکہ ان کی زبان ہوتی ہے، اور وہ بولتے ہیں، کمال تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پتھروں نے کلام کیا، جن کی زبان نہیں ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعثت کی راتوں میں مکہ کا ایک پتھر مجھ کو سلام کرتا تھا، میں اس کو اب بھی پہچانتا ہوں۔ (۱)

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چار مردوں کو زندہ کیا، یہ بھی اتنا باعث حیرت نہیں، کیونکہ وہ مردے انسان تھے، اور ان میں پہلے حیات تھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ میں رکھے ہوئے گوشت کے ٹکڑے نے کلام کیا اور اس میں حیات آ گئی، اور علم آ گیا، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: مجھ میں زہر ملا ہوا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۱۲) درختوں میں حیات آ گئی، جن میں عادۃً حیات نہیں ہوتی، اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر اپنی جڑوں کو کھینچتے ہوئے چلے آئے، بلکہ کوئی ان کو پیغام دیتا کہ تم کو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے ہیں تو وہ السلام علیک یارسول اللہ کہتے ہوئے چلے آتے۔ (۲) ان میں حیات آ گئی، قوت سماع آ گئی، قوت کلام آ گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: آپ کے سامنے مکہ کا جو پہاڑ آتا یا درخت آتا، وہ کہتا: السلام علیك یا رسول الله۔ (۳)

☆ غور کیجئے! درختوں کو آپ کا پیغام ملے، تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں، اگر ہم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ملے اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کریں، تو ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن درخت آگے ہوں، اور ہم پیچھے ہوں، پتھر اور درخت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھتے ہیں، تو جو اپنے آپ کو مسلمان کہلا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام نہ پڑھے، وہ پتھروں اور درختوں سے بھی گیا گزرا ہے۔

☆ علماء نے فرمایا: سب پانیوں سے افضل ماء زمزم ہے، شب معراج اسی پانی سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اقدس کو غسل دیا گیا، بعض نے آب کوثر کو افضل قرار دیا، لیکن حق یہ ہے کہ سب پانیوں سے افضل و برتر وہ پانی ہے، جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک انگلیوں سے بہا، کیونکہ یہ پانی حضور کا جز ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو طہور مبارک فرمایا۔

پنجہ مہر عرب ہے جس سے دریا بہہ گئے　　چشمہ خورشید میں تو نام کو بھی نم نہیں

☆ وضو کے لیے پانی کی تلاش اس وقت واجب ہے۔ جب کہ نماز کا وقت آ جائے۔

☆ نماز اپنے وقت پر واجب ہوتی ہے۔

☆ نماز کا وقت آنے سے پیشتر وضو کے لیے پانی تلاش کر لینا مستحب ہے۔

☆ اس حدیث سے ان ملاحدہ کا رد ہو گیا، جو معجزات کے منکر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کا نکلنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے، جس کو ثقہ افراد کی جماعت کثیر نے نقل کیا۔

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے بہا ہوا پانی متبرک و معظم تھا، مگر اس سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے وضو کیا، جس سے زمزم کے پانی سے وضو و غسل کا جواز ثابت ہوا۔ نیز زمزم کے پانی سے وضو و غسل کے لیے جائز ہونے کے متعلق صریح حدیث بھی مل جاتی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں۔ فدعا بسجل من ماء زمزم فشرب منه و توضاء (۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول زمزم کے پانی کا منگایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ پانی نوش فرمایا اور وضو بھی کیا۔

۱۔ i- مسلم: ۲۲۷۷　ii- ترمذی: ۳۶۲۴　iii- مسند احمد ج ۵ ص ۸۹

۲۔ i- ترمذی: ۳۶۲۸　ii- مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۳　۳۔ ترمذی: ۳۶۲۶　۴۔ نیل الاوطار، ج ۱ ص ۱۸

۸۔ خلاصہ:

☆ برتن سے بار بار ہاتھ کے ساتھ پانی لے کر وضو کرنا جائز ہے۔
☆ پانی کے برتن میں بار بار ہاتھ ڈالنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔
☆ ایک برتن سے متعدد لوگوں کا اپنے اپنے ہاتھ سے پانی لے کر وضو کرنا جائز ہے۔
☆ جب نماز کا وقت ہو جائے، تو پانی کی تلاش واجب ہے۔
☆ نماز اپنے وقت پر فرض ہے۔
☆ نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے، پانی تلاش کر لینا مستحب ہے۔
☆ اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کے عظیم معجزہ کا ذکر ہے، کہ آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی جاری ہوا۔
☆ یہ حدیث معجزہ کے ثبوت میں دلیل ہے۔
☆ نبی کریم ﷺ کی انگلیوں سے پانی جاری ہونا، اس لیے بھی عظیم معجزہ ہے کہ عادۃً انگلیوں میں پانی موجود نہیں ہوتا، باقی انبیاء کرام علیہم السلام سے جو معجزے ظاہر ہوئے، ان میں اکثر معروف قاعدہ کلیہ کی مخالفت ہے، جبکہ اصل صلاحیت کی موجودگی کا عادۃً امکان موجود تھا، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پتھر سے پانی جاری کرنا، حضرت داؤد علیہ علیہ السلام کے لیے لوہے کا نرم ہونا، جبکہ حضور نبی کریم ﷺ سے ظاہر ہونے والے بہت سارے معجزات عادۃً غیر امکانی تھے، جیسا کہ ہاتھ کی انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا، پتھروں کا کلام کرنا، اس لیے حضور نبی کریم ﷺ سے ظاہر ہونے والے معجزات باقی انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات سے عظیم ترین تھے۔
☆ نبی کریم ﷺ کی انگلیوں سے پانی جاری ہونے کا معجزہ متعدد بار رونما ہوا، اسی لیے احادیث مبارکہ میں تعداد مختلف بیان ہوتی ہے۔
☆ احادیث مبارکہ میں مستفید ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ستر (۷۰)، اسی (۸۰)، تین سو (۳۰۰) اور پندرہ سو (۱۵۰۰) تک بیان ہوئی ہے۔ جبکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھی بہت شان والا ہے، اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو ہمیں وہ پانی کافی ہوتا۔
☆ حضور نبی کریم ﷺ کی انگشت مبارکہ سے نکلنے والا پانی، باقی تمام پانیوں سے افضل واعلیٰ ہے، حتیٰ کہ آب زمزم سے بھی افضل واعلیٰ ہے۔
☆ حضور نبی کریم ﷺ اور باقی انبیاء کرام علیہم السلام سے جو معجزات رونما ہوئے، ان کی نوعیت یہ رہی ہے کہ کم چیز کو زیادہ کیا، یا خلاف عادت اور خلاف عقل ذرائع کو استعمال کیا، لیکن کسی چیز کو عدم سے وجود میں نہیں لایا گیا، کیونکہ عدم سے وجود عطا کرنا، یہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی صفت خاص ہے۔

۶۲۔ باب التَّسْمِيَةِ عِنْدَ الْوُضُوْءِ   وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا

اس باب کے قائم کرنے سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود یہ ہے، کہ وضو شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ کا پڑھنا مشروع ہے، البتہ تسمیہ کا وضو کے لیے فرض، واجب یا سنت ہونے میں علماء کا اختلاف ہے، اس کا ذکر انشاء اللہ مسائل ونصائح میں آئے گا۔ اس سے پہلے باب میں وضو کے لیے برتن سے پانی لینے کا بیان تھا۔

۷۸۔ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ ثَابِتٍ، وَقَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: طَلَبَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضُوءًا. فَقَالَ: رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ مَعَ أَحَدٍ مِنْكُمْ مَاءٌ؟ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الْمَاءِ وَيَقُوْلُ: تَوَضَّئُوا بِسْمِ اللَّهِ. فَرَأَيْتُ الْمَاءَ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ حَتَّى تَوَضَّئُوا مِنْ عِنْدِ آخِرِهِمْ قَالَ ثَابِتٌ: قُلْتُ لِأَنَسٍ: كَمْ تُرَاهُمْ؟ قَالَ: نَحْوًا مِنْ سَبْعِيْنَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ نے وضو کے لیے پانی تلاش کیا (لیکن انہیں نہ ملا)، (یہ صورت حال دیکھ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم میں سے کسی کے پاس کچھ پانی ہے؟ (کچھ پانی حاضر کیا گیا) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک پانی میں رکھ کر فرمایا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا نام لے کر وضو کرو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشت ہائے مبارکہ سے پانی پھوٹ رہا تھا، یہاں تک کہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وضو کرلیا۔ حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ رضی اللہ عنہ کے خیال میں ان لوگوں کی کتنی تعداد تھی؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تقریباً ستر تعداد تھی۔

۱۔ اطراف:

احمد: ۱۲۴۱۵، ابن خزیمہ: ۱۴۴، السنن الکبریٰ: ۸۴

۱۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا نام لے کر وضو کرو۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کا تعارف گزر چکا ہے۔

۱۔ اسحاق بن ابراہیم:	راجع: ۲	۲۔ عبدالرزاق:	راجع: ۷۷
۳۔ معمر:	راجع: ۱۰	۴۔ ثابت:	راجع: ۵۳
۵۔ قتادۃ:	راجع: ۳۴	۶۔ انس:	راجع: ۶

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ تینتسویں (۳۳) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی مروزی، دوسرے اور تیسرے یمنی اور آخری تین بصری ہیں۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ مکثرین سبعہ صحابہ میں سے ہیں، آپ سے دو ہزار دو سو چھیاسی (۲۲۸۶) احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، انبأنا اور حدثنا ایک ایک دفعہ، جبکہ عنعنہ دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۸۔لغات:

وضوءٌ: وضو کا پانی — توضؤوا: تم وضو کرو

کم تراھم: تمہارے خیال میں کتنی تعداد تھی — سبعین: ستر (۷۰)

۹۔مسائل ونصائح:

☆ وضو کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا سنت یا مستحب:

(قال)وَتَسۡمِيَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيۡ اِبۡتِدَاءِ الۡوُضُوۡءِ لِقَوۡلِه عَلَيۡهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَا وُضُوۡءَ لِمَنۡ لَمۡ يُسَمِّ اللّٰهَ وَالۡمُرَادُ بِه نَفۡيُ الۡفَضِيۡلَةِ وَالۡاَصَحُّ اَنَّهَا مُسۡتَحَبَّةٌ وَاِنۡ سَمَّاهَا فِي الۡكِتَابِ سُنَّةً وَيُسَمِّيۡ قَبۡلَ الۡاِسۡتِنۡجَاءِ وَبَعۡدَه هُوَ الصَّحِيۡحُ۔(۱)

فرمایا اور ابتدائے وضو میں اللہ کا نام لینا (سنت) ہے اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اس شخص کا وضو نہیں جس نے اللہ کا نام نہ لیا اور اس سے مراد فضیلت کی نفی ہے اور اصح یہ ہے کہ تسمیہ مستحب ہے اگر چہ (صاحبِ قدوری) نے کتاب (قدوری) میں اس کو سنت کہا ہے اور تسمیہ استنجاء سے پہلے بھی پڑھے اور اس کے بعد بھی یہی صحیح ہے۔

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی سفیان اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کا وضو نہیں، جس نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا نام نہ لیا ہو۔(۲)

☆ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا فرض ہے:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا فرض ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ بغیر بسم اللہ پڑھے وضو نہیں ہے۔ اور اگر کوئی شخص بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو اس کو دل پر حمل کیا جائے گا کیونکہ دل قائم مقام زبان ہے۔ تا کہ حرج دور کیا جائے کیونکہ دوبارہ وضو کرنے میں حرج ہوگا۔

۱۔ ہدایہ، ج ۱، ص ۳۶ — ۲۔ جامع ترمذی، ج ۱، ص ۶

☆ ابتدائے وضو میں بسم اللہ کے سنت ہونے میں احناف کا موقف و دلیل:

ائمہ احناف کے نزدیک بسم اللہ وضو کے شروع میں پڑھنا سنت ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آیت وضو شرط کی قید سے خالی یعنی مطلق ہے لہٰذا اس کو اطلاق پر جاری رکھیں گے۔ مقید اس لئے نہیں کریں گے کہ ترک تسمیہ سے بھی وضو کے اطلاق میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ پانی کی خلقت ہی طہارت کیلئے ہے۔ جو پانی میں اصل ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے وضو کیا اور اللہ کا نام ذکر کیا اس کا سارا بدن پاک ہوا۔ اور جس نے وضو کیا اور اللہ کا نام ذکر نہ کیا اس کے بدن کا وہ حصہ پاک ہوا جہاں تک پانی پہنچ گیا۔ (۱)

☆ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امام محمد بن الحاج علیہ الرحمہ فرماتے ہیں مجھے اس شخصیت سے تعجب ہے۔ جس نے صرف اس حدیث سے سنّت ہونے پر استدلال کیا ہے اس سے وہ حدیث مراد ہے جسے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کسی کے پاس پانی ہے؟ پس آپ نے برتن میں دستِ مبارک رکھا اور فرمایا: بسم اللہ پڑھ کر وضو کرو، تو میں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے پانی اُبل رہا تھا حتیٰ کہ تمام صحابہ کرام نے وضوٗ کرلیا، اور وہ ستر کے قریب تھے۔ اس حدیث کو امام نسائی، ابنِ خزیمہ اور بیہقی نے بھی روایت کیا۔ امام بیہقی نے فرمایا: بسم اللہ کے بارے میں روایت کی جانے والی یہ صحیح ترین حدیث ہے۔ امام نووی نے کہا کہ اس کی سند عمدہ ہے۔ (۲)

☆ ہر وضو کے لیے بسم اللہ کے سنّت ہونے پر اس حدیث کی دلالت کا ضعیف ہونا ظاہر ہے۔

کیونکہ اس جگہ تو تھوڑے پانی میں برکت حاصل کرنے کیلئے بسم اللہ پڑھی گئی ہے۔ 'اس کا وضو نہیں جس نے اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا'' سے گزشتہ استدلال کے مطابق زیادہ سے زیادہ استحباب ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ جس طرح سنّت کے ترک کرنے سے فضیلت اور کمال کی نفی ہوتی ہے فی الجملہ مستحب کے ترک سے بھی یہ نفی ثابت ہوتی ہے، اس بحث سے استحباب کے قول کی ترجیح ثابت ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (۳)

☆ علامہ محمود البابرتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اہل ظواہر یعنی غیر مقلدین کے نزدیک بسم اللہ کے بغیر وضو جائز نہیں کیونکہ ان کے نزدیک اس حدیث میں ''لا'' نفی جنس کیلئے ہے حقیقت یہ ہے کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا شرط ہے۔ (غیر مقلدین اگرچہ قیاس کے مخالف ہیں) لیکن اس مسئلہ میں وہ اس حدیث کو دوسری حدیث پر قیاس کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ (لَا صَلَاةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ) وَهُوَ أَفَادَ الْوُجُوبَ۔

کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اور یہ حدیث وجوب کا فائدہ دیتی ہے لہٰذا اس کا تقاضہ یہ ہے۔ بسم اللہ وضو کیلئے واجب یا شرط ہونی چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث فاتحہ مشہور ہے جبکہ حدیث تسمیہ فی الوضو غیر مشہور ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے ہر نماز میں فاتحہ پڑھی لیکن ہر

۱۔ بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۴ ۲۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۱، ص ۴۳ ۳۔ فتاویٰ رضویہ، ج ۱

وضو میں بسم اللہ نہیں پڑھی۔ اور حکم دلیل کی قوت سے ثابت ہوتا ہے۔ اور وہ قوت یہاں نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر ہم وضو میں بسم اللہ کو شرط یا واجب قرار دیں تو اس سے کتاب اللہ پر زیادتی لازم آئے گی۔ جو کہ جائز نہیں۔ اس کا تیسرا جواب یہ ہے اس سے کتاب اللہ کا نسخ لازم آئے گا جو درست نہیں۔

ابتدائے وضو میں بسم اللہ کے بارے میں امام طحاوی و امام قدوری کا مؤقف و دلیل:

یہ ائمہ فرماتے ہیں کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے کیونکہ حضرت عثمان اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ ﷺ کا وضو جو مروی ہے اس میں انہوں نے تسمیہ کا ذکر نہیں کیا۔

حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کیا پس آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا حتیٰ کہ آپ وضو سے فارغ ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے کسی چیز نے بھی سلام کے جواب سے منع نہیں کیا مگر میں نے طہارت کے بغیر اللہ کا ذکر پسند نہ کیا۔ (۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے وضو کے وقت اللہ کا ذکر طہارت سے پہلے کرنا پسند نہیں فرمایا اور بسم اللہ بھی اللہ کا ذکر ہے لہذا اس کا ترک بھی ثابت ہوا اور جب آپ ﷺ سے کسی عمل کا سنت کے ساتھ ساتھ ترک بھی ثابت ہو تو مستحب ہوتا ہے۔ (۲)

☆ حدیث ”لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَّمْ يُسَمِّ اللّٰهَ“ کا معنی:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ یہ حدیث احاد میں سے ہے۔ اور خبر واحد کے ساتھ کتاب اللہ کے مطلق کو مقید کرنا جائز نہیں لہذا اس حدیث کو کمال وضو کی نفی پر محمول کریں گے۔ اور یہی معنی سنت ہے جیسا حدیث میں ہے۔

قَوْلِ النبی لَا صَلَاةَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ إِلَّا فِی الْمَسْجِدِ “

مسجد کے ہمسائے کی نماز نہیں ہے مگر مسجد میں۔ کیونکہ اگر مسجد کے ہمسائے سے جماعت چھوٹ جائے اور وہ بعد جماعت گھر میں نماز پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے اور اس کی نماز درست ہے البتہ ثواب میں کمال کی نفی ضرور ہوگی۔ جو اسے مسجد میں حاصل ہونا تھا۔

اس حدیث کے پیش نظر ہم کہیں گے کہ بسم اللہ وضو کے شروع میں پڑھنا نبی کریم ﷺ سے مواظبت سے ثابت ہے لہذا سنت ہے صاحب ہدایہ کا سنت کہنے کی وجہ یہ بھی ہے دلیل میں قوت ہے کہ ”لا وضو“ یعنی نفی شیئ یقیناً کسی امر معین میں ہوتی ہے۔ (۳)

☆ اس حدیث مبارکہ میں وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے، البتہ اختلاف اس مسئلے میں یہ ہے کہ کیا بسم اللہ پڑھنا واجب ہے یا سنت؟ جمہور اہل علم کے نزدیک وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت ہے، کیونکہ وہ مذکورہ حدیث اور اس مفہوم کی دیگر احادیث کو سنت اور مشروعیت پر محمول کرتے ہیں، جبکہ امام حسن، اسحاق بن راہویہ اور اہل ظاہر کا موقف یہ ہے: کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا واجب ہے، اگر کوئی جان بوجھ کر بسم اللہ نہیں پڑھتا، تو اس کا وضو نہیں ہوگا، اسے دوبارہ وضو کرنا چاہیے۔ (۴) کیونکہ وہ اس حدیث: (لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ) ”جس نے وضو میں بسم اللہ نہ پڑھی اس کا وضو ہی نہیں۔“ (۵) کو اور اس مفہوم کی دیگر احادیث کو وجوب پر محمول کرتے ہیں۔

۱۔ سنن ابن ماجہ، ج ۱ ۲۔ عنایہ شرح ہدایہ، ج ۱ ص ۲۴ ۳۔ شرح ھدایہ، ج ۱ ص ۱۵۹۔۶۲
۴۔ صحیح الترغیب، ج ۱ ص ۲۰۱ ۵۔ جامع الترمذی: ۲۵

☆ امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں: کہ اگر کوئی وضو میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے یا کسی تاویل کی بنا پر وضو سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھتا، تو اس کا وضو ہو جائے گا۔(۱) بہر حال دلائل کی رو سے راجح بات یہی معلوم ہوتی ہے، کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا واجب ہے، جیسا کہ امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا موقف ہے اور حدیث کے ظاہر الفاظ کا تقاضا بھی یہ ہے۔(۲)

۱۰۔خلاصہ:

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود اس باب کے قائم کرنے اور حدیث مبارکہ کے لانے سے، وضو کے لیے بسم اللہ کے مشروع ہونے کا ہے، البتہ ان کے استدلال سے تسمیہ کا مستحب ہونا ہی ثابت ہوتا ہے، کیونکہ بظاہر حدیث سے پانی کی قلت دور کرنے کے لیے بسم اللہ پڑھنے کا حکم صریح ہے۔اور خاص وضو کے لیے بسم اللہ پڑھنے کا حکم صریح نہیں ہے۔

☆ اہل ظواہر کے نزدیک وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا واجب ہے اور جان بوجھ کر چھوڑنے کی بناء وضو نہ ہوگا۔

☆ آئمہ احناف، شوافع، مالکیہ اور جمہور علماء کے نزدیک وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا سنت مستحبہ ہے۔

☆ جن احادیث میں نفی آئی ہے، اس سے مراد اکملیت اور ثواب کی نفی ہے، اس لیے وضو کے لیے شروع میں بسم اللہ کا پڑھنا سنت مستحبہ ہے، فرض یا واجب نہیں ہے۔

۶۳۔باب صَبِّ الْخَادِمِ الْمَآءَ عَلَى الرَّجُلِ لِلْوُضُوْءِ

خادم کا وضو کروانے کے لیے اعضا پر پانی بہانا

اس باب میں وضو کروانے کے لیے کسی دوسرے کا اعضا پر پانی بہانے کا بیان ہے، صب (پانی بہانا) سے مراد ہے کہ اعضاء پر پانی بہائے، اور اس سے اس بات سے احتراز ہے کہ اعضاء کو ملنا اس سے مراد نہیں ہے، بلکہ اعضاء کو دھونے کے لیے صرف پانی بہانا مراد ہے۔خادم وضو کرنے والے کے لیے اعضاء پر پانی بہائے، اور متوضی وضو کرے، تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔پچھلے باب میں وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا بیان تھا۔

۷۹۔أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ وَالْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ وَاللَّفْظُ لَهُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ مَالِكٍ وَيُونُسَ، وَعَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ أَخْبَرَهُمْ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يَقُولُ: سَكَبْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تَوَضَّأَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: لَمْ يَذْكُرْ مَالِكٌ عُرْوَةَ بْنَ الْمُغِيرَةِ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر جب وضو فرمایا، تو میں نے پانی بہایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح فرمایا۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے (عباد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کے بعد) عروہ بن مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر نہیں کیا۔

۱۔اطراف:

تقدم: ۱۲۴،۸۲، بخاری: ۱۸۱، ۲۰۳، ۲۰۶، ۴۴۲۱، مسلم: ۲۷۴، ابوداؤد: ۱۴۹، ۱۵۱، ابن ماجہ: ۵۴۵، احمد: ۱۸۱۸۴، السنن الکبریٰ: ۱۶۵، ابن ابی شیبہ: ج ۱، ص ۱۰۶، موطا، ص ۲۸

۱۔ جامع الترمذی: ۲۵ ۲۔ سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۱۴۱

۱۔مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

نبی کریم ﷺ نے جب وضو کیا تو میں نے پانی بہایا۔

۳۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں دس راوی ہیں، جن میں سے چھ کے حالات گزر چکے ہیں، باقی چار کے درج ذیل ہیں:

۱۔سلیمان بن داؤد:

آپ کا نام ابوربیع سلیمان بن داؤد بن حماد بن سعد مہری بصری (م:۲۵۳ھ) ہے، آپ علامہ رشدین کے بھتیجے ہیں، آپ فقہ مالکی کے بہت بڑے فقیہہ ہیں۔آپ رواۃ کے گیارہویں طبقہ سے ثقہ،فقیہہ، زاہد راوی ہیں۔امام ابوداؤد اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ کا سن ولادت ۱۷۸ھ ہے۔(۱)

۲۔الحارث بن مسکین: راجع:۹ **۳۔ابن وھب:** راجع:ایضاً

۴۔مالک: راجع:۷ **۵۔یونس:** راجع:۹

۶۔عمرو بن الحارث:

آپ کا نام ابوایوب عمرو بن حارث بن یعقوب انصاری مصری (م:۱۴۸ھ) ہے، آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ،فقیہہ، حافظ، مقری راوی ہیں۔آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۷۔ابن شھاب: راجع:۱

۸۔عباد بن زیاد:

آپ کا نام ابوحرب عباد بن زیاد بن ابوسفیان (م:۱۰۰ھ) ہے، آپ غالباً رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، آپ عبیداللہ بن زیادہ کے بھائی ہیں، آپ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۵۳ھ میں بجستان کا گورنر مقرر فرمایا، امام مسلم، ابوداؤد اور نسائی رحمہم اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۳)

۹۔عروہ بن المغیرۃ:

آپ کا نام ابویعفور عروہ بن مغیرہ بن شعبہ ثقفی کوفی (م:۹۰ھ) ہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ تابعی راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۴)

۱۔ i۔الجرح والتعدیل، ج۴،ص۱۱۴ ii۔الثقات، ج۸،ص۲۷۸

۲۔ i۔طبقات ابن سعد، ج۷،ص۵۱۵ ii۔تاریخ ابی زرعہ، ص۴۵۸

۳۔ i۔الثقات، ج۷،ص۱۵۸ ii۔تقریب التھذیب، ج۱،ص۳۷۳

۴۔ i۔تاریخ الثقات، ص۳۳۱ ii۔الثقات، ج۵،ص۱۹۵

۱۰۔المغیرۃ: راجع:۱۷

۴۔حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔خصوصیاتِ سند:

☆ یہ روایت سباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سباعیات کے اعتبار سے یہ آٹھویں (۸) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے چار راوی سلیمان، حارث بن مسکین، ابن وھب اور عمرو بن حارث مصری ہیں، دو راوی امام مالک اور ابن شھاب زہری، مدنی ہیں، اور دو راوی عروہ بن مغیرہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کوفی ہیں، جبکہ عباد بن زیاد بحستانی ہیں، اس وقت کے بحستان میں موجودہ پاکستان کے صوبہ بلوچستان کے بھی کچھ حصے شامل تھے، اس طرح اس سند میں ایک راوی ایسے ہیں، جن کی نسبت ایسے علاقے سے ہے، جس کا تعلق پاکستان (صوبہ بلوچستان) سے بھی بنتا ہے۔

☆ قراۃ علیہ وانا اسمع اور واللفظ لہ دونوں الفاظ میں مخصوص قواعد کی رعایت کی گئی ہے، جس کی وضاحت پہلے حدیث نمبر نو (۹) اور حدیث نمبر پچھتر (۷۵) پر گزر چکی ہے۔

☆ یہ روایت بیٹے (عروہ بن مغیرہ) کی باپ (حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ) سے ہے۔

☆ یہ روایت تین تابعین کرام (امام زہری، عباد بن زیاد، عروہ بن مغیرہ) کی ایک دوسرے سے روایت ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، سماع دو دفعہ اور عنعنہ چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

☆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مبارکہ تقریباً ساٹھ طرق کے ساتھ مروی ہے۔

۶۔لغات:

سکبت: میں نے پانی ڈالا، بہایا　　　مسح: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا

الخفین: دو موزے

۷۔مسائل ونصائح:

☆ وضو کرنے میں غیر سے مدد لینے کی اقسام اور اصاغر کا اکابر کی از خود خدمت کرنا:

اس حدیث میں وضو میں کسی کی مدد لینے کا ذکر ہے، اور وضو میں کسی کی استعانت لینے کی تین قسمیں ہیں:

i- کوئی شخص وضو کرنے کے لیے صرف پانی لا کر رکھ دے، یہ بغیر کسی کراہت کے جائز ہے۔

ii- کوئی شخص وضو کرنے والے کے اعضاء پر پانی ڈالے، یہ بھی بغیر کسی کراہت کے جائز ہے، کیونکہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء پر پانی ڈالا، جیسا کہ اس حدیث میں ہے، بعض علماء نے اس کو مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ کہا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ مکروہ تنزیہی یا خلاف اولی اس

وقت ہوتا، جب رسول اللہ ﷺ نے اس فعل سے منع کیا ہوتا، اور علامہ ابن بطال نے نقل کیا ہے: کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مکہ کے راستہ میں وضو کرایا، اور شعبہ نے از ابی بشر روایت کیا ہے کہ مجاہد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ پر پانی ڈال رہے تھے، اور وہ اپنے پیر دھو رہے تھے، اور سلف صالحین وضو میں اس طرح کی استعانت لیتے تھے، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں نے دیکھا کہ عبدالرحمٰن بن ابزی اور الضحاک بن مزاہم حضرت امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ پر لوٹے سے پانی ڈال رہے تھے، اور وہ وضو کر رہے تھے۔ (۱)

iii۔ تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص وضو کرانے میں اعضا پر پانی بھی ڈالے اور اپنے ہاتھوں سے اعضاء وضو کو ملے بھی، یہ بیمار آدمی کے لیے عذر کی حالت میں بلا کراہت جائز ہے اور بغیر عذر کے مکروہ ہے۔ (۲)

☆ اس روایت کو امام مالک، یونس اور عمرو بن حارث تین اشخاص نے امام زہری سے بیان کیا ہے۔ آخری دو تو عباد بن زید کے بعد عروہ بن مغیرہ کا ذکر کرتے ہیں، مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا ذکر نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ ترجیح دو راویوں کی بات کو ہوگی۔

☆ وضو کے دوران میں اس قسم کی خدمت لی جاسکتی ہے۔ اس سے وضو کے ثواب میں کوئی فرق نہیں پڑے گا، کیونکہ وضو نام ہے، اعضاء کو دھونے کا، اور یہ کام تو وضو کرنے والا خود ہی کر رہا ہے، البتہ تعاون کرنے والا اپنی نیت کے مطابق اجر کا مستحق ہوگا۔ (۳)

☆ ان دونوں حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے ساتھی یا بزرگ کو وضو کرا دے، تو اس میں حرج نہیں، اور یہ فعل بلا کراہت جائز و مباح ہے، بلکہ سنت ہے، اور یہ بھی کہ چمڑے کے موزے پہنے ہوں، تو ان پر مسح جائز ہے۔ (۴)

۸۔ خلاصہ:

اس حدیث مبارکہ کی سند میں محدثین نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی سند پر کافی بحث و تمحیص کی ہے، اور امام مالک کی سند کو تسامحات میں شمار کیا ہے، امام مالک کی مذکورہ بیان کردہ سند درج ذیل ہے:

حدثنی یحییٰ عن مالك عن ابن شهاب عن عباد بن زیاد۔ هومن ولد المغیرة بن شعبة عن ابیه عن الغیرة بن شعبة (۵)

اس سند میں دو خطائیں ہیں:

i- عباد بن زیاد حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے نہیں ہیں۔

ii- عباد بن زیاد کا سماع حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے، بلکہ امکان بھی نہیں ہے۔

حافظ ابن عبدالبر اور حافظ مزی کے مطابق اصل سند اس طرح ہے:

عن عباد بن زیاد عن رجل من ولدا المغیرة بن شعبة عن المغیرة بن شعبة (٦)

۱۔ شرح ابن بطال، ج ۱ ص ۲۸۶-۲۸۵ ۲۔ نعمۃ الباری، ج ۱ ص ۶۰۸
۳۔ سنن نسائی (فوائد)، ج ۱ ص ۱۴۲ ۴۔ فیوض الباری، ج ۱ ص ۴۶۲
۵۔ مؤطا امام مالک: ۹۹ ص ۴۷
٦۔ i۔ تھذیب الکمال، ج ۲ ص ٦۵۰ ii۔ التمھید، ج ۱۱ ص ۱۱۱-۱۲۷

☆ سند کی یہ خطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد یحییٰ بن یحییٰ اللیثی کی ہے، یا امام ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے کسی کی ہے۔(۱)

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف مواقع پر مختلف صحابہ کرام نے وضو کروایا۔

☆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کروانے کے لیے پانی اعضاء پر بہایا، اس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ اصاغر کو اکابر کی بغیر کہے، خدمت کرنی چاہیے۔

☆ وضو میں کسی دوسرے سے تین طرح مدد لی جاسکتی ہے۔

۱۔ وضو کے لیے پانی لینا۔ ۲۔ وضو کے لیے پانی اعضاء پر بہانا۔

۳۔ اعضاء کو دھونا اور ملنا۔

☆ اس میں پہلی دو صورتیں جائز ہیں، جبکہ تیسری صورت ناجائز اور مکروہ ہے، البتہ عذر کی بناء پر تیسری صورت بھی جائز ہوگی۔

☆ اہل علم اور اہل فضل کی خدمت کرنی چاہیے۔

☆ آزاد انسان سے اس کی مرضی سے خدمت لی جاسکتی ہے۔

☆ بہتر اور اولیٰ یہی ہے کہ وضو کسی کی مدد لیے بغیر کیا جائے۔

☆ اس حدیث مبارکہ میں موزوں پر مسح کرنے کی دلیل ہے۔

۶۴۔ باب الْوُضُوْءِ مَرَّةً مَرَّةً — وضو کے اعضاء کو ایک ایک دفعہ دھونا

اس باب میں اعضاء وضو کو ایک ایک مرتبہ دھونے کا بیان ہے، وضو میں اعضاء کو ایک ایک دفعہ دھونا فرض ہے، اور دو دو یا تین تین دفعہ سنت ہے، اس لیے اس باب میں وضو کے فرض کو بیان کیا گیا ہے، اسی لیے اس کے فوراً بعد امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اعضاء وضو کو تین تین دفعہ دھونے کا باب قائم کیا ہے، اس سے پہلے باب میں وضو کے لیے خادم کے پانی بہانے کا ذکر تھا۔

۸۰۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِوُضُوءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ پس آپ رضی اللہ عنہ نے وضو کیا، اور اعضاء کو ایک ایک دفعہ دھویا۔

۱۔ اطراف:

بخاری: ۱۵۷، ابوداؤد: ۱۳۸، ترمذی: ۴۲، نسائی: ۸۰، سنن دارمی: ۶۹۶-۷۱۱، ابن حبان: ۱۰۹۵، ابن خزیمہ: ۱۷۱، مسند احمد: ۲۰۷۲

۲۔ مطابقت:

حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اعضاء وضو کو ایک ایک مرتبہ دھویا۔

۱۔ ذخیرۃ العقبیٰ، ج ۲، ص ۳۲۸

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، جن میں سے تین کے حالات گزر چکے ہیں، باقی تین کے درج ذیل ہیں:

۱۔ محمد بن المثنیٰ:

آپ کا نام ابوموسیٰ محمد بن مثنیٰ بن عبید بن قیس بن دینار عنزی بصری (م:۲۵۲ھ) ہے، آپ الزمن کے لقب سے مشہور ہیں، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، ثابت، صدوق راوی ہیں، آئمہ رجال آپ کی ثقاہت وامامت پر متفق ہیں، علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: محمد مثنیٰ اور بندار دونوں اپنے میدان کے اعلیٰ شہسوار ہیں، دونوں ایک ہی دن دنیا سے آخرت کی طرف عازم سفر ہوئے۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ کی پیدائش ۱۶۷ھ ہے۔(۱)

۲۔ یحییٰ: راجع:۴ **۳۔ سفیان:** راجع:۳۷

۴۔ زید بن اسلم:

آپ کا نام ابوعبداللہ زید بن اسلم عدوی مدنی (م:۱۳۶ھ) ہے، آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے غلام تھے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، عالم راوی ہیں، البتہ مرسل روایات کرتے ہیں، آئمہ صحاح آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۵۔ ابن عباس: راجع:۳۱

۶۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۷۔ خصوصیات سند:

☆ یہ روایت سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ بتیسویں (۳۲) حدیث مبارکہ ہے۔
☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔
☆ سند کے تمام راوی ایسے ہیں، جن سے آئمہ صحاح ستہ نے روایات بیان کی ہیں۔
☆ سند کے پہلے دو راوی بصری، تیسرے کوفی اور آخری تین مدنی ہیں۔
☆ حضرت عبداللہ بن عباس مدنی بصری راوی ہیں۔
☆ یہ تابعی (زید) کی دوسرے تابعی (عطاء) سے روایت ہے۔
☆ حضرت عبداللہ بن عباس فقہاء عبادلہ اور مکثرین سبعہ صحابہ میں شامل ہیں، آپ سے ایک ہزار چھ سو چھیانوے (۱۶۹۶) احادیث مروی ہیں۔
☆ حضرت محمد بن مثنیٰ آئمہ صحاح ستہ کے شیخ ہیں۔
☆ سند میں سے الفاظ روایت اخبرنا، قال ایک ایک دفعہ جبکہ حدثنا اور عنعنہ دو دو دفعہ استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ i۔ تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۲۸۳ ii۔ المعجم المشتمل، ص ۹۴۹

۲۔ i۔ تاریخ ابی زرعۃ، ص ۴۲۹ ii۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۱۷۳

۸۔لغات:

الا اخبرکم : کیا میں تمہیں بتاؤں　　　　فتوضاء :حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے وضو کیا

مرۃ مرۃ: ایک ایک دفعہ،مراد ہے اعضاء کو ایک ایک دفعہ دھونا

۹۔مسائل ونصائح:

☆　نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعضاء وضو کو تین تین بار دھوتے تھے،لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لیے ایک ایک مرتبہ بھی اعضاء وضو کو دھویا، تا کہ اگر کبھی پانی کم ہو یا وقت کم ہو، تو ایک ایک مرتبہ بھی اعضاء وضو کے دھونے سے وضو ہو جائے ،اور یہ وضو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہو۔

☆۔　شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وضو کی تینوں احادیث (ایک دفعہ،دو دفعہ اور تین دفعہ اعضاء دھونے والی) ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اعضائے وضو کبھی ایک ایک بار،کبھی دو دو بار،کبھی تین تین بار دھوئے جاتے تھے۔مگر غالب و اکثر تین تین بار دھونے کا ذکر آیا ہے۔ایک بار دھونے میں صرف فرض پر کفایت کی گئی ہے،جس کے بغیر وضو ہوتا ہی نہیں۔دو بار دھونے میں طہارت و پاکیزگی کے زیادہ اہتمام کی طرف اشارہ ہے،اسے نور علی نور کہتے ہیں۔اور یہ مزید اجر وثواب کا موجب ہے۔اور تین تین بار دھونا مرتبہ تطہیر کی انتہا اور طہارت میں مبالغہ وتاکید کا اظہار ہے،تین بار سے زیادہ دھونا حد سے تجاوز،اسراف اور ظلم وممنوع ہے۔تین سے زیادہ بار دھونا بظاہر زیادتی ہے مگر حقیقت میں نقصان ہے۔جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔تاہم اس سے وضو باطل نہیں ہوتا۔بلکہ قائم و باقی رہتا ہے۔

بعض احادیث میں اعضائے وضو تین بار،بعض میں دو بار اور بعض میں ایک بار دھونے کا ذکر آیا ہے۔یہ متعدد صورتیں ہیں:جو احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔یہ سب صورتیں بیان جواز اور دائرہ وضو کی توسیع کے لیے ہیں۔بعض علماء کے نزدیک صرف ایک ایک بار دھونا گناہ ہے،کیونکہ اس مشہور سنت کا ترک لازم آتا ہے۔مگر صحیح یہ ہے،گناہ نہیں،کیونکہ صرف ایک بار دھونے کا ذکر بھی صحیح احادیث میں آیا ہے،اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے موطا میں کہا ہے: کہ تین تین بار دھونا افضل،دو دو بار دھونا کفایت اور صرف ایک بار دھونا اگر صحیح و کامل طریقہ سے،ہوتو کافی ہے۔امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: تین سے زیادہ بار دھونے کو میں پسند کرتا ہوں،اور ہم اسے حرام قرار نہ دیں گے،مگر ان کا مشہور مذہب یہ ہے: تین سے زیادہ بار دھونا مکروہ تنزیہی ہے۔(۱)

☆　مرۃ مرۃ: یہ مصدر ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔مطلب یہ ہے کہ ہر عضو کو ایک مرتبہ دھویا اور ایک بار مسح کیا۔ولم یزد علی هذا: یعنی اس وضو میں،یا اس وقت میں،یا اپنے علم کے اعتبار سے فرمایا،ورنہ تو بے شمار روایات میں زیادتی ثابت ہے،اور باقی یہ فعل یعنی ایک ایک بار وضو کرنا،یہ بیان جواز کے لیے ہے،کیونکہ یہ سب سے کم وضو کا درجہ ہے۔(۲)

☆　حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک یا دو دفعہ اعضاء دھونا بیان جواز کے لیے ہے۔(۳)

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ وضو اسلام کے ساتھ خاص نہیں پہلی امتوں میں بھی تھا ہاں چہروں کی چمک اس امت کی خصوصیات سے ہے۔دوسرے یہ کہ ابراہیم علیہ اسلام بھی وضو کیا کرتے تھے۔چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابراہیم وسارہ نے وضو کیا اور نماز پڑھی اور جریج اسرائیلی نے وضو کیا اور نماز پڑھی،غرضیکہ وضو بڑی پرانی سنت ہے تیسرے یہ کہ تین تین بار اعضائے وضو دھونا بہت افضل ہے کیونکہ سنت انبیاء ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک یا دو بار اعضاء دھونا بیان جواز کے لیے ہے۔

۱۔ اشعۃ اللمعات، ج۱،ص۶۲۱۔۶۲۲　　۲۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج۲،ص۱۷۳　　۳۔ مراۃ المناجیح، ج۱،ص۲۷۶

۸۔خلاصہ:

☆ وضو میں اعضاء کا ایک ایک دفعہ دھونا فرض ہے، اس حدیث مبارکہ میں اسی کا بیان ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو عمل کر کے دکھلایا ہے، اس سے دو باتیں مقصود ہیں:

۱۔ جواز فعل کو بیان کرنا ۲۔ ایک دفعہ کے لیے سنت کو بیان کرنا

☆ علماء کو ضروری مسائل بغیر پوچھے ہی لوگوں کے لیے بیان کرنے چاہیے۔

☆ علم پھیلانے کا بہترین ذریعہ تعلیم بالعمل ہے۔

۶۵۔باب الْوُضُوْءِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وضو کے اعضاء کو تین تین دفعہ دھونا

اس باب میں اس حدیث مبارکہ کا ذکر ہے، جس میں آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعضاء وضو کو تین تین دفعہ دھونے کا ذکر ہے، اکثر محدثین نے ایک ایک دفعہ اعضاء وضو کو دھونے والی احادیث مبارکہ کے بعد، دو دو دفعہ وضو کے اعضاء کو دھونے والی احادیث مبارکہ کا ذکر کیا ہے۔(۱) غالبًا اس لیے بہتر تو یہی تھا کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ دو دفعہ اعضاء وضو کو دھونے والی احادیث مبارکہ ذکر کرتے، لیکن غالبًا امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی شرائط کے مطابق دو دو دفعہ اعضاء وضو کو دھونے والی حدیث مبارکہ نہ ملی ہو، اس لیے ایک ایک دفعہ دھونے والی حدیث مبارکہ کے بعد دو دو دفعہ دھونے والی حدیث مبارکہ ذکر کی ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جب اقل عدد (ایک دفعہ دھونا) اور اکثر عدد (تین دفعہ دھونا) ذکر کر دیا، تو دو دفعہ دھونے کا جواز خود بخود ثابت ہوتا ہے۔ پچھلے باب میں ایک ایک دفعہ اعضاء وضو کو دھونے کا بیان تھا۔

۸۱۔أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ :أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ :أَنْبَأَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ :حَدَّثَنِي الْمُطَّلِبُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَنْطَبٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، يُسْنِدُ ذٰلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت مطلب بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے تین تین (مرتبہ اعضاء دھوکر) وضو کیا، اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس فعل کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا۔

۱۔اطراف:

ابن ماجہ:۴۱۴، احمد:۶۱۶۶، السنن الکبریٰ:۸۸

۲۔مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے تین تین دفعہ اعضاء وضو کو دھویا۔

۳۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، جن میں سے چار کے حالات گزر چکے ہیں، ایک کا تعارف درج ذیل ہے:

۱۔سوید بن نصر: راجع:۵۵ ۲۔عبداللہ بن المبارک: راجع:۳۶

۳۔الاوزاعی: راجع:۵۶

۱۔ بخاری:۱۵۸

۴۔المطلب بن عبداللہ بن حنطب:

آپ کا نام مطلب بن عبداللہ بن مطلب بن حنطب بن حارث مخزومی مدنی ہے، آپ رواۃ چوتھے طبقہ سے ثقہ، صدوق، کثیر الحدیث، مدلس، مرسل راوی ہیں، آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ دیگر شواہد کی بناء پر صحیح ہے۔

۵۔خصوصیاتِ سند:

یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ چونتیسویں (۳۴) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ المطلب بن عبداللہ بن حنطب کی اکثر آئمہ نے توثیق کی ہے، البتہ کثرت ارسال میں کلام ہے۔

☆ سند کے پہلے دو راوی مروزی، تیسرے شامی، جبکہ چوتھے اور پانچویں راوی مدنی ہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فقہاء عبادلہ اربعہ اور مکثرین سبعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں، آپ سے دو ہزار چھ سو تیس (۲۶۳۰) احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، حدثنی ایک ایک دفعہ اور انبأنا دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔لغات:

یسند: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ منسوب کرتے ہیں۔

۷۔مسائل ونصائح:

اعضاء وضو کو تین تین دفعہ دھونے کی تائید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ اس حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے۔

أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَزِيدَ أَخْبَرَهُ أَنَّ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِإِنَاءٍ، فَأَفْرَغَ عَلَى كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ، فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْإِنَاءِ، فَمَضْمَضَ، وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مِرَارٍ، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا، ثُمَّ

حضرت عثمان کے آزاد کردہ غلام حمران نے خبر دی، کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انہوں نے پانی کا برتن منگایا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا، پھر انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ برتن میں ڈالا ہے، پھر اس سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر اپنا چہرہ تین بار دھویا اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک تین بار دھویا، پھر اپنے سر کا مسح کیا، پھر اپنے دونوں پیروں کو ٹخنوں تک تین بار دھویا، پھر کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میرے اس وضو کی

ا۔الثقات، ج۵، ص۴۵۰ ii۔تقریب التھذیب، ج۲، ص۲۶۰۔۲۶۱

صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ لَا یُحَدِّثُ فِیْهِمَا نَفْسَهٗ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ(۱)

طرح وضو کیا، پھر دو رکعت نماز اس طرح پڑھی، جس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کی (اپنے اختیار سے کوئی بات نہ سوچی)، تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

☆ ابن الملک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: کہ یہ وضو اکمل ہے۔ میرک شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: یعنی ہر عضو کو اعضاء وضو میں تین تین بار دھویا: اور عموم حدیث اس بات کو چاہتا کہ مسح راس بھی تین مرتبہ ہو۔ لیکن وہ روایات کہ جس میں اعضاء وضو کی تفصیل ہے، جیسا کہ صحیحین میں اس کی تصریح ہے وہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مسح رأس ایک مرتبہ ہوا ہے۔ غور سے سمجھ لو۔

☆ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مطلب یہ ہے کہ اعضاء وضو میں سے ہر عضو کو تین تین بار پاک کیا' اور یہ مسح رأس کے تین مرتبہ ہونے کو بھی شامل ہے' اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے' اور اس کے ساتھ ساتھ ایک روایت میں تین بار سر کا مسح کرنے کی تصریح بھی ہے۔

☆ (ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے): وہ روایت ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی ہے لیکن اس روایت سے جو بات مفہوم ہوئی ہے' وہ یہ ہے کہ وہ روایت شاذ ہے' اور اس میں ثقات کی مخالفت ہے' اسی وجہ سے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ مذہب شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تصحیح کا انتہائی لحاظ رکھنے والے ہیں، انہوں نے یہ کہا ہے: کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مسح کے تکرار میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پر اعتماد کیا ہے، اور ابو انس رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مطلق ہے، اور وہ روایات جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے وضاحت سے ثابت ہیں، ان میں تکرار سر کے مسح کے علاوہ، دوسرے اعضاء میں ہے، باقی سر کا مسح وہ ایک مرتبہ ہی ہے۔

☆ اس لیے بھی تثلیث نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ مسح ہے، لہٰذا تثلیث نہیں ہوگی جیسا کہ پٹی، موزے، اور تیمم پر مسح کرنا، اور اس لیے بھی کہ تثلیث کی صورت میں یہ مسح نہیں رہے گا، بلکہ غسل ہو جائے گا۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک مرتبہ، دو دو مرتبہ اور تین تین مرتبہ وضو کیا، یہ امت کو تعلیم دینے کی خاطر تھا، کہ تمام طرح جائز ہے، اور یہ کہ جو اکمل ہو، وہ افضل ہے یعنی ثواب کے اعتبارات اور کمال پر زیادتی، وہ نقصان ہے، غلطی ہے اور ظلم و گناہ ہے۔(۲)

۸۔ خلاصہ:

اعضاء وضو کو تین تین دفعہ دھونے کے سنت ہونے کے بارے میں اہل علم کا اتفاق ہے۔

☆ سر کا مسح ایک دفعہ کرنا ہی سنت ہے۔

☆ تین تین دفعہ سے مراد دھونا ہے، مسح کرنا مراد نہیں ہے۔

☆ کامل اور اعلیٰ وضو یہی ہے کہ اعضاء کو تین تین دفعہ دھویا جائے اور سر کا مسح ایک دفعہ کیا جائے۔

☆ پانی اور وقت کی کمی کی صورت میں اعضاء وضو کو ایک ایک یا دو دو دفعہ دھونا بھی جائز ہے، اور اس سے فرض ادا ہو جائے گا۔

۱۔ i-بخاری:۱۵۹ ii-مسلم:۵۲۷ iii-ابوداؤد:۱۰۶ iv-نسائی:۸۴
v-ابن ماجہ:۲۸۵ vi-السنن الکبریٰ للنسائی:۱۷۶ vii-صحیح ابن حبان:۳۶۰ viii-مسند احمد:۴۸۹

۲۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج۲، ص۱۷۴۔۱۷۵

۶۶۔ باب صِفَةِ الْوُضُوْءِ - غَسْلُ الْكَفَّيْنِ وضو کا طریقہ۔ دونوں ہتھیلیوں کا دھونا

پچھلے دو ابواب میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ان احادیث مبارکہ کو بیان کیا ہے، جن میں کیمیت وضو کا بیان تھا، اس باب سے کیفیات وضو کو بیان فرمارہے ہیں، وضو میں سب سے پہلے چونکہ ہاتھوں کو دھویا جاتا ہے، اس لیے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے اسے ہی بیان کیا ہے۔ یہاں پر ہتھیلیوں سے مراد دونوں ہاتھ ہیں۔

۸۲۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْبَصْرِيُّ، عَنْ بِشْرِ بْنِ الْمُفَضَّلِ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ، عَنِ الْمُغِيرَةِ، وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ رَجُلٍ حَتَّى رَدَّهُ إِلَى الْمُغِيرَةِ قَالَ ابْنُ عَوْنٍ: وَلَا أَحْفَظُ حَدِيثَ ذَا مِنْ حَدِيثِ ذَا، أَنَّ الْمُغِيرَةَ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَرَعَ ظَهْرِي بِعَصًا كَانَتْ مَعَهُ فَعَدَلَ وَعَدَلْتُ مَعَهُ حَتَّى أَتَى كَذَا وَكَذَا مِنَ الْأَرْضِ فَأَنَاخَ ثُمَّ انْطَلَقَ. قَالَ: فَذَهَبَ حَتَّى تَوَارَى عَنِّي، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: أَمَعَكَ مَاءٌ؟ وَمَعِي سَطِيحَةٌ لِي فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَأَفْرَغْتُ عَلَيْهِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ وَذَهَبَ لِيَغْسِلَ ذِرَاعَيْهِ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ، فَأَخْرَجَ يَدَهُ مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ وَذَكَرَ مِنْ نَاصِيَتِهِ شَيْئًا وَعِمَامَتِهِ شَيْئًا - قَالَ ابْنُ عَوْنٍ: لَا أَحْفَظُ كَمَا أُرِيدُ - ثُمَّ مَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ ثُمَّ قَالَ: حَاجَتُكَ؟ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَيْسَتْ لِي حَاجَةٌ. فَجِئْنَا وَقَدْ أَمَّ النَّاسَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَقَدْ صَلَّى بِهِمْ رَكْعَةً مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ، فَذَهَبْتُ لِأُوذِنَهُ فَنَهَانِي، فَصَلَّيْنَا مَا أَدْرَكْنَا وَقَضَيْنَا مَا سُبِقْنَا

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عصا مبارک میری پشت پر چھویا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف ہو کر چل دیے، میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل دیا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی ایسی جگہ (یعنی مناسب جگہ) پہنچے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ بٹھا دیا اور پیدل چل پڑے، یہاں تک میری نظروں سے اوجھل ہو گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پوچھا: کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میرے پاس پانی کا مشکیزہ تھا، میں اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا اور پانی ڈالنا شروع کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اور چہرہ دھویا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازو دھونے لگے، تو تنگ شامی جبے کی آستینیں تنگ تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبے کے نیچے سے ہاتھ نکالا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ اور بازو دھوئے (راوی کہتے ہیں: اس کے بعد حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے) پیشانی اور عمامے کے حوالے سے کچھ بیان کیا۔ ابن عون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: (جو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا) وہ مجھے اچھی طرح یاد نہیں ہے۔ پھر آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا اور فرمایا: تجھے قضاء حاجت کی ضرورت ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے قضاء حاجت کی ضرورت نہیں ہے، پھر ہم آئے، تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ لوگوں کی امامت کروا رہے تھے، اور وہ نماز فجر کی ایک رکعت پڑھا چکے تھے، میں نے انہیں آگاہ کرنا چاہا، تو آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے روک دیا، جو نماز ہم نے پائی، وہ پڑھ لی، جو گزر چکی تھی، اسے پورا کیا۔

۲۔ اطراف:

بخاری، ۱۸۲، ۲۰۳، ۲۰۶، ۳۸۸، ۴۴۲۱، ۵۷۹۸، مسلم: ۲۷۴، ابوداؤد: ۸۲-۷۹، ابن ماجہ: ۵۴۵، مسند احمد: ۱۸۱۹۰

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:
میں نے پانی انڈیلنا شروع کیا، تو آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ دھوئے۔

۳۔ تعارفِ رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، جن میں سے تین کا تعارف گزر چکا ہے۔ باقی چار کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ محمد بن ابراہیم:

آپ کا نام ابوجعفر محمد بن ابراہیم بن صدران ازدی سلمی بصری (م: ۲۴۷ھ) ہے، آپ مؤذن کے لقب سے مشہور ہیں، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، صدوق راوی ہیں، امام ابوداؤد، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ بشر بن المفضل:

آپ کا نام ابواسماعیل بشر بن مفضل بن لاحق رقاشی بصری (م: ۱۸۷ھ) ہے، آپ رواۃ کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ، ثابت، عابد، کثیر الحدیث راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت واتقان پر متفق ہیں، آپ صوم دھر رکھتے اور ہر روز چار سو رکعت نفل ادا فرماتے تھے، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۳۔ ابن عون:

آپ کا نام ابوعون عبداللہ بن عون بن ارطبان مزنی بصری (م: ۱۵۰ھ) ہے، آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، ثابت، فاضل، مامون راوی ہیں، آپ اپنے زمانے کے بہت بڑے شیخ اور اہل علم میں سے تھے، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۴۔ عامر الشعبی:

آپ کا نام ابوعمرو بن شراحیل شعبی حمیری کوفی (م: ۱۰۳ھ) ہے آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، فقیہہ، فاضل، مشہور، شاعر راوی ہیں، آپ بہت بڑے فقیہہ اور اہل علم میں سے ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت، فقاہت اور فضیلت پر متفق ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے اسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ (۴)

۴۔ i۔ تاریخ ابی زرعۃ، ص۶۴۷ ii۔ تاریخ الدوری، ج۲، ص۲۸۵

۵۔ عروۃ بن المغیرۃ: راجع: ۷۹ ۶۔ المغیرۃ: راجع: ۱۷

۷۔ محمد بن سیرین: راجع: ۵۷

۱۔ i۔ الجرح والتعدیل، ج۷، ص۲۹۰ ii۔ المعجم المشتمل، ص۵۲۴۷

۲۔ i۔ طبقات ابن سعد، ج۷، ص۲۹۰ ii۔ تاریخ الثقات، ص۱۲۹

۳۔ i۔ الثقات، ج۷، ص۳ ii۔ تقریب التہذیب، ج۱، ص۴۱۳

۶۔ حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے، اس حدیث مبارکہ کو امام ترمذی کے علاوہ آئمہ صحاح ستہ نے روایت کیا ہے۔

۷۔ خصوصیاتِ سند:

یہ روایت سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ تنتسویں (۳۳) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے تین راوی اور ابن سیرین بصری اور باقی راوی کوفی ہیں۔

☆ یہ روایت تابعی (عامر) کی دوسرے تابعی (عروہ) سے روایت ہے۔

☆ سند میں عن محمد بن سیرین کا عطف عن عامر الشعبی پر ہے اور اس سے مراد ہے کہ ابن عون نے دو شیوخ عامر شعبی اور ابن سیرین سے روایت کیا ہے۔

☆ ابن سیرین والی سند میں شیخ کا نام مذکور نہیں، البتہ آخری صحابی راوی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

☆ اس طرح یہ حدیث مبارکہ دو سندوں سے مذکور ہے، جس میں ابن سیرین والی سند مبہم ہے، لیکن عامر شعبی والی سند متصل ہے۔

☆ البتہ امام بغوی نے اس حدیث مبارکہ کی سند میں راوی عمرو بن وھب ثقفی کا نام ذکر کیا ہے، امام بغوی کی امام شافعی کے طریق سے سند درج ذیل ہے:

انا یحییٰ بن حسان عن حماد بن زید و ابن علیة عن ایوب عن ابن سیرین عن عمرو بن وھب الثقفی عن المغیرہ بن شعبة(۱)

☆ اس طرح اس سند کا ابہام دور ہو جاتا ہے اور یہ حدیث دونوں طریق سے صحیح ہوگی۔

☆ ابن عون کے الفاظ **لا احفظ حدیث ذا من حدیث ذا** سے مراد ہے کہ مجھے دونوں روایتوں کے الفاظ تمیز یاد نہیں ہے، البتہ ان دونوں روایتوں کا مجموعہ یاد ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا ایک دفعہ اور عنعنہ سات دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۸۔ لغات:

فقرع: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چبھن کی

عصا: لاٹھی

اناخ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ بٹھایا

توارى عني: مجھ سے اوجھل ہو گئے

ظهرى: میری پشت

عدل: آپ صلی اللہ علیہ وسلم راستے سے ہٹ کر ایک طرف چلے

انطلق: آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لئے چل دیئے

سطیحة: مشکیزہ، چھاگل

۱۔ شرح السنۃ، ج۱، ص۴۵۱

افرغت علیه : میں نے آپ ﷺ پر پانی انڈیلا   **فغسل یدیه و وجهه** : آپ ﷺ نے ہاتھ اور چہرہ دھونا

ذهب یغسل ذراعیه: آپ ﷺ نے بازو دھونے کا ارادہ فرمایا۔

من ناصیته شیاء وعمامته شیاء: یعنی شیخ نے پیشانی اور عمامہ پر مسح کرنے کے بارے میں بیان کیا۔

حاجتك؟ تجھے حاجت ہے، مراد ہے تجھے بول و براز کی حاجت ہے؟

قدام الناس عبدالرحمن بن عوف: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔

فذهبت لا ذونه :میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کے بارے میں بتلانا چاہا۔

فصلینا ما ادر کنا: ہم نے جو رکعت پا لی وہ پڑھ لی، مراد ہے دوسری رکعت ان کی امامت میں پڑھی۔

و قضینا ما سبقنا : جو رکعت ہماری رہ گئی تھی، اسے پورا کرلیا۔ مراد ہے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سلام پھیرنے کے بعد ہم نے پہلی رکعت پڑھی۔

۷۔ مسائل و نصائح:

☆ یہ حدیث مبارکہ فقہی مسائل کے بیان میں بڑی جامع ہے، اکثر محدثین نے اس حدیث مبارکہ کو مختلف ابواب کے تحت ذکر کیا ہے، جبکہ تمام فقہاء کرام نے اس سے فقہی مسائل کا استنباط کیا ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ مقامات پر، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی پانچ جگہ پر مختلف ابواب کے تحت، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے دو مقامات پر، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے تین مقامات پر، امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے بہت سارے محدثین اور فقہا نے اس حدیث مبارکہ کے مختلف اجزاء سے بہت سارے مسائل میں استدلال کیا ہے۔

☆ نبی ﷺ کا حضرت عبدالرحمان بن عوف کی اقتداء میں نماز پڑھنا:

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ صبح کی نماز میں نبی ﷺ کو آنے میں دیر ہوگئی، تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی، جب وہ ایک رکعت پڑھا چکے، تو نبی ﷺ تشریف لائے، اور نبی ﷺ نے بعد میں ایک رکعت ان کی اقتداء میں نماز پڑھی، اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں افضل کا مفضول کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا جواز ہے، اور یہ بیان ہے کہ نبی ﷺ نے بعض افراد امت کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے، نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ نماز کو اول وقت میں پڑھنا افضل ہے، کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نماز کو اول وقت میں پڑھا، اور نبی ﷺ کا انتظار نہیں کیا، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب امام کو اول وقت پہنچنے میں تاخیر ہو جائے، تو جماعت کے لیے مستحب یہ ہے، کہ وہ کسی شخص کو آگے کر دیں اور وہ ان کو نماز پڑھائے، بہ شرطیکہ ان کو امام کے حسن خلق پر اعتماد ہو، اور یہ کہ امام کو اس سے ایذاء نہیں پہنچے گی، اور اس سے کوئی فتنہ نہیں ہوگا۔ اور اگر ان کو یہ اطمینان نہ ہو کہ امام کو ایذاء پہنچے گی، تو وہ اول وقت میں الگ الگ نماز پڑھ لیں، پھر اگر ان کو دوبارہ جماعت سے نماز پڑھنے کا موقع ملے تو ان کے لیے جماعت سے نماز پڑھنا مستحب ہے، (یہ حکم صرف ظہر اور عشاء کی نماز میں ہے کیونکہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد نفل جائز نہیں ہیں، اور مغرب کی نماز تین رکعت ہے اور تین رکعت نفل مشروع نہیں ہیں۔(۱)

۱۔ شرح صحیح مسلم، ج۱، ص۹۵۰

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا نماز پڑھانے کو برقرار رکھنا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پیچھے ہو جانا، اس وجہ سے تھا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ایک رکعت نماز پڑھا چکے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے آگے نہیں بڑھے، کہ قوم کو نماز کی ترتیب میں خلل نہ ہو، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں اس طرح نہیں تھا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)(۱)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھاتے رہنے کا اشارہ کیا، تو وہ پیچھے ہٹ آئے، اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھاتے رہنے کا اشارہ کیا، تو انہوں نے نماز پڑھا دی، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے الادب فوق الاصر پر عمل کیا، اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے الامر فوق الادب پر عمل کیا، ان میں افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عمل ہے۔ (۲)

☆ اس حدیث مبارکہ میں موزوں پر مسح اور موزوں کے ساتھ نماز ادا کرنے کا ثبوت ہے۔

☆ وضو کرنے میں دوسرے سے مدد لینے کا جواز ہے۔

☆ اہل تصوف نے اس حدیث مبارکہ سے شیخ کے لیے مرید سے خدمت لینے کا جواز بیان کیا ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے اس سفر میں خدمت لی، اسی طرح سفر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے تھے، یہ دونوں غلام نہ تھے، بلکہ آزاد تھے۔

☆ قضاء حاجت کے لیے آنکھوں سے اوجھل دور جانا چاہیے، جبکہ کھلا میدان ہو یا کھلی جگہ ہو۔

☆ کفار اور غیر ملکی اشیاء سے استفادہ کرنا جائز ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شامی جبہ پہن رکھا تھا، اور شام اس وقت کافر سلطنت تھی۔

☆ مردار کی کھال ناپاک نہیں ہوتی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ کھال کا تھا، اور اہل شام کے ہاں مردار کھائے جاتے تھے۔

☆ تنگ کپڑے پہننا جائز ہے، بشرطیکہ شرم گاہ چھپی ہوئی ہو۔

☆ جن اعضا کا دھونا فرض ہے، ان کو لازمی دھویا جائے گا، اگرچہ بہت مشکل ہو، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بازو دھوئے۔

☆ ہتھیلیوں کا دھونا سنت متواترہ ہے۔

☆ نماز اول وقت میں پڑھنا افضل ہے۔

☆ جب امام افضل وقت پر موجود نہ ہو، تو مقتدیوں کو چاہیے کسی اور کو امام بنا کر نماز پڑھیں، لیکن اس میں ضروری ہے کہ اس سے امام وقت کا ناراض ہونا اور فتنے کا خوف نہ ہو۔

☆ مفضول کا افضل کی امامت کروانا جائز ہے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے امتی وصحابی کے پیچھے نماز پڑھنے کا ثبوت ہے۔

☆ جن نمازیوں کی امام سے کوئی رکعت فوت ہو جائے، وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد اس کو مکمل کریں۔ (۳)

☆ ہمیشہ باوضو رہنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

۱۔ شرح مسلم نووی، ج ۱، ص ۱۳۵۔۱۳۴ ۲۔ شرح صحیح مسلم، ج ۱، ص ۹۵۱ ۳۔ فتح المنعم شرح صحیح مسلم، ج ۲، ص ۲۱۵۔۲۱۷

☆ اس حدیث مبارکہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی امامت میں نبی کریم ﷺ کے نماز فجر ادا فرمانے کا ذکر ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے تفصیلی حالات درج ذیل ہیں:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

نام ونسب، خاندان: ابومحمد کنیت عبدالرحمٰن نام، والد کا نام عوف اور والدہ کا نام شفاء تھا، یہ دونوں زہری خاندان سے تعلق رکھتے تھے، سلسلہ نسب یہ ہے: عبدالرحمٰن بن عوف بن عبد جوف بن عبد بن الحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ القرشی الزہری۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا اصلی نام عبدعمرو تھا، ایمان لائے تو رسول اللہ ﷺ نے بدل کر عبدالرحمٰن رکھا۔(۱)

اسلام: عام روایت کے مطابق حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ واقعہ فیل کے دسویں سال پیدا ہوئے تھے، اس لحاظ سے جس وقت رسول اللہ ﷺ نے دعوت توحید کی صدا بلند کی، اس وقت ان کا سن تیس سال سے متجاوز ہو چکا تھا، فطری عفت وسلامت روی کے باعث شراب سے پہلے ہی تائب ہو چکے تھے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رہنمائی سے صراط مستقیم کی شاہراہ بھی نظر آ گئی، اور بارگاہ نبوت میں حاضر ہوکر رہروان حق کے قافلہ میں شامل ہو گئے، اس وقت تک صرف چندروشن ضمیر بزرگوں کو اس کی توفیق ہوئی تھی، اور قافلہ سالار یعنی سرور دو عالم ﷺ ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ کے مکان میں پناہ گزین نہیں ہوئے تھے۔(۲)

ہجرت: خلعت ایمان سے مشرف ہونے کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بھی عام بلاکشان اسلام کی طرح جلاوطن ہونا پڑا، پہلے ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے، پھر وہاں سے واپس آئے تو سب کے ساتھ سرزمین یثرب کی طرف ہجرت کر گئے۔(۳)

مواخات: مدینہ پہنچنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن الربیع انصاری رضی اللہ عنہ سے بھائی چارہ کرا دیا، اور وہ انصار میں سے سب سے زیادہ مالدار اور فیاض طبع تھے، کہنے لگے "میں اپنا نصف مال ومنال تمہیں بانٹ دیتا ہوں اور میری دو بیویاں ہیں، ان کو دیکھو جو پسند آئے، اس کا نام بتاؤ، میں طلاق دے دوں گا، عدت گزارنے کے بعد تم نکاح کر لینا"۔ لیکن حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی غیرت نے گوارا نہ کیا، جواب دیا: "خدا تمہارے مال ومنال اور اہل وعیال میں برکت دے، مجھے صرف بازار دکھا دو"۔ لوگوں نے بنی قینقاع کے بازار میں پہنچا دیا، وہاں سے واپس آئے تو کچھ گھی اور پنیر وغیرہ نفع میں بچا لائے، دوسرے روز باقاعدہ تجارت شروع کر دی، یہاں تک کہ چند دنوں کے بعد بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو جسم پر مراسم شادی کی علامتیں موجود تھیں۔ استفسار ہوا: یہ کیا ہے؟ عرض کی: ایک انصاریہ سے شادی کر لی ہے۔ سوال ہوا: "مہر کس قدر ادا کیا؟" عرض کی "ایک کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا" حکم ہوا "تو پھر ولیمہ کرو، اگرچہ ایک بکری ہی سہی"۔(۴)

غزوات: ۲ھ سے غزوات کا سلسلہ شروع ہوا، حضرت عبدالرحمٰن، اکثر معرکوں میں پامردی وشجاعت کے ساتھ شریک رہے، غزوۂ بدر میں دو نوجوان انصاری پہلو میں کھڑے تھے، انہوں نے آہستہ سے پوچھا: "یا عم! ابوجہل کون ہے جو سرور کائنات ﷺ کی شان میں بدزبانی کرتا ہے؟" اسی اثناء میں ابوجہل سامنے آ گیا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: "وہ دیکھو جس کو تم پوچھتے تھے، سامنے موجود ہے"۔ ان دونوں نے جھپٹ کر ایک ساتھ وار کیا، اور اس ناپاک ہستی سے دنیا کو نجات دلا دی۔(۵)

۱۔ مستدرک حاکم، ج۴، ص۲۷۶ ۲۔ طبقات ابن سعد، ج۳، ص۲۰۹ ۳۔ ایضاً

۴۔ بخاری: ۳۷۸۰ ۵۔ مسند احمد، ج۱، ص۱۹۳

☆ غزوۂ احد میں جس جانبازی وشجاعت سے لڑے، اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ بدن پر بیس سے زیادہ ثار جراحت شمار کیے گئے تھے، خصوصاً پاؤں میں ایسے کاری زخم لگے تھے کہ صحت کے بعد بھی ہمیشہ لنگڑا کر چلتے تھے۔(۱)

دومۃ الجندل کی مہم: شعبان ۶ ھ میں دومۃ الجندل کی مہم پر مامور ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے بلا کر اپنے دست اقدس سے عمامہ باندھا، پیچھے شملہ چھوڑا، اور ہاتھ میں علم دے کر فرمایا: ''بسم اللہ راہ خدا میں روانہ ہو جاؤ، جو لوگ خدا کی نافرمانی وعصیان میں مبتلا ہیں ان سے جا کر جہاد کر، لیکن کسی کو دھوکا نہ دینا، فریب نہ کرنا، بچوں کو نہ مارنا، یہاں تک کہ دومۃ الجندل پہنچ کر قبیلہ کلب کو اسلام کی دعوت دے، اگر وہ قبول کریں تو ان کے بادشاہ کی لڑکی سے نکاح کر لے''۔

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ اس اعزاز کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہو کر دومۃ الجندل پہنچے، اور تین دن تک دعوت وتبلیغ اسلام کا فرض اس خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے، کہ قبیلہ کلب کے سردار اصبغ بن عمرو الکلبی، جو مذہبا عیسائی تھے، اور اس کی قوم کے بہت سے لوگ بطیب خاطر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے، البتہ بعضوں نے جن کو اس کی توفیق نہ ہوئی، جزیہ منظور کر لیا، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے حسب فرمان اصبغ لڑکی تماضر سے شادی کر لی، اور رخصت کرا کے مدینہ ساتھ لائے، چنانچہ حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ ان ہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔(۲)

فتح مکہ: مکہ کی فوج کشی میں بھی شریک تھے، اس کے زیر نگین ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو قبیلہ بنو جذیمہ کے پاس، جو اطراف مکہ میں مسکن گزین تھا، دعوت اسلام کے لیے بھیجا، انہوں نے غلطی سے قتل وخون ریزی کا بازار گرم کر دیا۔ سرور کائنات ﷺ کو اطلاع ہوئی تو نہایت متاسف ہوئے اور ہاتھ اٹھا کر بارگاہ رب العالمین میں تین دفعہ اپنی براءت ظاہر کی ''خدایا! خالد (رضی اللہ عنہ) نے جو کچھ کیا، میں اس سے بری ہوں۔

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے خاندان اور قبیلہ بنو جذیمہ میں گو قدیم زمانہ سے عداوت چلی آئی تھی، یہاں تک کہ ان کے والد عوف کو اسی قبیلہ کے ایک آدمی نے قتل کیا تھا، تاہم اخوت اسلامی نے اس دیرینہ عداوت کو بھی محو کر دیا، چنانچہ اس خونریزی سے بیزار ہو کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا: ''افسوس تم نے اسلام میں جاہلیت کا بدلہ لیا''۔ انہوں نے جواب دیا: ''میں نے تمہارے باپ کے قاتل کو مارا''۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے کہا: ''بے شک تم نے میرے باپ کے قاتل کو مارا، لیکن درحقیقت یہ فاکہ بن مغیرہ کا انتقام تھا، جو تمہارا چچا تھا''۔ (حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے والد عوف اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے چچا فاکہ بن مغیرہ تجارت کے خیال سے یمن جا رہے تھے، بنو جذیمہ نے راہ میں ایک ساتھ دونوں کو قتل کیا تھا، (۳) اس کے بعد دونوں میں نہایت گرم گفتگو ہوئی، آنحضرت ﷺ کو اطلاع ہوئی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے ارشاد ہوا: بس خالد! میرے اصحاب کو چھوڑ، اگر تو راہ خدا میں کوہ احد کے برابر بھی سونا صرف کرے گا، تب بھی ان کے برابر نہ ہوگا۔

فتح مکہ کے بعد حجۃ الوداع تک جس قدر مہمات اور جنگیں پیش آئیں، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سب میں شریک رہے، آخری سفر حج سے واپس آنے کے بعد ۱۰ اھ میں سرور کائنات ﷺ نے وفات پائی، اور سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کا قصہ پیش آیا، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اسی گتھی کے سلجھانے میں شریک تھے، اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے میں ان کا تیسرا نمبر تھا۔

۱۔ سیرت ابن ہشام، ج ا، ص ۴۶۱ ۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۶۴ ۳۔ سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۲۵۶

عہد صدیقی: خلیفہ اول کے عہد میں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ایک مخلص مشیر اور صائب الرائے رکن کی حیثیت سے ہر قسم کے مشوروں میں شریک رہے۔ ۱۳ھ میں جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا آفتاب حیات لب بام آیا، اور ایک جانشین نامزد کرنے کی فکر دامنگیر ہوئی، تو انہوں نے سب سے پہلے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو بلا کر اس کے متعلق مشورہ کیا، اور اس منصب جلیل کے لیے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نام لیا، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے نہایت آزادی اور خلوص کے ساتھ کہا: عمر کی اہلیت میں کیا شک ہے لیکن مزاج میں سختی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کی سختی اس لیے تھی کہ میں نرم تھا، لیکن جب یہ بار گراں ان ہی پر آپڑے گا تو خود بخود نرم ہو جائیں گے۔ (۱)

غرض چند روز علالت کے بعد خلیفہ اول نے داعی اجل کو لبیک کہا اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے۔

عہد فاروقی: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر قدم رکھنے کے ساتھ نظام خلافت کو پہلے سے زیادہ منظم و مرتب کر دیا، مہمات مسائل پر بحث و مباحثہ کے لیے ایک مستقل مجلس شوریٰ قائم کی، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اس مجلس کے نہایت صائب الرائے، پرجوش اور سرگرم رکن ثابت ہوئے، بہت سے معاملات میں ان ہی کی رائے پر آخری فیصلہ ہوا، عراق پر مستقل اور باقاعدہ فوج کشی کے لیے جب دارالخلافہ کے گرد ایک عظیم الشان لشکر مجتمع ہوا، اور عوام نے زور ڈالا کہ خود امیر المؤمنین اس فوج کی باگ اپنے ہاتھ میں لیں، یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود بھی اس کے لیے تیار ہو گئے، تو اس وقت صرف حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ہی تھے، جنہوں نے سختی کے ساتھ اس کی مخالفت کی، اور کہا: کہ لڑائی کے دونوں پہلو ہیں: خدانخواستہ اگر شکست ہوئی اور امیر المؤمنین کو کچھ صدمہ پہنچا، تو پھر اسلام کا خاتمہ ہے، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی اس مآل اندیشی نے تمام اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی آنکھیں کھول دیں، اور سب نے پرزور الفاظ میں اس کی تائید کی، لیکن مشکل یہ تھی: کہ اس مہتم بالشان عہدہ کے لائق کوئی شخص نہ تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: تو انہوں نے صاف انکار کر دیا، غرض اسی حیص بیص میں تھے کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی نگاہ انتخاب نے یہ مشکل بھی حل کر دی اور کھڑے ہو کر کہا میں نے پا لیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کون؟ بولے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اس حسن انتخاب پر ہر طرف سے صدائے تحسین و آفرین بلند ہوئی۔ (۲) اور واقعات نے بہت جلد ثابت کر دیا کہ یہ انتخاب کس قدر موزوں تھا۔

اسی طرح معرکہ نہاوند میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو موقع جنگ پر جانے سے روکا، لیکن کبھی کبھی جوش مآل اندیشی پر غالب آ جاتا تھا، چنانچہ جب مہم شام میں اسلامی فوجیں رومیوں کی عظیم الشان تیاریوں کے باعث مقامات مفتوحہ چھوڑ کر پیچھے ہٹ آئیں، اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سپہ سالار اعظم نے رومیوں کے جوش و خروش اور ٹڈی دل اجتماع کی اطلاع دارالخلافہ میں بھیجی، تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو اس قدر جوش آیا کہ بیتاب ہو کر بولے "امیر المؤمنین تو خود سپہ سالار بن اور مجھ کو ساتھ لے کر چل، خدانخواستہ اگر ہمارے بھائیوں کا بال بیکا ہوا، تو پھر جینا بے سود ہے۔ (۳) لیکن اس موقع پر دوسرے مآل اندیش صحابہ رضی اللہ عنہم نے مخالفت کی اور اسی پر فیصلہ ہوا۔

واقعہ ہائلہ: ۲۳ھ میں ایک روز حسب معمول حضرت عمر رضی اللہ عنہ صبح کی نماز پڑھانے کھڑے ہوئے، کہ دفعۃً فیروز نامی ایک عجمی غلام نے حملہ کیا، اور متعدد زخم پہنچائے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر امامت کے مصلے پر کھڑا کیا، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے جلدی جلدی نماز تمام کی، (۴) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر ان کے گھر لائے۔

۱۔ طبری، ص ۲۲۱۵ ۲۔ طبری، ص ۲۲۱۵ ۳۔ طبری، ص ۲۲۱۵

۴۔ طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۲۴۴

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا ایثار: خلیفہ دوم کی حالت غیر ہوئی تو لوگوں نے منصب خلافت کے لیے کسی کو نامزد کرنے کی درخواست کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چھ آدمیوں کے نام پیش کر کے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے آخر تک خوش رہے تھے، یہ باہم کسی ایک کو منتخب کر لیں، لیکن تین دن کے اندر یہ مسئلہ طے پا جائے۔

خلیفہ دوم کی تجہیز و تکفین کے بعد حسب وصیت انتخاب کا مسئلہ پیش ہوا، لیکن دو دن تک کچھ فیصلہ نہ ہو سکا، تیسرے روز حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ یہ مسئلہ چھ آدمیوں میں دائر ہے۔ اس کو تین شخصوں میں محدود کرنا چاہیے، اور جو اپنے خیال میں جس کو زیادہ مستحق سمجھتا ہے، اس کا نام لے، چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت رائے دی، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پیش کیا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا نام لیا، لیکن حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اپنے حق سے باز آ گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: کہ اب تم دونوں میں جو احکام الٰہی، سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور طریقہ شیخین رضی اللہ عنہم کی پابندی کا عہد کرے گا، اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی، عام روایت یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں سب سے پہلے اس عہد پر راضی ہوں، لیکن صحیح بخاری کی ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے، کہ دونوں خاموش رہے۔ بہرحال حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے دونوں کو راضی کر کے اس کا تصفیہ اپنے ہاتھ میں لے لیا، اور ہر ایک کو علیحدہ لے جا کر ان کے فضائل و مناقب یاد دلائے اور کہا: ''مجھے توقع ہے کہ اگر میں تمہیں یہ منصب دوں تو عدل و انصاف کرو گے، اور اگر تمہارے مقابل کو یہ شرف نصیب ہو تو اطاعت سے کام لو گے''۔ غرض اس عہد و پیمان کے بعد حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے مجمع عام میں ایک مؤثر تقریر کی، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: ہاتھ پھیلاؤ اور خود بڑھ کر بیعت کر لی، ان کا بیعت کرنا تھا کہ تمام خلقت ٹوٹ پڑی۔

وفات: عہد عثمانی میں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے نہایت خاموش زندگی بسر کی، اور جہاں تک معلوم ہے، مہمات ملکی میں انہوں نے کوئی دلچسپی نہیں لی، یہاں تک کہ روح اطہر نے پچھتر برس تک اس سرائے فانی کی سیر کر کے ۳۱ھ میں داعی حق کو لبیک کہا: انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنازہ پر کھڑے ہو کر کہا:

اذھب یا ابن عوف فقدادر کت صفوھاو سبقت دزلتھا۔ (۱)

''ابن عوف! جا تو نے دنیا کا صاف پانی پایا اور گدلا چھوڑ دیا''۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جنازہ اٹھانے والوں میں شریک تھے اور کہتے جاتے تھے ''واجبلاہ'' یعنی یہ پہاڑ بھی چل بسا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کیا۔ (۲)

علم و فضل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے کیسہ ''فضل و کمال کو علمی زر و جواہر سے پر کر دیا تھا''۔ انہوں نے دوسرے کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح حدیثیں بہت کم روایت کیں، تاہم خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو بہت اہم اور ضروری موقعوں پر اپنے معلومات سے فائدہ پہنچایا، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کا جھگڑا چھڑا، تو انہوں نے بلند آہنگی کے ساتھ اس حدیث کی تصدیق کی کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متروکہ میں وراثت نہیں ہے''۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب ایران فتح ہوا، اور انہیں فکر دامن گیر ہوئی، کہ آتش پرستوں کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیے،

۱۔ اسد الغابہ، ج ۳، ص ۳۱۷ ۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۱۶

تواس وقت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ہی نے اس عقدہ کو حل کیا، اور بیان کیا: کہ آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کے ساتھ اہل کتاب کی روش اختیار کی تھی اور انہیں ذمی قرار دیا۔(۱)

۱۸ھ میں عمواس میں طاعون پھیلا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بلا کر دریافت کیا، کہ طاعون سے ہٹنا جائز ہے یا نہیں؟ تو کوئی اس کا قطعی جواب نہ دے سکا، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اس وقت موجود نہ تھے، لیکن جب انہیں خبر ملی تو انہیں نے حاضر ہو کر کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، کہ جہاں طاعون ہو، وہاں نہ جاؤ، اگر تم پہلے سے طاعون زدہ مقام میں ہو، تو وہاں سے نہ ہٹو۔(۲)

اصابت رائے: خدائے تعالیٰ نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو اصابت رائے، اور دوراندیشی کا نہایت وافر حصہ دیا تھا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت مستحقین خلافت پر ریمارک کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نہایت صائب الرائے، ہوش مند اور سلیم الطبع ہیں، ان کی رائے کو غور سے سننا اور اگر انتخاب میں مخالفت پیدا ہو جائے، تو جس طرف عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ہوں ان کا ساتھ دینا''۔(۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے صرف حسن ظن نہیں بلکہ دیرینہ تجربات پر مبنی تھی، چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے خلافت کی گرہ کو جس خوبی کے ساتھ سلجھایا، وہ ان کی تجربہ کاری اور ہوش مندی کی نہایت بین شہادت ہے۔

اخلاق وعادات: حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا دامن فضل وکمال اور اخلاقی جواہر پاروں سے مالا مال تھا۔ خصوصاً خوف خدا، حب رسول، صدق وعفاف ترحم، فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ ان کے نہایت درخشاں اوصاف تھے۔

خوف خدا: خوف خدا کے باعث دنیا کا ہر واقعہ ان کے لیے مرقع عبرت بن جاتا تھا، اور اس کی ہیبت وجلال کو یاد کر کے رونے لگتے تھے، ایک دفعہ دن بھر روزہ سے رہے، شام کے وقت کھانا سامنے آیا تو بے اختیار مسلمانوں کا گزشتہ فقر وفاقہ یاد آ گیا، بولے: ''مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مجھ سے بہتر تھے، وہ شہید ہوئے تو کفن میں صرف ایک چادر تھی، جس سے سر چھپایا جاتا تھا تو پاؤں کھل جاتے تھے، اور پاؤں چھپائے جاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا، اسی طرح حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، حالانکہ وہ مجھ سے بہتر تھے، لیکن اب دنیا ہمارے لیے کشادہ ہو گئی ہے، اور ہمیں اس قدر دنیاوی نعمتیں مرحمت کی گئی ہیں کہ مجھے ڈر ہے کہ شاید ہماری نیکیوں کا معاوضہ دنیا ہی میں ہو گیا ہو''۔ اس کے بعد اس قدر رقت طاری ہوئی کہ کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔(۴)

حب رسول ﷺ ایک صحابی کی حیثیت سے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ رسالت مآب ﷺ کی محبت اور خدمت وحفاظت میں ہمیشہ پیش پیش رہے، واقعہ احد صحابہ رضی اللہ عنہم کی جان نثاری ومحبت کا نہایت سخت امتحان تھا، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اس آزمائش میں پورے اترے، بدن پر بیس زخم کھائے، پاؤں میں ایسا کاری زخم لگا کہ لنگڑا کر چلنے لگے، لیکن جذبہ جانثاری نے میدان سے منہ موڑنے نہ دیا۔

حضرت سرور کائنات ﷺ کبھی باہر تشریف لے جاتے تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ پیچھے پیچھے ساتھ ہو لیتے، ایک دفعہ آنحضرت ﷺ باہر نکلے، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بھی پیچھے چلے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ ایک نخلستان میں پہنچ کر سربسجود ہو گئے اور اس قدر دیر تک سجدہ میں رہے کہ ان کو خوف ہوا کہ شاید روح اطہر خدا سے جا ملی، گھبرا کر قریب آئے، آنحضرت ﷺ نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا: کیا ہے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ؟ انہوں نے

۱۔ کتاب الخراج، ص ۴۷ ۔۔ ۲۔ بخاری: ۵۷۲۹ ۔۔ ۳۔ تاریخ طبری، ص ۲۷۸۰

۴۔ بخاری: ۴۰۴۵

گھبراہٹ کی وجہ عرض کی، ارشاد ہوا: ''حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا: کیا میں آپ کو یہ بشارت نہ دوں، کہ خداوند جل جلالہ نے فرمایا ہے: کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے گا، میں اس پر رحمت بھیجوں گا، اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے گا، میں اس پر سلام بھیجوں گا''۔(۱) یعنی یہ طویل سجدہ، سجدۂ تشکر تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ہمیشہ آپ کی یاد تازہ رہتی تھی، حضرت نوفل بن ایاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے اکثر لطف صحبت رہتا تھا، درحقیقت وہ خوب ہم نشین تھے، ایک روز ہم کو اپنے دولت کدہ پر لے گئے، پھر خود اندر داخل ہوئے اور غسل کر کے باہر نکلے، اس کے بعد کھانے آیا تو روٹی اور گوشت دیکھ کر بے اختیار رونے لگے، میں نے پوچھا: ابو محمد! یہ گریہ وزاری کیسی؟ بولے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، لیکن تمام عمر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال کو پیٹ بھر کر جو کی روٹی بھی نہ ملی، ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اتنے دنوں تک دنیا میں رہنا ہمارے لیے بہتر نہیں ہے۔(۲)

صدق وعفاف: دیانتداری، صدق وعفاف حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے دستار فضل وکمال کا نہایت خوبصورت طرہ تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کی صداقت پر اس قدر اعتماد تھا کہ مدعی یا مدعا علیہ ہونے کی حیثیت میں بھی، وہ تنہا ان کے بیان کو کافی سمجھتے تھے، ایک دفعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عدالت میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے مقدمہ دائر کیا کہ ''میں نے آل عمر رضی اللہ عنہ سے ایک قطعہ زمین خریدا ہے، جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دربار نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور جاگیر مرحمت ہوا تھا، لیکن حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا دعویٰ ہے کہ ان کو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک ساتھ جاگیر ملی تھی، اور فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک ان کا حصہ ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اپنے موافق یا مخالف شہادت دے سکتے ہیں۔(۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: کہ میرے بعد جو شخص میری ازواج (مطہرات رضی اللہ عنہن) کی نگرانی ومحافظت کرے گا، وہ نہایت صادق اور نیکوکار ہوگا، چنانچہ یہ فرض مخصوص طور پر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے متعلق تھا، وہ سفر حج کے موقعوں پر ساتھ جاتے تھے، سواری اور پردہ کا انتظام کرتے تھے، جہاں پڑاؤ ہوتا تھا، وہاں انتظام واہتمام کے ساتھ اتارتے تھے، غرض انہیں صرف اپنی عصمت وعفت کے باعث امہات المؤمنین علیہم السلام کی خدمت وحفاظت کا فخر نصیب ہوا تھا، جو ان کا مخصوص طرۂ امتیاز ہے۔(۴)

انفاق فی سبیل اللہ: حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو بے نیازی اور استغنا نے تجارت کی طرف مائل کر دیا تھا، چنانچہ اس میں انہوں نے اس قدر ترقی کی کہ ایک عظیم الشان دولت کے مالک ہو گئے، یہاں تک کہ ایک دفعہ ان کا تجارتی قافلہ مدینہ آیا، تو اس میں سات سو اونٹ پر صرف گیہوں، آٹا اور دوسری اشیائے خوردنی بار تھیں، اس عظیم الشان قافلہ کا تمام مدینہ میں غل پڑ گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو فرمایا: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ جنت میں رینگتے ہوئے جائیں گے''۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی، تو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہو کر عرض کی: میں آپ کو گواہ کرتا ہوں، کہ یہ پورا قافلہ مع اسباب وسامان، بلکہ اونٹ اور کجاوہ تک راہ خدا میں وقف ہے۔(۵)

صحابہ رضی اللہ عنہم کی دولت ذاتی راحت وآسائش کے لیے نہ تھی بلکہ جو جس قدر دولت مند تھا اسی قدر اس کا دست کرم زیادہ کشادہ تھا، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہی سے شروع ہو چکا تھا، اور وقتاً فوقتاً قومی ومذہبی

۱۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۱۹۱ ۲۔ اصابہ، ج ۴، ص ۱۷۷ ۳۔ مسند ابن حنبل، ج ۱، ص ۱۹۲
۴۔ اصابہ، ج ۴، ص ۱۷۷ ۵۔ اسد الغابہ، ج ۳، ص ۳۱۶

ضروریات کے لیے گراں قدر رقمیں پیش کیں، سورۂ براءت نازل ہوئی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو صدقہ وخیرات کی ترغیب دی گئی، تو حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے اپنا نصف مال یعنی چار ہزار پیش کیے، پھر دو دفعہ چالیس چالیس ہزار دینار وقف کیے، اسی طرح جہاد کے لیے پانچ سو گھوڑے اور پانچ سو اونٹ حاضر کیے۔(۱)

عام خیرات وصدقات کا یہ حال تھا کہ ایک ہی دن میں تیس تیس غلام آزاد کر دیتے تھے، ایک دفعہ انہوں نے اپنی ایک زمین چالیس ہزار دینار میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کی، اور سب راہ خدا میں لٹا دیا۔(۲) لیکن اسی فیاضی کے باوجود ہر وقت یہ فکر دامنگیر رہتی تھی کہ: کہیں اس قدر تمول آخرت کے لیے موجب نقصان نہ ہو، ایک دفعہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر گزارش کی: اماں! مجھے خوف ہے کہ کثرت مال مجھے ہلاک کر دے گی۔ ارشاد ہوا بیٹا! راہ خدا میں صرف کرو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ: میرے اصحاب رضی اللہ عنہم میں بعض ایسے ہیں کہ مفارقت کے بعد انہیں میرا دیدار نصیب ہوگا۔(۳)

غرض فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ کا سلسلہ آخری لمحہ حیات تک قائم رہا، وفات کے وقت بھی پچاس ہزار دینار اور ایک ہزار گھوڑے راہ خدا میں وقف کیے، نیز بدر میں جو صحابہ رضی اللہ عنہم شریک ہوئے تھے، اور اس وقت تک زندہ موجود تھے، ان میں سے ہر ایک کے لیے چار چار سو دینار کی وصیت کی، بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت ایک سو اصحاب بدر بقید حیات تھے، اور سب نے نہایت خوشی کے ساتھ اس وصیت سے فائدہ اٹھایا، یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی حصہ لیا۔(۴)

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے لیے بھی ایک باغ کی وصیت کی، جو چار لاکھ درہم میں فروخت ہوا، نیز اس سے پہلے مختلف موقعوں پر بڑی بڑی رقمیں پیش کیں، ایک دفعہ ایک جائیداد پیش کی جو چالیس ہزار دینار میں فروخت ہوئی تھی، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے صاحبزادہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے اکثر بطریق تشکر دعا فرمایا کرتی تھیں: خدا تمہارے باپ کو سلسبیل جنت سے سیراب کرے۔(۵)

مذہبی زندگی: حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نماز نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھتے تھے، خصوصاً ظہر کے وقت فرض سے پہلے دیر تک نوافل سے شغل رکھتے تھے۔(۶)

اکثر روزے رکھتے تھے، حج کے لیے بھی بارہا تشریف لے گئے، جس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسند نشین خلافت ہوئے، اس سال امارت حج کی خدمت بھی ان ہی کے سپرد ہوئی تھی۔(۷)

ذریعہ معاش: تجارت اصلی ذریعہ معاش تھا، آخر میں زراعت کا کاروبار بھی نہایت وسیع پیمانہ پر قائم ہو گیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں ایک وسیع جاگیر مرحمت فرمائی تھی، پھر انہوں نے خود بہت سی قابل زراعت اراضی خرید کر کاشت کاری شروع کی تھی، چنانچہ صرف مقام ''جرف'' کے کھیتوں میں بیس اونٹ آب پاشی کا کام کرتے تھے۔(۸)

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے کاروبار میں خدائے پاک نے غیر معمولی برکت دی تھی، وہ خود فرماتے ہیں، کہ اگر میں پتھر بھی اٹھاتا، تو اس کے نیچے سونا نکل آتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس قدر فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ کے باوجود، وہ اپنے وارثوں کے لیے نہایت وافر دولت چھوڑ گئے،

۱۔ ایضاً ۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۲۱۷ ۳۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۰۴
۴۔ اسد الغابہ، ج ۳، ص ۳۱۶ ۵۔ ترمذی، ص ۶۲۱ ۶۔ اصابہ، ج ۴، ص ۱۷۷
۷۔ اصابہ، ج ۳، ص ۳۱۷ ۸۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۰۳

یہاں تک کہ چاروں بیویوں نے جائیداد متروکہ کے صرف آٹھویں حصہ سے اسی ہزار دینار پائے، سونے کی اینٹیں اتنی بڑی بڑی تھیں کہ کلہاڑی سے کاٹ کاٹ کر تقسیم کی گئیں، اور کاٹنے والوں کے ہاتھ میں آبلے پڑ گئے، جائیداد غیر منقولہ اور نقدی کے علاوہ ایک ہزار اونٹ اور سو گھوڑے اور تین ہزار بکریاں چھوڑیں۔(۱)

غذا و لباس: دستر خوان وسیع تھا لیکن پر تکلف نہ تھا، کبھی قیمتی اور خوش ذائقہ کھانا سامنے آ جاتا، تو گزشتہ فقر و فاقہ یاد کر کے آنکھیں پرنم ہو جاتیں، لباس میں زیادہ تر ریشم استعمال تھا کیونکہ فقر و فاقہ میں بیماری کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے خاص طور پر اجازت دی تھی، ایک دفعہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت ابو سلمہ ریشمی کرتہ زیب تن کیے ہوئے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو گریبان میں ہاتھ ڈال کر اس کے چیتھڑے اڑا دیئے، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اجازت دی ہے۔ فرمایا: ہاں! مجھے معلوم ہے لیکن صرف تمہارے لیے اجازت ہے، دوسروں کے لیے نہیں۔(۲)

حلیہ: قد طویل، رنگ سرخ و سفید، چہرہ خوبصورت، ریش دراز، سر پر کان سے نیچے تک گھونگھر دار کاکلیں، کلائی گھٹی ہوئی، انگلیاں موٹی اور مضبوط، سامنے کے دو دانت گر گئے تھے، اور غزوۂ احد میں زخمی ہونے کے باعث پاؤں میں لنگ تھا۔(۳)

اولاد و ازواج: حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں، بیویوں کے ساتھ عموماً لطف و محبت سے پیش آتے تھے، ایک انصاریہ سے شادی کی تو بیس ہزار دینار مہر میں دیئے۔(۴) بیویوں کے نام یہ ہیں:

۱۔ کلثوم بنت عتبہ بن ربیعہ، ۲۔ تماضر بنت الاصبغ، ۳۔ کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط، ۴۔ سہلہ بنت عاصم، ۵۔ بحریہ بنت ہانی ۶۔ سہل بنت سہیل، ۷۔ ام حکیم بنت قارظ، ۸۔ بنت ابی الخشخاش، ۹۔ اسماء بنت سلامہ، ۱۰۔ ام حریث: یہ بہرا سے قید ہو کر آئی تھیں، ۱۱۔ مجد بنت یزید، ۱۲۔ غزال بنت کسریٰ: یہ مدائن سے گرفتار ہو کر آئی تھیں، بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ خاندان کسریٰ کی شہزادی تھیں، ۱۳۔ زینب بنت الصباح، ۱۴۔ بادیہ بنت غیلان۔(۵)

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی اولاد نہایت کثیر تھی، جن لڑکوں کے نام معلوم ہو سکے، وہ یہ ہیں:

۱۔ سالم، اسلام سے پہلے پیدا ہوئے اور پہلے ہی مرے، ۲۔ محمد، ۳۔ ابو سلمہ (فقیہہ)، ۴۔ ابراہیم، ۵۔ اسمٰعیل، ۶۔ حمید، ۷۔ زید، ۸۔ معن، ۹۔ عمر، ۱۰۔ عدی، ۱۱۔ عروہ اکبر، ۱۲۔ سالم اصغر، ۱۳۔ ابوبکر، ۱۴۔ عبداللہ، ۱۵۔ عبدالرحمٰن، ۱۶۔ مصعب، ۱۷۔ سہیل (ابوالابیض)، ۱۸۔ عثمان، ۱۹۔ عروہ، ۲۰۔ یحییٰ، ۲۱۔ بلال

صاحبزادیوں کے نام یہ ہیں:

۱۔ ام القسم، یہ زمانہ جاہلیت ہی میں پیدا ہوئی تھیں، ۲۔ حمیدہ امتہ الرحمٰن، ۳۔ صغریٰ، ۴۔ ام یحییٰ، ۵۔ جویریہ، ۶۔ امیہ، ۷۔ مریم۔(۶)

۱۔ اسد الغابہ، ج ۳، ص ۳۱۷ ۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۱۳ ۳۔ اصابہ، ج ۴، ص ۱۷۷

۴۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۱۱ ۵۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۰۲ ۶۔ سیر الصحابۃ، ج ۱، ص ۸۱۔۹۰

۱۰۔ خلاصہ:

یہ واقعہ غزوہ تبوک کے لیے سفر کی صورت میں پیش آیا، جیسا کہ حدیث نمبر اناسی (۷۹) پر گزر چکا ہے۔

☆ امام نسائی رحمہ اللہ کا استدلال اس حدیث مبارکہ سے یہ ہے: کہ وضو میں سب سے پہلے دونوں ہاتھ دھونا سنت ہے، اس پر تمام آئمہ کا اتفاق ہے۔

☆ اہل علم اور شیوخ، کا شاگردوں اور مریدوں سے خدمت لینا جائز ہے۔

☆ وضو کے لیے دوسروں سے مدد لینا جائز ہے۔

☆ قضاء حاجت کے لیے دوسرے لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جانا چاہیے۔ البتہ شہروں میں بیت الخلاء کی صورت میں یہ علت پائی جاتی ہے۔

☆ غیر ملکی اور کفار ممالک کی اشیاء سے استفادہ جائز ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شامی جبہ پہنا ہوا تھا، اس وقت کا شام دار الکفر تھا۔

☆ تنگ کپڑے پہننا جائز ہے، بشرطیکہ شرمگاہ نظر نہ آئے، اگرچہ اولیٰ و بہتر یہی ہے کہ کپڑے ڈھیلے ڈھالے ہوں۔

☆ افضل کا مفضول کی امامت میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

☆ مسبوق کو باقی نماز امام کے سلام پھیرنے کے بعد مکمل کرنی ضروری ہے۔

☆ نماز کو اول وقت میں پڑھنا افضل ہے۔

☆ اگر اول وقت میں امام موجود نہ ہو تو مقتدیوں کو چاہیے وہ کسی اور کو امام بنالیں اور نماز پڑھیں، لیکن یہ اسی صورت جائز ہوگا، جب امام مقرر کے ناراض ہونے یا فتنے کا خوف نہ ہو۔

☆ اس حدیث مبارکہ میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی خصوصی شان کا ذکر ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔

۶۷۔ باب كَمْ تُغْسَلَانِ — ہاتھ کتنی بار دھونے چاہیے

اس باب کے قائم کرنے میں امام نسائی رحمہ اللہ نے بظاہر صیغہ ہتھیلیوں کے لیے مؤنث کا استعمال فرمایا ہے، لیکن اس سے مراد ہاتھوں کا دھونا ہے۔ باب کے تحت جو حدیث مبارکہ ذکر کی ہے، اس سے استدلال یہ ہے: کہ تین تین دفعہ دونوں ہاتھوں کا دھونا سنت ہے۔ پچھلے باب میں مطلقاً ہاتھوں کے دھونے کا بیان تھا۔

۸۳۔ أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ سُفْيَانَ وَهُوَ ابْنُ حَبِيبٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ، عَنْ ابْنِ أَوْسِ بْنِ أَبِي أَوْسٍ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَوْكَفَ ثَلَاثًا

حضرت ابن اوس رحمہ اللہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو تین دفعہ دھویا۔

۱۔ اطراف:

احمد: ۱۶۱۵۹، ۱۶۱۷۰، السنن الکبریٰ (بیہقی)، ج ۱، ص ۴۶، السنن الکبریٰ: ۸۷، المعجم الکبیر (طبرانی) ۶۰۲

۲۔مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے ہاتھوں کو تین دفعہ دھویا۔

۳۔تعارفِ رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، جن میں سے دو کا تعارف ہو چکا ہے، باقی چار کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔حمید بن مسعدۃ: راجع:۵

۲۔سفیان بن حبیب:

آپ کا نام ابو محمد سفیان بن حبیب بزاز بصری (م:۱۸۲ھ) ہے، آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، آپ اپنے دور کے جید عالم تھے، آئمہ سنن اربعہ اور امام بخاری (ادب المفرد) آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۳۔شعبۃ: راجع:۲۶

۴۔النعمان بن سالم:

آپ کا نام نعمان بن سالم طائفی ہے، آپ رواۃ کے چوتھے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، امام مسلم اور آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۵۔ابن اوس بن ابی اوس:

آپ کا نام عمرو بن اوس (حذیفہ) بن ابی اوس (جابر بن عوف) ثقفی طائفی (م:۹۰ھ) ہے، آپ رواۃ کے دوسرے طبقہ سے ثقہ، تابعی، کبیر، راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۳)

۶۔عن جدہ (جابر):

آپ کا نام ابو اوس جابر بن عوف بن وھب بن عامر بن یسار بن مالک بن حطیط ثقفی ہے، بعض نے کنیت ابو عمرو ذکر کی ہے، آپ اوس بن ابی اوس، حذیفہ کے والد، عمرو بن اوس اور عبداللہ بن اوس کے دادا اور عثمان بن عبداللہ کے پڑدادا ہیں۔آپ اور آپ کے بیٹے حذیفہ، دونوں صحابی رسول ﷺ ہیں۔(۴)

۴۔سند کا اضطراب:

اس سند کا اضطراب پانچویں راوی میں ہے، سنن نسائی کے نسخوں میں بھی اضطراب ہے، سنن نسائی کے نسخوں میں دو طرح سے مروی ہے:

۱۔عن ابن اوس بن ابی اوس عن جدہ

۲۔عن ابن ابی اوس عن جدہ

۱۔	i۔ثقات ابن شاہین، ص ۲۲۵	ii۔الجرح والتعدیل، ج۴، ص ۲۲۸	
۲۔	i۔الثقات، ج۸، ص ۲۳۸	ii۔تقریب التھذیب، ج۲، ص ۳۰۸	
۳۔	i۔الثقات، ج۵، ص ۱۷۵	ii۔تقریب التھذیب، ج۲، ص ۷۱	iii۔اسد الغابۃ، ج۱، ص ۴۹۶
۴۔	i۔الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، ج۱، ص ۵۵۱	ii۔اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج۶، ص ۲۱	
	iii۔ایضاً، ج۱، ص ۴۹۶	iv۔التاریخ الکبیر (بخاری)، ج۲، ص ۱۵	

باقی محدثین کی سند میں بھی اضطراب ہے:

۳۔عن ابن ابن ابی اوس عن جدہ (۱)

۴۔ثنا النعمان یعنی ابن سالم قال سمعت ابن عمرو بن اوس یحدث عن جدہ اوس بن اویس (۲)

۵۔عن شعبۃ عن النعمان عن ابن عمرو بن اوس عن جدہ اوس(۳)

۶۔عن النعمان بن سالم عن ابن ابی اوس عن جدہ اوس(۴)

۷۔عن النعمان قال سمعت عمرو بن اوس یحدث عن جدہ اوس بن ابی اوس(۵)

۸۔عن النعمان بن سالم قال عمرو بن اوس عن جدہ (۶)

۹۔عن النعمان بن سالم عن ابن ابی اوس قال کان جدی اوس احیانا یصلی (۷)

۵۔سند کے اضطراب کی چار صورتیں: اس حدیث مبارکہ کی تمام اسناد کو سامنے رکھیں، تو مذکورہ اضطراب کی چار صورتیں بنتی ہیں۔

۱۔عن عمرو بن اوس عن جدہ

یہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی سند ہے۔

۲۔عن ابن عمرو بن اوس عن جدہ

یہ امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی سند ہے۔

۳۔عن ابن اوس بن ابی اوس عن جدہ

یہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور امام طیالسی رحمۃ اللہ علیہ کی سند ہے۔

۴۔عن ابن ابی اوس عن جدہ

یہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی سند ہے۔

۶۔رفع اضطراب کی صورتیں: مذکورہ اسناد سے رفع اضطراب کی تین صورتیں ہیں:

۱۔**پہلی صورت:** امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام طبرانی اور امام ابوداؤد طیالسی رحمہم اللہ کی سندیں (۱، ۳) درج ذیل ہے:

۱۔ عن ابن اوس بن ابی اوس عن جدہ

۲۔ عن عمرو بن اوس عن جدہ

پہلی سند میں ابن کی وضاحت دوسری سند میں عمرو بن اوس سے ہے، اس لیے دونوں اسناد ایک ہی ہیں، عمرو بن اوس نے اپنے دادا ابو اوس جابر بن عوف بن وھب ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، یہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (۸)

۱۔ تحفۃ الاشراف، ج ۲، ص ۴۵۷ ۔ ۲۔ السنن الکبری (بیہقی)، ج ۱، ص ۴۶ ۔ ۳۔ ذخیرۃ العقبی، ج ۲، ص ۳۶۰

۴۔ مسند احمد، ج ۴، ص ۹ ۔ ۵۔ ایضاً ص ۱۰ ۔ ۶۔ المعجم الکبیر (طبرانی): ۶۰۲

۷۔ ابن ماجہ: ۱۰۳۷ ۔ ۸۔ الاصابۃ، ج ۱، ص ۵۵۱

۲۔دوسری صورت: امام دارمی اور امام بیہقی کی سند درج ذیل ہے:

عن ابن عمرو بن اوس عن جدہ

اس سند میں عن ابن عمرو ہے، ابن عمرو علماء کے نزدیک معلوم راوی نہیں ہیں، کسی نے بھی ان کا تذکرہ نہیں کیا، کیونکہ علماء نے عمرو بن اوس سے بیٹے کی روایت لینے کی تصریح نہیں کی، البتہ ان کے بھتیجے عثمان بن عبداللہ بن اوس کی تصریح کی ہے۔(۱)

شاید اسی مغالطے کی بناء پر بعض نے بھتیجے عثمان کو عثمان بن عمرو اور ابن عمرو لکھ دیا ہے، جبکہ یہ عثمان بن عبداللہ بن اوس بن ابی اوس ہیں۔اور یہ ابن عمرو کی بجائے ابن اخیہ عمرو ہیں۔اس توضیح کی وضاحت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کی ہے۔(۲)

اس لیے غالب امکان یہ ہے کہ اصل سند اس طرح ہو۔

عن ابن اخیہ عمرو بن اوس عن جدہ

اس صورت میں ابن اخیہ عمرو عثمان بن عبداللہ بن اوس اپنے دادا اوس بن ابی اوس سے روایت کرتے ہیں۔چونکہ حضرت اوس بن ابی اوس (حذیفہ) بھی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ان سے روایت بھی صحیح ہے۔(۳)

۳۔تیسری صورت: یہ روایت بہت شاذ ہے، جیسے سنن نسائی کے بعض نسخوں اور مسند احمد کے بعض نسخوں میں درج کیا گیا ہے۔سند درج ذیل ہے:

عن ابن ابی اوس عن جدہ

اس صورت میں ابن ابی اوس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ہیں، جو کہ خود صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان کے دادا عوف بنتے ہیں، جن کا کوئی حال معلوم نہیں کیونکہ اس خاندان کے اول فرد جو ایمان لائے، وہ حضرت جابر بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں، اس لیے اس سند میں اسقاط ہے، اور غالب امکان یہی ہے کہ اس میں یا تو کسی نام کا اسقاط ہے اور یا لفظ ابن کا اسقاط ہے اور اصل سند اس طرح ہو:

ابن ابن ابی اوس عن جدہ

☆ اس سند کی توضیح تین طرح سے ہے۔محدثین کا عام طریق یہی ہے، کہ سند میں اگر عن ابیہ عن جدہ یا اس طرح کے اور الفاظ استعمال کریں، تو اب اور جد کا نام نسباً ذکر کرتے ہیں، جبکہ پہلی سند میں یہ صورت نہیں، اور اس سند میں ہے۔

۲۔ابن ابی اوس کے دادا عوف ہیں، اس طرح ان کا بھی صحابی ہونا لازم آئے گا، صحابہ میں ان کا ذکر کسی نے نہیں کیا۔

۳۔ابن ابن ابی اوس عن جدہ سے مراد عمرو بن اوس ہیں، جو کہ مذکورہ پہلی صورت بنتی ہے، اور یہی اس باب میں اصح صورت ہے۔

لہٰذا قوی امکان ہے کہ اس سند میں کاتب کی غلطی یا کسی اور سبب سے ایک ابن ساقط ہو گیا ہو، اور اصل سند یہی ممکن ہے، اس طرح پہلی اور تیسری صورت ایک ہی ہیں، لہٰذا اس سند کی اصح صورت یہی ہے۔واللہ تعالیٰ جل جلالہ اعلم بالصواب

۶۔حکم:

یہ حدیث صحیح ہے۔

۱۔ تھذیب التھذیب، ج۸، ص۷ ۲۔ ایضاً ۳۔ التاریخ الکبیر (بخاری)، ج۲، ص۱۵

۷۔ خصوصیاتِ سند:

یہ روایت سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ چونتیسویں (۳۴) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ، صدوق ہیں۔

☆ یہ روایت پوتے (عمرو) کی دادا (جابر بن عوف) سے ہے۔

☆ سند کے پہلے تین راوی بصری اور آخری تین طائفی ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا ایک دفعہ اور عنعنہ پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۸۔ لغات:

استو کف: پانی ہاتھوں پر بہانا، مراد ہے تین دفعہ ہاتھ دھونا، یہ لفظ کف سے مشتق نہیں ہے، بلکہ وکف سے مشتق ہے، جس کا معنی پانی کے قطروں کا ٹپکنا ہے۔

۹۔ مسائل ونصائح:

اس حدیث مبارکہ سے مراد ہے کہ وضو کرنے کے لیے سب سے پہلے تین دفعہ ہاتھ دھوئے جائیں۔(۱) (حاشیہ سندھی، ص ۳۰)

☆ وضو کی سنتیں: (قال) وَسُنَنُ الطَّهَارَةِ غَسْلُ الْيَدَيْنِ قَبْلَ اِدْخَالِهِمَا الْإِنَاءِ ذَا اسْتَيقَظَ الْمُتَوَضِّئُ مِنْ نَوْمِهِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ذَا اسْتَيقَظَ اَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ فَلَا يَغْمِسَنَّ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتّٰى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا فانه لَا يَدْرِيْ اَيْنَ بَاتَتْ يَدَهُ وَلَاَنَّ الْيَدَ آلَةُ التَّطْهِيْرِ فَتُسَنُّ الْبِدَاءَةُ بِتَنْظِيْفِهَا وَهٰذَا الْغَسْلُ اِلَى الرُّسْغِ لِوُقُوْعِ الْكِفَايَةِ بِهِ فِي التَّنْظِيْفِ۔(۱)

فرمایا اور وضو کی سنتیں دونوں ہاتھوں کا دھونا ہے ان دونوں کو برتن میں داخل کرنے سے پہلے جب کہ متوضی اپنی نیند سے بیدار ہو اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہو تو اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے یہاں تک کہ اس کو تین بار دھو ڈالے اس لیے کہ اسے معلوم نہیں کہ اس کا ہاتھ رات کہاں رہا اور اس لیے کہ ہاتھ آلہ تطہیر ہے پس خود اس کو پاک کرنے کی ہدایت مسنون ہوگی اور یہ دھونا پہونچے تک ہے کیوں کہ اسی قدر کے ساتھ پاکیزگی کرنے میں کفایت حاصل ہو جاتی ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نیند سے جاگے تو اپنا ہاتھ برتن میں داخل کرنے سے پہلے تین بار دھوئے اس لئے کہ اس کو نہیں معلوم کہ اس کا ہاتھ رات کو کہاں رہا۔(۲)

☆ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وضو سے پہلے ہاتھوں کو دھونا سنت ہے، جہاں تک سو کر اٹھنے کے بعد کی قید کا سوال ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب میں پانی کی قلت ہوتی ہے، خاص طور پر زمانہ نبوت میں تو پانی بہت ہی کم مقدار میں دستیاب ہوتا تھا، اس لیے اکثر و بیشتر لوگ پانی سے استنجاء

۱۔ ہدایہ، ج ۱، ص ۱۸-۱۹ ۲۔ مسلم، ج ۱، ص ۱۳۶

نہیں کرتے تھے پہلے ڈھیلوں سے یا پتھروں سے صاف کرلیا کرتے تھے، اور یہ ظاہر ہے کہ گرم ہوا کی بنا پر سوتے میں استنجاء کے مقام پر پسینہ آ جاتا ہے، اس صورت میں یہ احتمال ہوتا ہے کہ رات میں سوتے وقت ہاتھ استنجاء کے مقام پر پہنچ جائے جس سے ہاتھ گندے ہو جائیں جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونے والے کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا ہاتھ رات کو سوتے وقت کہاں رہا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب کوئی آدمی سو کر اٹھے تو چاہئے کہ وہ پہلے اپنے ہاتھوں کو پانی کے برتن میں نہ ڈال دے بلکہ ہاتھ تین مرتبہ دھو ڈالے تاکہ وہ پاک وصاف ہو جائیں اس کے بعد برتن سے پانی لے کر وضو کرلے۔

☆ بہر حال یہاں نیند کی قید تو اس لیے ہے کہ اس میں ہاتھوں کو نجاست لگنے کا احتمال ہے ورنہ ہر ایک وضو کرنے والے کو پہلے تین مرتبہ ہاتھ دھونا چاہئے اس لیے کہ علماء لکھتے ہیں کہ اس طرح ہاتھ دھونا اس آدمی کے لیے بھی سنت ہے جو سو کر نہ اٹھا ہو کیونکہ ہاتھ دھونے کا سبب یعنی ہاتھ کو نجاست ومیل لگنے کا احتمال جاگنے کی حالت میں بھی موجود ہے۔

☆ ہاتھ دھونے کا یہ حکم فرض اور واجب نہیں ہے بلکہ مسنون کے درجہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم احتیاط کے طور پر دیا ہے اگر کوئی آدمی ہاتھ نہ دھوئے تو بھی وہ پاک ہے کہ اگر بغیر دھوئے ہاتھ پانی میں ڈال دے تو اس سے پانی ناپاک ونجس نہیں ہوتا کیونکہ سوتے میں ہاتھ کا ناپاک ہونا یقینی نہیں ہے بلکہ احتمال کے درجہ کی چیز ہے مگر حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سو کر اٹھنے کے بعد ہاتھ کا دھونا واجب ہے، اگر کوئی آدمی سو کر اٹھا اور اس نے بغیر دھوئے ہاتھ پانی میں ڈال دیا تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔

☆ **سنت کی تعریف:**

وَالسُّنَّةُ: مَا وَاظَبَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ تَرْكِهِ أَحْيَانًا۔ (۱)

اور سنت وہ عمل ہے جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشگی اختیار فرمائی ہوئی جبکہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک بھی کیا ہو۔

☆ **رات کو اٹھنے کے بعد ہاتھوں کا دھونا:**

ردالمحتار میں ہے: مصنف نے نیند سے اٹھنے والے کے ساتھ لفظ حدیث سے برکت حاصل کرنے کے لئے کلام خاص کیا۔ اور سنت نیند سے اٹھنے والے کے لئے بھی اور اس کے علاوہ کے لئے بھی ہے۔ اسی پر اکثر حضرات ہیں۔ النہر الفائق میں ہے: اصح جس پر اکثر ہیں، یہ ہے کہ وہ مطلقا سنت ہے لیکن نجاست کا احتمال ہونے کی صورت میں سنتِ مؤکدہ ہے مثلاً بغیر استنجا کے سویا ہو، یا سوتے وقت اس کے بدن پر کوئی نجاست رہی ہو۔ اور نجاست کا احتمال نہ ہونے کی صورت میں سنتِ غیر مؤکدہ ہے مثلاً ان میں سے کسی چیز کے بغیر سویا ہو یا نیند سے اٹھنے کی حالت نہ ہو۔ اسی کے ہم معنی بحر میں بھی ہے۔

☆ **گٹوں تک ہاتھ آلہ طہارت ہیں:**

علامہ محمود البابرتی لکھتے ہیں۔ کہ دونوں ہاتھوں کا آلہ طہارت ہونا اس لئے ہے کیونکہ ان کے بغیر واجب مکمل نہیں ہوتا۔ اور جو چیز واجب کے بغیر مکمل نہ ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے۔ لہذا اسی دلیل کی وجہ سے پہلے دونوں ہاتھوں کا گٹوں تک دھونا لازم ہے۔ (۲)

۱۔ فتح القدیر، ج ۱، ص ۱۹ ۲۔ عنایہ، ج ۱، ص ۲۲

☆ جو واجب کے بغیر مکمل نہ ہو وہ بھی واجب کا قاعدہ فقہیہ:

ما لا یتم الواجب الا بہ فھو واجب۔

ہر وہ عمل جس کے بغیر واجب مکمل نہ ہو تو وہ بھی واجب ہوتا ہے۔

اس قاعدہ کا ثبوت یہ حکم ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے وضو شخص کی نماز قبول نہیں کی جاتی حتی کہ وہ وضو کرے۔(۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب فریضہ نماز وضو کے بغیر ادا نہیں ہوسکتا لہذا وجوب ادا سے بری الذمہ ہونے کیلئے وضو ضروری ہوا اس لئے نماز کیلئے وضو واجب ہے۔

☆ واجب کی تعریف:

جس کا کرنا ضروری ہو اور ترک کرنا لازماً منع ہو اور ان دونوں میں سے کوئی ایک چیز ظنی ہو اس کا ثبوت قطعی ہو اور لزوم پر دلالت ظنی ہو یا ثبوت ظنی ہو اور لزوم پر دلالت قطعی ہو۔(۲)(۳)

۱۰۔ خلاصہ:

یہ حدیث مبارکہ سنداً متناً صحیح ہے، البتہ سنداً متکلم فیہ ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ کے شواہد و متابعات بھی کثیر ہیں۔

☆ بعض لوگوں نے اس حدیث کی سنداً کو مضطرب کہا ہے، ہمارے نزدیک اس اضطراب کی رفع کی صورتیں ممکن ہیں، جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے، جو کہ درست نہیں ہے۔

☆ وضو کے شروع میں تین دفعہ ہاتھ دھونا سنت ہے، فرض یا واجب نہیں ہے۔

☆ ہاتھ آلہ طہارت ہیں، اس لیے شروع میں انہیں دھونا سنت قرار دیا گیا ہے۔

۱۔ بخاری ج ا ص ۲۵ ۲۔ ردالمحتار ج ا ص ۱۸۷ ۳۔ شرح ہدایہ، ج ا ص ۱۵۶۔۱۵۹

۶۸۔ باب الْمَضْمَضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا

اس باب میں وضو کی دوسری اور تیسری سنت کا بیان ہے، یعنی کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانے کا بیان ہے، تین تین دفعہ کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا سنت مطہرہ ہے، پچھلے باب میں وضو کی پہلی سنت، ہاتھوں کو تین تین دفعہ ہونے کا بیان تھا۔

۸۴۔ أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ حُمْرَانَ بْنِ أَبَانَ قَالَ: رَأَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَوَضَّأَ، فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ ثَلَاثًا فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا، ثُمَّ الْيُسْرَى مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا ثُمَّ الْيُسْرَى مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي، ثُمَّ قَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ نَفْسَهُ فِيهِمَا بِشَيْءٍ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

حضرت حمران بن ابان رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے: میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے دیکھا، آپ رضی اللہ عنہ نے تین دفعہ اپنے ہاتھوں کو دھویا، پھر کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا، پھر تین دفعہ چہرہ دھویا، پھر اپنا دایاں اور بایاں بازو کہنی تک تین تین دفعہ دھویا، پھر سر کا مسح کیا، پھر دایاں پاؤں تین دفعہ دھویا اور بایاں بھی اسی طرح دھویا، پھر فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو میری طرح وضو کرے، دو رکعت نماز پڑھے اور دل میں کوئی لغو اور بیہودہ خیال نہ لائے، اس کے گزشتہ سب گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

۱۔ اطراف:

بخاری: ۱۵۹، صحیح مسلم: ۵۲۷، سنن ابوداؤد: ۱۰۶، سنن نسائی: ۸۴، سنن ابن ماجہ: ۲۸۵، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۷۶، صحیح ابن حبان: ۳۶۰، مسند احمد: ۴۸۹

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، جن میں سے چار کا تعارف گزر چکا ہے، باقی تین کا درج ذیل ہے:

۱۔ سوید بن نصر:	راجع: ۵۵	۲۔ عبداللہ:	راجع: ۳۶
۳۔ معمر:	راجع: ۱۰	۴۔ الزہری:	راجع: ۱

۵۔ عطاء بن یزید اللیثی:

آپ کا نام ابومحمد عطاء بن یزید لیثی جندعی مدنی (م: ۱۰۵ھ) ہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، کثیر الحدیث تابعی راوی ہیں، آپ نے اسی سال سے زائد کی عمر پائی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۱۔ i۔ علل ابن مدینی، ص ۶۸ ii۔ تہذیب الکمال، ج ۲۰، ص ۱۲۴

۶۔حمران بن ابان:

آپ کا نام حمران بن ابان بن خالد بن عمرو مولیٰ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (م: ۷۵ھ) ہے، آپ عین التمر کے قیدیوں میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قید ہو کر آئے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہیں ذہین پا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو آزاد کر دیا اور ان کو اپنا منشی اور دربان رکھ لیا۔ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ بھی پایا۔ آپ رواۃ کے دوسرے طبقہ سے ثقہ، تابعی راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۷۔عثمان بن عفان:

حضرت امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کا لقب ذوالنورین ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحب زادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ان کے عقد میں دی تھیں، وہ ان کے پاس فوت ہو گئیں۔ پھر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ان کے عقد میں دیں، حضرت عثمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سو چھیالیس (۱۴۶) حدیثیں روایت کی ہیں۔ امام بخاری نے ان میں سے گیارہ (۱۱) حدیثیں روایت کی ہیں، آٹھ امام مسلم نے روایت کی ہیں اور متن متفق علیہ ہیں، یکم محرم ۲۴ھ کو انہیں خلیفہ بنایا گیا اور ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ کو انہیں شہید کر دیا گیا، الاسود التجیبی نے ان کو قتل کیا تھا۔ (حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ الاسود نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا گلا گھونٹ دیا تھا)، اور ایک روایت یہ ذکر کی ہے کہ سودان بن حمران نے آپ کو تلوار سے قتل کیا تھا، ایک روایت ذکر کی ہے کہ رومان بن سودان نے تلوار کے وار سے آپ کو قتل کیا تھا۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۵، ص ۲۷۸۔۲۷۶) ہفتہ کی شب بقیع میں حضرت عثمان کو دفن کر دیا گیا، ان کی عمر اس وقت بیاسی (۸۲) سال تھی، حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، ان کے دور خلافت میں بیت المال میں بہت اموال جمع ہو گئے تھے۔(۲)

۴۔حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔خصوصیات سند:

یہ روایت سباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

- ☆ سباعیات کے اعتبار سے یہ نویں (۹) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے دو راوی مروزی، تیسرے یمنی اور باقی مدنی ہیں۔
- ☆ یہ روایت تین تابعین کرام (امام زہری، عطاء بن یزید اور حمران بن ابان) کی ایک دوسرے سے روایت ہے۔
- ☆ یہ روایت خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہے۔
- ☆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ایک سو چھیالیس (۱۴۶) احادیث مبارکہ مروی ہیں۔
- ☆ سنن نسائی (صغریٰ) میں یہ پہلی روایت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔
- ☆ یہ روایت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کے آزاد کردہ غلام حضرت حمران بن ابان رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، انبانا، قال ایک ایک دفعہ اور عنعنہ چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۱۔ i۔ الثقات، ج ۴، ص ۱۷۹ ii۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۷ ۲۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۷

۶۔لغات:

المضمضة: کا معنٰی ہے: منہ میں پانی کو حرکت دینا، اور گھمانا
الاستنشاق: کا معنٰی ہے: ناک میں پانی چڑھانا
افرغ: آپ رضی اللہ عنہ نے پانی بہایا
الیمنی: دایاں
المرفق: کہنی
الیسری: بایاں
راس: سر
صلی: اس نے نماز پڑھی
لایحدث نفسه: اپنے دل میں بات نہ کرے
غفر: وہ بخش دیا گیا
تقدم: گزر چکا
ذنب: گناہ

۷۔مسائل ونصائح:

اسی مفہوم کی حدیث مبارکہ صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ان دونوں احادیث مبارکہ کے مفہوم میں علماء کی تصریحات درج ذیل ہیں:

☆ ایک چلو پانی سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا، یہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کا مذہب ہے، اس لیے حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے:
اس حدیث سے ایک چلو پانی سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو جمع کرنے کی دلیل ہے۔(۱)

☆ علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:
کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی کیفیت میں دو قول ہیں:
۱۔اس قول کو المزنی اور الربیع نے نقل کیا ہے، کہ ایک چلو میں پانی لے کر کلی کرے، اور اسی سے ناک میں پانی ڈالے، اور یہ عمل تین بار کرے۔
۲۔اس قول کو البویطی نے روایت کیا ہے، کہ وہ دو چلوؤں میں پانی لے، ایک چلو پانی سے کلی کرے اور دوسرے چلو سے ناک میں پانی ڈالے، اور یہ عمل تین بار کرے، پہلے کلی کرے اور پھر ناک میں پانی ڈالے۔(۲)

☆ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی علیہ الرحمۃ ''باب المضمضة والا ستنشاق من کف واحد'' کے تحت لکھتے ہیں:
بعض اہل علم نے کہا ہے کہ ایک ہاتھ میں پانی لے کر اس سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا کافی ہے، اور بعض نے کہا ہے کہ الگ الگ پانی کے چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا زیادہ پسندیدہ ہے، امام شافعی علیہ الرحمۃ نے کہا: اگر ان دونوں کو ایک چلو میں جمع کر لیا تو یہ جائز ہے، اور اگر ان کو الگ الگ چلو سے کیا تو یہ ہمارے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔(۳)

☆ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:
کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دوام کیا ہے، اور ان کی کیفیت یہ ہے: کہ تین مرتبہ کلی کرے، اور ہر مرتبہ نیا پانی لے، پھر اسی طرح تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح وضو کرنا منقول ہے۔(۴)

۱۔ فتح الباری، ج۱، ص۶۸۵
۲۔ الحاوی الکبیر، ج۱، ص۱۲۵۔۱۲۴
۳۔ ترمذی، ص۳۰
۴۔ ہدایہ اولین، ص۱۸

☆ الگ الگ پانی کے چلو سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق احادیث سے دلائل:

حضرت طلحہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کر رہے تھے اور پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ پر بہہ رہا تھا، میں نے دیکھا، آپ الگ الگ پانی سے کلی کر رہے تھے اور ناک میں پانی ڈال رہے تھے۔(۱)

☆ حضرت طلحہ بن مصرف رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار کے لیے نیا پانی لیتے تھے۔(۲)

☆ حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی کی، پھر ناک میں پانی ڈالا، پھر تین بار چہرہ دھویا، پھر تین بار دایاں ہاتھ دھویا، پھر تین بار دوسرا ہاتھ دھویا اور اس پانی سے سر کا مسح کیا، جو ہاتھوں بچا ہوا نہیں تھا اور پیروں کو دھویا، حتیٰ کہ ان کو صاف کرلیا۔(۳)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس میں ذکر ہے کہ پہلے تین بار کلی کی، اور پھر تین بار ناک میں پانی ڈالا اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے، جب ان دونوں کے لیے الگ الگ پانی لیا ہو اور ایک چلو میں دونوں کو جمع نہ کیا ہو۔

☆ حضرت عبداللہ صنابحی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی بندہ وضو کرے، پس کلی کرے تو اس سے اس کے منہ کے گناہ نکل جاتے ہیں، پھر جب وہ ناک میں پانی ڈال کر ناک صاف کرتا ہے، تو اس کی ناک کے گناہ نکل جاتے ہیں، پھر جب وہ ہاتھ دھوتا ہے، تو اس کے ہاتھوں کے گناہ نکل جاتے ہیں، حتیٰ کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں، اور جب وہ سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کے گناہ نکل جاتے ہیں، حتیٰ کہ اس کے کانوں سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔ پس جب وہ پیر دھوتا ہے تو اس کے پیروں کے گناہ نکل جاتے ہیں، حتیٰ کہ پیروں کے ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔(۴)

نقدِ حدیث:

یہ حدیث امام بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور اس میں کوئی علت نہیں ہے، علامہ ذہبی نے حاکم کی موافقت کی ہے۔(۵)

☆ اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ آپ نے کلی کرنے سے گناہوں کے نکلنے کا الگ ذکر کیا ہے، اور ناک میں پانی ڈالنے سے گناہوں کے نکلنے کا الگ ذکر فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ دونوں کے لیے الگ الگ پانی لیا گیا ہے۔

☆ الامام الحسین بن مسعود البغوی الشافعی لکھتے ہیں:

کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی کیفیت میں اختلاف ہے، بعض نے کہا: ان کو ایک چلو پانی میں جمع کرے، اور بعض نے کہا: پہلے ایک چلو سے کلی کرے، پھر اس کے بعد دوسرے چلو سے ناک میں پانی ڈالے۔ حضرت طلحہ بن مصرف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد اور انہوں نے اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کر رہے تھے، میں نے دیکھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جدا جدا چلو سے کلی کرتے تھے

۱۔ سنن ابوداؤد: ۱۳۹ ۲۔ المعجم الکبیر: ۴۰۹، ج ۱۹، ص ۱۸۱۔۱۸۰ ۳۔ صحیح مسلم: ۵۴۸

۴۔ المستدرک: ۴۴۶، ج ۱، ص ۱۳۰ ۵۔ الترغیب والترہیب للمنذری، ج ۱، ص ۱۵۳

اور ناک میں پانی ڈالتے تھے۔(۱) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے، حضرت شقیق بن سلمہ بیان کرتے ہیں: کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انہوں نے الگ الگ پانی سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، اور کہا: اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا ہے، اور میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انہوں نے تین تین بار وضو کیا اور الگ الگ پانی سے وضو کیا، اور ناک میں پانی ڈالا، اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح وضو کیا ہے۔(۲)

☆ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیثوں کو حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے ''تلخیص الحبیر'' ج ا،ص ۱۱۵ میں ثابت کیا ہے۔

☆ اکثر روایات میں یہ ذکر ہے کہ ایک چلو پانی سے کلی بھی کی جائے اور ناک میں پانی بھی ڈالا جائے، لیکن یہ تمام روایات بیان جواز پر محمول ہیں، اور افضل یہ ہے کہ الگ الگ چلو سے کلی کی جائے، اور ناک میں پانی ڈالا جائے، جیسا کہ ہر عضو کو دھونے کے لیے الگ الگ چلو سے پانی لیا جاتا ہے، اور منہ اور ناک بھی الگ الگ عضو ہیں، اس لیے ان کو دھونے کے لیے الگ الگ چلو سے پانی لیا جائے۔(۳)

☆ اس حدیث کو ابن ماجہ، نسائی اور ابوداؤد نے طہارت میں ذکر کیا۔ نسائی کی حدیث میں کانوں کے مسح کرنے کا ذکر ہے۔

☆ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث میں منفرد ہیں۔

☆ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے وضو کے باب میں کوئی حدیث روایت نہیں کی۔

☆ **مضمضہ**: کے لغوی معنیٰ پانی کو منہ میں لے کر حرکت دینے کے ہیں، اور وضو میں اس کا مطلب یہ ہے کہ منہ میں پانی کو لے کر حرکت دی جائے تاکہ سارے منہ میں پھر جائے، اس کے بعد کلی کر دی جائے۔

☆ استنشاق کے معنیٰ ناک میں پانی داخل کرنے کے ہیں، اور وضو میں اس کا مطلب یہ ہے کہ پانی کو ناک میں کھینچا جائے، یہاں تک کہ نرم ہڈی جہاں پانی پہنچ کر لگتا ہے، تک پانی پہنچ جائے اس کے بعد اس کو جھاڑ دیا جائے۔

☆ وضو میں کلی کرنا اور ناک میں پانی لینا سنت مؤکدہ ہے اور غسل میں فرض ہے۔ لہٰذا غسل جنابت میں اس کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے، ورنہ غسل نہ ہوگا۔(۴)

☆ اس حدیث میں ایک ایک مرتبہ ہر عضو کے دھونے کا بیان ہے، جس پر سب کا اجماع ہے کہ اس قدر فرض ہے۔

☆ جس ترتیب سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے وضو کر کے دکھایا، اسی ترتیب سے وضو کرنا مسنون ہے۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک ہی چلو پانی سے کلی بھی کی اور ناک میں پانی لیا، یہ جائز ہے، لیکن مضمضہ واستنشاق کے لیے الگ الگ پانی لینا افضل ہے، جیسا کہ طبرانی وابوداؤد میں حدیث ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: **فاخذ لکل واحد ماء جدیداً۔**

☆ یہ بھی سنت ہے کہ مضمضہ واستنشاق داہنے ہاتھ سے کیا جائے، حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے سیدھے ہاتھ سے ناک میں پانی لیا، اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا، اور کہا: کہ یہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جہالت ہے، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سنت تو ہمارے گھروں سے نکلی ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: **الیمین للوجه والیسار للمقعد۔** سیدھا ہاتھ منہ کے لیے ہے اور بایاں ہاتھ استنجے کے لیے ہے، البتہ ناک بائیں ہاتھ سے صاف کرنے چاہیے۔

۱۔ ابوداؤد: ۱۳۹ ۲۔ شرح السنۃ ج ا،ص ۴۳۷۔۴۳۶ ۳۔ نعمۃ الباری، ج ا،ص ۵۲۲۔۵۲۴

۴۔ فیوض الباری، ج ا،ص ۳۹۰

☆ اس حدیث میں سر کے مسح کے لیے پانی لینے کا ذکر نہیں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسح کے لیے ہاتھ تر ہونا ضروری ہے، اور جو تری اعضاء کے بعد رہ گئی ہو، اس سے بھی مسح کیا جا سکتا ہے۔ حضرت امام اوزاعی وحسن وعروہ کا یہی مسلک ہے، لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ومالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہاتھ میں جو تری رہ جاتی ہے، اس سے مسح جائز نہیں، بلکہ مسح کے لیے دوبارہ ہاتھ کو تر کرنا چاہئے، جیسا کہ ابوداؤد کی حدیث میں ہے: کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مسح کے لیے ایک چلو پانی لیا اور ہاتھ کو جھاڑ کر مسح کیا۔ لیکن یہ بھی ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ میں جو تری رہ گئی، اس سے مسح کیا، اور از سر نو ہاتھ کو تر نہ کیا، تو جب دونوں طرح حدیث میں مذکور ہے، تو اعضا کے دھونے کے بعد جو تری رہ جاتی ہے، اس سے بھی مسح جائز ہونا چاہئے، اور یہ بھی جائز ہے کہ مسح کے لیے نئے پانی سے ہاتھ کو تر کرے۔

☆ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے کہ انہوں نے مسح کے لیے نئے پانی سے ہاتھ کو تر نہ کیا، بلکہ جو تری باقی تھی، اسی سے مسح کر لیا، یہ استدلال کیا ہے کہ پانی مستعمل طاہر ومطہر ہے، کیونکہ جب ایک بار پانی عضو سے مل گیا، تو وہ پانی مستعمل ہو گیا۔ پھر جب اعضاء وضو میں سے ایک (عضو (مسح) میں اس کا استعمال جائز ہوا، تو سب میں جائز ہونا چاہئے۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ استدلال صحیح نہیں، کیونکہ پانی مستعمل اس کو کہتے ہیں، جو عضو سے بہہ جائے، اور جب تک پانی عضو پر ہے اور ٹپکے نہیں، اس کو مستعمل نہیں کہا جا سکتا۔

☆ اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ وضو میں پاؤں دھونا ضروری ہے، صرف پانی چھڑک دینا کافی نہیں ہے۔ (۱)

۸۔ خلاصہ:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال اس حدیث مبارکہ سے یہ ہے: کہ وضو میں ہاتھ دھونے کے بعد کلی کرنا اور ناک صاف کرنا سنت ہے۔

☆ تین تین دفعہ کلی کرنا اور ناک صاف کرنا سنت ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ میں وضو کرنے کا طریقہ اور ترتیب بیان ہوئی ہے، جو کہ درج ذیل ہے:

۱۔ تین دفعہ ہاتھ دھونا ۲۔ تین دفعہ کلی کرنا ۳۔ تین دفعہ ناک صاف کرنا

۴۔ تین دفعہ چہرہ دھونا ۵۔ تین دفعہ دایاں بازو دھونا ۶۔ تین دفعہ بایاں بازو دھونا

۷۔ ایک دفعہ سر کا مسح کرنا ۸۔ تین دفعہ دایاں پاؤں دھونا ۹۔ تین دفعہ بایاں پاؤں دھونا

☆ وضو میں یہی ترتیب ملحوظ رکھنا سنت مبارکہ ہے۔

☆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عملاً وضو کر کے دکھایا اور فرمایا: یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو ہے۔ اس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ تعلیم دینے اور سکھلانے کا بہترین طریقہ تعلیم بالعمل ہے، آج اساتذہ کرام اور معلمین حضرات کو یہی طریقہ اپنانا چاہئے، تاکہ تفہیم آسان ہو۔

☆ اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ وضو کے دو نفل پڑھنا مستحب ہے، البتہ اذان فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک، نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک اور اذان مغرب کے بعد جماعت مغرب سے پہلے یہ نفل پڑھنا دوسری احادیث کی بناء پر منع ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل شریعت اسلامیہ کا حصہ ہے، اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی شرع ہے۔

☆ سنت طریقہ پر وضو کرنے سے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اس سے صغیرہ گناہ مراد ہیں، البتہ کبیرہ گناہ کی بخشش کے لیے توبہ کرنا ضروری ہے۔

۱۔ ایضاً، ص ۳۹۱

☆ اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قرآن مجید کے اجمالی احکامات کی تفصیل سنت مبارکہ سے ہونا حجت شرعی ہے، اور سنت کے بغیر بہت سارے قرآنی احکامات پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے۔

۶۹۔ باب بِاَیِّ الْیَدَیْنِ یَتَمَضْمَضُ — کس ہاتھ سے کلی کرے؟

اس باب میں اس بات کا بیان ہے کہ دونوں ہاتھوں میں سے کون سے ہاتھ کے ساتھ چلو بنا کر کلی کرنی چاہئے، اس کے تحت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے جو حدیث ذکر کی ہے، اس سے دائیں ہاتھ کے ساتھ کلی کرنے کا بیان ہے، جس سے مترشح ہوتا ہے کہ سنت مبارکہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے پانی لے کر کلی کی جائے۔ پچھلے باب میں کلی کرنے اور ناک صاف کرنے کا بیان تھا۔

۸۵۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُغِيرَةِ قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ هُوَ ابْنُ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ دِينَارٍ الْحِمْصِيُّ، عَنْ شُعَيْبٍ هُوَ ابْنُ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ حُمْرَانَ أَنَّهُ رَأَى عُثْمَانَ دَعَا بِوَضُوءٍ، فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ مِنْ إِنَائِهِ فَغَسَلَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْوَضُوءِ فَتَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ كُلَّ رِجْلٍ مِنْ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وُضُوئِي هَذَا ثُمَّ قَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ مِثْلَ وُضُوئِي هَذَا ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ بِشَيْءٍ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

حضرت حمران رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے: میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیکھا، آپ رضی اللہ عنہ نے پانی منگوایا، برتن سے اپنے ہاتھوں پر پانی ڈال کر تین دفعہ ہاتھوں کو دھویا، پھر دائیں ہاتھ سے پانی لے کر کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا، پھر تین دفعہ چہرہ دھویا اور تین دفعہ ہی دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھوئے، پھر سر کا مسح کیا، پھر دونوں پاؤں تین تین دفعہ دھوئے۔ پھر فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح وضو فرمایا، جیسا میں نے وضو کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میرے اس وضو کی طرح وضو کرے، پھر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز (نفل) پڑھے، اپنے دل میں کوئی خیال (برا) نہ لائے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کے گزشتہ گناہ معاف فرمادے گا۔

۱۔ اطراف:

راجع: ۸۴

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دائیں ہاتھ سے پانی لے کر کلی کی۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، جن میں سے چار کا تعارف گزر چکا ہے، باقی تین کے حالات درج ذیل ہیں۔

۱۔ احمد بن محمد بن المغیرۃ:

آپ کا نام ابوحمید احمد بن محمد بن مغیرہ بن سنان ازدی حمصی (م: ۲۶۴ھ) ہے، آپ رواۃ کے گیارہویں طبقہ سے ثقہ، صدوق راوی

ہیں۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۲۔عثمان بن سعید بن کثیر بن دینار:

آپ کا نام ابوعمرو عثمان بن سعید بن کثیر بن دینار حمصی مولیٰ قرشی (م:۲۰۹ھ) ہے، آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ، عابد راوی ہیں، آپ اپنے وقت کے ابدال تھے، امام ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۳۔شعیب بن ابی حمزہ:

آپ کا نام ابوبشر شعیب بن ابوحمزہ دینار حمصی مولیٰ اموی (م:۱۶۲) ہے، آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ، عابد راوی ہیں، آپ امام زھری کے تلامذہ میں سب سے خائق ہیں، آئمہ رجال آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۳)

۴۔الزھری: راجع:۱ **۵۔عطاء بن یزید:** راجع:۲۱

۶۔حمران: راجع:۸۴ **۷۔عثمان:** راجع:۸۴

۴۔حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔خصوصیاتِ سند:

یہ روایت سباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سباعیات کے اعتبار سے یہ دسویں (۱۰) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے تین راوی حمصی اور آخری چار مدنی ہیں۔

☆ یہ روایت تین تابعین کرام (زھری، عطاء بن یزید اور حمران) کی ایک دوسرے سے روایت ہے، اس طرح اس سند میں تین تابعی راوی ہیں۔

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ احمد بن محمد بن مغیرہ ایسے راوی ہیں، جن سے آئمہ صحاح ستہ میں سے، صرف امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

☆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ راشد اور داماد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جن کے عقد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں آئیں، اسی وجہ سے لقب ذوالنورین ہوا۔

☆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے یہ دوسری حدیث مبارکہ مروی ہے۔

☆ سند میں راویت الفاظ حدثنا، رای ایک ایک دفعہ، اخبر دو دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۱۔ i۔الاکمال، ج۱، ص۳۸ ii۔الجرح والتعدیل، ج۲، ص۷۲

۲۔ i۔تاریخ الدارمی، ص۵۴۷ ii۔الثقات، ج۸، ص۴۴۹

۳۔ i۔تاریخ الثقات، ص۲۲۱ ii۔تھذیب الکمال، ج۱۲، ص۵۱۸

۶۔لغات:

راجع: ۸۴

۷۔مسائل ونصائح:

☆ اس حدیث کے آخر میں فرمایا: جس شخص نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا، پھر دو رکعت نماز اس طرح پڑھی کہ اس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کی تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔انسان کے دماغ میں جو خیالات آتے ہیں، ان کی پانچ قسمیں ہیں:

۱۔ھاجس: کسی چیز کا اچانک خیال آجائے۔

۲۔خاطر: کسی چیز کا بار بار خیال آئے۔

۳۔حدیث نفس: جس چیز کا خیال آئے، نفس یا ذہن اس چیز کی طرف راغب ہو، اور اس کے حصول کا منصوبہ بنائے۔

۴۔ھم: غالب جانب اس چیز کو حاصل کرنے کی ہو، اور مغلوب جانب اس کو ترک کرنے کی ہو، مبادا اس میں کوئی ضرر ہو۔

۵۔عزم: مغلوب جانب بھی زائل ہوجائے اور وہ اس کے حصول کا پختہ ارادہ اور نیت کرلے۔

اگر انسان کے ذہن میں گناہ کا خیال آجائے تو پہلے تین مرتبوں میں اس سے مواخذہ نہیں ہوگا، نہ پچھلی امتوں میں مواخذہ تھا، نہ اس امت میں ہے اور چوتھے مرتبہ میں پچھلی امتوں پر مواخذہ تھا، اس امت میں نہیں ہے اور جب گناہ کا عزم کرلے گا تو پھر اس سے مواخذہ ہوگا، خواہ وہ اس کے بعد گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔(۱)

☆ نماز میں انسان اگر کسی برے کام کے متعلق حدیث نفس کرے یعنی کسی برائی اور گناہ کا منصوبہ بنائے، تو وہ مذموم ہے اور اگر کسی نیکی کا منصوبہ بنائے، تو وہ محمود اور مستحب ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نماز کی حالت میں بھی لشکر کی صفیں مرتب کرتا رہتا ہوں۔(۲)

☆ نماز میں خود بہ خود خیالات آتے رہتے ہیں، انہیں آنے دیں از خود کسی کام کے متعلق نہ سوچیں، خصوصاً کسی برے کام کے متعلق۔

☆ اس حدیث مبارکہ میں فرمایا ہے: اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے، حافظ ابن حجر عسقلانی، اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہری معنی یہ ہے کہ اس کے گناہ کبیرہ اور صغیرہ سب معاف کردیئے جائیں گے، لیکن علماء نے اس کو صغائر کے ساتھ خاص کیا ہے، کیونکہ دوسری روایت میں کبائر کا استثناء فرمایا ہے، پس جس کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ ہوں، اس کے صغائر معاف کردیئے جائیں گے، اور جس کے صرف صغائر ہوں، وہ معاف کردیئے جائیں گے اور جس کے صرف کبائر ہوں، ان میں تخفیف کردی جائے گی، اور جس کے نہ صغائر ہوں نہ کبائر، اس کی نیکیوں میں اضافہ کردیا جائے گا۔(۳)

☆ وضو کے بعد جو دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے، اس کو فقہاء سنت وضو سے تعبیر کرتے ہیں۔(۴)

☆ بعض علماء دیوبند نے اس کو "تحیۃ الوضوء" کہا ہے۔(۵)

۱۔ نعمۃ الباری، ج ا ص ۵۶۸ ۲۔ صحیح البخاری: ۱۸ ۳۔ فتح الباری، ج ا ص ۱۰۷

۴۔ رد المحتار، ج ۲ ص ۴۰۴ ۵۔ i-انوار الباری، ج ۷ ص ۴۰۸ ii-انعام الباری، ج ۲ ص ۲۶۹

یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ''تحیۃ الوضوء'' کا معنی ہے: وضو کا شکرانہ، یعنی دو رکعت نماز پڑھ کر وضو کرنے کا شکر ادا کیا جائے، حالانکہ نماز مقصود ہے اور وضو اس کا ذریعہ ہے اور نماز اعلیٰ عبادت ہے اور وضو ادنیٰ عبادت ہے اور ادنیٰ کے لیے اعلیٰ کو شکرانہ بنانا صحیح نہیں ہے۔(۱)

☆ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے:

''تحیۃ الوضوء'' اور شکر وضو کوئی چیز نہیں ہے۔ (الی قولہ) کیونکہ نماز اصل اور مقصود لذاتہ ہے، جب کہ وضو اس کی فرع اور اس کے طفیل ہے۔ وضو نماز کے لیے ہے نہ کہ نماز وضو کے لیے۔(۲)

☆ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: کہ تحیۃ المسجد اور شکر وضو کے لیے کوئی علیحدہ نماز نہیں ہے۔(۳) نیز انہوں نے لکھا ہے کہ تحیۃ المسجد بھی اصل میں ''تحیۃ رب المسجد'' ہے، کیونکہ جب انسان بادشاہ کے گھر جاتا ہے، تو گھر کے بجائے بادشاہ کو سلام کرتا ہے۔(۴)

☆ وضو کے بعد جو دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے، اس کو سنت وضو دو وجہوں سے کہا جاتا ہے:

۱۔ ایک وجہ یہ ہے کہ جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے: جس شخص نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا، پھر دو رکعت نماز اس طرح پڑھی کہ اس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کی، تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور اس سلسلہ میں دوسری حدیث مبارکہ یہ ہے:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان نے اچھی طرح وضو کیا، پھر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی، اور وہ اپنے قلب اور اپنے چہرے سے اس نماز ہی کی طرف متوجہ تھا، تو اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔(۵)

۲۔ وضو کے بعد دو رکعت نماز کو سنت وضو اس لیے بھی کہا جاتا ہے، کہ ہر وضو کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی سنت ہے، جیسا کہ اس حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا: اے بلال! تم نے اسلام میں کون سا ایسا عمل کیا ہے، جس کے اجر کی تم کو زیادہ توقع ہے؟ کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمہارے نعلین کی آواز کو سنا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا، جس کے اجر کی مجھے زیادہ توقع ہو، بے شک میں دن یا رات میں جب بھی وضو کرتا ہوں، تو میں اس وضو کے ساتھ وہ نماز پڑھتا ہوں، جس کا پڑھنا میرے لیے مقدر کیا گیا ہے۔(۶)

سو اس حدیث مبارکہ کے اعتبار سے وضو کے بعد دو رکعت نماز حضرت بلال کی سنت بھی ہے۔

۸۔ خلاصہ:

یہ حدیث مبارکہ سابق حدیث نمبر چوراسی (۸۴) ہی، سند کے اختلاف اور الفاظ کے اختلاف کے ساتھ روایت بالمعنٰی ہے۔

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال حدیث مبارکہ سے یہ ہے کہ کلی دائیں ہاتھ میں پانی لے کر کرنا سنت ہے، اس لیے کلی دائیں ہاتھ کا چلو بنا کر کرنی چاہیے۔

۱۔ نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۵۶۹ ۲۔ اشعۃ اللمعات، ج ۱، ص ۱۹۸ ۳۔ رد المحتار، ج ۲، ص ۲۰۴

۴۔ ایضاً، ص ۳۹۹ ۵۔ i- مسلم: ۵۴۲ ii- ابوداؤد: ۱۶۹ iii- نسائی: ۱۵۱

۶۔ i- بخاری: ۱۱۴۹ ii- صحیح مسلم: ۲۴۵۸

☆ اعضاء وضو کو تین تین دفعہ دھونا سنت ہے اور سر کا مسح ایک دفعہ کرنا سنت ہے۔

☆ وضو کرنے کے بعد دو نفل نماز پڑھنا مستحب ہے۔

☆ دل میں کوئی بات نہ کرنے سے مراد ہے، کہ دل میں جو شیطانی وسوسے پیدا ہوتے ہیں، ان کی طرف متوجہ نہ ہو، بلکہ ان سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرے، البتہ جو خود بخود وسوسے آ جاتے ہیں، ان سے انسان معذور اور معفو عنہ ہے۔

☆ وضو کرنے سے تمام اعضاء وضو کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور دو رکعت نفل پڑھنے سے زندگی بھر کے گزشتہ گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں، اگر صغیرہ نہ ہوں تو کبائر میں تخفیف ہو جاتی ہے، اگر کبائر بھی نہ ہوں تو نیکیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

☆ وضو کرنے کے بعد دو رکعت پڑھنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔

☆ تحیۃ الوضو کوئی نماز نہیں، تحیۃ المسجد اصل میں تحیۃ رب المسجد ہے۔

۷۰۔ باب اتِّخَاذِ الاِسْتِنْشَاقِ — ناک سنکنا

اس باب کا عنوان سنن نسائی شریف کے بعض نسخوں میں صرف باب الاستنشاق ہے، بعض میں ''باب الاستنثار'' ہے، بعض میں ''باب اتخاد الاستنثار'' ہے، واللہ تعالیٰ جل جلالہ اعلم بالصواب۔ البتہ سب سے مراد ناک میں پانی ڈال کر اچھی طرح صاف کرنا ہی ہے، پچھلے باب میں دائیں ہاتھ سے کلی کرنے کا بیان تھا۔

۸۶۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، ح وَحَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عِيسَى، عَنْ مَعْنٍ، عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ، فَلْيَجْعَلْ فِي أَنْفِهِ مَاءً، ثُمَّ لِيَسْتَنْثِرْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص وضو کرے، تو اپنی ناک میں پانی ڈالے اور اسے چھینک ڈالے۔

۱۔ اطراف:

بخاری: ۱۶۱، ۱۶۲، صحیح مسلم: ۵۴۹، سنن ابن ماجہ: ۴۰۹، مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۲۷، صحیح ابن خزیمہ: ۷۵، مسند ابوعوانہ، ج ۱، ص ۲۴۷، سنن بیہقی، ج ۱، ص ۱۰۳، معرفۃ السنن والآثار: ۵۷، شرح السنۃ: ۲۱۱، سنن دارمی: ۷۰۳، المعجم الصغیر: ۱۲۷، مسند احمد: ۷۲۲۱

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں آٹھ راوی ہیں، جن میں سے چھ کا تعارف گزر چکا ہے، باقی دو کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔محمد بن منصور:

آپ کا نام ابو عبداللہ محمد بن منصور بن ثابت بن خالد جواز خزاعی مکی (م:۲۵۲ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۲۔سفیان: راجع:۱ ۳۔ابو الزناد: راجع:۷

۴۔الحسین بن عیسیٰ:

آپ کا نام ابو علی حسین بن عیسیٰ بن حمران طائی بسطامی قومسی دامغانی (م:۲۴۷ھ) ہے، آپ نے نیشاپور سکونت اختیار کر لی تھی، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، صدوق راوی ہیں، امام ترمذی کے علاوہ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۵۔معن: راجع:۶۲ ۶۔مالک: راجع:۷

۷۔الاعرج: ایضاً ۸۔ابو ہریرہ: راجع:۱

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔خصوصیاتِ سند:

یہ حدیث مبارکہ تحویل کے ساتھ دو سندوں سے مروی ہے، پہلی سند سے خماسی اور دوسری سند سے سداسی ہے۔

☆ یہ حدیث مبارکہ خماسی اور سداسی دونوں لحاظ سے پینتیسویں (۳۵) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند اول چونکہ خماسی ہے، اس لیے یہ علو ہے۔

☆ شیخ محمد بن منصور سے آئمہ صحاح ستہ میں سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ روایت لینے میں منفرد ہیں۔

☆ اس سند میں تحویل ہے: یعنی آخری دو راوی وہی ہیں اور شروع کے راویوں کی دو سندیں ہیں۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند اولیٰ کے پہلے دو راوی مکی اور سند ثانی کے پہلے راوی نیشاپوری جبکہ باقی تمام رواۃ مدنی ہیں۔

☆ سند میں دو تابعین کرام (ابو الزناد اور اعرج) نے ایک دوسرے سے روایت کی ہے۔

☆ سند کے آخری صحابی راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، جن سے سب سے زیادہ حدیثیں مروی ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا ایک دفعہ، حدثنا تین دفعہ اور عنعنہ پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔لغات:

الف: ناک لیستنثر: ناک سے پانی کو چھینکنا، ناک کو پانی کے ساتھ صاف کرنا، ناک سنکنا

۱۔ i۔المعجم المشتمل، ص۲۶۶ ii۔تھذیب الکمال، ج۲۶، ص۴۹۹

۲۔ i۔الجرح والتعدیل، ج۳، ص۶۰ ii۔تقریب التھذیب، ج۱، ص۱۸۷

۷۔ مسائل ونصائح:

☆ من توضاء میں من موصولہ متضمن معنی شرط ہے، اور فلیستنثر جواب شرط ہے: معنی یہ ہے کہ جو کوئی وضو کرے اور ناک میں پانی لے، تو ناک سنکے۔

☆ بخاری باب بدأالخلق کی حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو کوئی تم میں سے سو کر اٹھے اور وضو کرے تو تین بار ناک سنکے، کیونکہ شیطان رات کو ناک پر شب باشی کرتا ہے۔ ناک سنکنے میں حکمت یہ ہے: کہ خوب اچھی طرح صاف ہو جائے، تاکہ حروف اچھی طرح ادا ہو سکیں۔

☆ وضو میں کلی کرنا اور ناک میں پانی لینا سنت ہے اور ناک سنکنا مستحب ہے، اسی پر اجماع ہے۔

☆ امام احمد واسحاق وابو عبیدہ ابو ثور وابن المنذر نے حدیث زیر بحث کے ظاہری الفاظ سے استدلال کرتے ہوئے، وضو میں ناک پانی لینے کو واجب قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں فلیستنثر امر کا صیغہ ہے جو وجوب کو چاہتا ہے، لیکن جمہور علما وامام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: کہ یہاں امر ندب کے لیے ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک اعرابی کو حضور اکرم ﷺ نے وضو کرنے کا طریقہ ان لفظوں سے بتایا: توضاء کما امرك الله تو اس طرح وضو کر جس طرح قرآن حکیم میں وضو کا بیان آیا ہے۔ امام فرماتے ہیں: کہ قرآن کریم میں وضو کے متعلق ناک میں پانی لینے اور کلی کرنے کا ذکر نہیں ہے، صرف ہاتھ پاؤں، منہ دھونے اور سر کا مسح کرنے کا ذکر ہے۔

☆ لہٰذا کلی کرنا، ناک میں پانی لینے اور سنکنے کی فرضیت ثابت نہیں ہوئی۔ لہٰذا حدیث میں ناک میں پانی لینے کو مستحب قرار دیا جانا چاہیے۔ اسی طرح استنجاء کے لیے طاق ڈھیلے لینے کی ہدایت بھی ندبی ہے۔(۱)

☆ ناک کی صفائی تبھی ممکن ہے جب پانی ناک میں چڑھانے کے بعد سانس اور ہاتھ کی مدد سے ناک کو جھاڑا جائے تاکہ پانی کے ساتھ ساتھ ناک کی غلاظت بھی باہر آ جائے۔ سونے کے دوران میں تو لازماً ناک کے اوپر والے حصے میں غلاظت جمع ہو جاتی ہے، اس لئے ناک جھاڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔

☆ امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے استنثار کو واجب قرار دیا ہے۔ ظاہر الفاظ ان کی تائید کرتے ہیں، نیز ترجمۃ الباب سے بھی اس موقف کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ جل جلالہ اعلم۔ (۲)

۸۔ خلاصہ:

دوران وضو ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے۔

☆ ناک میں پانی ڈال کر چھینکنا اور سنکنا مستحب ہے۔

☆ ناک میں پانی کو نرم ہڈی کے آخر تک پہنچانا چاہیے اور پھر اسے اچھی طرح سنکنا چاہیے، تاکہ ناک کی نالیوں اور اندرونی حصے کی صفائی اچھی طرح ہو جائے۔

☆ ناک سنکنے کا حکم ندبی ہے وجوبی نہیں ہے۔

۱۔ فیوض الباری، ج ۱، ص ۴۱۹ ۲۔ سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۱۴۹

۱۷۔باب الْمُبَالَغَةِ فِي الاِسْتِنْشَاقِ — ناک کو خوب اچھی طرح صاف کرنا

اس باب میں ناک کی صفائی پانی کے ساتھ خوب اچھی طرح کرنے کی ترغیب ہے، تا کہ ناک کے اندرونی حصے سے میل کچیل اور بدبو ختم ہو، اور نظافت کے ساتھ اللہ تعالیٰ ﷻ کا ذکر کیا جا سکے۔پچھلے باب میں ناک کی صفائی کا بیان تھا۔

۸۷۔أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ :حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ كَثِيرٍ، ح وَأَنْبَأَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ :أَنْبَأَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ :قُلْتُ :يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنِي عَنِ الْوُضُوءِ؟ قَالَ :أَسْبِغِ الْوُضُوءَ، وَبَالِغْ فِي الِاسْتِنْشَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا

حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! مجھے وضو کرنے کا طریقہ بتلا دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھی طرح وضو کرو اور ناک صاف کرنے میں مبالغہ کرو، سوائے روزہ کی حالت کے۔

۱۔اطراف:

نسائی :۱۱۴، ابوداود :۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۵، ۳۹۷۳، ترمذی :۳۸، ۷۸۸، ابن ماجہ :۴۴۸، احمد :۱۶۳۸۰، ۱۶۳۸۳، مستدرک حاکم:۵۳۷ـ۵۴۰، المصنف (عبدالرزاق):۸۰، ابن خزیمہ :۱۶۵، ۱۶۸، ابن حبان:۱۰۴۰، سنن دارمی:۷۱۱، السنن الکبریٰ (طبرانی) ج۱۹، ص۴۷۹، المنتقی:۸۰، ادب المفرد:۱۶۶، السنن الکبریٰ (بیہقی) : ج۱، ص۵۰، شرح السنۃ:۲۱۳، السنن الکبریٰ:۹۸

۲۔مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس آخری جملہ میں ہے:

ناک صاف کرنے میں مبالغہ کرو۔

۳۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں آٹھ راوی ہیں، جن میں سے چار کا تعارف گزر چکا ہے، باقی کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔قتیبۃ بن سعید: راجع:۱

۲۔یحییٰ بن سلیم:

آپ کا نام ابومحمد یحییٰ بن سلیم حزاء خراز قرشی طائفی مکی (م:۱۹۳ھ) ہے، آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، سیٔ الحفظ، کثیرالحدیث راوی ہیں، جب آپ کتاب سے حدیث بیان کریں تو صحیح الحدیث ہیں، اگر زبانی بیان کریں تو اختلاط کا شکار ہوتے ہیں، اسی وجہ سے بعض نے منکر الحدیث قرار دیا ہے، البتہ ابن معین، ابن سعد، ابن حبان اور امام عجلی نے ثقہ قرار دیا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو ابدال قرار دیتے ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۱۔ i۔تاریخ الدوری، ج۲،ص۶۴۸ ii۔الجرح والتعدیل، ج۹،ص۱۵۶

۳۔اسماعیل بن کثیر:

آپ کا نام ابو ہاشم اسماعیل بن کثیر حجازی مکی ہے، آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، صالح الحدیث، کثیر الحدیث راوی ہیں، آئمہ سنن اربعہ اور امام بخاری ادب المفرد میں آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۴۔اسحٰق بن ابراھیم: راجع:۲ ۵۔وکیع: راجع:۲۵

۶۔سفیان: راجع:۳۷

۷۔عاصم بن لقیط بن صبرۃ:

آپ کا نام عاصم بن لقیط بن صبرہ عقیلی حجازی ہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، آئمہ سنن اربعہ اور امام بخاری (ادب المفرد) آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۸۔لقیط بن صبرۃ:

آپ کا نام ابورزین لقیط بن عامر بن صبرہ بن عبداللہ بن المنتفق عقیلی طائفی ہے، آپ مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں، آپ سے چوبیس (۲۴) احادیث مبارکہ مروی ہیں۔ آئمہ سنن اربعہ اور امام بخاری (ادب المفرد) نے آپ سے روایت کی ہے۔(۳)

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔خصوصیاتِ سند:

یہ روایت پہلی سند کے لحاظ سے خماسی اور دوسری سند کے اعتبار سے سداسی ہے۔

- ☆ خماسیات اور سداسیات دونوں اعتبار سے یہ چھتیسویں (۳۶) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ پہلی سند عالی ہے۔
- ☆ سند میں تحویل کا مرکز اسماعیل بن کثیر ابوھاشم ہیں۔
- ☆ یہ بیٹے (عاصم بن لقیط) کی باپ (لقیط بن صبرۃ) سے روایت ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا اور حدثنا ایک ایک دفعہ، انبانا دو دفعہ اور عنعنہ پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے۔
- ☆ صحابی رسول ﷺ حضرت لقیط بن صبرہ سے سنن نسائی میں یہ پہلی روایت ہے۔

۶۔لغات:

اسبغ: تو اچھی طرح کر، خوبصورت انداز سے — بالغ: زیادہ کر، خوب کر، مبالغہ کر

صائماً: روزہ رکھنے والا، روزہ کی حالت

۱۔ i۔الجرح والتعدیل، ج۲، ص۱۹۴ ii۔طبقات ابن سعد، ج۵، ص۴۸۵

۲۔ i۔الثقات، ج۵، ص۲۳۴ ii۔الجرح والتعدیل، ج۶، ص۳۵۰

۳۔ i۔الاستیعاب، ج۳، رقم ۱۳۵۰: ج۴، رقم ۱۶۵۷ ii۔الاصابۃ، ج۳، رقم ۷۵۵۴

۷۔ مسائل ونصائح:

☆ صحابی رضی اللہ عنہ کے سوال سے مراد یہ ہے کہ مجھے کامل وضو کے بارے میں بتلایا جائے۔(۱)

☆ اسبغ کا معنی اکمل ہے یعنی وضو اس طرح کر کہ فرائض، سنن اور مستحبات میں سے کوئی چیز نہ چھوڑ۔(۲)

☆ بالغ کا معنی ہے کہ پانی کو ناک میں اوپر تک کھینچا جائے، اور ہر دفعہ اچھی طرح سنکا جائے۔(۳)

☆ روزے کی حالت میں پانی کو ناک میں اوپر کی طرف کھینچنا مکروہ ہے، کیونکہ اس سے روزہ ٹوٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔(۴)

☆ استنشاق کا مقصد ناک کی صفائی ہے، اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں، جب تک ناک کے آخری سرے تک پانی نہ پہنچایا جائے، اس کے لیے ضروری ہے کہ سانس کو پانی کے ساتھ زور سے کھینچا جائے، البتہ روزے کی حالت میں زیادہ زور لگانے سے خدشہ ہے کہ پانی حلق میں چلا جائے گا، لہٰذا روزے کی حالت میں احتیاط رکھے اور کم زور لگائے۔

☆ اس سے معلوم ہوا کہ اگر استنشاق کے دوران میں پانی حلق میں چلا جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ احناف ومولک کا یہی مذہب ہے، مگر امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک خطا معاف ہے، اور روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ تاہم راجح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر سہواً اور نسیاناً استنشاق کے دوران میں پانی حلق میں چلا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ سہواً اور نسیان معاف ہے، البتہ اگر جانتے بوجھتے استنشاق کے دوران پانی حلق میں اتر جائے، تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ واللہ تعالیٰ جل جلالہ اعلم۔(۵)

☆ اعضاء اچھی طرح دھونا: مطلب یہ ہے کہ وضو کے دوران اعضاء کو خوب اچھی طرح دھویا کرو (اور پانی بلاوجہ زیادہ بھی نہ خرچ کیا کرو)، اور کوئی عضو خشک نہیں رہنا چاہیے، اور ناک میں پانی زور سے ڈالنے کا حکم اس وجہ سے ہے: تاکہ ناک اچھی طرح صاف ہو جائے، لیکن اگر روزہ ہو تو ناک میں آہستہ سے پانی ڈالنا چاہیے، ورنہ روزہ ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہے۔(۶)

☆ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں پوری کیفیت وضو کو بیان نہیں کیا، بلکہ صرف تین چیزوں کی وضاحت فرمادی۔ یہ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی الٰہی، الہام اور قرینہ سے معلوم تھا کہ ان کے پوچھنے کا اصل مقصد کیا ہے، اور انہیں کس چیز کے علم کی ضرورت ہے۔(۷)

۸۔ خلاصہ:

وضو کے تمام اعضاء کو تین تین دفعہ اچھی طرح دھونا چاہیے۔

☆ افضل ترین وضو وہی ہے، جس میں فرائض، سنن اور مستحبات کا خیال رکھا جائے۔

☆ ناک صاف کرنے میں اچھی طرح نظافت حاصل کرنی چاہیے۔

☆ اگر روزہ کی حالت نہ ہو تو ناک میں پانی اوپر تک کھینچنا چاہیے اور پھر خوب زور سے سنکنا چاہیے۔

☆ اگر روزہ دار ہو تو پھر عام حالت سے ہی ناک صاف کرنا چاہیے۔

☆ صحابی رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کو بیان فرمایا، جن کی ان کو ضرورت، اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دلوں اور ذہنوں کی حالت کے علم جاننے کی طرف اشارہ ملتا ہے، اور یہ سب کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے عطا کردہ علم غیب کی بناء پر ہے، جیسا کہ علامہ سندھی رحمہ اللہ نے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

۱۔ ذخیرۃ العقبیٰ، ج ۲، ص ۴۲۱ ۲۔ ایضاً ۳۔ ایضاً ۴۔ ایضاً

۵۔ سنن نسائی (فوائد) ج ۱، ص ۱۴۸۔۱۴۹ ۶۔ سنن نسائی (حاشیہ)، ج ۱، ص ۱۷ ۷۔ حاشیہ سندھی، ص ۳۱

۷۲۔ باب الْاَمْرِ بِالْاِسْتِنْثَارِ — ناک صاف کرنے کا حکم

اس باب میں ناک کو صاف کرنے کا حکم بیان ہوا ہے، یہ حکم ندبی ہے، وجوبی نہیں ہے، اس میں ناک میں پانی ڈال کر اسے سنکنے اور جھاڑنے کا بیان ہے، تا کہ صفائی اچھی طرح حاصل ہو جائے، پچھلے باب میں ناک صاف کرنے میں مبالغے کا بیان تھا۔

۸۸۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ، عَنْ مَالِكٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ، وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص وضو کرے، تو ناک کو سنکے اور جو شخص پتھر سے استنجاء کرے وہ طاق مرتبہ کرے۔

۱۔ اطراف:

بخاری: ۱۶۱، مسلم: ۲۳۷، ابن ماجہ: ۴۰۹، احمد: ۹۰۳۹، مؤطا: ج ۱، ص ۱۹، السنن الکبریٰ: ۹۵

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:
جو شخص وضو کرے، وہ ناک کو سنکے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، جن میں سے پانچ کا تعارف گزر چکا ہے، باقی دو کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ قتیبہ: راجع: ۱ ۲۔ مالک: راجع: ۷

۳۔ اسحاق بن منصور:

آپ کا نام ابو یعقوب اسحاق بن منصور بن بھرام کوسج تمیمی مروزی نیشاپوری (م: ۲۵۱ھ)، آپ رواۃ کے گیارہویں طبقہ سے ثقہ ثابت، صدوق، عالم، فقیہہ، زاہد، امام الحدیث راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت، فقاہت اور تقویٰ پر متفق ہیں، آئمہ صحاح ستہ (علاوہ ابوداؤد) آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۴۔ عبدالرحمٰن: ۵۔ ابن شہاب:

۶۔ ابوادریس الخولانی:

آپ کا نام ابوادریس عائذ اللہ بن عبداللہ خولانی (م: ۸۰ھ) ہے، آپ کی ولادت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں غزوہ حنین کے دن ہوئی۔ آپ نے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے، آپ ثقہ تابعی راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۱۔ i۔ تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۳۶۶ ii۔ الجرح والتعدیل، ج ۲، ص ۲۳۴

۲۔ i۔ تاریخ الثقات، ص ۲۴۶ ii۔ طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۴۴۸

۷۔ابوھریرۃ: راجع:۱

۴۔حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔خصوصیات سند:

یہ روایت تحویل کے ساتھ دوسندوں سے مروی ہے، پہلی سند حضرت قتیبہ والی سے یہ خماسیات امام نسائی عزیز اللہ علیہ میں سے ہے، اور یہ سند عالی ہے۔

- ☆ دوسری سند حضرت اسحاق سے یہ سداسیات میں سے ہے۔
- ☆ خماسیات اور سداسیات دونوں اعتبار سے یہ سینتویں (۳۷) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ یہ مسلسل تیسری حدیث مبارکہ ہے، جو بیک وقت خماسی اور سداسی ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔
- ☆ سند خماسی کے پہلے راوی بغلانی، سند سداسی کے پہلے راوی مروزی اور دوسری بصری، باقی تمام راوی مدنی ہیں۔
- ☆ یہ راویت تابعی (ابن شہاب) کی دوسرے تابعی (ابوادریس) سے روایت ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ ادا روایت اخبرنا ایک دفعہ، حدثنا دو دفعہ اور عنعنہ پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۸۔لغات:

فلیستنثر: چاہیے کہ وہ ناک کو سنکے، ناک میں پانی ڈال کر جھاڑے **استجمر**: وہ پتھر کے ساتھ استنجا کرے

فلیوتر: چاہیے کہ وہ طاق استعمال کرے۔

۸۹۔أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ :حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يِسَافٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ قَيْسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :إِذَا تَوَضَّأْتَ فَاسْتَنْثِرْ، وَإِذَا اسْتَجْمَرْتَ فَأَوْتِرْ

حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تو وضو کرے، تو ناک کو سنک (جھاڑ)، جب تو ڈھیلوں کے ساتھ استنجاء کرے تو طاق (ڈھیلوں کا) استعمال کرے۔

ا۔اطراف:

راجع:۴۳

ا۔مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

جب تو وضو کرے تو ناک کو سنک۔

۳۔تعارفِ رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان پانچوں کا تعارف گزر چکا ہے۔

۱۔قتیبۃ: راجع:۱ ۲۔حماد: راجع:۳

۳۔منصور: راجع:۴۳ ۴۔ھلال بن یساف: ایضاً

۵۔سلمہ بن قیس: ایضاً

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔خصوصیاتِ سند:

یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ اڑتیسویں (۳۸) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی بغلانی، دوسرے بصری اور باقی تین کوفی ہیں۔

☆ حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ قلیلین رواۃ صحابہ میں سے ہیں، ان سے صرف تین احادیث مبارکہ مروی ہیں، اور صحاح ستہ میں صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔ سند میں الفاظ روایت اخبرنا اور حدثنا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔لغات:

راجع:۴۳،۸۶،۸۸

۷۔مسائل ونصائح:

ایضاً

۸۔خلاصہ:

استنشاق کے وقت ناک میں پانی کھینچ کر اچھی طرح صاف کرنا چاہیے، اور پانی کو زور سے سکنا چاہیے، تا کہ ناک کو گندگی سے صاف کیا جا سکے۔

☆ اس حدیث مبارکہ میں امر وجوب کے لیے نہیں ہے، بلکہ ندب کے لیے ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی صحابی کو حکم دیا: کہ اس طرح وضو کرو، جیسا تمہیں اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حکم دیا ہے۔

☆ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ سورۃ مائدۃ کی آیت نمبر ۶ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ (۱) (اے ایمان والو! جب (تمہارا) نماز کے لئے کھڑے

۱۔ المآئدہ۵:۶

(ہونے کا ارادہ) ہو تو (وضو کے لئے) اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں (بھی) ٹخنوں سمیت (دھولو)۔ کی طرف ہے، اس آیت مبارکہ میں ناک کو جھاڑنے یا سنکنے کا حکم نہیں ہے، اس لیے یہ حکم ندبی ہے، وجوبی نہیں ہے۔

☆ ناک کو اچھی طرح صاف کرنا چاہئے۔

☆ استنجاء کرنے کے لیے جب ڈھیلے یا پتھر اور دیگر اشیاء استعمال کرنی پڑیں، تو انہیں طاق (ایک، تین، پانچ وغیرہ) کی تعداد میں استعمال کرنا چاہئے۔

☆ پتھروں کے استعمال کا حکم بھی ندبی ہے، وجوبی نہیں ہے۔

☆ ناک کو صاف کرنے اور ڈھیلوں کے استعمال دونوں کا حکم صفائی حاصل کرنے کے لیے ہے، اس سے اسلام میں پاکی وطہارت اور نظافت کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ ﷻ ہمیں اسلام کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ النبی المرسلین ﷺ۔

۷۳۔ باب الْاَمْرِ بِالِاسْتِنْثَارِ عِنْدَ الِاسْتِيقَاظِ مِنَ النَّوْمِ

نیند سے جاگنے پر ناک سنکنے کا حکم

اس باب میں نیند سے بیدار ہونے والے کے لیے ناک سنکنے کا بیان ہے، یہ حکم وضو کرنے والے کے لیے بھی ہو سکتا ہے، اور وضو نہ کرنے والے کے لیے بھی، کیونکہ سونے کے دوران مختلف رطوبتیں ناک کی نالیوں اور نتھنوں میں جمع ہو جاتی ہیں، اس سے انسان سستی اور کاہلی کا شکار ہوتا ہے، اس لیے ناک صاف کرنے اور جھاڑنے کا حکم بیان ہوا ہے، یہ حکم ندبی ہے، وجوبی نہیں ہے۔ پچھلے باب میں وضو کرتے وقت ناک صاف کرنے کا حکم بیان ہوا تھا۔

۹۰۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زُنْبُورٍ الْمَكِّيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَهُ عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ فَتَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ؛ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيتُ عَلَى خَيْشُومِهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو، پھر وضو کرے، تو تین بار ناک کو سنکے، کیونکہ شیطان اس کے نتھنوں میں رات گزارتا ہے۔

۱۔ اطراف:

بخاری: ۳۲۹۵، مسلم: ۲۳۸، تحفۃ الاشراف: ۱۴۲۸۴، السنن الکبریٰ: ۹۶

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس ابتدائی حصہ میں ہے:

جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو وہ تین بار ناک سنکے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، جن میں سے ایک راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تعارف گزر چکا ہے، باقی پانچ کا درج ذیل ہے۔

۱۔محمد بن زنبور:

آپ کا نام ابوصالح محمد بن جعفر بن ابی الازھر کی مولیٰ بنی ہاشم (م:۲۴۸ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، وھمی راوی ہیں۔ آپ سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔(۱)

۲۔ابن ابی حازم:

آپ کا نام عبدالعزیز بن ابی حازم سلمہ بن دینار مولی ابوتمام محاربی (م:۱۸۴ھ) ہے، آپ رواۃ کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، فقیہ، کثیر الحدیث، صالح الحدیث راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے بیاسی سال کی عمر میں حالت سجدہ میں وفات پائی۔(۲)

۳۔یزید بن عبداللہ:

آپ کا نام ابوعبداللہ یزید بن عبداللہ بن اسامہ بن ھاد لیثی مدنی (م:۱۳۹ھ) ہے، آپ رواۃ کے پانچویں طبقہ سے ثقہ، مکثر راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۳)

۴۔محمد بن ابراہیم:

آپ کا نام ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن حارث بن خالد بن صخر تیمی قریشی مدنی (م:۱۲۰ھ) ہے، آپ رواۃ کے چوتھے طبقہ سے ثقہ، کثیر الحدیث، تابعی راوی ہیں، آپ کے دادا حضرت حارث بن خالد رضی اللہ عنہ مہاجرین اولین صحابہ میں سے ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۴)

۵۔عیسیٰ بن طلحہ:

آپ کا نام ابومحمد عیسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ تیمی مدنی (م:۱۰۰ھ) ہے، آپ رواۃ کے دوسرے طبقہ سے ثقہ، فاضل، کثیر الحدیث، تابعی راوی ہیں، آئمہ ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۵)

۶۔ابوھریرۃ: راجع:۱

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔خصوصیات سند:

یہ روایت سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

۱۔ i۔تھذیب الکمال، ج۲۵، رقم ۲۱۴ ii۔الثقات، ج۹، ص۱۰۸

۲۔ i۔الجرح والتعدیل، ج۵، ص۳۸۲ ii۔طبقات ابن سعد، ج۵، ص۴۲۴

۳۔ i۔تاریخ الثقات، ص۴۷۹ ii۔تقریب التھذیب، ج۲، ص۳۷۶

۴۔ i۔رجال البخاری (باجی)، ج۲، ص۶۱۶ ii۔الجرح والتعدیل، ج۷، ص۱۸۴

۵۔ i۔سؤالات ابن الجنید، ص۱۹۵ ii۔طبقات ابن سعد، ج۵، ص۱۶۴

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ اڑتیسویں (۳۸) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ محمد بن زنبور رحمۃ اللہ علیہ سے آئمہ صحاح میں سے کسی اور نے روایت نہیں کی، اس لیے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ان سے حدیث لینے میں منفرد ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی مکی اور باقی سارے مدنی ہیں۔

☆ یہ تابعی (محمد ابراہیم) کی دوسرے تابعی (عیسیٰ بن طلحہ) سے روایت ہے۔

☆ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ مکثرین سبعہ صحابہ میں سے ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا ایک دفعہ، حدثنا دو دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۸۔لغات:

استیقظ: جب وہ بیدار ہو — منام: نیند، یہ مصدر میمی ہے

الشیطان: حق سے دور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی رحمت سے دور

یبیت: وہ رات گزارتا ہے — خیشوم: ناک کا نتھنہ، ناک کی جڑ

۷۔مسائل ونصائح:

اس حدیث مبارکہ میں شیطان کا رات گزارنا حقیقتاً بھی ہوسکتا ہے، کیونکہ ناک دل تک پہنچنے کا راستہ ہے، اس صورت میں ناک کی صفائی سے مراد شیطانی اثرات کو زائل کرنا ہے۔ دوسری صورت اس سے مجازی معنیٰ مراد ہوسکتا ہے کہ ناک میں گرد وغبار اور گندی رطوبتیں جمع ہوجاتی ہیں، اور اس طرح کی چیزیں شیاطین کو پسند ہوتی ہیں، اس لیے انسان کو صفائی حاصل کرنی چاہئے، تاکہ یہ جگہیں شیطان کا محل نہ بنیں۔ (۱)

☆ اس حدیث مبارکہ میں ناک صاف کرنے کا حکم اگرچہ اس وقت کے ساتھ مذکور ہے، جب سو کر اٹھے، لیکن یہ قید احترازی نہیں، بلکہ واقعی ہے۔

☆ وضو میں تین بار ناک صاف کرنا مطلقاً سنت ہے، خواہ سونے کے بعد اٹھ کر وضو کرے یا بیدار رہتے ہوئے وضو کرے، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ سو کر اٹھنے کے بعد ناک صاف کرنا زیادہ مؤکد ہے۔ (۲)

☆ یہ روایت صحیح بخاری میں بھی اسی طرح ہے، علاوہ ازیں صحیح ابن خزیمہ، سنن بیہقی وغیرہ میں بھی یہ روایت (فتوضأ) کے ساتھ ہے، لیکن صحیح مسلم میں (فتوضأ) کے بغیر ہے۔ جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ تین مرتبہ ناک جھاڑنے کا حکم نیند سے بیدار ہونے والے ہر ایک کے لیے ہے، اور اسی کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ترجیح دی ہے۔ (۳)

☆ صحیح بخاری اور سنن نسائی وغیرہ کے الفاظ سے یہ مترشح ہوتا ہے: کہ یہ حکم اس شخص کے لیے ہے، جو نیند سے اٹھ کر وضو کرے، تو وہ یہ عمل کرے۔ گویا یہ حکم تاکید کے طور پر، ان کے لیے ہے، جو رات کو اٹھ کر وضو کریں، ورنہ تین مرتبہ ناک میں پانی چڑھانے اور تین مرتبہ ناک جھاڑنے کا حکم ہر وضو کرنے والے کے لیے ہے۔

۱۔ حاشیہ سندھی، ص ۳۲ — ۲۔ نزھۃ القاری، ج ۴، ص ۳۵۰ — ۳۔ فتح الباری، ج ۶، ص ۴۱۳

☆ بعض ائمہ کے خیال میں دونوں احادیث کے پیش نظر: یہ حکم دونوں کے لیے ہے، سوکر اٹھنے والے کی لیے بھی اور وضو کرنے والے کے لیے بھی۔ ایک تیسری رائے یہ بھی ہے کہ (فتوضأ) کے بغیر یہ روایت صرف ایک ہی راوی کی ہے، جب کہ دوسرے بیشتر راوی یہ (فتوضأ) کے ساتھ بیان کرتے ہیں، اس لیے یہ روایت اس اضافے کے ساتھ ہی راجح معلوم ہوتی ہے۔

☆ اس صورت میں اس حدیث کا یہ حکم صرف ان لوگوں کے لیے ہوگا، جو اٹھ کر نماز پڑھنا چاہیں، اور اس کے لیے، وہ وضو کریں، ہر بیدار ہونے والے کے لیے یہ حکم نہیں ہوگا کہ وہ اٹھ کر تین مرتبہ ناک جھاڑے۔

☆ شیطان کے رات گزارنے سے مراد یہی ہے، کہ شیطان ساری رات ناک کی جڑ میں بسر کرتا ہے۔ محدثین نے بھی ان الفاظ کو حقیقت ظاہری پر محمول کیا ہے، کیونکہ یہ اس کے لیے جسم میں داخل ہونے کا واحد راستہ ہے، جس سے وہ دل تک پہنچتا ہے۔ اور ناک جھاڑنے سے مقصود اس کے اثرات ختم کرتا ہے۔ (۱)

☆ علامہ نووی لکھتے ہیں:

شیطان کا نتھنوں میں رات گزارنا حقیقت پر بھی محمول ہوسکتا ہے، کیونکہ ناک جسم کے ان سوراخوں میں سے ایک ہے، جن سے قلب تک پہنچا جاسکتا ہے، اور ناک کے سوراخوں میں کوئی بندش نہیں ہے، اور حدیث میں ہے کہ شیطان کسی بند چیز کو نہیں کھولتا، اس لیے جمائی لیتے وقت منہ کو ڈھانپنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے استعارہ مراد ہو کیونکہ ناک میں جو گرد و غبار اور رطوبت جمع ہوتی ہے، وہ شیطان کے موافق ہے۔ (۲)

سوتے میں بلغم دماغ سے اتر کے ناک کی جڑ میں جمع ہوتا ہے، اس کے سبب سے آدمی کو سستی ہوتی ہے، سو فرمایا: کہ تین بار چھینک ڈالے، تا کہ سستی دور ہو جائے، اور رطوبت کو شیطان فرمایا: اس واسطے کہ اس سے سستی اور غفلت ہوتی ہے، عبادت میں، سو یہ عین آرزو ہے شیطان کی، باقی الحقیقت شیطان ہی رات کو وہاں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ ﷻ خوب جانتا ہے۔ (۳)

۸۔ خلاصہ:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال یہ ہے: کہ جب بھی کوئی شخص سوکر اٹھے تو وہ ناک کو تین مرتبہ سنکے، جیسا کہ باب کے عنوان سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔

☆ جب نیند سے انسان بیدار ہو تو ناک صاف کر لینا چاہیے۔

☆ اس حدیث مبارکہ کی رو سے یہ مستحب عمل ہے، طبی ماہرین بھی اس امر پر زور دیتے ہیں، کہ ناک کو گرد و غبار اور رطوبتوں سے بچانا لازم ہے، تا کہ دمہ اور سانس کی دیگر بیماریوں سے بچا جاسکے۔

☆ یہاں پر سوکر اٹھنے کی قید احترازی نہیں ہے، بلکہ واقعی ہے۔

☆ جب بھی ناک میں گرد و غبار کا اندیشہ ہو تو اسے صاف کرنا چاہیے۔

☆ شیطان کے رات گزارنے سے مراد حقیقی بھی ہوسکتا ہے، کیونکہ یہ ناک دل کا منفذ ہے، اور شیطان اس راستے سے داخل ہو کر وسوسے

۱۔ سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۱۵۰ ۲۔ شرح مسلم نووی، ج ۱، ص ۱۲۴ ۳۔ سنن نسائی (حاشیہ)، ج ۱، ص ۷۶

ڈالتا ہے، اس لیے اس کے نشانات ختم کرنے کے لیے ناک صاف کرنے کا حکم ہے، البتہ یہ مجازی بھی ہوسکتا ہے کہ گردوغبار اور گندی رطوبتیں شیطانی ٹھکانے ہوتی ہیں، اس لیے ناک صاف کرنے سے، ان سے نجات ملے گی۔

☆ اس حدیث مبارکہ میں ناک صاف کرنے کا حکم ندبی ہے، وجوبی نہیں ہے۔

☆ وضو میں تین دفعہ ناک صاف کرنا مطلقاً سنت مبارکہ ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ سے اسلام میں صفائی کی اہمیت اور شیطان سے بچنے کے لیے التزام کا بیان ہے۔

۴۷۔ باب بِاَيِّ الْيَدَيْنِ يَسْتَنْثِرُ کس ہاتھ سے ناک سنکنا چاہئے؟

اس باب میں بائیں ہاتھ کے ساتھ ناک صاف کرنے اور سنکنے کا بیان ہے، پچھلے باب میں نیند سے بیدار ہونے پر ناک سنکنے کا بیان تھا۔

۹۱۔أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ :حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ زَائِدَةَ قَالَ :حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، عَنْ عَلِيٍّ: أَنَّهُ دَعَا بِوَضُوءٍ، فَتَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، وَنَثَرَ بِيَدِهِ الْيُسْرَى فَفَعَلَ هٰذَا ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ :هٰذَا طُهُورُ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: آپ رضی اللہ عنہ نے وضو کے لیے پانی منگوایا، اس سے کلی کی اور ناک صاف کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے بائیں ہاتھ کے ساتھ تین بار ناک سنکی اور فرمایا: یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو ہے۔

۱۔اطراف:

نسائی:۹۲، ۹۳، ۹۴، ابوداؤد:۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ترمذی:۴۹، تحفۃ الاشراف:۱۰۲۰۳، السنن الکبریٰ:۹۴

۲۔مطابقت:

حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بائیں ہاتھ سے تین بار ناک سنکی۔

۳۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔موسیٰ بن عبدالرحمٰن:

آپ کا نام ابوعیسیٰ موسیٰ بن عبدالرحمٰن بن سعید بن مسروق کندی مسروقی کوفی (م:۲۵۸ھ) ہے، آپ رواۃ کے گیارہویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۲۔حسین بن علی:

آپ کا نام حسین بن علی بن ولید جعفی کوفی مقری (م:۲۰۳ھ) ہے، آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ، عابد راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۱۔ i۔المعجم المشتمل، رقم ۱۰۷۱ ii۔الثقات، ج۹ ص ۱۶۴

۲۔ i۔سیر اعلام النبلاء، ج۹ ص ۳۹۷ ii۔تقریب التھذیب، ج۱ ص ۱۷۷

۳۔ زائدہ:

آپ کا نام ابوصلت زائدہ بن قدامہ ثقفی کوفی (م:۱۶۲ھ) ہے، آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ، ثابت، صاحب سنۃ، حافظ، مامون، متقن راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت وعلم اور اتقان پر متفق ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے ارض روم میں جہاد کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔(۱)

۴۔ خالد بن علقمہ:

آپ کا نام ابوحیہ خالد بن علقمہ ہمدانی ودائی کوفی ہے، آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، صدوق، شیخ راوی ہیں، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے آپ سے روایت کیا ہے۔(۲)

۵۔ عبد خیر:

آپ کا نام ابوعمارۃ عبد خیر بن یزید ہمدانی کوفی مخضرمی ہے، آپ رواۃ کے دوسرے طبقہ سے ثقہ، تابعی راوی ہیں، آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے معتمد خاص تھے، آپ نے ایک سو بیس سال سے زائد عمر پائی، آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۳)

۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ:

حضرت علی نام، ابوالحسن اور ابوتراب کنیت، حیدر (شیر) لقب، والد کا نام ابوطالب اور والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ پورا سلسلہ نسب یہ ہے: علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی۔ حضرت چونکہ ابوطالب کی شادی اپنے چچا کی لڑکی سے ہوئی تھی، اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نجیب الطرفین ہاشمی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچازاد بھائی تھے۔

منصب نبوت عطاء ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین برس تک اعلانیہ دعوت اسلام کی صدا بلند نہیں فرمائی، بلکہ پوشیدہ طریقہ پر خاص خاص لوگوں کو اس کی ترغیب دیتے رہے۔ چوتھے سال کے اعلان عام اور سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں میں اس کی تبلیغ کا حکم ہوا: چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی:

وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (۴) اپنے قریبی اعزہ کو (عذاب الٰہی سے) ڈراؤ۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کے موافق کوہ صفا پر چڑھ کر اپنے خاندان کے سامنے دعوت اسلام کی صدا بلند کی، لیکن مدت کا زنگ ایک دن کے صیقل سے نہیں دور ہوسکتا تھا۔ ابولہب نے کہا، تبا لک، اسی لیے تو نے ہم لوگوں کو جمع کیا تھا؟ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ پھر اپنے خاندان میں تبلیغ اسلام کی کوشش فرمائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انتظام دعوت کی خدمت پر مامور کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت مشکل سے چودہ پندرہ برس کی تھی لیکن انہوں نے اس کمسنی کے باوجود نہایت اچھا انتظام کیا۔ دسترخوان پر بکرے کے پائے اور دودھ تھا۔ دعوت میں کل خاندان شریک تھا، جن کی تعداد چالیس تھی، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، ابوطالب اور

۱۔ i۔ تاریخ ابی زرعۃ، ص ۴۶۷ ii۔ طبقات ابن سعد، ج ۶، ص ۳۷۸

۲۔ i۔ تھذیب الکمال، ج ۸، ص ۱۳۴ ii۔ الجرح والتعدیل، ج ۳، ص ۳۴۳

۳۔ i۔ تاریخ الثقات، ص ۲۸۶ ii۔ الثقات، ج ۵، ص ۱۲۷

۴۔ الشعراء، ۲۶: ۲۱۴

ابولہب بھی شرکاء میں تھے۔ لوگ کھانے سے فارغ ہو چکے تو آنحضرت ﷺ نے اٹھ کر فرمایا: یا بنی عبدالمطلب! خدا کی قسم! میں تمہارے سامنے دنیا وآخرت کی بہترین نعمت پیش کرتا ہوں، بولو! تم میں سے کون اس شرط پر میرا ساتھ دیتا ہے کہ وہ میرا معاون و مددگار رہوگا؟ اس کے جواب میں سب چپ رہے، صرف شیر خدا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی آواز بلند ہوئی: گو میں عمر میں سب سے چھوٹا ہوں اور مجھے آشوب چشم کا عارضہ ہے اور میری ٹانگیں پتلی ہیں، تاہم میں آپ ﷺ کا یاور اور دست و بازو بنوں گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اچھا تم بیٹھ جاؤ، اور پھر لوگوں سے خطاب فرمایا، لیکن کسی نے جواب نہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر اٹھے، آنحضرت ﷺ نے اس دفعہ بھی ان کو بٹھا دیا، یہاں تک کہ جب تیسری دفعہ بھی اس بار گراں کا اٹھانا کسی نے قبول نہ کیا، تو اس مرتبہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جانبازی کے لہجہ میں انہی الفاظ کا اعادہ کیا، تو ارشاد ہوا: بیٹھ جاؤ تو میرا بھائی اور میرا وارث ہے۔(۱)

فضل وکمال: حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بچپن ہی سے درس گاہ نبوت میں تعلیم و تربیت حاصل کرنے کا موقع ملا، جس کا سلسلہ ہمیشہ قائم رہا۔ خود ان سے روایت ہے کہ میں روزانہ صبح کو معمولاً آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔(۲) اور تقریب کا درجہ میرے سوا کسی اور کو حاصل نہ تھا۔ (۳) ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ رات دن میں دو بار اس قسم کا موقع ملتا تھا۔(۴) اکثر سفر میں بھی آپ ﷺ کی رفاقت کا شرف حاصل ہوتا تھا، اور اس سلسلہ میں سفر سے متعلق شرعی احکام سے واقف ہونے کا موقع ملتا تھا، ایک مرتبہ شریح بن ہانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے "مسح علی الخفین" کے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے اس کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام بتایا، اور اس کی وجہ یہ بیان کی: کہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے۔(۵) شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفاء میں بارگاہ رسالت میں جناب امیر کے اس تقرب و تربیت کو ان کے فضائل کی اصلی بنیاد قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل کی ایک روایت نقل کر کے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جس قدر فضائل مذکور ہیں، کسی صحابی کے نہیں ہیں، اس کی تشریح یہ کی ہے۔

عبد ضعیف گوید سبب ای معنی اجتماع دو جہت است، در مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے رسوخ اور سوابق اسلامیہ، دوم قرب قرابت او با آنحضرت ﷺ آں جناب علیہ الصلوٰۃ والسلام اوصل ناس بار حام و اعرف ناس بحقوق قرابت بودند باز چون عنایت الٰہی مساعدت نمود۔ حضرت مرتضٰی رضی اللہ عنہ را در کنار تربیت آنحضرت ﷺ انداخت مرتبہ قرابت در بالا شد و کرامت دیگر در کار او کردند رضی اللہ عنہ باز چوں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا عقد او دادند مزید فضیلت باد یار شد۔(۶)

آپ کے تقرب و اختصاص کی بناء پر خود رسول اللہ ﷺ آپ کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے۔(۷) بعض موقعوں پر قرآن مجید کی آیتوں کی تفسیر بھی فرماتے تھے۔(۸) چند مخصوص حدیثیں بھی قلم بند کرلی تھیں۔(۹) غرض حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابتدا ہی سے علم و فضل کے گہوارہ میں تربیت پائی تھی، اس لیے صحابہ کرام میں آپ غیر معمولی تجربہ اور فضل و کمال کے مالک اور "وانا مدینۃ العلم وعلی بابھا" (میں علم کا گھر اور علی اس کا دروازہ ہیں) کے طغرائے خاص سے ممتاز ہوئے۔ جامع ترمذی مناقب علی مرتضٰی میں ہے "انا دار الحکمۃ وعلی بابھا" لیکن امام ترمذی نے اس کو منکر کہا ہے۔ حاکم نے اس روایت کے متعلق متعدد راویوں کو جمع کیا ہے اور اس کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن امام ذہبی نے ان کے صحیح کہنے کو تسلیم نہیں کیا ہے۔)(۱۰)

۱۔ طبری، ص ۱۲۷۲، احمد، ج ۱، ص ۱۵۵ ۲۔ کتاب الخراج، ص ۸۵ ۳۔ ایضاً، ص ۱۸۰
۴۔ احمد، ج ۱، ص ۱۴۶ ۵۔ ازالۃ الخفاء، ج ۱، ص ۸۳ ۶۔ ایضاً، ج ۲، ص ۲۶۰
۷۔ احمد، ج ۱، ص ۸۳ ۸۔ ایضاً، ص ۸۵ ۹۔ ایضاً، ص ۷۹
۱۰۔ مستدرک، ج ۳، ص ۴۹۲

نوشت وخواند کی تعلیم آپ نے بچپن ہی میں حاصل کی تھی، چنانچہ ظہور اسلام کے وقت جب کہ آپ کی عمر بہت کم تھی، آپ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔(۱) اسی لیے ابتداء ہی سے بعض دوسرے صحابہ کی طرح آپ بھی آنحضرت ﷺ کے تحریری کام انجام دیتے تھے، چنانچہ کاتبان وحی میں آپ کا بھی نام ہے، آنحضرت ﷺ کی طرف سے جو مکاتیب وفرامین لکھے جاتے تھے، ان میں بعض آپ کے دست مبارک کے لکھے ہوئے تھے، چنانچہ حدیبیہ کا صلح نامہ آپ ہی نے لکھا تھا۔

تفسیر اور علوم قرآن:

اسلام کے علوم ومعارف کا اصل سرچشمہ قرآن پاک ہے، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس سرچشمہ سے پوری طرح سیراب اور ان صحابہ میں سے تھے، جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں نہ صرف پورا قرآن زبانی یاد کرلیا تھا، بلکہ اس کی ایک ایک آیت کے معنی اور شان نزول سے واقف تھے۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ ایک موقع پر خود آپ ﷺ نے اس کا اظہار فرمایا: کہ ہر آیت کے متعلق بتا سکتا ہوں، کہ یہ کہاں، کیوں اور کس کے حق میں نازل ہوئی۔(۲) چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شمار مفسرین کے اعلیٰ طبقہ میں ہے، اور صحابہ کرام میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سوا اس کمال میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ چنانچہ ان تمام تفسیروں میں فن کا مدار روایتوں پر ہے۔ مثلاً ابن جریر طبری، ابن ابی حاتم، ابن کثیر وغیرہ میں بکثرت آپ کی روایت سے آیات کی تفسیریں منقول ہیں۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ آپ نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے چھ مہینے بعد تک جو گوشہ نشینی اختیار کی، اس میں آپ نے قرآن مجید کی تمام سورتوں کو نزول کی ترتیب سے مرتب کیا تھا۔ ابن ندیم نے کتاب الفہرست میں سورتوں کی اس ترتیب کو نقل کیا ہے۔

قرآن پاک سے اجتہاد اور مسائل کے استنباط میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا، چنانچہ تحکیم کے مسئلہ میں خوارج نے اعتراض کیا: کہ فیصلہ کا حق خدا کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں: ان الحکم الا اللہ۔ تو آپ نے قرآن کے تمام حفاظ اور اس کے عالموں کو جمع کر کے فرمایا: کہ میاں بیوی میں جب اختلاف رائے ہو تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ حکم بنانے کی اجازت دے: وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا۔(۳) اور امت محمدیہ میں جب اختلاف رائے ہو جائے تو حکم بنانا ناجائز ہو؟ کیا تمام امت محمدیہ کی حیثیت ایک مرد اور ایک عورت سے بھی خدا کی نگاہ میں کم ہے۔(۴)

علم ناسخ اور منسوخ میں آپ کو کمال حاصل تھا، اور اس کو آپ بڑی اہمیت دیتے تھے، اور جن لوگوں کو اس میں درک نہ ہوتا، ان کو درس وعظ سے روک دیتے تھے، چنانچہ کوفہ کی جامع مسجد میں جو شخص وعظ وتذکیر کرنا چاہتا تھا، اس سے پہلے آپ دریافت فرماتے تھے، کہ تم کو ناسخ ومنسوخ کا بھی علم ہے، اگر وہ نفی میں جواب دیتا، تو اس کو زجر وتوبیخ فرماتے تھے، اور درس ووعظ کی اجازت نہ دیتے۔

آیات کی تفسیر وتاویل کے متعلق آپ سے اس کثرت سے روایتیں ہیں، کہ اگر ان کا استقصاء کیا جائے، تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے، اسی لیے یہاں ان کو نقل کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔

۱۔ فتوح البلدان بلاذری، ص ۴۷۷ ۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۱۰۱

۳۔ النساء ۴: ۳۵ ۴۔ احمد، ج ۱، ص ۸۶

علم حدیث جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بچپن سے لے کر وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تک کامل تیس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت ورفاقت میں بسر کیے، اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر اسلام کے احکام وفرائض اور ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے عالم آپ ہی تھے، پھر تمام اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم میں وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ آپ نے عمر پائی۔ آنحضرت کے بعد تقریباً تیس برس تک ارشادات وافادات کی مسند پر جلوہ گر رہے۔ خلفائے ثلاثہ کے عہد میں بھی یہ خدمت آپ ہی کے سپرد رہی۔ ان کے بعد خود آپ کے زمانہ خلافت میں بھی یہ فیض بدستور جاری رہا۔ اس لیے تمام خلفاء میں احادیث کی روایت کا زمانہ آپ کو سب سے زیادہ ملا۔ اسی لیے خلفائے سابقین کے مقابلہ میں آپ کی روایتوں کی تعداد سب سے زیادہ ہیں، لیکن احادیث کی روایت میں آپ بھی اپنے پیشرو خلفاء اور اکابر صحابہ کی طرح محتاط اور متشدد تھے۔ اس لیے دوسرے کثیر الروایہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں آپ کی روایتیں بہت کم ہیں۔ چنانچہ آپ سے کل پانچ سو چھیاسی (۵۸۶) حدیثیں مروی ہیں، جن میں سے بیس حدیثوں پر بخاری ومسلم دونوں کا اتفاق ہے اور نو (۹) حدیثیں صرف بخاری میں ہیں، مسلم میں نہیں ہیں، اور پندرہ (۱۵) حدیثیں مسلم میں ہیں، بخاری میں نہیں ہیں۔ غرض صحیحین میں آپ کی کل انتالیس (۳۹) حدیثیں ہیں۔

آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اپنے رفقاء اور ہمعصروں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ اپنی حرم محترم حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے روایتیں کی ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تمام حدیثوں پر ایک اجمالی نظر ڈالی ہے، اس میں وہ لکھتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ اقدس آپ کی نماز، مناجات، دعا اور نوافل کے متعلق سب سے زیادہ روایتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہروقت رفاقت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں رہتے تھے، اور ان کو عبادتوں سے خاص شغف تھا۔ (۱)

احادیث کو قلم بند کرنے کا شرف جن چند صحابہ کو حاصل ہے، ان میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی داخل ہیں۔ فہم قرآن کے سلسلہ میں جو روایت اوپر گزری ہے، اس میں چند حدیثوں کا ذکر ہے، یہ وہی ہیں، جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر آپ نے ایک لمبے کاغذ پر لکھ لیا تھا۔ یہ تحریر لپٹی ہوئی آپ کی تلوار کی نیام میں لٹکی رہتی تھی۔ اس کا نام آپ نے صحیفہ رکھا تھا، اس صحیفہ کا ذکر حدیث کی کتابوں میں آتا ہے۔ یہ حدیثیں چند فقہی احکام سے متعلق تھیں۔ (۲)

فقہ واجتہاد: حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فقہ واجتہاد میں بھی کامل دست گاہ حاصل تھی، بلکہ علم واطلاع کی وسعت سے دیکھا جائے، تو آپ کی متحضرانہ قوت سب سے اعلیٰ ماننی پڑے گی۔ بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی کبھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضل وکمال کا ممنون ہونا پڑتا تھا۔

فقہ واجتہاد کے لیے کتاب وسنت کے علم کے ساتھ سرعت فہم، دقیقہ سنجی، انتقال ذہنی کی بڑی ضرورت ہے، اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ کمالات خداداد حاصل تھے، مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کی تہہ تک آپ کی نکتہ رس نگاہ آسانی سے پہنچ جاتی تھی۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفاء میں آپ کی طباعی اور انتقال ذہنی کے بہت سے واقعات نقل کیے ہیں، مثلاً ایک واقعہ یہ ہے:

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک مجنون زانیہ عورت پیش کی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر حد جاری کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ ممکن نہیں کہ مجنون حدود شرعی سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ارادہ سے باز آ گئے۔ (۳)

۱۔ ازالۃ الخفاء، ص ۲۵۵ ۲۔ احمد، ج ۱، ص ۷۰۹ ۳۔ ایضاً، ص ۱۴۰

ایک دفعہ حج کے موسم میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے کسی نے شکار کا گوشت پکا کر پیش کیا۔ لوگوں نے احرام کی حالت میں اس کے کھانے کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کے جواز کے قائل تھے۔ انہوں نے کہا: حالت احرام میں خود شکار کر کے کھانا منع ہے، لیکن جب کسی دوسرے غیر محرم نے شکار کیا ہے، تو اس کے کھانے میں کیا حرج ہے؟ دوسروں نے اس سے اختلاف کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اس مسئلہ میں قطعی فیصلہ کس سے معلوم ہوگا؟ لوگوں نے حضرت رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔ چنانچہ انہوں نے ان سے جا کر دریافت کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جن لوگوں کو یہ واقعی یاد ہو، وہ شہادت دیں، کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم احرام کی حالت میں تھے، ایک گورخر شکار کر کے پیش کیا گیا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: کہ ہم لوگ تو احرام کی حالت میں ہیں، یہ ان کو کھلا دو جو احرام میں نہیں ہیں۔ حاضرین میں سے بارہ آدمیوں نے شہادت دی۔

اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے ایک دوسرے واقعہ کا ذکر کیا، جس میں کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے احرام میں شتر مرغ کے انڈے پیش کیے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کھانے سے بھی احتراز فرمایا تھا۔ اس کی بھی کچھ لوگوں نے گواہی دی۔ یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء نے اس کے کھانے سے پرہیز کیا۔ (۱)

ایک دفعہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے یہ مسئلہ پوچھا: کہ ایک بار پاؤں دھونے کے بعد، کتنے دن تک موزوں پر مسح کر سکتے ہیں؟ فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جا کر دریافت کرو، ان کو معلوم ہوگا، کیونکہ وہ سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے، چنانچہ وہ سائل حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ انہوں نے بتایا: کہ مسافر تین دن تین رات تک اور مقیم ایک دن ایک رات تک۔ (۲)

ایک دفعہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لکھ کر دریافت کیا، کہ خنثیٰ مشکل کی وراثت کی کیا صورت ہے؟ یعنی وہ مرد قرار دیا جائے یا عورت؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کا شکر ہے، کہ ہمارے حریف بھی علم دین میں ہمارے محتاج ہیں، پھر جواب دیا: کہ پیشاب گاہ سے اندازہ کرنا چاہیے کہ وہ مرد ہے یا عورت؟ (۳)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ گو تمام عمر مدینہ منورہ میں رہے، لیکن آپ کی خلافت کا زمانہ تمام تر کوفہ میں گزرا اور احکام اور مقدمات کے فیصلے کا زیادہ موقع نہیں پیش آیا، اس لیے آپ کے مسائل و اجتہادات کی زیادہ تر اشاعت عراق میں ہوئی، اسی بناء پر حنفی فقہ کی بنیاد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہی فیصلوں پر ہے۔

علم اسرار و حکم: دنیا میں اہل حکمت اور متکلمین کے دو گروہ ہیں: ایک وہ جو اپنی عقل و فہم اور علم کی بناء پر ہر شرعی حکم کی جزئی مصلحتوں پر نگاہ رکھتا ہے، اور اس کے اسرار و حکم کی تلاش میں رہتا ہے: دوسرا گروہ وہ ہے جو ایک ایک حکم کے جزئی مصالح سے دلچسپی نہیں رکھتا، بلکہ وہ کلی طور پر پوری شریعت پر ایک مبصرانہ نگاہ ڈال کر ایک کلی اصول طے کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ان احکام میں جو جزئی مصلحتیں رکھی ہیں، ان کی تلاش اور جستجو کی ضرورت نہیں سمجھتا، صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مذاق علم پہلی قسم کا اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ذوق فکر دوسری قسم کا معلوم ہوتا ہے، ان کی نظر احکام کی نظری کیفیت پر اتنی نہیں پڑتی جتنی ان کی عملی کیفیت پر، اسی لیے کسی حکم کا انسان کی ظاہری عقل کے خلاف ہونا، ان کے نزدیک چنداں اہم نہیں کہ انسانی عقل خود ناقص ہے، وہ کسی حکم شرعی کے لیے صحت اور صواب کا معیار نہیں بن سکتی۔

۱۔ مسند احمد، ج ۱ ص ۱۰۰ ۲۔ ایضاً ص ۹۶۔ ج ۶، ص ۵۵ ۳۔ تاریخ الخلفاء، ص ۵۴۰

صحیح بخاری کی تعلیقات میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حَدِّثُوا النَّاسَ، بِمَا يَعْرِفُونَ أَتُحِبُّونَ أَنْ يُكَذَّبَ، اللَّهُ وَرَسُولُهُ(۱) — لوگوں سے وہی کہو جو سمجھ سکتے ہو، کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ خدایا خدا جل جلالہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جھٹلایا جائے۔

مقصود یہ ہے کہ اگر ان سے ایسی باتیں کی جائیں، جو ان کے فہم سے بالاتر ہوں، تو لامحالہ اپنی کوتاہ عقل سے، وہ ان باتوں کو غلط سمجھیں گے، اور اس طرح سے وہ نادانستگی میں خدا جل جلالہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کے جرم کے مرتکب ہوں گے۔ اس لیے لوگوں سے ان کی عقل کے موافق گفتگو کرنی چاہیے، کہ ہر مصالح الٰہی ہر شخص کی سمجھ میں یکساں نہیں آ سکتے ہیں۔

احکام اور روایات کے الفاظ اگر متعدد معنوں کو متحمل ہوں، تو آپ کا یہ فیصلہ ہے: کہ ان میں سے وہی معنی صحیح ہوں گے، جو رسالت اور نبوت کی شان کے شایان ہوں۔ مسند ابن حنبل کے مطابق اس روایت کے اصل الفاظ یہ ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اذا حدثتم عن رسول الله ﷺ بحديث فظنوا به الذي هو اهدیٰ والذي هو اتقى والذي هو اهتدى (۲) — جب تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث بیان کی جائے، تو اس کے معنی وہ سمجھو جو زیادہ قرین ہدایت، زیادہ پرہیزگارانہ اور زیادہ بہتر ہوں۔

موزوں پر مسح کرنا سنت ہے، لیکن یہ مسح نیچے تلووں پر نہیں بلکہ اوپر پاؤں پر کیا جاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَوْ كَانَ الدِّينُ بِالرَّأْيِ لَكَانَ أَسْفَلُ الْخُفِّ أَوْلَى بِالْمَسْحِ مِنْ أَعْلَاهُ، وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى ظَاهِرِ خُفَّيْهِ(۳) — اگر دینی مسائل کا انحصار محض رائے پر ہوتا تو تلوے اوپر کے پاؤں سے زیادہ مسح کے مستحق ہوتے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں کی پشت پر مسح فرمایا۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مقصود یہ ہے کہ چلنے کی وجہ سے اگر گرد و غبار کے دور کرنے اور صفائی کی غرض سے یہ مسح ہوتا، تو نیچے کے تلووں پر مسح ہوتا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نیچے نہیں اوپر مسح فرمایا۔ اس لیے احکام الٰہی کے مصالح کی تعیین میں محض ظاہری عقل و رائے کو دخل نہیں ہے۔

ایک اور روایت میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسح کرتے ہوئے نہ دیکھتا، تو سمجھتا کہ نیچے مسح کرنا اوپر کرنے سے زیادہ بہتر ہے، یعنی ظاہر قیاس کا مقتضی یہی تھا، مگر حکم الٰہی محض ظاہری قیاس پر مبنی نہیں۔ (۴)

تصوف: اس بیان سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اسرار شریعت پر عبور نہ تھا، بلکہ ان کا مسلک یہ تھا کہ عوام کے لیے یہ موزوں نہیں ہیں، اور یہ بالکل سچ ہے کہ اس سے عوام کے طبائع میں احکام الٰہی کی اتباع اور پیروی کے بجائے عدم عمل کے لیے، حیلہ سازی اور فلسفیانہ بہانہ جوئی پیدا ہوتی ہے، خواص اس فرق کو سمجھتے ہیں، اس لیے ان ہی کے لیے یہ علم موزوں ہے۔ چنانچہ تصوف جو مذہب کی جان، شریعت کی روح اور جو خاصان امت کا حصہ ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کے حقائق و معارف بہت خوبی سے بیان کیے ہیں۔

تصوف کے اکثر سلسلے سینہ مرتضوی رضی اللہ عنہ پر جا کر ختم ہوتے ہیں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ''اصول اور آزمائش و امتحان میں ہمارے شیخ الشیوخ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

۱۔ بخاری: ۱۲۷ ۲۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۱۳۰ ۳۔ ابوداؤد: ۱۶۲ ۴۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۱۱۴

شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالتہ الخفاء میں لکھا ہے: کہ خلافت سے پہلے حضرت ممدوح کو اس میں بے حد انہماک تھا، مگر خلافت کے بعد اس کی مصروفیت نے ان کو اس فن کی تفصیل بیان کرنے کی فرصت نہ دی۔(۱)

محدثین کے اصول روایت کے مطابق حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے یہ صوفیانہ اقوال پایہ صحت کو پہنچتے اور یہ سلسلہ صحت کی کڑیاں ثابت ہوتی ہیں، کہ یہ اکثر سلسلے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ پر جا کر تمام ہوتے ہیں، ان کو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فیض اور صحبت یافتہ سمجھا جاتا ہے۔ مگر حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی صحبت اور تعلیم محدثین کی روایتوں سے ثابت نہیں ہوتی، بلکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس سے بھی انکار کیا ہے، کہ انہوں نے بلاواسطہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کچھ سنا بھی ہے، بہرحال اتنا بالاتفاق ثابت ہے کہ انہوں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خلافت سے پہلے مدینہ میں دیکھا تھا، اور ان کے دیدار سے مشرف تھے، اور اس وقت ان کی عمر غالباً چودہ پندرہ (۱۴، ۱۵) برس کی تھی۔

علم نحو کی ایجاد: علم نحو کی بنیاد خاص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دست مبارک سے رکھی گئی ہے، ایک دفعہ ایک شخص کو قرآن شریف غلط پڑھتے سنا۔ اس سے خیال پیدا ہوا کہ کوئی ایسا قاعدہ بنا دیا جائے، جس سے اعراب میں غلطی واقع نہ ہو سکے۔ چنانچہ ابوالاسود دوئلی کو چند قواعد کلیہ بتا کر اس فن کی تدوین پر مامور کیا۔ اس طرح علم نحو کے ابتدائی اصول بھی آپ ہی کی طرف منسوب ہیں۔

اصابت رائے: حضرت علی رضی اللہ عنہ صائب الرائے بھی تھے، اور آپ کی اصابت رائے پر عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے اعتماد کیا جاتا تھا، چنانچہ آپ تمام مہمات امور میں شریک مشورہ کیے جاتے تھے۔ واقعہ افک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کے رازداروں میں جن لوگوں سے مشورہ کیا، ان میں سے ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے، غزوہ طائف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اتنی دیر تک سرگوشی فرمائی، کہ لوگوں کو اس پر رشک ہونے لگا۔

خلافت راشدہ کے زمانہ میں وہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما دونوں کے مشیر تھے، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مہاجرین وانصار کی جو مجلس شوریٰ قائم کی تھی، اس کے رکن حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس مجلس کے ساتھ مہاجرین کی جو مخصوص مجلس شوریٰ قائم کی تھی، اس کے اراکین کے نام اگرچہ ہم کو معلوم نہیں ہیں، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ لازمی طور پر اس کے ایک رکن رہے ہوں گے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی رائے پر اتنا اعتماد تھا: کہ جب کوئی مشکل معاملہ پیش آجاتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرتے تھے۔ ایک موقع پر انہوں نے فرمایا تھا:

لو لا علی لهلك عمر۔ اگر علی نہ ہوتے عمر ہلاک ہو جاتا۔

اس اعتماد کی بناء پر بعض امور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رائے کو اپنی رائے پر ترجیح دی ہے۔ معرکہ نہاوند میں جب ایرانیوں کی کثرت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بے حد مشوش کر دیا، تو انہوں نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام صحابہ کو جمع کر کے رائے طلب کی۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا امیر المؤمنین: آپ خود ہم سے زیادہ سمجھ سکتے ہیں، البتہ ہم لوگ تعمیل حکم کے لیے تیار ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا: کہ شام و یمن وغیرہ سے فوجیں جمع کر کے آپ خود سپہ سالار ہو کر میدان جنگ تشریف لے جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ عنہ خاموش تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف دیکھا: تو بولے: کہ شام سے اگر فوجیں ہٹیں، تو مفتوحہ مقامات پر دشمنوں کا تسلط ہو جائے گا اور آپ نے مدینہ چھوڑا تو عرب میں ہر طرف قیامت برپا ہو جائے گی، اس لیے میری رائے یہ ہے: کہ آپ یہاں سے نہ ہلیں، اور شام و یمن وغیرہ میں فرمان بھیج دیے جائیں، کہ جہاں جہاں جس قدر فوجیں ہوں، ایک ایک ثلث ادھر روانہ کر دی جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس رائے کو پسند کیا، اور کہا: کہ میرا بھی یہی خیال تھا۔

۱۔ ازالتہ الخفاء، ص ۲۷۴

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی ان سے اہم معاملات میں مشورے لیے اور اگر ان کے مشورہ پر عمل کیا جاتا تو ان کا عہد نہ صرف فتنہ وفساد سے محفوظ رہتا بلکہ قبائل عرب میں ایک ایسا توازن قائم ہو جاتا کہ آئندہ جھگڑے کی کوئی صورت ہی نہ پیدا ہوتی۔

وفات: اس جانگداز واقعہ اور اندوہناک سانحہ کی تفصیل یہ ہے: کہ واقعہ نہروان کے بعد چند خارجیوں نے حج کے موقع پر مجتمع ہو کر مسائل حاضرہ پر گفتگو شروع کی، اور بحث ومباحثہ کے بعد بالاتفاق یہ رائے قرار پائی: کہ جب تک تین آدمی علی، معاویہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم صفحہ ہستی پر موجود ہیں، دنیائے اسلام کو خانہ جنگیوں سے نجات نصیب نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ تین آدمی ان تینوں کے قتل کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ عبدالرحمٰن بن ملجم نے کہا: کہ میں علی رضی اللہ عنہ کے قتل کا ذمہ لیتا ہوں، اسی طرح نزال نے معاویہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ نے عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص کے قتل کا بیڑہ اٹھایا، اور تینوں اپنی اپنی مہم پر روانہ ہو گئے۔ کوفہ پہنچ کر ابن ملجم کے ارادہ کو قطام نامی ایک خوب صورت خارجی عورت نے زیادہ مستحکم کر دیا، اس مہم میں کامیاب ہونے کے بعد اس سے شادی کا وعدہ کیا، اور جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خون کا مہر قرار دیا۔

غرض رمضان ۴۰ھ میں تینوں نے ایک ہی روز صبح کے وقت تینوں بزرگوں پر حملہ کیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اتفاقی طور پر بچ گئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر وار اوچھا پڑا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس دن امامت کے لیے نہیں آئے تھے، ایک اور شخص ان کا قائم مقام ہوا تھا، وہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے دھوکہ میں مارا گیا۔ جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا پیمانہ حیات لبریز ہو چکا تھا، آپ مسجد میں تشریف لائے اور ابن ملجم کو جو مسجد میں آ کر سو رہا تھا، جگایا، جب آپ نے نماز شروع کی اور سر سجدہ میں اور دل راز و نیاز الٰہی میں مصروف تھا: کہ اسی حالت میں شقی ابن ملجم نے تلوار کا نہایت کاری وار کیا، سر پر زخم آیا اور ابن ملجم کو لوگوں نے گرفتار کر لیا۔ (۱) (طبری، ص ۳۴۵۷۔۳۴۵۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ اتنے سخت زخمی ہوئے تھے، کہ زندگی کی کوئی امید نہ تھی، اس لیے حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کو بلا کر نہایت مفید نصائح کیے، اور حضرت محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ لطف ومدارت کی تائید کی۔ حضرت جندب بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی امیر المؤمنین آپ کے بعد ہم لوگ امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کریں، فرمایا: اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہنا چاہتا، تم لوگ خود اس کو طے کرو، اس کے بعد مختلف وصیتیں کیں، قاتل کے متعلق فرمایا: کہ معمولی طور پر قصاص لینا۔ (۱)

تلوار زہر میں بجھی ہوئی تھی، اس لیے نہایت تیزی کے ساتھ اس کا اثر تمام جسم میں سرایت کر گیا، اور اسی روز یعنی ۲۰ رمضان ۴۰ھ جمعہ کی رات کو یہ فضل وکمال اور رشد وہدایت کا آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خود اپنے ہاتھ سے تجہیز وتکفین کی۔ نماز جنازہ کے بعد کوفہ کے ایک قبرستان (عزی) میں سپرد خاک کیا۔

۴۔ حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیاتِ سند:

یہ روایت سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ انتالیسویں (۳۹) حدیث مبارکہ ہے۔

۱۔ طبری، ص ۳۴۶۱

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
☆ سند کے تمام راوی کوفی ہیں۔
☆ یہ سند اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ اس کے تمام راوی ایک ہی شہر کے ہیں اور تمام کے تمام ثقہ ہیں۔
☆ سند کے صحابی راوی خلیفہ راشد چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔
☆ سنن نسائی رحمۃ اللہ علیہ (صغریٰ) میں آپ سے مروی یہ پہلی حدیث مبارکہ ہے۔
☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پانچ صد چھیاسی (۵۸۶) احادیث مبارکہ مروی ہیں۔
☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا ایک دفعہ، حدثنا دو دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔لغات:

دعا: طلب کیا، منگوایا
نثر: سنکا، صاف کیا، جھاڑا

۷۔مسائل ونصائح:

راجع: ۹۱

۸۔خلاصہ:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال یہ ہے کہ ناک کی صفائی بائیں ہاتھ سے کرنی چاہیے۔
☆ ناک سنکنا اور ناک کے نتھنوں سے غلاظت اور رطوبت کا نکالنا صفائی ہے، چونکہ یہ غلاظت کی صفائی ہے، اس لیے اس کے لیے بایاں ہاتھ ہی موزوں اور مناسب ہے۔
☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمل کر کے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق یہ ہے، اس سے تعلیم بالعمل کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔
☆ وضو میں ناک کی صفائی سنت عمل ہے۔

۷۵۔باب غَسْلِ الْوَجْهِ — چہرہ دھونا

شرعی طور پر چہرے کی حد لمبائی میں پیشانی کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نچلے حصے حلق تک، اور چوڑائی میں ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک ہے، اس باب میں چہرے کے سنت طریقے پر دھونے کا بیان ہے، اور وہ تین بار دھونا ہے، پچھلے باب میں ناک کو بائیں ہاتھ کے ساتھ صاف کرنے کا بیان تھا۔

۹۲۔أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ خَالِدِ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ قَالَ: أَتَيْنَا عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَقَدْ صَلَّى، فَدَعَا بِطَهُورٍ فَقُلْنَا: مَا يَصْنَعُ بِهِ وَقَدْ صَلَّى؟ مَا يُرِيدُ إِلَّا لِيُعَلِّمَنَا، فَأُتِيَ بِإِنَاءٍ فِيهِ مَاءٌ وَطَسْتٍ، فَأَفْرَغَ مِنَ الْإِنَاءِ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهَا ثَلَاثًا، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا مِنَ الْكَفِّ الَّذِي يَأْخُذُ بِهِ الْمَاءَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَغَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا وَيَدَهُ الشِّمَالَ ثَلَاثًا، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّةً وَاحِدَةً ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا وَرِجْلَهُ الشِّمَالَ ثَلَاثًا. ثُمَّ قَالَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَعْلَمَ وُضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ هَذَا

حضرت عبد خیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ہم حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، آپ رضی اللہ عنہ نماز پڑھ چکے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے وضو کے لیے پانی منگوایا۔ ہم نے سوچا: آپ رضی اللہ عنہ پانی کا کیا کریں گے، حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ نماز تو پڑھ چکے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ ہمیں سکھانا چاہتے ہوں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک پانی کا برتن اور ایک تھال لایا گیا، آپ رضی اللہ عنہ نے برتن سے پانی لے کر تین دفعہ اپنے ہاتھ دھوئے، پھر اسی ہاتھ سے تین دفعہ کلی کی اور تین دفعہ ناک میں پانی چڑھایا، پھر تین مرتبہ چہرہ دھویا، پھر تین تین دفعہ دایاں اور بایاں بازو دھویا، پھر ایک دفعہ سر کا مسح کیا، پھر تین تین دفعہ دایاں اور بایاں پاؤں دھویا، پھر فرمایا: جو شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کو جاننا چاہتا ہے، وہ جان لے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی وضو ہے۔

۱۔اطراف:

راجع: ۹۱

۲۔مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ چہرہ دھویا۔

۳۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان پانچوں کا تعارف گزر چکا ہے۔

۱۔قتیبہ: راجع: ۱ ۲۔ابوعوانہ: راجع: ۴۶

۳۔خالد بن علقمہ: راجع: ۹۱ ۴۔عبد خیر: ایضاً ۵۔علی: ایضاً

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔خصوصیاتِ سند:

یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ انتالیسویں (۳۹) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی بغلانی، دوسرے واسطی اور باقی کوفی ہیں۔

☆ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنن نسائی (صغریٰ) میں یہ دوسری حدیث مبارکہ مروی ہے۔

☆ سند میں الفاظِ روایت اخبرنا، حدثنا، قال ایک ایک دفعہ اور عنعنہ دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۸۔لغات:

طھور :وضو کا پانی

مایصنع ؟: آپ رضی اللہ عنہ کیا کریں گے۔

لیعلمنا: تاکہ آپ رضی اللہ عنہ ہمیں سکھلائیں

اناء :برتن

طست :تھال اور بڑے پیندے کا برتن

افرغ :اس نے انڈیلا

الکف :ہتھیلی، اس سے مراد ہاتھ ہے

یدہ الیمنی :اپنا دایاں ہاتھ

یدہ الشمال :اپنا بایاں ہاتھ

مرۃ واحدۃ :ایک مرتبہ

رجلہ الیمنی :اپنا دایاں پاؤں

رجلہ الیسری :اپنا بایاں پاؤں

سرہ :وہ اس سے خوش ہوا، وہ اسے پسند کرتا ہے

۷۔مسائل ونصائح:

راجع :۹۱

۸۔خلاصہ:

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا اس باب کے قائم کرنے اور حدیث مبارکہ کے ذکر کرنے سے مراد ترتیب وضو کا بیان کرنا ہے۔یعنی ناک صاف کرنے کے بعد وضو میں چہرے کو دھویا جائے گا۔

☆ اس حدیث میں مجموعی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ بیان کیا گیا ہے، ایسی حدیث کو جو کسی باب میں تمام جزئیات کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بیان کرتی ہو، اسے محدثین کی اصطلاح میں ''جامع'' کہا جاتا ہے، اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث مروی ہے، اور یہ اپنی تمام جزئیات کے ساتھ احناف کے مسلک کی دلیل ہے۔(۱)

۱۔ درس ترمذی، ج۱، ص۲۶۷۔۲۶۸

☆ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے باوضو ہونے کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھلانے کے لیے دوبارہ وضو کیا، یہ تعلیم بالعمل کی بڑی اعلیٰ مثال ہے، جسے عصرِ حاضر میں اپنانے کی بہت اشد ضرورت ہے، بلکہ ہر استاد اور شیخ کو چاہیے کہ جن چیزوں کا علم بالعمل ممکن ہے، اس کے لیے تعلیم بالعمل کا طریق ہی اپنائیں۔

☆ یہ حدیث مبارکہ وضو کے باب میں جامع ہے اور فقہاء احناف کے طریقہ وضو کی مؤید ہے۔

۷۶۔ باب عَدَدِ غَسْلِ الْوَجْهِ چہرہ کتنی بار دھویا جائے؟

اس باب میں چہرے کو سنت طریقہ پر دھونے کا بیان ہے، اور وہ تین دفعہ دھونا ہے، چہرہ ایک دفعہ دھونا فرض ہے، اور تین دفعہ دھونا سنت ہے، پچھلے باب میں مطلقاً چہرہ دھونے کا بیان تھا۔

۹۳۔ أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَهُوَ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ عُرْفُطَةَ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ أُتِيَ بِكُرْسِيٍّ فَقَعَدَ عَلَيْهِ ثُمَّ "دَعَا بِتَوْرٍ فِيهِ مَاءٌ، فَكَفَأَ عَلَى يَدَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ بِكَفٍّ وَاحِدٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَأَخَذَ مِنَ الْمَاءِ فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ -وَأَشَارَ شُعْبَةُ مَرَّةً: مِنْ نَاصِيَتِهِ إِلَى مُؤَخَّرِ رَأْسِهِ ثُمَّ قَالَ: لَا أَدْرِي أَرَدَّهُمَا أَمْ لَا -وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا ."ثُمَّ قَالَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى طُهُورِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَهٰذَا طُهُورُهُ وَقَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: هٰذَا خَطَأٌ وَالصَّوَابُ خَالِدُ بْنُ عَلْقَمَةَ لَيْسَ مَالِكَ بْنَ عُرْفُطَةَ

حضرت عبد خیر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے: سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک کرسی لائی گئی، آپ اس پر رونق افروز ہوئے، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے پانی کا ایک برتن منگوایا، آپ رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ اپنے ہاتھوں پر پانی انڈیلا، پھر ایک ہی چلو سے تین بار کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا پھر تین دفعہ چہرہ دھویا، تین تین دفعہ دونوں بازو دھوئے، پھر کچھ پانی لیا اور سر کا مسح کیا، حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ نے پیشانی سے لے کر گدی تک اشارہ کیا، حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے یاد نہیں، آپ رضی اللہ عنہ ہاتھوں کو واپس بھی لائے تھے یا کہ نہیں؟ پھر دونوں پاؤں تین تین بار دھوئے اور فرمایا: جو شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو دیکھنا پسند کرتا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی وضو ہے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس سند میں خطا ہے اور صحیح سند مالک بن عرفطہ کی بجائے خالد بن علقمہ ہے۔

۱۔ اطراف:

راجع: ۹۲، ابن ماجہ ۴۰۴، تحفۃ الاشراف: ۱۰۲۰۶

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے تین دفعہ چہرہ مبارک دھویا۔

۳۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کا تعارف گزر چکا ہے۔

ا۔سوید بن نصر:	راجع:۵۵	۲۔عبداللہ بن المبارک:	راجع:۳۶
۳۔شعبۃ:	راجع:۲۶	۴۔خالد بن علقمۃ:	راجع:۹۱
۵۔عبد خیر:	ایضاً	۶۔علی:	ایضاً

۴۔حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔خصوصیات سند:

یہ روایت سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ چالیسویں (۴۰) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی مروزی، دوسرے م (۲) نظلی، تیسرے واسطی اور باقی کوفی ہیں۔

☆ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ مسلسل تیسری روایت مروی ہیں۔

☆ سند کے آخر میں نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا ہے: کہ حضرت شعبہ کا عن مالک بن عرفطہ فرمانا غلط ہے، بلکہ صحیح خالد بن علقمہ ہے، یہ اس وجہ سے فرمایا: کہ تمام آئمہ رجال اور حفاظ کا اس پر اتفاق ہے، کہ اصل نام خالد بن علقمہ ہے، اور مالک بن عرفطہ خطا ہے۔(۱)

☆ سند کی تصحیح فرمائی ہے، کیونکہ حدیث نمبر اکیانوے، بانوے (۹۱، ۹۲) میں حضرت زائدہ اور حضرت ابوعوانہ کی روایت میں خالد بن علقمہ ہے، اس میں حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ سے خطا واقع ہوئی ہے، اس کی نشاندہی امام نسائی نے آخر میں فرمادی ہے۔

☆ سند میں عبداللہ۔ وھو ابن المبارک۔ سے اس قاعدہ کی رعایت کی: کہ جب شیخ ولدیت ذکر نہ کرے، اور راوی کرنا چاہے، تو وہ وھو جیسے الفاظ سے وضاحت کرتا ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، انبأنا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔لغات:

اتی: لائی گئی

کرسی : کرسی، بیٹھنے کا پھٹہ

قعد: آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے

تور : برتن۔تھال

کفا : آپ رضی اللہ عنہ نے انڈیلا

اشار : اشارہ کیا

ناصیۃ: پیشانی

موخر راسہ : گدی، اپنے سر کا آخری حصہ

لا ادری : مجھے یاد نہیں، مجھے معلوم نہیں، میں نہیں جانتا

ا۔ تھذیب التھذیب، ج۳، ص۱۰۸

۷۔ مسائل ونصائح:

راجع: ۹۱

۸۔ خلاصہ:

☆ اس حدیث مبارکہ سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال یہ ہے کہ چہرے کو تین دفعہ دھونا سنت ہے، اس لیے چہرے کو تین دفعہ دھونا چاہیے۔

☆ اس حدیث مبارکہ میں کلی اور ناک میں پانی چڑھانے کی بابت بکف واحد کے الفاظ ہیں، اس سے مراد ہے کہ ایک ہی چلو سے پہلے کلی فرمائی، پھر ناک میں پانی چڑھایا، یہ بیان جواز کے لیے ہے، البتہ بہتر اور پسندیدہ عمل یہی ہے: کہ کلی اور ناک میں پانی علیحدہ علیحدہ چلو سے چڑھایا جائے، اسی پر امت کا عمل ہے۔

☆ حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پیشانی سے گدی تک ہاتھوں کے ساتھ مسح کرنا مجھے یاد ہے، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ ہاتھ واپس لائے یا کہ نہیں، یہ مجھے یاد نہیں۔ مستحب یہی ہے کہ ہاتھوں کے ساتھ مسح کرتے ہوئے واپس لائے جائیں، پھر کانوں کا مسح بھی کیا جائے اور داڑھی کا خلال بھی کیا جائے۔

☆ سر کے چوتھائی حصہ کا مسح فرض ہے، اور پورے سر کا مسح کرنا مستحب ہے۔

۷۷۔ باب غَسْلِ الْيَدَيْنِ — دونوں بازو دھونا

اس باب میں دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونے کا بیان ہے، دونوں بازوؤں کو کہنیوں سمیت ایک دفعہ دھونا فرض اور تین تین دفعہ دھونا سنت ہے، پچھلے باب چہرے کو تین تین دفعہ دھونے کا بیان تھا۔

۹۴۔ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ وَحُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ يَزِيدَ وَهُوَ ابْنُ زُرَيْعٍ قَالَ: حَدَّثَنِي شُعْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ عُرْفُطَةَ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ قَالَ: شَهِدْتُ عَلِيًّا دَعَا بِكُرْسِيٍّ فَقَعَدَ عَلَيْهِ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فِي تَوْرٍ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ بِكَفٍّ وَاحِدٍ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَيَدَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، ثُمَّ غَمَسَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا. ثُمَّ قَالَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى وُضُوءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَهَذَا وُضُوءُهُ

حضرت عبد خیر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے: میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا، آپ رضی اللہ عنہ نے کرسی منگوائی اور اس پر تشریف فرما ہوئے، پھر ایک تھال میں پانی منگوایا اور تین مرتبہ ہاتھ دھوئے، پھر ایک ہی چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا، تین تین دفعہ، پھر چہرہ اور دونوں ہاتھ تین تین دفعہ دھوئے، پھر برتن میں ہاتھ تر کر کے سر کا مسح فرمایا، پھر تین تین دفعہ دونوں پاؤں دھوئے، اور فرمایا: جو پسند کرتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو دیکھے، پس یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو ہے۔

۱۔ اطراف:

راجع: ۹۲

۲۔مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

آپ رضی اللہ عنہ نے تین تین مرتبہ دونوں بازوؤں کو دھویا۔

۳۔تعارف رجال:

اس حدیث کی سند میں سات راوی ہیں، ان سب کا تعارف گزر چکا ہے:

۱۔عمرو بن علی: راجع: ۴ ۲۔حمید بن مسعدۃ: راجع: ۵

۳۔یزید: ایضاً ۴۔شعبۃ: راجع: ۲۶

۵۔خالد بن علقمہ: راجع: ۹۱ ۶۔عبد خیر: ایضاً

۷۔علی: ایضاً

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔خصوصیاتِ سند:

یہ حدیث سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ اکتالیسویں (۴۱) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند میں مالک بن عرفطہ کی بجائے خالد بن علقمہ راوی ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی صیرفی، اگلے تین بصری اور آخری تین کوفی ہیں۔

☆ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد چہارم ہیں، آپ سے یہ چوتھی مسلسل حدیث مبارکہ مروی ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، حدثنی، قال ایک ایک دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔لغات:

شهدت: میں حاضر ہوا

۷۔مسائل ونصائح:

راجع: ۹۱

۸۔خلاصہ:

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال اس حدیث مبارکہ سے دو مسائل میں ہے:

۱۔ پہلا ترتیب کے لحاظ سے وضو میں چہرے کے بعد دونوں بازو دھونے چاہئے۔

۲۔ دوسرا دونوں بازوؤں کو تین تین دفعہ دھونا سنت مبارکہ ہے۔

☆ بازوؤں کو ایک ایک دفعہ دھونا فرض ہے، جو کہ قرآن مجید سے (سورۃ المائدۃ ۵:۶) ثابت ہے۔

۷۸۔ باب صِفَةِ الْوُضُوْءِ — وضو کا طریقہ

اس باب میں امام نسائی رحمہ اللہ نے وضو کرنے کا طریقہ بیان کیا ہے، اور حدیث مبارکہ (۹۲۔۹۴) ہی دوبارہ مختلف سند اور روایت بالمعنی کے ساتھ ماخوذ ذکر فرمائی ہے، البتہ اس حدیث مبارکہ میں تفصیل زیادہ ہے، پچھلے باب میں وضو کے دوران دونوں بازوؤں کے دھونے کا بیان تھا، اس باب میں پورے وضو کا بیان ہے۔

۹۵۔ أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِقْسَمِيُّ قَالَ: أَنْبَأَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنِي شَيْبَةُ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَلِيٌّ، أَنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ قَالَ: دَعَانِي أَبِي عَلِيٌّ بِوَضُوءٍ، فَقَرَّبْتُهُ لَهُ "فَبَدَأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَهُمَا فِي وَضُوئِهِ ثُمَّ مَضْمَضَ ثَلَاثًا، وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا، ثُمَّ الْيُسْرَى كَذَلِكَ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ مَسْحَةً وَاحِدَةً ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلَاثًا، ثُمَّ الْيُسْرَى كَذَلِكَ ثُمَّ قَامَ قَائِمًا فَقَالَ: نَاوِلْنِي. فَنَاوَلْتُهُ الْإِنَاءَ الَّذِي فِيهِ فَضْلُ وَضُوئِهِ فَشَرِبَ مِنْ فَضْلِ وَضُوئِهِ قَائِمًا. "فَعَجِبْتُ فَلَمَّا رَآنِي قَالَ: لَا تَعْجَبْ فَإِنِّي رَأَيْتُ أَبَاكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ مِثْلَ مَا رَأَيْتَنِي صَنَعْتُ يَقُولُ لِوُضُوئِهِ هَذَا وَشُرْبِ فَضْلِ وَضُوئِهِ قَائِمًا

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میرے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے وضو کا پانی طلب فرمایا، میں نے پانی آپ رضی اللہ عنہ کے قریب رکھا، آپ رضی اللہ عنہ نے وضو شروع کیا، تو برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے تین دفعہ دونوں ہاتھوں کو دھویا، پھر تین دفعہ کلی کی، پھر تین دفعہ ناک میں پانی چڑھایا اور تینوں دفعہ ناک سنکا، پھر تین دفعہ چہرہ مبارک دھویا، پھر دایاں بازو کہنی تک تین دفعہ دھویا، پھر اسی طرح بایاں بازو (تین دفعہ) دھویا، پھر ایک دفعہ سر کا مسح کیا، پھر دایاں پاؤں ٹخنے تک تین مرتبہ دھویا، پھر اسی طرح بایاں پاؤں دھویا، پھر کھڑے ہو کر فرمایا: مجھے برتن پکڑاؤ، میں نے وہ برتن پکڑا دیا، جس میں وضو کا بچا ہوا پانی تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے کھڑے کھڑے اس بچے ہوئے پانی میں سے نوش فرمایا۔ مجھے حیرانگی ہوئی، آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: حیران نہ ہو، کیونکہ میں نے تیرے نانا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھا تھا، جس طرح تو نے مجھے دیکھا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح وضو فرماتے اور اسی طرح بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر نوش فرماتے تھے۔

۱۔ اطراف:

ابوداؤد: ۱۱۲، احمد: ۱۳۵۵، ۱۳۶۶، تحفۃ الاشراف: ۱۰۰۷۵

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے۔

۳۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں آٹھ راوی ہیں، ان میں سے چار کا تعارف گزر چکا ہے، اور باقی چار کا درج ذیل ہے:

۱۔ابراھیم بن الحسن المقسمی: راجع:۶۴ ۲۔حجاج: راجع:۳۲ ۳۔ابن جریج: ایضا

۴۔شیبۃ:

آپ کا نام شیبہ بن نصاح بن سرجس مخزومی مدنی قاری مولی ام سلمہ رحمۃ اللہ علیہ (م:۱۳۰ھ) ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ہاتھ پھیرا اور خیر و برکت کی دعا عنایت فرمائی۔ آپ رواۃ کے چوتھے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۵۔محمد بن علی:

آپ کا نام ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابوطالب ہاشمی مدنی (م:۱۱۴ھ) ہے، آپ امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کے لقب سے مشہور ہیں، آپ رواۃ کے چوتھے طبقہ سے ثقہ، فاضل، کثیر الحدیث، مدنی، تابعی راوی ہیں، آپ سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں، آئمہ صحاح آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۶۔علی بن الحسین:

آپ کا نام ابوالحسین علی بن حسین بن ابوطالب ہاشمی مدنی (م:۹۳ھ) ہے، آپ امام زین العابدین کے لقب سے مشہور ہیں، آئمہ اہل بیت میں ممتاز ترین مقام کے حامل ہیں۔ امام زھری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اہل قریش میں ان سے افضل کوئی نہیں دیکھا۔ آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، ثابت، عابد، فقیہ، فاضل، مشہور، تابعی راوی ہیں۔ امام زھری کے نزدیک اصح الاسانید امام زین العابدین کی سند ہے، جو کہ درج ذیل ہے: عن علی بن الحسین عن ابیہ عن جدہ، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، واقعہ کربلا کے بعد اہل بیت اطہار میں آپ ہی زندہ موجود تھے۔(۳)

۷۔الحسین بن علی:

حسین نام، ابوعبداللہ کنیت ''سید شباب اھل الجنۃ'' اور ''ریحانۃ النبی'' لقب، علی مرتضی باپ اور سیدہ بتول رضی اللہ عنہا جگر گوشہ رسول ماں تھیں، اس لحاظ سے آپ کی ذات گرامی قریش کا خلاصہ اور بنی ہاشم کا عطر تھی، شجرہ طیبہ یہ ہے: حسین بن علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب بن ہاشم عبد مناف قرشی ہاشمی و مطلبی۔

۱۔ i۔الجرح والتعدیل، ج۴، ص۳۳۵ ii۔الثقات، ج۴، ص۳۶۸

۲۔ i۔طبقات ابن سعد، ج۵، ص۳۲۰ ii۔تاریخ الثقات، ص۴۱۰

۳۔ i۔طبقات ابن سعد، ج۵، ص۲۱۱ ii۔تقریب التھذیب، ج۲، ص۴۰

پیدائش: ابھی آپ شکم مادر میں تھے کہ حضرت حارث کی صاحبزادی نے خواب دیکھا: کہ کسی نے رسول اکرم ﷺ کے جسم اطہر کا ٹکڑا کاٹ کر، ان کی گود میں رکھ دیا ہے، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا: کہ یارسول اللہ ﷺ میں نے ایک ناگوار اور بھیانک خواب دیکھا ہے، فرمایا کیا؟ عرض کیا: ناقابل بیان ہے، فرمایا: بیان کرو آخر کیا ہے؟ آنحضرت ﷺ کے اصرار پر انہوں نے خواب بیان کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو نہایت مبارک خواب ہے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لڑکا پیدا ہوگا، اور تم اسے گود میں لوگی۔ (۱)

کچھ دنوں کے بعد اس خواب کی تعبیر ملی اور ریاض نبوی ﷺ میں وہ خوشرنگ ارغوانی پھول کھلا، جس کی مہک حق وصداقت، جرأت وبسالت، عزم واستقلال، ایمان وعمل اور ایثار وقربانی کی وادیوں کو ابدالآباد تک بساتی اور جس کی رنگینی عقیق کی سرخی، شفق کی گلگونی اور لالہ کے دماغ کو ہمیشہ شرماتی رہے گی، یعنی شعبان ۴ھ ہجری میں علی کا کاشانہ حسین رضی اللہ عنہ کے تولد سے رشک گلزار بنا۔ ولادت باسعادت کی خبر سن کر آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور فرمانے لگے: بچے کو دکھاؤ، کیا نام رکھا گیا؟ اور نومولود بچہ منگوا کر اس کے کان میں اذان دی، اس طرح گویا پہلی مرتبہ خود زبان وحی والہام نے اس بچہ کے کانوں میں توحید الٰہی کا صور پھونکا، درحقیقت اسی صور کا اثر تھا (۲)

سر داد نہ داد دست در دست یزید   حقا کہ بنائے لا الہ است حسین رضی اللہ عنہ

پھر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو عقیقہ کرنے اور بچہ کے بالوں کے ہم وزن چاندی خیرات کرنے کا حکم دیا۔ پدر بزرگوار کے حکم کے مطابق حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے عقیقہ کیا۔ والدین نے حرب نام رکھا، لیکن آنحضرت ﷺ کو یہ نام پسند نہ آیا، آپ نے بدل کر حسین رضی اللہ عنہ رکھا۔ (۳)

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں، آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل وکمالات کے بارے میں چند احادیث نبویہ ﷺ درج ذیل ہیں:

۱۔ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، قَالَتْ: قَالَتْ عَائِشَةُ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ، مِنْ شَعْرٍ أَسْوَدَ، فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَأَدْخَلَهُ، ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهُ، ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَدْخَلَهَا، ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ فَأَدْخَلَهُ، ثُمَّ قَالَ: (إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا) (۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ صبح کے وقت ایک اونی منقش چادر اوڑھے ہوئے باہر تشریف لائے، تو آپ ﷺ کے پاس حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ آئے، تو آپ ﷺ نے انہیں اس چادر میں داخل کرلیا، پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے اور وہ بھی ان کے ہمراہ چادر میں داخل ہوگئے، پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ ﷺ نے انہیں بھی اس چادر میں داخل کرلیا، پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ آئے تو آپ ﷺ نے انہیں بھی چادر میں لے لیا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی: ''اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ جل جلالہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دور کردے اور تم کو (گناہوں سے) خوب پاک وصاف کردے۔''

۱۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۷۶   ۲۔ ایضاً، ص ۷۶   ۳۔ اسد الغابہ، ج ۲، ص ۱۸

۴۔ i- مسلم: ۲۴۲۴   ii- مستدرک: ۴۷۰۷، ۴۷۰۹

iii- السنن الکبریٰ: ۲۶۸۰   iv- مصنف ابن شیبہ، ۴۸۶/۳

۲۔عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، رَبِيبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا) فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، فَدَعَا فَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا فَجَلَّلَهُمْ بِكِسَاءٍ، وَعَلِيٌّ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَجَلَّلَهُ بِكِسَاءٍ ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا .قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ :وَأَنَا مَعَهُمْ يَا نَبِيَّ اللَّهِ، قَالَ :أَنْتِ عَلَى مَكَانِكِ وَأَنْتِ عَلَى خَيْرٍ۔(۱)

حضور نبی اکرم ﷺ کے پروردہ عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ جب ام المؤمنین سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر حضور نبی اکرم ﷺ پر یہ آیت ''اہل بیت! اللہ تعالیٰ ﷻ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح) کی آلودگی دور کر دے، اور تمہیں خوب پاک وصاف کر دے'' نازل ہوئی، تو آپ ﷺ نے سیدہ فاطمہ اور حسنین کریمین سلام اللہ علیہم کو بلایا اور انہیں ایک کملی میں ڈھانپ لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے تھے، آپ ﷺ نے انہیں بھی کملی میں ڈھانپ لیا، پھر فرمایا: اے اللہ تعالیٰ ﷻ! یہ میرے اہل بیت ہیں، پس ان سے ہر قسم کی آلودگی دور فرما اور انہیں خوب پاک وصاف کر دے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ ﷻ کے نبی! میں (بھی) ان کے ساتھ ہوں، فرمایا: تم اپنی جگہ رہو اور تم تو بہتر مقام پر فائز ہو۔

۳۔عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لِكُلِّ بَنِي أُمٍّ عَصَبَةٌ يَنْتَمُونَ إِلَيْهِمْ إِلَّا ابْنَيْ فَاطِمَةَ، فَأَنَا وَلِيُّهُمَا وَعَصَبَتُهُمَا(۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر ماں کے بیٹوں کا آبائی خاندان ہوتا ہے، جس کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں، سوائے فاطمہ کے بیٹوں کے، پس میں ہی ان کا ولی ہوں، اور میں ہی ان کا نسب ہوں۔

۴۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے یہ سنا: ہر عورت کی اولاد کا نسب اپنے باپ کی طرف ہوتا ہے سوائے اولاد فاطمہ کے کہ میں ہی ان کا نسب اور میں ہی ان کا باپ ہوں۔(۳)

۵۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ ﷻ نے ہر نبی کی اولاد اس کی صلب میں رکھی، اور بیشک اللہ تعالیٰ ﷻ نے میری اولاد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی صلب میں رکھی۔(۴)

۱۔ i- ترمذی: ۳۸۷۱،۳۲۰۵ ii-المعجم الاوسط: ۳۷۹۹

۲۔ i- مستدرک: ۴۷۷۰ ii- مسند ابویعلیٰ: ۶۷۴۱ iii-المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۶۳۱-۲۶۳۲

۳۔ i-الدیلمی فی الفردوس: ۴۷۸۷ ii- مجمع الزوائد، ج۴، ص۲۲۴

۴۔ i-المعجم الکبیر: ۲۶۳۰ ii-الدیلمی فی الفردوس: ۶۴۳

٦۔عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ:قَالَ النَّبِيُّ ﷺ :إِنَّ هَذَا مَلَكٌ لَمْ يَنْزِلِ الْأَرْضَ قَطُّ قَبْلَ هَذِهِ اللَّيْلَةِ اسْتَأْذَنَ رَبَّهُ أَنْ يُسَلِّمَ عَلَيَّ وَيُبَشِّرَنِي بِأَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ (١)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک فرشتہ جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہ اترا تھا، اس نے اپنے پروردگار سے اجازت مانگی، کہ مجھے سلام کرے، اور مجھے یہ خوشخبری دے، کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اہل جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہیں، اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم جنت کے تمام جوانوں کے سردار ہیں۔

٧۔عن علی رضی اللہ عنہ قال: الحسن اشبه برسول الله ﷺ مابين الصدر الى الراس، والحسين اشبه بالنبى ﷺ ما كان اسفل من ذلك (٢)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن سینہ سے سر تک رسول اللہ ﷺ کی کامل شبیہ تھے اور حضرت حسین سینہ سے نیچے تک حضور ﷺ کی کامل شبیہ تھے۔

٨۔عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ :أَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْتُمْ، وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمْتُمْ (٣)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم سے فرمایا: تم جس سے لڑو گے میں اس کے ساتھ حالت جنگ میں ہوں اور جس سے تم صلح کرنے والے ہو میں بھی اس سے صلح کرنے والا ہوں۔

☆ آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے براہ راست آٹھ احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو یزیدی فوج نے ١٠ محرم ٦١ ھ کو کربلا کے مقام پر انتہائی ظلم وستم وبربریت کے ساتھ شہید کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک چھپن سال تھی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (٣)

٨۔علی: راجع: ٩١

٤۔حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

٥۔خصوصیات سند:

یہ روایت ثمانیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سنن نسائی (صغریٰ) میں یہ پہلی حدیث مبارکہ ثمانیات میں سے ہے۔

١۔ i۔ترمذی: ٣٨٧٠ ii۔ابن ماجہ: ١٤٥ iii۔مستدرک: ٤٧١٣ iv۔المعجم الاوسط: ٥٠١٥

٢۔ i۔فضائل الصحابۃ: ١٩٣، ٢٦٠ ii۔مسند احمد: ٢٣٣٦٩

٣۔ i۔ترمذی: ٣٧٨١ ii۔السنن الکبریٰ: ٨٢٩٨، ٨٣٦٥

٤۔ تقریب التہذیب، ج١، ص١٧٧

☆ اس کتاب میں یہ پہلی حدیث مبارکہ ہے، جس میں چار راوی آئمہ اہل بیت میں سے ہیں، اور وہ امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ، امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ امام حسین رضی اللہ عنہ اور امام حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

☆ یہ سند اہل بیت کی اسناد میں صحیح ترین ہے۔

☆ امام زہری کی اسناد میں یہ سند اعلیٰ ترین سند ہے۔

☆ سند میں امام باقر نے اپنے والد امام زین العابدین سے، امام زین العابدین نے اپنے والد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے، امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے، اس طرح یہ بہت اعلیٰ سلسلہ روایت ہے۔

☆ سند میں دو صحابی اور باپ سے بیٹے نے روایت کی ہے، اسی طرح دو تابعی اور باپ سے بیٹے نے روایت کی ہے۔

☆ یہ سند عن ابیہ عن جدہ سے ہے، جو کہ سند معالی ہے۔(۱)(ا۔تدریب الراوی، ج ۲، ص ۲۵۷)

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے دو راوی مصیصی، تیسرے مکی اور باقی مدنی ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت انبأنا، حدثنی ایک ایک دفعہ، اخبر اور قال تین تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔لغات:

فقربته له: میں نے پانی کا برتن آپ رضی اللہ عنہ کے قریب کیا۔

فبدأ: آپ نے وضو شروع کیا۔

مسحة واحدة: سر کا مسح ایک دفعہ کیا۔

المرفق: کہنی

الکعبین: دونوں ٹخنے

ناولنی: پانی کا برتن میرے قریب کرو۔

فعجبت: مجھے حیرانی ہوئی۔ مجھے تعجب ہوا۔

۷۔مسائل ونصائح:

راجع: ۹۱

۸۔خلاصہ:

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث مبارکہ سے استدلال کامل وضو کرنے کا مسنون طریقہ بیان کرنا ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ سے درج ذیل مسائل کا استنباط ہوتا ہے:

۱۔ تمام اعضاء وضو کو تین تین دفعہ دھونا سنت ہے۔

۲۔ پورے سر کا مسح کرنا سنت ہے۔

۳۔ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا سنت ہے۔

☆ وضو کے بچے ہوئے پانی کے علاوہ آب زمزم بھی کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے۔(۱)

☆ ان کے علاوہ پانی اور دیگر مشروبات کے کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت طبی وجوہات کی بناء پر ہے، نہ کہ شرعی وجہ سے ہے، اس لیے باقی مشروبات اور پانی کے کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت مکروہ تنزیہی ہے۔(۲)

۱۔ حاشیہ سندھی، ج ۱، ص ۳۸ ۲۔ ایضا

۷۹۔باب عَدَدِ غَسْلِ الْيَدَيْنِ بازو کتنی بار دھوئے جائیں؟

باب ستتر (۷۷) بازوؤں کو دھونے کے بارے میں ہے، لیکن درمیان میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے باب اٹھہتر (۷۸) وضو کے طریقے کے بارے میں قائم فرمایا، جبکہ مناسب یہی ہوتا کہ باب ستتر (۷۷) کے بعد، یہ باب اناسی (۷۹) ہوتا، تا کہ بازو دھونے کے بعد، دھونے کی تعداد کا ذکر ہوتا، اس طرح یہ مناسبت زیادہ واضح ہوتی، البتہ پچھلے باب میں بھی چونکہ پورے وضو کا طریقہ بیان ہوا ہے، اور اس میں بازو دھونے کا بھی ذکر ہے، اور اس باب میں تین بار بازو دھونے کی سنت کا بیان ہے۔

۹۶۔أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي حَيَّةَ وَهُوَ ابْنُ قَيْسٍ، قَالَ :رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ حَتَّى أَنْقَاهُمَا، ثُمَّ تَمَضْمَضَ ثَلَاثًا وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، ثُمَّ قَامَ فَأَخَذَ فَضْلَ طَهُورِهِ فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ .ثُمَّ قَالَ :أَحْبَبْتُ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ طُهُورُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو حیہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میں نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے دیکھا، آپ نے دونوں ہاتھوں کو دھویا اور اچھی طرح صاف کیا، پھر تین دفعہ کلی کی، پھر تین دفعہ ناک میں پانی چڑھایا، پھر تین دفعہ چہرہ دھویا، پھر تین دفعہ دونوں بازو دھوئے، پھر سر کا مسح کیا، پھر ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھوئے، پھر کھڑے ہو کر وضو سے بچا ہوا پانی نوش کیا اور فرمایا: میں نے مناسب سمجھا کہ تمہیں دکھلاؤں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وضو کیسے فرماتے تھے؟

۱۔اطراف:

نسائی:۱۱۵، ابوداؤد:۱۱۶، ترمذی:۴۸، احمد:۱۰۵۰، ۸۷۶، تحفۃ الاشراف:۱۰۳۲۱، السنن الکبریٰ:۱۰۱

۲۔مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین تین دفعہ دونوں بازوؤں کو دھویا۔

۳۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، جن میں سے تین کا تعارف گزر چکا ہے، باقی دو کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔قتیبہ بن سعید: راجع:۱

۲۔ابوالاحوص:

آپ کا نام ابوالاحوص سلام بن سلیم حنفی کوفی (م:۱۷۹ھ) ہے، آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ، متقن راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت و پرہیزگاری پر متفق ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۱۔ i۔تہذیب الکمال، ج ۴، ص ۵۰۰ ii۔طبقات ابن سعد، ج ۶، ص ۳۷۹

۳۔ابواسحاق: راجع:۴۲

۴۔ابوحیہ:

آپ ابوحیہ بن قیس ہمدانی وادعی کوفی ہیں، آپ کے نام میں شدید اختلاف ہیں، بعض نے عمرو بن نصر بعض نے عمرو بن عبداللہ، بعض نے عبداللہ اور بعض نے عامر بن حارث ذکر کیا ہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، مقبول، تابعی راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۵۔علی: راجع:۹۱

۶۔حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، اس کے اور شواہد موجود ہیں۔

۷۔خصوصیات سند:

یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ چالیسویں (۴۰) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ ابوحیہ کو امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مقبول کہا ہے، چونکہ یہ تابعی ہیں، اس لیے نقصان نہیں ہے۔

☆ یہ روایت تابعی (ابواسحاق) کی دوسرے تابعی (ابوحیہ) سے روایت ہے۔

☆ سند کے پہلے راوی بغلانی اور باقی کوفی ہیں۔

☆ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ مسلسل چھٹی روایت ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، حدثنا، رایت ایک ایک دفعہ اور عنعنہ دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔لغات:

انقاھما: آپ رضی اللہ عنہ نے دونوں ہاتھوں کو تین دفعہ دھویا، یا اچھی طرح صاف کیا

ذراعیہ: اپنے دونوں بازو — الکعبین: دونوں ٹخنے

احببت: میں نے پسند کیا، میں نے مناسب جانا — اریکم: میں تمہیں دکھلاؤں

طھور النبی: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو

۷۔خلاصہ:

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث مبارکہ سے استدلال یہ ہے: کہ وضو میں دونوں بازوؤں کو تین تین دفعہ دھونا سنت ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ میں بھی وضو کے بچے ہوئے پانی کو کھڑے ہو کر پینے کے استحباب کا بیان ہے۔

☆ علامہ سندھی فرماتے ہیں: انقاء سے مراد عام طور تین دفعہ دھونا مراد ہے۔(۱) پر البتہ اس سے خوب اچھی طرح صاف کرنا مراد ہے، چاہے تین دفعہ یا اس سے زیادہ دفعہ دھونے سے صفائی حاصل ہو۔

۱۔ i۔الثقات، ج۵، ص۱۸۰ ii۔تقریب التھذیب، ج۲، ص۴۱۸ ۲۔ حاشیہ سندھی، ص۳۴

۸۰۔باب حَدِّ الْغَسْلِ
بازو دھونے کی حد

اس باب میں دونوں بازوؤں کو کہنیوں تک دھونے کی حد کا بیان ہے، پچھلے باب میں بازوؤں کو تین تین دفعہ دھونے کی تعداد کا بیان تھا۔

۹۷۔أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ وَالْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ وَاللَّفْظُ لَهُ عَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى: هَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تُرِيَنِي كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ؟ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ: نَعَمْ. فَدَعَا بِوَضُوءٍ، فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ، بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتَّى رَجَعَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ

حضرت عمرو بن یحیٰی مازنی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے صحابی رسول ﷺ اور حضرت عمرو بن یحیٰی رحمہ اللہ کے دادا حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے گزارش کی: کیا آپ مجھے حضور نبی کریم ﷺ کے وضو کرنے کا طریقہ دکھلا سکتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! انہوں نے وضو کا پانی منگوایا اور اپنے ہاتھوں پر بہایا اور دو دو دفعہ ہاتھوں کو دھویا، پھر تین دفعہ کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا، پھر تین دفعہ چہرہ دھویا، پھر دونوں بازو کہنیوں تک دو دو دفعہ دھوئے، پھر دونوں ہاتھوں سے سر کا مسح کیا، پہلے آگے سے پیچھے لے گئے، پھر پیچھے سے آگے لے آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سر کے مسح کی ابتداء اگلے حصے سے کی اور ہاتھوں کو گدی تک لے گئے، پھر دونوں ہاتھوں کو وہیں واپس لائے۔ جہاں سے ابتداء کی تھی، پھر دونوں پاؤں دھوئے۔

۱۔اطراف:

بخاری: ۱۸۵، ۱۸۶، اطراف الحدیث: ۱۸۶۔۱۹۱۔۱۹۲۔۱۹۷۔۱۹۹، صحیح مسلم: ۲۳۵، الرقم المسلسل: ۵۴۴، سنن ابوداؤد: ۱۱۹۔۱۱۸، سنن ترمذی: ۳۲، سنن نسائی: ۹۸۔۹۷، سنن ابن ماجہ: ۴۷۱۔۴۳۴، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۳، المنتقیٰ: ۷۳، صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۷۔۱۷۳، مسند ابوعوانہ، ج۱، ص۲۴۹۔۲۸۴، شرح معانی الآثار: ۱۲۰، صحیح ابن حبان: ۱۰۸۴، شرح السنۃ: ۲۲۳، مسند احمد: ۱۶۴۳۱

۲۔مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

آپ رضی اللہ عنہ نے دونوں بازو کہنیوں تک دھوئے۔

۳۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، جن میں سے تین کا تعارف گزر چکا ہے، باقی چار کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔محمد بن سلمۃ: راجع: ۲۰

۲۔الحارث بن مسکین: راجع: ۹

۳۔ابن القاسم:

آپ کا نام ابوعبداللہ عبدالرحمٰن بن قاسم بن خالد جنادہ عتقی مصری (م:۱۹۱ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ کبار سے ثقہ، فقیہ راوی ہیں، آپ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے خاص تلامذہ میں سے ہیں، مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو پہلی دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہی مصر میں متعارف کروایا، امام بخاری، ابوداؤد (المراسیل) اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۵۔مالک: راجع:۲۰

۵۔عمرو بن یحییٰ المازنی:

آپ کا نام عمرو بن یحییٰ بن عمارہ بن ابی حسن مازنی (م:۱۴۰ھ) ہے، آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، کثیر الحدیث راوی ہیں، آئمہ رجال آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۶۔ابیہ (یحییٰ المازنی):

آپ کا نام یحییٰ بن عمارہ بن ابی الحسن انصاری مدنی ہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، تابعی راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۳)

۷۔عبداللہ بن زید بن عاصم:

آپ کا نام عبداللہ، ابومحمد کنیت، قبیلہ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے: عبداللہ بن زید بن عاصم بن کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن ابن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج، ماں کا نام ام عمارہ تھا۔

اسلام: ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے۔

غزوات: بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت کی، مشہد بیعت رضوان میں موجود تھے۔(۴) جنگ یمامہ میں نہایت نمایاں حصہ لیا، مسلیمہ کذاب مدعی نبوت نے ان کے بھائی حبیب ابن زید کو قتل کرادیا تھا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وقت کے منتظر تھے، جنگ یمامہ میں خوش قسمتی سے موقع مل گیا، پہلے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کو تیر مارا، پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر تلوار کا وار کیا اور قتل کر دیا۔(۵)

وفات: ۶۳ھ میں شہید ہوئے، یزید بن معاویہ کی خلافت سے تمام مدینہ بیزار تھا اس بنا پر اس کی بیعت توڑ کر حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ انصاری نے تمام شہر سے جہاد پر بیعت لینا شروع کی، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو پوچھا بیعت کی شرط کیا ہے؟ جواب ملا موت! بولے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی سے اس شرط پر بیعت نہیں کرسکتا۔(۶)

۱۔ i۔الجرح والتعدیل، ج۵، ص۲۷۸ ii۔الثقات، ج۸، ص۳۷۴

۲۔ i۔تاریخ الثقات، ص۳۷۱ ii۔تقریب التھذیب، ج۲، ص۸۷

۳۔ i۔الثقات، ج۷، ص۶۰۵ ii۔الجرح والتعدیل، ج۹، ص۱۷۵

۴۔ بخاری، ج۲، ص۵۹۹ ۵۔ اسد الغابہ، ج۲، ص۱۶۸

۶۔ بخاری، ج۲، ص۵۹۹

لیکن چونکہ یہ حق و باطل کا معرکہ تھا، اپنے دو بیٹوں کے ساتھ میدان میں پہنچے اور وہیں شہادت حاصل کی، یہ ماہ ذی الحجہ ۶۳ھ کی اخیر تاریخوں کا واقعہ ہے۔

اس وقت بقول واقدی وہ ستر (۷۰) برس کے تھے، لیکن ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں، غزوہ احد میں ان کی شرکت مسند میں بالتصریح مذکور ہے۔(۱) اور اسماء الرجال کے تمام مصنفین کا بھی اس پر اتفاق ہے، بلکہ بعض نے تو بدر کی شرکت بھی تسلیم کی ہے، غزوہ کی شرکت کے لیے پندرہ (۱۵) سال کی عمر شرط ہے، اس بنا پر وہ احد میں کم از کم پندرہ برس کے ضرور تھے، اور اس لیے وفات کے وقت ان کی عمر پچھتر (۷۵) سال ٹھہرتی ہے۔(۲)

اولاد: دو لڑکے تھے، خلاد اور علی واقعہ حرہ میں شہید ہوئے۔

فضل وکمال: چند حدیثیں روایت کیں، راویوں کے نام یہ ہیں: عباد بن تمیم (بھتیجے تھے)، سعد بن مسیب، یحییٰ بن عمارہ، واسع بن حبان، عبادہ بن حبیب، ابوسفیان مولیٰ ابن ابی احمد۔

اخلاق: حب رسول اللہ ﷺ کا یہ منظر ہے، کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ ان کے مکان پر تشریف لے گئے، وہ پانی لائے اور آپ ﷺ نے وضو کیا، آپ ﷺ نے جس طرح وضو کیا تھا، انہوں نے یاد کرلیا، چنانچہ ایک زمانہ کے بعد جب لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے وضو کی کیفیت پوچھی، تو خود اسی طرح وضو کر کے بتلایا۔(۳)

آپ سے چند احادیث مبارکہ مروی ہیں، جن میں سے آٹھ متفق علیہ ہیں اور ایک حدیث میں امام بخاری منفرد ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔

۴۔ حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔ خصوصیاتِ سند:

☆ یہ روایت سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ بیالیسویں (۴۲) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے تین راوی مصری اور باقی مدنی ہیں۔

☆ یہ باپ سے بیٹے کی روایت ہے۔

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حارث بن مسکین سے روایت کے الفاظ **قراءۃ علیہ وانا اسمع** کہہ کر اس طرف اشارہ کیا ہے، کہ چونکہ ان کے اور شیخ حارث بن مسکین رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان کچھ ایسے معاملات تھے، جس کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ شیخ کی درس میں شامل نہیں ہو سکتے تھے، اس لیے ایسی جگہ بیٹھ کر سماعت کرتے، جہاں پر شیخ کی نظر سے اوجھل ہوتے تھے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، اسمع، حدثنی ایک ایک دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۱۔ مسند احمد، ج ۴، ص ۴۱　۲۔ ایضاً، ج ۴، ص ۴۰　۳۔ ایضاً، ج ۴، ص ۳۸

۶۔لغات:

هل تستطیع: کیا آپ رضی اللہ عنہ طاقت رکھتے ہیں

ان تُرینی: آپ رضی اللہ عنہ مجھے دکھلائیں

افرغ: اس نے ڈالا۔اس نے بہایا۔

فاقبل: اگلے حصے سے پیچھے کی جانب

اذبر: پچھلے حصے سے آگے جانب

بداء: آپ رضی اللہ عنہ نے شروع کیا۔

قفا: گدی

۷۔مسائل ونصائح:

☆ اس حدیث سے پتا چلا کہ اگرچہ اقبل و ادبر کا مفہوم مشترک ہے، یعنی اقبل سے مراد پیچھے سے آگے کی طرف آنا اور ادبر کا مفہوم سر کے اگلے حصے سے پیچھے گدی کی طرف ہاتھوں کو لے جانا ہے۔لیکن حدیث میں موجود تفصیل (بدا بمقدم راسه) سے دوسرے مفہوم کی تائید ہوتی ہے، یعنی یہاں (اقبل) سے مراد سر کے اگلے حصے سے گدی کی طرف دونوں ہاتھوں کا لے جانا ہے، اور (ادبـــر) سے مراد پیچھے سے ہاتھوں کو اگلی جانب لانا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے مسح کا عمومی طریقہ یہی تھا۔(۱) واللہ تعالی جل جلالہ اعلم۔(۱)

☆ تابعی حضرت یحییٰ مازنی نے ھل یستطیع اس لیے فرمایا کہ شاید کہیں وقت زیادہ گزرنے کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بھول نہ گئے ہوں۔(۲)

☆ اس حدیث مبارکہ میں بعض اعضاء کے دو دو مرتبہ دھونے کا ذکر ہے، لیکن اکثر روایات میں اعضاء وضو کو تین تین دفعہ دھونے کا ذکر ہے، اس لیے کثرت طرق کی وجہ سے تین تین دفعہ دھونے والی روایات کو ترجیح حاصل ہے۔(۳)

☆ وضو میں دونوں بازوؤں کے ساتھ کہنیوں کو دھونا بھی فرض ہے۔(۴)

☆ یہاں پر جد سے حقیقی دادا مراد نہیں اور نہ ہی نانا حقیقی مراد ہے، بلکہ باپ کے چچا مراد ہیں، اور یہ مجازی معنیٰ سے ہے، کیونکہ باپ کا چچا بھی دادا کا بھائی ہوتا ہے، اس لیے دادا مراد لینا صحیح ہے۔(۵)

☆ وضو میں اعضاء کو ایک دفعہ دھونا فرض، دو دفعہ دھونا جائز اور تین دفعہ دھونا سنت ہے۔(۶)

☆ دو دفعہ اعضاء وضو کا دھونا بیان جواز کے لیے ہے۔(۷)

☆ وضو کے لیے دوسرے سے مدد لینا جائز ہے۔(۸)

☆ تھوڑے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔(۹)

۱۔ سنن نسائی (فوائد)، ج۱، ص۱۵۶ ۲۔ ذخیرۃ العقبیٰ، ج۲، ص۵۰۰ ۳۔ ایضاً، ص۵۰۱

۴۔ عمدۃ القاری، ج۳، ص۱۰۴ ۵۔ فتح الباری، ج۱، ص۳۴۲ ۶۔ ایضاً، ص۳۴۳

۷۔ عمدۃ القاری، ج۳، ص۱۲۰ ۸۔ ایضاً، ص۱۰۶ ۹۔ فتح الباری، ج۱، ص۳۴۳

۸۔خلاصہ:

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال یہ ہے: کہ دونوں بازوؤں کو کہنیوں سمیت دھونا ضروری ہے۔

☆ سند میں دادا سے مراد باپ کا چچا ہے، چونکہ وہ بمنزلہ دادا کے ہوتا ہے، اس لیے جد مجازاً استعمال ہوا ہے۔

☆ یہ حدیث مبارکہ تعلیم بالعمل کی بہترین مثال ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ میں دونوں ہاتھوں اور بازوؤں کو دو دو دفعہ دھونے کا بیان جواز کے لیے ہے، وضو میں اعضاء کا ایک ایک دفعہ دھونا فرض اور تین تین دفعہ دھونا سنت مبارکہ ہے۔

☆ پورے سر کا مسح کرنا مستحب ہے۔

۸۱۔باب صِفَةِ مَسْحِ الرَّأْسِ — سر کے مسح کا طریقہ

وضو کا تیسرا فرض سر کا مسح کرنا ہے، پچھلے ابواب میں پہلے دو فرضوں چہرہ اور ہاتھ دھونے کا بیان ہو چکا ہے، اس باب میں سر کے مسح کرنے کا طریقہ بیان ہو رہا ہے، پچھلے باب میں بازوؤں کے دھونے کی حدود کا بیان تھا۔

۹۸۔أَخْبَرَنَا عُتْبَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ مَالِكٍ هُوَ ابْنُ أَنَسٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ -وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى- هَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تُرِيَنِي كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ؟ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ: نَعَمْ. فَدَعَا بِوَضُوءٍ، فَأَفْرَغَ عَلَى يَدِهِ الْيُمْنَى فَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتَّى رَجَعَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ

حضرت عمرو بن یحییٰ مازنی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرو بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے گزارش کی: کیا آپ مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کرنے کا طریقہ دکھلا سکتے ہیں؟ تو عبداللہ بن زید نے کہا: ہاں! انہوں نے وضو کا پانی منگوایا اور اپنے دائیں ہاتھ پر بہایا اور دو دفعہ دھویا، پھر تین دفعہ کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا، پھر تین دفعہ چہرہ دھویا، پھر دونوں بازو کہنیوں تک دو دو دفعہ دھوئے، پھر دونوں ہاتھوں سے سر کا مسح کیا، پہلے آگے سے پیچھے لے گئے، پھر پیچھے سے آگے لے آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سر کے مسح کی ابتداء اگلے حصے سے کی اور ہاتھوں کو گدی تک لے گئے، پھر دونوں ہاتھوں کو وہیں واپس لائے۔ جہاں سے ابتداء کی تھی، پھر دونوں پاؤں دھوئے۔

ا۔اطراف:

راجع: ۹۷

۲۔مطابقت:

حدیث مبارکہ کا آخری حصہ سر کے مسح کے بیان میں ہے۔

۳۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، جن میں سے چار کا حدیث نمبر ستانوے (۹۷) پر گزر چکا ہے، ایک کا تعارف درج ذیل ہے:

۱۔عتبہ بن عبداللہ:

آپ کا نام ابوعبداللہ عتبہ بن عبداللہ بن عتبہ یحمدی مروزی (م:۲۴۴ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، صدوق راوی ہیں، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۲۔مالک:	راجع:۲۰	۳۔عمرو بن یحییٰ:	راجع:۹۷
۴۔یحییٰ المازنی:	ایضاً	۵۔عبداللہ بن زید:	ایضاً

نوٹ: اس حدیث مبارکہ کا حکم، خصوصیات سند اور لغات سابق حدیث نمبر ستانوے (۹۷) کے تحت گزر چکی ہیں۔

۴۔مسائل ونصائح:

☆ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سر پر مسح کرنا واجب ہے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا:

وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ (۲) اپنے سروں پر مسح کرو۔

اور مقدار واجب میں اختلاف ہے، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے: کہ ہر شخص پر واجب ہے کہ پورے سر کا مسح کرے، اور امام مالک کا یہی مذہب ہے، اور امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے: کہ سر کے بعض حصہ پر مسح کرنا بھی کافی ہے، حضرت حسن بصری، ثوری، اوزاعی، امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔(۳)

☆ **پورے سر کے مسح کرنے کے ثبوت میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل:**

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: سر کا مسح کرنے میں عورت بھی مرد کی طرح ہے، وہ اپنے پورے سر پر مسح کرے گی، اگر اس نے مینڈھیاں بنائی ہوئی ہوں، تو وہ ان مینڈھیوں پر مسح کرے گی، دوپٹہ یا اور کسی چیز پر مسح نہیں کرے گی۔(۴)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی القرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فقہاء مالکیہ نے کہا ہے: کہ جو آدمی چہرے اور ہاتھوں پر تیمم کرتا ہے، وہ پورے چہرے اور پورے ہاتھوں پر مسح کرتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جس عضو پر مسح کیا جاتا ہے، وہ پورے عضو پر کیا جاتا ہے، لہٰذا جب وضو میں سر پر مسح کیا جائے گا تو پورے سر پر مسح کیا جائے گا، نیز اس پر امت کا اجماع ہے کہ جب کسی شخص نے پورے سر کا مسح کر لیا، تو اس کا فرض ادا ہو گیا، اور جس نے سر کے بعض حصہ پر مسح کیا، اس میں اختلاف ہے، پس واجب ہے کہ سر کا مسح یقین کے ساتھ ادا کیا جائے، اور یقین اس صورت میں ہے: جب پورے سر کا مسح کیا جائے۔(۵)

۱۔ i۔المعجم المشتمل، ص۵۹۹ ii۔الثقات، ج۸، ص۵۰۸

۲۔ المائدہ۵:۶ ۳۔ المغنی، ج۱، ص۱۵۷۔۱۵۶

۴۔ المدونۃ الکبریٰ، ج۱، ص۱۶ ۵۔ شرح ابن بطال، ج۱، ص۲۹۴

☆ تین بالوں کی مقدار سر پر مسح کرنے کی فرضیت پر فقہاء شافعیہ کے دلائل:

علامہ یحییٰ بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہمارا مشہور مذہب جس پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی نصوص ہیں، وہ یہ ہے کہ سر کا مسح کرنے کے وجوب کی کوئی مقدار معین نہیں ہے، بلکہ جتنی مقدار پر مسح کرنا ممکن ہو وہ کافی ہے، ہمارے اصحاب نے کہا: حتیٰ کہ اگر اس نے ایک بال پر بھی مسح کر لیا، تو وہ کافی ہے، اور ابوالحسن بن خیران نے کہا: فرضیت کی کم از کم مقدار تین بالوں پر مسح کرنا ہے۔ (الیٰ قولہ) ہمارے اصحاب کی دلیل یہ ہے: کہ مسح قلیل اور کثیر مقدار پر واقع ہوتا ہے، اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشانی کی مقدار پر مسح کیا ہے، اور یہ حدیث پورے سر کے مسح کی فرضیت سے مانع ہے، اور چوتھائی، تہائی اور آدھے سر کی مقدار کی فرضیت سے بھی مانع ہے، کیونکہ پیشانی چوتھے سر سے کم ہوتی ہے، پس متعین ہوگیا کہ اتنی مقدار واجب ہے، جس پر مسح کرنے کا اطلاق ہو سکے۔ (۱)

☆ چوتھائی سر کے مسح کی فرضیت پر امام ابوحنیفہ کے دلائل:

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

۱۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، پس اپنی پیشانی کی مقدار (سر پر) مسح کیا اور عمامہ اور موزوں پر (مسح کیا)۔ (۲)

۲۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا اور سر کے اگلے حصے پر اور اپنے عمامہ پر۔ (۳)

ان حدیثوں میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشانی کی مقدار سر پر مسح کیا، اور پیشانی کی مقدار سر کا چوتھائی حصہ ہے، اس سے معلوم ہوا کہ سر کے چوتھائی حصہ پر مسح کرنا فرض ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ احادیث تو اخبار آحاد ہیں اور خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسح کی فرضیت تو المائدہ ۵:۶ سے ثابت ہے، البتہ سر کی مقدار مجمل ہے، اس کا بیان ان احادیث میں ہے، کہ وہ سر کا چوتھائی حصہ ہے، جو پیشانی کی مقدار ہے، اور ان احادیث سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی رد ہو گیا، جو پورے سر پر مسح کو فرض کہتے ہیں، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی رد ہو گیا، جو تین بالوں پر مسح کو بھی کافی کہتے ہیں، کیونکہ پیشانی کی مقدار تین بالوں سے بہت زیادہ ہے۔

امام احمد بن محمد الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ایک قوم نے کہا: کہ پورے سر پر مسح کیا جائے، جیسا کہ وضو میں پورے اعضاء کو دھویا جاتا ہے، اور ایک قوم نے کہا کہ سر کے بعض حصہ پر مسح کیا جائے، تو ہم نے دیکھا کہ وضو میں سر پر مسح کرنا موزوں پر مسح کرنے کی مثل ہے، اور موزوں میں پورے موزوں پر مسح نہیں کیا جاتا، بلکہ موزوں کے صرف اوپری حصہ پر مسح کیا جاتا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ موزوں کے بعض حصوں پر مسح کیا جاتا ہے، اسی طرح سر کے بھی بعض حصہ پر مسح کیا

۱۔ شرح المہذب، ج ۲، ص ۴۲۶۔۴۲۴

۲۔ i- مسلم: ۶۳۵ ii- مسند ابوعوانہ، ج ۱، ص ۲۵۹ iii- صحیح ابن حبان: ۱۳۴۶ iv- مسند احمد، ج ۴، ص ۲۵۵

۳۔ i- مسلم: ۶۳۴ ii- سنن ابوداؤد: ۱۵۰ iii- سنن ترمذی: ۱۰۰ iv- سنن نسائی: ۱۰۸۔۱۰۷ v- المعجم الکبیر: ۸۸۶ vi- السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۷ vii- مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۲۳ viii- سنن بیہقی، ج ۱، ص ۵۸

جائے گا اور مسح کی نظیر مسح ہے، اس لیے سر کے مسح کو دھوئے جانے والے اعضاء پر قیاس کرنا درست نہیں ہے، اور سر کے مسح کو موزوں کے مسح پر قیاس کرنا درست ہے۔ (۱)

☆ علامہ ابن بطال مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے سر پر مسح کو تیمم کے مسح پر قیاس کیا ہے، کہ تیمم میں پورے چہرے اور پورے ہاتھوں پر مسح کیا جاتا ہے، لہٰذا پورے سر پر مسح کرنا چاہیے، لیکن یہ قیاس درست نہیں ہے، کیونکہ وضو طہارت کی الگ نوع ہے، اور تیمم طہارت کی دوسری نوع ہے، اور ایک نوع کے رکن کو دوسری نوع کے رکن پر قیاس کرنا درست نہیں ہے، اس کے برخلاف امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے وضو میں سر کے مسح کو وضو میں موزوں کے مسح پر قیاس کیا ہے، اور یہ طہارت کی ایک نوع کے رکن کو دوسرے رکن پر قیاس کرنا ہے، اور یہ درست ہے۔

☆ **عمامہ پر مسح کرنے کے جوابات:**

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے چوتھائی سر پر مسح کے استدلال پر یہ اعتراض ہوتا ہے: کہ آپ نے حدیث کے ایک جز سے استدلال کیا اور دوسرے جز کو چھوڑ دیا، اس حدیث میں عمامہ پر مسح کرنے کا بھی ذکر ہے، اور آپ عمامہ پر مسح کے جواز کے قائل نہیں ہیں، اس کے جوابات درج ذیل ہیں:

i- اگر ہم عمامہ پر مسح کو بھی اختیار کرتے، تو اس سے خبر واحد سے قرآن مجید پر زیادتی لازم آتی، کیونکہ یہ حدیث خبر واحد ہے اور عمامہ پر مسح کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے، لہٰذا اگر عمامہ پر مسح کا قول کیا جائے، تو خبر واحد سے قرآن مجید پر زیادتی لازم آئے گی۔

ii- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عمامہ پر مسح کیا تھا، اس کی تاویل یہ ہے: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ کے نچلے حصہ پر مسح کیا تھا، اور اس میں حال کا اطلاق محل پر ہے۔

iii- راوی آپ سے دور تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر سے عمامہ اتارے بغیر سر پر مسح کیا، تو راوی نے سمجھا کہ آپ نے عمامہ پر مسح کیا ہے۔

iv- آپ کے سر پر کوئی زخم تھا، جس میں پانی کی تری لگنا باعث ضرر تھا، اور عمامہ بہ منزلہ پٹی تھا، تو آپ نے اس عذر کی وجہ سے عمامہ پر مسح کیا، یعنی حالت اضطرار میں عمامہ پر مسح کیا، حالت اختیار میں عمامہ پر مسح نہیں کیا۔

☆ ہم نے جو دوسرا جواب ذکر کیا ہے، اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر قطری عمامہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ عمامہ کے نیچے داخل کیا، اور سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا، اور عمامہ نہیں اتارا۔ (۲)

اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے سر پر مسح نہیں کیا، اس سے معلوم ہوا کہ پورے سر کا مسح کرنا فرض نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا، جو سر کا چوتھائی حصہ ہے، سو اتنی مقدار پر مسح کرنا فرض ہے نہ کہ صرف تین بالوں کی مقدار پر۔ وللہ الحمد۔ (۳)

۱۔ شرح معانی الآثار، ج ۱، ص ۳۷ ۔ ۲۔ i- سنن ابوداؤد: ۱۴۷ ii- سنن ابن ماجہ: ۵۶۴

۳۔ نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۶۱۶

☆ وضو میں سر کے مسح کی بحث:

علامہ محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ محدث لاہوری لکھتے ہیں:

واضح ہو کہ وضو میں سارے سر کا مسح کرنا سنت ہے اور اس پر تمام ائمہ کرام کا اتفاق بھی ہے۔ البتہ مقدار مسح میں اختلاف ہے:

i- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اکثر عترت مزنی وجبائی اور امام احمد (فی روایۃ) و ابن علیہ کا مسلک یہ ہے: کہ سارے سر کا مسح کرنا واجب ہے۔

ii- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بعض سر کے مسح کو واجب قرار دیتے ہیں مگر کوئی حد معین نہیں فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے نزدیک انگلی سے مسح کر لینا بھی کافی ہے۔

iii- حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے۔

iv- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: کہ قرآن نے وامسحوا برؤسکم فرمایا: اور اس میں کوئی مقدار نہیں فرمائی کہ آدھے سر کا مسح یا چوتھائی سر کا، اگر بعض مراد ہوتا تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کو بیان فرما دیتا، جیسے ہاتھ اور پاؤں کے متعلق تصریح فرما دی کہ ہاتھ کہنیوں سمیت اور پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئے جائیں۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ متعدد ایسی حدیثوں سے بھی دلیل لاتے ہیں جن کا مضمون یہ ہے:

ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کا مسح فرمایا: اس طرح کہ دونوں ہاتھوں کو آگے سے گدی کی طرف لے گئے، پھر واپس لے آئے۔

☆ احناف اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ آیت میں بروسکم آیا ہے، اور با یہاں تبعیض کے لیے ہے۔ ثانیاً آیت مقدار مسح میں مجمل ہے۔ حدیث نے اس اجمال کو بیان کر دیا، کہ مقدار فرض چوتھائی سر کا مسح ہے۔ جیسا کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھائی سر کا مسح فرمایا، اور وہ حدیثیں جن میں یہ مذکور ہے: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے سر کا مسح کیا، تو اس میں بیان وجوب نہیں، بلکہ بیان فضیلت ہے، کہ سارے سر کا مسح کرنا مستحب ہے، اور ہم بھی پورے سر کے مسح کو مسنون مانتے ہیں۔ پس سارے سر کے مسح کی فرضیت ثابت نہیں ہوئی۔ واضح ہو کہ مسح کے باب میں جس قدر حدیثیں آئی ہیں، ان میں جو کیفیت مسح وارد ہوئی ہے، وہ یہ ہیں:

۱۔ حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ:

ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ، فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ، بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ حَتَّى ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى قَفَاهُ، ثُمَّ رَدَّهُمَا إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ (۲)

حضور رضی اللہ عنہ نے وضو فرمایا، پھر دونوں ہاتھوں سے اپنے سر پر مسح کیا، اور دونوں ہاتھوں کو گدی تک لے گئے، پھر جہاں سے شروع کیا تھا (یعنی پیشانی سے) وہیں تک واپس لے گئے۔

☆ امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الطہارہ میں پانچ مرتبہ ذکر کیا ہے، اور ابو داؤد، ابن ماجہ، مسلم اور ترمذی نے بھی کتاب الطہارۃ میں ذکر کیا۔ ظاہر ہے اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو میں سارے سر کا مسح فرمایا اور ایسی بھی متعدد حدیثیں ہیں جن کا مضمون یہ ہے:

۱۔ نسائی: ۹۸ ۲۔ بخاری: ۱۸۵

۲۔حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ قِطْرِيَّةٌ، فَأَدْخَلَ يَدَهُ مِنْ تَحْتِ الْعِمَامَةِ فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِهِ وَلَمْ يَنْقُضِ الْعِمَامَةَ (۱)

اور سر مبارک پر دھاری دار عمامہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو عمامہ میں داخل کیا، اور سر کے اگلے حصہ کا مسح فرمایا، اور عمامہ نہ اتارا۔

۳۔حضرت مغیرہ بن شعبہ کا بیان ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ، وَمُقَدَّمِ رَأْسِهِ وَعَلَى عِمَامَتِهِ (۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر، سر کے اگلے حصہ پر اور پگڑی پر مسح فرمایا۔

نیز بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے:

۴۔ انه كان يمسح بمقدم راسه اذا توضا (۳)

حضرت سالم کے والد جب وضو کرتے تو مقدم راس کا مسح فرماتے۔

۵۔امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کی مختلف حدیثیں لکھی ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :تَوَضَّأَ فَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهِ، وَعَلَى الْعِمَامَةِ (۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیشانی اور عمامہ پر مسح فرمایا۔

☆ ہم نے تقریباً اس باب کی تمام حدیثوں سے چند ذکر کر دیں، جو تمام حدیثوں کی کیفیات کی جامع ہیں۔ان پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے سر کا مسح کیا، اور یہ بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف پیشانی کے مسح پر اکتفا فرمایا۔جس سے یہ بات تو بالکل واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا واجب نہیں ہے۔اگر پورے سر کا مسح کرنا واجب ہوتا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیشانی کے مسح پر اکتفا نہ فرماتے ۔ہاں یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا مستحب ہے، جس کے احناف بھی قائل ہیں۔لیکن پورے سر کے مسح کرنے کا وجوب اس سے ثابت نہیں ہوتا، چنانچہ وضو کے دیگر اعضاء منہ ہاتھ اور پاؤں کے متعلق بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک ایک بار کبھی دو دو بار اور کبھی تین تین بار اعضاء وضو کو دھویا۔اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تین بار دھونا فرض ہے، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے ، وہ صرف یہ ہے: کہ اعضاء وضو کو ایک ایک بار دھونا فرض ہے، اور تین تین بار دھونا مستحب ہے، تو اسی طرح مسح کے باب میں پیشانی (چوتھائی سر) کا مسح فرض قرار پائے گا، اور سارے سر کا مستحب اگر عقل وقیاس کی رو سے غور کیا جائے، تو بھی چوتھائی سر کے مسح کی فرضیت ہی ثابت ہوتی ہے۔دیکھئے وضو میں ہاتھ منہ اور پاؤں کے دھونے کا حکم ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جس عضو کا وضو میں دھونا فرض ہے اس کا تمامہ دھونا ضروری ہے، اور وضو میں سر کے مسح کا حکم ہے، تو اب ہمیں اس امر پر غور کرنا ہے کہ جس عضو کے مسح کرنے کا حکم ہے، اس کی کیا کیفیت ہے۔آیا کل کا مسح کیا جائے یا بعض کا؟ تو موزوں پر مسح کے متعلق اس امر میں سب کا اتفاق ہے، کہ سارے پاؤں کے مسح کی ضرورت نہیں، تو جب مسح الخفین میں کل کا مسح ضروری نہیں ، بلکہ ظاہر قدم کا مسح ضروری ہے، تو اسی پر سر کے مسح کو بھی قیاس کرنا چاہیے۔لہٰذا وضو میں چوتھائی سر کا مسح فرض قرار پائے گا۔(۵)

۱۔ ابوداؤد:۱۴۷ ۲ مسلم:۶۳۴ ۳۔ طحاوی، ص ۳۷

۴۔ مسلم:۶۳۶ ۵۔ فیوض الباری، ج ۱، ص ۴۶۵۔۴۶۷

☆ حدیث بخاری میں سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے، وہ وضو میں سارے سر کے مسح کو واجب قرار دیتے ہیں، احناف کی طرف سے یہ جواب دیا جاتا ہے کہ وہ حدیثیں جن میں سارے سر کے مسح کرنے کا ذکر ہے، یہ بطور استحباب ہے، اور ان میں وجوب میں کوئی دلالت نہیں ہے۔ بخاری شریف کی ہی تین احادیث میں ہے، احناف کی دلیل جن میں پیشانی کے مسح کرنے کا ذکر ہے۔ احناف کہتے ہیں: کہ وہ حدیثیں جن میں پیشانی پر مسح کرنے کا ذکر ہیں، اس امر کی دلیل ہیں کہ وضو میں سر کے مسح کے متعلق مقدار مفروض پیشانی کا مسح (چوتھائی سر کا مسح) ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشانی سے زائد جو مسح فرمایا ہے، وہ بیان فضیلت کے لیے ہے۔

☆ یہاں یہ بات یاد رکھئے کہ حدیث اول میں **فاقبل بھما وادبر** کے لفظ آئے ہیں، تو یہ اقبال وادبار دو حرکتیں ہیں، دو مسح نہیں ہیں۔ یہ اقبال وادبار تو صرف اس لیے ہے، کہ پورے سر کا مسح ہو جائے۔ چنانچہ اسی باب میں امام بخاری نے عبداللہ بن زید سے جو دوسری روایت درج کی ہے، اس میں یہ لفظ بھی ہیں **فاقبل بھما وادبر مرہ واحدۃ**، جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جس روایت میں (مسح مرتین) کے الفاظ آئے ہیں، اس میں تکرار فی المسح سے اقبال وادبار مراد ہے، نہ کہ تکرار مسح فافہم۔

☆ حدیث پنجم میں بھی احناف کی دلیل ہے۔ اس میں بھی یہ تصریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناصیہ یعنی چوتھائی سر کا مسح فرمایا۔ بعض علماء نے کہا کہ اس میں تو عمامہ پر مسح کا ذکر ہے، تو اب نئی کیفیت یہ پیدا ہوگئی، کہ اگر عمامہ باندھا ہو، تو اس کو اتارنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسی صورت میں پیشانی پر مسح کر لیا جائے، اور عمامہ پر بھی ہاتھ پھیر لیا جائے، تا کہ پورے سر کا مسح ہو جائے۔ میں کہتا ہوں: کہ بات یہی قرار پائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے سر کا مسح فرمایا۔ ہاں نئی کیفیت یہ پیدا ہوئی کہ سر پر عمامہ ہو تو پیشانی پر مسح کر لیا جائے، اور باقی مسح پگڑی پر کر لیا جائے۔ جس کا نتیجہ بہر صورت یہی نکلا: کہ آپ نے پورے سر کا مسح فرمایا، تو احناف اس موقع پر بھی وہی جواب دیں گے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فقط پیشانی کے مسح پر اکتفا فرمانا بھی تو ثابت ہے، جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ مقدار مفروضہ پیشانی ہے، اور اس سے زائد کا مسح بطور استحباب کے ہے، غرضیکہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو میں چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے اور سارے سر کا مسح کرنا سنت ہے۔ (۱)

☆ پورے سر کا ایک بار مسح کرنا اور کانوں کا مسح کرنا سنت ہے۔ مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے: کہ انگوٹھے اور کلمے کی انگلی کے سوا، ایک ہاتھ کی باقی تین انگلیوں کا سر، اور دوسرے ہاتھ کی تینوں انگلیوں کے سرے ملائے، اور پیشانی کے بال یا کھال پر رکھ کر گدی تک اس طرح لے جائے کہ ہتھیلیاں سر سے جدا رہیں۔ وہاں سے ہتھیلیوں سے مسح کرتا ہوا واپس لائے اور کلمہ کی انگلی کے پیٹ سے کان کے اندرونی حصہ کا مسح کرے۔ یہ طریقہ صحیح طور پر اس وقت سمجھ میں آتا ہے۔ جب کہ کسی عالم دین سے عملی طور پر اس کو سیکھ لیا جائے۔ کان کے ظاہر و باطن کے مسح سے متعلق چند حدیثیں یہ ہیں:

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا۔

فمسح براسہ واذنیہ (۲)

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اور کانوں کا مسح فرمایا۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ أُذُنَيْهِ دَاخِلَهُمَا بِالسَّبَّابَتَيْنِ، وَخَالَفَ إِبْهَامَيْهِ إِلَى ظَاهِرِ أُذُنَيْهِ، فَمَسَحَ ظَاهِرَهُمَا وَبَاطِنَهُمَا (۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں کانوں کا مسح کیا، دونوں شہادت کی انگلیوں سے کانوں کے اندرونی حصے اور دونوں انگوٹھوں سے بیرونی حصے کا مسح کیا، اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کانوں کے بیرونی اور اندرونی حصے کا مسح فرمایا۔

۱۔ ایضاً ۲۔ طحاوی، ج ۱، ص ۳۸ ۳۔ ابن ماجہ: ۴۳۹

۳۔ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا تو آپ ﷺ نے اس کو وضو کرنے کا طریقہ بتایا:

وادخل اصبعیه السباحتین اذنیه فمسح بابهامیه ظاهر اذنیه وباسباحتین باطن اذنیه(۱)

(اور بوقت مسح) اپنی دونوں انگشت شہادت کانوں کے سوراخوں میں داخل کیں، اور انگوٹھوں سے کانوں کے اوپر کا مسح فرمایا، اور انگشت شہادت سے کانوں کے اندر کا مسح کیا۔

☆ اسی مضمون کی حدیثیں ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد ابن حنبل میں بھی ہیں۔ان حدیثوں سے مندرجہ ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے:

(۱) سر کا مسح ایک دفعہ کرنا ہی مسنون ہے۔

(۲) سر اور کانوں کا مسح ایک ہی پانی سے کیا جائے، کانوں کے مسح کے لیے دوبارہ ہاتھوں کو تر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۳) کانوں کے ظاہر اور باطن کا مسح کرنا سنت ہے۔

(۴) کان کے اندر کا مسح انگشت شہادت سے کیا جائے اور کان کے ظاہر کا مسح انگوٹھوں سے کیا جائے۔

(۵) یہ بھی ثابت ہوا کہ کان سر کا حصہ قرار دیے جائیں گے۔حضور ﷺ نے فرمایا: الا ذنان من الراس، اور جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔جلیل القدر صحابہ کرام مثلاً سیدنا ابن عباس وابن عمر وابن مسعود رضی اللہ عنہم نے فرمایا: کان سر میں داخل ہیں اور سر کے مسح کے ساتھ کانوں کا بھی مسح کیا جائے۔

۵۔خلاصہ:

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال اس حدیث مبارکہ سے غالباً پورے سر کا مسح کرنا ہے۔

☆ سر کا مسح کرنا فرض ہے اور یہ قرآن مجید میں سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۶ سے ثابت ہے۔

☆ سر کے مسح کی مقدار میں اختلاف ہے کہ کتنے سر کا مسح کیا جائے۔

☆ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے۔

☆ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تین بال پر کم از کم مسح کرنا واجب اور احناف کے نزدیک پیشانی کی مقدار، جو کہ چوتھائی سر کے برابر ہے، اس کے برابر مسح کرنا فرض ہے۔

☆ چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے، کیونکہ امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، امام طبرانی، ابن ابی شیبہ اور امام بیہقی کی روایت کردہ احادیث مبارکہ میں پیشانی کی مقدار نبی کریم ﷺ کے مسح کرنے کی تصریح موجود ہے، اس طرح یہ حدیث مبارکہ قرآن مجید کے مجمل (مقدار) کی تفصیل ہے، اور موزوں کے مسح پر قیاس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

۱۔ طحاوی، ج۱، ص۳۹

۸۲۔باب عَدَدِ مَسْحِ الرَّأْسِ سر پر مسح کتنی بار کیا جائے؟

اس باب کے قائم کرنے سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد سر پر مسح کرنے کی تعداد کا بیان ہے، اور حدیث سے استدلال دو دفعہ سر کا مسح کرنا ہے، لیکن جمہور علماء کا موقف سر پر ایک دفعہ مسح کرنے کا ہے، خود امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نمبر بانوے تا اٹھانوے (۹۲۔۹۸) جو روایت کی ہیں، ان میں سر پر ایک دفعہ مسح کرنے کا ذکر موجود ہے، پچھلے باب میں سر پر مسح کرنے کے طریقہ کا بیان تھا، اس باب میں مسح کی تعداد کا بیان ہے۔

۹۹۔أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ :حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ الَّذِي أُرِيَ النِّدَاءَ قَالَ :رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ مَرَّتَيْنِ، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّتَيْنِ

حضرت عبداللہ بن زید (جنہیں خواب میں اذان دکھلائی گئی تھی) سے روایت ہے: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ انور تین بار دھویا، دونوں ہاتھوں کو دو بار دھویا، دونوں پاؤں کو دو بار دھویا اور سر کا مسح دو بار کیا۔

۱۔اطراف:

راجع:۹۷

۲۔مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس آخری جملہ میں ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کا مسح دو بار کیا۔

۳۔تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کا تعارف گزر چکا ہے:

۱۔محمد بن منصور:	راجع:۲۱	۲۔سفیان:	راجع:۱	۳۔عمرو بن یحیٰی:	راجع:۹۷
۴۔یحیٰی المازنی:	ایضاً	۵۔عبداللہ بن زید:	ایضاً		

۴۔حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ شاذ ضعیف ہے۔اس حدیث مبارکہ کے بیان میں حضرت سفیان بن عیینہ نے سند اور متن دونوں میں اکثر ثقہ راویوں کی مخالفت کی ہے، اس لیے اس حدیث مبارکہ کی روایت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے دو تسامح واقع ہوئے ہیں:

۱۔ سند میں صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی رضی اللہ عنہ مراد ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب اذان نہیں ہیں، صاحب اذان حضرت عبداللہ بن زید بن عبد ربہ ضررجی رضی اللہ عنہ ہیں۔(۱)

۲۔ اکثر ثقہ رواۃ کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کا مسح ایک دفعہ فرمایا، جیسا کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ حدیث نمبر بانوے تا اٹھانوے (۹۲۔۹۸) میں بھی صراحت موجود ہے۔اس لیے یہ حدیث مبارکہ شاذ ضعیف ہے۔

۱۔ فتح الباری، ج۲،ص۵۸۱

۵۔لغات:

اری :اسے دکھلائی گئی، اسے سنائی گئی، مراد ہے خواب میں النداء:اذان ۔

۶۔خلاصہ:

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث مبارکہ سے استدلال یہ ہے کہ سر کا مسح دو بار کرنا سنت ہے۔

☆ احادیث صحیحہ سے سر کا مسح ایک دفعہ کرنا ثابت ہے، اس لیے سر کا مسح ایک دفعہ کرنا ہی سنت ہے، جیسا کہ موزوں کا مسح ہے۔

☆ سر کے دو دفعہ مسح کرنے کو آئمہ اربعہ میں سے کسی بھی امام نے اختیار نہیں کیا۔

۸۳۔باب مَسْحِ الْمَرْأَةِ رَأْسَهَا عورت کے لیے اپنے سر کا مسح کرنا

اس باب میں عورت کے لیے سر پر مسح کرنے کا بیان ہے، جبکہ پچھلے باب میں مسح کرنے کی تعداد کا بیان تھا۔

۱۰۰۔أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ :حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنْ جُعَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ :أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ أَبِي ذُبَابٍ قَالَ :أَخْبَرَنِي أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ سَالِمٌ سَبَلَانُ قَالَ :وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَسْتَعْجِبُ بِأَمَانَتِهِ وَتَسْتَأْجِرُهُ فَأَرَتْنِي كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ، فَتَمَضْمَضَتْ وَاسْتَنْثَرَتْ ثَلَاثًا، وَغَسَلَتْ وَجْهَهَا ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَتْ يَدَهَا الْيُمْنَى ثَلَاثًا وَالْيُسْرَى ثَلَاثًا، وَوَضَعَتْ يَدَهَا فِي مُقَدَّمِ رَأْسِهَا، ثُمَّ مَسَحَتْ رَأْسَهَا مَسْحَةً وَاحِدَةً إِلَى مُؤَخَّرِهِ، ثُمَّ أَمَرَّتْ يَدَهَا بِأُذُنَيْهَا، ثُمَّ مَرَّتْ عَلَى الْخَدَّيْنِ قَالَ سَالِمٌ :كُنْتُ آتِيهَا مُكَاتَبًا مَا تَخْتَفِي مِنِّي، فَتَجْلِسُ بَيْنَ يَدَيَّ وَتَتَحَدَّثُ مَعِي حَتّٰى جِئْتُهَا ذَاتَ يَوْمٍ فَقُلْتُ :ادْعِي لِي بِالْبَرَكَةِ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ. قَالَتْ :وَمَا ذَاكَ؟ قُلْتُ :أَعْتَقَنِي اللّٰهُ .قَالَتْ :بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَأَرْخَتِ الْحِجَابَ دُونِي، فَلَمْ أَرَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ

حضرت ابو عبداللہ سالم سبلان رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایمانداری کو پسند فرماتی تھیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اجرت پر کام کرواتی تھیں): حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح وضو کر کے دکھلایا: آپ رضی اللہ عنہا نے تین دفعہ کلی کی اور ناک سنکا، تین دفعہ چہرہ مبارک دھویا، پھر تین دفعہ دایاں اور تین دفعہ بایاں ہاتھ دھویا، پھر اپنا ہاتھ سر کے اگلے حصہ پر رکھا، اور پیچھے تک پورے سر کا ایک دفعہ مسح کیا، پھر دونوں ہاتھ دونوں کانوں پر پھیرے، پھر دونوں رخساروں پر پھیرے۔ حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب میں مکاتب (غلام) تھا، تو آپ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضری دیتا تھا اور آپ رضی اللہ عنہا پردہ نہ فرماتی تھیں، بلکہ میرے سامنے بیٹھ کر گفتگو فرماتی تھیں، یہاں تک کہ ایک دن میں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی، اے ام المومنین رضی اللہ عنہا! میرے لیے برکت کی دعا فرما دیجیے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مجھے آزاد فرما دیا ہے، آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ تجھے برکت عطا فرمائے، اور فوراً میرے سامنے پردہ لٹکا دیا، اس دن کے بعد میں نے آپ رضی اللہ عنہا کو نہیں دیکھا۔

۱۔اطراف:

احمد: ۲۴۸۶۷، السنن الکبریٰ: ۱۰۴، تحفۃ الاشراف: ۲۶۰۹۳

۲۔مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملے میں ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنا ہاتھ سر کے اگلے حصہ پر رکھا اور پیچھے تک پورے سر کا مسح کیا۔

۳۔تعارفِ رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان میں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حالات گزر چکے ہیں اور باقی کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔الحسین بن حریث:

آپ کا نام ابو عمار حسین بن حریث بن حسین بن ثابت بن قطبہ خزاعی مروزی (م:۲۴۴ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، امام ابن ماجہ کے علاوہ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

۲۔الفضل بن موسیٰ:

آپ کا نام ابوعبداللہ فضل بن موسیٰ سینانی مروزی مولیٰ بنی قطیعہ (م:۱۹۲ھ) ہے، آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ، ثابت، صدوق، صالح راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۲)

۳۔جعید بن عبدالرحمٰن:

آپ کا نام جعید بن عبدالرحمان بن اوس کندی مدنی (م:۱۴۴ھ) ہے، آپ رواۃ کے پانچویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں، امام ابن ماجہ کے علاوہ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۳)

۴۔ابوعبداللہ سالم سبلان:

آپ کا نام ابوعبداللہ سالم بن عبداللہ سبلان نصری مدنی (م:۱۰۰ھ) ہے، آپ قبیلہ نصر، مالک بن اوس، اوس، مہری، شداد اور دوسی کے غلام رہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، صدوق، شیخ، تابعی راوی ہیں۔امام مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔(۴)

۵۔عائشۃ: راجع:۵

۴۔حکمِ روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، بعض نے عبدالملک بن مروان کی وجہ سے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

۱۔ i۔تھذیب الکمال، ج۶، ص۳۵۸ ii۔الثقات، ج۸ص۱۸۷

۲۔ i۔تاریخ الدوری، ج۲، ص۴۷۵ ii۔التاریخ الصغیر، ج۲ص۲۶۸

۳۔ i۔الجرح والتعدیل، ج۲، ص۵۲۹ ii۔تقریب التھذیب، ج۱، ص۴۸۳

۴۔ i۔تاریخ الثقات، ص۱۷۳ ii۔الجرح والتعدیل، ج۴، ص۱۸۴

۵۔خصوصیاتِ سند:

یہ روایت سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ تینتالیسویں (۴۳) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ عبدالملک بن مروان کو ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے صدوق اور ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔

☆ سند کے پہلے دو راوی مروزی اور باقی مدنی ہیں۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مکثرین سبعہ میں سے ہے، جن سے بائیس سو دس (۲۲۱۰) احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبر تین دفعہ جبکہ حدثنا عنعنہ اور قال ایک ایک دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔لغات:

تستعجب بامانته: ان کی ایمانداری کو پسند فرماتی تھیں

تستاجره: آپ رضی اللہ عنہا ان سے اجرت پر کام کرواتی تھیں

مقدم راسها: ان کی سر کا اگلا حصہ

مسحةً واحدةً: ایک دفعہ مسح

الخدين: دونوں رخسار، دونوں گال

ارخت الحجاب: آپ رضی اللہ عنہا نے پردہ لٹکا دیا۔

مکاتب: اس غلام کو کہتے ہیں، جس کو مالک کچھ رقم کے عوض آزاد کرنے کا لکھ دے

۷۔مسائل ونصائح:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا رخساروں پر ہاتھ ملنا بطور مسح نہ تھا، بلکہ یا تو پانی پونچھنے کے لیے تھا، یا ویسے ہی خالی ہاتھ پھیرا جاتا ہے۔(۱)

☆ راوی کا نام سالم، سبلان ان کا لقب اور ابو عبداللہ ان کی کنیت ہے۔ یہ غلام تھے، بعد میں آزاد ہوئے۔

☆ مکاتب: اس غلام کو کہا جاتا ہے جو اپنا معاوضہ ادا کرنے کا معاہدہ، اپنے مالک سے کر لے۔ ایسا غلام جب تک معاوضہ ادا نہ کر دے، وہ اس مالک کا غلام ہی رہتا ہے۔ چونکہ غلاموں سے پردہ ضروری نہیں، اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سالم سے بے حجاب بات کرنا قابل اعتراض نہیں (اسی طرح لونڈیوں پر بھی پردہ واجب نہیں)، جونہی سالم آزاد ہوا، آپ نے ان سے فوراً پردہ کر لیا۔

☆ مذکورہ روایت قابل حجت ہے، اگر چہ عمومی روایات میں مسح کا یہ طریقہ منقول نہیں، لیکن چونکہ یہ طریقہ بھی مستند ذریعے سے ثابت ہے، اس لیے انسان کبھی کبھار اس سنت مسح کو بھی اختیار کر سکتا ہے۔

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی تبویب سے یوں لگتا ہے کہ وہ اس انداز مسح کو صرف عورت کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں، لیکن سائل کے سوال اور اس کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وضو کر کے دکھانا، اور پھر اس مسح کے طریقے کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ یہ طریقہ مرد وعورت سب کے لیے یکساں قابل عمل ہے۔ عورت کی تخصیص مرجوح ہے۔(۲)

☆ اس حدیث مبارکہ سے واضح ہے کہ سر کا مسح ایک ہی دفعہ کرنا سنت ہے۔

۱۔ حاشیہ سندھی، ج۱، ص ۳۸ ۲۔ سنن نسائی (فوائد)، ج۱، ص ۱۵۹۔۱۶۰

☆ عورتوں کا مردوں کو تعلیم دینا جائز ہے، اس کے لیے بچے اور غلام کو بغیر پردہ بھی تعلیم دینا جائز ہے، البتہ بالغ غیر محرم کے لیے با پردہ ہونا ضروری ہے۔

☆ مکاتب کا آزاد اجنبی عورتوں کو دیکھنا جائز ہے۔(۱)

۸۔خلاصہ:

☆ اس حدیث مبارکہ سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ انداز مسح عورتوں کے ساتھ خاص ہے، اور عورتوں کو اسی طریقہ پر مسح کرنا چاہیے۔

☆ عورتوں کا مردوں کو تعلیم دینا جائز ہے، البتہ بچے اور غلام کو بلا حجاب، جبکہ بالغوں کو با حجاب جائز ہے۔

☆ اعضاء وضو کو تین تین دفعہ دھونا سنت ہے۔

☆ پورے سر اور کانوں کا مسح ایک دفعہ کرنا سنت ہے۔

☆ امانتداری کی قدر کرنی چاہیے اور اپنے کام کاج امانتدار لوگوں سے کروانے چاہیے۔

☆ دونوں کانوں کا مسح کرنا سنت ہے۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا رخساروں پر ہاتھ پھیرنا بطور مسح کے نہ تھا، بلکہ پانی پونچھنے کے لیے تھا، کیونکہ وضو کے باب میں جتنی احادیث مروی ہیں، ان میں سے کسی میں بھی رخساروں کے مسح کا ذکر نہیں ہے۔

☆ عورت کے لیے غلام اور بچے سے پردہ لازم نہیں ہے۔

☆ بزرگوں، علماء اور صلحاء سے برکت کی دعا کروانا پسندیدہ امر ہے۔

☆ بالغ غیر محرم سے ہر مسلمان عورت پر پردہ کرنا لازم ہے۔

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

محمد کریم خان عفی عنہ

۲۰ جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ/۲۱ اپریل ۲۰۱۴ء

بروز سوموار ۱۲:۱۵ بجے دن۔

جامعہ علمیہ، جامع مسجد حنفیہ انوار مدینہ، ونڈسر پارک، اچھرہ، لاہور

۱۔ ذخیرۃ العقبی، ج ۲، ص ۵۳۵

اطراف الحدیث

اطراف الحدیث

اشاریہ اسماء رجال

اشاریہ اسماءِ رجال (جلد اول)

مصادر و مراجع

مصادر ومراجع

قرآن حکیم

۱۔ ابراهیم بن عمر، ابوالحسن، بقاعی، علامة نظم الدرر فی تناسب الایات والسور، دارالکتب العلمیة، بیروت، ط۱، ۱۴۱۵ھ

۲۔ ابراہیم بن محمد، ابواسحق، الزجاج، امام، معانی القرآن واعرابہ، عالم الکتب، بیروت، ط۱، ۱۴۰۵ھ

۳۔ ابن ابوحاتم، عبدالرحمن، ابومحمد رازی، الجرح والتعدیل، مطبوعہ مجلس دائرہ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد، ط۱، ۱۹۵۲

۴۔ ایضاً، المراسیل، مطبوعہ موسسۃ الرسالہ، بیروت، ط۲، ۱۹۸۲

۵۔ ابن اثیر، عزالدین علی بن محمد، ابوالحسن الجزری، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ط۲، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء

۶۔ ایضاً، الکامل فی التاریخ، دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۰ھ

۷۔ ابن ابی الدنیا، عبداللہ بن محمد، ابوبکر، الاشرف علی مناقب الاشراف، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۲ھ

۸۔ ابن ابی الدنیا، عبداللہ بن محمد، ابی بکر، التواضع والخمول لابن ابی الدنیا، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ط۱، ۱۴۰۹ھ

۹۔ ابن ابی الدنیا، ضوء الشموع شرح کتاب الجوع، دارالکتب العلمیہ بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۲۶ھ

۱۰۔ ابن ابی شامہ، عبدالرحمٰن، ابومحمد، شھاب الدین، کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، دارالرایۃ، الریاض، ط۱، ۱۴۱۰ھ

۱۱۔ ابن ابی شیبۃ، عبداللہ بن محمد، ابوبکر، امام، المصنف، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۶ھ

۱۲۔ ابن ابی شیبۃ، عبداللہ بن محمد، امام، ابوبکر، المسند، دارالوطن، بیروت، ط۱، ۱۴۱۸ھ

۱۳۔ ابن ابی شیبۃ، عبداللہ بن محمد، ابوبکر، حافظ، کتاب الایمان، المکتب الاسلامی، بیروت، ط۲، ۱۴۰۳ھ

۱۴۔ ابن بطال، علی بن خلف، ابوالحسن قرطبی، شرح ابن بطال علی صحیح البخاری، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء

۱۵۔ ابن اثیر جزری، علی بن محمد، ابوالحسن، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ط۱، ۱۴۱۷ھ

۱۶۔ ابن اثیر جزری، علی بن محمد، ابوالحسن، عزالدین، الکامل فی التاریخ، بیت الافکار الدولیۃ، الاردن۔

۱۷۔ ابن اثیر جزری، محمود، النھایۃ فی غریب الحدیث، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۸ھ

۱۸۔ ابن اسحاق، محمد، ابن یسار، کتاب المبدأ والمبعث والمغازی (سیرۃ)، (تحقیق، ڈاکٹر حمیداللہ)، دارالنفائس، لاہور، پاکستان، ط۱، ۱۴۲۶/۲۰۰۵ء

۱۹۔ ابن تیمیہ، احمد، عبدالحلیم، مقدمۃ فی اصول التفسیر، دارالقرآن الکریم، لاہور، ط۱، ۱۹۷۱ء

۲۰۔ ابن تیمیۃ، احمد بن عبدالحلیم، الصارم المسلول علی شاتم الرسول، المکتب الاسلامی، بیروت، ط۱، ۱۴۱۴ھ

۲۱۔ ابن تیمیۃ، احمد بن عبدالحلیم، الفرقان بین اولیاء الرحمان واولیاء الشیطان، مطبوعۃ دارابن حزم بیروت، ط۱، ۱۴۲۳ھ

۲۲۔ ابن تیمیۃ، احمد بن عبدالحلیم، ابوالعباس، مجموعۃ الفتاوی: دارابن حزم، بیروت، الطبعۃ ط۲، ۱۴۲۲ھ

۲۳۔ ابن جوزی، عبدالرحمان بن علی، المنتظم، دارالفکر، بیروت، لبنان ۱۴۱۵ھ

۲۴۔ ایضاً، کشف المشکل، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۴ھ

۲۵۔ ابن جوزی، عبدالرحمٰن علی، ابوالفرج، احکام النساء، دارالفکر بیروت، ط۳، ۱۴۱۶ھ

۲۶۔ ابن جوزی، عبدالرحمٰن بن علی، ابوالفرج، بحرالدموع، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ط۱، ۱۴۱۴ھ

۲۷۔ ابن جوزی، عبدالرحمان، ابوالفرج، صفۃ الصفوۃ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۰۹ھ

۲۸۔ ابن جوزی، عبدالرحمٰن، مناقب امام احمد بن حنبل، مکتبۃ الخانجی مصر، ط۱، ۱۳۹۹ھ

۲۹۔ ابن جوزی، عبدالرحمان، ابوالفرج، تاریخ عمر بن الخطاب، دارالمعرفۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۵ھ

۳۰۔ ابن جو زی، عبدالرحمان، ابوالفرج، المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، دارالفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ

۳۱۔ ابن جو زی، عبدالرحمان، ابوالفرج، اخبار الظراف والمتماجنین دارالکتب العلمیۃ بیروت، ط۱، ۱۴۲۷ھ

۳۲۔ ابن جوزی، عبدالرحمان بن علی، ابوالفرج، کتاب الاذکیاء، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، الصنائع ط۱، ۱۴۰۸ھ

۳۳۔ ابن جوزی، عبدالرحمان، ابوالفرج، تلقیح فھوم اھل الاثر فی عیون التاریخ والسیر، شرکۃ دارارقم بن ابی الارقم، بیروت، ط۱، ۱۴۱۸ھ

۳۴۔ ابن جوزی، عبدالرحمٰن بن علی، ابوالفرج حنبلی، زادالمسیر فی علم التفسیر، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۴ھ

۳۵۔ ابن جوزی، عبدالرحمٰن علی، ابوالفرج، الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۰۸ھ

۳۶۔ ابن حبان، محمد، ابوحاتم البستی، المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین، مطبوعہ دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۹۹۲ء

۳۷۔ ابن حبان، محمد، ابوحاتم خراسانی، صحیح ابن حبان، مطبوعہ دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان، ط۱، ۲۰۰۴ء/۱۴۲۵ھ

۳۸۔ ابن حجر، احمد بن علی عسقلانی، ابوالفضل شھاب الدین، تقریب التھذیب، مطبوعہ دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء

۳۹۔ ایضاً، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳

۴۰۔ ایضاً، لسان المیزان، مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد، ط۱، ۱۹۶۷ء

۴۱۔ ایضاً، نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر، مکتبہ رحمانیہ، لاہور

۴۲ ایضاً، الکافی الشاف فی تخریج احادیث الکشاف، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ط۱، ۱۴۱۸ھ

۴۳۔ ایضاً، حافظ، مختصر زوائد مسند البزار، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، الصنائع، ط۳، ۱۴۱۴ھ

۴۴۔ ایضاً، المطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ، دارالباز، عباس احمد الباز، مکۃ المکرمۃ، ط۱، ۱۴۰۷ھ

۴۵۔ ایضاً، موافقۃ الخبر الخبر فی تخریج احادیث المختصر، مکتبۃ الرشد، الریاض، ط۳، ۱۴۱۹ھ

۴۶۔ ابن حجر، احمد بن محمد علی، مکی، الفتاویٰ الحدیثیۃ، داراحیاء التراث العربی، ط۱، ۱۴۱۹ھ

۴۷۔ ابن حجر مکی، احمد، علامہ، الصواعق المحرقۃ، مکتبۃ القاھرۃ، مصر، ۱۳۸۵ھ

۴۸۔ ابن حنبل، احمد، ابوعبداللہ، العلل ومعرفۃ الرجال، مطبوعہ الدار السلفیہ بومبائی، الھند، ط۱، ۱۹۸۸ء

۴۹۔ ایضاً، المسند، بیت الافکار الدولیۃ، عمان، اردن، ط۱، ۲۰۰۴ء

۵۰۔ ایضاً، نشرالسنہ، ملتان، س ن

۵۱۔ ابن حمزۃ الحسینی، ابراھیم بن محمد الشہیر ،البیان والتعریف فی اسباب ورود الحدیث الشریف ،دار المعرفۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۴ھ

۵۲۔ ابن خزیمہ، محمد بن اسحاق، ابوبکر، صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، ط۳، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء

۵۳۔ ابن خزیمہ، محمد بن اسحاق ،امام ،کتاب التوحید، مکتبۃ الرشد، الریاض، ط۶، ۱۴۱۸ھ

۵۴۔ ابن خلدون، عبدالرحمان بن محمد، مقدمۃ ابن خلدون ،مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، الصنائع، ط۱، ۱۴۱۴ھ

۵۵۔ ابن خیاط، ابوعمرو، خلیفہ، الطبقات، مطبوعہ دار طیبۃ الریاض، السعودیۃ، ط۲، ۱۹۸۲ء

۵۶۔ ابن رجب، عبدالرحمان بن احمد، ابوالفرج، لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف، دار ابن کثیر، دمشق، ط۴، ۱۴۱۹ھ

۵۷۔ ابن رجب، عبدالرحمٰن بن احمد، زین الدین، شرح علل الترمذی ، عالم الکتب، بیروت، ط۲، ۱۴۰۵ھ

۵۸۔ ابن رجب، عبدالرحمان، حنبلی، جامع العلوم والحکم فی شرح خمسین حدیثاً من جوامع الکلم، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۳ھ

۵۹۔ ابن زنجویہ، اسماعیل بن علی، مختصر کتاب الموفقۃ بین اھل البیت والصحابۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۰ھ

۶۰۔ ابن سعد، محمد، ابوعبداللہ، الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ دار صادر، بیروت، لبنان، ۱۹۶۰ء

۶۱۔ ابن صلاح، عثمان بن عبدالرحمان، حافظ، رسالۃ فی وصل البلاغات الاربع فی الموطاء، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۱۸ھ/۱۳۳۲ھ

۶۲۔ ایضاً، مقدمۃ ابن الصلاح ،مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، ط۴، ۱۴۱۶ھ

۶۳۔ ابن عباس، عبداللہ، تنویر المقیاس، قدیمی کتب خانہ، کراچی، س ن

۶۴۔ ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ، ابوعمر ،التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید، المکتبۃ التجاریۃ مصطفیٰ احمد الباز، مکۃ المکرمۃ، السعودیۃ العربیۃ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء

۶۵۔ ایضاً، الاستذکار، دار الوعی، القاھرہ، مصر، ط۱، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء

۶۶۔ ابن عبدالبر، ابوعمر، مالکی، حافظ، التمہید لما فی الموطا من المعانی والمسانید، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۹ھ

۶۷۔ ابن عدی، عبداللہ، ابواحمد الجرجانی، الکامل فی ضعفاء الرجال، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۹۸۴ء

۶۸۔ ابن عربی، محمد بن عبداللہ، ابوبکر قاضی اندلسی مالکی، القبس فی شرح موطا ابن انس، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء

۶۹۔ ایضاً، عارضۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی، دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۴۲۵ھ۔۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء

۷۰۔ ایضاً، تفسیر ابن عربی، دار الکتب العلمیہ ، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء

۷۱۔ ایضاً، احکام القرآن، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ ۱۴۱۶ھ

۷۲۔ ایضاً، عارضۃ الاحوذی بشرح صحیح الترمذی ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۸ھ

۷۳۔ ابن عربی، ابوبکر، قاضی، العواصم من القواصم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۳، ۱۴۲۵ھ

۷۴۔ ابن عربی، ابوعبداللہ محمد، الفتوحات المکیۃ، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ

۷۵۔ ابن عساکر، عبدالصمد بن عبدالوہاب، ابوالیمن ، اتحاف الزائر واطراف المقیم السائر، دار ارقم بن ابی الارقم، بیروت

۷۶۔ ابن عساکر، علی بن حسین، ابوالقاسم، تاریخ دمشق، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۷ھ

۸۷۔ ابن قتیبۃ، عبداللہ بن مسلم، المعارف لابن قتیبۃ، دار الکتب العلمیہ بیروت، ط۲، ۱۴۲۴ھ

۸۸۔ ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد، ابو محمد حنبلی، المغنی، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۵ھ

۸۹۔ ابن قیم، محمد، شمس الدین ابو عبداللہ جوزی، کتاب الروح، حیدآباد، دکن، ط۲، س ن

۹۰۔ ایضاً، اعلام الموقعین عن رب العالمین، ابو عبداللہ، دار الکتاب العربی، بیروت، ط۲، ۱۴۱۸ھ

۱۰۰۔ ابن کثیر، عماد الدین، ابو الفداء، تفسیر القرآن العظیم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط۱، ۱۹۸۵ء

۱۰۱۔ ایضاً، البدایۃ والنہایۃ، دار ابن حزم، بیروت، لبنان، ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء

۱۰۲۔ ایضاً، السیرۃ النبویۃ، دار الکتاب العربی، بیروت، ط۱، ۱۴۱۷ھ

۱۰۳۔ ایضاً، الفصول فی سیرۃ الرسول: دار التراث المدینۃ المنورۃ، ط۶، ۱۴۱۳ھ

۱۰۴۔ ایضاً، مناقب الامام الشافعی، مکتبۃ الامام الشافعی، الریاض، ط۱، ۱۴۱۲ھ

۱۰۵۔ ابن کثیر، احمد بن ابراھیم، ابی عبداللہ، امام، دورقی، البغدادی، مسند سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۰۷ھ

۱۰۶۔ ابن کثیر، صلابی، علی محمد، دکتور، اسمی المطالب فی سیرۃ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، دمشق، ط۱، ۱۴۲۵ھ

۱۰۷۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، ابو عبداللہ قزوینی، السنن، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء

۱۰۸۔ ابن مدینی، علی بن عبداللہ بن جعفر، ابو الحسن السعدی، العلل، مطبوعہ المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، ط۲، ۱۹۸۰ء

۱۰۹۔ ابن معین، یحیٰ، ابو زکریا، معرفۃ الرجال، مطبوعہ مجمع اللغۃ العربیہ، دمشق، ط۱، ۱۹۸۵ء

۱۱۰۔ ابن منبہ، ہمام، الصحیفۃ الصحیحۃ، (تحقیق: ڈاکٹر محمد حمید اللہ)، کرمانوالہ بک شاپ، لاہور، ط۱، ۲۰۰۷ء

۱۱۱۔ ابن مندہ، عبدالوھاب بن محمد، العبدی، حافظ، الفوائد، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۳ھ

۱۱۲۔ ابن مندۃ، محمد بن اسحاق، حافظ، کتاب الایمان، دار الفضیلۃ، الریاض، ط۴، ۱۴۲۱ھ

۱۱۳۔ ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار احیاء التراث العربی بیروت، ط۱، ۱۴۱۶ھ

۱۱۴۔ ایضاً، مختصر تاریخ دمشق، دار الفکر، دمشق، ط۱، ۱۴۰۹ھ

۱۱۵۔ ابن ناصر الدین، محمد بن ابی بکر، دمشقی، مجالس فی تفسیر قولہ تعالیٰ "لقد من اللہ علی المومنین" الخ، موسسۃ الریان، بیروت، ط۱، ۱۴۲۱ھ

۱۱۶۔ ابن نجیم، زین الدین، حنفی، البحر الرائق، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ، س ن

۱۱۷۔ ابن المبارک، عبداللہ، امام، الزھد، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۹ھ

۱۱۸۔ ابن السنی، احمد بن محمد، ابو بکر، عمل الیوم واللیلۃ، موسسۃ الکتب الثقافیہ، الصنائع، ط۱، ۱۴۰۸ھ

۱۱۹۔ ابن الملقن، عمر بن علی، ابی حفص، امام، غایۃ السول فی خصائص الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۴ھ

۱۲۰۔ ابن النجار، محمد بن محمود، ابو عبداللہ، الدرۃ الثمینۃ فی اخبار المدینۃ، مکتبہ دار الزمان المدینۃ المنورۃ، ط۱، ۱۴۲۴ھ

۱۲۱۔ ابن ہمام، کمال الدین، فتح القدیر، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر، س ن

۱۲۲۔ ابوبکر، احمد بن عمرو، امام، دار الرایۃ، الریاض، الآحاد والمثانی، ط ۱، ۱۴۱۱ھ۔

۱۲۳۔ ابوحیان، اندلسی، محمد بن یوسف، النہر المادمن البحر المحیط: دار الجنان، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۷ھ

۱۲۴۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، حافظ سجستانی، سنن ابوداؤد، دار الفکر، بیروت، لبنان، ط ۱، ۱۴۲۵-۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء

۱۲۵۔ ابو زرعۃ، عبد الرحمن بن عمرو، الدمشقی، تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی، مطبوعۃ جامعہ بغداد، عراق، ۱۹۷۳ء

۱۲۶۔ ابوشھبۃ، محمد بن محمد، اسرائیلیات والموضوعات فی کتب التفسیر، مکتبہ السنۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۲ھ

۱۲۷۔ ابوغدۃ، عبد الفتاح، شیخ، الاسناد من الدین، مکتبۃ المطبوعات الاسلامیۃ بحلب، ط ۱، ۱۴۱۲ھ

۱۲۸۔ ابوغدۃ، عبد الفتاح لمحات من تاریخ السنۃ وعلوم الحدیث، مطبوعۃ دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۴ھ

۱۲۹۔ ابوالشیخ، عبد اللہ بن محمد، ابومحمد، ذکر الأقران ورواياتھم عن بعضھم بعضا، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۷ھ

۱۳۰۔ ابوالشیخ، عبد اللہ بن محمد جعفر، امام، کتاب العظمۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۴ھ

۱۳۱۔ ابوالفداء، اسماعیل بن کثیر، شافعی، حافظ، جامع المسانید والسنن، دار الفکر، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۰ھ

۱۳۲۔ ابونعیم، احمد بن عبد اللہ، اصفہانی، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط ۲، ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء

۱۳۳۔ اثری، ابن الدیبع، عبد الرحمان بن علی، تمییز الطیب من الخبیث، دار الکتاب العربی، بیروت ۱۴۲۴ھ

۱۳۴۔ احمد بن ادریس، مصری، شھاب الدین، الاحکام فی تمییز الفتاوی عن الاحکام، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ بحلب، ط ۲، ۱۴۱۶ھ

۱۳۵ احمد بن اسماعیل، ابوجعفر، نحاس، امام، اعراب القرآن: عالم الکتب، بیروت، ط ۲، ۱۴۰۵ھ

۱۳۶۔ احمد بن حنبل، امام، الزھد، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۲، ۱۴۱۴ھ

۱۳۷۔ ایضاً، السنۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۲، ۱۴۱۴ھ

۱۳۸۔ ایضاً، زوائد مسند احمد، دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۰ھ

۱۳۹۔ ایضاً، المسند، عالم الکتب، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۹ھ

۱۴۰۔ احمد بن ستیوی، الدکتور، دیوان الامام علی رضی اللہ عنہ: علی بن ابی طالب بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ: جمع وتعلیق، دار الغد الجدید، مصر، ط ۱، ۱۵۲۴ھ

۱۴۱۔ احمد بن عمر، قرطبی، ابوالعباس، امام، مفھم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم، دار ابن کثیر، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۵ھ

۱۴۲۔ احمد بن عمرو، ابوبکر، امام، کتاب الاوائل، دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۵ھ

۱۴۳۔ احمد بن فارس، ابوالحسین، معجم المقاییس فی اللغۃ، دار الفکر، بیروت، ط ۲، ۱۴۱۸ھ

۱۴۴۔ احمد رضا، امام، حدائق بخشش، پروگریسو بکس، لاہور

۱۴۵۔ ایضاً، فتاویٰ رضویۃ، مطبوعۃ مکتبہ رضویۃ آرام باغ کراچی، رضا فاؤنڈیشن جامعیۃ نظامیۃ رضویۃ، لاہور۔

۱۴۶۔ احمد رضا، معجم متن اللغۃ، مطبوعہ دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۵۸ء

۱۴۷۔ احمد شھاب الدین، مصری، خفاجی، حنفی، علامۃ، عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۷ھ

۱۴۸۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ط۱، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء
۱۴۹ الازہری، کرم شاہ، محمد پیر، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۰۵ھ
۱۵۰۔ ایضاً، سنت خیر الانام، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۳ء
۱۵۱۔ اسفرائینی، عبدالقاہر بن طاہر، الفرق بین الفرق، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔
۱۵۲۔ اسماعیل بن عمر، عماد الدین، حافظ، شافعی، تفسیر القرآن العظیم، دار المعرفۃ، بیروت، الطبعۃ ۱۴۰۶ھ
۱۵۳۔ اشعری، علی بن اسماعیل، ابوالحسن، الابانۃ عن اصول الدیانۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔
۱۵۴۔ ایضاً، مقالات الاسلامیین واصلاح المصلین، تحقیق محی الدین عبدالحمید، مکتبۃ النھضۃ المصریۃ۔
۱۵۵۔ اصبھانی، احمد بن موسیٰ، ابوبکر، جزء فیہ ما انتقاء ابوبکر بن مردویہ من حدیث الطبرانی لاھل البصرۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۵ھ
۱۵۶۔ اصبھانی، اسماعیل بن محمد، ابوالقاسم، دلائل النبوۃ، دار العاصمۃ، الریاض، ط۱، ۱۴۱۲ھ
۱۵۷۔ اصفھانی، ابونعیم، مسند الامام ابوحنیفۃ، مکتبۃ الکوثر، الریاض، ط۱، ۱۴۱۵ھ
۱۵۸۔ اصفھانی، احمد بن عبداللہ، ابونعیم، دلائل النبوۃ، دار النفائس، بیروت، ط۳، ۱۴۰۶ھ
۱۵۹۔ اصلاحی، امین احسن، مبادی تدبر حدیث، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ط۳، ۲۰۰۸ء
۱۶۰۔ ایضاً، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ط۱۱، ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۵ء
۱۶۱۔ امجدی، شریف الحق، محمد، نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری، فرید بک سٹال، لاہور، ط۱، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء
۱۶۲۔ امین، محمد ترکی، المعجم الوسیط، مطبوعہ اشرف علی الطبع حسن علی عطیہ دار الفکر، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۵ء
۱۶۳۔ آمدی، علی بن ابی علی، سیف الدین، الاحکام فی اصول الاحکام، مطبع محمد علی واولادہ، مصر، ۱۳۴۷ھ
۱۶۴۔ اندلسی، ابوحیان بن محمد، علامہ، البحر المحیط، دار الفکر، بیروت، ط۱، ۱۴۱۲ھ
۱۶۵۔ اندلسی، عبدالحق بن غالب، ابوبکر، قاضی، علامۃ، المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۳ھ
۱۶۶۔ اندلسی، علی بن احمد، ابی محمد، جمھرۃ انساب العرب، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۴ھ
۱۶۷۔ اندلسی، یوسف بن عبدالبر، ابی عمر، الانتقائی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقھاء، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ بحلب بیروت، ط۱، ۱۴۱۷ھ
۱۶۸۔ آجری، محمد بن حسین، ابوبکر، الشریعۃ، دار الکتب العربی، بیروت، ط۲، ۱۴۲۰ھ
۱۶۹۔ آلوسی، محمود احمد، ابوالفضل، روح المعانی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ط۴، ۱۴۱۸ھ
۱۷۰۔ الیاس، انطون، الیاس، قاموس الیاس، المصر، بیروت، لبنان، ۱۹۷۲ء
۱۷۱۔ انصاری، عبداللہ، خواجہ، کشف الاسرار وعدۃ الابرار، مطبوعہ شہر طہران، ط۵، ۱۳۷۱ھ
۱۷۲۔ باجوری، محمد بن عفیفی، اتمام الوفاء فی سیرۃ الخلفاء، دار ابن حزم، ط۱، ۱۴۲۳ھ
۱۷۳۔ الباجی، سلیمان بن خلف، ابوالولید قاضی اندلسی، کتاب المنتقیٰ شرح موطاء، دار الکتب العربی، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۳۳۲ھ

۱۷۴۔ ایضاً، سنن الصالحین وسنن العابدین ، دار ابن حزم بیروت ط۱،۱۴۲۴ھ
۱۷۵۔ باقلانی، ابوبکر محمد بن طیب ، امام، اعجاز القرآن، مطبوعہ موسسۃ الکتب الثقافیۃ ، الصنائع ، ط۴۔
۱۷۶۔ البانی، ناصر الدین، محمد، حجیت حدیث، مکتبہ محمدیہ، لاہور، ط۱، ۲۰۰۷ء
۱۷۷۔ البستانی، بطرس، المعلم، قطر المحیط، ساحۃ ریاض الصلح ، بیروت، لبنان، ۱۸۶۹ء
۱۷۸۔ بجنوری، احمد رضا، سید، انوار الباری شرح صحیح البخاری، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۱۴۲۵ھ
۱۷۹۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ، دار السلام، الریاض، ط۲، ۱۴۱۹ھ
۱۸۰۔ ایضاً، خلق افعال العباد، موسسۃ الرسالۃ ، بیروت، ط۳، ۱۴۱۱ھ
۱۸۱۔ ایضاً، الادب المفرد، مکتبۃ المعارف، الریاض، ط۱، ۱۴۱۹ھ۔
۱۸۲۔ ایضاً، الضعفاء الصغیر، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ط۱، ۱۹۸۶ء
۱۸۳۔ ایضاً، کتاب التاریخ الکبیر، دار الکتب العلمیہ ، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء
۱۸۴۔ برقانی، احمد بن محمد، ابوبکر، سؤالات البرقانی للدارقطنی ، مطبوعہ نشرۃ احمد میاں تھانوی، لاہور، پاکستان، ط۱، ۱۹۸۴ء
۱۸۵۔ برھان الدین، شیخ، الشذ الفیاح من علوم ابن الصلاح، مکتبۃ الرشد، الریاض ط۱، ۱۴۱۸ھ
۱۸۶۔ برھانپوری، علی متقی بن حسام الدین، علامۃ، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال ، موسسۃ الرسالۃ ، بیروت، ط۱، ۱۴۰۵ھ
۱۸۷۔ بزار، احمد بن عمرو، ابوبکر الدخار، مسند البزار، مکتبۃ العلوم والحکم، مدینۃ المنورۃ، ط۱، ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء
۱۸۸۔ ایضاً، البحر الزخار المعروف بمسند البزار، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ، ط۱، ۱۴۰۹ھ
۱۸۹۔ برزنجی، سید محمد حسینی، الاشاعۃ لاشراط الساعۃ : ، دار الکتاب العربی، بیروت، الطبعۃ ۱۴۲۵ھ
۱۹۰۔ بستی محمد بن حبان، ابوحاتم، ابوحاتم، السیرۃ النبویۃ واخبار الخلفاء ، موسسۃ الکتب الثقافیۃ ، الصنائع ، ط۲، ۱۴۱۱ھ
۱۹۱۔ بشطنوفی، علی بن یوسف، ابوالحسن، بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار، دار الکتب العلمیۃ ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۳ھ
۱۹۲۔ بصری، علی بن محمد، ادب الدنیا والدین ، دار ابن کثیر ط۳، ۱۴۲۳ھ
۱۹۳۔ بغدادی، ابی الحسین بن قانع، قاضی، معجم الصحابۃ ، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ط۱، ۱۴۲۶ھ
۱۹۴۔ بغدادی، احمد بن علی، ابی بکر، حافظ، امام، الکفایۃ فی علم الروایۃ ، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ط۱، ۱۴۲۷ھ
۱۹۵۔ ایضاً، الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع ، مکتبۃ المعارف، الریاض، ط۱، ۱۴۰۳ھ
۱۹۶۔ ایضاً، شرف اصحاب الحدیث ، عالم الکتب بیروت، ط۱، ۱۴۲۳ھ
۱۹۷۔ ایضاً، الرحلۃ فی طلب الحدیث ، دار الکتب العلمیۃ ، بیروت، ط۱، ۱۳۹۵ھ
۱۹۸۔ بغوی، حسین بن مسعود، امام، معالم التنزیل، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ
۱۹۹۔ ایضاً، مصابیح السنۃ ، دار المعرفۃ ، بیروت، ط۱، ۱۴۰۷ھ

۲۰۰۔ ایضاً، امام، شرح السنۃ ، دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
۲۰۱۔ ایضاً، الانوار فی شمائل النبی المختار ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۶ھ
۲۰۲۔ بغوی، عبداللہ بن محمد، ابوالقاسم، مسند ابن الجعد ، مؤسسۃ النادر، بیروت، ط۱، ۱۴۱۰ھ
۲۰۳۔ بلیاوی، عبدالحفیظ، ابوالفضل، مصباح اللغات، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، ط۱، ۱۹۸۲ء
۲۰۴۔ بیسونی، حامد بن احمد، ابوانس طاہر، مقدمۃ، مؤطا امام مالک، دار الفجر للتراث، قاہرہ، مصر، ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء
۲۰۵۔ بیضاوی، عبداللہ بن عمر، ناصر الدین قاضی، انوار التنزیل واسرار التاویل، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ
۲۰۶۔ بوصیری، احمد بن ابی بکر، اتحاف الخیرۃ المھرۃ بزوائد المسانید العشرۃ، دار الوطن، الریاض، ط۱، ۱۴۲۰ھ۔
۲۰۷۔ ایضاً، زوائد ابن ماجۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۴ھ
۲۰۸۔ بیھقی، احمد بن حسین، الحافظ ابوبکر، السنن الکبریٰ، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء
۲۰۹۔ ایضاً، شعب الایمان، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء
۲۱۰۔ ایضاً، الآداب، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۰۶ھ۔
۲۱۱۔ ایضاً، السنن الصغریٰ، دار الجیل، بیروت، ط۱، ۱۴۱۵ھ
۲۱۲۔ ایضاً، السنن الکبریٰ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۴ھ
۲۱۳۔ ایضاً، کتاب الاسماء والصفات، دار الکتاب العربی، بیروت، ط۱، ۱۴۱۵ھ
۲۱۴۔ ایضاً، معرفۃ السنن والآثار، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۲۱۵۔ ایضاً، دلائل النبوۃ ومعرفۃ احوال صاحب الشریعۃ، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ط۱، ۱۴۰۵ھ
۲۱۶۔ ایضاً ، الاعتقاد والھدایۃ الی سبیل الرشاد، الیمامۃ، دمشق، ط۱، ۱۴۲۰ھ
۲۱۷۔ پانی پتی، ثناء اللہ، قاضی، التفسیر المظھری ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط۱، ۱۴۲۵ھ
۲۱۸۔ پٹنی محمد طاہر، علامۃ، تذکرۃ الموضوعات، دار احیاء التراث العربی بیروت، ط۱، ۱۴۱۵ھ
۲۱۹۔ تاذفی محمد بن یحییٰ، قلائد الجواھر فی مناقب عبدالقادر ، مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ط۳، ۱۴۳۷ھ
۲۲۰۔ تبریزی، عبداللہ محمد بن عبداللہ، خطیب، امام، مشکاۃ المصابیح ، دار الارقم بیروت۔
۲۲۱۔ تحقیقات اسلامی، ادارہ تحقیق وتصنیف، علی گڑھ، بھارت، جنوری، ۲۰۰۹ء
۲۲۲۔ ترمذی، محمد بن عیسی، ابوعیسی، امام، الجامع المختصر من السنن عن رسول اللہ ﷺ ومعرفۃ الصحیح والمعلول وما علیہ العمل ، دار السلام، الریاض، ط۱، ۱۴۲۰ھ
۲۲۳۔ ایضاً علل الترمذی، مطبوعہ عالم الکتب، بیروت، ط۱، ۱۹۸۹ء
۲۲۴۔ ایضاً ، الشمائل المحمدیۃ ، المکتبۃ التجاریۃ، مکۃ المکرمۃ، ط۴، ۱۴۱۶ھ
۲۲۵۔ ترمذی، محمد ، ابوعبداللہ، امام، نوادر الاصول فی احادیث الرسول، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۳ھ

۲۲۶۔ تفتازانی، سعد الدین، شرح عقائد نسفی، نور محمد اصح المطابع، کراچی، س ن
۲۲۷۔ تقی عثمانی، محمد، حجیت حدیث، ادارہ اسلامیات، لاہور، ط۱، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء
۲۲۸۔ ایضاً، تکملۃ فتح الملہم بشرح صحیح الامام مسلم، مکتبہ دار العلوم کراچی، کراچی، ط۱، ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء
۲۲۹۔ ایضاً، علوم القرآن، مکتبہ دار العلوم کراچی، کراچی، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء
۲۳۰۔ تلمسانی، احمد بن محمد، ابو العباس، شہاب الدین، فتح المتعال فی مدح النعال، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۷ھ
۲۳۱۔ تلیدی، عبد اللہ، شیخ، تہذیب الخصائص النبویۃ الکبریٰ، دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت، ط۲، ۱۴۱۰ھ
۲۳۲۔ ایضاً، الانوار الباھرۃ بفضائل اھل البیت النبوی والذریۃ الطاھرۃ، مکتبۃ الامام الشافعی، الریاض، ط۱، ۱۴۱۷ھ
۲۳۳۔ تمیمی، احمد بن علی، المثنی، امام، مسند ابی یعلی الموصلی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۸ھ
۲۳۴۔ تمیمی، عبد الکریم بن محمد، ابی سعد، امام، ادب الاملاء والاستملاء، دار ومکتبۃ الھلال، ط۱، ۱۴۰۹ھ
۲۳۵۔ تونجی، ابو طالب بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ، دیوان ابی طالب علم النبی ﷺ، سنۃ نبوت، تحقیق وتشریح: الدکتور محمد، دار الکتاب العربی ط۴، ۱۴۲۳ھ
۲۳۶۔ تھانوی، شیخ محمد، التقریرات الرائعۃ علی النسائی، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی، س ن
۲۳۷۔ تھانوی، اشرف علی، جمال الاولیاء، مکتبہ اسلامیہ، بلال گنج، لاہور۔
۲۳۸۔ ایضاً، نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ، تاج کمپنی، کراچی
۲۳۹۔ ایضاً، بیان القرآن، تاج کمپنی لاہور، الطبعۃ ۲۰۰۱ء
۲۴۰۔ ثعالبی، عبد الرحمن محمد بن مخلوف، شافعی، الجواھر الحسان فی تفسیر القرآن: دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط۱، ۱۴۱۸ھ
۲۴۱۔ ایضاً، الانوار فی آیات النبی المختار ﷺ، دار ابن حزم، بیروت، ط۱، ۱۴۲۶ھ
۲۴۲۔ ثعلبی، احمد بن ابراہیم، ابو اسحاق، الکشف والبیان، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۲۲ھ
۲۴۳۔ ایضاً، عرائس المجالس فی قصص الانبیاء، مطبع الحیدری، بمبئی، ہند، ۱۲۹۵ھ
۲۴۴۔ جادر، سالم العبد، مساعد، معالی الرتب لمن جمع بین شرفی الصحبۃ والنسب، دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۵ھ
۲۴۵۔ جرجانی، عبد اللہ بن عدی، ابی احمد، الکامل فی ضعفاء الرجال، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۸ھ
۲۴۶۔ جرجانی علی بن محمد، میر سید شریف، کتاب التعریفات، دار الفکر، بیروت، ط۱، ۱۴۱۸ھ
۲۴۷۔ جعفر مصطفیٰ، سید، سبیہ، دکتور، (المعاصر)، موسوعۃ سیرۃ سید الانام علیہ الصلاۃ والسلام: المکتبۃ المکیۃ، مکۃ المکرمۃ، ط۱، ۱۴۲۲ھ
۲۴۸۔ جمال رجب، سیدبی، الدکتور، رسائل الجنید، دار اقرا، دمشق، ط۱، ۱۴۲۵ھ
۲۴۹۔ جمعۃ، احمد خلیل، نساء اھل البیت فی ضوء القرآن والحدیث، دار الیمامۃ، دمشق، ط۵، ۱۴۲۳ھ
۲۵۰۔ جمل، سلیمان بن عمیر، عجیلی، الفتوحات الالٰھیۃ بتوضیح تفسیر الجلالین للدقائق الخفیۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۱۶ھ
۲۵۱۔ جوزجانی، ابراھیم، ابو اسحاق، احوال الرجال، مطبوعہ موسسۃ الرسالہ، بیروت، ط۱، ۱۹۸۵ء

۲۵۲۔ جوزقانی، ابوعبداللہ بن ابراھیم، الاباطیل والمناکیر والصحاح والمشاھیر، دارالفکر، بیروت، ط۱، ۱۴۱۶ھ۔

۲۵۳۔ جوزی، ابن قیم محمد بن ابی بکر، حادی الارواح الی بلاد الافراح، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز مکۃ المکرمۃ، ط۱، ۱۴۱۸ھ

۲۵۴۔ ایضاً، روضۃ المحبین ونزھۃ المشتاقین، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، مکۃ المکرمۃ، ط۱، ۱۴۱۷ھ

۲۵۵۔ ایضاً، الوابل الصیب من الکلم الطیب، المکتب الاسلامی، بیروت، ط۱، ۱۴۱۸ھ

۲۵۶۔ ایضاً، بدائع الفوائد، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، مکۃ المکرمۃ، ط۱، ۱۴۱۶ھ

۲۵۷۔ ایضاً، الفوائد مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، مکۃ المکرمۃ، ط۱، ۱۴۱۷ھ

۲۵۸۔ ایضاً، زادالمعاد فی ھدی خیر العباد، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط۳، ۱۴۱۹ھ

۲۵۹۔ ایضاً، الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ، المکتبۃ التجاریۃ مصطفیٰ احمد الباز، مکۃ المکرمۃ، ط۱، ۱۴۱۶ھ

۲۶۰۔ ایضاً، جلاء الافھام فی الصلاۃ والسلام علی خیرالانام، دارالکتاب العربی، بیروت ۱۴۱۷ھ

۲۶۱۔ ایضاً، الروح، دارالفکر بیروت، ط۱، ۱۴۱۰ھ ودار احیاء العلوم، بیروت، ط۲، ۱۴۱۴ھ

۲۶۲۔ ایضاً، فضائل الصحابۃ، الدمام، ط۳، ۱۴۲۶ھ

۲۶۳۔ جوھری، اسماعیل بن حماد، الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ، مطبوعہ دارالعلم للملایین، بیروت، لبنان، ط۲، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

۲۶۴۔ جوینی، عبدالملک بن عبداللہ، کتاب الارشاد الی قواطع الادلۃ فی اصول الاعتقاد، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ط۱، ۱۴۱۶ھ

۲۶۵۔ جیلانی، عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ، شیخ، فتوح الغیب، مکتبۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، بمصر ط۲، ۱۳۹۲ھ

۲۶۶۔ الجزائری، طاھر بن صالح، توجیہ النظر الی اصول الاثر، دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۸ھ

۲۶۷۔ حاکم، محمد بن عبداللہ، ابوعبداللہ نیشاپوری، المستدرک علی الصحیحین، دارالمعرفہ، بیروت، لبنان، ط۲، ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء

۲۶۸۔ ایضاً، سوالات الحاکم النیسابوری للدارقطنی، مطبوعہ مکتبۃ المعارف، الریاض، ط۱، ۱۹۸۴ء

۲۶۹۔ ایضاً، المدخل الی کتاب الاکلیل، المکتبۃ التجاریۃ، مکۃ المکرمۃ

۲۷۰۔ ایضاً، المدخل فی اصول الحدیث، دار ابن حزم، ط۱، ۱۴۲۸ھ

۲۷۱۔ ایضاً، معرفۃ علوم الحدیث، المکتبۃ العلمیۃ، المدینۃ المنورۃ، ط۲، ۱۳۹۷ھ

۲۷۲۔ حسین بن محمد، شرف الدین، طیبی، الکاشف عن حقائق السنن، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، مکۃ المکرمۃ، ط۱، ۱۴۱۷ھ

۲۷۳۔ حصکفی، محمد بن علی، علامہ حنفی، الدر المختار، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۷ھ

۲۷۴۔ حصری، روضۃ الجمال، دکتورۃ، حیاۃ الحسن البصری، دارالکلم الطیب، بیروت، ط۱، ۱۴۲۲ھ

۲۷۵۔ حصنی، محمد بن عبدالمومن، تقی الدین، قمع النفوس ورقیۃ المایوس، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۴ھ

۲۷۶۔ حضرمی، محمد بن عمر، حدائق الانوار ومطالع الاسرار فی سیرۃ النبی المختار، مطبوعہ دارالحاوی، بیروت ط۱، ۱۴۱۹ھ

۲۷۷۔ ایضاً، رشفۃ الصادی من بحر فضائل بنی النبی الھادی ﷺ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۸ھ

۲۷۸۔ حلبی، علی بن برھان الدین ، انسان العیون فی سیرۃ الامین المآمون (السیرۃ الحلبیۃ)، دار المعرفۃ، بیروت۔

۲۷۹۔ حماد، عبدالستار، ابومحمد، حجیت حدیث، دار السلام، الریاض، السعودیہ، س ن

۲۸۰۔ حمیداللہ، محمد، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ط۹، ۲۰۰۳ء

۲۸۱۔ حمیدی، محمد بن فتوح، الجمع بین الصحیحین، دار ابن حزم، بیروت، ط۱، ۱۴۱۹ھ

۲۸۲۔ حمیدی، عبداللہ بن الزبیر، امام، المسند ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۰۹ھ

۲۸۳۔ خازن، علی بن محمد، بغدادی، لباب التاویل فی معانی التنزیل ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۵ھ

۲۸۴۔ خالد علوی، ڈاکٹر، حفاظت حدیث، الفیصل ناشران، لاہور، ۲۰۰۸ء

۲۸۵۔ ختلی، ابراھیم بن عبداللہ، ابواسحاق، سؤالات ابن جنید، مطبوعہ مکتبۃ الدار، المدینۃ المنورۃ، السعودیۃ، ۱۹۸۸ء

۲۸۶۔ خرکوشی، عبدالملک بن ابی عثمان محمد، حافظ، ابوسعد، امام، شرف المصطفیٰ ﷺ، دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۴ھ

۲۸۷۔ خضری بک، محمد، اصول الفقہ، مکتبۃ التجاریۃ الکبری، بیروت، لبنان، ۱۹۲۹ء

۲۸۸۔ خطابی، حمد بن محمد، ابوسلیمان بستی، معالم السنن شرح سنن ابی داؤد، مکتبۃ العارف للنشر والتوضیع، الریاض، ط۱، ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء

۲۸۹۔ خطیب بغدادی، احمد بن علی، ابوبکر، الکفایۃ فی علم الروایۃ، دائرۃ المعارف، حیدرآباد دکن، ۱۳۵۷ھ

۲۹۰۔ ایضاً، تاریخ بغداد، مطبوعہ مکتبۃ الخانجی، القاھرۃ، ط۱، ۱۹۳۰ء

۲۹۱۔ خفاجی، احمد شھاب الدین، علامۃ، نسیم الریاض فی شرح الشفاء القاضی عیاض: المطبعۃ الازھریۃ المصریۃ، ط۱، ۱۳۲۷ھ

۲۹۲۔ خلف بن عبدالمالک، ابوالقاسم، امام، کتاب الغوامض والمبھمات: دار الاندلس الخضراء، جدۃ، ط۱، ۱۴۱۵ھ

۲۹۳۔ خوارزمی، محمد بن اسحاق، اثارۃ الترغیب والتشویق الی المساجد الثلاثۃ والبیت العتیق، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، مکۃ المکرمۃ، ط۱، ۱۴۱۸ھ

۲۹۴۔ ایضاً، مناقب الامام ابی حنیفۃ، دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدرآباد دکن ۱۳۳۲ھ

۲۹۵۔ خوارزمی، محمد بن محمود، ابوالمؤید، امام، جامع المسانید، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۹۶۔ خیضری، قطب الدین، حافظ، اللفظ المکرم بخصائص النبی المعظم ﷺ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۷ھ

۲۹۷۔ دارا شکوہ، شہزادہ، سفینۃ الاولیاء، نفیس اکیڈمی، کراچی، طبع ہفتم ۱۹۸۶ء

۲۹۸۔ دارقطنی، علی بن عمر، ابوالحسن، الضعفاء والمتروکین، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۴ء

۲۹۹۔ دارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن، حافظ، سنن الدارمی، قدیمی کتب خانہ، کراچی، س ن

۳۰۰۔ دارمی، عثمان بن سعید، تاریخ عثمان بن سعید الدارمی عن ابن معین، مطبوعہ مرکز البحث العلمی، مکۃ المکرمۃ، ط۱، ۱۹۸۰ء

۳۰۱۔ دحلان، احمد بن زینی، سید، السیرۃ النبویۃ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط۱، ۱۴۱۶ھ

۳۰۲۔ ایضاً، الفتح المبین فی فضائل الخلفاء الراشدین واھل البیت الطاھرین، دار الفکر، بیروت، ط۱، ۱۴۲۳ھ

۳۰۳۔ دشتانی، محمد بن خلفہ، ابوعبداللہ، اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان، ۱۴۰۵ھ

۳۰۴۔ دمیری، محمد بن موسیٰ، کمال الدین، حیات الحیوان الکبریٰ، مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر۔
۳۰۵۔ دمشقی، علی بن ابراھیم، علاؤ الدین، فتاویٰ امام نووی، دار الفکر، دمشق، ط۱، ۱۴۱۹ھ
۳۰۶۔ دولابی، محمد بن احمد، ابو بشر، الذریۃ الطاھرۃ النبویۃ، الدار السلفیۃ الکویت، ط۱، ۱۴۰۷ھ
۳۰۷۔ دیار بکری، حسین بن محمد، شیخ، امام، تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس صلی اللہ علیہ وسلم، دار صادر، بیروت
۳۰۸۔ دینوری، احمد بن مروان، ابوبکر، المجالسۃ وجواھر العلم، دار ابن حزم، بیروت، ط۱، ۱۴۲۳ھ
۳۰۹۔ دینوری، عبداللہ بن مسلم، امام، تاویل مختلف الحدیث، دار الفکر بیروت، ط۱، ۱۴۱۵ھ
۳۱۰۔ زحیلی، وھبۃ، دکتور، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دار الفکر، دمشق، ط۳، ۱۴۰۹ھ
۳۱۱۔ ایضاً، التفسیر المنیر، دار الفکر، دمشق، ط۱، ۱۴۱۲ھ
۳۱۲۔ ذہبی، احمد بن عثمان، ابوعبداللہ، تذکرۃ الحفاظ، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد دکن، ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء
۳۱۳۔ ایضاً، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، مکتبۃ عیسیٰ البابی الحلبی، القاھرہ، ط۱، ۱۹۶۳ء
۳۱۴۔ ایضاً، سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء
۳۱۵۔ ایضاً، الموقظۃ فی علم مصطلح الحدیث، دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت، ط۲، ۱۴۱۲ھ
۳۱۶۔ ایضاً، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۵ھ
۳۱۷۔ ایضاً، تاریخ الاسلام ووفیات المشاھیر والاعلام، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ط۱، ۱۴۲۶ھ
۳۱۸۔ ایضاً، معرفۃ القراء الکبار علی الطبقات والاعصار، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط۲، ۱۴۰۸ھ
۳۱۹۔ ذھبی، محمد حسین، دکتور، التفسیر والمفسرون، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط۲، ۱۹۹۶ھ
۳۲۰۔ رازی، عبدالرحمن بن محمد ادریس، امام، تفسیر القرآن العزیز، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، مکۃ المکرمۃ، ط۲، ۱۴۱۹ھ
۳۲۱۔ رازی، فخر الدین محمد بن عمر، بکری، مفاتیح الغیب، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۱ھ
۳۲۲۔ راغب، حسین بن محمد، اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، مکۃ المکرمۃ، ط۱، ۱۴۱۸ھ
۳۲۳۔ رزمانی، محمد بن عبدالباقی، ابوعبداللہ، شرح موطا الامام مالک، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ط۱، ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء
۳۲۴۔ رسالہ ''تدبر'' لاہور، نومبر ۱۹۹۱ء
۳۲۵۔ رضوی، محمود احمد، سید، فیوض الباری فی شرح صحیح البخاری، مکتبہ رضوان، لاہور، س ن
۳۲۶۔ زبیدی، مرتضیٰ حسینی، سید، حافظ، امام، بلغۃ الاریب فی مصطلح آثار الحبیب، دار البشائر الاسلامیۃ بیروت، ط۲، ۱۴۰۸ھ
۳۲۷۔ ایضاً، تاج العروس من جواھر القاموس، دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
۳۲۸۔ ایضاً، اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۰۹ھ
۳۲۹۔ زرقانی، محمد عبدالباقی، اشراق مصابیح السیرۃ المحمدیۃ بمزج اسرار المواھب اللدنیۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۷ھ

۳۳۰۔ زرکشی، محمد بن عبداللہ، امام، التذکرۃ فی الاحادیث المشتھرۃ، المکتب الاسلامی، بیروت، ط۱، ۱۴۱۷ھ

۳۳۱۔ ایضاً، البرھان فی علوم القرآن، در المعرفۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۹ھ

۳۳۲۔ زمخشری، محمود بن عمر، علامۃ، الکشاف عن حقائق التاویل، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط۱، ۱۴۱۷ھ

۳۳۳۔ ایضاً، الفائق فی غریب الحدیث، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۷ھ

۳۳۴۔ زیلعی، عبداللہ بن یوسف، جمال الدین، حافظ، نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ، دار الکتب العلمیۃ، ط۱، ۱۴۱۶ھ

۳۳۵۔ زین الدین، عبدالرحیم بن حسین، عراقی، امام، التقیید والایضاح لما اطلق واغلق من مقدمۃ ابن الصلاح، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، ط۴، ۱۴۱۶ھ

۳۳۶۔ ایضاً، المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار فی تخریج ما فی الاحیاء من الاخبار، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ط۱، ۱۴۱۹ھ

۳۳۷۔ ایضاً، الفیۃ السیرۃ النبویۃ، در المنھاج، بیروت، ط۱، ۱۴۲۶ھ

۳۳۸۔ سبط ابن جوزی، علی بن عبداللہ، تذکرۃ الخواص، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۶ھ

۳۳۹۔ سبکی، محمد خطاب، محمود، المنھل العذب المورود شرح سنن الامام ابی داؤد، مطبوعہ مؤسسۃ التاریخ العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۲ھ

۳۴۰۔ سبکی، علی بن کافی، تقی الدین، السیف المسلول علی من سب الرسول ﷺ، دار ابن حزم، بیروت، ط۱، ۱۴۲۶ھ

۳۴۱۔ ایضاً، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام، مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور، ط۱، ۱۴۲۵ھ

۳۴۲۔ سبکی، عبدالوھاب بن علی، طبقات الشافعیۃ الکبری، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۰ھ

۳۴۳۔ ستانی، محمد بن عبدالکریم، ابی الفتح، الملل والنحل، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت، ط۹، ۱۴۲۹ھ

۳۴۴۔ سجستانی، عبداللہ بن ابی داؤد، ابوبکر، کتاب المصاحف، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۰۵ھ

۳۴۵۔ سخاوی، محمد بن عبدالرحمن، شمس الدین، فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۴ھ

۳۴۶۔ ایضاً، الأجوبۃ المرضیۃ من الاحادیث النبویۃ، دار الریۃ، الریاض، ط۱، ۱۴۱۸ھ

۳۴۷۔ ایضاً، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع ﷺ، دار الکتاب العربی، بیروت، ط۱، ۱۴۰۵ھ ومؤسسۃ الریان، بیروت، ط۱، ۱۴۲۲ھ

۳۴۸۔ سراج الدین، محمد بن عبدالرشید، سجاوندی حنفی، السراجی فی المیراث، المیزان، لاہور ۲۰۰۴ء

۳۴۹۔ سرخسی، محمد بن احمد، ابوبکر، المبسوط، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۱ھ

۳۵۰۔ سرھندی، وارث، علمی اردو لغات جامع، علمی کتاب خانہ، لاہور، ۱۹۹۰ء

۳۵۱۔ سعید بن منصور، مکی، خراسانی، امام، سنن سعید بن منصور، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۰۵ھ

۳۵۲۔ سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، مطبوعہ فرید بک سٹال، لاہور، ط۳، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء

۳۵۳۔ ایضاً، شرح صحیح مسلم، فرید بک سٹال، لاہور، ط۱۰، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء

۳۵۴۔ ایضاً، نعمۃ الباری فی شرح صحیح بخاری، فرید بک سٹال، لاہور، ط۲، ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء

۳۵۶۔ سلیمان حسیم، فرھنگ بزرگ، فرھنگ معاصر، تہران، ط۵، ۱۳۷۹ھ

۳۵۷۔ سمرقندی، ابواللیث، نصر بن محمد، امام، بحر العلوم (تفسیر سمرقندی)، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط۱، ۱۴۱۳ھ
۳۵۸۔ سمہودی، علی بن عبداللہ، نور الدین، جواہر العقدین فی فضل الشرفین، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط۱، ۱۴۱۵ھ
۳۵۹۔ ایضاً، وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ ﷺ، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔
۳۶۰۔ سندھی، محمد بن عبدالهادی، ابوالحسن، حاشیة السندھی علی النسائی، دار المعرفة، بیروت، ط۳، ۱۴۱۴ھ
۳۶۱۔ ایضاً، ابوالحسن، کفایة الحاجة فی شرح سنن ابن ماجہ، دار المعرفة، بیروت، ط۱، ۱۴۱۸ھ
۳۶۲۔ سنکی، زکریا بن محمد، شیخ، حافظ، انصاری، التبصرة والتذکرة، دار الکتب العلمیة بیروت۔
۳۶۳۔ سہارنپوری، خلیل احمد، علامہ محدث، بذل المجہود فی حل ابی داؤد، قدیمی کتب خانہ کراچی، س ن
۳۶۴۔ سہیلی، عبدالرحمٰن بن عبداللہ، ابوالقاسم، علامہ، الروض الانف، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط۱، ۱۴۱۸ھ
۳۶۵۔ سیوہاروی، حفظ الرحمان، محمد، قصص القرآن، مکتبہ رحمانیہ لاہور، معلوم ندارد
۳۶۶۔ سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، ط۸، ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء
۳۶۷۔ ایضاً، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ، کراچی، ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء
۳۶۸۔ ایضاً، زہر الربی علی حاشیہ سنن النسائی، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی، معلوم ندارد
۳۶۹۔ ایضاً، الاکلیل فی استنباط التنزیل، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط۱، ۱۴۲۸ھ
۳۷۰۔ ایضاً، الباھر فی حکم النبی ﷺ فی الباطن والظاھر، دار السلام، القاھرة، ط۱، ۱۴۰۷ھ
۳۷۱۔ ایضاً، البدور السافرة فی احوال الآخرة، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط۱، ۱۴۱۶ھ
۳۷۲۔ ایضاً، تاریخ الخلفاء، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط۱، ۱۴۱۹ھ
۳۷۳۔ ایضاً، التعظیم والمنة فی ان ابوی رسول اللہ ﷺ فی الجنة، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط۱، ۱۴۰۹ھ
۳۷۴۔ ایضاً، جامع الاحادیث الکبیر، دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
۳۷۵۔ ایضاً، جمع الجوامع، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط۱، ۱۴۲۱ھ
۳۷۶۔ ایضاً، الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ﷺ، مکتبہ نزار المصطفیٰ الباز، مکة المکرمة، ط۱، ۱۴۱۸ھ
۳۷۷۔ ایضاً، الحاوی للفتاوی، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط۱، ۱۴۰۲ھ وطبع دار الکتاب العربی، بیروت الطبعة ۱۴۲۵ھ
۳۷۸۔ ایضاً، الدرر المنتثرة فی الاحادیث المشتھرة، دار الفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ
۳۷۹۔ ایضاً، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، دار الفکر، بیروت، الطبعة ۱۴۱۴ھ
۳۸۰۔ ایضاً، ذیل اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة، مطبع علوی لمحمد علی بخش خاں لکھنوی، ۱۳۰۳ھ
۳۸۱۔ ایضاً، زہر الربی علی المجتبیٰ (شرح سنن النسائی): دار المعرفة، بیروت، ط۳، ۱۴۱۴ھ
۳۸۲۔ ایضاً، شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، دار المعرفة، بیروت، ط۱، ۱۴۱۷ھ

۳۸۳۔ ایضاً، طبقات الحفاظ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۰۳ھ

۳۸۴۔ ایضاً، قطف الازھار المتناثرۃ فی الاحادیث المتواترۃ، المکتب الاسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ

۳۸۵۔ ایضاً، کفایۃ الطالب اللبیب فی خصائص الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم (الخصائص الکبریٰ)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۰۵ھ

۳۸۶۔ ایضاً، الکنز المدفون والفلک المشحون، اوالکشکول، مؤسسۃ النعمان، بیروت الطبعۃ ۱۴۱۲ھ

۳۸۷۔ ایضاً، لباب النقول فی اسباب النزول، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۳۸۸۔ ایضاً، مفتاح الجنۃ فی الاحتجاج بالسنۃ، مکتبۃ الصحابۃ جدۃ، ط۲، ۱۴۱۳ھ

۳۸۹۔ ایضاً، مسالک الحنفاء فی والدی المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم من مجموعۃ الرسائل العشر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۰۹ھ

۳۹۰۔ ایضاً، نشر العلمین المنیفین فی احیاء الابوین الشریفین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۰۹ھ

۳۹۱۔ شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ، ابواسحاق، الموافقات فی اصول الشریعۃ، المطبعۃ الرحمانیۃ، القاھرۃ، مصر، ۱۴۰۲ھ

۳۹۲۔ شافعی، محمد بن ادریس، امام، الرسالۃ، مصطفیٰ البابی الحلبی، القاھرہ، المصر، ط۳، ۱۹۸۳ء

۳۹۳۔ شامی، محمد امین، ابن عابدین، رد المحتار علی در المختار، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت، ط۱، ۱۴۱۹ھ

۳۹۴۔ شاہ عبدالحق، محدث دھلوی، ماثبت بالسنۃ عن اعمال السنۃ عربی واردو، دار الاشاعت، کراچی ۱۴۰۳ھ

۳۹۵۔ شاہ عبدالعزیز، دھلوی، محدث، فتاویٰ عزیزی، کتاب فروشی حاجی محمد علیم وپسران، بازار کتاب فروشی کابل افغانستان

۳۹۶۔ ایضاً، تحفہ اثناعشر، حضرت میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی۔

۳۹۷۔ شاہ، ولی اللہ، محدث، دہلوی، المسوّی شرح الموطا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط۲، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء

۳۹۸۔ ایضاً، حجۃ اللہ البالغۃ، دار احیاء العلوم، بیروت، ط۱، ۱۴۱۰ھ

۳۹۹۔ ایضاً، المصفّیٰ شرح موطا، محمد علی کارخانہ، کراچی، س ن

۴۰۰۔ ایضاً، ازالۃ الخفاء فی تاریخ الخلفاء، حضرت قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی۔

۴۰۱۔ ایضاً، القول الجمیل فی بیان سواء السبیل، سندھ ساگر اکادمی، لاہور

۴۰۲۔ شبلنجی، مومن بن حسن، نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم، شرکۃ مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر الطبعۃ الاخیرۃ ۱۳۲۷ھ

۴۰۳۔ شبیر احمد، عثمانی تفسیر عثمانی، مجمع الملک فھد الطباعۃ المصحف الشریف، مدینۃ منورۃ، الطبعۃ ۱۴۰۹ھ

۴۰۴۔ شعرانی، عبدالوہاب، میزان الشریعۃ الکبریٰ، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ط۱، ۱۳۵۹ھ

۴۰۵۔ شعرانی، عبدالوہاب، امام، البدر المنیر فی احادیث البشیر النذیر صلی اللہ علیہ وسلم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۰ھ

۴۰۶۔ ایضاً، کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ، دار الفکر بیروت، الطبعۃ ۱۴۰۸ھ

۴۰۷۔ ایضاً، الکبریت الاحمر، مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ودار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ ۱۴۱۸ھ

۴۰۸۔ ایضاً، لواقع الانوار وطبقات الاخیار (الطبقات الکبریٰ)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۸ھ

۴۰۹۔ ایضاً، السنن الکبریٰ، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ط۱، ۱۴۲۰ھ
۴۱۰۔ ایضاً، الیواقیت والجواہر، مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، وداراحیاء التراث العربی، بیروت، ط۱، ۱۴۱۸ھ
۴۱۱۔ شمس الحق، محمد، ابوطیب عظیم آبادی، عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، قدیمی کتب خانہ، کراچی، س ن
۴۱۲۔ شنقیطی، تجانی، مختار بن احمد، رسالۃ للبیان والتبیان فی أن الصوفیۃ مذھبھا السنۃ والقرآن، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ط۱، ۱۴۲۳ھ
۴۱۳۔ شوکانی، محمد بن علی، قاضی، فتح القدیر، دارابن کثیر، دمشق، ط۱، ۱۴۱۴ھ
۴۱۴۔ ایضاً، الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ، دارالکتاب العربی، بیروت، ط۱، ۱۴۰۶ھ
۴۱۵۔ ایضاً، قطر الولی علی حدیث الولی: العلامۃ، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ط۱، ۱۴۲۲ھ
۴۱۶۔ ایضاً، تحفۃ الذاکرین شرح حصن حصین، دارالجیل، بیروت، ط۱، ۱۴۱۹ھ
۴۱۷۔ ایضاً، نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار، دارالمعرفۃ بیروت، ط۱، ۱۴۱۹ھ
۴۱۸۔ شیبانی، محمد بن الحسن، موطا الامام مالک (موطا محمد)، دارالقلم دمشق، ط۱، ۱۴۱۳ھ
۴۱۹۔ شیبانی، احمد بن عمرو، امام، الزھد، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۲، ۱۴۰۸ھ
۴۲۰۔ ایضاً، السنۃ، المکتب الاسلامی، بیروت، ط۳، ۱۴۱۳ھ
۴۲۱۔ شیخ نظام، مولانا، الفتاویٰ العالمگیریۃ، المکتبۃ الرشید، کوئٹہ، س ن
۴۲۲۔ شیرویہ بن شھر، حافظ، فردوس الاخبار، دارابن شیرویہ الدیلمی، دارالریان، القاھرۃ، ط۱، ۱۴۰۸ھ
۴۲۳۔ صالحی، محمد بن طولون، الشذرۃ فی الاحادیث المشتھرۃ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۳ھ
۴۲۴۔ صالحی، محمد بن یوسف، امام، سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۴ھ
۴۲۵۔ صاوی، احمد بن محمد، حاشیۃ الصاوی علی تفسیر الجلالین، دارالفکر، بیروت، ط۱، ۱۴۱۹ھ
۴۲۶۔ صدیق حسن خان، نواب، بھوپالی، فتح البیان فی مقاصد القرآن، المکتبۃ العصریۃ، بیروت، الطبعۃ ۱۴۱۲ھ
۴۲۷۔ ایضاً، مسک الختام، مکتبۂ عثمانیہ، حیدرآباد، دکن، س ن
۴۲۸۔ صدیقی، محمد سعد، ڈاکٹر، علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت، شعبہ تحقیق قائداعظم لائبریری، لاہور، ط۱، ۱۹۸۸ء
۴۲۹۔ صلابی، علی محمد، الدکتور، خامس الخلفاء الراشدین امیر المومنین الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، دارابن کثیر دمشق، ط۱، ۱۴۲۵ھ
۴۳۰۔ صنعانی، عبدالرزاق بن ھمام، امام، تفسیر عبدالرزاق، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۹ھ
۴۳۱۔ ایضاً، المصنف، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۱ھ
۴۳۲۔ طبرانی، سلیمان بن احمد، ابوالقاسم، امام، جزء فیہ طرق حدیث من کذب علی متعمداً، دارالبشائر الاسلامیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۷ھ
۴۳۳۔ ایضاً، کتاب الدعا، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۳ھ
۴۳۴۔ ایضاً، معجم الاوسط، مکتبۃ المعارف، الریاض ۱۴۰۵ھ

۴۳۵۔ ایضاً، معجم الکبیر، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ودارالکتب العلمیۃ بیروت، ط۱، ۱۴۲۸ھ

۴۳۶۔ ایضاً، المعجم الصغیر (الروض الدانی)، مکتب الاسلامی، بیروت، ط۱، ۱۴۰۵ھ

۴۳۷۔ طبری، ابن جریر، ابوجعفر، تاریخ الامم والملوک، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ط۱، ۱۴۲۴ھ

۴۳۸۔ طبری، محمد بن جریر، ابوجعفر، جامع البیان، دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۹ھ

۴۳۹۔ ایضاً، تھذیب الآثار تفصیل الثابت عن رسول اللہ ﷺ من الاخبار، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۹ھ

۴۴۰۔ ایضاً، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، دارالفکر، بیروت الطبعۃ ۱۴۱۵ھ

۴۴۱۔ ایضاً، خلاصۃ سیر سید البشر، مکتبۃ نزار مصطفی الباز، مکۃ المکرمۃ، ط۱، ۱۴۱۸ھ

۴۴۲۔ طبری، احمد بن عبداللہ، محب الدین، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، دارالغرب الاسلامی، بیروت، ط۱، ۱۹۹۶ء

۴۴۳۔ ایضاً، السمط الثمین فی مناقب امھات المؤمنین، المکتبۃ التجاریۃ، مکۃ المکرمۃ۔

۴۴۴۔ طحاوی، احمد بن محمد، ابوجعفر، امام، شرح معانی الآثار، عالم الکتب، بیروت، ط۱، ۱۴۱۴ھ

۴۴۵۔ ایضاً، تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار، دار بلنسیۃ، مکۃ المکرمۃ، ط۱، ۱۴۲۰ھ

۴۴۶۔ الطحان، محمود، الدکتور، تیسیر مصطلح الحدیث، دارالقرآن الکریم، بیروت، لبنان، ۱۹۷۹ء

۴۴۷۔ طرابلسی، القاوقجی، محمد بن خلیل، اللؤلؤ المرصوع فیما لا اصل لہ او باصلہ موضوع، دارالبشائر الاسلامیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۵ھ

۴۴۸۔ طوسی، عبداللہ بن علی، ابونصر، اللمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۱ھ

۴۴۹۔ طٰہٰ محمد، الساکت، شیخ، علامہ، من ذخائر السنۃ النبویۃ، دارنور المکتبات، ط۱، ۱۴۱۴ھ

۴۵۰۔ طیالسی، سلیمان بن داؤد، امام، المسند، دارالکتب العلمیۃ، ط۱، ۱۴۲۵ھ

۴۵۱۔ ظھری، محمد بن سعد، امام، الطبقات الکبریٰ، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ط۱، ۱۴۱۷ھ

۴۵۲۔ عامری، یحییٰ بن ابی بکر، ابوزکریا، عمادالدین، بھجۃ المحافل وبغیۃ الاماثل، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۷ھ

۴۵۳۔ عبدالباقی، محمد فواد، مناقب علی والحسنین وامھما فاطمۃ الزھراء رضی اللہ عنہم، دارالحدیث، القاھرۃ، سنۃ الطبع ۱۴۲۳ھ

۴۵۴۔ عبدالمنعم، قضاء علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، مکتبۃ الرشد، السعودیۃ، ط۱، ۱۴۲۷ھ

۴۵۵۔ عبدالمجید، خواجہ، جامع اللغات، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ط۱، ۱۹۸۹ء

۴۵۶۔ عتر، نورالدین، منہج النقد فی علوم الحدیث، دارالفکر، دمشق، شام، ۱۹۸۱ء

۴۵۷۔ عثمانی، شبیر احمد، علامہ، فتح الملھم بشرح صحیح مسلم، مکتبہ دارالعلوم کراچی، کراچی، ۱۴۲۳ھ

۴۵۸۔ ایضاً، تفسیر عثمانی، پاک کمپنی، لاہور، س ن

۴۵۹۔ عثمانی، ظفر احمد، تھانوی، شیخ، اعلاء السنن، دارالفکر، بیروت، ط۱، ۱۴۲۱ھ

۴۶۰۔ عجاج، محمد، الخطیب، السنۃ قبل التدوین، مکتبہ وھبہ، القاھرہ، مصر، ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء

۴۶۱۔ عجلونی، اسمٰعیل بن محمد، علامۃ، کشف الخفاء ومزیل الالباس، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۸ھ
۴۶۲۔ عجلی، احمد بن عبداللہ، ابوالحسن، تاریخ الثقات، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط۱، ۱۹۸۴ء
۴۶۳۔ عسقلانی، احمد بن علی بن حجر، شھاب الدین، حافظ، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۵ھ
۴۶۴۔ ایضاً، تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۹ھ
۴۶۵۔ ایضاً، تھذیب التھذیب، دار الفکر بیروت، ط۱، ۱۴۱۵ھ
۴۶۶۔ ایضاً، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دار الفکر، بیروت، ط۱، ۱۴۱۶ھ
۴۶۷۔ ایضاً، القول المسدد فی الذب عن المسند للامام احمد، عالم الکتب، بیروت، ط۱، ۱۴۰۴ھ
۴۶۸۔ ایضاً، النکت، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۴ھ
۴۶۹۔ عصفری، خلیفۃ بن خیاط، ابی عمرو، تاریخ خلیفہ بن خیاط تحقیق اکرم ضیاء العمری، دار طیبۃ الریاض، ط۲، ۱۴۰۵ھ
۴۷۰۔ العطار، صدقی جمیل، حاشیہ سنن ابی داؤد، دار الفکر، بیروت، لبنان، ط۱، ۲۶۔۱۴۲۵ھ/۲۰۰۵ء
۴۷۱۔ عقاد، عباس محمود، العبقریات الاسلامیۃ، المکتبۃ العصریۃ، بیروت۔
۴۷۲۔ عقیلی، محمد بن عمرو، ابوجعفر، الضعفاء الکبیر، مکتبہ علمیہ، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۹۸۴ء
۴۷۳۔ عکبری، عبیداللہ بن محمد، ابوعبداللہ، الابانۃ عن شریعۃ الفرق الناجیۃ ومجانبۃ الفرق المذمومۃ، دار الربۃ، الریاض، ط۱، ۱۴۰۹ھ
۴۷۴۔ عکری، احمد بن محمد، شذرات الذھب فی اخبار من ذھب، دار ابن کثیر، دمشق، ط۱، ۱۴۰۶ھ
۴۷۵۔ علائی، خلیل بن کیکلدی، کتاب تحقیق منیف الرتبۃ لمن ثبت لہ شرف الصحبۃ، دار العاصمۃ، الریاض، ط۱، ۱۴۱۰ھ
۴۷۶۔ علوی، محمد ابن السید، مالکی مکی، محمد ﷺ الانسان الکامل، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۹ھ
۴۷۷۔ عمر بن علی، ابوحفص، حنبلی، اللباب فی علوم الکتاب، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۹ھ
۴۷۸۔ عیاض مالکی، قاضی، ابوالفضل بن موسیٰ، اکمال المعلم بفوائد مسلم، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء
۴۷۹۔ عینی، محمود بن احمد، بدرالدین، ابومحمد، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، دار الحدیث، ملتان، ط۱، س ن
۴۸۰۔ ایضاً، العلم الھیب من الکلم الطیب، مکتبۃ الرشد، الریاض، ط۱، ۱۴۱۹ھ
۴۸۱۔ غامدی، جاوید احمد، میزان، المورد، لاہور، ط۳، ۲۰۰۹ء
۴۸۲۔ غربان محمد شفیق، الموسوعۃ العربیۃ المیسرۃ، قاھرہ، مصر، ۱۹۶۵ء
۴۸۳۔ غزالی، محمد بن محمد، امام، احیاء علوم الدین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۹ھ
۴۸۴۔ ایضاً، المستصفی من علم الاصول، امیریہ کبری، بولاق، مصر، ۱۲۹۴ھ
۴۸۵۔ غیاث الدین، محمد، غیاث اللغات، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، معلوم ندارد
۴۸۶۔ فاسی، محمد مھدی، امام، مطالع المسرات بجلاء دلائل الخیرات، المکتبۃ المکرمۃ الرضویۃ، لائلپور (فیصل آباد)

۴۸۷۔ فزاری، ابراھیم بن محمد، ابو اسحاق، کتاب السیر، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۰۸ھ
۴۸۸۔ فتنی، محمد طاھر، مجمع بحار الانوار، مکتبۃ دار الایمان المدینۃ المنورۃ، ط۳، ۱۴۱۵ھ
۴۸۹۔ الفلاح، محمد عبدہ، تفسیر الحدیث المسمیٰ اشرف الحواشی، شیخ محمد اشرف ناشران، لاہور، س ن
۴۹۰۔ فیروز آبادی، محمد بن یعقوب، مجدّ الدین، القاموس المحیط، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط۳، ۱۴۱۳ھ
۴۹۱۔ فیروز الدین، مولوی، فیروز اللغات، فیروز سنز، لاہور، س ن
۴۹۲۔ قاسمی، وحید الزمان، القاموس الوحید، ادارہ اسلامیات، لاہور، کراچی، ط۱، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء
۴۹۳۔ قاسمی، جمال الدین، قواعد التحدیث، مکتبہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن، ۱۳۵۸ھ
۴۹۴۔ ایضاً، محاسن التاویل (التفسیر القاسمی)، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط۱، ۱۴۱۵ھ
۴۹۵۔ قاضی، زین العابدین، قاموس القرآن، دار الاشاعت، کراچی، ۱۹۷۸ء
۴۹۶۔ قرطبی، احمد بن عمر، ابو عباس ابراہیم مالکی، المفھم، دار ابن کثیر، بیروت، لبنان، ۱۴۱۷ھ
۴۹۷۔ قرطبی، محمد بن احمد، ابو عبداللہ مالکی، الجامع لاحکام القرآن، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۴۹۸۔ ایضاً، التذکرۃ فی احوال الموتیٰ وامور الآخرۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۹ھ
۴۹۹۔ قرطبی، یوسف بن عبداللہ، ابو عمرو، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۵ھ
۵۰۰۔ ایضاً، جامع بیان العلم وفضلہ، دار ابن الجوزی، الدمام، ط۴، ۱۴۱۹ھ
۵۰۱۔ قسطلانی، احمد بن محمد، ابو العباس شہاب الدین، ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط۲، ۲۰۰۹ء
۵۰۲۔ ایضاً، المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، مکتب الاسلامی بیروت، ط۱، ۱۴۱۲ھ
۵۰۳۔ قشیری، عبدالکریم بن ھوازن، ابو القاسم، امام، لطائف الاشارات، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۰ھ
۵۰۴۔ قضاعی، محمد بن سلامۃ، ابی عبداللہ، دستور معالم الحکم ومأثور مکارم الشیم، ترکۃ دار الارقم بن ابی الارقم بیروت، ط۱، ۱۴۱۸ھ
۵۰۵۔ قطب شہید، سید، فی ظلال القرآن، ادارہ منشورات اسلامی، لاہور، ط۴، ۱۹۹۸ء
۵۰۶۔ قنوجی، محمد صدیق حسین، سید، البلغۃ فی اصول اللغۃ، دار البشائر الاسلامیۃ بیروت، ط۱، ۱۴۰۸ھ
۵۰۷۔ ایضاً، تکریم المؤمنین بتقویم مناقب الخلفاء الراشدین، قادری کتب خانہ، سیالکوٹ۔
۵۰۸۔ ایضاً، التاج المکلل من جوھر مآثر الطراز الآخر والاولی، مکتبۃ دار السلام الریاض، ط۱، ۱۴۱۶ھ
۵۰۹۔ ایضاً، الدین الخالص، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۵ھ
۵۱۰۔ کاسانی، ابوبکر بن مسعود، علاؤ الدین، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، کراچی، ۱۴۰۰ھ
۵۱۱۔ کاندھلوی، محمد ادریس، حجیت حدیث، مکتبہ عثمانیہ، لاہور، ط۲، ۱۹۹۶ء
۵۱۲۔ ایضاً، التعلیق الصبیح علی مشکاۃ المصابیح، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط۱، ۱۴۲۵ھ

۵۱۳۔ کاندھلوی، محمد زکریا، شیخ، اوجز المسالک الی موطا مالک، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط، ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء
۵۱۴۔ ایضاً، بذل المجھود فی حل ابی داؤد، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء
۵۱۵۔ کاندھلوی، محمد یوسف، حیاۃ الصحابۃ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط۱، ۱۴۰۶ھ
۵۱۶۔ الکائی، ھبۃ اللہ بن حسن، ابو القاسم، شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ والجماعۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۳ھ
۵۱۷۔ کتانی، محمد بن جعفر، الرسالۃ المستطرفۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۶ھ
۵۱۸۔ کدیری، احسان محمد دحلا جمفسی سراج الطالبین، مکتبۃ الحرمین، جدۃ۔
۵۱۹۔ کشمیری، محمد انور شاہ، التصریح بما تواتر فی نزول المسیح، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ بحلب، ط۵، ۱۴۱۲ھ
۵۲۰۔ ایضاً، العرف الشذی شرح جامع الترمذی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء
۵۲۱۔ لکھنوی، عبد الحی محمد، الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل، مکتبۃ المطبوعات الاسلامیۃ بحلب، ط۳، ۱۴۰۸ھ
۵۲۲۔ ایضاً، الاجوبۃ الفاضلۃ للاسئلۃ العشرۃ الکاملۃ، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ بحلب، ط۳، ۱۴۱۴ھ
۵۲۳۔ لکھنوی، محمد عبد الحلیم بن محمد امین، قمر الاقمار لنور الانوار فی شرح المنار، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۵ھ
۵۲۴۔ ماتریدی، محمد بن محمود، ابی منصور، سمرقندی، حنفی، تاویلات اھل السنۃ، مؤسسۃ الرسالۃ ط۱، ۱۴۲۵ھ
۵۲۵۔ مالک، ابن انس، امام، الموطا، دار الفجر للتراث، القاھرہ، مصر، ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء
۵۲۶۔ مالینی، احمد بن محمد، ابو سعید، امام، کتاب الاربعین فی شیوخ الصوفیۃ، دار البشائر الاسلامیۃ، ط۱، ۱۴۱۷ھ
۵۲۷۔ ماوردی، علی بن محمد، علی بن محمد، علامۃ، اعلام النبوۃ: مطبوعۃ دار الکتاب العربی، بیروت، ط۱، ۱۴۰۸ھ
۵۲۸۔ ایضاً، النکت والعیون، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۲ھ
۵۲۹۔ مبارکپوری، عبد الرحمٰن، ابو العلی محمد، تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی، بیت الافکار الدولیۃ، عمان، اردن، س ن
۵۳۰۔ ایضاً، الرحیق المختوم، دار السلام، الریاض، الطبعۃ ۱۴۱۴ھ
۵۳۱۔ مجاھد بن جبر، قرشی، مخزومی، التفسیر الکبیر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۶ھ
۵۳۲۔ محمد بن علی، ابو علی، الصوری، الحافظ، الفوائد المنتقاۃ والغرائب الحسان عن شیوخ الکوفیین، دار الکتاب العربی، بیروت، ط۱، ۱۴۰۷ھ
۵۳۳۔ محمد بن سلامۃ، الشافعی، القضاعی، امام، مسند الشھاب، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۰۵ھ
۵۳۴۔ محمد بن ہارون، ابو بکر، رویانی، امام، مسند الصحابۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۷ھ
۵۳۵۔ محمد بن محمد، ابو السعود، عمادی، حنفی، ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۹ھ
۵۳۶۔ محمد امین بن محمد مختار، جکنی، علامۃ، اضواء البیان فی ایضاح القرآن: ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط۱، ۱۴۱۷ھ
۵۳۷۔ محمد بن یعقوب، مجد الدین، فیروز آبادی، امام، بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز، المکتبۃ العلمیۃ، بیروت
۵۳۸۔ محمد بن خطیب، شربینی، السراج المنیر، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط۱، ۱۴۲۵ھ

۵۳۹۔ محمد علی، شیخ، صابونی، صفوۃ التفاسیر، دار الحیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۹ھ
۵۴۰۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء
۵۴۱۔ محمد بن خلیفۃ، ابو عبد اللہ، وشتانی، ابی المالکی، علامۃ، اکمال اکمال المعلم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۹ھ
۵۴۲۔ محمد بن احمد، ابو القاسم، کلبی، التسھیل لعلوم التنزیل، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۵ھ
۵۴۳۔ محمد زکریا، سھارنپوری، مولانا، لامع الدرری علی جامع البخاری، مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی
۵۴۴۔ محمد بن محمد، سنوسی، مالکی، علامۃ، مکمل اکمال الاکمال، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۵ھ
۵۴۵۔ محمد بن محمد، ابو الفتح، حافظ، عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، مکتبۃ دار التراث، المدینۃ المنورۃ، ط ۱، ۱۴۱۳ھ
۵۴۶۔ محمد بن احمد، ابو البقاء، تاریخ مکۃ المشرفۃ والمسجد الحرام والمدینۃ الشریفۃ والقبر الشریف، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۸ھ
۵۴۷۔ محمد بن عمر، کتاب المغازی للواقدی، عالم الکتب بیروت، ط ۳، ۱۴۰۴ھ
۵۴۸۔ محمد بن ادریس، دیوان امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، تحقیق محمد عبد الرحیم، دار الفکر، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۵ھ
۵۴۹۔ محمد نافع، مولانا، سیرت امیر معاویہ، دار الکتاب، لاہور
۵۵۰۔ مراد آبادی، نعیم الدین، سید محمد، خزائن العرفان، حافظ کمپنی، لاہور، س ن
۵۵۱۔ مراغی، زین الدین ابی بکر بن الحسین، کتاب تحقیق النصرۃ بتلخیص معالم دار الھجرۃ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکۃ المکرمۃ، ط ۱، ۱۴۱۷ھ
۵۵۲۔ مروزی، خزاعی، نعیم بن حماد، حافظ، الفتن، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۸ھ
۵۵۳۔ مروزی، اسحاق بن ابراھیم، امام، مسند اسحاق بن راھویہ، مکتبۃ الایمان، المدینۃ المنورۃ، ط ۱، ۱۴۱۰ھ و دار الکتاب العربی، بیروت ط ۱، ۱۴۲۳ھ
۵۵۴۔ مروزی، محمد بن نصر، امام فقیہ شیخ الاسلام، المسند، مکتبہ مصطفیٰ البابی، بولاق، مصر، ۱۴۰۲ھ
۵۵۵۔ مزی، جمال الدین یوسف، ابو الحجاج، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط ۱، ۱۹۹۲ء
۵۵۶۔ مرغینانی، علی بن ابی بکر، ابو الحسن، الھدایۃ شرح بدایۃ المبتدی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۶ھ
۵۵۷۔ مرجانی، محمد بن عبد الملک، بھجۃ النفوس والاسرار، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز مکۃ المکرمۃ، ط ۱، ۱۴۱۸ھ
۵۵۸۔ مسلم، ابن حجاج، ابو الحسین قشیری، صحیح مسلم، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء
۵۵۹۔ مصری، عمر بن شبۃ، ابو زید، تاریخ مدینۃ، دار التراث، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۰ھ
۵۶۰۔ مصطفیٰ خیری، منصوری، علامۃ، المقتطف من عیون التفاسیر، دار القلم، دمشق، ط ۲، ۱۴۱۷ھ
۵۶۱۔ مطلبی، محمد بن اسحاق، مدنی، السیرۃ النبویۃ، درا لکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۴ھ
۵۶۲۔ مغلطائی، ابو عبد اللہ بن قلیج، علاء الدین، حافظ، الاشارۃ الی سیرۃ المصطفیٰ، دار القلم، دمشق، ط ۱، ۱۴۱۶ھ
۵۶۳۔ مقاتل بن سلیمان، ابو الحسن، ازدی، امام، تفسیر مقاتل بن سلیمان، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۴ھ
۵۶۴۔ مقدسی، یوسف بن یحییٰ، عقد الدرر فی اخبار المنتظر وھو المھدی، مکتبۃ المنار، ط ۱، ۱۴۰۵ھ

۵۶۵۔ مقدسی، محمد بن عبدالواحد، ضیاء الدین، الاحادیث المختارۃ مما لیس فی الصحیحین، مکتبۃ النہضۃ الحدیثۃ، مکۃ المکرمۃ، ط۱، ۱۴۱۰ھ۔

۵۶۶۔ مقدسی، محمد بن طاہر، ابوالفضل، حافظ، اطراف الغرائب والافراد للدارقطنی، دارالتدمریۃ، الریاض، ط۱، ۱۴۲۸ھ

۵۶۷۔ مقریزی، احمد بن علی، ابی العباس المواعظ والاعتبار بذکرالخطط والآثار، الطبعۃ بدون تاریخ، مکتبۃ الدینیۃ، القاہرۃ۔

۵۶۸۔ مقری، احمد بن محمد علی، المصباح المنیر، مطبوعۃ دارالکتب العلمیۃ، بیروت ط۱، ۱۴۱۴ھ

۵۶۹۔ ملاعلی القاری، علی بن سلطان محمد، الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۰۵ھ

۵۷۰۔ ایضاً، جمع الوسائل فی شرح الشمائل، نورمحمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی۔

۵۷۱۔ ایضاً، شرح مسند ابی حنیفۃ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت۔

۵۷۲۔ ایضاً، شرح الفقہ الاکبر، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۰۴ھ

۵۷۳۔ ایضاً، شرح الشفاء، دارالکتب العلمیۃ، بیروت۔

۵۷۴۔ ایضاً، فتح باب العنایۃ بشرح النقایۃ، دارارقم، بیروت، ط۱، ۱۴۱۸ھ

۵۷۵۔ ایضاً، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، المکتبۃ التجاریہ، مکۃ المکرمۃ۔

۵۷۶۔ ایضاً، المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع، دارالبشائر الاسلامیۃ، بیروت، ط۵، ۱۴۱۴ھ

۵۷۷۔ ملاجیون، احمد، نورالانوار، محمد سعید اینڈ سنز، کراچی، س ن

۵۷۸۔ مناوی، عبدالرؤف، علامۃ، شرح الشمائل، نورمحمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی۔

۵۷۹۔ ایضاً، کنوز الحقائق من حدیث خیر الخلائق، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۸ھ

۵۸۰۔ ایضاً، الکواکب الدریۃ فی تراجم السادۃ الصوفیۃ، دارصادر، بیروت، ط۱، ۱۹۹۹ء

۵۸۱۔ منذری، زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی، امام، الترغیب والترھیب، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۷ھ

۵۸۲۔ منصور بن الحسن، عمادالدین، گازرونی، شافعی، حاشیۃ الگازرونی علی البیضاوی: دارالفکر، بیروت، الطبعۃ ۱۴۱۶ھ

۵۸۳۔ منصور پوری، محمد سلیمان سلمان، قاضی، رحمۃ للعالمین، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور ۱۹۹۱ھ

۵۸۴۔ مودودی، ابوالاعلی، سید، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ط۴۰، ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء

۵۸۵۔ ایضاً، سنت کی آئینی حیثیت، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ط۲۰، ۲۰۰۰ء

۵۸۶۔ موسیٰ شاھین، لاشین، پروفیسر ڈاکٹر، فتح المنعم شرح صحیح مسلم، دارالشروق، القاہرہ، مصر، ط۲، ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء

۵۸۷۔ مہرعلی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، مہر منیر، فیض احمد فیض رحمۃ اللہ علیہ، قطب عالم، پاکستان، انٹرنیشنل پرنٹرز لمیٹڈ لاہور ۱۴۰۶ھ

۵۸۸۔ ایضاً، تصفیہ مابین سنی وشیعہ رضی اللہ عنہم، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لمیٹڈ، لاہور ۱۴۰۶ھ

۵۸۹۔ ناصرالدین، محمد، البانی، ظلال الجنۃ فی تخریج السنۃ: ، المکتب الاسلامی، ط۳، ۱۴۱۳ھ

۵۹۰۔ نبھانی، یوسف بن اسماعیل، امام، الانوار المحمدیۃ من المواھب اللدنیۃ، الطبعۃ الادبیۃ، بیروت ۱۳۲۱ھ

۵۹۱۔ ایضاً، جامع کرامات اولیاء، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط۱، ۱۴۱۷ھ
۵۹۲۔ ایضاً، جواہر البحار فی فضائل النبی المختار، مصر ۱۳۷۹ھ، ودار الکتب العلمیة، بیروت، ط۱، ۱۴۱۷ھ
۵۹۳۔ ایضاً، حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ﷺ، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط۱، ۱۴۱۷ھ
۵۹۴۔ ایضاً، حزب الاستغاثات بسید السادات، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط۱، ۱۴۲۲ھ
۵۹۵۔ ایضاً، سعادۃ الدارین فی الصلاۃ علی سید الکونین ﷺ، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط۱، ۱۴۱۷ھ
۵۹۶۔ ایضاً، شواھد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق، مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر، ودار الکتب العلمیة، بیروت، ط۱، ۱۴۱۷ھ
۵۹۷۔ نجدی، محمد بن عبد الوھاب، مختصر زاد المعاد، المکتب الاسلامی، بیروت، ط۴، ۱۴۰۳ھ
۵۹۸۔ ایضاً، مختصر سیرۃ الرسول، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، مکۃ المکرمۃ، ط۱، ۱۴۱۹ھ
۵۹۹۔ نجم الدین، محمد بن محمد، الغزی، الاتقان ما یحسن من الاخبار الواردۃ علی الالسن، دار الکتب العلمیة، بیروت ط۱، ۱۴۲۵ھ۔
۶۰۰۔ ندوی، سید سلمان، سیرۃ النبی ﷺ، الفیصل ناشران، لاہور، ۱۹۹۱ء
۶۰۱۔ ندوی، علی، ابوالحسن، ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین، دار ابن کثیر دمشق، ط۴، ۱۴۲۶ھ
۶۰۲۔ ایضاً، المرتضیٰ سیرۃ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، دار القلم دمشق، ط۲، ۱۴۱۹ھ
۶۰۳۔ ندوی، سید رضوان علی، الدکتور، خانوادۂ نبوی وعہد بنی امیہ، حقائق واوہام عربی ادارۂ تصنیف ونشر کراچی۔
۶۰۴۔ نسائی، احمد بن علی بن شعیب، ابوعبد الرحمٰن، الضعفاء والمتروکین، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۶ء
۶۰۵۔ ایضاً، سنن النسائی المسمیٰ بالمجتبیٰ، دار الفکر، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۲۵ھ۔۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء
۶۰۶۔ ایضاً، تفسیر النسائی، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۰ھ
۶۰۷۔ ایضاً، خصائص امیر المؤمنین علی بن ابی طالب، دار الکتاب العربی، بیروت، ط۲، ۱۴۱۷ھ
۶۰۸۔ ایضاً، السنن الکبریٰ، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۱ھ
۶۰۹۔ نسفی، احمد بن محمد، ابوالبرکات، علامۃ، مدارک التنزیل وحقائق التاویل، دار القلم، بیروت، ط۱، ۱۴۰۸ھ
۶۱۰۔ نظام الدین بن محمد، قمی، علامۃ، غرائب القرآن ورغائب الفرقان، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط۱، ۱۴۱۵ھ
۶۱۱۔ نعمانی، شبلی، سید سلیمان، ندوی، علامۃ، سیرۃ النبی، الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور۔
۶۱۲۔ نعمانی، محمد عبد الرشید، اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم پر بہتان: علامۃ مکتبۃ الحسن، لاہور
۶۱۳۔ ایضاً، شہداء کربلاء پر افتراء، مکتبۃ الحسن، لاہور۔
۶۱۴۔ ایضاً، یزید کی شخصیت اہل سنت کی نظر میں، مکتبۃ الحسن، لاہور۔
۶۱۵۔ نقوی، علی رضا، سید دکتر، فرہنگ جامع (فارسی بہ انگلیسی واردو)، قرایزنی فرہنگی سفارت، جمہوری اسلامی ایران، اسلام آباد، ط۲، ۱۳۸۲ھ
۶۱۶۔ نواب صاحب، ظفر اللاضی بما یجب فی القضاء علی القاضی، دار ابن حزم بیروت، ط۱، ۱۴۲۲ھ

۶۱۷۔ نووی، یحیی بن شرف، ابوزکریا محی الدین، المنھاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، بیت الافکار الدولیۃ، اردن، ط۵، ۲۰۰۷ء
۶۱۸۔ ایضاً تھذیب الاسماء واللغات، دارالفکر، بیروت، ط۱، ۱۴۱۶ھ
۶۱۹۔ ایضاً تقریب النواوی مع تدریب الراوی، مکتبۃ الکوثر، الریاض، ط۲، ۱۴۱۵ھ
۶۲۰۔ ایضاً، المنتخبۃ من کلام سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم، دارابن کثیر، دمشق، ط۶، ۱۴۱۳ھ۔
۶۲۱۔ ایضاً، المنھاج بشرح مسلم لابن الحاج: ، دارالمعرفۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۴ھ
۶۲۲۔ نیشاپوری، حسن بن محمد، عقلاء المجانین، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ط۱، ۱۴۰۵ھ
۶۲۳۔ نیشاپوری، عبداللہ بن علی، امام، المنتقی ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۷ھ
۶۲۴۔ نیشاپوری، محمود بن ابی الحسن، ایجاز البیان عن معانی القرآن، مکتبۃ التوبۃ، الریاض، ط۱، ۱۴۱۷ھ
۶۲۵۔ ایضاً، الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز ، دارالقلم، دمشق، ط۱، ۱۴۱۵ھ
۶۲۶۔ ایضاً، الوسیط فی تفسیر القرآن المجید ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۵ھ
۶۲۷۔ ایضاً، اسباب نزول القرآن، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۱ھ
۶۲۸۔ وحیدالزمان، علامۃ، تیسیر الباری شرح صحیح البخاری: تاج کمپنی پاکستان
۶۲۹۔ ایضاً، لغات الحدیث، نور محمد کتب خانہ، کراچی، س ن
۶۳۰۔ وحیدالزمان خان، فوائد سنن ابن ماجہ علی حاشی سنن ابن ماجہ، مطبوعہ مہتاب کمپنی، لاہور، س ن
۶۳۱۔ وکیع بن الجراح، امام، کتاب الزھد، دارالصمیعی، الریاض، ط۲، ۱۴۱۵ھ
۶۳۲۔ ھاشمی، عبدالمنعم، عصر الصحابۃ، دارابن کثیر بیروت، ط۱، ۱۴۲۴ھ
۶۳۳۔ ھانزویر، معجم اللغۃ العربیۃ المعاصرۃ، مطبوعہ مکتبہ لبنان، بیروت، ۱۹۸۰ء
۶۳۴۔ ھجویری، علی بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ، کشف المحجوب، نوائے وقت پرنٹرز، لاہور، الطبعۃ ۱۳۸۷ھ
۶۳۵۔ ھروی، احمد بن محمد، ابوعبید، الغریبین فی القران والحدیث، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، مکۃ المکرمۃ، ط۱، ۱۴۱۹ھ
۶۳۶۔ ھروی، علی بن سلطان محمد، امام، شرح شرح نخبۃ الفکر فی مصطلحات اھل الأثر ، شرکۃ دارالارقم بن ابی الارقم، بیروت۔
۶۳۷۔ ھمدانی، محمد بن محمد، ابوالفتوح، الطائی، کتاب الاربعین ، درالبشائر الاسلامیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۰ھ
۶۳۸۔ ھیتمی، ابن حجر، احمد بن محمد، امام ، اسنی المطالب فی صلۃ الاقارب، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ط۱، ۱۴۲۴ھ
۶۳۹۔ ایضاً ، اشرف الوسائل الی فھم الشمائل ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۹ھ
۶۴۰۔ ایضاً، الدر المنضود فی الصلاۃ والسلام علی صاحب المقام المحمود صلی اللہ علیہ وسلم، دارالمدینۃ المنورۃ، ط۲، ۱۴۱۶ھ
۶۴۱۔ ایضاً، الصواعق المحرقۃ فی الرد علی اھل البدع والزندقۃ، مطبوعہ مکتبۃ القاھرۃ، مصر، ط۲، ۱۳۸۵ھ
۶۴۲۔ ھیثمی، نورالدین علی بن ابی بکر، حافظ، بغیۃ الباحث فی زوائد مسند الحارث، تحقیق: مسعد السعدنی، دارالطلائع القاھرۃ۔

۶۴۳۔ ایضاً، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء

۶۴۴۔ ایضاً، کشف الاستار عن زوائد البزار، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۰۴ھ

۶۴۵۔ ایضاً، مجمع البحرین فی زوائد المعجمین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۹ھ

۶۴۶۔ ایضاً، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، دار الفکر، بیروت، ط۱، ۱۴۱۴ھ

۶۴۷۔ ایضاً، المقصد العلی فی زوائد مسند ابی یعلی الموصلی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۹ھ

۶۴۸۔ یافعی، محمد عبداللہ، یمنی، خلاصۃ المفاخر فی مناقب شیخ عبدالقادر، تصوف فاؤنڈیشن، لاہور۔

۶۴۹۔ ایضاً، روض الریاحین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۱ھ

۶۵۰۔ یحصبی، عیاض بن موسیٰ، ابوالفضل، مشارق الانوار علی صحاح الآثار، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۳ھ

۶۵۱۔ یسوعی، لویس معلوف، المنجد، المطبعۃ الکاثولیکیۃ، لبنان، الطبعۃ، لبنان، ط۱۲، ۱۳۹۴ھ

۶۵۲۔ یمنی، ابوبکر بن علی، الحداد، الجوہرۃ النیرۃ علی مختصر القدوری، قدیمی کتب خانہ، کراچی، س ن

۶۵۳۔ یوسف فرحات، الدکتور، دیوان الامام علی بن ابی طالب: علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، دار الکتاب العربی، ط۶، ۱۴۲۰ھ

۶۵۴۔ یوسف بن عبداللہ، الوابل، اشراط الساعۃ، دار ابن الجوزی، الدمام، ط۹، ۱۴۱۸ھ، ۱۷۵۔

655.Taqi Usmani,Muhammad,The Authority of Sunnah,Idaratul Quran,Karachi,1425A.,
H/ 2004